









القرآن المجید

# بیان القرآن

مع تفسیر

۱۴۲۷ھ

وَجُوهُ الْمَثَانِ  
مع  
تَوْجِيهُ الْكَلِمَاتِ وَالْمَعَانِي  
عربی

رَفْعُ الشَّكْوَكَ  
اردو ترجمہ  
مَسَائِلُ السَّلُوكِ  
اردو

مَسَائِلُ السَّلُوكِ  
من  
كَلَامِ مَلِكِ الْمُلُوكِ  
عربی

حضرت مکیم الاُمت محمد و اہل بیت جامع الکملات منبع الحسنات مآثر العُلوُم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،  
رأس المفسرین مقدم الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر العرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والحدی اعنوسہ بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی  
نور اللہ مرقدہ وجعل الجنة مثواه

تعارف و تقدیم

فقیر العصر حضرت  
مولانا مفتی  
عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ

تفسیر بیان القرآن اور اس کے متعلقہ تمام رسائل کی جدید اشاعت کھچے پیموزنگ و ترتیب اس قدیم نسخہ کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے  
جو خود حضرت حکیم الاُمت قدس سرہ کا نظر فرمودہ ہے اور اس پر حضرت کی تصدیق اور دستخط ہیں نیز حضرت مولانا بشیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
کے بھی دستخط موجود ہیں یہ نسخہ ۱۳۵۳ھ میں بطبع اشرف المطابع تھانویوں سے شائع ہوا تھا اس کے سرورق کا عکس اندر ابتدائی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

چوک فوارہ نلستان پاکِستان  
فون: 540513-519240

الذاریف الشریف



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب

# بیان القرآن

تاریخ اشاعت..... محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

ناشر..... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت..... سلامت اقبال پریس ملتان

## قارئین سے گزارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔  
الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔  
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں  
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ہم نے اس کتاب کو حرف بحرف پڑھنے کے بعد اس میں درج قرآنی آیات احادیث  
مبارکہ اور دیگر عربی عبارات کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد انکی صحت اور رسم الخط کی  
تصدیق کرتے ہیں کہ یہ کتاب ہماری کوشش کے مطابق ہمہ قسم کی اغلاط سے پاک ہے۔

مولانا محمد طلحہ غفرلہ

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

قاری محمد ابو بکر رحیمی غفرلہ

فاضل جامعہ قاسم العلوم ملتان

## ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ... اردو بازار... لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

کتاب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ الانوار... نیوٹاون کراچی نمبر 5

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K

(ISLAMIC BOOKS CENTER)

119-121- HALLIWELL ROAD

BOLTON BL1 3NE, (U.K.)



## عرض ناشر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی تفسیر ”بیان القرآن“ کی اہمیت و خصوصیت کے بارے میں کچھ لکھنا یہ ہماری حیثیت سے بہت اوپر کے درجہ کا کام ہے، البتہ ہم قارئین کیلئے اکابر علمائے کرام کی آراء نقل کرنے کی اور تفسیر بیان القرآن کو جدید انداز میں طبع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور اسی پر ہمیں بے انتہا خوشی ہے اگر بارگاہ الہی میں یہ قبول ہو جائے تو ہمارے لئے سعادت داریں کے لئے کافی و کامل سامان ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ درس بخاری کے دوران فرمایا۔

”میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ اردو کا دامن علم و تحقیق سے خالی ہے لیکن مولانا تھانویؒ کی تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے میں ترمیم کرنا پڑی اور اب سمجھتا ہوں کہ اردو بھی بلند پایہ علمی تحقیقات سے بہرہ ور ہے“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

تفسیر ”بیان القرآن“ میں بڑی بڑی کتابوں کی مبسوط اور مفصل بحثوں کا خلاصہ اور نتیجہ نکال کر رکھ دیا گیا ہے“

شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

تفسیر ”بیان القرآن“ اپنی افادیت، جامعیت اور مقبولیت میں شری سے ثریا تک پہنچ گئی ہے“

ان حضرات کے علاوہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بے شمار اہل علم و فضل نے اپنے اپنے انداز میں اس تفسیر کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ جن کا لب لباب یہ ہے کہ یہ تفسیر اردو زبان کی بے مثال تفسیر ہے حتیٰ کہ علماء بھی اس کے مطالعہ کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔

جیسا کہ دینی علوم کا ذوق رکھنے والا ہر خورد و بزرگ اس بات سے واقف ہے کہ ”ادارہ تالیفات اشرفیہ“ کا از اول تا آخر جو کچھ بھی سرمایہ ہے وہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و ترسیل ہی کی خدمت ہے۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ادارہ نے اپنے اس مقصد میں قابل قدر سفر کیا ہے۔ ہماری شب و روز کی فکر اور کوشش ہمیشہ اسی پر رہی ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے معارف کو کس طرح زیادہ سے زیادہ ترویج دیا جائے؟ ایک عرصہ سے یہ فکر دامن گیر تھی اور ہمہ وقت دل کی ہم نشین رہتی تھی کہ تفسیر

”بیان القرآن“ کی اشاعت کی سعادت حاصل کی جائے چنانچہ اس بارے میں علمائے کرام کے مشورہ اور کافی غور و فکر کے بعد اس کام کا آغاز کر دیا گیا۔ کئی سال اس کی کمپوزنگ، ترتیب و تصحیح وغیرہ کا کام پوری احتیاط کے ساتھ جاری رہا اور اس کے بعد کہیں یہ موجودہ شکل میں منظر عام پر آ سکی

ہے۔ پوری تفسیر کو کمپیوٹر کتابت سے مزین کیا گیا ہے ترجمہ کو قرآن کریم کے متن کی تقسیم کے مطابق کیا گیا ہے ورنہ تاج کمپنی کی مطبوعہ تفسیر ”بیان القرآن“ میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تھا اس میں جگہ جگہ یہ مشکل موجود تھی کہ آیت دو صفحے پیچھے کھڑی رہے اور اس کا ترجمہ و تفسیر دو صفحے آگے چلا گیا

ہے۔ اور یہی حال مسائل السلوک، بلاغت اور نحو وغیرہ کے مسائل کا تھا۔ ہم نے ماہر علمائے کرام کی خدمات حاصل کر کے یہ الجھنیں ختم کرائیں۔ تفسیر میں جہاں قرآنی آیات ہیں انہیں کمپوز کرنے کی بجائے قرآن کریم سے ان کی تصویر لیکروہاں چسپا کی گئی ہے تاکہ زبر زری کی غلطی کا اندیشہ نہ ہے۔

تفسیر ”بیان القرآن“ کی اس طرح ترتیب و تقطیع کا کام بڑا مشکل کام تھا ہم نے اپنی ہمت کے مطابق پوری کوشش کی ہے۔ لیکن کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ اب بھی علمائے کرام کی خدمت میں ہماری یہ گزارش ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی قابل اصلاح چیز ہو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں، ہم مشکور ہوں گے۔

ایک اہم چیز ہم قارئین کرام کیلئے پہلے ہی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس تفسیر کے حاشیہ سے استفادہ کے وقت پوری بیدار مغزی سے کام لینا ضروری ہے اس میں دو قسم کا حاشیہ ہے ایک حاشیہ نمبر ہے ترجمہ میں اس کا جواب تو ملحقات الترجمہ میں بالترتیب موجود ہے اور ترجمہ کے حاشیہ کا



نشان یہ ہے دوسرا حاشیہ آزاد ہے وہ ترجمہ تفسیر اردو عربی کہیں بھی ہو سکتا ہے اور اس کا نشان یہ (۱) / - ہے اور اس کا جواب ”حاشیہ“ کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ نیز ہم نے طبع اول میں مسائل السلوک صرف اردو میں دیئے تھے جبکہ قدیم طبع میں (عربی و اردو) دونوں ہیں۔ اب اس ایڈیشن میں مسائل السلوک عربی آخر میں شامل کر دیئے ہیں۔ تاکہ قدیم طبع کے مطابق مکمل ہو جائے۔

باقی اللغات الخو البلاغہ اور الروایات وغیرہ کے تحت جس لفظ کی وضاحت مقصود ہوتی ہے پہلے قولہ کر کے وہ لفظ دے کر آگے اس کی وضاحت ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ہم نے حتی الامکان تصحیح کی کوشش کی ہے اس کے باوجود بھی یقیناً غلطی ہو سکتی ہیں اگر کوئی غلطی نظر سے گذرے تو مطلع فرمادیں احسان ہوگا اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائیں۔ آمین

(محرم محمد اسحاق عفی عنہ)

ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ بمطابق جنوری ۲۰۰۵ء

JUSTICE MUHAMMAD TAQI USMANI

Member Shariah Appellate Bench  
Supreme Court of Pakistan  
Deputy Chairman: Islamic Fiqh Academy (QIC) Jeddah  
Vice President Darul-Uloom Karachi-14 Pakistan

محمد تقی عثمانی

قاضی مجلہ فقہ اسلامیہ دارالعلوم اسلامیہ پاکستان  
نائب رئیس و مجمع الفقہ الاسلامیہ بحجۃ  
نائب رئیس دارالعلوم کراچی پاکستان

گرای قدر ملک ضباب مولانا محمد اسحاق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

آپ کا ارسال فرمودہ ”بیان القرآن“ (مبشر کمپیوٹریشن) الحمد للہ  
مجھے موصول ہوا، اور اسے دیکھ کر دل بے باغ و بگلی، اتنا اس کے قدر  
تفسیر کے جنبہ ادنیٰ میں شائع ہوئے ہیں، یہ انہیں بہترین ہے، اللہ تعالیٰ  
اس خدمت پر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ بندہ پر آپ سے یہ نسخہ  
صدقہ بھیج کر جو احسان فرمایا، اس پر تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ آپ کی  
طرف سے جو گزارش تھی موصول ہوتے رہتے ہیں، الحمد للہ بندہ کو ان سے  
بُرائی نہیں ہوئی ہے۔

آج ایک اور کتاب ”دعائی فقہ کے نمایاں خفا و خال“ بھی موصول  
ہو گئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

بندہ  
۶-۳-۲۰۰۵ء

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی  
کی طرف سے تفسیر بیان القرآن کی جدید طباعت پر  
اظہار مسرت اور دعائیں



## تفسیر بیان القرآن کا تعارف

تفسیر بیان القرآن کا یہ تعارف دراصل حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ کی تالیف کتاب ”اشرف المعارف“ سے لیا گیا ہے، مگر ہم نے اس سے انتخاب کر لیا ہے ہے، مکمل تفصیلات نہیں لیں، تاکہ یہ ضمنی تعارف مکمل کتاب نہ بن جائے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن کی تمہید میں ترجمہ اور تفسیر کی جن خصوصیات اور التزامات کا ذکر فرمایا ہے اسی سے بیان القرآن کا تفصیلی تعارف بھی ہو جاتا ہے۔ لہذا اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ مزید کچھ تفصیلات ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ بیان القرآن تمام علوم متعلقہ قرآن کی جامع اور تفسیری علوم کی حاوی نادرہ روزگار تفسیر ہے اور اس کی افادیت و نافعیت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور عوام سے لے کر اہل علم و کمال تک کے لئے کارآمد اور مفید ہے یہ تفسیر قرآنی مشکلات کے حل کرنے میں خاص طور پر اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کے محققانہ طرز استدلال اور حکیمانہ اسلوب بیان سے قرآن مجید کے مطالب اس طرح حل اور دل نشین ہوتے جاتے ہیں جس سے تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے، مگر اس تفسیر کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ایسے ہی حضرات کو ہوتا ہے جنہوں نے مطالب قرآنہ کے سمجھنے اور سمجھانے اور تفسیر قرآن کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے میں عمر کا ایک حصہ صرف کیا ہو۔ جس شخص کی نظر میں مشکلات قرآنہ کے حل کے لئے متقدمین و متاخرین کے تراجم اور کتب تفسیر کی ورق گردانی نا کافی ہو چکی ہو پھر بیان القرآن کی بین القوسین کی کسی مختصر عبارت سے تمام اشکالات کا حل اور شبہات کا ازالہ ہو گیا ہو ایسے شخص کو اس تفسیر کی صحیح عظمت و وقعت کا اندازہ ہوتا ہے اس زمانے میں اس شان اور اس پایہ کی تفسیر کا وجود اہل علم کے لئے نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ ہے جو شخص جس قدر تفسیر بیان القرآن میں تدبیر کرے گا اور غور و فکر سے کام لے گا اسی قدر اس پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تفسیر کی جامعیت و نافعیت اور افضلیت و اشرفیت دوسری تفسیروں پر ظاہر ہوتی چلی جائے گی اور جس قدر بھی بیان القرآن کا گہری اور عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر اس تفسیر کا فہم مطالب قرآنی کے لئے کافی وافی اور حل اشکالات اور رفع شبہات کے لئے شافی ہونا ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کے لکھنے میں بڑی محنت و مشقت برداشت فرمائی ہے بعض بعض مقامات کی تفسیر لکھنے میں آپ کو آدھ آدھ گھنٹہ تک غور و فکر اور دعا کے بعد شرح صدر ہوا اور تفسیر سمجھ میں آئی۔ اس کے باوجود بھی جب تک اس کی تائید سلف صالحین کی تفسیر میں نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا۔ (از اشرف السوانح)



اس التزام میں اگرچہ بہت زیادہ محنت کرنی پڑی اور بہت وقت صرف ہوا اور ہر مقام کے لئے بہت سی تفاسیر دیکھنی پڑیں مگر یہ فائدہ ہوا کہ حضرت مفسر تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم قرآنیہ کی مطابقت سلف صالحین کے علوم سے واضح ہو گئی۔ بظاہر تو یہ تفسیر سلف کی تفاسیر سے ماخوذ ہے لیکن حقیقت میں سراسر خود حضرت مفسر تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فہم قرآن کا ثبوت اور علوم تفسیر سے آپ کی مناسبت تامہ کی روشن دلیل ہے۔

پھر جن دو مقامات (سورۃ براءہ پارہ نمبر ۱۰ رکوع اول و دوم اور سورۃ الحشر پارہ نمبر ۲۸ کی پہلی پانچ آیات) کے بارے میں حضرت مفسر علام کو شرح صدر نہیں ہو سکا وہاں صفائی سے اس کا اظہار فرمادیا کہ اگر اس سے بہتر تفسیر کہیں سے مل جائے تو اس کو اختیار کیا جائے۔ یہ بات حضرت مفسر تھانویؒ کی خصوصیات اور مناقب خاصہ میں سے ہے ورنہ عام طور پر اہل علم اس طرح سے اعتراف تقصیر کے عادی نہیں ہوتے بلکہ اس طرح کے اظہار سے ان کا مزاج مانع ہوتا ہے اور جس جگہ حضرت مفسر علام کو اپنی تفسیر کی کوئی صریح تائید سلف سے باوجود تلاش کے نہیں ملی اس کو لکھ کر اس کے آگے ہذا من الموہب لکھ دیا ہے۔

## حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا طرز نگارش

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اگرچہ آج کل کی اصطلاح میں اردو ادب کے صاحب طرز ادیبوں میں شمار نہیں کئے جاتے تھے۔ مگر پھر بھی حضرت تھانویؒ کا یہ ترجمہ مستند ترجمے کی حیثیت رکھتا ہے اور بڑے بڑے صاحب طرز ادیب اس کی ادبیت کے معترف ہیں۔ اور تفسیری فوائد کے بیان میں جو لفظی فصاحت و بلاغت اور معنوی لطافت کی رعایت کے ساتھ عجیب و غریب حکیمانہ انداز بیان اختیار فرمایا گیا اور عقائد و کلام کے مباحث میں جس طرح کی بالغ نظری کے ساتھ عجیب و غریب حکیمانہ انداز بیان اختیار فرمایا گیا۔ اور استدلال کا منطقی اور عقلی طریقہ اپنایا گیا ہے وہ تو اہل علم و نظر کے لئے بڑا ہی وجد آفرین ہے۔

زمانہ حال کے صاحب طرز ادیب مفسر جس بات کو اپنی طویل تشریحی عبارتوں میں بیان کرتے ہیں حضرت تھانویؒ کا اسے نہایت ہی مختصر الفاظ میں بیان کر کے ناظرین کے دل و دماغ میں اتار دینا ایسا امتیازی وصف ہے جو حضرت تھانویؒ کے طرز نگارش کی خصوصیت ہے کہ جس سے عبارت کا ادبی پہلو متین اور باوقار ہوتا ہے عامیانہ اردو نویسی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ شان علمی کے شایان شان نہیں تھی۔ ایسے محقق اور متبحر جید عالم اور عالی مقام عارف کامل سے عامیانہ اردو نویسی کی توقع رکھنی ایسی ہے جیسے کسی شہباز عرش سے بالائے زمین اڑنے کی فرمائش۔

## سورتوں اور آیات کے درمیان ربط

قرآنی سورتوں کے درمیان ترتیب اگرچہ اجتہادی امر ہے اور مرفوع و موقوف مختلف روایتیں سورتوں کی ترتیب میں وارد ہوئی ہیں اور بعد میں صحابہ کرامؓ کا اجماع و اتفاق موجودہ ترتیب پر ہو گیا اب اس کی مخالفت قطعاً ناجائز ہے۔

لیکن آیات کی ترتیب توفیق اور وحی کے ذریعے قائم کی گئی ہے اس ترتیب میں کسی کے اجتہاد کو مطلقاً دخل نہیں ہے اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو کہ تفسیر روح المعانی میں آیت ”وَ اتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ“ کے تحت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی دوسوا سی ۲۸۰ آیت کے بعد رکھا جائے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کو آیت البر بوا اور آیت دین کے بعد رکھا جائے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیتوں کی ترتیب وحی پر موقوف ہے اور وحی کے ذریعے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی ہے۔

## آیات کے درمیان ربط

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیات کے درمیان ایک مناسبت اور ربط بھی قائم ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر آیات کے درمیان ربط و مناسبت کا اعتبار نہ کیا گیا ہوتا تو ترتیب تلاوت ترتیب نزول سے مختلف نہ ہوتی۔ حالانکہ ترتیب تلاوت کا ترہیب نزول



سبق الغايات في نسق الآيات

اس نام سے حضرت تھانویؒ نے عربی میں ایک مستقل رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

جس کے ڈیڑھ سو صفحات ہیں اس میں سورۃ فاتحہ سے لے کر والناس تک اہل علم و فہم کے لئے ربط آیات کے بارہ میں بعض عجیب عجیب ارشادات فرمائے گئے ہیں اور بیان القرآن میں بھی آیات کے درمیان ربط کا خصوصی طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔ بقول مولانا عبدالباری صاحب ندوی بیان القرآن نے یہ خدمت بقدر ضرورت پوری فرمادی کہ ہر چھوٹا بڑا حصہ اور ہر چھوٹی بڑی آیت دوسری سے اس طرح مربوط ہو گئی ہے کہ متن قرآن اور اس کے تحتانی ترجمہ کے بعد ہر آیت کا تفسیر کے ساتھ جو تفسیری ترجمہ فرمادیا گیا ہے۔ اگر اس کو آدمی پڑھتا چلا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک بے تکلف مسلسل و مربوط کتاب پڑھ رہا ہے۔ (تجدید دین کامل)

## رابطہ کی ایک مثال

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ ..... وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (پ ۷) کا ربط اوپر کی آیت قل ارايتکم ان اتکم عذاب اللہ..... و تنسون ما تنشر کون (پ ۷) سے بیان القرآن میں اس طرح تحریر فرمایا گیا ہے۔

”اوپر مشرکین پر وقوع عذاب فرض کر کے اس بنا پر ان کے دعویٰ شرک کو باطل کیا گیا تھا۔ آگے اس فرض کا غیر مستبعد ہونا ثابت کرنے کے لئے بعض اہم سابقہ کا معذب و ہلاک ہونا بیان فرماتے ہیں تاکہ مخاطبین کو اس فرض کے غلط کہنے کی گنجائش نہ ہو اور اس ہلاکت کا ذکر بھی ایک خاص طور سے فرمایا ہے جس سے کفار موجودین کے منشاء انکار کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہو جاوے کیونکہ بڑا منشاء انکار کا یہ ہوتا ہے کہ بعض مصائب آکر ٹل جاتے ہیں تو نادان کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہ تھی ورنہ ٹلتی نہیں اس لئے سنا دیا تاکہ ان ہالکین کی دار و گیر کی ترتیب بھی یہی ہوتی تھی کہ اول نزولِ بلیات ہوا کہ تضرع کریں پھر استدراجاً نزولِ نعم فرمایا گیا جب کفر بڑھ گیا پھر ہلاک کر دیئے گئے تو تم بعض بلیات کے ٹلنے سے دھوکہ مت کھانا۔ (بیان القرآن جلد ۳ ص ۹۳)

رابطہ کی ایک انوکھی مثال اور منصب نبوت کا احترام

سورۃ ص کے دوسرے رکوع میں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ان کے عبادت خانے میں دیوار پھاند کراہل مقدمہ کے آنے کا ذکر کیا گیا ہے اور قصے کے اخیر میں فرمایا گیا ہے **وَلَقَدْ دَاوُدُ اٰنٰمًا فَتٰنٰهُ فَاٰسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ فَاٰتٰنٰہٗ اَیُّہٗ اَکْبَرُ** یعنی تفسیر میں قول مشہور کسی عورت سے نکاح کرنے کے واقعہ کو محققین نے باطل قرار دیا ہے اور بعض نے داؤد علیہ السلام کا **لَقَدْ ظَلَمَکَ** بلا تحقیق کہہ دینا اس کی تفسیر میں کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی گستاخیوں پر غصہ آ گیا تھا اس سے استغفار کیا مگر غصہ آنا ثابت نہیں کر سکتے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے صبر و تحمل کا امتحان مقصود تھا کہ آیا زور سلطنت میں متواتر گستاخیوں پر دروگیر کرتے ہیں یا غلبہ نور نبوت سے عفو فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس میں صابر ثابت ہوئے لیکن انبیاء کی جلالت شان عدل کے جس درجہ علیا اور ذرۃ قصویٰ کو مقتضی ہے اس سے بظاہر ایک گونہ بعید اتنا خفیف سایہ امر پیش آ گیا کہ بعد قیام برہان شرعی خواہ وہ بینہ ہو یا اقرار بجائے اس کے کہ صرف ظالم سے خطاب فرماتے کہ تو نے ظلم کیا اس مظلوم سے خطاب فرمایا کہ تجھ پر ظلم کیا جس سے ایک طرف کی طرفداری متوہم ہوتی ہے۔ اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرفداری بھی عبادت ہے خصوصاً مقدمہ ختم ہو چکنے کے بعد لیکن فریق مقدمہ ہونے کی حیثیت سے اور عدم تبدل مجلس تنحاصم اور مجلس واحدہ کے جامع المتفرقات ہونے کی حیثیت سے اس توہم طرفداری کا بھی نہ ہونا عدل و اکمل تھا۔ سو داؤد علیہ السلام غایت تقویٰ سے اتنی بات کو بھی تحمل کمال صبر و منافی ثبات فی الامتحان سمجھے اور انہوں نے اس سے بھی اپنے رب کے سامنے توبہ کی۔ الخ



حضرت فرماتے ہیں کہ ”بندہ نے جو تفسیر کی ہے اس کا مبنی خود منصوص قرآنی ہے اور اَصْدِرْ عَلٰی مَا يَقُولُوْنَ کے ساتھ اس قصے کا یاد دلانا قرینہ ہے کہ اس میں بھی صبر علی الاقوال تھا گو دونوں جگہ اقوال میں کفر اور سوء ادب کا اختلاف ہے۔ البتہ یہ امر مظنون ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اس کو مبنی سمجھا ہو سو چونکہ اور تفسیروں کا مبنی بھی قرآن میں نہیں اس لئے یہ تفسیر اوروں سے اقرب ہے۔“ (بیان القرآن ص ۱۰/۶)

مطلب یہ کہ اس کے مبنی کا قرآن میں منصوص ہونا تو متیقن ہے مگر یہ امر محض مظنون ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اس کو مبنی سمجھا ہو اور وہ مبنی یہ قول ہے لَقَدْ ظَلَمَكَ (حاشیہ بیان القرآن ص ۱۰/۶)

بعض علما نے یہ کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا امتحان دراصل اس بات میں تھا کہ انہوں نے ایک دن عبادت کے لئے اس طرح خاص کر لیا تھا کہ اس دن وہ مخلوق سے بے تعلق ہو جاتے تھے ایک دن کو عبادت الہی کے لئے اس طرح خاص کر لینا کہ ان کا تعلق مخلوق خدا سے منقطع ہو جائے منصب نبوت اور منصب خلافت کے منافی تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر اور خلیفۃ اللہ کے لئے کسی طرح موزوں نہیں تھا چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اس روش کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح آزمائش میں مبتلا کیا، (قصص القرآن جلد ۲ ص ۸۷)

اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش ان کی عاجزی اور بندگی میں تھی کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی عبادت کے پروگرام کا بارگاہ حق میں اظہار کیا اور اس اظہار میں عجب و بڑائی کا شائبہ تھا اس پر گرفت کی گئی اور دو آدمی خلاف معمول اندر آ گئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبیہ ہوئے کہ خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

یہ دونوں تو جیہیں بھی اگرچہ درست ہو سکتی ہیں مگر قرآن کریم کے کسی لفظ میں ان کی طرف اشارہ نہیں پایا جاتا اور اوپر کی آیات سے ان کا کوئی ربط ظاہر نہیں ہوتا اس کے برخلاف حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اختیار کردہ توجیہہ کا ذکر خود لفظ قرآنی لَقَدْ ظَلَمَكَ میں بھی موجود ہے اور اس کا ربط اوپر آیت اَصْدِرْ عَلٰی مَا يَقُولُوْنَ سے بھی قائم ہو جاتا ہے اس لئے اس توجیہہ کا سب تو جیہات سے الطف واولیٰ ہونا بعد امعان نظر کے ثابت ہوتا ہے فللہ در حکیم الامت تھانویؒ ما ابھی در رہ و امعن نظرہ واللہ اعلم۔

منصب نبوت کے احترام اور عظمت پیغمبرانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت نے آیات کا باہمی ربط اور حضرت داؤد علیہ السلام کی انابت واستغفار کرنے کے ساتھ غیر مستند روایات اور غلط توجیہات کی تردید بھی فرمادی۔ تفسیر بیان القرآن میں حضرت تھانویؒ نے اسرائیلی روایات سے حتی الامکان احتراز کیا ہے اور قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن کی آیات اور مستند روایات سے ہی فرمائی ہے خاص طور پر منصب نبوت کے احترام اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی وضاحت میں اسرائیلی خرافات سے پرہیز کرنے میں یہ تفسیر خصوصی امتیاز رکھتی ہے بیان القرآن میں انبیاء علیہم السلام کے تمام واقعات کی تفسیر میں ایسے کسی واقعہ کو نقل نہیں فرمایا اور نہ کسی ایسی روایت کو تفسیر کی بنیاد بنایا جس سے اسلام کے مسلمہ عقائد پر زبرد پڑتی ہو یا حضرات انبیاء علیہم السلام کا احترام و مقام مجروح ہوتا ہو ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

قرآن مجید میں اس واقعہ کے بعد دو واقعے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیان فرمائے گئے ہیں ارشاد ربانی ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اِذْ عَرَضَ عَلَيْنَا الْعَشِيَّ الطِّفْنُ الْحِيَادُ فَقَالَ اِنِّي احْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رَدُّهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَ اَعْلٰی كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ اِنِّیْ اَغْفِرُ لَیْ وَهَبْ لَیْ مُلْكًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (پ ۲۳ سورہ ص)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہونے والے تھے جبکہ شام کے وقت ان کے رو برو اصل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے میں اس مال کی محبت میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ مغرب میں چھپ گیا، ان گھوڑوں کو ذرا میرے سامنے لاؤ سو انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمان کو ایک اور امتحان میں ڈالا اور ہم نے



ان کے تحت پر ایک دھڑلا ڈالا پھر انہوں نے رجوع کیا کہا اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں؟

بیان القرآن میں ان دونوں واقعات کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس میں ایسی غیر مستند اسرائیلی روایات و خرافات سے مکمل طور پر پرہیز کیا گیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی شان عالی اور منصب نبوت کی قطعی طور پر لائق نہیں ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی تفسیر کی بنیاد روایات صحیحہ پر رکھی ہے۔ پہلے واقعہ کے متعلق حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

(وہ قصہ ان کو یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ شام کے وقت اس کے رو بروا صیل (اور) عمدہ گھوڑے (جو بغرض جہاد وغیرہ رکھے تھے) پیش کئے گئے اور ان کے ملاحظہ کرنے میں اس قدر رویر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اور کچھ معمول از قسم نماز فوت ہو گیا۔

كذافی الدر المنثور عن علیٰ اور بوجہ ہیبت اور جلالت کے کسی خادم کی جرات نہ ہوئی کہ مطلع و متنبہ کرے كذافی الدر عن ابن عباسؓ (پھر جب خود متنبہ ہوا) تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے (یعنی نماز سے) غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پورا (مغرب میں) چھپ گیا (پھر حشم و خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ (چنانچہ لائے گئے) سو انہوں نے ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا (كذافی الدر مرفوعا بسند حسن یعنی ان کو ذبح کر ڈالا اس کو اصطلاح تصوف میں غیرت کہتے ہیں کہ جو چیز سب غفلت عن اللہ ہو جاوے اس کو اپنے پاس نہ رہنے دیں۔ (ص ۸ ج ۱۰) پھر فائدہ میں اس کی وضاحت اس طرح فرمادی کہ:

یہ نماز جو رہ گئی تھی اگر نفل تھی تو کوئی اشکال نہیں مگر انبیاء کی شان اعظم ہوتی ہے اس لئے انہوں نے اس کا بھی تذکرہ کیا اور اگر فرض تھی تو نسیان میں گناہ نہیں ہوتا اور یہ قطع کرنا سوق و اعناق کا اتلاف مال نہ تھا بلکہ بطور قربانی کے تھا۔ اور قطع سوق کو شاید خروج دم اور زہوق روح میں آسانی ہونے کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کذا فی الروح مگر ہماری شریعت میں قطع سوق مشروع نہیں للنفی عن النسخ كذافی تخریج الزیلعی عن الطبرانی و هذا مثله (ص ۹ ج ۱۰)

اس وضاحت سے بڑی خوبی کے ساتھ تمام اشکالات کا حل اور ذہنوں میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب ہو گیا کہ نسیان فرض میں گناہ نہیں اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ فرض نماز تھی اور قطع سوق و اعناق بظاہر اتلاف مال معلوم ہوتا ہے وہ بطور قربانی کے تھا جو کہ مالی اور جانی عبادت ہے۔ اور اب ہماری شریعت میں قطع سوق مشروع نہیں ہے۔

اس تفسیر سے حضرت تھانویؒ کی فقہی بصیرت اور جامعیت اور ہر پہلو پر عمیق نظر کا ہونا ثابت ہو رہا ہے اور احترام نبوت کا لحاظ بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ دوسرے قصہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ (حدیث شیعین میں ہے کہ ایک بار سلیمان علیہ السلام اپنے امراء لشکر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں آج کی رات اپنی ستر بیبیوں سے ہمبستر ہوں گا کہ ان سے ستر مجاہد پیدا ہوں گے فرشتہ نے قلب میں القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے آپ کو کچھ خیال نہ رہا چنانچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ایک ناقص الخلقیت بچہ پیدا ہوا جس کے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا) اور (اسی کی نسبت کہا گیا ہے کہ) ہم نے ان کے تحت پر ایک (ادھورا) لا ڈالا (یعنی قابلہ نے آپ کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ پیدا ہوا كذافی الروح) پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا (اور ترک انشاء اللہ سے توبہ کی) اور توبہ کرنا ایسے امر سے چونکہ دلیل ہے کمال ثبات فی الدین کی اس کو امتحان میں پورا اترنا کہیں گے (ص ۹ ج ۱۰) ان تو جہالت کی تائید مستند احادیث سے ہو رہی ہے اور منصب نبوت کا ان میں پورا احترام ملحوظ ہے اور بعض بے سرو پا اسرائیلی قصے جو بعض کتب تفسیر میں نقل ہو گئے ہیں اور ان میں عظمت پیغمبرانہ کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ ایسے قصوں سے اپنی اس تفسیر کو مکمل طور پر محفوظ رکھا۔



## ربط کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تحقیق

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ربط کے سلسلے میں عربی رسالہ بھی لکھا اور اپنی تفسیر بیان القرآن میں بھی آیات اور سورتوں کے درمیان ارتباط کا لحاظ رکھا اور واقع میں بھی ترتیب نزول آیات اور ترتیب تلاوت کے مختلف ہونے سے ربط کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ باہم آیات میں کوئی مناسبت اور تعلق ضرور ہے لیکن اگر آیات میں ربط نہ بھی ہو تب بھی قرآن کریم پر اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔ کہہ سکتے تھے کہ قرآن میں طرز تصنیف نہیں اختیار کیا گیا بلکہ نصیحت مع لحاظ شفقت اختیار کیا گیا اور اس میں ضرورت مخاطب کے لحاظ سے گفتگو کی جاتی ہے جس کی بے ربطی ہزار ربط سے افضل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سمجھئے کہ نصیحت کرنے والا ایک تو استاذ ہوتا ہے اور ایک باپ ہوتا ہے۔ استاذ تو ضابطہ پری کر دیتا ہے مگر باپ ضابطہ پری نہیں کر سکتا نصیحت کرتے ہوئے اس کا خیال رکھتا ہے کہ بیٹے کو ایسے عنوان اور ایسے طرز سے نصیحت کروں جو اس کے دل میں گھر کر لے۔ اسی لئے باپ کا کلام نصیحت کے وقت کبھی بے ربط و بے ترتیب ہو جاتا ہے مثلاً باپ بیٹے کو کھانا کھاتے ہوئے نصیحت کرے کہ بری صحبت میں نہیں بیٹھا کرتے اسی درمیان میں اس نے دیکھا کہ بیٹے نے ایک بڑا سالقمہ کھانے کو لیا ہے تو وہ فوراً پہلی نصیحت کو قطع کر کے کہے گا کہ یہ کیا حرکت ہے لقمہ بڑا نہیں لیا کرتے اس کے بعد پہلی بات پر گفتگو شروع کر دے گا۔ اب جس کو شفقت کی اطلاع نہ ہو وہ کہے گا کہ یہ کیسا بے ترتیب کلام ہے بری صحبت سے منع کرنے میں لقمہ کا کیا ذکر مگر جو شخص کبھی کسی کا باپ بنا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ترتیب کلام مرتب و مرتبط کلام سے افضل ہے۔ شفقت کا مقتضی یہی ہے کہ بات کرتے ہوئے اگر دوسری بات کی ضرورت ہو تو ربط کا لحاظ نہ کرے دوسری بات کو بیچ میں کہہ کر پہلے بات کو پورا کرے یہی راز ہے اس کا کہ خدا تعالیٰ کا کلام ظاہر میں کہیں بے ربط بھی معلوم ہوتا ہے اس ظاہری بے ربطی کا منشاء شفقت ہی ہے کہ حق تعالیٰ مصنفین کی طرح گفتگو نہیں کرتے کہ ایک مضمون پر کلام شروع ہو تو دوسرے باب کا کوئی مضمون اس میں نہ آ سکے“ (وعظ سبیل النجاح ص ۳۳۵ وغیرہ)

اس نصیحت و شفقت کے پیش نظر اللہ تبارک و تعالیٰ ہر سورت میں بہت سے احکام بیان فرما کر اخیر میں ایسی بات بیان فرماتے ہیں جس میں ساری سورت کا مضمون اجمال کے ساتھ مذکور ہوتا ہے اور تھوڑے سے مختصر لفظوں میں بڑا مضمون ادا کر دیا جاتا ہے جس کو بلاغت میں ایجاز کہتے ہیں اس طرح تمام احکام پر عمل کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں مختلف ابواب کے احکام بیان فرما کر کلام کو ختم نہیں کیا بلکہ آخر کی آیت میں بطور میزان الکُل کے ایک بات ایسی بتا دی جو سب کو جامع ہے۔ اس طرح یہ آیت اخیرہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ تمام سورت کے احکام کو اجمالاً جامع ہے جس میں بالا جمال جملہ احکام مذکور داخل ہیں اور دیکھنے میں دو تین باتیں ہیں جن پر عمل بہت آسان ہے۔

## سورتوں کے درمیان ربط

آیتوں کے درمیان ربط کے علاوہ سورتوں کے درمیان ربط کا بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر اہتمام فرمایا ہے مثلاً سورۃ فاتحہ سے سورۃ بقرہ کا ربط اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۃ فاتحہ سے اس سورت کا یہ ربط ہے کہ اس میں راہ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے اس پر چلو“ (بیان القرآن ص ۴)

اور سورۃ بقرہ کے ختم پر سورۃ آل عمران سے ربط اس طرح ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:-

”میرے نزدیک وہ تمام سورت جملہ ”فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ“ سے مرتبط ہے کیونکہ اس سورت کے زیادہ اجزاء میں کفار کے ساتھ



مجاہدہ باللسان وبالزمان مذکور ہے جیسا تتبع سے معلوم ہوتا ہے۔ (بیان القرآن جلد ۱ ص ۱۷۶)

اگر آیتوں اور سورتوں کے روابط کو تفسیر بیان القرآن سے علیحدہ جمع کر کے شائع کر دیا جائے تو طلباء علوم دینیہ کے لئے نہایت درجے مفید ہو سکتا ہے پھر کسی اور جگہ سے ربط کے تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ سکتی۔

## حضرت حکیم الامتؒ کی بعض خاص تفسیری تحقیقات اردو عربی محاورے کا فرق

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض الفاظ لغت عربی میں کسی معنی خاص میں صریح نہیں ہیں مگر اردو محاورہ میں وہ اس معنی میں صریح ہو گئے ہیں اب ان الفاظ کو قرآن میں دیکھ کر بعض جاہلوں کو قرآن پر اشکال ہوتا ہے کہ اس میں تو غیر مہذب الفاظ ہیں مثلاً ذکر عربی میں (نر) کو کہتے ہیں جو انٹی (مادہ) کا مقابل ہے وہ ذکر و انٹی عربی میں نر و مادہ کو کہتے ہیں اور کبھی کنایہ عضو مخصوص کو بھی کہتے ہیں۔ یہ تو عربی کا استعمال ہے مگر اردو میں ذکر کا استعمال عضو ہی کے لئے ہونے لگا۔ اب کوئی قرآن میں للذکر مثل حظ الانثیین دیکھ کر اعتراض کرنے لگے کہ اس میں غیر مہذب الفاظ ہیں یہ اس کی حماقت ہوگی کیونکہ جو لفظ تمہارے محاورے میں غیر مہذب ہے وہ عربی میں اس معنی کے لئے موضوع ہی نہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ اور أَحْصَنْتَ فَرْجَهَا بعض جہلاء اس کو غیر مہذب سمجھتے ہیں یہ بھی حماقت ہے کیونکہ عربی میں لفظ فرج شرمگاہ۔ عورت کے لئے موضوع نہیں بلکہ اس کے اصل معنی شکاف کے ہیں۔ کنایہ کبھی شرمگاہ کے لئے بھی بول دیا جاتا ہے۔ چنانچہ أَحْصَنْتَ فَرْجَهَا کا ترجمہ ہے کہ مریم علیہا السلام اپنے گریبان کو دست اندازی غیر سے بچانے والی تھیں۔ اس کا مرادف یہ ہے کہ پاکدامن تھیں کتنا نفیس عنوان ہے جس میں بتلائے کون سا لفظ غیر مہذب ہے اور فَتَفَحَّنْ فِيهِ مِنْ رُوحِنَا کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے گریبان میں دم کر دیا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں بتلائے اس میں کیا اشکال ہے۔ (المورد الفرضی)

چنانچہ بیان القرآن میں اس لفظ کا اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے ”جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا۔

(بیان القرآن ص ۲۳ ج ۱۲)

مگر محض ترجمہ سے یہ باتیں تھوڑی ہی معلوم ہو سکتی ہیں ترجمہ دیکھنے والے ایک لفظ کا ترجمہ اپنے محاورہ کے موافق کر کے قرآن کریم پر اشکال کرنے لگتے ہیں۔ قرآن کریم عربی کلام ہے اور اس کی بلاغت و فصاحت اور اس کے معانی و مطالب کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو عربیت کا پورا ماہر ہو اور عربی زبان پر پوری قدرت رکھتا ہو۔ قرآن کریم کو اسی زبان میں سمجھتا ہو۔ جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ (المورد الفرضی)

## اردو زبان کی تنگ دامانی

اردو میں جب عربی زبان کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو چونکہ اردو عربی زبانیں مختلف ہیں دونوں کے محاورات الگ ہیں اس لئے اگر کسی کو عربی میں علم کافی نہیں ہے اس کے ترجمے میں بعض دفعہ ایہام رہ جائے گا جس سے شبہات پیدا ہوں گے اور بعض جگہ ترجمہ غلط ہو جائے گا۔ مثلاً سورۃ النحیٰ میں ضالاً کا ترجمہ بعض نے گمراہ کر دیا۔ جو باوجود فی نفسہ صحیح ہونے کے ایک عارض کے سبب غلط ہو گیا وہ عارض یہ ہے کہ ضال لفظ عربی ہے اس کا عربی میں مختلف استعمال ہوتا ہے یعنی اس میں بھی جس کو وضوح دلیل نہ ہوا ہو اور اس میں بھی جو بعد وضوح دلیل کے مخالفت کرے۔ گمراہ ہمارے محاورہ میں صرف اس کو کہتے ہیں جو وضوح دلیل کے بعد حق کا اتباع نہ کرے۔ اور لغت عربیہ کے اعتبار سے لفظ ضال دو معنی کو جیسا کہ مذکور ہوا عام ہے ایک معنی ضال کے وہ ہیں جو ہمارے محاورے میں گمراہ کے آتے ہیں اور دوسرے معنی بے خبر کے ہیں اور بے خبر اس کو کہتے ہیں جس پر دلائل ظاہر ہی نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور حق کے بعد اس کا اتباع نہ کرنا محال ہے۔ لہذا اس جگہ گمراہ ترجمہ کرنا غلط ہے بلکہ بے خبری سے ترجمہ کرنا مناسب ہے۔



اور گو بے علمی بھی بے خبری کا مترادف ہے مگر اس سے بھی ترجمہ مناسب نہیں کیونکہ ہمارے محاورہ میں بے علم جاہل کو کہتے ہیں جو علوم صحیحہ سے بالکل عاری ہو اور رسول اللہ ﷺ نبوت سے پہلے گو علوم نبوت سے بے خبر ہوں مگر علوم عقلیہ میں کامل تھے۔ پس بے علمی سے بھی ترجمہ مناسب نہیں بلکہ بے خبری ہی سے ترجمہ کرنا مناسب ہے اور کسی بات سے بے خبری کچھ عیب نہیں کیونکہ ذاتی اور علم محیط سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ ہر شخص علم میں تعلیم الہی کا محتاج ہے بالخصوص علوم سمعیہ نقلیہ میں جن کے ادراک کے لئے عقل محض نا کافی ہے اور ہر شخص کو جو علم حاصل ہوتا ہے معلوم کرنے سے پہلے وہ غیر معلوم ہی ہوتا ہے۔ پس علم بعد عدم علم کوئی عیب نہیں۔ مناسب ترجمہ ضالاً کا اس جگہ ناواقف ہے اس لفظ کا یہ صحیح ترجمہ موجود تھا مگر مترجمین کی نظر اس پر نہیں پہنچی اور وہ ضالاً کا ترجمہ گمراہ کر گئے حاصل یہ کہ الفاظ عربیہ کا ترجمہ ہر جگہ کافی نہیں ہوتا اور مقصود کے سمجھنے میں غلطی واقع ہو جاتی ہے اس لئے ترجمہ کے لئے خود عربی کا بھی پوری طرح جاننا اور اس زمانے کے محاورات سے بھی جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے پورا واقف ہونا ضروری ہے۔ (زکوٰۃ النفس)

آج کل اردو میں محاورہ بدل گیا گمراہ کا استعمال پہلے ہی معنی میں ہوتا ہے دوسرے موقع میں ناواقف اور بے خبر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح لائیکون من الجاہلین ترجمہ دیکھنے والوں کو خیال ہوتا ہے کہ حضور گواہیے سخت لفظ سے خطاب فرمایا گیا یہ شبہ اصل میں خلط محاورہ سے ہوا ہے ہمارے محاورہ میں جاہل بہت سخت لفظ ہے اور اس کا اگر ترجمہ کیا جائے تو آسان لفظ ہو جاتا ہے جاہل کا ترجمہ نادان ہے یہ کتنا پیارا لفظ ہے اس سے تو ہین لازم نہیں آتی بلکہ شفقت کے موقع پر یہی بولا کرتے ہیں۔ ظاہر میں تو جاہل کا لفظ کتنا سخت ہے مگر ترجمہ کے بعد اس کی حقیقت بالکل آسان ہے یہ اشکالات خلط محاورہ سے ہوتے ہیں۔ (آداب التبلیغ)

لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کے ترجمے میں یہ ضروری ہے کہ قرآن کا مدلول باقی رہے۔ آج کل کے ترجموں میں ان کو با محاورہ کرنے کے درپے ہو کر اس کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا حالانکہ قرآن مجید کے ترجمہ میں محاورہ کی اتباع کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی مدلول کے باقی رکھنے کی ضرورت ہے۔ زمانہ حال کے بعض ترجمہ کرنے والوں نے محاورات کے اتباع کی پابندی میں اصل مدلول قرآنی کا لحاظ نہیں رکھا اور بعض ایسے محاورات استعمال کئے جو فصاحت کے مقام سے گرے ہوئے ہیں حالانکہ ترجمہ قرآن کریم میں زبان فصیح ہونی چاہیے اور محاورہ بھی شاہانہ انداز کا استعمال کرنا چاہیے جس سے کلام کی عظمت و ہیبت قلوب میں باقی رہے اور عامیانہ بازاری محاوروں سے کلام کی وقعت متاثر ہو سکتی ہے مگر عامیانہ طبائع ایسے ہی محاورات پر فریفتہ اور لٹو ہیں۔

مثلاً ایک ایسے ہی مترجم صاحب نے جن کی محاورات دانی پر لوگ فریفتہ ہیں **يَعْمَهُوْنَ** کا ترجمہ ”ٹامک ٹوئیاں مارنا“ لکھا ہے اور ذہبنا نستبق میں استباق کا ترجمہ ”کبڈی کھیلنا“ کیا ہے یہ ترجمہ لغت کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ لغت میں استباق کے معنی آپس میں اس طرح دوڑنے کے ہیں کہ ایک دوسرے سے آگے نکلنا مقصود ہو اور عقلاً بھی یہ ترجمہ غلط ہے اس لئے کبڈی کھیلنے میں بھی اتنی دوڑ نہیں جایا کرتے جس سے محافظ بچے کی نسبت بھیڑیے کے کھانے کا احتمال ہو اگر ایسا ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اس پر ضرور جرح فرماتے۔ اسی طرح **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِذْيَهُ** کی تفسیر میں اس مفسر نے لکھ دیا ”کہ جو شخص روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے“ یہ تفسیر اس آیت کی بالکل غلط ہے۔ (وعظ الصوم)

حالانکہ روزہ کے بدلے میں فدیہ کا یہ حکم شروع اسلام میں شروع تھا پھر **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** سے منسوخ ہو گیا البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی باقی ہے مگر روزہ کی طاقت رکھنے والوں کے لئے یہ حکم منسوخ ہے۔ جیسا کہ بیان القرآن ص ۱۰۳ ج ۱ مع حاشیہ میں مذکور ہے۔

قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے عربی لغت اور صرف ’نحو‘ کے علاوہ دوسرے قواعد (عقلیہ) منطقیہ جاننے کی ضرورت بھی ہے کیونکہ آج کل عقل سلیم بہت کم ہیں اگر عقل سلیم ہو تو نتیجہ نکالنے کا سلیقہ اور اس کی غلطیاں خود معلوم ہو جاتی ہیں۔ مگر جب عقل سلیم نہ ہو تو قواعد منطقیہ کی ضرورت ہے۔ اس سے صحت استدلال اور نتیجہ کا صحیح و غلط ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ بدون اس کے قرآن میں بعض جگہ غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔



مثال کے طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ ان دونوں مقدموں سے نتیجہ یہ نکلتا ہے لو علم اللہ فیہم خیر التولوا و ہم معرضون اور اس کا بطلان ظاہر ہے اس اشکال کا حل علم معقول جاننے والا جلد دے سکتا ہے کہ یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کیونکہ صحت نتیجہ تکرار حد اوسط پر موقوف ہے اور یہاں حد اوسط مکرر نہیں۔ کیونکہ مطلب یہ ہے۔  
وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ اور اس پر کوئی اشکال نہیں اس لئے بقدر ضرورت علم معقول کی بھی ضرورت ہے۔ (المورد الفرجی)

بیان القرآن کے عربی حاشیہ میں حضرت نے اس اشکال اور جواب کی تقریر ان لفظوں میں بیان کی ہے ”ان دفع بهذا ما يوهم من الشرطيتين من استلزم علم الله منهم خیر التوليه بناء على ان لازم اللازم لازم وجه الاندفاع ظاهر فان الاسماع اللازم غير الاسماع اللازم وقد رايت التصريح بهذا المعنى فى الدر المنثور عن ابن زيد نصر هكذا اولوا سمعهم بعد ان يعلم ان لا خير فيهم مانفعهم بعد ان علم بانهم لا ينتفعون به ۵۱۔ (ص ۷۳ ج ۲)

اسی طرح آیت انما يخشى الله من عباده العلماء میں علماء کو یہ شبہ ہوا کہ ہم عالم ہیں تو ہم میں خشیت بھی ہے اور جب خشیت بھی ہے تو اس فضیلت میں داخل ہوئے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ محض علم سے خشیت ہونا ضروری نہیں اس لئے تدبیر مستقل کی حاجت ہے اور عوام کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سے خشیت ہوتی ہے حالانکہ ہم نے تو بہت سے عالم دیکھے ہیں کہ ان کو خوف خدا کچھ بھی نہیں۔ عوام کے اعتراض کا اکثر یوں جواب دیا جاتا ہے کہ جس عالم کو خوف خداوندی نہ ہو اس کا علم معتد بہ نہیں ہے پس جہاں علم معتد بہ ہوگا وہاں خشیت ضروری ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب فی نفسہ تو صحیح ہے مگر اس مقام پر نہیں چلتا۔ حضرت کی تقریر سمجھنے کے لئے علوم آلیہ اور اصلاحات منطقیہ کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس پر مفہوم آیت کا یہ ہوگا کہ خشیت علم پر ضرور مرتب ہوگی اور علم سے مراد علم مع الخشیت ہوگا۔ پس خشیت مرتب ہوگی خشیت پر پس تقدم اشی على نفسه لازم آئے گا اور یہ دور صریح ہے خلاصہ یہ ہوا خوف کا پیدا کرنا ضروری ہے اور اس کا موقوف علیہ ہے علم اس کو حاصل کرو لیکن علم حصول خشیت کی علت تامہ نہیں ہے بلکہ اس علت کا ایک جزو ہے دوسرا جزو تقویٰ ہے۔ غرض دو چیزوں کی ضرورت ہوئی ایک تو علم دین کی کیونکہ یہ نہ ہو تو خشیت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اذافات الشرط فات المشروط اور دوسری چیز خلوت ہے۔ (فضائل العلم والخشیت)

## علم باری کی وسعت

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کی تفسیر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:-  
”یہ گردن کی رگیں ورید اور شریان دونوں کو تحمل ہیں مگر شریان مراد لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان میں روح غالب اور خون مغلوب رہتا ہے اور ورید میں بالعکس یہاں جس کو روح میں زیادہ دخل ہو اس کا مراد لینا مناسب ہے اور سورۃ حاقہ میں وتین بمعنی رگ دل سے تعبیر کرنا اس کو مؤید ہے کیونکہ جو رگیں قلب سے ثابت ہیں شرائیں ہیں اور گو قرآن میں لفظ ورید ہے مگر معنی لغوی اس کے عام ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ ہم باعتبار علم کے اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں۔ یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اس کا علم خود اس سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ علم حصولی میں انسان کو اپنی بہت سی حالتوں کا علم نہیں ہوتا اور جن کا علم ہوتا ہے بعض اوقات ان کا نسیان یا ان سے ذہول ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ میں یہ احتمالات گنجائش ہی نہیں رکھتے اور علم حضوری میں گو حضور معلوم کا لازم ہے مگر بوجہ حادث ہونے کے خود وہ وجود معلوم سے متاخر ہے اور حق تعالیٰ کا علم جو اس سے متعلق ہے جو اس کے وجود سے متقدم ہے اور ظاہر ہے کہ جو علم ہر حالت میں ہو اس کا تعلق بہ نسبت اس کے کہ ایک حالت میں ہو زیادہ ہوگا غرض علم باری کا جمیع احوال انسانیہ کے ساتھ متعلق ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ (بیان القرآن ص ۵۳ ج ۱۱)



”اور سورۃ ق میں جان کورگ گردن سے تعبیر فرمایا اور یہاں رگ دل سے جس سے ظاہر مراد شراکیں ہیں۔ جن کا مثبت قلب ہے بات یہ ہے کہ اسی رگ قلب کی شاخیں گردن تک بھی پہنچی ہیں پس دونوں تعبیروں کا حاصل ایک ہی ہے اور اگر وہ مراد ہوں جن کا مثبت کبد ہے اور وہ دل میں ہو کر بدن میں پھیل گئی ہیں اور اسی لئے اس کورگ دل کہہ دیا ہو تو اس کی شاخ بھی گردن میں گئی ہے۔ (بیان القرآن ص ۳۸ ج ۱۲)

لغوی تحقیق کے ساتھ دونوں آیتوں میں مطابقت کیسے اچھے اور عمدہ طریقے سے فرمادی گئی ہے علم لغت میں مناسبت اور مہارت کے بغیر ایسی عجیب تحقیق اور حسین تطبیق کا سمجھنا اور لکھنا ممکن نہیں ہے۔

## قرب حق کی تحقیق

اسی آیت کے سلسلے میں مزید تشریح سنئے حضرت فرماتے ہیں۔ ”حق تعالیٰ کو بندہ سے جتنی محبت ہے اتنی بندہ کو حق تعالیٰ سے نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ محبت موقوف ہے معرفت پر اور ظاہر ہے کہ جیسی معرفت بندہ کی خدا کو ہے بندہ کو خدا کی نہیں اور یہی معنی ہے آیت وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کے کہ علماء و معرفتہ بندہ سے ہم قریب ہیں وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ اسی وجہ سے نَحْنُ أَقْرَبُ فرمایا ہے کہ ہم قریب ہیں انتم اقرب الینا نہیں فرمایا کہ تم بھی ہم سے قریب ہو سوا اگر اس سے قرب حقیقی مراد ہوتا تو دونوں طرف سے قرب ہوتا چونکہ یہ قرب نسبت مکررہ سے ہے اگر ایک طرف سے قرب ہوگا تو دوسری سے بھی ضرور ہوگا۔ رہا قرب علمی سو اس میں یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک طرف سے قرب ہو تو دوسری طرف سے بھی ہو تو قرب علمی خدا کی طرف سے تو ہے اس لئے ان کا علم کامل ہے اور بندہ کی طرف سے نہیں چونکہ بندہ ہے غافل۔ پس بندہ تو خدا سے ہی دور ہوا اور اللہ تعالیٰ بندہ سے قریب۔ (الصلوٰۃ ص ۴۰)

چونکہ ”قرب حق کا یہ مسئلہ نہایت دقیق اور عمیق تھا اور اس کا کنہ اور حقیقت و کیفیت تک رسائی ناممکن تھی اس لئے قرب علمی مراد لے کر تفسیر کی جاتی ہے اور اسی سے یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ قرب تو نسبت مکررہ سے ہے جس میں دونوں طرف سے قرب کا تحقق ہونا چاہیے یہاں ایسے نہیں۔ اس کا حل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر مذکور سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ قرب علمی میں یہ بات ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف سے قرب علمی ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو یہ تقریر تو عام فہم اور علمی اصطلاحی تھی جو علماء کرام میں مشہور اور متعارف ہے۔ آگے ایک نہایت عجیب و غریب تحقیق اور بڑی ہی لطیف تقریر سنئے ارشاد ہوتا ہے۔

”اب رہا یہ سوال کہ (اقرب الیہ من جبل الوریث) ”رگ گردن سے زیادہ قریب“ کیسے ہیں؟ اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کو کوئی حل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بعض نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ یہاں قرب علمی مراد ہے مگر مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ یہاں قرب علمی سے زیادہ کوئی دوسرا قرب بتلانا مقصود ہے کیونکہ جبل الوریث ذی علم نہیں ہے کہ اس سے اقرب ہونا اقربیت فی العلم پر دال ہو کیونکہ یہاں قرب ذات پر دلالت مفہوم ہوتی ہے۔ مگر اس کیفیت کو ہم بیان نہیں کر سکتے چونکہ حق تعالیٰ کیفیت سے منزہ ہیں ان کا قرب بھی کیفیت سے منزہ ہے مگر تقریب فہم کے لئے اتنا بتلائے دیتا ہوں کہ ہم کو جو اپنی ذات سے قرب ہے یہ قرب وجود کی فرع ہے اگر وجود نہ ہوتا تو نہ ہم ہوتے نہ ہم کو اپنی ذات سے قرب ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ وجود میں حق تعالیٰ واسطہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ہمارے اور اس کے درمیان میں واسطہ ہیں جو ہم کو اپنی جان کے ساتھ ہے تو ہم کو اول حق تعالیٰ سے تعلق ہے پھر اپنی جان کے ساتھ تعلق ہے اس تقریر کے استحضار سے قرب حق کا مشاہدہ گو بہت کچھ ہو جائے گا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ ہماری جان سے بھی زیادہ قرب و تعلق ہے اور یہی مقصود ہے۔“ (وعظ عصم ص ۲۰)

اس تقریر انبیاء کی خصوصیت اور اس کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ قرب سے علمی قرب کے علاوہ غیر معلوم الکلیفیت قرب مراد ہے صفات الہیہ کے کلامی مسائل میں دسترس اور ان میں عبور و مہارت حاصل کئے بغیر اس تقریر کی تہہ تک نہیں پہنچا جاسکتا اور اس کی دقت و غموض تک رسائی نہیں حاصل ہو سکتی۔



## رحمۃ للعالمین کا مطلب

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی ذات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا۔ مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر (اپنی) مہربانی کرنے کے لئے (وہ مہربانی یہی ہے کہ لوگ رسول سے ان مضامین کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات حاصل کریں اور جو قبول نہ کرے یہ اس کا قصور ہے اس مضمون کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑتا)۔ (بیان القرآن ص ۴ ج ۷)

اس پر ایک طالب علمانہ اشکال عام طور پر ہوتا ہے اس کی تقریر اور رفع اشکال ذیل میں پڑھے۔ اگرچہ اس تفسیر پر جو اوپر کی گئی ہے کوئی اشکال متوجہ نہیں ہوتا ”یہاں ایک طالب علمانہ اشکال ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ جب رحمۃ للعالمین ہیں تو ابو جہل پر بھی کچھ رحمت ہونا چاہیے کیونکہ عالمین میں تو وہ بھی داخل ہے یہ تو ہوا اشکال اب اس کا جواب سنئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ”یہاں رحمت سے مراد رحمت تبلیغ و ارسال ہے نجات و آخرت کے اعتبار سے رحمت مراد نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ الارحمۃ اس جگہ ارسال کی غایت ہے یہ اس کا قرینہ ہے کہ یہاں رحمت سے وہی مراد ہے جو ارسال پر مرتب ہوتی ہے۔ نیز اس سے پہلے ارشاد ہے اِنَّ فِيْ هٰذَا الْبَلٰغِ الْقَوْمِ عٰمِدٰیْنِ یہ بھی اس کا قرینہ ہے کہ یہاں تبلیغ کی برکات کا ذکر ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اس سے اہل عالم پر مہربانی کرنا منظور ہے کہ آپ کے ذریعے سے لوگوں کی طرف وحی پہنچائیں اور ظاہر ہے کہ یہ رحمت تمام عالم کو ہے کوئی فرد بشر اس سے محروم نہیں چاہے کوئی ہدایت قبول کرے یا نہ کرے۔ (المورد الفرخی)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں تفسیر ہی ایسے طریقے سے کر دی ہے جس پر کوئی اشکال وارد ہی نہیں ہوتا جس کے جواب کی ضرورت ہو اور عام طور پر جو اشکال الفاظ کے اطلاق کی وجہ سے ذہنوں میں پیدا ہو سکتا ہے اس کا حل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس واضح تقریر و بیان سے ہو جاتا ہے۔

ملکھات الترجمہ عربی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس کا حاصل مطلب اس طرح ہے کہ ترجمے میں (اور کسی بات کے واسطے) بڑھا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ رحمت علت اور مفعول لہ ہے اور تمام علتوں میں سے ایک علت رحمت مستثنیٰ ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کے رسول بنا کر بھیجنے کی سوائے رحمت کے اور کوئی وجہ نہیں اور مہربانی سے پہلے (اپنی) کا لفظ بڑھا کر اشارہ اس طرف ہے کہ رحمت مصدر کا فاعل اللہ ہے۔ (بیان القرآن)

ظاہر ہے اس تقریر کو علم نحو میں مناسبت کے بغیر اچھی طرح ذہن نشین نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مسئلہ علم نحو کا ہے کہ مفعول لہ کا فاعل وہی ہوتا ہے جو اس کے فعل عامل کا فاعل ہوتا ہے اور و ما ارسَلْنَاکَ میں ارسال فعل عامل کا فاعل اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے مفعول لہ کا فاعل بھی اللہ ہے اس نحوی قاعدہ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول لہ کے ترجمے سے پہلے اپنی لفظ بڑھا کر ظاہر کر دیا ہے۔

## ایک آیت کی تفسیر میں علم معانی کی رعایت

آیت ذیل کی تفسیر میں علم بیان و معانی اور قواعد عربیت کی رعایت جس عجیب انداز سے کی گئی ہے وہ اہل علم کی توجہ کی طالب ہے۔ فرماتے ہیں۔ ”وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اَنْ يَعْبُدُوْهَا وَاَنْ يُّوَلُّوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبَشٰرٰی“ جو لوگ شیطان سے بچتے ہیں یعنی اس کی عبادت سے بچتے ہیں اس ترجمے ہی سے معلوم ہو گیا کہ ان یعبُدوہا الطاغوت سے بدل ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے جو ہر شیطان کو شامل ہے۔ و انا بوا الی اللہ یہ تقابل بدیع ہے یعنی وہ لوگ شیطان کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اسی کو مقصود و معبود سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد مبتداء کی خبر ہے۔ لَهُمُ الْبَشٰرٰی کہ جن کی یہ شان ہے بشارت سنانے کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ مفہوم ہے لام کا اس کے بعد ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ کہ اچھا پھر ان کو بشارت سنا ہی دیجئے سبحان اللہ قرآن بھی کس قدر بلیغ ہے کہ اول تو ان کا مستحق بشارت ہونا بیان فرمایا پھر بشارت فرمانے کا حکم دیا کہ



ان کو بشارت سنائی دیجئے اس طرز تشویش کا جس درجے مخاطب پر اثر ہوتا ہے اہل ذوق پر مخفی نہیں۔

اب یہ سمجھئے کہ یہاں **عِبَادُ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ** سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے کہ وہ شیطان سے بچتے ہیں اور اس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں کیونکہ عربیت کا قاعدہ ہے اذا اعيدت المعرفة كانت الثانية عين الاولى کہ جب معرفہ کو دوبارہ معرفہ ہی بنا کر اعادہ کیا جائے تو ثانی سے مراد وہی ہوگا جو اولیٰ سے مراد ہے۔ مگر اعادہ معرفہ کی بھی ظاہر صورت یہ تھی کہ یہاں ضمیر لائی جاتی اسم اشارہ یعنی فبشرهم یا فبشر هؤلاء فرمایا جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے ضمیر کو چھوڑ کر وضع الظاهر موضع المضمرة اختیار کیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس عنوان سے تحصیل کمالات کا طریقہ بتلایا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ تحصیل کمالات میں ترتیب ہے حاصل اس ترتیب کا یہ ہے کہ تم کو اول استماع القول لازم ہے جس کا حاصل طلب علم ہے۔ اس کے بعد اس کا اتباع لازم ہے اس کا حاصل عمل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ تحصیل کمال کا طریقہ علم و عمل ہے۔

(وعظ الاستماع والاتباع)

اس آیت مبارکہ کی کیا ہی عجیب و غریب اور مربوط مرتبط نفیس تفسیر فرمائی گئی ہے جس سے پوری آیت کا مفہوم بڑا ہی وجد آفرین ہو جاتا ہے اور علم معانی و بیان اور دوسرے قواعد عربیت کی ضرورت کس درجہ واضح ہو جاتی ہے وہ اہل علم کے غور کرنے کی چیز ہے اب رہا یہ کہ القول سے مراد آیت مبارکہ میں کونسا قول ہے۔ اور اس کی کیا دلیل ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”اب سمجھئے کہ یہاں **يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ** قول سے مراد کلام اللہ ہے“ وجہ سے ایک یہ کہ اس میں لام عہد کا ہے اور یہاں معبود کلام اللہ ہی ہے دوسرے قاعدہ عربیت کا ہے المطلق اذا اطلق يراد به الفرد الكامل کہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے پس یہاں بھی مطلق قول سے مراد قول کامل ہونا چاہیے اور قول کامل قرآن ہی ہے۔ یہ تو عقلی دلیل تھی القول سے قرآن کی مراد ہونے کی اور اس آیت کے چند آیات بعد ہی نقلی دلیل بھی مذکور ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانًى** اس میں قرآن کو احسن الحدیث کہا گیا ہے اور یہاں احسن فرمایا جس کا مرجع قول ہے تو حاصل احسن القول ہوا اور احسن الحدیث و احسن القول کے ایک ہی معنی ہیں اور اس سے یعنی قرآن کو احسن الحدیث کہنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ **فَيَكْتُمُونَ أَحْسَنَهُ** میں احسن کی اضافت تغائر کے لئے نہیں ہے بلکہ بیانیہ ہے یہاں تک یہ بات ثابت ہو گئی کہ طریقہ تحصیل کمال کا یہ کہ اول علم قرآن حاصل کیا جائے پھر اس پر عمل کیا جائے اور علم قرآن کو استماع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس سے شبہ نہ کیا جائے کہ صرف الفاظ کا سننا مراد ہے معنی کا جاننا مطلوب نہیں کیونکہ آگے **فَيَكْتُمُونَ أَحْسَنَهُ** بھی ہے اور اتباع الفاظ مجردہ کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اتباع بعد علم معانی کے احکام کا ہوگا۔ اس قرینہ سے معلوم ہوا کہ مراد تو علم معانی ہیں مگر اس کو استماع سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ معانی کا سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ اول الفاظ کو غور سے سنا جائے کہ جو شخص تحصیل علم کے وقت معلم کی تقریر کو توجہ سے نہیں سنتا وہ مراد بھی نہیں سمجھ سکتا“ (الاستماع ص ۲۲)

## مسائل سائنس

مسائل سائنس کے بارہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق درج ذیل کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ مسائل قرآن کریم کے موضوعات نہیں ہیں اس لئے ان مسائل پر تفسیر قرآن کی بنیاد رکھنا درست نہیں۔ ویسے بھی یہ مسائل یقینی نہیں ہیں۔ محض ظن و تخمین کے درجہ کی چیزیں ہیں جو آئے دن تجربات کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہیں اس وجہ سے بھی قرآن کریم کی تفسیر مسائل سائنس پر مبنی نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”آج کل لوگوں نے قرآن کے ماضع لہ کو بالکل نہیں سمجھا قرآن میں وہ چیزیں تلاش کی جاتی ہیں جو کہ قرآن کا موضوع نہیں ہے پھر جب کوئی فلسفہ کی نئی تحقیق ظاہر ہوتی ہے تو اس کو زبردستی قرآن مجید میں ٹھونس کر بڑے فخر سے بیان کیا جاتا ہے قرآن نے تیرہ سو برس پہلے ہی اس کی خبر دی ہے اور اس سے قرآن کی بلاغت ثابت کی جاتی ہے۔ قرآن کریم ایک ہی قانون کی کتاب ہے



سائنس وغیرہ کا ذکر اگر اس میں آئے گا تو مقصود کے تابع ہو کر آئے گا۔ چنانچہ سائنس کے متعلق جو گفتگو ہوگی محض اس قدر کہ سب مصنوعات ہیں اور ہر مصنوع کے لئے ایک صانع کی ضرورت ہے لہذا ان کے لئے بھی کسی صانع کی ضرورت ہے مگر اس استدلال کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ اس چیز کی حقیقت بھی دریافت ہو جائے بلکہ مجملًا ان کا علم ہونا کافی ہے۔

”قرآن کریم نے توحید کا دعویٰ کیا اس کی دلیل میں ان فی خلق السموات والارض الایہ فرمایا جس سے مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں بھی توحید کے دلائل ہیں تو اس کائنات میں چند حیثیتیں ہیں اول ان کا دلیل توحید ہونا دوسرے ان کے پیدا ہونے کے طریق اور تیسرے پیدا کیے ان کے تغیرات کے ڈھنگ قرآن کریم کو صرف پہلے حیثیت سے ان سے تعلق ہے اس کے بعد اگر کوئی یہ سوال کرنے لگے کہ بادل کس طرح پیدا ہوتے ہیں اور بارش کیونکر ہوتی اور اس قسم کے حالات تو قرآن سے ان کا تلاش کرنا غلطی ہے۔ (ضرورت العلم)

## خاتمہ

دل چاہا کہ اس ”مقالہ اشرف“ کو حضرت حکیم الامتؒ کی بیان کردہ اس لطیف مناسبت اور عجیب و غریب ارتباط کے بیان پر ختم کیا جائے جس کو حضرتؒ نے قرآن مجید کے آغاز سورۃ فاتحہ اور انجام سورۃ الناس کے مضامین میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ تفسیر بیان القرآن کے خاتمہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

”اور ایک عجیب لطیفہ اس سورت میں جس سے قرآن کا حسن آغاز و انجام بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے اور فاتحہ کے مضامین میں غایت درجے کا تقارب کہ حکم اتحاد میں ہے متحقق ہے چنانچہ رَبِّ النَّاسِ کے مناسب رَبِّ الْعَالَمِينَ اور مَلِكِ النَّاسِ کے مناسب مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ اور اِلٰهِ النَّاسِ کے مناسب اِيَّاكَ تَعْبُدُ اور استعاذہ کے مناسب اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور اَلْوَسْوَاسَ الْخَنَّاسِ الخ کے مناسب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْحَقَّ ہے۔“

اللهم اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم و اعذنا من شر الوسواس الخناس الذي يوسوس في صدور الناس وصل الله وسلم خير خلقه محمد و على اله و اصحابه اجمعين الى يوم الدين. سبحان ربك رب العزة عما يصفون. وسلام على المرسلين. والحمد لله رب العالمين.

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ  
مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا  
۲۶ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ



## مختصر سوانح حیات حالات و مصروفیات زندگی

### پیدائش و وطن اور خاندان:

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مالوف و مقام پیدائش تھانہ بھون ضلع مظفرنگر یوپی ہندوستان تھا۔ آپ کا یوم ولادت باسعادت چہار شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ہے۔ قصبہ میں آپ کے آباؤ اجداد کا خاندان نہایت معزز و ممتاز تھا۔ آپ کے والد ماجد شی عبدالحق صاحب بڑے صاحب وجاہت صاحب منصب اور صاحب جائیداد رئیس تھے اور بڑے اہل دل بزرگ تھے۔

### تعلیم و تربیت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نسباً فاروقی مذہباً حنفی تھے اور مسلکاً سلسلہ امدادیہ صابریہ چشتیہ سے وابستہ ہو کر منصب خلافت و رشد و ہدایت پر فائز ہوئے۔ حضرت کا بچپن وطن ہی میں گزرا اور وہیں ناظرہ و حفظ قرآن اور عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور جید علماء اور مدرسین سے فیضانِ علوم حاصل کر کے ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ گویا ادھر چودھویں صدی کا آغاز ہو رہا تھا اور ادھر احیاء و تجدید دین مبین کے لئے یہ مجدد عصر تیار ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فضل عظیم تھا کہ حضرت کو مدرسہ دارالعلوم دیوبند ایسی شہرہ آفاق اور مستند درس گاہ میں تحصیلِ علوم اور تکمیلِ درسیات کا موقع نصیب ہوا جہاں خوش قسمت سے اس وقت بڑے منتخب اور یگانہ عصر و جامع کمالات و صفات اہل اللہ اور اساتذہ کا مجمع تھا۔ جن کے فیوض و برکات علمی و ایمانی کا آج بھی عالم اسلام معترف ہے۔ ان میں اکثر حضرات جناب حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ العزیز کے سلسلہ سے وابستہ اور بعض ان کے خلفائے راشدین میں تھے۔ ایسے نورانی ماحول میں اور ان حضرات کے فیضانِ صحبت سے بعونہ تعالیٰ حضرت کی باطنی صلاحیت و استعداد بھی تربیت پذیر ہوتی رہی۔

### اساتذہ کی خصوصی توجہ اور تکمیلِ تعلیم:

یوں تو تمام بزرگوں اور اساتذہ کی توجہات خصوصی کی سعادت حضرت کو حاصل تھی مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کو خاص طور پر حضرت کے ساتھ محبت و شفقت کا تعلق تھا اور حضرت کو بھی ان بزرگوں کے ساتھ نہایت والہانہ عقیدت و محبت تھی چنانچہ اکثر و بیشتر ان حضرات کا ذکر بڑے کیف و سرور کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کی دستار بندی ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز کے متبرک و مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس سال



مدرسہ دیوبند میں بڑا شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ اس موقع پر حضرت اپنے چند رفقاء کے ساتھ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم میں ایسی استعداد نہیں ہے کہ ہمیں دستار کی فضیلت عطا کی جائے اس سے مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی۔

یہ سن کر مولانا کو جوش آ گیا اور فرمایا ”تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے یہاں چونکہ تمہارے ساتھ موجود ہیں ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی۔ خدا کی قسم جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے باقی سارا میدان صاف ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

### باطنی علوم و اعمال:

حضرت کے باطنی علوم و اعمال کی تکمیل و تہذیب کے لئے بھی ایک یگانہ عصر شیخ المشائخ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مہاجر کی قدس سرہ العزیز سے شرف تعلق عطا فرمایا۔

۱۲۹۹ھ میں جب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت نے ان کے ہاتھ ایک عریضہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ کیا جس میں استدعا کی کہ حضرت مولانا سے بیعت فرمالینے کے لئے سفارش فرمادیں۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا سے اس کا تذکرہ فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ ”اچھا میں خود ہی ان کو بیعت کئے لیتا ہوں۔“ اور حضرت کو بھی تحریر فرمایا کہ ”میں نے خود آپ کو بیعت کر لیا ہے مطمئن رہیں۔“

### تدریس:

۱۳۰۱ھ میں جب حضرت علوم درسیہ سے فارغ ہوئے تھے اسی زمانے میں کانپور کے مدرسہ ”فیض عام“ میں ایک مدرس کی ضرورت تھی حضرت کو وہاں تدریس کے لئے بلایا گیا۔ آپ کئی سال تک اس مدرسہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ کے نظم و نسق سے غیر مطمئن ہو کر تعلق منقطع کر لیا۔ پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ کانپور کی جامع مسجد میں درس دینے لگے اور وہاں ایک مدرسہ قائم ہو گیا۔ اس مدرسہ کا نام حضرت نے مسجد کی مناسبت سے مدرسہ جامع العلوم موسوم فرمایا۔ یہ مدرسہ یومانیو مارتی کرتا رہا اور کچھ مدت کے بعد مشہور و معروف ہو گیا (اور اب تک بفضلہ تعالیٰ قائم ہے)

### حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے بیعت

دوران قیام کانپور شوال ۱۳۰۱ھ میں ایسے اسباب و وسائل رونما ہوئے کہ حضرت اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی اور دست بدست بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حاجی صاحب نے ان کو کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رہنے کے لئے روکنا چاہا مگر حضرت کے والد صاحب نے اس وقت حضرت کی مفارقت کو گوارا نہ فرمایا اور اپنے ساتھ واپس لے آئے۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت والا سے فرمایا کہ اب کی بار حج کو آؤ تو کم از کم چھ ماہ کے قیام کے ارادے سے آنا۔

### خلافت و اجازت:

حضرت ۱۳۱۰ھ میں دوسری بار حج کے لئے تشریف لے گئے اور اپنی طلب صادق اور حضرت شیخ کے منشاء اور ان کی خواہش کے مطابق وہاں چھ ماہ تک قیام کا ارادہ کر لیا۔

حضرت حاجی صاحب اسی موقع کے منتظر تھے چنانچہ نہایت شفقت و محبت کے ساتھ اپنے مرید صادق کی تربیت باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے نوخیز طالب و سالک طریق کی فطری صلاحیت و استعداد اور جوہر قابل کا اندازہ کرتے رہے اور وہ تمام علوم باطنی اور اسرار و رموز روحانی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر وارد اور القاء فرمائے تھے حضرت کے قلب مصفیٰ میں منتقل فرماتے رہے۔



نتیجہ یہ ہوا کہ اس قلیل عرصہ میں حضرت شیخ کی توجہات خاص سے حضرت کا سینہ مبارک دولت معارف و حقائق باطنی کا خزانہ اور انوار و تجلیات روحانی کا آئینہ بن گیا۔ اور محبت حق سبحانہ و تعالیٰ کا اور محبت نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم کا سوز و گداز رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ بالآخر ہر صورت سے مطمئن ہو کر اور اپنے ذوق و مسلک سے تمام تر ہم آہنگی کے آثار نمایاں دیکھ کر اپنا جانشین بنا لیا اور باذن اللہ تعالیٰ خلعت خلافت اور منصب ارشاد و ہدایت سے سرفراز فرمایا اور خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے تعلیم و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب حضرت کا وہاں سے واپسی کا وقت آیا تو بکمال محبت و شفقت گلے لگا کر فرمایا:۔

”میاں اشرف علی میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام معاصرین پر خاص فضیلت عطا فرمائی ہے۔“ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

پھر ان دو وصیتوں کیساتھ رخصت فرمایا:۔ ”دیکھو وطن پہنچ کر تم کو باطنی کیفیات میں ایک حالت پیش آئے گی گھبرانا نہیں مجھ کو مطلع کرتے رہنا۔ دوسرے یہ کہ جب مدرسہ کی ملازمت سے دل برداشت ہو تو پھر وطن پہنچ کر ہماری خانقاہ اور مدرسہ میں توکل علی اللہ مقیم ہو جانا تم سے انشاء اللہ تعالیٰ خلق کثیر کو نفع پہنچے گا۔“

### تھانہ بھون میں مستقل قیام:

حضرت نے دوران قیام کانپور درس و تدریس کے سلسلہ میں چودہ سال بسر کئے یہی زمانہ منجانب اللہ ان کے ذہنی و روحانی صلاحیت و استعداد کے نشوونما کا اور علوم ظاہری و باطنی کے بار آور ہونے کا تھا اور اسی زمانہ میں تجربہ و مشاہدہ کی بناء پر عام مسلمانوں کی اصلاح عقائد و اعمال کے لئے دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کا ایک بے اختیار جذبہ اور شدید تقاضا دل میں پیدا ہو رہا تھا جس سے حضرت ہمہ وقت متاثر رہنے لگے اور موجودہ انہماک و اشغال کی زندگی سے طبیعت گھبرانے لگی۔ مستقبل میں پیش نظر مقاصد کے حصول کے لئے فراغت قلب و یکسوئی درکار تھی۔ چنانچہ مدرسہ کی ملازمت ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اور چند وجوہات و معذورات پیش کر کے آخر کار ۱۳۱۵ھ میں سبکدوشی حاصل کر لی اور اپنے وطن تھانہ بھون تشریف لے گئے اور اس کی اطلاع اپنے پیرومرشد کو کر دی۔ وہاں سے جواب آیا۔

”بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور خانقاہ کو از سر نو آباد کریں۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور آپ کا مجھے خیال رہتا ہے۔“

قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفرنگر) بڑے شہروں (دہلی سہارنپور) سے دور اور ذرائع آمد و رفت کے اعتبار سے اس زمانے میں بالکل الگ تھلگ پرانے زمانے کے رئیسوں کی ایک بستی تھی۔ اس بستی سے بالکل باہر خانقاہ امدادیہ واقع تھی۔ یہ وہی خانقاہ تھی جہاں کچھ زمانہ پہلے اللہ تعالیٰ کے تین برگزیدہ خلوت گزین بندے درویشانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یعنی حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید حضرت مولانا شیخ محمد صاحب اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب۔

### تبلیغ و وعظ اور تصنیف و تالیف

حضرت نے خانقاہ میں مقیم ہو کر شروع ہی سے اپنی آئندہ زندگی کے انضباط اور اہم خدمات دین کے انصرام کے لئے اپنے مذاق فطری اور نصب العین کے موافق ایک لائحہ عمل مقرر فرمایا اور اسی کے مطابق اپنے پیش نظر کام کے سرانجام دینے میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تخمیناً ۳۵ سال تھی۔ اس کے بعد یہ مجدد و وقت اپنی مسند رشد و ہدایت پر ایک نسخہ اکسیر اصلاح امت لے کر بیٹھا۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں توکل علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی سے زائد تک تصنیف و تالیف میں اور مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی۔ ملک اور بیرون ملک ہزاروں طالبین حق و سالکین طریق تعلیم و تربیت باطنی اور تزکیہ نفس سے فیض یاب



اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر و مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری و ساری ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اسی زمانے میں تقریباً چالیس سال تک حضرت کا ملک کے طول و عرض میں بڑی کثرت سے تبلیغی دوروں کا سلسلہ جاری رہا۔ بڑے بڑے شہروں میں مشہور دینی درسگاہوں انگریزی تعلیم گاہوں اور اسلامی انجمنوں کے شاندار جلسوں میں بار بار حضرت کے کثرت سے بڑے انقلاب انگیز اصلاحی وعظ ہوئے۔ بعض وقت وعظ کا یہ سلسلہ چار چار گھنٹہ تک جاری رہتا ہزاروں کی تعداد میں لوگ والہانہ انداز میں جمع ہوتے تھے اور دینی و دنیوی تقاضوں سے آگاہ ہو کر ایمانی تقویت حاصل کرتے۔

### حضرت کے مواعظ کی تاثیر:

حضرت کے مواعظ کا موضوع خاص طور پر عقائد کی اصلاح، اعمال کی درستی، معاملات کی اہمیت اور اخلاق کی پاکیزگی کے لئے ہوا کرتا تھا۔ حضرت کی مساعی و جدوجہد کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے ضمیر میں اسلامی شعور و شعائر کا جذبہ بیدار ہونے لگا اور حق و باطل کا صحیح معیار واضح ہو گیا۔ اکثر و بیشتر مواعظ قلمبند ہوئے اور طبع ہو کر شائع ہوئے اور بہت سے وعظ صرف قلمبند ہو کر محفوظ رہے اور شائع نہ ہو سکے تاہم شائع شدہ مواعظ کی تعداد تقریباً چار سو سے زائد ہے۔ جواب بھی وقتاً فوقتاً تجدیداً شائع ہو رہے ہیں اور ان سے مسلمان اب بھی فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔

### بے دینی کا انسداد:

اس زمانے میں مسلمانوں میں دو بڑے خطرناک رجحانات شدت پکڑ رہے تھے۔ ایک طرف تو انگریز کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے مغربی فلسفہ اور تہذیب و معاشرت کا اثر پھیل رہا تھا جس سے عام طور پر تعلیم گاہیں تجارتی ادارے اور سرکاری محکمے اور عوام متاثر ہو رہے تھے۔ حضرت نے اس فتنہ کے انسداد کے لئے بڑی شد و مد کے ساتھ تبلیغ شروع فرمائی اس موضوع پر سینکڑوں وعظ مختلف عنوان کے ساتھ بیان فرمائے اور متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جو کثرت سے طبع ہو کر شائع ہوئیں۔ مثلاً انتباہات مفیدہ، ہشتی زیور، فروع الایمان، اصلاح الخیال، حیاء المسلمین، آداب المعاشرت، اصلاح انقلاب امت، وعظ اسلام حقیقی، محاسن اسلام اور دعوة الحق وغیرہ، بعونہ تعالیٰ شرق سے غرب تک تمام ملک میں ہر طبقہ کے مسلمانوں کو ان سے خاطر خواہ نفع اور رہنمائی حاصل ہوئی۔

### ہمہ گیر مصلحانہ تبلیغ کے اثرات:

اس ہمہ گیر مصلحانہ تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں دینی شعور اور اسلامی شعائر کی طرف رجحان پیدا ہونے لگا۔ ہر طبقہ کے اکثر و بیشتر انگریزی تعلیم یافتہ لوگ خصوصاً سرکاری محکموں کے بڑے بڑے عہدہ دار وکیل بیرسٹر، منصف، مجسٹریٹ، کثرت سے حضرت کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور بعض تو حلقہ بگوش عقیدت ہو گئے اور بعض کی باطنی تعلیم و تربیت سے دینی حالت میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی کہ حضرت نے ان کو اپنے ”خلفائے مجازین صحبت“ میں شامل فرما لیا تھا اس طرح حضرت نے اس دور حاضر میں ایک ایسی زندہ مثال قائم فرمادی کہ مسلمان خواہ کسی مسئلہ زندگی میں ہوا اگر وہ چاہے تو پکا دین دار بن سکتا ہے۔ یہ حضرت کی ایسی کرامت اور ایسا کارنامہ تبلیغ دین ہے جو ہر اعتبار سے انفرادیت کا درجہ رکھتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

### تصوف میں در آنے والی بدعات کا قلع قمع

دوسری اہم چیز جو حضرت کے دل و دماغ میں کاوش و اضطراب پیدا کر رہی تھی وہ دور حاضر کی خانقاہی فقیری و درویشی کی ہیئت کدائی تھی جہاں کتاب و سنت سے بالکل بے گانہ اور بے نیاز ہو کر چند جوگیا نہ رسوم اور طریقہ نفس کشی ہی کو واصل حق ہونے کا ذریعہ اور چند ملحدانہ عقائد کو حاصل تصوف و سلوک سمجھ لیا گیا تھا۔ یہ ایک عالمگیر فتنہ تھا جس میں اکثر دینی رجحان رکھنے والے نادان عوام مبتلا ہو رہے تھے۔ الا ماشاء اللہ حضرت نے اپنی



تمام مصلحانہ توجہ اور مجددانہ تبلیغ کی جدوجہد اسی طبقہ کے لئے بھی خاص طور پر مبذول فرمائی اور اس موضوع پر عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے متعدد کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائیں۔ سینکڑوں وعظ و ملفوظات قلمبند کرا کے شائع فرمائے اور قرآن و حدیث کی غیر متزلزل سند کے ساتھ تمام باطل عقائد کا رد اور تمام غیر اسلامی رسم و روایات اور غیر معقول اور مجذبانہ رموز و اسرار باطنی اور گمراہ کن اصلاحات کی تردید فرمائی اور نہایت نمایاں طور پر واضح کر دیا کہ طریقت یعنی تصوف و سلوک یا دوسرے الفاظ میں تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس دین مبین ہی کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے اور اس پر شریعت و سنت کے مطابق عمل کرنا ایک درجہ میں ہر مسلمان پر فرض و واجب ہے۔

### علوم دینیہ میں حضرت کی خدمات:

اسی طرح علوم دینیہ سے متعلق قرآن مجید کی تفاسیر میں احادیث سے استنباط میں فقہ کی توجیہات میں تصوف کی غایات میں جہاں جہاں خواص و عوام غلط فہمیوں اور غلط کاریوں میں مبتلا ہو گئے تھے وہاں اس مجدد عصر کی نظر اصلاح کا فرما نظر آتی ہے اور ان علوم کے ہر باب میں مفصل تصانیف موجود ہیں۔ یوں تو علوم دینیہ کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سب ہی تصانیف و تالیفات اپنے مضامین کی جامعیت و نافعیت اور انفرادیت کے اعتبار سے بے نظیر اور بے مثال ہیں۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ مواعظ و ملفوظات اور تربیت السالک علوم ظاہری و باطنی کے ایک بحر بے کراں ہیں۔ ان مواعظ و ملفوظات میں اکثر و بیشتر آیات قرآنی، احادیث نبویہ، فقہ اور طریقت کے متعلق بہت ہی نادر اور نازک و لطیف تفاسیر، تشریحات، تنقید و تدقیق بیان کی گئی ہیں۔

### ہمہ گیر تجدید و اصلاح:

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مصلحانہ و مجددانہ انفرادیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف و تالیفات تمام مواعظ و ملفوظات یعنی تمام تحریری و تقریری کارنامہ ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات نمایاں اور آشکارا نظر آئے گی کہ دین مبین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو اس حکیم الامت، مصلح شریعت و طریقت کے اصلاحی و تجدیدی جدوجہد کے احاطہ کے اندر نہ آ گیا ہو۔

### علوم دینیہ کا بے نظیر و غیر فانی سرمایہ:

اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی عطا کردہ توفیق و نصرت و اعانت سے کثیر التعداد کثیر الاشاعت اور کثیر المنفعت ایک بے نظیر و غیر فانی معتبر و مستند سرمایہ علوم دینیہ و حکم ایمانیہ یہ مجدد عصر امت مسلمہ کی رشد و ہدایت کے لئے اپنی مختصر حیات کے بعد آئندہ نسلوں کے واسطے چھوڑ گیا ہے جو مسلمانوں کے حق میں ایک عظیم انعام و احسان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس مقبول بندے کو اپنے ابدی و سرمدی مقام قرب و رضا میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائیں۔ آمین!

بحق سید المرسلین رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

(ماثر حکیم الامت از عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی نور اللہ مرقدہ)



# خطبہ تفسیر بیان القرآن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۚ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۖ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۖ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۚ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَرِضْوَانًا لِّسَامِهِ ۗ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۖ كَذَرِيعَةٍ أَخْرَجَ شَطَاةَ فَارِزَةٍ فَاسْتَغَلَظَ فَاكْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۖ

اما بعد! یہ ابجد خواں مکتب قرآنی مظہر مدعا ہے کہ بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ گاہ خیال ہوا کرتا تھا کہ کوئی مختصر تفسیر قرآن مجید کی لکھی جاوے جو ضروریات کو حاوی اور زوائد سے خالی ہو مگر تفاسیر و تراجم کی کثرت دیکھ کر اس کو امر زائد سمجھا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمہ شائع کرنے شروع کئے جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیئے۔ جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔ ہر چند کہ چھوٹے چھوٹے رسالوں سے ان کے مفاسد پر اطلاع دے کر ان مضرتوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بنی کا مذاق پھیل گیا ہے وہ رسالے اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی ثابت نہ ہوئے تا وقتیکہ ابناء زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ بتلایا جاوے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم مبتدعہ مضرت سے بے التفات ہو جاویں ہر چند کہ تراجم و تفاسیر محققین سابقین کے بالخصوص خاندان عزیز یہ کے ہر طرح کافی دوانی ہیں مگر ناظرین کی حالت و طبیعت کو کیا کیا جاوے کہ بعض تفاسیر میں عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری بعض تراجم میں اختصار یا زبان بدل جانے کا عذر مانع دلچسپی ہوا۔ تامل و مشورے سے یہی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جاوے جس کی زبان و طرز بیان و تقریر مضامین میں ان کے مذاق و ضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی ضروری مضمون خواہ جزو قرآن ہو یا اس کے متعلق ہو رہ نہ جاوے چند روز تک یہ رائے صورت تجویز و پیرایہ تذکرہ میں رہی۔ آخر جب احباب کا تقاضا زیادہ ہوا اور خود بھی اس کی ضرورت روزانہ مشاہدہ و معائنہ میں آنے لگی آخر نام خدا محض تو کلا علی اللہ پھر اس اطمینان پر کہ اگر میں کسی قابل نہیں ہوں تو کیا ہوا بزگان عصر اصلاح فرما کر اس کو دیکھنے کے قابل کر دیں گے۔ آخر بیچ الاول ۱۳۲۰ھ میں اس کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے امید تمام اور نفع انا م رکھتا ہوں اب جن امور کی اس میں رعایت اور لحاظ کیا گیا ہے ان کو اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

اول: قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے۔

دوم: ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کئے گئے دو وجہ سے اول تو میں قصباتی ہوں محاورات پر عبور نہیں۔ دوسرے یہ کہ محاورات ہر مقام کے جدا جدا ہوتے ہیں اگر دہلی کے محاورات لئے جاتے اہل لکھنؤ نہ سمجھتے یہاں کے محاورات وہاں نہ سمجھتے ان دونوں کے محاورے حیدر آباد اور مدراس والے نہ سمجھتے غرض ایسے محاورات عام فہم نہیں ہوتے اور اردو ترجمہ کم از کم ایسا تو ہو کہ قریب قریب ہندوستان کے سب حصے تو اسکو سمجھ جاویں اس لئے کتابی زبان لی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سلاست بھی ہے۔

سوم: نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو بہت ضروری دیکھا کہ اس پر توضیح ترجمہ کی موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآن کے مضمون سے ظاہر پیدا ہوتا تھا اس کا جواب یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اس کی تحقیق یا اسی قسم کی کوئی ضروری بات ہوئی اس کو ”ف“ بنا کر بڑھادیا باقی لطائف و نکات یا طویل عریض حکایات یا فضائل یا بہت سے مسائل وغیرہ اسے تفسیر کو طویل نہیں کیا گیا۔ غرض یہ کہ مضامین کا جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ محض حل قرآن و رفع ضرورت لیکن باوجود اتنی رعایت کے بھی غیر علماء و طلبہ کے لئے بہت سے مقامات میں علماء سے استغنا نہیں ہو سکتا۔ لہذا مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے حضرات صرف



اپنے مطالعہ و فہم پر اعتماد نہ فرماویں بلکہ حسب ضرورت علماء یا منتہی طلبہ سے اس کو سبقاً سبقاً سمجھ کر پڑھ لیں۔ ورنہ اقل درجہ اتنا تو ضرور ہے کہ مطالعہ کے وقت جہاں ذرہ برابر بھی اشتباہ رہے وہاں خود غور کر کے نہ نکالیں بلکہ پٹسل سے نشان کر کے علماء سے وہ عبارت دکھلا کر حل کر لیں اور بدوں اس کے احتمال بلکہ یقین غلط فہمی کا ہے۔

چہارم: جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین کے ہیں ان میں سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اس کو لے لیا بقیہ سے تعرض نہیں کیا۔

پنجم: مطلب قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جاوے اور کہیں ایک سرخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے۔

ششم: اختلافات کی تفسیر میں صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے اور دوسرے مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیئے گئے۔

ہفتم: چونکہ نفع عوام کے ساتھ افادہ خواص کا بھی خیال آ گیا اس لئے ان کے فائدہ کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے جس میں مکیت و مدینیت سور و آیات وغیرہ مشہور لغات و ضروری وجوہ بلاغت و مغلط ترکیب و حنفی الاستنباط فقہیات و کلامیات و اسباب نزول و روایات و اختلاف قرأت مغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہیں جس کو متوسط درجہ کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے۔ یہ حاشیہ درس و تدریس کے وقت بہت کام آ سکتا ہے۔ اس حاشیہ کی عبارت عربی اس لئے تجویز کی ہے کہ عوام اس کے دیکھنے کی ہوس ہی نہ کریں ورنہ جب زبان سمجھتے اور مضامین نہ سمجھتے بہت پریشان ہوتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تفسیر مختصر یا ترجمہ مطول کہہ دیجئے عوام و خواص سب کے کام کا ہوگا اور اگر اہل علم اول صرف قرآن کا مطالعہ کر کے بطور خود غور کریں اور اس میں جو امور ذہن میں مجمل رہیں یا جو اشکالات واقع ہوں ان کو متحضر کر کے پھر اس تفسیر کا ملاحظہ فرماویں تو ان شاء اللہ تعالیٰ دوبارہ لطف اور حظ حاصل ہو۔

امید ناظرین سے یہ ہے کہ اس کو مطالعہ فرما کر میرے واسطے مغفرت و رحمت کی دعا مانگیں کہ بڑا لالچ اس مشقت سے یہی ہے

اے کہ برما میروی دامن کشاں از سر اخلاص الحمدے بخواں

اصلاحات اس تفسیر کی یہ ہیں کہ جو عبارت خطوط ہلالیہ سے خارج ہے وہ ترجمہ ہے اور جو خطوط ہلالیہ کے اندر محصور ہے وہ ترجمہ سے زائد ہے اور باوجود کافی ہونے اس فرق کے زیادہ احتیاط و توضیح کے لئے ترجمہ پر خط بھی کھینچ دیا ہے جو علامت متن کی ہے اور ترجمہ میں اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوپر جہاں قرآن لکھا ہے اس کے نیچے بھی ترجمہ لکھ دیا ہے اور ایک التزام یہ بھی کیا گیا ہے کہ حاشیہ عربیہ میں جہاں کسی کتاب کی بعینہ عبارت لی گئی وہاں اس کتاب کا نام لکھ دیا ہے اور جہاں کچھ مناسب تصرف ہوا ہے وہاں نام کتاب کے قبل لفظ من بڑھا دیا ہے۔ جہاں استاذی لکھا ہے اس سے مراد حضرات مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جہاں مرشدی لکھا ہے اس سے مقصود حضرت مولانا الحاج محمد ادا اللہ صاحب قدس سرہ ہیں۔ جہاں کوئی ماخذ نہیں لکھا وہ احقر نے اپنی رائے و یادداشت سے لکھ دیا ہے۔ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

فقط

الرف

محمد اشرف علی التھانوی عفی عنہ



## ذکر بعض امور مرعیہ ملتزمہ در تحریر تفسیر ہذا

ان میں بعض امور تو خطبہ تفسیر میں مذکور ہوئے ہیں اور بعض امور ان کے علاوہ ہیں۔ (۱) اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں۔ بیضاوی، جلالین تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح السنن، تفسیر ابن کثیر، لباب، در منثور، کشاف، قاموس، بعض تراجم قرآن۔ ان میں سے بعض کتابیں اول سے پاس رہیں اور بعض کچھ لکھنے کے بعد آئیں۔ اور بعض بالکل اخیر میں آئیں چنانچہ حوالوں سے اس کی تفصیل و تعیین معلوم ہو سکتی ہے اور ضرورت کے وقت کتب حدیث و فقہ و سیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی۔ (۲) قرآن مجید کے اول سے آخر تک ہر سورت اور ہر آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر میں بالالتزام بیان کیا گیا اور اکثر سورتوں کے شروع میں ان سورتوں کا خلاصہ بھی بیان کر دیا گیا۔ (۳) جتنی آیتوں کی تفسیر بوجہ اتحاد یا تقارب و تناسب مضامین کے ایک جگہ مجتمع کر کے لکھی گئی ہے ان کے اول میں ان مضامین کا ایک جامع عنوان بطور سرخی کے لکھ دیا گیا ہے جس سے اجمالاً ان تمام آیات کا خلاصہ ذہن میں متحضر ہونے کے بعد مفصل تفسیر سے جو کچھ نفع اور حظ حاصل ہوگا اس کو ناظرین خود دیکھیں گے پھر ان آیات کی تفسیر ایسے طور پر کی گئی ہے کہ سب ایک مسلسل تقریر معلوم ہوتی ہے (۴) جن روایات پر تفسیر کوئی کیا ہے ان میں التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتیں ہوں۔ البتہ جہاں تفسیر کسی روایت پر مبنی نہ تھی اور لفظ قرآنی فی نفسہ بھی اس وجہ کو تحمل تھا تقویت احتمال کے لئے اشتراط صحت میں تسامح کیا گیا۔ (۵) شبہات کے جواب دینے میں صرف ان شبہات کو خاص کیا ہے جن کا منشاء کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث یا کوئی امر ثابت بالعقل یا باحسن۔ اور جن کا منشاء کوئی امر صحیح نہیں ہے بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے اس کے جواب میں چونکہ طلب دلیل کافی ہے اس لئے اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور بہت سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندرج ہو گئے ہیں۔ (۶) کوئی مضمون ضرورت سے زائد نہیں لکھا مگر شاذ و نادر کسی خاص فائدے کے لئے (۷) ترجمے میں ترکیب کی رعایت زیادہ کی گئی ہے بہ نسبت اتباع محاورہ کے (۸) چونکہ احقر کو مباحث متعلقہ کتب سماویہ سابقہ پر بالکل نظر نہیں ہے اس لئے ایسے مضامین میں تفسیر حقانی سے نقل کر دیا گیا ہے۔ (۹) غالباً تمام تفسیر میں دو یا تین مقام ایسے ہیں کہ وہاں جیسا جی چاہتا تھا ویسا شرح صدر نہیں ہوا اس موقع پر احقر نے اس کی تصریح کر دی ہے تاکہ اگر کسی کو اس سے اچھی تقریر و تفسیر میسر ہو جاوے اسی کو راجح سمجھے۔ (۱۰) مسائل فقیہ و کلامیہ کی ہر آیت کے متعلق اسی قدر تحقیق پر اکتفا کیا گیا ہے جس پر تفسیر قرآن کی موقوف تھی۔ (۱۱) جو مضامین قابل زیادہ تفصیل و تحقیق کے کئی جگہ آئے ہیں ان کو ایک جگہ مفصل لکھ کر دوسری جگہ اس پہلی جگہ کا حوالہ دے دیا گیا ہے یا پہلی جگہ اس دوسری جگہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (۱۲) ہر جگہ تفسیر میں اتباع سلف صالح کا کیا ہے۔ متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا۔ (۱۳) جہاں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں سے جس کو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا صرف اسی کو اختیار کر لیا گیا سب کو نقل نہیں کیا البتہ کہیں کہیں اگر دونوں وجہیں متساوی معلوم ہوئیں دونوں کو نقل کر دیا ہے۔ (۱۴) تقریر مدلول آیات میں قواعد میزانیہ منطقیہ کی پوری طور سے مراعات کی گئی ہے جس کا لطف اذکیاء اور علماء کے جی سے پوچھنا چاہیے۔ (۱۵) مجھ کو معلوم ہے کہ کہیں کہیں تقریر کسی قدر رنگ ہے لیکن اس کی کفایت میں کوئی خلل نہیں البتہ کم استعداد لوگوں کو اہل علم سے اس کے حل اور توضیح کی حاجت ہوگی۔ اسی طرح بعض جگہ ایسے مضامین بھی آگئے ہیں کہ ان کا سمجھنا مخصوص اہل علم کے ساتھ ہے اسی لئے میرے نزدیک مطلقاً ضروری ہے کہ اس تفسیر کو اول سے آخر تک کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لیا جاوے اور جو مضمون اس پر بھی سمجھ میں نہ آوے اس کو علوم درسیہ پر موقوف سمجھا جاوے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس سے پورا لطف حاصل ہونے کی شرط علوم متعارفہ میں مہارت اور اس میں بھی کسی مقام پر تحیر و مراجعت تفاسیر کے بعد اس تفسیر کو ملاحظہ کرنا ہے۔ (۱۶) اور بہت سے امور ضروریہ و لطیفہ ترجمہ و تفسیر میں ایسے ملیں گے جو بیان سے خیال میں نہیں آسکتے مطالعہ پر ان کا حوالہ کیا جاتا ہے۔ (۱۷) لطائف اور نکات جن کا تفسیر میں دخل نہ تھا نہ وہ مقصود بالقرآن تھے بالکل مجبور کر دیئے گئے۔ مقصود اصلی حل قرآن کو رکھا گیا ہے۔ (۱۸) جن آیات کی تفسیر میں حدیث مرفوعہ آئی ہے اس کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں لیا گیا۔ (۱۹) چونکہ التزامات مذکورہ کی ضرورت خیال میں تدبیراً آتی رہی اس لئے ممکن ہے کہ اول کے اجزاء میں بعض التزامات کی رعایت متروک ہو گئی ہو۔ نیز چونکہ اس کی بارہ جلدوں میں سے جن میں ہر جلد اڑھائی پارہ کی ہے (اب جدید طباعت میں اڑھائی پارہ جلد کے اختتام کی ترتیب نہیں ہے بلکہ پوری تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ محمد اخلق عفی عنہ) کہیں تحقیقاً کہیں بوجہ قرب سورت کے کسی قدر کم یا کسی قدر زیادہ اول جلد متصلاً نہیں لکھی گئی بلکہ درمیان میں فترات و وقفات اتفاقیہ واقعہ ہوتے رہے اس لئے خود اس کے اجزاء میں اور پھر اس میں اور بقیہ جلدوں میں طرز وضع کے اعتبار سے کسی قدر تفاوت بھی ہے جو نظر غائر سے معلوم ہو سکتا ہے (۲۰) باقی جو مضامین حواشی عربیہ میں لکھے ہیں وہ مخصوص ہیں اہل علم کے ساتھ ان کے التزامات پر متنبہ کرنے کی اس مقام پر حاجت نہیں۔ باقی ان سب معروضات کے بعد جو ناظرین کی مصلحت سے ظاہر کئے گئے اپنی خاص حالت کے اعتبار سے یہ معروض ہے۔ نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سر خوشم نفسے بیاد تو میکشم چہ عبارت و چہ معانی تقسیم

کتبہ: محمد اشرف علی عفی عنہ



# تمہید

## رفع الشکوک فی ترجمۃ مسائل السلوک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بعد الحمد والصلوة احقر نے آخر جب ۱۳۳۵ھ میں ایک کتاب مسنی بہ مسائل السلوک من کلام ملک الملوک لکھنا شروع کی تھی جس کا حاصل بعض مسائل ہمہ تصوف کا قرآن مجید سے اثبات ہے۔ چونکہ یہ کتاب مسائل السلوک عربی میں ہے جو کہ عام فہم نہیں۔ اس لئے افادہ عامہ کی نرض سے اس کا اردو میں ترجمہ کر دینا مناسب معلوم ہوا اور وہ ترجمہ یہی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اس میں خاص وہ مسائل ہیں جو باعتبار وجہ معتبرہ دلالت مدلول قرآنی ہیں۔ اور نام اس ترجمہ کا رفع الشکوک فی ترجمۃ مسائل السلوک رکھا جاتا ہے۔ عام ناظرین سے عرض ہے کہ باوجود ایضاح کے پھر بھی اس مضمون میں نزاکت باقی ہے اس کے مطالعہ میں اپنی رائے سے کام نہ لیں اگر کوئی محقق میسر آ جاوے تو اس سے سمجھ لیں اور اگر میسر نہ ہو یا اس کے سمجھانے پر بھی سمجھ میں نہ آوے یا کسی مقام کو وہ محقق کسی ناظر کے فہم سے باہر بتلاوے تو اس مقام کو چھوڑ دیں۔ مولانا نے خوب فرمایا ہے۔

نکتہ ہا چوں شیخ پولاد ست تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز پیش این الماس بے اسپرمیا کز بریدن تیغ را نبود حیا اور مجمع عوام میں ان تقریرات سے اپنی مجالس کو گرم کرنے سے تو بہت سختی کے ساتھ احتیاط و احتراز لازم سمجھیں مولانا نے اس باب میں بھی فرمایا ہے۔

حرف درویشاں بدزد مردودوں تابہ پیش جاہلاں خواند فصول ظالم آل قومیکہ چشماں دوختند از سخنها عالمے را سوختند خصوص جب کہ خود بھی ناقص ہو اس کو بھی مولانا فرماتے ہیں۔

لقمہ و نکتہ است کامل را حلال تونہ کامل مخوری باش لال

کتبہ: اشرف علی

۸- شوال ۱۳۳۵ھ (یعنی بعد انقضائے دو نیم ماہ از تحریر تمہید اصل)

## تمہید نظر ثانی از حضرت مفسر علام دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوة عرض ہے کہ احقر نے عرصہ ہوا قرآن شریف کی تفسیر مسلی بہ بیان القرآن لکھی تھی جو ۱۳۲۶ھ میں بجمہ اللہ شائع بھی ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ اس نے بہت زیادہ اسکو مفید و مقبول فرمایا۔ اس درمیان میں خود مجھے اس پر جا بجا سے بارہا نظر کرنا اتفاق ہوا اور میرے بہت سے احباب نے تو اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اس نظر اور مطالعہ کے درمیان خود مجھ کو بھی اور احباب کے تقریر یا تحریر یا ابتدائاً یا استدعاء متنبہ کرنے سے بھی بعض مقامات قابل ترمیم و اضافہ معلوم ہوئے اور مطبوعہ سابق میں حواشی وغیرہ کی طرز تحریر میں بھی بعض مقامات پر میری تجویز کے خلاف ترمیم کر دی گئی تھی جو مجھ کو ناپسند تھی بناء علیہ جی چاہتا تھا کہ یہ تفسیر مع ترمیم و اضافہ کے اسی طرز پر جس پر میں نے اصل مسودہ لکھا تھا طبع ہو جاوے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری یہ تمنا بھی اس طرح پوری ہوئی کہ میرے برادر زادہ برخوردار مولوی شبیر علی سلمہ مالک اشرف المطابع تھانہ بھون نے اسی طرح اسکی طباعت کا قصد کیا اور قابل ترمیم و اضافہ مقامات میں ترمیم و اضافہ کرنے کی مجھ سے درخواست کی۔ میں نے اس درخواست کو بخوشی منظور کیا اور نظر ثانی اس طرح کی کہ مولوی عبدالکریم سلمہ ممتہلی اول تفسیر کے ان مقامات کا جو اہل علم کے متوجہ کرنے سے مشورہ طلب ثابت ہوئے مطالعہ کر کے مقامات اشتباہ کو نوٹ کر لیتے تھے پھر ان مقامات کو میرے سامنے پیش کرتے تھے ان میں غور کر کے میں نے تفسیر میں جا بجا مناسب ترمیم کر دی اور ان مقامات کا ایک معتد بہ حصہ وہ بھی ہے جو ترجیح الراجح کے سلسلہ میں شائع ہو چکا ہے اور بعض اہل علم نے متعدد مقامات کے متعلق کچھ عبارتیں بطور حاشیہ لکھ کر پیش کیں اب انکو حاشیہ میں داخل کر دیا گیا اور منہیات سے امتیاز کیلئے ان کے آخر میں محشی کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ مزید نفع کیلئے میرے مؤلفہ اور دو مفید رسالے بھی جو قرآن کے متعلق تھے اس مرتبہ اس کے ساتھ شامل کئے گئے ایک مسائل السلوک جس میں سلوک کے مسائل اور آیات قرآنیہ سے نصایا استنباطاً استدلال کیا گیا ہے یہ تفسیر کے حاشیہ پر درج کیا گیا ہے دوسرا وجوہ المثانی جس میں قراءت سبعہ کو ضبط کیا گیا ہے اس رسالہ کا جس قدر مضمون جس جلد کے متعلق تھا اسکو ہر جلد کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے چونکہ اب یہ تفسیر بجمہ اللہ بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی ہے اسلئے اس کا نام بھی مکمل بیان القرآن تجویز کرتا ہوں حق تعالیٰ برخوردار مذکور سلمہ کی اس سعی کو مشکور فرماویں اور اس کا خیر میں اسکی امداد فرماویں۔ اور اس سے اسکو دینی و دنیوی ہر قسم کا فائدہ عطا فرماویں۔ اور عاقبت و حسن و خوبی سے اس کا خیر کو انجام کو پہنچا دیں۔ وباللہ التوفیق و ہو خیر رفیق۔

اشرف علی ۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ



## فہرست مضامین تفسیریہ بیان القرآن

۱۲۵	قتال در اشہر حرم	۳۷	حکمت انعکاس ترتیب قصہ	۴	تحقیق حروف مقطعات
۱۲۵	عدم قبول جزئیہ از کفار عرب	۳۷	حسن ترتیب بیان	۴	غیب کے معنی
۱۳۱	دفع تکلیس مستدللین بآیت و بنا التنازع	۳۷	تکلیف مکررات قرآنی	۴	پہلی کتابوں کے ماننے کے معنی
۱۳۱	بر مظلوم بیت دنیا	۵۱	معانی احاطت خطیہ	۶	شقی ازلی کو نصیحت نافع نہ ہونا
۱۳۳	ذم بدعت	۵۱	دفع شبہ خلود عاصی	۶	شقی ازلی کو نصیحت کرنے کا فائدہ
۱۳۸	توجیہ اجتماع دعاء و رضاء کا ملین	۵۳	توجیہ تسمیہ معصیت بکفر	۶	شقی ازلی کا کفر میں معذور نہ ہونا
۱۳۹	عدم احاطہ عبد المصالح احکام الہیہ را	۵۵	دفع اشکال تکفیر یہود باوجود معرفت حق	۷	مثال استعداد با مرکب کو بی
۱۴۳	دلیل عجیب غلطی نسخ حرمت القتال فی الاشہر الحرم	۶۳	تحقیق قصہ زہرہ	۷	توضیح حقیقت خلق و فعل بمثال
۱۶۲	تفصیل احکام انفاق	۶۳	تفصیل احکام سحر	۷	دفع شبہ قبح خلق بقیاس قبح فعل
۱۶۶	دلیل جزع دین بودن احکام نکاح و طلاق وغیرہ	۶۳	تحقیق اثر سحر	۷	دفع شبہ تاثیر ارادہ در افعال عبد
۱۶۶	حکم فرار من الطاعون	۷۲	کراہت فعل مباح کہ سبب فعل غیر مباح باشد	۷	دفع شبہ کفشی اختیار عبد
۱۶۶	دفع وہم تنازع و دفع تعارض بعض آیات	۷۲	حکمت تعیین قبلہ و دفع اعتراض بر قبلہ	۸	قطع شبہات متعلق تقریر بہ تقریر مختصر ثانی
۱۸۸	دفع طعن عدم اکتساب معاش بر طلباء و علماء	۷۲	تحقیق ایجاد اشیاء بکلمہ کن	۸	دفع شبہ تعارض فی حقیقۃ الرعد و البرق
	<b>سُورَةُ آلِ عَمْرٍ</b>	۸۱	مصدق دعائے ابراہیمی	۸	تقریر ترتیب در میان خلق سماء و ارض
۲۱۷	دفع شبہ جواز تقیہ	۸۲	معنی حکمت	۲۳	مقصود استفسار از ملائکہ
۲۳۱	ازالہ اشکال عموم بعثت	۸۲	تحقیق ملت ابراہیمی و انحصار در اتباع محمدی	۲۳	معنی خلافت
۲۳۳	مباحث ضروریہ متعلقہ متوفیک و دفعک الخ	۸۲	جواب اشکال عصیان در انبیاء قبل از اطاعت	۲۳	خلاصہ معروض ملائکہ
	جواب استدلال شیعہ بآیت {		جواب شبہ خصوص معنی اسلام	۲۳	حکمت تخلیق بنی آدم و عدم تکمیل آل از ملائکہ
	مباہلہ بر خلاف علیؑ بلا فصل {	۸۳	یا عموم معنی یہودیت و نصرانیت	۲۳	عدم تکمیل حکمت مذکور از جن
	تفسیر تقلید مشروع و غیر مشروع	۸۵	تحقیق اعتبار نسب در آخرت یا در دنیا	۲۵	دفع شبہ بر ضرورت حکمت مذکورہ
	جواب استدلال بر موت عیسیٰ علیہ السلام	۸۵	دفع اشکال امر اتباع ملت ابراہیم علیہ السلام	۲۵	تحقیق تعیین علم کہ موقوف علیہ اصلاح
۲۸۸	ابطال اعتبار کثرت رائے	۹۰	تفسیر عجیب لعلم		انسان است و تخصیص آل با انسان
۲۸۸	احکام و مراتب توکل	۹۷	اثر صبر و صلوٰۃ در تخفیف غم	۲۶	جواب دخل ملائکہ در اصلاح انسان
	<b>سُورَةُ النِّسَاءِ</b>	۱۰۳	تقریر دلیل عقلی بر توحید	۲۶	جواب کفایت انسان در اصلاح جن
۳۲۷	جواب معترضین بر حکم میراث	۱۰۳	عقلی شدن اصول اسلام	۲۶	دفع خلجان امکان حصول علم مذکورہ
	تقریر عدم نفی آیت اطیعوا اللہ الخ	۱۰۳	وجود آسمان و غلطی منکرین		موصوف علیہ ملائکہ ما بعد تعلیم
۳۶۳	مرقیاس و تقلید را		جواب استدلال منکرین تقلید مجتہدین	۲۶	دفع شبہ عدم اعطاء استعداد علم مذکور ملائکہ را
	<b>سُورَةُ الْمَائِدَةِ</b>		عدم حصر حکمت صوم و تقویٰ و جواب	۲۷	دفع شبہ وجود استعداد علم مذکور در ملائکہ
۴۲۳	حکم قرعہ جائزہ و غیر جائزہ		زعم مجتہدین	۳۱	حکمت مکث فی الارض بعد قبول توبہ
۴۲۳	دفع شبہ تخصیص مختص بہ بہائم	۱۱۹	معنی قرب حق تعالیٰ	۳۲	طریق سہولت حضور قلب و وصلوٰۃ
۵۱۸	بحث غریب متعلق ما اهل لغير الله بہ	۱۱۹	تحقیق اجابت دعاء	۳۲	فائدہ متعلق تبدیل ترتیب اجزاء قصہ
	<b>سُورَةُ الْاَنْعَامِ</b>	۱۱۲	حکم استعمال حساب شمسی	۴۴	دفع اشکال اکراہ فی الدین و حکمت {
۵۹۷	منع از مباح کہ ذریعہ غیر مباح باشد {		بدعت شدن اعتقاد کردن مباح را عبادت یا معصیت		مشروعیت جہاد
	و قتیکہ غیر مطلوب عند الشرع باشد {	۱۲۵	ابتداء بتعال	۴۴	فرق در میان نکال و موعظت
۶۰۶	تحقیق نفیس معنی ناری بودن فرق مبتدعہ	۱۲۵	استیطان کفار جزیریہ عرب را و قتال در حرم	۴۷	جواب شبہ حجیت بیان مقتول







۱۲۹	تجارت در حج و وقوف عرفات و مزدلفہ	۱۰۱	بر آں مع وعدہ عفو تائب	۷۸	فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام
۱۳۱	وقوف منی و اقسام حج	۱۰۳	تقریر توحید	۷۹	فضیلت کعبہ
۱۳۳	بیان منافع	۱۰۳	دلیل توحید	۷۹	دعائے ابراہیمی برائے حرم و اہل حرم
۱۳۳	بیان مخلص	۱۰۴	ذم مشرکین	۸۱	قصہ بناء کعبہ و اخلاص و دعائے بانی
۱۳۴	اصلاح مبتدع	۱۰۵	شدت عذاب آخرت	۸۱	تمتہ دعائے مذکور
۱۳۵	عقوبت مخالفت حق	۱۰۵	ابطال تعظیم سوا رب	۸۲	غلط کاری تارک ملت ابراہیمی کدہ اسلام منحصر شدہ
۱۳۵	آثار حب دنیا	۱۰۷	بطلان دلیل مشرکین	۸۲	قصہ وصیت یعقوبیہ باسلام
۱۳۶	تائید اثر حب دنیا	۱۰۷	مثال سو فہم مشرکین	۸۴	تاکید وصیت مذکورہ
۱۳۸	ترغیب مسلمانان بر تحمل شدائد	۱۰۷	اظہار نعمت بر مؤمنین مع حکم شکر	۸۵	عدم کفایت انتساب بمقبولین و نجات
۱۳۸	حکم دوازدهم مصارف انفاق	۱۰۸	ماکولات محرّمہ	۸۵	جواب داعیان یہودیت و نصرانیت
۱۳۹	حکم سیزدهم فرضیت جہاد	۱۱۰	تحریم دین فروشی	۸۶	خلاصہ ملت ابراہیم
۱۳۹	حکم چہاردهم تحقیق قتال در شہر حرام		ابواب البر	۸۷	تفریع بر مضمون سابق
۱۴۰	تاکید مضمون مزاحمت دین		اصول بر	۸۷	مزید اظہار شرف اسلام
۱۴۰	انجام ارتداد	۱۱۲	حکم اول قصاص	۸۷	تعلیم جواب دعوی اہل کتاب
۱۴۲	وعدہ ثواب براخلاص نیت	۱۱۵	حکم دوم وصیت		تکرار مضمون عدم کفایت انتساب
۱۴۲	حکم پانزدہم متعلق شراب و قمار	۱۱۵	حکم سوم صوم	۸۸	بمقبولین و نجات آخرت
۱۴۲	حکم شانزدہم مقدار انفاق	۱۱۸	تعیین ایام صیام	۸۹	جواب حاکمانہ شبہ تحویل قبلہ
۱۴۳	حکم ہفدهم مخالفت یتیم	۱۱۸	قرب و اجابت باری تعالیٰ	۸۹	مدح امت محمدیہ
۱۴۴	حکم ہشدهم مناکحت کفار	۱۱۹	حکم چہاردهم جمع بمفطرات در شب صیام	۹۰	رجوع بمطلب سابق بحث قبلہ
	حکم نوزدهم حرمت جماع	۱۲۰	حکم پنجم اعتکاف	۹۲	حکمت اول
۱۴۶	در حیض و شرائط اجازت در پاکی	۱۲۰	تاکید احکام مذکورہ	۹۲	عناد اہل کتاب در باب حکم قبلہ
۱۴۶	حکم بستی منع سوگند بر ترک خیر	۱۲۲	حکم ششم منع مال حرام	۹۴	عناد اہل کتاب در باب رسول اللہ ﷺ
۱۴۹	حکم بست و دوم - ایلاء	۱۲۲	حکم ہفتم اعتبار حساب قمری	۹۴	حکمت دوم تحویل قبلہ
	حکم بست و سوم و چہارم - عدت	۱۲۲	در حج و غیرہ	۹۵	حکمت سوم تحویل قبلہ
۱۵۰	مطلقہ و مدت رجعت		حکم ہشتم اصلاح طریقہ بخانہ	۹۶	اخبار بعثت محمدیہ
۱۵۲	حکم بست و پنجم عد و طلاق رجعی	۱۲۳	در آمدن در احرام	۹۶	حکم ذکر و شکر
۱۵۲	حکم بست و ششم خلع	۱۲۳	حکم نہم متعلق قتال کفار	۹۶	تعلیم صبر و صلوة
۱۵۳	حکم بست و ہفتم حلالہ در طلاق ثالث	۱۲۵	حکم دہم انفاق فی الجہاد	۹۷	فضیلت قتل فی سبیل اللہ
	حکم بست و ہشتم تمتہ مضمون	۱۲۶	حکم یازدهم متعلق حج و عمرہ	۹۸	فضیلت صبر و بعضی از مواقع آل
۱۵۴	حکم بست و پنجم مع نبی از لعب بالا احکام		تمتہ سابق وقت حج و تاکید	۱۰۱	ازالہ شبہ بر سعی صفا و مروہ
	حکم بست و نہم نبی منع زن	۱۲۹	زاد راہ		وعید کتمان حق و اصرار



از نکاح ثانی	۱۵۵	مثال نفقات مقبولہ	۱۸۳	تمتہ توحید	۲۰۶
حکم سی ام رضاع	۱۵۷	مثال نفقات و طاعات فاسدہ بعد الصیۃ	۱۸۴	تقسیم کتاب حکم و تشابہ مع تقسیم	۲۰۷
حکم سی و یکم عدت و فوات زوج	۱۵۹	رعایات جودت مال منفق	۱۸۵	سامعین	۲۰۷
حکم سی و دوم پیغام نکاح در عدت	۱۵۹	تنبیہ بر مزاحمت شیطان	۱۸۵	دُعَاء	۲۰۷
حکم سی و سوم وجوب یا عدم	۱۶۱	تاکید رعایت شرائط انفاق	۱۸۶	وعید منکرین بہ خذلان داریں	۲۱۰
وجوب مہر در طلاق قبل الدخول	۱۶۱	تحقیق افضلیت اظہار یا اخفاء انفاق	۱۸۶	بہ قدری لذات دنیاویہ	۲۱۰
تمتہ حکم مذکور	۱۶۱	عموم احسان بمسلم و کافر	۱۸۶	نفاست نعمائے آخرت	۲۱۲
حکم سی و چہارم محافظت صلوٰۃ	۱۶۲	اصل مستحقین صدقات	۱۸۸	بعض اوصاف متقین	۲۱۲
حکم سی و دہم وصیت سکونت برائے بیوہ	۱۶۳	عدم تخصیص اوقات و حالات در انفاق	۱۸۹	رجوع بسوئے مضمون توحید	۲۱۲
تمتہ حکم متاع مذکور در شمار سی و سوم و سی و پنجم	۱۶۴	حکم سی و ششم تحریم و ذم ربوا	۱۸۹	تصریح حقانیت اسلام	۲۱۳
قصہ گریزندگان از موت بغرض تمہید تشجیع بر قتال	۱۶۶	مدح مومنین عالمین	۱۹۱	جواب محاجہ معاندین	۲۱۳
تشجیع بر قتال	۱۶۶	نہی از وصول بقایا سود	۱۹۱	تفصیح بعض حالات یہود	۲۱۵
ترغیب انفاق در خیر جہاد و غیرہ	۱۶۶	حکم سی و ہفتم وجوب امہال مفلس	۱۹۳	تمتہ یح یہود	۲۱۵
قصہ طالوت و جالوت	۱۶۸	حکم سی و ہشتم متعلق دین	۱۹۳	بشارت غلبہ مومنین بعنوان مناجات	۲۱۶
بقیہ قصہ	۱۶۸	جز و اول مشورہ کتابت دستاویز	۱۹۳	نہی موالات کفار	۲۱۶
بقیہ	۱۶۹	جز و دوم نہی کاتب از انکار کتابت	۱۹۳	تعمیم نہی موالات کفار	۲۱۶
بقیہ	۱۶۹	جز و سوم بودن دستاویز از جانب مدیون	۱۹۳	تاکید مضمون سابق	۲۱۹
بقیہ	۱۷۰	جز و چہارم استشہاد	۱۹۵	وجوب اعتقاد و اتباع رسول	۲۱۹
بقیہ	۱۷۰	جز و پنجم نہی شہداء از انکار شہادت	۱۹۵	اصطفاۃ بعض انبیاء علیہم السلام	۲۲۰
استدلال بر نبوت محمدیہ ﷺ	۱۷۰	تمتہ جز و اول	۱۹۶	قصہ حضرت مریم و عیسی علیہما السلام	۲۲۲
تفصیل احوال بعض انبیاء و ائم	۱۷۲	تمتہ جز و چہارم	۱۹۶	تمتہ قصہ	۲۲۲
تجیل انفاق فی سبیل اللہ	۱۷۳	تمتہ جز و دوم و پنجم	۱۹۶	قصہ دعاء ذکر یا علیہ السلام	۲۲۳
توحید ذات و صفات	۱۷۴	حکم سی و نہم رہن	۱۹۸	اجابت دعا ذکر یا علیہ السلام	۲۲۴
نفی اکراہ فی الدین	۱۷۴	حکم چہلم حرمت اخفاء شہادت	۱۹۸	اتمام قصہ حضرت مریم علیہا السلام	۲۲۷
مدح مومن و ذم کافر	۱۷۵	تحقیق مواخذہ بر افعال قلوب	۱۹۹	استدلال بقصہائے مذکورہ	۲۲۸
قصہ اول	۱۷۶	مدح مومنین	۲۰۰	بر نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲۸
قصہ دوم	۱۷۷	توضیح مضمون بالا و ان تبدوا الخ	۲۰۰	تمتہ کلام ملائکہ علیہم السلام با حضرت مریم علیہا السلام	۲۲۸
قصہ سوم	۱۷۹	تعلیم دُعَاء	۲۰۱	و آغاز قصہ عیسی علیہ السلام	۲۲۸
فضیلت انفاق فی سبیل اللہ	۱۸۰	<b>سُورَةُ آلِ عِمْرٰن</b>			۲۲۸
بعض شرائط قبول انفاق فی الخیر	۱۸۰	توحید	۲۰۶	تعجب حضرت مریم علیہا السلام از بشارت	۲۲۸
بطان ثواب بمن و ازی و ریاء	۱۸۲	اثبات حقانیت کتب و انبیاء	۲۰۶	تولد عیسی بدوین پدر و جواب تعجب	۲۲۸
				بشارت فضائل عیسی علیہ السلام	۲۳۰



۲۸۲	اثبات نصرت الہیہ	۲۵۳	تکذیب یہود و دعویٰ تحریم لحوم اہل برابراہیم علیہ السلام و آل شان	۲۳۱	مال معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام با قوم خود
۲۸۲	سبب مغلوبیت مؤمنین	۲۵۵	ترتب دعوت اسلام بر ظہور صدق قرآن	۲۳۲	بیان مکرم یہود و حفاظت حق تعالیٰ
۲۸۳	تمتہ قصہ مغلوبیت	۲۵۵	افضلیت بیت اللہ بر دیگر معابد	۲۳۵	فیصلہ اہل حق و اہل باطل روز جزا
۲۸۳	عفو و عافیت مؤمنین	۲۵۷	ملامت بر اہل کتاب در کفر و اغواء	۲۳۶	استدلال بر نبوت محمدیہ بہ قصہ مذکورہ
۲۸۷	نہی مؤمنین از تقلید اقوال منافقین	۲۵۷	تقسیم مسلمانان	۲۳۶	جواب استدلال نصاریٰ بولادت عیسیٰ علیہ السلام بے پدر
۲۸۸	خطاب بر رسول اللہ ﷺ بابت عفو از صحابہ	۲۵۹	تمتہ تفہیم مذکور	۲۳۶	تاکید مضمون
۲۹۰	ازالہ حسرت مغلوبیت از قلوب صحابہ	۲۵۹	امر بہدایت ناس	۲۳۶	طریق اسکاٹ معاندین
۲۹۰	اثبات امین بودن حضرت نبویہ ﷺ	۲۶۱	نہی عن التفرق و وعید بر آں	۲۳۸	تاکید حقیقت مضمون مذکور و اثبات توحید
۲۹۱	منت بر مؤمنین بہ بعثت حضور پر نور ﷺ	۲۶۲	صادق و حکیم و منفرد بودن حق تعالیٰ در حکم بالا	۲۳۸	انجام اہل فساد
۲۹۲	تقریر علت و حکمت ہزیمت احد و تنفیج منافقین	۲۶۲	بیان خیریت امت محمدیہ	۲۳۸	دعوت اہل کتاب بلطف
۲۹۵	اثبات حیات و تلذذ شہداء	۲۶۳	خبرنا کامی اہل کتاب در اضرار مسلمین	۲۳۹	رد دعویٰ اہل کتاب در باب ملت ابراہیم علیہ السلام
۲۹۶	قصہ غزوہ حراء الاسد	۲۶۳	بیان ذلت یہود	۲۴۱	بیان اضلال اہل کتاب
۲۹۸	تسلیہ قلب رسول مقبول ﷺ در معاملہ منافقین و کفار	۲۶۵	مدح مؤمنین اہل کتاب	۲۴۱	ملامت بر ضلال و اضلال اہل کتاب
	ابطال زعم اہل کفر در باب امہال از عذاب در دنیا	۲۶۵	ذم مصرین علی الکفر	۲۴۲	بیان خدمت اہل کتاب برائے تشکیک نو مسلماناں
۲۹۹	حکمت شدائد بر مؤمنین در بعض احیان	۲۶۶	بیان ضیائع انفاق کفار	۲۴۳	بیان اہل امانت و اہل خیانت از اہل کتاب
۳۰۲	مذمت بخل	۲۶۷	نہی مؤمنین از اختصاص با کفار	۲۴۳	رد قول اہل کتاب و فضل وفائے عہد و فتح عذر
۳۰۳	بیان گستاخی یہود	۲۷۰	شروع قصہ احد	۲۴۵	بیان عادت اہل کتاب مرقسے را از تحریف
۳۰۳	افتراء یہود	۲۷۰	قصہ نصرت بدر	۲۴۵	نفی احتمال معبودیت خویش از انبیاء علیہم السلام
۳۰۵	تسلیہ رسول اللہ ﷺ در تکذیب کفار	۲۷۱	تمتہ قصہ بدر	۲۴۸	ذکر اخذ میثاق از انبیاء علیہم السلام بتصدیق و دیگر رسل
۳۰۵	وعید مکذبین و وعدہ مصدقین	۲۷۲	حکمت واقعہ بالا		
۳۰۶	تعلیم صبر بر مسلمانان در تائیدی از یہود	۲۷۳	عود بقصہ احد	۲۴۸	وعید مخالفت عہد مذکور
۳۰۶	مذمت اہل کتاب در کتمان حق	۲۷۴	امر بعض شعب تقویٰ و نہی از بعض معاصی	۲۴۹	زجر بر ترک اسلام
۳۰۸	وعید فرج بر معصیت	۲۷۵	امر بہ شعب تقویٰ و وعدہ جزائے او	۲۴۹	حاصل حقیقت اسلام
۳۰۸	اثبات سلطنت و قدرت الہیہ	۲۷۷	عود بسوئے قصہ احد و تسلیہ مسلمانان	۲۵۱	عدم قبول غیر اسلام
۳۰۹	دلیل توحید و فضل موحدین کاملین	۲۷۷	تسلی مسلمانان بتقریر دیگر	۲۵۱	بیان مرتدین
۳۱۱	قبول ادعیہ مذکورہ مع علت و تفرق بر علت	۲۷۸	تقویت قلوب بر مشاق	۲۵۲	عدم قبول توبہ بدو ایمان
۳۱۳	انجام بد کفار مع استثناء تائبین عن الکفر	۲۷۸	ملامت بر انہزام	۲۵۲	عدم قبول فدیہ از مطلق کافراں الموت
۳۱۳	مدح مؤمنین اہل کتاب	۲۷۹	تمتہ ملامت بر انہزام	۲۵۳	ترغیب انفاق و آداب آں
۳۱۴	امر بصبر و مصاہرہ و مراطہ تقویٰ مع وعدہ شمر	۲۸۰	ذکر استقلال مخلصین امم سابقہ		
		۲۸۰	ترہیب مؤمنین از قبول مشورہ کفار و منافقین		







۴۷۲	اثبات ملک و مشیت و قدرت برائے حق تعالیٰ	۴۴۴	بشارت اکمال دین	۴۱۳	اہتمام بلیغ و تاکید امتثال احکام
۴۷۵	تسلیم نبی ﷺ در معاملات {	۴۴۴	تتمہ حکم سوم	۴۱۴	ایجاب عدل و اظہار حق
	یہود و منافقین و ذم شاہ {	۴۴۴	حکم چہارم اسباب حلت بعض حیوانات	۴۱۴	ایمان معتبر عند الشرع
۴۷۶	تاکید و تعلیل ذم سابق مع تفریع	۴۴۷	حکم پنجم تحلیل ذبائح کتابی {	۴۱۶	ذم مرتدین
۴۷۸	تقریر و تاکید مضمون سابق		و حکم ششم حلت نکاح کتابیہ {	۴۱۶	ذم منافقین
۴۷۹	ذکر وجوب عمل بتوریت در زمان او	۴۴۸	حکم ہفتم فرضیت وضو	۴۱۷	نہی از مجالس کفار ہنگام تذکرہ کفریات
۴۷۹	حکایت مسئلہ قصاص از توریت {	۴۴۸	حکم ہشتم فرضیت غسل	۴۱۸	تتمہ قبائح منافقین
	کہ حکم سیزدہم باشد از سورت {	۴۴۸	حکم نہم مشروعیہ تیمم	۴۱۹	حکم بست و ششم نہی از موالاة کفار
۴۸۱	ذکر وجوب عمل بانجیل در زمان او	۴۴۹	منت بر تشریع حکم سابق	۴۱۹	سزائے منافقین و جزائے تائبین
۴۸۲	ذکر وجوب عمل بالقرآن علی التابید	۴۴۹	تاکید امتثال احکام شرعیہ	۴۲۰	حکم بست و ہفتم تحقیق جواز و {
۴۸۵	حکم چہار دہم منع مؤمنین از موالاة {	۴۵۱	حکم دہم ایجاب عدل و اظہار حق		تا جواز شکایت و فضل عفو {
	کفار و ذم منافقین بدین موالاة {	۴۵۱	وعدہ و وعید بر اطاعت و مخالفت	۴۲۰	ذم اول یہود
۴۸۶	عدم تضرر اسلام از مرتدین	۴۵۲	تذکیر بعض نعم	۴۲۱	ذم دیگر یہود
۴۸۷	امر بولایت اللہ و رسول و مؤمنین	۴۵۲	حکایت اخذ میثاق از بنی اسرائیل	۴۲۳	بعض احوال و اقوال جہالت یہود
۴۸۹	تتمہ حکم چہار دہم	۴۵۴	حکایت و بال نقض بنی اسرائیل میثاق را	۴۲۳	تتمہ سابق
۴۹۰	جواب استہزاء مذکورہ بیان {	۴۵۵	ذکر بعض ذمائم نصاریٰ	۴۲۵	ایضا تتمہ سابق
	موازنہ بین الطریقین {		خطاب کجج اہل کتاب بترغیب {	۴۲۵	مدح و جزاء مؤمنین
۴۹۲	بعض حال منافقین	۴۵۵	تصدیق رسالت محمدیہ {	۴۲۷	اخبار از نبوت کثیر از انبیاء علیہم السلام {
۴۹۲	بعض حالات یہود	۴۵۷	ابطال عقیدہ الوہیت مسیح علیہ السلام		و اثبات نبوت محمدیہ و وعید منکر {
۴۹۲	نقل قول یہود و نصیح شان	۴۵۸	ابطال دعوی اہل کتاب مرقب خود را	۴۲۹	خطاب عام بوجوب تصدیق رسالت محمدیہ
۴۹۴	ترغیب ایمان اہل کتاب {	۴۵۸	خطاب عام باہل کتاب با تمام {	۴۲۹	خطاب نصاریٰ
	راہد کر برکات او در دارین {		حجت در باب رسالت محمدیہ {	۴۳۰	اقرار عیسیٰ علیہ السلام و ملائکہ {
۴۹۵	ازالہ خوف و تبلیغ	۴۶۰	قصہ مکالمت موسیٰ علیہ السلام {		بعبدیت و اجزائے اقرار و انکار {
۴۹۵	نامقبول بودن طریقہ موجودہ {		و بنی اسرائیل در باب جہاد با عمالہ {	۴۳۱	خطاب عام بتصدیق رسول و قرآن
	اہل کتاب و تسلیم رسول اللہ ﷺ {	۴۶۴	قصہ ہابیل و قابیل	۴۳۲	عود بسوئے میراث
۴۹۷	قانون نجات	۴۶۷	اخبار از تشدید قتل حرام	۴۳۲	اظہار منت و حکمت در شرائع
۴۹۷	عود بسوئے ذکر یہود	۴۶۸	حکم یازدہم حد قطع طریق		سُورَةُ الْمَائِدَةِ
۴۹۸	عود بذکر نصاریٰ و ابطال عقیدہ شاہ	۴۷۱	امر ببطاعت و نہی از معاصی عموماً	۴۳۰	ایجاب امتثال شرائع
۴۹۹	دلیل ابطال الوہیت مسیح	۴۷۱	ضرر کفر	۴۳۰	حکم اول تحلیل و تحریم بہائم
۴۹۹	نہی نصاریٰ از اتباع اسلاف در خلاف حق	۴۷۲	حکم دواز دہم حد سرقت	۴۳۱	حکم دوم تحریم ترک تعظیم شعائر
۵۰۱	ذکر یہود ماضیین	۴۷۲	حکم توبہ سارق	۴۳۳	حکم سوم اسباب تحریم حیوانات



۵۷۹	بیان وظیفہ رسالت و عبدیت	۵۳۸	عود بمسئلہ توحید و رسالت	۵۰۱	ذکر یہود حاضرین
۵۸۰	نہی از مشاومت با کفار	۵۳۹	کیفیت عدم فلاح مشرکین	۵۰۲	ذکر شدت تعصب در یہود و مشرکین و قلت اور بعض نصاریٰ
۵۸۲	جواب اقتراح آیات	۵۴۱	تشبیح بر انکار قرآن	۵۰۵	مدح نومسلمان نصاریٰ
۵۸۳	تسلیہ نبی ﷺ در باب عداوت کفار و آثار او	۵۴۲	جزائے انکار قرآن	۵۰۶	حکم پانزدہم نہی از تحریم حلال
۵۸۳	دلالت قرآن بر نبوت و بیان حال مصدقین و مکذبین	۵۴۲	نقل انکار بعثت و وعید بر آں	۵۰۷	حکم شانزدہم متعلق سوگند
۵۸۶	نہی مؤمنین از اتفاقات بشہات مشرکین در احکام حلال و حرام	۵۴۳	تمتہ سابق	۵۰۸	حکم ہفدہم تحریم خمر و قمار و غیر ہما
۵۸۸	بیان حال اہل حق و اہل باطل و کفایت قرآن در تعیین حق	۵۴۴	عدم اعتداد حیات دنیویہ بمقابلہ حیات اخرویہ	۵۱۰	امر باتثال جمیع احکام
۵۹۰	بیان بعض معاملات الہیہ بانہدین و مبطلین در قیامت و در دنیا	۵۴۵	تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۵۱۰	عدم تاہیم خمر و میسر قبل تحریم
۵۹۳	رد بعض رسوم جاہلیت	۵۴۶	تاکید صبر مامور بضمن تسلیہ سابق	۵۱۱	حکم ہشدم متعلق بصید در احرام
۵۹۵	استدلال بر بطلان تحلیل و تحریم مخرج مذکور	۵۴۷	تعمیم حشر کل خلایق	۵۱۲	تمتہ حکم ہشدم
۵۹۷	مطعومات محرّمہ	۵۴۷	تاکید مضمون صبر و تسلیہ سابق	۵۱۳	بیان مصالح تحریم بعض اشیاء معظمہ
۵۹۷	دفع دخل مقدر بر مضمون سابق	۵۴۸	عود بتوحید و ابطال شرک بعنوان سوال	۵۱۳	تاکید اتثال احکام
۵۹۸	جواب شبہ ناشی از تاخیر عذاب	۵۴۹	ذکر ہلاکت بعض کفار سابقین بترتیب عجیب	۵۱۷	نہی از سوال امور و احکام غیر ضروریہ حال آدم آنا
۵۹۹	جواب شبہ متعلق شرک و تحریم	۵۴۹	ابطال شرک بعنوان سوال دیگر	۵۱۸	حکم نوزدہم ابطال بعض رسوم کفر
۶۰۱	بیان بعض محرمات و قعیہ	۵۵۰	تنبیہ مشرکین بر عذاب و اختصاص آں	۵۱۹	تعدیل در اصلاح غیر
۶۰۳	نزول کتاب بر موسیٰ علیہ السلام و بر رسول اللہ ﷺ	۵۵۱	لوازم و غیر لوازم رسالت	۵۲۱	قصہ شان نزول
۶۰۴	توہیح بر عدم ایمان	۵۵۳	تخصیص طالبین حق بمزید الطاف	۵۲۲	حکم ستم سوگند بر مدعی علیہی باشد یا وارث
۶۰۶	وخامت جمیع اہل ضلالت	۵۵۶	تبلیغ عام معاندین را متعلق توحید و رسالت	۵۲۵	تذکیر ہول قیامت
۶۰۷	قانون جزاء اعمال	۵۵۷	اختصاص قدرت و علم تام و عام بباری تعالیٰ	۵۲۵	عود بحاجہ نصاریٰ بذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۶۰۷	تعیین دارشاد دین حق	۵۵۷	امکان و وقوع بعثت	۵۲۵	و مخاطبت قیامت
۶۰۷	رد تلمیس مشرکین بر مسلمین	۵۵۸	تفصیل امکان و وقوع بعثت	۵۲۷	قصہ نزول مائدہ
۶۰۸	ذکر انعام و ترغیب و ترہیب	۵۵۹	استدلال بر توحید	۵۲۹	تمتہ مخاطبت یوم قیامت بعیسی علیہ السلام
		۵۶۰	نہی از مجالست طاعنین فی الدین بحر ضرورت تبلیغ	۵۳۰	نتیجہ مخاطبات و محاسبات مذکورہ
		۵۶۲	ابطال شرک و اثبات توحید و بعثت	۵۳۱	اثبات ملک و قدرت حق تعالیٰ
		۵۶۳	قصہ احتجاج ابراہیم علیہ السلام بر توحید		<b>سُورَةُ الْاَنْعَامِ</b>
		۵۶۷	تمتہ قصہ مذکورہ	۵۳۲	احقاق توحید و ابطال اشراک مع اشارہ بجزاء آں
		۵۶۹	تقویت حجۃ ابراہیمیہ و تذکرہ انبیاء علیہم السلام	۵۳۳	بیان اعراض و تکذیب کفار و وعید بر آں
		۵۷۱	بحث متعلق نبوت	۵۳۴	بیان عناد کفار عموماً و در رسالت خصوصاً
		۵۷۳	ذم منکرین نبوت	۵۳۴	تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
		۵۷۵	عود بسوئے اثبات توحید	۵۳۶	توحید و معاد
		۵۷۸	ابطال شرک و اثبات توحید		



قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ عَلَيْنَا لَلْأَمْرِ أَهْلًا  
قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِمَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ وَأَنْتُمْ  
قَوْمٌ مُّسْلِمُونَ

كَلَامُ اللَّهِ

مَسَائِلُ السُّلُوكِ رَفَعِ الشُّكُوكَ وَجُودُ الْإِنشَاءِ  
كَلَامُكَ الْمُرُوكَ مَسَائِلُ السُّلُوكِ نَوَازِكُهَا وَالْمَحَا  
(فِي الْعَبِيدِ) (فِي الْمُهَيَّيْدِ) (فِي الْعَبِيدِ)

خبر الأسير القريب من الإفراج عنه من السجن صفا الشريعة والطريقين معروضة حقيقة كالأسير الجريح في الحرب.

لحمیان و برہان کافل حاوی آن طرز و عنوان است، و این مرتبہ حضرت مؤلف علامہ دام ظلہم نظر اصلاحی باہتمام خاص نمودند کہ چوبہ  
مزید بیان است و این جلد اول و ثانی و ثانی و ثانی است، بنا علیہ کتاب مذکور با حسن رعایات و اکمل التزامات مثل وضع متن قرآنی  
مع ترجمہ بین السطور و در اول حصہ صفحہ و اول متن مع تحریر ترجمہ و تقریر تفسیر نقیض امتیاز ما بین ترجمہ و تفسیر بخطوط ہلالیہ و در ویلی حصہ  
و اولی عربیہ و در ویلی حصہ و در پہلوئے ہنوف کتاب مسامیل السلوک و بر ختم ہر جلد مضمون شجرۃ المثانی  
مستقلہ بآں جلد کہ مجموعہ منہج تالیفات اریان و شائقان درک معانی اجمالاً یا تفصیلاً و طالبان

۱۰۸ احقر شبیر علی کہ محتاج مغفرت و رضوان است

مطبخ الله الخدوا في بها هو على علم نركم من وطن  
الحرف من كل مؤلفين القرآن أهنا كطبخ من



## سُورَةُ الْفَاتِحَةِ بِحَمْدِ اللَّهِ

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ إِلَهِكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مری ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

اعانت کی کرتے ہیں بتلا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا راستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے

## مسائل السلوك: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سورة الفاتحه

سائلین کا مقام اِيَّاكَ نَعْبُدُ پر تمام ہو جاتا ہے اس کے بعد اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ سے تمکین کا طالب ہوتا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مرید کی ابتدائی حرکت حمد ہے کیونکہ جب سالک کا نفس مزکی اور اس کا قلب مجلی ہو جاتا ہے پھر اس میں انوار عنایت جو کہ مقام ولایت کا موجب ہے درخشاں ہوتے ہیں تو یہ نفس مزکی طلب (مقصود) کیلئے خالص ہو جاتا ہے۔ پس اپنے اوپر انعامات الہیہ کے آثار کو کامل اور اس کے الطاف کو غیر متناہی دیکھتا ہے سو اس پر وہ حمد کرتا ہے اور ذکر کو اختیار کرتا ہے پس سراپردہ ہائے عزت کے پیچھے سے اس کیلئے رَبِّ الْعَالَمِينَ کے معنی کا حجاب کشوف ہو جاتا ہے اس وقت وہ ماسوی اللہ کو محل فنا میں اور اپنے کو تربیت میں بقا دہندہ کا محتاج دیکھتا ہے پس وہ وحشت اعراض اور ظلمت سکون الی الاغیار سے خلاصی حاصل کرنے کی طلب کیلئے ترقی کرتا ہے پس اس پر درگاہ مقدس کی ہواؤں سے رحمن رحیم کے الطاف کے جھونکے چلتے ہیں پھر وہ سراپردہ ہائے جمال کے آگے سے برق ہائے جلال کی چمک کے واسطے سے مالک حقیقی کی طرف رجوع کرتا ہے پھر وہ مقام لَمِنَ الْمَلَكُوتِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ میں (یعنی مقام توحید میں) بلسان اضطرار پکارتا ہے کہ میں نے اپنا نفس آپ کے سپرد کر دیا اور میں ہمہ تن آپ پر متوجہ ہو گیا اور اس مقام میں پہنچ کر وہ لُجَّہ وصول میں گھس گیا اور مقام عین تک گھس گیا جس سے اس نے نسبت عبودیت کو محقق کر لیا اور کہنے لگا اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور یہاں مقام سالک کی انتہاء ہے (جیسا شروع تقریر میں کہا گیا) کیا سید الخلق وحبیب حق ﷺ کی طرف نظر نہیں کرتے ہو کہ آپ کے اس مقام کو کس طرح اس قول سے تعبیر کیا گیا۔

تفسیر: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مری ہیں ہر ہر عالم کے۔ ف: مخلوقات کی الگ الگ جنس ایک ایک عالم کہلاتا ہے مثلاً عالم ملائکہ عالم انسان عالم جن۔ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ إِلَهِكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ہم جو مالک ہیں روز جزا کے۔ ف: روز جزا سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس میں سب اپنے کئے ہوئے کا بدلہ پادیں گے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں۔ ف: یہ بندے کی طرف سے جناب باری میں خطاب ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ بتلا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا۔

ف: مراد دین کا راستہ ہے۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ ف: مراد دین کا انعام ہے ان انعام والوں کا پتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دوسری جگہ بتلا دیا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں وہ آیت یہ ہے، وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے۔

ف: راہ ہدایت کے چھوڑنے کی وجہ ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ اسکی پوری تحقیقات نہ کرے ضالین سے مراد ایسے لوگ ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ باوجود تحقیقات کے اس پر عمل نہ کرے الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد ایسے لوگ ہیں (کیونکہ اچھی طرح جان بوجھ کر خلاف کرنے میں زیادہ ناراضی ہوا کرتی ہے)۔



سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا اِسْ کے بعد بندہ نے اِنَّا كُنَّا نَسْتَعِينُ سے تمکین کی درخواست کی (جیسا شروع تقریر میں اسکا بھی ذکر ہے) اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ الخ سے بھی (اسی تمکین کا طالب ہوا) اور اس قول سے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تلوین سے پناہ مانگی۔ پس طالب کمال ہو کر اس نے صعود کیا اور کامل ہو کر اس نے رجوع (نزول) کیا اور گویا اسی (لطیفہ) کے سبب نماز کو معراج مومن کہا گیا۔

**اللفات:** قوله تعالى اهدنا هل يعتبر في الدلالة الايصال ام لا فيه اختلاف المتأخرين من اهل اللسان ففريق خصها بالدلالة الموصلة وآخرون بالدلالة على ما يوصل ۱۲ اروح المعاني.

**النحو:** قوله تعالى الحمد لله اللام للاستحقاق كما مثل به عبد الرسول في حواشيه على شرح العوامل لنفسه ۱۲.

**البلاغة:** قوله تعالى الحمد لله ارتفاع الحمد بالابتداء وخبره الظرف الذي هو لله واصله النصب باضماء فعله على انه من المصادر التي تنصبها العرب بافعال مضمرة في معنى الاخبار كقولهم شكرا وكفرا وعجبا ومنها سبحانه ومعاذ الله والعدل بها عن النصب الى الرفع على لا ابتداء للدلالة على ثبات المعنى واستقرار ومنه قوله تعالى قالوا سلاما قال سلام رفع السلام الثاني للدلالة على ان ابراهيم عليه السلام حياهم بتحية احسن من تحيته لان الرفع دال على معنى ثبات السلام لهم دون تجددده وحدوثه قوله تعالى الرحمن الرحيم في الكشف فان قلت فلم قدم ما هو ابلغ من الوصفين على ما هو دونه والقياس الترقى من الادنى الى الاعلى كقولهم فلان عالم نحير وشجاع باسل وجواد فياض قلت لما قال الرحمن فتناول جلائل النعم وعظائمها واصولها اردفه الرحيم كالتسمة والرديف يتناول ما دق منها وما خف ۱۲.

قوله تعالى اياك نعبد واياك نستعين تقديم المفعول لقصد الاختصاص كقوله قل اغفر الله تاملوني اعبد قل اغفر الله ابغى ربا والمعنى نخصك بالعبادة ونخصك بطلب المعونة فان قلت لم عدل عن لفظ الغيبة الى لفظ الخطاب قلت هذا يسمى الالتفات في علم البيان وذلك على عادة افتنانهم في الكلام وتصرفهم فيه ولان الكلام اذا نقل من اسلوب الى اسلوب كان ذلك احسن تطرية لنشاط السامع وايقاظا للاصغاء اليه من اجراءه على اسلوب واحد وقد يختص مواقع بفتاوى ومما اختص به هذا الموضع انه لما ذكر الحقيق بالحمد واجرى عليه تلك الصفات العظام تعلق العلم بمعلوم عظيم الشأن فخطوب ذلك المعلوم ۱۲ كشف.

وفي قوله تعالى اياك نستعين ايجاز حذف ايضا لقصد العموم اى على العبادة وعلى امورنا كلها ۱۲. اتقان قوله تعالى الصراط المستقيم فيه استعارة تحقيقية ۱۲ اتقان. قوله تعالى صراط الذين انعمت بدل من الصراط المستقيم وهو فى حكم تكرير العامل كما قال للذين استضعفوا لمن آمن منهم فان قلت ما فائدة البدل وهلا قيل اهدنا صراط الذين انعمت عليهم قلت فائدة التوكيد والاشعار بان الصراط المستقيم تفسيره صراط المسلمين ليكون ذلك شهادة لصراط المسلمين بالاستقامة على ابلغ وجه واكد.

**اختلاف القراءة:** قوله تعالى مالك يوم الدين وفى قراءة ملك ومعناه ظاهر ۱۲

**الروايات:** سورة الفاتحة مكية عند الاكثر وهو المروى عن على وابن عباس وقتادة واكثر الصحابة ۱۲ اروح المعاني. عن ابن عباس الحمد لله الشكر لله رب العالمين له الخلق كله ۱۲ اتقان.

**حاشية:** (۱) قوله بڑے مہربان الخ بعض لوگوں نے یہ شبہ لکھ کر بھیجا ہے کہ بسم اللہ وغیرہ کے ترجمہ میں ذات باری کی طرف ضمیر جمع کیوں عائد کی حالانکہ ضروری ہے کہ خدا کا نام اس انداز سے لیا جاوے کہ توحید پر دلالت ہو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اول توحی یوں ہی چاہا کہ خدا کا نام تعظیم سے لیا جاوے رہی توحید تو وہ اس قدر مسلم ہے کہ اپنے عنوانات میں ایسے امور کے ملحوظ رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں دوسرے یہ کہ کلام مجید میں خدا تعالیٰ نے اپنے لئے جا بجا صیغہ جمع ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وغیرہ وغیرہ اور ایک مقام پر خطاب کے موقع پر بھی فرماتے ہیں رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا اس آیت میں مجملہ دیگر تفاسیر کے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بنا بر تعظیم بصیغہ جمع باری تعالیٰ کو خطاب ہے ۱۲ بیان (یہ بیان ایک مختصر مجموعہ ہے احقر کی بعض تقریرات کا جو میرے ہمشیرہ زادہ عزیز مولوی سعید احمد مرحوم نے مجھ سے تفسیر کے مختلف مقامات پڑھتے وقت ضبط کر لی تھیں مگر ان کی وفات ہو جانے سے اس کی تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ اشرف علی) (۲) عرض کیا گیا کہ سورۃ فاتحہ کی آیات میں تقریر ربط کیوں نہیں فرمائی گئی۔ ارشاد فرمایا کہ اس سورت کی آیات میں ربط ظاہر بھی ہے نیز تفسیر لکھتے وقت ابتداء میں تقریر ربط کا التزام بھی ذہن میں نہ تھا جیسے دیگر التزامات بھی نہ تھے جوں جوں تفسیر لکھتا گیا ضرورتیں محسوس ہوتی گئیں التزامات بڑھتے گئے چنانچہ تقریباً تمام التزامات کا اہتمام سورۃ مائدہ سے شروع ہوا۔



## سُورَةُ الْبَقَرَةِ مكية ۲۸۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۚ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے

يُنْفِقُونَ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۚ

اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں

## سورة البقرة:

سورة فاتحہ سے اس سورت کا ربط یہ ہے کہ اس میں راہ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے اس پر چلو۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی۔ شاید رسول اللہ ﷺ کو بتلادیا گیا ہو کیونکہ اللہ و رسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا۔ اس لئے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہ چاہئے۔ ذَلِكِ الْكِتَابُ لِمَن يَهْتَدِي ۚ اَلَيْسَ بِكِتَابٍ اَلَيْسَ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ ۚ یعنی قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کے مناجاب اللہ ہونے میں کچھ شک نہیں۔ مطلب یہ کہ یہ بات واقع میں یقینی ہے گو کوئی نا فہم اس میں شبہ رکھتا ہو کیونکہ یقینی بات کسی کے شبہ کرنے سے بھی حقیقت میں یقینی ہی رہتی ہے۔

## صفات مومنین:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۚ راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔ ۚ کیونکہ جس کو خوف خدا نہ ہو وہ قرآن کا بتلایا ہوا طریقہ نہیں دیکھتا۔ اَلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر۔ ۚ (غیب کے معنی) یعنی جو چیزیں ان کے حواس و عقل سے پوشیدہ ہیں صرف اللہ و رسول کے فرمانے سے ان کو صحیح مان لیتے ہیں۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ اور قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ ۚ قائم رکھنا یہ ہے کہ اس کو پابندی سے ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اس کے شرائط اور ارکان کو پورا پورا بجالاتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۚ یعنی نیک کاموں میں۔ اَلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ

یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں ۚ (پہلی کتابوں کے ماننے کے معنی) مطلب یہ کہ ان کا ایمان قرآن پر بھی ہے اور پہلی کتابوں پر بھی ہے مثل توریت و انجیل کے۔

مسئلہ: ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں عمل کرنا دوسری بات ہے۔ پس جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہیں سب کو سچا سمجھنا فرض اور شرط ایمان ہے یعنی یوں سمجھ کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نازل فرمائی تھیں وہ صحیح ہیں۔ خود غرض لوگوں نے جس قدر اس میں تبدل و تغیر کر دیا وہ غلط ہے۔ رہ گیا عمل سو وہ صرف قرآن پر ہوگا پہلی کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں اس لئے ان پر عمل جائز نہیں۔ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔

مسائل السلوك: سورة البقرة قوله تعالى وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ ہم نے ان کو جو انوار معرفت عطا فرمائے ہیں وہ ان کا طالبین پر افادہ کرتے ہیں۔ قوله تعالى اَلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ اسی پر یہ قیاس کیا جاوے گا کہ اعتقاد تو تمام مشائخ اہل حق کے ساتھ ایسا ہی رکھنا چاہئے جیسے اپنے شیخ کے ساتھ البتہ اتباع صرف اپنے شیخ کا ہوتا ہے۔ جیسا بعینہ یہی حکم ہے انبیاء علیہم السلام میں۔

اللفظ: الریب مصدر رابى اذا حصل منك الریبة وحقیقة الریبة قلق النفس واضطرابها ومنه حدیث الکذب ریبة لانه مما یقلق له النفس ولا تستقر وكونه صادقا مما تطمئن له وتسكن ومنه ریب الزمان وهو ما یقلق النفوس وبشخص بالقلوب من نوابہ ۱۲۔ المتقی اسم فاعل من قولهم وقاه فاتقى والوقایة فرط الصیانة ویکون من الخوف فاستعمل فیہ کما فی قوله تعالى الا ان تتقوا



منهم تقاة وقوله تعالى اتقوا الله ۱۲ كشف.

**البلاغۃ:** قوله تعالى ولا الضالين فان قلت لم دخل لا في ولا الضالين قلت لما في غير من معنى النفي كأنه قيل لا المغضوب عليهم ولا الضالين وتقول انا زيدا غير ضارب مع امتناع قولك ان زيدا مثل ضارب لانه بمنزلة قولك انا زيدا لا ضارب فيه تائيد لكون لفظة غير بمعنى لا وجه التائيد انه لو لم يكن بمعنى لا لم يجز تقديم معمول ما اضيف اليه عليه مع انه ليس كذلك ۱۲ وقوله تعالى ذلك الكتب الاشارة بذلك للتعظيم ۱۲ جلالين. والطف الوجوه في كون الاشارة للبعد ان البقرة مدنية واكثر من فيها اليهود وقد اخبروا في التوراة بنزول هذا القرآن فاشير بذلك الى ذاك الكتاب الموعود ولما كان ذكره وخبره قد مضى اختار البعيد كذا بلغنى عن مولانا رشيد احمد المحدث الكنگوہى دام فيضهم. هدى للمتقين فيه ايجاز للتقدير اى الضالين الصائرين بعد الضلال الى التقوى وفيه ايضا من انواع الحذف الاكتفاء وهو ان يقتضى المقام ذكر شيئين بينهما تلازم وارتباط فيكتفى باحدهما عن الآخر لثلاثة والتقدير هدى للمتقين وللكافرين وبؤيده قوله هدى للناس قلت هو على بعض التفاسير ومنه يؤمنون بالغيب. اى والشهادة لان الايمان بكل منهما واجب والثر الغيب لانه امدح ولانه يستلزم الايمان بالشهادة من غير عكس ۱۲ من اتقان لسيوطى.

**الروايات:** اخرج احمد والترمذى وحسنه وابن حبان في صحيحه عن عدى بن حاتم قال قال رسول الله ﷺ ان المغضوب عليهم هم اليهود وان الضالون النصارى ۱۲ اتقان. والتوفيق بين تفسير رسول الله ﷺ وبين تفسير الماتن انه لما كان الغالب على اليهود وصفة المكابرة والعناد جعلهم رسول الله ﷺ مصداق قوله تعالى المغضوب عليهم ولما كان الغالب على النصارى صفة الجهل جعلهم رسول الله ﷺ مصداق قوله تعالى الضالين ۱۲. سورة البقرة وهى مدنية ۱۲ روح المعانى. فى لباب النقول اخرج الفريابى وابن جرير عن مجاهده قال اربع آيات من اول البقرة نزلت فى المؤمنين وآيات فى الكافرين وثلاث عشرة آية فى المنافقين اه قوله تعالى الم قال البغوى عن ابى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه فى كل كتاب سر وسر الله تعالى فى القرآن اوائل السور وقال على رضى الله عنه ان لكل كتاب صفوة وصفوة هذا الكتاب حروف التهجى وحكاة الشعلى عن ابى بكر وعن على وكثير وحكاة السمرقندى عن عمر

وعثمان وابن مسعود رضى الله عنهم ۱۲ مظهرى. عن ابن عباس لا رب فيه لاشك فيه ۱۲. للمتقين للمؤمنين الذين يتقون الشرك ويعملون بطاعتى يؤمنون يصدقون عن ابن عباس يقيمون الصلوة اتمام الركوع والسجود والتلاوة والخشوع والاقبال عليها فيها ۱۲ اتقان.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله ذرني والول كواقول لعلنى هذا يكون التقوى على معناه الحقيقى وحاصله الخوف الذى يكون قبل الايمان وهو يدعو الى الايمان ويؤيد تفسير التقوى به ايراده فى مقابلة الاستغناء فى قوله تعالى فاما من اعطى واتقى الآية فحاصل التقوى الاهتمام وحاصل الاستغناء علم الاهتمام وهذا من المواهب والحمد لله المنعم الواهب ۱۲.

حاشية: (۱) شايد كلفظ اس لئے بڑھا ديا كه علماء كے اس باب میں مختلف الاقوال ہیں۔ رہا ایک قول پر یہ شبہ كه جب حضور كہ بھی یقین نہیں بتلایا تو انزال كلام سے کیا نفع ہوا۔ تو اس كا جواب یہ ہے كه خاص نفع كے انتفاء سے مطلق نفع كا انتفاء لازم نہیں آتا۔ ممكن ہے كه علاوہ تعلیم نبوی كے اس میں اور كوئی نفع ہوا۔ اگر وہ نفع ہم كو معلوم نہ ہو تو ہمارے نہ جان سكتے سے عدم وجود لازم نہیں آتا ۱۲ تبیان۔

(۲) مقصود اس سے بیان عذر ہے مقطعات كے كچھ معنے نہ لكھنے كا كيونكه اس باب میں علماء كا اختلاف ہے كه مقطعات تشابہات میں داخل ہیں یا نہیں اور فرمایا كه تشابہات میں جو علماء كا اختلاف ہے وہ اختلاف واقع میں لفظی ہے حقیقی نہیں كيونكه جو لوگ علم كى نفی كرتے ہیں وہ تفسیر یعنی تعین مراد كے درجہ میں نفی كرتے ہیں اور جو لوگ اثبات علم كرتے ہیں وہ تاویل یعنی احتمال مراد كے درجہ میں ثابت كرتے ہیں پس جس درجہ كے یہ نافی ہیں اس كے وہ مثبت نہیں اور جس درجہ كو وہ ثابت كرتے ہیں اس كى یہ نفی نہیں كرتے ۱۲ تبیان

(۳) اى حاصل له التيقن (المصدر المجهول) الذى هو صفة سواء فيه راب احدا لا لان كون احدا رائبا فى امر لا يستلزم كون ذلك الامر غير متيقن فى الواقع ۱۲ تبیان.

(۴) تقوى سے لغوی معنی مراد لئے ہیں پس اب وہ مشہور اعتراض وارد نہیں ہوتا نہ ان تكلف كے جوابوں كى ضرورت اور یہ بھی ممكن ہے كه تقوى سے اصطلاحى تقوى مراد لیا جاوے مگر عند التحكم اور معنی یہ ہونگے كه جو لوگ وقت التحكم متقی ہیں ان كو یہ تقوى اس كلام كى وجہ سے حاصل ہوا پس متقی میں مجاز نہ ہوگا ۱۲ تبیان

(۵) یعنی غیب سے مراد ما غاب عنا ہے اصطلاحى معنی نہیں كيونكه اصطلاح میں غیب اس كو كہتے ہیں جس پر كوئی دلیل بھی قائم نہ ہو اور ظاہر ہے كه ايمان اسى چیز پر ہوگا جو كسى دليل سے ثابت ہو ۱۲ تبیان۔



أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ

بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر۔ جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب۔ بیشک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں

لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَمَّ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ

وہ ایمان نہ لاویں گے۔ بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے سزا بڑی ہے۔ اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں

مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَهُمْ يَكْفُرُونَ ۝ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ

جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر ملامت لگا دیا اللہ ان کے ایمان والے نہیں، چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے چکے ہیں اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے

وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يُمَارِقُونَ إِيَّاهُ هَاهُنَا وَإِيَّاهُنَا يَكُونُونَ

اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے سو اللہ بھی بڑھا دیا اللہ نے ان کو مرض ایمان کے لئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے

نہ ہو۔ یہاں اگر ان لوگوں کو فائدہ نہ ہوگا نہ ہو رسول مقبول ﷺ کو تو فائدہ ہوگا کہ اداۓ پیغام کا ثواب ملے گا پھر عبت کیسے ہوا۔

تنبیہ: شقی ازلی کا کفر میں معذور نہ ہونا کوئی یوں نہ سمجھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت یوں خبر دی اور خدا تعالیٰ کی خبر کے خلاف واقع ہونا محال ہے تو اب ایمان نہ لانے میں ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ یہ فرمانا تو ایسا ہے جیسے طبیب حاذق کسی مریض مبتلاۓ دق کی نسبت کہے کہ اس کی دق درجہ چہارم میں پہنچ گئی ہے یہ اب اچھا نہ ہوگا سو ظاہر ہے کہ وہ مریض اس طبیب کے اس کہنے سے مدقوق نہیں ہو گیا مدقوق تو اپنی کسی بے احتیاطی کے سبب پہلے سے ہے بلکہ طبیب کا یہ کہنا خود اس کے مدقوق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ اس کافر کا ناقابل ایمان ہونا اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے سے نہیں ہوا بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا اس کافر کے ناقابل ایمان ہونے کی وجہ سے واقع ہوا ہے اور ناقابل ایمان ہونے کی صفت خود اس کی شرارت و عناد و مخالفت حق کے سبب پیدا ہوئی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب آدمی کسی کی مخالفت پر آمادہ و کمر بستہ ہو جاتا ہے اور ہر وقت اسی کی کوشش میں رہتا ہے تو صلاحیت و استعداد موافقت و مصالحت کی کھتی جاتی ہے حتیٰ کہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں اس کی پیدائش کے ساتھ استعداد قبول حق کی رکھی ہے جیسا حدیث میں آگیا ہے مگر یہ شخص خود اپنی ہوائے نفسانی و خود غرضی کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتا ہے حتیٰ کہ ایک روز وہ استعداد فنا ہو جاتی ہے اس وقت وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ طبیب روحانی یوں کہہ سکے کہ اب یہ حق کو قبول نہ کرے گا کیونکہ اس کی استعداد درست نہیں رہی۔ پس اب اس میں کوئی

تفسیر: أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۝ (۱) یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب ف: یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ نعمت ملی کہ راہ حق نصیب ہوئی، اور آخرت میں یہ دولت نصیب ہوگی کہ ہر طرح کی کامیابی ان کے لئے ہے۔ یہاں تک ان لوگوں کا ذکر تھا جو زبان اور دل سے قرآن اور دین کو مانتے ہیں۔ آگے ان لوگوں کا بیان فرماتے ہیں جو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے ایسے لوگ اصطلاح قرآن میں کافر کہلاتے ہیں۔

خصال کافرین:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لاویں گے۔ ف: شقی ازلی کو نصیحت نافع نہ ہونا یعنی کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ کافر تو بہت سے ایمان لے آتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب کافروں کا بیان نہیں ہے بلکہ خاص ان کافروں کا ذکر ہے جنکی نسبت خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا اور اس آیت سے یہ غرض نہیں کہ انکو عذاب الہی سے ڈرانے اور احکام سنانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو رسول مقبول ﷺ کا خاص منصبی کام تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی فکر نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ ہوں ان کے ایمان لانے کی امید نہیں۔ (شقی ازلی کو نصیحت کرنے کا فائدہ) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر ایسوں کو احکام سنانا عبت ہو تو عبت فعل رسول مقبول ﷺ کو کیوں سپرد ہوا۔ بات یہ ہے کہ عبت اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی فائدہ



اشکال عقلی نہ رہا۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ  
بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی  
آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے سزا بڑی ہے **ف**: اس میں بھی کوئی شبہ کی  
بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب خود ان کے حواس کو موقوف کر دیا تو پھر وہ معذور  
ہونگے۔ بات یہ ہے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے شرارت و عناد کر  
کے باختیار خود اپنی استعداد برباد کر لی ہے سو اس بتا ہی استعداد کے کاسب و  
فاعل تو وہ خود ہی ہیں مگر چونکہ بندوں کے جمیع افعال کا خالق اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
ہے اس لئے اس آیت میں اپنے خالق ہونے کا بیان فرما دیا کہ جب وہ بتا ہی  
استعداد کے فاعل ہوئے اور اس کو بقصد خود اختیار کرنا چاہا ہم نے بھی وہ بد  
استعدادی کی کیفیت ان کے قلوب وغیرہا میں پیدا کر دی۔ بند لگانے سے  
اسی بد استعدادی کا پیدا کرنا مراد ہے۔ سو یہاں بھی ان کا یہ فعل اس خَتَمَ کا  
سبب ہوا۔ ختم الہی اس فعل کا سبب نہیں ہوا۔ پس ان کی معذوری کی کوئی وجہ  
نہیں۔ **ف**: مثال استعداد بامر تکوینی اس فرمانے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی  
امیر کریم نے براہِ ترحم کسی مفلس کی سو روپیہ تنخواہ مقرر کر دی ہو مگر وہ ناقدر  
شناس جب وہ سو روپے آتے ہیں فوراً ہی ان کو کسی کنوئیں یا دریا میں پھینک آتا  
ہے جس میں نہ اس کے کام آویں نہ دوسروں کے اس امیر نے چند بار اس  
نامعقول حرکت سے منع بھی کیا مگر اس نے ایک نہ سنی اور نہ امید رہی کہ وہ  
مانے گا۔ چونکہ ایسے شخص کو روپیہ دینے سے کوئی بھی فائدہ نہ دیکھا اس لئے  
اس نے وہ تنخواہ بند کر لی اور افسوس ہے کہ اس شخص کو اس تنخواہ بند کرینکا بھی  
کچھ غم و افسوس نہ ہوا نہ اسنے کچھ معذرت کی۔ اسوقت وہ امیر اپنی رعایا کو  
اطلاع دینے کے لئے کہے کہ اس نمک حرام نے ہمارے عطیہ کی جب ایسی  
بے قدری کی ہم نے بھی وہ تنخواہ بند کر لی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس مثال میں  
مور و ملامت وہی نمک حرام ہو گا نہ آقائے کریم۔ اسی طرح اس مضمون کو سمجھ  
لینا چاہئے۔ توضیح حقیقت خلق و فعل بمثال اب فعل و خلق کی حقیقت اور ان  
میں جو فرق ہے اس کو دریافت کرنا ضرور ہے اس کو ایک محسوس مثال میں سمجھو  
کہ ایک بڑا بھاری پتھر ہے کہ زید جو کہ آقا ہے اس کو تنہا آسانی سے اٹھا سکتا  
ہے مگر عمرو جو کہ غلام ہے اس سے ہلتا تک بھی نہیں۔ زید نے عمرو سے کہا کہ  
اس پتھر کا اٹھانا ہمارے قانون میں جرم ہے اور گواہ کو کوئی اٹھا نہیں سکتا مگر ہم  
نے امتحان کے لئے اپنا معمول مقرر کیا ہے کہ جو اس کے اٹھانے کے ارادہ  
سے اس کو ہاتھ لگاتا ہے ہم اٹھا دیتے ہیں مگر یہ اٹھانا اس کی طرف بایں وجہ  
منسوب کیا جاتا ہے کہ اس نے ارادہ کیوں کیا جس پر ہمارا اٹھانا مرتب ہوا اگر  
وہ ارادہ نہ کرتا تو ہم اس پتھر کو نہ اٹھاتے اور وہ مجرم نہ قرار دیا جاتا۔ غرض زید

کے اس قانون اور معمول پر مطلع ہونے کے بعد عمرو نے پتھر کے پاس پہنچ کر  
اس کو بارادہ اٹھانے کے ہاتھ لگایا اور اٹھانے پر آمادہ ہوا۔ زید نے حسب  
اپنے معمول کے فوراً وہ پتھر اٹھا دیا۔ اب ظاہر ہے کہ ہر عاقل اس صورت  
میں عمرو ہی کو مجرم قرار دے گا زید کسی قسم کا الزام نہیں رکھ سکتا۔ بس اسی طرح  
حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندے کو ارادہ و قوت کسب عطا فرمائی مگر وہ ایجاب  
فعل کے لئے کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا معمول مقرر کیا ہے کہ جب بندہ  
کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس فعل کو پیدا کر دیتا ہے پس مطابق  
مثال مذکور جو کچھ اعتراض ہے بندہ پر ہے اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ منزہ و پاک  
ہے۔ دفع شبہ قبح خلق بقیاس قبح فعل اگر یہ شبہ ہو کہ قبح کا فاعل ہونا اگر قبح  
ہے تو خالق ہونا بھی قبح ہونا چاہئے۔ اس کا حل یہ ہے کہ یہ قیاس غلط ہے۔  
فعل قبح اس لئے قبح ہے کہ اس میں مقاصد غالب ہیں اور اس کے فعل میں  
کوئی حکمت و اتعینہ صحیحہ نہیں بخلاف خلق قبح کے کہ اس میں ہزاروں مصلحتیں  
اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ البتہ ان حکمتوں کا مفصل علم ہر ایک کو نہیں ہوتا مگر کسی  
شے کے علم نہ ہونے سے اس کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا۔ فعل قبح میں حکمت  
نہ ہونے اور خلق قبح میں حکمت ہونے کے لئے صرف یہ اجمالی دلیل کافی  
ہے کہ اللہ تعالیٰ باتفاق اہل عقل و نقل حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی  
نہیں ہوتا اور فعل قبح کو اس نے منع کیا ہے تو ضرور فعل قبح خالی از حکمت ہے  
اسی واسطے حکیم نے منع کر دیا اور خلق قبح خود ان کا فعل ہے تو ضرور اس خلق  
میں کوئی حکمت ہوگی اسی لئے اس کو اختیار کیا۔ اس فرق کے دریافت کرنے  
سے بہت سے شبہات بآسانی دفع ہو جاتے ہیں۔ دفع شبہ تاثیر ارادہ در  
افعال عبد اگر یہ شبہ ہو کہ اگرچہ خلق قبح ارادہ عبد پر مرتب ہے اور اس لئے  
خالق پر الزام نہیں مگر اس فعل کے ساتھ جو ارادہ خداوندی کا تعلق ہے وہ تو  
ارادہ عبد پر مرتب نہیں بلکہ ارادہ عبد خود اس پر مرتب ہے تو اب اشکال پھر عود  
کر آوے گا۔ سو یہ شبہ بھی اسی تقریر بالا سے جو عنقریب مذکور ہوئی زائل ہو گیا  
کیونکہ وہ ارادہ خداوندی مشتمل ہزاراں ہزار مصالح پر ہے اس لئے وہ قبح  
نہیں بخلاف فعل عبد کے کہ بوجہ مفاسد کے قبح ہے۔ دفع شبہ نفی اختیار عبد  
اگر یہ شبہ ہو کہ گوارادہ و خلق خداوندی میں کوئی قباحیت نہیں لازم آئی مگر بندہ  
کا غیر مختار ہونا تو لازم آگیا۔ تو اس کا دفع یہ ہے کہ ارادہ خداوندی خاص اس  
طریق سے متعلق ہوا ہے کہ بندہ باختیار خود یہ فعل کرے گا سو اختیار عبد تو اور  
زیادہ مؤکد و ثابت الوجود ہو گیا یہ نہیں کہ مسلوب و معدوم ہو گیا ہو جیسا خود  
ارادہ خداوندی افعال خداوندی کے ساتھ یقیناً متعلق ہے اور پھر بھی باتفاق  
اہل ملت اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں غیر مختار نہیں ہے۔ پس بفضلہ تعالیٰ سب



کا جھوٹا دعویٰ کیا کرتے تھے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى يُخَذُّعُونَ اللَّهَ وَالدِّينَ امْنًا اس میں اشارہ ہے کہ اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا (مثلاً عداوت و مخادعت وغیرہ) ایسا ہی ہے جیسے حق تعالیٰ کے ساتھ کرنا۔ قوله تعالى فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اس میں اثبات ہے امراض قلب کا اور وہ معاصی ہیں جیسا حضرات صوفیہ کے اطلاقات میں شائع ہے۔

**اللفظ:** المفلح الفائز بالبعية كانه الذي انفتحت له وجوه الظفر ولم تستغلق عليه والمفلج بالجيم مثله ومنه قولهم للمطلقة استقلجى بامرک بالحاء والجيم والتركيب دال على معنى الشق والفتح وكذلك اخواته في الفاء والعين نحو فلق وقلذ وفلى ۱۲ کشاف. الختم والکتم اخوان ۱۲ کشاف. يخذعون الله الخدع ان يوهم صاحبه خلاف ما يريد به من المكروه من قولهم ضرب خادع وخدع اذا امر الحارث يده على باب حجره او همه اقباله عليه ثم خرج من باب آخر ۱۲ کشاف.

**النحو:** قوله سواء عليهم سواء اسم بمعنى الاستواء وصف به كما يوصف بالمصادر ومنه قوله الى كلمة سواء وارتفاعه على انه خبر لان وا انذرتهم في موضع المرتفع به على الفاعلية كانه قيل ان الذين كفروا مستو عليهم انذارك وعدمه كما تقول ان زيدا مختصم ابوه وابن عمه او يكون انذرتهم ام لم تنذرهم في موضع الابتداء وسواء خبرا مقدما بمعنى سواء عليهم انذارك وعدمه والجملة خبر لان فان قلت كيف صح الاخبار عن الفعل قلت هو من جنس الكلام المهجور فيه جانب اللفظ الى جانب المعنى وقد وجدنا العرب يميلون من مواضع من الكلام مع المعاني ميلا بنيا من ذلك قولهم لا تاكل السمك وتشرب اللبن معناه لا يکمن منک اكل السمك وشرب اللبن وان كان ظاهر اللفظ على ما لا يصح من عطف الاسم على الفعل والهمزة وام مجردتان لمعنى الاستواء وقد انسلخ عنهما معنى الاستفهام رأساً ومعنى الاستواء استوائهما في علم المستنهم عنهما لانه قد علم ان احد الامرین کائن اما الانذار واما غده ولكن لا بعينه وكلاهما معلوم بعلم غير معين فان قلت ما موقع لا يؤمنون قلت اما ان يكون جملة مؤكدة لجملة قبلها او خبرا لان والجملة قبلها اعتراض ۱۲ کشاف.

**البلاغة:** قوله اولئك على هدى وفي اسم الإشارة التي هو اولئك ايدان بان ما يرد عقبيه فالمدكورون قبله اهل لا یتسابه من اجل النخصال التي عدت لهم ومعنى الاستيلاء في قوله على هدى مثل لتمكنهم من الهدى واستقرارهم عليه وتمسكهم به حيث شبهت حالهم بحال من اعتلى الشئ ورکبه ونحوه هو على

اشکالات متعلق تقدیر کے رفع دفع ہو گئے مگر فہم و انصاف و طلب حق شرط ہے۔ قطع شبہات متعلق تقدیر بتقریر مختصر شافی۔ یہ تفصیل اس شخص کی رعایت سے لکھی گئی ہے جس کو از خود شبہ پیدا ہو جاوے ورنہ خالی الذہن کے لئے اس تفصیل کی حاجت نہیں اسی طرح اس تفصیل کے بعد بھی جس کو دوسرے آوے اس کو بھی آگے تفتیش جائز نہیں بلکہ ان دونوں قسم کے شخصوں کے لئے اجمالاً اس قدر اعتقاد کر لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک کو بحیثیت مالک ہونے کے اپنے ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار کامل حاصل ہے، جیسے کوئی شخص کسی قطعہ زمین میں کوئی مکان بناوے جس میں مختلف درجات ہوں کسی حصہ میں اپنی نشست گاہ بنائے جس کو ہزاروں آلات و فروش سے آراستہ کرے دوسرے حصہ میں پاخانہ بناوے جہاں سیکڑوں من نجاست روزمرہ ڈالی جاوے۔ پاخانہ یہ سوال نہیں کرتا کہ میں نے کیا جرم کیا تھا جو اس سزا کا مستحق ہوا اور فلاں حصہ زمین نے کیا انعام کا کام کیا تھا جو اس عنایت کا مورد بنا۔ ہر عاقل اس سوال کا جواب یہی دیکھا کہ مالک کو اختیار ہے۔ یہاں پہنچ کر ان لوگوں کا بھی ذکر ختم ہو گیا جو قرآن و دین کو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے۔ اب آگے ان لوگوں کا بیان آتا ہے جو کسی مصلحت یا دباؤ کے سبب زبان سے مانتے تھے مگر دل سے بالکل نہ مانتے تھے ایسے لوگوں کو شریعت کے محاورہ میں منافق کہا جاتا ہے۔

احوال منافقین:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں ہ: بلکہ يُخَذُّعُونَ اللَّهَ وَالدِّينَ امْنًا چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے چکے ہیں ہ: یعنی محض چالبازی کی راہ سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ہ: یعنی اس چالبازی کا انجام بد خود اپنے ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَإِنَّهُمْ لِلَّهِ مَرْضَاءٌ ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے سواور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرض ہ: مرض میں ان کے بد اعتقادی و حسد اور ہر وقت کا اندیشہ و خلیجان سب آگیا۔ چونکہ اسلام کو روزانہ رونق ہوتی جاتی تھی اس لئے ان کے دلوں میں ساتھ ساتھ یہ امراض ترقی پاتے جاتے تھے۔ وَكَهَمُّ عَذَابِ الْيَوْمِ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اسوجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ ہ: یعنی ایمان



انكار لما ادعوه وكان اصله وما آمنوا حتى يطابق قولهم في تصريح  
 الفعل دون الفاعل لكنه عكس مبالغة في التكذيب لان اخراجهم  
 من المؤمنين ابلغ من نفي الايمان في ماضى الزمان ولذلك اكد  
 النفي بالباء ۱۲ مظهرى. فان قلت قلت يحتمل ان يراد التقليد ويترك لدلالة  
 وهو مقيد فى الاول قلت يحتمل ان يراد التقليد ويترك لدلالة  
 المذكور عليه وان يراد بالاطلاق انهم ليسوا من الايمان فى شئ  
 قط لامن الايمان بالله وباليوم الآخر ولا بغيرهما ۱۲ كشف. قوله  
 تعالى يُخَذِّلُكَ اللَّهُ فان قلت كيف ذلك ومخادعة الله والمؤمنين  
 لاتصح لان العالم الذى لاتخفى عليه خافية لا يخدع والحكيم  
 الذى لا يفعل القبيح لا يخدع والمؤمنون وان جاز ان يخدعوا لم  
 يخبر ان يخدعوا قلت كانت صورة صنعهم مع الله تعالى حيث  
 يتظاهرون بالاتيان وهم كافرون صورة صنع الخادعين وصورة  
 صنع الله معهم حيث امر اجراء احكام المسلمين عليهم وهم عنده  
 فى اعداد شرار الكفرة واهل الدرك الاسفل من النار صورة صنع  
 الخادع وكذلك صورة المؤمنين معهم حيث امثلوا امر الله  
 فيهم فاجروا احكامهم عليهم ۱۲ من كشف. قلت ولا يبعد ان يقال  
 بتقدير همزة الاستفهام للانكار والتوبيخ والمعنى يخادعون الله  
 فارتفع الاشكال راسا واساساً قوله تعالى وما يخدعون الا  
 انفسهم فان قلت ما المراد بقوله وما يخدعون الا انفسهم قلت  
 يراد وما يعاملون تلك المعاملة المشبهة بمعاملة الخادعين الا  
 انفسهم لان ضررها يلحقهم ومكرها يحق بهم كما تقول فلان  
 يضار فلانا وما يضار الا نفسه ۱۲ من كشف.

**الكلام** قوله تعالى اولئك هم المفلحون المراد به الفلاح  
 الكامل المستفاد من الاطلاق فالحصر للفلاح المطلق لا مطلق الفلاح  
 فلا ينافى فلاح المخلين بالاعمال فلا حجة فيه للمعتزلة كما فى المظهرى  
 تمسك المعتزلة بان الحصر تدل على خلود مركب الكبيرة فى النار  
 ورد بان المراد المفلحون الكاملون فى الفلاح ويلزم منه عدم كمال  
 الفلاح لمن ليس مثلهم لا عدم الفلاح مطلقاً ۱۲ قوله تعالى ختم الله الآيات  
 فى الآية رد على المعتزلة حيث نفوا اسناده الى الله تعالى الا مجازاً فان  
 الاصل فى الاسناد هو الحقيقة حيث لا صارف ولا صارف ۱۲.

**الروايات:** اخرج ابن جرير من طريق ابن اسحق عن محمد بن  
 ابي محمد عن عكرمة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فى قوله ان  
 الذين كفروا الآيتين انهما نزلتا فى يهود المدينة واخرج عن الربيع  
 بن انس قال آيتان نزلتا فى قتال الاحزاب ان الذين كفروا الى قوله  
 عذاب عظيم ۱۲ الباب. عن ابن عباس ختم الله على قلوبهم  
 طبع عليها ۱۲ اتقان. عن ابن عباس مرض نفاق عذاب اليم نكال  
 موجه يكذبون بيدلون يحرفون ۱۲ اتقان.

الحق وعلى الباطل وقد صرحوا بذلك فى قولهم جعل الغواية  
 مكرها وامتطى الجهل واقتعد غارب الهوى. ونكر هدى ليفيد ضرباً  
 مبهماً لا يبلغ كنهه ولا بقادر قدره كانه قيل على اى هدى كما تقول  
 لو ابصرت فلانا لا بصرت رجلاً. وفى تكرير اولئك تنبيه على انهم  
 كما ثبتت لهم الاثرة بالهدى فهى ثابتة لهم بالفلاح فجعلت كل  
 واحدة من الاثرتين فى تميزهم بها عن غيرهم فان قلت لم جاء مع  
 العاطف وما الفرق بينه وبين قوله تعالى اولئك كالانعام بل هم  
 اضل اولئك هم الغافلون قلت قد اختلف الخبر ان ههنا فلذلك  
 دخل العاطف بخلاف الخبرين ثمه فانهما متفقان لان التسجيل  
 عليهم بالغفلة وتشبيههم بالبهائم شئ واحد فكانت الجملة الثانية  
 مقررة لما فى الاولى فهى من العطف بمعزل ۱۲ كشف. قوله تعالى  
 ان الذين كفروا الآية. فان قلت لم قطعت قصة الكفار عن قصة  
 المؤمنين ولم تعطف كنحو قوله ان الابرار لفى نعيم وان الفجار لفى  
 جحيم وغيره من الآى الكثيرة قلت ليس وزان هاتين القصتين وزان  
 ما ذكرت لان الاولى فيما نحن فيه مسوقة لذكر الكتاب وانه هدى  
 للمتقين وسبقت الثانية لان الكفار من صفتهم كيت كيت فبين  
 الجملتين تبائن فى الغرض والاسلوب وهما على حد لا مجال فيه  
 للعاطف ۱۲ كشف. والتعريف فى الذين كفروا يجوز ان يكون  
 للعهد ويراد بهم ناس باعيانهم كابى لهب وابى جهل والوليد بن  
 المغيرة واضرابهم وان يكون للجنس متناولاً كل من صمم على كفره  
 تصميماً لا يرعوى بعده ودل على تناوله للمصيرين الحديث عنهم  
 باستواء الانتذار وتركه ۱۲ كشف. فان قلت ما معنى الختم على  
 القلوب والاسماع وتغشية الابصار قلت لا ختم ولا تغشية ثمه على  
 الحقيقة وانما هو من باب المجاز ويحتمل ان يكون من كلا نوعيه  
 وهما الاستعارة والتمثيل ۱۲ كشف. قوله تعالى على قلوبهم  
 الآية جمع القلوب والابصار وحده السمع لان الاسماع لما كانت  
 مجتمعاً فى ادراكها كانت كشئ واحد بخلاف الباقيين فانهما  
 يتعاقب ادراكهما ۱۲ استاذى. ولما كان درك السمع والقلب من  
 الجهات جعل مانعهما من جنس واحد وهو الختم بخلاف البصر  
 فانه مختص بالمقابلة فجعل مانعها الغشاوة المختصة بجهة  
 المقابلة ۱۲ مظهرى. قوله تعالى بالله وباليوم الآخر فان قلت  
 لم اختص بالذكر الايمان بالله وباليوم الآخر قلت اختصاصهما  
 بالذكر كشف عن افراطهم فى الخبث لان القوم كانوا يهود وايمان  
 اليهود بالله ليس بايمان لقولهم عزيز بن الله وكذلك ايمانهم  
 باليوم الآخر لانهم يعتقدونه على خلاف صفته فقولهم هذا لو صدر  
 عنهم لا على وجه النفاق فهو كفر فكيف اذا قالوه على وجه النفاق  
 كان كفراً الى كفر ۱۲ كشف. قوله تعالى وما هم بمؤمنين



**اختلاف القراءة:** قوله تعالى وما يخذعون في قراءة وما يخذعون اي هم في ذلك يخذعون انفسهم حيث يمتونها الابطال ويكذبونها فيما يحدثونها به وانفسهم كذلك تمنهم وتحذتهم بالاماني او يراد به وما يخذعون فجئني به على لفظ يفاعلون للمبالغة ١٢ من كشف. قوله تعالى يكذبون وفي قراءة يكذبون من التكذيب اى يكذبون الله والرسول ١٢ .

**الفقه:** دل على حرمة الكذب الذي شأنه هذا ولا دلالة فيه على حرمة مطلقا لان من الكذب مباحا ومستحبا وواجبا كما فصلوا ١٢١.

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ پورے کامیاب دلیلہ ما ذکرنا فی الکلام من کون الفلاح الکامل مراد ۱۲۔ ۲۔ قولہ بالکل زادہ لان الباء فی خبر ما یفید مبالغۃ النفی ۱۲۔ انکی یہ تجارت حملاً للاضافۃ علی العهد ۱۲۔ ۳۔ قولہ انکی روشنی الخ یہ جمع باعتبار اسکے ہے کہ وہ شخص مع ہمراہیوں کے مراد ہے چنانچہ تفسیر میں اسکی تصریح بھی کر دی ہے اور چونکہ حوالہ میں ضمیر مفرد کی ہے اور بنورہم میں ضمیر جمع کی ہے اسلئے دونوں جگہ ترجمہ اسی کے موافق کیا گیا ۱۲۔ منہ

**حاشیہ:** (۱) ”بس“ ہماری زبان میں شمرہ کلام پر داخل کیا جاتا ہے لہذا اشارہ اس طرف ہے کہ اولئک النسخ ماسبق کا شمرہ ہے ۱۲ تبیان (۲) خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ارادہ خداوندی ارادہ عبد و فعل عبد دونوں پر مقدم ہے کیونکہ اول ارادہ خداوندی ہوتا ہے کہ بندہ یوں ارادہ کرے اس کے بعد بندہ ارادہ کرتا ہے پھر اس پر خلق فعل مرتب ہوتا ہے پھر اس پر بندہ کی جانب سے کسب فعل ہوتا ہے پس درحقیقت فعل عبد مرتب ہے خلق پر اور وہ مرتب ارادہ عبد پر اور وہ مرتب ارادہ باری پر ہے لہذا اثر یعنی فعل عبد و ارادہ عبد اگر قبیح ہے تو اس کا مؤثر یعنی ارادہ خداوندی بھی قبیح ہونا چاہئے اور تقریر جواب ظاہر ہے ۱۲ تبیان۔ (۳) البتہ اتنا شبہ باقی رہتا ہے کہ کم از کم اس مالک کی نسبت اگر اس نے عمدہ قطعہ زمین میں پاخانہ بنایا ہے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس نے مصلحت کے خلاف کیا تو کیا یہ سوال حق تعالیٰ کی نسبت نہیں ہو سکتا کہ ایسا امر مناسب نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس شخص کے افعال



وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ⑩ إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ⑪

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو بیشک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ⑫ أَلَا أَنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ فَمَوْلَانِ لَا يَعْلَمُونَ ⑬

آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لاویں گے جیسا ایمان لاتے ہیں یہ بیوقوف۔ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان

وَإِذَا قَالُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا أَخْلَوْا إِلَىٰ شِيطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ⑭ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ

لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں

وَيَمْدُ لَهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ⑮ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَبَارِعَتْ بِتِجَارَتِهِمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ⑯

ان کیساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں انکو کہہ اپنی سرکشی میں حیران سرگردان ہو رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سود مند نہ ہوئی ان کو یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے ان کی

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَا يَبْصُرُونَ ⑰

حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو، پھر جب روشن کر دیا ہوا اس آگ نے اس شخص کے گرد گرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں ملب کر لیا ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہوا ان کو

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ⑱

اندھروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں بہرے ہیں گو نگے ہیں اندھے ہیں سو یاد جو نہ ہو گئے

**تفسیر:** وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ⑩

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو

اصلاح ہی کرنے والے ہیں **ف:** یعنی ان کی ان منافقانہ کارروائیوں سے

جب انواع انواع فساد و فتنے وقوع میں آنے لگے جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے

کہ دورویہ شخص سے ہمیشہ فساد ہی بڑھتا ہے اور کسی خیر اندیش نے فہمائش کی

کہ ایسی کارروائی موجب فساد ہوا کرتی ہے اس کو چھوڑ دو تو اس کے جواب

میں اپنے کو مصلح بتلاتے ہیں۔ غرض ان کی غباوت یا شرارت اس حد کو پہنچ گئی

ہے کہ فساد کو اصلاح سمجھتے ہیں۔ إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ

یاد رکھو بیشک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ **ف:** بوجہ اپنی

غباوت یا شرارت کے ان لوگوں کی ایک جہالت تو اس سے معلوم ہوئی کہ

اپنے عیب کو ہنر سمجھتے ہیں۔ آگے ان کی دوسری جہالت کا بیان ہے کہ اوروں

کے ہنر کو کہ وہ ایمان خالص ہے عیب اور حقیر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا

ہم ایمان لاویں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بے وقوف إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ

وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے۔

**ف:** منافقین ایسی بے باکانہ گفتگو غریب مسلمانوں کے روبرو کر گزرتے تھے

جن سے ان کو کچھ اندیشہ نہ تھا اور باوجہت مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق

و خوشامد کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ اس تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ وہ لوگ

تو اپنے کفر کو چھپاتے تھے پھر ایسی کفر کی باتیں مسلمانوں سے کیونکر کر سکتے

تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایسی بات اپنی ہی جماعت سے کرتے ہوں لیکن

ظاہر احتمال اول کو اس لئے ترجیح ہے کہ یہ قول آمِنُوا کے جواب میں ہے اور

آمِنُوا کا خطاب خود ان کی جماعت کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔

وَإِذَا قَالُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ⑭ اور جب ملتے

ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان

لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو

کہتے ہیں کہ ہم بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں۔

**ف:** یعنی ہم مسلمانوں سے براہِ تمسخر کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں

ورنہ ہم دل سے تو تمہارے ہی مشرب میں ہیں۔ اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ

نے ان کا یہ قول کہ ”ہم ایمان لائے“ نقل فرما دیا ہے اور یہاں پھر نقل کیا

ہے سو اس کو تکرار نہ سمجھیں۔ تکرار وہ ہے کہ جہاں اعادہ میں کوئی اور غرض

جدید نہ ہو سو یہاں ایسا نہیں ہے۔ پہلے مقام میں صرف ان کا عقیدہ بیان کرنا

مقصود تھا کہ گو وہ زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دل میں ان کے

ایمان نہیں ہے اور یہاں ان کا برتاؤ مسلمانوں سے اور اپنے مجمع سے بتلانا

منظور ہے۔ غرض ایک جگہ ان کا اعتقاد مذکور ہے دوسری جگہ ان کا عمل سو تکرار

نہ ہوا اور قرآن مجید بھر میں جہاں جہاں تکرار معلوم ہوتا ہے وہاں ایسا ہی



الباب الخفة من الهزء وهو القتل السريع ۱۲ كشف. قوله تعالى  
يَعْمَهُونَ الْعَمَهُ مَثَلُ الْعَمَى الْإِنَّمَا فِي الْبَصَرِ وَالرَّأْيِ  
وَالْعَمَهُ فِي الرَّأْيِ خَاصَّةٌ وَهُوَ التَّحِيرُ وَالتَّرَدُّدُ ۱۲ كشف.  
**البلاغۃ:** قوله تعالى إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ إِنَّمَا لِقَصْرِ  
الْحَكْمِ عَلَى شَيْءٍ وَمَعْنَى إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَنَّ صِفَةَ الْمُصْلِحِينَ  
خَلَصَتْ لَهُمْ وَتَمَحَّضَتْ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةٍ قَادِحٍ فِيهَا مِنْ وَجْهِ مَنْ وَجْهِ  
الْفُسَادِ وَرَدَ اللَّهُ مَا ادَّعَوْهُ مِنَ الْإِنْتِظَامِ فِي جُمْلَةِ الْمُصْلِحِينَ ابْلَغَ  
رَدِّهِ دَلِيلًا عَلَى سَخَطِ عَظِيمٍ وَالْمَبَالِغَةُ فِيهِ مِنْ جِهَةِ الِاسْتِيفَانِ وَمَا فِي  
كَلِمَاتِ الْكَلِمَتَيْنِ الْإِنَّمَا وَانْ مِنَ التَّأَكِيدِ وَتَعْرِيفِ الْخَبَرِ وَتَوْسِيطِ  
الفصل ۱۲ كشف قوله تعالى وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ فَإِنْ قُلْتَ فَلَمْ  
فَصَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ لَا يَعْلَمُونَ وَالتَّى قَلْبُهَا لَا يَشْعُرُونَ قُلْتَ لِأَنَّ أَمْرَ  
الِدِيَانَةِ وَالْوُقُوفِ عَلَى أَنَّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ  
يَحْتَاجُ إِلَى نَظَرٍ وَاسْتِدْلَالٍ وَأَمَّا التَّفَاقُ وَمَافِيهِ مِنَ الْبَغْيِ الْمُؤَدَّى إِلَى  
الْفِتْنَةِ وَالْفُسَادِ فِي الْأَرْضِ فَامْرُؤٌ دُنْيَوِيٌّ مَبْنِيٌّ عَلَى الْعَادَاتِ مَعْلُومٍ  
عِنْدَ النَّاسِ فَهُوَ كَالْمَحْسُوسِ الْمَشَاهِدِ ۱۲ كشف قوله تعالى أَنَا  
مَعَكُمْ فَإِنْ قُلْتَ لَمْ كَانَتْ مُخَاطَبَتُهُمُ الْمُؤْمِنِينَ بِالْجُمْلَةِ الْفَعْلِيَّةِ  
وَشَيَاطِينُهُمُ بِالْأَسْمَاءِ مُحَقَّقَةٌ بِأَنْ قُلْتَ لَيْسَ مَاخَاطَبُوا بِهِ الْمُؤْمِنِينَ  
جَدِيدًا بِأَقْوَى الْكَلَامِ وَأَوْ كَدِّهِمَا لَانَّهُمْ فِي ادِّعَاءِ حَدُوثِ الْإِيمَانِ  
مِنْهُمْ وَنَشْئِهِ مِنْ قَبْلِهِمْ لَا فِي ادِّعَاءِ أَنَّهُمْ أَوْ حُدُوثِ الْإِيمَانِ غَيْرِ  
مَشْقُوقٍ فِيهِ غَيْرَهُمْ وَذَلِكَ أَمَّا لَأَنَّ أَنْفُسَهُمْ لَا تَسَاعِدُهُمْ عَلَيْهِ إِذْ  
لَيْسَ لَهُمْ مِنْ عَقَائِدِهِمْ بَاعْثٌ وَمَحْرُكٌ وَهَكَذَا كُلُّ قَوْلٍ لَمْ يَصْدُرْ  
عَنْ أَرِيحِيَّةٍ وَصَدَقَ رَغْبَةً وَاعْتِقَادًا وَأَمَّا لِأَنَّهُ لَا يَرُوجُ عَنْهُمْ لَوْ قَالُوهُ  
عَلَى لَفْظِ التَّأَكِيدِ وَالْمَبَالِغَةِ وَكَيْفَ يَقُولُونَهُ وَيَطْمَعُونَ فِي رَوَاجِهِ  
عَنْهُمْ وَهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْمَهَاجِرِينَ وَالْإِنصَارِ وَأَمَّا مُخَاطَبَةُ إِخْوَانِهِمْ  
فَهُمْ فِيهَا أَخْبَرُوا بِهِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ فِي الثَّبَاتِ عَلَى الْيَهُودِيَّةِ وَالْقَرَارِ  
عَلَى اعْتِقَادِ الْكُفْرِ وَالْبَعْدِ مِنْ أَنْ يَزَالُوا عَنْهُ عَلَى صَدَقَ رَغْبَةً وَوَفُورِ  
نَشَاطٍ وَارْتِيَاحٍ لَتَكَلِّمَ بِهِ وَمَا قَالُوهُ مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ رَاجِعٌ عَنْهُمْ مُتَقَبَّلٌ  
مِنْهُمْ فَكَانَ مَظْنَةً لِلتَّحْقِيقِ وَنُتَةً لِلتَّأَكِيدِ ۱۲ كشف واجاب بعض  
الاحبار بانهم لما كانوا يقولون بالاسلام ولم يكن لتكذيبهم وانكار  
قولهم وجه ظاهر لم يحتاجوا الى التاكيد بخلاف ادعائهم انهم  
مستهزءون على دينهم لان ظاهر حالهم كان يكذب هذه الدعوى  
فكان قولهم مظنة لانكار فاحتاجوا الى التوكيد ۱۲ . قوله تعالى  
اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَإِنْ قُلْتَ فَهَلْ قِيلَ لِلَّهِ مُسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَيَكُونُ  
طَبَقًا لِقَوْلِهِ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ قُلْتَ لِأَنَّ يَسْتَهْزِئُ يَفِيدُ حَدُوثَ  
الاستهزاء وتجدده وقتا بعد وقت وهكذا كانت نكايات الله فيهم  
وبلاياه النازلة بهم أولا يرون انهم يفتنون في كل عام مرة او مرتين  
وما كانوا يخلون في اكثر اوقاتهم من تهتك استار وتكشف  
اسرار ونزول في شانهم واستشعار حذر من ان ينزل فيهم يحذر  
المنافقون ان تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم ۱۲ كشف

تفاوت اغراض میں ہے۔ آگے ان کے اس استہزاء کا جواب دیا ہے کہ وہ  
بیچارے مسلمانوں سے کیا استہزاء کرتے ہیں اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ  
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں ان کے ساتھ اور  
ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں ان کو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران سرگرداں ہو رہے  
ہیں ف: وہ استہزاء یہی ہے کہ ان کو مہلت دی گئی ہے کہ جب خوب کفر میں  
کامل ہو جاویں اور جرم سنگین ہو جاوے اسوقت دفعہ پکڑ لئے جاویں چونکہ یہ  
معاملہ اگلے اس استہزاء کے مقابلہ میں تھا اسلئے اسکو بھی استہزاء کہہ دیا گیا  
اُولَئِكَ الَّذِيْنَ اسْتَرَوْا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى فَمَا رِيحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِيْنَ  
یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سودمند نہ ہوئی  
ان کی یہ تجارت اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے۔ ف: یعنی انکو تجارت کا سلیقہ نہ  
ہوا کہ ہدایت کیسی اچھی چیز چھوڑی اور گمراہی کیسی بری چیز لی۔

### مثال اول منافقین:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا (الہی قولہ تعالیٰ) فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ  
انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر  
جب روشن کر دیا ہو اُس آگ نے اُس شخص کے گرد اگر دسب کی چیزوں کو ایسی  
حالت میں سلب کر لیا ہو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو اُن کو  
اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں۔ ف: تو جس طرح یہ شخص اور اس  
کے ہمراہی روشنی ہونے کے بعد اندھیرے میں رہ گئے اسی طرح منافقین حق  
واضح ہونے کے بعد ظلمتِ ضلالت میں جا پھنسے اور جس طرح اس اندھیرے  
میں ان آگ جلانے والوں کے چشم و گوش و زبان سب بیکار ہو گئے اسی طرح  
ظلمتِ ضلالت میں پھنس کر ان لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ صُمُّ بَكْمٌ عُمُیٌّ  
فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سویا ب رجوع نہ ہونگے۔  
ف: یعنی حق سے بہت بعید ہو گئے ہیں کہ ان کے کان حق بات سننے کے قابل  
نہ رہے زبان ان کی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی آنکھیں راہِ حق دیکھنے کے  
کام کی نہ رہیں۔ سواب ان کے حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا امید ہے۔  
منافقین میں دو قسم کے لوگ تھے۔ بعضے تو خوب دل کھول کر کفر کو اختیار کئے  
ہوئے تھے یہ مثال مذکور تو ان کی تھی کہ بالکل اندھیروں میں رہ جانے والوں  
کے مشابہ قرار دیئے گئے۔ بعضے ایسے تھے کہ ابھی ان کو اسلام کے حق ہونے  
میں کبھی کبھی تردد ہوتا تھا۔ اور اس کی خوبیاں دیکھ کر کچھ کچھ ادھر میلان ہونے  
لگتا تھا مگر پھر جب اغراضِ نفسانی کا غلبہ ہوتا پھر وہ میلان مبدل بہ انکار ہو  
جاتا۔ آگے ان کی مثال دیتے ہیں۔

**الغایۃ:** قوله تعالى هم السفهاء السفه سخافة العقل وخفة الحلم ۱۲  
كشف. قوله مستهزءون الاستهزاء السخرية والاستخفاف واصل



قوله تعالى اشترؤا ومعنى اشترء الضلالة بالهدى اختيارها عليه واستبدالها على سبيل الاستعارة لان الاشتراء فيه اعطاء بدل واخذ آخر ۱۲ كشاف. قوله تعالى فما ربحت تجارتهم فان قلت كيف اسند الخسران الى التجارة وهو لاصحابها قلت هو من الاسناد المجازى ۱۲ كشاف. قوله تعالى ذهب الله بنورهم فان قلت فهلا قيل ذهب الله بضوئهم كقوله تعالى فلما اضاعت قلت ذكر النور ابلغ لان الضوء فيه دلالة على الزيادة فلو قيل ذهب الله بضوئهم لاهم الذهاب بالزيادة وبقاء ما يسمى نورا والغرض ازالة النور عنهم راسا وطمسه اصلا ۱۲ كشاف. فى اقام الدراية للسيوطى فى اقسام الاستعارة او قرنت بما يلائم المستعار منه فمرشحة كقوله تعالى اولئك الذين اشترؤا الآية استعير الاشتراء للاستبدال ثم فرع عليها ما يلائم الاشتراء من الربح والتجارة آه قال صاحب الكشاف والصحيح الذى عليه علماء البيان لا يتخطونه ان التمثيلين جميعا من جملة التمثيلات المركبة دون المفارقة لا يتكلف لواحد واحد شئى يقدر شبهه به وهو القول الفحل والمذهب الجزل ولما وصف وقوع المنافقين فى ضلالتهم وما خبطوا فيه من الحيرة والدهشة شبهت حيرتهم وشدة الامر عليهم بما يكابد من طفت ناره بعد ايقادها فى ظلمة الليل وكذلك من اخذته السماء فى الليلة المظلمة مع رعد وبرق وخوف من الصواعق آه قوله تعالى صم بكم الآية فان قلت هل يسمى ما فى الآية استعارة قلت مختلف فيه والمحققون على تسميته تشبيها بليغا لاستعارة لان المستعار له مذكور وهم المنافقون والاستعارة انما تطلق حيث يطوى ذكر المستعار ويجعل الكلام خلوا عنه صالحا لان يراد به المنقول عنه والمنقول اليه لو لا دلالة الحال او فحوى الكلام ۱۲ كشاف قوله تعالى

صم بكم فيه ايجاز حذف حذف المبتداء اى هم او المنافقون صيانة للسان عن ذكره تحقيرا له ۱۲ من اتقان. **الروايات:** عن ابن عباس السفهاء الجهال. عن ابن عباس طغيانهم كفرهم يعمهون يتمازون وفى رواية عنه يعمهون يلعبون يتردون ۱۲ من اتقان.

**الكلام:** قوله تعالى يمدهم وقوله تعالى ذهب الله بنورهم فى الآيتين رد على المعتزلة لان الاصل فى الاسناد الحقيقة ۱۲.

**حاشية:** (۱) لَيْتُ قَيْدُ وَا فِي الْأَرْضِ مِثْلُ ان كاكوى مستقل فساد مراد نہیں کہ جس کو وہ کرتے ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ تم یہ نفاق جو کہ موجب فساد ہے نہ کرو اس کو چھوڑ دو ۱۲ تبیان (۲) یعنی آیت میں جملہ یمدہم اپنے معطوف علیہ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا بیان ہے ۱۲ تبیان۔ (۳) مطلب یہ کہ آیت وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ سے ہدایت دینی مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی نفی ہو بلکہ نفی ہدایت فی التجارة کی ہے کہ ان کو تجارت کرنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا ۱۲ تبیان۔ (۴) اس کا نکتہ فرمایا کہ اِسْتَوْقَدَ کو مفرد لایا گیا پھر بِنُورِهِمْ میں ضمیر جمع کی ارشاد ہوئی وجہ یہ ہے کہ عادتاً ایک ہی آدمی آگ سلگاتا ہے جب وہ دیکھ اٹھتی ہے تو دوسرے لوگ بھی تاپنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں پس استیقاد ایک کا فعل ہے لہذا صیغہ مفرد لایا گیا ہے اور اذ ہا ب نور کے وقت سب جمع تھے میں نے عرض کیا کہ اَضَاءَتْ مَاحَوْلَہُ میں ضمیر کو مفرد کیوں لایا گیا حالانکہ یہ استیقاد کے بعد ہے اور سب ہی کیلئے عام ہے۔ فرمایا کہ لوگ اس وقت جمع ہوتے ہیں کہ آگ کی روشنی ان تک پہنچے اور انکو معلوم ہو جاوے کہ آگ سلگ گئی پس اول اَضَاءَتْ مَاحَوْلَہُ اِسْتَوْقَدَ ہی کی ہوئی ۱۲ تبیان۔



أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو، جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسنے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندھیرے

الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُخِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاء لَهُمْ مَشْوَافٍ ۖ وَإِذَا

موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو۔ برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی۔ جہاں ذرا ان کو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا۔ اور جب

أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَبْعِهِمْ وَأَبْصَارُهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو ان کے گوش و چشم سب سلب کر لیتے۔ بلا شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں

تفسیر: مثال دوم منافقین:

أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسنے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندھیرے موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو۔ برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی جہاں ذرا ان کو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو ان کے گوش و چشم سب سلب کر لیتے بلا شک اللہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ ہف: سنو جس طرح یہ لوگ طوفان باران میں کبھی چلنے سے رک جاتے ہیں کبھی موقع پا کر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح یہ متردد و منافقین ہجوم آثار غلبہ اسلام میں کبھی نور اسلام کی جھلک دیکھ کر ادھر کو بڑھنے لگتے ہیں اور کبھی خود غرضی کی ظلمت میں پڑ کر پھر حق سے رک جاتے ہیں۔ اسی مضمون کے ضمن میں اور اخیر میں ان کو ایک دھمکی بھی دیتے گئے کہ اللہ تعالیٰ سب کو احاطہ قدرت میں لئے ہوئے ہیں اور ان کے چشم و گوش کے سبب کر لینے پر پوری قدرت ہے سو حق کو چھوڑ کر ان کو مطمئن نہ ہونا چاہئے۔ یہاں تک تینوں قسم کی جماعتوں کا بیان ہو چکا اب سب کو خطاب میں جمع کر کے وہ کام بتلایا جاتا ہے جس کے انجام دینے کیلئے یہ کتاب مقدس نازل کی گئی ہے جس کے دو اصول ہیں توحید اور تصدیق رسالت۔ اول توحید کا مضمون ارشاد ہوتا ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَاللَّهُ مُخِيطٌ بِالْكَافِرِينَ اس میں دلیل ہے قول صوفیہ کی حق تعالیٰ اپنی مخلوق کو ذاتاً محیط ہے بدوں اتصال اور کسی کیفیت کے نہ محض علم ہی سے محیط ہے۔

**النحو:** قولہ تعالیٰ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ جاز رجوع الضمیر فی يجعلون الی اصحاب الصیْب مع کونہ محلوفا قائما مقامہ الصیْب

لان المحلوف باق معناه وان سقط لفظه ۱۲ کشاف. قولہ تعالیٰ من الصواعق متعلق بيجعلون ای من اجل الصواعق ۱۲ کشاف.

**البلاغۃ:** قولہ تعالیٰ او کصیب الایۃ فان قلت لم عطف احد التمثیلین علی الآخر بحرف الشک قلت او فی اصلها لتساوی شیئین فصاعدا فی الشک ثم اتسع فیها فاستعیرت للتساوی فی غیر الشک فمعناه ان القصتين سواء فی استقلال کل واحد منهما بوجه التمثیل فبایتھما مثلھما فانت مصیب وان مثلھما بھما جمیعاً فکذلک وتکیر صیب لانه ارید نوع من المطر شدید هائل کما نکرت النار فی التمثیل الاول فان قلت قولہ من السماء ما الفائدة فی ذکرہ قلت الفائدة فیہ انه جاء بالسماء معرفة ففی ان یتصوب من سماء ای من افق واحد من بین سائر الآفاق لان کل افق من آفاقھا سماء کما ان کل طبقۃ من الطبقات سماء فی قولہ تعالیٰ وواحی فی کل سماء امرھا والدلیل علیہ قولہ ومن بعد ارض بنینا وسماء والمعنی انه غمام مطبق آخذ بآفاق السماء ۱۲ کشاف. قولہ تعالیٰ یجعلون اصابعهم فان قلت رؤس الاصابع هو الذی یجعل فی الاذن فھلا قیل اناملهم قلت هذا من الاتساعات فی اللغة النی لا یکاد الحاصر یحصرھا کقولہ تعالیٰ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم فاقطعوا ایدیھما اراد البعض الذی هو الی المرفق والرسغ وایضا ففی ذکر الاصابع من المبالغة ما لیس فی ذکر الانامل ۱۲ کشاف. قولہ تعالیٰ کلما اضاء لهم فان قلت کیف قیل مع الاضاء کلما ومع الاظلام اذا قلت لانهم حراس علی وجود ماھمہم بہ معقود من امکان المشی وتاتیہ فکلما صادفوا منہ فرصة انتھزوها ولیس کذلک التوقف والتجسس ۱۲ کشاف.

**الکلام:** قولہ تعالیٰ من السماء (دفع شبه التعارض فی حقیقۃ الرعد والبرق) لا ینخال جنک کونہ معارضا لقول حکماء ان المطر من السحاب لانا نقول یمکن ان ینزل علینا من السحاب وینزل فی السحاب من السماء بطریق غیر مشاہد وان شکلت



بان السحاب يتلحق بالبخارات الصاعدة من الارض قلت لا تنافى  
 فيمكن ان يكون المطر تارة من هذا وتارة من ذلك وكذا ماورد  
 من ان الرعد ملك او صوته بالتسبيح والبرق سوط نير جربه  
 السحاب لا ينافى ما تعارف من حقيقتهم لا مكان الاجتماع بين  
 القولين بان يكون هذا الصوت واللمعان تارة بهذا وتارة بذلك  
 فافهم حق الفهم او يقال ان لكل شئ صورة وله حقيقة فالصورة  
 ما قالت الحكماء والحقيقة ماوردت به الروايات كما ان المتكلم  
 والسامع هو النفس الناطقة واللسان والاذن هو الآلة ۱۲ .

**الروايات:** اخرج ابن جرير من طريق السدى الكبير عن ابى  
 مالك وابى صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس  
 من الصحابة قالوا كان رجلا من المنافقين من اهل المدينة هربا  
 من رسول الله ﷺ الى المشركين فاصابهما هذا المطر الذى ذكر  
 الله فيه رعد شديد وبرق فجعل كلما اصابهما الصواعق جعل  
 اصابعهما فى آذانهم من الفرق ان تدخل الصواعق فى سامعهم  
 فتقتلهم واذا لمع البرق مشيا الى ضوئه واذا لم يلمع لم يبصرا فاتيا  
 مكانهما يمشيان فجعل يقولان ليتنا قد اصبحنا فناتى محمدا

فنضيع ايدينا فى يده فاسلما ووضع ايديهما فى يده وحسن  
 اسلامهما فضرب الله شان هذين المنافقين الخارجين مثلا  
 للمنافقين الذين بالمدينة وكان المنافقون اذا حضروا مجلس النبي  
 ﷺ جعلوا اصابعهم فى آذانهم فرقا من كلام النبي ﷺ ان ينزل  
 فيهم شئ او يذكروا بشئ فيقتلوا كما كان ذلك المنافقان  
 الخارجان يجعلان اصابعهما فى آذانهم كلما اضاء لهم مشوا فيه  
 فاذا كثرت اموالهم وولدهم واصابوا غنيمة او فتحا مشوا فيه  
 وقالوا ان دين محمد صدق واستقاموا عليه كما كان ذاك  
 المنافقان يمشيان اذا اضاء لهما البرق واذا اظلم عليهم قاموا  
 فكانوا اذا هلكت اموالهم وولدهم واصابهم البلاء قالوا هذا من اجل  
 دين محمد وارتدوا كفارا كما قام ذاك المنافقان حين اظلم البرق  
 عليهما ۱۲ لباب وعن ابن عباس كصيب المطر ۱۲ اتقان .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله جولوگ اس بارش میں قد مروجہ فی  
 النحو فی قوله جاز رجوع الضمیر ۱۲ . ۲ قوله کڑک کے سبب قد  
 مر دليله فی النحو فی قوله ای من اجل الصواعق ۱۲ .



يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ

اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گزر چکے ہیں (کیا عجب ہے) عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے

الْأَرْضَ فَرِاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۝ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا

زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردہ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے اب تو مت ٹھہراؤ

لِللّٰهِ أَنْدَادًا ۚ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ ۚ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ

اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے ہو جھٹے ہو۔ اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالو ایک محدود دیکھو جو اس کا ہم پلہ ہو اور بلاوائے حمایتیوں کو

مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ

جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو۔ پھر تم اگر یہ کام نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہو دوزخ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں

أَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ

تیار رکھی ہوئی ہے کافروں کے واسطے

تفسیر: تعلیم و توحید:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں

کو بھی کہ تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ (کیا عجب ہے) عجب نہیں کہ تم دوزخ

سے بچ جاؤ۔ ہ: شاہی محاورہ میں ”عجب نہیں“ کا لفظ وعدہ کے موقع میں

بولا جاتا ہے الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَرِاشًا (السی قولہ تعالیٰ)

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور

آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردہ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی

کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا ۚ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ اب تو مت ٹھہراؤ اللہ پاک کے

مقابل اور تم تو جانتے ہو جھٹے ہو۔ ہ: یعنی اس بات کو جانتے ہو کہ ان

تصرفات کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی کرنے والا نہیں تو اس صورت میں کب زیبا

ہے کہ خدا کے مقابلہ میں دوسروں کو معبود بناؤ اس کے بعد رسالت کا مسئلہ

بیان فرماتے ہیں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نبوت کی صاف بے غبار دلیل معجزہ

ہوا کرتا ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کو بھی بے شمار معجزے عطا ہوئے جن میں

سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے کہ اثبات نبوت کی بڑی دلیل ہے

اس کے معجزہ ہونے میں مخالفین کو یہ شبہ تھا کہ شاید اس کو رسول اللہ ﷺ خود

تصنیف کر لیا کرتے ہوں تو اس صورت میں اس کا معجزہ ہونا محل کلام میں ہو گیا

پس دلیل نبوت مشتبہ ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ اس اشتباہ کو اگلی آیت میں رفع

فرماتے ہیں تاکہ اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو جاوے پھر نبوت پر قطعی دلیل بن سکے۔

برہان رسالت:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ (السی قولہ تعالیٰ) كُنْتُمْ صَادِقِينَ اور اگر تم لوگ کچھ

خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص

پر تو اچھا پھر تم بنالو ایک محدود دیکھو جو اس کا ہم پلہ ہو (کیونکہ آخر تم بھی عربی

زبان داں ہو بلکہ پیغمبر ﷺ تو مشاق بھی نہیں اور تم مشاق ہو جب باوجود اس

کے نہ بنا سکیں گے تو بشرط انصاف بلا تامل ثابت ہو جاوے گا کہ یہ معجزہ من جانب

اللہ ہے اور بلاشبہ آپ پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بلاوائے حمایتیوں کو جو خدا

سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں اگر تم سچے ہو۔

انذار کافرین:

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا (السی قولہ تعالیٰ) أَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ پھر تم اگر

یہ کام نہ کر سکو گے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہو دوزخ سے

جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔

ہ: یہ سن کر کہ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے کیسا کچھ جوش و خروش و تیج و تاب

نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اٹھا رکھا ہوگا پھر عاجز ہو کر اپنا سامنہ لے کر

بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادتہ محال ہے کہ کسی

نے کچھ لکھا ہو اور گم ہو گیا ہو کیونکہ قرآن مجید کے حامی ہر زمانہ میں کم رہے

ہیں جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اس تحریر کے حامی و مددگار تو قرآن کی مخالفت



میں ہر زمانہ میں حامیان قرآن سے تعداد میں زائد ہی تھے وہ کیسے ضائع ہو سکتا اس لئے یہ احتمال بالکل لغو ہے۔

**ف:** اس آیت مذکورہ میں مکرر قرآن کے لئے وعید مذکور تھی اب آگے تسلیم کرنے والوں کو بشارت سنائی جاتی ہے۔

**اللغات:** قولہ تعالیٰ بناء البناء مصدر سمي به المبنى بيتا كان اوقية او خباء او طرافوا بينة العرب اخبيتهم ومنه بنى على امراته لانهم كانوا اذا تزوجوا ضربوا عليها خباء جدیداً ۱۲ کشاف۔ قولہ تعالیٰ شهداء کم والشهداء جمع شهيد بمعنى الحاضر او القائم بالشهادة او الناصر ۱۲ ابو السعود لان كلامهم يشهد اى يحضر الواقعة واصل المادة الحضور ۱۲۔

**النحو:** قولہ تعالیٰ الذى جعل لكم الارض وهو فى محل النصب على انه صفة ثانية لربكم اوفى محل الرفع على المدح والتعظيم بتقدير المبتداء ۱۲ ابو السعود قولہ تعالیٰ من الثمرات للتبويض ويجوز ان تكون للبيان۔ قولہ تعالیٰ من مثله صفة سورة اى كائنة من مثله والضمير لما نزل ومن للتبويض او للتبيين او زائدة اى مثله فى البلاغة وحسن النظم او لعبنا ومن للابتداء او صلة فأتوا الاول اولى كيلا يوهم امكان صدوره من غير الامى والقرآن معجز فى نفسه لئن اجتمعت الانس والجن الآية ۱۲ مظهرى قولہ تعالیٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ متعلق بادعوا او بشهادتكم فان علقته بشهادتكم فمعناه ادعوا الذين اتخذتموهم آلهة من دون الله وزعمتم انهم يشهدون لكم يوم القيمة انكم على الحق او ادعوا الذين يشهدون لكم بين يدي الله او ادعوا شهدائكم من دون الله اى من دون اوليائه ومن غير المؤمنين ليشهدوا لكم انكم اتيتم بمثله او ادعوا شهداءكم من دون اوليائه ومن غير المؤمنين وان علقته بالدعاء فمعناه ادعوا من دون الله شهدائكم يعنى لاتستشهدوا بالله ولا تقولوا الله يشهدان ماندعيه حق كما يقوله العاجز عن اقامة البينة على صحة دعواه وادعوا الشهداء من الناس الذين شهادتهم تصح بها الدعاوى عند الحكام وهذا تعجيز لهم ۱۲ کشاف۔ قولہ تعالیٰ فان لم تفعلوا ذكر الله ان وهى للشك مكان اذا فانه تعالیٰ لم يكن شاكتهم كما بهم او خطابا معهم على حسب ظنهم فان العجز قبل التأمل لم يكن محققا عندهم ۱۲ مظهرى۔ قولہ تعالیٰ النار فان قلت فلم جاءت النار الموصوفة بهذه الجملة منكورة فى سورة التحريم وههنا معرفة قلت تلك الآية نزلت بمكة فعرفوا منها نارا موصوفة بهذه الصفة ثم نزلت هذه بالمدينة مشارا بها الى ما عرفوه اولاً ۱۲۔

**الكلام:** قولہ تعالیٰ جعل لكم الارض فراشا فان قلت هل فيه دليل على ان الارض مسطحة وليست بكروية قلت ليس فيه الا ان الناس يفترونها ويقعدون عليها ونيامون ويتقلبون كما يتقلب احدہم على فراشه وبساطه ومهاده سواء كانت على شكل السطح او شكل الكرة فالافتراض غير مستنكر ولا مدفوع لعظم حجمها واتساع جرمها وتباعد اطرافها ۱۲ من کشاف۔ قولہ تعالیٰ ولن تفعلوا هذه معجزة باهرة حيث اخبر بالغيب الخاص علمه به عز وجل وقد وقع الامر كذلك كيف لا ولو عارضوه بشئ يدانيه فى الجملة لتناقله الرواة خلفا عن سلف ۱۲ ابو السعود قولہ تعالیٰ اعدت فى الآية دليل على ان النار موجودة الآن ۱۲ مظهرى۔

**الروایات:** عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما اندادا الاشياء والامثال ۱۲ من اتفاق۔

**البلاغة:** قولہ تعالیٰ مما نزلنا يعنى نجما نجما بحسب الوقائع وهذا موجب لربهم قياسا على كلام الشعراء وقولهم لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة فكان الواجب تحديدهم على هذا الوجه ازاحة للشبهة والزما للحجة ۱۲ مظهرى۔ فلذا لم يقل انزلنا قولہ تعالیٰ على عبدنا وفى ذكره ﷺ بعنوان العبودية مع الاضافة الى ضمير الجلالة من التشريف والتنويه ما لا يخفى ۱۲ ابو السعود

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ شائق محاوره فى کشاف وايضا فمن ديدن الملوك وما عليه اوضاع امورهم ورسومهم ان يقتصروا فى مواعيدهم التى يوطنون انفسهم على انجازها على ان يقولوا عسى ولعل ونحوها من الكلمات او يخيّلوا اخالة او يظفر منهم بالرمزة او الابتسامة او النظرة الحلوة فاذا عثر على شئ من ذلك لم يبق للطالب لما عندهم شك فى النجاح والفوز بالمطلوب فعلى مثله ورد كلام مالك الملك ذى العزة والكبرياء ۱۲۔ ۲۔ قولہ وهذات پاک ايى ہے حملا للذى على تقدير البت انه كما مر ۱۲۔ ۳۔ قولہ پھلوں سے غذا کو حملا لمن فى من الثمرات على التبيين ۱۲۔ ۴۔ قولہ کچھ غلجان حملا لتوین ريب على التقليل ۱۲۔ ۵۔ قولہ بندہ خاص لكون الاضافة للتشريف ۱۲۔ ۶۔ قولہ قیامت تک بھی افادہ لن لتابيد النفي ۱۲۔ ۷۔ قولہ ذرا بچے رہو حملا للامر على التوبيخ وحملة صاحب کشاف على الكناية عن ترك العناد وتحقيق الايمان ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اس کے متعلق ایک مضمون بصورت رسالہ مئے بدر رفع البناء فى نفع السماء جلد ہذا کے آخر میں ملحق ہے ملاحظہ ہو ۱۲)۔



وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ

اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبران لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بیشک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوئی ان کے نیچے سے نہریں جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا ہر بار میں

رُزِقُوا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَنْهَارٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰﴾

کبھی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی ان کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا۔ اور ان کے واسطے ان بہشتوں میں بہتیاں ہوگی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے۔ ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَنْجِي أَنْ يُضْرَبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی خواہ مخبر ہو خواہ اس سے بھی بڑی ہوئی ہو، سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یہی یقین کریں گے کہ بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی جگہ کتب کی جانب سے ضرور رکھئے وہ

رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا

لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سوچا ہے کچھ ہی ہو جاوے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ کون مطلب ہوگا جس کا قصہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے۔ مگر اہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں انکی وجہ سے بہتوں کو

### تفسیر: بشارتِ مومنین:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا (الی قوله تعالیٰ) وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (ترجمہ) اور

خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبران لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے

اس بات کی کہ بیشک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوئی ان کے نیچے سے

نہریں جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا

تو ہر بار یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی

ان کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور ان کے واسطے ان بہشتوں میں بہتیاں ہوگی

صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے۔

ف: شروع سورت میں جو اہل ایمان کا ذکر تھا وہاں قرآن مجید کی بزرگی

و برکت کا بیان کرنا مقصود تھا کہ اس کتاب پاک سے ایسوں کو ہدایت ہوتی

ہے تو ایمان کے فضائل کا ضمتا بیان آگیا تھا اور اس مقام پر خود ایمان کے فضائل

و ثمرات کا قصہ ایمان فرمانا مد نظر ہے پس مضمون میں حقیقتاً تکرار نہ رہا۔ اور یہ جو

فرمایا کہ ان کو ملتا جلتا پھل ملے گا سو اکثر لطف کے واسطے ایسا ہوگا کہ دونوں بار

کی پھلوں کی صورت ایک ہی ہوگی جس سے وہ یوں سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا

پھل ہے مگر کھانے میں مزاد دوسرا ہوگا جس سے حظ و سرور مضاعف ہو جائے گا۔

یہاں تک قرآن مجید کا کلام الہی ہونا مع اس کے متعلقات کے ثابت ہو گیا اب

سمجھنا چاہئے کہ مدعی کے ذمہ دوجہ ہوتے ہیں ایک اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرنا

دوسرے مخالف کی دلیل کا جواب دینا سو یہاں قرآن کے کلام الہی ہونے کا

دعویٰ کیا گیا اس پر دلیل تو قائم ہو چکی کہ اس کے مقابلہ سے تمام افراد بشر عاجز

ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی کا کلام ہوگا۔ اب بعض مخالفین اس کے کلام الہی

نہ ہونے پر یوں استدلال کرتے تھے کہ اس میں بعضی بہت ہی حقیر چیزوں کا

ذکر ہے جیسے کبھی مکڑی کہ بتوں اور بت پرستوں کی تمثیل میں ان کا ذکر آیا ہے

اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو ایسی ذلیل و خفیس چیزوں کا اس میں کیوں ذکر آتا۔ سو

مقتضیٰ مقام کا یہ ٹھہرا کہ اپنی دلیل قائم کرنے کے بعد مخالفین کی اس دلیل کا

جواب دیا جاوے اور چونکہ معترضین نے اس عنوان سے اعتراض کیا تھا کہ توبہ

توبہ محمد کے رب ایسی چیزوں کے ذکر کرنے سے شرماتے نہیں اس لئے اللہ

تعالیٰ نے جواب بھی اس عنوان سے دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

### تحقیق ضرب المثل:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَنْجِي أَنْ يُضْرَبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ہاں واقعی

اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال بھی خواہ

مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑی ہوئی ہو ف: یعنی حقیر ہونے میں

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ سو جو لوگ ایمان

لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یہی یقین کریں گے کہ بیشک یہ مثال بہت

سہی موقع کی ہے ان کے رب کی جانب سے ف: وجہ اس کی ظاہر ہے کہ

مثال کو مناسبت اس چیز سے ہونا چاہئے جس کی وہ مثال ہے نہ کہ مثال دینے

والے سے مناسبت ہونا ضروری کہا جاوے کیونکہ مثال سے غرض کسی شے کی

حالت کی توضیح ہوا کرتی ہے سو جب تک اس شے کے مناسب نہ ہوگی اس کی

حالت کی توضیح کے لئے کافی نہ ہوگی سو قرآن شریف میں جہاں کبھی مکڑی کا

ذکر آیا ہے وہاں بت پرستی کا لچر ہونا اور بتوں کا عاجز در ماندہ ہونا بیان کیا ہے

سو اس کی مثال میں حقیر و ضعیف چیزوں کا لانا مناسب ہوگا یا عرش و کرسی کا لانا

زیبا ہوگا جو مناسب عظمت شان حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہے جو مثال دینے والے ہیں

جس کو ذرا بھی عقل ہوگی اس کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔ اس تقریر سے جو

أَنَّ الْحَقُّ کی تفسیر ہے معترضین کا شبہ کافور ہو گیا اور دعویٰ حقانیت قرآن کا معارض

سے سالم و محفوظ رہا۔ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا اور



رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سوچا ہے کچھ ہی ہو جاوے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ کیا مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے۔  
**ف:** چونکہ غرض اور مقصد ایسی مثال سے کہ توضیح مثال والی چیز کی ہے بہت بدیہی ہے اور وہ لوگ اس سے ناواقف نہ تھے نہ اس غرض سے یہ سوال تھا بلکہ محض شرارت کی راہ سے حکمت مثال کا نفی کرنا اور اس کے ساتھ تمسخر کرنا مقصود تھا اس وجہ سے جواب میں حکمت کا بیان کرنا جس کا بیان جملہ اَنَّهُ الْحَقُّ میں ہو بھی چکا ہے ضروری نہ ٹھہرا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں دوسرا طرز اختیار فرمایا ہے جس کا اختیار کرنا ایسے ضدی معاند لوگوں کے مقابلہ میں مناسب ہے سو فرماتے ہیں کہ تم یہ پوچھتے ہو کہ ایسی مثالوں کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ہے سو ہم سے مطلب سنو وہ یہ ہے یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا مگر اہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو۔

**ف:** اس مضمون کی ایسی مثال ہے کہ کسی طبیب شفیق نے عینک کے بہت سے شیشے تراش تراش کر رکھے کہ اپنے ضعیف البصر مریضوں کو تقسیم کرے گا کہ باریک چیزوں کے اور دور کی چیزوں کے دیکھنے میں معین ہونگے ان مریضوں میں سے ایک کو زعفران مریض نے وہ شیشے اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں میں چھونے شروع کئے جس سے رہی سہی آنکھیں بھی پھوٹ گئیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ جیسے تو کسی کام ہی کے نہیں بلکہ یہ ٹکڑے شیشے کے آنکھ کو پھوڑ دیتے ہیں طبیب نے یہ سن کر اسے سمجھا دیا کہ یہ اس کام کے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنی ہی گائے جاتا ہے اور جان بوجھ کر طبیب کی ضد میں یہی پوچھتے جاتا ہے کہ صاحب ان شیشوں کے بنانے سے آپ کا کیا مطلب ہے اس صورت میں اس جاہل بد مغز کو یہی جواب دیا جاوے گا کہ مطلب ان شیشوں سے یہی ہے کہ فلاں نے کی آنکھ کی روشنی بڑھا دیں اور تیری آنکھیں پھوڑ دیں حالانکہ غرض اصلی صرف روشنی ہی ہے اور جو اثر اس بد مغز مریض پر ظاہر ہوا یہ اس کے سوء استعمال کا نتیجہ ہے اسی طرح مقصود اصلی یہاں صرف ہدایت ہی ہے جس کے واسطے قرآن نازل ہوا مگر یہ دوسرا نتیجہ اس بد مغز کی عناد و جہالت کا جواب ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى كَلِمَاتٍ يُزَيِّنُهَا مِنْ تَحْتِ رِزْقٍ قَالُوا هَذَا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنْتُمْ بِمُتَشَابِهٍ لَهَا مُجْمِلُونَ اس آیت میں یہ ہے کہ مرزوق سے مراد طاعات و معارف ہوں جن کو اصحاب فطرت و عقول سلیمہ (رزق ظاہری سے زیادہ) لذیذ سمجھتے ہیں اور (جنت میں ان کی عوض میں) ان کو جو جزاء ملے وہ ان طاعات و معارف کے ساتھ لذت میں مشابہ ہو (اس لئے وہ اس طرح کہیں) جیسا اس کی ضد کی جزاء (بھی اس ضد کے مشابہ

ہوگی جو) اس آیت میں (مذکور) ہے ذوقوا ما كنتم تعملون مراد یہ ہے کہ ذوقوا جزاء ما كنتم تعملون پس جزاء مرزوق کو بطور مجاز مرسل کے مرزوق کہہ دیا بطور اطلاق اسم مسبب کے سبب پر یا اس کو استعارہ کہا جاوے اس طرح سے کہ ثمار و فواکہ کو طاعات و معارف کے ساتھ لذت میں تشبیہ دی جاوے اور بعض نے کہا ہے ارض جنت صاف میدان ہے اس میں اعمال دنیا (بشکال خاصہ) ظاہر ہونگے جیسا بعض روایات میں ہے پس ثمرہ نعیم وہی ہے جس کو دنیا میں بویا تھا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالفعل جنت خالی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عامل کے حق میں گویا کہ خالی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص سے فلاں عمل صادر ہونگے اس لئے جنت کو ان اعمال کی صورت میں اشجار و ثمار وغیرہا سے فی الحال بھی آباد کر رکھا ہے قولہ تعالیٰ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي الْبَخْسَ اس میں اصل ہے عاده صوفیہ کی کہ مثالیں لاتے ہیں حیاء عرفی کی پرواہ نہیں کرتے۔

**النحو:** قوله تعالى كلما رزقوا كلما منصوب على انه ظرف لقالوا و رزقا مفعول به ومن الاولى للابتداء والثانية للبيان اي كل حين رزقوا اي اطعموا مرزوقا مبتدأ من الجنة حال كون ذلك المرزوق ثمره ۱۲ مظهری قوله تعالیٰ واتوا به الضمیر يرجع الی الرزق ۱۲ کشاف. قوله تعالیٰ ان يضرب مثلاً ما الخ ان بصلتها مجرور عند الخلیل باضمار من ومنصوب عند سیبویہ بافضاء الفعل الیه بعد حذفها وما ابهامیہ تزیید للنكرة ابهاماً او مزیدة وضعت لان یذكر مع غیرها فتزید له قوة والبعض عطف بیان لمثلاً ۱۲ مظهری. قوله تعالیٰ ماذا اراد الله الخ ما استفهامیہ مبتدأ وذا بمعنی الذی مع صلته خبره ومثلاً منصوب علی التمییز ۱۲ مظهری. **البلاغه:** قوله تعالیٰ وبشر فان قلت علام عطف هذا الامر ولم یسبق امر ولا نهی یصح عطفه علیہ قلت لیس الذی اعتمد بالعطف هو الامر حتی یطلب له مشاکل من امر او نهی یعطف علیہ انما المعتمد بالعطف هو جملة وصف ثواب المؤمنین فہی معطوفة علی جملة وصف عقاب الکافرین کما تقول زید یعاقب بالقیّد والارهاق وبشر عمراً بالعفو والاطلاق ۱۲ کشاف قوله تعالیٰ جنت تجری من تحتها الانهار فان قلت لم نکرت الجنات وعرفت الانهار قلت اما تنکیر الجنات فلان الجنة اسم لدار الثواب کلها وھی مشتملة علی جنان کثیرة مرتبة مراتب علی حسب مراتب العاملين لكل طبقة منهم جنات من تلک الجنان واما تعریف الانهار فان براد الجنس کما تقول لفلان بستان فیہ الماء الجاری والتین والعنب



والوان الفواكه تشير الى الاجناس التي في علم المخاطب او يراد انهارها فعوض التعريف باللام من تعريف الاضافة ۱۲ من الكشف قوله تعالى ازواج مطهرة فان قلت هلا قيل طاهرة قلت في مطهرة فخامة لصفتهن ليست في طاهرة وهي الاشعار بان مطهر اطهر من وليس ذلك الا الله عز وجل ۱۲ كشف. قوله تعالى فاما الذين آمنوا النخ اما حرف فيه معنى الشرط ولذلك يجاب بالفاء وفائدته في الكلام ان يعطيه فضل تأكيد تقول زيد ذاهب فاذا قصدت تركيد ذلك وانه لا محالة ذاهب وانه بصدد الذهاب وانه منه عزيمة قلت اما زيد فذاهب ففي ايراد الجملتين مصدرتين به اجماد عظيم لامر المؤمنين واعتداد لعلمهم انه الحق ونعى على الكافرين اغفالهم حظهم وعنادهم ورميهم بالكلمة الحمقاء ۱۲ قوله تعالى بهذا وفي هذا استحقاق ۱۲ مظهری.

**اللغات:** قوله تعالى يضرب ضرب المثل اعتماده وصنعه من ضرب اللبن وضرب الخاتم ۱۲ كشف واصله وقع شئ على آخر ۱۲ مظهری قوله بعوضة من البعض وهو القطع كالعضب ومنه بعض الشئ لانه قطعة منه والبعوض في اصله صفة على فعول كالقطوع فغلب ۱۲ كشف والتاء للوحدة ۱۲ مظهری.

**اختلاف القراءة:** مطهرة وفي قراءة مطهرة من الافعل الذي اصله التفعّل ومعناه ظاهر ۱۲. قوله بعوضة وفي قراءة بعوضة بالرفع على انه خبر مبتدأ محذوف اي هو بعوضة ۱۲ ابو السعود. **الكلام:** في اسناد يضل اليه تعالى والاصل فيه الحقيقة رد على المعزلة ۱۲.

**الروايات:** اخرج ابن مردويه والحاكم في مستدرک وصححه من طريق ابی نصره عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ في قوله ولهم فيها ازواج مطهرة قال من الحيض والغائط والنخامة والبزاق وعن ابن عباس مطهرة من القدرة والاذى وهم فيها خالدون باقون لا يخرجون منها ابدا ۱۲ اتقان. اخرج ابن جرير عن السدي باسانيده لما ضرب الله وبين المثليين للمنافقين قوله مثلهم وقوله او كصيب قال المنافقون الله اعلى واجل من ان يضرب هذه الامثال فانزل الله

ان الله لا يستحيى الى قوله هم الخاسرون وقال عبد الرزاق في تفسيره اخبرنا معمر عن قتادة لما ذكر الله العنكبوت والذباب قال المشركون ما بال العنكبوت والذباب يذكران فانزل الله هذه الآية واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن نحوه قلت القول الاول اصح اسنادا وانسب بما تقدم اول السورة وذكر المشركين لايلائم كون الآية مدنية وما اوردناه من قتادة والحسن حكاية عنهما الواحدى بلا اسناد بلفظ قالت اليهود وهو انسب ۱۲ ليا ب. اقول لانسلم كون ذكر المشركين غير ملائم لكون الآية مدنية لان القرآن كان يطير كل مطار ويشتهر كل اشتهار فلا غرو ان المشركين قالوه لما سمعوه ويكون قولهم قد شاع ۱۲ كانوا يقولون اما يستحيى رب محمد ان يضرب مثلاً ۱۲ ابو السعود.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله توهر بارئس دليله عموم كلما ۱۲.

۲. قوله دونون باركا يمل اعادة للضمير الى مجموع ما رزقوا في المرتين ۱۲. ۳. قوله تعالى بهت في موقع كى دليله تفسير السيوطى الحق بالثابت الواقع موقعه ۴. قوله چا ہے کچھ ہی اشارہ الى تقدير اما بما اشتهر من قولهم مها يكن من شئى ۱۲. ۵. قوله حقير مثال ۶ لان في هذا استحقاقا كما مر ۱۲.

**حاشية:** (۱) حاصل مثال كايه ہے کہ اس کا اثر بالذات تو نفع اور ہدایت ہی ہے مگر چونکہ بعض نے اس کو برعکس استعمال کیا اس لئے ان کو ضرر پہنچایا اور یہ ضلال ومرض بڑھا تو برعکس استعمال سے مگر یہ استعمال کرنا متعلق آکے ہدایت سے ہے بس اتنے تلبس سے اس کی طرف منسوب کر دیا گیا پس اس حیثیت سے یہ اس کا اثر بالعرض ہوا اور یہ توجیہ علاوہ توجیہ مشہور کے ہے۔ و یقرب من قوله تعالى حَاجِبٌ لَّيْهِمْ فِي رِيبَةٍ اِنَّ اللَّهَ الْمَلِكُ اور اس کا مقتضایہ تھا کہ یُضِلُّ بِہٖ کثیراً بصیغہ لازم معروف ہوتا مگر چونکہ خالق اس کا حق تعالیٰ ہے اس لئے بصیغہ متعدی وارد کیا گیا اور توجیہ مشہور بھی لطیف وبلغ ہے اور اس کی تائید سورہ توبہ اخیر کی اس آیت سے ہوتی ہے وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ ۱۲ منہ



وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ

اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اسکا استحکام کے بعد قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو

أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أََمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ تُمَيِّتُكُمْ

وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں۔ پس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے۔ بھلا کیونکر ناپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تھے تم محض بیجان سو تمکو جاندار کیا پھر تم کو موت دینگے

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ

پھر زندہ کرینگے پھر ان ہی کے پاس لیجائے جاؤ گے وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست کر کے بنادینے ان کو سات

سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا مَا فِي مِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ يَبْنَوْنَ أَلْفًا وَآلْفًا وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

یعنی جب اللہ تعالیٰ کا مربی اور خالق ہوتا اور رازق اور محسن ہونے میں یکتا و یگانہ ہونا تم کو دلائل سے ثابت ہو چکا تو پھر کیف تکفرون باللہ (الی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ بھلا کیونکر ناپاسی کرتے ہو اللہ کیساتھ (کہ اس کے احسانوں کو بھلائے دیتے ہو اور غیروں کا کلمہ پڑھتے ہو) حالانکہ (اس کے استحقاق عبادت میں یکتا ہونے پر دلائل قائم ہیں کہ) تھے تم محض بے جان (نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے) سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دینگے پھر زندہ کرینگے (یعنی قیامت کے دن) پھر ان ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے (یعنی میدان قیامت سے حساب و کتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کئے جاؤ گے)

وَبَيِّنَ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ بھی زمین

تفسیر: وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ (الی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو (کہ بے حکمی کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی) جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد (جس کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے سب کو نکال کر ان کو فہم و گویائی عطا کر کے ان سے توحید کا اقرار لیا) اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو وابستہ رکھنے کا (انہیں تمام تعلقات شرعیہ جو درمیان عبد اور رب کے ہیں یا باہم اقارب میں ہیں یا عام اہل اسلام یا بنی آدم سے ہیں یا باہم انبیاء علیہم السلام میں ہیں جنکا اعتقاد رکھنا واجب ہے لَا تَفَرَّقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ سَبْداً سب داخل ہو گئے) اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں (ویسے ظاہری فساد بھی کرتے تھے کسی پر ظلم کر گزرے کسی کی بے آبروی کر دی کسی کی حق تلفی کر دی اور باطنی فساد میں تو تمام وقت ہی صرف کرتے تھے۔ کفر کرنا رسول اللہ ﷺ سے عداوت و حسد کرنا نو مسلموں کو بہکاتے رہنا) پس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے (کہ دنیا کی راحت و آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے کیونکہ عداوت و حسد میں دنیا کا عیش بھی تلخ ہو جاتا ہے ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ اپنے دشمن کو کس طرح گزند پہنچاؤں اس کی ترقی کس طرح روکوں)

وَبَيِّنَ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝



میں موجود ہے سب کا سب (خواہ کسی قسم کا فائدہ ہو کھانے کا پینے کا نگاہ کو تازگی بخشنے کا نفس یا روح کو حظ دینے کا کسی چیز کو دیکھ کر علم صحیح توحید کے حاصل ہو جانے کا اس تقریر پر کوئی چیز ایسی نہ رہی جس میں کوئی فائدہ نہ معلوم ہو اور فرضاً اگر معلوم بھی نہ ہو تو کیا ہوا بہت چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک شخص کو اس کا فائدہ معلوم نہیں ہوتا دوسرے کو معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ کوئی ایسی بھی چیز ہو جس کا فائدہ کسی مخلوق کو نہ معلوم ہو اور خالق سبحانہ و تعالیٰ کو معلوم ہو اور بدوں ہمارے معلوم کرائے ہوئے ہم کو اس کا فائدہ پہنچ رہا ہو کیا بچہ کو جن چیزوں سے فائدہ پہنچایا جاتا ہے سب کا معلوم ہونا کچھ ضرور ہے ہرگز نہیں۔ اور اس پر کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ پھر سب چیزیں حلال ہونا چاہئیں کیونکہ سب میں کچھ نہ کچھ تو فائدہ ہے ہی بات یہ ہے کہ صرف کوئی سا فائدہ ہونے سے اس چیز کا قابل استعمال ہونا لازم نہیں آتا کیا سمیات قاتلہ میں بھی کچھ نہ کچھ نفع نہیں ہوتا پھر اطباء ان کے استعمال سے کیوں روکتے ہیں فقط اسی طرح تو کہہ گواں میں نفع ضرور ہے مگر غالب ضرر ہے اسی واسطے محرمات شرعیہ کو سمجھئے کہ گواں میں کچھ نفع بھی سہی مگر چونکہ غالب ضرر تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا جاننا کافی ہے ہمارے جاننے کی ضرورت نہیں جس طرح وہاں طبیب کا جاننا کافی ہے عوام کا آگاہ ہونا ضرور نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ممنوع الاستعمال ٹھہرا دیا) پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف (یعنی اس کی تکمیل تخلیق کی طرف) سو درست کر کے بنادیئے ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں: یوں تو زمین و آسمان کی پیدائش کا قرآن مجید میں صدامقام پر ذکر آیا ہے مگر ترتیب کا بیان کہ پہلے کیا بنا پیچھے کیا بنایا صرف غالباً تین جگہ آیا ہے اس آیت میں حم السجده میں وَاللَّيْلِ نَسْفُتِ میں اور سرسری نظر میں ان سب کے مضامین میں کچھ اختلاف سا بھی موہوم ہوتا ہے سو سب آیتوں میں غور کرنے سے میرے خیال میں تو یہ آتا ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اول زمین کا مادہ بنا اور ہنوز اس کی ہیئت موجود نہ بنی تھی کہ اسی حالت میں آسمان کا مادہ بنا جو سورت دخان میں تھا اس کے بعد زمین ہیئت موجودہ پر پھیلا دی گئی پھر اس پر پہاڑ و درخت وغیرہ پیدا کئے گئے پھر اس مادہ دخانیہ سیالہ کے ساتھ آسمان بنادیئے امید ہے کہ سب آیتیں اس تقریر پر منطبق ہو جاوے گی آگے حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اگر کسی کو اس کا افسوس ہو کہ مفصل کیفیت پیدائش زمین و آسمان کی بیان نہ فرمادی تو اس سورت کے شروع میں الم کے متعلق جو مضمون لکھا گیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں باوجود اختصار کے ان شاء اللہ تعالیٰ تسکین بخش ہوگا۔

و ربط: جاننا چاہیے کہ نعمت دوسم کی ہوتی ہے ایک صوری یعنی محسوس جیسے کھانا۔

پانی۔ روپیہ۔ پیسہ۔ مکان جائداد۔ دوسری معنوی جیسے عزت۔ آبرو۔ مسرت۔ علم۔ سو یہاں تک نعمت صوریہ کا بیان تھا کہ ہم نے تمہارے لئے یوں زمین و آسمان بنائے اس میں ہر قسم کا سامان پیدا کیا اب نعمت معنویہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دولت علم دی اور مسجود ملائکہ بتایا اور تم کو ان کی اولاد میں ہونے کا فخر دیا اس تقریب سے اس قصہ کو شروع سے ختم تک پورا بیان فرماتے ہیں

**اللغات:** قوله تعالى من بعد ميثاقه الميثاق اما اسم لما يقع به الوثاق والاحكام واما مصدر بمعنى التوثيق كالميعاد بمعنى الوعد فعلى الاول ان رجع الضمير الى العهد كان المراد بالميثاق ما وثقوه به من القبول والالتزام وان رجع الى لفظ الجلالة يراد آياته وكتبه وانذار رسله عليهم السلام والمضاف محذوف على الوجهين اى من بعد تحقق ميثاقه وعلى الثانى ان رجع الضمير الى العهد والميثاق مصدر من المبنى للفاعل فالمعنى من بعد ان وثقوه بالقبول والالتزام او من بعد ان وثقه الله عز وجل بانزال الكتب وانذار الرسل وان كان مصدرا من المبنى للمفعول فالمعنى من بعد كونه موثقا اما بتوثيقهم اياه بالقبول واما بتوثيقه تعالى اياه بانزال الكتب وارسال الرسل ۱۲ ابو السعود قوله تعالى امر الله الامر هو القول الطالب للفعل وبه سمي الامر الذى هو واحد الامور تسمية للمفعول بالمصدر فانه مما يورم به كما يقال له شان وهو القصد والطلب لما انه اثر للشان وكذا يقال له الشنى وهو مصدر شاء لما انه اثر للمشية ۱۲ ابو السعود. قوله تعالى استوى الاستواء الاعتدال والاستقامة يقال استوى العود وغيره اذ اقام واعتدل ثم قيل استوى اليه كالسهم المرسل اذا قصده قصدا مستويا من غير ان يلوى على شنى ومنه استعير قوله ثم استوى الى السماء اى قصد اليها بارادته ۱۲ كشاف قوله تعالى فسواهن ومعنى تسويتهن تعديل خلقهن وتقويمه واخلاتهن من العرج والفتور او اتمام خلقهن ۱۲ كشاف.

**النحو:** قوله تعالى ان يوصل محله اما النصب على انه بدل من الموصول او الجر على انه بدل من ضميره والثانى اولى لفظا ومعنى ۱۲ ابو السعود. قوله تعالى فسواهن ضمير مبهم وسبع سموات تفسيره كقولهم ربه رجلا وقيل الضمير راجع الى السماء والسماء فى معنى الجنس ۱۲ كشاف.

**البلاغة:** قوله تعالى ينقضون النقض الفسخ ولك التركيب



فان قلت من اين ساغ استعمال النقص في ابطال العهد قلت من حيث تسميتهم العهد بالحبل على سبيل الاستعارة لما فيه من ثبات الوصلة بين المتعاهدين ۱۲ كشاف وفي هذه الآية استعارة تخيلية ومكنية ۱۲ من اتقان. قوله تعالى كيف تكفرون بالله معنى الهمزة التي في كيف مثله في قولك اتكفرون بالله ومعكم ما يصرف عن الكفر ويدعوا الى الايمان وهو الانكار والتعجب ونظيره قولك تطير بغير جناح وكيف تطير بغير جناح ۱۲ كشاف قوله تعالى فاحياكم ثم الخ فان قلت لم كان العطف الاول بالفاء والاعقاب بثم قلت لان الاحياء الاول قد تعقب الموت بغير تراخ واما الموت فقد تراخى عن الاحياء والاحياء الثاني كذلك متراخ عن الموت ۱۲ كشاف.

**الكلام:** دل اكثر الآيات على خلق السموات والارض وما بينهما في ستة ايام وحديث مسلم الذي فيه خلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة في آخر الخلق وآخر ساعة النهار فيما بين العصر الى الليل يدل على كون المدة سبعة ايام والجواب ما قاله المظهرى لا دليل في الحديث على ان المراد بالجمعة التي خلق فيها آدم اول جمعة بعد خلق الارض لعل ذلك الجمعة بعد الدهور آه قلت وزال به اشكال آخر انه كيف يتصور مكث الجن زمانا طويلا في الارض

بعد خلق الارض والسموات وقبل خلق آدم عليه السلام ۱۲. **الروايات:** عن الحسن خلق الله الارض في موضع بيت المقدس كهينة الفهر عليها دخان ملتزق بها ثم اصعد الدخان وخلق منه السموات وامسك الفهر في موضعها وبسط منها الارض فذلك قوله تعالى كانتا رتقا وهو الالتزاق ۱۲ كشاف قلت ومعنى قوله خلق منه السموات اى من غير تسوية لها فيكون بعد هذا التاويل مؤيدا لما قلت في ترتيب خلق السموات والارض وما بينهما والحمد لله تعالى. وروى هذا الترتيب صريحا ابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم والبيهقى في الاسماء والصفات من طريق السدى عن مالك وعن ابى صالح عن ابن عباس وعن مرة الهمداني عن ابن مسعود وعن اناس من اصحاب رسول الله ﷺ كذا في الدر المنثور سورة البقرة ۱۲.

**الفقه:** قوله تعالى خلق لكم استدل به على ان الاشياء خلقت في الاصل مباحة مطلقا ۱۲ كشاف.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله توڑتے رہتے ہیں لافادة الجملة الفعلية التجدد ۱۲. ۲. قوله ممنوع الاستعمال مظهر اياحسبك قوله تعالى واثمهما اكبر من نفعهما.



وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًۭ ۚ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤنگا زمین میں ایک نائب فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خوں ریزیاں کریں گے۔

الدِّمَآءِ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ

اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔ اور علم دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا

عَرَضَهُمْ عَلٰی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْۤا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا

پھر وہ چیزیں فرشتوں کے رو برو کر دیں پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھکو اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی

عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝

جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا۔ بیشک آپ بڑے علم والے ہیں حکمت والے ہیں

تفسیر: قصہ آدم علیہ السلام:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًۭ (الٰہی قولہ تعالیٰ) قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے (مقصود استفسار از ملائکہ تاکہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں ورنہ اللہ تعالیٰ تو باطن کو بھی جانتے ہیں اور حقیقت میں ان سے مشورہ لینا نہ تھا اس کی حاجت ہی کیا ہے بلکہ اس کا تو احتمال بھی محال ہے غرض اللہ نے فرشتوں سے یہ فرمایا) کہ ضرور میں بناؤنگا زمین میں ایک نائب (معنی خلافت: یعنی وہ میرا نائب ہوگا کہ اپنے احکام شرعیہ کے اجراء و انفاذ کی خدمت اس کے سپرد کرونگا) فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی (خلاصہ معروض ملائکہ: مطلب یہ کہ ہم تو سب کے سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور ان میں کوئی کوئی مفسد و سفاک بھی ہوگا سو اگر یہ کام ہمارے سپرد کیا جاوے تو ہم سب لگ لپٹ کر اس کو انجام دینگے اور وہ لوگ سب اس کام کے نہ ہوں گے البتہ جو مطیع ہونگے وہ تو جان و دل سے اس میں لگ جاوینگے مگر جو مفسد و ظالم ہونگے ان سے کیا امید ہے کہ وہ اس کو انجام دیں خلاصہ یہ کہ جب کام کرنے والوں کا ایک گروہ موجود ہے تو ایک نئی مخلوق کو جن میں کوئی کام کا ہوگا کوئی نہ ہوگا اس خدمت کے لئے تجویز فرمانے کی کیا ضرورت ہے یہ بطور اعتراض کے نہیں کہا نہ اپنا استحقاق جتلا یا جو ان مقدس خدمت گزاروں پر شبہات پیدا ہوں بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی حاکم کوئی نیا کام تجویز کر کے اس کیلئے ایک مستقل عملہ بڑبانا چاہے اور اپنے قدیمی عملہ سے اسکا اظہار کرے وہ لوگ اپنی جاں نثاری کی راہ سے عرض کریں کہ حضور جو لوگ اس نئے کام کیلئے تجویز ہوئے ہیں ہم

کو کسی طرح پر تحقیق ہوا ہے کہ بعض بعض تو اسکو بخوبی انجام دے سکیں گے اور بعض بالکل ہی کام بگاڑ دینگے جس سے حضور کا مزاج ناخوش ہوگا آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں ہر وقت حضور پر جان قربان کر نیکو تیار ہیں اور حضور کی جان و مال کو دے دیتے رہتے ہیں کیسا ہی کام کیوں نہ ہو حضور کے اقبال سے اسکو انجام دے نکلتے ہیں کبھی کسی خدمت میں ہم غلاموں نے عذر نہیں کیا اگر وہ نئی خدمت بھی ہم کو عنایت ہوگی تو ہم کو کیا عذر و انکار ہوگا اور حضور کی مرضی موافق اسکو انجام دینگے اس طرح فرشتوں کی عرض معروض اظہار نیاز مندی کے واسطے تھی اور یہ بات انکو کسی طرح اللہ تعالیٰ نے معلوم کرا دی ہوگی کہ بنی آدم میں بھلے برے سب طرح کے ہونگے (حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔

حکمت تخلیق بنی آدم وعدم تکمیل آں از ملائکہ:

یعنی جو امر تمہارے نزدیک مانع تخلیق بنی آدم ہے یعنی ان میں سے بعض کا مفسد و سفاک ہونا وہی امر واقع میں باعث انکی تخلیق کا ہے کیونکہ اجرائے احکام و انتظام تو جب ہی وقوع میں آسکتا ہے جب کوئی اعتدال سے تجاوز کرنے والا بھی ہو

ہر کجا پستی است آب آں جارود ہر کجا مشکل جواب آں جارود ہر کجا دردے دوا آں جارود ہر کجا رنجے شفا آں جارود تو یہ مقصود خاص تم فرمانبرداروں کے جمع ہونے سے پورا نہیں ہو سکتا۔ عدم تکمیل حکمت مذکور از جن: اب رہی یہ بات کہ جن تو پہلے سے موجود تھے اور ان میں نا فرمان بھی تھے تو یہ مجموعہ ان کے موجود ہونے سے حاصل تھا پھر انسان میں نئی بات کیا ہوئی سو بات یہ ہے کہ اصلاح کے لئے جیسے کسی محل کی ضرورت ہے کہ موصوف بفساد ہو اسی طرح اس محل کی قابلیت قریبہ کی بھی ضرورت ہے ورنہ زیادہ حصہ اصلاح و سعی کا بیکار جاتا ہے سو یہ قابلیت جنوں میں



بہت ضعیف ہے پس ملائکہ میں تو فساد ہی نہ تھا اور جنوں میں اصلاح کی قابلیت ضعیف تھی انسان ایک ایسی چیز ہے جس میں فساد اور قابلیت تامہ اصلاح دونوں مناسب طور سے موجود ہیں اس لئے اس مقصود کی تکمیل کے لئے انسان کو پیدا کیا اور ملائکہ اور جن ہر دونوں کا کافی قرار دیئے گئے۔ دفعہ شہ بر ضرورت حکمت مذکورہ: اب رہی یہ بات کہ خود ایسی اصلاح ہی کی کیا ضرورت ہے جو موقوف ہو وجود فساد پر سو اس سوال کا حاصل حکمت تکوین کو دریافت کرنا ہے سو یہ دریا ئے خون ہے اس میں قدم رکھنا اپنے کو ہلاکت عظیم میں سپرد کرنا ہے اور اس کی وجہ یہ نہ سمجھی جاوے کہ اس میں کوئی حکمت معقول نہیں ہے ضرور ہے اور بیشک ضرور ہے مگر ہماری عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہیں اس لئے

۱۔ بدر یا در منافع بے شمار است اگر خواہی سلامت بر کنار راست اس لئے شریعت نے براہ شفقت ایسے امور کی تفتیش سے روک دیا ہے اور ضروری کاموں میں لگا دیا ہے۔

۲۔ حدیث مطرب دے گو راز دہر کمتر جو کہ کس نہ کشود و کشاید بہ حکمت اس معمارا شروع سورۃ بقرہ میں الہم کے ذیل میں یہی مضمون اختصار سے عرض کیا ہے وہ پھر ملاحظہ کر لیا جاوے۔ یہاں تک یہ تو معلوم ہوا کہ تخلیق انسان میں یہ حکمت ہے کہ ان کے ہونے سے اصلاح و انتظام شرعی متحقق ہوگا۔ گو کوئی مخالف اس قوت و استعداد کی جو اس کو کامل مقدار کے ساتھ عطا ہوئی ہے بے قدری کر کے اس سے منتفع نہ ہو مگر سامان کے جمع کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی اب اس میں فرشتوں کی جانب سے اس احتمال کی گنجائش رہ گئی تھی کہ خیر انسان کو پیدا کر دیا جائے اور ان کی اصلاح کی خدمت ہم کو دیدی جاوے اس لئے اب اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان آدمیوں کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہو سکتی ہے کیونکہ مصلح کے لئے علم کی ضرورت ہے اور جس خاص علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے، اگلی آیت میں یہی حکایت ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ اور علم دیدیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو (ان کو پیدا کر کے) سب چیزوں کے اسماء کا (مع ان چیزوں کے خواص و آثار کے غرض تمام موجودات روئے زمین کے اسماء و خواص کا علم دیدیا) پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ تِلَاوْ مَجْهُوْ اَسْمَاءِ اَنْ حِيْزُوْنَ (یعنی مع ان کے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو ف: یعنی اپنے اس خیال میں کہ ہم اصلاح طبائع و انتظام شرائع کی خدمت جس کے لئے نائب کی تجویز ہو رہی ہے انجام دے سکیں گے۔

تحقیق و تعیین علمیکہ موقوف علیہ اصلاح انسان است و تخصیص آں بانسان: تحقیق مقام کی یہ ہے کہ ہر منتظم اور مصلح کو ضرور ہے کہ جس چیز کا انتظام اور

اصلاح کرنا چاہے اس کی اصل و حقیقت اور اس کے ہر قسم کے نشیب و فراز سے پورا واقف و ماہر ہو یہی وجہ ہے کہ اگر حاکم اپنی رعایا کی عادات و رسوم و مزاج اور مصالح و مضار سے واقف نہ ہو کبھی اس کے ہاتھوں ان کا انتظام درست نہیں ہو سکتا اسی طرح یہاں خلیفہ خداوندی کو جب طبائع کی اصلاح کا کام کرنا پڑے گا تو لا بد طبائع کی کیفیات اور خصوصیات اور ان کے تغیر و تبدل سے اس کو پورا آگاہ ہونا چاہیے یہ تو باطنی انتظام ٹھہرا اور ظاہری انتظام شریعت کا کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے اس میں بھی ضرورت ہوگی ان چیزوں کے بہت سے حالات و خواص و منافع و مضار دریافت کرنے کی مثلاً نشہ کی چیز حرام ہے تو اب جو شخص نشہ کی حقیقت اور آثار کو نہ جانتا ہوگا اس کے سامنے کوئی شراب پی کر بدست بھی ہو جاوے تو وہ اس کو زجر و تنبیہ و نہی عن المنکر نہیں کر سکتا کیونکہ وہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھ کو نشہ ہی نہیں ہوا اور یہ شخص اس کی تکذیب نہیں کر سکتا بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہو کہ نشہ دار چیز کی کیا خاصیت ہے اور اس کے پینے سے کیا حالت ہو جاتی ہے وہ شخص اس پر احتساب و احتجاج کر سکتا ہے یا مثلاً رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں جو برتن شراب رکھنے کے تھے ان میں شربت رکھنے کو بھی منع فرمادیا کیونکہ آپ طبائع کی حالت جانتے تھے کہ بعضے چالاک شربت کے بہانہ سے شراب پینے لگیں گے پھر آپ کو جب اطمینان ہو گیا کہ اب لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت ہو گئی ہے آپ نے اجازت دیدی سو اگر آپ طبائع کے ان خواص سے واقف نہ ہوتے تو ہر گز یہ احکام خاص صادر نہ فرما سکتے تھے اس سے ثابت ہو گیا کہ مصلح کو اس جماعت کے احوال متعلقہ سے پوری واقفیت ہونا ضروری ہے اسی طرح لغات و محاورات کے تغیر و تبدل سے احکام میں تفاوت ہو جاتا ہے جس کی واقفیت کے لئے ان سے اختلاف کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ احوال بشریہ سے جس قدر بشر واقف ہو سکتا ہے ملائکہ یا جن ہرگز واقف نہیں ہو سکتے ملائکہ تو اس لئے کہ وہ خود طبائع متغیرہ سے منزہ ہیں وہ اس کے انقلابات سے کیونکر آگاہ ہو سکتے ہیں مثلاً فرشتہ کو جب بھوک نہیں لگتی تو وہ بھوک کی حقیقت و خاصیت کو کیسے جان سکتا ہے رہ گئے جن سوگو وہ طبیعت متغیرہ رکھتے ہیں مگر چونکہ ان کے طبائع میں شر غالب ہے اس لئے انسان میں جو قوی جاذب الی الخیر ہیں ان کی کشش اور چشمش سے انسان کے برابر ماہر نہیں ہو سکتے تو ان قوی کی تعدیل و تربیت و ترقی کے متکفل وہ کب ہو سکتے ہیں اس لئے انسان کی کامل اصلاح انسان ہی کر سکتا ہے اگر کوئی کہے کہ اگر ملائکہ اصلاح انسان کیلئے بوجہ فقدان طبائع کے کافی نہیں تو ان کے متعلق وحی کا لانا کیونکر کیا گیا کہ وحی تو مبداء اصلاح کا ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ جیسے جن اصلاح کیلئے بوجہ تحالف طبائع کے کافی نہیں



اسی طرح انسان جن کی اصلاح کیلئے کیے کافی ہوگا کیونکہ مخالف طبائع تو باقی ہے۔

جواب دخل ملائکہ در اصلاح انسان: پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ علم خاص یعنی مہارت تامہ مذکورہ اسی مصلح کے لئے ضروری ہے جو اتالیقی کی حالت رکھتا ہو جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے کہ امم کی خصوصیات اصلاح و تربیت انکی رائے و اجتہاد پر مبنی کی گئی ہے اور ملائکہ علیہم السلام کی شان محض سفارت کی ہے کہ ایک معین عبارت یا مضمون انبیاء علیہم السلام کو پہنچا دیا سمیں اس مہارت کی ضرورت نہیں۔ جواب کفایت انسان در اصلاح جن: دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ انسان اور جن میں قوت غلبہ شر تو مشترک ہے صرف غلبہ قوت خیر میں مخالف ہے اسلئے جنوں کی طبیعت کے آثار سے انسان ناواقف نہیں ہے وہ انکی تربیت کر سکتا ہے۔

دفع خلجان امکان حصول علم مذکور موقوف علیہ ملائکہ مابعد تعلیم: اگر یہاں کسی کو خلجان ہو کہ جس طرح آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمادینے سے انکو وہ علم خاص حاصل ہو گیا اور صلاحیت خلافت کی حاصل ہو گئی اگر ملائکہ کو تعلیم فرمادیتے تو انکو بھی وہ علم اور اس کی ساتھ صلاحیت خلافت میسر ہو جاتی سو آدم علیہ السلام پر اسکا ظاہر فرمانا اور فرشتوں سے پوشیدہ کرنا آدم علیہ السلام کو ترجیح دینے کیلئے کافی نہیں ہو سکتا۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہر چیز پر حاصل ہے مگر عادتہ اللہ یوں جاری ہے کہ اکثر حوادث کو اسباب و شرائط کیساتھ مرتبط و متعلق فرمایا ہے سو جس علم کی یہاں بحث ہے اسکے حصول کیلئے ایک استعداد خاص کی ضرورت ہے جیسا ہر علم میں اسکا مشاہدہ ہوتا ہے لذت جماع کے علم کیلئے استعداد رجولیت کی شرط ہے عین مادر زاد کو اس لذت کا علم حاصل ہونا عادتہ ممتنع ہے سو اس علم خاص کی استعداد آدمی میں تو پیدا کی گئی ہے اور ملائکہ میں پیدا نہیں کی گئی جیسا اوپر کی تقریر میں اجمالاً اس کا بیان بھی ہوا ہے کہ احوال طبائع بشریہ کے ادراک کیلئے طبائع بشریہ کا ہونا ضروری ہے جو خاصہ بشر کا ہے اور ملائکہ میں وہ مفقود ہے۔ سو آدم علیہ السلام کی تعلیم کے وقت ملائکہ سے اس علم کے پوشیدہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے جب ان میں اس علم کی استعداد ہی نہیں اگر تعلیم آدم کے وقت اول سے آخر تک وہ حاضر بھی رہے ہوں تو ان کو اس کا حاصل ہونا کب ممکن ہے اگر کسی طالب علم کو اقلیدس کی کوئی شکل سمجھائی جاوے اور عام مجمع ہو مگر جن کو اس فن سے مناسبت نہیں اس تقریر سے کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے دفع شبہ عدم اعطاء استعداد علم مذکور ملائکہ را: اگر یہ کہا جاوے کہ پھر وہ استعداد جو شرط حصول اس علم خاص کی ہے فرشتوں کو کیوں نہ دیدی۔ بات یہ ہے کہ وہ استعداد خاصہ بشر کا ہے اگر ملائکہ میں وہ استعداد پیدا کر دی جاتی تو وہ فرشتے فرشتے نہ رہتے جیسے جس

و حرکت خاصہ حیوان کا ہے سو اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جماد میں یہ صفت پیدا کر دیں مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ اس وقت جماد نہ رہے گا حیوان ہو جاوے گا تو اس سوال کا حاصل گویا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو بشر کیوں نہ بنادیا سو ظاہر ہے کہ یہ سوال بالکل بے معنی ہے اور اس کا جواب صاف ہے کہ اس صورت میں جو حکمت تخلیق ملائکہ میں ہے وہ معطل ہو جاتی۔ غرض تقریر ہذا سے ثابت ہو گیا کہ فرشتے فرشتے ہی رہ کر اس علم کو حاصل نہیں کر سکتے اسی وجہ سے..... فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں (اس الزام سے کہ آدم علیہ السلام پر اس علم کو ظاہر فرمادیا ہم سے پوشیدہ رکھا آپ کی طرف سے تو کوئی اخفاء و دریغ نہیں ہوا مگر) ہم کو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہم کو آپ نے علم دیا (یعنی جس قدر ہماری پیدائش میں استعداد رکھی ہے اور اس کے موافق ہم کو علم عنایت ہوا اس کے سوا ہم کو دوسرے علم سمجھنے کو قوت نہیں ہے) بے شک آپ بڑے علم والے ہیں (کہ آپ کو سب علوم حاضر ہیں ہمارے اور آدمیوں کے معلومات سب حضور پر منکشف ہیں) حکمت والے ہیں (کہ جس قدر جس کیلئے مصلحت جانا اسی قدر فہم و علم عطا فرمایا)۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَلْحٰمْدُ لِلّٰہِ** یہ دلیل ہے اسکی کہ مدار خلافت علم و فہم ہے بشرطیکہ بد عملی نہ ہو نہ مجاہدہ اعمال میں اور مشائخ طریقت خلیفہ بنانے کی وقت اسی کی زیادہ رعایت کرتے ہیں۔

**اللفات:** قولہ تعالیٰ **لِلْمَلٰٓئِكَةِ جَمْعٌ** ملائک علی الاصل کالشمائل فی جمع شمال والحق التاء لتانیث الجمع ۱۲ کشف واشتقاقہ من ملک لما فیہ من معنی الشدة فالهمزة مزیدة وقیل انه مقلوب من مالک من اللوكة وهی الرسالة ۱۲ ابو السعود. قولہ تعالیٰ **وَعَلَّمَ التَّعْلِيمَ حَقِیْقَةً** عبارة عن فعل یترب علیہ العلم بلا تخلف عنه ولا یحصل ذاک بمجرد افاضة المعلم بل یتوقف علی استعداد المتعلم لقبول الفیض وتلقیہ من جہتہ وهو السرفی اشارۃ علی الاعلام والانباء فانہما یتوقفان علی سماع الخیر الذی یشرک فیہ البشر والملک ۱۲ ابو السعود قولہ تعالیٰ **الاسماء کلہا اسم الشنی بالکسر والضم وسمہ وسماء مثلین علامتہ ۱۲ قاموس قال صاحب الکشاف فان قلت فما معنی تعلیمہ اسماء المسمیات قلت اراہ الاجناس التي خلقها وعلمہ ان هذا اسمہ فرس وهذا اسمہ بعیر وهذا اسمہ کذا وهذا اسمہ کذا وعلمہ احوالہا وما یتعلق بہا من المنافع الدینیة والدنیویة ۱۲.**

**النحو:** قولہ تعالیٰ **وَإِذْ قَالَ نَصَبُ** باضمار اذکر ویجوز ان ینصب بقالوا ۱۲ کشف قولہ تعالیٰ **وَنَحْنُ الْوَاوُ** للحال کما تقول اتحسن الی فلان وانا احق منه بالاحسان ۱۲. قولہ **نَسْبَحُکَ** قیل هو علم للتسبیح ولا یکاد یستعمل الا مضافا وقیل انه مصلر منکر کففران لا نسیم مصلر ومعناه علی الاول نسبحک وعلی الثانی تنزهت عن ذلک ۱۲ ابو السعود اقول السهل ان یقال اصلہ نسبحک سبحانا فحذف العامل واضیف السبحان الی الکاف ۱۲. (بقیہ صفحہ ۲۷)



قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَسْبِغْ بِسَمَائِهِمْ فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلا دو ان چیزوں کے اسماء جو جب بتلا دیئے کو آدم نے ان چیزوں کے اسماء جو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی

وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝۱۰۷ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ

اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو چھپاتے ہو۔ ۱۰۷ اور ہم نے حکم دیا کہ اس کے اسماء جو بتلا دیئے کو آدم نے ان چیزوں کے اسماء جو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۰۸ وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اَسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

اور ہو گیا کافروں میں سے۔ اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے با فراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائو اس درخت کے

فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ ۝۱۰۹ فَازْلٰهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِی

ورنہ تم بھی انہیں میں شامل ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھے ہیں۔ پس فرشتہ دیدی آدم کو شیطان نے اس درخت کی جگہ سے طرف کر کے ہٹا دیا جس میں وہ تھے ہم نے کہا کہ تم میں سے بعض بعضوں کے دشمن بن گئے اور تم کو

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حَیْنٍ ۝۱۱۰

زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک

تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو چھپاتے ہو۔ ۱۰۷ اور ہم نے حکم دیا کہ اس کے اسماء جو بتلا دیئے کو آدم نے ان چیزوں کے اسماء جو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے کہتا تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی

**تفسیر: ربط:** اس گفتگو سے فرشتوں کو اپنے عاجز ہونے کا تو مشاہدہ ہو گیا اب حق سبحانہ و تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام میں اس علم خاص کی قوت و مناسبت کا ہونا بھی ملائکہ عیانا دیکھ لیں اس لئے قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَسْبِغْ بِسَمَائِهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتلا دو ان چیزوں کے اسماء۔ ۱۰۷ یعنی مع حالات کے۔ دفع شبہ وجود استعداد علم مذکور در ملائکہ: اور یہ ظہان نہ ہو کہ جب ملائکہ میں اس علم خاص کی مناسبت ہی نہ تھی تو بتلانے سے کیا فائدہ اور اگر بتلانے سے وہ کچھ سمجھ سکتے ہیں تو یہ دعویٰ صحیح نہ رہا کہ ان کو اس سے مناسبت نہ تھی۔ بات یہ ہے کہ بعض اوقات خود تو آدمی ایک علم کو نہیں سمجھتا مگر دوسرے کو تقریر کرتے ہوئے دیکھ کر قرآن مقام سے یہ یقیناً سمجھ لیتا ہے کہ یہ شخص واقعی اس علم میں بڑا ماہر ہے مثلاً استاد نے دو طالب علموں کے رویہ و رویہ کی دقیق مسئلہ کی تقریر کی پھر دونوں کا امتحان لیا ایک بیان نہ کر سکا دوسرے نے فر فر تقریر شروع کر دی ممکن ہے کہ وہ دوسرا طالب علم باوجودیکہ اب بھی اس مسئلہ کو نہ سمجھا ہو مگر اس کی برجستگی اور کہیں نہ رکنے سے یہ یقیناً سمجھ سکتا ہے کہ یہ اس مسئلہ کو واقعی خوب سمجھ گیا ہے پس بتلا دو کے معنی یہ نہیں کہ ان کے ذہن میں پہنچا دو ان کو سمجھا دو بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے رویہ و رویہ کا اظہار اور بیان کر دو گو بوجہ مناسبت نہ ہونے کے اس کو سمجھ نہ سکیں اب یہ ظہان جاتا رہا کہ اگر مناسبت نہ تھی تو بتلانے سے کیا فائدہ ہم بھی کہیں گے کہ مناسبت تو نہ تھی فائدہ تو یہ ہوا کہ ملائکہ اس قدر سمجھ گئے کہ آدم علیہ السلام ضرور اس علم سے ماہر ہو گئے۔

**توجہ:** سو جب بتلا دیئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا (دیکھو) میں تم سے کہتا تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں



حکایت ذکر فرماتے ہیں۔ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ (السی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ مِنَ الْكُفَّينَ اور جسوقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو (اور جنوں کو بھی جیسا کہ روایات میں آیا ہے مگر غالباً فرشتوں کو بلا واسطہ حکم کیا ہوگا اور جنوں کو کسی فرشتہ وغیرہ کے ذریعہ سے کہا گیا ہوگا اور قرآن مجید میں بجز ابلیس کے دوسرے جنوں کے مامور بالسجود ہونے کے ذکر کا اہتمام شاید اس لئے نہ کیا گیا ہو کہ عقلاء سمجھ ہی جاویں گے کہ جب فرشتے ایسے مقربین سے آدم علیہ السلام کی تعظیم کرائی گی تو جن جوان کے سامنے کچھ بھی رتبہ نہیں رکھتے اس تعظیم کے مکلف کیوں نہ ہوئے ہو گئے غرض ان سب کو یہ حکم ہوا کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔ ۱: ۲۸: اس پر تکفیر کا فتویٰ اس لئے دیا گیا ہے کہ اس نے حکم الہی کے مقابلہ میں تکبر کیا اور اس کے قبول کرنے میں عار کیا اور اس کو خلاف حکمت و خلاف مصلحت ٹھیرایا۔ جیسا دوسرے مقام پر اس کا قول مذکور ہے کہ میں ناری الاصل ہونے کی وجہ سے اس ترابی الاصل سے افضل ہوں اور اور افضل سے مفضول کی تعظیم کرانا بے موقع ہے۔

مسئلہ: جو شخص اس طرح حکم شرعی کے ساتھ رد و انکار سے پیش آوے وہ کافر ہے۔ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (السی قولہ تعالیٰ) فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی (حواء) جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدم علیہ السلام کی پسلی سے کوئی مادہ لے کر بنا دیا تھا) بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے با فراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ ۱: ۲۹: خدا جانے وہ کیا درخت تھا مگر اس کے کھانے سے منع فرما دیا اور ہر آقا کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے گھر کی چیزوں میں سے غلام کو جس چیز کے برتنے کی چاہے اجازت دیدے جس چیز سے چاہے منع کر دے۔ فَازْلِمُ الشَّيْطَانُ عِبَادًا لَّكَ وَخُذْ مَا مَتَّاعًا (السی قولہ تعالیٰ) وَمَتَّاعًا إِلَىٰ حِينٍ پس لغزش دیدی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے۔ ۱: ۳۰: شیطان انکار سجدہ کے جرم میں ملعون و مردود ہو چکا تھا اور اس جماعت ملائکہ سے نکال دیا گیا تھا اور چونکہ یہ زخم اس کو آدم علیہ السلام کی وجہ سے پہنچا تھا اس لئے ان کا جانی دشمن ہو گیا تھا جب اس نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور ان کا یوں اعزاز ہوا ہے اب اس فکر میں لگا کہ کسی طرح آدم کو مع ان کی بیوی کے

اس عیش و عشرت سے جدا کرنا چاہئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھی اس کی عداوت و فکر ایذا رسانی سے آگاہ فرما دیا تھا غرض یہ آدم علیہ السلام کے پیچھے پڑا اور ان کو جس طرح بن پڑا بہکانا شروع کیا کہ (توجیہ لغزش آدم علیہ السلام بتقریر خالی از خدشات) اصل میں اس درخت کی (خاصیت یہی ہے کہ اس کے کھانے سے حیات ابدی یا ملکیت حاصل ہو جاتی ہے مگر جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا تھا اس وقت تمہاری حالت کے مناسب یہی تھا کہ ملکیت یا خلود کے اسباب کا ارتکاب نہ کیا جاوے اس وقت استعداد ضعیف تھی ضعیف المعده کو غذائے قوی سے ممانعت ہوا ہی کرتی ہے اور اب ماشاء اللہ تمہاری استعداد اپنی کمال قوت کو پہنچ گئی ہے اس حالت کے لئے ممانعت بھی نہیں ہے کیونکہ جب علت نہیں رہتی معلول بھی نہیں رہا کرتا۔ جیسے ضعف معده رفع ہونے کے بعد پھر وہ ممانعت سابقہ باقی نہیں رہتی اور اس مضمون پر قسمیں کھا گیا چونکہ تاویل بڑی نمکین تھی ادھر اللہ کی قسمیں کھا گیا جس کا نام سن کو محبت والے تو گھل ہی جاتے ہیں پھر لالچ دلایا حیات دائمی و ملکیت کا جس کا کمالات موجودہ پر مزید ہو جانا نعم العداۃ کا اور نور علی نور کا مصداق تھا خط بر خسار کا لطف دیتا تھا اور پھر ممکن ہے کہ اس موذی ظالم کو پہچانا بھی نہ ہو کسی نئی شکل میں ملا ہو یا عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ کو پیش نظر رکھ کر انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال کو دستور العمل بنایا ہو اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جہیہ سے مسمریزم والوں کی طرح دور ہی سے اثر پہنچایا ہو وہو قول الحسن کما فی الکبیر جس سے آدم علیہ السلام کے خیال میں یہ بات پڑ گئی ہو اور یہ خدشہ بھی نہ ہوا ہو کہ یہ خیال کسی بدخواہ کا اثر پہنچایا ہوا ہے غرض اسباب ایسے ہی جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اس وقت احاطہ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کہا کیا یہ حقیقت ہے لغزش میں آجانے کی بفضلہ تعالیٰ اس تقریر کی بنا پر اس قصہ میں کوئی عقلی و نقلی اشکال باقی نہ رہا۔ ۱: ۳۱: بعض احباب نے اس احتمال پر کہ اس نے بے ملے ہی اپنی قوت جہیہ سے الخ حسب ذیل کلام کیا ہے۔ یا باہ ظاہر قولہ تعالیٰ وَقَالَتْهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَوْنٌ خَصِيصٌ والصحيح انه لا قاهما ولكن لا ندري اين لا قاهما وكيف لا قاهما ۱: ۳۲: یعنی قاسمہا ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ محض تصرف نہ تھا بلکہ کلام تھا جو عادت بے ملاقات نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا ظاہر کہنا صحیح ہے اور ظاہر کو بدوں ضرورت ترک کرنا مناسب نہیں اور یہاں ضرورت کے وجہ یہ ہو سکتے تھے۔ نمبر: ۱: لفظ وسوسہ مگر لغز یہ خاص نہیں ہے القاء فی القلب کی ساتھ کلام



نے یہ خطاب و عتاب کہاں سے تھے نہ ایسے سنگدل تھے کہ اس کی سہار کر جاتے بے چین ہو گئے اور فوراً ہی معافی کی التجا کرنے لگے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَلَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ اس میں اصل ہے مشائخ محققین کی اس عادت کی کہ بعض مباحات سے اس لئے روک دیتے ہیں کہ غیر مباح کی طرف منحرف نہ ہو جاوے چنانچہ قرب شجرۃ فی نفسہ ممنوع نہ تھا صرف اکل ممنوع تھا۔ قولہ تعالیٰ فَازْلَهُمَا الشَّيْطَانُ اس میں دلیل ہے کہ مٹی بھی مکر شیطان سے مامون نہیں چنانچہ آدم علیہ السلام کے اس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں مگر باوجود اس کے ان میں اور دوسروں میں دو فرق ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کفر سے محفوظ تھے دوسرے یہ کہ ان کی غلطی دوسروں کی معصیت کے مثل نہیں کیونکہ ان کو توبہ کے ایسے درجہ کی توفیق ہوئی کہ دوسروں کو نہیں ہوتی۔

**اللفظ:** قولہ تعالیٰ رَغَدًا وصف للمصدر ای اکلا راغداً واسعار افھا قولہ متاع تمتع بالعیش ۱۲ کشف۔

**النحو:** قولہ الا ابلیس استثناء متصل لانه کان جنیا واحدا بین اظهر الالف من الملائكة مغمورا بهم فغلبوا علیہ فیہ قولہ فسجدوا ثم استثنیٰ منهم استثناء واحد منهم و یجوز ان یجعل منقطعاً ۱۲۔ قولہ تعالیٰ عنہا الضمیر للشجرة ای فحملہما الشیطان علی الزلۃ بسببہا وتحقیقہ فاصدر الشیطان زلتہما عنہما وعن ہذہ مثلہا فی قولہ وما فعلتہ عن امری وقیل فازلہما عن الجنة بمعنی اذہبہما عنہما وابعدہما ۱۲ کشف۔

**الفقہ:** سجدة التحیۃ کان مشروعاً فی شرع من قبلنا ونسخ فی شرعنا والناسخ مارواه الترمذی عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجہا وفی العزیزی قال الشیخ حدیث صحیح اہ وقال الترمذی وفی الباب عن معاذ بن جبل وسراقۃ بن مالک وصہیب وعقبۃ بن مالک بن جہشم وعائشۃ وابن عباس وعبد اللہ بن ابی اوفی وطلق بن علی وام سلمۃ وانس وابن عمرو اہ وفی نیل الاوطار وقد روی حدیث ابی ہریرۃ المذکور البزار باسناد فیہ سلیمان بن داؤد الیمامی وهو ضعیف وخرج قصۃ معاذ المذکورۃ فی الباب (التي عزاہا الماتن الی احمد وابن ماجہ عن عبد اللہ ابن ابی اوفی) البزار باسناد رجالہ رجال الصحیح وخرجہا ایضاً البزار والطبرانی باسناد آخر وفيہ النہاس بن قہم وهو ضعیف وخرجہا ایضاً البزار والطبرانی باسناد آخر رجالہ ثقات وقضیۃ السجود ثابتۃ عن حدیث ابن عباس عند البزار ومن حدیث سراقۃ عند الطبرانی ومن حدیث عائشۃ عند احمد وابن ماجہ ومن حدیث عصمۃ عند الطبرانی وعن غیر هؤلاء وحدیث عائشۃ الذی ذکرہ المصنف سابقہ ابن ماجہ باسناد فیہ علی بن زید بن جدعان وفيہ مقال (ضعفہ کثیرون) ووثقہ بعضهم وخرج لہ مسلم مقروناً بغيرہ کما فی التہذیب

کیا ساتھ اغوا کو بھی کہتے ہیں۔ نمبر ۲: ترتیب قصہ سے سجود کا واقعہ خارج جنت مفہوم ہونا چنانچہ امر اسکن انت و زوجک الجنة اس کے بعد وارد ہے جب جنت سے خارج تھا تو سورۃ اعراف میں اخرج منها کی ضمیر کا مرجع سماء ہوگا جب سماء سے خارج کر دیا گیا اور آدم علیہ السلام جنت میں تھے پھر ملاقات کہاں ہوئی پھر کلام کہاں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب ذکر کی ترتیب وقوعی کو مستزم نہیں پس اقرب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جنت ہی میں ہوا اور اس وقت وہ جنت سے نکال دیا گیا مگر آسمان سے نہیں نکالا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے باہر بطور سیر کے آئے ہوں اور وہاں یہ ملاقات اور مکالمات ہو گئی ہو یا آدم علیہ السلام دروازہ جنت میں ہوں اور ابلیس جنت سے باہر واللہ اعلم۔ نمبر ۳: امر اسکن سے متبادرا حداثہ سکنی ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ ابقاء سکنی بھی اس کا مدلول ہو سکتا ہے۔ الحاصل درخت کا کھانا تھا اور سب عیش و آرام کا رخصت ہونا اس وقت بہشت سے باہر آنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن بنا رہیں گے۔  
**ف:** یعنی ایک سزا تو ظاہری ہوئی کہ یہاں سے زمین پر جاؤ دوسری سزائے باطنی ہے کہ بعضوں میں باہم عداوتیں بھی قائم رہیں گی جس سے لطف زندگی بہت کچھ کم ہو جاوے گا اگر شیطان اس وقت تک زمین پر نہیں آیا ہے جیسا کسی نوکر کو نوکری سے برطرف کر دیا جاوے مگر جو آقا کریم ہوتے ہیں اس کا بور یہ بستر فوراً ہی نہیں پھکوا دیا کرتے بتدریج نکال دیتے ہیں تب تو اس خطاب میں وہ بھی داخل ہے اور آدم و حوا کو خطاب کا شامل ہونا ظاہر ہی ہے اور اگر زمین پر آچکا ہے تو یہ خطاب آدم و حوا کو مع ان کی اولاد کے ہے چونکہ ان کی اولاد ہونے والی تھی ہی اس لئے آدم و حوا کو سنانا منظور ہے کہ تمہاری اولاد میں بھی احیاناً باہم عداوت ہوگی چونکہ اولاد کی نا اتفاقی سے والدین کو ضرور ہی صدمہ پہنچتا ہے اس لئے ان کو یہ بات سنانا مقتضی حالت موجودہ کا تھا۔ توجیہ عتاب برزلت: اگر کسی کو خلجان ہو کہ جو خطا تاویل سے ہو وہ اس قدر دارو گیر کے قابل نہیں جواب یہ ہے کہ جس قدر فہم و خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اس پر ملامت زیادہ ہوتی ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے حسنات الابراہیم سیئات المقربین اور حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ تم نے زیادہ غور سے کیوں نہیں کام لیا تو یہ دارو گیر عین دلیل کمال آدم اور ان کی مقبولیت کی ہے ترجمہ: اور تم کو زمین پر چندے ٹھیرنا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک۔ ف: یعنی وہاں بھی جا کر دوام نہ ملے گا بعد چندے وہ گھر بھی چھوڑنا پڑے گا۔ آدم علیہ السلام



وبقية اسناده من رجال الصحيح واورد هذا الحديث ابن الجارود في المنتقى فهو صحيح عنده فانه لا ياتي الا بالصحيح كما صرح به السيوطي في ديباجة جمع الجوامع) وحديث عبد الله بن ابي اوفى ساقه ابن ماجة باسناد صالح اه مختصرا اوفى الترغيب للمندري بعد رواية انس بن مالك مع قصة الجمل رواه احمد باسناد جيد رواه ثقات مشهورون والبخاري بنحوه رواه النسائي مختصرا وابن ابي حبان في صحيحه من حديث ابي هريرة بنحوه باختصار وفيه بعد رواية قيس بن سعد رواه ابو داود وفي اسناده شريك وقد اخرج له مسلم ووثق (قلت لما سكت عنه ابو داود فهو حجة عنده) وفيه بعد حديث ابن ابي اوفى رواه ابن ماجة وابن حبان في صحيحه اه وساق في كنز العمال بهذا الحديث متونا عديدة وطرقا كثيرة نسر ومنها سوى التي ذكرنا ها آنفا حاكم عن بريدة وقيس بن سعد (ولم يتعقب عليهما السيوطي بل صححهما في الصغير صريحا فهما حديثان صحيحان) والترمذي عن انس والطبراني في الكبير عن ابن عباس والبيهقي عن ابي هريرة وعبد ابن حميد عن جابر والطبراني في الكبير وسعيد بن منصور عن زيد بن ارقم اه وفي الخصائص الكبرى روايات كثيرة منها رواية ثعلبة بن ابي مالك عند ابي نعيم ورواية يعلى بن مرة عند الطبراني وابي نعيم ووجدت في قرطاس عتيق بخطي ولم يحضر في الآن من اين كنت اخذته ان الحديث رواه ابو داود والطبراني والحاكم والبيهقي عن قيس بن سعد والترمذي عن ابي هريرة والدارمي والحاكم عن بريدة واحمد عن معاذ والطبراني عن سراقه بن مالك وصهيب وعقبة بن مالك وغيلان بن مسلم ورواه ابن ابي شبة عن عائشة والبيهقي ايضا عن ابي هريرة كذا في جمع الجوامع للسيوطي انتهى ما في القرطاس. فهذه اسانيد عديدة بعضها صحيح وبعضها حسن وبعضها ضعيف يقوى بآخر ومنتهى هذه الاسانيد الى عشرين صحابيا لو اقتصرنا على الطرق المارة والحديث اذا روى من عشرة فهو متواتر على القول المختار (كما في تدريب الراوي) فهذا الحديث متواتر بالاولي وان اختلف احد في تواتره للاختلاف في العدد الذي يحصل به التواتر فلا يمكنه ان ينكر من كونه مشهور او يكفي المشهور لنسخ المتواتر على ما تقرر في الاصول واطلنا الكلام فيه للضرورة الداعية في هذا الزمان والا يكفي اجماع الامة ولم تر احدا من السلف ولا من الخلف اختلف في حرمة سجدة التحية مع تصفح كثير من كتب التفسير والحديث والفقه وما نقل عن بعض الصوفية في كتب تواريخهم لم يثبت عنهم وان ثبت فلا عبرة بقولهم لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم في الاجماع وان سلم كونهم ممن يعتد بقوله في الاجماع فلا يعتد به ايضا في هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرتفع بالاختلاف اللاحق نعم لا يلام عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية ومع ذلك لا يحتج بقولهم وصنيعهم لاسيما اذا ثبت النكير عن بعض اكابرهم ويحتاج الى هذا الكلام اذا سلم ان سجود الملكة لآدم

وسجود اخوة يوسف وابيه له كان سجودا حقيقيا وكان تحية لهما والحال انه مختلف فيه فقال بعضهم لم يكن سجودا حقيقيا بل هو كناية عن التعظيم وقال بعضهم كان آدم وابو يوسف بمنزلة الكعبة لنا فاللام بمعنى الى وقال بعضهم اللام للسبب اي كانت السجدة لله تعالى شكرا على ما انعم الله عليهم لاجل يوسف وادم على نبينا وعليهما السلام واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال وح لا يحتاج الى اثبات النسخ وثبت الحرمة بخبر الواحد ايضا ونقول ايضا ان الآية وان كانت قطعي الثبوت ولكنها ظني الدلالة فلا بعد في نسخها بحديث ظني الثبوت قطعي الدلالة كما لا يخفى والله اعلم بالصواب ۱۲.

**اختلاف القراءة:** قوله تعالى فاز لهما وفي قراءة فاز لهما من الازالة فعن للمجازاة اي ابعدهما ۱۲. في قراءة بنصب آدم ورفع كلمات على انها استقبلته بان بلغة واتصلت به ۱۲ كشف.

**الروايات:** عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه رغدا سعة المعيشة ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله معني يبين كان كذا من الخ الى قوله بيان كرو وهو السر في ايشار الانباء على التعليم لانه يتوقف على سماع الخبر كما مر من ابي السعود ۱۲. ۲. قوله ويكح حملا للاستفهام على التقرير كما قاله ابو السعود ۱۲. ۳. قوله تمام پوشيده چیز لعموم الغيب ۱۲. ۴. قوله دل میں رکھتے، هو اشارة الى ان لفظة كنتم زائدة كما في قوله تعالى من كان في المهد صبيا ۱۲.

۵. قوله يضمنون اني اعلم الخ دليله ما في الكشف قوله الم اقل لكم استحضار لقوله اني اعلم ما لا تعلمون الا انه جاء به على وجه البسط من ذلك وشرح اه اقول فلا دليل على كونه تعريضا للملائكة في ابدانهم احقيتهم للخلافة وكنانهم لكونهم اكرم عند الله ۱۲. ۶. قوله اور جنوں کو بھی الخ بقريضة قوله تعالى الا ابليس مع انضمام قوله تعالى كان من الجن الآية وهو اختيار لقول من قال ان الجن ايضا كانوا مامورين بالسجود له لكن استغنى بذكر الملائكة عن ذكرهم كما في ابي السعود ويؤيده ما رواه عن ابن عباس ان من الملائكة جنسا يتوالدون يقال لهم الجن قلت لا عجب انه رضى الله عنه اصطلاح على كون الملائكة شاملا للجن واذا كان الجن ايضا مامورين بالسجود سواء كان لفظ الملائكة شاملا لهم ام لا فلا يشكل الامر بابليس انه لم يؤمر بالسجود فكيف لعن بالاباء فافهم ۱۲. ۷. قوله ورنه دليله احتمال كونه جوابا للنهي فهو منصوب والاحتمال الآخر انه مجزوم عطفا على تقربا ۱۲ من كشف. ۸. قوله اس درخت کی وجہ سے دليله مامر من كون عن لسببية ۱۲. ۹. قوله جس طرح بن پڑا معناه ولو بايصال الوسوسة من الارض ولا ينكره الامن لم يعرف كيفية التصرف النفساني ۱۲. ۱۰. قوله دشمن رستگي لدلالة الجملة الاسمية بعضكم لبعض عدو على الاستمرار الثابت ۱۲. ۱۱. قوله توبه خطاب آدم وحواء بالقرآن يرجحه لقوله تعالى في طه قال اهبطا منها جميعا الآية ۱۲.



فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي

بعد ازاں حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کیساتھ توجہ فرمائی ان پر بیشک وہی ہیں بڑے بڑے قبول کرنے والے بڑے مہربان۔ ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے

هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

سب پھر اگر آؤں تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے اور جو لوگ کفر کریں گے اور کذب کریں گے ہمارے

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يٰبَنِي إِسْرَءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ

ادکام کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ کور ہیں گے۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کرو ان کا میں تمہارے عہد کو اور صرف تمہی سے

بِعَهْدِكُمْ وَآيَايَ فَارْهَبُونَ ۝ وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي

ڈرو۔ اور ایمان لے لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی چلنی حالت میں کہ وہ کچھ بتلانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت غم نہ سب میں پہلے انکار کرو اس قرآن کے اور مت لو بمقابلہ میرے،

ثُمَّ أَقْبِلْ وَلَا تَآيَايَ فَاتَّقُونَ ۝

احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص تمہی سے پورے طور پر ڈرو

**تفسیر:** چنانچہ ارشاد ہے فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (الہی قولہ تعالیٰ) إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بعد ازاں حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ (یعنی معذرت کے کلمات کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوئے تھے اور ایسے موقع پر جب خطا و اپراپنی خطا پر سخت نادم و بے چین ہو کلمات معذرت کا تلقین کر دینا دنیا میں رائج ہے بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ نوکر اپنی خطا پر نادم ہو کر منہ بنا کر ہاتھ جوڑ کر گردن جھکا کر رو برو خاموش کھڑا ہو جاتا ہے اور مارے ہیبت و انفعال کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہہ ڈرتا ہے کہ خدا جانے منہ سے کوئی ایسی بات بے تمیزی کی نہ نکل جاوے جس سے اور زیادہ عتاب ہونے لگے یا اس خطا کو اس قدر عظیم سمجھتا ہے کہ الفاظ معذرت کے اس کے لئے کافی نہیں ملتے اس وقت آقا کو جوش کرم ہوتا ہے اور مہربان ہو کر کہتا ہے کہ کیا چاہتا ہے کچھ منہ سے تو کہہ وہ جب پھر بھی کچھ نہیں کہتا تو کہتے ہیں اچھا عہد کر کہ پھر ایسی حرکت نہ کرو نگاہ اس کی تلقین کے موافق وہی الفاظ عرض کرتا ہے اس وقت کہہ دیتے ہیں کہ جا معاف کیا پھر مت کرنا اسی طرح یہاں ندامت آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور خود اس معذرت کے الفاظ تلقین فرمادیئے چنانچہ آدم علیہ السلام نے وہ کلمات عرض کئے تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر (یعنی توبہ قبول کر لی) بے شک وہی ہیں بڑے بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان اور (حضرت حوا کی توبہ کا بیان سورہ اعراف میں ہے قَالَ لَا زَيْنَا لَكُنَا نَافِسْنَا الْخَسْفِ سُوهُ بَعَثَ فِيهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ فَكُلُوا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمْ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ) کے قبول ہونے میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

ف حکمتہ مکث فی الارض بعد قبول توبہ مگر چونکہ ان کے روئے زمین پر آنے میں اور بھی ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں مثل اقلست حدود و اجراء احکام شرعیہ مضمین تھیں

چنانچہ قبل تخلیق ہی یہ امر تجویز فرمادیا گیا تھا جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً اس لئے معاف فرمانے کے بعد بھی اس حکم ہی کو منسوخ نہیں فرمایا البتہ طرز اس کا بدل دیا کہ وہ پہلا حکم حاکمانہ طرز پر تھا اور یہ دوسرا حکم حکیمانہ طریق پر ہوا تھا چنانچہ ارشاد ہے قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا (الہی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آؤں تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت (یعنی احکام شرعیہ بذریعہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے) سو جو شخص پیروی کرے میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔ ف: یعنی قیامت کے روز یہ شرہ ان کو ملے گا اور یہ خلجان نہ ہو کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روز بڑے بڑے مقبول و مقرب لوگ خوفزدہ ہوں گے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ وہ خوفناک نہ ہوں گے تاکہ اس شبہ کی گنجائش ہو بلکہ اس طرح فرمایا ہے کہ ان پر کچھ اندیشہ و خوف نہ ہوگا یعنی ان پر کوئی خوفناک واقعہ نہ پڑے گا خود اپنے دل میں وہ کتنا ہی ڈرا کریں اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کا مقدمہ کسی حاکم کے اجلاس میں ہو اور وکیل قانون دان یوں کہے کہ اس مقدمہ میں کوئی خطر و اندیشہ نہیں ہے تو مطلب یہی ہے کہ اس شخص پر کوئی آفت ایسی آنے والی نہیں جس کا اندیشہ ہو ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ خود اس کے دل میں خوف طبعی بھی نہیں ہے اور چونکہ ان پر کوئی آفت و تکلف واقع نہ ہوگی اس لئے حزن و غم کی مطلقاً نفی فرمادی، کیونکہ حزن اسی کیفیت کو کہتے ہیں جو بعد وقوع کسی مضرت کے قلب میں پیدا ہوتی ہے بخلاف خوف کے کہ ہمیشہ وقوع کے قبل ہوا کرتا ہے گو وقوع کبھی نہ ہو۔ غرض یہ ان لوگوں کا حال ہوا جو ہدایت کی پیروی کرنے والے ہوں گے، اب ان کے مقابلین کا حال بیان



فرماتے ہیں۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخ والے وہ انہیں ہمیشہ کور ہیں گے۔

**ربط:** یہاں تک بیان تھا نعمت عامہ معنویہ کا جس کے ضمن میں حضرت آدم علیہ السلام کا پورا قصہ بیان فرمایا گیا ہے آگے نعمت خاصہ کا بیان فرماتے ہیں جو خاص اس وقت کے علماء کو عطا ہو رہی تھی اور مشرکین عرب میں تو اہل علم تھے نہیں اہل کتاب میں البتہ لکھے پڑھے لوگ موجود تھے ان میں بھی بنی اسرائیل کی کثرت تھی جن پر پشچاپشت سے انعام و احسان ہوتے آئے تھے اور ان کو حسب و نسب و ریاست و پیرزادگی سب طرح کا فخر و امتیاز حاصل تھا اس لئے بنی اسرائیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ نعمتیں ان کو یاد دلاتے ہیں تاکہ شرمنا کر ایمان لاویں اور چونکہ یہ اہل علم تھے ان کے ایمان لانے سے دوسرے عوام پر اچھا اثر پڑے گا سو ان نعمتوں کو اولاً اجمالاً یاد دلاتے ہیں پھر اگلے رکوع سے تفصیلاً ان کا ذکر ختم پارہ کے قریب تک چلا جاوے گا اور فہرست انعامات کی خاتمہ پر بھی اسی قسم کی عبارت ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو مقصود اعظم ہوتا ہے کلام کو شروع بھی اس سے کیا کرتے ہیں اور دلائل وغیرہ قائم کر کے پھر نتیجہ کے طور پر اس کو ختم پر بھی لایا کرتے ہیں، سوار شاد ہے۔

تذکیر نعم بنی اسرائیل:

يَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ اذْكَرُوا نِعْمَتِي الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَ اَيُّهَا فَارْهَبُونَ اے بنی اسرائیل (یعنی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی) یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر (تاکہ ایمان لانا کہ اس نعمت کا حق ادا کرنا ہے آسان ہو جاوے آگے اس یاد کرنے کی مراد بتلاتے ہیں) اور پورا کرو تم میرے عہد کو (یعنی تم نے جو مجھ سے عہد کیا تھا توریت میں جس کا بیان اس آیت میں ہے وَلَقَدْ اخَذَ اللّٰهُ مِنْ اٰیَاتِ بَنِي اِسْرٰٓءِیْلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِیْبًا (الی) قَرْصًا حَسَنًا) پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو (یعنی میں نے جو عہد تم سے کیا تھا ایمان لانے پر جیسا آیت مرقومہ میں مذکور ہے لَا كُفْرَانَ عَنْكُمْ سَبَّأْنَكُمْ (الی) قولہ) سَوَاءَ السَّبِيلِ اور صرف مجھ سے ڈرو۔ **فہ:** اپنے عوام الناس معتقدین سے مت ڈرو کہ ان کو اعتقاد نہ رہیگا ان سے آمدنی بند ہو جاوے گی آگے اس ایفاء عہد کا مطلب صاف لفظوں میں بیان فرماتے ہیں۔

نبی از کفرودین فروشی:

وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَ اَيُّهَا فَاتَّقُوْا اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے (یعنی قرآن مجید پر اور تم کو تو اس سے وحشت نہ ہونا چاہئے کیونکہ اسکو تو نازل کیا ہے) ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتلانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (یعنی توریت کے کتاب الہی ہونے کی

تصدیق کرتی ہے چنانچہ جا بجا قرآن مجید میں امثال الذی اُنزلَ لَیْنٰوَالْبَیِّنٰتُ اور مَا اَوْتٰی مُوسٰی وَ عِیْسٰی اور یُؤٰیذُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اور اس قسم کی آیات بکثرت موجود ہیں ہاں جس قدر اس میں تحریف ہو گئی ہے وہ خود توریت و انجیل ہونے ہی سے خارج ہے) اور مت بنو تم سب میں پہلے انکار کرنے والے اس قرآن کے (یعنی تمہارے دیکھا دیکھی جتنے انکار کرتے جاویں گے ان سب میں اول بانی تم ہو گے تو قیامت تک تمام کے انکار کا وبال تمہارے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا) اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو۔ **فہ:** یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیا کے ذلیل و قلیل کو وصول مت کرو جیسا کہ ان کی عادت تھی چنانچہ آگے تصریح فرماتے ہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَ اَوْفُوا بِعَهْدِیْ اَوْفِ بِعَهْدِکُمْ مراتب وفاق میں نہایت وسعت ہے پس ہماری جانب سے اول مرتبہ ادا کئے کلمہ شہادت ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے جان و مال کی حفاظت اور اخیر مرتبہ ہماری طرف سے فناء ہے یہاں تک کہ فناء سے بھی فناء ہو جانا اور حق تعالیٰ کی طرف سے صفات و اسماء کے انوار سے آراستہ کر دینا پس وفا کی تفسیر میں جو آثار مختلفہ آئے ہیں وہ باعتبار مراتب متوسطہ کے ہیں اور وہ بکثرت ہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اول مرتبہ ہماری طرف سے توحید افعال ہے اور اوسط توحید صفات اور آخر توحید ذات اور حق تعالیٰ کی طرف سے وہ معارف و اخلاق ہیں جو ہر مرتبہ میں مناسب اس مرتبہ کے سالک پر فائز کئے جاتے ہیں۔

**اللفات:** قولہ فتلقى معنی تلقی الکلمات استقبالیہا بالاخذ والقبول والعمل بها حین علمہا ۱۲ کشف

**البلاغۃ:** قولہ فتلقى واکتفی بذکر توبۃ آدم دون توبۃ حوا لانہا کانت تبعالہ کما طوی ذکر النساء فی اکثر القرآن والسنة لذلك وقد ذکرہا فی قولہ قالاربنا ظلمنا انفسنا ۱۲ کشف قولہ تعالیٰ قلننا اھبطوا فان قلت لم کرر قلننا اھبطوا قلت لتاکید ولما یط بہ من زیادۃ فاما یاتینکم ۱۲ کشف قلت الا لطف ان یقال ان الاول للقدر والثانی للقضاء کما هو داب الملوک او الاول حکما والثانی حکمة کما اختیر فی المتن ۱۲ . قولہ تعالیٰ وایای فارھبون وهو اوکد فی افادۃ الاختصاص من اباک نعبد ۱۲ کشف قولہ تعالیٰ ولا تشتروا استعارة للاستبدال ۱۲ کشف

**ملحقات الترجمة:** ۱ قولہ کسی قسم کی ہدایت حملہا للتنبین علی الاطلاق والابہام ۱۲ . ۲ قولہ میری اس ہدایت کی لکون الاضافة للعہد ۱۲ . ۳ قولہ کفر کریں گے دلیلہ قرینۃ المقام من مقابلتہ بقولہ فمن تبع وصدور هذا الکلام قبل الايمان والكفر ۱۲ . ۴ قولہ پورے طور پر ڈرو لان التقوی غایۃ الرہبۃ کما ان الرہبۃ مقدمۃ التقوی بدأ بالمقدمۃ ثم ترقی الی الغایۃ ۱۲ من المظہری قلت وجہ ظاہر من اللغۃ لان التقوی من الوقایۃ فیختص بالخوف الذی یکون معہ الوقایۃ من المعاصی ولا یکون الا لکمال الخوف ۱۲ .



وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَكَتَبُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ اِنَّا مُرُونَ

اور مخلوط کر دینا حق کو باطل کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کر دینا حق کو جس حالت میں تم جانتے ہو اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ۔ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو لوگوں کو نیک کام کرنا

النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ لِئِنْ كُنْتُمْ لَكَبِيرَةً

اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اور مدد و ہمدردی اور نماز سے اور بیشک وہ نماز و شوق ضرور ہے مگر جسے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشمن نہیں وہ دشمن وہ لوگ ہیں جو

اِلَّا عَلَى الْخُشْعِينَ ۝ الَّذِينَ يَظُنُّونَ اَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ رَبَّهُمْ وَاَنَّهُم إِلَٰهٌ رَّجُوعٌ ۝ لِيَذْبَلَ اِسْرَآءِیْلَ اَذْكُرُوا النِّعْمَ الَّتِي اَنْعَمْتُ

خیال رکھتے ہیں اسکا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جاتوالے ہیں۔ اسے یاد دلاؤ یعقوب علیہ السلام کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو

عَلَيْكُمْ وَاِنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ

انعام میں دی گئی اور اسکو کہ میں نے تمکو تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی گئی۔ اور دُرُوم ایسے دن سے کہ نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے اور نہ کسی

مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جاسکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرف داری چل سکتی

گھٹے گی تو واضح باطنی سے حسد وغیرہ میں کمی آدے گی یہی مرض ان میں زیادہ تھے چنانچہ اس کا مستقل علاج بھی آگے ان کو بتلا دیئے اس آیت میں وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ یہاں تک اسلامی اصول و فروع سب کی تاکید اور ترغیب ان کو دی گئی، اب یہاں موقع ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ شاید مخالفین کو حضور پر نور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ثبوت اور علم ہی نہ ہوا ہو اور اس لئے کسی درجہ میں معذور ہو سکیں اس لئے اس خیال کے رفع کرنے کے واسطے ان لوگوں کا اس مسئلہ صدق دعوائے رسالت سے آگاہ ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ ان علماء بنی اسرائیل کے بعض اقارب اسلام قبول کر چکے تھے تو ان سے جب کبھی اس مقدمہ میں گفتگو آتی تو خفیہ طور پر ان سے یہی کہتے کہ بے شک حضور پر نور پیغمبر برحق ہیں ہم لوگ تو کسی مصلحت سے اسلام قبول نہیں کر سکتے مگر تم اس مذہب اسلام کو مت چھوڑنا اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ لوگ مسئلہ صدق دعوائے رسالت سے بخوبی آگاہ تھے اللہ تعالیٰ اسی بنا پر فرماتے ہیں۔

زجر عالم بے عمل:

اِنَّا مُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ (الہی قولہ تعالیٰ) اَفَلَا تَعْقِلُونَ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو (نیک کام سے مراد ہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی (یعنی توریت کی) اور اسمیں جا بجا ایسے عالم بے عمل کی مذمتیں مذکور ہیں جو تلاوت کے وقت تمہاری نظر سے گزرتی ہیں) تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ ہم بھی ان مذمتوں کے مصداق بنے جاتے ہیں۔

**تفسیر:** وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَكَتَبُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ اور مخلوط مت کر دینا حق کو باطل کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کر دینا حق کو جس حالت میں تم جانتے ہو: کہ یہ بری بات ہے خود غرض لوگ احکام شرعیہ کی تبدیلی دو طرح کیا کرتے ہیں ایک تو یہ اگر قابو چلا تو اس کو ظاہری نہ ہونے دیا یہ کتمان ہے اور اگر ان کے چھپائے نہ چھپ سکا اور ظاہری ہو گیا تو پھر اس میں خلط ملط کرنا چاہتے ہیں کہیں سہو کا تب بتلا دیا کہیں مجاز کا بہانہ پیش کر دیا کہیں مخدوف و مقدر نکال دیا، یہ نہیں ہے حق تعالیٰ نے دونوں سے منع کر دیا۔ **دب:** یہاں تک تو ایمان لانے کا اور کفر کی باتیں چھوڑنے کا حکم تھا جو کہ منجملہ اصول ہے اب بعض عظیم الشان فروع اسلامیہ کا حکم فرماتے ہیں تاکہ مجموعہ سے تکمیل اسلام کا مقصود مامور بہ ہونا حاصل ہو جاوے۔

امر بعبادات فرعیہ: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ **ف:** فروع اسلامیہ یعنی اعمال دو قسم کے ہیں اعمال ظاہری اعمال باطنی پھر اعمال ظاہری دو قسم کے ہیں عبادت بدنی عبادت مالی تو یہ تین کلیات ہوئیں ان تینوں کلیات میں سے ایک ایک جزئی کو ذکر کر دیا نماز عبادت بدنی ہے زکوٰۃ عبادت مالی ہے خشوع و خضوع عمل باطنی ہے چونکہ تواضع باطنی میں اہل تواضع کی معیت کو بڑا دخل اور تاثیر عظیم ہے اس لئے مع الرَّاكِعِينَ کا بڑھانا نہایت بر محل ہوا یہ تینوں عمل علاوہ عظیم الشان ہونے کے بنی اسرائیل کی حالت کے بہت مناسب تھے اس لئے ذکر میں ان کی تخصیص فرمائی کیونکہ نماز سے ان کی حب جاہ کم ہوگی زکوٰۃ سے حب مال



**ف:** مسئلہ: اس سے یہ نہیں نکلتا کہ بے عمل کو واعظ بننا جائز نہیں بلکہ یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں ان دونوں باتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ غرض یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کے پاس کوئی معقول عذر ایمان نہ لانے کے باب میں نہیں ہے اور ایمان لانا بلاشبہ ان کے ذمہ واجب ہے اب سمجھنا چاہئے کہ گوان کے پاس کوئی عذر قابل پذیرائی نہ تھا مگر دو خصلتیں ان کو ایمان نہ لانے دیتی تھیں ایک حب مال دوسرے حب جاہ اور انہیں دو سے حسد بھی پیدا ہو گیا تھا بار بار یہی خیال ہوتا تھا کہ اگر ہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کر لیا سو یہ تو سہل ہے کیونکہ اس میں کچھ مضار نہیں مگر اسکے بعد اس پر دوام بھی کرنا پڑیگا سو یہ اس لئے صعب ہے کہ اگر ایسا ہوا تو پھر کہاں تو یہ آمدنی اور کہاں یہ قدر و منزلت خود آپ کی غلامی کرنی پڑے گی اور چونکہ مال و جاہ کی محبت خوب جی میں گھس گئی تھی آپ کے فتوحات و شوکت کی ترقی کو اپنے تنزل کا سبب سمجھ کر مارے حسد کے جلے مرتے تھے غرض اصل مرض یہ دو تھے اور انکی وجہ سے ایمان لانا دشوار ہو رہا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ اس مشکل کے آسان ہو جانیکا طریقہ بتلاتے ہیں۔

**علاج حب مال و جاہ:**

وَالسَّاعِيْنَ بِالْأَصْبِرِ وَالصَّلٰوةِ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَآتٰھُمُ الْیَمَّ (رُجْعُوْنَ) اور مدد لو اگر تمکو حب مال و جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو جسکے دشوار ہونیکی تقریر اوپر گزر چکی تو) صبر اور نماز سے (یعنی ایمان لا کر صبر اور نماز کا التزام کرو کہ صبر سے حب مال گھٹ جاوے گی کیونکہ مال اسبوجہ سے محبوب ہے کہ ذریعہ حصول لذات و شہوات کا ہے جب انہی کے ترک کی ہمت باندھ لو گے تو مال بھی محبوب نہ رہیگا اور نماز سے حب جاہ کم ہوگی کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی و خاکساری ہی ہے جب یہ عادت پختہ ہو جاوے گی تو حب جاہ گھٹے گی یہی مادہ فساد کا تھا اسکی اصلاح سے اب ایمان میں دشواری معلوم نہ ہوگی۔ اب سمجھو کہ صبر میں بعض شہوات کو صرف ترک کرنا پڑتا ہے اور نماز میں بہت سے افعال کا واقع کرنا ہے اور ہمیشہ عقلی و طبعی قاعدہ سے ترک سے فعل دشوار ہوتا ہے خصوص نماز کہ بوجہ انتشار خیالات کے اسکی تقیدات بہت ہی گراں گذرتی ہیں اس لئے صبر میں تو چنداں مشقت نہ ہوگی البتہ نماز میں ضرور دشواری ہوگی اور اس کو معالجہ قرار دیا ہے حب جاہ کا مگر خود اسکی دشواری کا کیا علاج ہونا چاہیے سو اس کی نسبت فرماتے ہیں)

ترجمہ: اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔

**طریق سہولت حضور قلب در صلوٰۃ:**

اس میں تدبیر بتلاوی نماز کے آسان ہونے کی کہ اسکے سبب کی تشخیص کر کے

اس کے ازالہ کا طریق بتلادیا۔ حاصل یہ ہے نماز میں دشواری کا سبب دیکھنا چاہیے کہ کیا ہے سوطا ہر ہے کہ انسان کا قلب خوشگر ہے میدان خیال میں آزاد پھرنے کا اور جوارح تابع قلب کے ہیں تو وہ جوارح کے آزاد رہنے کا بھی متقاضی ہوتا ہے اور نماز میں پوری پوری تقید کہ نہ ہنس نہ بول نہ کھاؤ نہ پیو نہ چلو نہ پھرو وغیرہ وغیرہ ان تقیدات سے اول جوارح مقید ہوتے ہیں اور ان کی قید کا اثر قلب پر ہوتا ہے کہ وہ تنگ ہوتا ہے غرض علت اس گرائی و دشواری کی قلب کی حرکت فکر یہ ہے تو اس کا علاج سکون سے ہونا چاہئے چنانچہ خشوع کو کہ حقیقت اس کی سکون قلب ہے علت آسانی کی فرمایا گیا اور خود سکون قلب کی حقیقت حرکت قلب کے مقابلہ سے معلوم ہوگئی جب فکر یعنی سوچنا اس کی حرکت ہے تو قطع فکر اس کا سکون ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوگئی ہے کہ اگر افکار مختلفہ و خیالات متفرقہ کو کوئی شخص براہ راست قلب سے نکالنا چاہے قریب بحال ہے اس کی صرف ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کو اگر کسی ایک خیال میں مستغرق کر دیا جائے تو دوسرے خیالات و افکار از خود منعدم و فنا ہو جاتے ہیں اس لئے خشوع کے بعد اس خیال کو بتلاتے ہیں جس میں غرق ہو جانے سے دوسرے خیالات دفع ہوں اور ان کے دفع ہونے سے حرکت قلب منقطع ہو اور اس کے انقطاع سے قلب کو سکون ہو اور اس کے سکون سے نماز میں آسانی ہو اور اس میں آسانی ہونے سے وہ ہمیشہ ادا ہوا کرے اور اس کے ہمیشہ پڑھنے سے حب جاہ کم ہو اور اس کی کمی سے مانع ثبات علی الایمان مرتفع ہو اور اس مانع کے مرتفع ہونے سے ثبات علی الایمان کی توفیق ہو سبحان اللہ کیسا باقاعدہ مرتب علاج اور مطب ہے اس لئے اس خیال مذکور کی تعیین کی تعلیم فرماتے ہیں) ترجمہ: وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے (تو اس وقت اس خدمت کا خوب انعام ملے گا) اور اس ثبات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں (تو اس وقت اس کا حساب و کتاب بھی دینا ہوگا ان دونوں خیالوں سے رغبت اور رہبت پیدا ہوگی اول تو ہر خیال محمود میں غرق ہو جانا قلب کو نیک کام کے لئے مجتمع کر دیتا ہے خصوصاً رغبت اور بہت کا خیال کہ اس کو تو خاص طور پر دخل ہے نیک کام میں مستعد و سرگرم کر دینے کیلئے)

**دب:** یہی مضمون جس کا بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا ہے کہ اپنی نعمتیں یاد دلانیں انکی ناسپاسیاں بتلائیں یہاں تک بالکل اجمالی ہے اب اسی کو خوب تفصیل سے بیان فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْیَ فَضْلًا لَّکُمْ



مورث خشوع اور مزیل کبر ہے۔ قولہ تعالیٰ **وَاللَّهُ الْكَبِيرُ إِلَّا عَلَى الْغَاشِقِينَ** **الَّذِينَ يَطْمَنُونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ يُحْمَدُونَ** یہ آیت دال ہے اس پر کہ خشوع سبب ہے سہولت صلوٰۃ کا اور اس پر بھی کہ لقاء ورجوع کا استحضار سبب ہے حصول خشوع کا سو دیکھئے حق تعالیٰ نے کس طرح سے سہولت عبادت و حصول خشوع کا خوشگوار طریقہ بتلادیا ہے۔

**البلاغۃ:** قولہ تعالیٰ **وَلَا تَلْبِسُوا** فان قلت لبسہم وکتمانہم لیساً بفعلین متمیزین حتی ینہوا عن الجمع بینہما لانہم اذا لبسوا الحق بالباطل فقد کتموا الحق قلت بل ہما متمیزان لان لبس الحق بالباطل کتبہم فی التوراة ما لیس منها وکتمانہم الحق ان یقولوا لانجد فی التوراة صفة محمد ﷺ او حکم کذا او یمحوا ذلک ویکتبوا علی خلاف ما ہو علیہ ۱۲ کشاف۔ قولہ نفس الخ معنی التذکیر ان نفساً من الانفس لا تجزی عن نفس (کافرة) شیئاً من الاشیاء وهو الاقنات الکلی ۱۲۔

**الروایات:** عن ابن عباس رضی اللہ عنہ تلبسوا تخالطوا ۱۲ اتقان۔ عن ابن عباس الخشعین المصدقین بما انزل اللہ ۱۲ اتقان۔

**اللفظ:** قال القفال الاصل فی جزی عند اهل اللغة قضی اہ واصل العدل من معادلة الشیء تقول ما عدل بفلان احدا ای لا اری له نظیراً ۱۲۔

**النحو:** قولہ شیئاً مفعول بہ او مصدر ای قلیلاً من الجزاء والعائد الی الموصوف محذوف ای فیہ قولہ ولا ہم ای ما دلت علیہ النفس المنکرة من النفوس والكثیرة التذکیر بمعنی العباد ۱۲ کشاف۔

**الکلام:** استدلال المعتزلة بقولہ تعالیٰ لا یقبل منها شفاعۃ علی نفی الشفاعۃ واجیب بان هذا النفی فی حق الکفار خاصة کما اشرت الیہ فی الترجمة ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** اقولہ عاجزی کروان الركوع الخضوع قال الا ضبط بن قریع السعد ۲ قولہ کیا غضب ہے لان الهمزة للتقرب مع التویخ والتعجیب من حالہم ۱۲ کشاف۔ ۳ قولہ دشوار ضرور ہے افادہ اللام فی لکبیرۃ ۱۲۔ ۴ قولہ سکون قلب ہے هذا هو المعنی اللغوی للخشوع قال تعالیٰ تری الارض خاشعة ۱۲۔ ۵ قولہ اور اس بات کا بھی لان قولہ الیہ راجعون معطوف علی انہم ملاقوا ربہم والعطف فی حکم تکریر العامل ۱۲۔ ۶ قولہ خاص خاص برتاؤ میں فلا یلزم تفضیلہم فی القرب والقبول عند اللہ تعالیٰ علی من ثبت فضله علیہم بالدلیل الشرعی کالانبیاء والامۃ المحمدیۃ ولا حاجة الی هذا القید فی الترجمة الثانیۃ لعدم لزوم محذور علیہ وماخذھا تفسیر الکشاف العالمین بالجہم الغفیر من الناس یقال رایت عالماً من الناس یراد الکثرة کقولہ تعالیٰ بارکنا فیہا للعالمین ۱۲۔ ۷ قولہ لیکن یقینی بات ہے فاندفع الاشکال بانہم کیف خوطبوا بنعمة انعم بها علی غیرہم ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) لا تحقرن الضعیف لعلک ان: ترکع یوما والدھر قدر فہ ۱۲ من ابی السعد

الغالبین (یعنی) اسے اولاد یعقوب علیہ السلام کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو (تاکہ شکر اور اطاعت کی تحریک ہو) جو میں نے تم کو انعام میں دی تھی اور اس (بات) کو (یاد کرو) کہ میں نے تم کو (خاص خاص برتاؤ میں) تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی (اور یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ) میں نے تم کو ایک بڑے حصے مخلوق پر فوقیت دی تھی (مثلاً اس زمانہ کے لوگوں پر)

**ف:** ان خاص برتاؤوں کا بیان ایک آیت کے بعد سے شروع ہوا ہے اور زیادہ حصہ ان برتاؤوں کا ان مخاطبین کے باپ دادا کے ساتھ ہوا ہے لیکن یقینی بات ہے کہ باپ کے ساتھ جو احسان کیا جاوے ایک گونہ انتفاع اس سے اولاد کو ضرور ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ ہے اور اس آیت میں تو اطاعت کی ترغیب ہے اب اطاعت نہ کرنے پر ترہیب یعنی دھمکی بتلاتے ہیں **وَأَتَقُوا يَوْمَ لَا تَجِزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ** (الی قولہ تعالیٰ) **وَلَا أَفْعُرُ بِنَصْرُونَ** (یعنی) اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ (جس میں) نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے (جبکہ خود اس شخص میں ایمان نہ ہو جس کی سفارش کرتا ہے) اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جاسکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرف داری چل سکے گی **ف:** یہ دن قیامت کا ہوگا مطالبہ ادا کرنا یہ کہ مثلاً کسی کے ذمہ نماز و روزہ کا مطالبہ ہو دوسرا کہہ دے کہ میرا نماز روزہ لے کر اس کا حساب بے باق کر دیا جائے اور معاوضہ یہ کہ کچھ مال وغیرہ داخل کر کے بچا لائے سودوں باتیں نہ ہوں گی اور بدول ایمان کے سفارش قبول نہ ہونے کو جو فرمایا ہے اور آیتوں سے معلوم ہوا کہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایسوں کی خود سفارش ہی نہ ہوگی جو قبول کی گنجائش ہو اور طرف داری یہ کہ کوئی زور دار حمایت کر کے نکال لاوے مطلب یہ کہ دنیا میں جتنے طریقے مدد کرنے کے ہوتے ہیں بدول ایمان کے کچھ نہ ہوگا۔ اب یہاں سے دور تک ان مذکور خاص برتاؤوں کا بیان چلا ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ **يَذُنِّيْ اِسْرَآئِيْلَ، وَاتَّقُوا يَوْمًا** الخ اسمیں دلالت ہے اس پر کہ محض مقبولین کی طرف منسوب ہونا بدول ایمان و عمل صالح کے نافع نہیں کیونکہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی اولاد تھے پھر دیکھئے ان پر کس قدر تاثر ہوئی ہے۔ قولہ تعالیٰ **وَأَسْتَعِيْنُوا بِالضَّرَةِ الصَّلَوةِ** جب انکو ترک ضلال و اضلال و التزام شرائع کا حکم فرمایا اور یہ انکو شاق تھا چونکہ اسمیں انکا محبوب و مطلوب فوت ہوتا تھا پس انکے اس مرض کا اس خطاب سے علاج فرمایا اور جلالین میں اس طرح تقریر ہے کہ جب انکو حرص مال اور حب جاہ نے ایمان سے روکا تو انکو صبر یعنی صوم کا حکم ہوا کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے اور صلوٰۃ کا حکم ہوا کہ وہ



وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يَدْبَحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعْبُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكَ

اور جب کہ ہائی دی ہم نے تم کو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو۔ اور اس میں

بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ وَإِذْ وَعَدْنَا

ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری۔ اور جب شق کر دیا ہم تمہاری ہجرت سے دریائے شور کو پھر ہم نے بچا لیا تم کو اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو اور تم معائنہ کر رہے تھے۔ اور جب کہ وعدہ کیا تھا ہم نے

مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ

موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ کے بعد اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی۔ پھر بھی ہم نے درگزر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر

تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

کہ تم احسان مانو گے۔ اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کی چیز اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو

**تفسیر:** معاملہ اول: وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ (السی قولہ تعالیٰ)

وَفِي ذَلِكَ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب کہ رہائی دی ہم نے تم (لوگوں کے آباء اجداد) کو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو (یعنی لڑکیوں کو کہ زندہ رہ کر بڑی عورتیں ہو جائیں) اور اس (واقعہ) میں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری **ف:** کسی نے فرعون سے پیشین گوئی کر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جسکے ہاتھوں تیری سلطنت جاتی رہیگی اسلئے اسے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور چونکہ لڑکیوں سے کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا دوسرے اپنا ایک مطلب بھی تھا کہ ان سے ماماگری اور خدمت گاری کا کام لیتا تھا سو یہ عنایت بھی اپنے مطلب کیلئے تھی اور مراد اس واقعہ سے یا تو یہ ذبح و قتل مذکور ہے مصیبت میں صبر کا امتحان ہوتا ہے اور یا رہائی دینا مراد ہے جو کہ ایک نعمت ہے نعمت میں شکر کا امتحان ہوتا ہے اور اس نجات دینے کی تفصیل آئندہ آیت میں ہے۔

**معاملہ دوم:** وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ شق کر دیا ہم نے تمہارے (رستہ دینے کی) وجہ سے دریائے شور کو پھر ہم نے (ڈوبنے سے) بچا لیا تم کو اور غرق کر دیا متعلقین فرعون کو (مع فرعون کے) اور تم (اسکا) معائنہ کر رہے تھے۔ **ف:** یہ قصہ اسوقت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو کر پیغمبر ہو گئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کسی طرح نہ مانا تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو خفیہ لے کر یہاں سے چلے جاؤ راستہ میں سمندر ملا اور اسوقت پیچھے سے فرعون مع لشکر آپہنچا حق تعالیٰ کے حکم سے دریا شق

ہو گیا اور بنی اسرائیل کو راستہ مل گیا۔ یہ تو پار ہو گئے فرعون کے پیچھے تک دریا اس طرح رہا وہ بھی تعاقب کی غرض سے اندر گھس گیا اسوقت سب طرف سے پانی سمٹ کر دریا اپنے حال سابق پر ہو گیا اور فرعون اور فرعون بنی سب وہاں ہی ختم ہو گئے۔

**معاملہ سوم:** وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے (توریت دینے کا ایک مدت گذرنے پر جس میں دس رات کا اضافہ ہو کر) چالیس رات کا (زمانہ ہو گیا تھا) پھر تم لوگوں نے (پرستش کے لئے) تجویز کر لیا گوسالہ کو موسیٰ (علیہ السلام) کے (جانے کے) بعد اور تم نے (اس تجویز میں صریح) ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی (کہ ایسی بے جا بات کے قائل ہو گئے تھے۔ **ف:** یہ قصہ اس وقت ہوا جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل بقول بعض مصر میں واپس آکر رہنے لگے یا بقول بعض کسی اور مقام پر ٹھہر گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب ہم بالکل مطمئن ہو گئے اگر کوئی شریعت ہمارے لئے مقرر ہو تو اس کو اپنا دستور العمل بنا دیں موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم کو وہ طور پر آکر

ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو ایک کتاب تم کو دیں گے آپ نے ایسا ہی کیا اور توریت مل گئی مگر دس روزہ عبادت اور عبادت میں مشغول رہنے کا اس لئے حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ روزے رکھنے کے بعد افطار فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کا رائقہ (جو کہ غلو معدہ کی تخیل سے پیدا ہو جاتا ہے) پسند ہے اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دس روزے اور رکھیں تاکہ وہ رائقہ پھر پیدا ہو جاوے اس طرح یہ چالیس روز ہو گئے موسیٰ علیہ السلام تو یہاں رہے اور وہاں سامری ایک شخص تھا اس نے چاندی یا سونے کا ایک بچھڑے کا قالب بنا کر اس کے اندر ایک مٹی جو حضرت جبریل علیہ السلام کے



**اللفظ:** كبير السوم. اصله من سام السلعة اذا طلبها كانه بمعنى يغفونكم سوء القبح والمعنى اشدّه ١٢ من الكشف. البلاء اصله لا اختبار وهو تارة تكون بالمسار ليشكروها وتارة بالمضار ليصبروا



وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوْمُ إِنكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِيكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ کی تجویز سے سو تم اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمیوں کو قتل کرو

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِيكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۱۰ وَإِذْ قُلْتُمْ يَمُوسَىٰ لَنْ تُوْفَىٰ مِنْ لَدُنْكَ

یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک۔ بیشک وہ ایسی ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔ اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہیں تمہارے کہنے سے

حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهَنَّمَ فَاخِذْ بِكُمُ الصُّعِقَةُ ۖ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْنِ أَنْ يَقُولَا سَاحِرٌ كَذِبٌ ۖ فَإِذْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيهُمَا

یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو آپڑی تم پر کڑک بجلی اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تم کو زندہ کر اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس موقع پر کہ تم احسان مانو گے

وَوَضَعْنَا عَلَىٰ كُفْرِكُمُ الْيَمْنَ وَالسَّلَوىٰ كُلَّامٍ طَلَيْتِ مَا رَسَدْنَا فَنَكَلُوكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ

اور سایہ آگن کیا ہم نے تم پر اور کواور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترجمین اور بشریں۔ کھاؤ انھیں چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں۔ اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝۱۲ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فكلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا ۖ وَادْخُلُوا الْبَابَ

اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ اور جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازے میں داخل ہونا

سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳

جھکے جھکاور کہتے جانا کہ توبہ ہے ہم معاف کر دیں گے تمہاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید براں اور بیشک دل سے نیک کام کرنے والوں کو

کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے (کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے) یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو (اس گستاخی پر) آپڑی تم پر کڑک بجلی اور تم (اس کا آنا) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

ف: یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے توریث لا کر پیش کی کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی تو بعض گستاخوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بیشک ہم کو یقین آ جاوے موسیٰ علیہ السلام نے باذن الہی فرمایا کہ چلو کوہ طور پر یہ بات بھی ہو جاوے گی بنی اسرائیل نے ستر آدمی اس کام کیلئے منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کیساتھ کوہ طور پر روانہ کئے وہاں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سنا تو اس وقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی خدا جانے کون بول رہا ہوگا اگر خدا کو دیکھ لیں تو بیشک مان لیں چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا اسلئے اس گستاخی پر ان پر بجلی آپڑی اور سب ہلاک ہو گئے جیسا آیت آئندہ میں۔

معاملہ ہشتم: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْنِ أَنْ يَقُولَا سَاحِرٌ كَذِبٌ ۖ فَإِذْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيهُمَا (موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے) تم کو زندہ کر اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس موقع پر کہ تم احسان مانو گے۔ ف: لفظ موت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس بجلی سے مر گئے تھے۔ اور اس کا یہ قصہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل

تفسیر: معاملہ ششم: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمُ إِنكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِيكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ (پرستی) کی تجویز سے سو تم اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی (جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی) بعض آدمیوں کو (جنہوں نے گوسالہ پرستی کی) قتل کرو یہ (عملدرآمد) تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر (اس عمل درآمد کرنے سے) حق تعالیٰ تمہارے حال پر (اپنی عنایت سے) متوجہ ہوئے بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کر لیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔ ف: یہ بیان ہے اس طریق کا جو انکی توبہ کیلئے تجویز ہوا یعنی مجرم لوگ قتل کئے جاویں جیسا ہماری شریعت میں بعض گناہوں سزا باوجود توبہ کے بھی قتل و جان ستانی مقرر ہے مثلاً قتل عمد کے عوض میں قتل اور ثبوت زنا بالشہادۃ پر رجم کہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ان لوگوں نے اس پر عمل کیا اس سے آخرت میں مور و رحمت و عنایت ہو گئے۔

معاملہ ہفتم: وَإِذْ قُلْتُمْ يَمُوسَىٰ لَنْ تُوْفَىٰ مِنْ لَدُنْكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهَنَّمَ فَاخِذْ بِكُمُ الصُّعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں نے (یوں) کہا



یوں ہی بدگمان رہتے ہیں یوں سمجھیں گے کہ کہیں لیجا کر غصہ میں خود میں نے کسی تدبیر سے انکا کام تمام کر دیا ہوگا مجھکو اس تہمت سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان لوگوں کو پھر زندہ کر دیا۔

معاملہ ہم: وَظَلَمْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَكِنْ كُنْتُمْ أَنْفُسُكُمْ يَظْلِمُونَ اور سایہ اُٹکن کیا ہم نے تم پر ابر کو میدان تیرہ میں) اور (خزانہ غیب سے) پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور شیریں (اور تم کو اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں (مگر وہ لوگ اس میں بھی خلاف بات کر بیٹھے) اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ ف: یہ دونوں قصے وادی تیرہ میں ہوئے ہیں وادی تیرہ کی حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصر آئے تھے اور یہاں ہی رہ پڑے اور ملک شام پر ایک قوم تھی عمالکہ ان کا تسلط ہو گیا جب فرعون غرق ہو چکا اور یہ لوگ مطمئن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا ان کو حکم ہوا کہ عمالکہ سے جہاد کرو اور اپنی اصلی جگہ کو ان کے قبضہ سے چھڑاؤ بنی اسرائیل مصر سے اس ارادہ سے چلے ان حدود میں پہنچ کر عمالکہ کے زور و قوت کو تحقیق کر کے ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے صاف انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ سزا دی کہ چالیس برس تک ایک میدان میں سرگردان پریشان پھرتے رہے گھر بھی پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ تیرہ کے معنی ہیں سرگردانی اس میدان کو وادی تیرہ کہتے ہیں وہ کھلا میدان تھا نہ عمارت نہ مکان بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک سفید رقیق ابر کا سایہ کر دیا اور بھوک کا تقاضا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے درختوں پر ترنجبین جو ایک شیریں چیز ہے بکثرت پیدا کر دی یہ لوگ اس کو جمع کر لیتے اور شیریں انکے پاس جمع ہو جاتیں اور ان سے بھاگتی نہ تھیں یہ انکو پکڑ لیتے اور دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیتے چونکہ ترنجبین کی کثرت معمول سے زائد تھی اور شیریں کا وحشت نہ کرنا یہ بھی معمول کے خلاف ہے لہذا اس حیثیت سے دونوں چیزیں خزانہ غیب سے قرار دی گئیں۔ اور ان لوگوں کو یہ بھی حکم ہوا تھا کہ بقدر خرچ لے لیا کریں آئندہ کیلئے جمع کر کے نہ رکھیں مگر ان لوگوں نے حرص کے مارے اسمیں بھی خلاف کیا تو رکھا ہوا گوشت سڑنا شروع ہوا اسی کو فرمایا ہے کہ اپنا نقصان کرتے تھے۔

معاملہ دو ہم: فَلَا تَقْلُوا اَدْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ (الی قولہ تعالیٰ) وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور (یہ بھی حکم دیا کہ جب اندر جانے لگو تو) دروازے میں داخل ہونا

(عاجزی سے) جھکے جھکے اور (زبان سے یہ) کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) ہم معاف کر دیں گے تمہاری (پچھلی) خطائیں (تم سب کی) اور ابھی ابھی مزید براں اور دینکے دل سے نیک کام کرنیوالوں کو۔

ف: بقول شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ قصہ بھی زمانہ وادی تیرہ کا ہے کہ جب من و سلوی کھاتے کھاتے اکتا گئے اور اپنے معمولی کھانوں کی درخواست کی جیسا اس آیت سے چوتھی آیت میں آدے گا تو ان کو حکم ہوا تھا ایک شہر میں جانے کا کہ وہاں اور معمولی چیزیں کھانے پینے کی ملیں گی سو یہ حکم اس شہر کے اندر جانیکے متعلق ہے اس میں قوی اور فعلی ادب داخل ہونیکا تعلیم کیا گیا ہے اور اندر جا کر کھانے پینے میں توسیع کی گئی۔ فائدہ متعلقہ تبدیل ترتیب اجزاء قصہ: اس قول پر بہت سے بہت یہ کہنا پڑے گا کہ آگے کا قصہ پیچھے اور پیچھے کا قصہ آگے بیان ہوا سو اسمیں اشکال اسوقت ہوتا جبکہ قرآن مجید میں خود قصوں کا بیان کرنا مقصود اصلی ہوتا اور جبکہ نظر نتائج پر ہے تو اگر ایک قصہ کے اجزاء میں ہر ایک جزو کا جدا نتیجہ ہو اور ان نتائج کے کسی اثر کا اعتبار کر کے جزو مقدم کو متاخر اور جزو متاخر کو مقدم کر دیا جاوے تو اس میں کوئی مضائقہ و اشکال نہیں اور دوسرے مفسرین نے اس حکم کو اس شہر کے متعلق سمجھا ہے جس پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تھا اور بعد مدت تیرہ کے پھر اس پر جہاد ہوا اور وہ فتح ہوا اس وقت یوشع علیہ السلام نبی تھے یہ حکم ان کی معرفت اس شہر کے بارہ میں ہوا تھا اور قول اول پر پچھلی خطاؤں میں وہ درخواست بھی داخل کر لینا مناسب ہے جو کہ من و سلوی چھوڑ کر معمولی کھانوں کے متعلق کی گئی تھی مطلب یہ ہوگا کہ یہ درخواست تھی تو گستاخی لیکن خیر اگر اس ادب اور حکم کو بجالائے تو اس کو معاف کر دیں گے اور ہر قول پر یہ معافی تو سب کہنے والوں کے لئے عام ہوگی اور جو اخلاص سے اعمال صالحہ کریں گے ان کا انعام اس کے علاوہ ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْفِتْرَ اس میں دلیل ہے کہ حق تعالیٰ کی جناب میں حلول محال ہے ورنہ بنی اسرائیل جو کہ عجل میں حق تعالیٰ کے حلول کے معتقد تھے معذور ہوتے کیونکہ یہ ان کی غلطی موقع غلطی میں ہوتی۔ قوله تعالى وَظَلَمْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (الی قولہ تعالیٰ) كُنْتُمْ أَنْفُسُكُمْ يَظْلِمُونَ اس میں دلیل ہے کہ باوجود معاصی کے نعمتوں کا جاری رہنا یہ استدراج اور خطر ہے اور بہت سے جاہل صوفی اس بارہ میں دھوکہ میں ہیں کہ وہ کثرت مال و جاہ کو مقبولیت کی علامت سمجھتے ہیں۔

**البلاغۃ:** قوله فتوبوا الخ فان قلت ما الفرق بين الفاء ات قلت الاولى للتسبب لا غير لان الظلم سبب التوبة والثانية للتعقيب لان المعنى فاعزموا على التوبة فاقتلوا ويجوز ان يكون القتل تمام توبتهم



محذوف ای مسئلتنا حطة والاصل النصب وانما رفعت لتعطي معنى الثبات ۱۲ .

**اختلاف القراءة:** قوله نغفر لكم وفي قراءة بالياء وبالتاء مبنياً لمفعول فيهما فالخطايا نائب الفاعل ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله آي ماخذ ما في روح المعاني استولت عليكم واحاطت بكم ۱۲. ۲. قوله خزائن غيب الخ لان اصل الانزال نقل شئ من الاعلى الى الاسفل كما في البيضاوي وتوجيهه ههنا ان الممن في حدوده بكثرة والسلوى في عدم توحشه اثر ان خارقان للعادة والخوارق تنسب الى عالم الغيب الذي هو اعلى حسا ومعنى كما اشير اليه في ۱۲. ۳. قوله تكفى لما في ابي السعود ونصبه على المصدرية او الحالية من ضمير المخاطبين ۱۲. ۴. قوله جحكم جحكم هو احد القولين كما في ابي السعود متظامين مخبتين ۱۲. ۵. قوله دل سے نیک کام کرنے والوں کو ماخذ ما في الصحيح الاحسان ان تعبد الله كانك تراه الخ ۱۲ .

فيكون المعنى فتوبوا فاتبعوا التوبة القتل تنمة لتوبتكم والثالثة متعلق بمحذوف اي ففعلتم فتاب عليكم وفي ذكر الباري دون الخالق تقريع بما كان منهم من ترك عبادة الحكيم الذي برأهم ابرياء من التفاوت الى عبادة البقر التي هي مثل في البلادة ۱۲ كشف.

**الكلام:** استدلال المعتزلة بوقوع الصاعقة عليهم على استحالة روية الله تعالى والا لما عوقبوا والجواب انهم عوقبوا على سوء ادبهم او لكون الروية لا يتحملها القوى الدنيوية ولم يلزم منه الاستحالة لافي الدنيا ولا في الآخرة كما اشترت اليه في ف بقولي جوتيكم ۱۲ .

**الروايات:** روى ابن جرير عن ابن عباس انه قال فاخبتا الذين عكفوا على العجل فجلسوا وقام الذين لم يعكفوا على العجل واخذوا الخناجر بايديهم واصابتهم ظلمة شديدة فجعل يقتل بعضهم بعضا فانجلت الظلمة عنهم وقد اجلوا عن سبعين الف قتيل كل من قتل كانت له توبة وكل من بقي كانت له توبة اه.

**اللغات:** حطة فعلة من الحط كالجلسة وهي خبر مبتدا

(بقية صفحہ ۲۶) **البلاغة:** قوله تعالى ونحن نسبح الآية اورد التقديس بعد التسبيح لفرق لطيف بينهما وهو ان التسبيح في مرتبة الاعمال والطاعات والتقديس في مرتبة الاعتقاد فحاصل المجموع التنزيه لسانا واركانا وجنانا ۱۲ من روح المعاني. قوله الاسماء اي اسماء المسميات فحذف المضاف اليه لكونه معلوما مدلولاً عليه بذكر الاسماء لان الاسم لا بدله من مسمى ۱۲ كشف قوله تعالى عرضهم اي المسميات وانما ذكر لان في المسميات العقلاء فغلبهم ۱۲ كشف.

**الروايات:** عن ابن عباس التقديس التطهير ۱۲ اتقان.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله معلوم كراي ہوگی ولايعد ان فهموا من قوله تعالى المذكور في سورة الحجر اني خالق بشرا من طين فقاسوا الفرع على الاصل الظلماني ۱۲. ۲. قوله سب چیزوں کے مبنی علی حذف المضاف اليه في الاسماء ۱۲. ۳. قوله اسماء كاسم الخ مبنی علی ان المراد بالاسماء المعنى اللغوي العام اللغات والصفات كما مر ۱۲ .



فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے

يَفْسُقُونَ ۝ وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوِيهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ

کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے۔ اور جب موسیٰ نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو۔ بس فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ

معلوم کر لیا ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع۔ کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے اور حد سے مت نکلو فساد کرتے ہوئے سر زمین میں۔ اور جب تم لوگوں نے کہا

يٰمُوسَىٰ لَنْ نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُثْمِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا

کہاے موسیٰ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں کہ جو زمین میں اگا کرتی ہیں ساگ لکڑی

وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصِلَٰهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ إِنَّهُ يَطُوعًا أَمَرًا لَّكُمْ

گیہوں مسور پیاز۔ آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کسی شہر میں اترو البتہ تم کو

فَاسْأَلْتُمْ وَخُرِجَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءَ وَبَغَضِبَ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ

وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو۔ اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی اور مستحق ہو گئے غضب الہی کے۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام

اللَّهُ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

الہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق۔ اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے

**تفسیر:** معاملہ یازوہم: فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا (الہی قولہ تعالیٰ)

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے۔

**ف:** یہ تتر ہے آیت سابقہ کا اور وہ کلمہ خلاف یہ تھا کہ حطّہ بمعنی توبہ کی جگہ براہِ تمسخر حَبَّةً فِي شَعِيرَةٍ یعنی غلہ درمیان جو کے کہنا شروع کیا اور وہ آفت سماوی طاعون تھا جو بروئے احادیث بے حکموں کے لئے عذاب اور حکم برداروں کے لئے رحمت ہے اس شرارت پر ان میں طاعون پھوٹ پڑا اور بہت آدمی فنا ہو گئے۔

معاملہ دو ازوہم: وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوِيهِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو) حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (اس سے پانی نکل آویگا) بس (مارنے کی دیر تھی) فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے (اور بارہ ہی خاندان تھے بنی اسرائیل کے چنانچہ) معلوم کر لیا ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع (اور ہم نے یہی نصیحت کی کہ کھانے کو) کھاؤ اور (پینے کو) پیو اللہ

تعالیٰ کے رزق سے اور حد (اعتدال) سے مت نکلو فساد (و فتنہ) کرتے ہوئے سر زمین میں۔ **ف:** یہ قصہ بھی وادی تہ میں ہوا وہاں پیاس لگی تو پانی مانگا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ایک خاص پتھر سے صرف عصا کے مارنے سے بارہ چشمے بقدرتِ خداوندی نکل پڑے اور ان کے بارہ خاندان اس طرح تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے ایک ایک کی اولاد ایک ایک خاندان تھا اور ان کو انتظامی معاملات میں علیحدہ علیحدہ ہی رکھا جاتا تھا اور سب کے افسر بھی جدا جدا تھے اس لئے چشمے بھی بارہ نکلے اور کھانے سے مراد من و سلویٰ کا کھانا ہے اور پینے سے یہی پانی پینا ہے اور فساد و فتنہ فرمایا تا فرمانی اور ترک احکام کو۔

**فائدہ:** قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ ایسے خوارق کا انکار کرنا بڑی غلطی ہے جب بعض پتھروں میں خلاف قیاس و بعید از عقل اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ لوہے کو جذب کرتا ہے تو اگر اس پتھر میں یہ تاثیر پیدا کر دی ہو کہ اجزائے زمین سے پانی کو جذب کر لے اور اس سے پانی نکلنے لگے تو کیا محال ہے ہمارے زمانے کے عقلاء کو اس تقریر سے مستفیع ہونا چاہئے اور یہ نظیر بھی محض سطحی نظروالوں کے لئے ہے ورنہ خود اگر اس پتھر کے اجزاء ہی میں پانی پیدا ہو جائے تو بھی کون سماح مال لازم آتا ہے جو حضرات ایسے امور کو محال کہتے ہیں خدا



کی قسم ہے وہ اب تک محال کی حقیقت ہی نہیں سمجھے۔

مَعَالِمُهُ سِيزِدُهُمْ: وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى اِنِّىْٓ اَتٰىكَ عَلَيْهِمْ حٰجَتُكَ

(الہی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاٰنَا اٰيَعْتَدُوْنَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ (روز کے روز) ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے (یعنی من و سلویٰ پر) آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں جو زمین میں اگا کرتی ہیں (ساگ ہوا) ککڑی (ہوئی) گیہوں (ہوا) مسور (ہوئی) پیاز (ہوا) آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے (اچھا اگر نہیں مانتے تو) کسی شہر میں (جا کر) اترو (وہاں) البتہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو اور ایسی ایسی گستاخیوں سے ایک زمانہ میں جا کر نقش کی طرح جم گئی ان پر ذلت (کہ دوسروں کی نگاہ میں قدر نہ رہی) اور پستی کہ (خود ان کی طبائع میں اولوالعزمی نہ رہی) اور مستحق ہو گئے غضب الہی کے (اور) یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے (ہوا) کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو (کہ وہ قتل خود ان کے نزدیک بھی ناحق) ہوتا تھا اور (نیز) یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے (ہوا) کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت) سے نکل نکل جاتے تھے۔ **فہ:** یہ قصہ بھی وادی تہ کا ہے من و سلویٰ سے اکتا کر ان ترکاریوں اور غلوں کی درخواست کی اس میدان کے داخل حدود میں کوئی شہر آباد تھا وہاں جا کر رہنے کا حکم ہوا کہ یو و جو تو کماؤ کھاؤ اور منجملہ ذلت و مسکنت کے یہ بھی ہے کہ یہودیوں سے سلطنت قرب قیامت تک کیلئے چھین لی گئی البتہ بالکل قیامت کے قریب محض لیروں کا سا بے ضابطہ تھوڑا زور و شور و جل یہودی کا کل چالیس دن کے ہو جاویگا اسکو کوئی عاقل سلطنت نہیں کہہ سکتا اور ان سے یہ امر موسیٰ علیہ السلام کی معرفت جتلا دیا گیا تھا کہ اگر بے حکمی کرو گے تو ہمیشہ دوسری قوموں کے محکوم رہو گے جیسا سورہ اعراف میں مذکور ہے **وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُوءُهُمْ سَوْءَ الْعَذَابِ** اور بہت سے پیغمبر مختلف اوقات میں یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جس کو وہ لوگ بھی دل میں سمجھتے تھے کہ ہمارا یہ فعل ناحق ہے لیکن عناد اور ضد نے اندھا بنا رکھا تھا اور انتزاع سلطنت یہود کے متعلق ایک شبہ کا جواب سورہ آل عمران کی آیت **إِذْ قَالَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَ اِيْنِىْ مُتَوَفِّيْكَ** کے تحت میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاٰنَا اٰيَعْتَدُوْنَ ذٰلِكَ کا

مشار الیہ کفر اور قتل ہے جو اپنے ما تقدم کا سبب ہیں اور معنی یہ ہوئے کہ جو امر ان کو کفر بالآیات و قتل انبیاء پر باعث ہوا وہ ان کا عصیان اور تجاوز حدود تھا

اور ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جایا کرتا ہے حتیٰ کہ کفر تک کا بس کسی گناہ کو خفیف نہ سمجھے۔ قولہ تعالیٰ **وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى اِنِّىْٓ اَتٰىكَ عَلَيْهِمْ حٰجَتُكَ** (الہی قولہ تعالیٰ) **وَبَاۤءَ وَبِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ عَارِفٌ كُوَاسِ قَصَصٍ** سے یہ حصہ لینا چاہئے کہ ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑے جو قضا پر راضی نہیں ہوئے اور جنہوں نے نعمت پر شکر اور بلا پر صبر نہیں کیا دیکھئے کس طرح ان پر ذلت طغیان لگا دی گئی اور ان کے قلوب میں حب و نیا جمادی گئی اور ان کو درجہ علیا سے گرا دیا۔ قولہ تعالیٰ **قَالَ اَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی (الہی قولہ تعالیٰ) وَضَرِبْتَ عَلَيْهِمُ الدَّيْلَةَ** اس میں دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ کے ساتھ جو بندہ کا معاملہ ہے اس کو بدلنا مثلاً متوکل کا کسب کی تلاش کرنا اور صاحب کسب کا بلا ضرورت ترک کسب کرنا حق تعالیٰ کی ناحوشی کا سبب ہوتا ہے جیسا ان لوگوں کو بلا کسب رزق ملتا تھا مگر انہوں نے اسباب کو طلب کیا۔

**اللفاظ:** الرجز فی الاصل ما یعاف عنه وکذلک الرجس ۱۲ بیضاوی وھو العذاب والمراد به الطاعون ۲ روح المعانی العشی الاعتداء وقد یؤخذ فیہ ما لیس بفساد ۱۲ خسرو حاشیہ بیضاوی وبہ فسر فی البیضاوی وروح المعانی وقال ان الحال علی هذا غیر موکدة قلت بل احتراز عما لیس بفساد کمقابلة الظالم المعتدی بفعله ۱۲ ضربت لزوم الدرهم المضروبة بسكة ۱۴ جلالین باء وارجعوا به اوصاروا احقاء لغضبه من باء فلان اذا کان حقیقا بان تقیل به واصل البوء المساواة ۲ بیضاوی۔

**البلاغۃ:** وفی تکریر الذین ظلموا زیادۃ فی تقییح امرهم وایذان بان انزال الرجز علیہم بظلمهم ۱۲ کشف وفیہ تہویل لظلمهم من حیث وضع الظاہر موضع المضمیر ۱۲ انتصاف حاشیۃ الکشاف فانفجرت الفاء متعلقة بمحذوف امر فضررب فانفجرت او فان ضربت فقد انفجرت وھی علی هذا فاء فصیحة لا تقع الا فی کلام بلیغ ۱۲ کشف۔ قولہ ضربت علیہم ہنا استعارۃ تبعیۃ تصریحۃ فی ضربت تشبیہا للزوم الذلۃ بضرب السکۃ علی الدرهم۔ وقیل استعارۃ مکنیۃ تشبیہ الذلۃ بالسکۃ فی الزوم واثبات الضرب تخنیل ۱۲ کمالین۔ قولہ اھبطوا الھبوط یستعمل فی الانتقال من شریف الی مادونہ کما فی الروح تحت قولہ تعالیٰ اخرج منها ملاء وما ۱۲۔

**الروایات:** روى الترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ دخلوا متترحضین علی ادراکھم وقالوا حبة فی شعیرۃ وفی المشہور من رواۃ البخاری حبة فی شعیرۃ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ ان ظالموں نے وقولہ ان ظالموں پر وجہ حمل الموصول علی العهد ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ترجمۃ الفاء اس پر وجہ ان هذه الکلمۃ فی لساننا تفید التعقیب کالفاء ۱۲۔ ۳۔ قولہ اس عصا کو فلاں پتھر پر افادہ العهد من الاضافة واللام ۱۲۔ ۴۔ قولہ فوراً لان الفاء للتعقیب بلا مہلۃ ۱۲۔ ۵۔ قولہ داخل حدود میں لما فی الکشاف وبلاد التیہ ما بین بیت المقدس الی قنسرین وھی اثناء عشر فرسخا فی ثمانیۃ فراسخ ۱۲۔



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابین جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں کے لئے

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا

ان کا حق الخدمت بھی جہان کے پروردگار کے پاس اور کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور شدہ مغموم ہوں گے۔ اور جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے سر پر معلق کر دیا کہ قبول کرو

مَا اتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ ۖ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی پھر مجھے سوا کرتے لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل

وَرَحْمَتُهُ لَكُمْ مِّنَ الْخَيْرِينَ ۖ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

اور رحم نہ ہوتا تو ضرور تم تباہ ہو جاتے۔ اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے تجاوز کیا تھا دربارہ یوم ہفتہ کے سو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم

خَاسِرِينَ ﴿١٥﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّلْبَاقِينَ يَدْرِيهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٦﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ

بند ذیل کے اس کو ایک عبرت بنادیا ان لوگوں کیلئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کیلئے بھی جو ابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت و تذکرات کیلئے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ

يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقْرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝

تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک نیل ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا غور کیا اللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں

**تفسیر: ربط:** اس مقام میں یہودی شرارتوں کا حال معلوم کر کے سامعین کو یا خود کسی یہودی کو خیال گزر سکتا ہے کہ اب تو شاید اگر معذرت کر کے ایمان بھی لانا چاہیں تو حق تعالیٰ کے نزدیک غالباً قبول نہ ہو اس خیال کے دفع کے لئے آیت آئندہ میں اس کے متعلق ایک قانون کلی ارشاد فرماتے ہیں۔

قانون: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرَى (السی قولہ تعالیٰ)  
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھُمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی  
اور نصاریٰ اور فرقہ صائبین (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ  
(کی ذات و صفات) پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے (موافق  
قانون شریعت کے) ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے  
پروردگار کے پاس (پہنچ کر) اور (وہاں جا کر) کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں  
ان پر اور نہ وہ مغموم ہونگے۔ ف: حاصل قانون کا ظاہر ہے کہ ہمارے دربار  
میں کسی کی تخصیص نہیں جو شخص پوری اطاعت و اعتقاد و اعمال میں اختیار  
کرے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو ہمارے یہاں مقبول اور اس کی خدمت  
مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت محمدی یعنی  
مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان ہو جاوے گا مستحق اجر  
و نجات اخروی ہوگا اس میں اس خیال کا جواب ہو گیا یعنی ان شرائط کے  
بعد بھی مسلمان ہو جاویں ہم سب معاف کر دیں گے اور صائبین ایک فرقہ تھا

جس کے معتقدات و طرزِ عمل کے باب میں اس وجہ سے کہ کسی کو پورا پتہ نہیں لگا مختلف اقوال ہیں واللہ اعلم اور اس قانون میں مسلمانوں کے ذکر کی ظاہر میں ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی لیکن اس سے کلام میں ایک خاص بلاغت اور مضمون میں ایک وقعت پیدا ہوگئی اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی حاکم یا بادشاہ کسی ایسے ہی موقع پر یوں کہے کہ ہمارا قانون عام ہے خواہ کوئی موافق ہو یا مخالف جو شخص اطاعت کرے گا وہ موردِ عنایت ہوگا اب ظاہر ہے کہ موافق تو اطاعت کر ہی رہا ہے سنا ہے اصل میں مخالف کو لیکن اس میں نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ہم کو جو موافقین پر عنایت ہے سو اس کی علت ان سے کوئی ذاتی خصوصیت نہیں بلکہ ان کی صفت موافقت مدار ہے ہماری عنایت کا سو مخالف بھی اگر اختیار کر لے وہ بھی اس موافق کے برابر ہو جاوے گا اس لئے مخالف کے ساتھ موافق کو بھی ذکر کر دیا گیا۔ اور ہمارے ترجمہ میں اس قید سے کہ (وہاں جا کر) یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ مقبول بندے تو اکثر خائف اور حزن رہا کرتے ہیں وجہ رفع کی ظاہر ہے کہ یہ خوف و حزن نہ ہونا قیامت کے دن بوجہ بشارت ملائکہ کے ہوگا جیسا سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ سوا اگر قبل بشارت کسی وقت کچھ خوف وغیرہ قیامت میں بھی ہو جاوے تو اشکال لازم نہیں آتا اور اس آیت کے ربط اور مضمون کی ایک اور تقریر بھی ہو سکتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں



معمول ہے کہ کفار کے ذکر کے ساتھ تمہیم مضمون اور تسلی مؤمنین کے لئے اہل ایمان کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس لئے بعد ذکر کفار مذکورین کے اہل ایمان کا بیان ہوتا ہے کہ ان مختلف فرقوں میں اپنی اپنی شریعت کے زمانے میں جو شخص دین حق پر علماء عملاً قائم تھا وہ ماجور اور ناجی ہوگا باقی اب شریعت محمدیہ سے اور سب منسوخ ہو گئے۔ اب بعد بیان قانون یا تمہیم مضمون پھر بنی اسرائیل کے معاملات کا بقیہ مذکور ہوتا ہے۔

معاملہ چہارم: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) لَعَنَكُمْ تَتَّقُونَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا (کہ تورات پر عمل کریں گے) اور (اس قول و قرار لینے کے لئے) ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا (اور اس وقت کہا) کہ (جلدی) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی تورات) مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس (کتاب) میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ہ: جب موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کتاب توریت عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لا کر قوم کو دکھائی سنائی تو اس میں ذرا احکام شدید تھے اور ان لوگوں کی حالت کے مناسب بھی تھے ایسے ہی احکام تو اول تو یہی کہا تھا کہ ہم سے خود اللہ تعالیٰ کہہ دیں کہ یہ میری کتاب ہے جب مانیں گے جس کا قصہ اوپر قریب ہی گزرا ہے کہ اس کام کیلئے ستر آدمی منتخب کیے گئے غرض ان ستر آدمیوں نے جب شہادت دی گو اس شہادت میں اتنی آمیزش بھی کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بھی فرمادیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے معاف ہے تو کچھ تو جبلی شرارت کچھ احکام کی مشقت کچھ اس آمیزش سے ایک حیلہ ملا غرض صاف کہہ دیا کہ ہم سے تو اس کتاب پر عمل نہیں ہوتا حق تعالیٰ نے فرشتہ کو حکم دیا کہ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اٹھا کر انکے سروں پر معلق کر دو کہ یا تو مانو ورنہ ابھی گرا آخر چارنا چار ماننا پڑا۔

دفع اشکال اکراہ فی الدین وحکمت مشرعیۃ جہاؤ:

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دین میں تو اکراہ نہیں یہاں اکراہ کیسے کیا گیا جواب نہایت واضح ہے کہ دین میں اکراہ نہ ہونے کے معنی تو یہ ہیں کہ ابتداء قبول دین میں اکراہ نہیں یعنی عام کافروں پر یہ اکراہ نہ کریں گے کہ تو مسلمان ہو ورنہ تجھ کو مار ڈالیں گے اسلئے جہاد میں ایک جزویہ بھی ہے کہ اسکے قبول کرنے سے بھی جہاد رک جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقصود بالجہاد قبول اسلام نہیں بلکہ ایک امر مشترک بین الاسلام والجزیہ ہے اور وہ اطاعت قانون عدل شرعی ہے جو مؤمنین اور کفار سب کے حق میں عام ہے اور اس مقام میں یہ لوگ پہلے بطوع و رغبت ایمان لا چکے تھے ایسے شخص کو بقاء علی الایمان اور بجا آوری

احکام پر ضرور مجبور کیا جاوے گا جس کی نفی پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں۔

معاملہ پانزدہم: ثُمَّ تَوَكَّلْتُمْ عَلٰی بَعْدِ ذٰلِكَ (الہی قولہ تعالیٰ) لَکِنَّتُمْ مِّنْ الْخَیْرِ لَیِّنٌ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی (اس سے) پھر گئے سوا اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو (اس عہد شکنی کا مقتضا تو یہ تھا کہ) ضرور تم (فوراً) تباہ (اور ہلاک) ہو جاتے: مگر ہماری عنایت و رحمت عامہ ہے کہ حیات مستعار کے ختم ہونے تک مہلت دے رکھی ہے لیکن کب تک آخر بعد مرگ وبال اعمال میں مبتلا ہو گے اور یہ رحمت الہیہ عامہ دنیا میں مومن کافر سب پر ہے جس کا اثر عافیت و راحت دنیوی ہے اور آخرت میں رحمت خاصہ کا ظہور ہوگا جس کا اثر نجات و قرب ہے (اور ظاہراً مخاطب اس آیت کے اخیر جزو کے وہ یہودی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے چونکہ حضور پر ایمان نہ لانا بھی مجملہ عہد شکنی ہے اس لئے انکو بھی عہد شکنوں میں داخل کر کے امتنان فرمایا گیا کہ اس پر بھی ہم نے تم پر دنیا میں کوئی ایسا عذاب نازل نہیں کیا جیسا پہلے بے ایمانوں پر ہوتا رہا ہے یہ محض خدا کی رحمت ہے اور چونکہ اب ایسے عذابوں کا نہ آنا بروئے احادیث برکت ہے رسول اللہ ﷺ کی اس لئے بعض مفسرین نے فضل و رحمت کی تفسیر بعت محمدیہ سے کر دی ہے اور اس مضمون کی تائید کے لئے اگلے بے ایمانوں کا ایک واقعہ بطور نظیر کے آیت آئندہ میں پیش کیا جاتا ہے کہ اس کو مستبعد نہ سمجھیں ایسا ہو چکا ہے اور تم کو بھی خبر ہے۔

معاملہ شانزدہم: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الذِّنِّ (الہی قولہ تعالیٰ) وَمَوْعِظَةُ الْمُتَّقِیْنَ اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے (شرع سے) تجاوز کیا تھا دربارہ (اس حکم کے جو) یوم ہفتہ کے (متعلق تھا کہ اس روز مچھلی کا شکار نہ کریں) سو ہم نے ان کو (اپنے حکم قہری نکوینی سے) مسخ کرنے کے لئے (کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ) چنانچہ وہ بندروں کے قالب میں مسخ ہو گئے) پھر ہم نے اس کو ایک (واقعہ) عبرت (انگیز) بنا دیا ان لوگوں کے لئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کیلئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور (نیز اس واقعہ کو) موجب نصیحت (بنایا خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے۔ ہ: یہ قصہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں ہوا بنی اسرائیل کیلئے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کیلئے مقرر تھا اور مچھلی کا شکار بھی اس روز ممنوع تھا یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے اور تھے مچھلی کے شوقین۔ ہزار جال ڈال کر شکار کرتا تھا سو کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب شکل کے مسخ کرنے کا نازل ہوا اور تین دن پیچھے وہ سب مر گئے۔

فرق درمیان نکال و موعظہ:

اور دیکھنے سننے والے اس واقعہ کے دو قسم کے لوگ تھے، نافرمان تو انکو تو یہ واقعہ



زائل ہو جاتا ہے اور وہ اصحابِ بیت کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور جس جانور کے اوصاف اس میں راسخ ہوں اسی کی طبیعت اس میں پیدا ہو جاتی ہے (گو اس امت میں مسخ صورت نہ ہو) سو انسان کو ادویہ شرعیہ سے اپنی انسانیت کے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

**اللغات:** الصابین طائفة من اليهود والنصارى ۱۲ جلالین قوم بین النصارى والمجوس وقيل هم عبدة الملائكة وقيل عبدة الكواكب ۱۲ بیضاوی۔ ومنهم عبدة الاصنام ۱۲ روح المعانی۔ وهو ان كان عربيا فمن صبا اذ اخرج وقرأ نافع بالياء اما لانه خفف الهمزة او لانه من صبا اذا مال لانهم مالوا من سائر الاديان الى دينهم ۱۲ بیضاوی۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في ف عام كفرون پر احتراز عن كفار العرب على مذهب ابی حنیفة حيث لا يقبل منهم الا الاسلام لدلیل شرعی عنده يخصص عموم الاكراه فافهم ۱۲۔ ۲۔ قوله ایک بیل بقرینه قوله تعالى لا ذلول قشیر الارض والبقرة في الاصل يعم الذكر والانثى من هذا الجنس ۱۲۔ ۳۔ قوله مسخر لما في الجلالین مهزوا ببناء ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) یہی قول اور یہی استدلال اکیل میں امام ابو المنصور سے منقول ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بکر کی تفسیر صغیرة لم یلقها الفحل کے ساتھ گیارہ علماء سے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کی رائے میں وہ گائے تھی ممکن ہے کی کثرت قائلین سے روایت اس قول کو ترجیح دیجاوے اور قوت دلیل سے درایت پہلے قول کو اقرب سمجھا جاوے واللہ اعلم عبارت دونوں کتب کی ذیل میں منقول ہیں فی الاکیل حاشیة المدارک الا ان الامام ابی المنصور استدلل علی ان البقرة المذكورة كانت ذکرا لقوله تعالى انها بقرة لا ذلول تثير الارض ولا تسقى الحرث بناء علی ان اثاره الارض وسقى الحرث من عمل الثيران اه وفي تفسیر ابن کثیر قال انه يقول انها بقرة لا فارض ولا بکر اے لا کبیرة هرمة ولا صغیرة لم یلقها الفحل كما قاله ابو العالیة والسدی ومجاهد وعكرمة وعطية العوفی وعطاء الخراسانی ووهب بن منبه والضحاك والحسن وقتادة وقاله ابن عباس ايضا اه۔

نا فرمائی سے توبہ کرانیوالاتھا اس کو نکال فرمایا اور دوسرے فرمانبرداران کو یہ واقعہ فرمانبرداری پر قائم رکھنے والاتھا اس کو موعظت فرمایا واللہ اعلم اور اس مسخ کو اگر کوئی محال سمجھے دلیل استحالة کی پیش کرے اور جب فلاسفہ جدیدہ بندر کا ترقی کر کے آدمی بن جانا ممکن کہتے ہیں تو آدمی کا تنزل کر کے بندر بن جانا کیوں محال ہوگا اور آئی اور زمانی ہونیکا فرق قابل التفات نہیں۔

معاملہ ہمدھم: وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ (الی قوله تعالى) قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ (اگر اس لاش کے قاتل کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو) تم ایک بیل ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں (کہاں قاتل کی تحقیق کہاں جانور کا ذبح کرنا) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں (کہ احکام خداوندی میں تسخر کرنے لگوں)۔ ۲۔ یہ قصہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک خون ہو گیا تھا جس کی وجہ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں یہ لکھی ہے کہ کسی شخص نے اس مقتول سے اس کی کسی لڑکی کے ساتھ درخواست شادی کی کی تھی اس نے انکار کیا اس نے اس کو قتل کر ڈالا لیکن اس وقت قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا معاملہ میں بلبی کا قول ہے کہ اس وقت تک اس کے متعلق توریت میں کوئی قانون شرعی بھی نازل نہ ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ قصہ نزول توراۃ کے قبل کا تھا غرض بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ لگے آپ نے حکم خداوندی ایک بیل کے ذبح کا حکم فرمایا جس سے قاتل کے سراغ لگنے کا طریقہ آخر قصہ میں معلوم ہوگا اس پر انہوں نے اپنی جبلت کے موافق جتیں نکالنا شروع کیں چنانچہ آیات آئندہ میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ (الی قوله تعالى) وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ اس قصہ سے عارف کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات کو خاص اوضاع پر خاص اوقات میں معین فرمایا ہے تاکہ انکی ظلمات طبعیہ دور ہوں سو جو شخص ان اوضاع کی رعایت نہیں کرتا اس کا نور استعداد



قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَافْعَلُوا

وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے یہ بیان کر دیں کہ اس کے کیا اوصاف ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو پٹھا ہو دونوں عمروں کی اوسط میں۔ سواب کر ڈالو

مَا تَوْمَرُونَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ

جو کچھ تم کو حکم ملا ہے کہنے لگے کہ درخواست کر دیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے یہ بیان کر دیں کہ اس کا رنگ کیا ہو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہو جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو

النَّظِيرِينَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝

فرحت بخش ہو کہنے لگے کہ ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ ہم سے یہ بیان کر دیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیونکہ ہم کو اس بیل میں اشتباہ ہے اور ہم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک سمجھ جاویں گے

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذُلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلِّبَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْيَوْمَ جِئْتُ

موسیٰ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو مل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جاوے اور نہ اس سے زراعت کی آب پاشی کی جاوے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو کہنے لگے کہ اب آپ نے

بِالْحَقِّ فَذَبَحْنَاهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝

پوری بات فرمائی۔ پھر اس کو ذبح کیا اور کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے۔

جواب تفتیش اخیر:

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذُلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلِّبَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْيَوْمَ جِئْتُ  
وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے  
ہیں کہ وہ (کوئی عجیب و غریب جانور نہیں ہے یہی معمولی ہے البتہ عمدہ ہونا  
چاہئے کہ اوصاف مذکورہ کے ساتھ) نہ تو مل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین  
جوتی جاوے اور نہ (کنویں میں جوڑا گیا ہو کہ) اس سے زراعت کی آب  
پاشی کی جاوے (غرض ہر قسم کے عیب سے) سالم ہو اور اس میں (کسی طرح  
کا) کوئی داغ نہ ہو (یہ سن کر) کہنے لگے کہ (ہاں) اب آپ نے پوری (اور  
صاف) بات فرمائی (القصہ ایسا جانور تلاش کر کے خریدا) پھر اس کو ذبح کیا اور (ان  
کی جھٹوں سے تو ظاہر) کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ الخ صوفیہ نے نفس کو اس  
بقرہ سے تشبیہ دی ہے اور اس سے اور مناسبت بڑھ جاتی ہے کہ یہ گائے اصفر  
تھی اور اہل کشف نور نفس کو بھی اصفر بتاتے ہیں۔

**اللغات:** قوله فاقع فی الکشاف الفقوع اشد ما یکون من  
الصفرة والصبغة يقال فی التکید اصفر فاقع ودارس کما یقال اسود  
حالك وحناک وابیض بقق ولهق واحمر قانی دوریحی واخضر  
ناصر و مدھام واورق خطبانی و ارمک روانی ۱۲۔

**النحو:** ارتفع اللون بفاع ارتفاع الفاعل ۱۲ کشاف۔  
**البلاغۃ:** فی الکشاف فان قلت فهلا قيل صفراء فاقعة وای فائدة  
فی ذکر اللون قلت الفائدة فیہ التکید لان اللون اسم للهيئة وهی  
الصفرة فکانه قيل شدید الصفرة صفرتها فهو من قولک جد جدہ  
وجنونک مجنون ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۶ پر)

تفسیر: تفتیش بنی اسرائیل:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ (الی قولہ تعالیٰ) فَافْعَلُوا مَا تَوْمَرُونَ  
وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے  
بیان کر دیں کہ اس (بیل) کے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ (میری  
درخواست کے جواب میں) یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ  
بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا ہو دونوں عمروں کے اوسط میں سواب (زیادہ حجت مت  
کیجیو بلکہ) کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر وہ جھٹیں نہ  
کرتے تو اتنی قیدیں انکے ذمہ نہ ہوتیں جو بقرہ ذبح کر دیتے کافی ہو جاتا۔

مکر تفتیش: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا (الی قولہ تعالیٰ)  
فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّظِيرِينَ کہنے لگے کہ (اچھا یہ بھی درخواست کر دیجئے  
ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے یہ (بھی بیان کر دیں کہ اس کا رنگ کیا ہو  
آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق) حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد  
رنگ کا بیل ہو جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو۔

سہ بارہ تفتیش: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ (الی قولہ تعالیٰ)  
وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ کہنے لگے کہ (اب کی بار اور) ہماری خاطر  
اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ (اول بار کے سوال کا جواب ذرا اور  
واضح) ہم سے یہ بیان کر دیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیونکہ ہم کو اس بیل  
میں (قدرے) اشتباہ (یہ باقی) ہے کہ وہ معمولی بیل ہو گا یا کوئی اور عجیب و  
غریب جس میں تحقیق قاتل کا خاص اثر ہو) اور ہم ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ (اب  
کی بار) ٹھیک سمجھ جاویں گے۔



وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَرَأْتُمُ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مِمَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ٥٠ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا

اور جب تم لوگوں نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر ایک دوسرے پر اسکو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جسکو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے۔ اسلئے ہم نے حکم دیا کہ اسکو اس کے کوئی سے ٹکڑے سے چھو دو۔

كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ٥١ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ

اسی طرح حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر تم کو دکھلاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو۔ ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو ان کی مثال پتھر کی سی ہے

أَوْ أَشَدُّ قسوةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لِمَا يُتَجَرَّمُ مِنْهُ الْأَخْطَرُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَاءٌ يَشَّقُّ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا

یاختی میں ان سے زیادہ۔ اور بعض پتھر تو ایسے ہیں جن سے نہریں بھوٹ کر چلتی ہیں۔ اور انہیں پتھروں میں بعض ایسے ہیں کہ جوش ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہی پتھروں میں بعض ایسے ہیں

لِمَا يَهْطِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٥٢ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ

جو خدا تعالیٰ کے خوف سے لوہے سے نیچے لڑھک آتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں۔ کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں

مِنْهُمْ لَيَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ٥٣

کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے اس کو سمجھنے کے بعد اور جانتے تھے

تفسیر: معاملہ ہمشہ ہم تمہ ہمشہ ہم:

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَرَأْتُمُ فِيهَا (الی قولہ تعالیٰ) وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں (میں سے کسی) نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر (اپنی اپنی براءت کے لئے) ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جس کو تم (میں کے مجرم و مشتبہ لوگ) مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے (ذبح بقرہ کے بعد) ہم نے حکم دیا کہ اس (مقتول کی لاش) کو اس (بقرہ) کے کوئی سے ٹکڑے سے چھو دو (چنانچہ چھوانے سے وہ زندہ ہو گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ بمقابلہ منکرین قیامت کے اس قصہ سے استدلال اور نظیر کے طور پر فرماتے ہیں کہ) اسی طرح حق تعالیٰ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر (قدرت) تم کو دکھلاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو (اور ایک نظیر سے دوسری نظیر کے انکار سے باز آؤ)۔ ہف: اس مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور فوراً پھر مر گیا۔ اور جو شخص مضغ بے جان میں جان پڑنے کے طریق میں غور کرے گا کہ اس کی کل حقیقت ایک بخار لطیف کا مضغ سے مس کرنا اور متصل ہو جانا ہے وہ اس طریق خاص مذکور فی القصہ کو کسی طرح قدرت حق سے مستبعد نہ سمجھے گا۔ اور دونوں اتصالوں میں کوئی معقول فرق عقلی بیان نہ کر سکے گا۔

جواب شبہ حجیت بیان مقتول: اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ محض مقتول کا بیان تعین قاتل کے باب میں کافی دلیل ہے بلکہ اس موقع خاص پر وحی سے

معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا بیان مطابق واقع کے ہوگا اور دوسرے مواقع پر یہ مطابقت للواقع کسی دلیل صحیح سے ثابت نہیں فافترقا۔ حکمت انعکاس ترتیب قصہ: اور اس آیت کا مضمون آیات بالا کے قصہ کی ابتداء ہے ترتیب بدلنے میں ایک خاص نکتہ ہے وہ یہ کہ دور سے بنی اسرائیل کی بے عنوانیوں کا ذکر چلا آ رہا ہے اور یہی ذکر مقصود اصلی ہے اور اس قصہ کے ضمن میں دو بے عنوانیوں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ ایک قتل کر کے اخفاء واردات کی کوشش کرنا دوسرے احکام خداوندی میں خواہ مخواہ کی جھٹیں نکالنا سو اگر قصہ بالترتیب بیان کیا جاتا ممکن تھا کہ ناظرین جزو اول کو مقصود سمجھتے اور جزو دوم کو محض قصہ کی تکمیل خیال کرتے اور ترتیب بدلنے سے صاف معلوم ہو گیا کہ دونوں ہی جزو مقصود ہیں ورنہ دونوں کے مقصود نہ ہونے کی تقدیر پر ترتیب کیوں بدلی جاتی اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ حق تعالیٰ کو تو ویسے ہی زندہ کرنے کی قدرت تھی یا بے زندہ کیے ہوئے قاتل کو بتلا سکتے تھے پھر اس سامان کی کیا ضرورت ہے بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی فعل ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مصلحت اور حکمت کے لئے ہوتا ہے اور پوری حکمتیں ہر واقعہ کی حق تعالیٰ ہی کے احکام علمی میں آسکتی ہیں دوسروں کو اس فکر میں پڑنا اضاعت عمر عزیز ہے کیونکہ جو حکمت بیان کی جاوے گی وہ بھی ایک فعل ہوگا اور یہی سوال اس میں بھی ہوگا اس لئے طریق اسلم سکوت و تسلیم ہے۔

حدیث از مطرب دے گوراؤد ہر کتر جو کہ کس نکشود و نکشاید حکمت اس معمارا آگے ان واقعات سے متاثر نہ ہونے پر شکایت فرماتے ہیں۔



شکایت: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْجَارِ قَاوٍ أَشَدُّ قَسْوَةً (الہی قولہ تعالیٰ) وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ایسے واقعات کے بعد (چاہیے تھا کہ تم لوگوں کے دل بالکل نرم اور حق تعالیٰ کی عظمت سے پر ہو جاتے لیکن) تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو (یوں کہنا چاہیے کہ) انکی مثال پتھر کی سی ہے یا (یوں کہیے کہ وہ) سختی میں ان سے (بھی) زیادہ (ہیں) اور (زیادہ سخت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ) بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جوشق ہو جاتے ہیں پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں (اور تمہارے قلوب میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا) اور (اس قسوت سے جو اعمال بد صادر ہوتے ہیں) حق تعالیٰ تمہارے (ان) اعمال سے بے خبر نہیں ہیں (بہت جلد تم کو سزا کو پہنچا دیں گے)

ف: پتھروں کے تین اثر اس مقام پر بیان کیے ہیں۔ ایک ان سے زیادہ پانی نکلنا۔ دوسرے کم پانی نکلنا اس میں تو کسی کو شبہ نہیں پڑتا۔ تیسرے خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے آگرنے کی امید شاید کسی کو شبہ ہو کیونکہ ان کو عقل اور حس نہیں ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ خوف کے لئے عقل کی تو ضرورت نہیں چنانچہ حیوانات لا عقل میں خوف کا مشاہدہ کیا جاتا ہے البتہ حس کی ضرورت ہے لیکن جمادات میں اتنی حس بھی نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حس موقوف ہے حیات پر اور ممکن ہے کہ ان میں ایسی حیات لطیفہ ہو جس کا ہم کو ادراک نہ ہوتا ہو جیسا جو ہر دماغ کے احساس کا بہت عقلاء کو ادراک نہیں ہوا لیکن بہت سے عقلاء دلائل سے اس کے قائل ہوئے تو ظاہر نہیں قرآن ان دلائل طبعیہ سے دلالت اور قوت میں کم نہیں ہے اور ہم کو اس دعوے کی ضرورت نہیں کہ ہمیشہ پتھر کے گرنے کی علت یہی خوف ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بعضے پتھر اس وجہ سے گر جاتے ہیں سو ممکن ہے کہ گرنے کے اسباب مختلف ہوں ان میں بعض طبعی ہوں اور ایک سبب یہ ہو۔ حسن ترتیب بیاں: اور اس مقام پر ان پتھروں کے اقسام سے گانہ میں ترتیب نہایت لطیف اور افادہ مقصود میں نہایت بلیغ ہے یعنی بعض پتھروں میں ایسا قوی تاثر ہے جس سے انہار جاری ہوتی ہیں جن سے مخلوق کو بڑا نفع پہنچتا ہے انکے قلوب ایسے بھی نہیں بعض پتھروں میں اس سے کم تاثر ہے جس سے کم نفع پہنچتا ہے تو یہ پتھر بہ نسبت اول قسم کے کم نرم ہوئے لیکن انکے قلوب ان سے بھی سخت ہیں اور بعض پتھروں میں گواہی کا اثر نہیں مگر پھر بھی ان میں ایک اثر ہے تو یہ قسم بوجہ اس کے کہ قسمین اولین میں آثار مذکورہ کے ساتھ خوف بھی موجود ہے سب سے اسفل اور انزل اور انفعال میں اضعف اور اقل ہے مگر ان کے قلوب میں یہ

انفعال اضعف بھی نہیں۔ سبحان اللہ حقیقت میں بڑی پاکیزہ ترتیب اور بیان ہے۔ یہاں تک کہ یہود کے حالات دکھلا سنا کر مسلمانوں کو جو ان کے مومن بنانے کی فکر و کوشش میں کلفت پیش آتی تھی ان کی اس امید کو قطع کر کے ان کی کلفت دفع کرتے ہیں آیت آئندہ میں۔

معاملہ نوزدہم متضمن دفع کلفت مومنین:

اَقْتَضَمُونَا اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (اے مسلمانو!) کیا (یہ سارے قصے سن کر) اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے حالانکہ (ان سب مذکورہ قصوں سے بڑھ کر ایک اور بات بھی ان سے ہو چکی ہے کہ) ان میں سے کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے (اور) اس کو سمجھنے کے بعد (ایسا کرتے) اور (لطف یہ کہ یہ بھی) جانتے تھے (کہ ہم برا کر رہے ہیں محض اغراض نفسانیہ اس کارروائی کا باعث ہوتیں)۔

ف: مطلب یہ کہ جو لوگ ایسے بے باک اور اغراض نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی کب سننے والے ہیں اور کلام اللہ سے مراد یا تو توریت ہے اور سماع سے مراد بواسطہ انبیاء علیہم السلام کے اور تحریف سے مراد اس کے بعض کلمات یا تفاسیر یا دونوں کو بدل ڈالنا اور یا کلام سے مراد وہ کلام ہے جو ان ستر آدمیوں نے تصدیق موسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں طور پر سنا تھا اور سماع سے مراد بلا واسطہ اور تحریف سے مراد قوم سے یہ نقل کر دینا کہ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو حکم تم سے ادا نہ ہو سکے وہ معاف ہے جیسا آیت وَلِذَا اخَذْنَا مِنْكُمْ اٰمِنًا کی تفسیر میں بیان ہو چکا اور گو بعض امور مذکورہ کا صدور یہود معاصرین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوا ہو لیکن یہ لوگ بھی اپنے اسلاف کے ان اعمال پر انکار اور نفرت نہ رکھتے تھے اسلئے حکماء یہ بھی ویسے ہی ہوئے۔

مسائل السلوك: قوله تعالى وَلَئِنْ مِنْهَا لَمَا يَهَيِّطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ائیسیں دلیل ہے قول صوفیہ کی کہ جمادات کیلئے اتنا شعور ثابت کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

النحو: قوله مخرج فان قلت كيف اعمل مخرج وهو في معنى المضى قلت وقد حكى ما كانت مستقبل في وقت التدارء ۱۲ کشاف اضر به الضمير فيه اما ان يرجع الى النفس والتذكير على تاويل الشخص والانسان واما الى القليل لما دل عليه من قوله ما كنتم تكتمون ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۶ پر)



وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بِعَضُّهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا اتَّخَذُوا آلَهُمُ الْبَقَرَةَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں بعض دوسرے بعض یہودیوں کے پاس وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کر دی ہیں

لِيَحْجُوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کر دیں گے کہ یہ مضمون اللہ کے پاس ہے کیا تم نہیں سمجھتے۔ کیا انکو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جن کو وہ مخفی رکھتے ہیں اور انکی بھی جن کا وہ اظہار کر دیتے ہیں

وَمِنْهُمْ أَهْبِيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِي وَإِنَّهُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ قَوْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُوبُونَ الْكِتَابَ

اور ان میں بہت سے ناخواندہ ہیں۔ جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دل خوش کن باتیں اور وہ لوگ اور کچھ نہیں خیالات پکا لیتے ہیں۔ تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں کتاب کو

بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا قَوْلٌ لَهُمْ مِمَّا كُتِبَتْ أَيْدِيهِمْ

اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کر لیں۔ سو بڑی خرابی آوے گی انکو اسکی بدولت جسکو انکے ہاتھوں نے لکھا تھا

وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً قُلْ أَتُخَذُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ

اور بڑی خرابی ہوگی انکو اسکی بدولت جسکو وہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز ہم کو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کر لے جائیں۔ آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے

يُخْلَفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالیٰ کد مایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے

تفسیر: معاملہ بستم متضمن تتمہ دفع کلفت مومنین:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا (الی قولہ تعالیٰ) أَفَلَا تَعْقِلُونَ اور جب ملتے ہیں (منافقین یہودی) مسلمانوں سے تو (ان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعضے (منافق یہودی) دوسرے بعضے (علانیہ) یہودیوں کے پاس (تو ان سے ان کی معیت وہم مشربی کے مدعی ہوتے ہیں اس وقت) وہ (دوسرے یہودی) ان سے کہتے ہیں کہ تم یہ کیا غضب کرتے ہو کہ (مسلمانوں کو) خوشامد میں (وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو) (انکے مفید مذہب) اللہ تعالیٰ نے (توریت میں) تم پر منکشف کر دی ہیں (مگر ہم بمصلحت پوشیدہ رکھتے ہیں) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کر دیں گے کہ (دیکھو) یہ مضمون اللہ کے پاس (سے تمہاری کتاب میں آیا) ہے کیا تم (اتنی موٹی بات) نہیں سمجھتے۔ منافقین کبھی ایک آدھ بات خوشامد میں اپنا صدق ایمان جتلانے کے لئے مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ توریت میں رسول ﷺ کی بشارت ہے یا قرآن مجید کی خبر ہے ونحو ذلک اس پر دوسرے لوگ ملامت کرتے اس میں توجیہ دفع کلفت کی یہ ہے کہ جو لوگ ایسے چالاک اور چاند پر خاک ڈالنے والے ہیں وہ تمہاری کیا مانیں گے اور منافقین کا یہ قول سورہ بقرہ کے شروع میں بھی آیا ہے لیکن چونکہ وہاں ان کا برتاؤ مومنین کے ساتھ بتلانا منظور تھا اور یہاں قطع امید ایمان

کرنا مقصود ہے اختلاف مقصود سے تکرار دفع ہو گیا۔ نکتہ مکررات قرآنی: اور اکثر جگہ مکررات قرآنی اسی قبیل سے ہیں اور اگر کہیں مقصود واحد بھی ہو جب بھی تاکید خود ایک گونہ مقصود جدید اور مح نظر بلغا اور مہتمم بالشان ہے۔ آیت آئندہ میں اللہ تعالیٰ ان منافقین اور ان ملامت گروں کی حماقت پر تنبیہ فرماتے ہیں اور آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ متکلم ومخاطب سب منافقین ہی ہوں جن میں بعضے جو ان مضامین کو مسلمانوں سے بیان نہ کرتے تھے ایسے لوگوں کو ملامت کرتے تھے جو مسلمانوں سے ان مضامین کو بیان کر دیتے تھے۔

تحقیق یہود: أَوْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جن کو وہ مخفی رکھتے ہیں اور ان کی بھی جن کا وہ اظہار کر دیتے ہیں۔ ف: تو اگر ان منافقین نے اپنا کفر مومنین سے چھپایا تو کیا اور اگر ان ملامت گروں نے حضور ﷺ کی بشارت وغیرہ کے متعلق مضامین چھپائے تو کیا حق تعالیٰ کو تو سب خبر ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جا بجا مطلع فرمادیا۔ ان آیات میں یہود کے خواندہ لوگوں کا ذکر ہو چکا تو آیت آئندہ میں ان کے ناخواندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

حالی عوام یہود: وَمِنْهُمْ أَهْبِيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِي وَإِنَّهُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ اور ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (بھی) ہیں جو



سے کافر نہیں ہوئے۔ پس اگر کسی عصیان کے سبب دوزخ میں چلے بھی گئے پھر نکال لئے جاویں گے اور چونکہ یہ دعویٰ محض بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیونکہ دعویٰ تابید شریعت موسویہ کا خود غلط ہے اس لئے انکار نبوت مسیحیہ و محمدیہ سے وہ لوگ کافر ہو گئے اور کفار کے لئے بعد چند نجات ہو جانا کسی کتاب سماوی میں نہیں جس کو حق تعالیٰ نے عہد سے تعبیر فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ دعویٰ بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے۔ آگے رد کے ساتھ ایک ضابطہ کا بیان ہے جسکی رو سے یہ لوگ خالد فی النار ہو گئے۔

**العربیۃ:** قوله عند ربکم فی روح المعانی امے فی کتابہ وحکمہ وهو عند عصابة بدل من بہ ومعنی کونہ بدلا منہ ان عاملہ الذی ہو نائب عنہ بدل منہ اما بدل الكل ان قدر صیغۃ اسم الفاعل او بدل اشتمال ان قدر مصدر او فائدة بیان جهة الاحتجاج بما فتح اللہ تعالیٰ فان الاحتجاج بہ بتصور علی وجوہ شتی کانہ قیل لیحاجو کم بہ بکونہ فی کتابہ امے یقولوا انہ مذکور فی کتابہ الذی آمنتم بہ ۱۲ قوله اولاً یعلمون الواو بعد الهمزة للعطف تقدیر الکلام ایفعلون کذا و کذا ولا یعلمون ۱۲ استاذی مولانا محمد یعقوب۔

**البلاغۃ:** قوله بما فتح اللہ فی روح المعانی والتعبیر عنہ بالفتح ایذان بانہ سر مکتوم وباب مغلق ۱۲۔ بایلدیہم تاکید کقولہم کتبہ بیمینی ۱۲ (بیضاوی) وفي الانتصاف ان فائدتہ تصویر الحالۃ فی النفس کما وقعت حتی یکاد السامع لذلك ان یکون مشاہد للہیۃ ۱۲۔

**اللفات:** امانی جمع امنیۃ واصلہا امنیۃ افعولۃ وهو فی الاصل ما یقدرہ الانسان فی نفسہ من منی اذا قدر و لذلك تطلق علی الکذب وعلی ما یتمنی وما یقرء ۱۲ (روح المعانی) الظن وقد یطلق الظن علی ما یقابل العلم یقینی عن دلیل قاطع سواء قطع بغير دلیل او بدلیل غیر صحیح او لم یقطع فلا ینافی نسبة الظن الیہم ان کانوا جازمین ۱۲ (روح المعانی) الکتب الکتابۃ او التوراة ۱۲ (بیضاوی) و اشرت الی الجمع بینہما فی الترجمة ۱۲۔ **النحو:** ام تقولون فی البیضاوی ام معادلة لہمزۃ الاستفہام بمعنی ای الامرین کائن علی سبیل التقرير للعلم بوقوع احدهما او منقطعة بمعنی بل اتقولون علی التقرير والتفريع ۱۲۔

**الکلام:** فویل للذین الآیۃ۔ احتج البعض بالآیۃ علی عدم حجیۃ الظن فی الشرعیات قلنا قصاری الآیۃ عدم حجیۃ الظن بالمعنی الذی ارید فیہا من عدم الاستناد الی دلیل صحیح بل وعلی خلاف الدلیل القطعی ولا کلام علی زہوق هذا الظن فلا یلزم منہ عدم حجیۃ حسب القواعد الثابتۃ فی الشرع ۱۲ وقالوا لن تمسنا النار الا ایتاماً معذونۃ (الی قولہ تعالیٰ) ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون اور یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہرگز ہم کو (آتش دوزخ) چھوئے گی (بھی تو) نہیں (ہاں) مگر (بہت) تھوڑے روز جو (انگلیوں پر) شمار کر لئے جاسکیں (اے محمد ﷺ) آپ (ان سے) یوں فرما دیجئے کہ کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے (اس کے متعلق) کوئی معاہدہ لے لیا جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا (معاہدہ نہیں لیا بلکہ ویسے ہی) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے۔ ف: یہود کے اس قول کی مفسرین نے مختلف تقریریں کی ہیں لیکن احقر کے قلب میں یہ تقریر آتی ہے کہ یہ امر محقق ہے کہ مؤمن اگر عاصی ہو تو گو معاصی سے دوزخ میں معذب ہو لیکن ایمان کی وجہ سے خلود نہ ہوگا بعد چند نجات ہو جاوے گی۔ پس حاصل دعویٰ یہود کا یہ تھا کہ چونکہ دین موسوی بزم ان کے منسوخ نہیں ہے لہذا وہ مؤمن ہیں انکار نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب رسول اللہ ﷺ

کتابی علم نہیں رکھتے لیکن (بلا سند) دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں (ویسے ہی بے بنیاد) خیالات پکا لیتے ہیں۔ ف: وجہ یہ کہ کچھ تو ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور مخلوط اور اوپر سے ان میں فہم کی کمی پھر بجز بے بنیاد خیالات کے حقائق و افعیہ کی تحقیق کہاں نصیب بقول شخصے ”کر یلا اور نیم چڑھا“ اس میں شیرینی کہاں اور چونکہ ان کی اس توہم پرستی کا بڑا سبب ان کے علماء کی خیانت ہے اس لئے ان کا شاعت میں ان عوام سے بڑھ کر ہونا آیت آئندہ میں بیان فرماتے ہیں گو پہلے کچھ ان کا حال ابھی اچکا ہے۔

**شاعت علماء یہود:** فویل للذین ینکثون الکتب باید یہم (الی قولہ تعالیٰ) فویل لہم ممتا کتبت اید یہم وویل لہم ممتا ینکثون (جب عوام مذکورین قابل زبرد و مرد ہیں اور اصلی سبب ان کے جہل کا ان کے علماء ہیں) تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں (بدل سدل کر) کتاب (توریت) کو اپنے ہاتھوں سے (اور) پھر (عوام سے) کہہ دیتے ہیں کہ یہ (حکم) خدا کی طرف سے (یوں ہی آیا) ہے (اور) غرض (صرف) یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کر لیں سو بڑی خرابی (پیش) آوے گی ان کو اس (مبدل کتاب) کی بدولت (بھی) جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس (نقد) کی بدولت (بھی) جس کو وہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ ف: عوام کی رضا جوئی کے واسطے غلط سلط مسئلے بتلا دینے سے ان سے کچھ وصول بھی ہو جاتا تھا اور ان کی نظر میں وقعت اور وجاہت بھی رہتی تھی اسی غرض سے لفظاً یا معنی توریت میں کچھ پھیر پھار بھی کرتے رہتے تھے اس آیت میں اسی حرکت پر وعید سنائی ہے۔

**معاملہ بست وکیم:** وقالوا لن تمسنا النار الا ایتاماً معذونۃ (الی قولہ تعالیٰ) ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون اور یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہرگز ہم کو (آتش دوزخ) چھوئے گی (بھی تو) نہیں (ہاں) مگر (بہت) تھوڑے روز جو (انگلیوں پر) شمار کر لئے جاسکیں (اے محمد ﷺ) آپ (ان سے) یوں فرما دیجئے کہ کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے (اس کے متعلق) کوئی معاہدہ لے لیا جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا (معاہدہ نہیں لیا بلکہ ویسے ہی) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے۔ ف: یہود کے اس قول کی مفسرین نے مختلف تقریریں کی ہیں لیکن احقر کے قلب میں یہ تقریر آتی ہے کہ یہ امر محقق ہے کہ مؤمن اگر عاصی ہو تو گو معاصی سے دوزخ میں معذب ہو لیکن ایمان کی وجہ سے خلود نہ ہوگا بعد چند نجات ہو جاوے گی۔ پس حاصل دعویٰ یہود کا یہ تھا کہ چونکہ دین موسوی بزم ان کے منسوخ نہیں ہے لہذا وہ مؤمن ہیں انکار نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام و جناب رسول اللہ ﷺ



بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ

کیوں نہیں جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اسکی خطا احاطہ کر لے سوائے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں وہ انہیں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ

ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جب لیا ہم نے قول و قرار بنی اسرائیل سے

لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۖ وَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا

کہ عبادت مت کرنا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا اور اہل قربت کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنتُمْ مُّعْرِضُونَ ۝

اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ۔ پھر تم اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا

اور احادیث تو بہت صریح ہیں اور فی نفسہ صحیح ہیں۔

معاملہ بست و دوم: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَنتُمْ مُّعْرِضُونَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب لیا ہم نے (توریت میں) قول و قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا (کسی کی) بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا اور اہل قربت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے (جب کوئی) بات (کہنا ہو تو) اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ پھر تم (قول و قرار کر کے) اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا۔ فہ: یہ معدودے چند وہ ہیں جو توریت کے پورے پابند رہے کہ قبل نسخ توریت شریعت موسویہ پر قائم رہے اور بعد نسخ توریت شریعت محمدیہ کے قیام ہو گئے۔

العربیۃ: قوله لا تعبدون اخبار فی معنی النہی وهو ابلغ من صریح النہی لما فیہ من ایہام ان النہی سارع الی الانتہاء فہو یخبر عنہ قوله احسانا متعلق بمضمر تقدیرہ وتحسنون او احسنوا قوله المسکین مفعیل من السکون کان الفقر اسکنہ قوله حسنا سماہ حسنا للمبالغۃ ثم تولیت علی طریقۃ الالتفات. قوله انتم معرضون قوم عاد حکم الاعراض عن الوفاء والطاعة واصل الاعراض الذہاب عن المواجهۃ الی جہۃ العرض او بیضاوی اے الناحیۃ ۱۲۔

الکلام: بلی من کسب الایۃ استدلال المعتزلۃ بالایۃ علی خلود العاصی فی النار لان القسمۃ ثانیۃ فمن لم یعمل الصالحات دخل فی من کسب الذی یتحقق الخلود وانا اشرت الی الجواب بتفسیر الاحاطۃ وجعل القسمۃ ثلاثیۃ ذکر منها اثنان ولم یذكر الثالث ہنا ۱۲۔

ملحقات الترجمة: ۱۔ قوله توریت میں ہو احد الاقوال المذكورة فی روح المعانی ۱۲۔

تفسیر: ضابطہ: بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ

(الی قولہ تعالیٰ) هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (بجز چند روز کے تم کو آتش دوزخ) کیوں نہیں لگے گی بلکہ ابد الابد تک اس میں رہنا ضرور ہے کیونکہ ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا (وقصور اس طرح) احاطہ کر لے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سوائے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور جو لوگ (اللہ ورسول پر) ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ فہ: معنی احاطت خطیئۃ: خطاؤں کے احاطہ کرنے کے یہ معنی احقر نے ترجمہ میں ظاہر کر دیئے ہیں احاطہ بایں معنی کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ کفر کی وجہ سے کوئی عمل صالح مقبول نہیں ہوتا بلکہ اگر کچھ کفر کے قبل کے اعمال ہوں وہ بھی جبط اور ضبط ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کفار میں سب بدی ہی بدی ہوگی بخلاف اہل ایمان کے کہ اولاً ان کا ایمان خود ایک اعظم اعمال صالحہ ہے ثانیاً اور اعمال فرعیہ بھی ان کے ثلثہ اعمال میں درج ہوتے ہیں اس لئے وہ نیکی کے اثر سے خالی نہیں۔ پس یہ احاطہ مذکور ان کی حالت پر صادق نہیں آتا خوب سمجھ لو۔ حاصل استدلال، استحقاق یہود للخلود کا اس ضابطہ سے یہ ہوا کہ جب اس ضابطہ کی رو سے کفار کا خالد ہونا ثابت ہے اور موسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہیں ہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی نبی ہیں اور یہود ان حضرات کی نبوت کے منکر ہیں اور انکار نبوت انبیاء کفر ہے پس یہودی کافر ٹھہرے اس لئے اس ضابطہ کی رو سے خالد فی النار ہونگے تو ان کا دعویٰ مذکور دلیل قطعی سے باطل ٹھہرا۔ دفع شبہ خلود عاصی: اور جاننا چاہئے کہ اس مقام پر کافر اور مومن نیک عمل کا ضابطہ بیان ہوا ہے اور مومن بد عمل کا ضابطہ دوسری آیات و احادیث میں ہے مثلاً إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ اور اس مشیت کا وقوع اس آیت میں مذکور ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ



وَاِذَا اخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ اَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝

اور جب ہم نے تم سے یہ قول وقرار لیا کہ باہم خون ریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن مت کرنا پھر تم نے اقرار بھی کر لیا اور اقرار بھی ایسا جیسے تم شہادت دیتے ہو

ثُمَّ اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فِرْيَاقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظْهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْاِثْمِ وَالْعُدَاوَةِ

پھر تم یہ موجود ہو کہ باہم قتل و قتل بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو ان اپنوں کے مقابلہ میں امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ

وَ اِنْ يَأْتِوكُمُ اسْرٰى تَغْدُوْهُمْ وَ هُمْ وَ هُوَ مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفْتُوْا مِنْهُمْ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

اور اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرنا کرنا دیتے ہو حالانکہ یہ بات ہے کہ تم کو ان کا ترک وطن کرنا دینا نیز ممنوع ہے کیا تو کتاب کے بعض پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے

فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ الْاِخْزٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا لِلّٰهِ

سواور کیا سزا ہو ایسے شخص کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیے جاویں گے۔ اور اللہ تعالیٰ

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَآءُ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال سے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے دنیوی زندگانی کو لے لیا ہے بعض آخرت کے سونہ تو ان کی سزا میں تخفیف دیجائے گی اور نہ کوئی انکی طرفداری کرنے پاوے گا

**تفسیر:** تتمہ میثاق مذکور: وَاِذَا اخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ)

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُونَ اور (وہ زمانہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے یہ قول وقرار (بھی) لیا کہ (خانہ جنگی کر کے) باہم خون ریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترک وطن مت کرنا پھر (ہمارے اس اقرار لینے پر) تم نے اقرار بھی کر لیا اور اقرار بھی (ضمناً نہیں بلکہ) ایسا جیسے تم (اس پر) شہادت (بھی) دیتے ہو۔ چونکہ بعض اوقات کسی کی تقریر سے کسی امر کا اقرار مترشح و مفہوم ہوا کرتا ہے صاف اقرار نہیں ہوتا گو عقلاً و عرفاً وہ بھی اقرار ہی ہوتا ہے لیکن یہاں اس قید اخیر سے اس شبہ کو بھی رفع کر دیا اور بتلادیا کہ اقرار مذکور ایسا صریح تھا جیسے شہادت واضح ہوا کرتی ہے اور ترک وطن کرانے کی ممانعت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو آزار پہنچا کر ایسا جنگ مت کرنا کہ بیچارہ ترک وطن پر مجبور ہو۔ آگے اس حکم خاص متعلق انکی عہد شکنی کا ذکر فرماتے ہیں۔

**عہد شکنی:** ثُمَّ اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ (الی قولہ تعالیٰ) وَ هُوَ مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ پھر (اس اقرار صریح کے بعد) تم (جیسے ہو) یہ (آنکھوں کے سامنے) موجود (ہی) ہو کہ باہم قتل و قتل بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو (اس طور پر کہ) ان اپنوں کے مقابلہ میں (ان کی مخالف قوموں کی) امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ (سوان دونوں حکموں کو تو یوں غارت کیا) اور (ایک تیسرا حکم جو سہل سمجھا اس پر عمل کرنے کو خوب تیار رہتے ہو کہ) اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرنا کرنا دیتے ہو حالانکہ یہ بات (بھی معلوم) ہے کہ تم کو ان کا ترک وطن کرنا دینا (اور قتل تو اور بھی بدرجہ اولیٰ) نیز ممنوع ہے۔ اس باب میں ان پر تین حکم واجب تھے اول قتل نہ کرنا دوم اخراج نہ کرنا سوم اپنی قوم میں سے کسی کو گرفتار و بندی دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا

سوان لوگوں نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا تھا اور سوم کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صورت اس کی یہ ہوئی تھی کہ اہل مدینہ میں دو قومیں تھیں اوس اور خزرج اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی اور کبھی کبھی قتال کی نوبت بھی آتی تھی اور مدینہ کے گرد و نواح میں دو قومیں یہودی بستی تھیں بنی قریظہ اور بنی نضیر اور اوس اور بنی قریظہ باہم دوست تھے اور خزرج اور بنی نضیر باہم یار تھے تو جب اوس اور خزرج کی باہم لڑائی ہوتی تو دوستی کی وجہ سے بنی قریظہ تو اوس کے مددگار ہوتے اور بنی نضیر خزرج کے حامی بنتے تو جہاں اوس و خزرج مارے جاتے اور خانماں آوارہ ہوتے ان کے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی اور ظاہر ہے کہ بنی قریظہ کے قتل و اخراج میں بنی نضیر کا ضرور اثر اور دخل ہوتا تھا اور بالعکس بھی البتہ یہودی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں اسیر ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اس اسیر کو رہائی دلا دیتے اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ اسیر کو رہا کرنا دینا ہم پر واجب ہے اور اگر قتل و اخراج کے معین بننے پر کوئی اعتراض کرتا تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے اور جن مخالف قوموں کی امداد کا ذکر فرمایا ہے مراد ان قوموں سے اوس اور خزرج ہیں کہ اوس بنی قریظہ کی موافقت میں بنی نضیر کے مخالف تھے اور خزرج بنی نضیر کی موافقت میں بنی قریظہ کے مخالف تھے اور گناہ اور ظلم و لفظ لانے میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوتے ہیں حق اللہ بھی کہ حکم الہی کی تعمیل نہ کی اور حق العبد بھی کہ دوسرے کو آزار پہنچا آگے اس عہد شکنی پر شکایت و ملامت کی مع بیان سزا تصریح ہے۔

ملامت و وبال: اَفْتُوْا مِنْهُمْ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ (الی قولہ تعالیٰ) وَ مَا لِلّٰهِ



بِغَافِلٍ كَمَا تَعْمَلُونَ کیا تو (بس یوں کہو کہ) کتاب (توریت) کے بعض (احکام) پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض (احکام) پر ایمان نہیں رکھتے سوا اور کیا سزا ہو (نا چاہئے) ایسے شخص کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیوی زندگی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ (کچھ) بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال (زشت) سے ہر چند کہ یہ یہودی جن کے قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بوجہ انکار نبوت جناب رسول اللہ ﷺ کے کافر ہی تھے لیکن اس مقام پر یہ کفر مذکور نہیں تو جیہ تسمیہ معصیت بکفر: بلکہ بعض احکام پر عمل نہ کرنے کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ جب تک حرام کو حرام سمجھے آدمی کافر نہیں ہوتا سو وجہ اس کی یہ ہے کہ جو گناہ بہت شدید ہوتا ہے اس پر محاورات شرعیہ میں تغلیظاً کفر کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جس طرح ہمارے محاورات عرفیہ میں کسی ذلیل حرکت کر نیوالے کو کہہ دیں کہ تو بالکل پھار ہے حالانکہ مخاطب یقیناً چمار نہیں مقصود اس سے تنفیر شدید اس امر سے اور اسکی سخت تضحیح ہوتی ہے۔ یہی معنی ہیں ایسی حدیثوں کے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر و نحو ذلک۔ اور اس مقام پر دوسراؤں کا ذکر ہے ایک دنیوی یعنی رسوائی و ذلت سوا اس کا وقوع اس طرح ہوا کہ حضور ﷺ کے وقت ہی میں مسلمانوں کے ساتھ نقص معاہدہ کرنے کے سبب بنی قریظہ قتل و قید کئے گئے اور بنی نضیر ملک شام کی طرف ہزار خواری کے ساتھ نکال دیئے گئے چنانچہ بنی قریظہ کا قصہ سورہ احزاب کے نصف پر اور بنی نضیر کا قصہ سورہ حشر کے آغاز میں قرآن ہی میں وارد ہے ۴: اور جملہ فما جزاء من يفعل الخ کے متعلق دو اشکال ہیں اول یہ کہ اس جملہ سے اس فعل مذکور فی الآیہ پر خزی دنیوی کا ترتیب لازم معلوم ہوتا ہے حالانکہ احیاناً اس کفر پر خزی کا ترتیب نہیں ہوتا دوسرے یہ کہ جزاء خزی میں منحصر معلوم ہوتی ہے حالانکہ احیاناً خزی کے ساتھ قتل وغیرہ واقع ہوتا ہے۔ اول کا جواب یہ ہے کہ حقیقت شناسوں کے نزدیک مذموم و ملوم ہونا یہ بھی خزی (یعنی رسوائی) ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کلام سے مقصود استحقاق جزاء کا بیان کرنا ہے نہ کہ وقوع کا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ قتل وغیرہ بھی خزی میں داخل ہے اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مقصود حصر سے نفی کی ہے نہ زیادتی کی۔

تمتہ وبال مع علت: اُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (السی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (اور وجہ اس سزا کی ان کے لئے یہ ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے (احکام کی مخالفت کر کے) دنیوی زندگی (کے حظوظ) کو لے لیا ہے بعوض (نجات) آخرت کے (جس کا ذریعہ اطاعت ہے) سو نہ تو

(مجوز کی طرف سے ان کی سزا میں تخفیف دی جاوے گی اور نہ کوئی (وکیل مختار یا دوست رشتہ دار) ان کی طرفداری (پیروی) کرنے پاوے گا۔

**العربیۃ:** ثم انتم هؤلاء فی البیضاوی ثم استبعاد لما ارتکبوه بعد الميثاق والاقرار ۱۲. افتؤ منون الاستفهام للتهديد وهو عطف على محذوف ای اتفعلون ما ذکر فتؤ منون ولا هم ينصرون وتقديم المسند اليه لرعاية الفاصلة والتقوى لالحصر اذ ليس المقام مقامه ولذا لم يقل فلا عنهم يخفف العذاب ۱۲ (روح المعانی).

**اللفاظ:** قوله يردون اے يصيرون اليه فلا يلزم كينونتهم قبل ذلك فی اشد العذاب ۱۲ روح المعانی

**الكلام:** وتوجهی للتسمية المعصية كفرا اندفع احتجاج المعتزلة على كون العاصي غير مؤمن والخوارج على كونه كافرا السؤال من الرازی كيف يكون عذاب اليهود اشد من الدهرية الجواب من روح المعانی المراد به الخلود فی النار واشديته من حيث لا انقضاء له او المراد اشد جميع انواع العذاب ولكن بالنسبة الى عذاب من لم يفعل هذا العصيان ويدل عليه قوله تعالى من يفعل ذلك منكم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله اقرار بھی ضمنا نہیں لما فی روح المعانی وانتم تشهدون حال موكدة رافعة احتمال ان يكون الاقرار ذكر امر آخر لكنه يقتضيه ۱۲. ۲. قوله آنکھوں کے سامنے الخ اشارة الى التركيب بكون انتم مبتدأ وهؤلاء خبرا وفي الكشف ثم انتم بعد ذلك هؤلاء المشاهدون یعنی انکم قوم آخرون غیر اولئک المقربين تنزیلا لتغیر الصفة منزلة تغیر الذات كما تقول رجعت بغیر الوجه الذي خرجت به ۱۲. ۳. قوله تیسرا حکم الخ فی روح المعانی روی معنی السنة عن السدی ان الله تعالى اخذ علی بنی اسرائیل فی التوراة ان لا يقتل بعضهم بعضا ولا يخرج بعضهم بعضا من ديارهم وایما عبدا وامة وجدت موه من بنی اسرائیل فاشتروه بما قام من ثمنه فاعتقوه ۱۲. ۴. قوله یہ بات ہے فی الكشف ضمیر الشأن ۱۲. ۵. قوله اور قتل تو اور بھی الخ اشارة الى حرمة القتل بدلالة النص لما فی روح المعانی وتخصيصه بالتقييد دون القتل الى قوله لكونه اقل خطرا بالنسبة الى القتل فكان مظنة التساهل ۱۲. ۶. قوله مجوز کی طرف سے ثم قوله عطفانه کوئی وکیل الخ وبهذا التفسير حصل التغاير بين المفهومين بحيث افاد الترتيب المبالغة والتأكيد لان التخفيف اعلى والنصرة ادنى وهو المناسب لمقام النفی ۱۲.



وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کو روح القدس سے تائید دی

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ ۖ فَفَرِّقُوا كَذِبْتُمْ وَفَرِّقَاتُ قَتْلُكُمْ ۖ وَقَالُوا أَأَلْقَوْا بُنَاغُلًا ۖ

کیا جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا سو بعضوں کو تو تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں

بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۖ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ لَّا كَانُوا

بلکہ ان کے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی جو منجانب اللہ ہے اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے حالانکہ

مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ تَأْكَفَرُوا ۖ وَكَفَرُوا بِهٖ فَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۖ بِسْمَا أَشْتَرُوا

اس کے قبل بیان کیا کرتے تھے کفار سے پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ پہچانتے ہیں تو اس کا انکار کر بیٹھے سو خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر۔ وہ حالت بری ہے جس کو اختیار کر کے

بِهٖ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا ۖ إِنَّمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا وَبِعْضَابِ

وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں یہ کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ محض ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اس کو منظور ہوتا نازل فرماوے سو وہ لوگ غضب

عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۖ

بالاے غضب کے مستحق ہو گئے۔ اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت ہے۔

ہوا۔ اول وقت ولادت میں شیطان سے حفاظت کی گئی پھر ان کے دم کرنے سے حمل عیسوی قرار پایا۔ پھر یہود کثرت سے آپ کے دشمن تھے جبریل علیہ السلام حفاظت کیلئے ساتھ رہتے حتیٰ کہ آخر میں انکے ذریعہ سے آسمان پر اٹھوا لئے گئے اور یہود نے بہت پیغمبروں کی تکذیب کی ہے حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اور حضرت یحییٰ و زکریا علیہما السلام کو قتل بھی کیا۔

معاملہ ربست و چہارم وَقَالُوا أَأَلْقَوْا بُنَاغُلًا ۖ (الی قولہ تعالیٰ) فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۖ اور وہ (یہودی افتخاراً) کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب (ایسے) محفوظ ہیں (کہ اس میں مخالف مذہب کا کہ اسلام ہے اثر ہی نہیں ہوتا تو مذہب پر ہم خوب چبھتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ محفوظی اور پختگی نہیں ہے) بلکہ ان کے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے (کہ اسلام جو مذہب حق ہے اس سے نفور اور مذہب منسوخ پر مصر ہیں) سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں (اور تھوڑا ایمان مقبول نہیں پس وہ کافر ہی ٹھہرے) ۖ یہ تھوڑا سا ایمان ان امور کا ہے جو ان کے مذہب اور اسلام میں مشترک ہیں مثلاً خدا کا قائل ہونا، قیامت کا قائل ہونا کہ ان امور کے وہ بھی قائل تھے لیکن خود نبوت محمدیہ اور قرآن کے کلام الہی ہونے کے منکر تھے اسلئے پورا ایمان نہ تھا اور اس تھوڑے ایمان کو لغت کے اعتبار سے ایمان کہہ دیا کہ بمعنی مطلق یقین کے ہے گو بعض ہی اشیاء کیساتھ متعلق ہو اور شرعاً یہ ایمان نہیں ہے جسکے معنی کل

تفسیر: معاملہ ربست وسوم: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ (الی قولہ تعالیٰ) وَفَرِّقَاتُ قَتْلُكُمْ اور ہم نے (اے بنی اسرائیل تمہاری ہدایت کے لئے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کئے سب سے اول) موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توراة) دی اور (پھر) ان کے بعد (درمیان میں) یکے بعد دیگرے (برابر مختلف) پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور (پھر اس خاندان کے سلسلہ کے اخیر میں) ہم نے (حضرت عیسیٰ ابن مریم کو) نبوت کے) واضح دلائل (انجیل اور معجزات) عطا فرمائے اور ہم نے ان کو روح القدس (جبریل علیہ السلام سے) (جو) تائید دی (سوا لگ جو بجائے خود ایک دلیل واضح تھی تو) کیا (تعجب کی بات نہیں کہ اس پر بھی تم سرکشی کرتے رہے اور) جب کبھی (بھی) کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا تھا (جب ہی) تم نے (ان پیغمبر کی اطاعت سے) تکبر کرنا شروع کر دیا سو (ان پیغمبروں میں سے) بعضوں کو تو (نعوذ باللہ) تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو (بے دھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ ۖ روح القدس قرآن وحدیث میں جا بجا حضرت جبریل علیہ السلام کو کہا گیا ہے جیسے قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ اور جیسے یہ شعر حضرت حسان کا حدیث میں ہے:

وَجبریل رسول اللہ فینا وروح القدس لیس له کفاء اور جبریل علیہ السلام کے واسطے سے عیسیٰ علیہ السلام کا مؤید ہونا کئی طور پر



امور وارونی الشرع کا یقین کرنا ہے۔

معاملہ بست و پنجم: وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَعَنَ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی (یعنی قرآن) جو من جانب اللہ ہے (اور) اس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرنے والی ہے جو (پہلے سے) ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ) حالانکہ اس کے قبل (خود) بیان کرتے تھے (اور) کفار سے (یعنی مشرکین عرب سے کہ ایک نبی آنے والے ہیں اور ایک کتاب لانے والے ہیں مگر) پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس کا (صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر (کہ جان بوجھ کر محض تعصب کے سبب انکار کریں) ف: قرآن کو جو مصدق توراۃ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ توراۃ میں جو پیشین گوئیں متعلق بعثت محمدیہ اور نزول قرآن کے تھیں ان سے ان کا صدق ظاہر ہو گیا سو توراۃ کا ماننے والا تو قرآن اور صاحب قرآن کی تکذیب کر ہی نہیں سکتا ورنہ تکذیب توراۃ کی لازم آتی ہے جیسا ظاہر ہے دفع اشکال تکفیر یہود باوجود معرفت حق: اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب حق کو حق جانتے تھے تو ان کو مؤمن کہنا چاہئے پھر ان کو کافر کیسے کہا گیا۔ جواب یہ ہے کہ جس طرح حق کو باطل جاننا کفر ہے اسی طرح باوجود حق جاننے کے انکار کرنا بھی کفر ہے بلکہ بشہادت عقل و شرع یہ اول سے بھی قبیح تر ہے۔ دوسرے یہ جاننا اضطراری تھا جس سے وہ کاریہ تھے اور ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے جس میں طوع و تسلیم ہو کیونکہ مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضرور ہے آگے اس کا بھی بیان ہے کہ جان بوجھ کر پھر امر واقعی کا انکار کرنے کی کیا وجہ حاصل جواب یہ ہے کہ حسد اس کا سبب ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

سبب انکار یہود: بِشِمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ وہ حالت (بہت ہی) بری ہے جسکو اختیار کر کے (وہ بزعم خود) اپنی جانوں کو عقوبت آخرت سے) چھڑانا چاہتے ہیں (اور وہ حالت) یہ (ہے) کہ کفر (و انکار) کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے (ایک سچے پیغمبر پر) نازل فرمائی (یعنی قرآن اور وہ انکار بھی) محض (اس ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اسکو منظور ہو) (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ) نازل فرماوے سو (اس حسد بالائے کفر سے) وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور (آخرت میں) ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں تکلیف کے علاوہ) ذلت (بھی) ہے ف: ایک غضب تو کفر پر تھا ہی دوسرا غضب ان کے حسد پر ہو گیا اور عذاب میں مہین کی قید سے تخصیص کفار کی ہو گئی

کیونکہ مؤمن عاصی کو عذاب تطہیر عن الذنوب کے لئے ہوگا آگے ان کا ایک قول بیان فرماتے ہیں جس سے کفر ثابت ہوتا ہے اور حسد بھی مترشح ہوتا ہے۔

مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَفْکَلِمَا جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ (الی قولہ تعالیٰ) تَشْتَلُوْنَ اس میں دلیل ہے اس پر کہ کبرا کثر معاصی کی اصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تکذیب اور قتل کو استکبار پر مرتب فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ اَنْ یُنَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ اس میں دلیل ہے اس پر کہ احوال موہوبہ محض فضل و مشیت سے میسر ہوتے ہیں ان میں مجاہدہ کو کچھ دخل نہیں۔

اللفات: غلف جمع اغلف مستعار من الاغلف الذی لم یختن ای ہسی مغشاة باغشیة لا یکاد یصل الیہا ما جاء بہ محمد ﷺ الی قولہ قال الکلبی یعنون ان قلوبنا لا یصل الیہا حدیث الاوعدہ ولو کان فی حدیثک خیر لوعتہ ایضا وحاصل الرد ابعدہم من رحمۃ فلذلک لا یقبلون الحق المودی الیہا ۱۲ من ابی السعود۔

العربیۃ: قفینا یقال قفاه اذا تبعہ وقفاه بہ اتبعہ ایہ ۱۲ (بیضاوی) واصل الکلام وقفینا موسیٰ بالرسول فترک المفعول واقیم من بعدہ مقامہ ۱۲ (حاشیۃ البیضاوی) بروح القدس بالروح المقدسة کقولک حاتم الجود ورجل صدق ۱۲ بیضاوی۔ افکلما ای فلم یستقیموا افکلما وقولہ استکبرتم ای عن اتباعہ وهو جواب کلما وهو محل الاستفہام والمراد بہ التوبیخ ۱۲ تقتلون المضارع لحکایۃ الحال الماضیۃ ای قتلتم ۱۲ جلالین لان الامر فطیع فارید استحضارہ فی النفوس وتصویرہ فی القلوب ۱۲ کشاف۔

النحو واللفۃ: یستفتحون یفتحون علیہم من قولہ فتح علیہ اذا علمہ کما فی قولہ اتحدثونہم بما فتح اللہ علیکم ۱۲ بنسما۔ ما نکرة بمعنی شئی ممیزۃ لفاعل بنس المستکن اشتروا صفۃ ومعناہ باعوا او شروا بحسب ظنہم فانہم ظنوا انہم خلصوا انفسہم من العقاب بما فعلوا۔ ان یکفروا هو المخصوص بالذم بغیا طلبا لما لیس لہم وحسدا وهو علة یکفروا دون اشتروا للفصل ان ینزل اللہ امے لان ینزل ای حسدوا علی ان ینزل ۱۲ بیضاوی۔ قلت واخترت فی اشتروا المعنی الثانی وفی حاشیۃ البیضاوی قولہ فانہم ظنوا الخ علی ما هو ظاہر حالہم من اظہار التصلب وادعاء الحقیۃ فلا یرد انہم ما ظنوا ذلک بدلالة قولہ تعالیٰ بغیا قولہ تعالیٰ ما عرفوا فان عدم ظنہم فی الواقع لا ینافی کون ظاہر حالہم کذلک قولہ طلبا لما لیس لہم یعنی ان البغی فی اللغۃ مطلق الطلب علی ما فی الکواشی استعمل ہنا فی الطلب الخاص وهو طلب ما لیس لہم بقریۃ المفعول اعنی ان ینزل اللہ فان طلبہم تنزیل الوحی الذی اختارہ لمحمد ﷺ طلب لما لیس حقا لہم فیول الی معنی الحسد



فلاجل هذا الاستلزام فسر البغى ههنا بالحسد وجعل التنزيل محسودا عليه قوله لان ينزل الله قدر اللام لتقوية امر المصدر اشارة الى انه مفعول لبغيا فيكون محسودا عليه فلذا قال اي حسدوه على ان ينزل الله تعالى ۱۲ .

**العربية:** والسين في يستفتحون اذا كان بمعنى يفتحون زائدة للمبالغة كانهم فتحوا بعد طلبه من انفسهم ۱۲ روح المعاني. قوله ولما جاءهم جواب لما محذوف دل عليه جواب لما الثانية. قوله على الكافرين اي عليهم واتى بالمظهر للدلالة على انهم لعنوا الكفرهم فيكون اللام للعهد ۱۲ (بيضاوي) قلت واشرت الى العهد في الترجمة ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله يكى بعدوكم لما في الجلالين اي

اتبعناهم رسولا في اثر رسول ۱۲ . ۲ قوله خوب پختہ ہیں صرح بهذا التفسير في التفسير العزيزي كما نقلته في رسالتی موائد العوائد ۱۲ . **حاشیہ:** ۱ یہ توجیہ مشہور کے علاوہ توجیہ ہے معنی لغوی تو متحد ہیں اے ہی (مغشاة باغشية لا یکاد یسل الیہا ما جاء به محمد) صرف تفاوت یہ ہے کہ توجیہ مشہور یہ کہنا اعتذار تھا کہ ہم کیا کریں ہمارے ذہن ہی میں نہیں پہنچتا یا بعض کے نزدیک استدلالاً علی ابطال الحق تھا کہ ہر علم نافع ہمارے ذہن تک پہنچ جاتا ہے اور یہ پہنچتا نہیں ہے اور میری اور توجیہ یہ کہنا افتخار ہے سو غرض کے بدلنے سے تفسیر کی تبدیل لازم نہیں آتی اور تفسیر بالرائے میں داخل نہیں ہوتی مجھ کو ذوق اس کے جواب میں (بل لعنہم اللہ) یا ایک جگہ (بل طبع اللہ علیہا) سے یہ توجیہ زیادہ چسپاں معلوم ہوئی قلت ثم رأیت فی العزیز فی ما یوید تفسیر والحمد لله علی ذلک ۱۲ منہ .

(بقیہ صفحہ ۲۶) **ملحقات الترجمة:** ۱ قوله کیا اوصاف ہیں لما فی البیضاوی ای ما حالها وصفتها وکان حقہ ان یقولوا ای بقرة هی و کیف ہی لان ما یسنل بہ عن الجنس غالباً لکنہم لما راوا اما امر و ابہ علی حال لم یوجد بها شئی من جنسہ اجر وہ مجری ما لم یعرفوا حقیقتہ ولم یروا مثله ۱۲ . ۲ قوله اول بار کے سوال کا جواب لما فی الکشاف والبیضاوی ماہی مرۃ ثانیۃ تکریر للسؤال الاول عن حالها وصفتها واستکشاف زائد ۱۲ . ۳ قوله پوری اور صاف الخ لما فی روح المعانی الحق ہہنا بمعنی الحقیقۃ ولم یریدوا ان ما سبق لم یکن حقاً ۱۲ .

(بقیہ صفحہ ۲۸) **العربية:** فی البیضاوی ان یؤمنوا لکم ان یصدقوکم او یؤمنوا لاجل دعوتکم فی حاشیۃ الشیروانی علی الاول الايمان بمعناه اللغوی وهو التصديق واللام صلة بتضمن معنى الاقرار والاستجابة وعلى الثاني بمعناه الشرعی واللام للتعلیل ۱۲ . **البلاغة:** قوله تعالى اشد قسوة وانما لم يقل اقسى لما فی اشد من المبالغة والدلالة علی اشتداد القسوتين واشتمال المفضل علی زیادة ۱۲ هكذا فی البیضاوی .

**اختلاف القراءة:** فی قرأة عما تعملون بالياء والضمیر لليهود ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله تم لوگوں میں سے کما فی الکشاف خوطبت الجماعة لوجود القتل فیہم ۱۲ . ۲ قوله ایک دوسرے پر ہوا احد الوجهین المذكورین فی الکشاف نصہ او تدافعتم بمعنی طرح قتلہا بعضکم علی بعض فدفع المطروح علیہ الطرح او لان الطرح فی نفسہ دفع او دفع بعضکم بعضاً عن البراءة واتهمہ ۱۲ . ۳ قوله فی ف ترتیب بدلنے میں الخ ماخذہ الکشاف ۱۲ . ۴ قوله فی ترجمۃ یا یوں کہئے اشارة الى ان او التخییر المبالغ هكذا فی روح المعانی ۱۲ . ۵ قوله فی ف اقسام سگانہ میں ترتیب ماخذہ روح المعانی ۱۲ .

(بقیہ صفحہ ۵۰) **ملحقات الترجمة:** ۱ قوله تو ان سے ان کی معیت الخ قدرہ لتوقف ظهور نفاقہم علیہ والقرینۃ علی التقدير قوله تعالى قالوا انا معکم وانما لم یصرح بہ اقامة للدلیل مقام المدلول لان معاتبۃ المجاہرین ایاہم بدل علی کونہم جمیعاً علی ملة واحدة ولما کان ذکر هذا الدلیل یفید فائدة جدیدۃ زیادۃ قطع الطمع فی ایمانہم کان ذکرہ اولہ من المدلول المفہوم فی ضمنہ دون العکس فافہم ۱۲ . ۲ قوله نتیجہ اشارة الى کون اللام للعاقبة ۱۲ . ۳ قوله بدل بدل کر کما فی البیضاوی الکتاب یعنی المحرف ۱۲ .



وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُوْمُنُ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا وَيُكْفَرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس کتاب پر ایمان لاویں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جنہی اس کے علاوہ ہیں ان کا وہ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تعدیق کرنے

أَنْبِيََاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا

والی بھی ہیں اس کی جو ان کے پاس ہے آپ کہتے ہیں کہ ہم کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس کے قبل کے زمانے میں اگر تم ایمان رکھتے والے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے اس پر بھی تم لوگوں نے

مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمِعُوا وَالْأَسْمِعُوا وَعَصَيْنَا ۚ وَأَشْرَبُوا بِقُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ

گواہ کو تجویز کر لیا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تم تم اُحد ہے تھے اور جب ہم نے تمہارا قول پھر اُپا تھا اور طہر کتبہا اور لا کھڑا کیا تھا اور جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں امت کے ساتھ اور سنو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سن لیا اور ہم سے قتل نہ ہو گا اور ان کے

بِهِ إِيْمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الدِّينَ الْأَخْرَجُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمْنُوا الْوُتَّ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

قلوب میں وہی گواہ پرست ہو گیا تھا ان کے کفر کی وجہ سے آپ فرمائیے کہ یہ فعل تو بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو دے گا اگر تم ہل ایمان ہو آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نفع ہے مگر شریعت غیر تم

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

موت کی تمنا کر کے کھلاوا اگر تم سچے ہو اور اگر تم کسی اس کی تمنا نہ کریں گے بھلا ان عمل کے جو آپ تمہیں پہنچے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی

تفسیر: دلیل کفر و حسد یہود مع رو:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا (السی قولہ تعالیٰ) إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اور جب (ان یہودیوں سے) کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے متعدد پیغمبروں پر (نازل فرمائی ہیں) (اور ان تمام کتابوں میں قرآن بھی ہے) تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم (تو صرف) اس (ہی) کتاب پر ایمان لاویں گے جو ہم لوگوں پر (بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے) نازل کی گئی ہے (یعنی توراۃ) اور (باقی) جتنی (کتابیں) اس کے علاوہ ہیں (جیسے انجیل اور قرآن ان (سب) کا وہ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ) (توراۃ کے مساوی کتابیں) بھی فی نفسہ) حق (اور واقعی ہیں اور فی نفسہ حق ہونے کے علاوہ) تصدیق کرنے والی بھی ہیں اس (کتاب) کی جو ان کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی آپ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ (اچھا تو) پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس کے قبل کے زمانے میں اگر تم (توراۃ) پر ایمان رکھنے والے تھے۔ ف: یہود کے اس قول کا کفر ہونا تو صریح ہے کہ اقرار کر لیا کہ ہم صرف توراۃ پر ایمان لاویں گے دوسری کتب پر ایمان نہ لاویں گے اور اس عنوان سے کہ ہم پر نازل کی گئی حسد بھی مترشح ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اور کتابیں چونکہ ہم پر نازل نہیں کی گئیں اس لئے ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قول میں تین طرح رد فرمایا۔ اول یہ کہ جب اور کتابوں کی حقیقت اور واقعیت بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے پھر اسکے انکار کی کیا وجہ البتہ اس دلیل میں اگر کچھ کلام تھا اس کو پیش کر کے تشفی کر لیتے باقی انکار محض کی کیا وجہ۔ دوسرے اور کتابیں

مثلاً قرآن ہی کو لو جب توراۃ کی مصدق ہیں تو اسکے انکار و تکذیب سے تو خود توراۃ کا انکار و تکذیب بھی لازم آتا ہے جیسا اور پر عنقریب آیت ولما جاءهم کتب النسخ کی تفسیر میں بھی اسکی تقریر آچکی ہے۔ تیسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا تمام کتب سماویہ کی رو سے کفر ہے پھر تمہارے گروہ کے لوگوں نے جو بہت نبیوں کو قتل کیا جنکی تعلیم بھی توراۃ ہی کے احکام کیساتھ خاص تھی اور قاتلین کو تم مقتدی اور پیشوا سمجھتے ہو تو براہ راست توراۃ کیساتھ کفر ہے اس سے تو دعویٰ ایمان بال توراۃ کا بھی غلط ٹھہرتا ہے غرض ہر پہلو سے تمہارا یہ قول اور فعل بے ٹھکانے ہے۔ آگے یہود کے اسی قول کو اور وجہ سے بھی رد فرماتے ہیں۔

تمہارے دعویٰ ایمان یہود:

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں (توحید و رسالت کی) لائے (مگر) اس پر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا موسیٰ علیہ السلام کے (طور پر جانے کے) بعد اور تم (اس تجویز میں) ستم ڈھا رہے تھے ف: اس بیانات سے مراد وہ دلائل ہیں جو اس قصہ سے پہلے کہ اس وقت تک توراۃ نہ ملی تھی صدق حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قائم ہو چکی تھیں مثلاً عصا اور یثیٰ بیضا اور فلق بحر و نحو ذلک حاصل تقریر رد کا ظاہر ہے کہ تم دعویٰ کرتے ہو ایمان کا اور یہ فعل صریحاً شرک تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب خدا کی تکذیب صریحاً لازم آئی جس طرح اوپر کے عمل سے توراۃ کی تکذیب لازم آئی تھی اور چونکہ اس کے قبل اتنا عجل کے قصہ سے صرف ان کے معاملات قبیحہ کا



بیان کرنا مقصود تھا اور یہاں انکے دعوے کی تکذیب کرنا لہذا تجد و تعدد فائدے کے سبب تکرار نہیں ہے اور یہی تقریر سمجھو آیت آئندہ میں جس میں اخذ میثاق کا ذکر ہے جو اوپر بھی آچکا ہے اور حاضرین زمانہ نزول قرآن پر امتحانِ عمل سے رد کرنا اسی بناء مذکور پر ہے کہ یہ لوگ ان کے طرفدار اور حامی رہتے تھے۔ اور خواہ مقصود کی تقریر اس طرح کی جائے کہ جن کے سلف نے کفر بموسیٰ کیا ہے ان کے خلف سے کفر محمدؐ چنداں عجیب نہیں۔

تمہارے مذکور: وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ (السی قولہ تعالیٰ) قُلْ بِشَيْءٍ مَا أَنتُمْ بَعِيدُونَ إِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ لَنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تمہارا قول و قرار لیا تھا اور (اس قول و قرار لینے کے لئے) طور کو تمہارے (سروں کے) اوپر لا کھڑا کیا تھا (اور اس وقت حکم دیا تھا کہ) لو جو کچھ (احکام) ہم تم کو دیتے ہیں ہمت (اور چٹنگی) کے ساتھ اور (ان احکام کو دل سے) سنو (اس وقت) انہوں نے (ڈر کے مارے زبان سے تو) کہہ دیا کہ ہم نے (قبول کر لیا اور) سن لیا اور (چونکہ واقع میں یہ بات دل سے نہ تھی اس لئے گویا بزبان حال یوں بھی کہہ رہے تھے کہ) ہم سے عمل نہ ہوگا اور (وجہ ان کی اس بددلی کی یہ تھی کہ) ان کے قلوب (کے ریشہ ریشہ) میں وہی گوسالہ پیوست ہو گیا تھا ان کے کفر (سابق) کی وجہ سے (جب کہ دریائے شور سے اتر کر انہوں نے ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر در خواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی ایسا ہی مجسم معبود تجویز کر دیا جائے) آپ فرما دیجئے کہ (دیکھ لیا تم نے اپنے ایمان مزعوم کے افعال کو سو) یہ افعال تو بہت برے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو کر رہا ہے اگر تم (بزعم خود اب بھی) اہل ایمان ہو (یعنی یہ ایمان نہیں ہے)۔ فہ: حاصل ترتیب اسباب و مسببات مندرجہ آیت کا یہ ہوا کہ دریائے شور سے اتر کر ان لوگوں سے ایک کلمہ کفر صادر ہوا ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زجر و توبیخ سے توبہ کر لی لیکن توبہ کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اعلیٰ درجہ کی توبہ نہ ہونے سے اس کی ظلمت کچھ قلب میں باقی رہ گئی وہ ترقی پا کر گوسالہ پرستی کا سبب ہوا پھر اسکی توبہ میں بعض تو قتل ہی ہو گئے اور شاید بعضوں کی بلا قتل معافی ہو گئی ہو جیسا بعض مفسرین نے نقل کیا ہے انکی توبہ بھی کچھ ضعیف ہوئی ہوگی اور جو گوسالہ پرستی سے محفوظ رہے تھے انکو گوسالہ پرستوں سے جس قدر نفرت واجب تھی اس میں کوتاہی ہونے سے ایک گونا گونا اثر اس معصیت شرکیہ کا بسبب ایک شعبہ رضا کے ان کے قلب میں باقی تھا بہر حال ضعیف توبہ یا بقائے اثر عدم نفرت نے پھر قلوب میں سستی دین پیدا کی جس سے اخذ میثاق میں رفع طور کی نوبت آئی اور قبول میں بھی مقال اور حال موافق نہ ہوئے۔

معاملہ بست و ششم: قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ (السی قولہ تعالیٰ)

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ بعض یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ آخرت کی نعمتیں خالص ہمارا ہی حق ہیں حق تعالیٰ نے اس کے باطل کرنے کیلئے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر (بقول تمہارے) عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم (اس کی تصدیق کے لئے ذرا) موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو اور ہم ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ (وہ خاص مدعی) ہرگز کبھی اس (موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سیٹھے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی (جب تاریخ مقدمہ کی آئیگی فرد قرار داد جرم سنا کر سزا کا حکم کر دیا جاوے گا) فہ: یہود کا یہ دعویٰ ان آیات سے بھی مفہوم ہوتا ہے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا۔ وَكَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ۔ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ وَغَيْرَهَا۔

حاصل ان سب دعووں کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دین حق پر ہیں لہذا آخرت میں ہم کو نجات تو ضرور ہوگی پھر جو ہم میں گنہگار ہیں ان کو چندے سزائے دوزخ بھگتنا پڑے گی اور جو تائب یا مرحوم ہیں وہ ابتداء ہی جنت میں داخل ہو جاویں گے اور جو مطیع ہیں مثل ابناء و احباء کے محبوب و مقرب ہیں اور یہ سب دعوے قطع نظر قبح بعض عنوانات کے فی نفسہ کسی شخص کے دین حق پر قائم ہونے کی صورت میں صادق ہیں چونکہ وہ لوگ بوجہ منسوخ ہو جانے ان کے دین کے واقع میں دین حق پر نہ تھے اس لئے حق تعالیٰ نے جا بجا مختلف وجوہ و طرق سے ان کی تکذیب فرمائی ہے مجملہ ان طرق کے ایک طریق یہ ہے جو یہاں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ اگر طریق معناد یعنی مناظرہ سے فیصلہ نہیں کر سکتے تو ایک طریق غیر معناد و خارق عادت سے فیصلہ کر لو جس میں علم و فہم و نظر غائر کی بھی ضرورت نہیں صرف زبان ہلانے کا کام ہے وہ یہ کہ ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ تم لوگ ہرگز زبان سے اتنا نہیں کہہ سکتے کہ ہم موت کے متمنی ہیں۔ اس پیشین گوئی کے ساتھ اب ہم تم سے درخواست کرتے ہیں کہ بھلا اتنا کلمہ کہہ دو اگر کہہ دیا تو ہم ہارے تم جیتے اور اگر نہ کہہ سکے تو پھر تو ہمارا صادق تمہارا کاذب ہونا ثابت ہو جاوے گا۔ اور یہ طریق اس تقریر پر اگر شرط و جزا میں مناسبت بھی نہ ہوتی تب بھی کافی تھا لیکن مناسبت سے احتجاج کے علاوہ لطافت اور بلاغت اور مزید ہو گئی وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ جس شخص کو آخرت میں قرب یا اقل درجہ نجات ہی کا یقین ہو جیسا دین حق کے ہونے کا مقتضا ہے تو اس کو آخرت میں پہنچانی نفسہ ضرور مرغوب و محبوب ہونا چاہئے جس کی سڑک صرف موت ہے اس لئے اس سڑک پر پڑ



جاننا بھی اس اعتبار خاص سے ضرور اس کا متمنی ہوگا گو طبعاً موت سے وحشت کرتا ہو یا سزائے معاصی سے خائف ہو سو اس وحشت طبعیہ یا خوف عقوبت کا اثر اتنا ضرور ہو سکتا ہے کہ بے ضرورت تمنائے موت نہ کرے گا لیکن جب کوئی ایسا ضروری داعی پیش آدے جو کہ اپنی قوت و اثر سے طبع پر غالب آ جاوے اور اس عقوبت کی طرف ملتفت نہ رہنے دے یا اس معصیت کا کفارہ ہو جانا متوقع ہو تو اس وقت وہ تو حش طبعی اور وہ خوف ضرور زائل ہو جاوے گا اور اس مرغوبیت و محبوبیت فی نفسہ کا ظہور ہو پڑے گا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات پر کوئی کیفیت باطنی مثل شوق وغیرہ کے غالب ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ بے دھڑک موت وغیرہ کے آرزو مند ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جس کو عین موت کے وقت جب بشارت رحمت و مغفرت و رضائے حق کی کشوف ہوتی ہے اس وقت بھی مشتاق موت کا ہو جاتا ہے جیسا احادیث میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے اسباب سے تمنائے موت کی شرعاً ممانعت بھی نہیں ہے جیسا حدیثوں میں ممانعت کو لضرر نزل بہ کے ساتھ مقید کرنا صاف اس پر دال ہے جب یہ سب ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھئے کہ یہود اگر بزعم خود حق پر ہیں تو گو موت کی کراہت و وحشت طبعیہ پر وہ قابل الزام نہیں لیکن جب ہی تک کہ کوئی داعی قوی پیش نہ آوے اور اس سے بڑھ کر کیا داعی ہوگا کہ دلائل عقلیہ و سمعیہ سے فیصلہ نہ ہونے پر مدار فیصلہ صرف اتنا امر قرار پایا ہو کہ زبان سے اظہار تمنا کر دو سو اول تو دین جس درجہ اہل دین کو محبوب ہوتا ہے اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اگر اعلائے دین اور اس کے اثباتِ حقیقت اور وجوہ غلبہ کے لئے سچ سچ جان نذر ہو جاوے تو عین سعادت و غایت مطلوب ہے جیسے جان باز ایسے اوقات میں جان بازی کر ہی گزرتے ہیں تو اگر سچ سچ وہ مر بھی جاتے مگر دین کا بول بالا ہو جاتا جب بھی کوئی وجہ پس و پیش کی نہ تھی اور یہاں تو صرف زبان ہی ہلانا پڑتا تھا مگر چونکہ اضطراب اُپنا باطل اور کفر پر اور جناب رسول اللہ ﷺ و مؤمنین کا حق اور ایمان پر ہونا خوب جانتے تھے جیسا کہ بِمَا قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي دِينِهِمْ وَمَا يَضُرُّهُمْ شَيْئًا مِنْهُ جیسا کہ بعض اہل حق میں یہی مراد ہے اس لئے کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ زبان ہی نہ اٹھی ورنہ جس درجہ حضور سے ان کو عداوت و مخالفت تھی اس کی وجہ سے تو آپ ﷺ کی اس پیشین گوئی پر بڑا جوش آنا چاہئے تھا اور ضرور کہہ ڈالتے لیکن کچھ ایسے کھوئے گئے کہ دیوار بولے تو وہ بولیں درحقیقت یہ بڑا ہی معجزہ ہے جو اثباتِ حقانیت اسلام کے لئے نہایت کافی ہے اور اس تقریر سے

بفصلہ تعالیٰ مقام میں کوئی اشکال نہ رہا مثلاً یہ کہ موت سے تو کراہت طبعیہ ہوتی ہے یا بعد موت خوف سزائے معصیت ہوتا ہے اس لئے تمنا نہ کی ہو یا یہ کہ تمنائے موت تو ممنوع ہے پھر ان سے کیوں درخواست کی گئی سو تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو حالت درپیش تھی اس میں نہ طبعی کراہت ہے نہ اس خوف کی طرف التفات ہے نہ شرعی ممانعت ہے۔ اب دو امر اور سمجھ لیجئے ایک تو یہ کہ یہ احتجاج خاص ان یہودیوں کے ساتھ تھا جو حضور ﷺ کے مخاطب تھے ہر زمانہ کے یہودیوں سے یہ خطاب نہیں ہے اور ابداً انہیں کی عمر کے اعتبار سے فرمایا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید کسی نے اظہار تمنا کیا ہو مگر خبر نہ پہنچی ہو جواب یہ ہے کہ مخالفین قرآن ہمیشہ ناصرین سے زیادہ رہے ہیں اگر ایسا ہوتا منقول و مشہور ہونا ضرور تھا آگے ان کے تمنا نہ کرنے کے تتمہ مضمون کا ذکر ہے مع اشارہ ثبوت ان کے کذب دعویٰ کے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ<sup>۱۲</sup> یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ منجملہ علامات ولایت کے حب موت ہے خواہ طبعاً یا عقلاً حسب تفاوتِ احوال۔

**النحو واللغة:** وراء في الاصل مصدر جعل ظرفاً ويضاف الى الفاعل فيراد به ما يتواري وهو خلفه والى المفعول فيراد به ما يواريه وهو قدامه ولذلك عد من الاضداد ۱۲ بیضاوی۔

**اللفظ:** قوله اشربوا لتدخلهم حبه ورسخ في قلوبهم صورته بفرط شغفهم به كما يتداخل الصبغ الثوب والشراب اعماق البدن ۱۲ بیضاوی۔  
**العربية:** في قلوبهم بيان لمكان الاشراب كقوله تعالى ياكلون في بطونهم ناراً ۱۲ بیضاوی۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله بزبان حال ماخذہ احد الاقوال المذكورة في روح المعاني۔ ۲۔ قوله تعالیٰ درخواست کی الخ کما فی سورة الاعراف اجعل لنا الٰہا الخ ۱۲۔ ۳۔ قوله نافع ہے لدلالة اللام علیہ ۱۲۔ ۴۔ قوله زبان سے اتنا فی روح المعانی والمراد بالتمنی قول الشخص ليت كذا وليس من اعمال القلب ۱۲۔ ۵۔ قوله فی آخر ف یہ احتجاج خاص ان یہودیوں کے ساتھ تھا الخ لما فی روح المعانی فی قصة طویلة عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال توهم هذا الکلب اللعين الجاهل ان هذا لكل يهودی یو للیہود فی کل وقت لا انما هؤلاء الذین کانوا یعاندون ویجحدون بعد ان عرفوا الخ ۱۲۔



وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَخْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَوَةٍ وَمِنَ الَّذِينَ اشْرَكُوا يَوْمَئِذٍ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعْتَرَفُ لَفَسَدَتِ وَأَهُوَ يَرْجُحُ

اور آپ ان کو حیات کا حریص اور آدمیوں سے بڑھ کر پاویں گے اور مشرکین سے بھی ان میں کا ایک ایک اس ہوس میں ہے کہ اگلی عمر ہزار برس کی ہو جاوے اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ عمر ہو جاوے

مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعْتَرَفُوا لِلَّهِ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ

اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں ان کے اعمال۔ آپ یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے اس کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا

اللَّهُ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ

ہے اپنے سے قبل والی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنارہا ہے ایمان والوں کو جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے

وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ أَوْ كَلَّمَآ عَهْدًا

کافروں کا۔ اور ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضح نازل کئے ہیں اور کوئی انکار نہیں کیا کرتا مگر صرف وہی لوگ جو عدول علمی کے عادی ہیں۔ کیا اور جب کبھی بھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا

عَهْدًا ابْنَدَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو یقین ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر:

تم مضمون سابق: وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَخْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَوَةٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ اور (وہ لوگ موت کی تمنا کیا خاک کرتے) آپ (تو) ان کو حیات (دنیویہ) کا حریص اور (عام) آدمیوں سے (بھی) بڑھ کر پاویں گے اور (اوروں کا تو کیا ذکر حیرت تو یہ ہے کہ بعض) مشرکین سے بھی (بڑھ کر آپ ان کو حریص حیات کا دیکھیں گے اور ان کی یہ کیفیت ہے کہ) ان میں کا ایک ایک (شخص) اس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہو جاوے اور (بھلا بالفرض اگر اتنی عمر ہو بھی گئی تو کیا) یہ امر عذاب سے تو بچا نہیں سکتا کہ (کسی کی بڑی) عمر ہو جاوے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر ہیں ان کے اعمال (بد جس پر ان کو عذاب ہونے والا ہے)۔

ف: حیرت اور استبعاد کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین عرب آخرت کے منکر تھے اس لئے ان کی بہار اور عیش جو کچھ ہے دنیا ہی ہے وہ اگر طول عمر کی تمنا کریں عجیب نہیں مگر یہود تو آخرت کے قائل اور بزعم خود اس کی نعمت کے خود مستحق پھر دنیا میں ہمیشہ رہنا چاہیں یہ نہایت مستبعد ہے پس باوجود اعتقاد آخرت کے طول عمر کی تمنا صاف دلیل ہے کہ یہ اختصاص استحقاق نعمت آخرت کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر جہنم ہی نصیب ہونا ہے اس لئے جب تک بچے رہیں جب ہی تک سہی۔

معاملہ بست و ہفتم: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلَ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ بعض یہود نے حضور ﷺ سے یہ سن کر کہ جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہیں کہا کہ ان سے تو ہماری عداوت ہے احکام شاقہ اور

واقعات ہا ملکہ ان ہی کے ہاتھوں آیا کئے ہیں میکائیل خوب ہیں کہ بارش اور رحمت ان کے متعلق ہے اگر وہ وحی لایا کرتے تو ہم مان لیتے حق تعالیٰ اس پر رد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ (ان سے) یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے لیکن اس امر کو قرآن کے نہ ماننے میں کیا دخل کیونکہ اس میں تو وہ سفیر محض ہیں) سو (سفارت کے طور پر) انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے (تو لانیوالے کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے البتہ خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو) اس کی (خود) یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل والی (ساوی) کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے (مصالح ضروریہ کی) اور خوشخبری سنارہا ہے ایمان والوں کو (اور کتب ساویہ کی یہی شان ہوتی ہے پس قرآن ہر حال میں کتاب ساوی قابل اتباع ٹھہرا پھر جبریل علیہ السلام کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے اب رہا خود مسئلہ عداوت جبریل کا سو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک خود اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا یا اس کے دوسرے ملائکہ سے یا اس کے رسولوں سے یا خود میکائیل سے جنگی دوستی کا دم بھرتے ہیں ان سب سے عداوت رکھنا اور جبریل سے عداوت رکھنا یہ سب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں اور ان سب عداوتوں کا قانون یہ ہے کہ) جو (کوئی) شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو (تو) اور فرشتوں کا (ہو تو) اور پیغمبروں کا (ہو تو) اور جبریل کا (ہو تو) اور میکائیل کا (ہو) تو (ان سب کا وبال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔ ف: آیت اول کی تقریر کا تمہ یہ ہے کہ سفارت کے صادق ہونے کے لئے سفیر میں دو صفتوں کا ہونا کافی ہے اول مامور ہو دوسرے امین ہو سوائین ہونے سے تو یہود کو ظاہری انکار بھی نہ



تھا صرف عنادِ ظاہر میں اس کا انکار کرتے تھے کہ قرآن کی تنزیل من اللہ ہوئی ہو اس لئے یہاں اسی کا اثبات کیا گیا اور نیز ایک دوسرے نکتہ سے بھی یہ تخصیص اس مقام کے مناسب ہے کیونکہ ماسور سے کوئی معاملہ کرنا عرفاً آمر تک متعدی ہوتا ہے سو ان کی عداوت کا مستلزم عداوت مع اللہ ہونا خوب موکد ہو گیا اور یہ بھی مقاصد مقام سے ہے اور آیت ثانیہ میں عَلٰی قَلْبِكَ سے کسی کو یہ وسوسہ نہ ہو کہ الفاظ قرآنی منزل من اللہ نہیں صرف معانی ہی منزل ہیں وجہ دفع کی یہ ہے کہ قلب جس طرح معانی کا ادراک کرتا ہے اسی طرح الفاظ کا بھی تو ادراک کرتا ہے بلکہ واقع میں مدرک یہی ہے اور کان وغیرہ حواس تو محض اس کے آلات ہیں جس طرح آنکھ کے سامنے عینک کہ آنکھ کی معین تو ضرور ہے لیکن مدرک تو آنکھ ہی ہے۔ خوب سمجھ لو اور بالخصوص حالتِ وحی میں کہ بے خودی کے طاری ہونے سے حواس ظاہری فاعل نہیں رہتے۔ اس وقت بلا واسطہ گوش کے الفاظ بھی قلب ہی پر وارد ہونگے۔ جس طرح سے اونگھتے یا سوتے میں کوئی خواب دیکھے اور اس میں کسی سے کچھ سنے تو ظاہر ہے کہ گوش ظاہری معطل محض ہے ورنہ اور باتیں بھی سنائی دیتیں مگر یقینی بات ہے کہ اس میں الفاظ بھی ہوتے ہیں چنانچہ بعض اوقات خواب بیان کرنے کے وقت یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ الفاظ تھے بلکہ بعض اوقات بعض الفاظ غیر معروف المعنی بھی ہوتے ہیں جن کی نسبت پوچھا جاتا ہے کہ خدا جانے اس لفظ کے کیا معنی ہونگے۔ خواب سے زیادہ کشف و ریاضت والے اس کو سمجھ سکتے ہیں اور وحی کی شان تو ان سب سے ارفع اور اتصالِ عالمِ باطن میں وہ سب سے اقویٰ ہے کہ ہم لوگ اس کی پوری حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتے پس ایسے امر غریب کے باب میں کسی شے ثابت بالنص کی نفی محض قیاس یا عدم فہم سے کرنا غلطی عظیم ہے اور قرآن میں خود جا بجا نزول کے ساتھ لسانِ عربی کی قید مذکور ہے اس لئے اس وسوسہ کی ہرگز گنجائش نہیں۔

معاملہ بست و شتم: وَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ اور (بعض یہود نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ آپ پر کوئی ایسی دلیل واضح نازل نہ ہوئی جس کو ہم بھی جانتے پہچانتے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک ہی واضح دلیل کو لئے پھرتے ہیں) ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضح نازل کئے ہیں (جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں سو ان کا انکار نہ جاننے سے نہیں بلکہ یہ انکار عدول حکمی کی عادت کی وجہ سے ہے) اور (قاعدہ کلیہ ہے کہ) کوئی انکار نہیں کیا کرتا (ایسے دلائل کا) مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں۔

معاملہ بست و نهم: أَوْ كَلِمَاتٍ عَهْدٍ وَأَعْهَدًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بَلَّ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (بعض یہود کو جو وہ عہد یاد دلایا گیا جو ان سے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے باب میں توراۃ میں لیا گیا تھا تو انہوں نے خود عہد

لینے ہی سے صاف انکار کر دیا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ) کیا (اس عہد لینے سے ان کو انکار ہے) اور (ان کی تو یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے مسلم عہدوں کو بھی کبھی پورا نہیں کیا بلکہ) جب کبھی بھی ان لوگوں نے (دین کے متعلق) کوئی عہد کیا ہوگا (ضرور) اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان (تعمیل عہد نہ کرنے والوں) میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو (سرے سے اس عہد کا) یقین ہی نہیں رکھتے (سو تعمیل نہ کرنا تو فسق ہی تھا یہ یقین نہ کرنا اس سے بڑھ کر کفر ہے)۔ ہذا اور ایک جماعت کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ بعض ان میں سے ان عہد کو پورا کرتے رہے حتیٰ کہ اخیر میں جناب رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان لے آئے آگے ایک خاص عہد شکنی کا ذکر فرماتے ہیں جس میں اس مقام پر کلام تھا یعنی رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لانا۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ (اللى قوله تعالى) فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل اللہ کی عداوت کا سبب بن جاتی ہے۔

**النحو:** ومن الذين اشرکوا في الکشاف محمول علی المعنی لان معنی احرص الناس احرص من الناس وما هو قیل الضمیر لما دل علیہ یعمر من مصدره وان یعمر بدل منه ویجوز ان یکون مبہما وان یعمر موضحة فان قلت یود احدهم ما موقعه قلت هو بیان لزیادة حرصهم علی طریق الاستیناف فان قلت کیف اتصل لو یعمر بیود احدهم قلت هو حکایة لو دادتهم ولو فی معنی التمنی وکان القیاس لو اعمر الا انه جرى علی لفظ الغلبة لقوله یود احدهم کقولک حلف بالله لیفعلن ۱۲۔

**البلاغۃ:** نزله الضمیر للقرآن ونحو هذا الاضمار فیہ فخامة لسان صاحبه حیث یجعل لقرط شهرته کانه یدل علی نفسه ۱۲ قوله علی قلبک فان قلت کان حق الکلام ان یقال علی قلبی قلت جادت علی حکایة کلام اللہ تعالیٰ کما تکلم به کانه قیل قل ما تکلمت به من قولی من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبک ۱۲ کشاف۔

**الروایات:** قوله بعض یہود نے الخ اخرجہ فی لباب النقول عن احمد والترمذی والنسائی واسحق بن راہویہ وابن جریر بالفاظ مختلفہ ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال قال ابن صوریہ للنبی ﷺ یا محمد ما جئتہ بشئ نعرفہ وما انزل اللہ علیک من آیۃ بینۃ فانزل اللہ فی ذلک ولقد انزلنا الیک آیات بینات الایۃ وقال مالک بن صیف حین بعث رسول اللہ ﷺ وذكر ما اخذ علیہم من الميثاق وما عہد الیہم فی محمد واللہ ما عہد الینا فی محمد ولا اخذ علینا ميثاقاً فانزل اللہ تعالیٰ او کلمنا عاہدوا الایۃ۔ (بقیہ صفحہ ۶۵ پر)



وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اور جب ان کے پاس ایک پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے ان اہل کتاب میں کے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو

ظہورِ ہم کاٹھم کاٹھم لا یعلمون ۝ وَاَتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مَلِكٍ سُلَيْمَنٌ وَكَافَرَ سُلَيْمَنٌ وَلَكِنَّ

پس پشت ڈال دیا جیسے ان کو گویا اصلاً علم ہی نہیں۔ اور انہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جس کا چا کیا کرتے تھے شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا

الشَّيْطَانُ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرَةُ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يَعْلَمَانِ مِنَ

مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے اور اس کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔ اور وہ دونوں کی کوئی نہ جانتے

أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ

جب تک یہ کہہ دیتے کہ ہمارا جو بھی ایک تمہارا ہے تو کہیں کافر مت بن جاؤ۔ سو لوگ ان دونوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کا رعب سے کسی مرد و اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور یہ لوگ ان کے زبیر سے کسی کو بھی ضرر

بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے حکم سے اور ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جو ان کو نافع نہیں ہیں۔ اور ضروری یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی

خَلْقٌ وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنْثُوبُهُمْ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ

حصہ نہیں۔ اور بیشک بری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں۔ کاش ان کو عقل ہوتی۔ اور اگر وہ لوگ ایمان اور تقویٰ کرتے تو خدائے تعالیٰ کے یہاں کا معاوضہ بہتر تھا

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

کاش ان کو عقل ہوتی

تفسیر: تتمہ سابق: وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) کَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اور جب ان کے پاس ایک (عظیم الشان) پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو (رسول ہونے کے ساتھ) تصدیق بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی کیونکہ اس میں آپ کی نبوت کی خبر ہے تو اس حالت میں آپ پر ایمان لانا عین توراۃ پر عمل تھا جس کو وہ بھی کتاب اللہ جانتے ہیں مگر باوجود اس کے بھی) ان اہل کتاب میں سے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو اس طرح پس پشت ڈال دیا جیسے ان کو (اس کے مضمون کا یا کتاب اللہ ہونے کا) گویا اصلاً علم ہی نہیں۔

تاکید تتمہ بیان اتباع یہود و سحر را:

وَاَتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مَلِكٍ سُلَيْمَنٌ (الی قولہ تعالیٰ) لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ اس مقام کی خصوصیت متقاضی ہے کہ ترجمہ و تفسیر سے پہلے ایک مضمون تھا بطور مقدمہ کے لکھ دوں تاکہ فہم تفسیر میں سہولت ہو اور ذہن میں گنجشک پڑنے کی نوبت ہی نہ آوے۔ مقدمہ: ایک زمانہ میں جس کی تعیین کی پوری تحقیق مجھ کو نہیں دنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا زیادہ چرچا ہو گیا تھا اور اس کے آثار عجیبہ کو دیکھ کر جہلا کو اس کی حقیقت اور معجزات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں

خلط و اشتباہ ہونے لگا اور بعض ساحروں کو مقدس و متبوع سمجھنے لگے اور بعض اس کو نیک عمل سمجھ کر سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے جیسا بعینہ یہ سب معاملے مسمریزم کے مقدمہ میں واقع ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس خلط اور غلطی کے رفع کرنے کے لئے بابل میں دو فرشتے ہاروت و ماروت نام اس کام کے لئے بھیجے کہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور شعبوں سے مطلع کر دیں تاکہ اشتباہ رفع ہو جاوے اور سحر پر عمل کرنے سے اور ساحروں کی اتباع کرنے سے اجتناب کر سکیں اور جس طرح انبیاء کی نبوت کو معجزات و دلائل سے ثابت کر دیا جاتا ہے اسی طرح ان کے فرشتہ ہونے پر دلائل قائم کر دیئے گئے تاکہ ان کے ارشاد کی اطاعت ممکن ہو اور یہ کام حضرات انبیاء علیہم السلام سے اس واسطے نہیں لیا گیا کہ اول تو خود ان کا ساحرین سے فصل کرنا مقصود تھا اس حیثیت سے گویا وہ ایک فریق تھے سو حکم علاوہ فریقین کے کوئی ثالث ہونا مناسب تھا۔ دوسرے اس کام کی تکمیل بدوں نقل و حکایت ان اقوال و افعال سحریہ کے عادی ہونہ سکتی اور ہر چند کہ نقل کفر کفر نباشد عقلاً و نقلاً مسلم ہے لیکن پھر بھی ان حضرات کا منظر ہدایت ہونا کسی قدر اس کام لینے سے آبی تھا لہذا فرشتے تجویز کئے گئے



کیونکہ کارخانہ نگارین میں جو مشتمل ہے خیر و شر سب پر ان سے ایسے کام بھی لئے جاتے ہیں جو مجموعہ عالم کے اعتبار سے تو بوجہ ترتیب مصالح عامہ خیر ہوں لیکن فی ذلہ بوجہ لزوم مفسدہ خاص شر ہوں جیسے کسی ظالم کا نشوونما دینا یا کسی موزی جانور کا تربیت کرنا کہ تکویناً محمود ہے اور تشریعاً مذموم بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ ان سے خاص تشریعات کا کام لیا جاتا ہے جو خصوصاً و عموماً خیر ہی خیر ہیں اور ہر چند کہ یہ نقل و حکایت غرض مذکور سے ایک تشریحی کام تھا لیکن تاہم بوجہ احتمال قریب اس امر کے کہ اس میں عمل بالسر کا سبب نہ ہو جائے جیسا کہ واقع میں ہوا ان حضرات کو سبب بواسطہ بنانا بھی پسند نہیں کیا گیا۔ البتہ کلیات شرعیہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی اس مقصود کی تکمیل کردی گئی چنانچہ وہ قواعد کلیہ بعد تفسیر آیت کے سحر کی حلت و حرمت کے بیان میں احقر بھی نقل کرے گا تفصیل جزئیات بوجہ احتمال قند کے ان کے ذریعہ سے نہیں کی گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے انبیاء علیہم السلام نے یہ بتلایا ہے کہ رشوت لینا حرام ہے اور اس کی حقیقت بھی بتلا دی لیکن یہ جزئیات نہیں بتلائے کہ ایک طریقہ رشوت کا یہ ہے کہ صاحب معاملہ سے یوں چال کر کے فلاں بات کہے و علیٰ ہذا کیونکہ اس سے تو لوگ اور ترکیبیں سکھ سکتے ہیں یا مثلاً اقسام سحر ہی میں مثال فرض کیجئے کہ قواعد کلیہ سے یہ بتلادیا گیا کہ دست غیب کا عمل جس میں زیر تکیہ یا جیب میں روپیہ مل جاوے ناجائز ہے لیکن یہ نہیں بتلایا گیا کہ فلاں عمل اس طرح پڑھنے سے روپے ملنے لگتے ہیں آگے اللہ تعالیٰ صاحب حکمت و قدرت ہیں محض تفہیم کیلئے ظناً اتنا لکھ دیا گیا۔ حاصل یہ کہ انہوں نے باطل میں آکر اپنا کام کرنا شروع کیا کہ سحر کے اصول و فروع ظاہر کر کے لوگوں کو اس کے عمل بد سے بچنے کی اور ساحرین سے نفرت و دوری رکھنے کی تنبیہ اور تاکید کی جیسے کوئی عالم دیکھے کہ جبلاء اکثر نادانی سے کفر کے کلمات بک جاتے ہیں اس لئے وہ تقریر یا تحریر ان کلمات کو جو اس وقت شائع ہیں جمع کر کے عوام کو مطلع کر دے کہ دیکھو یہ کلمات بچنے کے قابل ہیں ان سے احتیاط رکھنا۔ اب وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی اور درخواست کرنے لگے کہ ہم کو بھی ان اصول و فروع سے مطلع کر دیجئے تاکہ ناواقفی سے کسی اعتقادی یا عملی فساد میں نہ مبتلا ہو جائیں اس وقت انہوں نے احتیاطاً و ارشاداً و اصلاحاً یہ التزام کر لیا کہ قبل از اطلاع ان اصول و فروع کے یہ کہہ دیا کرتے کہ دیکھو حق تعالیٰ کو ہماری اس اطلاع کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں اس پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی اصلاح اور حفاظت کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس

شر سے بچے اور کون شخص اپنا دین خراب کرتا ہے کہ اس شر سے مطلع ہو کر خود ہی اس شر کو اختیار اور اس پر عمل کرنے لگے جس کا انجام کفر ہے خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً سو دیکھو ہم تم کو نصیحت کئے دیتے ہیں کہ اچھی نیت سے اطلاع حاصل کیجیو اور پھر بھی اس نیت پر ثابت رہو ایسا نہ کرنا کہ ہم سے تو یہ کہہ کر کہ میں بچنے کی غرض سے مطلع ہونا چاہتا ہوں دریافت اور تحقیق کر لو پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو کر ایمان برباد کر لو اور ظاہر ہے کہ وہ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی کر سکتے تھے۔ غرض جو کوئی اس طرح ان سے عہد و پیمان کر لیتا وہ اس کے روبرو سب اصول و فروع سحر کے بیان کر دیتے اور کام ہی ان کا یہ تھا اب اگر کوئی عہد شکنی کر کے اپنے ارادہ اور اختیار سے فاجر یا کافر بنے وہ جانے۔ چنانچہ بعضے اس عہد پر قائم نہ رہے اور اس سحر کو ذریعہ ایزد سانی خلق کا بنالیا جو فسق تو یقیناً ہے اور بعضے طریقے اس کے استعمال کے کفر بھی ہیں اس طرح سے فاجر کافر بن گئے اس ارشاد اصلاحی اور پھر مخاطب کے خلاف کرنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی جامع عالم باعمل کے پاس جاوے کہ مجھ کو فلسفہ قدیم یا جدیدہ پڑھا دیجئے تاکہ خود بھی شبہات سے محفوظ رہوں اور مخالفین کو جواب دے سکوں اور اس عالم کو یہ احتمال ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو مثلاً دھوکہ دے کر پڑھ لے پھر خود ہی تقویت باطل میں اس کا استعمال کرنے لگے اور اس احتمال کی وجہ سے اس کو نصیحت کرے کہ ایسا مت کرنا اور وہ وعدہ کر لے اور اس لئے اس کو پڑھا دیا جائے لیکن پھر وہ شخص درحقیقت قصداً اسی سوء استعمال محتمل میں مبتلا ہو جائے سو ظاہر ہے کہ اس کے سوء استعمال سے اس معلم پر کوئی ملامت یا قبیح عائد نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس اطلاع سحر سے ان فرشتوں پر کسی شبہ و وسوسہ کی گنجائش نہیں اور اس خدمت کی تکمیل کے بعد غالباً وہ فرشتے آسمان پر بلا لئے گئے ہوں واللہ اعلم بحقیقتہ الحال۔ اب بعونہ تعالیٰ آیت کی تفسیر لکھتا ہوں۔ تفسیر: اور (یہودی ایسے بے عقل ہیں کہ) انہوں نے (کتاب اللہ کا اتباع تو نہ کیا اور) ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع (اختیار) کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی خبیث جن) حضرت سلیمان علیہ السلام کے (عہد) سلطنت میں اور (بعضے بے وقوف جو حضرت سلیمان علیہ السلام پر گمان سحر رکھتے ہیں بالکل ہی لغوبات ہے کیونکہ سحر تو اعتقاداً یا عملاً کفر ہے اور) حضرت سلیمان علیہ السلام نے (نعوذ باللہ کبھی) کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیاطین (یعنی خبیث جن بیشک) کفر کی باتیں اور کام (یعنی سحر) کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ (خود تو کرتے تھے ہی اور) آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے (سو وہی سحر



متواتر چلا آ رہا ہے اس کا اتباع یہ یہودی کرتے ہیں) اور (اسی طرح) اس (سحر) کا بھی (یہ لوگ اتباع کرتے ہیں) جو کہ ان دونوں فرشتوں پر (ایک خاص حکمت کے واسطے) نازل کیا گیا تھا (جو شہر) بابل میں (رہتے تھے) جن کا نام ہاروت ماروت تھا اور وہ دونوں (وہ سحر) کسی کو نہ ہلاتے جب تک (احتیاطاً پہلے) یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی (خلق کیلئے) ایک امتحان (خداوندی) ہے (کہ ہماری زبان سے سحر پر مطلع ہو کر کون پھنستا ہے اور کون بچتا ہے) سو تو (اس پر مطلع ہو کر) کہیں کافر مت بن جائیو (کہ اس میں پھنس جاوے) سو (بعضے) لوگ ان دونوں (فرشتوں) سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ سے (عمل کر کے) کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے اور (اس سے کوئی وہم اور خوف میں نہ پھنس جاوے کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ) یہ (ساحر لوگ اس (سحر) کے ذریعے سے کسی کو (ذره برابر) بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے (تقدیر ٹی) حکم سے اور (ایسا سحر حاصل کر کے بس) ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جو (خود) ان کو (بوجہ گناہ کے) ضرر رساں ہیں اور (کسی معتد بہ درجہ میں) ان کو نافع نہیں ہیں (تو یہودی بھی اتباع سحر سے بڑے ضرر میں ہو گئے) اور (یہ بات کچھ ہمارے ہی کہنے کی نہیں بلکہ) ضرر یہ (یہودی) بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ (باقی) نہیں اور بے شک بری ہے وہ چیز (یعنی سحر و کفر) جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش ان کو (اتنی) عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ (بجائے) اس کفر و بد عملی کے) ایمان اور تقویٰ (اختیار) کرتے تو خدا تعالیٰ کے یہاں معاوضہ (اس کفر و بد عملی سے ہزار درجہ) بہتر تھا کاش (اتنی) عقل ہوتی۔ **ف** یہ بے وقوف لوگ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے یہودی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بیچ میں ان کی براءت بھی ظاہر فرمادی۔ **ف** مقصود ان آیتوں سے یہ ہے کہ یہودی کیونکہ ان میں سحر کا بھی چرچا تھا۔ تحقیق قصہ زہرہ: اور ان آیتوں کے متعلق ایک لمبا چوڑا زہرہ کا قصہ مشہور ہے جو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ جن علماء نے اس کو قواعد شرعیہ کے خلاف سمجھا ہے رد کر دیا ہے اور جنہوں نے کسی تاویل سے خلاف نہیں سمجھا رد نہیں کیا۔ احقر کو اس کے صحیح اور غلط ہونے سے اس وقت قصداً کچھ بحث نہیں البتہ اس قدر ضرور کہتا ہے کہ ان آیات کی تفسیر اس قصہ پر موقوف نہیں جیسا ناظرین نے تفسیر مع مضمون مقدمہ پڑھ کر دیکھ لیا ہوگا۔ **ف** تفصیل احکام سحر: اور سحر کے فسق یا کفر وغیرہ ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر

اس میں کلمات کفریہ ہوں مثلاً استعانت بہ شیاطین یا کواکب وغیرہ تب تو کفر ہے خواہ اس سے کسی کو ضرر پہنچایا جاوے یا نفع پہنچایا جاوے اور اگر کلمات مباحہ ہوں تو اگر کسی کو خلاف اذن شرعی کسی قسم کا ضرر پہنچایا جاوے یا اور کسی غرض ناجائز میں استعمال کیا جاوے تو فسق اور معصیت ہے اور اگر ضرر نہ پہنچایا جاوے نہ اور کسی غرض ناجائز میں استعمال کیا جاوے تو اس کو عرف میں سحر نہیں کہتے بلکہ عمل یا عزیمت یا تعویذ گندہ کہتے ہیں اور مباح ہے البتہ لغت میں لفظ سحر اس کو بھی شامل ہے کہ ہر تصرف عجیب کو کہا جاتا ہے اور اگر کلمات مفہوم نہ ہوں تو وہ بوجہ احتمال کفر ہونے کے واجب الاحتراز ہے۔ اور یہی تفصیل ہے تمام تعویذ گندوں اور نقش وغیرہ میں کہ غیر مفہوم نہ ہوں اور غیر مشروع نہ ہوں اور غرض ناجائز میں استعمال نہ ہوں اتنی شرطوں سے جائز ہیں ورنہ ناجائز اور کفر عملی کا اطلاق ہر ناجائز پر صحیح ہے۔ **ف** تحقیق اثر سحر: اور ان آیات سے بعض لوگ سمجھ گئے کہ سحر میں تفریق زوجین یا اسی کی مثل اور قریب قریب آثار سے زیادہ اثر نہیں ہے اور یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ تخصیص ذکر کی سے نفی غیر مذکور کی لازم نہیں۔ تخصیص ذکر کی بہت اسباب اور مرجحات حسب اختلاف مقام ہوا کرتے ہیں چنانچہ ممکن ہے کہ یہ سحر خاص ایسا ہی ہو اور مدعی کے پاس اس پر کوئی عقلی دلیل بھی نہیں۔ **ف** اور یہودی باوجود سب باتوں کو جاننے کے چونکہ عمل خلاف علم کرتے تھے اور تدبیر نہ کرتے تھے اس لئے اول ان کے جاننے کی خبر دی پھر آخر میں یہ کہہ کر اس کی نفی بھی کر دی کہ کاش ان کو علم و عقل ہوتا کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہوا ورنہ ہر نہ ہو وہ مثل جہل کے ہے۔

**اللغات:** تَتْلُوا مِنَ التَّلَاوةِ تَقْرَأُ او مِنَ التَّلَاتِ تَتَّبِعُ شَرُوا بِحَتْمَلِ الْمَعْنِينَ الْبَيْعِ وَالشَّرَاءِ ۲ ابیضاوی وحاشیہ۔

**النحو:** وَاتَّبِعُوا عَطْفَ عَلٰی نَبْذِیْ نَبْذُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَاتَّبِعُوا كِتَابَ السَّحْرِ عَلٰی مَلِكٍ سَلِيمَانَ اِیْ عَهْدِهِ وَمَا انْزَلَ عَطْفَ عَلٰی السَّحْرِ وَالْمَرَادُ بِهِمَا وَاحِدَةً وَالْعَطْفُ لَتَغَايِرِ الْاِعْتِبَارِ اَوْ بِهٖ نَوْعِ اٰخِرِ اَقْوٰی مِنْهُ اَوْ عَلٰی مَا تَتْلُوا بِبَابِلِ ظَرْفِ اَوْ حَالٍ مِنْ مَلِكَيْنِ اَوْ الضَّمِيرِ فِی اَنْزَلَ لِمَثْبُوتَةِ جَوَابِ لَوْ وَاَصْلُهُ لَا يَشْبُو اَمْثُوتَةُ ۱۲ (بیضاوی)

**البلاغۃ:** عَلٰی مَلِكٍ بِمَعْنٰی فِی ۱۲ الْحَاشِیَہ عَلٰی الْبِیْضَاوِی تَتْلُوا حِکَایَہٗ حَالٍ مَاضِیَہٗ لِمَثْبُوتَةِ حَذْفِ الْفِعْلِ وَرُكْبِ الْبَاقِی جُمْلَہٗ اِسْمِیَہٗ لِبَدَلِ عَلٰی ثَبَاتِ الْمَثْبُوتَةِ وَالْجَزْمِ بِخَبَرِ بَتَّهَا وَحَذْفِ الْمَفْضَلِ عَلَیْہِ (مِمَّا شَرَوْا بِہٖ) جَلَالًا لِلْمَفْضَلِ مِنْ اَنْ یَنْسَبَ اِلَیْہِ وَتَنْکِیْرِ الْمَثْبُوتَةِ لِاَنَّ الْمَعْنٰی شَنِیَّہٗ مِنَ الثَّوَابِ خَبَرٌ لَوْ کَانُوا یَعْلَمُونَ جَهْلَهُمْ لِتَرْکِ التَّنْذِیْرِ وَالْعَمَلِ بِالْعِلْمِ ۱۲ ابیضاوی قَوْلُهُ خَبَرٌ ذَهَبَ اَبُو حَبَانَ



الى ان خير مهنا للتفضيل لا للفضلية على حد فخير كما لشر كما فداء اه فلا يتوهم الخيرية فيما شروا به ۱۲ روح المعاني.

**الكلام:** الا باذن الله دل على ان الاسباب غير مؤثرة بالذات بل بامرہ تعالیٰ وجعلہ ۱۲ من البضاوی وبہ اتضح غلط متفلسفہ زماننا المنتحلین الی الاسلام ہداهم اللہ تعالیٰ.

**الروایات:** اخرج ابن جریر عن شہر بن حوشب قال قالت اليهود انظروا الی محمد یخلط الحق بالباطل یدکر سلیمان مع الانبیاء انما کان ساحرا یرکب الريح فانزل اللہ تعالیٰ واتبعوا ماتتوا الشیاطین الآیة ۱۲ الباب.

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ عظیم الشان افادہ تنوین رسول ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ترجمہ انما ہمارا وجود بھی لم یترجم بالحصر لاشتمال تعلیمہما علی حکم اخری مذکورہ فی مقدمہ تفسیر الآیہ غیر ہذہ الفتنة وصرح فی روح المعانی فی تفسیر انما نحن مصلحون عن البحران المحصر فی انما يفہم من السياق ولم تدل علیہ وضعا آہ ولو حملت علی الحصر صح ایضا لكون الحصر بالاضافة الی تجویز السحر ای لا تنظن من تعلیمنا جوازہ فلا ینفی الحکم المذكورہ فافہم ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی ترجمہ فیتعلمون بعضہ لان صیغۃ الجمع لیست بنص فی العموم وحملت علی الخصوص بشہادۃ الواقع ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی ترجمہ

باذن الله تقدری حکم سے الخ لان السحر ليس بماذون فيه شرعا نعم يتوقف علی التکوین کسائر المحدثات ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) حافظ حدیث علامہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں بعینہ اسی مضمون کو اختیار فرمایا ہے اور عبارت ان کی یہ ہے۔ وقصها خلق من المفسرين من المتقدمين ومن المتأخرين وحاصلها راجع فی تفصیلہا الی اخبار بنی اسرائیل اذ لیس منها حدیث مرفوع صحیح متصل الاسناد الی الصادق المصلوق المعصوم الذی لا ینطق عن الہوی وظاہر سیاق القرآن اجمال ہذہ القصۃ من غیر بسط واطناب فیہا فنحن نومن بما ورد فی القرآن علی ما ارادہ اللہ تعالیٰ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال انتہی۔ قلت وقد اورد ابن کثیر قبل ذلک حدیث نافع عن عبد اللہ بن عمر مرفوعا من مسند احمد بسندہ ثم قال ورجاله کلہم ثقات من رجال الصحیحین الا موسی بن جبر (الی قولہ) فہو مستور الحال وقد تفرد بہ عن نافع مولى بن عمر۔ ثم اورد له طریق اخری من ابن جریر بسندہ الی سالم انه سمع عبد اللہ یحدث عن کعب الاحبار فذکرہ ثم قال ابن کثیر فہذا اصح واثبت الی عبد اللہ بن عمر من الاسنادین المتقدمین وسالم اثبت فی ابیہ من مولاہ نافع فدار الحدیث راجع الی نقل کعب الاحبار عن کتب بنی اسرائیل واللہ اعلم، انتہی ۱۲۔ محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ۔

(بقیہ صفحہ ۶۱) **اللفات:** قولہ ہذہ اصل النبذ الطرح لکنہ یغلب فیما ینسی ۱۲ بیضاوی۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ مشرکین عرب وجہ الشخصیص ان بعض المشرکین من مشرکی العجم وجدوا یقولون بالثواب والعقاب بعد الموت۔ ۲۔ قولہ تعالیٰ وہ جائے اشارۃ الی حذف جزاء من کان وحذف جملۃ معللۃ بقولہ فانہ نزلہ وهذا هو المرضی عندی ولک ان تعبر باخصر منه وتقول من کان عدو الجبریل فلا مس لعداوتہ بمدعاہ من تکذیب القرآن فانہ نزلہ الخ وعلیہ فالمقدر جملۃ واحدة ہی جزاء للشرط ومعللۃ بقولہ فانہ نزلہ فافہم ۱۲۔ ۳۔ قولہ جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں لقولہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابنائہم ۱۲۔ ۴۔ قولہ اس عہد لینے سے اشارۃ الی تقدیر المعطوف علیہ ای اجحدوا وکلما عاہدوا الخ ۱۲۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٠ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

اے ایمان والو تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو اور سن لیجیو اور کافروں کو سزا دردناک ہو گی۔ ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ

أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ

ان اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ١١ مَا نُنْسخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْهِنُهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

بڑے فضل والے ہیں۔ ہم کسی آیت کا حکم جو منقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لاتے ہیں کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شئی پر

قَدِيرٌ ١٢ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ١٣

قدرت رکھتے ہیں۔ کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی، اور تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار مددگار بھی نہیں

تفسیر: معاملہ سی ام: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا (الی قولہ تعالیٰ)

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (بعضے یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آکر لفظ راعنا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں برے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے اور عربی میں اس کے معنی بہت اچھے ہیں کہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے۔ اس لئے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعضے مسلمان بھی حضور ﷺ کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی۔ حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ) اے ایمان والو تم (لفظ) راعنا مت کہا کرو اور (اگر اس کے ظاہری مطلب عرض کرنے کی ضرورت پڑا کرے تو لفظ) انظرنا کہہ دیا کرو کہ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمائیے) اور (اس حکم کو اچھی طرح) سن لیجیو (اور یاد رکھیو) اور (ان) کافروں کو (تو) سزائے دردناک ہو (ہی) گی (جو پیغمبر ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی اور وہ بھی چالاکی کے ساتھ کرتے ہیں)۔ ف: اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی فعل مباح سے کسی کو گنجائش گناہ کرنے کی ملے تو وہ فعل خود اس کے حق میں مباح نہیں رہتا جیسے مثلاً عالم کے کسی فعل سے کوئی جاہل سند لے کر خلاف شرع کام کرنے لگے تو اگر وہ فعل ضروری نہ ہوگا تو خود اس عالم کے لئے بھی منع ہو جائے گا۔

و ربط: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہود کا برتاؤ بیان کر کے آگے مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ بتلاتے ہیں۔

معاملہ سی و یکم: مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (بعضے یہودی بعض مسلمانوں سے کہنے لگے کہ بخدا ہم دل سے تمہارے خیر خواہ ہیں اور ہزار جان سے پسند کرتے ہیں کہ تم کو دینی

احکام ہمارے دینی احکام سے بہتر عنایت ہوں تو ہم بھی ان کو قبول کریں مگر کیا کیا جاوے کہ تمہارا دین ہمارے دین سے اچھا ثابت نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ اس دعوائے خیر خواہی کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ (خواہ) ان اہل کتاب میں سے (ہوں) اور (خواہ) مشرکین میں سے اس امر کو تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری (بھی) نصیب ہو اور ان کے اس حسد سے کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت (وعنایت) کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل (کرنے) والے ہیں۔ ف: ان کے دعوے تھے یہودیت کا بہتر ہونا اسلام سے۔ یہ اول تو ثابت نہیں کر سکے اور نرے دعوے سے کیا ہوتا ہے۔ دوسرے بے بھی فضول بات کیونکہ نسخ کے آنے سے منسوخ چھوڑ دیا جاتا ہے افضل غیر افضل کے فرق پر موقوف نہیں لہذا اس کا جواب بوجہ نہایت ظاہر ہونے کے یہاں ذکر نہیں کیا گیا صرف دوسرے دعویٰ خیر خواہی میں کلام کیا گیا اور مشرکین کا یہاں تقویت مضمون کے لئے ذکر کیا کہ جس طرح وہ یقیناً تمہارے خیر خواہ نہیں اسی طرح ان کو سمجھو۔

معاملہ سی و دوم: مَا نُنْسخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْهِنُهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (یہود نے قبلہ کا حکم بدل جانے پر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے طعن کیا تھا۔ اور مشرکین بھی بعض حکموں کے منسوخ ہو جانے پر زبان درازی کرتے تھے حق تعالیٰ اس طعن اور اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ) ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں (گو آیت قرآن میں یا ذہنوں میں باقی رہے) یا اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو (یہ کوئی بات اعتراض کی نہیں کیونکہ اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے چنانچہ) ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل (بجائے اس کے دوسری چیز) لے آتے ہیں (اے معترض کیا تجھ کو یہ معلوم



مثل عطا فرمادیتا ہے پس بندہ کو اس پر حسرت نہ کرنا چاہئے۔

**اللفات:** راعنا ای راقبنا وتأن بنافی ما تلقینا حتی نفهمہ وسب بالکلمۃ العبرانیۃ من الرعن والرعونۃ بمعنی الحرقۃ ۱۲ (البیضاوی) النسخ فی اللغۃ ازالۃ الصورة عن الشئی واثباتها فی غیرہ کنسخ الظل للشمس والمعنی الثانی النقل۔ قوله من ولی ولا نصیر الفرق بین الولی والنصیر ان الولی قد یضعف عن النصرة والنصیر قد یکون اجنبیا عن المنصور ۱۲ (البیضاوی)

**النحو:** قوله ما ننسخ ما شرطیۃ جازمۃ لننسخ منتصبۃ بہ علی المفعولیۃ ۱۲ (بیضاوی) ام تریدون ہی منقطعة بمعنی بل للاضراب عن الکلام السابق والهمزة بمعنی الانکار لللاحق واشرت الیہ بزیادۃ کلمۃ ہان کما لا یخفی علی اهل اللسان ورأیت فی المظہری ان ام قد تكون بمعنی الهمزة المحضة انتہی وهذا الاضراب انتقال لا ابطال ولم تجعل ام متصلة لفقد شرطها کذا فی الجمل ۱۲۔

**الفقہ:** نہی المؤمنون سدا للباب وقطعاً للالسنة وابعاداً عن المشابہۃ ۱۲ روح المعانی فدللت الآیۃ علی ذم امثال هذه الامور مما یجر الی المفساد کذلک ۱۲۔

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس ان الیہود کانوا یقولون ذلک سر الرسول ﷺ وهو سب قبیح بلسانہم فلما سمعوا اصحابہ علیہ السلام والصلوة یقولون اعلنوا بها فکانوا یقولون ذلک ویضحکون فیما بینہم فانزل اللہ تعالیٰ هذه الآیۃ ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قرء ابن عامر ننسخ من النسخ ای نأمرک او جہرئیل او نجدھا منسوخۃ وابن کثیر وابو عمر تنساھا ای نوخرھا من النساء ۱۲ (بیضاوی)

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله بعض یہودی الخ ہکذا فی معالم التنزیل ۱۲۔ ۲۔ قوله یہود نے الخ دل علیہ قوله تعالیٰ سيقول ۱۲۔ ۳۔ قوله مشرکین بھی ہکذا فی المعالم ۱۲۔ ۴۔ قوله اے معترض ہکذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۵۔ قوله ان ہی کی ہے الخ افادہ تقدیم لہ ۱۲۔ ۶۔ قوله معاف ولما کان هذا حکماً مدلولاً علیہ بنص ما دخل فی الماتی بہ ولا یتوہم ان هذا غیر ماتی فافہم ۱۲۔

نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں (پس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے اور) کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی (جب ان کی اس قدرت و سلطنت میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہے تو ان مصلحتوں کی رعایت کر کے دوسرا حکم دیدینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے۔ غرض حکم ثانی کی تجویز سے بھی کوئی مانع نہیں اور اس حکم کے جاری کردینے میں بھی کوئی مانع نہیں) اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ) تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار مددگار بھی نہیں (پس جب وہ یار ہیں تو احکام میں مصلحت کی ضرور رعایت کریں گے اور جب مددگار ہیں تو ان احکام پر عمل کرنے کے وقت تمہارے مخالفین کی ضرور مزاحمت سے بھی محفوظ رکھیں گے البتہ اگر اس ضرر سے بڑھ کر کوئی نفع اخروی ملنے والا ہو تو ظاہراً مخالف کا مسلط ہو جانا اور بات ہے۔ **ف** حکم ثانی کا مصلحت میں بہتر یا مثل ہوتا کبھی باعتبار ثواب کے ہوتا ہے کبھی باعتبار آسانی کے کبھی دوسرا حکم یہی تجویز ہوتا ہے کہ بالکل ہی معاف کر دیا یہ بھی ایک حکم ہے اگر حدیث سے کوئی حکم قرآنی منسوخ ہو وہ بھی خدا ہی نے ہی دی ہوئی ہے غرض نسخ کی سب قسمیں اس میں آگئیں۔ **ف** حکم ثانی کیلئے یہ امور عقلاً ضروری ہیں اسکا قرین مصلحت ہونا حاکم کا قادر ہونا دوسرے کسی کا مزاحم نہ ہو سکنا حاکم کا محکومین کیلئے خیر خواہ ہونا اگر کوئی **ال** سے مزاحمت کرے تو انکی امداد کرنا ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے سب شرطوں کو جمع فرمادیا واللہ اعلم **ف** قانون بدلنا گاہے اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اول باقی قانون سے کوئی فروگزاشت ہوگئی تھی ایسی تبدیل اور نسخ احکام الہیہ میں محال ہے اور گاہے اسوجہ سے ہوتا ہے کہ محکوم کی حالت بدلنے سے مصلحت بدل گئی جیسے مریض کی حالت کے بدلنے پر نسخہ بدل دیا جاتا ہے ایسا نسخ واقع اور جائز ہے اور کوئی اشکال عقلی یا نقلی اس میں نہیں ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا زَعْمًا اس آیت میں ادب شیخ کی تعلیم ہے کہ جس امر میں ادب شیخ میں خلل پڑنے کا شبہ بھی ہو اس سے بھی بچنا چاہئے۔ قوله تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْهِهَا فَلَا يُمْخِضْ بِهَا فَرْجًا وَلَا يَعْزِزْ بِهَا فَرْجًا اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ جو وارد بلا اختیار عبد زائل یا مغلوب ہو جاوے حق تعالیٰ اس سے بہتر یا اس کی



أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءً

ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی درخواستیں کی جا چکی ہیں۔ اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کرے بلا شک وہ شخص راہِ راست سے

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ وَكَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ

دور جا پڑا۔ ان اہل کتاب میں سے بہترے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے ہے

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا ۚ حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَقِيمُوا

حق واضح ہوئے پیچھے، خیر معاف کرو اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اور نمازیں

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تَقَدَّمُوا لِنَفْسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ ۚ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

پابندی سے پڑھے جاؤ اور زکوٰۃ دے جاؤ اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس اس کو پالو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں

ڈالیں (اور یہ چاہنا کچھ خیر خواہی سے نہیں جیسا وہ اظہار کرتے ہیں بلکہ) محض حسد کی وجہ سے جو کہ (تمہاری جانب سے کسی امر کے سبب پیدا نہیں ہوا بلکہ) خود اُن کے دلوں ہی سے (جوش مارتا) ہے (اور یہ بھی نہیں کہ اُن کو حق واضح نہ ہوا ہو بلکہ) حق واضح ہوئے پیچھے (یہ حالت ہے اب اس پر مسلمانوں کو ان پر غصہ آنے کا محل تھا اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ) خیر (اب تو) معاف کرو اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ (اس معاملہ کے متعلق) اپنا حکم (قانونِ جدید) بھیجیں (اشارۃً بتلا دیا کہ ان کی شرارتوں کا علاج قانونِ انتظامِ امنِ عام یعنی قتال و جزیہ سے ہم جلدی کر نیوالے ہیں اس پر مسلمانوں کو اپنا ضعف اور ان کی قوت دیکھ کر اس قانون کے اجراء کے متعلق تعجب کا موقع تھا اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ تم تعجب کیوں کرتے ہو) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (خواہ وہ معمولی ہو خواہ عجیب ہو) قادر ہیں اور (سر دست صرف) نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور (جن پر زکوٰۃ فرض ہے) کہ زکوٰۃ دیئے جاؤ (اور جب وہ قانون آ جاویگا ان اعمال کے ساتھ اس کو بھی اضافہ کر لینا) اور (یہ نہ سمجھو کہ جب تک جہاد کا حکم نہ آوے صرف نماز روزہ سے کچھ ثواب میں کمی رہے گی نہیں بلکہ) جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس (پہنچ کر) اس کو (پورا پورا مع صلہ کے) پالو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کیے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں (ان میں سے ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہونے پاوے گا) خدا اس وقت حالتِ موجودہ کا یہی مقتضائے حق تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور آیاتِ جہاد نازل فرمادیں جس کے بعد یہود کے ساتھ بھی وہ قانون برتا گیا اور ناشائستہ لوگوں کیساتھ حسبِ حیثیت ان کے فساد کے قتل یا اخراج وطن یا تقریرِ محصول کا عمل درآمد کیا گیا۔ (بقیہ صفحہ ۷ پر)

تفسیر: معاملہ سی و سوم: أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (بعض یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عناداً عرض کیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر دفعۃً واحدۃً توریت نازل ہوئی اسی طرح آپ قرآن مجموعی طور پر لائے اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ) ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول (وقت) سے (بیجا) درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل (تمہارے بزرگوں کی طرف سے) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی (ایسی ایسی) درخواستیں کی جا چکی ہیں (مثلاً خدا تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کی درخواست کی تھی جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) اور ایسی درخواستیں جس سے صرف رسول پر اعتراض کرنا اور مصالحِ الہیہ میں مزاحمت کرنا ہی مقصود ہو۔ اور ایمان لانے کا پھر بھی ارادہ نہ ہونے کی کفر کی باتیں ہیں) اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر (کی باتیں) کرے بلا شک وہ شخص راہِ راست سے دور جا پڑا: یہ درخواست بیجا اس واسطے تھی کہ ہر فعل میں حق تعالیٰ کی حکمتیں جدا ہوتی ہیں پھر بندے کو ان میں تعینِ طریق کا کیا استحقاق ہے کہ اس طرح ہو اس طرح نہ ہو بلکہ اس کا فرض تو یہ ہے۔

زباں تازہ کردن باقرارتو <sup>نیکین</sup> علت از کار تو

معاملہ سی و چہارم: وَكَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا ۚ حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تَقَدَّمُوا لِنَفْسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ ۚ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (بعض یہود شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور باوجود ناکامی کے اپنی دھن سے باز نہ آتے تھے۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس پر متنبہ فرمادیا کہ) ان اہل کتاب (یعنی یہود) میں سے بہترے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر



وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا تِلْكَ آيَاتُهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٥٠ بَلَىٰ

اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جائے گا بجز ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا ان لوگوں کے جو نصرانی ہوں۔ یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ آپ کہنے کا اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو

مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٥١ وَقَالَتِ

ضرور دوسرے لوگ جاویں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس کچھ کر لو نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں

الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ

اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ یہ سب کتابیں پڑھتے ہیں

كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ٥٢

اسی طرح یہ لوگ جو کہ بے علم ہیں ان کا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کر دیں گے قیامت کے روز ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ

اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران کرنے میں کوشش کرے۔ ان لوگوں کو تو

أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُ لَّهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ٥٣

کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا۔ ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور انکو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی

**تفسیر:** معاملہ سی و پنجم: باشرک نصاریٰ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ

(الی قولہ تعالیٰ) وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اس مضمون میں

یہود کیساتھ نصاریٰ بھی شریک تھے اسلئے انکو بھی ذکر میں لے لیا گیا) اور یہود

اور نصاریٰ (یوں) کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جائے گا بجز

ان لوگوں کے جو یہودی ہوں (یہ تو یہود کا قول ہے) یا ان لوگوں کے جو

نصرانی ہوں (یہ نصاریٰ کا قول ہے۔ حق تعالیٰ رد فرماتے ہیں کہ) یہ (خالی)

دل بہلانے کی باتیں ہیں (اور حقیقت کچھ بھی نہیں) آپ (ان سے یہ تو)

کہئے کہ (اچھا) اپنی دلیل لاؤ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (سو وہ تو کیا

دلیل لاویں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں۔ اب ہم اس کے خلاف کا اول دعویٰ

کرتے ہیں کہ) ضرور دوسرے لوگ جاویں گے (پھر اس پر دلیل لاتے ہیں

کہ ہمارا قانون جو باتفاق اہل ملل ساویہ کے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے یہ ہے

کہ) جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے (یعنی فرمانبرداری

اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی) اور (اس کے ساتھ) وہ مخلص بھی

ہو (کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو محض خالی مصلحت سے ظاہر داری نہ

ہو) تو ایسے شخص کو اس (کی اس فرمانبرداری) کا عوض ملتا ہے پروردگار کے

پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر (قیامت میں) کوئی اندیشہ (ناک واقعہ

پڑنے والا) ہے اور نہ ایسے لوگ (اس روز) مغموم ہونے والے ہیں (چونکہ

فرشتے انکو بشارتیں سن کر بے فکر کر دیئے) **نہ:** حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ

جب یہ قانون مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق آتا ہے

سو ظاہر ہے کہ بعد منسوخ ہو جانے کسی حکم سابق کے اس پر چلنے والا کسی طرح

فرمانبردار نہیں کہا جاسکتا پس یہودی نصرانی فرمانبردار نہ ہوئے بلکہ حکم ثانی پر

عمل کرنا فرمانبرداری شمار ہوگی اور یہ شان مسلمانوں کی ہے کہ نبوت و شریعت

محمدیہ کو قبول کر لیا پس یہی جنت میں داخل ہونیوالے ثابت ہوئے اور مخلص

کی قید سے منافقین نکل گئے کہ وہ شرعاً کفار ہی میں داخل اور مستحق نار ہیں۔

**معاملہ سی و ششم:** ایضاً باشرک نصاریٰ و مشرکین وَقَالَتِ الْيَهُودُ

لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ (الی قولہ تعالیٰ) فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

اور (ایک بار کچھ یہود کچھ نصرانی جمع ہو کر مذہبی مباحثہ کرنے لگے سو یہود تو

اپنے اعتقاد کے موافق نصاریٰ کے دین کو اصل سے باطل مٹاتے تھے اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کا اور انجیل کے کتاب اللہ ہونے کا

انکار کرتے تھے مگر نصاریٰ بھی تعصب میں آکر یہود کے دین کو اصل سے

باطل کہنے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کا اور توریت کے

کتاب اللہ ہونے کا انکار کرنے لگے (خدا بچا دے ایسے تعصب سے اللہ تعالیٰ

اس قصہ کو نقل کر کے رد فرماتے ہیں کہ) یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ (کا مذہب)



کسی بنیاد پر (قائم) نہیں (یعنی سرے ہی سے غلط ہے) حالانکہ یہ سب (فریقین کے لوگ آسمانی) کتابیں (بھی) پڑھتے (پڑھاتے) ہیں (یعنی یہودی تورات کو عیسائی انجیل کو پڑھتے اور دیکھتے ہیں اور دونوں کتابوں میں دونوں رسولوں کی اور دونوں کتابوں کی تصدیق موجود ہے جو کہ دونوں مذہب کی اصل بنیاد ہے گو بوجہ منسوخ ہونیکے وہ معمول بہ نہ ہوں یہ اور بات ہے اور اہل کتاب تو ایسے دعوے کرتے ہی تھے انکو دیکھ کر مشرکین کو بھی جوش ہوا اور اسی طرح سے یہ لوگ (بھی) جو کہ (محض ہی) بے علم ہیں ان (ہی) اہل کتاب) کا سا قول کہنے لگے (کہ ان یہود و نصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے ہم ہی حق پر ہیں) سو (یہاں سب اپنی اپنی ہانک لیں) اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان (عملی) فیصلہ کر دینگے قیامت کے روز ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے **ف** عملی فیصلہ یہ کہ اہل حق کو جنت میں اور اہل باطل کو دوزخ میں بھیج دینگے اور یہ قید اسلئے لگائی کہ قوی اور برہانی فیصلہ تو حق و باطل کے درمیان میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے دنیا میں بھی ہو چکا ہے۔

معاملہ سی و ہفتم: ایضاً باشرک نصاریٰ و مشرکین وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ (الّٰہی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (یہود تو حکم قبلہ بدلنے کے وقت طرح طرح کے اعتراض کر کے کم سمجھ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے تھے اگر وہ شبہات عام طور سے قلوب میں اثر کرتے تو نتیجہ لازمی ان کا انکار رسالت و ترک صلوٰۃ ہوتا اور ترک صلوٰۃ سے مسجد کی ویرانی ظاہر ہے تو گویا یہ یہودی اس طور پر ترک صلوٰۃ اور ویرانی مساجد خصوصاً مسجد نبوی میں بھی ساعی تھے۔ اور بعض سلاطین روم کہ نصاریٰ کے اسلاف تھے اور نصاریٰ ان کے فعل پر انکار نہ کرتے تھے گو وہ نصرانی نہ ہوں کسی وقت یہود شام پر چڑھ آئے تھے قتل و قتل جو ہوا تو بعض جہلاء کے ہاتھ سے مسجد بیت المقدس کی بے حرمتی بھی ہوئی اور بوجہ بدامنی کے نماز وغیرہ کا بھی اس میں اہتمام نہ ہوا اس طور پر نصاریٰ کے اسلاف ترک صلوٰۃ و ویرانی مسجد کے بانی ہوئے اور نصاریٰ پر بوجہ عدم انکار اس کا الزام دیا گیا اس بادشاہ کا نام طیطس تھا۔ مفصل قصہ اس کا شروع سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آوے گا اور نصاریٰ کو یہ قصہ اس لئے ناگوار نہ تھا کہ اس میں یہودی تذلیل ہوئی تھی اور یہود سے یہ عداوت رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل فتح مکہ جب عمرہ کرنے کیلئے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر چاہا کہ مسجد الحرام میں طواف اور نماز ادا فرماویں تو مشرکین مکہ نے آپ کو نہ جانے دیا یہاں تک کہ اس سال آپ واپس تشریف لائے پھر سال آئندہ بوجہ صلح و معاہدہ کے عمرہ ادا فرمایا تو اس طرح سے مشرکین ویرانی مسجد حرام میں ساعی

ہوئے حق تعالیٰ صیغہ عموم سے اس کی قیامت ظاہر فرماتے ہیں یعنی) اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں (جس میں مکہ کی مسجد مدینہ کی مسجد بیت المقدس کی مسجد اور سب مسجدیں آگئیں ان کا ذکر) اور عبادت) کئے جانے سے بندش کرے اور ان (مساجد) کے ویران (اور معطل) ہونے (کے بارے) میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت (اور بے باک) ہو کر ان (مساجد) میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے تھا (بلکہ جب جاتے تو نہایت عظمت و حرمت و ادب سے جاتے جب بے باک ہو کر اندر جانے تک کا استحقاق نہیں تو اس کی ہتک حرمت کا تو کب حق حاصل ہے اسی کو ظلم فرمایا گیا) ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی (نصیب) ہوگی اور انکو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی **ف** یہ رسوائی دنیا میں تو یہ ہوئی کہ یہ سب تو میں سلطنت اسلام کی رعایا اور باجگذار ہوئیں اور آخرت میں کافر ہونے کی وجہ سے معذب ہونا ظاہر ہے اور سعی ویرانی مساجد سے وہ عذاب اور شدید ہو جاوے گا اور اوپر کی آیت میں جو ان تینوں فرقوں کے دعوے اپنے اپنے حق پر ہونے کے مذکور ہیں اس قصہ سے اس دعوے کا بھی ایک گونہ رد مفہوم ہو گیا کہ ایسے ایسے افعال کر کے صاحب حق ہونے کا دعویٰ کرنا شرم کی بات ہے اور جن نصاریٰ نے ایسا کیا تھا وہ اگر چہ گذر گئے تھے لیکن ان کے خلف ان کے اس فعل سے نفرت و انکار ظاہر نہ کرتے تھے جو ایک طور پر رضا و شرکت رائے کی دلیل ہے اس لئے ملامت کرنا بالکل بجا اور بر محل ہے جیسا یہود کے معاملات کے ضمن میں چند بار یہ مضمون مذکور ہو چکا ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ (الّٰہی قولہ تعالیٰ) بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ اس سے مستبط ہوتا ہے کہ فلاح اکساب سے ہے انساب سے نہیں کیونکہ بڑا مبنی دعویٰ فریقین کا یہی انتساب تھا جیسے ہمارے زمانہ میں اولاد مشائخ کی حالت ہے۔ قولہ تعالیٰ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ الْخ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے بعض جہلاء صوفیہ کا ایسی گفتگو کرنا کہ چشتیہ نقشبندیہ کی تنقیص کرتے ہیں اور بالعکس۔

**البلاغۃ:** قالوا لف بین القولین ثقة عط بان السامع یرد الی کل فریق قولہ امناعط من الالباس لما علم من التعادی بین الفریقین وتضلیل کل واحد منهما لصاحبه ونحوه وقالوا کونوا ہودا و نصاریٰ تہتدوا و الہود جمع ہائد کعائد وعود و ووحدا الاسم علی لفظ من و جمع الخبر علی معناه فان قلت تلک امنیة واحدة فلم قیل تلک امنیہم قلت اشیر بہا الی الامانی المذکورة من ان لا ینزل علی المؤمنین من خیر وان یردوہم کفارا وان لا یدخل الجنة غیرہم او اربد امثال



تلك الامنية على حذف المضاف وايضا فقاتله متعدد وهو باعتبار كل قائل امنية وباعتبار الجميع امنية كثيرة ۱۲. قال ابو السعود وانما اوقع المنع على المساجد وان كان الممنوع هو الناس لما ان فعلهم من طرح الاذى والتخريب ونحوهما متعلق بالمسجد لا بالناس مع كونه على حاله ۱۲. قال في روح المعاني واستشكل بان هذا التركيب قد تكرر في القرآن كمن اظلم ممن ذكر بآيات ربه ثم اعرض عنها وكهذه الآية مثلاً فعلى هذا لزم التناقض ويجاب بان ذلك لا يدل على نفى التسوية في الاظلمية وقصارى ما يفهم من الآيات اظلمية اولئك المذكورين فيها ممن عداهم وان جعلت ذلك الكلام مخرجاً مخرج المبالغة في التهديد والزجر مع قطع النظر عن نفى المساواة او الزيادة في نفس الامر كما قيل محكما العرف ايضا زال الاشكال وارتفع الثقل والقال ۱۲.

**الفقه:** قال البيضاوي قيل معناه النهي عن تمكينهم من الدخول في المسجد واختلف الانمة فيه فجوزه ابو حنيفة ومنع مالك وفرق الشافعي بين المسجد الحرام وغيره ۱۲ قال المحشي فجوزه ابو حنيفة بدليل هذه الآية فانها تفيد جواز دخولهم بخشية وخشوع ۱۲.

**الروايات:** اخرج ابن ابي حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال لما قدم اهل نجران من النصارى على رسول الله ﷺ اتتهم احبار يهود فتنازعوا فقال رافع بن خزيمة ما انتم على شئ وكفر بعيسى والانجيل فقال رجل من اهل نجران لليهود ما انتم على شئ وجحدنوه موسى وكفر بالتوراة فانزل الله في ذلك وقالت اليهود ليست النصارى الآية.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله ضرور دوسرے الخ لما في البيضاوي بلى اثبات لما نفوه من دخول غيرهم الجنة ۱۲. ۲. قوله مخلص بھی ہو قوله عليه السلام في الصحيحين الاحسان ان تعبد الله كانك تراه وحاصله الاخلاص على اختلاف مراتبه وادناه الاعتقاد القلبي والاحسان في اللغة نيكو كردن ولايتاني في العبادة الا بالايمان ۱۲. ۳. قوله حاصل استدلال الخ فالمذكور في القرآن كبرى ولما كانت الصغرى محسوسة طرحت اعتمادا على المشاهدة ۱۲. ۴. قوله ای تعصب تقييد التعصب بهذا القيد واقعي زيد حفظاً لاذهان العوام الذين لا يفرقون بين التعصب والتصلب والاول مذموم والثاني محمود في الحق ۱۲. ۵. قوله بنیاد اشار الى ان المراد بالشئ الاصل ۱۲. ۶. قوله پڑھتے پڑھاتے زاد اللفظ الثاني توضيحاً لمعنى يتلون والا فاللفظ الاول يستعمل في محاوراتنا في معنى التعلم وهو غير مراد ۱۲. ۷. قوله يهود تحكم قبله الخ ذكر امر اليهود وجها للنزول الامام الرازي في الكبير وقصة غز ونصارى الروم يهود الشام بعد رفع عيسى عليه السلام مولنا عبد العزيز في تفسيره وقصة منع قريش رسول الله ﷺ عام الحديبية في لباب النقول عن ابن ابي حاتم ۱۲. ۸. قوله بعض جهلاء وقوله بوجہ بدائی کے كما وقع من هتك حرمة المسجد النبوي بايدي عسكر يزيد عام الحرة مع كونهم مسلمين فلا يرد ما اورد في الكبير ان النصارى يعتقدون في تعظيم بيت المقدس مثل اعتقاد اليهود اكثر فكيف اعانوا على تخريبه الخ وايضا قصة النصارى مغاير لغزو بخت نصر بيت المقدس فلا يرد ايضا ما اورده ان بخت نصر كان قبل المسيح والنصارى بعد المسيح فافهم وعلى التنزل اقول لو ثبت انتفاء بعض الوجوه لكفى في الارتباط ثبوت بعضها ۱۲.

(بقية صفحہ ۶۸) **اللفات:** العفو ترك عقوبة المذنب والصفح ترك تشريه ۱۲ بيضاوي.

**النحو:** لو ينوب عن ان في المعنى دون اللفظ من عند انفسهم يجوز ان يتعلق بحسداً الى حسداً بالغاً منبعاً من اصل نفوسهم ۱۲ بيضاوي.

**الروايات:** في لباب النقول اخرج ابن ابي حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال كان حبي بن اخطب وابو ياسر بن اخطب من اشد يهود حسداً للعرب اذ خصهم الله برسوله وكانا جاهدين في رد الناس عن الاسلام ما استطاعا فانزل الله فيهما ود كثير من اهل الكتاب ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله بعض يهود نے كما قال تعالى يسئلک اهل الكتاب ان تنزل عليهم کتاباً من السماء الخ وهكذا في المعالم ۱۲. ۲. قوله اپنے رسول وقت سے فلا يرد انهم لم يؤمنوا به قط فما معنى الاضافة ۱۲. ۳. قوله بیجا یا تشبیہ فی كونهما متجاوزين عن الحد فلا ينافي قوله تعالى فقد سألوا موسى اكبر من ذلك ۱۲. ۴. قوله درجائے المافی بیضاوی الضلال العدول عن الطريق السوى عمداً وخطأً ۱۲. ۵. قوله دل سے دلالتاً ود عليه ۱۲. ۶. قوله پھر کافر الخ لدلالة يردونكم عليه ۱۲. ۷. قوله یہ نہ بھوکہ جب تک قید بھذہ الغایۃ لانہ لما نزل الحكم بالقتال فلا بد من العمل به اذا احتجج اليه والا لانتقص الاجر بدونہ ۱۲.



وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَآيِنَمَا تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۰ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَہٗ

اور اللہ ہی کی ملکوت ہے مشرق بھی اور مغرب بھی تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو پھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں کامل العلم ہیں۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ لولا درکھتا ہے سبحان اللہ

بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ ۝۱۱ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے ملکوت ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سب اُن کے محکوم ہیں۔ موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کا پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اس کو

لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝۱۲ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِنَا ۚ اٰیۃٌ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ مِّثْلَ

فرمادیجے ہیں کہ ہو جائس وہ ہو جاتا ہے۔ اور جاہل یوں کہتے ہیں کہ ہم سے کیوں نہیں کام فرماتے اللہ تعالیٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجائے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں

قَوْلِہُمْ تَشَابَہَتْ قُلُوْبُہُمْ ۚ قَدْ بَیِّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوقِنُوْنَ ۝۱۳ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ وَلَا تَسْئَلْ عَنْ

ان ہی کا سوال ان سب کے قلوب باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ ہم نے تو بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین چاہتے ہیں ہم نے آپ کو ایک بشارت دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہئے اور ڈراتے رہئے

### اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝۱۴

اور آپ سے دوزخ میں جانوالوں کی باز پرس نہ ہوگی

**تفسیر:** معاملہ سی و ششم: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَآيِنَمَا تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ (یہود نے حکم تبدیل قبلہ پر اعتراض کیا تھا کہ مسلمان اس جہت سے دوسری جہت کی طرف کیوں بدل گئے۔ حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں یعنی) اور اللہ ہی کی ملکوت ہیں حکمت تعین قبلہ و دفع اعتراض بر قبلہ: (سب جہتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی (اور وہ اس کا مکان نہیں پس جب وہ مالک ہیں جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کر دیں کیونکہ حکمت تعین قبلہ میں مثلاً اتفاق ہیئت و اجتماع خاطر عابدین ہے اور یہ حکمت ہر جہت سے حاصل ہو سکتی ہے جس کا حکم کر دیں وہ متعین ہو جاوے گی۔ البتہ اگر معبود کی ذات نعوذ باللہ کسی جہت خاص کے ساتھ مقید ہوتی تو بالضرورة قبلہ عبادت بننا اسی جہت میں منحصر ہونا زیبا تھا لیکن وہ ذات پاک کسی جہت کے ساتھ مقید و محدود نہیں جب یہ بات ہے) تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو ادھر (ہی) اللہ تعالیٰ (کی ذات پاک) کا رخ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (خود تمام جہات اور اشیاء کو) محیط ہیں (جس طرح کا احاطہ ان کی شان کے لائق ہے۔ لیکن باوجود محیط و غیر محدود ہونے کے پھر بھی جہت عبادت کو متعین اس لئے فرمایا کہ وہ) کامل العلم ہیں (کہ ہر شے کے مصالح کو خوب جانتے ہیں چونکہ ان کے علم میں یہ تعین متضمن مصالح تھی اس لئے اس کا حکم دے دیا: وَلَا تَسْئَلْ عَنْ اَحْقَرِہٖ) جو تعین قبلہ کی ایک خاص حکمت مثال کے طور پر بیان کی ہے اس سے بعض مخالفین اسلام کا یہ اعتراض کہ مسلمان کعبہ پرست ہیں بالکل اٹھ گیا حاصل جواب یہ ہوا کہ پرستش تو خاص حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہے لیکن چونکہ

پرستش کے وقت یک سوئی قلب کی ضرورت ہے و نیز عابدین کی ہیئت اجتماعیہ کو بھی اس یک سوئی میں دخل ہے چنانچہ دونوں امر تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہیں اس یکسوئی اور اجتماع ہیئت کی تحصیل کے لئے تعین جہت مشروع ہوئی پس اس شبہ کی ذرہ برابر منجائش نہیں اور اگر اس پر کوئی اپنی براءت کے لئے یہ دعویٰ کرے کہ ہم بھی اصنام کو سامنے رکھنے سے یہی قصد رکھتے ہیں سو اول تو اس براءت کے دعوے سے اہل اسلام پر اعتراض مذکور عود نہیں کرتا وہ بحالہ مرتفع رہا جو کہ اس مقام پر مقصود اصلی ہے ثانیاً عام مسلمانوں اور عام کفار کی حالت تفتیش کرنے سے اس عدم پرستش کی نیت کے دعوے میں مسلمانوں کا راستہ گواہ اور دوسروں کا دروغ گو ہونا ہر وقت ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے۔ تیسرے علی سبیل التنزل کہا جاتا ہے کہ بر تقدیر راستی اس دعوے کے پھر بھی اس تعین اور تنقید کے لئے کسی شریعت غیر منسوخہ کا حکم پیش کرنا لازم ہے اور یہ بجز اہل اسلام کے دوسروں کے پاس مفقود ہے اور احقر نے جو بیان حکمت میں ترجمہ و تفسیر کے ضمن میں لفظ مثلاً اضافہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام خداوندی کی حکمتیں انحصار اور استیعاب کے ساتھ کسی کے ادراک میں نہیں آ سکتیں سو اس حکم میں بھی ہزاروں حکمتیں ہونگی ایک دو کے سمجھ جانے سے ان میں انحصار اور دوسروں کی نفی نہیں ہو سکتی: ۱۲ اور یہ جو فرمایا ہے کہ ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے اور اسی طرح یہ جو فرمایا ہے کہ وہ محیط ہیں اور ایسے مضامین جو ہوں ان سب میں زیادہ کھود کر یہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ جیسے حق تعالیٰ کی ذات کا پورا ادراک کسی بندہ سے ممکن نہیں اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت



فہم سے خارج ہے اجمالاً ان سب پر ایمان لے آوے اس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں۔ آگے اپنے کام میں لگنا چاہیے۔

عناشکار کس نشو و نام باز چیں کا بیجا ہمیشہ باد بدست است دام را معاملہ سی و نہم: ایضاً با شرکاء نصاری و مشرکین وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحٰنَہُ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں جیسا مختلف آیات میں ان اقوال کی خبر دی گئی ہے حق تعالیٰ اس قول کی قباحت اور بطلان کا بیان فرماتے ہیں یعنی) اور یہ لوگ (مختلف عنوان سے) کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ (کیا مہمل بات ہے) بلکہ (ان کے تو اولاد ہونا عقلاً ممکن نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اولاد غیر جنس ہوگی اور یا ہم جنس ہوگی۔ اگر غیر جنس ہو تب تو نا جنس اولاد ہونا عیب ہے اور حق تعالیٰ عیب سے پاک ہیں عقلاً بھی جیسا مسلم ہے اور نقلاً بھی جیسا سبحانہ مذکور کا بھی مدلول ہے اور اگر ہم جنس ہو تو اس لئے باطل ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں کیونکہ جو صفات کمال لوازم ذات واجبہ سے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص اور غیر اللہ میں معدوم ہیں اور انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی اس لئے غیر اللہ ذات واجبہ نہ ہوگا اور وجوب خود عین حقیقت یا لازم حقیقت ہے پس کوئی غیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشارک فی الحقیقت نہ ہو پس مجانبست باطل ہوگی اب صفات کمال کے حق تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونے کی دلیلیں مذکور ہوتی ہیں اول یہ کہ (خاص اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں (موجودات) ہیں) اور دوسرے یہ کہ مملوک ہونے کے ساتھ (سب ان کے محکوم (بھی) ہیں) (بایں معنی کہ ان کے تصرفات قدرت کو جیسے مارنا جیلانا بیمار کرنا وغیرہ کوئی نہیں ہٹا سکتا گوا حکام شرعیہ کو کوئی ٹال دے اور تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ (موجد (بھی) ہیں آسمانوں اور زمین کے اور (چوتھے یہ کہ ایجاد کی بھی قدرت ایسی عظیم اور عجیب ہے کہ) جب کسی کام کا (مثلاً پیدا ہی کرنا ہے) پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس (اتنی بات ہے کہ) اس کو (اتنا) فرما دیتے ہیں کہ ہو جائیں وہ (اسی طرح) ہو جاتا ہے (ان کو آلات و اسباب اور صنائع اور معینوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور یہ چاروں امر بحق تعالیٰ کے کسی میں نہیں پائے جاتے اور یہ مدعیان اولاد کے بھی مسلمات سے تھا پس دلیل سے مقدمہ اختصاص بھی ثابت ہو کر حجتہ تمام ہو گئی) **ہذا** اس کن کہنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مجاز ہو سرعب

مکون اور جلدی بنا دینے سے دوسرے یہ کہ حقیقت حق تعالیٰ کی یہی عادت ہو۔ اس پر دو شبہ کئے گئے ہیں ایک یہ کہ جب وہ شے موجود نہیں تو کن کس کو کہا۔ جواب یہ ہے کہ علم میں موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ خود کن بھی حادث ہے ورنہ قدم مکون کا لازم آوے گا اور اس کے لئے اگر کن ہو تو تسلسل لازم ہے۔ جواب یہ ہے کہ صرف لفظ کن کو بدوں کن کے پیدا کر دیا ہو اور اگر قدیم بھی مان لیا جاوے تب بھی تعلق کے حدوث سے مکون محدث رہے گا رہا خود اس تعلق حادث کے ایجاد کے لئے ایک دوسرا تعلق حادث ہونا اس لئے ضرور نہیں کہ تعلق لاموجود و لا معدوم ہے لہذا نہ ایجاد کی ضرورت ہے اور نہ علت ایجاد بننے میں کوئی اشکال۔ رہا کلام اس تعلق کے مرجع میں سو وہ ذات حق ہے اور بوجہ وجود صفت ارادہ کے جس کی ذاتیات یا لوازم سے ترجیح و تخصیص متی شاء ہے یہ ترجیح و تخصیص بلا مرجع و تخصیص بھی نہیں بلکہ وجہ ترجیح کا سوال کرنا **تخلل جعل بین الذات والذاتی یا بین الملزوم واللازم** کا تجویز کرنا ہے وہ باطل۔

التماس عام: حضرات ناظرین اس مقام پر مجھ کو اس خاص طرز پر طالب علمانہ تحریر میں بوجہ ضرورت تفہیم فلسفی مزاج صاحبوں کے معذور فرما دیں اور خود صرف ترجمہ کے ملاحظہ فرمانے پر قناعت کریں ان الفاظ میں غور نہ کریں۔

**ہذا** اور خاص خاص کاموں پر خاص خاص ملائکہ کا مقرر فرمانا اور اسی طرح اسباب اور مواد اور قوتی سے کام لینا یہ سب حکمت کے لئے ہے حاجت و استعانت کے لئے نہیں۔ **ہذا** بیضاوی نے کہا ہے کہ پہلی شراعت میں اللہ تعالیٰ کو سبب اول ہونے کی وجہ سے باپ کہا کرتے تھے جاہلوں نے ولادت کے معنی سمجھ لئے اس لئے کفر ٹھیرا اب دفع فساد کے لئے اصلاً اس کی اجازت نہیں۔

معاملہ چہلم: ایضاً با شرکاء نصاری و مشرکین وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَنْزِلُنَا آيَةً (الی قولہ تعالیٰ) قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (بعضے) جاہل (یہودی اور نصرانی اور مشرکین رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں) یوں کہتے ہیں کہ (خود) ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ (خواہ بلا واسطہ فرشتوں کے جس طرح خود فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں یا بواسطہ فرشتوں کے جس طرح پیغمبروں سے بطور وحی کے کلام فرماتے ہیں اور اس کلام میں یا تو خود ہم کو احکام بتلا دیں تو دوسرے رسول کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ محمد ﷺ ہمارے رسول ہیں تو ہم ان کی ہی رسالت کے قائل ہو کر ان کی اطاعت کرنے لگیں) یا (کلام نہیں کرتے تو) ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل (ثبوت رسالت کی) آ جاوے (حق تعالیٰ اولاد



اس بات کا جاہلانہ رسم ہونا بتلاتے ہیں کہ) اسی طرح وہ (جاہل) لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان ہی کا سا (جاہلانہ) قول (سو معلوم ہوا کہ یہ قول کوئی با وقعت اور باریک بینی پر مبنی نہیں یونہی ہانک دیا جاتا ہے پھر ثانیاً اس قول کا منشاء اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ) ان سب (اگلے پچھلے جاہلوں) کے قلوب (کج فہمی میں) باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں (اس لئے سب سے بات بھی ایک ہی سی پیدا ہوئی۔ پھر ثالثاً اس قول کا جواب دیتے ہیں اور چونکہ اس قول کا جزو اول حماقت محض تھا کہ اپنے کو اس لیاقت پر ہم پلہ ملائکہ اور انبیاء کا بنانا چاہتے تھے جو بالکل ہی بدیہی البطلان ہے اس لئے بقول مسلم۔ پس جواب احمق آدم سکوت ۱۱۵ اس کا جواب نظر انداز کر کے صرف دوسرے جزو کا جواب ارشاد ہوتا ہے کہ تم تو ایک دلیل کو لئے پھرتے ہو) ہم نے بہت سی دلیلیں (رسالت محمدیہ کے ثبوت میں) صاف صاف بیان کر دی ہیں (مگر وہ) ان لوگوں کے لئے (نافع و کافی ہو سکتی ہیں) جو یقین (اور اطمینان حاصل کرنا) چاہتے ہیں (اور چونکہ معترضین کو محض ضد اور کد ہی مقصود ہے اس لئے نظر حق طلبی سے ان کو تحقیق ہی منظور نہیں سوائے سو ایسوں کی تسلی و تشفی کا کون ذمہ دار بنے۔ ف: یہود و نصاریٰ کو باوجود اہل کتاب و اہل علم ہونے کے جاہل اس لئے کہہ دیا گیا کہ یہ بات جاہلوں کی سی کہی تھی کہ باوجود دلائل قویہ قطعیہ کثیرہ قائم ہو چکنے کے ابھی تک خود کئے جاتے ہیں۔

**ربط:** چونکہ یہاں اس کا محل تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس جہالت اور عناد سے تنگی ہو جاتی اور ان کے ایمان لانے کی کوئی صورت سمجھ میں نہ آنے سے غم ہوتا اس لئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں آپ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ: اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُنْصَلُ عَنْ الْجَحِيَّةِ (اے رسول) ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر (خلق کی طرف) بھیجا ہے کہ (ماننے والوں کو) خوشخبری سناتے رہے اور نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈراتے رہے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی (کہ ان لوگوں نے کیوں نہیں قبول کیا اور کیوں دوزخ میں گئے آپ اپنا کام کرتے رہے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر)۔

**ربط:** یہاں تک یہود کی چالیس قباحتیں جن میں سے بعض میں نصاریٰ بھی شریک ہیں بیان فرمائی گئیں آگے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسے ہٹ دھرم لوگوں سے امید ایمان نہ رکھنا چاہئے سو یہ مضمون ماسبق کا نتیجہ بھی ہے جس سے ان کے قبائح مذکورہ کی اور تاکید ہو گئی کہ جو شخص ایسا کج طبع ہو اس کی کبھی کم جاتی

ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا ازالہ فکر و غم بھی ہے کہ آپ ان کے عام طور پر ایمان لانے سے مایوس ہو جائیے اور پریشانی اور کلفت دل سے دور کیجئے تو اس مضمون تسلی کی بھی تاکید ہو گئی اور علاوہ ان مضامین کی تاکیدوں کے خود مستقل ان کی ایک قباحیت کا اور بھی بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنے کی تو ان کو کیا توفیق ہوتی وہ یہاں تک بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر محال میں ہیں اور قالایا حالاً ان کی زبان یا معاملہ سے بھی ان کی یہ کوشش ظاہر اور مفہوم ہوتی ہے تو اس تقریر پر یہ ان کا اکتالیسواں معاملہ قبیح ہوگا اور جناب رسول اللہ ﷺ جو بعض امور مباحہ میں اول اول اہل کتاب کی بغرض ان کی ملاطفت و تالیف قلب کے موافقت فرما لیتے تھے۔ اس میں اس پر بھی دلالت ہے کہ آپ اس قصہ کو جانے دیجئے گو اس سے جو آپ کی غرض ہے کہ کچھ نرم ہو کر اسلام لے آویں وہ بخیر ہے بہر حال یہ مضمون آئندہ چند فوائد پر مشتمل ہے اور قدر مشترک مایوس کرنا ہے ان خاص لوگوں کے مسلمان ہونے سے پس ارشاد ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى فَاَيْنَمَا تُولُوْا فَتَمَّ وَجْهُ اللَّهِ اس میں دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ مقید نہیں۔ قوله تعالى اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُنْصَلُ عَنْ الْجَحِيَّةِ یہ آیت اصل ہے ہمارے حضرات صوفیہ کی اس عادت کی کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اس کے در پے نہیں ہوتے۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من طریق علی بن ابی طلحة عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ لما هاجر الى المدينة امره الله ان يستقبل بيت المقدس ففرحت اليهود فاستقبلها بضعة عشر شهرا وكان يحب قبلة ابراهيم وكان يدعو الله وينظر الى السماء فانزل الله فولوا وجوهكم شطره فارتاب في ذلك اليهود وقالوا ولهم عن قبلتهم التي كانوا عليها فانزل الله قل لله المشرق والمغرب وقال فاينما تولوا فثم وجه الله اسناده قوى المعنى ايضا يساعده فليعتمد ۱۲. اقول ولا ينافي هذا السبب ما ورد فيه من روايات اخرى فقد قال في لباب النزول عن الزركشي قد عرف من عادة الصحابة والتابعين ان احدهم اذا قال نزلت هذه الآية في كذا فانه يريد بذلك انها تضمن هذا الحكم لا ان هذا كان السبب في نزولها فهو من جنس الاستدلال على الحكم بالآية لا من جنس النقل لما وقع آه فافهم فانه نافع جدا ۱۲. الذين لا يعلمون في المعالم قال ابن عباس اليهود وقال مجاهد النصاري وقال قتادة مشركوا (العرب) ۱۲.



**اللفات:** قانتون منقادون بدیع الابداع اختراع الشئ لا عن شئ دفعة قصی ای اراد شئنا واصل القضاء اتمام الشئ قولاً كقوله قضی ربك او فعلاً كقوله فقضا من سبع سموات ۱۲ بیضاوی.

**اختلاف القراءة:** قرأ ابن عامر فيكون بالنصب ۱۲ بیضاوی قال المحشى وهو مشكل لان جواب الامر يقتضى ان يكون للمكون كونان احدهما سبب للآخره فنصبه حملاً على صورة اللفظ وان كان معناه الخبر ۱۲. قرأ نافع ولا تسئل على صيغة النهی ايذانا بكمال شدة عقوبة الكفار وتهويلا لها اے انه لغاية فطاعة ما حل به لا يستطاع ان يسمع ۱۲ روح المعانى.

**العربية:** قال البيضاوی يوقنون يطلبون اليقين واشرت اليه فى الترجمة. فى روح المعانى قد بينا الأيت اي نزلنا ها بينة بان جعلنا ها كذلك فى انفسنا فهو على حد سبحان من صغر البعوض وكبر الفيل فى المعالم كل ما فى القرآن لولا فهو بمعنى هلا الا واحد او هو قوله فلولاً انه كان من المسيحين معناه فلول لم يكن ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** قوله مملوك ہیں سب جہتیں پریدہ بذلك تعبير

الجهات كلها بالمشرق والمغرب كما فى تفسير البيضاوی يريد بهمانا حتى الارض اے له الارض كلها ۱۲. قوله محيط ہیں جس طرح كاحاط اطلق الاحاطة سواء كانت ذاتا او صفة وماخذ هذا الاطلاق قول البيضاوی واسع باحاطة بالاشياء او برحمته و اشار بقوله جس طرح الى ما ذهب اليه المحققون فى المتشابهات من حملها على الحقائق مع وجوب اعتقادها مبهمة مجملة كما وردت ۱۲. قوله بعض يهودى فلا يرد ما قيل انه لم يوجد هذا القول فى كتب اليهود لا مكان تقول بعض العامة بذلك على خلاف مذهبهم ۱۲. قوله سبحان اللہيشير الى انه للتعجب ۱۲. قوله سبحانہ مذکور کا بھی مدلول ہے يشير الى كون التنزيه مدلولاً باشارة النص اما عبارة النص فللتعجب ۱۲. قوله فى ترجمة او تاتينا آية يا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجائے۔ هو اخذ بالحاصل والا فحق الترجمة اللفظية لاجل العطف هكذا يا ہمارے پاس کوئی دلیل کیوں نہیں آئی ۱۲. قوله جزاؤں حماقت الخ ماخذہ روح المعانى ۱۲.



وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ

اور کبھی خوش نہ ہو گئے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے جس کو خدا نے بتلایا ہے اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں

أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَتْلُونَهُ حَقَّ

ان کے غلط خیالات کا علم آپ کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا

تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ يَذُنُّ إِبْرَاهِيمَ إِذْ كُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ

حق ہے۔ ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے۔ اے اولاد یعقوب علیہ السلام میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر انعام کیا

عَلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْكُرُونَ ۚ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا

اور اس کو کہ میں نے تم کو بہت لوگوں پر نوبت دی۔ اور تم ذرا پسند سے جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پاوے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کو کوئی

شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ

سفارش مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا

اللہ ﷻ کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع اختیار کر لیا پس ارشاد ہے۔

ذکر منصفین اہل کتاب:

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ (السی قولہ تعالیٰ) فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ جن لوگوں کو ہم نے (توراة و انجیل) دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت (اس طرح) کرتے رہے جس طرح تلاوت کا حق ہے (کہ قوۃ علمیہ کو فہم مضامین میں صرف کیا اور قوۃ ارادیہ کو عزم اتباع حق میں استعمال کیا) ایسے لوگ (البتہ آپ کے) اس (دین حق اور علم وحی) پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا (کس کا نقصان کرے گا) خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے (کہ جو ثمرات ایمان پر عطا ہوتے ان سے محروم رہیں گے)۔

و ربط: اس مقام پر بنی اسرائیل کے متعلق جن مضامین خاصہ کا بیان کرنا مقصود تھا ان کا خاتمہ ہوا اب ان مضامین کی جو آغازی تمہید تھی جس کے اجمال کے یہ سب مضامین تفصیل تھے ختم پر اس کو پھر مکرر لاتے ہیں جس میں اس کا مضمون خاص یعنی ترغیب کے لئے انعام عام و خاص کا یاد دلانا اور ترہیب کے لئے قیامت کا پیش نظر کر دینا بوجہ تکرار کے خوب ذہن نشین ہو جاوے کیونکہ مقصود اعظم کلیات ہوتے ہیں جن کا خود استخراج بوجہ ان کے اختصار کے سہل ہوتا ہے اور بوجہ جامعیت اور انطباق کے ان کے ذریعہ سے ان کے جزئیات کا محفوظ رکھنا آسان ہوتا ہے اور محاورات میں یہ طرز بلیغ بھی اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے کہ مفصل اور مطول بات کرنے کے قبل اول ایک مجمل عنوان سے اسکی تقریر کر دی جیسا کہ قدر مشترک تمام تفصیل کے فہم میں معین ہو اور اخیر میں بطور خلاصہ اور نتیجہ تفصیل مذکور کے اسی مجمل عنوان کا پھر اعادہ کر دیا مثلاً یہ کہا جاوے کہ تکبر بڑی مضر خصلت

تفسیر: مایوسی کلی از ایمان مخالفین خاص:

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ (السی قولہ تعالیٰ) مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ اور کبھی خوش نہ ہو گئے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ (خدا نخواستہ) ان کے مذہب کے (بالکل) پیرو نہ ہو جائیں (اور یہ محال ہے پس ان کا راضی ہونا محال ہے اور اگر کبھی اس قسم کی بات ان کی زبان یا حال سے مترشح ہو تو) آپ (صاف) کہہ دیجئے کہ (بھائی) حقیقت میں ہدایت کا تو وہی راستہ ہے جس کو خدا نے (ہدایت کا راستہ) بتلایا ہے (اور دلائل سے ایسا راستہ صرف اسلام ہونا ثابت ہو چکا ہے پس راہ ہدایت وہی رہا) اور (یہ امر کہ آپ نعوذ باللہ ان کے مذہب کے پیرو ہو جائیں محال اس لئے ہے کہ اس سے ایک محال لازم آتا ہے کیونکہ) اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا (جس کو وہ اپنا مذہب سمجھتے ہیں مگر کچھ تحریف سے اور کچھ منسوخ ہو جانے سے اب وہ محض چند غلط خیالات کا مجموعہ رہ گیا ہے اور پھر اتباع بھی کسی حالت میں کہ) علم (قطعاً ثابت بالوحی) آپ کے بعد تو (ایسی حالت میں تو) آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار (بلکہ توبہ توبہ بھجے قہر میں گرفتار ہو جانا لازم آوے اور یہ لازم محال ہے کیونکہ دلائل قطعیہ سے دوام رضائے حق تعالیٰ آپ سے ثابت ہے پس غضب محال۔ اور اتباع مذکور سے یہ لازم آیا تھا اسلئے اتباع مذکور بھی محال اور بدول اتباع کے انکار راضی ہونا غیر ممکن تو ایسے امر کی امید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے اس سے دل کو خالی کر لینا چاہئے۔

و ربط: یہاں تک معاندین، اہل کتاب کا ذکر تھا اس کے بعد حسب عادت قرآن منصفین اہل کتاب کا بیان ہے جنہوں نے بعد وضوح حق کے جناب رسول



**اللفظ:** فی روح المعانی الملة فی الاصل اسم من املتت الكتاب بمعنی املیة ثم نقلت الی اصول الشرائع باعتبار انها یملیها النبی ووقع علی الباطل ایضا ۱۲۔

**البلاغة:** فی روح المعانی وحدت الملة وان كان لهم ملتان لایجاز او لانهما یجمعهما الکفر وهو ملة واحدة ۱۲۔ سئل استاذی رحمة اللہ علیہ عن النکته فی تقدیم الشفاعة فی السابق وتاخيرها ههنا فاجاب بان القوم كانوا اولاد الانبياء والائمة فكانوا يشقون بالشفاعة اکثر من الثقة بغيرها فكان الابتداء بنبيها والانتها به اولی حسماً لرغمهم واللہ اعلم۔

**الروایات:** المتعلقة بربط آیت ولن ترضی الخ فی المعالم وذلك انهم كانوا یسئلون النبی ﷺ الهدایة ویطمعون ان امهلتهم اتبعوا فانزل اللہ تعالیٰ هذه الآیة معناه انک وان هایتهم فلا یرضون بها وانما یطلبون ذلك تعللاً وقال ابن عباس هذا فی القبلة وذلك ان یهود المدينة ونصاری نجران كانوا یرجون النبی ﷺ حين كان یصلی الی قبلتهم فلما صرف اللہ القبلة الی الکعبة ایسوا ان یوافقهم علی دینهم فانزل اللہ تعالیٰ ولن ترضی الآیة۔ فی روح المعانی روى انه كان یلاطف کل فریق رجاء ان یسلموا فنزلت ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله یرید اشارة الی كون اللام للعهد فلا یشكل بایمان كثير من النصاری والیهود ۱۲۔ ۲۔ قوله ان کی زبان یا حال سے ماخذہ ما فی روح المعانی ثم ان هذا لیس ابتداء کلام منه تعالیٰ لعدم رضاهم بل هو حکایة لمعنی کلام قالوه بطریق التکلم لیطابقه قوله قل ویحتمل انهم قالوا ذلك فیما بینهم والامر بهذا القول لهم لا یجب ان یكون جواباً لعین تلك العبارة بل جواب ورد لما یستلزم مضمونها او یلزمه من الدعوة الی الیهودية والنصرانية وان الاهتداء فیہما وقیل یصح ان یكون لاقتناطهم عما یتمنونه ویطمعونہ ولبس بجواب ۱۲۔ ۳۔ قوله بشرطیکہ اشارة الی كون الجملة حالیة لكنها مقدرۃ لا محققة وما بعده خبراً للموصول ۱۲۔ ۴۔ قوله اس دین حق هکذا اعادة الضمیر الی الحق المذكور فیما قبل فی قوله انا ارسلناک بالحق وقوله بعد الذی جائک من العلم فی التفسیر العزیزی ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) وان اقلقک وهم ان الظاهر منه انک ان لم تتبع احوالهم کان لک ولی ونصیر یحفظک من اللہ فازحه بعلم کون مفهوم المخالف معتبراً۔ او یقال ان اصل المراد الوقوع فی القهر فاللازم فی صورة عدم الاتباع عدم الوقوع فی القهر ولا محذور فیہ ۱۲۔

ہے دیکھو اسمیں ایک ضرر یہ ہے دوسرا یہ ہے تیسرا یہ ہے دس ہیں مضرتوں کی تقریر کر کے پھر آخر میں کہہ دیا کہ غرض تکبر بڑی مضرت خصلت ہے اسی طور پر آیت یا بنی اسرائیل کا اعادہ فرمایا جاتا ہے۔

**اعادہ تمہید بطور تلخیص:**

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآئِیْلُ اذْكُرْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ (الی قوله تعالیٰ) وَلَا هُمْ یُنصَرُونَ اے اولاد یعقوب علیہ السلام میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر (وقفاً وقتاً) انعام کیا اور اس کو (بھی یاد کرو) کہ میں نے تم کو بہت لوگوں پر (بہت سی باتوں میں) فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے (یعنی روز قیامت سے) جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ (اور حق واجب) ادا کرنے پاوے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ (بجائے حق واجب کے) قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کو کوئی سفارش (جبکہ ایمان نہ ہو) مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو کوئی (بزرور) بچا سکے گا۔ ۵۔ اس کے متعلق ضروری امور اوپر اس آیت کی تفسیر میں گزر چکے ہیں اگر ضرورت ہو وہاں ملاحظہ فرمائے جاویں۔

**ربط:** یہاں تک بنی اسرائیل کے قبائح اور بے عنوانیوں کا بیان تھا جن میں سے ایک بے عنوانی یہ بھی تھی کہ بعض احکام کے نسخ پر خصوصاً حکم تحویل قبلہ پر ان کا اعتراض تھا جس کا جواب اوپر کی بعض آیات میں بضمن تقریر معاملہ سی و دوم وی و ششم بقدر کافی مذکور بھی ہوا ہے چونکہ اس حکم خاص میں ان لوگوں کا شور و شغب زیادہ تھا نیز ضعیف الاعتقاد لوگوں پر اس مخالفت کا اثر ہو جانا بھی چنداں عجیب نہ تھا اور نماز خود رکن اعظم اسلام کا ہے اس بحث کو اس سے تعلق تھا اس لئے یہ اسباب مقتضی تھے کہ اس مادہ خاص میں کسی قدر مفصل و مطول کا کلام کیا جاوے وہ مفصل کلام یہاں سے شروع ہو کر تقریباً چار رکوع تک ممتد ہوا ہے جس کی ترتیب بھی نہایت خوش اسلوب واقع ہوئی ہے کہ اول بانی کعبہ کی فضیلت اور ان کا امام خلق ہونا بیان کیا پھر کعبہ کی فضیلت اور اس کی بناء کا قصہ ذکر فرمایا اور اس کے سیاق و سباق میں بہت سے مضامین اسکے مناسب اور مؤید لائے گئے پھر حاکمانہ اختیار سے اس کعبہ کا قبلہ بنانا بیان کیا پھر اسمیں جو حکیمانہ مصالح مرعی ہیں ان کو ذکر فرمایا اور درمیان درمیان میں اور مضامین مناسب مقام ارشاد ہوئے جن میں امام القبلتین ﷺ کا تعلق و خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اور آپ کا فیہ خلق کیلئے نعمت عظمیٰ ہونا بھی بتلادیا گیا تاکہ ہر مذاق پر ہر پہلو سے مضمون کی تمہیم ہو جاوے۔



وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ٩٧

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ ان کو پورے طور سے بجالائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کی کو۔ ارشاد ہوا کہ میرا عہدہ

الظَّالِمِينَ ٩٧ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔ اور جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبود اور امن مقرر رکھا۔ اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو۔ اور ہم نے حضرت ابراہیم

وَاسْمِعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ٩٨ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا

اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کے واسطے اور رکوع اور جہدہ کرنے والوں کے واسطے اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اسکو ایک شہر

أَمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمْتِعْهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ

بنادینے اس کو اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں سے عنایت کیجئے مگر جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر ہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام دیناؤں گا پھر اسکو کشاکش

عَذَابِ النَّارِ وَيُشِّصَ الْمَصِيرُ ٩٩

عذاب دوزخ میں پہنچا دوں گا۔ اور ایسے پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے

**تفسیر:** فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ:

وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ (الہی قولہ تعالیٰ) قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں (اپنے احکام میں سے) اور وہ ان کو پورے طور سے بجالائے (اس وقت) حق تعالیٰ نے (ان سے) فرمایا کہ میں تم کو (اس کے صلہ میں) نبوت دے کر یا امت بڑھا کر (لوگوں کا مقتدا بناؤں گا انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو) (نبوت دیجیے) ارشاد ہوا کہ (آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اسکا ضابطہ سن لیجئے کہ) میرا یہ عہدہ (نبوت) خلاف ورزی (قانون) کرنے والوں کو نہ ملے گا (سو ایسے لوگوں کو تو صاف جواب ہے البتہ اطاعت کرنے والوں میں سے بعض کو نبوت دی جاوے گی)

**ف:** امتحان دو غرض سے ہوتا ہے کبھی تو اس واسطے کہ امتحان کرنے والا خود اس شخص کی حالت و لیاقت دریافت کرنا چاہتا ہے۔ سو یہ امتحان لینا تو ذات حق میں محال ہے کیونکہ ان کو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہے۔ اور کبھی امتحان لینے والا خود تو جانا کرتا ہے لیکن اور دیکھنے والوں کی نظر میں اس حالت کا پیش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ امتحان دینے والے کی عظمت مثلاً ثابت ہو جاوے اور دوسروں کو شکایت محرومی یا ترجیح کا موقع نہ رہے یا اگر امتحان کسی مجرم کا ہے تو خود وہ بھی اپنے دل میں انصاف کر لے اور دوسرے بھی شبہ جو روتعدی کا نہ کر سکیں تو ایسا امتحان لینا حق تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں جہاں کہیں حق تعالیٰ کا بندوں کو امتحان کرنا مذکور ہے وہاں یہی دوسری قسم مراد ہے چنانچہ اس مقام پر بھی یہی دوسری قسم مراد ہے اور وہ باتیں کتابوں میں کئی طرح لکھی

ہیں۔ بہر حال کچھ احکام تھے اور یہ امتحان اگر ایسے وقت تھا کہ هنوز خلقت کو احکام پہنچانے کا آپ کو حکم نہ ہوا تھا تو امامت للناس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو احکام پہنچانے کا کام دیا جاوے گا جو حاصل ہے نبوت کا پس اس قول پر اس وقت وحی تو نازل ہوگئی تھی لیکن اس وحی کی تبلیغ کا امر نہ ہوا تھا اور اگر یہ امتحان ایسے وقت تھا کہ تبلیغ وحی کا کام بھی کرنے لگے تھے تو امامت للناس کے معنی یہ ہونگے کہ اب جتنی امت ہے اس سے اور ترقی دوں گا مثلاً آپ کے زمانہ ہی میں اور لوگ بھی ایمان بکثرت لاویں گے یا یہ کہ آپ کی شریعت آپ کے بعد بھی مدتوں تک رہے گی جو کہ سبب ہے تضاعف اجر و ثواب کا کیونکہ نیک راہ پر چلنے کے ثواب میں اس راہ کا بتلانے والا بھی شریک ہوتا ہے جیسا احادیث میں بھی ہے تو یہ امر بھی اسی نبوت کے آثار سے ہے بہر حال ہر صورت میں حاصل اس کا نبوت کی تکمیل ہے اور انہیں یہ قید لگانا کہ جسکو نبوت ملے گی وہ ظالم نہ ہو دلیل ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معصوم اور بے گناہ ہونے کی کیونکہ ہر گناہ خلاف ورزی ہے احکام کی اور یہی حقیقت ہے ظلم کی اور دونوں کا جمع نہ ہونا صراحتہ ارشاد ہوا ہے پس جو حضرات نبوت سے مشرف ہو چکے ہیں یقیناً وہ گنہگار نہ تھے نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت اور جن قصوں میں ایسے امور مذکور ہیں وہ واقع میں گناہ نہیں ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر قصہ کے موقع پر اسکی تفسیر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے جن میں ایک قصہ حضرت آدم علیہ السلام کا گزر بھی چکا ہے وہاں دیکھ کر اسکی تصدیق کی جاوے اور لفظ عصیان یا ظلم وغیرہ جو کہیں وارد ہوا ہے اسکے معنی مجازی مراد ہیں کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب حقیقی معنی کسی دلیل سے معذور ثابت ہوں تو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اور دلیل تعذر



کی جس سے عصمت انبیاء علیہم السلام ثابت ہے ابھی بیان ہو چکی خوب سمجھ لو۔  
**ربط:** فضیلت بانی کے بعد آگے فضیلت بناء کا بیان فرماتے ہیں۔  
**فضیلت کعبہ:**

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا (الی قولہ تعالیٰ) وَالزَّكَاةَ التَّحِيُّوۃَ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ) جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبود اور (مقام) امن (ہمیشہ سے) مقرر رکھا اور (آخر میں امت محمدیہ کو حکم دیا کہ برکت حاصل کرنے کیلئے) مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے (بناء کعبہ کے وقت) حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک (صاف) رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کی (عبادت کے) واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے **فہا:** مقام امن دو وجہ سے فرمایا ایک تو یہ کہ اس میں حج و عمرہ و نماز و طواف ادا کرنے سے عذاب دوزخ سے امن ہوتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اگر کوئی خونی حدود کعبہ میں جس کو حرم کہتے ہیں جا گھسے تو وہاں اس کو سزائے موت نہ دیں گے البتہ رسد وغیرہ اس کی بند کر دیں گے یہاں تک کہ باہر نکل آوے پھر پکڑ لیں گے اور سوا خونی کے اور مجرموں کا اور حکم ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے دوسرے اماموں کے کچھ اور قول ہیں تو اس صورت میں اس امن کا وقوع نہیں بتلاتے بلکہ قانون بتلاتے ہیں۔ اور مقام ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی عمارت بنائی ہے وہ کعبہ کے پاس ایک محفوظ جگہ رکھا ہے وہاں نفلیں پڑھنا ثواب ہے اور جب طواف کرے تو اس وقت دو رکعت پڑھنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ آگے حدود کعبہ یعنی حرم اور اس کے سرکان کیلئے دعائے ابراہیمی کا ذکر ہے کہ وہ بھی دلیل ہے اس کی فضیلت کی۔

**فہا:** اور آیت میں جو مقام ابراہیم کو باوجود صغیر ہونے کے مصلیٰ فرمایا ہے سو صغیر اس سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس پر صرف قدم رکھنے سے بھی مصلیٰ ہونا صادق آتا ہے باقی یہ بات کہ اب اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود اسی کو محل صلوٰۃ بنانا ہے باقی اس کا محل مجاور بھی اسی کے تابع ہونے سے اسی کے حکم میں ہے جیسا مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو زائد ہوا ہے وہ اس کے تابع ہے۔

دعائے ابراہیمی برائے حرم و اہل حرم:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا (الی قولہ تعالیٰ) وَبِئْسَ الْمَصِيرُ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ) جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس (موقع) کو ایک

(آباد) شہر بنا دیجیے (اور شہر بھی کیسا) امن (امان) والا اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں (کی قسم) سے (بھی) عنایت کیجیے (اور میں سب بسنے والوں کو نہیں کہتا بلکہ خاص) ان کو (کہتا ہوں) جو کہ ان میں اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں (باقیوں کو آپ جانیں) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (کہ چونکہ رزق ہمارا خاص نہیں ہے اس لئے ثمرات سب کو دوں گا مومن کو بھی) اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر ہے (البتہ نجات آخرت چونکہ اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے) سو (اس واسطے) ایسے شخص کو جو کہ کافر ہے (تھوڑے روز (یعنی دنیا میں) تو خوب آرام برتاؤں گا) (لیکن پھر (بعد مرگ) اس کو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچا دوں گا اور ایسی پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے) (اللہ بچاوے) **فہا:** شہر ہونے کی دعا اس واسطے کی بھی کہ اس وقت یہ موقع بالکل جنگل تھا پھر اللہ تعالیٰ نے شہر کر دیا اور اس مقام پر امن اور آبادی کے متعلق دعا قبول ہونے کا ذکر تصریحاً نہیں فرمایا کیونکہ قانون امن کا منظور ہو جانا تو اس سے اوپر کی آیت میں مذکور ہو چکا ہے اور جب یہ فرمایا کہ یہاں کے رہنے والوں میں جو کافر ہوں گے ان کو بھی ثمرات ملیں گے اس سے خود مفہوم ہو گیا کہ یہ جگہ لوگوں کے رہنے کی ہوگی جو حاصل ہے شہر آباد ہونے کا۔ اور پھلوں کے ملنے کی یہ صورت کر دی کہ دور دور سے ہر قسم کی چیز اس شہر میں آتی ہے اور خاص نزدیک ہی دو منزل پر طائف ہے اس سرزمین کو خوب سبز و شاداب بنایا ہے وہاں سے سب طرح کی چیزیں میوے ترکاری بکثرت روز کی روز پہنچتی رہتی ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے جو کافروں کے لئے دعائے رزق نہیں مانگی غالباً وجہ اس کی یہ ہوئی کہ پہلی دعا کے جواب میں حق تعالیٰ نے ظالمین کو ایک نعمت کی صلاحیت سے خارج فرما دیا تھا اس لئے ادباً اس دعا میں ان کو شامل نہیں کیا کبھی مرضی کے خلاف ہو۔

**ربط:** آگے بناء کعبہ اور اس بناء میں بانی کے اخلاص اور اس کے ضمن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اختصاص کا بانی کعبہ کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا (الی قولہ تعالیٰ) الظَّالِمِينَ اس میں دلالت ہے کہ خلافت ارشاد یہ اخلاص عمل کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی۔

**اللفظ:** قال البیضاوی والکلمت قد یطلق علی المعانی ذریعتی نسل الرجل فعلیہ وفعولہ قلبت راء ہا الثالثة باء کما فی تفصیلت من الذرء بمعنی التفریق او فعولہ او فعیلہ قلبت همز تہا باء من الذرء بمعنی الخلق ۱۲۔ مثابة مرجعا یثوب الیہ اعیان الزوار او موضع ثواب یشابون لحجہ واعتمارہ ۱۲ بیضاوی عہدنا العهد الموتی واذا



عدی بالی کان معناه التوسیة کذا فی التاج ولما کان هذا التوسیة بطریق الامر فسر بالامر ۱۲ ع الطائفین والعاکفین فی روح المعانی احد الاقوال الغرباء الوافدون واهل البلد الحرام المقیمون ۱۲ .

**النحو:** قال البیضاوی قال انی الخ وان نصبت اذ ابتلی یقال فالمجموع جملة معطوفة علی ما قبلها ۱۲ . قوله من ذریتی عطف علی الکاف ای وبعض ذریتی كما تقول وزیدا فی جواب ساکرمک آ ۱۲ . امنا موضع امن واتخذوا علی ارادة القول ۱۲ بیضاوی ومن کفر عطف علی من آمن ای وازرق من کفر ایضا فالطلب بمعنی الخبر علی عکس ومن ذریتی فاندفع ان هذا العطف لا یصح لانه یقتضی التشریک فی العامل فیصیر قال ابراهیم وازرق فینا فیہ ما بعد ذلك ان تجعل العطف علی محذوف ای وازرق من آمن ومن کفر بلفظ الخبر ومن لا یقول بالعطف التلقینی یوجب ذلك قليلا صفة لمحذوف ای متاعا او زمانا قليلا ۱۲ کله من روح المعانی .

**الکلام:** احتج بعض اهل البدع بالآیة علی عصمة الائمة من اهل البيت وانت تعلم انه مع تفسیر الامامة بالنبوة ولو فی مرتبة الاحتمال لا یصح الاستدلال سیما وقد ثبت التفسیر ولو تأملت فی الفاظ الآیة تحققت هذا المعنی لان الله تعالی اسند هذا الجعل الی نفسه خاصة وهو یلیق بالنبوة لان الامامة المتنازع فیها مسند الی جعل الناس لانها شوری ۱۲ .

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابو نعیم من حدیث ابن عمران النبی ﷺ اخذ بيد عمر فقال یا عمر هذا مقام ابراهیم فقال عمر افلا نتخذہ مصله فقال ام او مر بذلك فلم تغب الشمس حتی نزلت هذه الآیة وقال الامر فیها للاستحباب اذا لم تبادر من المصلی موضع الصلوة مطلقا وقرآته علیہ الصلوة والسلام هذه

الآیة حین اداء الرکعتین بعد الطواف لا یقتضی تخصیصه بهما وقال فی المقام هو الحجر الذی ارتفع علیہ ابراهیم علیہ السلام حین ضعف من رفع الحجارۃ الی کان ولده اسماعیل یناوله اياها فی بناء البيت وفيه اثر قدمیه قاله ابن عباس وجابر وقتادة وغيرهم واخرجه البخاری وهو قول جمهور المفسرین ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله فی ترجمة فاتهمن اور الخ لاستعمالها فی لساننا موقع الفاء احيانا ۱۲ . ۲ قوله فی ترجمة عهدي عهد لان معنی العهد فی لساننا هو معنی العهد فی العربی بعینه ۱۲ . ۳ قوله فی ترجمة الظلم خلاف ورزی لان الظلم وضع الشئ فی غیر محله وهو حاصل هذه الكلمة ۱۲ . ۴ قوله فی ف نزل نبوت نزل نبوت ثم انتفاء الکبائر وتعتمد الصفات متفق علیہ بین اهل الحق نعم اختلفوا فی الصفات قبل النبوة فعلى ای معنی حملت الظلم نفية وللظلم مراتب ۱۲ . ۵ قوله فی ترجمة مثابة معبر هذه اللفظة جامعة لمعنی المثابة محل الثواب والمرجع لان المعبد یكون مرجعا للعابدين ۱۲ . ۶ قوله بركت حاصل اشار الی استحباب الاتخاذ ولا دلیل علی تخصیصه برکعتی الطواف لیرد النقص بوجوبهما علی الاستحباب ۱۲ .

۷ قوله مقام ابراهیم کواشار الی کون من زائدة كما نقل فی روح المعانی عن الاخفش ۱۲ . ۸ قوله پاک صاف رکھا کرو اشار الی ان التطهير كما یطلق علی احداثه یطلق علی ابقائه كما فی قوله تعالی وثیابک فطهر والرجز فاهجر ۱۲ . ۹ قوله فی ف قانون بتلاتے ہیں فلا یلزم الکذب لو نقض احد هذا الامن ۱۲ . ۱۰ قوله بچلوں کی قسم سے كما فی روح المعانی ای من انواعها ۱۲ . ۱۱ قوله سب بسنے والوں کو نہیں کہتا اشارۃ الی ان المقصود لیس اخرجهم عن الدعاء بل المقصود عدم ادخالهم فیہ وشتان ما بینهما كما فی روح المعانی احتراز من الدعاء لمن لیس مرضیا عنده تعالی ۱۲ .



وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

اور جب کہ اٹھارے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل علیہ السلام بھی اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے۔ بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں اے ہمارے پروردگار اور ہم کو

مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَإِنَّا مَنَّاسُكُنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اپنا اور زیادہ مطیع بنالینے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور ہم کو ہمارے حج کے احکام بھی بتلا دیجئے اور ہمارے عمل پر توبہ کیجئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توبہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ

اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں۔ بلاشبہ آپ ہی ہیں

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ قِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي

غالب القدرۃ کامل الانتظام۔ اور مطلب ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے حق ہو۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور

الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ

وہ آخرت میں بڑے سلاطین لوگوں میں شامل کئے جاتے ہیں جب کہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم جماعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے جماعت اختیار کی رب العالمین کی بھائی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم اپنے بیٹوں کو

وَيَعْقُوبُ يُبْنِي إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

اور یعقوب علیہ السلام بھی۔ میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا

تفسیر:

قصہ بنائے کعبہ و خلاص و دعائے بانی: وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ

الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ اٹھارے تھے ابراہیم علیہ السلام

دیواریں خانہ کعبہ کی اور (ان کے ساتھ) اسماعیل علیہ السلام بھی (اور یہ کہتے جاتے

تھے کہ) اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب

سننے والے جاننے والے ہیں (ہماری دعا کو سنتے ہیں ہماری نیوٹوں کو جانتے ہیں)

۞ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شرکت و طرح ہو سکتی ہے یا تو پتھر گارا دیتے

ہو گئے یا کسی وقت چنائی بھی کرتے ہوں۔

تمہ دعائے مذکور:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اے ہمارے پروردگار اور (ہم دونوں یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ) ہم کو اپنا اور

زیادہ مطیع بنالینے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو

آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتلا دیجئے

اور ہمارے حال پر (مہربانی کے ساتھ) توجہ رکھئے اور فی الحقیقت آپ ہی

ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اور (یہ بھی

دعا ہے کہ) اس جماعت کے اندر (جس کے پیدا ہونے کی دعا اپنی اولاد میں

سے کر رہے ہیں) ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو

آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب (کے

مضامین) کی اور (اس میں) خوش فہمی (کا سلیقہ حاصل کرنے) کی تعلیم دیا

کریں اور ان کو (اس تلاوت و تعلیم کے ذریعہ سے جہالت کے خیالات اور

اعمال سے) پاک کر دیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ (کہ سب

درخواستیں پوری کر سکتے ہیں) کامل الانتظام (کہ جو کام کرتے ہیں اس میں

کوئی فروگزاشت نہیں ہوتی)۔ ۞: مصداق دعائے ابراہیمی: جس

جماعت کا اس آیت میں ذکر ہے وہ صرف بنی اسماعیل ہیں جن میں جناب

رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے پس یہاں جن پیغمبر کے لئے دعا ہے اس سے

مراد بھی صرف آپ ہوئے کیونکہ یہ دعا دونوں صاحبوں نے کی ہے تو وہی

جماعت مراد ہو سکتی ہے جو دونوں کی اولاد میں ہوا اور پیغمبر کے ذکر میں کہا گیا

ہے کہ وہ اس جماعت میں سے ہوں تو وہ جماعت بنی اسماعیل ہوئی اور پیغمبر

آپ ہوئے جو کہ بنی اسماعیل میں سے ہیں اسی واسطے حدیث صحیح میں ارشاد

نبوی ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ظہور ہوں اور ہر چند کہ

یہ لقب اور صفت مسلم کی تمام امت محمدیہ کے لئے حاصل ہے جیسا مشاہد ہے

اور سورۃ انبیاء کے آخر میں هُوَ سَلَّمَ لَكُمْ الْمُسْلِمِينَ کی توجیہ بھی یہی ہے

لیکن تخصیص اولاد کی اس لئے ہے کہ اور لوگوں میں یہ اسلام ان اولاد کی

بدولت شائع ہوگا اس طور پر اس صفت میں یہ اصل ہوئے چنانچہ واقع بھی ایسا

ہی ہوا کہ بنی اسماعیل سے اسلام کی اشاعت ہوئی ان کی سچی بدنی سے بھی اور

تدبیر انتظامی سے بھی اور یہی حکمت ہے خلافت کے خاص ہونے میں قریش



غلط کاری تارک ملت ابراہیمی کہ در اسلام منحصر شدہ:

وَمَنْ يَرْغُبْ عَنْ نِعْمَةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ (الہی قولہ تعالیٰ) قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کریگا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور (ایسی ملت کے تارک کو کیونکر احمق نہ کہا جاوے جس کی یہ شان ہو کہ اسی کی بدولت) ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو عہدہ رسالت کے لئے (دنیا میں منتخب کیا اور (اسی کی بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں) (جن کیلئے سب ہی کچھ ہے اور یہ انتخاب عہدہ رسالت کیلئے اس وقت ہوا تھا جبکہ ان سے انکے پروردگار نے (بطور الہام کے) فرمایا کہ تم (حق تعالیٰ کی) اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی (پس اس اطاعت کے اختیار کرنے پر ہم نے انکو شرف نبوت دیدیا خواہ اسی وقت ہو یا بعد چندے)

ف: جواب اشکال عصیان در انبیاء قبل از اطاعت:

اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب اس وقت اطاعت اختیار کی تو نعوذ باللہ کیا اس سے پہلے مخالف اور عاصی تھے۔ جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر مخالفت کا تو کسی وقت بھی احتمال نہیں البتہ ایک ایسا زمانہ گزرنا ان پر بھی ممکن ہے جس میں وہ خالی الذہن رہے ہوں مثلاً جس وقت تک ہوش نہ سنبھالا ہو یا دلائل کی طرف التفات نہ فرمایا ہو اور خلو ذہن کو مخالفت و عصیان کہنا سراسر باطل ہے مخالفت کہتے ہیں وضوح حقیقت کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کو پھر جب ذہن میں حق کا ورود ہوتا ہے وہ خلو زائل ہو جاتا ہے اور وہ حضرات فوراً اس کو قبول کر لیتے ہیں اس ورود اور قبول کو اطاعت فرمایا گیا ہے پس وقت اطاعت کے قبل غایت مافی الباب خلو ذہن لازم آیا اور اسمیں کوئی اشکال نہیں عصیان و خلاف معاذ اللہ منہ لازم نہیں آیا خوب سمجھ لو۔

و: جس ملت کا فضل و شرف او پر مذکور ہوا ہے اسی کے فضل و شرف کی تاکید کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنی اولاد کو اسی ملت کی وصیت فرمایا آیت آئندہ میں ارشاد فرماتے ہیں جس میں یہودی خود ایک تصحیح بھی ہے کہ تم مثل ابراہیم علیہ السلام کے خود یعقوب علیہ السلام کے بھی خلاف کر رہے ہو۔

قصہ وصیت یعقوبیہ باسلام: وَوَضَعِي بِهَا إِبْرَاهِيمَ بَنِيَّ وَيَعْقُوبَ (الہی قولہ) فَلَا تَكْفُرُوا بِالْآلَاءِ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ اور اسی (ملت موصوفہ پر قائم رہنے) کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب

کے ساتھ جو کہ بنی اسماعیل ہیں معنی حکمت: اور خوش فہمی کا سلیقہ یہ ہے کہ بات میں سے بات نکال لیں اصل سے فرع کا حکم سمجھ لیں ایک نظیر کو دوسری نظیر پر برعایت اصول صحیح قیاس کر لیں جس کو اصطلاح میں اجتہاد اور تفقہ کہتے ہیں چنانچہ اتباع محمدیہ میں بہت اکابر اس صفت سے ممتاز ہوئے اور ان کی برکات سے آج عامہ مسلمین دین میں مستفیع ہو رہے ہیں اور اسی طرح جو پیغمبر میں تخصیص کی گئی کہ ان ہی میں سے ہوں اس میں بھی یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بہ نسبت دوسرے خاندانوں کے ایسے پیغمبر کی جو ان ہی کے خاندان سے ہوں دیانت و امانت و صدق اور نیز دوسرے مآثر جمیلہ و مفاخر جلیلہ کو زیادہ سمجھیں گے ایسوں کی تصدیق اور اتباع کو دوسرے کے اطمینان و یک سوئی خیالات و رفع خلجان و شبہات میں زیادہ اثر اور دخل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عام عرب قریش کے ایمان کے منتظر تھے انہوں نے جو اطاعت اختیار کی جو حق اسلام میں داخل ہونے لگے جس کی طرف سورہ

اذا جاء میں بھی اشارہ ہوا ہے۔

و: تحقیق ملت ابراہیمی و انحصار ش در اتباع محمدی ﷺ:

اوپر کی ان آیتوں سے ضمناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہبی طریقہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام اور اطاعت حق ہے جیسا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ میں منصوص ہے۔ اس مناسبت سے آیت آئندہ میں ان لوگوں کی غلط کاری بیان فرماتے ہیں جو باوجود دعویٰ اتباع ابراہیمی کے ان کے اس مذہبی طریقہ کو چھوڑے بیٹھے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد آپ کا اتباع اختیار نہیں کرتے اور اس سے اس طریقہ کا چھوڑنا اس طرح لازم آیا کہ حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ احکام الہیہ کی اطاعت کی جاوے۔ اب جس زمانہ کے لئے جو حکم ہو سو دلائل نقلیہ یعنی شہادت کتب سابقہ و وصایا انبیاء سابقین اور دلائل عقلیہ برہانیہ جب سب متفق ہیں ثبوت رسالت محمدیہ پر تو اب حکم کی اطاعت یہی ہے کہ آپ کا اتباع اختیار کیا جاوے جب بعد قیام برہان و وضوح حق کے بھی اتباع اختیار نہ کیا ظاہر ہے کہ اس طریقہ کا ترک لازم آیا چنانچہ سبب نزول بھی اس آیت آئندہ کا ایسا ہی قصہ ہے جیسا باب المنقول میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کہ یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور بڑے عالم تھے اپنے دو بھتیجوں سے جن کا نام سلمہ اور مہاجر تھا یہ فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں فرمایا ہے کہ میں بنی اسماعیل سے ایک نبی برپا کرنے والا ہوں جن کا نام احمد ہوگا اور جو شخص آپ پر ایمان لاوے گا وہ راہ ہدایت پر ہوگا اور جو ایمان نہ لاوے گا وہ ملعون ہوگا یہ سن کر سلمہ نے تو اسلام قبول کر لیا اور مہاجر نے انکار کر دیا اس باب میں یہ آیت آئندہ نازل ہوئی سو اس اعتبار سے یہاں تک بھی سلسلہ قبلہ یہود کے ذکر کا جاری ہے۔



علیہ السلام بھی (اپنے بیٹوں کو جس کا مضمون یہ تھا کہ) میرے بیٹا اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام و اطاعت حق کو) تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سو تم (دم مرگ تک اس کو مت چھوڑنا اور) بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

و بطل: اور پر ثابت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیٹوں کو اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی چونکہ یہود بلکہ نصاریٰ بھی ان دونوں حضرات کو اور ان کی وصیت کے موافق ان کی اولاد کو یہودی یا نصرانی بتلاتے تھے جیسا چند آیات کے بعد مذکور ہے  
 اَمْ تَقُولُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاْلَاَسْبَاطَ کَانُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَوْ نَحْنُۤیْ ۚ اور یہ دعویٰ اس مضمون مذکور اخبارِ وصیت کے خلاف تھا اسلئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں اسکی نفی ایک خاص طرز سے فرماتے ہیں اور اسمیں صرف یعقوب علیہ السلام کی تخصیص ذکر میں بایں وجہ کہ بنی اسرائیل انکی خاص اولاد ہیں فرماتے ہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ الْخَاصِلَ اس میں اصل ہے اس کی جو کہ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اپنے بعد اپنے سلسلہ کے باقی رہنے کی تمنا کرتے ہیں۔ قوله تعالى وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ لِقَاءِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مِنْ سَفَاهَةٍ نَفْسَةٍ اس میں اس قول کی اصل ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اور اس کی تقریر التکت الہدیۃ میں اخیر حدیث کی شرح میں مذکور ہے۔

**الخصائص:** القاعدة هي الأساس ورفعتها البناء وعليها فانه ينقلها عن هيئة الانخفاض الى هيئة الارتفاع ويحتمل ان يراد بها ساقات البناء فان كل ساق قاعدة ما يوضع فوقه ويرفعها بناءها ٢١ يضاهى. الاصطفاء اتخاذ صفوة الشئ اى خالصه ٢٢ روح المعانى. قال البيضاوى التوضيحية هو التقدم الى الغير بفعل فيه صلاح وقربة واصلاها الوصل يقال وصاه اذا وصله وفصاه اذا فصله كان الموصى يصل فعله بفعل الموصى قال المحشى سواء كان حالة الاحتضار اولا وسواء كان ذلك التقدم بالقول او بالدلالة وان كان الشائع فى العرف استعمالها فى القول المخصوص حال الاحتضار ٢٢.

**البلاغة:** يرفع حكاية حال ماضية ١٢ بوضوح وفي الكشف  
فان قلت هلا قيل قواعد البيت وامر فرق بين العبارتين قلت في  
الابهام القواعد وتبينها بعد الابهام ما ليس في اضافتها لما في  
الايضاح بعد الابهام من تفخيم لسان المبين ١٢ . ولقد  
اصطفيناه الخ في روح المعاني ايراد الجملة الاولى ماضوية  
لمضيتها من وقت الاخبار والثانية اسمية لعدم تقييدها بالزمان لان

انتظامه في زمرة صالحى اهل الآخرة امر مستمر فى الدارين لا انه يحدث فى الآخرة ١٢ فلا تموتن معناه فلا يكن موتكم الاعلى حال كونكم ثابتين على الاسلام فالنهي فى الحقيقة عن كونهم على خلاف حال الاسلام اذا ماتوا كقولك لا تصل الا وانت خاشع فلا تنهاه عن الصلوة ولكن عن ترك الخشوع فى حال صلوته فان قلت فإى نكتة فى ادخال حرف النهى على الصلوة وليس بمنهى عنها قلت النكتة فيه اظهار ان الصلوة التى لا خشوع فيها كلا صلوة فكانه قال انها كعنها اذا لم تصلها على هذه الحالة وكذلك المعنى فى الآية ١٢ كشف

**ملحقات الترجمة:** ١ قوله زيادة مطع كما في البيضاوى المراد طلب الزيادة فى الاخلاص ١٢ ٢ قوله حج وغيره زاد اللفظ الاخير جمعا بين الاقوال المختلفة فى تفسير المناسك ١٢ ٣ قوله توجه ركعتي فلا حاجة الى التاويل بتعليم الامة او الحمل على التواضع ١٢ ٤ قوله ينبغي دعاء اشارة الى كونه معطوفا على ما قبله من الدعاء ٥ قوله كمال الانظام كما فى البيضاوى المحكم لما يريد ١٢

٦ قوله ونى روبرانى الخ استفيد من الحصر بالنفى والاستثناء ١٢  
٧ قوله اپنى ذاتى من ماخذ احد الوجهين فى البيضاوى سغه فى  
نفسه فنصب بنزع الخافض وثانى الوجهين انه متعد اى جعل نفسه  
مهانة زليلة ورجحه فى الروح ١٢ . ٨ قوله كيوكراحتى نهكها جائى قال  
البيضاوى ولقد اصطفيه حجة وبيان لذلك ١٢ ٩ قوله لائق لوكون  
من اللياقة ههنا ليست بمعنى الاستعداد بل تطلق فى لساننا بمعنى  
الاتصاف بالخير والكمالات بالفعل ولا يخفى ما فيه من التناسب  
اللفوى والاصطلاحى وافاد كلمة من ترجمة بقوله شمار كما فى  
روح المعانى انتظامه فى زمرة الصالحين ١٢ . ١٠ قوله بطور البهام فلا  
يرد انه ان كان قبل النبوة فكيف الخطاب وان كان بعد النبوة فما  
معناه لان الاسلام يكون قبل النبوة بيقين ١٢ . ١١ قوله خواه اى  
وقت لانه يحتمل الوجهين الخطاب به قبل النبوة او قبلها بكثير كما  
فى الصبا مثلاً ١٢ . ١٢ قوله خلونى لازم آيا فلاحاجة الى ارتكاب  
المجاز فى الكلام ولادليل على امتناع حمله على الحقيقة اى  
احداث الاسلام بناء على عصمة الانبياء عليهم السلام كما قاله فى  
روح المعانى وجه عدم الاحتياج ان اللازم هو الخلو والذهول الذى  
لا ينافى العصمة والذى ينافيها هو الكفر معاذ الله ولم يلزم فافهم ١٢ .



أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ

کیا تم خود موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے

أَبَاكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٦٠﴾

جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم واسطعیل واطلق پر سنش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر رہیں گے۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے کام ان کا کیا ہوا آدے گا اور

كَسَبَتْ لَكُمْ فَاكْسِبْتُمْ وَلَا تَسْأَلُونَنَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةٌ

تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آؤ گے گا اور تم سے ان کے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تم بھی رملہ پر پڑ جاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہم تو ملتِ ابراہیم پر رہیں گے

إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

جس میں کئی کام نہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہ تھے۔ کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت احاق اور حضرت یعقوب

وَالشَّعَقُ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أَوْتَىٰ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أَوْتَىٰ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ

علیہم السلام اور ولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا انکے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں

وَنَحْنُ لَكُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٥﴾

سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہمتو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں

**تفسیر:** تاکید وصیت مذکورہ: اَمَّا كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ (الہی قولہ تعالیٰ) وَمَنْ لَّهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۰﴾ کیا (تم لوگ کسی معتبر صحیح نقل سے دعویٰ مذکورہ کرتے ہو یا) تم خود (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور) جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے (تجدید معاہدہ کے لئے) پوچھا کہ تم لوگ (میرے مرثیے) بعد کس چیز کی پرستش کرو گے انہوں نے (بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس (ذات پاک) کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ (حضرت ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے اور ہم (احکام میں) اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔ ف: کسی امر منقول کے دعویٰ کی صحت دو ہی طریق سے ہو سکتی ہے یا نقل صحیح یا اپنا مشاہدہ یہاں دونوں مفقود تو دعویٰ محض بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل عقلاً بھی نقل بھی دلیل عقلی کے خلاف تو اس واسطے کہ یہودیت نصرانیت حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوئیں اور یہ حضرات سابقین ان دونوں صاحبوں سے بزمانہ دراز متقدم ہیں جیسا آیت يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمُتَّخِذُوْنَ فِيْۤ اٰبَرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِہٖۤ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ میں یہی مضمون ہے اور دلیل نقلی کے خلاف اس لئے کہ خبر صادق یعنی قرآن کے خلاف اور جو صادق کے خلاف ہو کاذب ہے

چنانچہ آیت **قُلْ اِنَّكُمْ اَعْلَمُوْا اَمْرَ اللّٰهِ** میں جو عنقریب آتی ہے یہی مضمون ہے **ف:** جواب شبہ خصوص معنی اسلام یا عموم معنی یہودیت و نصرانیت: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اسی طرح اسلام شروع ہوا ہے رسول اللہ ﷺ کے وقت۔ سے اور آپ ان حضرات سے بہت بعد ہیں پھر اسلام ان حضرات کی ملت کب ہو سکتی ہے جواب اسکا اوپر جو اسلام کے معنی اطاعتِ حق کے کہے گئے ہیں اس سے ظاہر ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام کا ملتِ اسلام پر ہونا ثابت ہے بخلاف یہودیت یا نصرانیت کے کہ وہ خاص مذہب توراۃ یا مذہب انجیل کا نام ہے اور اگر اس کو کوئی لغت یا اصطلاحاً عام کہنے لگے جس سے مراد اسلام کا ہو جاوے تو ہم مناقشہ نہیں کرتے لیکن یہ معنی عام اتباعِ محمدیؐ کے منافی نہ ہونگے پس اس دعویٰ سے ترکِ اتباعِ محمدیؐ میں یہود و نصاریٰ کو کچھ نفع نہ ہوگا اور نہ محمدیوں کو جو باتباعِ محمدیؐ کے دعویٰ میں کوئی ضرر ہوگا خوب سمجھ لو۔

وہ بظہر: اوپر ان سب حضراتِ انبیاءِ محمد و صلین کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود نصاریٰ کا بوجہ ترکِ اتباعِ محمدیؐ اس ملت سے اعراض کرنا ثابت ہو چکا تو اس سے انکا عند اللہ غیر مقبول ہونا بھی لازم آگیا مگر ان لوگوں کو پیغمبروں کی اولاد میں ہونیکا یا مذہبِ اہل ان سے نامزد ہونے کا زعم اور اس پر فخر تھا اور اس انتساب کو باوجود مخالفتِ طریقہ کے قالایا حالاً اپنی تجارتِ آخرت میں کافی سمجھتے تھے جیسا آیت وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کا یہی مدلول ہے اسلئے اس



خیال کا غلط ہونا اور انتساب محض کا کافی ہونا آیت آئندہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔  
عدم کفایت انتساب بمقبولین در نجات:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (السی قولہ) وَلَا تَنْفَلُونَ عَنْهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (یہ) ان بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو (اپنے زمانہ میں) گزر چکی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے ان کے کیے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی (اور خالی تذکرہ بھی تو نہ ہوگا رہا اس سے تم کو نفع پہنچنا یہ تو بڑی دور ہے) ف: تحقیق اعتبار نسب در آخرت یا در دنیا: انتساب بالمقبولین کا نافع نہ ہونا اس شخص کیلئے ہے جو عقائد قطعیہ میں بھی ان مقبولین کا مخالف ہو گو طبعاً ان حضرات سے محبت بھی رکھتا ہو اور یہود و نصاریٰ ایسے ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت جو عقائد قطعیہ سے ہے اور سب انبیاء اسکے مصدق تھے یہ لوگ اسی میں مخالف تھے اور جو شخص ایسے عقائد میں موافق و متبع ہو گو کسی امر جزئی میں عاصی بھی ہو ایسے شخص کو اس انتساب کا کسی درجہ میں نافع ہونا خواہ شفاعت سے یا محبت سے یا بنا بر معیت کے محض مشیت سے یہ نصوص صحیح سے ثابت ہے اور اسی انتساب کو نسب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ یہ انتساب مؤمنین کو نافع ہوگا نہ کہ کفار کو اور نسب اس معنی کے اعتبار سے نافع ہے نہ کہ شرافت بالمعنی العرنی کے اعتبار سے خوب سمجھ لو، اب سب نصوص و دلائل مطابق و متوافق ہو گئے مثل آیت وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَيْتَ فَلَا انْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَآيَةُ أَنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْسَمُوا و حدیث شفاعت و حدیث الصبر مع من احب و حدیث یا فاطمة انقذی نفسک من النار لا اغنی عنک من اللہ شیئاً ر ہادینا میں تفاوت انساب اپنے آثار کے اعتبار سے بلاشبہ متضمن مصالح کثیرہ مشاہدہ ہے لیکن اپنا تفاخر اور دوسرے کی تحقیر حرام ہے۔

ربط: اوپر ملت اسلام کا حق ہونا اور یہودیت و نصرانیت کا دورہ نبوت محمدیہ میں موجب نجات نہ ہونا مذکور ہے آیت آئندہ میں یہودیت و نصرانیت کی طرف بلانے والوں کے قول کا جواب ارشاد ہے۔

جواب داعیان یہودیت و نصرانیت:

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا (السی قولہ تعالیٰ) وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور یہ (یہودی و نصرانی) لوگ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ (یہ تو یہود نے کہا تھا) یا نصرانی ہو جاؤ (یہ نصاریٰ نے کہا تھا) تم بھی راہ (حق) پر پڑ جاؤ گے (اے محمد ﷺ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ ہم تو (یہودی نصرانی کبھی نہ ہو گئے بلکہ) ملت ابراہیم (یعنی

اسلام) پر رہیں گے جس میں کبھی کا نام نہیں (بخلاف یہودیت و نصرانیت کے جس میں علاوہ محرف ہونے کے اس کے منسوخ ہو چکنے کے سبب اب اس میں کبھی آگئی) اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہ تھے ف: اس اخیر کے جملہ سے یا تو یہ مقصود ہے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے یہودیت و نصرانیت میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں شرک کی آمیزش ہو گئی جیسا آیت وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ وغیرہا سے مفہوم ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم موجد خالص تھے اس لئے بھی یہودیت و نصرانیت قابل اختیار کرنے کے نہیں رہی اس صورت میں یہ جملہ خود ایک مستقل دعوے کی دلیل ہو جاویگا اور یا مشرکین عرب پر رد کرنا مقصود ہے جو کہ بعض اعمال ملت ابراہیم مثل ختنہ و حج وغیرہ کی وجہ سے اپنے کو قبیح ملت ابراہیم کا سمجھتے تھے تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ اسطراداً ان پر بھی رد فرما دیا کہ تم میں اور ان میں جب شرک و توحید کا تفاوت ہے سو صرف بعض اعمال فرعیہ کی شرکت سے اتباع کا دعویٰ کب صحیح ہو سکتا ہے ف: دفع اشکال امر اتباع ملت ابراہیم علیہ السلام: اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو نبی مستقل صاحب شریعت مستقل ہیں پھر آپ کے ملت ابراہیم پر ہونے کے کیا معنی۔ اور اس سے بڑھ کر بعض آیات میں جو آپ کو امر ہے اتباع ابراہیم کا اس کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم کی تفسیر اوپر آچکی ہے کہ اطاعت حق ہے جو کہ ملت مشترکہ ہے جمیع انبیاء علیہم السلام میں اور اطاعت حق کے خصوصیات ہر شریعت جدیدہ کے زمانہ میں بدلتے رہے حتیٰ کہ اب شریعت محمدیہ میں آکر منحصر ہو گیا پس ملت ابراہیم ایک لقب ہے شریعت محمدیہ کا سو یہ کہنا کہ ہم ملت ابراہیم پر رہیں گے یا یہ کہنا کہ تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو مراد اور ہم معنی اس کا ہے کہ کہا جاوے کہ ہم شریعت محمدیہ پر رہیں گے اور تم شریعت محمدیہ کا اتباع کرو چنانچہ ایک آیت میں اسی توجیہ سے سب انبیاء کے اتباع کا حکم فرمایا فہذا ہم اقتدہ پس کوئی اشکال نہ رہا۔ رہا یہ امر کہ جب ملت ابراہیم یعنی اسلام ملت مشترکہ بین الانبیاء ہے تو اس کو ملت موسیٰ اور ملت عیسیٰ سے بھی ملقب کر سکتے ہیں پھر اس لقب کی تخصیص کیوں کی گئی سو اس کی وجہ دو ہیں ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب مانتے تھے سو دوسری تعبیر میں بعض کو وحشت ہوتی دوسرے یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ و حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت سے فروع عملیہ میں بھی ایک سا طریق ہے بخلاف اور شرائع کے کہ ان سے اصول و عقائد میں تو اتحاد ہے اور فروع میں اکثر تفاوت ہے خوب سمجھ لو۔



**وَبَط:** آگے اس ملتِ ابراہیمی کا خلاصہ بعنوان اقرب الی التسلیم ارشاد فرماتے ہیں۔  
خلاصہ ملتِ ابراہیم:

قَوْلًا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُونَ (مسلمانو یہود و نصاریٰ کے جواب میں جو تم نے اجمالاً کہا ہے کہ ہم ملتِ ابراہیم پر ہیں گے اس ملت کی تفصیل بیان کرنے کے لئے) کہہ دو کہ اس ملت پر رہنے کا حاصل یہ ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس (بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے) بھیجا گیا اور اس (حکم) پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب (میں جو نبی گذرے ہیں ان) کی طرف (بواسطہ وحی کے) بھیجا گیا اور اس (حکم اور معجزہ) پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے (سو ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی) اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی (دوسرے سے ایمان لانے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان رکھیں کسی پر نہ رکھیں) اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں (انہوں نے ہم کو یہ دین بتلایا ہم نے اختیار کر لیا پس یہ حاصل ہے اس ملت کا جس پر ہم قائم ہیں جس میں کسی کو اصلاً انکار و سرتابی کی گنجائش نہیں)۔ **ف:** حکم میں صحیفے اور کتابیں اور خالی وحی سب داخل ہیں سو ان حضرات میں سے بعض تو صاحب کتاب ہیں جیسے جناب رسول اللہ ﷺ و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم کو کچھ صحیفے ملے ہیں جیسا اس آیت میں ہے **صُحُفِ اِبْرٰہِیْمَ السَّخ** حاصل مضمون یہ ہوا کہ دیکھو ہمارا دین کیسا انصاف اور حق کا ہے کہ سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا جانتے ہیں سب کے معجزات کو حق پہچانتے ہیں گو بوجہ منسوخ ہونے اکثر احکام کے دوسری مستقل شریعت محمدیہ پر عمل کرتے ہیں لیکن انکار و تکذیب کسی کی نہیں بخلاف یہودیت و نصرانیت کے کہ منسوخ ہوئی کے علاوہ اب اسمیں کسی کی تصدیق ہے کسی کی تکذیب اور اخیر جملہ میں پھر اس ملت کے عنوان لقمی (اسلام) کی طرف اشارہ کر دیا وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُونَ سوائے حق اور انصاف کا دین تو ہمارے مخاطبین کو بھی قبول کر لینا چاہئے۔

**وَبَط:** یہاں تک دین حق کا ملتِ ابراہیمی میں منحصر ہونا ثابت ہو چکا آگے اس انحصار پر تفریع اور اسکے ساتھ فریق مخالف کے قبول حق نہ کر نیکی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی تسلی فرمائی جاتی ہے۔

**النحو:** ام کنتم شہداء قال البیضاوی منقطعة او متصلة آہ واخترت المتصلة وقدرت استندون الی النقل ام لا بل الی المشاہدۃ ۱۲۔ بل ملة ای نكون ملة ابراهيم ام اهل ملته حنیفا حال من المضاف او المضاف الیه ۱۲ بیضاوی ویجوز مجنی الحال من المضاف الیه عند صحة اقامة مقام المضاف کما ہنا فانہ یصح ۱۲ کمالین۔

**البلاغۃ:** الہا واحدا فائدتہ التصریح بالتوحید ونفی التوہم الناشئ من تکریر المضاف الذی وقع لتعذر العطف علی المجرور ۱۲ بیضاوی۔ فی روح المعانی وتقدیم المسند لقصر المسند الیہ علی المسند ولک ان تحمل الجملة الاولی علی معنی لہا ما کستہ لا یخطاها الی غیرہا والثانیۃ علی معنی ولکم ما کستمہ لا ما کسبہ غیرکم فیختلف القصر ان لاقتضاء المقام ذلک ۱۲۔ اوتی موسیٰ وعیسیٰ افرادہما بالذکر لان النزاع وقع فیہما احد لوقوعہ فی سباق النفی عام فساغ ان یضاف الیہ بین ۱۲۔

**اللفات:** فی روح المعانی الامۃ انت بمعان والمراد بہا ہنا الجماعة من ام بمعنی قصد ۱۲۔ الاسباط جمع سبط وهو الحافد یرید بہ حفدة یعقوب او ابنائہ وذراریہم فانہم حفدة ابراهيم واسحق ۱۲۔ **الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس قال قال ابن صوری للنبی ﷺ ما الہدی الا مانحن علیہ فاتبعنا یا محمد تہتدوا وقالت النصاری مثل ذلک فانزل اللہ فیہم ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ بزرگ لان الآباء ہنا یعم العم لکون اسماعیل علیہ السلام عما لیعقوب علیہ السلام ۱۲۔ ۲۔ قولہ پرستش کرتے آئے ہیں لان الالہ فی اللغۃ المعبود ۱۲۔ ۳۔ قولہ قائم رہیں گے افادہ الجملة الاسمیۃ للدوام والثبات ۱۲۔ ۴۔ قولہ رہیں گے لہما فی البیضاوی نکون ملة ابراهيم ام اهل ملة ۱۲۔ ۵۔ قولہ کجی کا نام نہیں جمع فیہ بین المعینین المذکورین فی روح المعانی ای مستقیما او متلاعن الباطل الی الحق ۱۲۔ ۶۔ قولہ جو نبی گذرے ہیں قد فسرت بہ للتحریر عن الاختلاف فی نبوة بنی یعقوب الصلیبۃ ۱۲ کے قولہ اس کیفیت سے اشرت بہ الی کونہ حالا من آما ۱۲۔



فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَأُولَٰئِكَ هُمُ فِي شِقَاقٍ فَبَيِّنْ لَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ

سواگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لائے تو وہ بھی رہے پرگ جاویں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو برسر مخالفت ہیں تو آپ کی طرف سے غریب ہی نہٹ لیں گے ان سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں

الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عِيدُونَ ۝ قُلْ آمَحْجُؤُنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رُبُّنَا وَرَبُّكُمْ

جانتے ہیں۔ ہم اس حالت پر ہیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور کوئی نہ جسکے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو اور ہم اسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ

وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کے لئے اپنے کو خالص کر رکھا ہے۔ یا کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۚ قُلْ أَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً

اور یعقوب اور اسحاق اور یعقوب یہود یا نصاریٰ تھے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہہ دیجئے کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ۔ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا انفاء کرے

عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

جو اس کے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں

کے رنگ دینے کی حالت سے خوبتر ہو (جب اور کوئی دوسرا ایسا نہیں تو ہم نے اور کسی کا دین بھی اختیار نہیں کیا) اور (اس لئے) ہم اسی کی غلامی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

و بطن: اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ پر پورے طور پر حجت قائم ہو چکی پھر بھی وہ لوگ وہی دعویٰ بلا دلیل برابر کیے جاتے تھے کہ مسلمان باطل پر ہیں ان کو آخرت میں نجات نہ ہوگی اور ہم حق پر ہیں کیونکہ جس طریق پر ہم ہیں یہ سب انبیاء اسی پر تھے حق تعالیٰ نے پہلے ان دونوں امر کی تحقیق فرمادی ہے اب پھر دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم ہوتی ہے۔

تعلیم جواب دعویٰ اہل کتاب: قُلْ آمَحْجُؤُنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رُبُّنَا وَرَبُّكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ (اب بھی) ہم سے حجت کیے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں (کہ وہ ہم کو قیامت میں نہ بخشیں گے) حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا (سب کا) رب (اور مالک) ہے سو ربوبیت میں تو تمہارے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں جیسا تمہارے بعض دعووں سے اختصاص مفہوم ہوتا ہے مثل نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا (یہاں تک تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے) اور (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ) ہم نے صرف حق تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے اپنے (دین) کو (شرک وغیرہ سے) خالص کر رکھا ہے (بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک سے بھی مخلوط ہے جیسا ان کے اقوال عَزَّيْزُ بْنُ اللَّهِ اور الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ سے ظاہر ہے اور اس میں ہم کو اللہ نے ترجیح دی ہے پھر ہم کو نجات نہ ہونے کے کیا معنی) یا (اب بھی اپنے حق پر

تفسیر: تفریع بر مضمون سابق: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (یعنی جب اوپر طریق اسلام میں دین حق کا منحصر ہونا ثابت ہو چکا) سواگر وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ (حق) پر لگ جاویں گے اور اگر وہ (اس سے) رو گردانی کریں تو تم انکی روگردانی سے کچھ تعجب نہ کرو کیونکہ وہ لوگ تو (ہمیشہ سے) برسر مخالفت ہیں ہی (اور اگر ان کی مخالفت سے کچھ اندیشہ ہو) تو (سمجھ لیجئے کہ) آپ کی طرف سے غریب ہی نہٹ لیں گے ان سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ (تمہاری اور ان کی باتیں) سنتے ہیں (اور تمہارے اور ان کے برتاوے) جانتے ہیں (تمہاری فکر و غم کی کوئی ضرورت نہیں) چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں یہود اور نصاریٰ اور بھی سب کفار کو مغلوب کر دیا جیسا تواریخ متواترہ میں بھی منقول ہے۔

و بطن: اس دین حق کا لقب اوپر جو مصلحت ابراہیم آیا ہے اس میں اضافت ایک نبی کی طرف ہٹا گئے اس کا مزید شرف ظاہر کرنے کو اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی جاتی ہے نیز اس میں تو حید کا بھی زیادہ اہتمام ہے کہ دین کا حقیقی مضاف الیہ حق تعالیٰ ہی ہیں اور نبی کی طرف اضافت بملاہستہ واسطہ تبلیغ ہونے کے ہے۔

مزید اظہار شرف اسلام: صِبْغَةَ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَنَحْنُ لَهُ عِيدُونَ (اے مسلمانو کہہ دو کہ ہم نے جو اوپر تم لوگوں کے جواب میں کہا ہے کہ ہم مصلحت ابراہیم پر ہیں گے اس کلام کی حقیقت یہ ہے کہ) ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے (اور رنگ کی طرح ہمارے رنگ دریشہ میں بھر دیا ہے) اور (دوسرا) کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ



**اللفظ الشقاق** قال البيضاوي هو المناوأة والمخالفة فان كل واحد من المتخالفين في شق غير شق الآخر ۱۲ . ولهم صرفهم واصلهم من الولي وهو حصول الثاني بعد الاول من غير فصل ۱۲ روح المعاني ولا يخفى ما في الترجمة من رعاية اصل المأخذ مع الفصاحة محاوره ولله الحمد ۱۲ .

**النحو والبلاغة:** بمثل قال البيضاوي قيل الباء للآلة (وليست صلة للايمان) دون التعدية والمعنى ان تحروا الايمان بطريق يهدي الى الحق مثل طريقكم آه واخترت هذا الوجه في الترجمة فلاحاجة الى القول بزيادة الباء او المثل وحقيقة هذا الوجه ان المؤمن به متوحد متفرد والايمان به متعدد لانه عرض بتعدد بتعدد المحال الذين هم المؤمنون فايمان زيد مثلاً ليس عين ايمان عمرو بل مثله وكذا كيفية كل من الايمانين تماثلان من غير اتحاد فالهم صبغة الله قال البيضاوي نصبها قيل على البدل من ملة ابراهيم آه قلت واخترت هذا الوجه كما دلت عليه الترجمة ۱۲ في روح المعاني الصبغة بالكسر فعلة من صبغ وهي الحالة التي يقع عليها الصبغ عبر بها عن التطهير بالايمان بما ذكر على الوجه الذي فصل لانه ظهر اثره عليهم ظهور الصبغ على الصبوغ وتداخل في قلوبهم تداخله فيه فصار حلية لهم فهناك استعارة تحقيقية تصريحية والقربة الاضافة والجامع ما ذكر آه قلت وروعي هذا كله في الترجمة ۱۲ .

**النحو:** في روح المعاني في الله في دينه والهمزة للانكار قلت ويلزم من المحاجة في الدين المحاجة في امر النجاة. قلت ايضاً ولم آخذ في تفسير الآية بما اشتهر من كونها جواباً لقولهم انك لو كنت نبياً لكنت منها لاصطفائنا بالنبوة الخ لان السيوطي حكم بعدم ثبوته كما في روح المعاني ام تقولون ام اما متصلة معادلة للهمزة واما منقطعة مقدرة ببل والهمزة دالة على الاضراب والانتقال من توبيخ الى توبيخ وقرأ غير ابن عامر وحمزة والكسائي وحفص ام يقولون وام حينئذ منقطعة وحكي ابو جعفر عن بعض النحاة جواز الاتصال لانك اذا قلت اتقوم يا زيد ام يقوم عمر وصح الاتصال الخ من الله قال البيضاوي من لابتداء كما في قوله براءة من الله ۱۲ في روح المعاني عن القفال ان لفظ سيقول مراد منه الماضي وان الآية نزلت بعد تحويل القبلة قلت ويساعده الرواية التي اسوق كما ستري والسين لمجرد التاكيد واوردت بتوفيقه تعالى في ترجمة ما هو المستقبل لفظاً والماضي معنا وللتاكيد زدت لفظ ضرور ۱۲ .

**الرواية:** في روح المعاني روى البخاري عن البراء رضى الله تعالى عنه قال لما قدم رسول الله ﷺ المدينة فصلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهراً او سبعة عشر شهراً او كان رسول الله ﷺ يحب ان يتوجه الى الكعبة فانزل الله تعالى قد نرى تقلب وجهك في السماء الى آخر الآية فقال السفهاء وهم اليهود ما ولهم عن قبلتهم الى آخر الآية وفي رواية ابى اسحق وعبيد بن حميد وابى حاتم عنه زيادة فانزل الله تعالى سيقول السفهاء الخ ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** قوله تجب نه كروا إشارة الى حذف الجزاء ۱۲ . قوله همزة افاده الجملة الاسمية ۱۲ . قوله اني دين كروا إشارة الى تقديره بقوله تعالى مخلصين له الدين ۱۲ . قوله في ربطها مكرراً شاذ الخ اخترت كون الآية للتاكيد وذكرها فيها وجوهاً اخر ۱۲ .

**اختلاف القراءة:** مر في بيان النحو مع الوجه ۱۲ .

هونے کے ثابت کرنے کو بھی) کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب (میں جو انبیاء گذرے ہیں یہ سب حضرات) یہود یا نصاریٰ تھے (اور اس سے بواسطہ موافقت طریق کے اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو اس کے جواب میں) اے محمد ﷺ (ایک اتنی مختصری بات ان سے) کہہ دیجیے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ (اور ظاہر ہے کہ خدا ہی زیادہ واقف ہے اور وہ ان انبیاء کا ملت اسلام پر ہونا ثابت کر چکے ہیں جیسا ابھی اوپر گذر چکا ہے) اور (جانتے وہ بھی ہیں مگر چھپاتے ہیں سو) ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا اختفاء کرے جو اس کے پاس من جانب اللہ پہنچی ہو اور (اے اہل کتاب) اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں (پس جب یہ حضرات یہود و نصاریٰ نہ تھے سو تم طریقہ دین میں ان کے موافق کب ہوئے پھر تمہارا حق پر ہونا بھی ثابت نہ ہوا ف: اخبار اخلاص سے دعویٰ کمال کا مقصود نہیں بلکہ مناظرہ مذہبی میں اپنے طریق دین کا اظہار مقصود ہے جو کہ امر ضروری ہے۔

**ربط:** اوپر آیات وَمَنْ يَرْغَبْ مِنْهَا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ اول تک جیسا ان حضرات انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود نصاریٰ کا اس ملت سے اعراض کرنا اور اس وجہ سے انکا عند اللہ غیر مقبول ہونا بیان ہوا تھا اور اس کے بعد ان لوگوں کے اس فخر و زعم کا کہ ان مقبولین سے انتساب نجات آخرت کے لئے کافی ہے جواب دینے کے لئے آیت تِلْكَ اُمَّةٌ ارشاد فرمائی گئی تھی وہی مضمون بوجہ اختلاف غرض کہ سابق میں ان کو ابتدائی جواب دینا مقصود تھا اور یہاں آخری جواب جیسا تقریر بالا سے واضح ہوا اس مقام پر بھی وارد ہوا ہے جس پر اسی فخر و زعم مذکور کا پھر موقع تھا اس لئے تاکید اور ان کے اس زعم میں غلط کاری کی تجدید کے لئے وہی آیت تِلْكَ اُمَّةٌ مکرراً شاذ فرماتے ہیں۔

تکرار مضمون عدم کفایت انتساب بمقبولین و نجات آخرت: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَنْهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو (اپنے زمانہ میں) گذر گئی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے ان کے کیے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی (اور جب خالی تذکرہ بھی نہ ہوگا تو اس سے تم کو کچھ نفع پہنچنا تو درکنار) ف: اس مضمون کے متعلق فائدہ پہلے مقام پر گذر چکا۔

**ربط:** احقر نے اوپر آیت وَاِذَا بَلَغَ اِبْرٰهٖمُ الْاُكْلَ اٰتٰهُنَّ اَنْبِیَآءُہُمْ کی جبربط میں بیان کیا ہے کہ اعتراض تحویل قبلہ کا جواب چند اجزاء پر شامل ہے ان میں سے بعض اجزاء تو یہاں تک مع اپنے مضامین متعلقہ کے بیان ہوتے ہوئے آئے اور بعض اجزاء باقی ہیں ان میں سے ایک جزو ہے حاکمانہ جواب سو وہ آیت آئندہ سَمِیْعُوْلُ السُّفٰہَہِ میں مذکور ہوتا ہے اور اس جواب کی تمہید میں ان کے جاہلانہ اعتراض کی بھی تصریح فرمائی گئی ہے۔



تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کے کام ان کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے انکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِينَ كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي

اب تو بیوقوف لوگ ضرور کہیں گی کہ ان کو انکے قبلہ سے جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدل دیا۔ آپ فرمادیجئے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں۔ جس کو خدا ہی چاہیں

مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ

سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۖ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۚ وَإِنْ

گواہ ہوں۔ اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹا جاتا ہے۔ اور یہ

كَانَتْ لَكِبْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّكُمْ إِنَّا بِاللَّهِ بِالنَّاسِ لَرُءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۷﴾

قبلہ کا بدلنا ہوا بڑا اقل مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

تفسیر: جواب حاکمانہ شبہ تحویل قبلہ:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ (الہی قولہ تعالیٰ) يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾

(جب کعبہ قبلہ نماز مقرر ہو کر یہود کا قبلہ متروک ہو گیا تو بوجہ ناگواری کے)

اب تو (یہ) بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے

(سابق سمت) قبلہ سے (کہ بیت المقدس تھا) جس طرف پہلے متوجہ ہوا

کرتے تھے کس بات نے (دوسری سمت کی طرف) بدل دیا آپ (جواب

میں) فرمادیجئے کہ سب (سمتیں خواہ) مشرق (ہو) اور (خواہ) مغرب (ہو)

سب اللہ ہی کی ملک ہیں (خدا تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے جس سمت کو چاہیں مقرر

فرمادیں کسی کو منصب علت دریافت کرنے کا نہیں ہے اور سیدھا طریق احکام

شرعیہ کے باب میں یہی اعتقاد ہے لیکن بعضوں کو اس راہ کے اختیار کرنے کی

توفیق نہیں ہوتی خواہ خواہ علیتیں ڈھونڈتے پھرا کرتے ہیں البتہ) جس کو خدا ہی

(اپنے فضل سے) چاہیں (یہ) سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں ۚ: جس امر کو

اس مقام پر صراط مستقیم کہا گیا ہے فی الحقیقت سلامتی اور امن اسی طریق میں

ہے اس وقت میں اکثر نوخیز طبائع نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے اور احکام

کی علل کی تفتیش میں لگ گئے ہیں جن میں بعض کی غرض تو نعوذ باللہ احکام شرعیہ

کی توہین یا تکذیب اور اس پر اعتراض کرنا ہوتا ہے اور بعض کو اسی بہانہ سے اپنی

جان عمل سے بچانا مقصود ہوتا ہے اور بعض کی غرض فاسد نہیں ہوتی لیکن فہم

عالی اور دقیق و کافی نہ ہونے سے نتیجہ اس کا اکثر بددینی اور بداعتقادی ہوتا ہے

اس مقام پر پھر وہ شعر دہراتا ہوں۔

زباں تازہ کردن باقرار تو

نیکی بخش علت ازکار تو

واللہ الموفق۔ ربط: قبول احکام شرعیہ کے باب میں جس امر کو اوپر صراط مستقیم فرمایا

گیا ہے چونکہ جماعت محمدیہ نے بے چون و چرا اس کو اختیار کر لیا اس لئے آیت

آئندہ کے آغاز پر بطور جملہ معترضہ کے اس جماعت کی مدح اور فضیلت بیان

فرماتے ہیں اور پھر مطلب اصلی کی طرف رجوع فرمائیں گے۔

مدح امت محمدیہ:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ

شَهِيدًا۔ اور (اے متبعان محمد ﷺ) اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک

جماعت بنادی ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے تاکہ (دنیا میں

شرف و امتیاز حاصل ہونے کے علاوہ آخرت میں بھی تمہارا بڑا شرف ظاہر ہو

(کہ) تم (ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء علیہم

السلام ہونگے اور فریق ثانی ان کی مخالف تو میں ہوگی ان مخالف) لوگوں کے

مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو اور (شرف بالائے شرف یہ ہو کہ) تمہارے

(قابل شہادت اور معتبر ہونے کے) لئے رسول اللہ ﷺ گواہ ہوں (اور اس

شہادت سے تمہاری شہادت معتبر ہونے کی تصدیق ہو پھر تمہاری شہادت سے

اس مقدمہ کا حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں فیصلہ ہو اور مخالفین مجرم قرار

پا کر سزایاب ہوں اور اس امر کا اعلیٰ درجہ کی عزت ہونا ظاہر ہے)

ۚ: حدیثوں میں اس کی یہی تفسیر آئی ہے کہ ائمہ سابقہ کے کفار حق تعالیٰ سے

کہہ دیں گے کہ ہم کو آپ کے احکام ہی کی اطلاع نہیں ہوئی انبیاء علیہم السلام

دعویٰ کریں گے کہ ہم نے اطلاع دیدی تھی انبیاء سے گواہ طلب کیے جاوینگے وہ

حضرات امت محمدیہ کو اپنا گواہ بتلا دیں گے اس امت کو بلا کر پوچھا جاوے گا یہ انبیاء



کے موافق گواہی دینگے ان سے پوچھا جاوے گا تم کو کیونکر واقفیت ہوئی یہ کہیں گے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے اس واقعہ کے ثبوت کے دلائل قطعیہ پہنچے ہم کو اس لئے واقفیت ہے پھر اسناد جرح مدعی علیہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر ان گواہوں کے معتبر ہونے کے متعلق سوال ہوگا آپ ان کے معتبر و قابل شہادت ہونے کی تصدیق فرماوینگے اس پر اجلاس احکم الحاکمین سے فیصلہ کر دیا جاوے گا اس روایت پر جو مبنی تفسیر کا ہے بظاہر چند شبہ ہو سکتے ہیں اول یہ کہ امت محمدیہ انبیاء سے زائد معتبر نہیں ہیں پھر ان کے صدق کو ان کی شہادت سے ثابت کرنا کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ زیادہ معتبر تو وہی حضرات ہیں لیکن چونکہ اس مقدمہ میں فریق ہو گئے لہذا دوسرے گواہ درکار ہو گئے گو وہ ان سے ادنیٰ ہوں البتہ معتبر ہوں چنانچہ دنیا کی عدالتوں میں شب و روز یہی قصہ ہوتا ہے کہ اگر تحصیل دار جو خود بھی صاحب اجلاس ہوتا ہے کسی گستاخ مخالف چہر اسی کا کسی مقدمہ میں فریق بن جاوے تو حاکم اعلیٰ کے اجلاس میں تحصیل دار سے گواہ طلب کیے جاوینگے گو وہ تحصیل دار سے ادنیٰ درجہ کے ہوں۔ دوسرا شبہ یہ کہ وہ لوگ امت محمدیہ کی شہادت پر بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم انبیاء کو نعوذ باللہ راستگو نہیں سمجھتے تو ان لوگوں کو کیوں راستگو سمجھیں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہ امر بھی دنیوی عدالتوں کے معاملہ سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ گواہوں پر ایسا اجمالی جرح کرنا مدعی علیہ کو اختیار حاصل نہیں مثلاً مثال مفروض میں وہ گستاخ چہر اسی حاکم اعلیٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب میں تحصیل دار صاحب کو سچا نہیں سمجھتا تو ان کے اس گواہ کو کیوں سچا مانوں گا بالخصوص اگر وہ گواہ بھی سرکاری ہو جیسا کہ اس روز امت محمدیہ اسی حیثیت سے گواہی میں پیش کیے جاوینگے۔ تیسرا شبہ یہ ہے کہ جب امت محمدیہ نے اس واقعہ کو معائنہ نہیں کیا تو اول تو یہ شہادت کیسے دینگے پھر وہ لوگ اسی بناء پر اچھا خاصہ جرح کر سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ مدار شہادت کا طریق صحیح مفید للیقین سے یقین حاصل ہو جانا ہے چونکہ محسوسات غیر ثابت بالوحی میں وہ طریق منحصر ہے مشاہدہ میں لہذا مشاہدہ مدار ہے شہادت کا اور محل نزاع میں گو واقعہ محسوسات سے ہے لیکن ثابت بالوحی ہوئی وجہ سے بواسطہ طریق وحی کے اسکا یقین حاصل ہے جو اصلی مدار ہے شہادت کا لہذا گواہی بر محل ہے اور اسمیں مجال جرح نہیں۔ جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مردہ کو جسکے بدن پر کوئی ظاہری علامت زخم وغیرہ نہیں ہے دیکھ کر اپنی مہارت فن کے ذریعہ سے اظہار کر دے کہ یہ شخص مرض سے نہیں مرا بلکہ کسی ضرب شدید سے مرا ہے اور اس بناء پر قاتل کی تحقیقات کا سرکاری حکم ہو جاوے سو باوجودیکہ اس مقام پر گواہی ڈاکٹر کی بنا بر معائنہ واقعہ کے نہیں لیکن چونکہ قواعد صحیحہ کے ذریعہ سے ضرب شدید تشخیص کی

گئی لہذا اسکا اعتبار کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا فائدہ معلوم ہو ہی چکا ہے اسمیں کوئی سوال کی بات نہیں رہی۔ اور ہر پہلو سے معتدل جو کہا گیا اس کا مصداق اس حکم خاص تحویل قبلہ میں مثلاً یہ ہے کہ نہ ایسے عامی کہ اگر احکام کی حکمت بتلائی جاوے تب بھی نہ سمجھیں نہ ایسے فلسفی کہ اگر نہ بتلائی جاوے تو بدوں اس کے طے کیے ہوئے حکم ہی کو نہ مانیں چنانچہ یہاں حکمت نہیں بتلائی ویسے مان لیا آگے بعض حکمتیں بتلا دیں انکو جان لیا اور جو شخص ایسا معتدل الطبع ہوگا وہ ضرور اچھا ہوگا اس لئے دنیا و آخرت میں صاحب شرف ہوگا۔ رجوع بمطلب سابق بحث قبلہ: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا (السی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَخَبِيرٌ (اور اصل میں تو شریعت محمدیہ کیلئے ہم نے کعبہ ہی کو قبلہ تجویز کر رکھا تھا) اور جس سمت قبلہ پر آپ (چند روز قائم) رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس مصلحت کے لئے تھا کہ ہم کو (ظاہری طور پر بھی) معلوم ہو جاوے کہ (اس کے مقرر ہونے سے یا بدلنے سے یہود اور غیر یہود میں سے) کون تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے (اور نفرت اور مخالفت کرتا ہے اس امتحان کے لئے اس عارضی قبلہ کو مقرر کیا تھا پھر اصلی قبلہ سے اس کو منسوخ کر دیا) اور یہ قبلہ کا بدلنا (منحرف لوگوں پر) ہوا بڑا ثقیل (ہاں) مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے (سیدھے طریق کی) ہدایت فرمائی ہے (جس کا بیان اوپر آچکا ہے کہ احکام الہیہ کو بے چون و چرا قبول کر لینا ان کو کچھ بھی گراں نہیں ہوا جیسا پہلے اس کو خدا کا حکم سمجھتے تھے اب اس کو سمجھنے لگے) اور (ہم نے جو کہا ہے کہ بیت المقدس قبلہ غیر اصلی تھا اس سے کوئی شخص یہ دوسو نہ لاوے کہ بس تو جتنی نمازیں ادھر پڑھی ہیں ان میں ثواب بھی کم ملا ہوگا کیونکہ اصلی قبلہ کی طرف نہ تھیں سو اس دوسوہ کو دل میں نہ لانا کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان (کے متعلق اعمال مثلاً نماز کے ثواب) کو ضائع اور (ناقص) کر دیں (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (ایسے) لوگوں پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (تو ایسے شفیق مہربان پر یہ گمان کب ہو سکتا ہے کیونکہ کسی قبلہ کا اصلی یا غیر اصلی ہونا تو ہم ہی جانتے ہیں تم نے تو دونوں کو ہمارا حکم سمجھ کر قبول کیا اس لئے ثواب بھی کسی کا کم نہ ہوگا) ف: مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ بننا بعض عرب پر گراں ہوا تھا کہ وہ کعبہ کو مانتے تھے اور اس کا منسوخ ہونا یہود پر گراں ہوا کہ وہ کعبہ کو نہ مانتے تھے حتیٰ کہ بعضے خام اعتقاد لوگ اسلام سے بھی پھر گئے تھے۔ تفسیر عجیب لعلم: اور یہ جو کہا گیا کہ ظاہری



اولا وقدمت آخر لان المراد في الاول اثبات شهادتهم على الامم وفي الثاني اختصاصهم بكون الرسول شهيدا عليهم آ ۱۲

**النحو مع التوجيه:** وما جعلنا القبلة في روح المعاني احد الوجوه هي صخرة بيت المقدس والتي مفعول ثانی لجعل لا صفة القبلة والمفعول الثاني محذوف اے قبلة اھ فی الكشف یعنی اصل امرک ان تستقبل الکعبة وان استقبالک بیت المقدس کان امرا عارضا لغرض وانما جعلنا القبلة الجهة التي كنت عليها قبل وقتک هذا وهي بیت المقدس لمتحن الناس وننظر من يتبع الرسول منهم ومن لا يتبعه وينفر عنه آ ۱۲ ان كانت لكبرة هي ان المخففة التي تلزمها اللام الفارقة والضمير في كانت لما دل عليه قوله وما جعلنا القبلة التي كنت عليها من الروة او التحويلة او الجعلة ويجوز ان يكون للقبلة قوله ممن ينقلب في روح المعاني ومن هذه للفصل كالتی فی قوله تعالى واللہ يعلم المفسد من المصلح آ ۱۲

**البلاغة:** قدم رء وف على رحيم لان الرافة مبالغة في رحمة خاصة وهي رفع المكروه وازالة الضرر والرحمة اعم منه ومن الافضال ودفع الضرر اهم من جلب النفع روح المعاني آ ۱۲ والكلام من باب الاستعارة التمثيلية بجامع ان المنقلب يترك مافي يديه ويدبر عنه على اسوء الاحوال الرجوع آ ۱۲

**الروايات:** في روح المعاني اخرج الامام احمد وغيره عن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ يجيئني النبي يوم القيامة ومعه الرجل والنبي ومعه الرجلان واكثر من ذلك فيدعي قومه فيقال لهم هل بلغكم هذا فيقولون لا فيقال هل بلغت قومك فيقول نعم فيقال له من يشهد لك فيقول محمد وامته فيدعي محمد وامته فيقال لهم هل بلغ هذا قومه فيقولون نعم فيقال وما علمكم فيقولون جاءنا نبينا ﷺ فاخبرنا ان الرسل قد بلغوا فذلك قوله تعالى وكذلك جعلناكم امة وسطا وفي رواية فيوتى بمحمد ﷺ فيسال عن حال امته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم وذلك قوله عز وجل ويكون الرسول عليكم شهيدا و اسند نحوه في فتح العزيز عن البخاري وغيره قلت ويتعين التفسير به بعد ثبوت الرواية آ ۱۲ في لباب النقول عن ابن اسحق عن البراء قال رجال من المسلمين ودونا لو علمنا علم من مات منا قبل ان تصرف الى القبلة وكيف بصلا تنا قبل بيت المقدس فانزل الله وما كان الله ليضيع ايمانكم آ ۱۲ (بقية صفحہ ۹۳ پر)

طور پر وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تو سب امور پہلے ہی سے حقیقہ معلوم ہیں اور اہل حق اجمالاً اس کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں لیکن قبل ظہور یا وقوع چونکہ بندوں کو خود اس واقعہ کا علم نہیں ہوتا اس لئے بالتعمین والتفصیل خاص طور پر اعتقاد نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ خاصہ علم الہی میں تھا اور بعد ظہور وقوع یہ حکم بھی کر دیا جاتا ہے ظاہری طور پر علم ہونے سے یہ مراد ہے اور ایک تقریر اس کی یہ ہو سکتی ہے جو مظہری میں ہے شیخ ابو منصور کہتے ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جس چیز کو ہم پہلے سے اس طرح جانتے تھے کہ وہ موجود کی جاو گی اسکو ہم موجود فی الحال جان لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں جن چیزوں کو وہ موجود کرنا چاہتا ہے اس طرح تو علم ہے کہ اسکو فلاں وقت میں موجود کروں گا لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اسکو ازل میں ایسی چیزوں کا اس طرح علم تھا کہ وہ فی الحال موجود ہے کیونکہ جب وہ واقع میں موجود نہیں تو اسکو خلاف واقع موجود فی الحال کیسے جان سکتا ہے اور یہ تغیر معلوم میں ہوا ہے علم میں نہیں ہوا اھ اب اسمیں کوئی اشکال نہ رہا۔

**ربط:** حاکمانہ جواب دے کر اب حکیمانہ جواب شروع ہوتا ہے جس میں کئی حکمتوں کی طرف اشارہ ہے۔

**النحو:** وكذلك في روح المعاني اعتراض بين كلامين وقعا خطابا له ﷺ استطراداً لمدح المؤمنين بوجه آخر وقوله كذلك كثيرا ما يقصد بها تثبيت ما بعدها وذلك لان وجه الشبه يكون كثيرا في النوعية والجنسية كقولك هذا الثوب كهذا الثوب في كونه خزا او بزاً وهذا التشبيه يستلزم وجود مثله ونبوته في ضمن النوع فاريد به على طريق الكناية مجرد الثبوت لما بعده ولما كانت الجملة تدل على الثبوت كان معناها موجودا بدونها وهي مؤكدة له فكانت كالكلمة الزائدة وهذا معنى قولهم ان الكاف مقحمة لا انها زائدة كما يوهمه كلامهم آ ۱۲ قلت فهو تحقيق عجيب ينشط منه الاذهان ولو تأملت في ترجمتي لوجدتها مرعيا فيها هذا التحقيق والاخصر عندي ان يقال ان المشبه به هو الجعل الكلّي والمشبه هو الجعل الجزئي لهذا الكلّي تأمل. اے کما ان جعلنا کلّیا فی ذہنک حصل هذا الجعل مثل ذلك بحيث يصدق ذلك الكلّي على هذا الجزئي كما يقال في لساننا اب تو ایسا انتظام کر دیا ہے مکان قوله یہ انتظام کر دیا ہے علیکم فی روح المعانی وکلمة الاستعلاء لما فی الشہید من معنی الرقیب او لمشاکلة ما قبله واخرت صلة الشهادة



قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھادیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔ اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ وَلَٰكِنْ

اپنے چہروں کو اسی کی طرف کیا کرو۔ اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہے ان کے پروردگار ہی کی طرف سے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے۔ اور اگر

آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ فَاتَّبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَٰكِنْ

آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے، اور ان کا کوئی فرق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر

اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ

آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہونے لگیں

**تفسیر:** حکمت اول: قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ (الی قولہ تعالیٰ)

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (آپ جودل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں

اور امید و جی میں بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھتے ہیں کہ شاید فرشتہ

حکم لے آوے) سو ہم آپ کے منہ کا (یہ بار بار آسمان کی طرف اٹھادیکھ

رہے ہیں اور چونکہ ہم کو آپ کی خوشی پوری کرنا منظور ہے) اس لئے ہم (وعدہ

کرتے ہیں کہ) آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی

مرضی ہے (اور) پھر (حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ) اب سے اپنا چہرہ (نماز میں)

مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجیے اور (یہ حکم کچھ تخصیصی نہیں بلکہ قانون عام

ہے کہ) تم سب لوگ (پیغمبر بھی امتی بھی) جہاں کہیں موجود ہو (خواہ مدینہ میں

یا اور جگہ حتیٰ کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہر جگہ نماز کے اندر) اپنے چہروں کو

اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور (اس قبلہ کے مقرر ہونے کے متعلق) یہ

اہل کتاب بھی (بالعموم اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے کہ نبی آخر

الزمان کا قبلہ اس طرح ہوگا) یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے

(اور) ان کے پروردگار ہی کی طرف سے (ہے مگر عناد امانتے نہیں) اور اللہ

تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے: اس آیت سے بیت

المقدس کا منسوخ کرنا اور کعبہ کو مقدر کرنا منظور ہے اور باوجودیکہ یہ حکم اس

میں موجود بھی ہے پھر بھی اس کے جزو اول میں وعدہ فرمایا گیا تا کہ وعدہ سن کر

اول وعدہ کی خوشی ہو اور بعد انتظار کے ساتھ کے ساتھ ایفا ہونے سے پھر

دوسری خوشی ہو تو دو گونہ مسرت ہووے اور یہ طرز مسرت انگیز اس مقام کے

کہ اس میں ایک حکم کی بناء آپ کی رضا پر بیان کی گئی ہے زیادہ مناسب ہے۔

حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ

کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لئے اسی کو قبلہ مقرر کر دیا۔ رہا یہ کہ آپ کی

خوشی اس میں کیوں تھی وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی علامات نبوت

میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کے قبلہ کی یہ جہت ہوگی اللہ تعالیٰ نے

آپ کے نورانی قلب میں اسی کے موافق خواہش پیدا کر دی۔ **دلیل:** اوپر

فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب اس قبلہ کا حق اور من جانب اللہ ہونا دل میں جانتے

ہیں آگے ان کا عناد نہ ماننا بیان فرمایا جاتا ہے۔

عناد اہل کتاب در باب حکم قبلہ: وَلَٰكِنْ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

(الی قولہ تعالیٰ) إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ اور (باوجود ان لوگوں کے سب

کچھ سمجھنے کے انکی ضد کی یہ حالت ہے کہ) اگر آپ (ان) اہل کتاب کے

سامنے تمام (دنیا بھر کی) دلیلیں (جمع کر کے) پیش کر دیں جب بھی یہ

(کبھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور (ان کی موافقت کی امید اس لئے نہ

رکھنا چاہیے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونے والا نہیں اس لئے) آپ بھی ان

کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے (پس کوئی صورت موافقت کی باقی نہیں رہی) اور

جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے ان میں باہم بھی موافقت نہیں کیونکہ

ان کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا (مثلاً یہود

نے بیت المقدس لے رکھا تھا اور نصاریٰ نے مشرق کی سمت کو قبلہ بنا رکھا تھا)

اور (خدا نخواستہ آپ تو کسی طرح ان کے قبلہ منسوخ غیر مشروع کو لے ہی نہیں

سکتے کیونکہ) اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو (گودہ اصل میں حکم

آسمانی رہے ہوں لیکن اب بوجہ منسوخ ہونے کے ان پر عمل کرنا محض نفسانی

تعصب ہے سو اگر آپ ایسے خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے

پاس علم (قطعی یعنی وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں

شمار ہونے لگیں (جو کہ تارکین حکم ہیں اور آپ کا ظالم ہونا بوجہ معصوم ہونے

کے محال ہے اس لئے یہ امر کہ آپ ان کے خیالات کو کہ منجملہ ان کے ان کا



قبلہ بھی ہے قبول کر لیں نیز محال ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى فَلَئِنْ لَبِيتَكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا اس میں اصل ہے مقام مرادیت کی۔

**اللغات:** فَلَئِنْ لَبِيتَكَ فَلْنَمُكِّنَكَ مِنْ اسْتِقْبَالِهَا مِنْ قَوْلِكَ وَلَيْتَهُ كَذَا إِذَا جَعَلْتَهُ وَالْيَا أَوْ فَلْنَجْعَلَكَ تَلَى جِهَتِهَا دُونَ جِهَةِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ مِنْ وَلِيهِ وَنَامَتِهِ وَوَلِيَةِ آيَاهِ أَوْ لَيْتَهُ مِنْهُ وَالتَّوْلِيَةُ إِذَا كَانَتْ مُتَعَدِيَةً بِنَفْسِهَا إِلَى تَمَامِ الْمَفْعُولِينَ كَانَتْ مُسْتَعْمَلَةً بِأَحَدِ الْمَعْنِيِّينَ الْمُتَقَدِّمِينَ وَإِذَا كَانَتْ مُتَعَدِيَةً إِلَى وَاحِدٍ فَمَعْنَاهَا الصَّرْفُ أَمَّا عَنِ الشَّيْءِ أَوْ إِلَى الشَّيْءِ ۱۲ رُوحُ الْمَعْنَى.

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج النسائی عن ابی سعد بن المعلى قال كنا نغسلوا فی المسجد فمررنا یوما ورسول الله ﷺ قاعد علی المنبر فقلت حدث امر فجلست فقراء رسول الله ﷺ قد نری تقلب وجهک فی السماء الآية فقلت لصاحبی تعال نرکع رکعتین قبل ان ینزل رسول الله ﷺ فنکون اول من صلی فصلینا هما ثم نزل رسول الله ﷺ فصلی للناس الظهر یومئذ فما اشتهر من نزولها فی الصلوة وتحوله علیه السلام فیها لایعول علیه کما هو مصرح فی روح المعانی وغیره.

**النحو:** ولئن آتیت الذین الخ عطف علی وان الذین وما الله بغافل عما یعملون اعتراض بین الکلامین ۱۲ رُوح المعانی. **البلاغة:** فلنولینک وجاء هذا الوعد قبل الامر لفرح النفس بالاجابة ثم بانجاز الوعد فیتوالی السرور مرتین ۱۲ رُوح المعانی. فی الکشاف فان قلت کیف قال وما انت بتابع قبلتهم ولهم قبلتان قلت کلا القبلتین مخالفة لقبلة الحق فکانتا بحکم الاتحاد فی البطلان قبله واحدة ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی ترجمه فاء فلنولینک اس لئے لفائدة الفاء الترتیب ۱۲. ۲. قوله یہ الل کتاب اشارة الی کون الموصول للعهد وفیهم ورد قوله تعالی الاتی ما تبعوا قبلتک فلا ینقض بایمان البعض منهم وزدت کلمة بالعموم بقرینة ماسیاتی من قوله وما بعضهم بتابع وهو یشتمل الیہود والنصارى ۱۲. ۳. قوله لے رکھا تعالی قوله ببارکھا تعالی ان هذا کان عملهم واختلفوا هل کان بنص عندهم او اجتھاداً منهم ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) مراد یہ ہے کہ من جملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم اور یہ مراد نہیں کہ یہاں کوئی دوسرا حکم مذکور ہے۔ ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۹۱) **ملحقات الترجمة:** ۱. قوله یہ حملاً للام السفهاء علی العهد وفسرته بالیہود لروایة البخاری ۱۲. ۲. قوله نہایت اعتدال افاده کلمة الوسط فانه بتحریک الوسط ساکن وتبکین الوسط متحرک فافهم ۱۲. ۳. قوله محض اس مصلحت هذا الحصر اضافی لاحقیقی لان فیما شرعه الله تعالی حکماً لا تحصی لکن الذی یقرب من الافہام ویناسب ذکرہ للمقام هو هذا واعلم ایضاً ان هذه الحکمة لیست للتحویل بل للجعل المنسوخ فلا ینافی دعوتنا فی تقریر الارتباط المتعلق بآیة واذا بتلی من کون بیان حکمة التحویل مبتدیان من قوله قد نری ۱۲. ۴. قوله ظاہری طور پر الخ محصل هذا الوجه ان المراد بالعلم ہنا علم یعلم العباد بحصولہ لنا عیناً وان كانوا یعلمون بحصولہ لنا اعتقاداً کلیاً ذلک ان تقرر هذا الوجه بما فی المظہری والتحقیق ما قال الشیخ ابو منصور الماتریدی رحمہ الله تعالی ان المعنی الا نعلم کائننا موجوداً ما قد علمنا انه یكون ویوجد فالله سبحانه عالم فی الازل بکل ما اراد وجودہ انه یوجد فی الوقت الذی شاء وجودہ فیہا ولا یجوز ان یقال انه عالم فی الازل بانه موجود کائن فی الحال لانه لیس بموجود فکیف یعلمہ موجوداً کائننا علی خلاف الواقع والتغیر علی المعلوم لا علی العلم وان استقریت الوجوہ المذكورة فی هذا الحکمت ان شاء الله تعالی بکونه اقرب من سائرہا بای التقریرین اخذت والله اعلم ۱۲. ۵. قوله یہود اور غیر یہود میں سے الی قوله اختیار کرتا ہے ماخذہ ما فی البیضاوی لما ہاجر امر بالصلوة الی الصخرة تالفا للیہود ۱۲. ۶. قوله ایمان کے متعلق اشارة الی ان فی الکلام مجازاً بتسمیة الصلوة ایماناً للملابسة ۱۲. ۷. قوله مفسرین نے نقلہ فی الکبیر ولو اخذت الانقلاب عاماً فی الارتداد والبقاء علی الکفر کما یفہم من الکبیر باعتبار ترکہ الدلائل کانت الآية عامة للمرتدین والثابتین علی الکفر لاسیما الیہود وکان من اجزاء المعنی باعتبار حال هؤلاء ان هذا الجعل انما کان لامتحان الیہود ایہم یؤمن بناءً علی الموافقة فی اعظم امور الدین فلما لم یوافقوہ لم یرج منهم قبول الاسلام وتبین امرہم فی العناد فحولناہ الی قبلہ الاصلیة ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) تقریر احتمال ثانی کی یہ ہے کہ ہم نے بیت المقدس کو قبلہ اس لئے مقرر کیا تھا تا کہ مقرر ہونے کے بعد وہ بدلا جاوے اور اس کے بدلنے سے یہ معلوم ہو جاوے کہ کون متبع اور کون غیر متبع الخ فافہم ۱۲۔



الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ٥٥

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول اللہ کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں، اخفاء کرتے ہیں۔ یہ امر واقعی

مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ٥٦ وَلِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مَوْلَاهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ٥٧ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ

منجانب اللہ ہے سو ہرگز شک و شبہ انہما والوں میں شمار نہ ہونا۔ اور ہر شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا رہا ہے، سو تم نیک کاموں میں لگاؤ کرو تم خواہ کہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو حاضر کر دیں گے

جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥٨ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جاویں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھا کیجیے۔ اور یہ بالکل حق ہے

مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٥٩ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ

من جانب اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلاً بے خبر نہیں۔ اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھیے۔ اور تم لوگ

مَا لَكُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ٦٠ وَلَئِمَّ

جہاں کہیں ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف رکھا کرو تا کہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو نہ رہے مگر ان میں جو بے انصاف ہیں تو ایسے لوگوں سے اندیشہ نہ کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اور تا کہ تم پر

نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

جو میرا انعام ہے اس کی تکمیل کر دوں اور تا کہ تم راہ پر رہو

نے جو پہلے بڑے علماء یہود سے تھے اور پھر حضور ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیوی میں تو احتمال خیانت کا بھی ہے جس سے بیٹا ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے اور آپ کی نبوت میں تو اتنا بھی شبہ نہیں اٹھ پس یہ تشبیہ امر یقینی کی امر محتمل مشتبہ کے ساتھ ہوئی جس سے مشبہ کا یقینی ہونا مست ہو گیا۔ احقر نے اس شبہ کے دفع کرنے کے واسطے بین القوسین اس قید کا (ان کی صورت سے) اضافہ کر دیا جس سے تقریر جواب کی ظاہر ہو گئی کہ تشبیہ میں بیٹے کا بیٹا ہونا ملحوظ نہیں بلکہ بیٹے کی صورت ملحوظ ہے سو چونکہ بیٹا گود میں پرورش پاتا ہے ہر وقت آدمی اس کو دیکھتا ہے اس لئے اس کی صورت میں عادتہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ فلاں لڑکا ہے یا فلاں لڑکا چنانچہ اثنا تفسیر میں خود اس کی توضیح بھی کر دی گئی اور اسی نکتہ کی وجہ سے بیٹیوں کی معرفت سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ عرفاً بیٹا زیادہ پیارا ہوتا ہے اسکو باپ اپنے ساتھ زیادہ رکھتا ہے اور اسی نکتہ سے یہ نہیں فرمایا کہ جیسا اپنی ذات کو جانتے ہیں کیونکہ انسان پر ایسا زمانہ تو گذرتا ہے جسمیں اسکو اپنی معرفت حاصل نہیں ہوتی جیسا بالکل بے ہوشی کی عمر بخلاف اپنے بیٹے کے کہ وہاں اسکی نوبت نہیں آتی یہ سب روح المعانی میں ہے۔

حکمت دوم تحویل قبلہ:

وَلِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مَوْلَاهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

تفسیر: ربط: اوپر اہل کتاب کا قبلہ مسلمین کو دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا ذکر تھا آگے ان ہی اہل کتاب کا صاحب قبلہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دل میں حق جاننے اور زبان سے نہ ماننے کا ذکر ہے۔

عناد اہل کتاب در باب رسول اللہ ﷺ: الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت و انجیل) دی ہے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو (بحیثیت رسالت بوجہ بشارات مندرجہ) ایسا (بے شک و شبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے مگر پہچان کر بھی سب مسلمان نہیں ہوتے بلکہ بعض تو ایمان لے آئے) اور بعض ان میں سے (ایسے ہیں کہ اس) امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں (مگر) اخفاء کرتے ہیں (حالانکہ) یہ امر واقعی من جانب اللہ (ثابت ہو چکا) ہے سو (ایسے امر واقعی ثابت من اللہ میں ہر ہر فرد کو کہا جاسکتا ہے کہ) ہرگز شک و شبہ لانے والوں میں شمار نہ ہوتا ہے: رسول اللہ ﷺ کے پہچاننے کو جو بیٹوں کے پہچاننے سے تشبیہ دی ہے اس میں ایک بنا پر اہل علم کو اور ایک بنا پر غیر اہل علم کو ایک شبہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ کہ بعض اوقات کسی وجہ سے بیٹے کے بیٹا ہونے میں شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ واقعات اس پر شاہد ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلام



عَمَّا تَعْمَلُونَ اور (دوسری حکمت تحویل قبلہ میں یہ ہے کہ عادت اللہ جاری ہے کہ ہر (مذہب والے) (شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ (عبادت میں) منہ کرتا رہا ہے) (چونکہ شریعت محمدیہ بھی ایک مستقل دین ہے اس کا قبلہ بھی ایک خاص ہو گیا جب حکمت سب پر ظاہر ہو چکی) سو (مسلمانوں) تم (اب اس بحث کو چھوڑ کر اپنے دین کے) نیک کاموں میں تگاپو کرو (کیونکہ ایک روز اپنے مالک سے سابقہ پڑنا ہے چنانچہ) تم خواہ کہیں ہو گے (لیکن) اللہ تعالیٰ تم سب کو (اپنے اجلاس میں) حاضر کر دیں گے (اس وقت نیکیوں پر جزا اور اعمال بد پر سزا ہوگی) اور بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور (اس حکمت کا مقضا بھی یہی ہے کہ جس طرح حضر میں کعبہ کی طرف رخ ہوتا ہے اسی طرح اگر مدینہ سے یا اور کہیں سے) جس جگہ سے بھی (کہیں سفر میں) آپ باہر جاویں تو (بھی) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھا کیجیے (غرض حضر و سفر سب حالتوں کا یہی قبلہ ہے) اور یہ (حکم عام قبلہ کا) بالکل حق (اور صحیح) ہے (اور) من جانب اللہ (ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلاً بے خبر نہیں۔

حکمت سوم تحویل قبلہ:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور (مکرر پھر کہا جاتا ہے کہ) آپ جس جگہ سے بھی (سفر میں) باہر جاویں (اور حضر میں تو بوجہ اس کے کہ تجویز قانون کی وقت آپ مقیم ہی تھے بدرجہ اولیٰ) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھئے اور (اسی طرح اور سب مسلمان بھی سن لیں کہ) تم لوگ جہاں کہیں (موجود) ہو اپنا چہرہ (نماز میں) اسی (مسجد حرام) کی طرف رکھا کرو (اور یہ حکم اس لئے مقرر کیا جاتا ہے) تاکہ (ان مخالف) لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں (اس) گفتگو (کی مجال) نہ رہے (کہ اگر محمد ﷺ وہی نبی موعود آخر الزمان ہوتے تو ان کی علامات میں تو یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہوگا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تحویل قبلہ کیا ہے ہاں) مگر ان میں جو (بالکل ہی) بے انصاف ہیں (وہ اب بھی کٹ جتنی نکال لیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو اتنے نبیوں کے خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں لیکن جب ایسے مہمل اعتراضوں سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا) تو ایسے لوگوں سے (اصلاً) اندیشہ نہ کرو (اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو) اور مجھ سے ڈرتے رہو (کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پاوے کہ یہ مخالفت البتہ تم کو مضر ہے) اور (ہم نے ان سب احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی) تاکہ تم پر جو (کچھ) میرا

انعام (اکرام متوجہ) ہے (تم کو آخرت میں داخل بہشت کر کے) اس کی تکمیل کرو اور تاکہ (دنیا میں) تم راہ (حق) پر (کہ اسلام ہے قائم رہنے والوں میں) رہو (جس پر وہ تکمیل نعمت مرتب ہوتی ہے)

۵: چونکہ امر قبلہ نہایت مہتمم بالشان تھا اور نیز اس میں مخالفین کا شغب بھی زیادہ تھا اور نیز اس کے بعض جزئیات خاصہ کی تعیین احکام میں تردد بھی ہو سکتا تھا اس لئے کئی کئی پہلوؤں سے بیان کیا اور حکمتیں بھی متعدد ارشاد ہوئیں اور حضر و سفر کے لئے عام عنوان حَيْثُ مَا كُنْتُمْ بھی لائے اور حکم حضر کی تخصیص کا اشارہ الگ کیا اور اس کے ساتھ سفر کے حکم کی الگ تصریح کی تاکہ حضر میں توجہ الی الکعبۃ کے حکم سے وہم مقصودیت جہت جنوب کا جس طرف مدینہ سے کعبہ واقع ہے نہ پڑ جاوے اور سفر کا موقع زیادہ شبہ کا تھا کہ شاید راہ کا حکم جدا ہو منزل کا جدا ہو اس لئے اس کو مکرر لائے۔ اور عربی میں کلمہ من ابتداء کے لئے ہے جس کے مدلول سے واضح ہو گیا کہ شروع سفر سے یہی حکم ہے راہ اور منزل سب کا حکم معلوم ہو گیا پھر خطاب خاص الگ کیا حضر کے متعلق بھی اس خاص و عام کو لائے اور سفر کے متعلق بھی لائے اور آیت قَدْ نَزَّلْنَا اس کے حق ہو سکی تصریح فرمائی پھر رکوع کے ختم پر دوبارہ یہی تصریح کی پھر آیت وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ موقع اول میں سہ بارہ بھی تصریح فرمائی اور اس حکم کے قبول کرنیوالوں کے باہدایت ہونے سے اس مضمون کو شروع بھی فرمایا يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اور اسی پر ختم بھی فرمایا وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اور لَا تَخْتَلَوْهُمْ میں مجادلہ و منازعت سے یکسو اور بے غم ہو سکی طرف اشارہ سے دلالت کر کے اس حکم کی غایت وضوح پر بھی دلالت فرمادی جیسا کہ تقریر تفسیر سے معلوم ہوا اور اسکے ضمن میں یہ تعلیم بھی ہو گئی کہ جب معترض کا عناد قرآن سے معلوم ہو جاوے پھر اس کا جواب دینا لا حاصل ہے اگر کسی طالب حق کو اس اعتراض سے شبہ ہو جاوے اسکی اصلاح ضرور کر دی جاوے۔

۵: یہاں تک بحث قبلہ کی چلی آرہی ہے اب اسکو ایسے مضمون پر ختم فرمانا چاہتے ہیں جو اس بحث کی تمہید کے آغاز میں بضمن دعائے ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ کے مذکور ہوا تھا یعنی مبعوث ہونا رسول اللہ ﷺ کا اولاد ابراہیم میں سے ایک خاص شان کے ساتھ پس آغاز و انجام کی اتحاد میں اشارہ ہو گیا کہ کعبہ کا ان نبی کی شریعت میں قبلہ مقرر ہونا مقام تعجب نہیں کیونکہ کعبہ بنائے ابراہیم ہے اور یہ نبی ابن ابراہیم ہیں اور اس بناء کے قبول ہونے کی اور اس ابن کے رسول ہو سکی انہوں نے دعا بھی کی تھی ہم نے انکی دونوں دعائیں منظور فرمائیں اور کعبہ کو اس نبی کی شرع موبدالی القیامت میں قبلہ مقرر کر دیا جو کہ منجملہ آثار عظیمہ قبول بناء ہے اور اس اشارہ سے یہ اتحاد آغاز و انجام کا نہایت ہی مستحسن ہو گیا پس ارشاد ہے۔ (بقیہ ۱۰۰ پر)



كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا

جس طرح تم لوگوں میں بھی ایک رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے

تَعْلَمُونَ ۝ فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ

رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔ ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گزاری کرو اور میری ناپاسی مت کرو۔ اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ رہتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انکی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم خواہش سے ادراک نہیں کر سکتے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۝ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور بھلوں کی کمی سے۔ اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے۔

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

کمال پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی انکے پروردگار کی طرف سے ہوگی اور عام رحمت بھی ہوگی

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

اور یہی لوگ ہیں جنکی رسائی ہو گئی

تفسیر: اخبار بعثت محمدیہ:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (یعنی ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا جو در باب مقبولیت بناء کعبہ تھی اس طرح قبول کی) جس طرح (ان کی دوسری دعا جو در باب بعثت محمدیہ کے تھی قبول کی کہ) تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا (جو کہ) تم ہی میں سے (ہیں اور وہ) ہماری آیات (واحکام) پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور (خیالات و رسوم جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب (الہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی (اور نہ کتب سابقہ یا عقل ان کے لئے کافی تھی اور اسی شان کے رسول کے مبعوث ہونے کی ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں سوا اس کا ظہور ہو گیا) ف: اس آیت کے اکثر الفاظ پہلی آیت میں ہیں وہاں تفسیر دیکھ لینا چاہیے۔

و ربط: چونکہ اوپر کی آیات میں حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں کا ذکر تھا کعبہ کا قبلہ بنانا۔ اس وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کیساتھ خاص تعلق ہونا۔ ملت میں ابراہیم علیہ السلام و جمیع انبیاء علیہم السلام کیساتھ موافقت ہونا۔ تحویل قبلہ کے وقت طریق اطاعت پر ثابت رہنا۔ ایسے رسول کی امت اور تابع ہونا اسلئے آیت آئندہ میں منعم کے ذکر اور انکی نعمت کے شکر کا حکم فرما کر آیات مذکورہ کے

مضمون کی بوجہ حسن تکمیل اور تنمیم فرماتے ہیں۔

حکم ذکر و شکر:

فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (مذکورہ نعمتوں پر مجھ کو (منعم ہونے کی حیثیت سے) یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گزاری کرو اور (انکار نعمت یا ترک اطاعت سے) میری ناپاسی مت کرو۔

و ربط: تحویل قبلہ پر جو منافقین کی طرف سے اعتراض تھا اس کے دواثر تھے ایک مذہب اسلام پر کہ اعتراض سے مذہب کی حقانیت میں شبہ پیدا کیا جایا کرتا ہے اوپر کی آیتوں میں اس اعتراض کا جواب دے کر اس اثر کا دفع کرنا مقصود تھا دوسرا اثر طبائع اہل اسلام پر کہ اعتراض سے بالخصوص جواب دینے کے بعد بھی اس پر بے جا اصرار کرنے سے قلب میں رنج اور صدمہ پیدا ہوتا ہے آیت آئندہ میں تخفیف حزن کا طریقہ کہ صبر و صلوٰۃ ہے بتلا کر اس دوسرے اثر کو زائل فرماتے ہیں۔

تعلیم صبر و صلوٰۃ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ ايمان والو (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارہ میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں



کے ساتھ رہتے ہیں (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ)

ف: وجہ یہ کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے جب صبر میں یہ وعدہ ہے تو نماز جو اس سے بڑھ کر ہے اس میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بشارت ہوگی۔

اثر صبر و صلوٰۃ در تخفیف غم: اور صبر کو تخفیفِ حزن میں دخل اور اثر ہوتا تو ظاہر اور مشاہد ہے رہا یہ کہ نماز کو اس میں کیا دخل ہے۔ سوال تو جیسے بعض ادویہ فاعل بالخاصہ ہوتی ہیں اور تجربہ سے اس خاصیت کا حکم کیا جاتا ہے اسی طرح سے اگر بعض اعمال بھی فاعل بالخاصہ ہوں تو اس میں تعجب کیا ہے چنانچہ نماز جو حضور قلب کے ساتھ ہو جس کے بدوں نماز مثل دوائے کھنہ کے ہے اس میں جس کا جی چاہے اس خاصیت کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ مشاہدہ کے بعد سوال ہی کی گنجائش نہ رہے گی اور اگر مثل ادویہ فاعلہ بالکلیفۃ کے نماز میں اس اثر کی لم اور علت ہی تحقیق کرنے کا شوق ہو تو اس کی توجیہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ مدار تخفیفِ حزن کا قلب کو دوسری شے کی طرف متوجہ کر دینے پر ہے اس سے بہت جی بہل جاتا ہے پس جب نماز میں حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت و معبود کی طرف یک سوئی اور توجہ ہوگی اور اس عمل کے تکرار سے وہ واقعہ غم انگیز تخیلہ سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہوگا۔

و ب: اوپر ایک خاص ناگوار واقعہ میں صبر کی تعلیم اور صابرین کی فضیلت بیان فرمائی تھی آیات آئندہ میں اور بھی بعض واقعات خلاف طبع کی تفصیل اور اس میں صبر کی ترغیب اور فضیلت بیان فرماتے ہیں جن میں قتل و قتال مع الکفار کا مضمون مقدم فرماتے ہیں دو (۲) وجہ سے اول بوجہ اعظم ہونے کے کہ اعظم پر صبر کرنے والا اصغر پر بدرجہ اولیٰ صبر کرے گا دوسرے خاص طور پر مناسب مقام ہونے کی وجہ سے کیونکہ معترضین مذکورین کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تھا۔

فضیلت قتل فی سبیل اللہ:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَمْوَاتٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کیے جاتے ہیں ان کی ایسی فضیلت ہے کہ ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان) کو اس سے (اس حیات کا) ادراک نہیں کر سکتے۔

ف: ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اسکی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں

اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے جس طرح ائمہ یعنی سرانگشت میں ذکاء جس کہ آثار حیات سے ہے بہ نسبت عقب یعنی پاشنہ کے طباً و حساً قوی ہے حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احياء کہا گیا اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احياء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء و صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنی شہادت میں داخل سمجھیں گے اس طور پر وہ بھی شہداء ہوئے یا یوں کہا جاوے کہ تخصیص شہداء کی عام مردوں کے اعتبار سے اضافی ہے ان خواص کے اعتبار سے حقیقی نہیں اور اگر کسی شخص نے کسی شہید کی لاش کو خاک خوردہ پایا ہو تو سمجھ لے کہ ممکن ہے اس کی نیت خالص نہ ہو جس پر مدار ہے قتل کے شہادت ہونے کا اور صرف قتل شہادت نہیں ہے اور اگر فرضاً ایسا شہید خاک خوردہ پایا جاوے جس کا قتل فی سبیل اللہ اور اس کا جامع شرائط شہادت ہونا دلیل قطعی تو اترو وغیرہ سے ثابت ہو (جس کا شبہ صاحب روح المعانی کو ہو گیا ہے) تو اس کی وجہ میں کہا جاوے گا کہ حدیث میں حرمت جسد شہید علی الارض وارد ہے غیر ارض سے غیر متاثر ہونا وارد نہیں چنانچہ دوسرے اجسام مرکبہ مثل السحہ و ادویہ اغذیہ و اخلاط و اجسام بسیطہ مثل آب و آتش و باد کی تاثیر انبیاء علیہم السلام کے اجساد میں ثابت ہے اور شہداء کی حیات بعد الممات انبیاء کی حیات قبل الممات سے اقویٰ نہیں اور بعض حصہ ارض میں بعض اجزائے غیر ارضیہ بھی شامل ہو جاتے ہیں جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مخالف عناصر شامل ہو جاتے ہیں سو اگر ان اجزاء غیر ارضیہ سے ان کے اجساد و متاثر ہو جاویں تو اس سے ان احادیث پر اشکال نہیں ہوتا جن میں حرمت اجساد علی الارض وارد ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ امتیاز اجساد شہداء کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ دوسرے اموات سے زیادہ مدت تک ان کے اجساد خاک سے متاثر نہ ہوں گو کسی وقت میں ہو جاویں اور



موجود ہیں جیسے دنیا میں مواقع انعام پر دعوتِ طعام تو عام ہوتی ہے پھر روپے اور جوڑے ہر ایک کو علی قدر اکیثیت والخدمت دیے جاتے ہیں اور جو مضمون صابرین کی طرف سے نقل فرمایا ہے حقیقت میں مقصود اس کی تعلیم ہے اور یہ مضمون علاوہ مشرثواب ہونے کے اگر دل سے سمجھا جاوے تسکینِ قلب میں بھی نہایت قوی الاثر ہے۔

**ربط:** آیاتِ مقدمہ میں وَإِذِ ابْتَلَىٰ سِدْرَةَ الْكَعْبَةِ کا مفصل مذکور ہوا ہے جن کے اول میں خانہ کعبہ کے معبد ہونے کا بیان تھا اور اس سے آگے دعائے ابراہیمی کی حکایت تھی کہ انہوں نے اس کے متعلق تعلیم مناسک کی درخواست کی تھی اور مناسک میں حج و عمرہ بھی داخل ہے پس بیت اللہ کا معبد ہونا جیسے اس کے قبلہ نماز بننے سے ہے ایسے ہی اس کے مقصد حج و عمرہ ہونے سے بھی پس جب آیاتِ مقدمہ کے آخر میں جو ابھی گزری ہیں اس کے قبلہ ہونے کی بحث مذکور ہوئی اور اسی سلسلہ میں فضائل صابرین کے بیان کر دیے گئے اب آیت آئندہ میں اس کے مقصد حج و عمرہ بننے کے متعلق ایک مضمون کا بیان ہے وہ یہ کہ صفا و مروہ دو پہاڑیاں مکہ میں ہیں حج و عمرہ میں کعبہ کا طواف کر کے ان کے درمیان میں بھی دوڑتے چلتے ہیں جس کو سعی کہتے ہیں چونکہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ سعی ہوتی تھی اس لئے بعض مسلمانوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید یہ افعال جاہلیت سے ہو اور موجب گناہ ہو اور بعض جاہلیت میں یہ گناہ سمجھتے تھے ان کو یہ شبہ ہوا کہ شاید اسلام میں بھی گناہ ہو اللہ تعالیٰ کو یہ شبہ دفع فرمانا مقصود ہے پس مضمون سابق کعبہ کے قبلہ نماز ہونے پر اعتراض کفار کا دفع کرنا تھا اور مضمون لاحق کعبہ کے مقصد حج و عمرہ ہونے کے ایک متعلق امر یعنی صفا و مروہ کی سعی پر شبہ مؤمنین کا ازالہ فرمانا ہے یہ وجہ دونوں مضمونوں میں ربط کی ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ مَا تَكُونُوا تَعْلَمُونَؕ یہ اس پر دال ہے کہ کتاب و حکمت کی تعلیم کے بعد تعلیم کی ایک اور قسم بھی ہے اور وہ صحبت پر موقوف ہے۔ قولہ تعالیٰ فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْؕ یہ ذکر اللہ کا اصلی ثمرہ ہے کہ اگر اسکو مستحضر رکھا جاوے تو کبھی تشویش نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ وَلَكِنْ لَّتُؤْتِكُنَّ لِشَيْءٍ مِّنَ الْخَبْرِ لَعْنَةًؕ اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ اضطرار یہ بھی نافع ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَؕ یہ تمام مصائب کا علاج ہے ان میں سے قبض بھی ہے۔

**البلاغۃ:** فی روح المعانی فیکم متعلق بارسلنا وقدم علی المفعول الصریح تعجیلاً بادخال السرور ولما فی صفاته من الطول وایثار صیغۃ المتکلم مع الغیر (فی ارسلنا) بعد التوحید (فی اتم) افتنان وجریان علی سنن الکبریاء وایثار الی عظمۃ نعمۃ هذا الارسال وهذا الرسول ﷺ یتلوا صفة رسولا وفيه اشارة الی طریق اثبات

احادیث سے یہی امر مقصود کہا جاوے کہ ان کی محفوظیت اجساد کی خارق عادت ہے اور خرق عادت کی دونوں صورتیں ہیں۔ حفظ موبد اور حفظ طویل۔ اور چونکہ برزخ حواس سے مد رک نہیں ہوتا اس لئے لَا تَشْعُرُونَؕ فرمایا گیا۔

**ربط:** مواقع صبر میں سے بڑے واقعہ کو بیان کر کے اس سے چھوٹے واقعات کا آگے بیان فرماتے ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ ہمارے دربار میں صبر کی اعلیٰ قسم کی طرح اس سے ادنیٰ قسم کی بھی قدر ہے۔

فضیلت صبر و بعضے از مواقع آں:

وَلَتَبْلُوُنَّ كُمُ يَشَىٰ ۖ فَمِنْ الْخَوْفِ (الی قولہ تعالیٰ) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَدُونَؕ اور (دیکھو) ہم (صفتِ رضا و تسلیم میں جو کہ مقتضای ایمان کا ہے) تمہارا امتحان کرینگے کسی قدر خوف سے (جو کہ هجوم مخالفین یا نزول حوادث و شدائد سے پیش آوے) اور (کسی قدر فقر و) فاقہ سے اور (کسی قدر) مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مویشی مر گئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی پس تم صبر کرنا) اور (جو لوگ ان امتحانوں میں پورے اتر آویں اور مستقل رہیں تو) آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے (جن کی یہ عادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ (دل سے سمجھ کر یوں) کہتے ہیں کہ ہم (تو) مع مال و اولاد و حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں (اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے اس سے مملوک کو تنگ ہونا کیا معنی) اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں (سو یہاں کے نقصانوں کا بدلہ وہاں جا کر مل رہے گا اور جو مضمون بشارت کا ان کو سنایا جاوے گا وہ یہ ہے کہ) ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے (مبذول) ہوں گی اور (سب پر بالاشترک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگی (کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کر دینے والا سمجھ گئے)۔ **ف:** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بندوں کا امتحان ہوتا ہے اس کی حقیقت آیت وَإِذِ ابْتَلَىٰ اِبْرٰهٖمَ رَّبُّہٗا کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور قبل وقوع واقعات خبر دیدینے میں یہ فائدہ ہوا کہ صبر آسان ہو جاتا ہے ورنہ دفعہ کوئی صدمہ پڑنے سے زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور یہ خطاب ساری امت کو ہے تو سب کو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا دار کمن ہے یہاں کے حوادث کو عجیب اور بعید نہ سمجھا جاوے تو بے صبری نہ ہوگی اور چونکہ یہ لوگ نفسِ عمل صبر میں سب مشترک ہیں اس لئے اس کا صلہ مشترک تو عام رحمت ہے جو نفس صبر پر موعود ہے اور چونکہ مقدار اور شان اور خصوصیت ہر صابر کے صبر کی جدا ہے اس لئے ان خصوصیات کا صلہ جدا جدا خاص عنایتوں سے ہوگا جو ان خصوصیات پر



نبوتہ ﷺ لان تلاوة الامی الآيات الخارجة عن طوق البشر باعتبار بلاغتها واشتمالها على الاخبار بالمغيبات والمصالح التي ينتظم بها امر المعاد والمعاش اقوى دليل على نبوته اه. فاذكروني واختتم هذا الكلام الذي امتد من قوله واذابتلى بما ختم به الكلام السابق عليه في خطاب بنى اسرائيل المفتتح به ايضا من الامر بالذکر المراد به الشکر فيه من الحسن ما لا يخفى ۱۲.

**اللفات:** واشکرو لی واشکرونی بمعنى دلی الفصح ۱۲ روح المعانی. الشعور الاحساس ومشاعر الانسان حواسه واصله الشعر ومنه الشعار ۱۲ بیضاوی.

**النحو:** اموات ام هم اموات ۱۲ بیضاوی. وبشر الصبرین خطاب للنبي ﷺ وهو من باب يوسف اعرض عن هذا واستغفری لذنبک والعطف على جملة محذوفة مفهومة من قوله تعالی ولنبلونکم الخ ای فاصبروا ۱۲.

**الروایات:** فی روح المعانی والآية نزلت كما اخرجہ ابن مندہ عن ابن عباس فی شہداء بدر وكانوا علة ثلثه ثمانية من الانصار وستة من المهاجرین.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله اس طرح قبول کی اشار الی تعیین المشبه وهو العامل فی الکاف ای استجبنا دعاء ابراهیم فی قبول بنائه يجعله قبله مستمرة كما استجبنا دعائه فی بعثة هذا الرسول الذي هو صاحب تلك القبلة بارسلنا اياه ۱۲. ۲. قوله عظیم الشان افاده تنوین الرسول ۱۲. ۳. قوله ان مذکوره نعمتوں پر لان محصله الترتیب المستفاد من الفاء ۴. قوله عنایت سے فاندفع الاشکال باستحالة النسیان علیه تعالی وجه الدفع ظاهر لان انتفاء الذکر المقید لا یستلزم انتفاء الذکر المطلق وانتفاء المطلق هو النسیان فلم یلزم النسیان ۱۲. ۵. قوله بدرجہ اولیٰ هکذا فی روح المعانی فلاحاجة الی ادخال الصلوة فی الصبر کما هو المشهور ۱۲. ۶. قوله ان کی نسبت فاللام فیہ کاللام فی قوله قال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرا ۱۲. ۷. قوله خاک خورده پایا بوالخ فاندفع بهذا الجواب نفی صاحب روح المعانی هذا الاثر من حرمة اجسادهم علی الارض الوارد به الاحادیث ۱۲. ۸. قوله تعالی کسی قدر مرار الان العطف حکمہ تکریر العامل ۱۲. ۹. قوله ایسے صابرین فاللام للعهد ۱۲. ۱۰. قوله ہم تو مع مال واولاد اشار الی ان التکلم مع الغير شمل کل ما عنہا ۱۲. ۱۱. قوله مالک حقیقی فلا یرد ان مع کوننا مالکین لبعض الاشياء لا یجوز لہ ان تصرف فیہ کیف نشاء کقتل عبدنا مثلاً ۱۲. ۱۲. قوله خاص خاص الی قوله عام فلم یقع التکرار والقرینة علی حمل الاول علی خاص خاص حسب استعداد الصابرین والثانی علی العام جمع الصلوات

ووحدة الرحمة ولم یغیر معنی الصلوة عن الرحمة کما علیہ اکثر اهل اللغة ان اصل الصلوة الدعاء ومن الله الرحمة ولك ان تقول کما قال صاحب الکشاف ان الصلوة الحنود التعطف فوضعت موضع الرافة وجمع بینہا وبنی الرحمة کقوله تعالی رافة ورحمة رؤف رحیم والمعنی علیہم رافة بعد رافة ورحمة امی رحمة اه قلت حاصلہ ان المنظر فی الصلوات الی الکمية وفي رحمة الی کیفیة ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) گو یہ ترکیب کسی تفسیر میں نہیں دیکھی لیکن اول تو اس مقام کے لکھنے تک میرے پاس زیادہ تفاسیر نہ تھیں بعد میں جمع ہوئیں چنانچہ میں نے اسی جلد کے ٹائٹل میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے ممکن ہے کہ اس وقت اگر تفاسیر متعدد ہوتیں تو کچھ اور رائے ہو جاتی دوسرے میں نے تفاسیر کے آنے کے بعد بھی اس کا التزام تو کیا ہے کہ عربیت اور شریعت کے خلاف نہ ہو اور اسی طرح مواضع منقولہ میں سلف کے خلاف نہ ہو باقی تراکیب وغیرہ کے مواقع میں توسع رکھا ہے اور اپنے شرح صدر وذوق کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر **لَا تُفْلِحُ يَحْمِقِي** اور **لَعَلَّكُمْ** کا عطف **لِيَكُنْ لَكُمْ** پر اس لئے پسند نہ آیا کہ اس کو تحویل قبلہ کی علیت میں کوئی خاص دخل نہیں تھا اور چونکہ تحویل قبلہ کے مخاطب ایسے لوگ ہیں جن کی شان میں اسی مقام پر فرمایا ہے **وَكُنْ لَكَ جَعَلْنَاكَ أُمَّةً وَسَطًا** الآیہ جس سے اطاعت ان کی مفہوم ہوتی ہے جو موقوف ہے توفیق پر اس لئے اس کا عامل وفقکم مقدر مان کر جس کی نظیر قرآن مجید میں بکثرت ہے مضمون کا عطف مضمون پر قرار دیا اور **كَمَا أَرْسَلْنَا** کا عامل استجبنا فی القبلة الخ باقتضائے مقام مقدر مانا کہ اس سے اوپر کعبہ کے قبلہ بننے کا ذکر تھا اور اس سے اوپر دعائے ابراہیمی بحسب الرسول وبقبول بناء الکعبۃ بجعلها قبلہ مذکور تھی اس مجموعہ کے بعد **كَمَا أَرْسَلْنَا** کا آنا جو دال ہے ایک دعاء کے قبول پر ذوقاً مقتضی ہوا کہ اس قبولی دعاء کو تشبیہ دی جاوے دوسری دعاء کے قبول کے ساتھ چنانچہ میری تقریر وجہ ربط میں اس پر دال ہے یا بعنوان دیگر یوں کہو کہ **لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ** تک تحویل قبلہ کا ذکر تھا جس کے مجموعہ سے حولنا القبلة لکذا وکذا مفہوم ہوا آگے اسی حولنا کا معمول ہے **كَمَا أَرْسَلْنَا** یعنی یہ تحویل ہم نے ایسی ہی کی جیسے ارسال رسول کیا اور دونوں میں وجہ جامع ترتیب علی دعاء ابراہیم ہے اور ہر چند کہ دعاء ابراہیمی بعنوان تحویل قبلہ الی الکعبہ پر تھی مگر جعل قبلہ کی تو یکنا یہ قبول بناء دعا تھی اور وہ موقوف تھا تحویل قبلہ الی الکعبہ پر اور ارسال رسول کی دعاء تو صریح تھی اور چونکہ حاصل اس تشبیہ کا دونوں امر کا ایقاع بدعاء ابراہیم تھا اس لئے میں نے اس عبارت سے تعبیر کر دیا ای استجبنا دعاء ابراهیم الخ یہ عنوان پہلے عنوان سے اہل و احسن ہے اور رہا یہ اشکال کہ اس صورت میں **تَعْلَمُونَ** اور **تَهْتَدُونَ** دونوں پر وقف ہونا چاہیے حالانکہ بعض فقط **تَعْلَمُونَ** پر وقف کے قائل ہیں اور بعض فقط **تَهْتَدُونَ** پر سو حقیقت یہ ہے کہ ترکیب و تفسیر تابع نہیں اوقاف کے بلکہ



ہوتیں اور محض احتمال پر تو اتر کا دعویٰ ناجائز ہے پس صاف معلوم ہوا کہ آپ نے کبھی وقف کیا ہے اور کبھی نہیں کیا اور اس صورت میں کبھی ضمہ پڑھا ہے علیٰ انہ صفة للمضاف اور کبھی کسرہ پڑھا ہے علیٰ انہ صفة للمضاف الیہ غرض ہر آیت پر وقف ثابت نہیں اور نہ ہر وقف پر آیت ہی ہے۔ پس اوقاف کی عدم توقیفیت سے آیات کی عدم توقیفیت لازم نہ آئی۔ اسی طرح آیات کی توقیفیت سے اوقاف کی توقیفیت لازم نہیں۔ ہذا ما عندی والامر واسع فی ترکیب الآتین ولكل وجهة هو موليها. وللناس فيما يعشقون مذاهب ۱۲ منہ. (۲) الضمیر الی بدر بمعنی القمر الکامل باعتبار صنعة الاستخدام اے کانوا اربعة عشر ۱۲ منہ.

اوقاف خود تابع ہیں تفسیر و ترکیب کے چنانچہ یہ اوقاف نہ توقیفی ہیں اور نہ سب کے سب سلف سے منقول ہیں۔ سجاوندی وغیرہ متأخرین نے جو ترکیب سمجھی اس کے موافق تفسیر قرار دے کر وقف لکھ دیے پس ان کا اتباع واجب نہیں البتہ عوام کیلئے انکا خلاف بوجہ محتمل ہونے فساد ترکیب کے ناجائز ہے لیکن آیات کے غیر توقیفی ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے۔ آیات سب توقیفی ہیں اور آیات و اوقاف میں تلازم نہیں یعنی نہ ہر آیت پر وقف ہے جیسا کہ اس وقت بعض فرقہ مستند نے دعویٰ کیا ہے جسکے بطلان کی ایک مختصر کافی و شافی دلیل یہ ہے کہ سورہ بروج میں ذو العرش المجید میں دو قراءت ہیں وال کا ضمہ اور کسرہ اور دونوں قراءتیں متواتر ہیں تو اگر اللہ رسول اللہ ﷺ اس آیت پر ہمیشہ وقف فرماتے ہوتے تو یہ دونوں قراءتیں کیسے ثابت

(بقیہ صفحہ ۹۵) مسائل السلوك: قوله تعالى وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ایسے لوگوں کو خطاب کرنا جو پہلے مہتدی ہیں اس پر دلیل ہے کہ ترقی کی کہیں انتہا نہیں۔ پس سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ ہے۔

النحو: يعرفونه الضمیر لرسول اللہ ﷺ وان لم يسبق ذكره لدلالة الكلام عليه والتشبيه يشهد له ويؤيده قول عبد الله بن سلام انا اعلم به مني والحق من ربك كلام مستأنف والحق مبتدأ خبره من ربك واللام للعهد والمراد بالنهي عن الامتراء تحقيق الامر وانه بحيث لا يشك فيه ناظر ۱۲ من البيضاوي. قلت واشرت الى هذا كله في تقرير التفسير فافهم. هو موليها قال البيضاوي احد المفعولين محذوف اے موليها وجه ۱۲ ومن حيث خرجت في روح المعاني من ابتدائية لان الخروج اصل لفعل ممتد وهو المشي ۱۲.

البلاغه: كما يعرفون ابناءهم في روح المعاني هو تشبيه للمعرفة العقلية الحاصلة من مطالعة الكتب السماوية بالمعرفة الحسية في ان كلا منهما يتعذر الاشتباه فيه ۱۲.

الروايات: في باب النقول اخرج ابن جرير من طريق السدي باسنيده قال لما صرف النبي ﷺ نحو الكعبة بعد صلواته الى بيت المقدس قال المشركون من اهل مكة تحير علي محمد دينه فتوجه بقبلته اليكم وعلم انكم اهدي منه سبيلا ويشك ان يدخل في دينكم فانزل الله لنلا يكون الناس عليكم حجة الا الذين ظلموا الآية قلت اي فالمراد بالظالمين هؤلاء وكان هذا طعنا من المشركين واما طعن اليهود من هؤلاء الظالمين فمذكور في التفسير ۱۲.

ملحقات الترجمة: ۱. قوله بحث كوجوه كراخذته من روح المعاني. ۲. قوله پوری قدرت افاده صيغة المبالغة ۱۲. ۳. قوله حکم عام اشار الی عدم التكرار ۱۲. ۴. قوله اصلا افاده الباء في خبر ما ۱۲. ۵. قوله مكرراشارة الى حملة على التكرار للتاكيد للاعتناء بشان القبلة ۱۲. ۶. قوله اتينبيون كقيد بهذا لان بعض الانبياء كابراهيم عليه السلام كان قبيلة الكعبة وهو يصلح جوابا لهذه الحجة الظلمية فانه عليه السلام اصل هؤلاء الانبياء الذين كان قبلتهم الصخرة ۱۲. ۷. قوله توفيق بھی دی اشار الی تقدير عامل فی لایم اے ووفقکم لقبول الحق والعمل به لایم ۱۲. ۸. قوله بهشت لحديث معاذ بن جبل ان تمام النعمة دخول الجنة ذكره في روح المعاني من الادب المفرد للبخاري ۱۲. ۹. قوله تاكرديا في ماخذ تفسير البيضاوي بارادتي اهتدائكم باستعارة لعل للارادة كما صرح به عبد الحكيم ۱۲.

حاشیہ: (۱) بناء اول تو روایت ہے عبد اللہ بن سلام کی اور بنائے ثانی خود مظنون ہوتا ہے ابناء کی بنوت کا ۱۲ منہ۔ (۲) اس میں جواب ہے ایک سوال کا کہ ان آیات میں حضر کا حکم دائم مذکور نہیں جواب یہ ہے کہ چونکہ نزول حکم کے وقت آپ حضر میں تھے اس کا حکم بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گیا اور اس جواب کی جب حاجت ہے جب کہ اول ولی کو تولیت حال کے واسطے کہا جاوے اور جب اس کو استقبال کے واسطے بھی لیا جاوے جیسا کہ اس کے ترجمہ میں اس طرف اشارہ ہے تو پھر اس جواب کی حاجت نہیں ۱۲ منہ



إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَبَّ الْبَيْتَ أَوَاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ

تحقیقا صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی، ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمدورفت کرنے میں۔ اور جو شخص

تَطَّوَّفَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ

خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ قدر دانی کرتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جنکو ہم نے نازل کیا ہے جو کد واضح ہیں اور ہادی ہیں اس حالت کے بعد

مَا يَكُنْ لَهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ

کہ ہم ان کو کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر

أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ

میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔ البتہ جو لوگ اسلام نہ لادیں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝

اور آدمیوں کی بھی سب کی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی

**تفسیر:** ازالہ شبہ بر سعی صفا و مروہ:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (صفا و مروہ کی سعی میں کوئی شبہ نہ کرو کیونکہ) تحقیقا صفا اور مروہ (اور ان کے درمیان میں سعی کرنا) منجملہ یادگار (دین) خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا (اس کا) عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں (ہوتا جیسا تم کو شبہ ہو گیا) ان دونوں کے درمیان (حسب قاعدہ معلومہ) آمدورفت کرنے میں (جس کا نام سعی ہے اور گناہ کیا بلکہ ثواب ہوتا ہے کیونکہ یہ سعی تو شرعا امر خیر ہے) اور (ہمارے یہاں کا ضابطہ ہے کہ) جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ (اس کی بڑی) قدر دانی کرتے ہیں (اور اس خیر کرنے والے کی نیت و خلوص) خوب جانتے ہیں (پس اس ضابطہ کی رو سے سعی کرنے والے کو علی قدر اخلوص ثواب عنایت ہوگا۔

**فہ:** حج اور عمرہ اور سعی کا طریقہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہ سعی امام احمد کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور مالک و شافعی کے نزدیک فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے کہ ترک سے ایک بکری ذبح کرنا پڑتی ہے۔

**وہ:** اوپر بحث قبلہ کے ضمن میں صاحب قبلہ کی نبوت کے متعلق اہل کتاب کے کتمان حق کرنے کا مضمون مذکور تھا اس آیت میں الَّذِينَ اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ (الی قولہ تعالیٰ) لِيَكْتُمُونَ الْحَقَّ آگے اس مضمون کی تنہیم کے واسطے کتمان حق کرنے والوں کی اور اس پر اصرار کرنے والوں کی وعید اور توبہ کرنے پر معافی کا وعدہ ارشاد فرماتے ہیں۔

**وعید کتمان حق و اصرار بر آں مع وعدہ عفو تائب:**

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ) (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کے لئے) ہادی ہیں (اور اخفاء بھی) اس (حالت) کے بعد کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب (الہی توراۃ و انجیل) میں (نازل فرما کر) عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں (کہ اپنی رحمت خاصہ سے ان کو بعید کر دیتے ہیں) اور (دوسرے بہتر سے) لعنت کرنے والے بھی (جن کو اس فعل سے نفرت ہے) ان پر لعنت بھیجتے ہیں (کہ ان پر بددعا کرتے ہیں ہاں) مگر جو لوگ (ان اخفاء کرنے والوں میں اپنی اس حرکت سے) توبہ (یعنی حق تعالیٰ کے روبرو گذشتہ سے معذرت) کر لیں اور (جو کچھ ان کے اس فعل سے خرابی ہو گئی تھی آئندہ کے لئے اس کی) اصلاح کر دیں اور (اس اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان اخفاء کیے ہوئے مضامین کو عام طور پر) ظاہر کر دیں (تا کہ سب کو اطلاع ہو جاوے اور ان پر بار اضلال نہ رہے اور اظہار معتبر عند الشرع یہ ہے کہ اسلام لے آویں کیونکہ اسلام نہ لانے میں نبوۃ محمدیہ کے متعلق عوام پر بھی حق مخفی رہے گا وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر نبوۃ حق ہوتی تو یہ کتاب جاننے والے لوگ کیوں نہ اعتقاد لاتے خلاصہ یہ کہ یہ لوگ مسلمان ہو جاویں) تو ایسے لوگوں (کے حال) پر میں (عنایت سے) متوجہ ہو جاتا ہوں (اور انکی خطا معاف کر دیتا ہوں) اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی



فرمانا (کوئی توبہ کرنے والا ہونا چاہیے) البتہ جو لوگ (ان میں سے) اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر (وہ) لعنت (مذکورہ) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی (ایسے طور پر برسا کرے گی کہ) وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی (لعنت) میں رہیں گے (حاصل یہ کہ وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دور بھی رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا یہی ہے اور بیشکی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت (ان پر) سے (جہنم کا) عذاب ہلکا (بھی) نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو (کسی میعاد تک) مہلت دی جاوے گی (کیونکہ میعاد اس وقت دی جاتی ہے جبکہ مقدمہ میں کچھ گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہونے میں اول ہی پیشی میں حکم سزا ہو جاتا ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْكِتَابِ اس میں دلالت ہے اس شخص کی مذمت پر جو اپنے مریدوں کے سوا دوسروں سے علوم معاملہ کو چھپا دے کیونکہ یہ علوم ما انزل اللہ میں داخل ہیں البتہ علوم مکاشفہ کے چھپانے کا امر کیا جاوے گا کیونکہ وہ منزل نہیں (اور بعض اوقات اس کے اظہار میں فتنہ ہو جاتا ہے۔ قوله تعالى لَا يَتَّبِعُ الْقَوْمَ يَعْقِلُونَ اس میں اصل ہے مراقبہ کی (کیونکہ یہ استدلال بالمصنوعات علی الصانع تامل پر موقوف ہے)۔

**النحو:** قوله تطوع خيرا قال البيضاوي خيرا نصب علی انه صفة مصدر محذوف او بحذف الجار وايصال الفعل اليه او بتعدية الفعل لتضمنه معنى اتى او فعل ۱۲۔

**الفقه:** استدلل احمد علی النذب بنفى الجناح والمتبادر منه عدم لزوم وعلم كونه مندوبا لقوله شعائر الله والجواب ان فائدة هذا العنوان نفى ظنهم الجناح فيه وعلم وجوبه بدليل آخر كما اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال سئل رسول الله ﷺ فقال ان الله تعالى كتب عليكم السعي فاسعوا غير ان الشافعي ومالك حملاه على الركنية وابو حنيفة لظنية سنده حملاه على الوجوب ۱۲ من روح المعاني۔

**الروايات:** فی باب النقول عن البخاری قال عاصم بن سلیمان سألت انسا عن الصفا والمروة قال كنا نرى انهما من امر الجاهلية

فلما جاء الاسلام امسكنا عنهما فانزل الله تعالى ان الصفا والمروة وعن البخاری فی حدیث طویل عن عائشة ان الانصار قبل ان یسلموا كانوا یهلون لمناة الطاغية وكان من اهل لها یتخرج ان یطوف بین الصفا والمروة فسالوا عن ذلك رسول الله ﷺ فقالوا یا رسول الله انا كنا نتخرج الی قوله فانزل الله تعالى آه قلت واشترت فی تقریر الربط الی كلا الوجهین فافهم ۱۲۔ فی باب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من طریق سعید او عكرمة عن ابن عباس قال قال معاذ بن جبل وسعد بن معاذ وخارجة بن زید نفر من احبار یهود عن بعض ما فی التوراة فکتبوهم اياه وآبوا ان یخبروهم فانزل الله فیهم ان الذین یكتمون الآیة ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله ذر افاده لا التي لنفی الجنس ۱۲۔ ۲۔ قوله قدر دانی کرتے ہیں حملا لاسم الفاعل علی الحال ۱۲۔ ۳۔ قوله جو کہ اپنی ذات میں الخ اشار الی الفرق بین البینات والهدی بان الاول صفة الكتاب باعتبار نفسه والثانی باعتبار غیره من المكلفین ولما كان الدلائل الواضحة طریقا الی الهدی والمقصود یكون واحدا وان تعدد الطرق استحسن وعدة الهدی وجمع البینات وبقوله جو اشار الی كون من بیانیة وبقوله هادی اشار الی ان المصدر بمعنی اسم الفاعل ۱۲۔ ۴۔ قوله ان مضامین ترجم ضمیر الواحد فی انزلناه بالجمع نظرا الی معنی ما ۱۲۔ ۵۔ قوله یتبرع إشارة الی كون الاستغراق عرفی ۱۲۔ ۶۔ قوله طریقہ یہ ہے إشارة الی كون العطف تفسیری ۱۲۔ ۷۔ قوله اسلام لے آویں والقریئة علیه مقابلة بقوله كفروا فیما بعد مع قیام الدلائل الشرعیة علیه ۱۲۔ ۸۔ قوله مذکورہ حملا للاضافة علی العهد ۱۲۔ ۹۔ قوله سب کی لكون اجمعین مفیدا للجموع لا شاملا لافراد هما وهذا المجموع هو المراد بقوله اللاعنون ومحصل الكلام ان اجمعین لا یزاد به كل انسان انسان وكل ملك ملك لان کلهم لا یلعن قال بعض الملئكة لا شغل لهم بهم وبعض الانسان هم امثال الملعونین لا انکار لهم علیهم بل المراد مجموع اللاعنین من الفريقین ۱۲۔ ۱۰۔ قوله ایسے طور پر راوی فیہ كونه حالا ۱۲۔ ۱۱۔ قوله برسا کر گی۔ حملا للجملة الاسمية علی الثبات والدوام ۱۲۔ ۱۲۔ قوله جہنم کا عذاب لكون اللام للعهد والمعهود هو المدلول بقوله لعنة الله فان اللعنة ملزومة للعذاب ۱۲۔



وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، رحمن رحیم ہے۔ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے عبادت اور دن کے آنے میں

وَالْفَلَكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ

اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لیکر اور پانی میں جسکو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا

بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسْتَغَرِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَايَاتٍ

اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا

اور ایک آدمی وہ ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے۔ اور جو مومن ہیں انکو اللہ تعالیٰ کیساتھ نہایت قوی محبت ہے

لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝

اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم جب کسی مصیبت کو دیکھتے تو سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہو گا

**تفسیر: ربط:** آیت بالا میں کتمان حق پر جو وعید مذکور ہوئی ہر چند کہ ہر امر حق کے باب میں لفظاً عام ہے لیکن بقرینہ جملہ یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ اسکی مذکور تفسیر کے اعتبار سے باقتضائے خصوصیت مقام زیادہ (مقصود بالنظر مسئلہ رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلام و تحیہ) ہے پس اس لحاظ سے آیت بالا میں اثبات ہوا مسئلہ رسالت کا چونکہ اعتقاد تو حید و اعتقاد رسالت دونوں اعتبار شرع میں متلازم ہیں اسلئے آیت آئندہ میں مسئلہ تو حید کی تقریر فرمائی جاتی ہے۔

تقریر تو حید:

وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اور (ایسا معبود) جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمن ہے رحیم ہے (اور کوئی ان صفات میں کامل نہیں اور بدوں کمال صفات معبودیت کا استحقاق باطل پس بجز معبود حقیقی کے کوئی اور مستحق عبادت نہ ہوا۔

**ربط:** مشرکین عرب نے جو یہ آیت وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ اپنے عقیدہ کے خلاف سنی تو تعجب سے کہنے لگے کہ کہیں سارے جہان کا ایک معبود بھی ہو سکتا ہے اور اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کوئی دلیل پیش کرنا چاہیے حق تعالیٰ آگے دلیل تو حید فرماتے ہیں۔

دلیل تو حید: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) لَايَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں (کے چلنے) میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں (اور اسباب) لے کر اور (بارش کے) پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کو تروتازہ

کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے (یعنی اس میں نباتات پیدا کیے) اور (ان نباتات سے) ہر قسم کے حیوانات اس (زمین) میں پھیلا دیئے (کیونکہ حیوانات کی زندگی اور تولید و تناسل اسی غذائے نباتی کی بدولت ہے) اور ہواؤں کی (ممتیں اور کیفیتیں) بدلنے میں کہ کبھی پرواہ ہے کبھی پچھوا کبھی گرم ہے کبھی سرد (اور ابر (کے وجود) میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے (ان تمام چیزوں میں) دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے (استدلال کے) لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں۔ **فہ** تقریر دلیل عقلی تو حید: اس استدلال عقلی کا مختصر طریق یہ ہے کہ یہ اشیائے مذکورہ سب ممکن الوجود ہیں بعض تو بدلتے بسبب مشاہدہ وجود بعد العدم یا تغیر و تبدل احوال کے اور بعض بدلیل ترکیب من الاجزاء یا افتقار بعض الی البعض کے اور ممکن بوجہ تساوی الوجود و العدم ہونے کے محتاج ہوتا ہے کسی مرنج کا وہ مرنج اگر ممکن ہے تو اس میں پھر یہی کلام ہوگا تو قطع تسلسل محال کے لئے انتہاء واجب ہے کسی واجب الوجود کی طرف یہ تو دلیل ہے وجود صانع کی آگے رہا اس کا واحد ہونا سو اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ متعدد مثلاً دو فرض کیے جائیں تو ان میں سے کسی کا عاجز ہونا ممکن ہے یا دونوں کا قادر ہونا ضرور ہے شق اول محال ہے کیونکہ عجز منافی ہے وجوب وجود کے اور شق ثانی پر اگر ان میں سے ایک نے کسی امر کا مثلاً ایجاد یا ارادہ کیا تو دوسرا اس کے خلاف کا ارادہ کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں کر سکتا تو اس کا عجز لازم آوے گا جو منافی وجوب وجود کے ہے اور اگر کر سکتا ہے تو اس پر ترتیب مراد کا ضروری ہے یا نہیں اگر ضرور نہیں تو تخلف مراد کا ارادہ قادر مطلق سے لازم آوے گا جو کہ محال ہے اور اگر ضروری ہے تو دو مختلف مرادوں



کرنے کے واسطے جو مصیبت کا وقت ذکر میں خاص کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے ہی وقت میں غیر اللہ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے تھے اس لئے اس وقت کو یاد دلانا کہ متغیر فرماتے ہیں کہ جیسے اس وقت کسی قدر رو بہ راہ ہو جاتے ہو اگر قدرے نظر صحیح سے کام لو تو اس وقت ضرور توحید کا حق ہونا منکشف ہو جاوے اور توحید پر ثبات نصیب ہو۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ اس میں اصل ہے اس کی کہ شرکت فی المحبت پر اطلاق شرک کا کر دیتے ہیں قوله تعالى وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ اس میں دلالت ہے کہ مطلق محبت غیر اللہ کی محبت الہیہ کی متافی نہیں (جیسا کہ لفظ اشد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درجہ میں دوسرے کی بھی محبت ہے۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج سعید بن منصور فی سننہ والفریابی فی تفسیرہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی الضحی قال لما نزلت والہکم الہ واحد لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم تعجب المشرکون وقالوا الہا واحدا لئن کان صادقا فلیاتنا بآیۃ فانزل اللہ ان فی خلق السموات والارض الی قوله یعقلون ثم اورد له شاہدین عن ابن ابی حاتم وابی الشیخ وابن مردودہ ۱۲۔

**النحو:** ولو یری الذین ظلموا فی قرأۃ ولو یری بالفوقانیۃ ای تبصر یامحمد الذین ظلموا مفعول اذ یرون بالبناء للفاعل والمفعول یصرون العذاب لرأیت امرا عظیما واذ بمعنی اذا ان ای لان القوۃ الخ ۱۲ من الجلالین وقرأ یعقوب ان بالکسر علی الاستئناف او اضممار القول ای قائلین ذلک ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله تم سب کے معبود بننے کا مستحق قال البیضاوی خطاب عام ای المستحق منکم العبادۃ واحد الخ قال عبد الحکیم اشارۃ الی توجیہ الحکم بالوحدة مع تعدد الآلہۃ ۱۲۔ قوله اور کوئی ان صفات میں الخ اخذا من البیضاوی قال الرحمن الرحیم کالحجۃ علیہا ۱۲۔ قوله تروا زہ کیا حملا علی المجاز ۱۲۔ قوله جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے فمعنی حب اللہ الحب الذی یجب ان یحصل کما قالوا فی قوله تعالیٰ الذین اتخذوا دینہم لہوا ای الدین الذی کان یجب ان یكونوا علیہ وهذا التشبیہ باعتبار حالۃ النفع لانہم کانوا لا یدکرون اللہ فی النفع فلا یرد ان الحب الذی یجب حصولہ ہو ما ذکر فی تفسیر الاشیۃ من الرضاء فی الشدائد ایضا ولم یكونوا محبین الانداد بہذہ المثابۃ فکیف شبہ محبتہم للانداد بالحب الذی یجب حصولہ وجہ عدم الورود ان المشبہ بہ لیس مطلق الحب الواجب بل الحب الواجب فی حالۃ النفع خاصۃ فکان المعنی ان المشرکین یحبون اندادہم فی حالۃ النفع کما یجب ان یحبوا اللہ تعالیٰ فی ہذہ الحالۃ واما حالۃ الضر فلیس فیہم حب لہم وانما ہو للمؤمنین خاصۃ فافہم وامع ۱۲۔ قوله کیا خوب ہوتا حملا لکلمۃ لو علی التمیئۃ الکثیر الاستعمال ہکذا فسرہ استاذی رحمہ اللہ تعالیٰ فلاحاجۃ الی تنذیر فافہم ۱۲۔ قوله دنیا میں بہ فسرہ مولانا عبد العزیز کما فی قوله ولندیقنہم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر وفی قوله وما کان اللہ لیعذبہم الا یہ فیكون یرون اعم من البصریۃ ویكون یری قلبیۃ فافہم ۱۲۔ قوله کسی مصیبت حملا للام علی الجنس ۱۲۔

کا اجتماع لازم آوے گا کیونکہ ایک واجب کے ارادہ پر ایک مراد مرتب ہو اور دوسرے واجب کے ارادہ پر دوسرا مراد اس مراد اول کی ضد مرتب ہو تو اجتماع ضدین لازم آیا اور وہ محال اور مستلزم محال کو محال ہے تو تعدد واجب کا محال ہے پس وحدت واجب ہے اور یہی مطلوب تھا خوب سمجھ لو۔

**ف:** عقلی شدن اصول اسلام: سلام کے اصول یعنی توحید و رسالت مسائل عقلی ہیں جیسا آیت میں یعقلون اس طرف اشارہ ہے اور فروع کا عقلی ہونا ضرور نہیں البتہ کسی دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہ ہونا ضرور ہے افسوس ہے آج کل نو خیز طبائع ان دونوں کو مخلوط کر کے عجب چکر میں پڑ جاتے ہیں جس کا اخیر انجام بددینی ہے خوب سمجھ لو۔

**ف:** وجود آسمان غلطی منکرین: آسمانوں کا وجود ثابت ہے اور نفی کی دلیل کسی کے پاس نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ نظام طلوع وغروب میں آسمان کو دخل نہ ہو لیکن اس سے نفی وجود کی لازم نہیں آتی۔

**و:** اوپر کی آیات میں توحید کا اثبات تھا آگے مشرکین کی غلطی اور وعید کا بیان فرماتے ہیں۔

ذم مشرکین:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ (الی قوله تعالیٰ) وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ اور ایک آدمی وہ بھی ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک (خدائی) قرار دیتے ہیں (اور ان کو اپنا کار ساز سمجھتے ہیں اور) ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے (رکھنا) ضروری ہے (یہ حالت تو مشرکین کی ہے) اور جو مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے کیونکہ اگر کسی مشرک کو یہ ثابت ہو جاوے کہ میرے معبود سے مجھ پر کوئی ضرر پڑے گا تو فوراً محبت منقطع ہو جاوے اور مومن باوجود اس کے کہ نافع و ضار حق تعالیٰ ہی کو اعتقاد کرتا ہے لیکن پھر بھی محبت و رضا اس کی باقی رہتی ہے و نیز اکثر مشرکین مصیبت شدیدہ کے وقت اپنے شرکاء کو چھوڑ دیتے تھے اور مؤمنین من حیث الایمان مصیبت میں بھی خدا کو نہ چھوڑتے تھے اور محاورات میں ایسے قضایا باعتبار حالت غالبہ کے بھی صادق ہوتے ہیں (اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم (مشرکین) جب (دنیا میں) کسی مصیبت کو دیکھتے تو (اس کے وقوع میں غور کر کے) یہ سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے (اور دوسرے سب اس کے سامنے عاجز ہیں چنانچہ اس مصیبت کو نہ کوئی روک سکا نہ ٹال سکا اور نہ ایسے وقت میں اور کوئی یاد رہا) اور (اس مصیبت کی شدت میں غور کر کے) یہ (سمجھ لیا کرتے) کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب (آخرت میں) کہ دار الجزاء ہے (اور بھی) سخت ہوگا (تو اس طرح غور کرنے سے تراشیدہ معبودوں کا عجز اور حق تعالیٰ کی قدرت و عظمت منکشف ہو کر توحید و ایمان اختیار کر لیتے) ف: غور



إِذْ تَبَرَأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنْ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا

جبکہ وہ لوگ جنکے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے صاف الگ ہو جاویں گے جو ان کے کہنے پر چلے تھے، اور سب عذاب کا مشاہدہ کر لیتے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے اسوقت سب قطع ہو جاویں

لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةٌ فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنْهُمْ كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ

گے۔ اور یہ تابع لوگ یوں کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ جاننا مل جاوے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بد اعمالیوں کو

مِنَ النَّارِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

خالی ارمان کر کے ان کو دکھلا دیں گے۔ اور ان کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو

مُبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ تو تم کو ان ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے

**تفسیر: ربط:** اوپر عذابِ آخرت کو سخت فرمایا ہے آگے اس سختی کی کیفیت کا بیان فرماتے ہیں۔

**شدت عذابِ آخرت:**

إِذْ تَبَرَأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنْ الَّذِينَ اتَّبَعُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (وہ سختی عذاب کی اس وقت معلوم ہوگی) جبکہ (ان مشرکین میں سے) وہ (ذی اثر) لوگ جن کے کہنے پر دوسرے (عوام) چلتے تھے ان (عام) لوگوں سے صاف الگ ہو جاویں گے جو ان کے کہنے پر چلے تھے اور سب (خواص و عوام) عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے (کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ) اس وقت سب قطع ہو جاویں گے (جیسے دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ جرم میں سب شریک و متفق ہوتے ہیں اور فتح مقدمہ کے وقت سب الگ الگ پہنچنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ باہدگر شناخت تک کے منکر ہو جاتے ہیں) اور (جب) یہ تابع لوگ (ان متبوعوں کی یہ طوطا چٹشی دیکھیں گے تو بڑے جھنجھلاویں گے اور تو کچھ ہونہ سکے گا مگر جھلا کر) یوں کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو (دنیا میں بس) ذرا ایک دفعہ جاننا مل جاوے تو ہم بھی ان سے (اتنا بدلہ تو لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنے تابع ہونے کی ترغیب دیں تو ہم بھی ان سے) صاف (نکلا سا جواب دیکر) الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے (اس وقت) صاف الگ ہو بیٹھے (اور کہہ دیں کہ جناب آپ وہی ہیں کہ عین موقع پر دیدہ شوئی کی تھی اب ہم سے کیا غرض حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان تجویزوں اور سوچ بچاروں سے کیا ہاتھ آوے گا فقط) اللہ تعالیٰ یوں ہی انکی بد اعمالیوں کو خالی ارمان (کے پیرایہ میں) کر کے نکال دیکھلا دیں گے اور ان (تابعین و متبوعین سب) کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا

(کیونکہ شرک کی سزا خود فی النار ہے) **ف:** اس عذاب میں کئی طرح کی شدت ثابت ہوئی اول عذاب دوزخ کا خود حسا شدید ہے دوسرے ان متبوعین کے خشک جواب دیدینے سے اور اس وقت تابعین کو بحر غیظ و غضب اور تمنا سے انتقام کے کچھ بن نہ پڑنے کی وجہ سے اور بالا شتر اک سب پر حسرت واقع ہونے سے جو کہ روحانی عذاب ہے اس عذاب حسی میں معنوی شدت اور بڑھ گئی۔

**ربط:** اوپر اہل شرک کے عقیدہ کا بطلان تھا آگے اہل شرک کے بعض اعمال کا بطلان ہے جیسے سائنہ کی تعظیم وغیرہ۔

**ابطال تعظیم سوا رب:**

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا (الی قولہ تعالیٰ) أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (بعض مشرکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے اور ان سے مستفیع ہونے کو باعتقاد ان کی تعظیم کے حرام سمجھتے تھے اور اپنے اس فعل کو حکم الہی اور موجب رضاء حق و وسیلہ تقرب الی اللہ بواسطہ شفاعت ان بتوں کے سمجھتے تھے حق تعالیٰ اس باب میں خطاب فرماتے ہیں کہ) اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے (شرعی) حلال پاک چیزوں (کی نسبت اجازت ہے کہ ان) کو کھاؤ (برقو) اور (اس نامزد کرنے سے ان کی تحریم کا ارتکاب کر کے یا تحریم بطریق تعظیم کو حکم حق اور موجب قرب و رضائے حق الہی اعتقاد کر کے) شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ (شیطان) تمہارا صریح دشمن ہے (کہ ایسے ایسے خیالات و جہالات سے تم کو خسرانِ ابدی میں گرفتار کر رکھا ہے اور دشمن ہونے کی وجہ سے) وہ تو تم کو ان ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ (شرعاً) بری اور گندی ہیں اور یہ (بھی تعلیم کرے گا) کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے (مثلاً



**الفہم:** استدلال بقولہ اعمالہم کون الکفار مخاطبین بالفروع واجیب بتخصیص الاعمال بالشکیہ والکفریہ۔

**اللغات:** حلالا طیباً یستطیبه الشرع ۱۲ بیضاوی فہو توضیح للحلال ۱۲ اعصام۔ خطوات وهو ما بین قدمی الخاطی ۱۲ بیضاوی۔ ثم استعمل فی الاقتداء وان لم یکن ثمة خطوة ۱۲ حاشیہ السوء والفحشاء ما انکرہ العقل واستقبحہ الشرع والعطف لاختلاف الوصفین فانه سوء لا غتمام العاقل بہ وفحشاء لاستقباحہ ایاہ ۱۲ بیضاوی۔

**البلاغۃ:** یا مرمکم استعیر الامر لتزیینہ وبعثہ لہم علی الشر ۱۲ بیضاوی۔

**الروایات:** فی روح المعانی نزلت فی المشرکین الذی حرما علی انفسہم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام کما ذکرہ ابن جریر وابن عباس ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ کسی طرح ہی کلمۃ موضوعۃ فی لساننا للتمنی ۱۲۔ ۲۔ قولہ کبھی افادہ الباء فی خبر ما ۱۲۔ ۳۔ قولہ اجازت ہے حملا للامر علی الاباحۃ لان المقصود النهی عن التحريم وادنی ما یرفعہ الاباحۃ ۱۲۔ ۴۔ قولہ قدم بقدم راعی فیہ کون الخطوات جمعا لا علی ان المراد بالقدمین المذکورین فی قولہ قدم بقدم ہما قدما الشیطان بل علی ان هذه الكلمة لا تطلق الا فیما تکرر قدم المتبوع ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی الواقع هذه الكلمة مستعملة فی لساننا بمعنی التحقيق ۱۲۔ ۶۔ قولہ مثلاً ہی الخ لقولہ تعالیٰ واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بها ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی ف تم جوا یا فعل کرتے ہو فالتحريم يستعمل تارة بمعنی مباشرة امر یوجب الحرمة کما فی قولہ لم تحرم ما احل اللہ لک وتارة يستعمل بمعنی اعتقاد الحرمة کما فی قولہ تعالیٰ ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ فالمراد ہہنا ان کان المعنی الاول فلا اشکال ولا یعارض التحريم المستفاد من قولہ تعالیٰ وما اهل بہ لغیر اللہ وان کان الثانی فیخصص باعتقاد الحرمة الخاصة التی منشأها التعظیم فلا ینافی اعتقاد الحرمة التی منشأها الالہانۃ والنجاسة فافہم فان المقام مزلة الاقدام ۱۲۔ ۸۔ قولہ گنجائش نہیں رہی لان الحلة والحرمة شرعیان ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) وانظر ما فی ملحقات الترجمة لقولہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ من سورة المائدة ۱۲ منہ۔

نہی کہ ہم کو خدا تعالیٰ کا اسی طرح حکم ہے۔ ف: سائد وغیرہ جو بتوں وغیرہ کے نام چھوڑ دیے جاتے ہیں یا اور کوئی جانور بکرا وغیرہ کسی بزرگ یا اور کسی غیر اللہ کے نامزد کر دیا جاتا ہے اس کا حرام ہونا ابھی چار آیتوں کے بعد مَا اٰھِلَ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں آتا ہے اس آیت یَاٰیُّھَا النَّاسُ میں ایسے جانور کے حرام ہونے کی نفی کرنا منظور نہیں جیسا بعضوں کو شبہ ہو گیا ہے بلکہ اس آیت میں ایک خاص طور پر حرام کرنے کی نفی کرنا مقصود ہے یعنی تم جو ایسا فعل کرتے ہو جس سے حرمت ہو جائے یا اس تحریم سے غیر اللہ کی تعظیم کرتے ہو اور اس عمل کو موجب برکت و تقرب سمجھتے ہو اور اس سے مستفیع ہونے کو موجب بے ادبی سمجھتے ہو پھر اس تحریم کو غیر قابل رفع یعنی مؤبد جانتے ہو یہ سب ممنوع اور منہی عنہ ہے پس نہ ایسے فعل کا جیسے خود سائد وغیرہ بتوں کے نام چھوڑنا یا کسی اور غیر اللہ کے نامزد کرنا ارتکاب کرو بلکہ اس کے حال پر رکھ کر کھاؤ پیو اور نہ اس کو مشروع سمجھو اور اگر ایسی حرکت جہالت سے ہو جاوے تو ایمان و توبہ و اصلاح نیت سے اس تحریم کو مرتفع سمجھو اور ظاہر ہے (کہ تحریم للکرامۃ) سے نفی اور (تحریم للنجاسة) کے اثبات میں کچھ تعارض نہیں احقر نے تفسیر کی جو تقریر کی ہے اس میں بھی اس کو صاف کر دیا ہے اور ہم نے جو حلال اور گندی چیزوں میں شرعاً کی قید لگا دی ہے اس سے کسی کو قیاس دوڑانے کی گنجائش نہیں رہی۔

**ربط:** آیت گذشتہ میں بطلان طریق مشرکین کا بیان تھا آگے بطلان اس طریق کے برہان کا بیان ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ کَذٰلِکَ یُرِیْہُمُ اللّٰہُ اَنَّمَا لَھُمْ حَسَرَاتٌ اس میں بعض تفاسیر کی بناء پر اصل ہے اس کی کہ تمہل اعمال کے قائل ہوئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ کُلُّوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیْبًا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اس میں ابطال ہے غلو فی المجاہدہ کا۔

**الکلام:** قولہ تعالیٰ وما ہم بخارجین دل تقدیم المسند الیہ علی معنی الفعل متصلاً بحرف النفی علی تخصیص النفی بالمسند الیہ واثباتہ لغیرہ علی خروج العصاة من النار کما صرحوا فی ما انت قلت کذا قال مولانا عبد العزیز ۱۲۔



وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا آفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

اور جب کوئی ان لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اس پر چلو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں

شَيْئًا وَلَا يَحْتَدُّونَ ۚ وَمِثْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمِثْلِ الَّذِينَ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمُّوا بِكُمْ عُمَىٰ

اور نہ ہدایت رکھتے ہوں؟ اور ان کافروں کی کیفیت اس کیفیت کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کوئی بات نہیں سنتا۔ یہ کفار بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۚ إِنَّمَا

سو سمجھتے کچھ نہیں۔ اے ایمان والو جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت اور ایسے جانور جو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر بھی جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طلب لذت ہو اور نہ تجاوز کر نیو لا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

واقی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم

تفسیر: بطلان دلیل مشرکین:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا يَحْتَدُّونَ ۚ اور جب کوئی ان (مشرک) لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس پر چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (کیونکہ وہ لوگ اس طریقہ کے اختیار کرنے میں مامور من اللہ تھے حق تعالیٰ ان پر رد فرماتے ہیں کہ) کیا (ہر حالت میں یہ لوگ اپنے باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلیں گے) اگر چہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ کسی (آسمانی کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں: مطلب یہ کہ خود وہ باپ دادا ہی متمسک بامر اللہ نہ تھے اور تمسک کی دو صورتیں ہوتی ہیں صریح لفظ کتاب سے جس کو ہدایت سے تعبیر فرمایا اور علت حکم کتاب سے بواسطہ قیاس کے جس کو عقل سے تعبیر فرمایا سو وہ دونوں سے عاری تھے پس ایسے شخص کی تقلید کی کیا گنجائش ہے اور پھر تقلید بھی محل مسکوت عنہ میں نہیں بلکہ مورد دلیل میں اور خلاف دلیل کے اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر کسی بزرگ کی نسبت دلیل صحیح معتبر سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اس کا قول مستند (لای الدلیل الشرعی) ہوتا ہے خواہ وہ دلیل شرعی نص ہو یا قیاس وہ شخص شرعاً اتباع اور تقلید کے قابل ہوتا ہے جب تک کہ اس کے قول کا کسی دلیل صحیح صریح سے معارض ہونا ثابت نہ ہو جاوے پس تقلید ائمہ مجتہدین کی مذمت میں اس آیت کو پڑھ دینا محض بے محل ہے بلکہ اس سے تو اور اس تقلید مجتہدین فی الدین کی تائید اور تقویت ہوتی ہے جیسا ابھی تقریر کر چکا ہوں۔

دبٹ: اوپر ان مشرکین کی بد فہمی کا بیان تھا ہونشاء ہے حق قبول نہ کرنے کا آگے اس بد فہمی کے باب میں ان کی ایک مثال مذکور ہوتی ہے۔ مثال سوء فہم مشرکین:

وَمِثْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمِثْلِ الَّذِينَ (الی قولہ تعالیٰ) فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ اور ان کافروں کی کیفیت (نا فہمی میں) اس (جانور) کی کیفیت کے مثل ہے (جس کا ذکر اس مثال میں کیا جاتا ہے) کہ ایک شخص ہے وہ ایسے (جانور) کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کوئی (پر مضمون) بات نہیں سنتا (اسی طرح) یہ کفار (بھی ظاہری بات چیت تو سنتے ہیں لیکن کام کی بات سے بالکل) بہرے ہیں (گویا سنا ہی نہیں) گونگے ہیں (کہ کبھی ایسی بات زبان ہی پر نہیں آتی) اندھے ہیں (کہ نفع نقصان نظر ہی نہیں آتا) سو (جب سارے ہی حواس مختل ہیں تو) سمجھتے (سمجھاتے) کچھ نہیں۔

دبٹ: اوپر اکل طیبات کے امر میں مشرکین کی غلطی ظاہر فرمانے سے ان کی اصلاح مقصود تھی آگے اہل ایمان کو اس غلطی میں ان کفار کی موافقت کرنے سے ممانعت اور اس ضمن میں اسی امر سے اہل ایمان پر اپنا انعام ظاہر فرمانا اور اس انعام پر ان کو ادائے شکر کا حکم فرمانا مقصود ہے۔

اظہار نعمت بر مؤمنین مع حکم شکر:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۚ اے ایمان والو! (ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ) جو (شرع کی رو سے) پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ



(برتن) اور (اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ) حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو (زبان سے بھی ہاتھ پاؤں سے خدمت و طاعت بجالا کر بھی اور دل سے ان نعمتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر بھی) اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو (اور یہ تعلق ہونا مسلم اور ظاہر ہے پس وجوب شکر بھی ثابت ہے)

**دب:** اور تو اس کا بیان تھا کہ حلال کو حرام مت کرو آگے یہ مذکور ہوتا ہے کہ حرام کو حلال مت سمجھو جیسا کہ مشرکین اس میں بھی مبتلا تھے چنانچہ میتہ و مذبوح باسم غیر اللہ وغیرہ کھایا کرتے تھے اور ان حرام چیزوں کے بیان کرنے سے مضمون مذکور کی بھی تائید مقصود ہے کہ دیکھو حرام یہ چیزیں ہیں اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام مت کرو۔

ماکولات محرمة:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (التي قوله تعالى) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف (ان چیزوں کو) حرام کیا ہے (اور ان چیزوں کو حرام نہیں کیا جن کو تم اپنی طرف سے حرام کر رہے ہو جیسا گذرا یعنی) مردار (جانور) کو (جو) باوجود واجب الذبح ہونے کے بلا ذبح شرعی مر جاوے (اور خون کو) جو بہتا ہو (اور خنزیر کے گوشت کو) (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو (ان سب کو بیشک حرام کیا ہے) پھر بھی (اس میں اتنی آسانی رکھی ہے کہ) جو شخص (بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو کھانے میں) طالب لذت ہو اور نہ (قد ر ضرورت و حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو تو (اس حالت میں ان چیزوں میں سے کھانے میں بھی) اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم (کہ ایسے وقت میں یہ رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں گناہ اٹھا دیا۔

**ف:** اس مقام کے متعلق چند مسائل فقہیہ ہیں۔

**مسئلہ:** جس جانور کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہو اور وہ بلا ذبح ہلاک ہو جاوے وہ حرام ہوتا ہے اور جس جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک مڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جیسے ہرن وغیرہ جبکہ اس کے ذبح پر قدرت نہ ہو تو اس کو دور ہی سے تیر یا اور کسی تیز ہتھیار سے اگر بسم اللہ کہہ کر زخمی کیا جاوے تو حلال ہو جاتا ہے البتہ بندوق کا شکار بدوں ذبح کیے ہوئے حلال نہیں کیونکہ گولی میں دھار نہیں ہوتی۔ مسئلہ: خون جو بہتا نہ ہو اس سے دو (۲) چیزیں مراد ہیں جگر اور طحال یہ حلال ہیں مسئلہ: خنزیر کے سب اجزاء لحم و لحم و پوست و اعصاب سب حرام بھی ہیں اور نجس بھی ہیں۔ مسئلہ: جس جانور کو غیر اللہ کے نامزد اس نیت سے کر دیا ہو کہ وہ ہم سے خوش ہو سکے اور ہماری کارروائی کر دینگے جیسا اکثر عام جاہلوں کی عادت ہے کہ اسی نیت سے بکرا

مرغا وغیرہ مقرر کر دیتے ہیں وہ حرام ہو جاتا ہے اگرچہ ذبح کے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال ہو جاتا ہے۔ تنبیہ: اس مسئلہ میں بعض خواندہ لوگوں کو غلطی ہو گئی ہے اور وجہ غلطی کی دو ہیں اول یہ کہ آیت سابقہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ جو لوگ سائنڈھ وغیرہ کی تحریم کرتے تھے ان کی رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سائنڈھ وغیرہ حلال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تحریم اور اس تحریم مدعی میں چند فرق ہیں۔ اول یہ کہ وہاں تحریم کے معنی ہیں ایسا فعل کرنا جس سے حرمت پیدا ہو جاوے جیسے خود سائنڈھ وغیرہ چھوڑنا اور یہاں تحریم کے معنی ہیں کہ جب کوئی ایسا فعل کرتے تو حرمت کا حکم ہو جاوے گا۔ دوسرے ان کی تحریم اس جانور کے تعظیم اور ادب کے اعتقاد سے تھی اور یہ تحریم اس جانور کے خبث و نجاست سے ہے۔ تیسرے وہ تحریم ان کے اعتقاد میں مؤبد تھی کہ کسی طرح قابل ارتقا نہ تھی اور یہ تحریم غیر مؤبد ہے کہ جب توبہ کرو مرتفع ہو جاوے اور یہ مرتفع کر دینا واجب بھی ہے پس اس تحریم کی نفی یا انکار سے اس تحریم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے اہل کی تفسیر ذبح (علی اسم غیر اللہ) کی ہے معلوم ہوا کہ وہی جانور مراد ہے جس کو بجائے بسم اللہ کے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ اسی حرام کی ایک فرد یہ بھی ہے چونکہ جاہلیت میں اس کا رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کر دی گئی غایت مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسری فرد سے ساکت رہیگی سو اس میں کچھ ضرر نہیں جبکہ اور دلائل حرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغت عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں خواہ کسی کے نام پر ذبح ہو پھر یہ دوسری آیت اس سے زیادہ صریح ہے سورہ مائدہ میں کہ بعد مَّا أَهْلًا لِّغَيْرِهِ کے مَّا ذُبحَ عَلَى النَّصَبِ جدا فرمایا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس ذبح سے تقرب و تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ تیسرے صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے لَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ اور ظاہر ہے کہ ایسی ذبح متنازع فیہ پر ذبح لغیر اللہ صادق آتا ہے چنانچہ کتب مذہب میں یہاں تک مصرح ہے کہ اگر کسی حاکم کے آنے پر بطور بھیئت کے ذبح کرے گو اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو مگر وہ (مَّا أَهْلًا لِّغَيْرِهِ) میں داخل ہو کر حرام ہو جاتا ہے کذا فی الدر المختار وغیرہ اور نووی نے بھی حدیث مذکور کی شرح میں ایسے (مذبوح لقدوم الامیر) کی حرمت اسی بنا پر شیخ ابراہیم مروزی شافعی سے نقل کی ہے بعض لوگوں کو تفسیر احمدی کی عبارت سے یہ شبہ ہو گیا ہے کہ اس کا جواب اس کے منہیہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے



تاویل ایصال ثواب کی بنا پر حلت کا حکم فرمایا ہے اور بلا تاویل حلال نہیں کہتے جیسا اسی قسم کی تاویل سے نووی نے ابراہیم مروزی کے قول کے بعد رافعی کا قول نقل کیا ہے تو جہاں یہ تاویل یقیناً منفی ہو اس کو کیسے حلال کہا جاوے گا اور عوام کا یہ فعل یقیناً قابل تاویل نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اس جانور کے بدلے اس سے دوئی قیمت کی چیز ان کو دے کر کہا جاوے کہ بجائے اس جانور کے اس چیز سے ایصال ثواب کرو ہرگز گوارا نہ کریں اور استبدال میں اندیشہ ناراضی ان بزرگوں کا کریں جس سے فساد نیت یقینی ہے اور یہی مدار تھا حرمت کا خوب سمجھ لو۔

**ربط:** اوپر محرمات حسیہ کا ذکر تھا آیت آئندہ میں محرم معنوی کا بیان ہے جو عادت تھی علماء یہودی کی کہ احکام غلط بیان کر کے عوام سے رشوت لیتے اور کھاتے تھے نیز اس میں تعلیم ہے علمائے امت محمدیہ کو کہ ہم نے جو کچھ احکام بیان کئے ہیں کسی نفسانی غرض اور منفعت سے ان کے بیان و تبلیغ میں کوتاہی مت کرنا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ اُولَٰئِكَ كَانَ اَبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَحْتَدُّونَ<sup>۱۰</sup> اس میں دلالت ہے اس پر کہ جس شخص کا صاحب عقل و اہتمام ہونا اجمالاً بھی ثابت ہو جاوے اس کا اتباع مطلقاً جائز ہے اور یہ اصل ہے بلا تردد مشائخ کے اتباع کرنے کی۔ قولہ تعالیٰ صُمُّوا بِكُمُوعُ<sup>۱۱</sup> اس میں مدرکات روحانیہ کا اثبات ہے۔ قولہ تعالیٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ يَذْكُرْ لَكُمْ وَلَٰكِنْ اِنَّكُمْ لَعَالَمُونَ<sup>۱۲</sup> اس پر کہ طیبات مستلزمات کا تناول کرنا کبھی حق تعالیٰ کی محبت اور شکر تک پہنچا دیتا ہے اس طرح وہ مستحسن ہوگا۔

**النحو:** او لو کان آبائهم لو وصلية والجملة مقدرة قبلها بعد الهمزة ای اتباعونهم وان کان آبائهم الخ وقيل غير ذلك<sup>۱۲</sup>۔  
**البلاغة:** واذا قيل لهم قال البيضاوي الضمير للناس وعدل عن الخطاب عنهم للنداء على ضلالتهم كانه التفت الى العقلاء وقال لهم انظروا الى هؤلاء الحمقى ما ذا يجيبون<sup>۱۲</sup> ان كنتم اياه تعبدون في روح المعاني بمنزلة التعليل لطلب الشكر كانه قيل واشكروا له لانكم تخلصونه بالعبادة الخ<sup>۱۲</sup>۔

**الروایات:** قال البيضاوي نزلت في المشركين امروا باتباع القرآن وسائر ما انزل الله من الحجج والآيات فجنحوا الى التقليد وقيل في طائفة من اليهود اه قلت الاول اوفق بالنظم والثاني اقوى رواية كما في لباب النقول اخرج ابن ابي حاتم من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال دعا رسول الله ﷺ اليهود الى الاسلام ورجعهم فيه وحذرهم عذاب الله ونقمته فقال رافع بن حرملة ومالك بن عوف بل نتبع يا محمد ما وجدنا عليه آباءنا فهم كانوا اعلم وخيرا منا فانزل الله في ذلك واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله الآية قلت ولا يسعد نزولها في الفريقين فان اللفظ عام والمحااجة كانت مع الفريقين والله اعلم<sup>۱۲</sup>۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ کیونکہ وہ لوگ الی قولہ مامور من اللہ تھے علیہ بدلیل قولہ تعالیٰ فی الاعراف واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا وفسرها البيضاوی بعین هذا التفسیر فقولہم بل لیس لنفی الاتباع لما انزل اللہ مطلقا بل لما انزل اللہ علی نبیہ ﷺ خاصة لا سيما اذا كانت الآية فی اليهود فانہم کانوا اهل التوراة وانما نفی اللہ تعالیٰ عن آباء اليهود العقل والاهتداء لعدم تمسکهم فی هذه الدعاوی الباطلة والامانی الفارغة بذاک الكتاب لکونها علی خلاف سنتہ لا لکونہم لا کتاب لہم ولو كانت فی المشرکین یصح حملہا علی عدم کون الكتاب عندهم راساً<sup>۱۲</sup>۔ ۲۔ قولہ جس کا ذکر اس مثال میں کیا جاتا ہے فیہ اشارۃ الی توجیہ الکلام بوجہ غریب حاصلہ ہکذا ومثل الذین کفروا کمثل هذا المجموع باعتبار احد اجزائه والمجموع هو رجل ینفق بالہیمة وذلك الجزء هو الہیمة وهذا کثیر ایستعمل فی جمیع الالسنۃ فلا یحتاج الی تقدیر شئی فتبصر وتشکر<sup>۱۲</sup>۔ ۳۔ قولہ جانور کے پیچھے راہی فیہ اصل اللغۃ ففی روح المعانی النعیق التابع فی التصویت علی البہائم للزجر<sup>۱۲</sup>۔ ۴۔ قولہ پر مضمون بات نہیں سنتا فالنفسی یكون للمسموع كما هو ظاهر الاستثناء لا لفہم كما تکلفوا<sup>۱۲</sup>۔ ۵۔ قولہ سو جب الخ اشارۃ الی وجہ ترتبہ بالفاء<sup>۱۲</sup>۔ ۶۔ قولہ برتولما فی روح المعانی کلوا العموم جمیع وجوہ الانتفاع دلالة وعبارۃ<sup>۱۲</sup>۔ ۷۔ قولہ اجازت حملہا للامر علی الاباحۃ<sup>۱۲</sup>۔ ۸۔ قولہ حکم ہے حملہا للامر علی الايجاب<sup>۱۲</sup>۔ ۹۔ قولہ زبان سے بھی الخ لعموم مفہوم الشکر<sup>۱۲</sup>۔ ۱۰۔ قولہ اور ان چیزوں کو الخ اشارۃ الی کون الحصر اضافی لا حقیقی لیرد المنع بحرمة اشیاء لم تذکر فالمراد ان اللہ تعالیٰ لم یحرم ما حرمتہ باہواء کم وآرائکم<sup>۱۲</sup>۔ ۱۱۔ قولہ جو باوجود واجب الذبح الخ وقولہ بہتہا ہود لیلہما الاجماع المستند الی الحدیث الذی اخرجہ ابن ماجہ والحاکم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا احلت لنا میتان ودمان السمک والجراد والکبد والطحال وحمل الصيد منصوص علیہ فی القرآن وكذا تقیید الدم بالمسفوح وبقید هذا المطلق خاصة بالاجماع<sup>۱۲</sup>۔ ۱۲۔ قولہ سب اجزاء للاجماع المستند الی قولہ تعالیٰ فانه رجس ای عیناً وانما خص اللحم بالذكر لکونه معظم المقصود منه<sup>۱۲</sup>۔ ۱۳۔ قولہ طالب لذت الخ ہکذا فی المدارک وهو مبنی علی مذهب الحنفیۃ وقال ایضا وقول من قال غیر باغ علی الامام ولا عاد فی سفر حرام ضعیف لان سفر الطاعة لا یلیج بلا ضرورة والحبس بالحضر یلیج بلا سفر ولان بغیہ لا یخرج عن الایمان فلا یتحقق الحرمان آہ قلت وبمثل تفسیر الحنفیۃ فسرہ الحسن وقتادۃ والربیع ومجاہد وابن زید کذا فی الکبیر ویصح ایضاً ان یفسر منطبقاً علی المذهب الحنفی بما فسر بہ صاحب الکشاف غیر باغ علی مضطر آخر بالاستیثار علیہ<sup>۱۲</sup>۔ ۱۴۔ قولہ فی وجہ ربطہا غرض اور منفعت اشارۃ الی جواز الکتمان لخوف ضرر شدید كما هو المقرر فی کتب الفقہ<sup>۱۲</sup>۔



إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کا اخفاء کرتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں متاعِ قلیل وصول کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں

إِلَّا النَّارَ وَلَا يَكْلَهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ

آگ بھڑ ہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے اور نہ ان کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی، یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی

وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ ۖ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا

اور مغفرت چھوڑ کر عذابِ سودوزخ کے لئے کیسے باہمت ہیں۔ یہ سزائیں اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا۔ اور جو لوگ کتاب میں بے راہی کریں

فِي الْكِتَابِ لَفِيَ شِقَاقٌ بَعِيدٌ ۝ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ

وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور کے خلاف میں ہوں گے۔ کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص

أَمَّنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

اللہ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر اور مال دینا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو

وَابْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ

اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گروں چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو

### تفسیر: تحریم دین فروشی:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ (السی قولہ تعالیٰ) وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِيَ شِقَاقٍ بَعِيدٍ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب (کے مضامین) کا اخفاء کرتے ہیں اور اس (خیانت) کے معاوضہ میں (دنیا کی) متاعِ قلیل وصول کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ (کے انگارے) بھڑ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو قیامت میں (لطف کے ساتھ) کلام کریں گے اور نہ (گناہ معاف کر کے) ان کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے (دنیا میں تو) ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور (آخرت میں) مغفرت چھوڑ کر عذاب (سر پر لیا) سو (شاباش ہے ان کی ہمت کو) دوزخ (میں جانے) کے لئے کیسے باہمت ہیں (اور) یہ (ساری مذکورہ) سزائیں (ان کو) اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے (اس کتاب) کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور جو لوگ (ایسی ٹھیک ٹھیک بھیجی ہوئی) کتاب میں بے راہی (اختیار) کریں وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور (و دراز) کیخلاف (ورزی) میں (بتلا) ہو گئے (اور ایسی خلاف ورزی پر ضرور ایسی سخت سزاؤں کا استحقاق ہوگا)۔

دب: شروع سورت سے یہاں تک کہ تقریباً نصف سورۃ بقرہ ہے زیادہ روئے سخن منکرین کی طرف تھا کیونکہ سب سے اول قرآن کی حقانیت کا اثبات کیا

اس ضمن میں اس کے ماننے نہ ماننے والے فرقوں کا ذکر کیا پھر تو حید و رسالت کو ثابت کیا پھر نعم عامہ و خاصہ بنی اسرائیل کا و اذ ابتلی اٰبہم تک بیان فرمایا وہاں سے قبلہ کی بحث چلی اور اس کو بیان کر کے صفادمرودہ کی بحث پر ختم کیا پھر توحید کے اثبات کے بعد شرک کے اصول و فروع کا ابطال کیا اور یہاں تک یہی بیان ہوا اور ان سب مضامین میں ظاہر ہے کہ منکرین کی زیادہ تنبیہ ہے اور ضمناً کوئی خطاب مسلمانوں کو ہو جانا اور بات ہے اب آیات آئندہ میں کہ بقیہ نصف بقرہ ہے زیادہ مقصود مسلمانوں کو بعض اصول و فروع کی تعلیم کرنا ہے گو ضمناً غیر مسلمین کو کوئی خطاب ہو جاوے اور یہ مضمون ختم سورت تک چلا گیا ہے جس کو شروع کیا گیا ہے ایک مجمل عنوان بر سے جو کہ تمام طاعات ظاہری و باطنی کو عام ہے اور اول آیت میں الفاظ جامعہ سے مثل ایمان بالکتاب و اتباع مال و وفاء عہد و صبر جمین الباس جو تمام احکام کتاب و انواع انفاق و عہود نکاح و معاملات و جہاد و غیرہا کو شامل ہیں ایک کلی تعلیم کی گئی ہے آگے اس بر کی تفصیل چلی ہے جس میں بہت سے احکام باقتضائے وقت و مقام مثل قصاص و وصیت و صیام و جہاد و حج و انفاق و حیض و ایلاء و یمین و طلاق و نکاح و عدت و مہر و تکرار ذکر جہاد و انفاق فی سبیل اللہ و بعض معاملات بیع و شراء و شہادت بقدر ضرورت بیان فرما کر بشارت و وعدہ رحمت و مغفرت پر ختم فرمادیا۔ سبحان اللہ کیا بلوغِ ترتیب ہے پس چونکہ ان مضامین کا حاصل بر کا



بیان ہے اجمالاً وتفصیلاً اس لئے اگر اس مجموعہ کا لقب ابواب البر رکھا جاوے تو نہایت زیبا ہے۔ واللہ الموفق۔

ابواب البر۔ اصول بر:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (السی قولہ تعالیٰ) وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ اس میں اصل ہے اس کی کہ جس کے حقائق اعمال میں قائل ہوئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا الخ اس میں دلیل ہے اس پر کہ صورت محضہ بدوں متنی کے معتبر نہیں۔ قولہ تعالیٰ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ الخ اگر حبہ میں ضمیر مال کی طرف راجع ہو تو آیت دلیل ہے اس کی کہ حب مال مطلقاً مضرب نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تو آیت دلیل ہے طریق عشاق پر کہ وہ صرف حق تعالیٰ ہی سے محبت رکھتے ہیں (خریج بھی صرف اسی کی محبت سے کرتے ہیں) غیر اللہ سے محبت (بالذات) نہیں کرتے اگرچہ وہ ثواب ہی ہو۔

**اللفات:** اختلفوا فی روح المعانی تخلصوا عن طریق سلوک الحق فیہا ۱۲۔ قلت وبہ ترجمت ۱۲۔ البر کل فعل مرضی ۱۲۔

**البلاغۃ:** الا النار اما فی الحال کما هو اصل المضارع لانہم اكلوا ما يتلبس بالنار وهو الرشى لكونها عقوبة لها فيكون فی الآیۃ استعارة او السببية والمسببية واما فی المال ای لا ياكلون فی الآخرة الا النار ۱۲۔ قولہ قبل المشرق والمغرب فی روح المعانی احدا لا اقوال المراد من ذکر المشرق والمغرب التعميم لا تعيين السمتين وتعريف البر اما للجنس فيفيد القصر والمقصود نفی اختصاص البر بشان القبلة مطلقا علی ما يقتضيه الحال من كثرة الاشتغال والاهتمام بذلك والذهول عما سواه واما للعهد ای ليس

البر العظيم الذي اكثر تم الخوض فيه الخ ولكن البر على حذف مضاف ای بر من آمن ابن السبيل وانفراده ليشير اے انہم وان كانوا جمعا ينبغي ان يعتبروا كنفس واحدة فلا يضر من اعطائهم لعدم معرفتهم وبعد منفعتهم اتى الزكوة المراد حقوق فی المال غیر مقدرة سوى الزكوة اخرج الترمذی مرفوعا فی المال حق سوى الزكوة ثم قرأ الآیۃ قدمت علی القريضة مبالغة فی الحث علیہا۔ قلت واشرت الی هذا المراد فی ترجمة آتى الزكوة ۱۲۔

**النحو:** علی حہ فی موضع الحال ۱۲ ایضاوی۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج الثعلبی من طریق الكلبي عن ابی صالح ابن عباس قال نزلت هذه الآیۃ فی رؤساء اليهود وعلماء هم كانوا يصيبون من سفلتهم الهدايا والفضل وكانوا يرجون ان يكون النبي المبعوث منهم فلما بعث الله محمدا ﷺ من غیرهم خافوا ذهاب ما كلتهم وزوال ریاستهم فعمدوا الی صفة محمد ﷺ فغيروها ثم اخرجوها اليهم وقالوا هذه نعت النبی الذي يخرج فی آخر الزمان لا يشبه نعت هذا النبی فانزل الله ان الذين يكتُمون ما انزل الله من الكتب الآیۃ ۱۲۔ فی لباب النقول قال عبد الرزاق انبانا معمر عن قتادة قال كانت اليهود تصلي قبل المغرب والنصارى قبل المشرق فنزلت ليس البر ان تولوا وجوهكم الآیۃ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ اس میں کوئی شے نہیں هذا اللفظ يستعمل بمعنی التحقيق فی لساننا ۱۲۔ ۲۔ قولہ لطف کے ساتھ بقرینۃ المقام والا فالکلام الغضبی واقع لقولہ تعالیٰ قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون ۱۲۔ ۳۔ قولہ شاہاش هذا يستعمل فی لساننا للتعجب والتعجب ۱۲۔ ۴۔ قولہ ظاہر ہے هو حاصل معنی اللام المستعمل للتحقیق والتأكيد ۱۲۔



وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّادِقِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا

اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کر نیوالے ہوں جب عہد کر لیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں

وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحَرْبُ بِالْحَرْبِ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کے بارہ میں۔ آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام غلام کے عوض میں

وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ

اور عورت عورت کے عوض میں ہاں جس کو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے

مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

اور رحم ہے پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اور فہم لوگو قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ پرہیز رکھو گے

قصہ یہاں اس لئے مذکور ہوا کہ تحویل قبلہ کے وقت تمام تر بحث یہود و نصاریٰ کی اسی میں رہ گئی تھی اس لئے متنبہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کام اور ہیں ان کا اہتمام کرو۔  
ف: شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں عقائد اعمال اخلاق اور تمام جزئیات ان ہی کلیات کے تحت میں داخل ہیں اور اس آیت میں ان اقسام سہ گانہ کے بڑے بڑے شعبے ارشاد فرمائے گئے ہیں اس اعتبار سے یہ آیت مجملہ جوامع کلم کے ہے۔

و ب: ان اصول بر کے بعد آگے کچھ فروع بر یعنی احکام جزئیہ کا بیان ہوتا ہے حسب ضرورت واقعات کے جو اس وقت پیش آئے تھے۔

فروع بر یعنی بعض احکام جزئیہ: حکم اول قصاص:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحَرْبُ بِالْحَرْبِ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اے ایمان والو تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین (بقتل عمد) کے بارہ میں (یعنی ہر) آزاد آدمی (قتل کیا جاوے ہر دوسرے) آزاد آدمی کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) غلام (دوسرے ہر) غلام کے عوض میں اور (اسی طرح ہر) عورت (دوسری ہر) عورت کے عوض میں (گویہ قاتلین بڑے درجہ کے اور مقتولین چھوٹے درجہ کے ہوں جب بھی سب کو برابر سمجھ کر قصاص لیا جاوے یعنی قاتل کو سزا میں قتل کیا جاوے گا) ہاں جس (قاتل) کو اس کے فریق (مقدمہ) کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے (مگر پوری معافی نہ ہو) تو (اس سے سزائے

تفسیر: وَالْمُؤْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ کچھ سارا کمال اسی میں نہیں آ (گیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو (کر لو) لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر یقین رکھے اور (اسی طرح) قیامت کے دن (آنے پر) (بھی) اور فرشتوں (کیو جو) پر (بھی) اور (سب) کتب (سموویہ) پر (بھی) اور (سب) پیغمبروں پر (بھی) اور (وہ شخص) مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں (اپنے حاجتمند) رشتہ داروں کو اور (نادار) یتیموں کو (یعنی جن بچوں کو ان کا باپ نابالغ چھوڑ کر مر گیا ہو) اور (دوسرے غریب) محتاجوں کو (بھی) اور (بے خرچ) مسافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں (بھی مال خرچ کرتا ہو) اور (وہ شخص) نماز کی پابندی (بھی رکھتا ہو اور) مقررہ (زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو اشخاص) کہ ان عقائد و اعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ) اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب (کسی امر جائز کا) عہد کر لیں اور (اسی صفت کو خصوصیت کے ساتھ کہوں گا کہ) وہ لوگ (ان مواقع میں) مستقل (مزانج) رہنے والے ہوں (ایک تو) تنگدستی میں اور دوسرے (بیماری میں اور تیسرے معرکہ) قتال (کفار) میں (یعنی پریشان اور کم ہمت نہ ہوں بس) یہ لوگ ہیں جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف) ہیں اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) متقی (کہے جاسکتے) ہیں (غرض اصلی مقاصد اور کمالات دین کے یہ ہیں نماز میں کسی سمت کو منہ کرنا انہیں کمالات مذکورہ میں سے ایک کمال خاص یعنی اقلیت صلوٰۃ کے تابع اور شرائط میں سے ہے اور اس کے حسن سے اس میں بھی حسن آگیا ورنہ اگر نماز نہ ہوتی تو کسی خاص سمت کو منہ کرنا بھی عبادت نہ (ہوتا)۔ ف: بعض سمتوں کا



قتل سے تو بری ہو گیا لیکن دیت یعنی خون بہا کے طور پر ایک معین مقدار سے مال بذمہ قاتل واجب ہو جاوے گا تو اس وقت فریقین کے ذمہ ان دو امر کی رعایت ضروری ہے مدعی یعنی وارث مقتول کے ذمہ تو (تو معقول طور پر اس مال کا مطالبہ کرنا کہ اسکو زیادہ تنگ نہ کرے اور (مدعا علیہ یعنی قاتل کے ذمہ) خوبی کے ساتھ (اس مال کا) اس (مدعی) کے پاس پہنچا دینا (کہ مقدار میں کمی نہ کرے خواہ مخواہ ٹالے نہیں) یہ (قانون دیت و عفو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (سزا میں) تخفیف ہے اور (شاہانہ) ترحم ہے (ورنہ بجز سزائے قتل کے کوئی گنجائش ہی نہ ہوتی) پھر جو شخص اس (قانون) کے (مقرر ہوئے) بعد تعدی کا مرتکب ہو (مثلاً کسی پر جھوٹا یا اشتباہ میں دعویٰ قتل کا کر دے یا معاف کر کے پھر قتل کی پیروی کرے) تو اس شخص کو (آخرت میں) بڑا دردناک عذاب ہوگا اور فہیم لوگو (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے (کیونکہ اس قانون کے اجراء کے خوف سے ارتکاب قتل سے ڈریں گے تو کئی جانیں بچیں گی) ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے) پرہیز رکھو گے۔ **مسئلہ:** قتل عمدہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی کو کسی آہنی سلاح سے یا ایسی چیز سے جس سے گوشت پوست کٹ کر خون بہ سکے قتل کیا جاوے قصاص یعنی سزائے قتل اسی قتل کے جرم میں خاص ہے۔

**مسئلہ:** ایسے قتل میں جیسا آزاد آدمی آزاد کے عوض میں قتل کیا جاتا ہے ایسا ہی غلام کے عوض میں بھی اور جس طرح عورت کے عوض میں عورت ماری جاتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے مقابلہ میں قتل کیا جاتا ہے۔

**مسئلہ:** اگر قاتل عمدہ میں قاتل کو پوری معافی دیدی جاوے مثلاً مقتول کے وارث صرف اس کے دو بیٹے تھے اور دونوں نے اپنا حق معاف کر دیا تو قاتل پر کوئی مطالبہ نہیں رہا اور اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً صورت مذکورہ میں دو بیٹوں میں سے ایک نے معاف کیا دوسرے نے معاف نہیں کیا تو سزائے قصاص سے تو قاتل بری ہو گیا لیکن معاف نہ کرنے والے کو نصف دیت یعنی خون بہا دلا یا جاوے گا اور خون بہا شرع میں یہ ہے سواونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور درہم کی مقدار سکہ مروجہ حال سے سوا چار آنہ اور ساڑھے چار آنہ کے درمیان میں ہے اور ان اونٹوں کی عمریں وغیرہ کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں۔

**مسئلہ:** جس طرح ناقص معافی سے مال واجب ہو جاتا ہے اسی طرح اگر باہم کسی مقدار مال پر مصالحت ہو جاوے تب بھی قصاص ساقط ہو کر مال

واجب ہو جاتا ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اگر اونٹ یا اشرافیوں یا روپیوں پر صلح ٹھہرے تو ان اشیاء کی جو مقدار اوپر مذکور ہوئی اس سے زیادہ پر معاملہ نہ ہو البتہ اگر اور کسی جنس پر صلح ہو جاوے مثلاً کوئی غلہ یا کپڑا یا گھوڑا تو جس قدر قیمت کی بھی ہوں صلح جائز ہے پھر چاہے یہی مقررہ چیزیں لے لے اور چاہے ان مقررہ چیزوں کے عوض برضا مندری اشرافیاں یا روپیہ گویہ اشرافیاں یا روپے اس اوپر والی مقدار سے زیادہ ہوں لے لے سب جائز ہے۔

**مسئلہ:** قتل عمدہ میں جو دیت یا صلح سے مال واجب ہو وہ صرف قاتل کے مال میں واجب ہوتا ہے۔

**مسئلہ:** مقتول کے جتنے وارث شرعی ہوں گے ان ہی سہاموں پر قصاص اور اسی طرح مال دیت سب میں مشترک ہوگا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَكَمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ بعض نے اس کو تفسیر حیوة اخرویہ کے ساتھ کی ہے پس معنی یہ ہوئے کہ قاتل سے جب دنیا میں قصاص لے لیا جاوے پھر اس سے حق مقتول کا آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا جمہور کے نزدیک تو مطلقاً اور حنفیہ کے نزدیک قاتل کے تسلیم نفس کے بعد پس اس تفسیر پر یہ آیت دال ہوگی فنا کے اندر بقاء ہونے پر۔

**اللغات:** الباساء والضراء عن الازهرى الباساء فى الاموال كالفقر والضراء فى النفس كالمرض آہ بیضاوی ۱۲۔

**البلاغۃ:** والموفون لم يقل واوفى كما قبله اشارة الى وجوب استقرار الوفاء والصابرين نصب على المدح بتقدير اخص او امدح وغير سبكه عما قبله تنبيها على فضيلة الصبر ومزية على سائر الاعمال حتى كانه ليس من جنس الاول قلت واشرت الى هذا المعنى فى توضيح الترجمة وحين الباس هذا من باب الترقى فى الصبر من الشديد الى الاشد لان الصبر على المرض فوق الصبر على الفقر والصبر على القتال فوق الصبر على المرض وعدى الصبر على الاولين بغير لانه لا يعد الانسان من الممدوحين اذا صبر على شئ من ذلك الا اذا صار الفقر والمرض كالظرف له واما اذا اصاباه وقتنا ما وصبر فليس فيه كثير مدح اذا كثر الناس كذلك واتى بحین فى الاخير لان القتال حالة لا تكاد تدوم فى اغلب الاوقات آہ ۱۲۔

**الفقه:** استدلل بعض الشافعية بالآية على ان لا يقتل الحر بالعبد والذكر بالانثى ولقد انصف البيضاوى فيما قال ولا تدل على



ان لا يقتل الحر بال عبد والذكر بالانثى كما لا تدل على عكسه فان المفهوم حيث لم يظهر للتخصيص غرض سوى اختصاص الحكم وقد بينا ما كان الغرض اى المنع من التعدى واثبات المساواة بين حر وحر وعبد وعبد ولقد اجاد صاحب روح المعاني في جوابه بقوله ومقتضى هذا ان لا يقتل العبد الا بالعبد ولا تقتل الانثى الا بالانثى والمخالف لم يذهب اليه واستدل الحنفية بقوله تعالى ان النفس بالنفس وقوله عليه السلام المسلمون تتكافأ ماء هم رواه اصحاب الصحاح ۱۲ .

**الروايات:** فى المعالم عن سعيد بن جبیر كانت بين الاوس والخزرج وكان لاحد الحيين على الآخر طول فى الكثرة والشرف فاقسموا لنقتلن بالعبد منا الحر منهم وبالمراة منا الرجل منهم وبالرجل منا الرجلين منهم وبالرجلين منا اربعة رجال منهم الى قوله فانزل الله تعالى هذه الآية وامر بالمساواة فرضوا آه قلت وكان النظر الاصلى الى المساواة نفيا لقولهم بالرجل منا الرجلين الخ لا نفيا للقصاص بين الرجل والمرأة فافهم او يقال لما كان المقصود بقولهم بالعبد منا الحر منهم وبالمراة منا الرجل منهم ان لا يقتل

بالعبد منهم الحر منا وبالمراة منهم الرجل مناصح نفى هذا القول ايضا فافهم ۱۲ .

**العربية:** فمن عفى له من اخيه شئ فى الكشف معناه فمن عفى له من جهة اخيه شئ من العفو كقولك سير بزيد بعض السير ولا يصح ان يكون فى معنى المفعول به لان عفا لا يتعدى الى مفعول به الا بواسطة ويتعدى بعن الى الجاني والى الذنب فاذا تعدى الى الذنب والجاني معا قيل عفوت لفلان عما جنى كما تقول عفرت له ذنبه فكانه قيل فمن عفى له عن جناية فاستغنى عن ذكر الجناية فاتباع ع فليكن اتباع الخ ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله ۱۱ فى ترجمة فاء فمن فان هذه الكلمة يستعمل تارة فى لساننا لمعنى التعقيب الذكرى ۱۲ .

۲ قوله فى ترجمة اخيه فريق هو اعد الوجهين المذكورين فى الكشف قال واخوه هو ولى المقتول وقيل له اخوه لانه لا يسه من قبل انه ولى الدم ومطالبه به كما تقول للرجل قل لصاحبك كذا لمن بينه وبينه ادنى ملاسة ۱۲ . ۳ قوله ۱۲ بجا وهذا اشارة الى تقدير المضاف اى البقاء بمعنى الحفظ والتفخيم دل عليه التنوين ۱۲ .



كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کیلئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے

عَلَى الْمُتَّقِينَ ۚ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ

جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری ہے پھر جو شخص سن لینے کے بعد اس کو تبدیل کرے گا تو اس کا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تو یقیناً سنتے جانتے ہیں

فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

ہاں جس شخص کو وصیت کرنا والے کی جانب سے کسی بے عنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے واقعی اللہ تعالیٰ تو معاف فرمائیوالے ہیں

أَمِنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ

اور رحم کرنا والے ہیں۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو۔ پھر جو شخص

مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مِّسْكِينَ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے اور جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے اور جو شخص خوشی سے خیر کرے

فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ

تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔

تفسیر: حکم دوم وصیت:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصے شرع سے مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث تک مردہ اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا باقی جو کچھ رہتا وہ سب اولاد کا حق ہوتا تھا اس آیت میں یہ حکم مذکور ہے یعنی تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو (آثار سے) موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو (اپنے) والدین اور (دیگر اقارب کے لئے معقول طور پر) (کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو) کچھ کچھ بتلا جاوے (اس کا نام وصیت ہے) جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری (کیا جاتا ہے) پھر (جن لوگوں نے اس وصیت کو سنا ہے ان میں سے جو شخص (بھی) سن لینے کے بعد اس (کے مضمون) کو تبدیل کرے گا (اور باہمی تقسیم و فیصلہ کے وقت غلط اظہار دے گا اور اس کے موافق فیصلہ ہونے سے کسی کا حق تلف ہو جاوے گا) تو اس (حق تلفی) کا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس (مضمون) کو تبدیل کریں گے (حاکم عدالت یا ثالث کو گناہ نہ ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو یقیناً سنتے جانتے ہیں (تو تبدیل کرنے والے کے اظہار بھی سنتے ہیں اور حاکم کا بے خبر اور معذور ہونا بھی جانتے ہیں) ہاں (ایک طرح کی تبدیل کی اجازت بھی ہے وہ یہ کہ) جس شخص کو وصیت کرنے والے کی جانب سے (وصیت کے بارہ میں غلطی سے) کسی بے عنوانی کی یا (قصداً)

قانون وصیت کے کسی دفعہ کی خلاف ورزی سے) کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو (اور اس بے ضابطہ وصیت کی وجہ سے اس مردے کے پس ماندوں یعنی مستحقان ترکہ و مستحقان مال وصیت میں نزاع کا احتمال یا وقوع معلوم ہو) پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت کرادے (گو وہ مصالحت اس مضمون وصیت کے خلاف ہو جو ظاہراً (تبدیل وصیت ہے) تو اس (شخص) پر کوئی (بار) گناہ نہیں ہے (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (خود گناہوں کے) معاف فرمانے والے اور (گناہگاروں پر) رحم کرنے والے ہیں (اور یہ شخص تو اس اصلاح میں مطیع حکم ہے تو اس پر تو کیوں نہ رحمت ہوگی)۔ ہ: اس حکم کے تین جزو تھے ایک بجز اولاد کے دوسرے ورثہ کے حصص و حقوق ترکہ میں معین نہ ہونا۔ دوم ایسے اقارب کے لئے وصیت کا واجب ہونا۔ تیسرے ثلث مال سے زیادہ وصیت کی اجازت نہ ہونا۔ پس پہلا جزو تو آیت میراث سے منسوخ ہے دوسرا جزو حدیث سے جو کہ مؤید بالا جماع ہے منسوخ ہے اور وجوب کے ساتھ جواز بھی منسوخ ہو گیا یعنی وارث شرعی کے لئے وصیت مالیہ باطل ہے تیسرا جزو اب بھی باقی ہے ثلث سے زائد میں بدوں رضادورثہ بالغین کے وصیت باطل ہے۔

حکم سوم صوم: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (السی قولہ تعالیٰ) وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ (کیونکہ روزہ رکھنے سے



عادت پڑ گئی نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی اور اسی عادت کی پختگی بنیاد ہے تقویٰ کی سو) تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو (ان تھوڑے دنوں سے مراد رمضان ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے) پھر (اس میں بھی اتنی آسانی ہے کہ) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس کو روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو (اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) دوسرے ایام کا (انتاہی) شمار (کر کے ان میں روزہ رکھنا) (اس پر واجب) ہے اور (دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہو گئی یہ ہے کہ) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں (اور پھر بھی روزہ رکھنے کو دل نہ چاہے تو) ان کے ذمہ (صرف روزہ کا) فدیہ (یعنی بدلہ) ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا (کھلا دینا یا دیدینا) ہے اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر (خیرات) کرے (کہ زیادہ فدیہ دیدے) تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور گو (ہم نے آسانی کے لئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی ہے لیکن) تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں بھی) زیادہ بہتر ہے اگر تم (کچھ روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو۔ **ف:** پہلی امتوں میں سے نصاریٰ پر روزہ فرض ہونے کا بیان ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ نصاریٰ پر ماہ رمضان کا روزہ فرض ہوا تھا ان کا کوئی بادشاہ بیمار ہوا تو اس کی قوم نے نذر مانی کہ اگر بادشاہ کو شفاء ہو جاوے تو ہم دس روزے اور اضافہ کر دیں گے پھر اور کوئی بادشاہ بیمار ہوا اس کی صحت پر سات کا اور اضافہ ہوا پھر تیسرا بادشاہ ہوا سو اس نے تجویز کیا کہ پچاس میں تین ہی کی کسر رہ گئی ہے لاؤ تین اور بڑھالیں اور ایام ربیع میں سب رکھ لیا کریں (ذکرہ فی روح المعانی بروایۃ ابن حنظلہ والنحاس والطبرانی عن معقل بن حنظلہ مرفوعاً)۔ اور **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** میں روزہ کی ایک حکمت کا بیان ہے جس کی تقریر انشاء ترجمہ میں کر دی گئی عدم حصر حکمت صوم در تقویٰ: لیکن حکمت کا اسی میں انحصار نہیں ہو گیا خدا جانے اور کیا کیا ہزاروں حکمتیں ہونگی پس کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ جب مقصود روزہ کا معلوم ہو گیا تو یہ مقصود اگر دوسرے طریق سے حاصل کر لیں تو روزہ کی یا قید رمضان کی کیا ضرورت ہے۔ وجہ گنجائش نہ ہونے کی یہ ہے کہ ممکن ہے کہ روزے میں کچھ خاص حکمتیں اور ثمرات ایسے ہوں کہ وہ بدوں ان خاص قیود مقررہ شرعیہ کے حاصل نہ ہو سکیں خوب سمجھ لو اور اس مقام پر چند مسائل ہیں۔

**مسئلہ:** جس بیماری میں روزہ رکھنا نہایت شاق ہو یا مضر مرض ہو اس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

**مسئلہ:** سفر شرعی حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اپنی جائے قیام سے تین منزل

کے قصد سے سفر کرے تو رستہ میں تو یہ مسافر ہو گیا اب منزل مقصود پر پہنچ کر اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ کر لیا تو مسافر نہ رہا اور اگر پندرہ روز سے کم کے قیام کا ارادہ کیا تو پھر بھی مسافر ہے غرض جو شخص شرعی مسافر ہو اس کو جائز ہے کہ باوجود روزہ رکھ سکنے کے روزہ نہ رکھے لیکن ایسی حالت میں زیادہ افضل یہی ہے کہ رکھے۔

**مسئلہ:** یہ مریض اور مسافر جن کا ذکر کیا گیا اگر اس روز کے روزے کی نیت نہ کر چکے تھے تو روزہ نہ رکھنا درست ہے اور اگر نیت کر چکے ہوں تو بلا تکلیف شدیدہ روزہ توڑنا جائز نہیں۔

**مسئلہ:** یہ مریض اور مسافر جس دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہو جاوے بعد رمضان گزر جانے کے اتنے دنوں کا روزہ یہ نیت قضا رکھیں اور یہ قضا کے روزے خواہ ایک دم سے رکھیں اور خواہ ایک ایک دو دو کر کے ہر طرح رکھیں اور بعد ختم ہونے سفر اور مرض کے اگر کچھ رمضان بھی باقی ہے تو یہ بقیہ رمضان کا روزہ ادا کر کے اس کے گزرنے کے بعد یہ قضا روزے رکھ سکتے ہیں۔

**مسئلہ:** شروع اسلام میں جب لوگوں کو بتدریج روزہ کا خوگر کرنا منظور تھا یہ حکم ہو گیا تھا کہ باوجود استطاعت روزہ کے فدیہ کی اجازت تھی اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم اب بھی ہے فی روزہ یا تو ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں یا خشک جنس دینا چاہیں تو فی روزہ اسی کے سیر سے ایک مسکین کو پونے دو سیر گیہوں دیدیا کریں اگر اتنے گیہوں دو مسکین کو دینگے درست نہیں یا ایک تاریخ میں ایک مسکین کو دو دن کا فدیہ دینگے تب بھی درست نہیں اگر فدیہ دینے کے بعد اس شخص میں طاقت آگئی یا وہ مرض جاتا رہا تو ان روزوں کو پھر قضا کرنا ہوگا اور اس فدیہ کا ثواب الگ ملیگا مگر یہ فدیہ بجائے روزوں کے نہ رہے گا اور اگر کسی کو فدیہ دینے کی بھی وسعت نہ ہو تو بجائے فدیہ کے وہ صرف استغفار کرے اور نیت رکھے کہ جب ہو سکے ادا کروں گا۔

**دب:** اوپر ارشاد ہوا تھا کہ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو آگے ان تھوڑے دنوں کا بیان ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ ان ترک خیرا ای مالا الخ اس تعبیر میں دلالت ہے اس پر کہ مال کا مالک ہونا تقویٰ کامل کے منافی نہیں جب کہ اس کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔ قولہ تعالیٰ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (الی قولہ تعالیٰ) **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** اکمیس بیان ہے شمرہ مجاہدہ کا پس اکمیس دو مسکے ہیں ایک مجاہدہ کا نافع ہونا۔ دوسرا اسکے ثمرات کے بیان کا مشروع ہونا جیسا کہ شیوخ جب



مصلحت دیکھتے ہیں اسکو بیان کرتے ہیں۔

**اللفات:** الجنف مطلق الميل والمراد به من غير قصد بقريئة مقابلة الاثم الخوف بمعنى توقع وعلم وتحقيقه ان الخوف حالة تعتري عند انقباض من شر متوقع وهو قد يكون معلوم الوقوع فاستعمل في كليهما ۱۲ من روح المعاني. الصيام كالصوم مصدر صام ۱۲ روح المعاني.

**النحو:** لما كان الوصية مصدر اذ التاء جاز تذكير الضمان الرجعة اليه وبالاولى تذكير الفعل المنسوب اليه حقا قال البيضاوي مصدر موكداى حق ذلك حقا قلت واشرت الى تقدير الفعل فى الترجمة ولذا كتبه بين الهالين ۱۲. اياما معدودات فى روح المعاني انتصاب اياما ليس بالصيام كما قيل لوقوع الفصل بينهما باجنبي بل بمضمحل هو عليه اعنى صوموا فعدة من ايام اخر اى فعليه صوم عدة اياما المرض والسفر من ايام اخر ان افطر وحذف الشرط والمضا فان للعلم بها ۱۲ روح المعاني.

**البلاغة:** فى روح المعاني خيرا اى الا ولعل اختياره ايدانا بانه ينبغي ان يكون الموصى به حلالا طيبا لا خبيثا لان الخبيث يجب رده الى اربابه ويائمه بالوصية فيه ۱۲. كما كتب فيه تأكيد للحكم وترغيب فيه وتطبيب لانسف المخاطبين فان الامور الشاقة اذا عمت طابت اياما معدودات قليلات لان القليل سهل عده فيعدوا الكثير يوخذ جزا فاعلى سفر راكب سفر مستعمل عليه بان اشتغل به قبل الفجر فقيه ايماء الى ان من مسافر فى اثناء اليوم لم يفطر ولهذا المعنى اوثر على مسافرا ۱۲ روح المعاني.

**اختلاف القراءة:** قرأ نافع وابن عامر باضافة فدية الى طعام وجمع المسكين والاضافة حينئذ من اضافة الشئ الى جنسه كخاتم فضة لان طعام المسكين يكون فدية وغيرها وجمع المسكين لانه جمع فى الذين يطبقونه مقابل الجمع بالجمع ولم يجمع فدية لانها مصدر ۱۲ روح المعاني.

**الروايات:** فى الكمالين عن البخارى عن ابن عباس قال كان المال للولد والوصية للوالدين فنسخ الله من ذلك ما احب وجعل عز وجل للذكر مثل حظ الانثيين. وفى الجلالين عن الترمذى حديث لا وصية لوارث. فى الكمالين قال الشافعى ان هذا المتن متواتر ۱۲. اخرج البخارى ومسلم وابوداؤد والترمذى والنسائى والطبرانى وآخرون عن سلمة بن الاكوع رضى الله تعالى عنه قال لما نزلت هذه الآية وعلى الذين يطبقونه كان من شاء منا صام ومن شاء افطر ويفتدى فعل ذلك حتى نزلت الآية التى بعدها فنسختها فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۱۲ روح المعاني.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فى ترجمة فانما اثمه تواسى حق تلقى كآفته. ولما كان التبديل الذى هو سبب لهذا الاتلاف مذكورا كان كذكر هذا السبب وانما قدرت الكلام به لكونه اظهر من كون المرجع المقصود هو التبديل لان الحصر يكون لنفى شئ محتمل هناك ولايحتمل وقوع اثم التبديل على غير المبدل نعم كان المحتمل وقوع اثم الاتلاف على الحاكم او الحكم فنفاه بالحصر واشرت الى هذا كله فى تقرير الترجمة فافهم ۱۲. ۲. قوله تحقيق هوئى هوالى قوله احتمال يا وقوع هو راعيت فى خاف معناه المجازى اى علم كما نقله فى الكبير عن ابن عباس وقتادة والربيع ومعناه الحقيقى تقريره انه لما كان فعل الموصى سببا للنزاع الخوف علقه بالخوف مع كونه معلوما مقطوعا لما بين السبب والمسبب من الملازمة ۱۲. ۳. قوله فى آخر الترجمة اس پر کیوں نہ رحمت ہوگی ذکر هذا الوجه من الابلية فى روح المعاني ۱۲. ۴. قوله متقى بن جاد اخذ من روح المعاني ان يكون الفعل منزلا منزلة اللازم اى لكى تصلوا بذلك الى رتبة التقوى. ۵. قوله خير كره الى قوله بهتر ۶. اخذ اللجوء الاول مصدر او الثانى اسم تفضيل فيفيد الحمل بلامرية ۱۲ كذا فى روح المعاني.



شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالة ہے مجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں، سو جو شخص اس ماہ میں موجود

فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں اور تاکہ تم لوگ شام کی

وَلِتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

تکمیل کر لیا کرو اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو طریقہ بتلادیا اور تاکہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں

**تفسیر:** تعیین ایام صیام:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (الی قولہ تعالیٰ) يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (وہ تھوڑے ایام جن میں روزے کا حکم ہوا ہے) ماہ رمضان ہے جس میں (ایسی برکت ہے کہ اس میں یعنی اس کے ایک خاص حصہ میں کہ شب قدر ہے) قرآن مجید (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بھیجا گیا ہے جس کا ایک وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف یہ ہے کہ ہدایت کے طریقے بتلانے میں اس کا جزو جزو) واضح الدلالة ہے) اور ان دونوں وصفوں میں (مجملہ ان کتب (سموئیہ) کے (ہے) کہ ان ہی دو وصفوں سے موصوف ہیں یعنی ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (وضوح دلالت کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے (اور وہ فدیہ کی اجازت جو اوپر مذکور تھی منسوخ و موقوف ہوئی) اور (مریض اور مسافر کیلئے جو اوپر قانون تھا وہ البتہ اب بھی اسی طرح باقی ہے کہ) جو شخص ایسا بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو (اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے) (دوسرے ایام کا) (انتاہی) شمار (کر کے ان میں روزہ رکھنا) (اس پر واجب) ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ (احکام میں) آسانی (کی رعایت) کرنا منظور ہے (اس لئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجالا سکو چنانچہ سفر اور مرض میں کیسا آسان قانون مقرر کر دیا) اور تمہارے ساتھ (احکام و قوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں (کہ سخت احکام تجویز کر دیتے) اور (یہ احکام مذکورہ ہم نے خاص خاص مصلحتوں سے مقرر کئے چنانچہ اولاً روزہ ادا رکھنے کا اور کسی شرعی عذر سے رہ جاوے تو اور ایام میں قضا کرنے کا حکم تو اس لئے کیا) تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کر لیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور (خود قضا رکھنے کا حکم اس لئے کیا) تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (اور ثناء)

بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلادیا (جس سے تم برکات و ثمرات صیام رمضان سے محروم نہ رہو ورنہ اگر قضا کا حکم وجوباً نہ ہوتا تو بہت کم لوگ اس کا اہتمام کرتے) اور (عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے دیدی) تاکہ تم لوگ (اس نعمت آسانی پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کیا کرو (ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو سخت مشقت ہوتی۔ ف: قرآن مجید میں دوسری آیت میں آیا ہے کہ ہم نے قرآن مجید شب قدر میں نازل فرمایا اور یہاں رمضان شریف میں نازل کرنا فرمایا ہے سو وہ شب قدر رمضان کی تھی اسلئے دونوں مضمون موافق ہو گئے اور اگر یہ دوسو ہو کہ قرآن مجید تو کئی سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے حضور ﷺ پر نازل ہوا ہے پھر رمضان یا شب قدر میں نازل فرمانے کے کیا معنی اس دوسوہ کے جواب کی طرف احقر نے انشاء ترجمہ میں اشارہ کر دیا ہے یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر دفعۃً رمضان کی شب قدر میں نازل ہو چکا تھا پھر آسمان دنیا سے دنیا میں بتدریج کئی سال میں نازل ہوا پس اس میں بھی تعارض نہ رہا چنانچہ روح المعانی میں حضرت ابن عباس اور ابن جبر اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ قول نقل کیا ہے اِنَّهُ نَزَلَ فِيهِ جَمَلَةٌ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ نَزَلَ مِنْجُمًا فِي ثَلَاثٍ وَعَشْرِينَ تَرْجَمَ اس کا وہی ہے جو احقر اوپر لکھ چکا ہے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو امام احمد اور طبرانی نے بروایت واثلہ بن الاسقع کے جناب رسول ﷺ سے ذکر کی ہے کہ صحف ابراہیم رمضان کی اول شب میں اور توراۃ چھٹی شب میں اور انجیل تیرہویں شب میں اور قرآن مجید چوبیسویں شب میں اسی رمضان کی نازل کئے گئے کذا فی روح المعانی واللہ اعلم۔

**دب:** اوپر احکام صوم میں جن مصلحتوں کی رعایت فرمائی گئی ہے اسی طرح آئندہ بھی بعض احکام کے مصالح اور رعایت سہولت کا مذکور ہے ان سب سے حق تعالیٰ کا بندے کے حال پر توجہ اور عنایت فرمانا معلوم ہوتا ہے لہذا مضمون قرب و اجابت کا ذکر بمناسبت مقام فرماتے ہیں۔

قرب و اجابت باری تعالیٰ: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

(بقیہ صفحہ ۱۲۱ پر)



أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۰۰﴾ أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ

منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سوان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد حاصل کر سکیں گے

الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ

تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا کیونکہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم ان کے اوڑھنے بچھونے ہو خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے

عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُمْ وَأَبْغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سوا اب ان سے ملو ملاؤ اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط

الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْيَلِّ وَلَا تَبَاشِرُوهُمْ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي

صبح کا متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے پھر رات تک روزہ کو پورا کیا کرو اور ان بیویوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم اعتکاف والے ہو

الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِنَاسٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۰۱﴾

مسجدوں میں یہ تو خداوندی ضابطے ہیں سوان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کو واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ پرہیز رکھیں

کرے اور کسی ملحد کو اس شبہ کے نکالنے کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ جیسے وہ ہماری صرف بعض باتیں قبول کرتے ہیں ہم بھی ان کے صرف بعض احکام مان لیں گے، وجہ گنجائش نہ ہونگی یہ ہے کہ ہماری تو بعض درخواستیں نامناسب ہوتی ہیں اور ان کے احکام تو سب مناسب ہیں چنانچہ احقر نے ترجمہ میں بھی اسکو ظاہر کر دیا ہے۔

حکم چہارم تمتع بمفطرات در شب صیام:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الرَّفَثِ إِلَى نِسَائِكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْيَلِّ (تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا) اور پہلے جو اس سے ممانعت تھی وہ موقوف کی گئی (کیونکہ) (بوجہ قرب و اتصال کے) وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم ان کے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم (حکم الہی میں) خیانت (کر) کے گناہ میں مبتلا ہو رہے تھے (مگر) خیر (جب) تم معذرت سے پیش آئے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو (جب اجازت ہو گئی تو) اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بے تکلف) اس کا سامان کرو اور (جس طرح شب صیام میں بی بی سے ہم بستری کی اجازت ہے اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ) کھاؤ (بھی) اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ وہ نور ہے) صبح (صادق) کا (جبکہ وہ بالکل شروع ہی شروع میں طلوع ہوتی ہے) متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے (کہ عبارت ہے تاریکی کی اس

تفسیر: أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (اے محمد ﷺ) جب آپ سے میرے بندے میرے (قرب اور بعد کے متعلق) دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے ان سے فرما دیجئے کہ) میں قریب ہی ہوں (اور باستثناء نامناسب درخواست کے) منظور کر لیتا ہوں (ہر) عرضی درخواست کرنے والے کی جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سو (جس طرح میں ان کی عرض معروض کو منظور کر لیتا ہوں) ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو (بجا) آوری کے ساتھ قبول کیا کریں (اور چونکہ ان احکام میں کوئی حکم نامناسب نہیں اس لئے اس میں استثناء ممکن نہیں) اور مجھ پر یقین رکھیں (میری ہستی پر بھی میرے حاکم ہونے پر بھی میرے حکیم ہونے اور رعایت مصالح پر بھی اس طرح) امید ہے کہ وہ لوگ رشد (وفلاح) حاصل کر سکیں گے۔ ہف: یہ جو فرمایا کہ جب دریافت کریں سوا ایک شخص نے دریافت کیا تھا معنی قرب حق تعالیٰ: اور یہ جو فرمایا کہ میں قریب ہوں تو جیسے حق تعالیٰ کی ذات کی حقیقت بے چون و چگوں ہونے کی وجہ سے ادراک نہیں کی جاسکتی اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہو سکتی لہذا ایسے مباحث میں زیادہ تفتیش جائز نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی ان کی ذات ہے ان کی شان کے مناسب ان کا قرب بھی ہے۔ تحقیق اجابت دعا: اور احقر نے جو باستثناء نامناسب درخواست کی قید ظاہر کر دی اس سے وہ مشہور و سوسہ اجابت دعا کے متعلق دفع ہو گیا کہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی حاصل جواب یہ ہے کہ وہ دعا اس شخص کے مناسب حال نہیں ہوتی اور یہ ضرور نہیں کہ جو چیز واقع میں نامناسب ہو اس کے نامناسب ہونے کی اطلاع خود اس شخص کو بھی ہو جایا



کہ وہ لوگ (احکام پر مطلع ہو کر ان احکام کے خلاف کرنے سے) پرہیز رکھیں۔  
**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ اُولَئِكَ لَكُمْ اَلَيْسَ اَلِصْيَامِ الرَّفَثُ اس میں مجاہدہ کی تعدیل ہے۔

**اللفات:** استجاب واجاب واحد ومعناه قطع مسئلہ بتبلیغہ مرادہ من الجواب بمعنی القطع ۱۲ روح المعانی۔

**النحو:** قال عبد الحکیم ناصب لیلۃ الرفث المقدّر الدال علیہ الرفث المذكور اذا لمصدر لا يتقدم معمولہ علیہ قولہ وکلوا عطف علی باشروہن فالغایۃ للثلث ۱۲۔

**البلاغۃ:** قال البیضاوی الرفث کنایۃ عن الجماع لانه لا یکاد یخلو من رفث وهو الافصاح والتصریح بما یجب ان ینکح عنہ وعدی بالی لتضمنہ معنی الافضاء (و الا فاصل الرفث یتعدی بالباء) وایثارہ ہهنا لتقبیح ما ارتکبہ ولذلک سماہ خیانة ہن لباس قال البیضاوی لما کان الرجل والمرأة یعتنقان ویشتمل کل منہما علی صاحبہ شبہ باللباس او لان کلا منہما یستر حال صاحبہ ویمنعہ من الفجر اه قلت او لقلۃ الصبر عنہن لشدة الملاہیۃ قولہ الخیط الابيض شبہ اول ما یدو من الفجر المعترض فی الافق وما یمتد معہ من (الغبش) بخیطین واکتفی ببیان الخیط الابيض لدلالة علی الآخر وبذلک عدل عن الاستعارة الی التمثیل اه فاندفع ما قیل ان الصبح الصادق مستطیر فکیف شبہ بالخیط وجہ الدفع انه اول ما یدو شبہ الخیط وكذا ما قیل ان الظلام کثیرۃ فکیف شبہ الخیط وجہ الدفع ان ما یقصران خیط الصبح هو الذی شبہ الخیط ۱۲۔ حدود اللہ الحد المتع ومن کان فی طاعة اللہ والعمل بشرائعہ فهو متصرف فی حیز الحق فنهی ان یتعداہ وان یقرب الحد الذی هو الحاجز بین حیز الحق والباطل لئلا یدانی الباطل وان یکون فی الواسطۃ متباعدًا عن الطرف فضلا عن ان یتخطاہ فالمراد الاحکام ویجوز ان یرید بحدود اللہ محارمہ ۱۲ من الکشاف قلت واشرت الی هذا کله فی الترجمة۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج البخاری عن البراء قال لما نزل صوم شهر رمضان کانوا لا یقربون النساء رمضان کله فکان رجال یخوفون انفسہم فانزل اللہ علم اللہ انکم الخ وخرج احمد وابن جریر وابن ابی حاتم من طریق عبد اللہ بن کعب بن مالک عن ابیہ قال کان الناس فی رمضان اذا صام الرجل فامسى فنام حرم علیہ الطعام والشراب والنساء حتی یفطر من الغد فرجع عمر من عند النبی ﷺ وقد سمر عنده فاراد امرأته فقالت انی قد نمت قال مانمت ووقع علیہا صنع کعب مثل ذلک فعذا عمر الی النبی ﷺ فاخبرہ فنزلت الآیۃ وفی روح المعانی عن ابن جریر قال عمر یا رسول اللہ انی اعتذر الی اللہ تعالیٰ والیک من نفسی هذه ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن قتادة قال کان الرجل اذا اعتکف

حد فاصل سے کہ جو خط نور صبح سے ملا ہوا محسوس ہوتا ہے مراد تمیز ہونے سے یہ کہ صبح صادق طلوع ہو جاوے (پھر صبح صادق سے) رات (آنے) تک روزہ کو پورا کیا کرو۔ **ف:** شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ رات کو ایک دفع نیند آجانے سے آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا بی بی کے پاس جانا حرام ہو جاتا ہے بعض صحابہ کرامؓ سے غلبہ میں اس حکم کے امتثال میں کوتاہی ہو گئی پھر نام ہو کر حضور ﷺ سے اطلاع کی انکی ندامت اور توبہ پر حق تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا اور احقر نے جو خط تاریکی اور خط نور کے ملنے کو محسوس ہونے سے تعبیر کیا ہے وجہ اس تعبیر کی یہ ہے کہ واقع میں وہ دو خط نہیں بلکہ ایک ہی ہے جو خط نور و خط ظلمت دونوں کا منہما اور دونوں کے درمیان میں مشترک اور فاصل ہے جیسا اہل ریاضی جانتے ہیں۔

**حکم پنجم اعتکاف:** وَلَا تَبْتَاعُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ اور ان بیبیوں (کے بدن سے) اپنا بدن بھی (شہوت کیساتھ) مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم اعتکاف والے ہو (جو کہ) مسجدوں میں (ہوا کرتا ہے)

**ف:** مسئلہ: حالت اعتکاف میں بی بی کے ساتھ صحبت اور اسی طرح بوس و کنار سب حرام ہے پھر اگر بوس و کنار میں انزال بھی ہو گیا تو وہ اعتکاف جاتا رہے گا اور بجائے اس کے دوسرا قضا کرنا ہوگا اور اگر بلا شہوت اس نے اُس کو یا اُس نے اس کو ہاتھ لگا دیا یا بدن دبا دیا تو درست ہے۔

مسئلہ: اعتکاف صرف ایسی مسجدوں میں جائز ہے جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا انتظام ہو۔

مسئلہ: جو اعتکاف رمضان میں نہ ہو اس میں بھی روزہ شرط ہے۔  
 مسئلہ: اعتکاف والے کو مسجد سے کسی وقت باہر نکلنا درست نہیں البتہ جو کام بہت ہی لا چاری کے ہیں جیسے پیشاب پاخانہ یا کوئی اور کھانا لانے والا نہ ہو تو گھر سے کھانا لے آنا یا جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے جانا بس ایسی ضرورت کے لئے باہر جانا درست ہے لیکن گھر میں یا رستہ میں ٹھہرنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو جو جگہ اس کی نماز پڑھنے کی مقرر ہے اسی جگہ اعتکاف بھی درست ہے۔

تاکید احکام مذکورہ: تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يَتَبَيَّنُ اللَّهُ اِلَيْهِمُ لِلنَّاسِ لَعُنُهُمْ يَتَقَفُونَ يَه (سب احکام مذکورہ) خداوندی ضابطے ہیں سو ان (ضابطوں) سے (نکلنا تو کیسا) نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا (اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کئے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے (اور) احکام (بھی) لوگوں (کی اصلاح) کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر



فخرج من المسجد جامع ان شاء فنزلت ولا تبashروهن وانتم عاكفون في المساجد ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله ميرى طرف سے توجیہ بعنوان الجواب ۱۲. ۲. قوله ميرى احكام كولما كان المقدر كالمفوض اظهره في الترجمة ۱۲. ۳. قوله رشود فلا عطف تفسیری اخذا مما في روح المعانی ان اصل الباب اصابة الخير ۱۲. ۴. قوله معذرت سے كذا في البيضاوى ۱۲. ۵. قوله وهو يالما في العفو من المحو للآثر ويعبر بلساننا بهذه ۱۲. ۶. قوله لولملا وهى اصل لغة المباشرة فانها الزاق البشرة بالبشرة كنى به عن الجماع ۱۲. ۷. قوله تمهارة لى تجوز كىاے اخذا عما في روح المعانی عن قتادة ان المراد ابتغوا الرخصة التي كتب الله تعالى لكم فان الله تعالى يحب ان توتى رخصه كما يحب

ان توتى عزائمه اه قلت ويؤيده اللام في صلة كتب وقد اشرت الى كون الامر للاباحة بقولى بى تكلف ۱۲. ۸. قوله مت منى روايته بالمعنى الحقيقي لعموم الحكم وعلم قيد الشهوة بالاجماع ۱۲. ۹. قوله جس زمانه من فائدة الجواب عما اورد ان المعتكف اذا خرج من المسجد فباشر خارجا يلزم جوازه لانه حصر المنع من المباشر حال كونه فيه وجه الجواب ظاهر بالترجمة فحاصل المعنى لا تبashروهن حال ما يقال لكم انكم عاكفون في المساجد ومن خرج من المسجد لقضاء الحاجة فهذا القول باق ۱۲. ۱۰. قوله جوكر مسجد اشرت بهذا الى ان القيد للاشتراط وعليه الاجماع ۱۲. ۱۱. قوله في ترجمه الآيات احكام اطلاقا للدال على المدلول ۱۲. **حاشية:** (۱) بصيغة المخاطبة اى انت كاذبة ۱۲ منه.

(بقية صفحہ ۱۱۸) مسائل السلوك: قوله تعالى قَاتِلِ قُرَيْبًا اس کا ظاہر احاطہ ذاتیہ و قرب ذاتی پر دلالت کرتا ہے۔

**النحو:** شهر رمضان خبر مبتدا محذوف تقديره ذلكم الوقت ۲. روح المعانی قلت واشرت اليه في الترجمة هدى و بينات حالان لازمان من القرآن والعامل فيهما انزل ۲. روح المعانی واشرت اليه في الترجمة بقولى وصف الخ. ولتكملا علل لفعل محذوف دل عليه فمن شهد (الخ اى) وشرع لكم جملة ما ذكر الخ ۲. روح المعانی قلت واشرت اليه ايضا في الترجمة.

**البلاغة:** شهر رمضان هو المراد بالايام واختار ذلك ابن عباس والحسن وابو مسلم فيكون الله سبحانه قد اخبر اولاً انه كتب علينا الصيام ثم بينه بقوله عز وجل اياما معدودات فزال بعض الابهام ثم بينه بقوله عز من قائل شهر رمضان توطيئاً للنفس عليه ۲. روح المعانی قوله هدى للناس وبما ذكرت في ترجمة لم يلزم التكرار في الهدى اى مع قوله من الهدى وكذلك في بينات مع قوله الفرقان فافهم وظهر ان البينات والفرقان متحدان مقصودا واما غير العنوان اشارة الى ان كون الشئ بينا لا يقصد الا لكونه فرقاناً بخلاف كونه هدى فانه مقصود بنفسه ولذا لم يغير فيه العنوان واشرت الى النكتة في ايراد البينات جمعا بقولى في الترجمة جزو جزو وقد فسر صاحب الكشاف وروح المعانى الهدى والفرقان بالكسب المتقدمة لقوله تعالى وانزل التوراة والانجيل من قبل هدى للناس وانزل الفرقان الذى انزل فيه قال البيضاوى فيه اشعار بان الانزال فيه سبب اختصاصه بوجوب الصوم فيه ووضحه عبد الحكيم بانه لما خص هذا الشهر باعظم النعم كان ذلك صالحا لاختصاصه باحمر انواع العبودية شكرا عليه ۱۲. قوله ومن كان مريضا مخصص لمن شهد وتكراره لذلك التخصيص او لنلا يتوهم نسخه كما نسخ قرينه ۲. روح المعانى. ولتكملا في روح المعانى هذا نوع من اللف لطيف المسلك قلما يهتدى اليه لان مقتضى الظاهر ترك الواو لكونها عللا لما سبق ووجه اختياره لما فيه من مزيد الاعتناء بالاحكام السابقة مع عدم التكلف. قلت وجه الاعتناء انه فصل الافعال اولاً ثم اجمل ذلك المفصل بالفعل المقدر اى شرع ثم فصل علل تلك الافعال كما هو ظاهر ۱۲. لتكبروا الله على في روح المعانى المراد من التكبير الحمد والثناء مجازا لكونه فردا منه ولذلك عدى بعلى ۱۲.

**الروايات:** في لباب النقول اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم وابن مردويه وابو الشيخ وغيرهم من طرق انه جاء اعرابى الى النبى ﷺ فقال اقرب ربنا فتناجيه ام بعيد فتناديه فانزل الله تعالى واذا سالك عبادى الآية ۱۲.

**الكلام:** استدلل المعتزلة بقوله تعالى يريد الله الخ على انه قد يقع من العبد ما لا يريد الله تعالى وذلك لان المريض والمسافر اذا صاما حتى اجهدهما الصوم فقد فعلا خلاف ما اراد الله تعالى ورد بان التيسير باباحة الفطر وقد حصل من غير تخلف ۲. روح المعانى.



وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو

تَعْلَمُونَ ۚ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْهَلَالِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجَّةِ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا

آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ وہ چاند آکہ شناخت اوقات ہیں لوگوں کیلئے اور حج کیلئے۔ اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں انکی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ

لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے اور گھروں میں انکے دروازوں سے آؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔ اور تم لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کیساتھ

يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَأَقْتُلُواهُمْ حَيْثُ تَقْفُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ

جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور حد سے مت نکلو واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور ان کو نکال باہر کرو

مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُم وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تَقْتُلُواهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقْتَلُوا فِيهِ فَإِنْ

جہاں سے انہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے اور ان کے ساتھ مسجد حرام کے قریب میں قتال مت کرو جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر

قَتَلُوكُمْ فَأَقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝

وہ خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم ان کو مار دیا جسے کافروں کی ایسی ہی سزا ہے

تفسیر: حکم ششم منع مال حرام:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (السی قولہ تعالیٰ) وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور پر) مت کھاؤ اور ان (جھوٹے مقدمہ) کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ (یعنی ظلم) کے کھا جاؤ اور تم کو (اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم بھی ہو۔

حکم ہفتم اعتبار حساب قمری درج وغیرہ:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْهَلَالِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجَّةِ (بعض آدمی) آپ سے (ان) چاندوں کے (ہر مہینہ گھٹنے بڑھنے کی) حالت (اور اس میں جو فائدہ ہے اس فائدہ) کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ (فائدہ اس کا یہ ہے کہ) وہ چاند (اپنے اس گھٹنے بڑھنے کے اعتبار سے لڑو یا سہولت) آکہ شناخت اوقات ہیں لوگوں کے (اختیاری معاملات مثل عدت و مطالبہ حقوق کے) لئے اور (غیر اختیاری عبادات مثل حج و زکوٰۃ و روزہ وغیرہ) کیلئے۔  
ف: مطلب یہ کہ سورج تو اپنے تشکل کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے گو مطلع و مغارب کے اعتبار سے ہر روز وہ بھی مختلف ہوتا رہتا ہے لیکن وہ امر مخفی ہے اور ایک مدت تک اس کا فرق ظاہر نہیں ہوتا اور کسوف دائم اور معین نہیں بخلاف چاند کے کہ جلد جلد اس کے تشکلات مختلف ہوا کرتے ہیں پھر ہر

ماہ میں ایک ہی ضابطہ پر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اختلاف ایسا ہیں ہے کہ ہر کہ وہ بے تکلف اس کو محسوس کرتا ہے اس لئے عام طور پر مختلف طبقات اور درجات کے آدمیوں کو جیسا قمری حساب سے اوقات کا انضباط اور انتظام سہل ہے شمس حساب سے ممکن نہیں لہذا شریعت نے بالاصالة قمری حساب پر احکام و عبادات کا مدار رکھا ہے کہ سب کا اجتماع و اتفاق امور میں سہولت سے ممکن ہو پھر بعض احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے کہ ان میں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج و روزہ رمضان و عیدین و زکوٰۃ و عدت طلاق و امثالہا اور بعض میں گو اختیار دیا ہے جیسے کوئی چیز خریدی اور وعدہ ٹھیرا کہ اس وقت سے ایک سال شمسی گزرنے پر زرخشن بے باق کریں گے اس میں شرع نے مجبور نہیں کیا کہ سال قمری ہی پر مطالبہ کا حق ہو جاویگا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ابتداء قمری پر مدار رکھا جاوے تو عام طور پر پھر سہولت اسی میں ہے احقر نے جو لڑو یا سہولت اثنائے ترجمہ میں لکھ دیا ہے وہ اسی مضمون مفصل کا اجمال ہے اور اختیاری غیر اختیاری جو اثناء ترجمہ میں واقع ہوا ہے اس سے مراد شرعاً ان کا موقت غیر موقت ہونا ہے ورنہ باعتبار فعل کے سب اختیاری ہیں ورنہ شرعاً ان کا امر ہی نہ ہوتا خوب سمجھ لو۔ حکم استعمال حساب شمسی: اور جاننا چاہئے کہ اپنے روزمرہ کے مکاتبات و مخاطبات میں ہر چند کہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بوجہ خلاف ہونے وضع صحابہ و سلف صالحین کے خلاف اولیٰ ضرور ہے و نیز چونکہ



سوالات سے منع کر دے خواہ صریحاً خواہ اس طور سے کہ جو اس سے پوچھا گیا ہے اس کا جواب نہ دے، دوسرا جواب دیدے۔ قوله تعالى وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا سبب ندمت ہے تشبہ باہل باطل کی اگرچہ رسوم و عادات ہی میں ہو۔

**اللفظ:** الادلاء فی الاصل ارسال الجبل فی البئر ثم استعير للتوصل الى الشئ او الالتقاء والباء صلة الادلاء ای لاتوصلوا او لاتلقوا بحکومتها والخصومة فيها الی الحکام ۱۲ روح المعانی المواقیت جمع میقات من الوقت صیغة آلة ای ما يعرف به الوقت اه من البیضاوی وعبد الحکیم قلت واشرت الیه فی الترجمة ۱۲۔

**النحو:** بینکم وبالباطل متعلقان بلاناکلوا والباء فی بالانتم للسبب ۱۲ من روح المعانی۔

**البلاغة:** جمع الالهة اما لان الهلال کل يوم بزیادته ونقصه کانه هلال آخر غیر الاول وما لانه متعدد باعتبار تعدد الشهور واخترت الوجه الشانی فی الترجمة لرجحانه عند ذوقی وعطف الحج یمكن ان ینی علی تغایر بینہ وبين المعطوف علیہ بان یقال ان قوله للناس بیان للمواقیت التی هی باختیارهم وقوله والحج اشارة الی المواقیت التی عینہا الله للعبادات الموقیة الا انه خص الحج بالذكر من بینہا لکونها ادعی شئی الی الوقت لانه یحتاج الیه اداء وقضاء اه من البیضاوی وعبد الحکیم۔ قلت وعطفت فی الترجمة الصوم علی الحج مناسبة لخصوص المقام الصوم المتصل به ۱۲۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر قال ان امرء القیس ابن حابس وعبدان بن اشوع الحضرمی اختصمائی ارض واراد امرأ القیس ان یحلف ففیہ نزلت ولاتاکلوا اموالکم بینکم الایة۔ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیة قال بلغنا انهم قالوا یا رسول الله لم خلقت الالهة فانزل الله تعالی یسنلونک عن الالهة۔ قلت فظهر ان السؤال کان عن الحکمة وهو الظاهر من الجواب فلا یحتاج الی التکلف بکون الجواب علی اسلوب الحکمی وماروی ان معاذ بن جبل سال ما بال الهلال یدو دقیقا ثم یرید الخ فسنده علی ما فی روح المعانی ضعیف علی انه یمکن حملة علی السؤال عن الحکمة کما لا یخفی ۱۲۔ روى البخاری عن البراء قال کانوا اذا احرموا فی الجاهلیة اتوا البیت من ظهروه فانزل الله ولیس البر الخ ۱۲ لباب النقول۔ فی لباب النقول من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال نزلت هذه الایة فی صلح الحدیبة وذلك ان رسول الله ﷺ لما صدع البیت ثم صالحه المشرکون علی ان یرجع عامه القابل فلما کان العام القابل تجهز هو واصحابه عمرة القضا فحافوا ان لا تفی قریش بذلك وان یصدوهم عن المسجد الحرام ویقاتلوهم وکره اصحابه قتالهم فی الشهر الحرام فانزل الله ذلك ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۱۲۸ پر)

مدار احکام شرعیہ کا حساب قمری پر ہے اس لئے اس کا محفوظ ومنضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے اور سہل طریق انضباط کا یہ ہے کہ روزمرہ اس کا استعمال رکھا جاوے اور ظاہر ہے کہ فرض کفایہ عبادت ہے اور عبادت کی حفاظت کا آلہ یقیناً ایک درجہ میں عبادت ہے پس حساب قمری کا استعمال اس درجہ میں مطلوب شرعی ٹھیرا پس مسلمان سے بہت بعید ہے کہ ایک جانب ایک امر مطلوب شرعی ہو دوسری جانب دوسرا امر کی درجہ میں مزاحم اس شرعی کا ہو پھر مطلوب کو چھوڑ کر بلا ضرورت اس کے مزاحم کو اختیار کرے خصوصاً اس طور پر کہ اس مطلوب سے کوئی خاص تعلق اور دلچسپی بھی نہ رہے اور غیر مطلوب کو رائج قرار دینے لگے۔

**حکم ہشتم اصلاح طریقہ بخانہ درآمدن ورا حرام:**

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا (الی قوله تعالی) وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (بعض لوگ قبل اسلام کے حالت احرام حج میں اگر کسی ضرورت سے گھر جانا چاہتے تو دروازہ سے جانا ممنوع جانتے تھے اس لئے پشت کی دیوار میں نقب دے کر اس میں سے اندر جاتے تھے اور اس عمل کو فضیلت سمجھتے تھے حق تعالیٰ اس کے متعلق بعد ذکر حج کے ارشاد فرماتے ہیں) اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام (چیزوں) سے بچے اور (چونکہ گھروں میں دروازہ کی طرف سے آنا حرام نہیں ہے اس لئے اس سے بچنا بھی ضرور نہیں سوا اگر آنا چاہو تو) گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور (اصل الاصول تو یہ ہے کہ) خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو (اس سے البتہ) امید ہے کہ تم (دارین میں) کامیاب ہو۔ **ف:** اس سے ایک بڑے کام کی بات معلوم ہوئی کہ جو شے شرعاً مباح ہو اس کو طاعت و عبادت اعتقاد کر لینا اسی طرح اس کو معصیت اور محل ملامت اعتقاد کر لینا شرعاً مذموم ہے اور بدعت میں داخل ہے چنانچہ گھروں میں دروازے سے آنا مباح تھا اس کو ان لوگوں نے معصیت سمجھا تھا اور دروازہ چھوڑ کر کسی اور طرف سے آنا بھی فی نفسہ مباح ہے اس کو ان لوگوں نے عبادت و فضیلت سمجھا تھا اس پر حق تعالیٰ نے ان پر رد فرمایا اور ان کے اس اعتقاد کو باطل اور مخالف تقویٰ کے ٹھیرایا اور تقویٰ کو واجب فرمایا تو ضرور جس چیز سے واجب کا ترک اور خلاف لازم آوے گا وہ گناہ ہوگی پس ان کے یہ دونوں اعتقاد گناہ ہوئے اس قاعدہ سے ہزاروں اعمال کا حکم معلوم ہو گیا جو کہ عوام بلکہ بعض خواص میں بھی شائع ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمادیں۔

**حکم نہم متعلق قتال کفار:** وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا (الی قوله تعالی) فَإِنْ قَتَلْتُمْهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَمَا قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الی قوله تعالی) فَإِنْ قَتَلْتُمْهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَمَا قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

**مسائل السلوك:** قوله تعالى يَنْتَلِزُونَ عَنْ آلِهَتِهِمْ قُلُوبُ هِيَ مَوَاقِيتُ أَسْمِئِ اعراض عن الفضول پر دلیل ہے اور اس پر بھی کہ شیخ کو حق ہے کہ بعض



فَإِنْ أَنْتَهُوَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَتْلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ أَنْتَهُوَ

پھر اگر وہ لوگ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور مہربانی فرمادیں گے۔ اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے۔ اور اگر وہ لوگ باز آجائیں

فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ

تو سختی کسی پر نہیں ہو کر تھی بجز بے انصافی کرنے والوں کے۔ حرمت والا مہینہ ہے بعوضِ حرمت والے مہینہ کے اور یہ حرمتیں تو عوضِ معاوضہ کی چیزیں ہیں سو جو تم پر زیادتی کرے

فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ

تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں

اللَّهُ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۖ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو

**تفسیر:** فَإِنْ أَنْتَهُوَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الی قولہ تعالیٰ)

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (ذی قعده ۶ ہجری میں حضور ﷺ

ادائے عمرہ کے قصد سے مکہ معظمہ تشریف لے چلے اس وقت تک مکہ معظمہ

مشرکین کے قبضہ اور حکومت میں تھا ان لوگوں نے حضور ﷺ اور آپ کے

ہمراہیوں کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا اور عمرہ رہ گیا آخر بڑی گفتگو کے بعد یہ معاہدہ

قرار پایا کہ سالِ آئندہ تشریف لا کر عمرہ ادا فرماویں چنانچہ ذیقعدہ ۷ھ میں پھر

آپ اسی قصد سے تشریف لے چلے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ

اندیشہ ہوا کہ شاید مشرکین اپنا معاہدہ پورا نہ کریں اور آمادہٴ مقابلہ و مقاتلہ نہ ہو

جاویں تو ایسی حالت میں نہ تو سکوت مصلحت ہے اور اگر مقاتلہ کیا جاوے تو

ذیقعدہ میں کہ اس وقت تک اس میں اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب میں قتل

وقتل ممنوع تھا اور اس لئے یہ چار مہینے اشہر حرم کہلاتے تھے قتل لازم آتا ہے

غرض مسلمان اس تردد سے پریشان تھے حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں

کہ گو اور کفار کی طرح ان خاص معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ بوجہ باہمی

معاہدہ کے تم کو اپنی جانب ابتداء قتال کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ لوگ

خود عہد شکنی کریں اور تم سے لڑنے کو آمادہ ہو جاویں تو اس وقت تم کسی طرح کا

اندیشہ دل میں مت لاؤ اور (بے تکلف) تم (بھی) لڑو اللہ کی راہ میں (یعنی

اس نیت سے کہ یہ لوگ دین کی مخالفت کرتے ہیں) ان لوگوں کے ساتھ جو

(نقض عہد کر کے) تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور (از خود) حد (معاہدہ)

سے مت نکلو) کہ عہد شکنی کر کے لڑنے لگو) واقعی اللہ تعالیٰ حد (قانون شرعی)

سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور (جس حالت میں وہ خود عہد شکنی کریں تو

اس وقت دل کھول کر خواہ) ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور (خواہ) ان کو (مکہ

سے) نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو (تنگ کر کے) اور ایذا میں پہنچا

کر) نکلنے (اور ہجرت کرنے) پر مجبور کیا ہے اور (تمہارے اس قتل و اخراج

کے بعد بھی عقلاً الزام ان ہی پر رہے گا کیونکہ عہد شکنی جو ان سے واقع ہوگی

بڑی شرارت کی بات ہے اور ایسی شرارت (ضرر میں) قتل (و اخراج) سے

بھی سخت تر ہے (کیونکہ اس قتل و اخراج کی نوبت اس شرارت ہی کی بدولت

پہنچتی ہے پس یہ شرارت اصل اور قتل و اخراج اس کی فرع ہے) اور علاوہ

معاہدہ کے ان کے ساتھ ابتداء قتال کرنے سے ایک اور امر بھی مانع ہے وہ یہ

کہ حرم شریف یعنی مکہ اور اس کا گرداگرد ایک واجب الاحترام جگہ ہے اور اس

میں قتال کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے اس لئے بھی حکم دیا جاتا ہے کہ

ان کے ساتھ مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (و نواح) میں (کہ حرم کہلاتا

ہے) قتال مت کرو جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ

(کفار) خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو (اس وقت پھر تم کو اجازت ہے

کہ تم (بھی) ان کو مارو (دھاؤ) ایسے کافروں کی (جو حرم میں لڑنے

لگیں) ایسی ہی سزا ہے پھر اگر (بعد شروع قتال کے بھی) وہ لوگ (اپنے کفر

سے) باز آجائیں (اور اسلام قبول کر لیں) تو (ان کا اسلام بے قدر نہ سمجھا

جاویگا بلکہ) اللہ تعالیٰ (ان کے گزشتہ کفر کو) بخش دینگے اور (مغفرت کے

علاوہ انواعِ نعم دے کر ان پر) مہربانی (بھی) فرما دینگے اور (اگر وہ لوگ

اسلام نہ لاویں تو گو اور کفار سے جزیہ دینے کے اقرار پر قتال سے دست کش

ہونے کا حکم ہے لیکن یہ خاص کفار چونکہ اہل عرب ہیں ان کے لئے قانون

جزیہ نہیں ہے بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا قتل اس واسطے) ان کے ساتھ اس

حد تک لڑو کہ (ان میں) فسادِ عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور (ان کا) دین

(خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے (اور کسی کے دین و مذہب کا خالصاً اللہ کے لئے

ہو جانا موقوف ہے قبولِ اسلام پر تو حاصل یہ ہوا کہ شرک چھوڑ کر اسلام اختیار



کا حکم مفہوم ہوتا ہے سو اس وقت یہ ممانعت جزیرہ عرب میں بسنے کی نہ ہوئی تھی پھر آخر میں یہ حکم مقرر ہو گیا۔

**مسئلہ سوم:** قتال در اشہر حرم: جمہور ائمہ دین کا اجماع ہے کہ اشہر حرم میں اب قتل و قتال جائز ہے اور جن آیات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہیں لیکن افضل اب بھی یہی ہے کہ اشہر حرم میں ابتداً بالقتال نہ کرے۔

**مسئلہ چہارم:** عدم قبول جزیرہ از کفار عرب: کفار عرب اگر اسلام نہ لادیں تو ان کے لئے صرف قتل کا قانون ہے اگر وہ جزیرہ دینا چاہیں نہ لیا جاوے گا یہ سب مسائل در مختار و رد المحتار وغیرہما کتب فقہ حنفی سے منقول ہیں۔

**حکم دہم انفاق فی الجہاد:**

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو (کہ ایسے مواقع میں جان و مال خرچ کرنے سے جبن یا بخل کرنے لگو جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو کہ عین تباہی ہے) اور (جو) کام (کرو) اچھی طرح کیا کرو (مثلاً اسی موقع پر خرچ کرنا ہے دل کھول کر خوشی سے اچھی نیت کے ساتھ خرچ کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔ **ف:** اور یہ جو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں انہی اس قید کا حاصل یہ ہے کہ باختیار خود کوئی امر خلاف حکم نہ کرے اور جو بلا قصد و اختیار کچھ ہو جاوے وہ معاف ہے کذافی روح المعانی۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اس کی تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ غزوہ اور انفاق فی الغزوہ مت چھوڑ و پس یہ دلیل ہے اس پر کہ اعتبار معانی کو صورت پر ترجیح ہے کہ جو چیز صورت تہلکہ کی ضد ہے اس کو معنی کا اعتبار کر کے تہلکہ فرمایا گیا۔

**النحو:** الشهر الحرام بحذف المضاف ومتعلق الجار تقدیرہ حرمة الشهر الحرام مقابل بالشهر الحرام قوله قصاص بحذف المضاف ای الحرمات ذات قصاص ۱۲۔

**اللفات:** الهلاک فی الاصل انتهاء الشئ فی الفساد واللقاء طرح الشئ وعدی بالی لتضمن معنی الانتهاء ۱۲ بیضاوی۔

**البلاغۃ:** الباء مزیدۃ والمراد بالایدی الانفس ای لاتوقعوا انفسکم فی الهلاک وقیل معناه لاتجعلوها اخذۃ بایدیکم (فالایدی بالمعنی الحقیقی ای لاتجعلوا التهلکۃ قابضۃ ایدیکم) اولاً تلقوا بایدیکم انفسکم الیہا فحذف المفعول ۱۲ بیضاوی۔ قلت واخترت الوجه الآخر فی الترجمة ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۱۲۸ پر)

کر لیں) اور اگر وہ لوگ (کفر سے) باز آجاویں (جس کا ذکر ابھی ہوا بھی ہے) تو (آخرت میں مغفرت و رحمت کے مستحق ہونے کے ساتھ دنیا میں ان کے لئے تم کو یہ قانون بتلایا جاتا ہے کہ سزا کی) سختی کسی پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنیوالوں کے (جو براہ بے انصافی خدائی احسانات کو بھول کر کفر و شرک کرنے لگیں اور جب یہ لوگ اسلام لے آئے تو بے انصاف نہ رہے لہذا ان پر سزائے قتل کی سختی نہ رہی اور مسلمانو تمکو جو ان کے نقض عہد کی صورت میں یہ تردد ہے کہ شہر حرام یعنی ذیقعدہ میں لڑنا پڑے گا سو اس سے بھی بے فکر ہو کیونکہ) حرمت والا مہینہ (تم کو قتال کفار سے مانع ہو سکتا) ہے بعوض (اس کے کہ اس) حرمت والے مہینہ کے (سبب وہ بھی تم سے قتال نہ کریں) اور (وجہ یہ ہے کہ) یہ حرمیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں سو (جو تم سے ان کی رعایت کرے تو تم بھی رعایت رکھو اور) جو تم پر (ایسی حرموں کی رعایت نہ کر کے) زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور (ان سب احکام مذکورہ کے برتاؤ میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر میں حد قانونی سے تجاوز نہ ہونے پاوے) اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ (اپنی عنایت و رحمت سے) ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ **ف:** ان آیتوں کے متعلق چند مسائل ہیں۔

**مسئلہ اول:** ابتداء بالقتال: کفار کے ساتھ جب کہ شرائط جواز کے پائے جاویں ابتداءً قتال شروع کرنا درست ہے اور اس مقام میں جو ابتداءً بالقتال سے ممانعت فرمائی ہے تو وہ صرف بوجہ معاہدہ کے ہے تو معاہدہ میں ابتداءً ناجائز ہے البتہ اگر معاہدہ کا باقی رکھنا مصلحت نہ ہو تو صاف اطلاع کر دی جاوے کہ ہم وہ معاہدہ باقی نہیں رکھتے پھر قتال جائز ہے اسی طرح اگر وہ لوگ خود معاہدہ توڑ دیں تب بھی قتال جائز ہے چنانچہ جن لوگوں کے باب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں انہوں نے آخر میں جب نقض عہد کر دیا تو ان سے یہاں تک قتل و قتال ہوا کہ مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا۔

**مسئلہ دوم:** استیطان کفار جزیرہ عرب را و قتال در حرم: جزیرہ عرب کے اندر جس میں حرم بھی آگیا کفار کو وطن بنانے کی اجازت نہیں اور اگر بزور رہنا چاہیں تو غیر حرم میں تو قتال کر کے بھی دفع کر دینا جائز ہے اور حد حرم کے اندر اولاً قتال نہ کریں بلکہ ان کو دوسری طرح تنگ کریں گے جس میں وہ خود چھوڑ دیں اور اگر کسی طرح نہ چھوڑیں اور دفع کرنے سے آمادہ قتال ہو جاویں تو اس وقت قتال جائز ہے اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی جرم قتل وغیرہ کا مرتکب ہو کر حرم کے اندر جا گھسے اس کو تنگ کر کے باہر نکال کر قصاص وغیرہ لیں گے اور اس مقام میں جو نقض عہد نہ کرنے کی صورت میں ان سے تعرض نہ کرنے



وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُخْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَخْلُقُوا زَوَاجًا حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ

اور حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا ادا کیا کر دیکر اگر روک دیئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو، اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے

مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أُمِنْتُمْ

البتہ اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اسکے سر میں کچھ تکلیف ہو تو فدیہ دیدے روزہ سے یا خیرات دیدینے سے پھر جب تم امن کی حالت میں ہو

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ

تو جو شخص عمرہ سے اس کوچ کے ساتھ ملا کر منتفع ہوا ہو تو جو کچھ قربانی میسر ہو پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات ہیں

إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

جبکہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آ جاوے یہ پورے دس ہوں۔ یہ اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قرب میں نہ رہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

سزائے سخت دیتے ہیں۔

**تفسیر:** حکم یازدہم متعلق حج و عمرہ: وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ

(الہی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ اور (جب حج یا عمرہ

کرنا ہو تو اس) حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے پورا پورا ادا کیا

کرو (کہ افعال و شرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی خالص ثواب ہی کی ہو) پھر اگر

(کسی دشمن کی جانب سے یا کسی مرض کے سبب سے حج و عمرہ کے پورا کرنے سے)

روک دیئے جاؤ تو (اس حالت میں یہ حکم ہے کہ) قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو

(ذبح کرے اور حج و عمرہ کی جو وضع اختیار کر رکھی تھی موقوف کرے اس کو احرام کھولنا

کہتے ہیں جس کا طریقہ شرع میں سر منڈانا ہے اور بال کٹا دینے کا بھی اثر ہے)

اور (یہ نہیں کہ فوراً روک ٹوک کے ساتھ ہی تم کو احرام کھولنا درست ہو جاوے بلکہ)

اپنے سروں کو (احرام کھولنے کی غرض سے) اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ

(وہ) قربانی (کا جانور جس کے ذبح کا اس حالت میں حکم تھا) اپنے موقع پر نہ پہنچ

جاوے (اور وہ موقع حرم ہے کہ قربانی کا جانور وہاں اگر خود نہ جاسکے تو کسی کے ہاتھ

بھیجا جاوے اور ذبح کیا جاوے) البتہ اگر کوئی تم میں سے (کچھ) بیمار ہو یا اس کے

سر میں کچھ (ذخم یا درد یا جوؤں وغیرہ کی) تکلیف ہو (اور اس بیماری یا تکلیف کی وجہ

سے پہلے ہی سر منڈانے کی ضرورت پڑ جاوے) تو (اس کو اجازت ہے کہ وہ سر منڈا

کر فدیہ (یعنی اس کا شرعی بدلہ) دیدے (خواہ تین روزے سے یا) چھ مسکینوں کو

فی مسکین صدقہ فطر کے برابر یعنی نصف صاع گیہوں (خیرات کے طور پر)

دیدینے سے یا اقل درجہ ایک بکری (ذبح کر دینے سے پھر جب تم امن کی حالت

میں ہو) خواہ تو پہلے ہی سے کوئی خوف و مزاحمت پیش نہیں آیا ہو کر جاتا رہا) تو (اس

صورت میں حج و عمرہ کے متعلق قربانی کرنا ہر ایک کے ذمہ نہیں ہے بلکہ خاص) جو

شخص عمرہ سے اس کوچ کے ساتھ ملا کر منتفع ہوا ہو (یعنی ایام حج میں عمرہ بھی کیا

ہو) تو (فقط اس کو ضرور ہے کہ) جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے اور جس نے

صرف عمرہ کیا ہو یا صرف حج کیا ہو اس پر حج یا عمرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں) پھر

(ایام حج میں حج و عمرہ کو جمع کرنے والوں میں سے) جس شخص کو قربانی کا جانور میسر

نہ ہو (مثلاً غریب ہے) تو (اس کے ذمے بجائے قربانی کے) تین دن کے

روزے ہیں (ایام حج میں) (کہ آخر ان ایام کا نویں تاریخ ذی الحجہ کی ہے) اور

سات (دن کے) ہیں جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آ جاوے (یعنی حج

کر چکو خواہ لوٹنا ہو یا کہ وہاں رہنا ہو) یہ پورے دس (دن کے روزے) ہوں (اور

یہ بھی یاد رکھو کہ ابھی حج و عمرہ کے ملانے کا ذکر ہوا ہے) یہ (ملانا ہر ایک کو درست

نہیں بلکہ خاص) اس شخص کے لئے (درست) ہے جس کے اہل (وعیال) مسجد

حرام (یعنی کعبہ) کے قرب (و نواح) میں نہ رہتے ہوں (یعنی قریب ہی کا وطن دار

نہ ہو) اور (ان سب احکام کی بجا آوری میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر

میں خلاف نہ ہو جاوے) اور (خوب) جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (میبائی اور مخالفت

کرنے والوں کو) سزائے سخت دیتے ہیں۔

**ف:** مسئلہ: جس شخص کو استطاعت ہو اس پر تو حج ابتداء ہی فرض ہے اور

جس شخص کو استطاعت نہ ہو اور وہ شروع کر دے یعنی احرام باندھ لے اس پر

پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور عمرہ کرنا فرض واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے

البتہ شروع کرنے سے اس کا بھی ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے اسی واسطے احقر

نے آیت کی تفسیر میں کہا ہے (کہ جب حج یا عمرہ کرنا ہو) تاکہ فرض و واجب

نہ ہونے کے صورت بھی اس میں آ جاوے اور حج اور عمرہ اور احرام کا طریق



کتب فقہ میں دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر حج و عمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بد امنی ہو گئی یا بیماری نے مجبور کر دیا ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ حد حرم کے اندر میری طرف سے ایک جانور کہ اقل درجہ ایک بکری ہے اور قرآن تمتع میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے دو بکری ذبح کر دینا اور جب وہ تاریخ آدے گویا ام قربانی سے پہلے کی تاریخ ہو اور گمان غالب ہو کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہو گا تو سرمنڈا دے یا بال کٹا دے اس سے احرام کھل جاوے گا اور جو جو امورا احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئے تھے سب درست ہو جاویں گے پھر اس حج یا عمرہ کو قضاء کرنا پڑیگا۔

مسئلہ: عورت کو سرمنڈا احرام ہے وہ صرف ایک ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔

مسئلہ: اگر حج و عمرہ پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی یا نہیں رہی لیکن اور کسی عذر سے سرمنڈا کرنے کی ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا برابر اختیار ہے خواہ سرمنڈا کر تین روزے رکھے خواہ چھ مسکینوں کو ہر مسکین کے بقدر صدقہ فطر دیدے یعنی گیسوں پونے دو سیر اسی (۸۰) کے سیر سے یا جس برتن میں اتنے گیسوں سا جاویں اس برتن کو دوبار بھر کر جو دیدے یا ایک بکری ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کر دے اور گویہ حکم اس جگہ محصر کے بیان کے ساتھ مذکور ہے مگر عموم لفظ سے عام ہے اور ذبح کے لئے توجہ حرم معین ہے اور روزہ اور صدقہ کے لئے معین نہیں اور ایک مسکین کو ایک ہی حصہ دینا چاہئے اگر دو حصے دے تو ایک ہی ہوگا۔

مسئلہ: حج تین طرح کا ہوتا ہے افراد کہ ایام حج میں صرف حج کیا جاوے اور تمتع اور قرآن جن میں ایام حج میں عمرہ اور حج دونوں کئے جاویں تمتع اور قرآن میں ایک جانور ذبح کرنا ایام قربانی میں حد حرم کے اندر واجب ہوتا ہے اور جس کو مقدور نہ ہو تو اس کے عوض میں دس روزے رکھنے ضرور ہیں تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کر دے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھے خواہ وطن آ کر رکھے یا وہاں ہی رکھے اور اگر دسویں سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکے تو اب قربانی ہی کرنا پڑے گی۔

مسئلہ: افراد ہر شخص کو جائز ہے اور تمتع اور قرآن صرف ان لوگوں کو جائز ہے جو میقات کے حدود سے باہر رہتے ہوں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے تمتع و قرآن کی اجازت نہیں ہے، اب میقات کی حقیقت سمجھو اپنے ملکوں سے چل کر جب مکہ کو جاتے ہیں تو راہ میں ہر طرف کے لوگوں کو کچھ معین مقامات ملتے ہیں جن کی نسبت شرعی حکم ہے کہ ان مقامات پر سے حج یا عمرہ کی نیت باندھ کر آگے مکہ کا ارادہ کیا جاوے ان مقامات کا نام میقات ہے آیت میں ان حدود سے باہر کے لوگوں کو اس عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ

”اس کے اہل و عیال مسجد حرام کے قرب و نواح میں نہ رہتے ہوں۔“ اس قرب و نواح سے مراد یہی میقات ہیں اور یہ سب مسائل فقہ حنفی کے موافق ہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى ذَلِكُمْ لِمَنْ لَا يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ذَلِكُمْ كَامِثًا إِلَيْهِ خَفِيهِ كَزَيْدِكَ تَمْتَعُ بِهِ (اور اسی کے حکم میں قرآن ہے) سو مکی کے لئے قرآن اور تمتع نہیں ہے وہ دونوں صرف آفاقی کے لئے ہیں بندہ کہتا ہے کہ اگر اس کی حکمت میں یہ کہا جاوے کہ مقصود آفاقیین کے لئے وقت کا باقی رکھنا اور بیت کا خالی رکھنا ہے تو اس بناء پر یہ آیت اس پر دلالت کرے گی کہ جو لوگ شیخ کی خدمت میں پہلے سے حاضر ہیں ان کو چاہئے کہ ان مسافرین کی رعایت کریں جو شیخ کے پاس آتے ہیں۔

**النحو:** قوله ففدية وقوله فما استيسر في موضعين وقوله فصيام كلها مبتدأ محذوف الخبر اى عليه قوله فمن تمتع اى انتفع بالتقرب الى الله تعالى بالعمرة الى وقت الحج اى قبل الانتفاع بالحج في شهره كذا في روح المعاني ويجوز ان يكون تقديره تمتع بالعمرة مقرونة مضمومة الى الحج وقد اشرت اليه في الترجمة ۱۲۔

**البلاغة:** تلك عشرة فان قلت فما فائدة الفذلة قلت الواو قد تجنى للإباحة في نحو قولك جالس الحسن وابن سيرين ففذلكت نفيا لتوهم الاباحة وايضا ففائدة الفذلة في كل حساب ان يعلم العدد جملة كما علم تفصيلا ليحاط به من جهتين كذا في الكشف قوله حاضري المراد من حضور الاهل حضور المحرم وغيره لان الغالب على الرجل كما قيل ان يسكن حيث اهل ساكنون ۱۲۔

**الفقه:** استدلال الشافعية بقوله اتموا على وجوب العمرة كالحج والجواب ان وجوب الاتمام لا يستلزم وجوب الابتداء ثم يمكن ان يجعل الامر فيه متوجها الى القيد اعني تامين بمعنى جعلهما لوجه الله خالصتين له كما في قوله عليه السلام بيعوا سواء قلت واشرت اليه في ترجمتي ودليل الحنفية ما اخرج الترمذی وصححه كما في روح المعاني ان رجلا سأل رسول الله ﷺ عن العمرة او اجبة هي قال لا وان تعتمروا خير لكم واستدلوا بقوله امنتهم على كون هذا الحكم خاصا بالعدو اما المرض فلا بد فيه من الاشتراط بناء على كون المراد ههنا حصر العدو فان الامن لغة في مقابلة الخوف ويراد عند ابی حنيفة ما يعمهما لما اخرج ابو داؤد والترمذی وحسنه والنسائي وابن ماجة والحاكم كما في روح المعاني من حديث الحجاج بن عمرو من كسر او عرج فعليه الحج من قابل واما قوله امنتهم فيقال للمريض اذا زال مرضه وبرى امن كما روى ذلك عن ابن مسعود وابن عباس من طريق ابراهيم هكذا في روح المعاني بل اكثر ما يستعمل الاحصار في المرض كالحصر في العدو اما حديث الامر بالاشتراط فلا يدل على كون الاشتراط شرطاً وقوله تعالى حتى يبلغ الهدى محله حملة الشافعي على الزمان لانه ﷺ ذبح بالحديبية وهو من الحمل والحنفية



على المكان لقوله ثم محلها الى البيت العتيق اما ذبحه ﷺ في الحديبية لمسلم واما قوله وهو من الحل فممنوع وقد قال الواقدي كما في الكشف هي طرف الحرم على تسعة اميال من مكة وقد روى في روح المعاني عن الزهري ان رسول الله ﷺ نحر في الحرم اما قوله تعالى والهدى معكوفان يبلغ محله يراد المحل المعهود وهو المنى والله اعلم قوله في الحج استدل بعضهم به على صوم ايام التشريق لانها ايام الحج والحنفية عولوا على احاديث النهي وقدموها على روايات الاباحة والجواب عن الاستدلال بالايام ظاهر لان الحج معظمه الوقوف وينتهي يوم التاسع فما بعده ليست ايام الحج الا مجازا فافهم قوله اذا رجعتهم استدل الشافعي به على عدم اجزاء هذه الثلاثة مالم يرجع الى وطنه نعم لوني الاقامة بمكة فله حكم الراجع قلنا معنى الرجوع كما في الخازن الاخذ في الرجوع وانه وقت الفراغ فلا يتم الاستدلال قوله لمن لم يكن قال الحنفية دل اللام التي للجواز على

ان المشار اليه بذلك التمتع بمعنى الجمع بينهما العام للقران ۱۲ .  
**الروايات:** في لباب النقول اخرج ابن ابي حاتم عن صفوان بن امية قال جاء رجل الى النبي ﷺ متضمخا بالزعفران عليه جبة فقال كيف تامرني يا رسول الله في عمرتي فانزل الله واتموا الحج والعمرة لله فقال ابن السائل عن العمرة قال ها اناذا فقال له الق عنك ثيابك ثم اغتسل واستنشق ما استطعت ثم ما كنت صانعا في حجك فاصنعه في عمرتك وروى البخاري عن كعب بن عجرة انه سئل عن قوله ففدية من صيام قال حملت الى النبي ﷺ والقمل يتناثر على وجهي فقال ما كنت اري ان الجهد بلغ بك هذا اما تجد شاة قلت لا قال صم ثلاثة ايام واطعم ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع من طعام واحلق راسك فنزلت في خاصة وهي لكم عامة وفي رواية احمد عنه قال كنا مع النبي ﷺ بالحديبية ونحن محرومون الى آخره ۱۲ .

(بقية صفحہ ۱۲۳) **ملحقات الترجمة:** ۱. قوله ایک دوسرے کے مال فهو على حد ولا تلمزوا انفسكم بدليل قوله سبحانه بينكم فانه بمعنى الواسطة يقتضى ان يكون ما يضاف اليه منقسما الى طرفين يكون الاكل والمال حال الاكل متوسطا بينهما وذلك ظاهر على المعنى المذكور كذا في روح المعاني قلت وهو بيان لا على البلاغة في الآية ۱۲ ۲. قوله بالاصالة زدت لانهم اعتبروا في اسنين السنة الشمسية فانه يعارض كون الفصول مؤثرة في المزاج والعلاج ۱۲ ۳. قوله ایک درجہ میں عبادت المراد به العبادة بالغير ۱۲ .  
**حاشیہ:** (۱) هذا مبنى على المشهور بان السؤل كان عن العلة والجواب على اسلوب الحكيم ۱۲ .

(بقية صفحہ ۱۲۵) **الروايات:** في لباب النقول روى البخاري عن حذيفة قال نزلت هذه الآية في النفقة وخرج ابو داود والترمذي وصححه ابن حبان والحاكم وغيرهم عن ابي ايوب الانصاري قال نزلت هذه الآية فينا معشر الانصار لما اعز الله الاسلام وكثر ناصروه قال بعضنا لبعض سرا ان امر الناقد ضاعت وان الله اعز الاسلام فلو اقمنا في اموالنا فاصلحنا ماضع منها فانزل الله علينا يرد علينا ما قلنا وانفقوا في سبيل الله ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة فكانت التهلكة الاقامة على الاموال واصلاحها وتركها الغزو ۱۲ .  
**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله ان خاص معاہدہ کرنے والوں الخ فلاحاجة الى القول بكون الآية منسوخة بجواز ابتداء القتال مع الكفار بعد ان حملته على المعاهدين فافهم ۱۲ ۲. قوله في ترجمة الفتنة اي شرارت وقوله في ترجمة جزاء الكافرين اي كافروں کی للعہد فيهما ۱۲ ۳. قوله علاوة معاہدہ فلايتوهم ان التفسير يدل على كون المانع عهدا مع قطع النظر عن كونهم في الحرم فما معنى مانعية الحرم ۱۲ ۴. قوله في ترجمة عند قرب فاشتمل الحرم كله ۱۲ ۵. قوله سامان کرنے لگیں حملا على المجاز بضرورة الاجماع على عدم توقف جواز قتالهم على عين القتال منهم ۱۲ ۶. قوله في ترجمة لا تكون فتنة فساد عقیدہ یعنی شرک كما نقل في روح المعاني عن قتاده والسدي وهذا ينطبق على مذهب الحنفية واما غيرهم فيحملونه على الاطاعة وترك المقاتلة ولو بقبول الجزية ۱۲ ۷. قوله خالص لما يشعر به اللام هكذا في روح المعاني ۱۲ ۸. قوله في ترجمة فان انتهوا الثاني اور حملا للفناء على مطلق العطف نظر الى فان انتهوا الاول ويصح التعقيب نظرا الى قاتلوهم ۱۲ ۹. قوله بجزیہ قال البيضاوي احتجاج عليه آه اي باند راج الاحتجاج فيه لانه مقصود بالذات واللاماصح الواو ۱۲ من عبد الحكيم ۱۰. قوله اس پر زيادتی کرو من غير ان يقيد بقوله ايى بى حملا للباء على الزيادة كما في المدارك وتقديره عدوانا مثل عدوانهم آه اي في نفس كونه عدوانا لان المراد نفس القتال بقرنية المقام والا يجب فيه المماثلة اجماعا فلا تعرض للآية لمسئلة الضمان او المماثلة في القصاص بالكيفية كما ذهب اليه الشافعي فافهم ۱۲ ۱۱. قوله جان کے ساتھ دليله العطف على قاتلوا كما في روح المعاني وهو الدليل في عموم تفسير قوله تعالى لا تلقوا الخ لترك القتال والانفاق فهو متعلق لمجموع المعطوف والمعطوف عليه كما في روح المعاني ايضا ۱۲ .



الْحَجَّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ

حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے اور جو نیک کام کرے

يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزُودُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا

خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے اور اسی ذی عقل لوگوں کو مجھ سے ڈرتے رہو۔ تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو

فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ

جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے

كُنْتُمْ مِّن قَبْلِهِ لَمَنِ الضَّالِّينَ ۖ ثُمَّ أَفِيضُوا مِّنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اور حقیقت میں تم اس کے تم محض ہی نادانف تھے۔ پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں لوگ جا کر وہاں واپس آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرے گیٹے اور مہربانی فرما دینگے

**تفسیر:** تتمہ سابق وقت حج و تاکید ز اوراہ:

الْحَجَّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ زمانہ افعال (حج) (کا) چند مہینے ہیں جو (مشہور) معلوم ہیں (ایک شوال دوسرا ذیقعد تیسرا دس تاریخیں ذی الحجہ کی) سو جو شخص ان (ایام) میں (اپنے ذمہ) حج مقرر کرے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (وتکرار) زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہئے کہ ہر وقت نیک ہی کاموں میں لگا رہے) اور جو نیک کام کرے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے (سو اس کا ثمرہ تم کو عنایت ہوگا) اور (جب حج کو جانے لگو تو) خرچ ضرور (ساتھ) لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات (اور خوبی) خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو! (ان احکام کی تعمیل میں) مجھ سے ڈرتے رہو اور کسی حکم کے خلاف مت کرو)

**ف:** مسئلہ: افعال حج شروع ہوتے ہیں احرام سے سو شوال کے مہینے سے احرام باندھ لینا بلا کراہت درست ہے اور اس سے پہلے مکروہ ہے اسی لئے شوال سے حج کے مہینے شروع سمجھے گئے اور افعال حج میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں اخیر فعل طواف زیارت ہے وہ دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس لئے اس تاریخ کو ختم قرار دیا گیا اور بعض افعال واجب پھر بھی رہ جاتے ہیں جو بعد کی تاریخوں میں ادا ہوتے ہیں۔

مسئلہ: فحش بات دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے ہی سے حرام ہے وہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہوگی دوسرے وہ کہ پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بی بی سے بیچائی اور بے حجابی کی باتیں کرنا حج میں یہ بھی درست نہیں اسی طرح بے حکمی دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے سے بھی حرام ہے جیسے تمام گناہ یہ حج کی حالت میں

زیادہ حرام ہو جاوے گی دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ہو گئے جیسے خوشبو لگانا بال کٹانا وغیرہ سو حج میں یہ امور ناجائز ہوتے ہیں۔ اسی طرح رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی برا ہے مگر حج میں اور زیادہ برا ہے۔ مسئلہ: بے خرچ لئے ہوئے حج کو جانا ایسے شخص کو درست نہیں جسکے نفس میں قوت توکل نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت و بے صبری میں مبتلا ہو جاؤنگا اور سوال کر کے لوگوں کو پریشان کرونگا۔ تجارت درج ووقوف عرفات و مزدلفہ:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور اگر حج میں کچھ اسباب تجارت ہمراہ لے جانا مصلحت سمجھو تو) تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو جو (تمہاری قسمت میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے (لکھی) ہے پھر جب تم لوگ عرفات (میں ٹھہر کر وہاں) سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں آ کر شب کو وہاں قیام کر کے) خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور (یاد کرنے کے طریقہ میں اپنی رائے کو دخل مت دو بلکہ) اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو (اللہ تعالیٰ نے) بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس (بتلانے) کے تم محض ہی نادانف تھے پھر (اس میں اور بات بھی یاد رکھو کہ جیسا قریش نے دستور نکال رکھا تھا کہ تمام حجاج تو عرفات ہو کر پھر وہاں سے مزدلفہ کو آتے تھے اور یہ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے تھے عرفات نہ جاتے تھے یہ جائز نہیں بلکہ) تم سب کو (خواہ قریش ہوں یا غیر قریش) ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں اور (احکام حج میں پرانی رسموں پر عمل کرنے سے) خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دینگے اور مہربانی فرما دینگے **ف:** حج کے واسطے مکہ سے عرفات کو جا کر نویں کو وہاں



ٹھہرتے ہیں راہ میں منیٰ اور مزدلفہ پڑتے ہیں پھر اسی راہ کو لوٹتے ہیں اور شب و ہم کو اول مزدلفہ ملتا ہے اس میں صبح تک ٹھہرتے ہیں اور یہاں مغرب و عشاء دونوں نمازیں عشا کے وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اور یہ جمع کرنا واجب ہے آیت میں جو حکم یاد کا فرمایا ہے اس میں یہ نمازیں بھی داخل ہیں پس یہ ذکر تو واجب ہے باقی ذکر جو کچھ کرے مستحب ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ جس طرح بتلا رکھا ہے اس طرح یاد کرو اس سے یہ فائدہ ہے کہ مثلاً اس جمع کرنے ہی میں کوئی شخص قیاس کو دخل دینے لگتا اس سے روک دیا مشعر حرام اسی مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے اس کے پاس سے مراد سارا مزدلفہ ہے باستثناء ایک خاص میدان کے جس کو وادی محسر کہتے ہیں اور جس جگہ ٹھہر جاویں درست ہے زمانہ جاہلیت میں قریش چونکہ اپنے کو مجاور حرم سمجھتے تھے اور مزدلفہ حرم میں ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے اس لئے یہ لوگ عرفات میں نہ جاتے تھے مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہاں سے لوٹ آتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان احکام کا عام ہونا بتلا دیا اور تجارت کی اجازت کی تصریح اس لئے فرمائی کہ قبل اسلام کے ان ایام میں تجارت کیا کرتے تھے بعد اسلام کے شبہ ہوا کہ شاید گناہ ہو اس لئے گناہ نہ ہونا بتلا دیا پس مباح تو یقیناً ہے اب رہی یہ بات کہ اخلاص کے خلاف تو نہیں سوا اس میں اس کا حکم مثل اور مباحات کے ہے کہ دار و مدار نیت پر ہوتا ہے اگر اصلی مقصود حج سے تجارت ہی ہے یا حج اور تجارت دونوں مساوی درجہ میں ہیں تو بیشک اخلاص کے خلاف ہے اور حج کا ثواب کم ہو جاوے گا اور اگر اصلی مقصود حج ہے اس طور پر کہ اگر سامان تجارت کا نہ رہے تب بھی حج کو ضرور جائے اور تجارت محض تابع ہے تو اخلاص کے خلاف نہیں بلکہ اگر اس کے ساتھ یہ نیت ہو کہ تجارت کے نفع سے حج میں اعانت ہوگی تو اور اوپر سے تجارت میں ثواب ملے گا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى فَلاَ تَكْرِهَتْ وَلَا تَسْتَوْقِ الْبَيْعَ اس میں دلالت ہے اس پر کہ خواص کے ذمہ بعض ایسی چیزیں لازم ہوتی ہیں جو عوام کے ذمہ نہیں ہوتیں جیسا کہ بعض شرم کی باتیں اور اسی طرح فسوق و جدال ان میں حالت حج میں ایسی شائع ہے کہ غیر حج میں نہیں۔ قوله تعالى فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ اکیس ضعفاء کے لئے اسباب کی حکمت کا بیان ہے۔ قوله تعالى وَاتَّقُوا يَأُولَى الْأَكْبَابِ یہ امر بالزاد کے لئے مثل مقدمہ ثانیہ کے ہے اور تقریر مطلوب کی یہ ہے کہ زاد سبب ہے تقویٰ کا اور تقویٰ واجب ہے نتیجہ یہ نکلا کہ زاد سبب ہے واجب کا پس وہ بھی واجب ہے اور یہ اس پر موقوف ہے کہ

مقدمہ واجب کا واجب ہے پس اس طریق سے آیت اس پر دال ہوئی کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے اور یہ تصوف کے مسائل کثیرہ کی اصل ہے جنکی طرف اہل ظاہر کی نظر اسلئے نہیں گئی کہ انکی نظر دقیق نہیں ہے۔ قوله تعالى لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا اَكْمِيس دِلالت ہے اس پر کہ دنیا سے دین پر استعانت کرنا بھی طاعت ہے۔

**النحو:** الحج اے وقتہ ۱۲۔ ان کنتم۔ وانکم کنتم فحفت ان وحذف الاسم واهملت عن العمل ولزم اللام فیما بعد ھا کذا فی روح المعانی ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی الحج والاظہار فی مقام الاضمار لاظہار کمال الاعتناء بشانہ والاشعار بعلۃ الحکم فان زیارة البیت المعظم من موجبات ترک الامور المدنسۃ وفی قولہ من خیر حث علی الخیر عقیب النهی عن الشر ولهذا خص متعلق العلم مع انه تعالیٰ عالم بجمیع ما یفعلونہ من خیر او شر کذا فی روح المعانی ۱۲۔ واذ کروہ کما ہدکم والتشبیہ لبيان الحال وافادة التقید اے اذ کروہ علی ذلک النحو ولا تعدلوا عنہ وما مصدریۃ وتحتمل ان تكون کافۃ وذهب بعضهم الی ان الکاف للتعلیل قولہ ثم افیضوا ثم اتی بشم ایذاناً بالتفاوت بین الافاضتین فی الرتبة بان احدهما صواب والاخری خطاء کذا فی روح المعانی قلت ویصح ان یکون للتراخی الذکری کما حملت علیہ فی الترجمة۔

**الروایات:** روى البخاری وغیره عن ابن عباس قال کان اهل اليمن یحجون ولا یتزودون ویقولون نحن متوکلون فانزل الله وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ کذا فی لباب النقول ۱۲۔ فی لباب روى البخاری عن ابن عباس قال کانت عکاظ ومجنة وذو المجاز اسواقا فی الجاهلیۃ فتاثموا ان یتجروا فی الموسم فسالوا رسول الله ﷺ عن ذلک فنزلت لیس علیکم جناح ان تبغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج آه وفی روح المعانی اخرج البخاری ومسلم عن عائشة قالت کانت قریش ومن دان دینہا یقفون بالمزدلفۃ وکانوا یسمون الحمس وکانت سائر العرب یقفون بعرفات فلما جاء الاسلام امر الله تعالیٰ نبیہ ﷺ ان یاتی عرفات ثم یقف بها ثم یفیض منها لذلك قوله سبحانه ثم افیضوا الآية ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله خوبی خرج میں الخ فالتزود بمعناه الحقیقی والتقویٰ بالمعنی اللغوی کما فی روح المعانی قلت والخیر مصدر والمعنی ظاہر ۱۲۔



فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي

پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے بڑھ کر ہو سو بعض آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو

الدُّنْيَا وَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا

دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا۔ اور بعض آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو

عَذَابَ النَّارِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۚ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي

عذاب دوزخ سے بچائیے۔ ایسے لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا بدولت ان کے اس عمل کے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کوئی روز تک۔ پھر جو شخص دودن میں تعجل کرے

يَوْمَيْنِ فَلَا أَثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا أَثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ الْتَقَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ

اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دودن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو ڈرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے

**تفسیر:** وقوف منی و اقسام حجاج: فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ

(الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ (جاہلیت

میں بعضوں کی تو عادت تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منی میں جمع ہو کر اپنے آباء

اجداد کے مفاخر و فضائل بیان کیا کرتے حق تعالیٰ بجائے اس بیہودہ شغل کے

اپنے ذکر کی تعلیم کے لئے فرماتے ہیں کہ) پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے

کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا (شکر و عظمت کے ساتھ) ذکر کیا کرو جس طرح تم

اپنے آباء (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہ) بڑھ کر

ہو (ناچاہیے اور بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے

تھے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہذا اتمام تہذکران کا صرف دنیا کے لئے

دعا مانگنا ہوتا تھا حق تعالیٰ صرف دنیا طلبی کی مذمت بیان فرما کر بجائے اس

کے خیردارین طلب کرنے کی ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں) سو بعضے

آدمی (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو (دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے

پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دنیا میں دیدیجئے (بس سوان کو جو کچھ ملنا ہو گا دنیا

ہی میں مل رہے گا) اور ایسے شخص کو آخر میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ

نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مؤمن ہیں) ایسے ہیں جو (دعا میں یوں) کہتے

ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت

میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے (سو یہ لوگ اوپر کے

لوگوں کی طرح بے بہرہ نہیں بلکہ) ایسے لوگوں کو (دونوں جہاں میں) بڑا

حصہ ملے گا بدولت ان کے اس عمل (یعنی طلب خیردارین) کے اور اللہ تعالیٰ

جلد ہی حساب لینے والے ہیں (کیونکہ) قیامت میں حساب ہو گا اور

قیامت نزدیک آتی جاتی ہے جب حساب جلدی ہونے والا ہے تو وہاں کی

بہتری کو مت بھولو) اور (منی میں خاص طریقہ سے بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو

کئی روز تک (وہ خاص طریقہ کنکریوں کا خاص تین پتھروں پر مارنا ہے اور وہ

کئی روز دسویں گیارہویں بارہویں تاریخیں ذی الحجہ کی ہیں یا تیرہویں بھی کہ

ان میں کنکریاں ماری جاتی ہیں) پھر جو شخص (کنکریاں مار کر دسویں تاریخ

کے بعد) دودن میں (مکہ واپس آنے میں) تعجل کرے اس پر بھی کچھ گناہ

نہیں اور جو شخص (ان) دودن میں (واپسی مکہ میں) تاخیر کرے (یعنی

بارہویں کو نہ آوے بلکہ تیرہویں کو آوے) اس پر بھی کچھ گناہ نہیں (اور یہ سب

باتیں) اس شخص کے واسطے (ہیں) جو (خدا سے) ڈرے (اور نہ ڈرنے

والے کو تو گناہ ثواب ہی سے غرض نہیں) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور

خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے: اس آیت سے

ہمارے زمانہ کے طالبان دنیا کو شبہ پڑ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالبان دنیا کی

مدح کی ہے جبکہ وہ طالب آخرت کے بھی ہوں اور یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ

آیت میں اتنا کا مفعول بہ حسنہ ہے اور دنیا مفعول فیہ ہے جس کا حاصل یہ

ہے کہ دنیا ظرف طلب ہے خود مطلوب نہیں بلکہ مطلوب حسنہ ہے خلاصہ یہ کہ

وہ لوگ اس کے طالب ہیں کہ ہم کو دنیا میں رہتے ہوئے حسن یعنی وہ حالت

جو آپ کے نزدیک مستحسن اور پسندیدہ ہو عنایت کی جاوے اور اصل پسندیدہ

اعمال حسنہ ہیں پس بالذات وہ مطلوب ہوئے اور دنیا کے جس قدر حصہ کو ان

اعمال حسنہ میں دخل ہے خواہ مال ہو یا صحت ہو وہ البتہ اس حسنہ کے تابع ہو کر

بالعرض وبالغیر مطلوب ہو جاوے گا بخلاف اس وقت کی تعلیم و طرز عمل کے

جس میں دنیا کو مطلوب بالذات اور آخرت کو محض برائے نام قرار دے رکھا

ہے حاشا وکلا اس کو آیت سے مس بھی نہیں غایت مافی الباب اگر طلب دنیا

میں حلال و حرام کے حدود شکستہ نہ کیے جاویں تو اباحت کا حکم کر دیا جاوے گا

لیکن مباح شرعی ہونے سے مطلوب شرعی ہونا لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو۔



مسئلہ: مزدلفہ سے منیٰ میں دسویں تاریخ آکر وہاں تین پتھر ہیں ان میں بڑا پتھر جو حجرہ عقبہ کہلاتا ہے اسکو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کیساتھ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے اور اس کنکری مارنیکا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے پھر گیارہویں بارہویں تاریخوں میں تینوں پتھروں کو سات سات کنکری مارے اور ان دنوں میں کنکری مارنیکا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے پھر اگر چاہے مکہ چلا آوے جائز ہے اور اگر وہاں تیرہویں تاریخ کی صبح ہو گئی تو اس روز پھر تینوں پتھروں کو کنکریاں مارنا ضرور ہے البتہ مثل پہلے دن کے اس میں بھی بعد طلوع صبح صادق کے اسکا وقت آ جاتا ہے آیت میں تعجیل اور تاخیر اسی کو فرمایا ہے۔

**ربط:** اوپر کی آیت میں دعائے مانگنے والے آدمیوں کی دو قسمیں ٹھہرائی تھیں ایک کافر کہ منکر آخرت ہے اسلئے صرف دنیا مانگتا ہے دوسرا مؤمن کہ معتقد آخرت ہے اسلئے دنیا کی بھلائی کیساتھ آخرت کی بھلائی بھی مانگتا ہے اب اگلی آیت میں اسی طرح کی تقسیم نفاق و اخلاص کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ بعض منافق ہوتے ہیں اور بعض مخلصین۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اس میں اصل ہے تشبیہ حق باخلق کی جیسا یہاں ذکر حق کو ذکر خلق سے تشبیہ دی گئی۔ قولہ تعالیٰ وَمَنْ تَأَخَّرْ فَلَا إِلَهَ عَلَيْهِ اس میں رخصت کا عزیمت کے ساتھ مساوی ہونا ہے جب کہ اس میں کچھ مصلحت ہو چنانچہ یہاں تعجیل و تاخیر میں مساوات فرمائی۔

**اللفات:** الحشر الجمع ۱۲۔

**النحو:** او اشد ذکر ا فی الانتصاف حاشیۃ الکشاف یحتمل ان یکون من باب ما ذکرہ سیبویہ قال ویقولون هو اشجع

الناس رجلا وانتصب الرجل کما انتصب الوجه فی قولک هو احسن منه وجہا فکانہ قال او اشد الاذکار ذکر ا کخشية الله او اشد خشية آه قلت وهو احسن الوجوه وهو عطف علی الکاف ای اذکروا الله ذکر ا الله اشد الاذکار فی کونہ ذکر ا فافہم قوله واذکروا الله عطف علی فاذکروا الله فهو تخصیص بعد تعمیم کما اشرت الیہ فی الترجمة بقولی منیٰ میں خاص طریقہ سے بھی الخ قوله لمن اتقى خبر حذف مبتدأ ای الذی ذکر من الاحکام لمن اتقى لانه الحاج علی الحقیقة والمنفع بہ ۱۲ من البیضاوی

**البلاغۃ:** اتنا فی الدنيا قال البیضاوی اجعل ایتانا ومنتحتنا فی الدنيا قال عبد الحکیم یعنی ان المفعول الثانی متروک منزلة اللزوم ذهابا الی العموم العقلی آہ قلت واشرت الیہ فی ترجمتی مما کسبوا قال البیضاوی من اجلہ کقوله مما خطیئاتهم اغرقوا ۱۲۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن مجاہد قال کانوا اذا قضوا مناسکهم وقفوا عند الجمرة واذکروا آبائهم فی الجاہلیۃ فعال آبائهم فنزلت الآیۃ واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال کان قوم من الاعراب یجئون الی الموقف فیقولون اللهم اجعل لی عام غیث و عام خصبة و عام ولاء و حسن لا یدکرون من امر الآخرة شیئا فانزل الله فیہم فمن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدنيا وماله فی الآخرة من خلاق ویجئنی بعدہم آخرون من المؤمنین فیقولون ربنا اتنا فی الدنيا حسنة الخ ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اگر شبہ ہو کہ بعض صلحاء کو دنیا کے تمتعات سے محروم دیکھا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ حسنہ کی جو تفسیر فائدہ میں کی گئی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو جاتا ہے ۱۲ منہ۔



وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۖ وَإِذَا تَوَلَّى

اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ مخالفت میں شدید ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرتا ہے

سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ۖ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ

تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور کھیت اور مویشی کو تلف کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔ اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر تو نخوت

العِزَّةُ بِآلِئِمٍ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَيْسَ الْمِهَادُ ۖ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ

اس کو اس گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے سوائے شخص کی کافی سزا جہنم ہے۔ اور وہ برائی آرام گاہ ہے۔ اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

رَعُوفٌ بِالْعِبَادِ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۖ

ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاذْكُرُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۖ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي

پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیل پہنچ چکی ہیں لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور

ظُلُمٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۖ

فرشتے بادل کے سائبانوں میں انکے پاس آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے۔ اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے

تفسیر: بیان منافق:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَيْسَ الْمِهَادُ (کوئی شخص تھا اخضر بن شریق بڑا فصیح و بلیغ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر قسمیں کھا کھا کر جھوٹا دعویٰ اسلام کا کیا کرتا اور مجلس سے اٹھ کر جاتا تو فساد و شرارت و ایذا رسانی خلق میں لگ جاتا اس منافق کے باب میں فرماتے ہیں) اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے (کہ اظہار اسلام سے مسلمانوں کی طرح قرب و خصوصیت کے ساتھ رہو نگا اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے) مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ (اپنا اعتبار بڑھانے کو) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر (کے راست ہونے) پر حالانکہ (بالکل جھوٹا ہے کیونکہ واقع میں) وہ (آپ کی) مخالفت میں (نہایت) شدید ہے اور (جس طرح آپ کا مخالف ہے اسی طرح اور مسلمانوں کو بھی ایذا پہنچاتا ہے چنانچہ) جب (آپ کی مجلس سے) پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں (کوئی) فساد کر دے اور (کسی کی) کھیت اور مویشی کو تلف کر دے (چنانچہ ایک مسلمان کا اس طرح نقصان کر دیا تھا) اور اللہ تعالیٰ فساد (کی باتوں) کو پسند نہیں فرماتے اور (اس مخالفت و ایذا رسانی کے ساتھ مغرور اس درجہ ہے کہ) جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر (تو اس سے نخوت کرتا ہے اور

وہ) نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سوائے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ برائی آرام گاہ ہے۔

بیان مخلص:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَعُوفٌ بِالْعِبَادِ اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔

ربط: اوپر مخلص کی مدح تھی بعض اوقات اس اخلاص میں غلطی سے غلو اور افراط ہو جاتا ہے یعنی قصد تو ہوتا ہے زیادہ اطاعت کا مگر وہ اطاعت بنظر غائر حد شریعت و سنت سے متجاوز ہوتی ہے اس کو بدعت کہتے ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں سوا اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کر دیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہو جاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ



وقوع پر اجمالاً بتائیں کیفیت ایمان لے آنا چاہیے کہ اس سے زیادہ کی فکر میں پڑنا مالا یطاق کا قصد کرنا ہے خوب کہا ہے۔

۱۔ عنقا شکار کس نشو و نام باز چیں کایجا ہمیشہ باد بدست است دام را  
**فت:** آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بدعت پر کس درجہ ملامت و مذمت و رد و انکار فرمایا گیا ہے اور حدیثوں میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں اور واقع میں اگر غور سے کام لیا جاوے تو بدعت ایسی ہی مذموم چیز ہونا چاہیے کیونکہ خلاصہ حقیقت بدعت کا غیر شریعت کو شریعت بنانا ہے اور شریعت کا من اللہ ہونا ضرور اور لازم ہے تو یہ شخص ایسے امر کو جو من اللہ نہیں ہے اپنے اعتقاد میں من اللہ بتاتا ہے اور دعویٰ سے من اللہ بتاتا ہے۔ جس کا حاصل اور مرجع افتراء علی اللہ اور ایک گونہ ادعاء نبوت ہے سو اس کے عظیم و ثقیل ہونے میں کیا شبہ ہے یہ تو شاعت ہے اس کی حقیقت کے اعتبار سے اور آثار کے اعتبار سے ایک بڑی شاعت اس میں یہ ہے کہ اس سے توبہ کمتر نصیب ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کو مستحسن سمجھ رہا ہے تو توبہ کیوں کرے گا البتہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جہل ہی سے نجات بخش دیں کہ اس کی نظر میں وہ استحسان مبطل باستحسان ہو جاوے تو اور بات ہے اور پھر توبہ سہل ہے افسوس ہے جب لائے صوفیہ اس بلائے بدعت میں بکثرت مبتلاء ہیں بہت سے ان میں عابدزادہ تارک دنیا بھی ہیں مگر برکات سنت سے محروم ہیں۔

**دب:** اوپر فرمایا تھا کہ بعد دلائل واضحہ آجانے کے حق کی مخالفت کرنا موجب سزا ہے آگے اس کی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ جیسے بعض بنی اسرائیل کو ایسی ہی مخالفت پر سزا دی گئی۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ اتَّقِ اللَّهَ اس میں اصل ہے متکبرین کو وعظ و نصیحت نہ کرنے کی۔ قوله تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَن یُکَذِّبُ بِالْإِیمَانِ اس میں فناء نفس پر دلالت ہے کیونکہ اس کا حاصل دواعی نفس کا ترک کرنا ہے۔ قوله تعالیٰ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ سبب نزول کا لحاظ کرنے کے بعد اس میں اصل ہے صوفیہ کے تشدد کرنے کی اعمال سے زیادہ مناشی اعمال میں۔ قوله تعالیٰ هَلْ یَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ یَأْتِیَهُمُ اللَّهُ فِی ظُلُلٍ مِّنَ الْغُبَارِ اس آیت کی توجیہ میں جو تاویلات مذکور و مشہور ہیں ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس کا قائل ہو جاوے کہ حق تعالیٰ جس طرح چاہے ظہور فرما سکتا ہے اور وہ عین حالت ظہور میں بھی اپنے اطلاق پر باقی ہے یہاں تک کہ قید اطلاق سے بھی مطلق و منزہ ہے جیسا کہ سلف امت کا مذہب تھا اور جیسا کہ حضرات صوفیہ کا مسلک ہے تو وہ شخص ان تاویلات و تکلفات کا محتاج نہ ہوگا پس آیت دلیل ہے مسئلہ مظہریت کے صحیح ہونے پر۔ (بقیہ صفحہ ۱۳۷ پر)

رعایت معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس خیال کی اصلاح آیت آئندہ میں کسی قدر اہتمام سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اور اس کا کامل ہونا جب ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اس کی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جاوے اور ایسے امر کو دین سمجھنا یہ ایک شیطانی لغزش ہے اور بہ نسبت ظاہری معاصی کے اس کے اشد ہونے کے سبب یہ عذاب کا زیادہ مظنہ ہے۔  
**اصلاح مبتدع:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآئِةً (الی قوله تعالیٰ) وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو (یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کرو) اور (ایسے خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت بالکل دین کے خلاف) پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں (احکام و شرائع اسلام کی) پہنچ چکی ہیں (پھر بھی صراط مستقیم سے) لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست ہیں (سخت سزا دینے کو چندے سزا نہ دیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ) حکمت والے (بھی) ہیں (کسی حکمت و مصلحت سے کبھی سزا میں دیر بھی کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے) یہ لوگ (جو کہ بعد وضوح دلائل حق کے کج راہی اختیار کرتے ہیں) صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس (سزا دینے کیلئے) آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے (یعنی کیا اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول بھی نہ ہوگا) اور یہ سارے (جزا و سزائے) مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا سوائے زبردست کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے کیا ہو سکتا ہے)

**فت:** روح المعانی میں بہ سند ابن مردویہ بروایت ابن مسعود و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائیں گے اور سب منتظر حساب کتاب کے ہوں گے اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے تجلی فرماویں گے اور ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ ان سائبانوں کے گرد اگر ملائکہ ہوں گے سو آیت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے منتظر ہیں پھر اس وقت کیا ہو سکتا ہے  
**فت:** اللہ تعالیٰ کے لئے آنا وغیرہ جہاں مذکور ہے اس کی تفتیش حقیقت کے درپے ہونا جائز نہیں کیونکہ جس طرح ان کی ذات کی حقیقت کسی کو مد رک نہیں ہوئی اسی طرح ان کی صفات و افعال کی کہنہ معلوم نہیں ہو سکی البتہ وجود اور



سَلِّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

آپ بنی اسرائیل سے پوچھے ہم نے انکو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اسکے پاس پہنچنے کے بعد تو یقیناً حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔ دنیوی معاش کفار کو

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ

آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ میں ہونگے قیامت کے روز۔ اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو

مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۚ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ

چاہتے ہیں بے انداز دیدیتے ہیں۔ سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی سناتے تھے اور ڈراتے تھے اور ان کیساتھ کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل

الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ

فرمائیں اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ میں فیصلہ فرما دیوں۔ اور اس کتاب میں اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب ملی تھی بعد اسکے

الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى

کہ انکے پاس دلائل واضح پہنچ چکے تھے باہمی ضد اضدی کیوجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ ہر حق جس میں اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ بتلا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

اسکو راہ راست بتلا دیتے ہیں

تفسیر: عقوبت مخالفت حق:

سَلِّ بَنِي إِسْرَءِيلَ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ آپ (علماء) بنی اسرائیل سے (ذرا) پوچھے (تو سہی) ہم نے ان کو (یعنی ان کے بزرگوں کو) کتنی واضح دلیلیں دی تھیں (مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرتے اور الٹی گمراہی پر کمر باندھی پھر دیکھو سزائیں بھی بھگتیں مثلاً توراۃ ملی چاہئے تھا اس کو قبول کرتے مگر انکار کیا آخر طور گرانے کی ان کو دھمکی دی گئی اور مثلاً حق تعالیٰ کا کلام سنا چاہئے تھا سرائنگھوں پر رکھتے مگر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے۔ اور مثلاً دریا کو شگافتہ کر کے فرعون سے نجات دی گئی احسان ماننے مگر گوسالہ پرستی شروع کی سزائے قتل دی گئی۔ اور مثلاً من و سلویٰ نازل ہوا شکر کرنا چاہئے تھا بے حکمی کی وہ سڑنے لگا اور اس سے نفرت ظاہر کی تو وہ موقوف ہو گیا۔ اور کھیتی کی مصیبت سر پڑی اور مثلاً انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ان میں جاری رہا غنیمت سمجھتے ان کو قتل کرنا شروع کیا انتزاع سلطنت کی سزا دی گئی و علیٰ ہذا بہت سے معاملات اسی سورۃ بقرہ کے شروع میں بھی مذکور ہو چکے ہیں) اور (ہمارا قانون ہی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کی (ایسی بڑی) نعمت (یعنی دلائل واضحہ) کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد (یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور الٹا گمراہ بنتا ہے) تو یقیناً حق تعالیٰ (ایسے شخص کو) سخت سزا دیتے ہیں۔ ہ: یہ سزا کبھی دنیا میں بھی ہو جاتی ہے کبھی آخرت میں ہوگی۔

و ربط: اوپر مخالفت حق کا بیان تھا آگے اس کی اصلی علت اکثر یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت ہے جس کے آثار میں سے اہل دین کو حقیر سمجھنا بھی ہے کیونکہ حب دنیا کا غلبہ ہوتا ہے دین کی طلب نہیں رہتی بلکہ جب دین کو خلل دینا دیکھتا ہے تو دین کو بھی ترک کر بیٹھتا ہے اور دوسرے طالبان دین پر ہنستا ہے چنانچہ بعض رؤسائے بنی اسرائیل مثل جہلایے مشرکین کے غرباء مسلمین کے ساتھ ہاتھ پائی پیش آیا کرتے تھے ان لوگوں کا بیان فرماتے ہیں۔ آثار حب دنیا:

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور (اسی وجہ سے) ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ (مسلمان) جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ (کی حالت) میں ہونگے قیامت کے روز (کیونکہ کفار جہنم میں ہونگے اور مسلمان جنت میں) اور (آدمی کو محض فراغ معاش پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ) روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے انداز (یعنی بکثرت) دیدیتے ہیں (پس اس کا مدار قسمت پر ہے نہ کہ کمال اور مقبولیت پر سو یہ ضرور نہیں کہ جو روزی میں بڑا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی معزز ہو اور بڑی عزت وہی ہے پھر محض اس کے اوپر اپنے کو معزز اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا بے وقوفی ہے)

و ربط: اوپر دین حق سے اختلاف کرنے کی علت حب دنیا کو بتایا ہے آگے اسی



مضمون کی تائید فرماتے ہیں کہ مدت سے یہی قصہ چلا آرہا ہے کہ ہم دلائل واضح دین حق پر قائم کرتے ہیں اور طالبان دنیا اپنی دنیوی اغراض کے سبب اس سے خلاف کرتے رہے۔

تائید اثر حب دنیا:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً (الہی قولہ تعالیٰ یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ایک زمانہ میں) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے (کیونکہ اول دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام مع اپنی بی بی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے اور وہ ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے ایک مدت اسی حالت میں گذر گئی پھر اختلاف طبائع سے اغراض میں اختلاف ہونا شروع ہوا حتیٰ کہ ایک عرصہ کے بعد اعمال و عقائد میں اختلاف کی نوبت آگئی) پھر (اس اختلاف کے رفع کرنے کو) اللہ تعالیٰ نے (مختلف) پیغمبروں کو بھیجا جو کہ (حق ماننے والوں کو) خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور (نہ ماننے والوں کو عذاب سے) ڈراتے تھے اور ان (پیغمبروں کی مجموعی جماعت) کیساتھ (آسمانی) کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں (اور ان پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل فرمانا) اس غرض سے (تھا) کہ اللہ تعالیٰ (ان رسل و کتب کے ذریعہ سے اختلاف کر نیوالے) لوگوں میں انکے امور اختلافیہ (مذہبی) میں فیصلہ فرما دیوں (کیونکہ رسل و کتب امر واقعی کا اظہار کر دیتے ہیں اور امر واقعی کے متعین ہونے سے ظاہر ہے کہ غیر واقعی کا غلط ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور یہی فیصلہ ہے اور ان پیغمبروں کیساتھ کتاب اللہ آنے سے چاہیے تھا کہ اس کتاب کو قبول کرتے اور اس پر مدار کار رکھ کر اپنے سب اختلافات مٹا دیتے مگر بعضوں نے خود اس کتاب ہی کو نہ مانا اور خود اسی میں اختلاف کرنا شروع کر دیا) اور اس کتاب میں (یہ) اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولا) وہ کتاب ملی تھی (یعنی اہل علم و اہل فہم نے کہ اول مخاطب وہی لوگ ہوتے ہیں دوسرے عوام ان کے ساتھ لگ لیا کرتے ہیں اور اختلاف بھی کیسے وقت کیا) بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضح پہنچ چکے تھے (یعنی ان کے ذہن نشین ہو چکے تھے اور اختلاف کیا کس وجہ سے صرف) باہمی ضد اضدی کی وجہ سے (اور اصلی وجہ ضد اضدی کی حب دنیا ہوتی ہے حب مال ہو یا حب جاہ پس مدار علت مخالفت حق کا وہی حب دنیا ٹھہری اور یہی مضمون تھا سابق میں) پھر (یہ) اختلاف کفار کا کبھی اہل ایمان کو مضہ نہیں ہوا بلکہ (اللہ تعالیٰ نے) ہمیشہ ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں (مختلفین) اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ (رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانے کی بدولت) بتلادیا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتلادیتے ہیں۔

**البلاغۃ:** قولہ من بعد ما جاءته فی روح المعانی فائدہ ہزہ الزیادۃ وان کان تبدیل الآیات مطلقاً مذموماً التعریض بانہم بدلوا بعد ما عقلوها وفيہ تقبیح عظیم لہم ونعی علی شناعۃ حالہ، واستدلال علی استحقاقہم العذاب الشدید حیث بدلوا بعد المعرفة وبہذا یندفع ما یتراہی من ان التبدیل لا یكون الا بعد المجنی فما الفائدة فی ذکرہ ۱۲۔

**النحو:** فی الجلالین من بعد ما جاءتہم متعلقۃ باختلاف وہی وما بعدها مقدم علی الاستثناء فی المعنی آہ فی الکمالین لا باوتوہ ولما کان یرد علیہ ان ما قبل الا لا یعمل فیما بعدها دفعہ بقولہ وہی اہ قلت فتقدیر الکلام کما فی الکمالین وما اختلف فی من بعد مجنی البیت لاجل البغی احد من الکافرین الا الذین اوتوا الكتاب فلا یقال ان الا لا یشتنی بها شیان آہ والا قرب ما قالہ الشاہ ولی اللہ فی الفوز الکبیر ادخل وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ فی متضاعف الکلام المنتظم بعضہ ببعض بیانا لضمیر اختلفوا وایذانا بان المراد من الاختلاف ہنا هو الاختلاف الواقع فی امۃ الدعوة بعد نزول الكتاب بان آمن بعض وکفر بعض آہ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ ذرا پوچھے تو کسی اشارۃ الی کون السؤال للتقریر کما قال البیضاوی ۱۲۔ ۲۔ قولہ سزائیں بھی بھگتیں کما فی التفسیر الکبیر تنبیہ لہؤلاء الحاضریں علی انہم لوزلوا عن آیات اللہ لوقوعوا فی العذاب کما وقع اولئک المتقدمون ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی تفسیر بیدل یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت کما فی البیضاوی یجعلہا سبب الضلالۃ وازدیاد الرجس ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی ترجمۃ ان اللہ شدید العقاب ایسے شخص کو کما فی روح المعانی ہو الجواب بتقدیر الضمیر ای شدید العقاب لہ ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی وجہ الربط چنانچہ بعض رؤساء الخ کما فی المعالم قبل نزول فی مشرکی العرب اسی جہل واصحابہ وقال مقاتل نزول فی المنافقین عبد اللہ ابن ابی واصحابہ وقال عطاء نزول فی رء وساء الیہود من بنی قریظۃ والنضیر وبنی قینقاع سخر وامن فقراء المهاجرین فوعدہم اللہ ان یعطیہم اموال بنی قریظۃ والنضیر بغیر قتال ویسخر وامن الذین آمنوا لفقہم ۱۲۔ ۶۔ قولہ ان مسلمانوں سے الخ حملاً للموصول علی العهد کما فی المعالم عن ابن عباس اراد بالذین آمنوا عبد اللہ بن مسعود وعمار بن یاسر وصہبیا وبلالا وخبابا وامثالہم ۱۲۔ ۷۔ قولہ جو کفر وشرک سے الخ اشارۃ الی اتحاد المؤمن والمقتی مفہوماً وتغیر العنوان للاثارۃ الی علۃ الحکم ۱۲۔ ۸۔ قولہ مجموعی فلا یردان بعضهم لم یزل علیہ الكتاب ۱۲۔ ۹۔ قولہ کتابیں اشارۃ الی کون اللام للجنس ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی ترجمۃ بالحق ٹھیک طور پر اشارۃ الی تعلقہ بانزل ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ ان پیغمبروں کا بھیجنا الخ اشارۃ الی دفع ابراد وهو انہ لما کان الغرض من بعث الرسل رفع الاختلاف فكيف ارسل بعضهم قبل الاختلاف وجہ الجواب ان کون رفع الاختلاف



الاختلاف المقدم كان في بعض امورهم والاختلاف المتأخر كان في الكتاب فالاختلاف نوعان كما كان البعث في الجواب عن الايراد الاول نوعين فافهم وتشكر وتبصر ۱۲ ۱۳ قوله يعني اهل علم وفهم ماخذه روح المعاني والحصر فيهم باعتبار كونهم بانين والا فالاختلاف عام كلهم ۱۲ ۱۵ قوله بفضلهم تعالى لما في روح المعاني باذنه بتوفيقه ۱۲ .

غرض البعث النبیین المعهودین لاینافی بعث بعضهم لمصالح آخر كآدم عليه السلام بعث لتلايختلفوا ثم لما وقع الاختلاف بعث بعضهم ليرفعوا الاختلاف فافهم ۱۲ ۱۳ قوله اس غرض سے تھایراد بہ فی لساننا المعنی العرفی اے الفائدة لا الحقیقی الرجوع الی الفاعل ۱۲ ۱۳ قوله اس کتاب میں یہ اختلاف الخ اشارۃ الی دفع ایراد وهو ان المفہوم من اول الآیۃ ان الاختلاف المقدم علی البعث ومن آخر الآیۃ ان الاختلاف وقع بعد البعث وجه الجواب ان

(بقیہ صفحہ ۱۳۴) **العربیۃ:** الخصام المخاصمة کذا قال البضاوی اخذته العزة بالاثم قال البضاوی حملته الانفة علی الاثم الذی یومر باتقائه لجاجا من قولک اخذته بكذا اذا حملته علیه والزمة اياه وفی روح المعانی ولبس المهاد فیہ تھکم ۱۲ .

**الروایات:** فی باب النقول اخرج ابن جریر عن السدی قال نزلت فی الاخنس ابن شریق اقبل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظهر له الاسلام فاعجبه ذلک منه ثم خرج فمر بزرع لقوم من المسلمین وحمرا فاحرق الزرع وعقر الحمر فانزل اللہ الآیۃ ۱۲ . فی باب النقول الحراث بن ابی اسامة فی مسنده وابن حاتم عن سعید بن المسیب قال اقبل صہیب مہاجر الی النبی ﷺ فاتبعہ نفر من قریش فنزل عن راحلہ وانتشل ما فی کنانہ ثم قال یا معشر قریش لقد علمتم انی من ارباکم رجلا وایم اللہ لا تصلون الی حتی ارمی کل سهم معی فی کنانتی ثم اضرب بسیفی ما بقی فی یدی منه شیئ ثم افعلوا ما شئتم وان شئتم دللتکم علی مالی بمکة دخلتہم سبیلی قالوا نعم فلما قدم علی النبی ﷺ المدینة قال ربیع البیع ابا یحییٰ ربیع ابا یحییٰ ونزلت ومن الناس من یشری نفسہ الآیۃ فی باب النقول اخرج ابن جریر عن عکرمۃ قال قال عبد اللہ بن سلام وتعلبة وابن یامین واسد واسید ابنا کعب وسعید بن عمرو وقیس بن زید کلہم من الیہود یا رسول اللہ یوم السبت یوم نعظمہ فدعنا فلنسبت فیہ فنزلت یا یہا الذین آمنوا ادخلوا الآیۃ وزاد فی روح المعانی وکرہوا لحمان الابل ۱۲ .

**النحو:** فی روح المعانی کافۃ فی الاصل صفة من کف بمعنی منع استعمل بمعنۃ الجملة بعلاقة انها مانعة للاجزاء عن التفرق والتاء للتانیث او للنقل من الوصفیۃ الی الاسمیۃ کعامۃ وخاصة او للمبالغة وهو هنا حال من الضمیر فی ادخلوا ای ادخلوا فی الاسلام بکلیتکم ولا تدعوا شینا من ظاہرکم وباطنکم الا والاسلام یشوعبہ بحیث لا یبقی مکان لغيرہ من شریعة موسیٰ علیہ السلام ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله دنیوی غرض سے ماخذه قوله البضاوی فی معنی الدنیا فانہا مرادہ من ادعاء الایمان والمحبۃ وروح المعانی من قبیل قولہم الکلام فی کذا ای المقصود منہ ذلک ۱۲ ۲ قوله نہایت شدید زاد کلمۃ نہایت لاقتضاء المحاورۃ الہندیۃ ذلک لالکون الاللاس تفضیل فان مؤنثہ لداء وجمعه لد کما قال عصام ۱۲ ۳ قوله شہر میں حملا للام الارض علی العهد ای المدینة ۱۲ ۴ قوله جان تک ای فضلا عن المال فحملت الشری علی البیع ومع ذلک طابق شان النزول او یقال ان هذا الافتداء وان کاشتراء بظاہرہ لکن کان المقصود منہ البذل فی محل آخر من مرضیاتہ تعالیٰ فکان بیعا بهذا المعنی وانما لم احملة علی الاشتراء لان الممدوح علیہ بذل النفس لا تخلیصہ فافہم ۱۲ ۵ قوله فی ترجمۃ هل یظنون صرف اس امر کے افادہ النفی المفہوم من الاستفہام والاستثناء ۱۲ ۶ قوله سارا قصہ ہی فی لساننا کنایۃ عن الاہلاک ماخذه ما فی الجلالین تم امر اہلاکھم ۱۲ ۷ قوله رجوع کے جاوینگے لما فی الخازن ای الی اللہ تصیر امور العباد فی الآخرة والمراد انہ المجازی علی الاعمال بالثواب والعقاب واشرت الی هذا کلمہ فی الترجمة واللہ اعلم ۱۲ .



أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَكِنَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْمُ الْبِاسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَزُلْزِلُوا حَتَّى

دوسری بات سنو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جادو اُٹل ہو گے حالانکہ تم کو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک

يَقُولُ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ الْآلَانَ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ ۖ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ

جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی۔ یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں

خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۖ

آپ فرمادیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا۔ اور جو سنا نیک کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے

کاملین میں نہ ثبوت ہے نہ احتمال۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا جنت میں بے مشقت چلے جاؤ گے سو مشقت کے درجات مختلف ہیں جس کا ادنیٰ درجہ نفس اور شیطان سے مزاحمت کر کے یا مخالفین دین کے ساتھ خلاف کر کے عقائد کا درست کرنا ہے جو ہر مومن کو حاصل ہے، آگے اوسط اور اعلیٰ درجات ہیں اسی طرح دخول جنت کے مختلف مراتب ہیں پس جس درجہ کی مشقت اسی درجہ کا دخول جنت پس آیت میں یہ اشکال نہیں لازم آتا کہ بعضے عاصی محض فضل سے داخل جنت ہو جاویں گے ان پر کوئی مشقت بھی نہ ہوگی تقریر جواب یہ ہے کہ ان کو بھی ادنیٰ درجہ کی مشقت ہوئی ہے البتہ صحابہ چونکہ درجات عالیہ کے طالب تھے اور ہر مسلمان کو ہونا چاہیے اسلئے ان درجات کیلئے بڑی مشقتیں جھیلنے کو شرط فرمایا گیا فقط۔ آگے پھر سلسلہ احکام کا شروع ہوتا ہے۔

حکم دوازدهم مصارفِ انفاق:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (تو اب کے واسطے) کیا چیز خرچ کیا کریں (اور کس موقع پر صرف کیا کریں) آپ فرمادیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو (اس کی تعیین تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم بتلائے دیتے ہیں کہ) ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاج کا اور مسافر کا اور جو سنا نیک کام کرو گے (خواہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہو یا اور کچھ ہو) سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے (وہ اس پر ثواب دینگے) ف: مسئلہ: ماں باپ کو زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ دینا درست نہیں اس آیت میں نفل خیرات کا بیان ہے۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ بارگاہِ قدس تک رسائی بدوں ترک لذات و تحمل مجاہدات میسر نہیں اور حدیث حفت الجنة بالمکارہ سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ امور طبعیہ کاملین میں بھی رہتے ہیں یہاں تک کہ انبیاء کا گھبرا کر استیصال نصرت اس آیت میں مذکور ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴۱ پر)

**تفسیر: ربط:** اوپر کی آیت میں کفار کا ہمیشہ سے انبیاء مؤمنین کے ساتھ اختلاف اور خلاف کرتے رہنے کا ذکر تھا جس میں ایک گونہ مسلمانوں کو اس طور پر تسلی دینا بھی مقصود تھا جن کو استہزاء کفار سے ایذا ہوتی تھی کہ یہ خلاف تمہارے ساتھ نیا نہیں ہے ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے آگے ان کفار مخالفین سے انبیاء و مؤمنین کو انواع انواع ایذائیں اور شدائد پہنچنے کی حکایت بیان فرماتے ہیں اور اس سے بھی مسلمانوں کو تسلی دلاتے ہیں کہ تم کو بھی کفار سے جو ایذائیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ کامل راحت آخرت کی محنت ہی اٹھانے سے ہے۔

ترغیب مسلمانان بر تحمل شدائد:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ (السی قولہ تعالیٰ) الْآلَانَ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ دوسری بات سنو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت) جادو اُٹل ہو گے حالانکہ (ابھی کچھ مشقت تو اٹھانی ہی نہیں کیونکہ) تم کو ہنوز ان (مسلمان) لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان پر (مخالفین کے سبب) ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور (مصائب سے) ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ (اس زمانہ کے) پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے (بیقرار ہو کر) بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد (موجود) کب ہوگی (جس پر ان کو جواب سے تسلی کی گئی کہ) یاد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ کی امداد (بہت) نزدیک (ہونے والی) ہے ف: انبیاء اور مؤمنین کا اس طرح کہنا نعوذ باللہ شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ وقت امداد اور غلبہ کا مقابلہ مخالفین میں ان حضرات کو نہ بتلایا گیا ابہام وقت سے ان کو جلدی ہونے کا انتظار رہتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تب اس طرح عرض معروض کرنے لگتے جس کا حاصل دعا ہے الحاح کیساتھ اور الحاح خلاف رضا و تسلیم کے نہیں ہے بلکہ جب الحاح کا پسندیدہ ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے تو الحاح عین رضا حق سے رضاء ہے البتہ خلاف رضادہ دعا ہے جس کے قبول نہ ہونے سے دعا کرنے والا ناراض ہو سو معاذ اللہ اس کا انبیاء و مؤمنین



كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ

جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور

وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم عظیم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پروازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اور یہ کفار

حَتَّىٰ يَرُدُّوكُم عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُم عَن دِينِهِ فَمَا لِيكَ حَيْثُ

تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ کھیں گے اس غرض سے کہ اگر قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر بنی ہونے کی حالت میں مرجاوے تو ایسے

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

تفسیر: حکم سیزدہم فرضیت جہاد:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ

جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) گراں (معلوم ہوتا) ہے اور یہ

بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور (واقع میں) وہ تمہارے حق میں خیر

(اور مصلحت) ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور (واقع

میں) وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی (کا) ہو اور (ہر شے کی حقیقت

حال کو) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم (پورا پورا) نہیں جانتے (اس لئے اپنی

رغبت و کراہت پر کبھی عمل نہ کرو جو کچھ حکم ہو جائے اسی کو اجمالاً مصلحت سمجھ کر

اس پر کار بند رہا کرو) ۚ جہاد فرض ہے جب کہ اس کے شرائط پائے جاویں

جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور فرض دو طرح کا ہوتا ہے، فرض عین اور فرض کفایہ

سوا عداۃ دین جب مسلمانوں پر چڑھ آویں تب تو فرض عین ہے۔ ورنہ فرض

کفایہ اور طبعاً کی قید اس لئے ظاہر کر دی گئی کہ مسلمان کو احکام شرعیہ میں عقلاً

کراہت کبھی نہیں ہوتی۔ عدم احاطہ عبد مصالح احکام را: اس آیت سے

ہمارے نوخیز مسلمان فلسفیوں کو سبق لینا چاہیے کہ ہر حکم کی مصلحت باوجود

واقعیت کے ہمارے احاطہ علمی سے خارج ہے۔

حکم چہارم ہم تحقیق قتال و شہر حرام:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۚ (الی قولہ تعالیٰ) وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ

(حضور ﷺ کے چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ مقابلہ ہو

گیا ایک کافران کے ہاتھ سے مارا گیا اور جس روز یہ قصہ ہوا جب کی پہلی

تاریخ تھی مگر صحابہ اس کو جہادی الاخریٰ کی تیس سمجھتے تھے اور جب شہر حرام

سے ہے کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا

بھی خیال نہیں کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی اور حضور ﷺ سے پوچھا اور

بعض روایات میں ہے کہ خود بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضاً

سوال کیا اس کا جواب ارشاد ہوتا ہے (لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال

کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر

(یعنی عداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے (مگر اس طور پر قتال کرنا مسلمانوں سے

صادر نہیں ہوا بلکہ تاریخ تحقیق نہ ہونے کے سبب غلطی سے ایسا ہو گیا یہ تو تحقیقی

جواب ہے) اور (الزامی جواب یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا تو کسی طرح منہ ہی

نہیں مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کیونکہ اگرچہ شہر حرام میں لڑنا جرم عظیم

ہے لیکن ان کفار کی جو حرکتیں ہیں (یعنی) اللہ تعالیٰ کی راہ (دین) سے (لوگوں

کو) روک ٹوک کرنا (یعنی اسلام پر تکلیفیں پہنچانا کہ ڈر کے مارے لوگ

مسلمان نہ ہوں) اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے

ساتھ (جو کہ اللہ تعالیٰ کا معبد ہے کفر کرنا کہ وہاں بہت سے بت رکھ چھوڑے

تھے اور بجائے خدا کی عبادت کے ان کی عبادت اور طواف کرتے تھے) اور جو

لوگ مسجد حرام کے اہل تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مؤمنین) ان

کو (تنگ اور پریشان کر کے) اس (مسجد حرام) سے خارج (ہونے پر مجبور)

کر دینا (جس سے نوبت ہجرت یعنی ترک وطن کی پہنچی سو یہ حرکتیں شہر حرام

میں قتال کرنے سے بھی زیادہ جرم عظیم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیونکہ یہ



حکمتیں دین حق کے اندر فتنہ پردازی کرنا ہے) اور ایسی فتنہ پردازی کرنا (اس) قتل (خاص) سے (جو مسلمانوں سے صادر ہوا) بدرجہا (قباحت میں) بڑھ کر ہے (کیونکہ اس قتل سے دین حق کو تو کوئی مضرت نہیں پہنچی بہت سے بہت اگر کوئی جان کر کرے خود ہی گنہگار ہوگا اور ان حرکتوں سے تو دین حق کو ضرر پہنچتا ہے کہ اس کی ترقی رکتی ہے) ف: خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اول تو مسلمانوں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور علی سبیل القرض اگر کیا ہے تو معتضین اس سے بڑے بڑے گناہ یعنی کفر و مزاحمت دین حق میں مبتلا ہیں پھر ان کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا کب منصب ہے۔ ف: روح المعانی اور کبیر میں اس آیت کے ذیل میں اور بیضاوی میں سورہ برأت کے پہلے رکوع کی تفسیر میں اشیر حرم میں حرمت قتال کے منسوخ ہونے پر اجماع امت کا نقل کیا ہے۔

و ب: اوپر دین حق میں ان کی مزاحمت کرنے کا بیان تھا اسی مضمون کی آگے تاکید فرماتے ہیں۔

تاکید مضمون مزاحمت دین:

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ (وجہل کا سلسلہ جاری ہی) رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر (خدا نہ کرے) قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین (اسلام) سے پھیر دیں (ان کے اس فعل سے دین کی مزاحمت ظاہر ہے)

و ب: آگے مسلمانوں کو احتیاطاً متنبہ فرماتے ہیں کہ یہ کفار جو دین حق کی مزاحمت میں سعی کر رہے ہیں اگر اس سعی کا کوئی اتباع کر بیٹھے یعنی دین حق سے پھر جاوے تو اس کا کیا انجام ہے۔

انجام ارتداد:

وَمَنْ يَرْتَدِدْ عَنْ دِينِهِ (السی قولہ تعالیٰ) هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین (اسلام) سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف: دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا حالت اسلام میں نماز و روزہ جو کچھ کیا تھا سب کا لحدم ہو جاتا ہے مرنے کے بعد (جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی مسلمانوں کے مقابر میں دفن نہیں ہوتا اور آخرت میں ضائع ہوتا یہ ہے کہ عبادات کا ثواب نہیں ملتا ابدالآباد کے لئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جاوے تو آخرت میں دوزخ سے بچ جاتا اور

دنیا میں آئندہ کے لئے احکام اسلام کے جاری ہونا تو یقینی ہے لیکن دنیا میں اگر حج کر چکا تھا تو بشرط وسعت پھر دوبارہ اسکا فرض ہونا نہ ہونا اور آخرت میں پچھلے نماز و روزہ کے ثواب کا عود کرنا نہ کرنا اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں اور گندشتہ نماز و روزہ پر ثواب ملنے کے قائل نہیں اور امام شافعی دونوں امر میں اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ: لیکن جو کافر اصلی ہو اور اس حالت میں کوئی نیک کام کر لے اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا سب پر ثواب ملتا ہے اور اگر کفر پر مر گیا تو سب بیکار جاتا ہے حدیث میں اسلمت علی ما اسلفت من خیر اسی معنی میں وارد ہے۔

مسئلہ: غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے شنیع تر ہے اسی واسطے کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے اور مرتد اگر اسلام نہ لاوے اگر مرد ہے قتل کر دیا جاتا ہے اگر عورت ہے تو دوام جہس کی سزا دی جاتی ہے کیونکہ اس سے اسلام کی اہانت ہوئی ہے سرکاری اہانت اسی سزا کے لائق ہے۔

مسائل السلوک: قوله تعالى عَسَىٰ اَنْ تَكُوْنُوْا شِیْءًا وَّهُوْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ لفظ شے قبض کو بھی عام ہے (پس اس میں بھی منافع ہوتے ہیں۔

الصفات: کرہ مصدر نعت بہ للمبالغة او فعل بمعنی مفعول كالخبر ۲ بیضاوی۔

البلاغۃ: قال البيضاوی وانما قال عسی لان النفس اذا ارتاضت ينعكس الامر عليها اكبر عند الله والمفضل عليه محذوف ای مما فعلته السرية خطا في الاجتهاد ووجود اصل الفعل فی ذلك الفعل مبني على الزعم كذا فی روح المعانی ۱۲۔

الفقه: قال عبد الحكيم حرمة القتال مع المشركين منسوخ بقوله تعالى في سورة براءة فاذا انسلك الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم فان المراد الاشهر الحرم المعينة التي ابيح للمشركين السياحة فيها بقوله فسيحوا في الارض اربعة اشهر والتقيد بها يفيد ان قتلهم بعد انسلاخها مأمور به في جميع الامكنة والازمنة ۱۲۔

الروايات: فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی سننہ عن جندب بن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ بعث رهطاً وبعث علیہم عبد اللہ بن جحش فلقوا ابن الحضرمی فقتلوه ولم يدروا ان ذلك اليوم من رجب او من جمادی فقال المشركون للمسلمين قتلتم فی الشهر الحرام فانزل الله تعالیٰ یسنلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ الآیۃ وفی البيضاوی عن ابن جریر کما قاله عبد الحكيم كان ذلك غرة رجب وهم



یظنونه من جمادی الآخرة آه وفي روح المعاني برواية الزهري عن عروة انه لما بلغ كفار قريش تلك الفعلة ركب وفد منهم حتى قدموا على النبي ﷺ فقالوا ايحل القتال في اشهر الحرام فانزل الله تعالى الآية قلت واشرت الى الروايات كلها في تقرير ترجمة الآية ۱۲ .

**مسئله:** اولیٰ احتج الحنفية باطلاق قوله تعالى في المائدة ومن يكفر الخ فان قيل لما كان مطلق الارتداد سببا لحبط الاعمال فما الفائدة في التقييد بالموت قلت فائدته ان مجموع الاحباط والخلود مرتب على الموت مرتد الا على مطلق الارتداد فافهم .

**مسئله:** ثانياً دليله حديث اسلمت على ما اسلفت من خير رواه مسلم ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله خاص طور پر الخ افاده النكرة في موضع الالبات ولا تتوهم عمومها بالوصف لان الوصف ليس بعام ويتايد تقريری هذا بالكبير وروح المعاني فافهم فانه عزيز ۱۲ . ۲. قوله اور الزاى فالواو في وصد لعطف جواب على جواب فافهم ۱۲ . ۳. قوله دين سے روک ٹوک کرنا ولم يحمل على صد المسلمين عام الحديدية لان الحديدية بعد بدر وهذه الآية قبل بدر ۱۲ . ۴. قوله اور مسجد حرام کے ساتھ

کفر کرنا اختارت عطف المسجد على الضمير المجرور في به العائد الى الله على خلاف ما اشتهر عن البصريين لما قال ابو حبان والعطف على ضمير المجرور وان لم يجز عند البصريين الابعادة الجار فقد اجاز ذلك الكوفيون ويونس والاخفش وابو علي ولسنا مقلدين لاهل البصرة بل تتبع الدليل وقد ثبت ذلك في لسان العرب نظماً ونشراً باختلاف حروف العطف كذا في الكمالين على قوله تعالى تسائلون به والارحام وايده في الكبير ۱۲ . ۵. قوله اهل تحه كقوله تعالى ان اوليائه الا المتقون ۱۲ . ۶. قوله ايكى قتر پردازى حملاً للام على العهد فلا دلالة على كون كل فتنة اشد من كل قتل ۱۲ . ۷. قوله في ترجمة حتى اس غرض سے لما في البيضاوى حتى للتعليل كقولك اعد الله حتى ادخل الجنة لقوله ان استطاعوا وهو استبعاد لاستطاعتهم كقول الواثق بقوته على قرنه ان ظفرت بي فلابق على وايدان بانهم لا يردونهم اه قلت وقد اشرت الى معنى الاستبعاد بقولى خدائى كرس ۱۲ . ۸. قوله في وجه الربط احتياطاً لئلا يعارض الاستبعاد المستفاد من قوله ان استطاعوا ۱۲ .

(بقية صفحہ ۱۳۸) **النحو:** مثل الذين على حذف المضاف اى مثل الذين بكسر الميم وسكون المثناة في الاول والفتحتين في الثانى ۱۲ .

**البلاغة:** يستلونك ماذا ينفقون قال عبد الحكيم وانما لم يذكر السؤال عن المصروف في الآية للايجاز في النظم تعويلاً على الجواب والاقتصار في بيان المنفق على البيان الاجمالى الذى تضمنه قوله خير وهو كونه حلالاً فان المنفق انما يطلق خيراً اذا كان حلالاً من غير تعريض للتفصيل كما في بيان المصروف الاشارة الى كونه اهم فعلى هذا ايضا لا يخرج عن اسلوب الحكيم حيث اجيب عن المتروك صريحاً وعن المذكور تبعاً ۱۲ .

**الروايات:** قال عبد الرزاق انبانا معمر عن قتادة قال نزلت هذه الآية (ام حسبتم ان تدخلوا الخ) في يوم الاحزاب اصاب النبي ﷺ يومئذ بلاء وحصر كذا في لباب النقول فيه اخرج ابن جرير عن ابن جريج قال سال المومنون رسول الله ﷺ اين يضعون اموالهم فنزلت يستلونك ماذا ينفقون قل ما انفقتم من خير الآية واخرج ابن المنذر عن ابن حبان ان عمرو بن الجموح سال النبي ﷺ ماذا تنفق من اموالنا واين تضعها فنزلت ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله دوسرى بات اشارہ الى كون ام منقطعة بمعنى بل والهمزة وبل للاعراض المفسر بقوله المذكور ۱۲ . ۲. قوله ابهى اشارہ الى ما في الكشف ان في لما معنى التوقع وهي في النفي نظيرة قد في الاثبات والمعنى ان ذلك متوقع منتظر ۱۲ . ۳. قوله عجيب واقتران المثل الحال العجيب ۱۲ . ۴. قوله ثواب کے واسطے اشارہ الى كون الآية في التطوع ۱۲ . ۵. قوله كس موقع كما دل عليه سبب النزول ۱۲ . ۶. قوله حق ہے حملاً للام على الاستحقاق ۱۲ . ۷. قوله بچوں لان اليتيم قبل الاحتلام ۱۲ .



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠٥﴾

ہیئتہ جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمتِ خداوندی کا امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دینے اور رحمت کرینگے لوگ آپ سے شراب اور قمار

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ

کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں، اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑی ہوئی ہیں اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا

مَا أَذَىٰ يَنفِقُونَ ۚ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿١٠٦﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَسْأَلُونَكَ

خرچ کیا کریں آپ فرمادیجئے کہ کتنا آسان ہو اللہ تعالیٰ اس طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو اور لوگ آپ سے تیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان

عَنِ الْيَمْنِيِّ قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کیساتھ خرچِ شال رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو

لَاَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٧﴾

مصیبت میں ڈال دیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

**تفسیر: ربط:** شہرِ حرام میں قمار کرنے کے بارہ میں مسلمانوں کو جواب مذکور سن کر گناہ نہ ہونے کا تو اطمینان ہو گیا تھا مگر اس خیال سے دل شکستہ تھے کہ ثواب تو ہوا ہی نہ ہوگا آگے اس میں تسلی کی گئی۔

وعدہ ثواب براخلاص نیت:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠٥﴾ ہیئتہ جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں (اور تم لوگوں میں یہ صفات علی سبیل منع اخلو موجود ہیں چنانچہ ایمان اور ہجرت تو ظاہر ہے رہا (اس جہادِ خاص میں شبہ ہو سکتا ہے سو چونکہ تمہاری نیت تو جہاد ہی کی تھی لہذا ہمارے نزدیک وہ بھی جہاد ہی میں شمار ہے پھر ان صفات کے ہوتے ہوئے تم کیوں نا امید ہوتے ہو) اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی کو) معاف کر دینگے اور (ایمان و ہجرت و جہاد سے تم پر) رحمت کریں گے۔

حکمِ پانزدہم متعلق شراب و قمار:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ﴿١٠٦﴾ لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں (چیزوں کے استعمال میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی (پیدا ہو جاتی ہیں) اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑی ہوئی ہیں (اس لئے دونوں قابلِ ترک ہیں) پہلے یہ دونوں چیزیں حلال تھیں سب سے پہلی آیت شراب و قمار کے متعلق یہ نازل کی گئی اور

اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان دونوں چیزوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ مطلب یہ تھا کہ ان کے استعمال سے اکثر اوقات دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور وہی مانع تھی از تکابِ معاصی سے اور قمار سے مال کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے چوری وغیرہ کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور منافع ان میں تحصیل لذت و تحصیل مال ہیں پس اس آیت سے ان دونوں کی حرمت فی نفسہ کا بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ محض بعض عوارض غیر لازمہ سے ان دونوں کے ترک کا مشورہ دینا مطلوب تھا کہ جتنا نقصان ہو جاتا ہے اتنا نفع نہیں ہوتا کیونکہ نفع تو حالی اور غیر باقی اور لازمی ہے اور ضرر مآلی اور متحد اور متعدی ہے یہی وجہ تھی کہ اس آیت کو سن کر بعض نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا کہ گواہ نہیں کہا مگر شرور و مفساد کا ذریعہ ہونا تو ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ جب حرام نہیں ہے تو ان مفساد کا ہم کچھ انتظام کر کے تحصیل منافع کے لئے استعمال کیا کریں گے اگر یہ عنوان مفید حرمت کا ہوتا تو اہل لسان بکثرت اتنی بڑی غلطی میں نہ پڑتے پھر اس آیت کے بعد بعض نے شراب پی کر نماز پڑھی اور غلط پڑھی تو نماز کے اوقات میں پینا بالکل ممنوع ہو گیا پھر بعد چندے مطلقاً حرام کر دی گئی اور یہی آخری حکم ہے جس نے پہلے احکام کو منسوخ کر دیا۔

حکمِ شانزدہم مقدارِ انفاق:

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۚ (الی قولہ تعالیٰ) فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور لوگ (آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خیرات میں) کتنا خرچ کیا



کریں آپ فرمادیجئے کہ جتنا آسان ہو (کہ اس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑ جاوے) اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم (کو ان احکام کا علم حاصل ہو جاوے) اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کے کرنے سے پہلے (دنیا و آخرت کے معاملات میں) ان احکام کو سوچ لیا کرو (اور سوچ کر ہر معاملہ میں ان احکام کے موافق عمل کیا کرو) **فہذا** مثلاً خرچ ہی کرنے کے باب میں جس کو دنیا و آخرت دونوں کے ساتھ تعلق ہے دنیا کے ساتھ بوجہ اَلْکَ حَوَاجْ ہونے کے اور آخرت کے ساتھ بوجہ اَلْکَ ثَوَاب ہونے کے پہلے سوچ لیا کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم الہی کے ہے یا نہیں اگر ہوا خرچ کیا ورنہ نہ کیا اور اس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی معصیت میں خرچ کرتا ہے تو مطلقاً ناجائز اور اگر اطاعت میں خرچ کرتا ہے تو اگر وہ طاعتِ حد و جوب و فرضیت تک پہنچی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض و واجب ہے، اور اگر حدِ نفل تک ہے جیسے معمولی خیر خیرات تو اگر کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہو تو خرچ کرنا ناجائز اور اگر کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہ کر سکے گا تو بھی ناجائز ورنہ جائز اور اگر وہ محل نہ طاعت ہے نہ معصیت بلکہ مباح ہے جیسے فواکہ و لذائذ میں تو اگر نیت تقویت علی الطاعة کی ہے تو ثواب ہے اور اگر نیت تقویت علی المعصیت کی ہے تو گناہ ہے اور اگر محض دل ہی خوش کرنا ہے تو مباح ہے اس آیت میں نفل صدقات کا حکم مذکور ہے اس کی جو شرطیں ہیں احقر نے اثناء ترجمہ میں بھی ان کی طرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے اور اس تقریر میں تفصیلاً لکھ دیا ہے واللہ اعلم **فہذا** اور پہلے جو حکم دوازدہم میں اس قسم کا سوال آچکا ہے اور جواب میں بیان مصارف کے ساتھ ضمناً اس کا حکم بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہمت ہو صرف کر داس میں یہ بات پوچھنے کے قابل تھی کہ اگر جوش میں آکر سب دے ڈالنے کی ہمت ہو تو اس ہمت کا اعتبار ہے یا نہیں یہاں اس کے متعلق تحقیق مقصود ہے۔

حکم ہفد ہم مخالطت یتیم:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (چونکہ ابتداء میں مثل ہندوستان کے عرب میں بھی یتیموں کا حق دینے میں پوری احتیاط نہ تھی اس لئے یہ وعید سنائی گئی تھی کہ یتیموں کا مال کھانا ایسا ہے جیسا دوزخ کے انگارے پیٹ میں بھرنا تو سننے والے ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ ان کا کھانا بھی الگ پکواتے الگ رکھواتے اور اتفاق سے اگر بچہ کم کھاتا تو

کھانا بچتا اور سڑتا اور پھینکنا پڑتا اس طرح بالکل علیحدہ اٹھانے رکھنے میں تکلیف بھی ہوتی اور یتیم کے مال کا بھی نقصان ہوتا تو حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے) اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کے خرچ علیحدہ یا شامل رکھنے کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ (اصل مقصود ہمارا ان کے اموال کھانے کی ممانعت سے یہ ہے کہ ان کی مصلحت کو ضائع نہ کیا جاوے اور جب خرچ شامل رکھنے میں ان کی مصلحت ہے تو) ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا (علیحدہ خرچ رکھنے سے جو کہ خلاف مصلحت ہے) زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو (کچھ ڈر کی بات نہیں کیونکہ وہ) (بچے) تمہارے (دینی) بھائی ہیں (اور بھائی بھائی شامل رہا ہی کرتے ہیں) اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں (پس مخالطت اس قسم کی نہ ہونا چاہیے جس میں ان کی مصلحت ضائع ہو جاوے مثلاً برائے نام اپنا تھوڑا سا ملا دیا باقی سب ان ہی کا کھایا جو ایسا کریگا اللہ تعالیٰ سے اس کی بد نیتی مخفی نہیں رہ سکتی اور مخالطت میں ان کی مصلحت کی رعایت رکھے بالفرض اگر بلا علم و بلا قصد کچھ کی بیشی بھی ہو جاوے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی خوش نیتی معلوم ہے اس لئے اس پر مواخذہ نہ ہوگا) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو (اسی باب میں سخت قانون مقرر کر کے) تم کو مصیبت میں ڈال دیتے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (جو حکم چاہیں دے سکتے ہیں مگر سہل قانون مقرر فرمایا کیونکہ) حکمت والے (بھی) ہیں (ایسا حکم نہیں دیتے جو ہونہ سکے) **فہذا**: جو چیز سڑنے بسنے والی ہو اس میں اپنے ساتھ یتیم کا خرچ انداز سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے۔ **فہذا**: چونکہ اس وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اخوان فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بیعت ہی حکم ہے اور اس کی دلیل دوسری آیات و احادیث ہیں جو الفاظ عامہ سے وارد ہیں مثلاً وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتَامَىٰ إِلَّا بِالْأَحْسَنِ (الی قولہ تعالیٰ) اور احسن ہونا مخالطت کا بشرط رعایت مصلحت ظاہر ہے بلکہ اس کیساتھ مذہبی رعایت اتنی اور زیادہ ہے کہ اس بچہ پر بعد بلوغ کے قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جاتا مذہبی آزادی دی جاتی ہے۔

مسائل السلوك:

تو لہ تعالیٰ قُلِ الْعَفْوَ اس میں اصل ہے ذخیرہ نہ رکھنے کی (جیسا بہت سے بزرگوں کا مذاق ہوا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۳۸ پر)



وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَا مَآئِمَةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ ۚ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب

يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ

تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو۔ یہ لوگ دوزخ کی تحریک دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے اور اللہ تعالیٰ

وَالْمَغْفِرَةُ بِإِذْنِهِ ۚ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۚ قُلْ هُوَ أَذَىٰ

اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں۔ اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہ کر اور ان

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۚ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ

سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں، پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آ جاؤ جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۚ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۚ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَلَىٰ شَعْتُمْ ۚ وَقَدْ مَوَّأَا

کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے۔ تمہاری بیبیاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر جاؤ اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو۔ اور

لَا أَنْفُسَكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُّسْلِقُونَ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو۔ اور ایسے ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے۔ اور اللہ کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم

تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ

نیکی کے اور تقویٰ کے اور (اصلاح فیما بین خلق) کے کام کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں۔

تفسیر: حکم ہمشہد ہم مناکحت کفار:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُونَ اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی (کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر عورت سے (چاہے وہ آزاد بی بی ہی کیوں نہ ہو) گو وہ (کافر عورت بوجہ مال یا جمال کے) تم کو اچھی ہی معلوم ہو (مگر پھر بھی واقع میں مسلمان ہی عورت اس سے اچھی ہے) اور (اسی طرح اپنے اختیار کی) عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد (چاہے) غلام (ہی کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر مرد سے (چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو) گو وہ (کافر مرد بوجہ مال یا جاہ کے) تم کو اچھا ہی معلوم ہو (مگر پھر بھی واقع میں مسلمان ہی مرد اس سے اچھا ہے اور وجہ ان کافروں کے برا ہونے کی اور وہی اصلی سبب ہے ان سے نکاح کرنے کی ممانعت کا یہ ہے کہ) یہ (کافر) لوگ دوزخ (میں جانے) کی تحریک دیتے ہیں (کیونکہ کفر کی تحریک دیتے ہیں اور اس کا انجام دوزخ ہے) اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت (کے حاصل کرنے) کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے (اور اس حکم

کا اس طرح) ظہور ہوا کہ کفار کے باب میں یہ حکم صادر فرمادیا کہ ان سے نکاح نہ کیا جاوے تاکہ ان کی تحریک کے اثر سے پوری حفاظت رہ سکے اور اس سے محفوظ رہ کر جنت اور مغفرت حاصل ہو جاوے (اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں) اور مستحق جنت و مغفرت کے ہو جائیں) ۱۴: اس آیت میں دو حکم ہیں ایک یہ کہ کافر مردوں سے مسلمان عورت کا نکاح نہ کیا جاوے سو یہ حکم تو اب بھی باقی ہے حتیٰ کہ مرد کے کافر اور عورت کے مسلمان ہونے کی صورت میں پہلا نکاح جائز بھی قائم نہیں رہ سکتا مثلاً کوئی مسلمان مرد نعوذ باللہ کافر ہو جاوے اور اس کے نکاح میں پہلے سے کوئی مسلمان عورت تھی نکاح فوراً ٹوٹ جاوے گا اور یہ عورت عدت پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور مثلاً کوئی کافر عورت بہدلت الہی مسلمان ہو جاوے اور وہ پہلے سے کسی کافر مرد کے نکاح میں تھی اور وہ مرد اسلام قبول نہ کرے اسی وقت وہ نکاح ٹوٹ جاوے گا اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر وہ جگہ دار الاسلام ہے تو مرد سے تصریحاً پوچھیں گے کہ تو اسلام قبول کرتا ہے یا نہیں اگر وہ قبول کر لے تو نکاح نہ ٹوٹے گا اور اگر انکار کر دے تو اب ٹوٹ جاوے گا اور اگر وہ جگہ دار الحرب ہے تو خاوند سے



پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ عورت کے اسلام لانے کے بعد جب تین حیض گزر جاویں یا اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو جب تین مہینے گزر جاویں اور اگر حاملہ ہو تو جب بچہ پیدا ہو جاوے اس شوہر کے نکاح سے باہر ہو جاوے گی اور ہر صورت میں نکاح ٹوٹنے کے بعد پھر عدت واجب ہوگی کذا فی الدر المختار و رد المحتار بہر حال جس وقت سے نکاح ٹوٹا ہے اس وقت سے عدت طلاق کی پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ جو اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ ایسی عورت کے مسلمان ہوتے ہی فوراً کسی سے نکاح کر دیتے ہیں اور عدت واجبہ کو پورا نہیں کرتے یہ محض ناجائز ہے اور یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوتا، غرض یہ کہ ایک حکم تو آیت کا اس طرح باقی ہے۔ دوسرا حکم یہ کہ مسلمان مرد کا کافر عورت سے نکاح نہ کیا جاوے اس حکم میں دو جزو ہیں ایک جزو یہ کہ وہ کافر عورت کتابی یعنی یہودی یا نصرانی نہ ہو اور کوئی مذہب کفر کا رکھتی ہو سو اس جزو میں بھی اس آیت کا حکم باقی ہے چنانچہ ہندو عورت یا آتش پرست عورت سے نکاح مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔ دوسرا جزو یہ کہ وہ کافر عورت کتابیہ ہو یعنی یہودی یا نصرانیہ ہو اس خاص جزو میں اس آیت کا حکم باقی نہیں بلکہ ایک آیت سورہ مائدہ میں اس مضمون کی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح درست ہے سو اس آیت سے اس آیت کا یہ خاص جزو منسوخ ہو گیا چنانچہ یہودی یا نصرانیہ سے نکاح درست ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ ہوئی ہو۔ مسئلہ: گو کتابی عورت سے نکاح درست ہے لیکن اچھا نہیں حدیث میں دیندار عورت کے حاصل کرنے کا حکم ہے تو بد دین عورت کا حاصل کرنا اس درجہ میں ناپسند ہوگا۔

مسئلہ: جو قوم اپنی وضع و طرز سے ہل کتاب سمجھے جاتے ہوں لیکن عقائد تحقیق کرنے سے کتابی ثابت نہ ہوں اس قوم کی عورتوں سے نکاح درست نہیں جیسے آج کل عموماً انگریزوں کو عام لوگ عیسائی سمجھتے ہیں حالانکہ تحقیق سے بعض کے عقائد بالکل ملحدانہ ثابت ہوئے ہیں کہ نہ خدا کے قائل نہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے معتقد نہ انجیل کی نسبت کتاب آسمانی ہونے کا اعتقاد رکھیں سو ایسے لوگ عیسائی نہیں ہیں اور ایسی جماعت میں کی جو عورت ہو اس سے نکاح درست نہیں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ بے تحقیق ولایت سے تمہیں بیاہ لاتے ہیں۔

مسئلہ: اسی طرح جو مرد ظاہری حالت سے مسلمان سمجھا جاوے لیکن عقائد اس کے کفر تک پہنچے ہوں اس سے مسلمان عورت کا نکاح درست نہیں اور اگر نکاح ہونے کے بعد ایسے عقائد ہو جاویں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے آجکل بہت سے آدمی اپنے مذہب سے ناواقف سائنس کے اثر سے اپنے عقائد تباہ کر لیتے ہیں لڑکی والوں پر واجب ہے کہ پیغام آنے کے وقت اول عقائد کی تحقیق کر لیا کریں جب اس سے اطمینان ہو جاوے تب زبان دیں۔ اور عورتوں کو

چاہئے کہ اگر بعد نکاح کے ایسے عقائد شوہر کے ثابت ہوں تو ان سے کنارہ کریں اور جس طرح بن پڑے ان کو ہم بستر نہ ہونے دیں اور سر پرستوں کو بھی اس میں عورتوں کی امداد واجب ہے۔

سوال: جیسا کافروں کا مسلمانوں کو کفر کی طرف بلانا علت ہو سکتا ہے کفار سے مناکحت کی ممانعت کی جس کا اعتبار فرمانا اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا کافروں کو اسلام کی طرف بلانا علت ہو سکتی ہے کفار سے مناکحت کی اجازت کی تو اس کا اعتبار کیوں نہیں فرمایا گیا تھا۔

جواب: شارع چونکہ علیم و حکیم و قادر و مختار ہے ایک علت کو دوسری پر اعتبار میں ترجیح دینا اسی طرح تمام علل و مصالح کا احاطہ کرنا اور مجموعہ کا جو مقتضا ہو اس پر حکم کی بنا فرمانا یہ سب ان کے کمالات خاصہ سے ہے کسی کو حق سوال و مقال نہیں پہنچتا اور ثانیاً عقلاً جالب منفعت سے دفع مضرت اہم اور اقدم ہے جہاں دونوں احتمال ہوں وہاں بہ نسبت دوسرے کی اصلاح کے اپنی حفاظت زیادہ ضروری ہے ثالثاً ایمان مقتضا ہے عقل کا اور کفر مقتضا ہے نفس کا اور عقل بسبب ضعیف ہوتی ہے نفس اس پر غالب آ جاتا ہے اور ابتدائے اسلام میں اکثر قوت عقلیہ ضعیف تھی اس لئے بہ نسبت اصلاح کفار کے افساد مومنین کا احتمال زیادہ تھا اس لئے اکثر کی حالت کے اعتبار سے ممانعت کی گئی اجازت نہیں دی گئی۔

دوسرا سوال: اس آیت کا جو جزو منسوخ ہو چکا ہے علت ممانعت تو اب بھی بظاہر باقی ہے یعنی تحریک کفر کی کرنا پھر بقاء علت کے ساتھ ارتقاء حکم کی کیا صورت ہے۔

جواب: علت کا باقی رہنا مسلم نہیں کیونکہ علت صرف تحریک نہیں بلکہ اس تحریک سے متاثر ہونے کا احتمال اور اس تاثر کی علت ہے ضعف جب اسلام کے قواعد اصول و فروع خوب گوش زد و ذہن نشین ہو گئے تو قوت عقلیہ اکثر کی قوی ہو گئی اور اب احتمال نہ رہا کہ نفس اس پر غالب آ کر کفر کی طرف مائل کر سکے لہذا وہ جزو منسوخ ہو گیا۔

تیسرا سوال: پھر چاہئے تھا کہ عورت مشرکہ سے نکاح جائز ہوتا اسی طرح مسلمان عورت کا کافر مرد سے نکاح جائز ہوتا۔

جواب: ایک علت یہ بھی ہے کہ محل نکاح میں شر ہے اور شر میں دو مرتبے ہیں کتابی کے شر کو شرع نے خفیف سمجھا ہے غیر کتابی کے حبث و شر سے اس لئے غیر کتابیہ کو شرف نکاح مسلم کا محل ہی قرار نہیں دیا یہ تو وجہ ہے غیر کتابیہ سے نکاح درست نہ ہونے کی اور ضعف جیسا داخلی ہوتا ہے جس کو عقلی کہا گیا ہے اسی طرح خارجی بھی ہوتا ہے اور زوجہ طبعاً و فطرۃ مرد کے زیر حکومت ہے پس یہ ضعف بھی علت تاثر کی ہو سکتا ہے اس لئے مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہیں کیا گیا اور مسلم کے نکاح میں کافرہ کیساتھ یہ ضعف مفقود ہے لہذا وہ جائز



قرار پایا اور چونکہ اکثر کی حالت کا یہ مقتضا تھا اور قانون میں ہمیشہ ایسی ہی حالت کا اعتبار ہوتا ہے لہذا قانون اصلی تو یہ مقرر ہوا لیکن اگر کہیں مسلم کو کتابیہ سے نکاح کرنے میں غالب ظن بگڑ جانے کا ہو وہاں لغیرہ کے درجہ میں اس کو بھی شدت کے ساتھ ممنوع کہیں گے۔

حکم نوز و ہم حرمت جماع در حیض و شرائط اجازت در پاکی:

وَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ (السی قولہ تعالیٰ) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ اور لوگ آپ سے حیض (کی حالت میں صحبت وغیرہ کرنے کا) حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ وہ (حیض) گندی چیز ہے تو (حالت) حیض میں تم عورتوں (کے ساتھ صحبت کرنے) سے علیحدہ رہا کرو اور (اس حالت میں) ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جاویں پھر جب وہ (عورتیں) اچھی طرح پاک ہو جاویں (کہ ناپاکی کا شک و شبہ نہ رہے) تو انکے پاس آؤ جاؤ (یعنی ان سے صحبت کرو) جس جگہ سے تمکو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے (یعنی آگے سے) یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں تو بہ کر نیوالوں سے (مثلاً اتفاقاً یا بے احتیاطی سے حالت حیض میں صحبت کر بیٹھا پھر متنبہ ہو کر توبہ کر لی) اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے (جو حالت حیض میں صحبت کرنے سے اور دوسرے منہیات سے بچتے ہیں اور حالت پاک کی میں اجازت صحبت کی دینا پھر اس قید سے اجازت دینا کہ آگے کے موقع میں صحبت ہو اس لئے ہے کہ) تمہاری پیماں تمہارے لئے (بمزلہ) کھیت (کے) ہیں (جس میں نطفہ بجائے تخم کے اور بچہ بجائے پیداوار کے ہے) سوائے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ (اور جس طرح کھیتوں میں اجازت ہے اسی طرح پیماں کے پاس پاکی کی حالت میں ہر طرف سے آنے کی اجازت ہے خواہ کروٹ سے ہو یا آگے پیچھے بیٹھ کر ہو یا اوپر یا نیچے لیٹ کر ہو یا جس ہیئت سے ہو مگر آنا ہو ہر حال میں کھیت کے اندر کہ وہ خاص آگے کا موقع ہے کیونکہ پیچھے کا موقع کھیت کے مشابہ نہیں اس میں صحبت نہ ہو) اور (ان لذات میں ایسے مشغول مت ہو جاؤ کہ آخرت ہی کو بھول جاؤ بلکہ) آئندہ کے واسطے (بھی) اپنے لئے کچھ (اعمال صالحہ) کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حال میں) ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور اے محمد ﷺ ایسے ایمانداروں کو (جو نیک کام کریں خدا سے ڈریں خدا تعالیٰ کے سامنے جانے کا یقین رکھیں) خوشی کی خبر سنا دیجئے (کہ ان کو آخرت میں ہر طرح کی نعمتیں ملیں گی)

ف: مسئلہ: حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ: اگر حیض پورے دس دن گزرنے پر موقوف ہو تو فوراً ہی صحبت درست

ہے اور اگر دس دن سے پہلے حیض موقوف ہو جاوے مگر عادت کے موافق موقوف ہو تو صحبت جب درست ہوتی ہے کہ عورت یا تو غسل کر لے یا ایک نماز کا وقت ختم ہو جاوے اور اگر دس دن سے پہلے موقوف ہو اور ابھی عادت کے دن بھی نہیں گزرے مثلاً سات دن حیض آیا کرتا تھا اور چھ ہی دن میں موقوف ہو گیا تو بدو ایام عادت کے گزرے ہوئے صحبت درست نہیں۔

مسئلہ: اگر غلبہ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہو گئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کچھ خیر خیرات بھی دیدے تو زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: پیچھے کے موقع میں اپنی بی بی سے بھی صحبت کرنا حرام ہے۔

حکم بستم منع سو گند بر ترک خیر:

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ عُزُورَةً ۚ لَإِنَّكُمْ أَنْ تَبْرُوا وَتَشْقُوا وَتُضِلُّوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی کے اور تقویٰ کے اور اصلاح فیما بین خلق کے کام کرو (یعنی اللہ کے نام کی یہ قسم نہ کھاؤ کہ ہم یہ نیک کام نہ کریں گے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں (تو زبان کو سنبھال کر بات کرو اور دل میں برے خیالات مت لاؤ) ف: جس بات سے آدمی قسم کھا لیتا ہے اس سے رک جاتا ہے تو جب اس نے ایسے امور میں اللہ کی قسم کھائی تو گویا قسم کھا کر ان کاموں کا حجاب اللہ کے نام کو بنا دیا حالانکہ اللہ کے نام سے تو نیک کام زیادہ کرنے چاہئیں اسنے الثابتاً کیا اسلئے ایسی بات پر قسم کھانا اور زیادہ برا ہو اور یوں نیک کام کا ترک کرنا ویسے بلا قسم بھی برا ہے۔

النحو: ولو اعجبتمكم قال البيضاوي الواو للحال ولو بمعنى ان وهو كثير قال عبد الحكيم هذا ما اختاره صاحب الكشاف في الواو الداخلة على ان ولو الوصلتين وكلمة ان ولو لمجرد الفرض مجردة عن معنى الشرطية ولذا لا يحتاج الى الجزاء فالتقدير مفروضا اعجابها لكم بالحسن والشمائل وعند البعض للعطف على مقدر وهو ضد المذكور اي ولو لم تعجبكم ولو اعجبتمكم وجواب الشرط محذوف دل عليه الجملة السابقة وعند البعض اعتراضه يقع في وسط الكلام و آخره وعلى التقادير اثبات للحكم في نقيض الشرط بطريق الاول ليشب في جميع التقادير آه ملخصاً ۱۲

الروایات: فی لباب النقول قوله تعالیٰ ولا تنكحوا الایة اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم والواحدی عن مقاتل قال نزلت هذه الایة فی ابن ابی مرثد الغنوی استاذن النبی ﷺ فی عناق ان یتزوجها وهي مشرکة و كانت ذاحظ من جمال فنزلت قوله تعالیٰ و لامة مؤمنة الایة. اخرج الواحدی من طریق السدی عن ابی مالک عن



نحو هذا في الترجمة ١٢ .

**العربية:** العرصة فعلة بمعنى المفعول كالقبضة والغرفة وهي ههنا من عرض الشئ من باب نصرا و ضرب جعله معترضا والايمان على حقيقتها واللام للتعليل وان تبروا في تقدير لان ويكون صلة للفعل او لعرصة والمعنى لا تجعلوا الله حاجزا لاجل حلفكم به عن البر والتقوى والصلاح اه هكذا في روح المعاني واشرت الى هذا كله في الترجمة وفي الآية توجيهات اخر لم اذكرها للاختصار ١٢ .

**الفقه:** حتى يطهرون هي عند الشافعية الاغتسال بعد الانقطاع قالوا ويدل عليه صريحا قراءة حمزة الكسائي يطهرون بالتشديد اي يطهرون وصيغة المبالغة يستفاد منه الطهارة الكاملة ويدل عليه فاذا تطهرون بالفاء وصيغة المبالغة وقالت الحنفية ان القرأتين بمنزلة الآيتين فحملوا احدهما على ما دون العشرة والاخرى على تمام العشرة والفاء لمجرد الارتباط من غير وجود معنى التاخر فيه وايضا لانسلم ان التطهر ليس الا بالاغتسال فانه يمكن حمله على يقين الانقطاع وعدم بقاء الريب فيه كما اشرت اليه في الترجمة وكذا الطهارة لا يدل على الاغتسال كما زعم البعض ففي روح المعاني عن تاج البيهقي ظهرت خلاف طمشت وعن شمس العلوم امرأة طاهر بغيرها وانقطع ومها وعن الاساس امرأة طاهر ونساء طواهر طهرون من الحيض ١٢ . قوله تعالى فاتوا حرثكم دل على تحريم الايتان في الادبار ولا يرد الامناء في الساق او الفخذ بناء على انه ليس بحرث لان التقييد بالحرث ليس بمطلق الاستمتاع بل للايتان فقط والامناء في الساق او الفخذ ليس ايتانا عرفا بمعنى الوطى . واما استدلال الخصم بقوله تعالى اني شتمت فلا ينتهض مع هذه القرينة المانعة عن حمل اني على تعميم المواضع فهو اذا لتعميم الجهات من القدم والخلف والفوق والتحت واليمين والشمال ومع احتمال كون اني بمعنى كيف ومتى كما روى عن مجاهد والضحاك لا سيما وقد تقدم قبل وجوب الاعتزال في المحيض وعلل بانه اذى مستقذر والعلة مشتركة ولا يقاس ما في المحاش من الفضلة بدم الاستحاضة لان التفاوت بين وايضا في وجوب الاعتزال عن الاستحاضة من الحرج ما ليس في الحيض والمحاش كما لا يخفى وما روى عن بعض السلف فغير مسموع في مقابلة النص والاعماع هذا كله من روح المعاني وسانح خاطري ١٢ .

**ملحقات الترجمة:** قوله في ترجمة المشركت والمشركين كافر اعم من الكتابي وغير الكتابي ليقى الحكم عاما ثم ينسخ جزء

ابن عباس قال نزلت هذه الآية في عبد الله بن رواحة كانت له امة سوداء وانه غضب اليها فلطمها ثم انه فزع فاتى النبي ﷺ فاخبره وقال لا اعتقنها ولا تزوجنها ففعل فطعن عليه ناس وقالوا ينكح امة فانزل الله هذه الآية واخرجه ابن جرير عن السدي منقطا آه قلت واورد على الرواية الاولى بان هذه القصة سبب لنزول آية النور الزاني لا ينكح وعلى الرواية الثانية بانها اذا اعتقت لم تبقى امة ولذا فسر بعضهم الامة بالمرأة مطلقا فانها من اماء الله اقول مجيبا عن الاول بانه لا تعارض في الروايتين فانه يصح ان تكون القصة الواحدة سببا لنزول الآيتين جميعا وعن الثاني بانها سميت امة باعتبار ما كانت او حسب قول الناس محقرين لها انها امة فافهم ١٢ . في لباب النقول روى مسلم والترمذي عن انس ان اليهود كانوا اذا حاضت المرأة منهم لم يواكلوها ولم يجامعوها في البيوت فسال اصحاب النبي ﷺ فانزل الله ويستلونك عن المحيض الآية فقال اصنعوا كل شئ الا النكاح ١٢ . روى الشيخان وابو داود والترمذي عن جابر قال كانت اليهود تقول اذا جامعها من ورائها جاء الولد احول فنزلت نسائكم حرث لكم فاتوا حرثكم اني شتمت آه في لباب النقول اخرج ابن جرير من طريق ابن جريج قال حدثت ان قوله تعالى ولا تجعلوا الله عرضة لاييمانكم الآية نزلت في ابي بكر في شأن مسطح وفي روح المعاني قال الكلبي نزلت في عبد الله بن رواحة حين حلف على ختته بشير بن النعمان ان لا يدخل عليه ابدا ولا يكلمه ولا يصلح بينه وبين امرأته بعد ان كان طلقها و اراد الرجوع اليها والصلح معها اه ١٢ .

**اللفات:** قال البيضاوي المحيض مصدر كالمجنى والمبيت وفي روح المعاني اصله السيلان اه قلت فالمسئول عنه حقيقة ايتان النساء في المحيض ولا يحتاج الى حذف المضاف لا في السؤال ولا في الجواب ١٢ . قال في روح المعاني الحرث الفاء البذر في الارض وهو غير الزرع لانه اباته وهو خبر عما قبله اما بحذف المضاف اي مواضع الحرث او التجوز والتشبيه البليغ ١٢ .

**البلاغة:** فاعتزلوا ولا تقربوا كناية عن ترك مجامعتهم وانما اسند الفعل الى الذات لمبالغة وانما لم يعتبر ايهاه الاعتزال وعدم القرب مطلقا لان التعليل بالاذى كاف في عدم كون هذا الاعتزال مرادا فان كل بدننها ليس محلا للاذى فافهم فانه عزيز ١٢ . نسائكم حرث لكم في روح المعاني هذه الجملة هيينة لقوله تعالى فاتوهم من حيث امركم الله اه وقد اشرت الى



منہ بسورۃ المائدۃ والا لاحتیج الی دلیل مستقل لبطلان نکاح المؤمنۃ مع الکتابی فان قلت کیف یصح هذا التفسیر مع ان الکتابی لیس بمشرب قلت سماہ مشربا مجازا بقریۃ مقابله المؤمن ومقابل لمؤمن هو الکافر مطلقا او هو مشرب لقلوبہ تعالیٰ وقالت اليهود عزیر بن اللہ وقالت النصارى المسيح ابن اللہ فالمشرب اذا قسمان بقی الحکم فی القسم الواحد ونسخ فی جزء من القسم الآخر فافہم ۱۲۔ ۲۔ قولہ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں۔ زاد کلمۃ النفی لآخذہ فی ترجمۃ حتی بلساننا ۱۲۔ ۳۔ قولہ ہزار درجہ بہتر ہے مستعملۃ فی التفضیل بلساننا وقد افاد خیر التفضیل ۱۲۔ ۴۔ قولہ اپنے اختیار کی امے عرفا فلا یصح الاحتجاج

بالآیۃ علی اشتراط الولی فی نکاح النساء مطلقا ۱۲۔ ۵۔ قولہ مال یا جاہ وقال فی النساء مال وجمال لان العرف ہکذا فی النساء والرجال ۱۲۔ ۶۔ قولہ اور اس حکم کا الخ وهذا هو التوفیق والتیسیر الذی فسروا بہ قولہ باذنبہ ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی ترجمۃ لعل تاکہ ماخذہ البیضاوی لکے یذکروا وفی حاشیۃ ع یعنی ان لعل مستعار بمعنی الطلب آ ۱۲۔ ۸۔ قولہ اپنے کھیت میں (الی قولہ) ای طرح بیویوں کے پاس الخ فیہ حمل للحرث علی المعنی الحقیقی لکن لا لنفسہ بل للانتقال الی المجازی فهو کنایۃ وفیہ ما لا یخفی من اللطافۃ ۱۲۔

حاشیۃ: (۱) قال علیہ السلام فاظفر بذات الدین ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۱۳۳) **الروایات:** فی لباب النقول تتمۃ ما سبق فقال بعضهم ان لم یكونوا اصابوا وزرا فلیس لہم جر فانزل اللہ ان الذین آمنوا الی رحیم۔ فی لباب النقول روى احمد عن ابی ہریرۃ قال قدم رسول اللہ ﷺ المدینۃ وهم یشربون الخمر ویا کلون المیسر فسألوا رسول اللہ ﷺ عنہما فانزل اللہ تعالیٰ ویستلونک عن الخمر والمیسر الآیۃ فقال الناس ما حرم علینا انما قال فیہما اثم کبیر وکانوا یشربون الخمر حتی کان یوم من الايام صلی رجل من المهاجرین ام اصحابہ فی المغرب فخلط فی قراءۃ فانزل اللہ آیۃ اغلظ منها یا ایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ثم نزلت آیۃ اغلظ من ذلک یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الی قولہ فهل انتم منتهون قالوا انتھینا ربنا الحدیث ۱۲۔ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم من طریق سعید او عکرمۃ عن ابن عباس ان نفرا من الصحابۃ حین امروا بالنفقۃ فی سبیل اللہ اتوا النبی ﷺ فقالوا لاندري ما هذه النفقة التي امرنا فی اموالنا فما تنفق منها فانزل اللہ ویستلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ واخرج ایضا عن یحییٰ انه بلغه ان معاذ بن جبل وثعلبۃ اتیا رسول اللہ ﷺ فقالا یا رسول اللہ ان لنا ارقاء واهلین فما تنفق من اموالنا فانزل اللہ هذه الآیۃ (ای ویستلونک ماذا ینفقون الخ) فی لباب النقول اخرج ابو دائود والنسائی والحاکم وغيرہم عن ابن عباس قال لما نزلت ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتي هي احسن وان الذین یا کلون اموال الآیۃ انطلق من کان عنده یتیم فمزل طعامہ من طعامہ وشرابہ من شرابہ فجعل یفضل لہ الشئ من طعامہ فیحبس لہ حتی یا کلہ او یفسد فاشتد ذلک علیہم فذکروا ذلک لرسول اللہ ﷺ فانزل اللہ تعالیٰ ویستلونک عن الیتیم الآیۃ ۱۲۔

**اللفاظ:** العفو قال البیضاوی العفو نقیض الجھد ومنہ یقال للارض السهلۃ وهو ان ینفق ما تیسر لہ بذلہ ولا یبلغ منہ الجھد قال ع خذی العفو منی تستدیمی مودتی۔ اہ قلت وشمل التفسیر بالفضل ایضا

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ راہ خدائیں اشار الی ان فی سبیل اللہ متعلق بکلا قولیہ ہاجروا وجاهدوا ۲۱۔ ۲۔ قولہ علی سبیل منع الخلو زادہ لان فی ۱۱۔ سربۃ من ہو غیر مهاجر عسی ۱۲۔ ۳۔ قولہ گناہ کی بڑی بڑی باتیں الخ اطلاقا للمسبب علی المسبب ولذا لم یقل ہما اثم کبیر کما قال فیہ کبیر بل قال فیہما اثم ۱۲۔ ۴۔ قولہ اور وہ گناہ کی الخ حملا للاضافۃ علی العهد ۱۲۔ ۵۔ قولہ عوارض غیر لازمہ قید بهذا الوصف لان هذه العوارض اذا كانت لازمة عقلا او عادة اثرت فی تحریم المعروض ویسمى هذا النوع حراما لغيرہ وهو فی الحرمة کالحرام لعینہ سواء فافہم ۱۲۔ ۶۔ قولہ ان احکام کو سوچ لیا کرو الخ حاصلہ بتفکرون فی الآیات فی امور الدنیا والآخرة فالجار بعد تقدير المضاف متعلق بتفکرون بعد تقييده بالاول کذا فی روح المعانی فافہم ۱۲۔ ۷۔ قولہ الگ الگ لان مثل هذا التركيب يفيد التمييز کما قال البیضاوی فی قولہ تعالیٰ لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ انه وضع العلم موضع التمييز المسبب عنہ ۱۲۔



لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝

اللہ تعالیٰ تم پر داروغہ نہ فرماوے گی تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن داروغہ نہ فرماوے گی اس پر جس میں تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غفور حلیم ہے۔ جو لوگ قسم کھا بیٹھے ہیں اپنی بیبیوں

یُولُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرْكِبُ أَشْهُرٍ قَانَ فَأَوْ قَانَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ

سے ان کیلئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سو اگر یہ لوگ رجوع کر لیں تب تو اللہ تعالیٰ معاف کر دینگے رجعت فرماوے گی۔ اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَ قُرُوءٍ وَلَا مَحِلَّ لِهِنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہو اس کو پوشیدہ کریں اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم

إِنْ كُنَّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبَعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي

قیامت پر یقین رکھتی ہیں اور ان عورتوں کے شوہران کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس حدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو

عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں

تفسیر: حکم بست و یکم گناہ سو گند دروغ:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝  
اللہ تعالیٰ تم پر (آخرت میں) داروغہ نہ فرماوے گی تمہاری قسموں  
میں (ایسی) بیہودہ قسم پر (جس میں بلا قصد جھوٹ بولا گیا) لیکن داروغہ  
فرماوے گی اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے (جھوٹ بولنے کا)  
ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں (کہ ایسی بیہودہ قسم پر داروغہ نہ فرمائی) حلیم  
ہیں (کہ قصد جھوٹی قسم کھانے کی سزا میں آخرت تک مہلت دی) فَ: لغو  
قسم کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ کسی گزری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا ارادہ نکل گئی  
یا نکلے تو ارادہ سے مگر اس کو اپنے گمان میں راست سمجھتا ہے جیسے زید واقع میں  
آیا تھا مگر اس کو خبر نہ تھی اور قسم کھا بیٹھا کہ وہ نہ آیا تھا یا آئندہ بات پر اس طرح  
قسم نکل گئی کہ کہنا چاہتا تھا کچھ اور بے ارادہ منہ سے قسم نکل گئی اس میں گناہ  
نہیں ہوتا اور اس کو اسی واسطے لغو کہتے ہیں کہ مواخذہ اخروی یعنی گناہ کے بارہ  
میں یہ ساقط الاعتبار ہے اور اس کے مقابلہ میں جس پر مواخذہ ہونے کا ذکر  
فرمایا ہے یہ وہ قسم ہے جو قصد جھوٹی سمجھ کر کھائی ہو اس کو غموس کہتے ہیں اس  
میں گناہ ہوتا ہے مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک کفارہ نہیں آتا اور لغو بالمعنی المذکور  
میں بدرجہ اولیٰ کفارہ نہیں اس آیت میں انہی دونوں کا بیان ہے۔ دوسرے  
معنی لغو کے یہ ہیں جس پر کفارہ نہ ہو اور اس کو لغو اس واسطے کہیں گے کہ  
مواخذہ دنیوی یعنی کفارہ کے بارہ میں یہ ساقط الاعتبار ہے اور لغو بایں معنی  
غموس کو بھی شامل ہے کیونکہ اس میں کفارہ نہیں گو گناہ ہو اور اس کے مقابلہ میں

وہ قسم ہے جس میں کفارہ آتا ہے اس کو منعقدہ کہتے ہیں حقیقت اس کی یہ ہے  
کہ قصد ایوں قسم کھائے کہ میں فلاں فعل کروں گا یا فلاں کام نہ کروں گا اس  
میں خلاف کرنے سے کفارہ آتا ہے ان دونوں کا یعنی لغو بالمعنی الثانی اور  
منعقدہ کا بیان سورہ مائدہ میں مع تفصیل کفارہ مذکور ہے پس غموس ہمیشہ امر ماضی  
پر ہوتا ہے اور لغو بالمعنی الاول کبھی ماضی پر ہوتا ہے کبھی آئندہ پر اور منعقدہ ہمیشہ امر  
آئندہ پر ہوتی ہے اور لغو بالمعنی الثانی کوئی جدا قسم نہیں اسکی ایک قسم لغو بالمعنی الاول  
ہے اور دوسری قسم غموس ہے اور ان دونوں کا مفہوم اور حکم معلوم ہو چکا۔  
حکم بست و دوم ایلاء:

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرْكِبُ أَشْهُرٍ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ  
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ جو لوگ (بلا قید مدت یا چار ماہ یا زائد مدت کے لئے) قسم کھا  
بیٹھے ہیں اپنی بیبیوں (کے پاس جانے) سے ان کیلئے چار مہینے تک کی مہلت  
ہے سو اگر (ان چار ماہ کے اندر) یہ لوگ (اپنی قسم کو توڑ کر عورت کی طرف)  
رجوع کر لیں تب تو (نکاح باقی رہے گا اور) اللہ تعالیٰ (ایسی قسم کے توڑنے کا  
گناہ کفارہ سے) معاف کر دینگے (اور چونکہ اب بی بی کے حقوق کو ادا کرنے لگا  
اس پر) رحمت فرماوے گی اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے (اور  
اس لئے چار ماہ کے اندر قسم توڑ کر رجوع نہیں کیا) تو (چار ماہ گزرتے ہی قطعی  
طلاق پڑ جاوے گی اور) اللہ تعالیٰ (ان کی اس قسم کو بھی) سنتے ہیں (اور ان کے اس  
پختہ ارادہ کو) جانتے ہیں (اس لئے اس کے متعلق حکم مناسب ارشاد فرمادیا)  
ف: اگر کوئی قسم کھالے کہ اپنی بی بی سے صحبت نہ کروں گا اسکی چار صورتیں



ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے۔ دوم یہ کہ چار مہینہ کی مدت کی قید لگا دے۔ سوم یہ کہ چار ماہ سے زیادہ کی مدت کی قید لگا دے۔ چہارم یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے۔ پس صورت اول و دوم و سوم کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں اور اسکا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بی بی کے پاس چلا آوے تو قسم کا کفارہ دے اور نکاح باقی ہے اور اگر چار ماہ گزر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہیں رہا البتہ اگر دونوں رضا مندی سے پھر نکاح کر لیں تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کر لی جب بھی نکاح باقی ہے۔

حکم بست و سوم و چهارم عدت مطلقه و مدت رجعت:

وَالْمُطَلَّاتُ يَدْرِبْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوفٍ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ  
اور طلاق دی ہوئی عورتیں (جن میں اتنی صفتیں ہوں خاوند نے ان سے صحبت  
یا خلوت صحیح کی ہو۔ ان کو حیض آتا ہو آزاد ہوں یعنی شرعی قاعدہ سے لونڈی نہ  
ہوں) اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض (ختم ہونے) تک  
(اور اس کو عدت کہتے ہیں) اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ  
نے جو کچھ ان کے رحم (بچہ دان) میں پیدا کیا ہو (خواہ حمل یا حیض) اس کو  
پوشیدہ کریں (کیونکہ اس کے پوشیدہ کرنے سے عدت کا حساب غلط ہو  
جاوے گا) اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں (بوجہ اس  
کے کہ اس یقین کا مقتضایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں کہ قیامت میں نافرمانی  
پر سزا نہ ہو جاوے) اور ان عورتوں کے شوہر (جبکہ ان کو طلاق رجعی ملی ہو جس  
کا بیان آگے آوے گا) ان کے (بلا تجدید نکاح) پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں  
اس عدت کے اندر (اور اس لوٹا لینے کو رجعت کہتے ہیں) بشرطیکہ (رجعت  
کرنے سے) اصلاح کا قصد رکھتے ہوں (ورنہ تنگ کرنے کیلئے رجعت کرنا  
لا حاصل ہے گو رجعت تو ہو ہی جاوے گی) اور (یہ حکم اصلاح کا اس لئے کیا  
گیا کہ) عورتوں کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جو کہ (نفس و جوب میں)  
مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں (مردوں کے کہ ان کو) قاعدہ  
(شرعی) کے موافق (ادا کیا جاوے) اور (اتنی بات ضرور ہے کہ) مردوں کا  
انکے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے (اس لئے ان کے حقوق کی نوعیت  
عورتوں کے حقوق کی نوعیت سے بڑھی ہوئی ہے) اور اللہ تعالیٰ زبردست  
(حاکم) ہیں (جو احکام چاہیں مقرر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور) حکیم (بھی)  
ہیں (کہ نہایت مصلحت کے ساتھ احکام مقرر فرماتے ہیں) ف: ان

مطلقاً مذکورہ میں جو چند صفوں کی قید لگائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جن میں یہ صفیں نہ ہوں گی ان کا اور حکم ہے چنانچہ ان مسائل سے واضح ہے۔

مسئلہ: جس عورت سے شوہر نے صحبت یا خلوت صحیحہ نہ کی ہو اور اس کو طلاق دیدے اس پر بالکل عدت لازم نہیں اور خلوت صحیحہ کی توضیح کتب فقہ میں مذکور ہے۔

مسئلہ: جس مطلقہ کو حیض نہ آتا ہو اس کی تین صورتیں ہیں یا تو نابالغ ہے اس لئے حیض نہیں آیا یا بہت بوڑھی ہے اس لئے حیض آنا موقوف ہو گیا سو ان

دونوں کی عدت تین مہینے ہیں اور یا اس کو حمل ہے اس کی عدت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جاوے اور جو جوان غیر حاملہ ہو مگر مرض احتباس وغیرہ سے اس کو حیض

نہ آتا ہو اس کے حکم کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔  
مسئلہ: جو مطلقہ شرعی قاعدہ سے لونڈی ہو اس کو اگر حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو

حیض ہے اور اگر عدم بلوغ یا پیرانہ سالی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

مسئلہ: عدت کے اندر نکاح دوسرے شوہر سے درست نہیں۔

مسئلہ: مطلقہ پر واجب ہے کہ اپنے حائضہ یا حاملہ وغیرہ ہونے کی حالت

مسئلہ: طلاق کی کئی قسمیں ہیں ایک ان میں رجعی ہے یعنی خاوند ایک بار یا دو بار تک رجوع کر سکتا ہے۔

ہے کہ اگر شوہر اس عورت سے صحبت یا خلوت صحیحہ کر چکا تھا تو عدت گزرنے

سے پہلے اس کورت سے رجعت کرے یہی زبان سے کہہ دے کہ میں نے  
تجھ سے رجعت کی یا اس سے ہم بستری یا بوس و کنار کرے اس رجعت سے  
سالہ کا 7 قمار رہتا ہے۔

مسئلہ: مرد پر خاص حقوق عورت کے یہ ہیں۔ اپنی وسعت کے موافق اس کو کھانا، کپڑا، رہنے کا گھر، بہو، مہر، اس کو تنگ نہ کرے اور عورت پر

اس قاعدہ شرعی سے یہی تفصیل مراد ہے۔ پس صرف استخارہ میں تو مرد و

عورت دونوں برابر ہیں کہ اس کا حق اس پر واجب اور اس کا حق اس پر واجب۔ احقر نے جو نفس وجوب کہا ہے اس کا یہی مطلب ہے لیکن حقوق

کے نوع میں اور ان کے چھوٹے بڑے ہونے میں فرق ہے چنانچہ تفصیل مذکور سے دونوں امر ظاہر ہیں احقر نے تقاضی نوعیت اسی کو کہا ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى فَإِنْ فَاءَؤُاْ إِلَى الْوَالِدِ أَوْ إِلَى الْوَالِدَةِ أَوْ إِلَى ذِي الْقُرْبَىٰ فَلْيُفْسَقُوا لَهُمْ سَبِيلًا **مفسر:** قوله تعالى فَإِنْ فَاءَؤُاْ إِلَى الْوَالِدِ أَوْ إِلَى الْوَالِدَةِ أَوْ إِلَى ذِي الْقُرْبَىٰ فَلْيُفْسَقُوا لَهُمْ سَبِيلًا **ترجمہ:** اگر وہ اپنے والدین یا والدین یا ذی القربیٰ کی طرف پناہ لے لیں تو ان کے لیے سبیل فاسق ہو جائے۔



**اللغات:** فی القاموس فاء من امرأته كفر عن يمينه ورجع الى امرأته آه قلت يتعدى بعن والى كقوله تعالى يتفيثو ظلاله عن اليمين وقوله تفنى الى امر الله واخذت في ترجمة معنى كليهما ۱۲. البعولة جمع بعل والهاء زائدة والامثلة سماعية ۱۲ كذا في روح المعاني.

**الفقه:** اختلف الشافعي في معنى اللغو ودليله ما روى عن عائشة مرفوعا انه قول الرجل كلا والله وبلى والله ودليل الحنفية ما رواه مالك في المؤطا احسن ما سمعت في هذا ان اللغو الحلف على الشئ يستيقن انه كذلك ثم يوجد على غير ذلك وبه قال احمد ونسبه في الكمالين الى عائشة وابن عباس ومجاهد والزهرى والحسن والنخعي ومعنى الحديث المرفوع حملة على الخاطي الذي سبق على لسانه من غير التقابل كما في فتح القدير او تقييده بالماضي جمعا بين الادلة فافهم ۱۲ تعبير عدم الفنى على ما يقتضيه التقابل بعزم الطلاق بمعنى القطع والجزم لا القصد دليل على ان عدم الفنى تطليق وبه قالت الحنفية ونقله في فتح القدير بسند عبد الرزاق وابن ابى شيبة والدارقطني عن عثمان وزيد بن ثابت وعلى وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وكثير من التابعين ۱۲.

**البلاغة:** اصل باب الرجال القوة والغلبة واتى بالمظهر بدل المضممر للتويه بذكر الرجولية التي بها ظهرت المزية للرجال على النساء كذا في روح المعاني احق بمعنى حقيق عبر عنه بصيغة التفضيل للمبالغة والظاهر كما في الكمالين ما قال التفتازاني انهم احق بالرجعة منهن بالاباء وبعولتهن الضمير بعد اعتبار قيد الرجعي اخص من المرجوع اليه ولا امتناع فيه كما اذا كرر الظاهر ۱۲.

**الروايات:** في لباب النقول اخرج ابو داود وابن ابى حاتم عن اسماء بنت يزيد بن السكن الانصارية قالت طلقت على عهد رسول الله ﷺ ولم يكن للمطلقة عدة فانزل الله العدة للطلاق والمطلقات يتربصن بانفسهن الاية ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله في ف بلا ارادة نكل ذكره في روح

المعاني ولا بد منه وان لم يتعرضوا به في كتب الفقه ولم يتفوه وتقتضيه القواعد وكذا قوله يا آئنده بات پر الى قوله بے اراده ذكره في فتح القدير بحثا ولا بد منه ۱۲. ۲ قوله في وجه تسمية اللغو ساقط الاعتبار ذكره في الكشف ۱۲. ۳ قوله اس آيت من ان بي دون كالح ولم ادخل المعقودة في ما كسبت لانه لا ضرورة فيه فالاقرب ان يراد بالمواخذه الاتم بقريئة عدم تقييده بالكفارة كالمائدة والمطلق ينصرف الى الكامل وهو الاخرى وهو في الغموس دون اللغو بالمعنى الاول وعلى هذا التقدير لم يصح ادخال المعقودة فيما كسبت لانها بنفسها غير مؤثمة وانما للاتم فيها يكون بعد الحنث بخلاف الغموس فانها بنفسها مؤثمة ۱۲. ۴ قوله چارمينه تكى اشارة الى وجه تقدير العبارة اى التربص الى اربعة اشهر بان يكون الغاية خارجة ولو سلم تقديره بالتربص في اربعة اشهر لما اضر الحنفية لانه لا دلالة على الاستيعاب ويدل على عدم الاستيعاب قراءة ابن مسعود فان فائو افيهن والناطق مقدم على الساكت ۱۲. ۵ قوله سوا كالح اشارة الى كون الفاء للتعقيب الذكرى وتفصيل الحكم لا التعقيب الوقوعى ۱۲. ۶ قوله اس لى اس كى متعلق اشارة الى تقدير الجزاء اى فان عزموا الطلاق فان الله يبين حكمه لان الله سميع عليم فاقام مقام الجزاء علته ۱۲.

۷ قوله في ترجمة ولا يحل لهن ان يورثوا لعود الضمير الى المطلقات ۱۲. ۸ قوله بجراس كى اس يقين كاتقضاء الخ اشارة الى فائدة التقييد بالشرط من التنبيه على ادينا فى الايمان لا تقييد نفى الحل بالايمان كذا قال البيضاوى ۱۲. ۹ قوله ورنك كى الخ ايضا فيه اشارة الى ان فائدة التقييد هو التحريض عليه والمنع من قصد الفرار وليس الغرض ان الاصلاح شرط لصحة الرجعة ۱۲. ۱۰ قوله فى المسئلة الاخيرة فى ف خاص حقوق زاده لان الحقوق المشتركة من قصد النصح والاعانة على الدين ونحوهما مما لا يجرى فيه التفاضل ۱۲.



الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيَةٍ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمُ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا

وہ طلاق دومرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کیساتھ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا مگر یہ کہ میاں بی بی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ

الْأَيْقِيْمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے سوا اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے

فَلَا تَعْتَدُوها وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ

باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سوائے ہی لوگ اپنا نقصان کر نیوالے ہیں۔ پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی اسکے بعد یہاں تک کہ وہ اسکے سوا ایک اور

زَوْجًا غَيْرَہُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيْمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا

خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔ پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم کر سکیں گے اور یہ خداوندی ضابطے

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو اشنند ہیں

حکم بست و ششم خلع:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمُ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا (الی قولہ تعالیٰ) فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (بیبیوں کو چھوڑنے کے وقت ان سے) کچھ بھی لو (گو وہ لیا ہوا) اس (مال) میں سے (کیوں نہ ہو) جو تم (ہی) نے ان کو (مہر میں) دیا تھا مگر (ایک صورت میں البتہ حلال ہے وہ) یہ کہ (کوئی) میاں بی بی (ایسے ہوں کہ) دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو (جو در بارہ ادائے حقوق زوجیت ہیں) قائم نہ کر سکیں گے سوا اگر تم لوگوں کو (یعنی میاں بی بی کو) یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال) کے لینے دینے میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے (بشرطیکہ مہر سے زیادہ نہ ہو) یہ (سب احکام) خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سوائے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں ف: عورت سے مال ٹھیرا کر چھوڑنا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک خلع دوسرا طلاق علی مال۔ خلع یہ کہ عورت کہے کہ تو اتنے مال پر مجھ سے خلع کر لے اور مرد کہے مجھ کو منظور ہے اس کے کہتے ہی گو لفظ طلاق نہ کہے طلاق بائن واقع ہو جاوے گی جس کو مسائل ایلاء میں قطعی طلاق کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور اسی قدر مال عورت کے ذمہ واجب ہو جاوے گا۔ اور طلاق علی مال یہ کہ مرد عورت سے کہے کہ تجھ کو اس قدر مال کے عوض طلاق ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت منظور نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور اگر منظور کر لے منظور

تفسیر: حکم بست و پنجم عد و طلاق رجعی:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيَةٍ بِإِحْسَانٍ وہ طلاق (جس میں رجوع کرنا درست ہے) دومرتبہ (کی) ہے پھر (دومرتبہ طلاق دینے کے بعد اختیار ہیں) خواہ (رجعت کر کے عورت کا) رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ (تیسری طلاق آئندہ طہر میں دے کر یا عدت کے اندر رجعت نہ کر کے اس کا) چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ ف: اس طلاق کو رجعی کہتے ہیں کہ دومرتبہ سے زائد نہ ہو اور اس میں یہ بھی قید ہے کہ صاف لفظوں سے ہو اور قاعدہ سے مراد یہ ہے کہ طریقہ بھی اس کا شرع کے موافق ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں بضمن مسائل مذکور ہوا ہے اور نیت بھی اس میں شرع کے موافق ہو یعنی رجعت سے یہ قصد ہو کہ اسکے حقوق ادا کرینگے یہ مقصود نہ ہو کہ بی بی کو رکھ کر تنگ کرینگے اور خوش عنوانی سے بھی مراد یہ ہے کہ طریقہ اس کا شرع کے موافق ہو جیسا کہ اثناء ترجمہ میں بیان ہوا یعنی یا تو اور طلاق نہ دے حتیٰ کہ عدت گذر جاوے وہ خود نکاح سے نکل جاوے گی یا تیسری طلاق اس طرح دے کہ دو طلاقوں کے بعد جب حیض آکر پاک ہو جاوے اور اس کو طہر کہتے ہیں اس وقت تیسری طلاق دیدے بلکہ یہ دونوں طلاق بھی اسی طرح ہونا مسنون ہے کہ اول طہر میں ایک طلاق دے پھر اگر دوسری طلاق دینا چاہے تو دوسرے طہر کا انتظار کرے اور اگر ایک ہی طلاق دے کر پھر دوسری تیسری نہ دے تو سب سے احسن ہے اور نیز خوش عنوانی سے چھوڑنے کیلئے ضرور ہے کہ نیت بھی شرع کے موافق ہو یعنی دفع نزاع مقصود ہو یہ قصد نہ ہو کہ اسکی دل شکنی کریں اسکو ذلیل کریں اس لئے نرمی و دل جوئی کی رعایت ضروری ہے۔



کرتے ہی طلاق بائن واقع ہو جاوے گی۔ اور اس قدر مال عورت کے ذمہ واجب ہو جاوے گا۔

مسئلہ: اگرنا موافقت زوجین میں قصور عورت کا ہے اور خود ہی درخواست خلع کی کرتی ہے گنہگار ہوگی اور مرد مال لینے میں گنہگار نہ ہوگا البتہ مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہوگا۔

مسئلہ: اور اگرنا موافقت میں قصور مرد کا ہے تو خلع کا مال مطلقاً لینے سے مرد گنہگار ہوگا جیسا کہ احقر نے مَاتِئْتُمُوهُنَّ میں اشارہ بھی کر دیا ہے کہ مہر لینا بھی مکروہ ہے چہ جائے کہ اتنا مال لینے لگے کہ اس نے دیا بھی نہیں اور عورت مال دینے سے گنہگار نہ ہوگی۔

مسئلہ: اور اگر مرد تو عورت کا قصور سمجھتا ہے اور عورت مرد کا قصور سمجھتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے میں اپنے کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم سمجھتا ہے تو نہ مرد کو لینے میں گناہ ہوگا لیکن مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے جیسا احقر نے انشاء ترجمہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے اور نہ عورت کو خلع کی درخواست میں گناہ ہوگا اور اس آیت میں دونوں کے احتمال کے معنی احقر کے نزدیک یہی ہیں کیونکہ یہ احتمال مظلوم ہی کو ہوا کرتا ہے اس سبب سے کہ دوسرے کا ظلم دفع کرنا اختیار سے خارج ہوتا ہے اور اس میں احتمال ہوتا ہے کہ شاید یہ ظلم سے باز نہ آوے اور انتقام لینے میں مجھ سے کوئی زیادتی نہ ہو جاوے بخلاف ظالم کے کہ اس کو اس احتمال کی نوبت نہیں آتی اس سبب سے کہ ظلم کا ترک کر دینا ہر وقت اختیاری ہے پھر حقوق زوجیت کے ضائع ہونے کے اندیشہ کے کچھ معنی نہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں فرمایا کہ دونوں پر گناہ نہ ہوگا بخلاف پہلے دو مسئلوں کے کہ ان میں ایک ایک کو گناہ ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ البتہ ایک صورت میں حلال ہے وہ یہ کہ دونوں کو ایسا احتمال ہو اس سے مقصود نفی حلیت کی مرد کے ظالم ہونے کی صورت میں ہے نہ کہ عورت کے ظالم ہونے کی صورت میں کہ اس میں تو بدرجہ اولیٰ حلال ہے پس حصر اضافی ہے حقیقی نہیں خوب سمجھ لو۔

مسئلہ: اور مال کے لینے میں گناہ ہونا یا نہ ہونا اس میں طلاق علی مال کا حکم بھی مثل خلع کے ہے۔

مسئلہ: جس صورت میں مرد گنہگار ہو یا عورت گنہگار ہو خلع جب بھی صحیح و نافذ ہو جاوے گا گو گناہ کے ساتھ سہی۔

حکم بست و ہفتم حلالہ در طلاق ثالث:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهَا (الی قولہ تعالیٰ)

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ پھر اگر (دو طلاقیں کے بعد) کوئی (تیسری طلاق) (بھی) دیدے عورت کو تو پھر وہ (عورت) اس (تیسری طلاق دینے والے) کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس (خاوند) کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ (عدت کے بعد) نکاح کرے (اور اس سے ہم بستری بھی ہو) پھر اگر یہ (دوسرا خاوند) اس (عورت) کو طلاق دیدے (اور عدت بھی گذر جائے) تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ (دوبارہ نکاح کر کے) بدستو پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ (آئندہ) خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے (ورنہ پھر دوبارہ منازعت و اتلاف حقوق کے گناہ میں مبتلا ہونا کیا فائدہ) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے (کارآمد کے) لئے جو دانشمند ہیں (کیونکہ دانشمند ہی عمل کرتے ہیں اور جو بے دانشی سے عمل نہیں کرتے ان کے لئے یہ ضوابط الئے ثبوت جرم کے دلائل ہو جاتے ہیں) **ف:** اس کو حلالہ کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاق دے گا پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے یہی حلالہ کا طریق شرط ہے اور جن دو طلاق کے ساتھ یہ تیسری طلاق ہوگی۔ خواہ وہ دونوں طلاق رجعی ہوں یا بائن یا ایک رجعی یا بئن پھر یہ تیسری بھی خواہ صریح لفظ سے ہو یا غیر صریح لفظ سے جس کو کنایہ کہتے ہیں اور اس میں عند اللہ نیت کی ضرورت ہے پھر یہ تینوں طلاق خواہ بدفعات ہوں یا دفعۃً ہوں اور ایک ہی کلمہ سے ہوں یا متعدد کلمات سے سب کا حکم یہی ہے۔

**دبط:** اوپر آئے اَلطَّلَاقُ مَرْبَّنَّ میں اِمْسَاكٌ بِالْمَعْرُوفِ اور تَسْرِيْعٌ بِمَحْسَنٍ کا ذکر فرمایا ہے آیت آئندہ میں اس کو مکرر اس لئے ذکر فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں اس میں بہت کوتاہی کرتے تھے پس تکرار سے اہتمام اور تاکید اور مبالغہ حاصل ہو گیا اور نیز ایک مقصود مستقل بھی ہے وہ یہ کہ آیت بالا میں گو امساک اور تسریع مذکور ہے مگر وہ ذکر تبعاً ہے اور مقصود اصلی بیان کرنا عدد طلاق رجعی کا ہے اور آیت آئندہ میں مقصود اصلی امساک اور تسریع کا مقید کرنا ہے معروف کے ساتھ پس مقصود متعارف ہو گیا پس ارشاد ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى اَلطَّلَاقُ مَرْبَّنَّ ای مرة بعد مرة

اس میں اس پر دلالت ہے کہ ترک تعلقات میں تعجل کرنا خلاف مصلحت ہے کیونکہ اس میں کبھی ندامت ہوتی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۵۶ پر)



وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُكْفِنَنَّ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رکنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ

لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ

سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب مت سمجھو اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور اس کتاب اور حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس

عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ

حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو

فَلْيُكْفِنَنَّ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ ذَٰلِكَ يُوعِظُ بِهِ مَنْ

طلاق دیدیں، پھر وہ عورتیں اپنی میعاد بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ باہم سب رضامند ہو جائیں قاعدہ کے موافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس

كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

تفسیر:

حکم بست و ہشتم تہم مضمون حکم بست و پنجم مع نہیں از لعب بالا حکام:

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُكْفِنَنَّ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ (السی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور جب تم

نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں (اور عدت ختم نہ ہوئی ہو) تو تم (پر واجب ہے کہ یا تو) ان کو قاعدے

کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر

ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا (برتاؤ) کرے گا سو وہ (آخرت میں) اپنا ہی نقصان کرے گا (کیونکہ ظلم کی سزا بھگتے گا) اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب

(کی طرح بے وقعت) مت سمجھو (کہ جس طرح چاہا کر لیا اور چاہے نہ کیا) اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب اور

حکمت (کی باتوں) کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں (اور یہ سب سے بڑی نعمت

ہے پس ان نعمتوں کے یاد کرنے سے احکام منعم کی وقعت قلب میں ہوگی) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے

ہیں (جب یہ خوف اور یقین ہوگا تو احکام پر عمل ہوگا) قاعدہ کے موافق رکھنا اور قاعدہ کے موافق چھوڑنا اس کا بیان آیۃ الْفَلَاقِ مَرْثُی کی تفسیر میں

آچکا ہے ملاحظہ فرمایا جاوے اور احکام پر عمل نہ کرنے کو جو لہو و لعب بنانا فرمایا

ہے یہ مجاز ہے جو کہ صرف معصیت ہے گو شدید ہے اور اگر حقیقہ کوئی شخص

احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء کرے وہ کافر ہو جاتا ہے خواہ عقیدہ بھی فاسد ہو یا عقیدہ صحیح رہے کیونکہ دین کی تحقیر تو دونوں حالتوں میں کی اور یہی علت ہے

اس کے کفر ہونے کی اور بعض مفسرین نے لَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا کی اور طور پر تفسیر کی ہے وہ یہ کہ بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ طلاق دیدی پھر کہہ

دیا کہ ہم نے یوں ہی دل لگی میں کہہ دیا تھا، اسی طرح غلام آزاد کر دیا پھر کہہ دیا کہ ویسے ہی براہ ہزل کہہ دیا تھا اس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی یعنی یہ

احکام محل ہزل نہیں ہیں حدیث میں اسکو زیادہ مفصل فرما دیا گیا کہ طلاق اور بھی بعض امور فرمائے یہ ایسے ہیں کہ اگر انکو کوئی براہ ہزل بھی زبان سے کہہ

دے گا تو سچ و جھوٹ واقع ہو جاوینگے پھر غیر واقع سمجھنا اور بدستور سابق اس عورت سے برتاؤ رکھنا گناہ ہوگا۔ اسی واسطے آگے اتَّقُوا اللَّهَ وغیرہ فرمایا پس اس تفسیر

پر مناسب ہے کہ حکم بست و ہشتم اسکو کہا جاوے اور تفسیر سابق پر حکم بست و ہشتم بیان امساک و تسريح استقلالاً ہو جاوے گا اسی واسطے احقر نے عنوان

اس مضمون کا ذوق جہین لکھا ہے۔ مسئلہ: ہزل اسکو کہتے ہیں کہ لفظ تو کہے ارادہ سے لیکن اس کیساتھ یہ مقصود ہو

کہ اس لفظ کا اثر واقع نہ ہو سو بعض تصرفات ایسے ہیں کہ ان میں اس مقصود کا ارادہ بیکار ہے اور وہ تصرفات محض تکلم سے واقع ہو جاوینگے ان میں سے طلاق

بھی ہے اور ایک صورت خطا کی ہے وہ یہ کہ منہ سے کہنا چاہتا تھا کچھ اور نکل گیا طلاق، فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس میں عند اللہ طلاق واقع نہ ہوگی۔



حکم بست و نہم نہی منع زن از نکاح ثانی:

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُكُنَّ أَجْلَهُنَّ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کر چکیں (اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرنا چاہیں خواہ پہلے ہی شوہر سے یا کسی دوسری جگہ) تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کیے ہوئے) شوہروں سے (خواہ وہ اول ہو یا ثانی ہو) نکاح کر لیں جب کہ باہم رضا مند ہو جاویں قاعدہ کے موافق اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو (یعنی ماننے کی ان ہی سے امید ہے اور یوں تو نصیحت سب ہی کو ہے) اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کو) جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے (اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی رائے پر عمل مت کیا کرو)

ف: بعضی جگہ تو خود شوہر ہی طلاق دینے کے بعد جب وہ کہیں دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی تو اپنی ذلت سمجھ کر نکاح نہ کرنے دیتا اور بعضی جگہ عورت کے اور عزیز قریب اپنی کسی دنیوی غرض سے اس کو نکاح نہ کرنے دیتے اور ایک جگہ ایسا ہوا کہ وہ عورت اور اس کا پہلا شوہر پھر نکاح کرنے پر رضا مند ہو گئے تھے مگر اس عورت کے بھائی نے غصہ میں آکر روکا تھا اس آیت میں سب صورتیں داخل ہیں اور ہر صورت میں روکنے کو منع فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا کہ رضا مندی قاعدہ کے موافق ہو اس قاعدہ کی تفصیل ان مسائل سے معلوم ہوگی۔

مسئلہ: جس شخص سے عورت نے نکاح تجویز کیا ہے وہ غیر کفو نہ ہو مہر مثل سے کم مہر مقرر نہ ہو ورنہ عورت کے ولی کو روکنے کا حق حاصل ہے اور اگر عورت نے اس طرح نکاح کر لیا تو ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی یعنی مسلمان حاکم سے رجوع کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو توڑ دے اور یہی ظاہر روایت ہے ولیکن متاخرین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نکاح ہی صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر بدوں شرعی گواہوں کے کوئی نکاح کرنے لگے یا نابالغہ بدوں ولی کے نکاح کرے یا کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جس سے نکاح جائز نہیں یہ سب نکاح باطل ہیں ہر مسلمان کو خواہ وہ شوہر اول ہو یا عورت کے عزیز قریب ہوں یا محض اجنبی ہوں شرعاً اس نکاح سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: پہلے شوہر سے نکاح جب درست ہے جبکہ اس نے تین طلاق نہ دی ہوں ورنہ بدوں حلالہ درست نہیں اور اس میں بھی سب کو روکنے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: دوسرے نکاح کے لئے عدت کا گذرنا اس وقت شرط ہے جب کہ کسی

دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے اور اگر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے اندر بھی درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو عدت گذرنے کی قید لگائی ہے یا تو دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے اعتبار سے ہے اور اگر پہلے ہی خاوند کے اعتبار سے کہا جاوے تو وجہ یہ ہے کہ اس قصہ میں اتفاق سے عدت گذر چکی تھی اس لئے واقعہ کے طور پر بیان فرمادیا اور یہ جو فرمایا کہ اس میں پاکی اور صفائی زیادہ ہے اس کی وجہ عموماً تو یہ ہے کہ احکام الہیہ کا ماننا سبب ہے گناہوں سے پاک ہونے اور پاک رہنے کا اور خصوصاً وجہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر کہ مرد و عورت ہمدگر ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں وہاں صفائی اور پاکی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جاوے ورنہ خرابی اور فتنہ اور آلودگی کا اندیشہ ہے البتہ اگر بے قاعدہ نکاح ہوتا ہو تو وہ نکاح ہی نہیں اس سے روکنا نکاح سے روکنا نہیں ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى وَلَا تَتَّبِعُوا خُفَرَاءَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا اَكْسِيں اس پر دلالت ہے کہ جو امر مفضی الی المذموم ہو وہ مذموم ہے چنانچہ امساک بغرض اعتداسے نہی فرمائی اور یہ تصوف کی فروع کثیرہ کی اصل ہے۔ قوله تعالى فَلَا تَعْصُوهُنَّ (الی قولہ تعالیٰ) ذَلِكُمْ اَزْكٰی لَكُمْ اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر مباح سے منع کرنے میں تشدد نہ کیا جاوے جب اس مباح میں کوئی مفسدہ نہ ہو اور خصوصاً جب کہ اس کے ترک میں کوئی مفسدہ ہو۔

**البلاغۃ:** قوله بلغن قال البيضاوی البلوغ هو الوصول الى الشيء وقد يقال للدنو منه على الاتساع وهو المراد في الآية ليصح ان يترتب عليه فامسكوهن لتعتدوا اللام متعلقة بالفرار اذا المراد تقييده ۱۲ بيضاوی اذا الامساک والضرار للاصلاح ليس بمنهي عنه بل امرنا بذلك ۱۲ ع. قوله من كان خصصه لانه المتعظ به والمستفيع واشرت اليه في الترجمة ويمكن ان يبنى على عدم كون الكفار مخاطبين بالفروع فافهم قوله ذلك يو عظم قال البيضاوی الخطاب للجمع على تاويل القليل او لكل واحدوا ان الكاف لمجرد الخطاب والفرق بين الحاضر والمنقضي دون تعيين المخاطبين او لرسول الله ﷺ للدلالة على ان حقيقة المشار اليه امر لا يكاد يتصوره كل احد آه امه بالاستقلال وانما يفهم من الشارح ۱۲.

**الروايات:** في لباب النقول اخرج ابن جرير عن السدي قال نزلت في رجل من الانصار يدعى ثابت بن يسار طلق امراته حتى اذا انقضت عدتها الا يومين او ثلاثة راجعها ثم طلقها مضارة فانزل الله ولا تمسكوهن ضرار الآية واخرج ابن ابی عمر في مسنده وابن مردويه عن ابی الدرداء قال كان الرجل يطلق ثم يقول لعبت ويعتق ثم يقول لعبت فانزل الله ولا تتخذوا آيات الله هزوا ۱۲. في لباب النقول روى البخاري وابو داود والترمذي وغيرهم عن معقل بن







وَالْوَالِدَتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کیلئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے۔ اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق۔

بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بَوْلِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ

کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور مثل طریق مذکور کے

فَإِنْ أَرَادَ اِفْصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا

اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔ اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ أَوْ اتَّيْتُمُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ ان کے حوالہ کر دو جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق۔ اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں

تفسیر: حکم سی ام رضاع:

وَالْوَالِدَتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (السی قولہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں (خواہ نکاح باقی ہو یا طلاق ہو چکی ہو) یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے (اور جو تکمیل نہ کرنا چاہے دو سال سے کم میں بھی چھڑا دینا درست ہے جیسا عنقریب آتا ہے) اور جس کا (شرعاً) نسب کے اعتبار سے (بچہ ہے) (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق (جب کہ وہ نکاح یا عدت میں ہوں اور زوجہ کے نان و نفقہ کا قاعدہ اور مسئلے مشہور ہیں) کسی شخص کو (خدا کی طرف سے کوئی) حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق (سوعورتوں کو دودھ پلانا سہل تھا ان کو اس کا حکم دیا گیا اور مردوں کو خرچ کرنا آسان ہے اسلئے ان کو اس کا حکم دیا گیا) کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اسکے بچہ کی وجہ سے (یعنی بچہ کے ماں باپ آپس میں کسی بات پر ضد اُضدی نہ کریں مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور باپ اس پر یہ سمجھ کر زبردستی کرے کہ آخر اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مار گی اور پلاوے گی یا کہ باپ مفلس ہے اور ماں کو کوئی معذوری بھی نہیں پھر دودھ پلانے سے یہ سمجھ کر انکار کرے کہ اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مار کر کسی سے پلاوے گا) اور (اگر باپ زندہ نہ ہو تو) مثل طریق مذکور کے (بچہ کی پرورش کا انتظام) اس (محرم قرابت دار) کے ذمہ ہے جو (شرعاً بچہ کے) وارث ہونے کا حق رکھتا ہو) (عنقریب اس کی تفصیل ف میں آتی ہے) پھر یہ سمجھ لو کہ (اگر دونوں) (ماں باپ دو سال سے کم میں) دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو (بھی دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں) (مشورہ کی

یہ ضرورت ہے کہ بچہ کی مصلحت میں نظر کر لیں) اور اگر تم لوگ (ماں کے ہوتے ہوئے بھی کسی مصلحت ضروریہ سے مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہیں بچہ کو ضرر ہوگا) اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ ان کے حوالہ کر دو (خواہ پیشگی یا بعد میں جس طرح معاہدہ ٹھہر جائے) جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق (اور اگر اجرت نہ آگے دے نہ پیچھے تو یہ بات نہ رہے گی کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اجرت نہ دینے کا گناہ لازم رہے گا) اور حق تعالیٰ سے (ان سب احکام کے بارہ میں) ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

مسئلہ: ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ہو تو اس کے ذمہ دینا یعنی عند اللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلاوے جب کہ وہ منکوحہ ہو یا عدت میں ہو اور اجرت لینا درست نہیں۔ وَالْوَالِدَتُ يُرْضِعْنَ میں یہی مسئلہ مذکور ہے اور اگر طلاق کے بعد عدت گزر چکی ہے تو اس پر بلا اجرت دودھ پلانا واجب نہیں چنانچہ دونوں صورتوں میں اجرت مانگنے کا حکم آگے آتا ہے اور وَالْوَالِدَتُ اگرچہ لفظ اس دوسری صورت کو بھی عام ہے مگر اگلے جملہ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ کے سبب سے یہ وجوب ارضاع مقید ہو گیا وجوب رزق و کسوت کے ساتھ اور وجوب رزق و کسوت دو حالت میں ہے نکاح میں اور عدت میں لہذا یہ وجوب ارضاع بھی نکاح اور عدت کی حالت میں ہوگا کذا فی فتح القدیر۔

مسئلہ: اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو ہم یوں سمجھیں گے کہ یہ غالباً معذور ہوگی اس لئے اس پر جبر نہ کیا جاوے گا لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر بچہ کسی کا دودھ ہی نہیں لیتا نہ اوپر کا دودھ پیتا ہے تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا لَا مَوْلُودٌ لَهُ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے۔

مسئلہ: ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اس کے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں



تو باپ کو جائز نہیں کہ اس کو نہ پلانے دے اور دوسری انا کا دودھ پلوادے اور یہ مسئلہ بھی لَا تُضَارُّوْا الْوَالِدَیْنِ میں داخل ہے۔

مسئلہ: ماں دودھ پلانے پر رضامند ہے لیکن اس کا بچہ دودھ کو مضر ہوگا باپ کو جائز ہے کہ اس کو دودھ نہ پلانے دے اور کسی انا کا پلوادے وَإِنْ اُرْدِثُمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا میں یہی مسئلہ ہے

مسئلہ: ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے سوا اگر ابھی شوہر کے نکاح میں ہے یا یہ کہ طلاق ہوگئی لیکن عدت نہیں گذری ان دونوں حالت میں اجرت لینا جائز نہیں بلکہ قضاء بھی مجبور کی جاوے گی کہ دودھ پلاوے وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٖ يُوْلَدُہٗ میں یہ مسئلہ داخل ہے۔

مسئلہ: اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر گئی پھر اجرت مانگتی ہے تو باپ کو اجرت دینا پڑے گی۔

مسئلہ: اسی صورت میں یعنی جب کہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اجرت مانگتی ہے اگر باپ دوسری انا سے اتنی ہی اجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے دوسری انا سے پلوانے کا حق نہیں ہے لَا تُضَارُّوْا الْوَالِدَیْنِ میں یہ مسئلہ بھی داخل ہے اور اگر دوسری انا اس ماں سے کم اجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود پلاوے اور زیادہ اجرت لے لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ میں یہ مسئلہ بھی ہے البتہ اگر ماں درخواست کرے تو اتنا حق رکھتی ہے کہ اس انا کو اس کے پاس رکھا جاوے گا تا کہ بچہ سے جدائی نہ ہو۔

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مر جاوے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مالک مال کا ہے تب تو اسی مال میں اس کا خرچ ہوگا اور اگر مالک مال کا نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں یعنی اس بچہ سے ان کا ایسا رشتہ ہے کہ اگر اس رشتہ دار اور بچہ میں سے ایک کو مرد ایک کو عورت فرض کریں تو باہم نکاح درست نہ ہو اور محرم ہونے کے علاوہ شرعاً اسکے مستحق میراث بھی ہیں یعنی اگر یہ بچہ مر جاوے تو محرم رشتہ داروں میں دیکھا جاوے کہ اس کا مال میراث میں کس کس کو کتنا کتنا پہنچتا ہے پس ایسے محرم وارث رشتہ داروں کے ذمہ اس کا

خرچ واجب ہوگا اور ان رشتہ داروں میں ماں بھی داخل ہے مثلاً ایک ایسے بچہ کی ایک ماں ہے ایک دادا ہے تو اسکے خرچ کا ایک ثلث ماں کے ذمہ ہے اور دو ثلث دادا کے ذمہ کیونکہ دونوں محرم بھی ہیں اور بچہ کی میراث اسی نسبت سے پاسکتے ہیں۔

مسئلہ: کھانے پینے پر کسی کو نوکر رکھنا درست نہیں لیکن دودھ پلانے کو اس طرح نوکر رکھنا درست ہے لیکن پھر بھی کھانے پینے کی حیثیت اچھی طرح کھول کر ٹھیرالے اور حیثیت کی تصریح نہ کرنے میں اوسط درجہ کا واجب ہوگا اور اگر نقد ٹھیرا ہے تو اسکی مقدار اور آگے پیچھے دینے کی شرط خوب صاف صاف بیان کر دے بِالْمَعْرُوْفِ کا یہی مطلب ہے یہ سب مسئلے ہدایہ و درمختار میں ہیں بجز مسئلہ مستبطہ آیت وَإِنْ اُرْدِثُمْ کے کہ کبیر سے ہے مگر ہمارے قواعد بھی اس سے آتی نہیں۔ مسئلہ: اکثر کافروں کی اسی پر ہے کہ مدۃ رضاع دو سال ہے۔

**النحو:** ان تسترضعوا اولادکم بحذف المفعول الاول ای المراضع اولادکم کذا فی روح المعانی قلت ولما کان المحذوف کالمفروض اظهرته فی الترجمة ۱۲۔

**البلاغۃ:** اتیتتم ای ضمتمم والتزمتتم ففیہ مجاز ۱۲۔

**الفقہ:** قوله فان اراد لما استدل ابو حنیفۃ علی کون مدۃ الرضاع حولین ونصفا بقوله تعالیٰ وحمله وفصاله ثلثون شهر الا علی التقریر المشہور بل علی تفسیر الحمل بالحمل بالا کف الذی یکون فی زمان الرضاع الی الفصال صح عنده کون الفاء للتعقیب ای عن الرضاع حولین کما هو الظاهر واما قوله یتیم الرضاعة فکون الحولین تاما لا ینافی کون الحولین والنصف اتم وقال بعضهم ان الحولین للارضاع بلا اجرۃ وعند الجمهور الفاء لتفصیل الحكم المذکور اجمالاً فی قوله یتیم الرضاعة قوله وعلی الوارث استدلال الحنفیۃ به علی وجوب الانفاق علی فقر ذی رحم بقدر الارث بشرط کونه محرماً لقراءة ابن مسعود وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک کذا فی التفسیر المظہری والہدایۃ ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قرأ ابن کثیر اتیتتم من اتی الیہ احساناً اذا فعلہ کذا فی روح المعانی ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله خوب دیکھ رہے ہیں لان الصیغۃ للمبالغۃ ۱۲۔



وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمُ

ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، جو ان مذکور

بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تَأْوَعِدُوهُنَّ بِشَيْءٍ إِلَّا أَنْ

عورتوں کو پیغام دینے کے بارے میں کوئی بات اشارہ کہو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر نہ کرو گے۔ لیکن ان سے نکاح کا وعدہ مت کرو مگر یہ کہ

تَقُولُوا اقْوُلَا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ

کوئی بات قاعدہ کے موافق کہو اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جاوے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سوائے اللہ تعالیٰ سے

فَاخْذِرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝

ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں حلیم بھی ہیں

تفسیر: حکم سی و یکم عدت وفات زوج:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن پھر جب اپنی (عدت کی) میعاد ختم کر لیں تو تم کو (بھی) کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات (کے جائز رکھنے) میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق (البتہ) اگر کوئی بات خلاف قاعدہ شرع کے کریں اور تم باوجود روک سکنے کے نہ روکو تو تم بھی شریک گناہ ہو گے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔ یہ عدت اس بیوہ کی ہے جس کو حمل نہ ہو اور اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے تک اس کی عدت ہے خواہ جنازہ لے جانے سے پہلے ہی پیدا ہو جاوے یا چار مہینے دس دن سے بھی زیادہ میں ہو یہ مسئلہ سورہ طلاق میں آوے گا۔

مسئلہ: جس کا خاوند مر جاوے اس کو عدت کے اندر خوشبو لگانا، سنگار کرنا، سرمہ اور تیل بلا ضرورت دوا لگانا، مہندی لگانا، رنگین کپڑے پہننا درست نہیں اور صریح گفتگوئے نکاح ثانی بھی درست نہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے اور رات کو دوسرے گھر میں رہنا بھی درست نہیں ترجمہ میں نکاح کے ساتھ جو وغیرہ کہا گیا ہے اس سے یہی امور مراد ہیں اور یہی حکم ہے اس عورت کا جس پر طلاق بائن واقع ہو یعنی جس میں رجعت درست نہیں مگر اس کو اپنے گھر سے دن کو بھی بدوں سخت مجبوری کے نکلنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر چاند رات کو خاوند کی وفات ہوئی ہو تب تو یہ مہینے خواہ انتیس کے

ہوں خواہ تیس کے چاند کے حساب سے پورے کئے جاویں گے اور اگر چاند رات کے بعد وفات ہوئی ہے تو یہ سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جاویں گے پس کل ایک سو تیس دن پورے کریں گے اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں اور جس وقت وفات ہوئی ہو جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آوے گا عدت ختم ہو جاوے گی اور یہ جو فرمایا کہ اگر عورتیں قاعدہ کے موافق کچھ کریں تو تم کو بھی گناہ نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کوئی کام خلاف شرع کرے تو اوروں پر بھی واجب ہوتا ہے کہ بشرط قدرت اس کو روکیں ورنہ یہ لوگ بھی گنہگار ہوتے ہیں اور قاعدہ کے موافق سے یہ مراد ہے کہ جو نکاح تجویز ہو وہ شرعاً صحیح اور جائز ہو تمام شرائط حلت کے وہاں جمع ہوں۔

حکم سی و دوم پیغام نکاح در عدت:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمُ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جو ان مذکورہ عورتوں کو (جو کہ عدت وفات میں ہیں) پیغام (نکاح) دینے کے بارے میں کوئی بات اشارہ کہو (مثلاً یہ کہ مجھ کو ایک نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے اور مثل اس کے) یا اپنے دل میں (آئندہ نکاح کر لینے کے ارادہ کو) پوشیدہ رکھو (جب بھی گناہ نہیں اور وجہ اس اجازت کی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا (ضرور) ذکر نہ کرو گے (سو خیر ذکر نہ کرو کرو) لیکن ان سے (صاف) لفظوں میں نکاح کا وعدہ (اور گفتگو) مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات قاعدہ کے موافق کہو (تو مضائقہ نہیں اور وہ بات



العدد و تانيه انما اذا ذكر المعدود اما عند حذفه فيجوز الامر ان مطلقاً كذا في روح المعاني ۱۲ تقدير الكلام ستذكرونهن فاذكروهن ولكن لاتواعدوهن سرا مواعدة الا مواعدة معروفة مذكورة بقوله ان تقولوا قولاً معروفاً ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله مذكوره عورتوں کو حملاً للام في النساء على العهد ۱۲ . ۲ قوله في ف لاجناح عليكم اور قولاً معروفاً انما ذكر مرتين للتاكيد لان المحل لاجل تعلق حق الزوج السابق كان ضيقاً فناسب ذكر الاباحة بالتكثير وايضاً في التقييد بالتعريض مرة وبالمعروف مرة تنبيه على وجوب الاحتياط البالغ في هذا الامر فان التعريض نفى الاذن في التصريح والمعروف دل على كون التصريح غير معروف هذا ماسخ لي والله اعلم وفي روح المعاني ما نصه وفي الكلام اية الا ان تقولوا قولاً معروفاً تصريح بما فهم من ولا جناح على وجه يوكد ذلك الرفع وهو نوع من الطرد والعكس حسن اه لكني لم افهم هذا الكلام حق الفهم فمن فهم فليحمد الله وليستفيع به ثم سخ لي تقرير لحل المقام فاذكره تميمًا للفائدة وهو هذا العكس ان تقدم في الكلام جزاً ثم تعكس فتقدم ما اخرت وتؤخر ما قدمت كما هو المذكور في علم البديع وفائدته التاكيد وهذا الصنعة وان لم تذكر هنا لفظاً لكن ذكر معنى وتقريره ان نفى الجناح في التعريض بدء به الكلام وبه ختم وكان اكنان في الانفس مؤخر اول الكلام وذكرهن في الانفس الذي هو عين الاكنان المذكور مقدماً آخر الكلام فحصل الطرد والعكس معنى بهذا النهج ۱۲ . ۳ قوله عدت کے بعد نکاح کریں گے وانما صرح بنفي الجناح فيه مع انه لا يحتمل ظاهراً لزوم الجناح فيه لان المحل لما كان ضيقاً كان غير بعيد ان يحسب احد ان الكلام النفسي عسى ان يكون في حكم الكلام اللفظي وهذا لا يجوز بالصيغة الصريحة فلعل ذلك لا يجوز ايضاً فافهم ۱۲ .

قاعدہ کے موافق یہی ہے کہ اشارۃً کہو اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنے ختم کو پہنچ جاوے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو (اور ناجائز امر کا دل میں ارادہ بھی مت کیا کرو) اور (یہ بھی) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں (سو اگر کسی ناجائز امر کا ارادہ کیا تھا پھر توبہ کر لی تو معاف کر دیتے ہیں اور) حلیم بھی ہیں (سو اگر توبہ نہ کرنے والے کو سردست سزا نہ دیں تو اس کی وجہ حلم سمجھو دھوکا مت کھاؤ)

**فہ:** یہاں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں دو زبان کے اور دو دل کے اور ہر ایک کا جدا حکم ہے۔ اول زبان سے تصریحاً پیغام دینا یہ حرام ہے لَا تُؤَاعِدُوهُنَّ يَتْرَأُ میں اس کا ذکر ہے۔ دوم زبان سے اشارۃً کہنا یہ جائز ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور قَوْلًا مَعْرُوفًا میں اس کا ذکر ہے۔ سوم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی عدت کے اندر ہی نکاح کر لیں گے یہ بھی حرام ہے کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور ارادہ حرام کا حرام ہے۔ لَا تَقْرَبُوا میں اس کا ذکر ہے۔ چہارم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ عدت کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے اَلَا تَنْتَهُمُ فِي أَنْفُسِكُمْ میں اس کا ذکر ہے۔

**مسئلہ:** جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

**مسئلہ السلوانہ:** قوله تعالى وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ أَنْفُسَكُمْ اس پر دلالت ہے کہ امر بالمجاہدہ میں طالب کے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔

**اللفات:** سرا نکاحا فانہ عبر بہ اولاً عن الوطی لانه یسر ثم عن العقد لانه سبب فیہ اہ بیضاوی الکتب ما کتب من العدة ۱۲ بیضاوی العقدۃ موضع العقد وهو ما یعقد علیہ ۱۲ روح المعانی قلت فالاضافة بیانیۃ ۱۲ .

**النحو:** الذین یتوفون مبتداً یتربصن خبرہ والرباط محذوف ای لهم اربعة اشهر وعشر ذکر ابو حیان ان قاعدة تذکیر



لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْبُؤْسِ

تم پر کچھ مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے اور ان کو فائدہ پہنچاؤ صاحب وسعت کے ذمہ

قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۖ وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ

اکی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اکی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر۔ اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دو قبل اسکے کہ کو ہاتھ لگاؤ

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ الزَّكَاحِ ۚ وَأَنْ

اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف ہے مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا یہ کہ وہ شخص رعایت کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے

تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اور تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

تفسیر:

حکم سی وسوم وجوب یا عدم وجوب مہر در طلاق قبل الدخول:

ف: طلاق قبل الدخول کی دو صورتیں ہیں یا تو اس نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا یا ہوا ہے صورت اولیٰ کا حکم اولاً مذکور ہے لاجنّاح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن (الی قولہ تعالیٰ) تمسوهن (الی قولہ تعالیٰ) حقا علی المحسنین تم پر (مہر کا) کچھ مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے (سو اس صورت میں مہر اپنے ذمہ مت سمجھو) اور (صرف) ان کو (ایک) فائدہ پہنچاؤ۔ صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے۔ خوش معاملہ لوگوں پر (یعنی سب مسلمانوں پر کیونکہ خوش معاملگی کا بھی سب ہی کو حکم ہے مراد اس سے ایک جوڑا دینا ہے)

ف: مسئلہ: اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جاوے نکاح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر ایسی عورت کو قبل صحبت اور خلوت صحیحہ کے طلاق دیدے تو مہر کچھ دینا نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑا تین کپڑوں کا جس میں ایک کرتہ ہو ایک سر بند اور ایک اتنی بڑی چادر جس میں سر سے پاؤں تک لپٹ سکے واجب ہوتا ہے قال الزیلعی فی نصب الرایۃ اخرجہ البیہقی عن ابن عباس۔

مسئلہ: ہدایہ میں صحیح اسی قول کو کہا ہے کہ اس جوڑہ میں حیثیت مرد کی معتبر ہے عورت کی حیثیت کا لحاظ نہیں اور کرنی نے عورت کے حال کا اعتبار کیا ہے تو وہ آیت کو وصول بالفعل پر محمول کرتے ہیں اور باقی کو ذین رکھتے ہیں۔

مسئلہ: ایسی عورت کو ایسا جوڑا دینا واجب اور قائم مقام مہر کے ہے۔

مسئلہ: یہ جوڑا قیمت میں پانچ درہم سے کم نہ ہو اور ایسی عورت کے مہر مثل کے نصف سے زیادہ نہ ہو۔

تمتہ حکم مذکور:

صورت ثانیہ کا حکم یہ مذکور ہے وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو (اس صورت میں) جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف (واجب) ہے (اور نصف معاف ہے) مگر (دو صورتیں اس مجموعی حکم سے مستثنیٰ ہیں ایک صورت تو) یہ کہ وہ عورتیں (اپنا نصف) معاف کر دیں (تو اس صورت میں نصف بھی واجب نہ رہا) یا (دوسری صورت) یہ (ہے) کہ وہ شخص رعایت کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق (رکھنا اور توڑنا) ہے (یعنی خاوند پورا مہر اس کو دیدے تو اس صورت میں نصف کو معاف نہیں کرایا) اور (اہل حقوق) تمہارا (اپنے حقوق کو) معاف کر دینا (بہ نسبت وصول کرنے کے) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ معاف کرنے سے) ثواب ملتا ہے اور ثواب کا کام کرنا ظاہر ہے کہ تقویٰ کی بات ہے) اور آپس میں احسان (اور رعایت) کرنے سے غفلت مت کرو (بلکہ ہر شخص دوسرے کے ساتھ رعایت کرنے کا خیال رکھا کرے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (تو تم اگر کسی کے ساتھ رعایت و احسان کرو گے اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر تم کو دیئے گی)

ف: مسئلہ: جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور اس کو قبل صحبت و خلوت صحیحہ کے طلاق دیدی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا نصف مرد کے ذمے واجب ہوگا البتہ اگر عورت معاف کر دے یا مرد پورا دیدے تو اختیاری بات ہے۔



مسئلہ: کسی کے ساتھ سلوک و احسان کرنا یا کسی کو اپنا حق معاف کر دینا اس کا فی نفسہ موجب اجر ہونا ظاہر اور معلوم ہے البتہ کسی خاص عارض کی وجہ سے رعایت نہ کر نیکو ترجیح ہو جاوے وہ اور بات ہے مثلاً یہ کہ رعایت کر نیوالا خود مفلس ہے اور رعایت کر کے پھر تنگدستی پر صبر نہ کر سکے گا اور خود کسی معصیت میں مبتلا ہو جاوے گا سو کسی شے کا فی نفسہ مستحسن ہونا اور کسی عارض سے غیر مستحسن ہونا ان میں باہم تعارض و منافات نہیں۔

حکم سی و چہارم محافظتِ صلوة:

اس سے آگے پیچھے طلاق وغیرہ کے احکام ہیں درمیان میں نماز کے احکام بیان فرمانا اشارہ اس طرف ہے کہ مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور معاشرات و معاملات کے احکام سے علاوہ اور مصلحتوں کے اس توجہ کی حفاظت اور ترقی بھی مقصود ہے چنانچہ جب ان کو خدائی احکام سمجھ کر عمل کیا جاوے گا توجہ لازم ہوگی پھر یہ کہ ان احکام میں ادائے حقوق عباد بھی ہے اور حقوق عباد کے اتلاف سے درگاہ الہی سے دوری ہوتی ہے جس کے لوازم میں سے حق و عبد دونوں کی طرف سے بے توجہی ہے چونکہ نماز میں یہ توجہ زیادہ ظاہر ہے اس لئے اس کے درمیان میں لانے سے اس توجہ کے مقصود ہونے پر زیادہ دلالت ہوگئی تاکہ عبد اس توجہ کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَ اَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اس میں تعلیم ہے علو ہمت اور ترکِ اشراف کی (کہ مردوں کو ترغیب دی تکمیل مہر کی اور یہ کہ عورتوں کے معاف کرنے کا انتظار نہ کریں)۔

**اللفات:** فريضة بمعنى مفعول والتاء لنقل اللفظ من الوصفية الى الاسمية ويحتمل المصدر ۱۲ بوضاوى. الفضل الفضيل والاحسان ۱۲. **النحو:** او تفرضوا اى او لم تفرضوا اه جلالين عطف على الفعل المجزوم ولم ح لنفى احد الامرين لابعينه وهو نكرة فى سياق

النفى فيفيد العموم اى ما لم يكن منكم ميسر ولا فرض على حد ولا تطع منهم آثما او كفورا ولا حاجة الى القول بان او بمعنى الواو اه روح المعانى قلت قد اخذت بحاصله فى الترجمة. قوله متاعا اى تمتيعا مفعول مطلق ومشار بترجمة الى ان تنوبه للتوزيع كما صرح بوقوعه فى المطول ۱۲. فنصف ما فرضتم اى فلهن او فالواجب ۱۲ بوضاوى قوله الا ان يعقون الخ مرجع الاستثناء الى منع النقصان فى احدهما ومنع الزيادة فى الآخر اى فلهن هذا المقدار بلا زيادة ولا نقصان فى جميع الاحوال الا الخ فنصف غير ملاحظ فيه الوجوب واما على تقدير الوجوب فالاستثناء منقطع لان فى صورة عفو الزوج لا يتصور الوجوب اه من روح المعانى ۱۲.

**الفقه:** استدلل مالک على استحباب هذه المتعة بقوله المحسنين سماها احسانا ونحن نقول ان الامر وكلمة على ومتاعاً مصدراً مؤكداً وحقق تدلل على الوجوب فيقول المحسنين بما اولت به فى الترجمة ۱۲. **البلاغة:** او يعفو الذى تسمية عفو اما على المشاكلة واما لانهم يسوقون المهر الى النساء عند التزوج فمن طلق قبل الميسر المستحق استرداداً لنصف فاذا لم يسترده فقد عفا عنه اه بوضاوى وان تعفوا هذا خطاب للرجال والنساء جميعاً وغلب المذكر لشرفه وكذا فيما بعد آه روح المعانى ۱۲.

**الروايات:** الذى بيده عقدة النكاح هو الزوج المالك لعقد النكاح وحله (عند ابى حنيفة وكثير من العلماء) وهو التفسير الماثور عن رسول الله ﷺ كما اخبره ابن جرير وابن ابى حاتم والطبرانى فى الاوسط والبيهقى بسند حسن عن ابن عمر مرفوعاً وبه قال جمع من الصحابة ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله مہر کا کچھ مواخذہ فالجناح دنیوی کما صرح به المفسرون بقربة مقابلة لقوله نصف ما فرضتم ۱۲. ۲. قوله مہر اپنے ذمہ مت سمجھو اشار الى التقدير المعطوف عليه ۱۲.



حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَنِتِينَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔ پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو پھر جب تم کو اطمینان ہو

اللَّهُ كَمَا عَلَيْكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۚ وَالَّذِينَ يَتُوقُونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ

جاوے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو جو تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔ اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے

مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَدَا خُرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ

ایک سال منتفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں

وَالْمُطَلَّقَاتُ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ

اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کیلئے کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق مقرر ہوا ہے ان پر جو پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم سمجھو

**تفسیر:** حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ (السی قولہ تعالیٰ) مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ محافظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز (یعنی عصر) کی (خصوصاً) اور نماز میں کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے پھر اگر تم کو (باقاعدہ نماز پڑھنے میں کسی دشمن وغیرہ کا) اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے (جس طرح بن سکے خواہ قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو اور گورکوع و سجود صرف اشارہ ہی سے ممکن ہو) پڑھ لیا کرو (اس حالت میں بھی اس پر محافظت رکھو اس کو ترک مت کرو) پھر جب تم کو (بالکل اطمینان ہو جاوے) (اور اندیشہ جاتا رہے) تو تم خدا تعالیٰ کی یاد (یعنی ادائے نماز) اس طریق سے کرو جو تم کو (اطمینان کی حالت میں) سکھایا ہے جس کو تم (پہلے سے) نہ جانتے تھے۔ **ف:** کثرت سے علماء کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجر اور ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغرب و عشاء اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے کی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی بھیڑ بھاڑ کا ہوتا ہے۔ اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی پہلے درست تھا اور یہ نماز کھڑے کھڑے اشارہ سے جب صحیح ہوگی جب ایک جگہ کھڑا ہو سکے اور اس میں سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے اور چلنے سے نماز نہیں ہوگی البتہ جب ایسا ممکن نہ ہو مثلاً عین لڑائی کا وقت ہے تو نماز کو قضا کر دیا جاوے گا دوسرے وقت پڑھ لیں گے۔

حکم سی و پنجم وصیت سکونت برائے بیوہ:

وَالَّذِينَ يَتُوقُونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو (ان کے ذمہ لازم ہے کہ) وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے ایک سال تک

(نان و نفقہ اور گھر میں سکونت رکھنے سے) منتفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں ہاں اگر (چار مہینہ دس دن) کے بعد یا وضع حمل کے بعد عدت گزار کر (خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں (تجویز) کریں (جیسے نکاح وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (ان کے خلاف حکم مت کرو) اور حکمت والے ہیں (کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری فہم میں نہ آسکیں)

**ف:** جاہلیت میں وفات زوج کی عدت ایک سال تھی اسلام میں بجائے ایک سال کے چار مہینہ دس دن مقرر ہوئے جیسا حکم سی و یکم میں مذکور ہو چکا مگر اس میں عورت کی اتنی رعایت رکھی گئی تھی کہ چونکہ اس وقت تک میراث کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور بی بی کا کوئی حصہ میراث میں مقرر نہ ہوا تھا بلکہ اوروں کے حق کا مدار محض مردہ کی وصیت پر تھا جیسا آیت کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے اس لئے یہ حکم ہو گیا تھا کہ اگر عورت اپنی مصلحت سے خاوند کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور اسی کے ترکہ سے اس مدت میں اس کو نان و نفقہ بھی دیا جاوے اس آیت میں اسی کا بیان ہے اور خاوندوں کو حکم ہے کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں اور چونکہ یہ حق عورت کا تھا اس کو اس کے وصول کرنے نہ کرنے کا اختیار حاصل تھا اس لئے وارثوں کو تو گھر سے نکالنا جائز نہ تھا لیکن خود اس کو جائز تھا کہ اس گھر میں نہ رہے اور اپنا حق ورثہ کو چھوڑ دے بشرطیکہ عدت پوری ہو چکے اور نکاح وغیرہ سب درست تھا اور یہی مراد ہے قاعدہ کی بات سے البتہ عدت کے اندر نکلتا اور نکاح کرنا وغیرہ سب گناہ تھا عورت کے لئے بھی اور جو منع کر سکے اور نہ روکے اس کے لئے بھی پھر جب آیت میراث کی نازل ہو گئی گھر یا ہر سب ترکہ میں سے عورت کا حق مل گیا سو اپنے حصہ میں رہے اور اپنے حصہ سے خرچ کرے یہ آیت منسوخ ہو گئی۔



تمتہ حکم متاع مذکور در شمار سی وسوم وی و پنجم:

ایک متاع کا بیان سی وسوم میں ہوا ہے اور ایک متاع کا سی و پنجم میں اب بعض اقسام متاع کے اور باقی ہیں ان کا بیان فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ مُلْكُ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ (السی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا (کسی درجہ میں مقرر ہے) قاعدہ کے موافق (اور یہ) مقرر ہوا ہے ان پر جو (شرک و کفر سے) پرہیز کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں پر) خواہ یہ مقرر ہونا وجوب کے درجہ میں ہو یا استحباب کے مرتبہ میں (اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے (عمل کرنے کے) لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم (ان کو) سمجھو (اور عمل کرو)۔

خاصی وسوم میں دو قسم کے مطلقات کا بیان تھا جن کو قبل دخول طلاق ہوئی تھی ایک کو فائدہ پہنچانا یہ تھا کہ جوڑا دیا دوسری کو فائدہ پہنچانا یہ تھا کہ آدھا مہر دیا اب وہ طلاق والیاں رہ گئیں جن کو دخول کے بعد طلاق دی جاوے سوان میں جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہئے اور جس کا مہر مقرر نہ کیا جاوے اس کے لئے بعد دخول کے مہر مثل واجب ہے یہ متاع بمعنی مطلق فائدہ پہنچانا اس تفصیل سے تو واجب ہے اور اگر متاع سے مراد فائدہ خاص یعنی جوڑا ہی دینا ہو تو ایک مطلقہ کو تو دینا واجب ہے جس کا ذکر سی وسوم کے شروع میں ہے اور باقی سب اقسام میں مستحب اور اگر متاع سے مراد نفقہ لیا جاوے تو جس طلاق میں عدت ہے اس میں عدت گزرنے تک واجب ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن غرض آیت اپنے الفاظ عامہ سے سب صورتوں کو شامل ہے اور قاعدہ سے مراد یہی تفصیل ہو جاوے گی اور ہر صورت کے وجوب و استحباب کا فرق دوسرے دلائل سے ثابت کیا جاوے گا اور تھا کو واجب کے معنی میں نہ لیں گے بلکہ ثابت کے معنی میں لیں گے اور علی الزام کے لئے نہ ہوگا بلکہ محض تاکد کے لئے ہوگا گودرجہ استحباب میں ہی سہی

فاحکام نکاح و طلاق وغیرہ میں جاجاتقوا اللہ اور حدود اللہ اور سمیع علیم اور عزیز حکیم اور بصیر اور خبیر اور ہم الظالمون اور فقد ظلم نفسه وغیرہا کا آنا جو کہ مشعر ہیں مخالفت کی حالت میں وعید پر دلیل قطعی ہے کہ یہ سب احکام شریعت میں مقصود اور واجب ہیں بطور مشورہ کے نہیں جن میں ترمیم و تبدیل کرنے کا یا عمل نہ کرنے کا ہم کو نعوذ باللہ اختیار حاصل ہو۔

وہبط: منجملہ ابواب البر کے یہاں تک پینتیس (۳۵) حکم مختلف انواع کے مذکور ہوئے بعض ان میں متعلق بعبادات ہیں گو بضمن سیاست ہوں جیسے قصاص اور روزہ اور جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ اور حج و حرمت خمر و قمار و نماز اور مثل

ان کے اور بعض متعلق بمعاشرت ہیں جیسے احکام یتامی و نکاح و رضاع و طلاق و مہر وغیرہ کے اور بعض احکام متعلق بمعاملات مثل ربو و دین و شہادت و رہن کے ختم سورت کے قریب آویگے اور ان سب سے جیسا کہ بذیل حکم سی و چہارم بیان ہوا مقصود اصلی توجہ الی الحق ہے اور یہ معنی عبادات میں زیادہ صراحت کے ساتھ موجود ہیں لہذا زیادہ مطمح نظر احکام متعلق بعبادات ٹھہرے اور پھر عبادات بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ جن کا نفع لازمی ہو دوسرے وہ جن کا نفع متعدی ہو اور ثانی اول سے زیادہ نفع ہے اور ان عبادات مذکورہ میں سے دو عبادتیں اس معنی میں زیادہ اکمل و اقویٰ ہیں جیسا کہ ظاہر ہے ایک جہاد کہ بذل نفس ہے سبیل اللہ میں دوسرے انفاق فی الخیر کہ بذل مال ہے سبیل اللہ میں اس لئے ان دو مضمونوں کے بیان کا اہتمام اس سورت میں اسی طرح اور مواقع میں بھی بہ نسبت اور مضامین کے بہت زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ گذشتہ آیات میں بھی متعدد مواقع پر مختلف عنوانات سے سب احکام کے درمیان درمیان میں کہ سب جگہ پھیلے ہوئے معلوم ہوں بیان ہوا ہے جیسا وَالضَّيِّقِينَ اٰلِیٰ قَوْلِهِ وَجِنَ الْبَلَاءِ میں اور وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ میں اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اٰلِیٰ قَوْلِهِ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ میں صراحتہ اور فَاِنْ خِفْتُمْ فَاَنْتُمْ ضَمْنَا جِهَادًا کا بیان ہوا ہے اور وَاَنْتِ الْمَالِہ میں اور اَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ میں اور دو ۳۵ پر موقع پر یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ میں انفاق کا بیان ہوا ہے اسی اہتمام کی وجہ سے آئندہ آیات میں بھی ان دونوں کا بیان پھر تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ آیت وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ میں جو ذرا آگے آتی ہے جہاد کا حکم مصرحاً مذکور ہے اور اسی کی تمہید کیلئے سباق کی آیت اَلَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ يَنْجِيهِمْ کی تکمیل کیلئے سیاق کی آیتیں اَلَّذِينَ خَرَجُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ جَمْعًا طَائِفَةً مِنْهُمْ يَخِصِّصُهَا عَلَيْهِمْ وَيَكْفِيهِمْ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ میں جو وَقَاتِلُوا کے بعد آتی ہے اور چار رکوعوں کی ابتدا میں جو کہ قصہ مذکور کے ختم کے بعد ہیں انفاق کی تاکید اور فضیلت اور اسکے آداب ظاہری و باطنی وغیرہ وغیرہ مضامین مذکور ہیں یہ توجیہ ہے ارتباط مضامین آیات کی۔ واللہ اعلم۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ فَرِحَآلَاَوْزَكِبَانَا اس میں اصل ہے تخفیف اعمال کی عدا بھی اور ہیبت بھی (کہ سفر میں قصر ہو اور ہیبت میں توسع ہو گیا) **النحو:** کما علمکم ما لم تکنوا یشہد ذوقی بان فی ما لم تکنوا وضع المظهر موضع المضمرا اذکروا اللہ کالذی علمکم وہ فی الامن من الركوع والسجود والاستقبال ونحوها وصیۃ تقدیرہ یوصون وصیۃ والجملة خبر الذین یتوفون وفی قرأۃ وصیۃ بالرفع ای وصیۃ الذین الخ قولہ متاعا نصب بیوصون ان اضمرت والا بالوصیۃ



قوله غير اخراج حال من ازواج اي غير مخرجات ۱۲ بيضاوي.  
**الفقه:** استدلال الشافعية برجالا على صحة صلوة الخائف ماشيا فلما صح يفترض عنده وقت المسايقة ايضا واجاب علمائنا انه جمع راجل بمعنى الكائن على رجله ولو واقفا فانه مشترك معنوي بين الماشي والواقف ولما كان المشي عملا كثير او لم يدل نص على تجويزه كان مفسدا للصلوة للاطلاق ولما لم يصح ماشيا توخر وقت العجز والمسايقة كما اخر عليه السلام يوم الاحزاب وقد نزلت صلوة الخوف قبل ذلك في ذات الرقاع كما نقله في روح المعاني عن ابن اسحق وغيره من اهل السير ۱۲.

**الروايات:** في لباب النقول اخرج احمد والبخاري في تاريخه وابو داود والبيهقي وابن جرير عن زيد بن ثابت ان النبي ﷺ كان يصلي الظهر بالهاجرة وكانت اثقل الصلوات على اصحابه فنزلت حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى واخرج الائمة الستة وغيرهم عن زيد بن ارقم قال كنا نتكلم على عهد رسول الله ﷺ في الصلوة يكلم الرجل منا صاحبه وهو الى جنبه في الصلوة حتى نزلت وقوموا لله قانتين فامرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام اه قلت ولاجل الرواية الاولى ذهب الشافعي الى انها الظهر واجابت الحنفية بانه ظن من الراوي انها سبب النزول فلا ينتهض حجة مع قوله عليه السلام كما اخرجه مسلم من حديث علي يوم الاحزاب شغلونا عن الصلوة الوسطى صلوة العصر الحديث ويمكن ان يجاب عنه بانه لعله يكون مدرجا من الراوي ولم يشغل يوم

الاحزاب عن صلوة العصر فقط بل عن الظهر ايضا والله اعلم. في لباب النقول اخرج اسحق بن راهويه في تفسيره عن مقاتل بن حيان ان رجلا من اهل الطائف قدم المدينة وله اولاد رجال ونساء ومعه ابوه وامراته فمات بالمدينة فرفع ذلك الى النبي ﷺ فاعطى الوالدين واعطى اولاده بالمعروف ولم يعط امراته شيئا غير انهم امروا ان يتفقوا عليها من تركة زوجها الى الحول وفيه نزلت والذين الآية وروى البخاري عن مجاهد والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن الآية قال كانت هذه العدة تعتد عند اهل زوجها واجبا فانزل الله والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية الآية قال جعل الله لها تمام السنة سبعة اشهر وعشرين ليلة وصية ان شئت سكنت في وصيتها وان شئت خرجت فالعدة كما هي واجب عليها آه في الحاشية هذا يدل على ان مجاهدا لا يرى نسخ الآية اه قلت اي نسخ الآية اللاحقة تلاوة بالسابقة في العدة وان كانت منسوخة بالميراث في الوصية ۱۲. في لباب النقول اخرج ابن جرير عن ابن زيد قال لما نزلت ومتعوهن الى المحسنين قال رجل ان احسنت فعلت وان لم ارد لم افعل فانزل الله وللمطلقات امة المتقين آه قلت والتقوى واجب فلم يبق ما توهم وقلت ايضا لا ينافي خصوص السبب عموم الحكم كما تقرر ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الدِّيْنَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الى تقدير عامل رجالا والمقدر كالملفوظ فصرح به في الترجمة ۱۲.



الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ

کیا تھ کوان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کیلئے سوائے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے فرما دیا کہ مر جاؤ پھر ان کو جلا دیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل

عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ مَنْ ذَا الَّذِي

کرنیوالے ہیں لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین کر رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔ کون شخص ہے

يُقْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے اور اللہ کی کرتے ہیں اور فراخی کرتے ہیں اور تم اسی کی طرف لے جائے جاؤ گے

**تفسیر:** قصہ گریزندگاں از موت بغرض تمہید تشجیع بر قتال:

الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (اے مخاطب) کیا تھ کوان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے (حکم) فرما دیا کہ مر جاؤ (سب مر گئے) پھر ان کو جلا دیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں (کے حال) پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے **ف:** یہ پہلی امتوں سے کسی کا قصہ ہے کسی ایسے حادثہ سے بھاگے تھے جس میں موت کا اندیشہ تھا مشہور یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی اور طاعون یا جہاد سے بھاگے تھے خدا تعالیٰ نے ان کو یہ بات دکھلا دی کہ موت و حیات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے چنانچہ ان کو ایک دم سے موت آگئی پھر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر کی دعا کے بعد ان کو زندہ کر دیا تاکہ بلا سبب موت اور بلا سبب حیات دونوں کا ان کو مشاہدہ ہو جاوے اور فضل سے یا تو یہی مراد ہے خواہ زندہ کرنا یا اعتقاد درست کر دینا اور یا امت محمدیہ کو اس قصہ کا سنا مراد ہے کیونکہ ایسی بات بتلا دینا جس سے اصلاح عقیدہ اور عمل کی ہو بلاشبہ بڑا فضل ہے چنانچہ یہ قصہ اسی لئے سنا گیا ہے کہ جہاد وغیرہ سے بسبب خوف موت کے پسانہ ہوں اور موت و حیات سب قبضہ الہی میں سمجھیں۔

**مسئلہ:** فرار من الطاعون: جس طرح سے جہاد سے بھاگنا حرام ہے اسی طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے **ف:** مرکز زندہ ہو جانے سے تباہ کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وارد فی الشرع اس دعویٰ کا باطل کرنا ہے کہ حیات سابقہ کی جزا و سزا کی غرض سے موت کے بعد دوسرا بدن دیا جاوے اور یہاں دوسری حیات بغرض جزا و سزا نہ تھی اور مسخ کی صورت میں موت کا تخیل درمیان میں نہیں ہوتا اس لئے اس پر بھی شبہ نہیں ہو سکتا اور یہ حیات ثانیہ ان آیات کے بھی منافی نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکز قیامت سے پہلے دنیا میں آنا

نہیں ہوتا کیونکہ ان آیات میں نفی عادت کی مقصود ہے اور یہ حیات بطور خرق عادت کے احیانا ہوئی ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔

**دبط:** آگے اس تمہید سے جو مقصود تھا اس کی تصریح فرماتے ہیں اور گویہ مقصود پہلے بھی چند جگہ آچکا ہے۔ لیکن غرض ہر موقع کی جدا ہے چنانچہ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ فِي حَرْمٍ أَوْ حَرَامٍ میں قتال جائز ہونے کا شبہ رفع کرنا تھا اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ میں قتال کی فرضیت بیان کرنا تھا اور یہاں تشجیع اور ہمت دلانا بقرینہ سابق و سیاق مقصود ہے پس اس میں اور بقیہ مقامات میں فرق ظاہر ہے۔

**تشجیع بر قتال:**

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (اس قصہ مذکورہ میں غور کرو) اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین کر رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں (جہاد کرنے اور نہ کرنے والوں کی باتیں سنتے ہیں اور ہر ایک کی نیت جانتے ہیں اور سب کو جزائے مناسب دیں گے)

**دبط:** جہاد میں جان خرچ کرنے کے ساتھ آگے مال خرچ کرنے کا بیان فرماتے ہیں اور گواہی کا بیان اوپر بھی آچکا ہے اور آگے بھی آوے گا لیکن ہر مقام کا مقصود بالبیان جدا گانہ امر ہے چنانچہ ذرا غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔

**ترغیب انفاق در خیر جہاد وغیرہ:**

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا (الی قولہ تعالیٰ) وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ کون شخص ہے (ایسا) جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا (یعنی اخلاص کیساتھ) پھر اللہ تعالیٰ اس (قرض کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے اور (اس کا اندیشہ مت کرو کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جاوے گا کیونکہ یہ تو) اللہ (ہی کے قبضہ میں ہے وہی) کی کرتے ہیں اور (وہی) فراخی کرتے ہیں (کچھ خرچ کرنے نہ کرنے پر اس کا اصلی مدار نہیں) اور تم



اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لیجائے جاؤ گے (سو اس وقت نیک کام میں خرچ کرنے کی جزا اور واجب موقع پر خرچ نہ کرنے کی سزا تم کو ملے گی۔

**ف:** قرض مجازاً کہہ دیا ورنہ سب خدا ہی کی ملک ہے مطلب یہ کہ جیسے قرض کا عوض ضروری دیا جاتا ہے اسی طرح تمہارے انفاق کا عوض ضرور ملے گا اور بڑھانے کا بیان ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک خرما اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے آہ اور ہر شخص جانتا ہے کہ اگر احد پہاڑ کے ٹکڑے خرما کے برابر کیے جاویں بیشمار ہونگے تو اس حساب سے افزونی کی حد سات سو تک نہیں رہی اور شان نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب وہ سات سو والی آیت نازل ہوئی تو پیغمبر ﷺ نے دعا کی کہ اے رب میری امت کو اور زیادہ دیجیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لباب النقول میں بسند ابن حبان و ابن ابی حاتم و ابن مردويه بروایت حضرت ابن عمرؓ اس کو نقل کیا ہے۔

**و ب:** مقصود مقام میں زیادہ ترغیب قائل کی ہے اور پر کا قصہ اسی کی تمہید ہے انفاق کا مضمون اسی کی تائید ہے آگے طالبوت و جالوت کا قصہ اسی کی تاکید ہے۔

**مسائل السلو:** قولہ تعالیٰ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ مَوَالِيَهُ تَرْجَعُونَ اس

میں اس طرف بھی رمز ہے کہ مرجع قبض اور بسط دونوں میں حق تعالیٰ ہے کیونکہ دونوں موصل الی اللہ اور اس کے ظہور تجلیات کے آئینے ہیں پس دونوں محمود ہیں۔

**البلاغۃ:** قال البيضاوی تعجیب و تقریر اعم سمع لقصتهم من اهل الكتاب و ارباب التواریخ و قد یخاطب به من لم یسمع فانه صار مثلاً فی التعجیب ۱۲۔ یضاعفه اخرجہ علی صورة المغالبة للمبالغة ۱۲ بیضاوی۔

**اللفات:** الضعف المثل کذا فی روح المعانی ۱۲۔

**النحو:** قرضا حسنا ای اقراضاً مفعول مطلق فیضاعفه له ای جزائہ علی حذف المضاف اضعافاً حال من الضمیر المنصوب او المفعول الثانی لتضمن المضاعفة معنی التصییر من البيضاوی ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** فیضاعفه قرأ عاصم بالنصب علی جواب الاستفهام حملاً علی المعنی فان من ذا الذی یقرض اللہ فی معنی ایقرض اللہ احد و فی قراءة عطفاً علی یقرض و فی قراءة یضعفه بالتشديد من الضعیل ۱۲ من البيضاوی الا قصة العطف۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ بڑا فضل حملاً للتوین علی التفخیم ای لذو فضل کبیر ۱۲۔ ۲۔ قولہ غور کرو اشارۃ الی تقدیر المعطوف علیہ ۱۲۔ ۳۔ قولہ اخلاص کے ساتھ کذا فی البيضاوی ۱۲۔



أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِلنَّبِيِّ لَهْمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ

کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا جبکہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں ان

هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ

پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جاوے کہ تم جہاد نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں

دِيَارِنَا وَأَبْنَانَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں۔ پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل مقدار کے سب پھر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں۔ اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ بِالْمَلِكِ مِنْهُ وَلَمْ يُوتَ سَعَةً

نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا۔ کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ ان پیغمبر نے

مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور علم اور جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں جاننے والے ہیں

### تفسیر: قصہ طالوت و جالوت:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَلِيمٌ

بِالظَّالِمِينَ (اے مخاطب) کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ

علیہ السلام کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا (جس سے پہلے ان پر جالوت کافر

غالب آچکا تھا اور ان کے کئی صوبے اس نے دبا لیے تھے) جب کہ ان لوگوں

نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے کہ ہم

(اس کے ساتھ ہو کر) اللہ کی راہ میں (جالوت سے) قتال کریں اس پیغمبر

نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جاوے کہ تم (اس وقت)

جہاد نہ کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی

راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ (جہاد کے لئے ایک اور محرک بھی ہے وہ یہ کہ)

ہم (ان کافروں کے ہاتھوں) اپنی بستیوں اور اپنے فرزندوں سے بھی جدا کر

دیئے گئے ہیں (کیونکہ ان کی بعض بستیاں بھی ان کافروں نے دبا لی تھیں اور

ان کی اولاد کو بھی قید کر لے گئے تھے) پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو

باستثناء ایک قلیل مقدار کے (باقی) سب پھر گئے (جیسا کہ آگے جہاد کی غرض

سے بادشاہ کے مقرر ہونے کا اور ان لوگوں کے پھر جانے کا تفصیلاً بیان آتا

ہے) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو (یعنی خلاف حکم کرنے والوں کو) خوب جانتے

ہیں (سب کو مناسب سزا دیئے گئے) ۝: ان بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کے

احکام کو چھوڑ دیا تھا کفار عمالہ ان پر مسلط کر دیئے گئے اس وقت ان لوگوں کو

فکر اصلاح ہوئی اور اس پیغمبر کا نام شمویل مشہور ہے۔

بقیہ قصہ: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا (السی قولہ تعالیٰ)

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم

پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا

ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو کچھ مالی وسعت

بھی نہیں دی گئی (کیونکہ طالوت غریب آدمی تھے) اس پیغمبر نے (جواب

میں) فرمایا کہ (اول تو) اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا ہے

(اور انتخاب کی مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں) اور (دوسرے) علم

(سیاست) اور جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے (اور بادشاہ ہونے کیلئے

اس علم کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ملکی انتظام پر قادر ہو اور جسامت بھی بایں

معنی مناسب ہے کہ موافق و مخالف کے قلب میں وقعت و ہیبت ہو) اور

(تیسرے) اللہ تعالیٰ (مالک الملک ہیں) اپنا ملک جس کو چاہیں دیں (ان

سے کوئی سوال کا منصب نہیں رکھتا) اور (چوتھے) اللہ تعالیٰ وسعت دینے

والے ہیں (ان کو مال و دیدینا کیا مشکل ہے جس کے اعتبار سے تم کو شبہ ہے

اور جاننے والے ہیں) (کہ کون لیاقت سلطنت کی رکھتا ہے۔

اللغات: الملا جماعة يجتمعون للتشاور لا واحد له كالقوم

۱۲ بیضاوی فی القاموس وسع ککرم وساعة وسعة واللهم سع

علینا ای وسع آه فسعة مصدر وواسع بمعنی موسع بالتشديد ۱۲

(بقیہ صفحہ ۱۷۱ پر)



وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ

اور ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اس کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تسکین کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون

تَحِبُّهُ الْمُلْكُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۰﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ

چھوڑ گئے ہیں اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لاناوالے ہو۔ پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کرے گا ایک نہر سے سو جو

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيْ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ

فخص اس سے پانی پیوے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں، اور جو اسکو زبان پر بھی نہ کھوے وہ میرے ساتھیوں میں سے ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے سو جب سب نے اس سے پیا شروع کر دیا مگر تھوڑے

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُّلْكُوا

سے آدمیوں نے ان میں سے، سو جب طالوت اور جو مؤمنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی۔ ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ

اللَّهُ كَمَ مِّنْ فَتَّةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئْتَهُ كَثِيرَةً بِّأُذُنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا

کدو برویش ہونوالے ہیں کہنے لگے کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور جب جالوت اور اس کی فوجوں

رَبَّنَا آفِرْغُ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۲﴾ فَهَزَمُوهُمْ بِأُذُنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ

کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر استقلال نازل فرما دے اور ہمارے قدم جمائے رکھے اور ہمکو اس کافر قوم پر غالب کیجے۔ پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے

وَاللَّهُ اللَّهُ الْمَلِكُ وَالْحَكِيمُ وَعَلَيْهِ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ

فلست دیدی، اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور انکو اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی، اور بھی جو جو منظور ہوا انکو تعلیم فرمایا۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا

اللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۳﴾ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ تَسْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴﴾

کرتے ہیں تو سرزمین فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہاں والوں پر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔

**تفسیر:** بَقِيَّةٌ: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

اور (جب ان لوگوں نے پیغمبر سے یہ درخواست کی کہ اگر کوئی ظاہری حجت بھی ان کی من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی ہم مشاہدہ کر لیں تو اور زیادہ اطمینان ہو جاوے اس وقت) ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے (من جانب اللہ) بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (بدوں تمہارے لائے ہوئے) آجائے گا جس میں تسکین (اور برکت) کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے (یعنی تورات اور تورات کا من جانب اللہ ہونا ظاہر ہے) اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں (یعنی ان حضرت کے کچھ ملبوسات وغیرہ غرض) اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس (طرح سے صندوق کے آجانے) میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو: اس صندوق میں تبرکات تھے جالوت جب بنی اسرائیل پر غالب آیا تھا یہ صندوق بھی لے گیا

تھا جب اللہ کو اس صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ سامان کیا کہ جہاں اس صندوق کو رکھتے وہاں ہی سخت سخت بلائیں نازل ہوتیں آخر ان لوگوں نے ایک گاڑی پر اس کو لاد کر بیلوں کو ہانک دیا فرشتے اس کو ہانک کر یہاں پہنچا گئے جس سے بنی اسرائیل کو بڑی خوشی ہوئی اور طالوت بادشاہ مسلم ہو گئے۔

**بقیہ:** فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ مَعَ الصَّادِقِينَ پھر جب (بنی اسرائیل نے طالوت کو بادشاہ تسلیم کر لیا اور جالوت کے مقابلہ کے لئے لوگ جمع ہو گئے اور) طالوت فوجوں کو لے کر (اپنے مقام یعنی بیت المقدس سے عمالقہ کی طرف) چلے تو انہوں نے (ہمراہی پیغمبر کی وحی سے دریافت کر کے ساتھیوں سے) کہا کہ حق تعالیٰ (استقلال و بے استقلالی میں) تمہارا امتحان کرے گا ایک نہر سے (جو راہ میں آوے گی اور شدت تشنگی کے وقت اس پر گزرو گے) سو جو شخص اس سے (افراط کے ساتھ) پانی پیوے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں سے نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے



(اور اصل حکم یہی ہے) وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اتنی رخصت ہے غرض وہ نہر راستہ میں آئی پیاس کی تھی شدت) سو سب نے اس سے (بے تحاشا) پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے ان میں سے (احتیاط کی کسی نے بالکل نہ پیا ہوگا کسی نے چلو سے زیادہ نہ پیا ہوگا) سو جب طالوت اور جو مومنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے (اور اپنے مجمع کو دیکھا کہ تھوڑے سے آدمی رہ گئے اس وقت بعض آدمی آپس میں) کہنے لگے کہ آج تو (ہمارا مجمع اتنا کم ہے کہ اس حالت سے) ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی (یہ سن کر) ایسے لوگ جن کو یہ خیال (پیش نظر) تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ کثرت سے (ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ) بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں۔ (اصل چیز استقلال ہے) اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔

**ف:** اس امتحان کی حکمت اور توجیہ احقر کے ذوق میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے مواقع پر جوش و خروش میں بھیڑ بھڑکا بہت ہو جایا کرتا ہے لیکن وقت پر جسے والے کم ہوتے ہیں اور اس وقت ایسوں کا اکھڑ جانا باقی لوگوں کے پاؤں بھی اکھاڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کا علیحدہ کرنا منظور تھا اس کا یہ امتحان مقرر کیا گیا جو کہ نہایت ہی مناسب ہے کیونکہ قتال میں ضرورت استقلال و جفاکشی کی ہوتی ہے سو شدت پیاس کے وقت بے منت پانی ملنے پر ضبط کرنا دلیل استقلال کی اور اندھے باؤلوں کی طرح جاگرتا دلیل بے استقامتی کی ہے آگے خرق عادت ہے کہ زیادہ پانی پینے والے غیبی طور پر بھی زیادہ بیکار اور از کار رفتہ ہو گئے جیسا روح المعانی میں بسند ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس قصہ میں جو احوال و اقوال مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تین قسم کے لوگ تھے ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اترے اور کامل جو امتحان میں پورے اترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور کامل جن کو یہ بھی فکر نہیں ہوئی۔

**بقیہ:** وَلَكَا بُرْتُ وَالْجَالُوتَ وَجُنُودَهُ (الی قولہ تعالیٰ) وَانْضَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ اور جب (دیارِ عمالقہ میں پہنچے اور) جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو (دعا میں حق تعالیٰ سے) کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر (یعنی ہمارے قلوب پر) استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور (مقابلہ کے وقت) ہمارے قدم جمائے رکھیے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجیے۔ **ف:** اس دعا کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ غلبہ کیلئے چونکہ ثبات قدم کی ضرورت ہے اسلئے پہلے اسکی دعا کی اور ثبات قدم کا مدار ثبات قلب

پر ہے اسلئے اس سے پہلے ثبات قلب کی دعا کی۔

**بقیہ:** فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَكِنْ اللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دیدی اور داؤد علیہ السلام نے (جو کہ اس وقت طالوت کے لشکر میں تھے اور اس وقت تک نبوت وغیرہ نہ ملی تھی) جالوت کو قتل کر ڈالا (اور مظفر و منصور واپس آئے) اور (اس کے بعد) ان کو (یعنی داؤد علیہ السلام کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت (کہ یہاں عبارت نبوت سے ہے) عطا فرمائی اور بھی جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا (جیسے بلا آلات زرہ بنانا اور جانوروں کی بولی سمجھنا آگے اس واقع کی مصلحت عامہ فرماتے ہیں) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو (جو کہ مفید ہوں) بعضوں کے ذریعہ سے (جو کہ مصلح ہوں وقتاً فوقتاً) دفع کرتے رہا کرتے ہیں (یعنی اگر مصلحین کو مفیدین پر غالب نہ کرتے رہتے) تو سرزمین (تمام تر) فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہاں والوں پر (اس لئے وقتاً فوقتاً اصلاح فرماتے رہتے ہیں) **ف:** اور کبھی اس کا نکس جو ہو جاتا ہے اس میں کچھ اور مصلحتیں ہوتی ہیں لیکن اصلی مقصود غلبہ اہل حق کا ہوتا ہے چنانچہ آخر انجام اسی پر قرار پاتا ہے جیسا کہ حدیث اور مشاہدہ دونوں شاہد ہیں **ف:** اس قصہ میں عیسائیوں نے کچھ شبہات کیے ہیں ان کا جواب مع تقریر شبہات تفسیر حقانی میں مذکور ہے۔

**و:** چونکہ قرآن کے اعظم مقاصد سے اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ کسی مضمون کے ساتھ مناسبت ہونے سے موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے چنانچہ اس مقام پر اس قصہ کی صحیح خبر دینا ایسے طور پر کہ نہ آپ نے کہیں پڑھا نہ کسی سے سنا نہ آپ نے دیکھا بوجہ معجزہ ہونے کے صریح دلیل ہے صدق دعوائے نبوت کی اس لئے آگے رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر استدلال فرماتے ہیں۔

استدلال بر نبوت محمدیہ:

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَنْتَلُوها عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَلَئِنْكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ یہ (آیتیں جن میں یہ قصہ مذکور ہوا) اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔

**و:** چونکہ اوپر کی آیت میں ضمناً پیغمبروں کا مجمل ذکر آگیا تھا اس لئے اگلی آیت میں کسی قدر تفصیل ان میں سے بعض حضرات کے احوال و کمالات کی اور پھر ان کے ذکر کی مناسبت سے ان کے امم کی ایک حالت خاصہ اور اس حالت کے واقع فی الوجود ہونے کی متضمن حکمت و مصلحت الہیہ ہونے کی طرف



اشارہ یہ سب مضامین مذکور ہوتے ہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ فِي مَا كَسَبْتُمْ مِنْ شَيْءٍ** اس میں اصل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔

**اللغات:** التابوت الصندوق فعلوت من التوب فانه لا يزال يرجع اليه ما يخرج منه ۲ ابيضاض الطعم ما يود به الذوق وليس هو نفس الذوق فمن فسره به على هذا فقد توسع وعلى التقديرين استعمال طعم الماء بمعنى ذاق طعمه مستفيض لا يعاب واما استعماله بمعنى شربه واتخذه طعاما فقبیح الا ان يقتضيه المقام كذا في روح المعاني الفتنه قال البیضاوی الفرقه من الناس من فاوت راسه اذا اشقته او من فاء اذا رجع فوزنها فعه او فلة آه ۱۲ بروزوا قال الجلیلی الارض الفضاء التي لا حجاب فيها يقال لها البراز فكان البروز الحضور في الارض البراز آه الافراغ الصب كذا في القاموس ۱۲

**النحو:** بما عندي من للبيان فالبقية هي مترك آل موسى وآل هارون سماها البقية لبقائها عنهما ۱۲

**البلاغة:** الال مقحم لتفخيم شأنه ما ۲ ابيضاض تحمله اما حقيقة او مجازا على حد حمل زيد متاعی الى مكة ۱۲ روح المعانی قلت

واخترت المجاز لمساعدته القصة المنقولة قوله فليس مني في روح المعانی ای من اشیاعی او ليس بمتصل بي ومتحد معي فمن اتصالية وهي غير التبعية عند بعض وكنها بيانية عنده وعينها عند آخرين قوله **الا من اعترف** استثناء من الموصول الاول او ضميره في الخبر وفائدة تقديم الجملة الثانية الاذان بانها من تنمة الاولى وان الغرض منها تاكيدها وتتميمها نهيا عن الشرب من كل وجه والفائدة ان المعترف ليس بذائق حكما فيؤكد ترخيص الاعتراف ولو اخترت لم تفد هذه الفوائد ولاختل النظم لدلالة الاستثناء اذا ذاك على ان المعترف متحد معه ودلالة الجملة الثانية بمفهومها على انه غير متحد معه كذا في روح المعانی ۱۲ . قوله **هما يشاء** ظاهر المقام مما شاء ولعل اختيار المضارع لافادة التجدد امر شاء شيئا او لا فاعطاه ثم شاء شيئا فاعطاه ثم ولم ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله **اوراصل** حکم الى قوله رخصت تنبيه على ان عدم الطعم عزيمة والاعتراف رخصة فلا تعارض فيهما فافهم ۱۲

۲ قوله **يُشْرَظُّ** نظرهما فالظن ههنا محصله العرفان الكامل الذي يسمى مشاهدة والظن مشترك معنوي هذا واذناه الزعم بلا دليل او خلاف دليل ۱۲

(بقية صفحہ ۱۶۸) **النحو:** هل عسيتم فصل بين عسى وخبره بالشرط والمعنى اتوقع جنكم من القتال ان كتب عليكم فادخل هل على فعل التوقع مستفهما عما هو المتوقع عنده تقريراً وثبیتاً آه بیضاوی واعترض بان هل لما دخل على التوقع كان الاستفهام عنه لا عن المتوقع وهو خلاف المقصود واجيب كما في روح المعانی ان الاستفهام دخل على جملة مشتملة على توقع ومتوقع لا سبيل الى الاول لان الرجل لا يستفهم عن توقعه فتعين ان يكون عن المتوقع اه قوله **وما لنا في روح المعانی ای ما الداعي لنا الى ان لا نقاتل** وهو خبر عن ما والشائع في مثل هذا التركيب ما لنا نفعل او لا نفعل على ان الجملة حال والاخفش ادعى زيادة ان ۱۲

**البلاغة:** وانما ذكر في معرض الشرط كتابة القتال دون ما التمسوه مع انه اظهر تعلقا بكلامهم مبالغة في بيان تخلفهم عنه فانهم اذا لم يقاتلوا عند فرضية القتال عليهم بايجاب الله تعالى فلان لا يقاتلوا عند عدم فرضيته اولی آه روح المعانی ۱۲



تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَاتَّخَذْنَا عِيسَى

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے بعضے ان میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا۔

ابْنِ مَرْيَمَ الْبِكْنِيتِ وَآيَدْنَاهُ رُوحَ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ

اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدس سے فرمائی، اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل و قتال نہ کرتے بعد

وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا فِيهِمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝ يٰۤاَيُّهَا

اس کے کہ ان کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے لیکن وہ لوگ باہم مختلف ہوئے سوان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۚ وَالْكَافِرُونَ

چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! خرچ کر لو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ کوئی سفارش ہوگی۔ اور

هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں۔

تفسیر: تفصیل احوال بعض انبیاء و ائمہ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (السی قولہ تعالیٰ) وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ یہ حضرات مرسلین (جن کا ذکر ابھی لَئِكَ لَوْنِ الْمُرْسَلِينَ میں آیا ہے) ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ فرشتہ کے) ہم کلام ہوئے ہیں (مراد موسیٰ علیہ السلام اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں (اعلیٰ مقام سے) سرفراز کیا اور ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو کھلے دلائل (یعنی معجزات) عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) سے فرمائی (کہ ہر وقت یہود سے ان کی حفاظت کرنے کیلئے ساتھ رہتے تھے) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ ان (پیغمبروں) کے بعد ہوئے ہیں (کبھی دین میں اختلاف کر کے) باہم قتل و قتال نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس (امر حق کے) دلائل پیغمبروں کی معرفت (پہنچ چکے تھے) جن کا مقتضا تھا دین حق کے قبول پر متفق رہنا) لیکن (چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے ان میں اتفاق دینی نہیں پیدا کیا بلکہ) وہ لوگ باہم (دین میں) مختلف ہوئے سوان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا (پھر اس اختلاف میں نوبت بہ قتل و قتال بھی پہنچ گئی) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتے ہیں (اپنی قدرت سے) وہی کرتے ہیں ۝ احقر کے ذوق میں اس مضمون

میں ایک گونہ تسلی دینا ہے جناب رسول اللہ ﷺ کو یعنی جب آپ کی رسالت دلیل سے ثابت تھی جس کو لَئِكَ لَوْنِ الْمُرْسَلِينَ میں بھی بیان فرمایا ہے اور پھر بھی منکرین نہ مانتے تھے تو یہ محل تھا آپ کے رنج و افسوس کا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سنادی کہ اور بھی پیغمبر مختلف درجوں کے گزرے ہیں لیکن ایمان عام کسی کی امت میں نہیں ہوا کسی نے موافقت کی کسی نے مخالفت اور اس میں بھی حق تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں گو ہر شخص پر منکشف نہ ہوں مگر اجمالاً اتنا عقیدہ ضروری الثبوت والتسلیم ہے کہ کوئی حکمت ضرور ہے اور زیادہ تفصیل اس مسئلہ تقدیر کی شروع سورۃ آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْخِ وَآيَتِ خَتَمَ اللَّهُ الْخِ میں مذکور ہو چکی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی گو بلا واسطہ فرشتے کے ہو مگر بے حجاب نہ تھی پس سورۃ شوریٰ میں جو آیت ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ الْخِ اس سے کچھ تعارض نہیں البتہ بعد موت کے بے حجاب ہونا بھی شرعاً ممکن ہے پس وہ آیت دنیا کے اعتبار سے ہے۔

و ربط: اوپر آیت اَلَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ابواب البر میں سے دو امر کا بیان زیادہ اہتمام سے ہوا ہے ان میں سے ایک انفاق فی سبیل اللہ ہے چنانچہ آئندہ رکوع اور اس سے تیسرا رکوع اور اس سے آگے کا اور پھر اس سے آگے کا سب اسی مضمون سے شروع ہوئے ہیں اور مقصود سب جگہ جداگانہ ہے چنانچہ یہاں طرز کلام میں غور کرنے سے زیادہ مقصود ترغیب دینا معلوم ہوتا ہے تعجیل فی الانفاق کی اور گنجائش مال اور وقت کو غنیمت سمجھنے کی۔



تَجِيلُ انْفَاقٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (السی قولہ تعالیٰ) وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ اے ایمان والو خرچ کر لو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آجاوے (یعنی قیامت کا دن) جس میں (کوئی چیز اعمالِ خیر کا بدل نہ ہو سکے گی کیونکہ اس میں) نہ تو خرید و فروخت ہوگی (کہ کوئی چیز دے کر اعمالِ خیر خرید کر لو اور نہ ایسی دوستی ہوگی کہ کوئی تم کو اپنے اعمالِ خیر دیدے) اور نہ (بلا اذن الہی کسی کی) کوئی سفارش ہوگی (جس سے اعمالِ خیر کی تم کو حاجت نہ رہے) اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں (کہ اعمال اور مال کو بے موقع استعمال کرتے ہیں اس طرح کہ طاعاتِ بدنہ و مالیہ کو ترک اور معصیتِ مالیہ و بدنہ کو اختیار کرتے ہیں تو تم ایسے مت بنو۔ **نہ:** مطلب یہ ہے کہ جو عمل خیر دنیا میں فوت ہو جاوے گا پھر وہاں اس کا کچھ تدارک قدرت سے خارج ہو جاوے گا چنانچہ تدارک کے طریقوں میں سے بعض طریقے تو خود نہ ہونگے جیسے بیج اور بعض عام نہ ہونگے جیسے دوستی بعض اختیاری نہ ہونگے جیسے شفاعت کیونکہ داخل تحت القدرۃ ہونے کے لئے تو یہ سب امور ضروری ہیں خود اس طریقہ کا وجود پھر عموم یعنی اکثری ہونا پھر اختیاری ہونا پس اس سے نہ تو مطلق دوستی کی نفی لازم آئی چنانچہ قرآن مجید میں الْكَافِرُونَ يُؤْمِنُونَ بِبَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ سے وجود غلت کا اور اگلی ہی آیت مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّ الْإِبْرَاهِيمَ سے وجود شفاعت کا خود مفہوم و منصوص ہے لیکن اس غلت و شفاعت پر بھی اعمالِ خیر کی کسی درجہ میں تو حاجت ہوگی اقل درجہ ایمان ہی سہی اور مقصود اس سے قیامت کے دن ثمراتِ اعمالِ خیر کے اکتساب پر قادر نہ ہونے کا یاد دلانا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مقصود وعید سنانا ہے ترکِ انفاق پر اس لئے انہوں نے اس انفاق سے زکوٰۃ مراد لی ہے اور فرض کا ترک موجب وعید ہوتا ہے اور کافر کی تفسیر تارکِ زکوٰۃ سے بناء علی الزجر کی ہے واللہ اعلم

**مسائل السلوك:** قوله تعالى تِلْكَ الرُّسُلُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ بعض اولیاء کو بعض پر رائے محض سے ترجیح دینا نہ چاہیے البتہ ان کے واقعات ذکر

کر دینا جائز ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ الْخ

**النحو:** درجات قبل انتصابہ علی المصدر لان الدرجة بمعنی الرفعۃ وقيل التقدير علی اوالی اوفی درجات فلما حذف حرف الجر وصل الفعل بنفسه كذا فی روح المعانی قلت وقد اخترت تقدير فی ۱۲ .

**البلاغة:** فی الكشف فان قلت فلم خص موسى وعيسى من بين الانبياء بالذکر قلت لما اوتيا من الآيات العظيمة والمعجزات الباهرة قوله ولو شاء الله ما اقتتلوا فی الانتصاف قال محمود کرر للتاكيد قال احمد ووراء التاكيد سرا خص منه وهو ان العرب متی بنت اول كلامها علی مقصد ثم اعترضها مقصد آخر و ارادت الرجوع الى الاول قصدت ذكره اما بتلك العبارة او بقرب منها وفي كتاب الله مواضع فی هذا المعنى منها قوله تعالى من كفر بالله من بعد ايمانه الى صداما . ومنها قوله ولولا رجال مؤمنون الى قوله كفروا منهم وهذه الآية من هذا النمط لما صدر الكلام بان اقتتالهم كان علی وفق المشية ثم طال الكلام و اريد بيان ان مشية الله تعالى كما نفذت فی هذا الامر الخاص وهو اقتتال هؤلاء فهي نافذة فی كل فعل واقع ذكر تعلق المشية بالاقتتال ليسلوه عموم تعلق المشية لتناسب الكلام وتعرف كل بشكله فهذا سر ينشرح لبيانه الصدر ويرتاح السر ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱- قوله خرچ کر لو اشار بهذا العنوان الى كون محط الفائدة تعجيله لا ايجابه فيدخل فيه الفرض والنفل كما غراه فی روح المعانی الى ابن جريج والبلخی وقال وجعل الامر لمطلق الطلب وليس فيما بعد سوى الاخبار باحوال يوم القيامة وشدائد ها ترغيبا فی الانفاق وليس فيه وعيد علی ترکه ليتعين الوجوب ۱۲ .  
۲- قوله اعمال خیر دے ای عموماً وعادة فلا يعارض ما ورد ان بعضهم يبقی فی ميزان حسناته نقص حسنة فيعثر عليه بعض اهل الموقف ولا يكون عنده الاحسنة واحدة فيهبها له فيغفران اه لان النادر كالمعلوم هذا لو ثبت رواية كما هو فی ذكری اجمالاً و الا فلا اشكال راساً واللہ اعلم ۱۲ .



اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے سنبھالنے والا ہے نہ اس کو اٹکھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس سفارش کرے

عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ

بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر و غائب حالات کو اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لاسکتے مگر جس قدر چاہے اس کی

كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝ لَا كُرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ

کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی اور وہ عالی شان عظیم الشان ہے۔ دین میں زبردستی نہیں ہدایت

الرُّشْدُ مِنَ الْغَىِّ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَالُ

یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جسکو کسی طرح شکستگی نہیں

لَهَا ۝ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب جاننے والے ہیں

اور ساتوں زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک حلقہ یعنی چھلا ایک بڑے میدان میں پڑا ہو اور عرش اس کرسی سے اتنا بڑا ہے جیسے وہ میدان اس چھلے سے بڑا ہے اور بسند دار قطنی و خطیب بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی تفسیر پوچھی گئی آپ نے کرسی کو بتلا کر فرمایا کہ عرش کی کوئی حد ہی نہیں بتلا سکتا اور علو کا حاصل نفی ہے صفات نقص کی اور عظمت کا حاصل اثبات ہے صفات کمال کا۔

ربط: اوپر آیت وَلَئِكَ لَمَّا يُسَلِّمِينَ میں رسالت پیغمبر ﷺ کی اور آیہ انکری میں تو حید حق سبحانہ و تعالیٰ کی مذکور ہوئی ہے اور یہی دو امر اصل الاصول ہیں دین اسلام کے تو ان کے اثبات سے دین اسلام کی حقانیت بھی لازمی طور پر ثابت ہوگئی آیت آئندہ میں اسی پر تفریع کر کے اسلام کا محل اکراہ نہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں۔ نفی اکراہ فی الدین:

لَا كُرَاهَ فِي الدِّينِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ دین (اسلام کے قبول کرنے) میں زبردستی (کافی نفسہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے (یعنی) اسلام کی خوبی دلائل قطعیہ سے فی نفسہ واضح ہے اور اکراہ اس امر میں ہوتا ہے جس کی خوبی واضح نہ ہو اور اسی سے تو ضرورت اکراہ کی ہوتی ہے اس لئے اسلام فی نفسہ محل اکراہ نہیں ہو سکتا جب اسلام ایسی چیز ہے جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے (سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو) (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہو سکتی) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (اقوال ظاہری کے) اور خوب جاننے والے ہیں

تفسیر: ربط: اوپر کی آیت میں شفاعت بلا اذن کی نفی سے جس طرح قیامت کے دن اعمال خیر پر قدرت نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے کہ ان کے روبرو کسی کو مجال دم زدن نہیں ہے اس مناسبت سے اگلی آیت میں کہ ملقب بہ آیہ انکری ہے تو حید ذات و کمال صفات کا ذکر فرماتے ہیں کہ عظمت شان کی خوب توضیح و تاکید ہو جاوے۔

تو حید ذات و صفات: اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے (جس کو کبھی موت نہیں آسکتی) سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اٹکھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند (دبا سکتی ہے) اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ (بھی) آسمانوں میں (موجودات) ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے وہ جانتا ہے ان (موجودات) کے تمام حاضر اور غائب حالات کو اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لاسکتے مگر جس قدر (علم دینا وہی) چاہے اس کی کرسی (اتنی بڑی ہے کہ اس) نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں (آسمان اور زمین) کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی اور وہ عالی شان عظیم الشان ہے: قیامت میں انبیاء و اولیاء گنہگاروں کی شفاعت کریں گے وہ اول حق تعالیٰ کی مرضی پالیں گے جب شفاعت کریں گے اور کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمانوں سے بڑا جیسا روح المعانی میں بسند ابن جریر اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ بروایت حضرت ابوذر مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کرسی کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا اے ابوذر ساتوں آسمان



**اللفات:** القيوم قال البيضاوي من قام بالامر اذا حفظه قلت فهو لازم وترجمت بالمتعدى اخذا بالحاصل الاحاطة بالشئ علما علمه كما هو كذا في روح المعاني الكرسی منسوب الى الكرسي وهو الملبد اي المجتمع بعضها على بعض ۱۲ من البيضاوي ولا يؤده في روح المعاني لا يشقله ماخوذ من الاود بمعنى الاعوجاج لان الثقل يميل له ما تحته ۱۲ الطاغوت الشيطان فعلوت من الطغيان قلبت (قلبا مكانيا) عينه ولامه ۱۲ بيضاوي قلت فاصله طغيوت ثم طغيوت ثم طاغوت وهو مصدر او اسم جنس يستعمل مفردا وجمعا ومذكرا ومؤنثا العروة من الدلو والكوز المقبض ۱۲ اق من حاشية البيضاوي ۱۲

**المباعدة:** لامتاخذه في روح المعاني وتقدير السنة عليه وقياس المباعدة يقتضي التأخير مراعاة للترتيب الوجودي فلتقدمها على النوم في الخارج قدمت عليه في اللفظ وقال بعض المحققين هذا كله انما يحتاج اليه اذا اخذ الاخذ بمعنى العروض والاعتراء واما لو اخذ بمعنى القهر والغلبة كما ذكره الراغب من ائمة اللغة ومنه قوله تعالى اخذ عزيز مقتدر فالترتيب على مقتضى الظاهر اذ يكون المعنى لا تغلبه السنة ولا النوم الذي هو اكثر غلبة منها قلت وقد اخذته في الترجمة بمعنى الغلبة يعلم ما بين ايديهم في روح المعاني ضمير الجمع يعود الى ما في السموات الخ الا انه غلب من يعقل على غيره آه قلت وبالعقاب ترجمت ۱۲ فقد استمسك بالعروة يجوز ان يجعل الكلام تمثيلا مبنيا على تشبيه الهيئة العقلية المنتزعة من ملازمة الحق الذي لا يحتمل النقيض بوجه اصلا لبسوته بالبراهين النيرة القطعية بالهيئة الحسية المنتزعة من التمسك بالجبل المحكم المأمون انقطاعه من غير تعرض للمفردات واختار ذلك بعض المحققين ولا يخلو عن حسن ۱۲ روح المعاني

**الروايات:** في لباب النقول روى ابو داود والنسائي وابن حبان عن ابن عباس قال كانت المرأة تكون مقلاة فتجعل على نفسها ان عاش لها ولدان تهوده فلما اجليت بنو النضير كان فيهم من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابنائنا فانزل الله لا اكراه في الدين. وخرج ابن جرير من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال نزلت لا اكراه في الدين في رجل من الانصار من بني سالم بن عوف يقال له الحصين كان له ابناء نصرانيان وكان هو مسلما فقال للنبي ﷺ الا استكرههما فانهما قد ابيا الا النصرانية فانزل الله الآية ۱۲

**ملحقات الترجمة:** قوله حاضر كذا في جامع البيان ۲۱۲ قوله في فارقا بين العلو والعظمة ماخذه قول البيضاوي والروح العلى المتعالى عن الانبياء والاشباه وعن امارات النقص الخ ۱۲ ۳ قوله في الموضوعين سأل اخذته من الولي بمعنى القرب مع قطع النظر عن المحبة ليقبى الاتحاد في التفسيرين مع عدم لزوم التكلف في ولاية الطاغوت لانهم ليسوا باولياء حقيقة بل اعداء كما يدل عليه الآيات صريحا ۱۲ ۴ قوله نكال كرايا كرا ماخذه ما في روح المعاني قيل ان الاخراج قد يكون بمعنى المنع وهو لا يقتضي سابقة الدخول آه قلت فلاحاجة الى التكاليف ۱۲

**حاشية:** (۱) قوله سوا كراي يعني خفاء عارضى منافي نہیں ہے ثبوت ووضوح في نفسه كراهية كراه في ان دونوں کی کیا تخصیص ہے۔ سودوسری مستقل دلیلیں اس پر قائم ہیں ۱۲ منہ

(احوال باطنی کے سوا اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لے آوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو وہ ہم سے نہیں چھپ سکتا ہم آپ ہی اس سے سمجھیں گے اس لئے جو اسلام قبول کرے صدق دل سے کرے) ۵: اسلام کو مضبوط پکڑنے والا چونکہ ہلاکت وخران سے محفوظ رہتا ہے اس لئے اس کو ایسے شخص سے تشبیہ دی جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں مضبوط تھام کر گرنے سے مامون رہتا ہے اور جس طرح ایسی رسی کے ٹوٹ کر گرنے کا خطرہ نہیں اور یوں کوئی رسی ہی چھوڑ دے تو اور بات ہے اسی طرح اسلام میں بطلان کا احتمال نہیں جو مفقوسی الے الہلاک ہو اور خود کوئی اسلام ہی کو چھوڑ دے وہ اور بات ہے اور مقصود آیت کا اسلام کی خوبی کا واضح وثابت بالدلیل ہونا ہے جس کو اس عنوان خاص سے بیان فرمایا گیا اسی لئے نفی اکراه میں فی نفسہ کی قید ظاہر کر دی ہے سوا اگر مرتد پریا کافر حربی پر بوجہ خفائے دلیل کے اکراه کیا جاوے جیسا شریعت میں حکم ہے تو یہ نفی اکراه فی نفسہ کے معارض نہیں اور یہ اکراه بھی صورت دین پر ہوگا نہ کہ حقیقت دین پر کیونکہ قلب پر اطلاع کا کوئی یقینی طریق نہیں اور جہاد میں صورت دین پر بھی اکراه کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مشروعیت جزئیہ دلیل صریح ہے کہ مقصود جہاد سے اسلام کا غالب رہنا ہے خواہ مخالف کے اسلام سے ہو یا صرف رعیت بننے سے ہو اور اس نفی اکراه سے نہی عن الاکراه بھی لازم آگئی اسلئے بعض نے نہی کیساتھ اس کی تفسیر کی ہے یعنی دین میں اکراه مت کر خوب سمجھ لو۔

**وہ:** اوپر اسلام کے حق ہونے کا اور کفر کے باطل ہونے کا بیان کرنا مقصود تھا گو استطراد یعنی جعاً مومن کی خوبی بھی ذکر کر دی گئی تھی اب آیت آئندہ میں خود صاحب ایمان کی خوبی اور کفر کی مذمت و شاعت کا بیان مقصود آفرماتے ہیں۔ مدح مومن و ذم کافر:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا (التي قوله تعالى) هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو) (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ (جو اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کریں) دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے ۵: بعض تو پہلے ہی سے مسلمان یا کافر ہوتے ہیں اور بعض ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کر لیتے ہیں اس لئے احقر نے دونوں جگہ دو لفظ لکھ دیے ہیں نکال کر یا بچا کر۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى لا انفصام لها اس میں دلیل ہے اس پر کہ نسبت مع اللہ (جو کہ عروہ دہی ہے) حصول کے بعد منقطع نہیں ہوتی۔



اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ لَظُلُمَاتٌ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو تاریکیوں سے نکال کر یا پھر نور کی طرف لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں وہ ان کو نور سے نکال کر یا پھر تاریکیوں کی

النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ

طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے۔ کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا

الْمَلِكِ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُبْعِثُ قَالَ أَنَا أَحْيِ وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ

تھا اپنے پروردگار کے بارہ میں، اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی، جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں

مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بیچارہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے

**تفسیر:** ربط: اوپر ذکر تھا اہل ایمان کے نور اور اہل کفر کے ظلمات کا آگے اس کی تائید اور تنظیر میں تین قصے بیان فرماتے ہیں جن میں حضرت ابراہیم اور ایک اور بندہ خدا کو نور ہدایت و قوت ایمان عطا ہونا اور نمرود کا ظلمتِ ضلالت و کفر میں گرفتار رہنا مذکور ہے۔

**قصہ اول:** أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (اے مخاطب) کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا یعنی نمرود کا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں (یعنی توبہ توبہ وہ خدا کے وجود کا منکر تھا) اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی (یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ نعمتِ سلطنت پر احسان ماننا اور ایمان لاتا اس نے برعکس انکار اور کفر شروع کر دیا اور یہ مباحثہ اس وقت ہوا تھا) جب ابراہیم علیہ السلام نے (اس کے پوچھنے پر کہ خدا کیسا ہے جواب میں) فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی یہ اس کے خواص صفات سے ہیں وہ کوڑھ مغز جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھا نہیں) کہنے لگا کہ (یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں کہ) میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں (چنانچہ جس کو چاہوں قتل کر دوں یہ تو مارتا ہے اور جس کو چاہوں قتل سے معاف کر دوں یہ جلاتا ہے) ابراہیم علیہ السلام نے (جب دیکھا کہ بالکل بھدی عقل کا ہے کہ اس کو جلاتا اور مارتا سمجھتا ہے حالانکہ جلانے کی حقیقت یہ ہے کہ بے جان چیز میں جان ڈال دے نہ یہ کہ اس کو چھوڑ دے اسی طرح مارتا یہ ہے کہ اس کی جان اپنے اختیار سے نکالے نہ یہ کہ مثلاً اس کی گردن الگ کر دے اور جان بدوں اس کے اختیار کے نکل جاوے ورنہ یہ اختیار بھی ہونا چاہئے تھا کہ گردن الگ کر دے اور جان نہ نکلے دے اور قرآن سے معلوم ہوا کہ یہ جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھے گا نہیں

اس ضرورت سے دوسرے جواب کی طرف متوجہ ہوئے اور) فرمایا کہ (اچھا) اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال (کر دکھلا) دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر (اور کچھ جواب بن نہ آیا اب اس کا مقتضایہ تھا کہ طریق ہدایت کو قبول کر لیتا مگر وہ اپنی اسی بے جا راہ پر جمارہا اس لئے ہدایت نہ ہوئی) اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے بے جا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے (بلکہ عادت یہ ہے کہ اول) کوئی ارادہ قبول حق کا کرے پھر ہدایت کو پیدا کر دیتے ہیں اور افعال اختیار میں جو ارادہ نہ کرے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا نہیں کرتے) **ف** لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكَ آيَاتُكَ فَكَانَ لَكَ آيَاتُكَ (یہ بات پڑ گئی کہ خدا ضرور ہے اور یہ مشرق سے نکالنا اسی کا فعل ہے اور وہ مغرب سے بھی نکال سکتا ہے اور یہ شخص پیغمبر ہے اس کے کہنے سے ضرور ایسا ہو جاوے گا اور ایسا ہونے سے انقلابِ عظیم عالم میں پیدا ہوگا کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑ جاوے مثلاً لوگ اس خارق عادت کو دیکھ کر مجھ سے منحرف ہو کر ان کی راہ پر ہو لیں ذرا سی حجت میں سلطنت جاتی رہے یہ جواب تو اس لئے نہ دیا اور کوئی دوسرا جواب تھا ہی نہیں اس لئے حیران منہ دیکھ کر رہ گیا خوب سمجھو۔

**مسئلہ السلوانہ** قولہ تعالیٰ وَاللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا اس میں اثبات ہے ولایت عامہ کا قولہ تعالیٰ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُبْعِثُ السَّخِ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مباحثہ کرنا جب کہ ضرورتِ دینیہ واقع ہو تجرید و تفرید کے منافی نہیں خصوصاً کامل کے لئے و نیز اس میں ابطال ہے ہدایت کا۔ (بقیہ صفحہ ۷۸ پر)

تو یہ ضرورت ہے کہ اس کی جان اپنے اختیار سے نکالے نہ یہ کہ مثلاً اس کی گردن الگ کر دے اور جان بدوں اس کے اختیار کے نکل جاوے ورنہ یہ اختیار بھی ہونا چاہئے تھا کہ گردن الگ کر دے اور جان نہ نکلے دے اور قرآن سے معلوم ہوا کہ یہ جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھے گا نہیں



اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْبَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ اَنِي يُحْيِي هٰذَا اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةً

یام کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضُ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةً عَامٍ فَانْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ

گے سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کراٹھایا پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا ایک دن سے بھی کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا

وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا

چلو اپنے کھانے پینے کی چیز کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گئی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنادیں اور ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیتے ہیں پھر ان پر گوشت

لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

چڑھائے دیتے ہیں پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

تفسیر: قصہ دوم:

اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْبَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (الی قولہ تعالیٰ) قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ (چلتے چلتے) ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے (یعنی پہلے چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں گر گئیں مراد یہ کہ کسی حادثہ سے وہ بستی بالکل ویران ہو گئی تھی اور سب آدمی مر مرا گئے تھے وہ شخص یہ حالت دیکھ کر براہ حیرت) کہنے لگا کہ (معلوم نہیں) اللہ تعالیٰ اس بستی کو (یعنی اس کے مردوں کو) اس کے مرے پیچھے کسی کیفیت سے (قیامت میں) زندہ کریں گے (یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مردوں کو جلاویں گے مگر اس وقت کے جلانے کا جو خیال غالب ہوا تو بوجہ امر عجیب ہونے کے ایک حیرت سی دل پر غالب ہو گئی اور چونکہ خدا تعالیٰ ایک کام کو کئی طرح کر سکتے ہیں اس لئے طبیعت اس کی جو یاں ہوئی کہ خدا جانے جلا نا کس صورت سے ہو گا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس کا تماشا اس کو دنیا ہی میں دکھلا دیں تاکہ ایک نظیر کے واقع ہو جانے سے لوگوں کو زیادہ ہدایت ہو) سو (اس لئے) اللہ تعالیٰ نے اس شخص (کی جان قبض کر کے اس) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر (سو برس کے بعد اس کو) زندہ کراٹھایا (اور پھر) پوچھا کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا ایک دن سے بھی کم (کننا یہ ہے مدت قلیل سے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو (اس حالت میں) سو برس رہا ہے (اور اگر اپنے بدن کے اندر تغیر نہ ہونے سے تعجب ہو) تو اپنے کھانے پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ (ذرا) نہیں سڑی گئی (ایک قدرت تو ہماری یہ ہے) اور (دوسری قدرت دیکھنے کے واسطے) اپنے (سواری کے) گدھے کی طرف نظر کر (کہ گل سڑ کر کیا حال ہو گیا ہے

اور ہم عنقریب اس کو تیرے سامنے زندہ کیے دیتے ہیں) اور (ہم نے تجھ کو اس لئے مار کر زندہ کیا ہے) تاکہ ہم تجھ کو (اپنی قدرت کی) ایک نظیر لوگوں کیلئے بنادیں (کہ اس نظیر سے بھی قیامت کے زندہ ہونے پر استدلال کر سکیں) اور (اب اس گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھائے دیتے ہیں (پھر اس میں جان ڈالے دیتے ہیں غرض یہ سب امور یوں ہی کر دیئے گئے) پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو (مشاہدہ سے) واضح ہو گئی تو (بے اختیار جوش میں آ کر) کہہ اٹھا کہ میں (دل سے) یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں: روح المعانی میں بروایت حاکم حضرت علیؑ سے اور بروایت اسحق بن بشیر حضرت ابن عباسؓ و عبد اللہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام ہیں اسی واسطے احقر نے انشاء ترجمہ میں تصریح کر دی کہ ان کو بعث کا یقین تھا اور پھر اس حیرت کا محل بھی ظاہر کر دیا کہ منجملہ کیفیات ممکنہ مختلفہ کسی خاص کیفیت کی تعیین تھی اور اس سے ہی یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ آخر میں جو کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یقین کرتا ہوں یہ ایک طبعی اور اضطراری حالت ہے کہ نئی بات کو دیکھ کر اقرار قدرت کو تازہ کیا جاتا ہے اور اعتقاد قدرت پہلے سے بھی ہوتا ہے جیسے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر ایسے موقع پر ہمارے محاورات میں بھی عادت ہے حالانکہ ان کے مضامین کا پہلے سے بھی عقیدہ ہوتا ہے اور ان کی اس حیرت کا جواب اس مجموعی کیفیت سے دینا اس کی وجہ احقر کے ذوق میں یہ ہے کہ محل حیرت یعنی احیاء یوم البعث مشتمل ہے چند اجزاء پر اول خود زندہ کرنا دوسرے مدت طویل کے بعد زندہ کرنا۔ تیسرے خاص کیفیت سے زندہ کرنا۔ چوتھے اس مدت تک روح کا باقی رکھنا۔ پانچویں بعد بعث کے برزخ میں رہنے کی مدت معلوم نہ



ہونا جزو اول پر خود ان کے زندہ کرنے اور ان کے گدھے میں جان ڈالنے سے دلالت کی گئی۔ اور دوسرے جزو کے اثبات کے لئے ان کو سو برس تک مردہ رکھا۔ تیسرا جزو خود گدھا ان کے سامنے زندہ کر کے دکھلا دیا۔ چوتھے جزو کا نمونہ طعام و شراب کا باقی رکھنا اور خود ان کے بدن کا باقی رکھنا دکھلایا جو بالاولی امکان بقاء روح پر دال ہے کیونکہ بدن و طعام و شراب بوجہ اشتغال عناصر کے بہ نسبت روح کے تغیر و فساد کے زیادہ قابل ہیں۔ اور پانچویں امر کی نظیر ان کا جواب میں یوماً اور بعض یوم کہنا ہے جیسا یعنی یہی جواب بعض اہل محشر دینگے۔ رہی یہ بات کہ جب دوسروں نے دیکھا نہیں تو لوگوں کے لئے نمونہ قدرت کس طرح ہوگا جس کی یہ ہے کہ قرآن خارجیہ قطعیت سے انکا صدق بیان لوگوں کو بطور علم ضروری کے معلوم ہو جاوے گا جیسا خود ان کو ایسے ہی قرآن سے نیز اپنا مردہ رہنا مدت طویل تک معلوم ہو گیا واللہ اعلم۔

**اللفات:** لم یتسنہ فی روح المعانی لم یتغیر اشتقاقہ من السنة وفي لامها اختلاف فقیل ہاء بدلیل سائتھ فلانا فہو مجزوم بسکون الہاء وقیل واو بدلیل الجمع علی سنوات فہو مجزوم بحذف الآخر والہاء ہاء سکت وقیل اصلہ لم یتسنن ومنہ الحما المسنون وابدلت الاخیرۃ یاء ثم الفائم حذف للجازم قوله کیف ننشزھا نرفع بعضها الی بعض ونرکبہ علیہ وقرأ ابن کثیر ونافع وابو عمرو ویعقوب ننشزھا (بالراء المهملة) من انشر الله الموتی (فی القاموس والنشر احياء الموتی كالنشور والانشار) کذا قال البیضاوی والعصام ۱۲۔

**النحو والبلاغة:** او کالذی عطف علی سابقہ والكاف اسمیہ بمعنی مثل معمولۃ لا رایت ای او ارایت مثل الذی مرو الی ذلک ذهب الکسائی والقراء وابو علی واكثر النحویین وحذف ارایت لدلالة الم تر علیہ علی انه قد قیل ان مثال هذا النظم کثیرا ما یحذف منه فعل الرویۃ کقولہ قال لها کلابها اسرعی ☆ کالیوم

مطلوباً ولا طالباً. وجنی بهذه الکاف للتنبیہ علی تعدد الشواہد وعدم انحصارھا فی ما ذکر کما فی قولک الفعل الماضی مثل نصر وتخصیص هذا بذلک علی ما قیل لان منکر الاحیاء کثیر والجاهل بکیفیۃ اکثر من ان یحصی بخلاف مدعی الربوبیۃ وانما لم یجعل الکاف اصلیۃ والعطف علی الذی نفسہ فی الآیۃ السابقۃ لاستلزامہ دخول الی علی الکاف ولا یدخل علیہا من الحروف الا ما ثبت فی کلامہم وهو عن آہ روح المعانی قوله یوما او بعض یوم فی روح المعانی قالہ بناء علی التقریب والتخمین او استقصار المدة لبثہ واعترض علی الوجه المشہور وهو ما فی الجلالین انه نام اول النهار فقبض واحیی عند الغروب فظن انه یوم النوم اہ بانه لا وجه للجزم بتمام الیوم ولو بناء علی حساب الغروب لتحقق النقصان فی اولہ قوله فانظر المفرع علیہ لبث المأة من غیر تغیر فی جسمہ حتی ظنہ زمانا قلیلاً ففرع علیہ ما هو اظهر منه وعدم تغیر الطعام والشراب آہ روح المعانی قوله اعلم فی روح المعانی اثار صیغۃ المضارع للدلالة علی ان علمہ بذلک مستمر نظراً الی ان اصلہ لم یتغیر بل انما تبدل بالعیان وصفہ وفیہ اشعار بانہ انما قال ما قال بناء علی الاستبعاد العادی واستعظاما للامر قلت وترجمتی بمادۃ رکھتا ہوں اشرت الی دوامہ ۱۲۔ قوله اذ منصوب بمضمر صرح بمثلہ فی قوله تعالیٰ واذکروا اذ جعلکم خلقاء وایجاب ذکر الوقت ایجاب لذكر ما فیہ بطریق برہانی او یقال۔ قوله او لم تؤمن عطف علی مقدر اے الم تعلم ولم تؤمن۔ قوله لیطمئن اے سالت آہ کذا فی روح المعانی ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قال البیضاوی قرأ حمزة والکسائی قال اعلم علی الامر والامر مخاطبہ او هو نفسہ مخاطبہا بہ علی طریقۃ التسکیت ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله اس نظیر سے بھی زاد مراد ایضاً لعدم توقف الاستدلال علیہ بعد قیام البراہین القطعیۃ ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۱۷۶) **اللفات:** البہت الغلبۃ کقولہ فتبہتہم ای تغلبہم والمبہوت المغلوب المتحیر ۱۲۔

**البلاغة:** افرد النور وجمع الظلمات لان الباطل متعدد والحق واحد هو نفی جمیع انواع الباطل ۱۲۔ ان اتہ ای حاج لاجلہ شکر الہ علی طریقۃ العکس کقولک عاربتی لانی احسنت الیک ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله اس کے خواص الخ اشارۃ الیہ حاصل الاستدلال وهو الاستدلال بخواص الشئی علی وجودہ لان التابع لا یوجد بدون المتبوع ولا متبوع الا ذاک الشئی فاذا ثبت التابع ثبت ذاک الشئی وهذا ظاہر جد او حاصل النقض اثبات تلک الخواص لنفسہ ان کان مبطلا فیہ ۱۲۔ ۲۔ قوله جب دیکھا اشارۃ الی جواز الانتقال من دلیل الی آخر لضرورۃ غیرہ ای المخاطب من کونہ ضعیف الفہم وما اشتہر من عدم جوازہ انما هو لضرورۃ نفسہ من العجز عن اثبات الاول فافہم ۱۲۔ ۳۔ قوله اچھا یستعمل فی موضع الانتقال ۱۲۔



وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُنْجِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوْ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے ارشاد فرمایا کہ کیا تم یقین نہیں لائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا

مِّنَ الطَّيْرِ فَصَرَّهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جاوے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو اپنے لئے بلاؤ پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو پھر ان سب کو بلاؤ تمہارے پاس

حَكِيمٌ مِّثْلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَشَلِّ حَبَّةٍ أُتْبِكَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةٌ

سب دوڑے دوڑے چلے آویں گے۔ اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت

حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ

ایسی ہے جیسا ایک دانہ کی حالت جس سے سات ہائیں تھیں ہر بال کے اندر سوائے ہوں۔ اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں۔ جو لوگ

لَا يَتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ

اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نیت احسان جتلاتے ہیں اور نہ زار پہنچاتے ہیں ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ منہم ہوں

وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا أَذًى ۖ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ۝

گے۔ مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد زار پہنچایا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں

تفسیر: قصہ سوم:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُنْجِي الْمَوْتَىٰ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ اور اس وقت (کے واقعہ) کو یاد کرو جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے (حق تعالیٰ سے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو (یہ) دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو (قیامت میں مثلاً) کس کیفیت سے زندہ کریں گے (یعنی زندہ کرنے کا تو یقین ہے مگر عقلاً اس کی مختلف کیفیتیں ممکن ہیں ان میں سے معلوم نہیں کون کیفیت ہوگی چونکہ اس درخواست کا قصہ سن کر احتمال تھا کہ کسی کم سمجھ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعوذ باللہ یقین نہ رکھنے کا گمان ہو جاتا اس لئے حق تعالیٰ نے ان سے اس کا سوال کر کے اور ان کا جواب نقل فرما کر اس کو صاف کر دیا چنانچہ ان سے (ارشاد فرمایا کہ کیا تم (اس پر) یقین نہیں لائے انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں تاکہ میرے قلب کو (یقین کی کیفیت کے بارہ میں مشاہدہ کرنے سے) سکون ہو جاوے (اور بہت سے احتمالات میں ذہن کو حرکت نہ ہو) ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے بلاؤ (تاکہ ان کی خوب شناخت ہو جاوے) پھر (سب کو ذبح کر کے اور مع استخوان و پروغیرہ کے ان کا خوب قیمہ سا کر کے اس کے کئی حصے کر کے اور کئی پہاڑ اپنے اختیار سے تجویز کر کے) ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ

رکھ دو (اور) پھر ان سب کو بلاؤ (دیکھو) تمہارے پاس سب (زندہ ہو کر) دوڑے دوڑے چلے آویں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست (قدرت والے) ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں مگر پھر جو بعضی باتیں نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ (حکمت والے) (بھی) ہیں۔ ف: روح المعانی میں بسند ابن المذہب حضرت حسنؑ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح حصے پارچے کر کے ان کو پکارا فوراً ہی ہڈی سے ہڈی پر سے پر خون سے خون سب مل ملا کر سب اپنی اصلی ہیئت پر ہو کر ان کے پاس زندہ ہو کر آگئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم اسی طرح قیامت کے روز سب اجزاء و اجساد کو جمع کر کے ایک دم سے جان ڈال دوں گا فقط اس واقعہ کو دکھلا کر اللہ تعالیٰ نے کیفیتِ احیاء یومِ قیامت کی بتلا دی کہ اسی طرح اول اجزاء بدنہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہونگے پھر ان میں روح پڑ جاوے گی۔ اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ حضرت علیؑ کا قول مشہور ہے کہ اگر حجاب اٹھ جاوے جب بھی میرے یقین میں بیشی نہ ہو یعنی جتنی بیشی ممکن ہے وہ بدوں رفعِ حجاب ہی حاصل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قصہ میں یقین بڑھنا معلوم ہوتا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ پہلے سے یہ مرتبہ حاصل نہ تھا تو اس سے حضرت علیؑ کی افضلیت کا وسوسہ ہوتا ہے جواب بر تقدیر ثبوت اس قول کے یہ ہے کہ اولاً یہی مسلم نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی یقین میں بیشی ہو



## بعض شرائط قبول انفاق فی الخیر:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (المنفقون) وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (جس کو دیا ہے اس پر زبان سے) احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے اس کو) آزار پہنچاتے ہیں ان لوگوں کو ان (کے عمل) کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس (جا کر) اور نہ (قیامت کے دن) ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہونگے۔ **ف:** برتاؤ سے آزار پہنچانا یہ کہ مثلاً اپنے احسان کی بنا پر اس کے ساتھ تحقیر سے پیش آوے اس سے دوسرا آزار پاتا ہے۔

**و:** آگے مذمت احسان اور ایذا رسانی کی فرماتے ہیں قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ (المنفقون) وَاللَّهُ غَفِيْرٌ حَلِيْمٌ (ناداری کے وقت جواب میں معقول و) مناسب بات کہہ دینا اور اگر سائل بدتمیزی سے غصہ دلاوے یا اصرار سے تنگ کرے تو اس سے (درگزر کرنا) ہزار درجہ بہتر ہے ایسی خیرات (دینے)

سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے اور اللہ تعالیٰ (خود) غنی ہیں (کسی کے مال کی ان کو حاجت نہیں جو کوئی خرچ کرتا ہے اپنے مال پر پھر آزار کس بنا پر پہنچایا جاوے اور آزار دینے پر جو فوراً سزا نہیں دیدیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (حلیم) بھی ہیں۔ **ف:** ناداری کی قید اس لئے لگائی کہ استطاعت کے وقت حاجتمند کی اعانت نہ کرنا خود برا ہے اس کو بہتر کیوں کہا جاتا البتہ ناداری کے وقت نرمی سے جواب دے دینا اور سائل کی سختی کو نال دینا چونکہ موجب ثواب ہے اس لئے اس کو خیر فرمایا گیا اور آزار پہنچانا حرام اور موجب عذاب ہے گو بظاہر اس میں بوجہ اس کے کہ اس میں دینا تو پایا گیا گو نہ خیریت معلوم ہوتی تھی لیکن اس سے خیریت کی نفی فرمائی گئی اور اس آیت میں آزار پہنچانے سے مراد عام ہے احسان جتلانا بھی اس میں آگیا۔

**و:** آگے من واذی کا اور ان کیساتھ ریا کا موجب بطلان ثواب انفاق ہونا مع ایک مثال کے بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود ان امور سے منع فرمانا ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيَطَّيِّرَنَّ قَلْبِي اس میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ عدم سکون کو ایمان و عرفان سے منافات نہیں اور یہ طمانیت مقام نبوت کے مناسب تھی اور یہ اس طمانیت سے فوق ہے جو کہ مقام صدیقیت و ولایت کے مناسب ہے جو ان سے مفقود نہ تھی اور نہ پہلی طمانیت صدیقین کو کبھی میسر ہے پس جس بزرگ کا قول ہے لَوْ كَشَفَ لِي الْعِظَاءُ مَا أَزِدُّتْ بِقَيْنَا اِی طمانیۃ اس قائل کا حضرت خلیل علیہ السلام سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ وہ یہ طمانیت ہے جو مقام صدیقیت کے مناسب ہے اور حضرت خلیل علیہ السلام نہ اس کے قادر تھے اور نہ اس کے طالب۔

گئی تھی بلکہ صرف کیفیت کے مشاہدہ سے ایک کیفیت متعین ہوگئی جس کو یقین کی بیشی میں کوئی دخل نہیں اور اگر اس بیشی کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو جواب یہ ہے کہ کمال یقین نبوت کے مرتبہ کا جدا ہے اور ولایت کا جدا اور ولایت کا مرتبہ کمال یقین نبوت کے مرتبہ کمال یقین بلکہ اصل یقین سے بھی کمتر اور ضعیف ہوتا ہے پس اگر حضرت علیؑ کو کمال مرتبہ یقین مناسب مقام ولایت حاصل ہو جس سے ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ نفس یقین بھی بڑھا ہوا ہے تو اس سے افضلیت حضرت علیؑ کی لازم نہیں آئی خوب سمجھ لو۔

**و:** آگے پھر عود ہے مضمون انفاق فی سبیل اللہ کی طرف جس کے تکرار ذکر کی وجہ تقریر آیت الْوَنُورُ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ يَهْتَدُونَ اس مقام سے پھر دوسرے اغراض کیلئے اسکا ذکر چلا ہے چنانچہ عنوانوں کو ترجمہ پر منطبق کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

## فضیلت انفاق فی سبیل اللہ:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (المنفقون) وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی امور خیر میں) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت (عند اللہ) ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بال کے اندر سودانے ہوں (اسی طرح خدا تعالیٰ ان کا ثواب سات سو (۷۰۰) حصہ تک بڑھاتا ہے) اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (بقدر اس کے اخلاص اور مشقت کے) عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (ان کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی) جاننے والے (بھی) ہیں (اس لئے) اخلاص نیت وغیرہ کو دیکھ کر عطا فرماتے ہیں۔ **ف:** نیک کام میں خرچ کرنا باعتبار نیت کے تین قسم کا ہے۔ ایک نمائش کیساتھ اسکا کچھ ثواب نہیں جیسا عنقریب آتا ہے۔ دوسرے ادنیٰ درجہ کے اخلاص کیساتھ اسکا ثواب دس حصہ ملتا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلٍ مِّثْلِهَا میں اس ادنیٰ ہی کا بیان ہے۔ تیسرے زیادہ اخلاص یعنی اسکے اوسط یا اعلیٰ درجہ کیساتھ اس کیلئے اس آیت میں وعدہ ہے دس سے زیادہ سات سو تک علی حسب تفاوت المراتب اور اوپر ایک آیت مَنْ ذَا الَّذِي يقرضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا میں بیان ہو چکا ہے کہ اس سات سو کے وعدہ کے بعد اور زیادہ کا بھی وعدہ ہو گیا ہے اسی طرح تفاوت ہو جاتا ہے مشقت کی قلت و کثرت سے مثلاً دس روپیہ والے کو ایک روپیہ دینا کم مشقت ہے اور دس روپیہ والے کو ایک روپیہ دینا زیادہ مشقت۔

**و:** آگے انفاق فی الخیر کے مقبول ہونے کے اور بعض شرائط بیان فرماتے ہیں۔



**البلاغۃ:** قوله او لم تؤمن في الانتصاف اما سوال الخليل عليه السلام بقوله كيف تحيي الموتى فليس عن شك ولكنه سوال عن كيفية الاحياء ولا يشترط في الايمان الاحاطة بصورتها ويدل على ذلك كيف وموضوعها السؤال عن الحال ونظيره ان يقول القائل كيف يحكم زيد في الناس فهو لا يشك انه يحكم فيهم ولكنه سال عن كيفية حكمه فان قلت اذا كان السؤال مصروفا الى الكيفية التي لا يضر عدم تصورها بالايمان فما موقع قوله تعالى او لم تؤمن قلت ان هذه الصيغة تستعمل ظاهرا في السؤال عن الكيفية كما مر وقد تستعمل في الاستعجاز مثاله ان يدعى مدع انه يحمل ثقلا وانت جازم بعجزه فتقول له ارني كيف تحمل هذا فلما علم الله تعالى بان ابراهيم مبرا منه اراد بقوله او لم تؤمن ان ينطق ابراهيم بقوله بلى ليدفع عنه ذلك. فان قلت فما موقع قول ابراهيم ولكن ليطمئن قلبي وذلك يشعر ظاهرا بانه كان عند السؤال فاقدا للطمأنينة قلت معناه ولكن ليزول عن قلبي الفكر في كيفية الحياة باني اذا شاهدتها سكن قلبي عن الجولان في كفياتها المتخيلة وتعينت عندي بالتصوير المشاهد آه قلت ولله در هذا المحقق فما احسن تحقيقه وما ابدع تدقيقه ۱۲. قوله سعيا انما لم يقل طيرا لانه اذا كانت ساعة كان اثبت لنظره عليها من ان تكون طائرة والله اعلم ۱۲ انتصاف. قال البيضاوي وهو تمثيل لا

يقتضى وقوعه وقد يكون في الذرة والدخن والاراضي المثل ۵۱ ۲ في الانتصاف ما حاصله ان ثم في اصل وضعها لتراخي المعطوف عن المعطوف عليه اعم من ان يكون حدوثا او بقاء ومعناها باعتبار البقاء دوام وجود الفعل وتراخي زمن بقاءه وعليه حمل قوله تعالى ثم استقاموا وكذلك قوله تعالى ثم لا يتبعون وقريب من هذا او مثله ان السين يصحب الفعل لتراخي زمان وقوعه ابتداء او بقاء وعليه ورد قوله تعالى اني ذاهب الى ربي سيهدين ۱۲ قوله اذى وانما لم يذكر المن لان الاذى يشمل غيره وذكره فيما تقدم اهتماما به لكثرة وقوعه من المتصدقين وعمر تحفظهم عنه آه ۲ اروح المعاني.

**الكلام:** قوله ادعهن استشكل بان دعاء الجماد غير معقول واجيب بانه من قبيل دعاء التكوين ۲ اروح المعاني.

**اللغات:** قال البيضاوي المن ان يعتد باحسنه والاذى ان يتناول عليه امر يتفاخر ۱۲.

**النحو:** مثل الذين على حذف المضاف اي نفقات الذين ولما كان المحذوف كالمفوز اظهرته في الترجمة ما انفقوا مصدرية ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله كئيها اية اختيار ماخذه ما في روح المعاني كل جبل يمكنك الوضع عليه ولم يعين له ذلك ۱۲.

۲ قوله في ف جوابا للشبهة ماخذه روح المعاني ۱۲. ۳ قوله في افرؤني ماخذه تفسير البيضاوي وقال يضاعف تلك المضاعفة ۱۲.



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَ صُدْرًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ وَّمِمَّا

اور یوم قیامت پر۔ سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسا ایک چمکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اسکو بالکل صاف کر دے۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔

كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ

اور اللہ تعالیٰ کا فر لوگوں کو راستہ نہ بتاویں گے۔ اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں بخشی

أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضَعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا

پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیکرے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دوتا پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔

تفسیر: بطلانِ ثواب بہ من واذی وریا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ (السی قبولہ) وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کے ثواب بڑھنے کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص (خود خیرات کے اصل ثواب ہی کو برباد کر دیتا ہے) جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر (مراد اس سے بقرینہ نفی ایمان کے منافق ہے) سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چمکنا پتھر (فرض کرو) جب کچھ مٹی (آگئی ہو) اور اس مٹی میں کچھ گھاس پھوس جم آیا ہو) پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو (جیسا تھا ویسا ہی) بالکل صاف کر دے (اسی طرح اس منافق کے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ ہو گیا جو ظاہر میں ایک نیک عمل جس میں امیدِ ثواب ہو معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے نفاق نے اس شخص کو ویسا ہی کو را ثواب سے خالی چھوڑ دیا چنانچہ قیامت میں) ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی (کیونکہ کمائی نیک عمل ہے اور اس کا ہاتھ لگنا ثواب کا ملنا ہے اور ثواب ملنے کی شرط ایمان اور اخلاص ہے اور ان لوگوں میں یہ مفقود ہے کیونکہ ریا کار بھی ہیں اور کافر بھی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا فر لوگوں کو (قیامت کے روز ثواب کے گھر یعنی جنت کا) راستہ نہ بتاویں گے (کیونکہ کفر کی وجہ سے ان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوا جس کا ثواب آخرت میں ذخیرہ ہوتا اور وہاں حاضر ہو کر اس کے صلہ میں جنت میں پہنچائے جاتے) فہ: جاننا چاہیے کہ طاعات کی صحت و بقا کیلئے جس طرح ایمان شرط ہے حتیٰ کہ کافر کی کوئی طاعت صحیح و مقبول نہیں اور اگر طاعت کے بعد کافر ہو جاوے وہ طاعت باقی

نہیں رہتی جس کو اصطلاح شرع میں حبط کہتے ہیں اسی طرح نصوص سے ثابت ہے کہ علاوہ ایمان کے اور بھی بعض شرطیں صحت یا بقا کی بعض طاعات میں ہوتی ہیں جیسے نماز کیلئے وضو کی شرط صحت ہے اور شفعہ کی پہلی رکعت کے لئے دوسری رکعت کی شرط بقاء ہے پس یہاں بھی اس آیت اور آیت سابقہ میں لَا يَتَّبِعُونَ کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق کیلئے ایمان کے ساتھ کہ شرط صحت و نیز شرط بقا ہے ایک اخلاص بھی شرط صحت ہے اور ترکِ من و اذی شرط بقا ہے اسی لئے منافق اور مرائی کے انفاق کو باطل کہا گیا کہ اس میں شرط صحت مفقود ہے اور من و اذی کو بھی مبطل کہا گیا کہ اس میں شرط بقا مفقود ہے اور چونکہ بطلان اول الظہر ہے بطلان ثانی سے اس لئے ثانی کو اول کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور مشبہ بہ میں جو دو قیدیں لگائی گئیں ایک نفاق کی دوسری ریا کی یہ محض تقویت مشبہہ کیلئے ہے ورنہ ہر دو افراد فرداً بھی موجبِ بطلان ہیں اور تقویت سے یہ فائدہ ہوا کہ من و اذی سے نفرت دلانے میں مبالغہ ہو گیا اس تحقیق کے بعد آیت سے معتزلہ کا یہ شبہ کرنا کہ سینات بھی مثل کفر کے موجب حبط طاعات ہوتے ہیں محض غلط ٹھہرا کیونکہ کسی خاص سیدہ کا کسی خاص حسنہ کے اعتبار سے نافی شرط بقا ہونا مستلزم اس کو نہیں کہ ہر سیدہ ہر حسنہ کے لئے موجب حبط ہو جاوے کیونکہ یہ بطلان بوجہ سیدہ ہونے کے نہیں بلکہ بوجہ نفی شرط بقاء کے ہے خوب سمجھ لو۔ و نیز مثل شرائط صحت و بقا کے طاعات میں ان کے انوار و برکات کی بھی کچھ شرطیں ہوتی ہیں آیت ایود کے ذیل میں اس کا بیان بھی آتا ہے۔

وَبَطُلَ: صدقات باطلہ غیر مقبولہ کی مثال بیان فرما کر آگے صدقات مقبولہ کی مثال بیان فرماتے ہیں۔



مثال نفقات مقبولة:

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور ان لوگوں کے خرچ کیے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے (جو کہ خاص اس عمل سے حاصل ہوگی) اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں (کو اس عمل شاق کا خوگر بنا کر ان) میں پختگی پیدا کریں (تا کہ دوسرے اعمال صالحہ سہولت سے صادر ہوا کریں پس ان لوگوں کے نفقات و صدقات کی حالت) مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیکرے پر ہو کہ (اس جگہ کی ہوا لطیف اور بار آور ہوتی ہے اور) اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ (باغ لطافت ہوا اور بارش کے سبب اور باغوں سے یا اور دفعوں سے) دونوں (چوگنا) پھل لایا ہو (اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار (یعنی خفیف بارش) بھی اس کو کافی ہے) کیونکہ زمین اور موقع اس کا اچھا ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں (اس لئے جب وہ اخلاص دیکھتے ہیں ثواب بڑھا دیتے ہیں) واللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا مطلب ہر عمل میں تو ظاہر ہے اور تثبیت کی توضیح یہ ہے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے اور اہل سلوک کے برتاؤ میں ہے کہ جس کام میں نفس کو قدرے مشقت ہو اس کے بار بار کرنے سے نفس کے اندر بسبب عادت کے ایک ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے دوسرے اعمال میں بھی پس و پیش نہیں کرتا اور اس کی صفت مزاحمت کی مغلوب ہو جاتی ہے تو اس آیت میں اس کی ترغیب ہے کہ ہر عمل میں یہ نیت بھی کر لینا اچھا ہے کہ دوسرے اعمال کے لئے نفس میں آمادگی ہو اور یہی حاصل ہوتا ہے مجاہدہ کا و نیز خود اس عمل انفاق کا بھی اس سے جب ملکہ پیدا ہوگا تو اس عمل کو جو کہ موجب مرضات الہیہ ہے بار بار کرے گا جس سے مرضات الہیہ ہمیشہ حاصل ہوگی پس حاصل نیت کا یہ ہوگا کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ایسی عادت ہو جاوے کہ آئندہ بھی ہمیشہ رضائے الہی حاصل کیا کریں پس اس تقریر پر دونوں غایت کا حاصل رضائے الہی ٹھہری حالاً بھی اور مآلاً بھی خوب سمجھ لو اور اس تشبیہ میں جو دو طرح کی بارش فرض کی گئی ہے اس سے مقصود تفاوت مراتب اخلاص کا بیان کرنا ہے کہ چونکہ یہ انفاق ایمان کے ساتھ مقرون ہے من واذی وریا اس میں مفقود ہے اخلاص اس میں موجود ہے تو ضرور ہی مقبول ہو کر موجب تضاعف اجر و ثواب ہو جاتا ہے خواہ اخلاص اعلیٰ درجہ کا ہو یا اوسط یا ادنیٰ درجہ کا ہو نفس قبول و تضاعف کے لئے ہر حال میں کافی ہے گو تفاوت مراتب اخلاص سے مراتب قبول و تضاعف میں بھی تفاوت ہو جاوے گا۔

**وہ:** اس مقام پر تین قسم کے صدقات کا بیان ہے۔

**قسم اول:** جس میں شرائط صحت و بقا پائے جاویں۔ یہ اس رکوع کے اول کی

دو آیتوں میں اور اس آیت وَمَثَلُ الَّذِينَ الْخ میں دو مثالوں کے ضمن میں مذکور ہے كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ الْخ اور كَمَثَلِ حَبَّةٍ يَرْبُو الْخ

**قسم دوم:** جس میں شرط صحت ہی نہ پائی جاوے یعنی ایمان و اخلاص انفرادی یا اجتماعی کو کَالْکِنِیٰ یُنْفِقُ مَالَهُ الْخ میں اس مثال کے ساتھ بیان فرمایا مکمل صفوان الخ

**قسم سوم:** جس میں شرط صحت تو پائی گئی مگر شرع بقائے پائی گئی یعنی ترک من واذی اس کو اگلی آیت میں ایک مثال کیساتھ بیان فرماتے ہیں اور قسم اول کی دو مثالیں لانے میں شاید اسکے مقبول ہونے کی وجہ سے زیادہ اہتمام شان مقصود ہو واللہ اعلم۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى لَا تَبْطُلُوا وَصَدَقْتُمْ بِالْحَقِّ وَالْأَدْنَىٰ أَسْمَىٰ  
بالحاق افاده بالتصدق دلالت ہے کہ مرید پر بلا مصلحت احسان جتنا نامذموم  
ہے۔ قوله تعالى رِجَاءُ النَّاسِ اَسْمَىٰ مذمت ہے ریا کی۔ قوله تعالى  
وَتُحِبُّونَ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ اَسْمَىٰ دلیل ہے اسکی کہ اعمال صالحہ سے جس طرح  
اجر مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس بھی ان سے مقصود ہے۔

الصفات: صفوان حجرا ملس وابل مطر عظيم القطر صلداً  
املس نقيا عن التراب كذا قال البيضاوي الاكل الشنى الماكول  
والمراد لمرها وقرء ابو عمرو وابن كثير ونافع بسكون الكاف  
تخفيفا كذا في روح المعاني ١٢.

**النحو:** كالذى كإبطال الذى لا يقدر أن الضمير للذى ينفق باعتبار  
المعنى لأن المراد به الجنس أو الجمع **رثاء** نصب على المفعول له  
كذا قال البيضاوى ١٢. **فعل** أى يكفيها فالمسند محذوف ١٢.

البلاغه: قوله لا تبطلوا الخ ههنا ابطالان الاول افساده بعد صحته والثاني  
 بطلانه باطلا من الراس ١٢ من روح المعاني. في حاشية البيضاوى بر مزف  
 قال المناقب كالصفوان ونفقته كالتراب ورياه كالوابل وقال في روح المعاني لو  
 جعل مركبا صح قيل وهذا هو الا وجه ١٢. ببروة في روح المعاني للطفة  
 هوائها من انفسهم جوزان تكون بمعنى اللام والمعنى توطينا لانفسهم على  
 طاعة الله تعالى ضعفين اى ضعفاً بعد ضعف فالتشبية للتكثير. او مثلى ما  
 كانت تثمر في سائر الاوقات بسبب ما اصابها من الوابل او اربعة امثاله بناء على  
 الخلاف في ان الضعف هل هو المثل او المثلان كذا في روح المعاني ١٢.

**ملحقات الترجمة:** قوله في ترجمة والاذى يا ايذا اشار الى ان المراد كل واحد منهما لا مجموعهما لان المجموع ليس شرطا لابطال كما هو ظاهر ١٢.

**حاشیہ: (۲) لا بطلوا صدقکم** کی تفسیر اصل تفسیر میں مشعر ہے ابطال وصف تضاعف مراد ہونے کو اور فائدہ میں مشعر ہے ابطال نفس عمل مراد ہونے کو سو تحریر فائدہ کی وقت اصل تفسیر پر نظر نہ رہی تھی مگر اس اتفاقی ذہول سے خدا ساز ایک نفع ہو گیا کہ مجموعہ تقریرین سے ایک تحقیق حاصل ہو گئی وہ یہ کہ اس ابطال کی تفسیر کہیں منصوص نہیں اسلئے دونوں نوع فی نفسہ محتمل ہیں بدوں دلیل کے حکم قطعی کسی کا بالعمین نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ عفی عنہ۔



أَيُّوْذَ أَحَدِكُمْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اس کے نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے میوے ہوں اور اس شخص کا

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ

بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں قوت نہیں سواں باغ پر ایک گبولہ آوے جس میں آگ ہو پھر وہ باغ جل جاوے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ

تاکہ تم سوچا کرو۔ اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے اور رومی چیز کی طرف نیت مت لیجایا کرو کہ

وَلَا تَيْمَمُوا الْخَيْثَ مِنْهُ تَنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تَغِيْضُوْا فِيْهِ وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفِيْرٌ حَمِيْدٌ ۝

اس میں سے خرچ کرو حالانکہ تم بھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ اور یہ یقین کر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے لائق ہیں۔ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے

الشَّيْطٰنُ يَعِدُّكُمْ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۤءِ وَاللّٰهُ يَعِدُّكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور تم کو بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

يُوْنٰى الْحِكْمَةَ مِّنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُو الْاَلْبَابِ ۝

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔ اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

**تفسیر:** مثال نفقات و طاعات فاسدہ بعد الصبح:

أَيُّوْذَ أَحَدِكُمْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ  
بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور  
انگوروں کا (یعنی زیادہ درخت اس میں ان کے ہوں اور) اس (باغ) کے  
(درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں (جس سے وہ خوب سرسبز و شاداب  
ہوں اور) اس شخص کے یہاں اس باغ میں (علاوہ کھجوروں اور انگوروں  
کے) اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو  
(جو کہ زمانہ زیادہ احتیاج کا ہوتا ہے) اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن  
میں (کمانے کی) قوت نہیں (اس صورت میں اہل و عیال سے بھی اس کو توقع  
خبر گیری کی نہیں ہوگی بس وجہ معاش وہی باغ ہوا) سو (ایسی حالت میں یہ  
قصہ ہو کہ) اس باغ پر ایک گبولہ آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر (اس  
سے) وہ باغ جل جاوے (ظاہر بات ہے کہ کسی کو اپنے لئے یہ بات پسند نہیں  
آسکتی پھر اسی کی مشابہہ تو یہ بات بھی ہے کہ اول صدقہ دیا یا اور کوئی نیک کام کیا  
جس کے قیامت میں کارآمد ہونے کی امید ہو جو کہ وقت ہوگا غایت احتیاج کا  
اور زیادہ مدار قبول ہوگا ان ہی طاعات پر پھر ایسے وقت میں معلوم ہوگا کہ  
ہمارے من و اذی یا اور معاصی سے ہماری طاعات باطل یا بے برکت ہو  
گئیں اس وقت کیسی سخت حسرت ہوگی کہ کیسی کیسی آرزوؤں کا خون ہو گیا پس

جب تم مثال کے واقعہ کو پسند نہیں کرتے تو ابطال طاعات کو کیسے گوارا کرتے  
(ہو) اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے (سمجھانے کے)  
لئے تاکہ تم سوچا کرو (اور سوچ کر اس کے موافق عمل کیا کرو)

**فہ:** توجیہ مثال کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے البتہ اتنی بات اور سمجھ لینا چاہیے کہ  
روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر میں بروایت بخاری اور حاکم  
اور ابن جریر و عبد بن حمید منقول ہے جس کو حضرت عمرؓ نے بھی پسند فرمایا کہ یہ  
آیت اپنے مضمون میں تمام طاعات کو عام ہے جن کے بعد آدمی معاصی میں  
منہمک ہو کر ان طاعات کو خراب کر دے اس عموم میں نفقات بھی آگئے اور تحقیق  
اس خراب کرنے کی یہ ہے کہ جیسا آئے یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ  
کے تحت میں اجمالاً مذکور ہوا ہے کہ اعمال میں کچھ شرطیں ان کے انوار و برکات  
کی بھی ہوا کرتی ہیں سو وہ شرط مطلقاً سینات میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا  
ہے اور جب طاعات کے بعد معاصی میں مشغول و مستغرق ہو جاتا ہے تو ان  
طاعات کے انوار و برکات سلب ہو جاتے ہیں جسکا اثر اس عالم میں تو یہ ہوتا  
ہے کہ جو حلاوت طاعت کی قلب میں پیدا ہوئی تھی وہ زائل ہو جاتی ہے اور  
ایک طاعت سے دوسری طاعت کا سلسلہ چلا کرتا ہے اور ویسا ہی سامان جمع  
ہونے لگتا ہے جسکو توفیق کہتے ہیں یہ توفیق بند ہو جاتی ہے بلکہ طاعات معمول  
میں بھی کمی اور ناغہ اور سستی ہونے لگتی ہے اور ان امور فاسدہ پر جو ثمرات آخرت



کی ترغیب دی ہے کہ تمیں شیطان اغوا کیا کرتا ہے تم اس پر عمل مت کرنا۔  
تنبیہ برمزاحمت شیطان:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے (کہ اگر خرچ کرو گے یا اچھا مال خرچ کرو گے تو محتاج ہو جاؤ گے) اور تم کو بری بات (یعنی بخل کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے) (خرچ کرنے پر اور اچھی چیز خرچ کرنے پر) اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا (یعنی چونکہ نیک جگہ خرچ کرنا طاعت ہے اور طاعت سے معصیت کا کفارہ ہو جاتا ہے لہذا اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کسی کو دنیا میں بھی اور کسی کو آخرت میں خرچے کا عوض بھی زیادہ کر کے دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں (وہ سب کچھ دے سکتے ہیں) خوب جاننے والے ہیں (نیت کے موافق ثمرہ دیتے ہیں اور یہ سب مضامین بہت ظاہر ہیں لیکن ان کو وہی شخص سمجھتا ہے جس کو دین کا فہم ہو اور اللہ تعالیٰ) دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں اور (بچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی (کیونکہ دنیا کی کوئی نعمت اس کے برابر نفع نہیں) اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں) ف: یہاں ڈرانے سے مراد دور دراز کے اوہام ہیں جو نیک کام میں خرچ کرنے کے وقت باوجود گنجائش مالی کے بھی گاہ گاہ متخلہ میں آیا کرتے ہیں اور دلیل اس تخصیص کی بِأَمْزُكُم بِالْفُشَاءِ ہے کیونکہ بخل تو وسعت ہی کے وقت معتبر ہوتا ہے سو ایسے وہم میں ڈالنا یہ شیطان کا فعل ہے اور بخیل لوگ ان وہموں میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں آیت میں اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ جب گنجائش ہے تو مناسب مقدار کے خرچ کرنے سے یہ محتاجی کا احتمال ہی غلط ہے پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ ایسے انفاق میں ضرر تو بالکل نہیں اور نفع ہر طرح کا کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی پس مقتضائے فہم یہی ہے کہ ایسی حالت میں شیطانی وسوسہ کو ہرگز قبول نہ کرے اور اگر ظاہراً اور یقیناً محتاجی کے اسباب و قرائن موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو تطوعات صدقات و تبرعات سے روکتی ہے اور ایسے شخص کے خرچ نہ کرنے کو بخل بھی نہیں کہہ سکتے خوب سمجھ لو اور دین کی فہم سب سے زیادہ نافع اس لئے ہے کہ اس سے عقائد درست ہوتے ہیں اعمال کی توفیق ہوتی ہے اور عقائد و اعمال پر آخرت میں نجات اور ثواب ہے اور دنیا کی کوئی نعمت ثواب اور نجات کی برابری نہیں کر سکتی۔

دبط: اوپر کی آیتوں میں انفاق کے متعلق جن شرائط کی رعایت کا حکم فرمایا ہے آگے اس رعایت کی تاکید ایک پیرایہ میں فرماتے ہیں کہ ہم کو سب خبر رہا کرتی ہے ہر کام کو درستی کے ساتھ کیا کرو۔ (بقیہ صفحہ ۱۹۲ پر)

میں ملتے اس سے محروم رہے گا یہ اثر اس عالم میں ہوگا اور اس نور و برکت کے سلب ہو نیو بھی کہیں کہیں آیات و احادیث میں جبط وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے پس یہ جبط مشہور اصطلاحی نہیں خوب سمجھ لو۔

دبط: انفاق میں جن امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے بعض تو مذکور ہو چکے جیسے ترک من و اذی و ریاء وغیرہ اور ایک ان میں یہ بھی ہے کہ وہ چیز ردی اور خراب نہ ہو اس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔  
رعایت جودت مال:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ طِبَّتْ مَا كَسَبْتُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَمِيدٌ اے ایمان والو! (نیک کام میں) خرچ کیا کرو وعدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور (عدہ چیز کو) اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے (کام میں لانے کے) لئے زمین سے پیدا کیا ہے اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کرو حالانکہ (ویسی ہی چیز اگر کوئی تم کو تمہارے حق واجب کے عوض یا سوغات میں دینے لگے تو) تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی (اور رعایت) کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یہ یقین کر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں (جو ایسی ناکارہ چیزوں سے خوش ہوں) تعریف کے لائق ہیں (یعنی ذات و صفات میں کامل ہیں تو ان کے دربار میں چیز بھی کامل تعریف کے لائق ہی پیش کرنا چاہیے) ف: شان نزول سے طیب کے معنی عدہ کے لئے گئے کیونکہ بعض لوگ خراب چیزیں لے آتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور بعض نے عموم لفظ سے طیب کی تفسیر حلال کی ہے کیونکہ پوری عدہ جب ہی ہے جب حلال بھی ہو پس اس بنا پر آیت میں اس کی بھی تاکید ہوگی اور پہلی تفسیر پر دوسرے دلائل سے اس تاکید کو ثابت کیا جاوے گا اور یاد رکھو کہ یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس عدہ چیز ہو اور پھر وہ بری نکمی چیز خرچ کرے جیسا ما کسبتم میں اخراجنا اس کے موجود ہونے پر اور وَكَانَ يَتَمَتُّوا غِيْبَتِ مِنْهُ تُنْفِقُونَ عدا نکمی چیز کے خرچ کرنے پر دلالت کر رہا ہے اور جس کے پاس اچھی ہو ہی نہیں وہ اس ممانعت سے بری ہے اور اس کی وہ بری بھی مقبول ہے۔ بعض علماء نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیے ہیں۔  
مسئلہ: مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے لقولہ مَا كَسَبْتُمْ۔

مسئلہ: عشری زمین میں عشر واجب ہے لقولہ أَخْرِجْنَا اور عشر مزارع پر ہے نہ کہ مالک ارض پر لقولہ لَكُمْ خِلَافًا لَا يَبِي حَنِيفَةً وَه لَكُمْ کا مخاطب مجموع کو کہہ دینگے تفصیل عشر کی کتب فقہ میں ہے اس بنا پر یہ آیت انفاق واجب کے بارہ میں ہوگی۔

دبط: آگے متنبہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو انفاق کی اور اکسبم عدا کی رعایت



وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ ثَفَقَةٍ أَوْ نَذْرٍ مِّنْ نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝۱۰۰ إِن تَبْدُوا

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے۔ اور بیجا کام کرنے والوں کا کوئی ہمراہی نہ ہوگا۔ اگر تم ظاہر کر کے

الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهُهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

دصدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب

خَيْرٌ ۚ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُنْفِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا

خبر رکھتے ہیں۔ ان کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں لیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز

ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّوفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝۱۰۱

رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب پورا پورا تم کو مل جائیگا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کی نہ کی جاوے گی

تفسیر: تاکید رعایت شرائط انفاق:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ ثَفَقَةٍ (الٰی قولہ تعالیٰ) وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا (قیامت میں کوئی) ہمراہی (حمایتی) نہ ہوگا۔ ف: کسی قسم کے خرچ کرنے میں سب خرچ آگئے وہ بھی جس میں سب شرائط مذکورہ کی رعایت ہو اور وہ بھی جس میں کل کی یا بعض کی رعایت نہ ہو مثلاً فی سبیل اللہ نہ ہو بلکہ معصیت میں ہو یا انفاق میں ریا ہو یا اس کے بعد من واذی ہو یا حلال یا عمدہ مال نہ ہو۔ اسی طرح نذر کے عموم میں سب نذریں آگئیں مثلاً عبادت مالیہ کی نذر ہو اور اسی مناسبت سے انفاق کے ساتھ نذر کو لائے ہیں یا عبادت بدنہ کی نذر ہو پھر وہ مطلق ہو یا کسی امر پر معلق ہو پھر یہ کہ اس کا ایفاء کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو اور مقصود اس کہنے سے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہے یہ ہے کہ ہم اس کی جزا دیں گے یہ اس لئے سنایا تاکہ رعایت کی ترغیب اور عدم رعایت سے ترہیب ہو اور بیجا کام کرنیوالوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروری شرائط کی رعایت نہیں کرتے بلکہ احکام کی مخالفت کرتے ہیں ان کو تصریحاً وعید سنادی۔

ربط: آگے انفاق کے متعلق اس کی تحقیق ہے کہ اس کا اظہار افضل ہے یا اخفاء۔

تحقیق افضلیت اظہار یا اخفاء انفاق:

إِن تَبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ (الٰی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور (اخفاء کے ساتھ) فقیروں کو دیدو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں ف: اس مقام میں اقوال

مختلف ہیں مگر احقر کے ذوق میں حسب شہادت ظاہر قرآن وحدیث امام حسن بصری کا قول جو کہ کبیر میں منقول ہے رائج معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ آیت فرض اور نفل سب صدقات کو شامل ہے اور سب میں اخفاء ہی افضل ہے اس میں دینی مصلحت بھی ہے کہ ریا سے ابعد ہے لینے والا بھی نہیں شرماتا اور دنیوی مصلحت بھی ہے کہ اپنے مال کی مقدار عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی اور مراد افضلیت اخفاء سے آیت میں افضلیت فی نفسہ ہے پس اگر کسی مقام پر کسی عارض سے مثلاً رفع تہمت یا امید اقتداء وغیرہ ذالک اظہار کو ترجیح ہو جاوے تو افضلیت فی نفسہ کے منافی نہیں اور کفارہ سینات کچھ اخفاء کے ساتھ خاص نہیں۔ لیکن تخصیص<sup>(۱)</sup> ذکر کری جبکہ وہ مرجع ضمیر یا ترکیب میں جزاء ہو اس نکتہ کے لئے ہے کہ نفس اخفاء میں کوئی ظاہری فائدہ نہیں دیکھتا اس لئے منقبض ہوتا ہے پس ایک فائدہ عظیمہ پر تنبیہ کردی جو باعتبار اعلان کے زیادہ متوقع الحصول ہے اور اس لئے وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ بڑھایا یعنی خدا کو تو خبر ہے پھر اور کسی کو خبر نہ ہو تو کیوں منقبض ہوتے ہو اور یہ جو کہا کچھ گناہ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسے حسنات سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور کبیرہ کی معافی کے دو طریق ہیں ایک تو بہ بشر اظہار دوسرے فضل و رحمت۔

ربط: آگے یہ بات بتلاتے ہیں کہ صدقہ خیرات دینے میں کچھ مسلمان کی تخصیص نہیں ہے اگر کافر بھی حاجت مند ہو اس کے ساتھ احسان کرنے سے دریغ مت کرو بشرطیکہ اہل اسلام کو ضرر پہنچانے پر آمادہ نہ رہتا ہو۔

عموم احسان بمسلم وکافر:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ (الٰی قولہ تعالیٰ) وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (چونکہ بہت سے صحابہ کفار کو بایں مصلحت خیرات نہ دیتے تھے کہ شاید اسی تدبیر سے کچھ لوگ مسلمان ہو جاویں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی رائے دی تھی اس لئے



اس آیت میں دونوں طرح کے خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ ان (کافروں) کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض واجب) نہیں (جس کیلئے اتنے دور دراز اہتمام کیے جاویں) لیکن (یہ تو) خدا تعالیٰ کا کام ہے (جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں) آپ کا کام صرف ہدایت کا پہنچا دینا ہے خواہ کوئی ہدایت پر آوے یا نہ آوے اور ہدایت کا پہنچا دینا کچھ اس ممانعت پر موقوف نہیں (اور اے مسلمانو) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور (اس فائدہ کا بیان یہ ہے کہ) تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے (کہ ثواب اس کے لوازم سے ہے اور یہ غرض ہر حاجت مند کی رفع حاجت کرنے سے حاصل ہوتی ہے پھر مسلمان فقیر کی تخصیص کیوں کی جاوے) اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا عوض اور ثواب) پورا پورا تم (ہی) کو (آخرت میں) مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کی نہ کی جاوے گی (سو تم کو اپنے عوض سے مطلب رکھنا چاہیے اور عوض ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے کافر کو نہ ملے) خلاصہ یہ کہ نیت بھی تمہاری اصل میں اپنے ہی نفع حاصل کرنے کی ہے اور واقع میں بھی حاصل خاص تم ہی کو ہوگا پھر ان زوائد پر کیوں نظر کی جاتی ہے کہ یہ نفع خاص اسی طریق سے حاصل کیا جاوے کہ مسلمان ہی کو صدقہ دیں کافر کو نہ دیں شیخ سعدی کا شعر گویا اسی آیت کی تفسیر ہے۔

گراوی برد پیش آتش سجود تو واپس حرام کشی دست جود اور جاننا چاہیے کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ تیرا کھانا خاص متقی کھایا کریں مراد اس سے طعام دعوت ہے اور آیت میں طعام حاجت پس تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے۔

مسئلہ: حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ: کافر ذمی یعنی غیر حربی کو صرف زکوٰۃ و عشر دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات واجبہ و نفل سب جائز ہیں اور آیت میں زکوٰۃ داخل نہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ (الی قولہ تعالیٰ) خَيْرٌ لَّكُمْ اس میں یہ مسئلہ ہے کہ عمل کے اعلان و اخفاء میں اختیار ہے اور ساتھ ہی اخفاء کی افضلیت بھی ہے جب اعلان میں کوئی خاص مصلحت نہ ہو۔

قولہ تعالیٰ لَيْسَ عَلَيْكَ هٰذِهِمُ اس میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کے زیادہ درپے نہ ہو اور تدبیر میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کیونکہ عدم تصدق علی الکفار کا بطور تدبیر کے حضور ﷺ نے امر فرمایا تھا۔ قولہ تعالیٰ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُنْفِيسُكُمْ وَالْاِبْتِغَاءُ وَجْهَ اللّٰهِ اس میں دلیل ہے اس پر کہ ثواب کا قصد کرنا خلوص اللہ کے منافی نہیں جیسا بعض جہلاء صوفیہ نے سمجھا ہے چنانچہ آیت میں دونوں قصد کو جمع فرمایا ہے۔

**النحو:** ما انفقتم مبتداً ومن بیان له والخبر فان الله يعلمه بمعنی بجایزکم علیہ۔ قال البيضاوی فنعیم شیئاً ابداءاً فی الحاشیة یعنی ان ہی هو المخصوص لكن علی حذف المضاف لیحسن ارتباط الجزاء بالشرط ویدل علی هذا تذکیر الضمیر فی فهو خیر لکم ای اخفائها ۱۲۔

**البلاغہ:** انما صرح بذکر الفقراء فی الاخفاء دون الابداء لانه کان فیہ مظنة ان یقدم علیہ غنی لا یأخذ بمنظر من الناس او یوثر المعطى احبابه واصدقائه ولا یفتش عن فقرهم ولم تکن تلک الاحتمالات فی الابداء خشية لوم الناس فافهم کذا قالوا ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قوله ویکفر عنکم قرأه نافع والحمزة والكسائی به (ای بالنون) مجزوماً (معطوفه) علی محل الفاء وما بعده کذا قال البيضاوی ۱۲۔

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابن ابی حاتم وغیرہ عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یامرنا ان لا نتصدق الا علی اهل الاسلام حتی نزلت هذه الآیة واخرج ابن جریر عنہ قال کان اناس من الانصار لهم نسباء وقرباء وکانوا یتقون ان یتصدقوا علیهم ویردونهم ان یسلموا فنزلت آہ۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی وجه الربط تخصیص نہیں تقریرہ ان حاصل نہیہ ﷺ کان سلباً کلیاً وحاصل الآیة الا یجاب الجزئی المحقق ببعض الصدقات فلا یرد ان الآیة عامہ فی کل الصدقات فان محط الفائدة عموم المصروف لا عموم المصروف ولعل نہیہ ﷺ کان فی غیر الزکوٰۃ وقرباء علی محصل قول عصام ان الزکوٰۃ کان صرفها من بیت المال لامن المزکین والخطاب للمتصدقین فدل علی ان الکلام فی غیر الزکوٰۃ وایضا قوله علیہ السلام فی الزکوٰۃ لمعاذ خذها من اغنیائهم وردھا فی فقرائهم اخرج الزکوٰۃ من هذا العموم الظاہری فبقی غیرھا علی الجواز ویؤیدہ قوله علیہ السلام تصدقوا علی اهل الدیان کلھا اخرجہ العینی عن مصنف ابن شیبہ مرسلًا وفی الہدایۃ لو لا حدیث معاذ لقلنا بالجواز فی الزکوٰۃ اما استثناء الحربی فلقوله تعالیٰ انما ینہا کم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین ۱۲۔ ۲۔ قوله اس فائدہ کا بیان اشارۃ الی کون العطف تفسیریا ۱۲۔ ۳۔ قوله خلاصہ اشار بہذا التقرير الی تغائر مفہومی فلا تنفسکم ویوف الیکم فتدبر وتشکر ۱۲۔ ۴۔ قوله نیت لان اللام فی لانفسکم للنفع والغرض والحامل علی العمل نیتہ وتصورہ لا وقوعہ کما هو ظاہر ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) قولہ لیکن تخصیص ذکر الی الخ توضیح اس کی یہ ہے کہ اگر یکفر کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف راجع ہو اور یکفر جملہ مستقلہ ہو تب تو یہ تکفیر ابداء و اخفاء ہر دو کے متعلق ہو سکتی ہے اخفاء کیساتھ ذکر الی بھی تخصیص نہیں اور اگر مرجع ضمیر اخفاء ہو یا یکفر جزا ہوا ان شخص ہا کی جیسا کہ ایک قراءت میں یکفر بالجزم ہے تو ان دونوں صورتوں میں تخصیص ذکر الی ہے جسکے آگے توجیہ ہے فقط ۱۲ منہ۔



لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ

اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے ناواقف ان کو تو فکر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے

التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْكُنُونَ الْبُيُوتَ إِلَّا بِغَيْرِ حَرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ

سبب سے تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانتے نہیں پھرتے اور جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔ جو لوگ خرچ کرتے

يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْئِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ اور آشکارا سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم

يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

ہوں گے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہو گئے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر یہ سزا اس لئے ہو گی کہ

قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا

ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا

سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ

تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ اسی کارہا۔ اور معاملہ اس کا خدا کے حوالے رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جا دیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور

الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ۝

صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کے کام کرنے والے کو۔

**تفسیر: ربط:** اوپر صدقات میں مومن کی تخصیص نہ ہونے کا بیان فرمایا تھا آگے اصل مستحق کا بیان فرماتے ہیں یعنی حاجت کے وقت سب کو دینا چاہیے لیکن اصل استحقاق ان لوگوں کا ہے جن میں خاص صفتیں ہوں یعنی اپنی طرف سے تو ایسوں ہی کو تفتیش کر کے دے اور یوں بلا تفتیش جس کی حاجت پر اطلاع ہو جاوے اس کو دیدیا کرے پس کچھ تعارض نہ رہا۔

**اصل مستحقین صدقات:**

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (صدقات!) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت) میں (اور اسی خدمت دین میں مقید اور مشغول رہنے سے) وہ لوگ (طلب معاش کے لئے) کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادت) امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف ان کو تو فکر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان لوگوں کو ان کے طرز (و ہیئت) سے پہچان سکتے ہو (کیونکہ فقر و فاقہ سے چہرہ اور بدن میں گو نہ اضمحلال ضرور آجاتا ہے اور یوں) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانتے نہیں پھرتے (جس سے کوئی

ان کو حاجتمند سمجھے یعنی مانتے ہی نہیں کیونکہ اکثر جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں وہ لپٹ کر ہی مانتے ہیں) اور (ان لوگوں کی خدمت کرنے کو) جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے (اور لوگوں کو دینے سے ان کی خدمت کافی نفسہ زیادہ ثواب دینگے) فی نفسہ کی قید لگانے کی وجہ تقریر ربط سے معلوم ہو چکی ہے یعنی اصل میں تو زیادہ اسی میں ثواب ہے لیکن کسی عارض کی وجہ سے ان کے غیر میں ثواب کا زیادہ ہونا ممکن ہے مثلاً ان لوگوں کی حاجت سے زیادہ دوسروں کو حاجت ہو یا یہ توقع ہو کہ ان کی تو خدمت کوئی اور بھی کر دے گا اور دوسرے بالکل محروم ہی رہ جاوینگے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں یہ لوگ خدمت کے لئے افضل ہیں اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے اوپر کی آیت کے مضمون اور اس حدیث میں جو اس کے تحت میں لکھی گئی ہے یعنی فی نفسہ تقی کی خدمت افضل ہے اور عارض کی وجہ سے غیر تقی بلکہ غیر مومن کے ساتھ احسان کرنے میں بھی افضلیت ممکن ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ ہمارے ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم و ہنر کی اشاعت میں مشغول ہیں پس اس بنا پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھہرے اور ان پر جو بعض نا تجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ ان سے کمایا



نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دیدیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس کو علم دین کا کچھ مذاق ہو گا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں غایت مشغولی و انہماک کی حاجت ہے اس لئے اس کے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کے کرنے سے علم دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے چنانچہ ہزاروں نظائر پیش نظر ہیں۔

**رابطہ:** آگے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انفاق فی الخیر میں کسی زمانہ اور کسی حالت کی تخصیص نہیں جب موقع ہو خرچ کرنا چاہیے سب مقبول ہے۔

**عدم تخصیص اوقات و حالات در انفاق:**

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ (السی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سوان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا (قیامت کے روز) ان کے رب کے پاس (جا کر) اور نہ (اس روز) ان پر کوئی خطرہ (واقع ہونے والا) ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے **ہ:** اس تعلیم سے بھی یہ بات معلوم ہو گئی کہ پوشیدہ خرچ کرنا اسی وقت افضل ہے جب تک آشکارا خرچ کرنے میں کسی عارض سے ترجیح نہ ہو مثلاً اس وقت جمع میں ایک شخص کا دم نکلا جاتا ہے اور ہم اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں اب وہاں یہ انتظار کرنا کہ جب سب ہٹ جاویں اس وقت اس کی خبر گیری کریں گے اسی مثل کا مصداق ہو جاتا ہے تا تریاق از عراق آورده شود مارگزیدہ مردہ شود اور یہ جو کہا گیا کہ ان پر کوئی خطرہ واقع ہونے والا نہیں اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف اور خطر میں مشغول ہونگے وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ گوان کو خود خطرہ ہو مگر جس امر کا خطرہ ہے وہ ان کو پیش نہ آوے گا۔

**رابطہ:** تفصیل مضامین انفاق سے پہلے مجملہ ابواب البر کے پینتیس حکموں کا بیان ہوا ہے بعض احکام کا یہاں سے بیان ہوتا ہے اور ان بقیہ احکام کا ارتباط مضمون انفاق کے ساتھ اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ یہ سب احکام مثل انفاق کے مال ہی کے ساتھ متعلق ہیں چنانچہ ربوا ظاہر ہے کہ مال سے متعلق ہے اسی طرح مدیون کو مہلت دینا۔ دین کے معاملات کو لکھوا لینا۔ ان معاملات میں شاہد بنانا۔ ان شاہدوں کا تبوں کو بے وجہ عذر نہ کرنا۔ رہن رکھنا رکھانا۔

**حکم سی و ششم تحریم و ذم ربوا:**

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ لَا يُصِيبُ كُلَّ ظَالِمٍ مِنْهُمْ جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہونگے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خطبی بنا دے

لیٹ کر (یعنی حیران مدہوش) یہ سزا اس لئے ہو گی کہ ان (سود خوار) لوگوں نے (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرنے کے لئے) کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے (کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے اور بیع یقیناً حلال ہے پھر سود بھی جو کہ اس کا مثل ہے حلال ہونا چاہیے) حالانکہ (دونوں میں کھلاف فرق ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے (جو کہ مالک ہیں احکام کے) بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (اس سے زیادہ اور کیا فرق ہوگا) پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے (اس بارہ میں) نصیحت پہنچی اور وہ (اس سود کے فعل سے اور اس کفر کے قول سے یعنی حلال کہنے سے) باز آ گیا (یعنی حرام سمجھنے لگا اور لینا بھی چھوڑ دیا) تو جو کچھ (اس حکم کے آنے سے) پہلے (لینا ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا) (یعنی ظاہر شرع کے نزدیک اس کی یہ توبہ قبول ہو گئی اور لیا ہوا مال اسی کی ملک ہے) اور (باطنی) معاملہ اس کا (کہ وہ دل سے باز آیا ہے یا منافقانہ توبہ کر لی ہے یہ) خدا کے حوالہ رہا (اگر دل سے توبہ کی ہو گی عند اللہ نافع ہو گی ورنہ کالعدم ہو گی تم کو بدگمانی کا کوئی حق نہیں) اور جو شخص (نصیحت مذکور سن کر بھی اسی قول اور اسی فعل کی طرف) پھر عود کرے تو (بوجہ اس کے کہ ان کا یہ فعل خود گناہ کبیرہ ہے) یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے (اور بوجہ اسکے کہ ان کا یہ قول کفر ہے اسلئے) وہ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے (اور گو سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے لیکن مال کار) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں (کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا) اور (بر خلاف اس کے صدقہ دینے میں گو فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن مال کار اللہ تعالیٰ) صدقات کو بڑھاتے ہیں (کبھی تو دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے کیونکہ وہاں اس پر بہت سا ثواب ملے گا جیسا اوپر آیات میں مذکور ہوا) اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے (بلکہ بغض رکھتے ہیں) کسی کفر کرنے والے کو (جو کہ قول مذکور کے مثل کلمات کفر منہ سے بکے اور اسی طرح پسند نہیں کرتے) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو (جو کہ فعل مذکور یعنی سود کے مثل کبار کا مرتکب ہو) **ہ:** آخرت میں جنون کی سی حالت ہونا قرآن سے تو اس فعل اور اس قول کے مجموعہ پر مرتب معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے صرف سود لینے کے فعل پر بھی اس کا ترتب ثابت ہوتا ہے جیسا روح المعانی میں طبرانی سے بروایت عوف بن مالک حدیث مرفوع منقول ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں فمن اكل الربوا بعث يوم القيمة مجنوناً يتخبط ثم قرأ الآية آه **ہ:** قیامت میں سود خوار کی حالت جنون کو جو تشبیہ دی گئی ہے اس شخص کی حالت سے جس کو شیطان نے لیٹ کر خطبی کر دیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ آسیب کا لیٹ جانا امر ممکن ہے اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ جنات میں



دکب میں کچھ تانی بھی نہیں۔ قولہ تعالیٰ یَحْسَبُهُمُ الْهَٰٓئِلُ غَنِيًّا ۚ الْخِ اس میں اصل ہے اس کی کہ ایسی کوئی خاص وضع نہ بنائے جس سے عوام اہل دنیا سے ممتاز ہو۔

**النحو:** الباء بمعنی فی سر او علانیۃ مصدر ای انفاقا سرا ۱۲۔

**البلاغۃ:** انما قدم الليل والسر لافضلية الاخفاء فی نفسه ۱۲۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج عبد الرزاق وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی بسند ضعیف عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية فی علی بن ابی طالب کانت معه اربعة دراهم فاتفق باللیل درهما وبالنهار درهما وسرا درهما وعلانیۃ درهما واخرج ابن المنذر عن ابن المسیب قال الاية نزلت فی عبد الرحمن بن عوف وعثمان بن عفان فی نفقتهم فی جيش العسرة ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله صدقات اصل حق اشار به الی حذف المبتدأ والی کون اللام للاستحقاق ۱۲۔ ۲۔ قوله عادة یعنی ان المراد نفی الاستطاعة العادية لا العقلية ۱۲۔ ۳۔ قوله یعنی مانگتے ہی نہیں فی روح المعانی وهو المروی عن ابن عباس والیہ ذهب الفراء والزجاج واكثر ارباب المعانی وعلیہ یكون النفی متوجها لامرین علی حد قول الاعشی۔

۴۔ لا یغمر الساق من ابن ولا وصب ولا یغص علی شرسوفة الصغر واعترض بان هذا انما یحسن اذا کان القید لازما للمقید او کاللازم حتی یلزم من نفیہ نفیہ بطریق برہانی واما هنا لیس كذلك اذا لالحاف لیس لازما للسؤال ولا کلازمہ اہ ثم اجاب بما لیس بمرضی عندی وانما الجواب عندی ما اشرت فی تقریر الترجمة من کون الالحاف لازما للسؤال فی الاكثر کما هو مشاہد ۱۲۔

۵۔ قوله یعنی لیتے ہیں ماخذہ البیضاوی قال وانما ذکر الاکل لانه اعظم منافع المال ۱۲۔ ۶۔ قوله بیج بھی توشل سود کے ہے۔ هذا التقرير للاستدلال افهمنی اللہ ذوقا ثم رایہ لصاحب الانتصاف فلا یحتاج الی ارتکاب تکلف المبالغة وحاصل الاستدلال انهما متماثلان والمثل یقاس علی المثل فیقاس الربوا علی البیع فی الحل قلت واسهل منه ان یقال ان هذه حجة الزامية ای لو کان الربوا حراما لزم ان یكون البیع حراما لان البیع مثل الربوا واللازم باطل فالملزوم مثله ۱۲۔ ۷۔ قوله تم کو بدگمانی کا الخ هذا التقرير لجملة وامره الی اللہ مما خصنی اللہ تعالیٰ به بعد فکر طویل فیما علمت بعد ان راجعت التفاسیر ولم یضمن قلبی بما فیہا والحمد لله وهو کمثل قوله علیہ السلام هلا شقت قلبه ۱۲۔

بعضے خبیث ہوتے ہیں وہ بعضی دفعہ کسی شخص کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان کے تسلط سے انسان بدحواس ہو جاتا ہے چونکہ جنات کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور اس کے انگلی چھونے کے اثر سے بچہ کا رونا حدیث سے ثابت ہے لہذا آیت میں اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ بناء علی زعم العرب ایسا کہہ دیا گیا ہے اور چونکہ آیت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ بدحواسی کی علت ہمیشہ آسیب زدگی ہی ہے اس لئے اس شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ بدحواسی اور جنون امراض کی ایک قسم ہے وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ اگر جنون کبھی جن کے اثر سے ہو اور کبھی مرض کے اثر سے یا دونوں کے اثر سے اس طرح ہو کہ اول جن کا اثر ہو اور اس سے اخلاط میں تعفن اور تبخیر پیدا ہو جاوے یا کبھی اول اخلاط میں فساد پیدا ہو اور ان سے ریاح متعفنہ پیدا ہوں اور ان ریاح کے ساتھ ارواح خبیثہ شیطانیہ متعفن ہو جاویں جس طرح بعض فصول میں مواد بخاریہ میں جان پر کر ہوا موزیہ اور حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں تو ان سب صورتوں میں کوئی وجہ استبعاد کی نہیں ہے پس اس قسم کے آثار کا انکار کرنا نری دہریت اور الحاد ہے اور بعضوں کو جو قرآن مجید کی اس آیت سے شبہ ہو گیا وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ اِلٰی سَوِيْہَاں حصر باعتبار اس کے ہے کہ شیطان جبراً معصیت نہیں کر سکتا باقی اس اثر متکلم فیہ کی نفی لازم نہیں آتی البتہ یہ بات اب تک ثابت نہیں کہ مردوں کی ارواح آکر ستاتی ہیں بلکہ ظاہر ایہ امر اس لئے غلط معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ صلحاء سے تھا تو نعیم میں مشغول ہے اس کو یہاں ایذا رسانی کے لئے آنے کی کیا ضرورت اور اگر وہ اشقیاء میں سے تھا تو اس کو اس کی کب مہلت تھ اور قیامت میں جو یہ سزا دی جاوے گی مناسبت اس کی جرم کے ساتھ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس شخص کا یہ کہنا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ناشی ہے اس شخص کی بے عقلی سے دربارہ دین کے اس لئے اس کو سزا وال عقل کی دی جاوے گی اسی طرح یہ فعل بھی خود دلیل ہے بے عقلی مذکور کی کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہو وہ گویا علم اور عقل ہی نہیں ہوتا: حق تعالیٰ نے ان کے استدلال مذکور کا جو جواب دیا ہے وہ حاکمانہ جواب ہے جو تقریر قوانین کے وقت بالکل کافی اور نہایت مناسب ہوتا ہے باقی حکیمانہ جواب آیہ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ سے بوجہ اس کے کہ باطل میں سود بھی داخل ہے مفہوم ہوتا ہے جس کا حاصل اجمالاً یہ ہے کہ اس میں ناحق دوسرے کے مال کا ضائع کرنا ہے باقی مفصل حکمتیں اور احکام اصول اور فقہ میں مذکور ہیں۔

**ربط:** اوپر سود کے باب میں بداعتقاد اور بدعمل لوگوں کا ذکر تھا آگے حسب عادت قرآنیہ خوش اعتقاد اور نیک عمل لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

**مسائل السلوۃ:** قولہ تعالیٰ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْخِ اس میں دلیل ہے کہ فقیر مشغول بالآخرۃ کو اسباب معیشت کا ترک کرنا اولیٰ ہے اگرچہ اس اشتغال



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لئے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک اور ان پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ

اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقیہ ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے

لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝

تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

تفسیر: مدحِ مومنین عالمین:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا (السی قولہ تعالیٰ) وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لئے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت میں) ان پر کوئی خطرہ (واقع ہونے والا) نہیں ہوگا اور نہ وہ (کسی مقصود کے فوت ہونے سے) مغموم ہونگے ۝ اوپر کی آیت میں سودِ خو روز کا قول اِشْتَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ان کے کفر پر دلالت کرتا تھا اس کے مقابل اس آیت میں اَمِنُوا لایا گیا اور وہاں ان کی بد عملی سود کی مذکور تھی جس سے ان لوگوں کا راغب الی الدنیا ہونا بھی مفہوم ہوتا تھا یہاں ان کی خوش عملی اجمالاً عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے اور تفصیلاً راغب الی اللہ ہونا اَقَامُوا الصَّلَاةَ سے اور بجائے مالِ سود حاصل کرنے کے بالعکس مال کا خرچ کرنا اَتَوُا الزَّكَاةَ سے مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ ان مقابلوں کی رعایت سے کلام میں کس قدر حسن و خوبی آگئی۔

دبط: اوپر ممانعت تھی آئندہ سود لینے سے آگے حکم بتلاتے ہیں پچھلا چڑھا ہوا سود وصول کرینکا۔

نہی از وصول بقایا سود:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ (السی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَظْلِمُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقیہ ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو (کیونکہ ایمان کا مقتضا اطاعت کرنا ہے) پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے (اس قانون کے بعد) نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے (کہ تم اصل مال سے زیادہ لینے لگو) اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پاویگا (کہ تمہارا اصل مال بھی نہ دلایا جاوے) ۝ آیت میں جو جہاد کیلئے فرمایا ہے اسمیں حسب ذیل تفصیل ہے

مسئلہ: سود نہ چھوڑنا اگر اس طرح ہے کہ اس کو حلال نہیں سمجھتا تو وجہ جہاد یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو مسلمان کسی خاص حکم شرعی کے خلاف کرے اور امام کے کہنے سے باز نہ آوے تو اس پر توجہ کرنا چاہئے سود چار پر توجہ چل جاویگا اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنا کر بمقابلہ پیش آوے تو ان پر جہاد کرنا چاہیے گو وہ امر سنت ہی کیوں نہ ہو اسی لئے فقہاء نے ترک اذان یا ترک ختان پر قتال کا حکم دیا ہے اور ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہوگا۔ اور اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ اگر تم توبہ کرو تو تمہارا اس المال ملے گا اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس المال بھی نہ ملے گا اس میں یہ تفصیل ہے۔

مسئلہ: اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ سود کو حلال سمجھنے لگا تو چونکہ اس کے قبل یہ شخص مسلمان ہے جیسا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اس کا قرینہ بھی ہے اور سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے اس لئے یہ شخص مرتد ہو جاوے گا کہ اگر از سر نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملک سے زائل ہو جاتا ہے پھر اس میں جتنا ارتداد سے پہلے کا حاصل کیا ہوا ہے وہ تو اس کے مسلمان وارثوں کو تقسیم ہو جاتا ہے اور جو ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہے وہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا ہے مسئلہ: اور اگر یہ توبہ نہ کرنا اس طرح ہے کہ اس کو حلال نہیں سمجھا مگر ترک نہیں کیا تو اوپر مذکور ہوا ہے کہ اگر یہ بمقابلہ پیش نہ آیا تب توجہ کر کے ترک کرا ہی دیئے توبہ نہ کرنے کی شق میں یہ صورت داخل ہی نہیں اور اگر بمقابلہ پیش آیا تو باغی ہے اور باغی کے احکام میں سے یہ ہے کہ ان میں جو قتل سے بچا رہے اس کا مال اس کی ملک سے تو زائل نہیں ہوتا مگر اس کے قبضہ سے نکال لیا جاتا ہے یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے وہ لوگ جس وقت توبہ کر لیں ان کے اموال ان کو واپس کر دیئے جاویں گے یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں۔

مسئلہ: جو احقر نے اس آیت سے سمجھا ہے دار الحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے کیونکہ یہ بقایا سود زمانہ جاہلیت کا تھا جبکہ مکہ دار الحرب تھا اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں



سے ایک روپیہ کی شراب خریدی ان کے لئے معاملہ حلال تھا پھر دونوں مسلمان ہو گئے باوجودیکہ اب ایسی بیع و شرا درست نہیں مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے پس جب ربوا میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حلال نہ تھا پھر حربی حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا رہا ہوا واپس نہ ہونا یہ تخفیف تھی بعد عدم علم تحریم کے واسطے دفع حرج کثیر کے اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس سے سود کی حلت لازم نہیں آتی باقی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

**البلاغۃ:** التوبین فی حرب للعظیم ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قال البيضاوی قرأ حمزة وعاصم فی رواية ابن عباس فاذنوا ای قاعلموا بها غیر کم من الاذن وهو الاستماع فانه من طرق العلم وفي حاشيته برمزف واذا امروا باعلام غیرهم علموه لا محالة اه او يقال كما فی روح المعانی اعلموا انفسکم وغیرکم ۱۲۔

**الروایات:** اخرج ابن ابی حاتم عن مقاتل قال نزلت هذه الآية فی بنی عمرو بن عمیر ابن عوف الثقفی ومسعود بن عمرو بن عبد یالیل

بن عمرو وریعة بن عمرو وحبيب بن عمیر کلهم اخوة وهم الطالبون والمطلوبون بنو المغيرة من بنی مخزوم وكانوا يداينون بنی المغيرة فی الجاهلية بالربوا وكان النبی ﷺ صالح ثقیفا فطلبوا رباهم ای بنی المغيرة وكان مالا عظیما فقال بنو المغيرة واللہ لا نعطي الربوا فی الاسلام وقد وضعه اللہ تعالیٰ ورسوله عن المسلمین فعرفوا شانهم معاذ بن جبل ويقال عتاب بن اسید فكتب الی رسول اللہ ﷺ ان بنی عمرو وعمیر یطلبون رباهم عند بنی المغيرة فانزل اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا الخ فكتب رسول اللہ ﷺ الی معاذ بن جبل ان اعرض علیہم هذه الآية فان فعلوا فلہم رؤس اموالہم وان ابو افاذنہم بحرب من اللہ ورسوله۔ وفي روح المعانی عن ابی یعلیٰ عن ابن عباس لما نزلت قال ثقیف لا یدی لنا بحریہ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله کیونکہ الخ علم منه ان الشرط للترغیب لا للتعلیق ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) یہ مسئلہ کی صفت ہے ۱۲ منہ۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۵) **مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ (الی قوله تعالیٰ) وَمَنْ يُؤْتَ الْخَ اس میں بکل کا علاج ہے علم سے جیسا اس کے ماقبل میں علاج ہے عمل سے۔

**اللغات:** الذرية ولد الرجل والنساء كذا فی القاموس ۱۲۔ قال البيضاوی الوعد فی الاصل شائع فی الخیر والشر فم الحاشیة برمزف قال الفراء يقال وعده خیر او وعده شرا فاذا اسقطوا الخیر والشر (ای المفعول) قالوا فی الخیر الوعد وفي الشر الوعد والایعاد الفحشاء قال البيضاوی العرب یسمی النخیل فاحشا ۱۲۔

**النحو:** قوله مما اخرجنا علی حذف المضاف ای من طیبات ما اخرجنا منه تنفقون یحتمل ان یتعلق منه به ویحتمل ان یتعلق بالنهی قوله الا ان تغمضوا المستشر منه مقدر ای فی وقت من الاوقات الاوقات الاغماض ۱۲۔

**البلاغۃ:** قوله مما اخرجنا تخصیصہ بذلك لان التفاوت فیہ اکثر ۱۲ ایضاوی قوله تغمضوا فی روح المعانی استعیر ہنا کما قال الراغب للتغافل والتساهل آہ یؤتی الحکمة قال البيضاوی من یشاء مفعول اول اخر للاهتمام بالمفعول الثانی ومن یؤتی الحکمة بنائه للمفعول لانه المقصود ۱۲۔

**الروایات:** فی لباب النقول روى الحاكم والترمذی وابن ماجة وغیرہم عن البراء قال نزلت هذه الآية فینا معشر الانصار کنا اصحاب نخل وكان الرجل یاتی من نخله علی قدر کثرته وقلته وكان ناس ممن لا یرغب فی الخیر یاتی الرجل بالقنو فیہ الصیص والحشف والقنو قد انکسر فیعلقه فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الآية ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی العنوان نفقات وطاقات زاده المعطوف لعموم الآية کما نقل عن ابن عباس وارتضاه عمر ۱۲۔ ۲۔ قوله زیاده ورخت الخ فلا یرد ان الجنة لما کان من نخیل واعناب فما معنی قوله من کل الثمرات وانما خصهما بالذكر لانہما اکرم الاشجار عند العرب ۱۲۔ ۳۔ قوله مناسب زاده للاشارة الی ان الاستغراق عرفی لاحقیقی ۱۲۔ ۴۔ قوله یاسوغات فیہ اشارة الی عموم الآية للفرض والنافلة فناسب اخذ العموم فی قوله لستم باخذیہ بل الهدیة اکثر ما یرکون انفس عادة ۱۲۔ ۵۔ قوله طاعت سے معصیت کا کفارة الخ لقوله تعالیٰ ان الحسنات یردھن السيئات والمراد الصغائر بالاجماع ۱۲۔



وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷۰﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا

اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک۔ اور یہ کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو خبر ہو۔ اور اس دن سے ڈرو

تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۷۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدٰىنْتُمْ

جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک

بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاَكْتَبُوْهُ ۚ وَلِيَكْتَبَ بَیْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ

تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے، جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سکھایا اس کو چاہیے

فَلْيَكْتُبْ وَلِيُمِلَّ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلِيَتَّقِيَ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۚ وَلَا يَبْخُسَ مِنْهُ شَيْءًا فَاِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

کہ لکھ دیا کرے اور وہ شخص لکھوادے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں سے ذرہ برابر کمی نہ کرے۔ پھر جس شخص کے ذمہ حق

سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُمِلَّ ۚ هُوَ فَلْيُمِلَّ وَلِيُّهٖ بِالْعَدْلِ ۚ

واجب تھا وہ اگر خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوادے

ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور (مسلمانوں) اس دن سے ڈرو جس میں تم (سب) اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا (یعنی اس کا بدلہ) پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا (تو تم پیشی کیلئے اپنی کارگزاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو)۔

حکم سی و ہشتم متعلق دین:

اور اس حکم میں کئی جزو ہیں۔

جزو اول مشورہ کتابت دستاویز: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالیٰ)

وَلِيَكْتَبَ بَیْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ۔

جزو دوم نبی کا تب ازا انکار کتابت:

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ

جزو سوم بودن دستاویز از جانب مدیون:

وَلِيُمِلَّ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ (الی قولہ تعالیٰ) اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُمِلَّ ۚ هُوَ

فَلْيُمِلَّ وَلِيُّهٖ بِالْعَدْلِ اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا

(خواہ دام ادھار ہوں یا جو چیز خریدنا ہے وہ ادھار ہو جیسے بیع سلم میں) ایک

میعاد معین تک (کیلئے) تو اس (کی یادداشت و دستاویز) کو لکھ لیا کرو اور یہ

ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں (جو) کوئی لکھنے والا (ہو وہ) انصاف کیساتھ

لکھے (یعنی کسی کی رعایت کر کے مضمون میں کمی بیشی نہ کرے) اور لکھنے والا

لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ خدا نے اسکو (لکھنا) سکھایا اسکو

چاہیے کہ لکھ دیا کرے اور (کاتب کو) وہ شخص (بتلا دے اور) لکھوادے جس

تفسیر: حکم سی و ہفتم وجوب امہال مفلس:

اور اس حکم کو باوجود عام ہونے کے ماقبل کے ساتھ ایک خاص مناسبت بھی ہے وہ یہ کہ سودخوروں کا قاعدہ تھا کہ میعاد پر مطالبہ کرنے پر اگر مدیون مہلت مانگتا تو مہلت کے عوض اور سود لیتے تھے اس آیت آئندہ سے اس رسم بد کو بھی مٹانا ہے۔ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ (الی قولہ تعالیٰ) إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور اگر (مدیون) تنگدست ہو (اور اس لئے میعاد پر نہ دے سکے) تو (اس کو) مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک (یعنی جب اس کے پاس ادا کی گنجائش ہو) اور یہ (بات) کہ (بالکل) معاف ہی کرادو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو۔

ف: مسئلہ: مفلس کو مہلت دینا واجب ہے۔

مسئلہ: جب اس کو گنجائش ہو پھر مطالبہ کی اجازت ہے۔

مسئلہ: البتہ اگر ہنوز مفلس ہی ہونا تحقیق نہ ہو بلکہ شبہ ہو کہ شاید اپنی گنجائش کا انفاء کرتا ہے اور قصد ائالتا ہے تو حاکم کو دائن کی درخواست پر چاہیے کہ مدیون کو حوالات کر دے اور جب قرائن سے یہ یقین ہو جاوے کہ اب اس قدر تنگ ہو چکا ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو ضرور دے دیتا اس وقت رہا کر دے۔

دبط: اوپر کے احکام میں چونکہ ظاہر کسی قدر مالی نفع کم معلوم ہوتا ہے چنانچہ ربو میں آمدنی کا کم ہونا اور مہلت میں آمدنی کا بدیر ہونا ظاہر ہے اس لئے مکلفین کا بوجہ جب طبعی مال کے ان احکام میں کوتاہی کرنا بعید نہ تھا لہذا اس مقام میں احکام میں کوتاہی کرنے پر کسی قدر ترہیب مناسب معلوم ہوئی جو آیت آئندہ میں ارشاد فرمائی جاتی ہے وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ



کے ذمہ وہ حق واجب ہو (کیونکہ دستاویز کا حاصل اقرار حق کا ہوتا ہے تو جس کے ذمہ حق ہے اسی کا اقرار ضرور ٹھیرا) اور (لکھاتے وقت) اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس (حق) میں سے ذرہ برابر (بتلانے میں) کمی نہ کرے پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل (یعنی معتوہ یا مجنون) ہو یا ضعیف البدن (یعنی نابالغ یا پیر فرقت) ہو یا (اور کسی اتفاقی امر سے) خود (بیان کرنے کی اور) لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو (مثلاً گونگا ہے اور لکھنے والا اس کا اشارہ نہیں سمجھتا یا مثلاً دوسرے ملک کا رہنے والا ہے اور زبان غیر رکھتا ہے اور لکھنے والا اس کی بولی نہیں سمجھتا) تو (ایسی حالت میں) اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوادے۔

**مسئلہ:** دام ادھار یہ کہ روپیہ کے گیسوں خریدے یا ہزار روپے کا مکان خریدا اور وعدہ ٹھیرا کہ چھ ماہ کے بعد دام دینگے یا سو روپیہ فی الحال کسی کو دیے اور یہ معاہدہ ٹھیرا کہ چھ ماہ کے بعد مثلاً فلانا غلہ اس قدر لیں گے اس کو اصطلاح شرع میں مسلم کہتے ہیں یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں البتہ ان کے جائز ہونے کے لئے بہت سی شرطیں ہیں جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

**مسئلہ:** منجملہ ان شرائط کے ایک شرط وہ بھی ہے جس کی طرف آیت میں یہ اشارہ ہے یعنی وہ میعاد پورے طور سے معین ہو جس سے گنجائش اختلاف و نزاع کی باقی نہ رہے مثلاً ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ اور یوں نہ کہے کہ مثلاً جب فصل کٹنے لگے گی کیونکہ فصل کے کٹنے کی ابتدا اور انتہا میں تفاوت ہوا کرتا ہے۔

**مسئلہ:** یہ لکھنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اگر کوئی نہ لکھے لکھاوے گنہگار نہیں صرف مصلحت ہے کہ احتمال اختلاف کا اصل نہ رہے۔

**مسئلہ:** یہ لکھنا چونکہ اس مصلحت کیلئے ہے اس لئے دین کے ساتھ مخصوص نہیں اگر دونوں طرف سے لینا دینا بالمثل ہی ہو جاوے اور پھر بھی اس میں لکھنا مصلحت ہو تو مضائقہ نہیں مثلاً کوئی گاؤں خریدا اور اس کا بیج نامہ لکھوا لیا تاکہ آئندہ چل کر کوئی منکر نہ ہو جاوے۔

**مسئلہ:** کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت یہ بھی استحباب کے لئے ہے اسی واسطے اگر کاتب لکھنے پر اجرت لے جائز ہے۔

**مسئلہ:** خفیف العقل سے مراد مجنون یا معتوہ ہے جو بالکل پاگل نہ ہو مگر مختلط العقل ہو اور ضعیف البدن سے مراد نابالغ یا بوڑھا ہے ان میں نابالغ اور معتوہ و مجنون کی بیع و شراء و اقرار تو شرعاً ناقابل اعتبار ہے بلکہ ان لوگوں کو ایسے معاملات کے صحیح و نافذ ہونے کے لئے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے اور ایسا ولی جس کا تصرف ان کے مال میں نافذ ہو سکے صرف یہ ہیں۔ باپ۔ دادا۔

باپ کا وصی۔ دادا کا وصی۔ قاضی یعنی حاکم شرعی پس ان کا ہر معاملہ یا تو ولی کرے یا اگر یہ کریں تو ولی مطلع ہو کر کہہ دے کہ میں جائز رکھتا ہوں اور اگر ولی کرے گا تب بھی عوض اس معاملے کا جیسے دام ان ہی کے مال میں واجب ہو گا گو مطالبہ ولی سے ہو گا مگر وہ ان کے مال سے دے گا پس مدیون یہی رہیں گے اور بوڑھا اگر بدحواس ہو جاوے تب تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ خود معاملہ کر سکتا ہے یا کسی کو اپنے آرام کے لئے اپنی طرف سے مختار کر دے اس کو وکیل کہتے ہیں اور گونگے یا دوسرا لغت بولنے والے کے لئے مفہم اور مترجم کی ضرورت ہے وہ ہر معتبر آدمی ہو سکتا ہے پس قرآن میں ولی بمعنی کارکن کا لفظ ان سب کو یعنی ولی اصطلاحی اور وکیل اور مترجم اور نیم کو شامل اور عام ہے۔

**مسئلہ:** اس کتابت کے امر کے بعد استشہاد کا امر دلیل ہے کہ معاملات میں خط حجت نہیں و بہ صرح الفقہاء اور دیانات میں خط کا حجت ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام فرامین بھیجے اور ان کے ساتھ شہود نہیں بھیجے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ فَالْكَتَبُوا اس میں ثبوت ہے اس کا کہ معاشرت و عادات کے نظام کی اصلاح طریق کے منافی نہیں۔

**اللفاظ:** فی روح المعانی الا ملال بمعنی الالتقاء علی الکاتب ما یکتبه و فعله املتت وقد یدل احد المضاعفین یاء و یتبعه المصدر فیہ و تبدل همزة بعد الف زائدة فیقال املاء ۱۲۔

**النحو:** کان تامہ فنظرة ای الحلم نظرة فالہ بدأ مقدر الی اجل متعلق بقولہ تداینتم قولہ کاتب بالعدل الجار والمجرور متعلق عندی بقولہ ولیکتب قولہ کما علمہ اللہ متعلق بقولہ لا یاب علی حد قولہ تعالیٰ احسن کما احسن اللہ ۱۲۔ لا یتستطیع معطوف علی مفرد بعد تاویلہ بغیر مستطیع ۱۲۔

**البلاغۃ:** قداینتم جرد عن معنی الدین ای تعاملتم بقریۃ قولہ بدین وانما زاد بدین ولم یقتصر علی قولہ تداینتم للاهتمام فانه کان محتملاً للمجاز بمعنی مطلق المعاملة قولہ ولا یبخیس انما نفی فی املاء من علیہ الحق لنقصان فقط وقال فی الکاتب والولی بالعدل نفیاً للزیادة والنقصان لان فی من علیہ الحق لم یکن احتمال الزیادة للتضرر بہ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ خفیف العقل فالسفیہ ہنا لیس بالمعنی الاصطلاحی عند الفقہاء بمعنی المبذر فلا یصح الاحتجاج بالایۃ علی ابی حنیفۃ فی قولہ ان المبذر لیس بمجحور عن التصرف ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی المسئلة الاخیرۃ ولی بمعنی کارکن لان الاولی متولی الامور ۱۲۔



وَأَسْتَشْهِدُ وَاشْهَيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو تا کہ ان دونوں عورتوں میں سے

الشَّهَدَاءُ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْمَعُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ

کوئی ایک بھی بھول جاوے تو ان میں ایک دوسرے کو یاد دلا دے۔ اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں۔ اور تم اس کے لکھنے سے انکار یا امت کر دو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّآ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً

یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم کسی شہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا

حَاضِرَةٌ تُدِيرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ

دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ اور خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے اور نہ کسی گواہ کو۔

وَلَا شَهِيدَةٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ٥

اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے ہیں

تفسیر: جزو چہارم استشہاد:

وَأَسْتَشْهِدُ وَاشْهَيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ

جزو پنجم نہی شہداء از انکار شہادت:

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا اور (اس معاملہ دین پر علاوہ دستاویز لکھنے کے معاملہ کی پختگی کے لئے) دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ (بھی) کر لیا کرو (اور شرعاً اصل مدار ثبوت دعویٰ کا یہی گواہ ہیں گو دستاویز نہ ہو اور خالی دستاویز بدوں گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لئے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر سن کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آ جاتا ہے جیسا عنقریب قرآن ہی میں آتا ہے) پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنائی جاویں) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم (انکے معتبر ہونے کی وجہ سے) پسند کرتے ہو (اور ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اسلئے تجویز کی گئیں) تا کہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی (شہادت کے کسی حصہ کو خواہ ذہن سے یا شہادت کی وقت بیان کرنے سے) بھول جاوے تو ان میں ایک دوسرے کو یاد دلا دے (اور یاد دلانے کے بعد شہادت کا مضمون مکمل ہو جاوے) اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب (گواہ بننے کے لئے) بلائے جایا کریں (کہ اسمیں اعانت ہے اپنے بھائی کی) ف: گواہی کے احکام میں بہت تفصیل ہے لیکن جن حقوق کا یہاں ذکر ہے یعنی عقود مالیہ انکے متعلق چند مسائل مرقوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: ان گواہوں میں یہ صفات ہونے چاہئیں۔ اسلام۔ عقل۔ بلوغ۔ آزادی یعنی غلام نہ ہونا۔ عدالت یعنی بوجہ دینداری کے معتبر ہونا اور یہ سب صفات اس آیت سے بھی مفہوم ہوتے ہیں کیونکہ رجالکم وغیرہ میں مخاطب وہی ہیں جو اوپر بَيَانُهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَعْتُمْ میں ہیں ایمان تو صاف مذکور ہے اور معاملات واقع ہوا کرتے ہیں عقل بالغ آزاد لوگوں میں ان صفات کا شرط ہونا اس سے مفہوم ہوا۔ اور عدالت مِمَّنْ تَرْضَوْنَ سے معلوم ہوئی البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ عدالت ظاہری کافی ہے یا خاص طور پر تفتیش بھی کی جاوے۔

مسئلہ: گواہ بننے کیلئے بلائے پر چلا جانا مستحب ہے البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کے لئے جانا یہ بعض صورتوں میں فرض ہے جیسے عنقریب بعد کی آیت میں آوے گا۔

مسئلہ: کلمہ فذکر سے صاف مفہوم ہوا کہ مدار گواہی کا یاد پر ہے پس اگر دستاویز دیکھ کر واقعہ یاد نہ آیا تو گواہی دینا درست نہیں۔

مسئلہ: چونکہ مدار ثبوت کا گواہی پر ہے لہذا نہ خود دستاویز لکھنا ضروری ہے اور اگر لکھی جاوے تو ضرور نہیں کہ اس پر گواہوں کے دستخط بھی ہوں صرف ان کا سن لینا دستاویز کو یا واقعہ کا مشاہدہ کر لینا جو دستاویز نہ ہو کافی ہے اول صورت میں گواہی اس طرح دینگے کہ ہم کو فلاں شخص نے اپنا اقرار سنایا یا دوسرے نے سنایا اور فلاں نے اس کی صحت کا اقرار کیا اور دوسری صورت میں کہیں گے کہ ہمارے رو برو یہ معاملہ ہوا البتہ دستاویز پر دستخط کر دینا گواہوں کا اور زیادہ موجب سہولت یادداشت و قرین احتیاط و مصلحت ہے کیونکہ اکثر دستاویز پر اپنے دستخط دیکھ کر وہ واقعہ یاد آ جاتا ہے مگر بدوں مشاہدہ واقعہ یا مقرر کی زبان



سے اقرار سے ہوئے گواہی لکھنا جیسا کہ اب رسم ہے ناجائز ہے۔

تمہ جز و اول: وَلَا تَسْمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ

(الی قولہ تعالیٰ) فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا

تمہ جز و چہارم: وَأَشْهَدُ فَإِذَا تَبَايَعْتُمْ

تمہ جز و دوم و پنجم: وَلَا يَضُرُّكُمْ شَيْءٌ وَأَشْهَدُ (الی قولہ تعالیٰ)

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور تم اس (دین) کے (بار بار) لکھنے سے اکتایا مت

کرو خواہ وہ (معاملہ دین کا) چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم

رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور

زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ کے متعلق) کسی شبہ میں نہ پڑو (اس

لئے لکھ ہی لینا اچھا ہے) مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے

دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام (اور مضرت) نہیں اور (اتنا اس

میں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے) خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو (شاید

کل کو کوئی بات نکل آوے مثلاً بائع کہنے لگے کہ مجھ کو دام ہی وصول نہیں

ہوئے یا یہ چیز میں نے فروخت ہی نہیں کی یا مشتری کہنے لگے کہ میں نے تو

واپسی کا اختیار بھی لے لیا تھا یا ابھی تو بیع پوری میرے پاس نہیں پہنچی) اور

(جس طرح ہم نے اوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے

انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی)

کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے اور نہ کسی گواہ کو (مثلاً اپنی مصلحت کے

لئے ان کی کسی مصلحت میں خلل ڈالا جاوے) اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں

تم کو گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو (اور جن کاموں سے اس نے منع کر دیا ہے وہ

مت کرو) اور اللہ تعالیٰ (کا تم پر احسان ہے کہ) تم کو (احکام مفیدہ کی) تعلیم

فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں (تو وہ مطیع اور عاصی کو

بھی جانتے ہیں ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے۔ **فہ:** لکھنے میں تین فائدے

فرمائے۔ اول کا حاصل یہ ہے کہ ایک کا حق دوسرے کے پاس نہ جائے گا نہ

رہے گا حقوق العباد سے حفاظت رہے گی۔ دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ گواہوں کو

آسانی ہوگی۔ تیسرے کا حاصل یہ ہے کہ اہل معاملہ کا جی صاف رہے گا طبیعت

کو راحت رہے گی دوسرے سے قلب میں کدورت نہ ہوگی تینوں فائدوں کا

الگ الگ ہونا ظاہر ہے۔ اور ان فوائد کا اس طرح بیان کرنا قرینہ ہے کتابت

کے مستحب ہونیکا اسی طرح گواہ کرنا بھی مستحب ہے البتہ ضرر پہنچانا کاتب اور گواہ

کو حرام ہے **فَسَوْفَ يَكْفُرُ** اسکا صریح قرینہ ہے اور اگر کاتب اجرت مانگے یا

گواہ کو آمد و رفت کے خرچ کی ضرورت ہو تو انکو مفت کام کرنے پر مجبور کرنا یہ بھی

ضرر پہنچانے میں داخل ہے اور حرام ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ نہ لکھنے میں الزام نہیں مراد یہ ہے کہ دنیا کی مضرت نہیں ورنہ گناہ تو کسی معاملہ کے نہ لکھنے میں نہیں ہے اور تجارت حاضرہ میں لکھنے کا اہتمام نہ فرمانا دفع حرج کیلئے ہے کیونکہ ایسے معاملات بکثرت ہوتے ہیں اور اکثر خفیف بھی ہوتے ہیں اور دست بدست ہونے سے احتمال اختلاف و نزاع کا ضعیف ہوتا ہے اس سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ اگر کسی تجارت حاضرہ میں یہ امور نہ ہوں مثلاً وہ معاملہ بڑا ہو اور کم ہوا کرتا ہو اور اختلاف کا آئندہ احتمال ہو وہاں ترک اہتمام کی علت نہ ہونے سے کتابت کا اہتمام مطلوب ہوگا جیسے عادت بھی ہے کہ بڑے بڑے معاملات کی دستاویزیں برابر لکھی جاتی ہیں گواہ حارثہ ہو۔

**النحو:** فرجل وامراتن ای فلیستشہد مبینا للمفعول ان

تضل ای لاجل ان تضل الخ ۱۲۔ الی اجلہ فی روح المعانی

حال من الہاء فی تکتبہ ای مستقرا فی ذمۃ المدین الی وقت حلولہ

الذی اقربہ قولہ اقسط و اقوم قال البیضاوی ہما مبینان من

اقسط و اقام علی غیر قیاس فی الحاشیۃ برمز سع لان قسط یقسط

قسوطا معنای الجور والعدول عن الحق والمعنی ہنا علی العدل

والفعل منه اقسط یقسط فلزم ان یکون اقسط من المزیذ لقصد

الزیادۃ فی القسط ان اللہ یحب المقسطین لا من المجرد لان معنای

الزیادۃ فی القسط وهو الجائر واما القاسطون فکانوا لجهنم خطبا

وکذا اقوم معنای اشد اقامۃ لا قیاما اہ قولہ تجارۃ نصب عاصم

تجارۃ علی انہ الخبر والاسم مضمیر تقدیرہ الا ان یکون التجارۃ تجارۃ

حاضرۃ ورفعہا الباقون علی انہ الاسم والخبر تدبیر وناہا او علی کان

الثامۃ ۱۲ بیضاوی قولہ فسوق بکم ای لاحق بکم ۱۲ بیضاوی

اشارۃ الی ان الظرف مستقر صفة لفسوق ۱۲ اعصام

**البلاغۃ:** ان تضل قال البیضاوی العلة فی الحقیقۃ التذکیر

ولکن لما کان الضلال سیالہ نزل منزلتہ کقولہم اعددت السلاح ان

یجئنی عدو فادفعہ وکانہ قیل ارادۃ ان تذکر احدہما الآخر فی ان

ضلت۔ النکتۃ فی تکرار احدہما دون الاقتصار علی الضمیر ما فی

روح المعانی نظما

تضل احدہما فالقول محتمل کلیہما فہی للاظهار مفتقرۃ

ولو اتی بضمیر کان مقتضیا تعین واحداً لل حکم معتبرۃ

قلت توضیحہ انہ لو اکتفی بالضمیر لعاد الی احدی المذكور وہی

الضالۃ فکیف تكون مذکرۃ ۱۲۔ واتقوا اللہ الخ قال البیضاوی

کرر لفظۃ اللہ فی الجمل الثلاث لاستقلالہا فان الاولی حث علی

التقوی والثانیۃ وعد بانعامہ والثالثۃ تعظیم لسانہ ولانہ ادخل فی

التعظیم من الکناۃ ای الضمیر قلت فالجملۃ الثانیۃ استقبالیۃ عنده



لان الوعد استقبال واخترت كونها بالية ولكل وجهة ۱۲ .  
**اختلاف القراءة:** في البيضاوي قرا حمزة ان تضل على الشرط  
 فتذكر بالرفع وابن كثير فتذكر من الاذكار ۱۲ .  
**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله **يُنْكَرُ** کے لئے اشارۃ الی بیان الحکمة  
 وهی الحکمة فی الکتابہ فی الرهن الاتی حکمہ فالمقصود بها کلها  
 الاستیثاق ۱۲ . ۲. قوله ایے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں۔ احتراز بهذا  
 القید عن الدیانات المحصنة كالروایة والفتوی وعن السجلات  
 للقاضی ومثله فان المکتوب فیها حجة اذا امن التزویر . ۳. قوله  
 ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لئے تجویز کی گئیں اشارۃ الی تقدیر العامل فی ان  
 تضل ای شرط او شرع التعدد الخ وعلى هذا لا يجب ان يكون  
 قوله ممن ترضون من الشهداء قیدا لقوله فرجل وامرأتان فقط كما  
 قال بعضهم ان كونه قيد للشهيدین يستلزم الفصل وكذا تعلقه  
 باستشهدوا ليكون قيدا في الجميع يستلزم الفصل بين اشتراط  
 المرأتين وتعليله وهو كما ترى ثم بين النكتة في تخصيص رجل  
 وامرأتين بهذا التقييد مع تحقق اعتباره في كل شهيد لقلة اتصاف  
 النساء به انتهى قول البعض ولما قدرنا ذلك العامل لم يلزم الفصل  
 بين الحكم وتعليله بل هما متصلان احدهما مقدر والاخر مذکور  
 فافهم ۱۲ . ۴. قوله **زَيْنَ** سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے بھول  
 جاوے فاندفع ما يتوهم ان النساء بعضهن يحفظن الوقائع الطويلة  
 البعيدة الزمان وجه الدفع اولاً بان العبرة للاكثر واكثرهن لغلبة الرطوبة  
 في امزجهن يغلب عليهن النسيان وثانياً بما زدت من المعطوف  
 فانا تبعنا كثيرا فلم نجد مادة التخلف ان النساء كلهن تكون قاصرة  
 البيان ما يأتين بحديث قط يكون اتم مستوعبا لاجزائه جميعا بل  
 كثيرا ما يذكرن الحشود يتركن ما لا بد منه نعم اذا كان فيهن تعدد  
 فاحدهن تاتي بجزء والاخرى تاتي بجزء فيتم الحديث بذاك  
 النهج فافهم واليه الاشارة في قوله تعالى او من ينشأ في الحلية وهو

في الخصام غير مبين الآية ۱۲ . ۵. قوله **گواہ بنے کے لئے بلائے جایا**  
 کریں ہو الراجح عندی وان لزم فيه مجاز المشاركة لان فيه التحرز  
 عن التكرار وايض هو مؤيد بما في الروح المعاني عن الربيع ان  
 الآية نزلت حين كان الرجل يطوف في القوم الكثير فيدعوهم اى  
 الشهادة فلا يتبعه احد منهم ۱۲ . ۶. قوله **اكتايامت كرو حمل السام**  
 على الحقيقة كما قال البيضاوي ولا تملوا من كثرة مدايناتكم وقيل  
 كما في حاشية المرموزة يسع ان السامة والملاية انما يكون بعد  
 الشروع فيه والاكتار منه والمراد ههنا النهي عن الكسل من ان  
 يكتب ابتداءً فكنى عنه بالسامة لكونها من لوازمه ورواؤه اه قلت  
 لما لم يمتنع الحقيقة لا يصار الى المجاز ۱۲ . ۷. قوله **خواهوه معامل**  
 فالضمير في صغيرا او كبيرا الى الحق ۱۲ . ۸. قوله **زياده سزاوار ہے**  
 ماخذه الخازن فسرہ باقرب واحرى الى ان لا ترتابوا الخ ۹. قوله  
 اس لئے کہہ لینا اچھا ہے اشارۃ الی تقدیر العامل المرتب على ما ذكر قبله  
 من المصالح في الكتابة اى لما كان الكتابة مشتملة على هذه  
 المصالح الجملة فاكتبوا كل حق ديناً كان او عينا الا ان تكون  
 فالاستثناء متصل بلامتكلف وبعضهم ربط هذا الاستثناء بقوله  
 فاكتبوه المذكور صريحا في اول الآية ولما كان الضمير فيه راجعا  
 الى الدين حملوا الاستثناء على الانقطاع ۱۲ . ۱۰. قوله **کسی کا تب کو**  
 تکلیف نہ دیا جائے فالفعلان مبنیان للمفعول وهو الاولی عندی من  
 بنائهما للفاعل لان فيه تكرارا لان الاضرار من كاتب بالتحريف في  
 الكتابة قد نفى بقوله كاتب بالعدل والاضرار من الشاهد بالتغيير في  
 الشهادة ينفي بقوله ولا تكتبوا الشهادة واما كونه تنمة للجزء الثاني  
 والخامس على ما اخترت فلانهما كانا ساكتين عن هذا وكانا  
 محتملين للوجوب فاتضح به كونا للاستحباب فلم يبق ريب في  
 كونه تنمة لهما فافهم ۱۲ .



وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَهُ فَإِنْ أَصْنَبَكُمْ بَعْضُ الَّذِي أَذْنَبْتُمْ

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں جو قبضہ میں دیجائیں۔ اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق ادا کرے اور اللہ تعالیٰ

أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ أِثْمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے اور شہادت کا انفاء مت کرو۔ اور جو شخص اس کا انفاء کرے گا اس کا قلب گنہگار ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب

لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبَدُّوا مَافِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفَوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ

جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں۔ اور جو باتیں تمہارے نفوس میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔ پھر جس کیلئے منظور ہوگا بخش دیں گے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

**تفسیر: حکم سی و نہم رہن:**

اور اس کو ماقبل کے ساتھ خاص تعلق بھی ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے  
وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ (السی قولہ تعالیٰ) وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ (اور اگر تم (دین کا معاملہ کرنے کے وقت) کہیں سفر میں ہو اور (دستاویز لکھنے کے واسطے) وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو (ایسی حالت میں اطمینان کا ذریعہ) رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو (مدیون کی طرف سے صاحب حق کے) قبضہ میں دیدی جاویں اور اگر (ایسے وقت میں بھی) ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو (اور اس لئے رہن کی ضرورت نہ سمجھے) تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہیے کہ دوسرے کا حق (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے اور (اس کا حق نہ مارے) **ف:** جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ رہن جس طرح سفر میں جائز ہے حضر میں بھی جائز ہے یہاں ذکر میں تخصیص سفر کی اس وجہ سے ہے کہ سفر میں اس کی ضرورت بہ نسبت حضر کے زیادہ پڑے گی کیونکہ حضر میں اور بھی ذرائع اطمینان کے ہیں مثلاً کتابت اور اشہاد جو اکثر اوقات سفر میں میسر ہونا دشوار ہے۔

**مسئلہ:** جو چیز رہن رکھی جاوے اس پر جب تک مرتہن کا قبضہ نہ ہو جاوے وہ رہن نہیں ہوتا۔

**حکم چہلم حرمت اخفاء شہادت:**

اس کو بھی ماقبل سے خاص تعلق ہے جیسا ظاہر ہے اور یہ حکم عام ہے حقوق مالیہ وغیرہ مالیہ مثل طلاق ونکاح وغیرہ کو اس لئے احقر نے اس کو من کل الوجوہ مضمون سابق کے تابع نہیں بلکہ مستقل حکم قرار دیا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ اور شہادت کا انفاء مت کرو اور

جو شخص اس کا انفاء کرے گا اس کا قلب گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں سوا اگر کوئی انفاء کرے گا اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ضرور ہے سو وہ سزا دیں گے)

**ف:** مسئلہ: شہادت کا انفاء طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ غلط بیان کرے دونوں میں اصل واقعہ مخفی ہو گیا اور دونوں صورتیں حرام ہیں۔

**مسئلہ:** جب کسی حقدار کا حق بدوں اس کی شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ درخواست بھی کرے اس وقت ادائے شہادت سے انکار کرنا حرام ہے۔

**مسئلہ:** اور اگر صاحب معاملہ کو علم نہ ہو کہ اس شخص کو میرا واقعہ معلوم ہے تو اس کے حق ضائع ہونے کی صورت میں اس پر ظاہر کر دینا واجب ہے البتہ اگر بعد علم کے وہ اس شخص سے شہادت کی درخواست نہ کرے تو اس کے ذمہ واجب نہیں کہ خود جا کر گواہی دیتا پھرے۔

**مسئلہ:** چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہذا اس پر اجرت لینا جائز نہیں البتہ آمدورفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے اگر زیادہ آجاوے تو بقیہ واپس کر دے۔

**فائدہ:** دل کو اس لئے گنہگار فرمایا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھے لے کیونکہ اول ارادہ تو دل ہی سے ہوا ہے۔

**ربط:** اوپر کتمان شہادت کو قلب کا گناہ بتلایا تھا اس لئے اگلی آیتوں میں اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ قلب کے بد نما افعال میں کس فعل پر گناہ ہے کس فعل پر نہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ ان افعال میں جو اختیاری ہیں جیسے عقائد فاسدہ و اخلاق ذمیہ و عزم معصیت ان پر گناہ ہے اور اضطراری پر جیسے وساوس و خطرات گناہ نہیں یہ مضمون وان تبدوا سے شروع ہو کر علیہا ما اکتسبت



پر ختم ہو گیا اور شروع سے پہلے **لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ** میں اس کی تمہید ہے اور ختم سے پیچھے دعا میں اس کی تائید ہے پس یہ مضمون اپنے عموم کی وجہ سے من وجہ مستقل بھی ہے اس لئے اس کو اگر حکم چہل وکیم کہا جاوے صحیح ہو سکتا ہے اور من وجہ ماقبل کی تکمیل ہے لہذا ماقبل کی توضیح و تفصیل بھی کہہ سکتے ہیں حسن اتفاق ہے کہ معاملات بنی اسرائیل کا عدد بھی چالیس تک پہنچا تھا اور ان کے آخر میں بھی ایک مضمون ایسا تھا جس کو چہلم کا متمم بھی کہہ سکتے تھے اور چہل وکیم بھی کہنا ممکن تھا یہی عدد اور یہی حالت آخری حکم کی یہاں ابواب البر میں بھی واقع ہوئی اور بڑا حصہ اس سورت کا یہی دو مضمون ہیں اور یہ بھی کلام الہی کے محاسن میں سے ہے۔

### تحقیق مواخذہ برافعال قلوب:

**لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** (السی قولہ تعالیٰ) **وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب (مخلوقات) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہیں (جیسے خود زمین و آسمان بھی اسی کی ملک ہیں جب وہ مالک الکل ہیں تو اگر وہ اپنے مملوک بندوں کے لئے کوئی قانون مقرر کریں جیسا آگے ایک قانون آتا ہے تو کچھ عجیب و بعید نہیں) اور (وہ قانون یہ ہے کہ) جو باتیں (از قسم عقائد فاسدہ و اخلاق ذمیہ و عزم معاصی) تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم (زبان و جوارح سے) ظاہر کرو گے (مثلاً زبان سے کلمہ کفر کا کہہ دیا یا زبان سے ذمیہ تکبر کو ظاہر کر کے کہہ دیا کہ میں فلاں سے اچھا ہوں یا جس معصیت کا عزم تھا اس کو کر ڈالا) یا کہ (دل ہی میں) پوشیدہ رکھو گے (دونوں حالت میں) حق تعالیٰ تم سے (مثل دیگر معاصی کے ان کا) حساب لیں گے پھر (حساب لینے کے بعد بجز کفر و شرک کے) جس کے لئے (بخشنا) منظور ہوگا بخش دینگے اور جس کو (سزا دینا) منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (تو دل کے اندر کی چھپی ہوئی بات پر مطلع ہو کر اس پر حساب لینا تعجب نہیں) ف: حاصل مسئلہ کا تقریر ربط میں لکھ چکا ہوں کہ مراد **مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ** سے امور قلبیہ اختیاریہ ہیں پس جس طرح زبان اور جوارح کے افعال دو قسم کے ہیں اختیاری جیسا ارادہ سے بولنا اور ارادہ سے کسی کو مارنا اور غیر اختیاری جیسے زبان سے کہنا چاہتا تھا کچھ اور بلا ارادہ نکل گیا کچھ یا عرشہ سے ہاتھ کو حرکت ہو رہی ہے اور ان میں افعال اختیاریہ پر ثواب و عذاب ہوگا اور غیر اختیاری پر نہ ہوگا۔ اسی طرح افعال قلوب میں بھی دو قسم ہیں اختیاری جیسا کفر کا عقیدہ جس کو جان کر جمایا ہے یا سوچ کر اپنے کو بڑا سمجھنا اور اس خیال کو قائم رکھنا یا پختہ ارادہ کرنا کہ شراب پیونگا اور غیر اختیاری جیسے برے برے دوسو سے کفر یا معصیت کے آنا

اور اسی طرح اس میں بھی اختیاری پر مواخذہ ہے اور غیر اختیاری پر نہیں اور جس طرح افعال لسان و جوارح میں بجز کفر کے بقیہ محتمل مغفرت و عذاب غیر دائم کے ہیں اسی طرح افعال قلوب بھی محتمل دونوں کے ہیں پس آیت میں اسی کا بیان ہے کہ معاصی اختیاریہ پر گو وہ افعال قلوب ہوں مواخذہ کیا جاوے گا مگر چونکہ اس آیت میں صراحۃ قید اختیاری ہونے کی مذکور نہ تھی اس لئے صحابہ ظاہر الفاظ کا عموم دیکھ کر اس آیت کو افعال اختیاریہ و غیر اختیاریہ دونوں میں عام سمجھ کر گھبرا گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اب تک تو ہم ایسے افعال کے مکلف تھے جو ہماری طاقت و اختیار میں تھے جیسے نماز و روزہ و زکوٰۃ و جہاد اب یہ آیت آئی ہے یہ تو ہماری طاقت سے خارج ہے ہر چند کہ حضور ﷺ اس آیت کا صحیح مطلب جانتے تھے لیکن غایت خشیہ کے غلبہ سے آپ کی نظر بھی الفاظ کے عموم ظاہری کی طرف پھٹی جس طرح آپ نے ایک منافق کے جنازہ کی نماز بعد نزول آیت **اَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ** کے پڑھی اور حضرت عمرؓ کے عرض کرنے پر آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو استغفار عدم استغفار میں اختیار دیا گیا ہے میں نے ایک جانب کو اختیار کر لیا سو اس کی بناء بھی غایت رحمت کے غلبہ سے ظاہری صیغہ تنخیر پر نظر فرماتا تھی اسی طرح یہاں واقع ہوا اس لئے انتظار وحی میں آپ نے از خود آیت کی تفسیر ظاہر نہیں فرمائی بلکہ تعلیم ادب و انقیاد کے لئے ارشاد فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اہل کتاب کی طرح **سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا** کہو بلکہ یوں کہنا چاہیے **سَمِعْنَا وَاطَعْنَا** غُفْرَانُكَ رَبَّنَا **وَالِيْكَ الْمَصِيْرُ** چنانچہ صحابہؓ نے اسی طرح کہا لیکن جو معنی ان کو مفہوم ہوئے تھے اسکی بنا پر عہد اطاعت کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی تھی اس کہنے پر اللہ تعالیٰ نے اگلی دو آیتیں نازل فرمائیں جن میں سے ایک میں مسلمانوں کی مدح اور دوسری میں آیت بالا کی تفسیر ارشاد فرمادی جسکو بعض روایتوں میں نسخ سے تعبیر کیا گیا ہے سلف میں توضیح مراد کو بھی نسخ کہہ دیا کرتے تھے اسی تقریر سے ربط بھی ظاہر ہو گیا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ **وَإِنَّكُمْ قُلُوبُكُمْ** اس میں دلالت ہے اس پر کہ اصل مدار قلب پر ہے۔ قولہ تعالیٰ **وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ** الخ اس میں تحقیق ہے حکم اعمال قلوب کی۔

**اللفظ:** الرهان فی روح المعانی جمع رهن والرهن فی الاصل مصدر ثم اطلق علی المرهون من باب اطلاق المصدر علی اسم المفعول امن فی حاشیۃ البیضاوی بر مزسع یقال امنته ای کنت فی امن منه ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۰۹ پر)



اَمِّنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ اَمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی۔ سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کیساتھ اور اس کے فرشتوں کیساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے

بَيْنَ اَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

سب پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا

وَسَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا

ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر

اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لِطَاغُتِ الْكَافِرَةِ ۚ وَاَعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا اِنَّكَ

ہم بھول جاویں یا چوک جاویں اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور در گذر کیجئے ہم سے اور

مَوْلَانَا ۚ اَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝

بخش دیجئے ہم کو اور حم کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے

تفسیر: مدح مومنین:

اَمِّنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ (السی قولہ تعالیٰ) وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول (ﷺ) اس چیز (کے حق ہونے) کا جو ان کے پاس

ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور (دوسرے)

مومنین بھی (اس کا اعتقاد رکھتے ہیں آگے قرآن پر اعتقاد رکھنے کی تفصیل ہے

کہ کس کس چیز کے عقیدہ رکھنے کو قرآن پر اعتقاد رکھنا کہا جاویگا) سب کے

سب (رسول بھی اور دوسرے مومنین بھی) عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ

(کہ وہ موجود ہے اور واحد ہے اور ذات و صفات میں کامل ہے) اور اس کے

فرشتوں کے ساتھ (کہ وہ موجود ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں اور مختلف

کاموں پر مقرر ہیں) اور اس کی کتابوں کے ساتھ (کہ اصل میں سب سچی

ہیں) اور اس کے سب پیغمبروں کے ساتھ (کہ وہ پیغمبر ہیں اور سچے ہیں اور

پیغمبروں پر عقیدہ رکھنا ان کا اس طور پر ہے کہ یہ کہتے ہیں) کہ ہم اس کے

پیغمبروں میں سے کسی میں (عقیدہ رکھنے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی کو

پیغمبر سمجھیں کسی کو نہ سمجھیں) اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا

ارشاد) سنا اور (اس کو) خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے

ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے ہاں حق

کے ذوق میں مقصود مقام مدح فرمانا ہے صرف مومنین کی لیکن ان کی تقویت

مدح کے لئے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل کر دیا جس میں اشارہ

اس طرف ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ایمان کا کامل ہونا تو بلاشبہ یقینی ہے اسی

طرح ان کا ایمان بھی کامل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ایمان رسول

کے ذیل میں اس کا ذکر کیا جاوے گو دونوں کا کامل ہونا ایک مرتبہ میں نہ ہو

صحابہ کا کامل ہے اور آپ کا کامل یعنی بہت ہی کامل ہے ناقص کسی کا نہیں۔ یہ

مدح تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی آگے آیت بالا کی تفسیر و توضیح مطلوب ہے۔

توضیح مضمون بالا وَاِنْ تُبْذَرُ اِلَیْهِ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا دُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (یعنی ہم

نے جو پہلی آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں پر بھی محاسبہ ہوگا اس سے

مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیار یہ ہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ کسی

شخص کو (احکام شرعیہ میں) مکلف نہیں بناتا (یعنی ان امور کو واجب یا حرام

نہیں فرماتا) مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں ہو اس کو ثواب بھی

اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے

کرے (اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور جس کے

ساتھ قصد اور ارادہ متعلق نہیں اس کا نہ ثواب ہے نہ عذاب اور وساوس طاقت

سے خارج ہیں تو ان کے آنے کو حرام اور ان کے نہ آنے دینے کو واجب نہیں

کیا اور نہ ان پر عذاب رکھا) ہاں اس سے اوپر کے مضمون کی اچھی طرح توضیح

ہو گئی اور وہ شبہ بالکل زائل ہو گیا اور حدیث سے اس کی اور توضیح ہو گئی

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں

سے درگزر فرمایا ہے جو دل میں خیالات پیدا ہوں جب تک عمل نہ کرے یا تکلم

نہ کرے فقط رواہ البخاری۔ اور عمل فعل اختیاری کو کہتے ہیں اس میں افعال

قلبیہ اختیار یہ بھی داخل ہو گئے۔ اور یاد رکھو کہ یہاں جو ثواب و عقاب کا مدار

کسب و اکتساب پر رکھا مراد اس سے ثواب و عقاب ابتداء ہے نہ بواسطہ



تسبب یا بہہ کیونکہ دوسرے نصوص سے ثابت ہے کہ نیک یا بد کام کے بانی کو آئندہ کرنے والوں کے عمل سے بھی ثواب و عقاب ہوگا اور یہ بھی ثابت ہے کہ طاعت کر کے دوسرے کو ثواب بخش دے تو ثواب ملے گا لیکن دونوں صورتوں میں یہ ثواب و عقاب ابتداء یعنی بلا واسطہ نہیں بلکہ بواسطہ سبب اور بانی بن جانے کے یا بواسطہ بہہ کر دینے کے ہے پس اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ ان صورتوں میں دوسرے کے اکتساب سے ثواب یا عقاب کیسے ہو گیا خصوصاً تسبب تو درحقیقت خود بھی اختیاری ہے البتہ بہہ کے بعد مل جانا یہ مہوہوب لہ کا اختیاری نہیں لیکن ابتداء نہیں ہے یہاں سے آیہ سورہ والنجم لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ کا اشکال بھی جاتا رہا یعنی وہ حصر بھی ثواب ابتداء کے اعتبار سے ہے اور اس مقام میں تو یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ محض فائدہ نفی عقاب کی ہے نہ کہ نفی ثواب کی پس بلا اکتساب ثواب مل جانے میں چار جواب ہوئے۔ دو تسبب میں اول قید ابتداء ہے دوسرے تسبب کا اختیاری ہونا۔ اور دو بہہ ثواب میں اول قید جو یہاں اور نجم میں عام ہے۔ دوسرے خصوصیت محض فائدہ جو اس مقام کے ساتھ خاص ہے۔ اور بلا اکتساب عذاب ہونے کے دو جواب ہو گئے یعنی قید ابتداء۔ یا تسبب کا اختیاری ہونا۔ مدلول جملہ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ وَجْهًا لَهَا مَا كَسَبَتْ الْخَيْرَ سے قاعدہ کلیہ ثابت ہوا کہ امر غیر اختیاری کی نہ تکلیف ہے اور نہ اس پر عذاب و مواخذہ اخروی ہے اور جس طرح اس قاعدہ میں امور قلبیہ غیر اختیاریہ داخل ہیں اسی طرح افعال ظاہریہ غیر اختیاریہ بھی داخل ہیں مثل ان افعال کے جو خطا یعنی بلا قصد یا نسیاناً یعنی بدو یا کے صادر ہو جاویں کیونکہ باوجود اہتمام کے یاد نہ رہنا بھی اختیار سے خارج ہے پس اس قاعدہ کے تحت میں دونوں داخل ہوئیں نوع اول کا ذکر تو جزئیاً بوجہ مقصود مقام ہونے کے اور کلیاً بسبب کلیت قاعدہ کے دونوں طرح ہو چکا اور نوع ثانی کا ذکر صرف کلیاً بسبب کلیت قاعدہ کے ہوا ہے اس لئے جزئیاً بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ اور چند مناسب مضامین بھی ملا دیئے ہیں اور ان سب کو دعا کے پیرایہ میں وارد کیا ہے سو ان میں سے جن چیزوں کا پہلے سے وعدہ نہیں ہوا اور ان کے وقوع و عدم وقوع دونوں کا احتمال ہے ان کو تو صورت دعا میں لانے کی وجہ ظاہر ہے اور جن چیزوں کا وقوع یقینی ہے جیسے خطا و نسیان پر مواخذہ نہ ہونا کہ اوپر قاعدہ کلیہ سے اور حدیث میں عنوان صریح سے اس کا وعدہ ہو چکا ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان اور جس فعل پر اکراہ ہو سب مرفوع ہے یعنی اس پر گناہ نہیں ہوتا اَوْ رَدَّ فِي رُوحِ الْمَعْنَى عَنْ الطَّبْرَانِيِّ وَقَالَ قَالَ النَّوَوِيُّ حَسَنَ انْ كَوْصُورَتِ دَعَا فِي لَانِ كِي وَجْهًا حَقَرِ كِ ذَوْقِ فِي زَمَانِ

نبوت تک تو یہ ہے کہ گو وعدہ تجاوز کا ظاہراً مطلق ہے مگر بنا اس کی صرف یہی ہے کہ عبد اس کا مکلف نہیں کیا گیا اور مکلف ہونا نہ ہونا یہ حکم شرعی ہے اور حکم شرعی میں احتمال نسخ کا ہر وقت ہے پس اس دعا کا حاصل یہ ہوگا کہ یا اللہ جس طرح اب تک اس کا مکلف نہیں بنایا آئندہ بھی مکلف نہ بنائیے اور اس حکم کو منسوخ نہ فرمائیے۔ رہا یہ شبہ کہ اگر منسوخ ہوگا تو تکلیف مالا یطاق لازم آوے گی اور وہ عقلاً جائز نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ تکلیف مالا یطاق کا عقلاً ممتنع ہونا غیر مسلم ہے خدا تعالیٰ قادر اور مالک ہے البتہ شرعاً ممتنع ہے سو نسخ سے وہ امتناع رفع ہو جاتا۔ رہا یہ شبہ کہ جب وہ کام ہو ہی نہیں سکے گا تو مکلف کرنے سے کیا فائدہ پس حکمت کے خلاف ہوا گو قدرت میں داخل ہے جواب یہ ہے کہ اول تو حکمت کچھ عمل میں منحصر نہیں ممکن ہے کہ جس طرح دنیا میں خطا و نسیان کو بعض آثار کے اعتبار سے کالعدم نہیں قرار دیا گیا چنانچہ قتل خطا پر کفارہ ہے تکلم نسیان سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح آخرت میں اس پر بعض آثار مرتب ہوتے مثلاً اس لئے محاسبہ ہوتا کہ عبد کو اپنا مملوک محض ہونا ظاہر ہو جاوے پھر بعد معذرت معاف کر دیتے سو افادہ علم خود یہ فائدہ اور حکمت معتد بہا ہے اور اگر عمل ہی کو فائدہ سمجھا جاوے تو بھی ممکن ہے کہ جتنے مراتب خطا و نسیان کے اور اسی طرح و سادس و خطرات کے معاف کیے گئے ہیں ان میں بعض اختیاری ہوں چنانچہ تامل سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے اس لئے ان کا مکلف بنانے میں کوئی اشکال نہ تھا اور حدیثوں میں عن امتی کی قید سے امم سابقہ کا بعض مراتب میں مکلف ہونا مفہوم بھی ہوتا ہے ورنہ محض تکلیف مالا یطاق کی نفی تو لفظ نفساً سے عام معلوم ہوتی ہے سب امم کو یہ وجہ تو زمانہ نبوت میں معلوم ہوتی ہے اور بعد زمانہ نبوت کے محض تذکیر ہے نعمت سابقہ کی کہ دیکھو ہم نے اس طرح فضل کیا تھا کہ دعا سکھائی اور پھر اس کو قبول کیا تھا اور اپنا حکم سابق منسوخ نہ کیا تھا جس کی بدولت وہ آسانی مستمر اور دائم ہے واللہ اعلم۔

تعلیم دعا:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا لَنَلْتَسِفْنَا أَوْ نَخْطِئَا (الہی قولہ تعالیٰ) فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں اے ہمارے رب اور (ہماری یہ بھی درخواست ہے کہ) ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے اے ہمارے رب اور (ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ) ہم پر کوئی ایسا بار (تکلیف کا دنیا یا آخرت میں) نہ ڈالے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجیے ہم سے اور بخش دیجیے ہم کو اور رحم کیجیے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے ۱۱۱ ان



جملوں میں نسیان و خطا کا جملہ تو اوپر کے مضمون کا ظاہر اتم ہے جیسا اوپر فرمایا گیا ہے اور جملہ لَا تُحِيلُ عَلَيْنَا بھی دلالتِ انص کے مرتبہ میں لا یكلف اللہ کا تامل سے متمم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اہم سابقہ کے سے احکام شاقہ جبکہ داخل وسعت بشریہ ہیں جیسا کہ مشاہدہ و نیز وجوب صدق مضمون لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ اس کی دلیل ہے اور اس کے مکلف نہ بنانے کی دعا کی گئی تو مالا یطاق کے مکلف نہ بنانے کی دعا بدرجہ اولیٰ لازم آگئی یہ مذکورہ جملے تو باعتبار تکلیف تشریحی کے ہوئے اب آگے جملہ وَلَا تُحِيلُنَا میں تکوینی تکلیف سے بچنے کی دعا ہے جس میں دنیا اور آخرت کے سب مصائب و عقوبات داخل ہو گئے جب دونوں قسم کی تکلیف کے متعلق دعا ہو چکی آگے ہر مضمون کے مقابلہ میں ایک ایک دعا لائی گئی چنانچہ وَاعْفُ عَنَّا سے اشارہ ہے تجاوز عن الخطا والنسیان وغیرہ کی طرف جیسا کہ ظاہر ہے اور وَاعْفِرْ لَنَا سے اشارہ ہے عدم الحکلیف بالاصر کی طرف کیونکہ ایسے احکام کے لوازم عادیہ سے ہوگا عمل نہ ہو سکتا اور عمل نہ ہونے کا مقتضا تھا عاصی و معذب ہونا جو ایک گونہ نخل مغفرت ہے پس درخواست مغفرت سے بواسطہ عدم التحمل لازم آگیا اور وَارْحَمْنَا سے اشارہ ہے عدم التحمل بمالا طاقہ کی طرف کیونکہ رحم کا یہی مقتضا ہے پھر اپنے ذاتی مصالح کے ختم کے بعد اپنے اعداء پر غلبہ کی دعا ہے جس کی درخواست پر سب معاملات کی درستی کی تکمیل ہو گئی یعنی محبوب کے ساتھ جو تعلق ہے وہ بھی درست ہو گیا اور عدو کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ بھی دل خواہ ہو گیا۔ **فنا:** حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں بعض میں ظاہر ہے اور بعض میں اگر شبہ ہو تو اس کیلئے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر عدم قبول میں کسی وقت قبول سے زیادہ مصلحت و منفعت ظاہری یا باطنی ہو تو وہ عدم قبول بھی قبول ہے کیونکہ قبول مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود للمصلحت ہے اور تفسیر اجیب دعوة الداع کو بھی ملاحظہ کر لیا جاوے۔

الحمد للہ کہ آج ۳۰ ربیع الاول یوم دوشنبہ وقت چاشت مقام تھانہ بھون میں سورہ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی اب ان شاء اللہ تعالیٰ آگے سورہ آل عمران شروع ہوتی ہے اور میرے نزدیک وہ تمام سورت جملہ وَافْعُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ سے محیط ہے کیونکہ اس سورت کے زیادہ اجزاء ہیں کفار کیساتھ مجاہدہ باللسان وباللسان مذکور ہے جیسا تتبع سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ لَا تُفْرِقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اولیاء میں بھی تفریق نہ کرے (کہ ایک سے اعتقاد رکھے دوسرے کا انکار کرے۔) قولہ تعالیٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ میں حال طالب کی رعایت رکھنا چاہیے۔

**اللفظ:** اطعنا قبلنا عن طوع ۱۲ روح المعانی الوسع قال البیضاوی ما یسعه قدرتها او ما دون مدى طاقتها بحیث یتسع فی طوقها یتسر علیہا۔ فی الحاشیة للمظہر فعلی الاول وسعها من الوسع بمعنی الطاقة وعلی الثانی من السعة ۱۲۔

**النحو:** لا نفرق فی روح المعانی فی حیز النصب بقول مقدر ۱۵ ای قائلین وقالوا عطف علی آمن ۱۲ روح۔

**البلاغہ:** فی روح المعانی لہا ما کسبت الکلام علی حذف مضاف ہو ثواب فی الاول وعقاب فی الآخر ومبین ما الاولی الخیر لدلالة اللام الدالة علی النفع علیہ ومبین ما الثانیۃ الشر لدلالة علی الدالة علی الضرر علیہ وایراد الاکتساب فی جانب الآخر لما فیہ من زیادة المعنی وهو الاعتماد والشر تشہیہ النفس وتنجذب الیہ فکانت اجد فی تحصیلہ ففیہ اشارۃ الی ما جبلت علیہ النفوس ولما لم یکن مثل ذلک فی الخیر استعمل الصیغۃ المجردة عن الاعتماد ۱۲۔

**الروایات:** فی روح المعانی عن احمد ومسلم عن ابی ہریرۃ قال لما نزلت علی رسول اللہ ﷺ وان تبدوا ما فی انفسکم الا یہ اشتد ذلک علی اصحاب رسول اللہ ﷺ فاتوا رسول اللہ ﷺ ثم جنوا علی الرکب فقالوا یا رسول اللہ کلنا من الاعمال ما نطیق الصلوۃ والصوم والجهاد والصدقة وقد انزل اللہ علیک هذه الآیۃ ولا نطیقها فقال رسول اللہ ﷺ اتریدون ان تقولوا کما قال اهل الکتابین من قبلکم سمعنا وعصینا بل قولوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر فلما اقترأها القوم وزلت بها السنتهم انزل اللہ تعالیٰ فی اثرها آمن الرسول الا یہ فلما فعلوا ذلک نسخها اللہ تعالیٰ فانزل سبحانه لا یكلف اللہ نفسا الا وسعها آہ۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی ترجمۃ امن اعتقاد رکھتے ہیں اشارۃ الی قصدا اثبات الایمان من غیر اعتبار الزمان لتلا یلزم التجدد باعتبار الرسول ﷺ فانه ﷺ احرى بالایمان من اول الزمان من عیسیٰ علیہ السلام وقد اقر فی المہد بالایمان ولا یشكل علیک قولہ تعالیٰ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان فانه نفی للعلم التفصیلی فلا یعارض اثبات العلم الاجمالی ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ترجمۃ لا یكلف اللہ احکام شرعیہ میں لان فی الاحکام التکوینیۃ ربما یكلف العبد فوق الوسع کالبلیات الصعبة فانقضاء تکلیف ما لا یطاق مخصوص بالاحکام الشرعیۃ والسرفیۃ ان الفائدة فی الاحکام الشرعیۃ العول۔ ولا یمکن العمل بما لا یطاق فیلزم المعصیۃ وہی ضرر محض والضرر منتف بفضله وکرمہ بخلاف الاحکام التکوینیۃ من المصائب والبلیات فان الفائدة فیہا تکفیر السیئات ورفع الدرجات وهو نفع محض فلا ینافی فضله وکرمہ ۱۲۔



۳۔ قوله في فاعل مرفوع ہے یعنی اس پر گناہ نہیں ہوتا فالرفع باعتبار احکام الآخرة لا الدنيا كما فصله فيما بعد من وجوب الكفارة في القتل خطأ وفساد الصلوة بالتكلم نسياناً والسرفية ان في عدم الرفع في الآخرة حرجا ای عقوبة وعذابا وفي عدم الرفع في الدنيا لا حرج بل بوجوب بعض العبادات في الكفارة تحصل حسنات فافهم ۱۲۔

### رسالہ رفع البناء فی نفع السماء

بسم الله الرحمن الرحيم. ونحمده ونصلی علی رسولہ الکریم  
وعلی آلہ وصحبہ اولی الفضل العظیم

**اما بعد!** مجھ سے آیت الذی جعل لكم الأرض فراشا والسماء بناء کے دوسرے جزو کے متعلق سوال کیا گیا کہ آسمان کے بناء یعنی سقف ہونے کو انسان کے نفع میں کیا دخل ہے جیسے ارض کے فراش ہونے کو دخل ہے جس کو مفسرین نے بیان بھی کیا ہے اس وقت مجمل جواب دیدیا گیا جو کہ ایک درجہ میں کافی ہو گیا مگر مجھ کو خود محسوس ہوتا تھا کہ شافی نہیں ہوا اور سائل کے لئے کیا شافی ہوتا خود مجھ کو شافی نہیں ہوا اسی لئے جواب کے بعد بھی اس سوال کا خیال رہا اور دیر تک خیال رہنے سے کسی قدر وہ مجمل ذہن میں مفصل بھی ہوتا رہا جس کے زبانی بیان کر دینے کا ارادہ تھا مگر اس طرح سے کہ سائل کو ضبط کرنے کا بھی مشورہ دیتا پھر سہل یہ معلوم ہوا کہ خود ہی ضبط کر دوں اور چونکہ اس کی ایک معتد بہ مقدار ہونے کی امید تھی اس لئے اس کا ایک خاص نام بھی رکھ دوں چنانچہ اس جواب کو ایک مقدمہ اور چند فصول اور ایک خاتمہ کی شکل میں لکھتا ہوں وبالله التوفیق وهو خیر معین ورفیق فی کل مقصود وطریق۔

**مقدمہ:** سوال مذکور متوجہ ہونا چند مقدمات پر موقوف ہے ایک یہ کہ یہ جعل مرکب ہے جس کے دو مفعول السماء اور بناء۔ دوسرے یہ کہ لکم کی قید اس جملہ میں بھی ہے یعنی جعل لكم السماء بناء ای لنفعکم۔ تیسرے یہ کہ نفع سے مراد نفع عاجل ہے یعنی فی الدنيا۔ ان مقدمات کے بعد معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع عاجل کے لئے آسمان کو سقف بنایا اب اس پر یہ سوال ہوگا کہ ہمارا وہ کونسا نفع فی الحال ہے جو آسمان کے سقف ہونے سے متعلق ہے جب سوال کا ان مقدمات پر موقوف ہونا معلوم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ جواب چند وجوہ سے ہو سکتا ہے یعنی ہر مقدمہ پر منع وارد کرنے سے جواب ہو سکتا ہے چنانچہ ایک جواب یہ ہوگا کہ اس جعل کو بیسٹ لیا جاوے بمعنی خلق جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا اور وہ سماء ہے اور بناء کو حال کہا جاوے گا معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے آسمان کو پیدا کیا اور ایسی حالت میں پیدا کیا کہ وہ سقف بھی ہے خواہ اس نفع میں سقف ہونے کو دخل نہ ہو اس وقت اس کے متعلق منافع کی تحقیق ضروری ہوگی جو فی الحال ہماری طرف عائد ہوں گو اس کے سقف ہونے کے وصف کو ان میں دخل نہ ہو

البتہ حال ہونے کی وجہ سے اس کے سقف ہونے کا اس کے نفع ہونے کے ساتھ اقتران ضروری ہوگا یعنی سقف ہونے کی حالت میں وہ ہمارے لئے نفع بھی ہے گو سقفیت دخل فی النفع نہ ہو جیسے کوئی حاکم کہے کہ ہم نے تمہارے انعام کے لئے دس ہزار روپے سر بمبر ہونے کی حالت میں بھیجے۔

دوسرا جواب: یہ ہوگا کہ لکم کی قید اس جملہ نہ ہو اور عطف سے اس کی ضرورت کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عطف تکریر عامل کو مستلزم ہوتا ہے نہ کہ تکریر معمول کو یعنی جعل کا اعتبار تو یہاں بھی لازم ہے مگر لکم کا اعتبار لازم نہیں چنانچہ اس کلام کا صحیح ہونا متفق علیہ ہے رأیت امس زیدا فی السوق والیوم عمروا فی المسجد تو اگر عطف کے لئے اس کی تقدیر دوسرے جزو میں بھی ضروری ہوتی تو الیوم سے متعارض ہو کر یہ کلام غلط ہوتا۔ پس معنی یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کیا یا چھت بنایا اس میں اس سے تعرض نہیں کہ تمہارے نفع فی الحال یا فی المال کے لئے بنایا گو دوسرے مستقل دلائل سے اس کا نفع ہونا بھی ثابت ہے مگر اس آیت میں یہ سوال نہیں ہوگا بلکہ مسوق لہ الکلام صرف بیان قدرت ہوگا کہ وہ ایسا قادر ہے تاکہ اس پر تو حید کو متفرع فرمایا جاوے چنانچہ بعد میں فاء تفریع کے ساتھ ارشاد ہے فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا اَللّٰہِ اور دوسری بعض آیات میں نظر کرنے سے یہ احتمال قریب ہوا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ فَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَى السَّمَاءِ اَللّٰہِ یہاں لکم کو ارضیات کیساتھ خاص فرمایا اور تسویہ سموات کا اسکے بعد ذکر فرمایا اور ارشاد ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذُلُولًا اَللّٰہِ یہاں بھی لکم کو ارض کیساتھ فرمایا اور سموات کیساتھ جو لکم کہیں وارد ہوا ہے تو وہاں وصف سقفیت کا ذکر نہیں جیسے سَعَّرَ لَكُمْ فَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔

تیسرا جواب: یہ ہوگا کہ نفع سے مراد مطلق نفع ہے خواہ فی الدنيا ہو یا فی الآخرة ہو تو ممکن ہے کہ اس کی تخلیق یا سقفیت کے متعلق ایسے منافع ہوں جو آخرت میں ہم کو حاصل ہونگے۔ جیسے جنت اس وقت پیدا کی ہوئی ہے اور اس کے منافع آخرت میں حاصل ہونگے۔ تین جواب تو ان تینوں مقدمات پر منع وارد کرنے کی صورت میں ہونگے۔ چوتھا جواب وہ ہے جو ان تینوں مقدمات کی تسلیم کی تقدیر پر دیا جاوے یعنی اگر ہم تینوں مقدمات کو بھی مان لیں تب بھی جواب ہو سکتا ہے تو اس صورت میں بیشک ان منافع عاجلہ کے تحقیق کی ضرورت ہوگی جن میں آسمان کی سقفیت کو دخل ہو اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان مذکورہ جوابوں پر چند اقسام کے نفع کی تحقیق کی ضرورت ہوگی ایک قسم وہ منافع جو ہم کو فی الحال حاصل ہوں اور ان میں سقفیت کو دخل نہ ہو اور یہ



قسم مبنی ہے جواب اول کا دوسری قسم وہ منافع جو فی الحال حاصل ہوں خواہ سقیت کو ان میں دخل ہو یا نہ ہو اور یہ قسم مبنی ہے جواب ثالث کا تیسری قسم وہ منافع ہیں جو فی الحال حاصل ہوں اور ان میں سقیت کو دخل ہو اور یہ قسم مبنی ہے جواب رابع کا اور جواب ثانی میں منافع کی تحقیق ہی ضروریات مقام سے نہیں اور جو نفع کہ مستقل دلائل سے ثابت ہے وہ ان ہی اقسام ثلاثہ میں سے کوئی قسم ہوگا اس کے مستقل تحقیق کی حاجت نہیں۔ پس اقسام منافع کے تین ہی رہے ان تینوں قسموں کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے۔

### فصل اول نفع کی قسم اول کے بیان میں

اس نفع کا بیان قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً مثلاً ۱۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۚ اور مثلاً ۲۔ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ اور مثلاً ۳۔ أَنْ تُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءِ بَنَاهَا ۚ رَفَعَهَا سِتُّ مِائَاتٍ أَلْفًا ۚ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ الْآيَةَ اور مثلاً ۴۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزِينَةً لِلنَّظِيرِينَ ان میں بعض کا حاصل استدلال علی التوحید ہے جو ایک نفع دینی ہے اور بعض کا حاصل نفع دنیوی ہے جیسا آیت ثالثہ واربعة میں ہے اور یہ سب منافع حاصل فی الحال ہیں۔ نیز ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۚ اِی طَرَقًا لِلْمَلَائِكَةِ وَالْكُوَاكِبِ۔ جب سموات کو اکب کیلئے مسافت سیر ہے اور سیر کو اکب کا نفع مشاہد ہے اور سیر کے لئے مسافت شرط عادی ہے تو بواسطہ کو اکب کے ان منافع میں سموات کو بھی دخل ہوا۔

### فصل دوم نفع کی قسم ثانی کے بیان میں

چونکہ اسمیں تحقق فی الآخرة محتمل ہے۔ اگر وہاں جا کر معلوم نہ ہوں تب تحقیق کی ضرورت ہوگی فی الحال اسکے انتفاء پر دلیل نہ ہونا کافی ہے مگر بسبیل احتمال کے تقریب افہام کیلئے اگر کچھ ذکر کر دیا جاوے مضائقہ نہیں۔ مثلاً ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الی) مَعْنُ اَوَّلِیُّوْکُمْ ۚ فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ اور ارشاد ہے لَا یَعْرُضُهُمُ الْعَزَّ وَالْکِبَرُ وَتَتَلَقَّیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اور مثلاً بعد موت کے مومن کی روح کو آسمان کی طرف لے جانا حدیث میں وارد ہے تو آسمان ان ارواح کا بھی مسکن ہے اور ملائکہ کا بھی اور جب ملائکہ ان کے لئے نافع ہیں اور ان کا مسکن ان کیلئے نافع تو ان کیلئے بھی بواسطہ نافع ہوئے اور اپنے مسکن ہونے کے اعتبار سے بلا واسطہ بھی نافع ہوئے نیز شیخ اکبر کے مشکوفات میں ہے کہ مقعر سماء سے لطیف لطیف حرارت جنت میں پہنچے گی جس سے شمار جنت پختہ ہو کر اہل جنت کی غذا

نہیں گے اگر سماء کی حیلولہ نہ ہو تو حرارت میں اعتدال نہ رہے تو یہ نفع سماء کا ظاہر ہے نیز جنت کے حالات میں ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُدْخِلُوْنَ عَلَیْهِمُ الْحَوْضَ ۚ اِنَّ ہَاۤیَہٗ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اَللّٰہِیۃ اور آیت وَکَمْ مِّنْ مَّکَلٍ فِی السَّمٰوٰتِ اپنے اطلاق سے دال ہے کہ آخرت میں بھی سموات ہی ان کا مسکن رہے گا اور ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ نافع للنافع بھی نافع ہے اور ان منافع میں وصف سقیت کو بھی اس طرح دخل ہو سکتا ہے کہ ہر سماء فوقانی سماء تحتانی کی سقف ہو اور اکثر سموات ایسے ہی ہیں اور لہذا کثر حکم الکمل اور اسماء میں الف لام جنس کا ہونے سے سب سموات کو شامل ہو جاویگا اور اگر اس عادت پر نظر کیا جاوے کہ کبھی سقف کے اوپر بھی سکونت اختیار کر لی جاتی ہے تو سماء تحتانی بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہے گا۔ اور یہ سب مبنی ہے اس پر کہ فتح ثانیہ کے بعد سب زمین و آسمان پھر بن جاویں گے اور حدیثوں میں حساب کا زمین پر ہونا اور حساب کے وقت ملائکہ کا آسمانوں سے زمین پر اترنا صریح اس پر دال ہے۔ نیز قرآن مجید میں ثُمَّ نُنْفِخُ فِیْہِ اُخْرٰی کے بعد وَانْفُرَتْ الْاَرْضُ بِسُورٍ رَّیٰہَا وَوَضِعَ الْکُتُبُ وَجِئْنَا بِالنَّبِیِّیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَقَضِیَ بَیْنَهُمُ الْخَبَرُ بھی اس پر دال ہے اور بننے کے بعد فنا ہونا کہیں وارد نہیں پس ظاہر بقا ہے شیخ اکبر نے ان سبکی تصریح کی ہے اور یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ الْاٰیۃ سے شبہ اس کے خلاف کا نہ کیا جاوے کیونکہ یہ تبدیل وصف ہے۔

### فصل سوم نفع کی قسم ثالث کے بیان میں

اس نفع کی حقیقت سمجھنے کیلئے اول سقف کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے سو حقیقت اس کی ہر شخص جانتا ہے کہ صرف یہ ہے کہ اپنے مسکن کے اوپر کوئی ایسی چیز سایہ افکن ہو جو اس سے اوپر اور باہر کی ناقابل تحمل آثار سے محفوظ رکھ سکے جیسے گرمی و سردی و بارش یا برف و ذرا لہ یا اوپر سے اینٹ پتھر آ پڑے مثلاً تو ان سب چیزوں سے وہ حفاظت کر سکے اب یہ دیکھئے کہ آیا آسمان سے باہر اور اوپر کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر آسمان نہ ہوتا تو ان کا اثر انسان تک پہنچتا اور یہ اس کا تحمل نہ کر سکتا سو نصوص میں نظر کرنے سے ایسی اشیاء کا وجود یقینی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوجًا ۚ اِی کو اکب عظیمہ۔ اور دوسری آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اجرام علویہ بھی اپنے ثقل سے مائل الی الاسفل ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَیُنْسِکُ السَّمَآءُ اَنْ تَقَعَ عَلٰی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۚ تو اس بنا پر اگر آسمان نہ ہوتا تو یہ کو اکب اہل ارض کو تباہ کر ڈالتے اب آسمان میں تھے ہوئے ہیں چنانچہ فِی السَّمَآءِ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان کے شکنجے میں ہیں گو مرکز نہ ہوں جیسا یونانیین کا زعم ہے بلکہ آسمانوں کو خرق کرتے ہوئے چلتے ہوں یا ان میں راستے بنے ہوئے ہوں جیسا ارشاد ہے وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَفَافًا مُّحْفُوْظًا ۚ وَهُمْ عَنْ اٰیٰتِہَا مُّعْرِضُوْنَ ۚ وَهُوَ الَّذِی



خَلَقَ الْإِنْسَانَ وَالنَّحَارَ وَالنَّهَارَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ فلک سے مراد دائرہ ہے یعنی سموات کے اندر انکی حرکت دائرہ پر ہے خواہ دائرہ حقیقی ہو یا حسی ہو اور ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقٍ بَاقِي یہ کہ جس طرح آسمان قدرت سے تھا ہوا ہے اسی طرح کواکب بھی تھم سکتے تھے سو یہ کوئی معقول سوال نہیں اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھے مگر ایسا نہیں کیا اور مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ وَكَمْ مِّنْ مَّقَلِكُمْ فِي السَّمَوَاتِ الْآيَةِ اور حدیث میں ہے اطلت السموات وحق لها ان تاط اور اس کی وجہ ارشاد ہوتی ہے کہ ذرا سی بھی جگہ باقی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ گو نوری ہیں مگر ان میں کچھ نقل بھی ہے جس سے ان کا میلان الی الاسفل ہے تو اگر سموات حائل نہ ہوں تو اہل ارض کا کیا حشر ہو۔ اور مثلاً ارشاد ہے وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں پانی ہے تو اگر سموات حائل نہ ہوتے تو اس پانی سے ہماری کیا حالت ہوتی۔ اور مثلاً ملائکہ آسمانوں میں اپنی اصلی صورت میں ہیں اور اصلی صورت پر ملائکہ کا دیکھنا طاقت بشری سے خارج ہے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کا قصہ احادیث میں ہے۔ نیز حوروں کے حسن کے باب میں وارد ہے لَوِ اِنْ امْرَاةٍ مِنْ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَطْلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا اور وارد ہے اِنْ عَلِيَهَا (ای الحور) مِنَ التَّيْجَانِ اِدْنِي لَوْلَا نَفْسِي مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اور سدرۃ المنتہی کے باب میں وارد ہے فَمَا اَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ يَسْتَطِيعُ اَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا اور یہ سب اشیاء وراء السماء ہیں تو اگر سماء کی حیولہ نہ ہوتی تو ان انوار کے دیکھنے کی کون تاب لا سکتا تھا اور بحر ذہوق روح کے کیا انجام ہوتا تو سموات جس طرح سقف محفوظ ہیں سقف حافظہ بھی ہیں نیز سقف اس غرض سے بناتے ہیں کہ اس میں اسباب زینت مکان کو معلق کریں جیسے شامیانہ میں قنادیل لٹکاتے ہیں گو حر و برد دفع کرنے کی ضرورت نہ ہو اور آسمان میں مصابح کا زینت ارض کے لئے ہونا منصوص ہے ہذا ما حضر لى الان۔ اور اس سب تحریر کے بعد ایک جواب یہ سمجھ میں آیا کہ اگر آسمان کو بناء مجازاً و استعارۃ کہا جاوے تو یہ معنی ہو گئے کہ آسمان کو مثل سقف کے بنادیا یعنی فوق ہونے میں جیسا ارشاد ہے وَبَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ارشاد ہے اَفَلَمْ يَنْظُرُوا اِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ تو فراش کا حاصل تحت ہوگا اور بناء کا حاصل فوق ہوگا تو پھر کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ: اس میں غزالی کا مضمون ہے جو رسالہ کتاب الحکمة میں حکمت سموات کے باب میں لکھا ہے اس کا ترجمہ بعینہا رسالہ لباب النعمة سے نقل کیا جاتا ہے۔

آسمان: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور اس کے رنگ کو تمام رنگوں سے گہرا اور نگاہ کے موافق قوت دینے والا بنایا ہے اگر آسمان کا رنگ شعاع یا

انوار کو لئے ہوئے ہوتا تو وہ دیکھنے والے کی نگاہ کو مضرب ہوتا اور اب نافع ہے اس واسطے کہ سبزی اور نیلگوئی قوت باصرہ کے موافق ہے اور آسمان کی وسعت کو دیکھنے سے نفس کو راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ ستارے نکل آویں اور چاند کا نور چمکنے لگے۔ اور سلاطین کی عادت ہے کہ اپنے مجالس کی چھتوں کو ایسا منقش و مزین کیا کرتے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کو راحت اور انبساط ہو ایسے ہی آسمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے لیکن بندوں کی زینت دی ہوئی چھت کو بار بار اور بہت دیر دیکھنے سے آدمی اکتا جاتا ہے اور جو انشراح اور تازگی اس کو نظر اول سے ہوئی تھی وہ جاتی رہتی ہے بخلاف آسمان اور اس کی زینت کے کہ اس کے تماشے سے کسی وقت طبیعت سیر نہیں ہوتی چنانچہ سلاطین تک بھی جب مشاغل دنیویہ سے تنگ دل ہوتے ہیں تو میدانوں کی وسعت میں جہاں آسمان کا حصہ زیادہ ہے مضطر ہو کر چلے جاتے ہیں اور اپنا دل بہلاتے ہیں اور حکماء نے کہا ہے کہ گھر میں بھی راحت اور عیش اسی قدر ہوتی ہے جس قدر کہ آسمان کا حصہ اس میں ہے (اسی واسطے تنگ مکانوں میں دل منقبض ہوتا ہے) اور نیز آسمان نجوم مرصعہ اور قمر کے حامل ہیں اور آسمانوں ہی کی حرکت سے کواکب چلتے ہیں اور کواکب سے تمام جہان والے رستہ پاتے ہیں اور نیز آسمانوں میں کہکشاں ہے جو مشابہ راستوں کے ہے کہ جن کے آثار مشرق سے مغرب تک ہمیشہ پائے جاتے ہیں اور یہ کہکشاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نور کی ایک لمبی صورت ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو ایک جگہ مجتمع اور ایک دوسرے سے مل گئے ہیں جو شخص راستہ بھول بھٹک جاوے تو اپنے مقصد میں وہ اس سے راہ یاب ہو جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیۃ وَاللَّهُ ذَاتُ الْجَبَلِکِ میں اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ الجبک کی تفسیر بعض مفسرین نے طرق سے کی ہے اور بعض نے الجبک کے معنی ذات الزینۃ یعنی زینت والے سے کی ہے بہر حال یہ آسمان صانع عالم کے دلائل واضح ہیں اور ایک بڑے مضبوط صنعت ہیں اپنے خالق کی وسعت علم اور ارادہ پر دال ہیں پس وہ پاک ذات قادر علیم مرید ہے اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھنے سے دس فائدے ہیں۔ اول غم کا کم ہونا۔ دوسرے دسواں کی تقلیل اور تیسرے وہم و خوف کا ازالہ اور چوتھے اللہ کی یاد اور پانچویں قلب میں اللہ کی عظمت کا پھیل جانا چھٹے افکار ردیہ کا جاتا رہنا ساتویں سوداوی مرض کیلئے نافع ہے۔ آٹھویں مشتاق کی تسلی۔ نویں محبین کا مونہ ہونا۔ دسویں دعا کرنے والوں کا قبلہ ہے فقط انتہی ما قالہ الغزالی۔ وبانتہاء تمت الکراسۃ فی جلسۃ واحده فی ثلث ساعات وکلہ هذا من فضل ربی والیوم یوم الاثنين منتصف رجب فیہ الخانقاہ الامدادیہ من تہانہ بھون ۱۳۲۳ھ۔



## سُورَةُ الْاٰمِرَاتِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَنَا اٰیٰتِ الْفُرْقَانِ ۝

﴿ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں ﴾

اَلَمْۤ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَةَ

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ ہیں۔ سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق

وَالْاِنْجِيلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِآیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۝

کرتا ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور بھیجا تھا توریت اور انجیل کو۔ اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات۔ بیشک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ان کے لئے

وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُوۡنُ الْقَوٰمِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی

سزائے سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غلبہ والے ہیں بدلہ لینے والے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے زمین میں اور آسمان میں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے

الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ

کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں حکمت والے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں، اور یہی آیتیں

الْكِتٰبِ وَاٰخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِی قُلُوْبِهِمْ زَیْعٌ فِیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ

اصلی مدار ہیں کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبه المراد ہیں سو جن لوگوں کے دلوں میں کمی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو جاتے ہیں جو مشتبه المراد ہے شورش ڈھونڈنے کی غرض سے

تَاْوِیْلٍ ۝ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰهُ ۝ وَالتَّارِیْخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اَمْثَالُہٗ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا

اور اس کے مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے حالانکہ اس کا مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں

## یٰۤاَکْثَرُ الْاُولَآءِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں

تذلل یعنی عبادت اس کا حق نہیں ہو سکتا۔

و ربط : آگے تو حید کی دلیل نقلی مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام کتب الہیہ جو منزل من اللہ ہیں و اخبار انبیاء جن کا نبی ہونا معجزات سے ثابت ہے متفق ہیں تو حید پر اور ضمن استدلال مذکور میں نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ سے اثبات نبوت محمدیہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔

اثبات حقانیت کتب و انبیاء:

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان (آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور (اسی طرح) بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے (اور اسی سے قرآن کا ہدایت ہونا بھی لازم آگیا کیونکہ ہدایت کا مصداق ہدایت ہے) اور اللہ تعالیٰ نے (انبیاء کی تصدیق کے واسطے) بھیجے معجزات۔

و ربط : آگے منکرین تو حید کی شان میں وعید ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

تفسیر: سورۃ ال عمران مدنیہ و آیاتہا مائتان۔

و ربط : اس سورت کا ماقبل کے ساتھ ختم سورۃ بقرہ پر گذر چکا چونکہ محاجہ لسانی و سانی جو کہ وجہ ارتباط ہے بوجہ اختلاف فی التوحید کے ہے لہذا اس سورت کو مضمون تو حید سے آغاز کیا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تو حید: اَلَمْۤ اَللّٰهُ ۝ اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں اَلَمْۤ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ (جاوید) ہیں سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں ف: حی قیوم کے صفات لانے میں اشارہ ہے معبودان باطلہ کے معبود نہ ہونے کی دلیل عقلی کی طرف کیونکہ ان میں یہ صفتیں نہیں ہیں اور جو چیز از لا وابداً موجود نہ ہو اور اپنی حفاظت میں خود دوسرے کا محتاج ہو وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہو سکتا کیونکہ عبادت غایت تذلل ہے اور غایت تذلل اس کا حق ہے جس کو غایت عزت حاصل ہو اور غایت عزت اس کے لئے مخصوص ہے جو غایت درجہ کا کامل ہو اور حیات و بقا میں دوسرے کا محتاج ہونا غایت نقص ہے جو منافی غایت عزت کے ہے پس غایت



بِأَيِّتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ بِشَكِّهِمْ (جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی (ان) (آیتوں کے) (جو توحید پر دلالت کرتی ہیں) ان کیلئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ (اور قدرت) والے ہیں) (کہ بدلہ لے سکتے ہیں اور) بدلہ لینے والے (بھی) ہیں **ف:** یعنی انتقام کا امکان و وقوع دونوں امر ثابت ہیں۔

**رابطہ:** آگے توحید کا مذکور ہے۔

**تہ توحید:** إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ ۝ (الٰہی قولہ تعالیٰ) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ بِشَكِّهِمْ (اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے) (نہ کوئی چیز) زمین میں اور نہ (کوئی چیز) آسمان میں (پس ان کا علم بھی نہایت کامل ہے) وہ ایسی ذات (پاک) ہے کہ تمہاری صورت (شکل) بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے (کسی کی کیسی صورت اور کسی کی کیسی صورت پس ان کی قدرت بھی کامل ہے پس حیات اور قیومیہ اور علم اور قدرت جو امہات صفات سے ہیں ان میں کامل طور سے بلا شرکت موجود ہیں جس سے ثابت ہوا کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس (ذات پاک) کے (اور) وہ غلبہ والے ہیں (منکر توحید سے انتقام لے سکتے ہیں لیکن) حکمت والے (بھی) ہیں (کہ بمصلحت دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے) **ف:** روح المعانی میں برویت ابن جریر ربیع سے منقول ہے کہ کچھ نصاریٰ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مذہبی گفتگو شروع کی آپ نے اپنی تقریر مفصل میں ابطال تثلیث پر اللہ تعالیٰ کی صفت حیات دائمہ و قیومیت کاملہ و علم محیط و قدرت تخلیق میں متفرد ہونے سے استدلال فرمایا اور یہ سب مقدمات ان کو تسلیم کرنا پڑے۔

**رابطہ:** جب توحید ثابت ہو چکی جس سے تثلیث کا بھی ابطال ہو گیا اور بعض منکرین توحید کا بعض کلمات موہمہ خلاف توحید سے استدلال ہو سکتا تھا چنانچہ قصہ مناظرہ مذکورہ میں بعض نصاریٰ نے لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے جو کہ قرآن میں واقع ہوا ہے اپنے مدعا پر الزامی طور پر استدلال کیا تھا کذا نقلہ فی روح المعانی عن الدر المنثور عن ابن ابی حاتم و ابی جریر عن الربیع اگلی آیت میں اس شبہ کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کلمات خفی المراد سے احتجاج درست نہیں بلکہ مدار عقائد کا نصوص واضح ہیں اور خفی المراد پر جبکہ ان کی تفسیر معلوم نہ ہو اجمالاً ایمان لے آنا واجب ہے زیادہ تفتیش کی اجازت نہیں۔

**تقسیم کتاب بہ محکم و متشابہ مع تقسیم سامعین:**

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أَهْلَ الْكِتَابِ (وہ) (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ المراد سے محفوظ ہیں (یعنی ان کا مطلب ظاہر ہے) اور

یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب (یعنی قرآن) کا (یعنی ظاہر المعنی کو بھی ان ہی ظاہر المعنی کے موافق بنایا جاتا ہے) اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں (یعنی ان کا مطلب خفی ہے خواہ توجہ بمل ہونے کے خواہ کسی نص ظاہر المراد کے ساتھ معارض ہونے کے) سو جن لوگوں کے دل میں کچی ہے وہ تو اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس (مشتبہ المراد) کے (غلط) مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے (تاکہ اپنے غلط عقیدہ میں اس سے مدد حاصل کرے) حالانکہ اس کا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا (یا اگر وہ خود قرآن یا حدیث کے ذریعہ سے صراحتہ یا اشارۃً بتلا دیں جیسے لفظ صلوة کی مراد صراحتہ معلوم ہو گئی اور استنوی علی العرش وغیرہ کی تاویل بعض کی رائے پر قواعد کلیہ سے معلوم ہو گئی تو بس اسی قدر دوسروں کو بھی خبر ہو سکتی ہے زیادہ معلوم نہیں ہو سکتا جیسے مقطعات کے معنی کسی کو معلوم نہیں ہوئے اور بعض کی رائے پر استنوی علی العرش وغیرہ کے معنی بھی معلوم نہیں ہوئے) اور (اسی واسطے) جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں وہ (ایسی آیتوں کے متعلق) یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں سب (آیتیں ظاہر المعنی بھی خفی المعنی بھی) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں (پس انکے جو کچھ معنی اور مراد واقع ہوں وہ حق ہیں) اور نصیحت (کی بات کو) وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں (یعنی عقل کا مقتضا بھی یہی ہے کہ مفید اور ضروری بات میں مشغول ہو مضر اور فضول قصہ میں نہ لگے) **ف:** پس روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی فی نفسہ لغتہ ایسے ہی کلمات متشابہ سے ہے لیکن قواعد شرعیہ و عقلیہ کی مساعدت سے ثابت ہو گیا کہ حاصل مراد اس سے علی سبیل المجازیہ ہے ذو روح مسبب وجودہ عن امر اللہ و کلمتہ۔ پس یہ تاویل حق ہوگی اور اسکے خلاف جیسا کہ مخالفین نے مناظرہ مذکورہ میں سمجھا باطل ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ ۝ (کُلُّ مَنْ مِّنْ عِندِ رَبِّكَ تَمَنَّىٰ ۝) اس آیت سے ایسے کلام کے ساتھ معاملہ کرنے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے جس کا صادق ہونا ثابت ہو مگر مراد اس کی واضح نہ ہوئی ہو اور وہ معاملہ یہ ہے کہ ایسے کلام کی اجمالاً تصدیق کی جاوے اور تفصیلاً اس کی کاوش نہ کریں اور محققین نے یہی حکم کیا ہے ان اہل اسرار کے کلام کے باب میں جن کا صدق ان کے احوال سے معلوم ہو اور انکی مراد معلوم نہ ہوئی ہو پس سلامتی اسی میں ہے کہ نہ ان پر انکار کیا جاوے اور نہ اس کلام کے ظاہر پر اعتقاد کیا جاوے ۱۲

**الروایات:** فی روح المعانی عن ابن جریر عن الربیع قال ان النصاری اتوا رسول اللہ ﷺ فخاصموہ فی عیسیٰ بن مریم وقالوا لہ من ابوہ وقالوا علی اللہ تعالیٰ الکذب والبهتان فقال لہم النبی ﷺ المستم



تعلّمون انه لا يكون ولد الا وهو يشبه اياه قالوا بلى قال الستم تعلّمون ان ربنا حي لا يموت وان عيسى ياتي عليه الفناء قالوا بلى قال الستم تعلّمون ان ربنا قيم على كل شئ يكلّوه ويحفظه ويرزقه قالوا بلى قال فهل يملك عيسى من ذلك شيئاً قالوا لا قال الستم تعلّمون ان الله تعالى لا يخفى عليه شئ في الارض ولا في السماء قالوا بلى قال فهل يعلم عيسى من ذلك شيئاً الا ما علم قالوا لا قال الستم تعلّمون ان ربنا صور عيسى في الرحم كيف شاء وان ربنا لا ياكل الطعام ولا يشرب الشراب ولا يحدث الحدث قالوا بلى قال الستم تعلّمون ان عيسى حملته امه كما تحمل المرأة ثم وضعته كما تضع المرأة ولدها ثم غذى كما يغذى الصبي ثم كان ياكل الطعام ويشرب الشراب ويحدث الحدث قالوا بلى قال فكيف يكون هذا كما زعمتم فعرفوا ثم ابوا الا حجبوا فانزل الله الم الله لا اله الا هو الحي القيوم الخ. وفي روح المعاني وقيل ان الولد قالو الرسول الله ﷺ الست تزعم ان عيسى كلمة الله تعالى وروح منه قال بلى قاله الفحسبنا ذلك فنعى سبحانه عليهم زيفهم وفتنتهم (في قوله تعالى هو الذي انزل عليك الكتاب) اخرجه في الدر المنثور عن ابن ابي حاتم وابن جرير عن الربيع وفي لباب النقول عن ابن ابي حاتم وابن اسحق بتخريج البيهقي في آخر القصة فانزل الله الى بضع وثمانين آية او الى رأس الثمانين ۱۲.

**النحو:** في الارض صفة لقوله شئ ۱۲.

**البلاغة:** انتقام التنكير للتعظيم ۱۲.

**الكلام:** قال البيضاوي فيه اي في قوله انك انت الوهاب دليل على ان الهدى والضلال من الله تعالى وانه متفضل بما ينعم على عباده لا يجب عليه شئ ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱- سنبالے والے مر فی آیہ الكرسي ۱۲

۲- فی ترجمة الفرقان مجزات هو احد الوجوه المذكورة في البيضاوي ۱۲. ۳- قوله جوکہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں کذا فی البيضاوي ۲. ۴- قوله خواہ بوجہ تحمل ہونے کے الخ فالمتشابه ههنا ليس اصطلاحياً ۱۲. ۵- قوله غلط مطلب الخ افاده العهد المستفاد من اضافة تاويله وكذا في قوله صحيح مطلب واعلم ان المراد بالتاويل ههنا تعيين المراد لا احتمالاً فانه يجوز بشرط عدم اداء العربية والشرع عنه ۱۲. ۶- قوله بعض کی رائے پر مر بیان هذا الاختلاف فی خواشی الخطبة ۱۲. ۷- وفيه اما قوله احکمت آیاتہ فمعناه انها حفظت من فساد المعنی و رکاکة اللفظ وقوله کتاباً متشابهاً فمعناه انه يشبه بعضه بعضاً فی صحة المعنی و جزالة اللفظ ۱۲.

رسالہ التواضع بما يتعلق بالمشابه

بعد الحمد والصلوة والدعاء اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه عرض کرتا ہوں کہ نص مشابہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کی مراد بجز اللہ تعالیٰ کے (اور بقول بعض بجز اللہ تعالیٰ

اور رسول اللہ ﷺ کے) کسی کو جزاً معلوم نہ ہو اور جس کی مراد بنا بر شیوع مجاز یا کنایہ کے معلوم ہو وہ متشابہ نہیں اگرچہ اس کے حقیقی معنی میں کوئی استحالة لازم آتا ہو پھر اس متشابہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ اس کا مدلول لغوی بھی کسی کو معلوم نہ ہو جیسے مقطعات اور ایک وہ کہ اس کا مدلول لغوی معلوم ہو مگر کسی محذور عقلی یا فطری کے لزوم کے سبب مراد نہ لے سکیں پھر اس قسم اخیر کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس کا مدلول لغوی واحد ہو جیسے سمع وبصر و کلام اور ایک یہ کہ اس کا مدلول لغوی متعدد ہو یعنی وہ مشترک اور محتمل وجوہ متعددہ کو ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ ان معانی و وجوہ میں کسی دلیل سے کسی ایک کو ترجیح نہ دی گئی ہو ایک یہ کہ ان میں کسی ایک کو ترجیح دی گئی ہو خواہ دلیل قطعی سے یا دلیل ظنی سے یہ بیان ہوا اقسام کا آگے احکام کا بیان کیا جاتا ہے۔ مقطعات میں سب کا مذہب یہی ہے کہ اس میں تفویض واجب ہے اور سمع وبصر و کلام میں سب کے نزدیک تفسیر جائز ہے مگر اس قید کے ساتھ کہ لا کسمعنا ولا کبصرنا ولا ککلامنا اور ذات معانی متعددہ میں اگر کسی معنی کو ترجیح نہ دی گئی ہو نہ قطعاً نہ ظناً اس میں بھی سکوت واجب ہے اس کی کوئی مثال ذہن میں نہیں آئی ایک نظیر فقہی تنویر کے لئے لکھتا ہوں کہ امام صاحب نے اسی وجہ سے فرمایا ہے لا ادري مال دهر۔ اور جس میں کسی ایک معنی کو ترجیح دی گئی ہو اگر اس کو لفظ منصوص ہی سے تعبیر کریں تب تو کوئی اختلاف ہی نہیں جیسے استواء جبکہ اس کا نہ ترجمہ کیا جاوے نہ اس سے اشتقاق کیا جاوے البتہ دفع ایہام معنی متبادر متعارف مستحیل کے لئے اس قید کا بڑھا دینا احتیاط ہے استواء یلیق بہ جیسا کہ جہور مفسرین کا صانع ہے اور یہی محمل ہے قول ائمہ کا الاستواء معلوم والکیف مجهول والایمان بہ واجب والسوال عنه بدعة اور اگر لفظ غیر منصوص سے تفسیر کی جاوے تو اس میں دو مسلک ہیں ایک سلف کا وہ یہ کہ اس کو معنی حقیقی ہی پر محمول کیا جاوے خواہ اس معنی کی تعیین دلیل قطعی سے ہو خواہ دلیل ظنی سے مثلاً کسی نے اس کی استقرار سے تفسیر کی کسی نے علو سے کسی نے استیلاء سے کسی نے اقبال سے یہ سب معانی حقیقیہ لغویہ ہیں کما یظهر من کتب اللغة و تفسیر الطبری فی قوله تعالى ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ اور یہ سب تفسیریں مسلک سلف پر منطبق ہیں گو تعیین ظنی ہے لیکن ہر قول میں محمل حقیقی معنی ہیں اور یہی حاصل ہے مسلک سلف کا اور ان سب تفسیروں میں سے ہر تفسیر کا حکم تفسیر سمع وبصر کا سا ہوگا یعنی ہر ایک میں اس قید کا اعتبار واجب ہوگا لا کاستقرارنا المستلزم للمادية ولا کعلونا المقتضى للجهل ولا کاستیلائنا المسبوق بالعجز ولا کاقبالنا المسبوق بالادبارہ اور ان سب معانی حقیقیہ لغویہ کے مسلک سلف پر منطبق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مضامین



قرآن مجید کی تبلیغ عام مامور بہ ہے اور ظاہر ہے کہ عجم کو تبلیغ بدوں ترجمہ کے نہیں ہو سکتی اگر ترجمہ قائم مقام اصل کلمہ کے نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ مسلک سلف پر ان اجزاء کی تبلیغ ممکن نہ ہو حالانکہ وہ اصل مسلک ہے پس ترجمہ کو قائم مقام اصل کے کہنا لازم ہے اور استوی کا جب ترجمہ ہوگا وہ ان ہی معانی حقیقیہ لغویہ میں سے کسی کا ترجمہ ہوگا پس ان سب معانی سے تعبیر کرنا بھی بجائے استوی لا کا استواء نابالاقفاق مسلک سلف کا ہے اسی طرح دوسری تفاسیر مذکورہ مع القید بھی البتہ خود لفظ استوی کا محفوظ رکھنا اسلم و احکم ہے جب کہ مخاطب کو ترجمہ کی احتیاج نہ ہو غرض مترادفات سب ایک حکم میں ہیں لیکن لازم بحکم مرادف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لزوم حادث میں ہو قدیم نہ ہو مثلاً اتیان کے ثبوت سے حرکت کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ دوسرا مسلک خلف کا ہے وہ یہ کہ اصل تو مسلک سلف ہی کا ہے لیکن ضعفاء العقول کے تحمل و دفع تشویش کی مصلحت سے مجاز یا کنایہ پر محمول کر لیا جاوے گا پھر اس مجاز یا کنایہ میں مختلف وجوہ ہو سکتے ہیں یہ خلاصہ ہے بحث کا اب تین تنبیہوں پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں ایک یہ کہ بعض کلمات کے متشابہ ہونے میں اقوال مختلف بھی ہوئے ہیں منشاء اس کا اسباب مختلفہ سے جن کا مرجع قولہ شرعیہ و عربیہ ہیں اختلاف ہے رائے و اجتہاد کا دوسرے یہ کہ تفصیل مذکور کی بنا پر بعض دوسرے متشابہات بھی استواء کے حکم میں ہیں پھر خصوصیت کے ساتھ خود سلف سے بھی زیادہ حکم استواء ہی کے متعلق کیوں منقول ہے اس کی وجہ میری رائے میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں کسی وجہ سے اہل بدعت نے اسی میں زیادہ تشکیک کی ہو گی دوسری ۲ تنبیہ یہ کہ آجکل بعض لوگ جن پر ظاہریت غالب ہے جب

متشابہات کی تفسیر کرتے ہیں تو درجہ اجمال میں تو مسلک سلف پر رہتے ہیں مگر چار غلطیاں کرتے ہیں ایک یہ کہ تفسیر ظنی کی قطعیت کے مدعی ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ جب تفصیل کرتے ہیں تو عنوانات موہمہ تکلیف و تجسیم اختیار کرتے ہیں تیسرے یہ کہ مسلک تاویل کو علی الاطلاق باطل کہہ کر ہزاروں اہل حق کی تھلیل کرتے ہیں حالانکہ اہل حق کی تھلیل کرتے ہیں حالانکہ اہل حق کے پاس ان کے مسلک کی صحت کے لئے احادیث بھی بناء ہیں اور قولہ شرعیہ بھی قاعدہ کا بیان تو اسی تحریر میں مذکور ہے اور احادیث رسالہ تمہید الفرش میں مذکور ہیں چوتھے یہ کہ تفسیر بالاستقرا کو تو سلف کے مسلک پر سمجھتے ہیں اور دوسری تفاسیر لغویہ کو تاویل خلف سمجھتے ہیں حالانکہ سب کا مساوی ہونا اور ظاہر ہو چکا البتہ دوسری آیات غیر متشابہ میں معنی استقرا میں کثرت سے استعمال ہونا تفسیر بالاستقرا کیلئے ایک گونہ مرجع ہے وھننا فلیکتف القلم والینتھ الرقم و نکرر الدعاء اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعہ والباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابہ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

**حاشیہ:** (۱) قولہ مشتبه المراد ہیں یعنی الخ پس اس متشابہ کا مفہوم متشابہ اصطلاحی سے عام ہے یعنی متشابہ اصطلاح اس کی ایک فرد ہے اور اس فرد خاص کے اقسام اور احکام میری ایک مختصر تحریر میں جو بشکل رسالہ کے ہو گئی ہے نہایت جامعیت کے ساتھ مذکور ہیں مفید سمجھ کر اس کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔ (۲) بدل من الدعاء ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۹) **النحو:** فرھن ای فالذی یستوثق بہ رھان او فعلیکم رھان. او فلیوخذ رھان. او فالمشروع رھان آہ بیضاوی وروح المعانی امانتہ الضمیر لرب الدین او المدیون باعتبار انه علیہ ۱۲ روح المعانی. وان تبدوا الواو عندی للاستیناف ۱۲۔

**البلاغۃ:** قولہ اثم قلبہ فی روح المعانی اضاف الاثم الی القلب مع انه لو قیل فانه اثم لثم المعنی مع الاختصار لان الاثم بالکتمان وهو ما یقع بالقلب واسناد الفعل الی الجارحۃ التی یعمل بها ابلغ الاتراک تقول اذا اردت التوکید هذا مما ابصرته عینی ومما سمعته اذنی ومما عرفہ قلبی ولان هذا الجزء اشرف الاجزاء وفعلہ اعظم من سائر الجوارح فیکون فی الکلام تنبیہ علی ان الکتمان من اعظم الذنوب وقیل اسند الاثم ای القلب لنلا یظن ان کتمان الشہادۃ من الآثام المتعلقۃ باللسان فقط ولیعلم ان القلب اصل متعلقہ ومعدن اقترافہ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ کہیں سفر میں افادہ التوین ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ترجمۃ فاء فان امن اور اشار الی ان الفاء لیست للتعقیب بل للتخصیل ۱۲۔



رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اسکے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں۔ اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیے بلاشبہ آپ پروردگار آپ بلاشبہ تمام

لِیَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝۱۱۱ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

آدمیوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرتے وعدہ کو۔ بالیقین جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے انکے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے

اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝۱۱۲ كَذَّابٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَآخَذَهُمُ

مقابلہ میں ذرہ برابر بھی۔ اور ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہوں گے۔ جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والے لوگوں کا۔ کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دارو گیر فرمائی ان کے

اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱۱۳ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سِتْرٌ وَاسْتَغْلِبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ

گناہوں کے سبب، اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ غفیر تم مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے۔ اور ہے برا ٹھکانا۔ بیشک

الْهَادِ ۝۱۱۴ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ تَرَوْنَهُمْ مِثْلَهُمْ

تمہارے لئے برا نمونہ ہے دو گروہوں میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے۔ ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی

رَأَى الْعَيْنُ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝۱۱۵

حسے ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دے دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے بینش والے لوگوں کو۔

وَبِئْسَ الْهَادِ بِالْيَقِينِ جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے ان کے مال (ودولت) اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہونگے (ان لوگوں کا معاملہ ایسا ہے) جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والے (کافر لوگوں کا) وہ معاملہ یہ تھا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو (یعنی اخبار و احکام کو) جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دارو گیر فرمائی ان کے گناہوں کے سبب اور اللہ تعالیٰ (کی دارو گیر بڑی سخت ہے کیونکہ ان کی شان یہ ہے کہ وہ) سخت سزا دینے والے ہیں (اسی طرح ان لوگوں کا معاملہ ہوا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی سو ان کو بھی ایسی ہی سزا ہوگی اور) آپ ان کفر کرنے والے لوگوں سے (یوں بھی) فرما دیجئے کہ (تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ دارو گیر صرف آخرت میں ہوگی بلکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ ہوگی چنانچہ دنیا میں) غفیر تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کیے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے لیجائے جاؤ گے اور (جہنم) ہے برا ٹھکانا۔ **ف:** مقابلہ میں کام آنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی ضرورت نہ ہو اس کے عوض صرف مال و اولاد نافع اور کافی ہو جاوے دوسرے یہ کہ مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابل ہو کر ان کے عذاب سے بچا لیوے مقابلہ کا لفظ دونوں جگہ بولا جاتا ہے سو آیت میں دونوں معنی کی نفی کر دی گئی۔ اور مراد کفار سے آیت میں خاص کفار ہیں جن سے یہ خطاب ہوا تھا چنانچہ مشرکین پر قتل اور قید کی مصیبت اور

**تفسیر:** **وَب:** آگے ان حق پرستوں کا دوسرا کمال مذکور ہے کہ باوجود وصول الی الحق کے اس پر نازاں نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے استقامت علی الحق کی دعا کرتے ہیں۔ **دعا:** رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اسکے کہ آپ ہم کو (حق کی طرف) ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے (وہ رحمت یہ ہے کہ راہ مستقیم پر ہم قائم رہیں) بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم یہ دعا کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ) آپ بلاشبہ تمام آدمیوں کو (میدان محشر میں) جمع کرنے والے ہیں اس دن میں جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں (یعنی قیامت کے دن میں اور شک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے آنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو (اس لئے قیامت کا آنا ضرور اور اس واسطے ہم کو اس کی فکر ہے)۔

**وَب:** یہاں تک محاجہ باللسان کا بیان تھا آگے محاجہ باللسان کا بیان اور قمرہ شمشیر و زیر تلکین ہونے کی وعید ہے جو صراحتہ اس آیت میں مذکور ہے۔ **قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا** الی آخر ہا اور اس سے پہلے کی آیت بطور تمہید کے ہے۔ **وعید منکرین بہ خذلان دارین:**

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ



یہود پر قتل و قید کے ساتھ جزیہ اور اخراج وطن کی بھی عقوبت واقع ہوئی پس یہ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ سب کفار تو دنیا میں مغلوب نہیں پائے جاتے اور رہی سزائے آخرت وہ سب کفار کو عام ہے۔

**دبیط:** اور کفار کے مغلوب ہونے کی خبر دی گئی ہے آگے اس کی ایک کافی نظیر بطور دلیل کے ارشاد فرماتے ہیں۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا (الہی قولہ تعالیٰ) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّذٰلِی الْاَبْصَارِ بیشک تمہارے (استدلال کے) لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم (بدر کی لڑائی میں) ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو (یعنی مسلمان) اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے (اور کافراں قدر زیادہ تھے کہ) یہ کافر اپنے (گروہ) کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصے (زیادہ) ہیں (اور دیکھنا بھی کچھ وہم اور خیال کا نہیں بلکہ) کھلی آنکھوں دیکھنا (جس کے واقعی ہونے میں شبہ نہیں تھا لیکن باوجود اس قدر زیادہ عدد ہونے کے پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کیا) اور (غالب مغلوب کرنا محض قبضہ خداوندی میں ہے) اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیدیتے ہیں (سو بلا شک اس واقعہ) میں بڑی عبرت (اور نمونہ) ہے (دانش) بینش والے لوگوں کو **فہ:** روایتوں میں آیا ہے کہ اس روز مسلمان تین سو تیرہ تھے اور کفار ایک ہزار تھے گویا کفار مسلمانوں سے تین حصے تھے اس آیت میں اسی کثرت کو بیان فرمایا ہے کہ کفار آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے کہ ہمارا گروہ زیادہ ہے مگر پھر بھی انجام دیکھ لیا کہ مسلمان ہی غالب رہے اس سے ہر منصف عاقل استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں تو کفار کی کثرت اور ثروت اس کو روک نہیں سکتی اور سورہ انفال میں یہ بھی مذکور ہے کہ اول اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے خواب میں کفار کا عدد کم دکھلایا تھا کہ آپ مسلمانوں سے خواب بیان فرمادیں تو مقابلہ کی جرات بڑھے پھر جب دونوں گروہ مقابل ہوئے تو مسلمانوں کو کفار کم معلوم ہوئے اور کفار کو مسلمان کم معلوم ہوئے تاکہ مقابلہ ہو جاوے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کر دیا۔ پس اس مقام پر دو امر قابل تحقیق ہیں۔ اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا خواب خلاف واقع کیوں ہوا اور اسی طرح مسلمانوں کا کفار کو کم دیکھنا بھی خلاف واقع تھا۔ تحقیق اس کی یہ ہے کہ اگر ہزار میں سے مثلاً سو دو سو دکھلا دیے جاویں اور آٹھ نو سو پوشیدہ کر لئے جاویں تو اس کو خلاف واقع دیکھنا نہیں کہہ سکتے خلاف واقع کہتے ہیں غلط دیکھنے کو اور یہاں تو بعض کو نہ دیکھنا تھا غلط دیکھنا نہ تھا۔ دوسری تحقیق یہ ہے کہ کفار کو مسلمانوں کا کم معلوم ہونا جو انفال میں مذکور ہے اور کفار کا اپنی جماعت کو مسلمانوں سے کئی حصہ دیکھنا جو اس

مقام پر مذکور ہے ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ يَرْوُوْنَهُمْ قَشْلِيْهُمْ الخ اس میں خوارق عادات کا اثبات ہے ۱۲۔

**اللفظ:** قولہ لَنْ تَغْنِيْ معنی تغنی عنہم تجزئ عنہم وحاصلہ لانکفہم بدل الرحمة والطاعة فشیناً مفعول مطلق ۱۲ حد عصام علی البیضاوی او من قولہم اغن عنی وجھک ای غیبہ عنی وشیناً مفعول بہ اہ منہی علی البیضاوی قولہ کذاب ہو مصدر دأب فی العمل اذا کدح فیہ فنقل الی معنی الشان ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی روح المعانی کذبوا الخ تفسیر لدابہم قولہ الی جہنم فی روح المعانی ہی غایۃ حشرہم ومنتہا فالی علی معناہا المتبادر ۱۲۔

**الروایات:** فی لباب النقول روی ابو داؤد فی سننہ والبیہقی فی الدلائل من طریق ابن اسحق عن محمد ابن ابی محمد عن سعید او عکرمۃ عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ لما اصاب من اہل بدر ما اصاب ورجع الی المدینۃ جمع الیہود فی سوق بنی قینقاع وقال یا معشر یہود اسلموا قبل ان یصیبکم اللہ بما اصاب قریشا فقالوا یا محمد لا یغرنک من نفسک ان قتلنا نفران من قریش کانوا اعمارا لا یعرفون القتال انک واللہ لو قاتلنا لعرفت اننا نحن الناس وانک لم تلق مثلنا فانزل اللہ قل للذین کفروا استغلبون الی قولہ لا ولی الا بصار اہ وفی تفسیر البیضاوی احد الوجهین قل لمشر کی مکۃ استغلبون یعنی یوم بدر ۱۲۔

**الکلام:** فی روح المعانی عن الانتصاف التزین للشہوات یطلق ویراد بہ خلق حبہا فی القلوب وهو بهذا المعنی مضاف الیہ تعالیٰ حقیقہ ملائکہ لا خالق الا هو ویطلق ویراد بہ المحض علی تغاطی الشہوات المحظورۃ وهذا مضاف الی الشیطان تنزیلاً لو سوتہ منزلة الامر بہا ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ رحمت خاصہ حملاً للتوین التزیع ۱۲۔ ۲۔ قولہ یہ کافر فی ترجمۃ یرونہم مثلیہم هذا ما ادى الیہ ذوقی ان المرفوع فی یرون راجع الی الکفار والمنسوب ایضاً الی الکفار والمجرور الی المؤمنین والتثنیہ لتکریر وفی الآیۃ اقوال اخر کثیرۃ شتی ولو اشکل علیک ان الروایۃ علی هذا بصریۃ وکون الفاعل والمفعول کلہما ضمیراً من خواص افعال القلوب یجاب ان الروایۃ قلبیۃ بقرینۃ تعدیثہا الی مفعولین فالمراد العلم ولو بواسطۃ البصر واما رای العین فاما مفعول مطلق من حیث دلالة العلم علی البصر بقرینۃ المقام فالمعنی یرونہم مثلیہم بان نشاہدوہم کذلک رای العین او منصوب بنزع الخافض ای برای العین فالامر سهل وفی قرأۃ ترونہم بناء الخطاب فمعناہ مطابقاً للتفسیر المذکور ترون ایہا الکفار فتکم مثلی المؤمنین فالمنسوب الغائب راجع الی الفئۃ الکافرة فلا یرد ان مقتضاه کان ترونکم ویرونہم صفۃ للفئۃ الکافرة او یقال الخطاب للیہود ای ترون ایہا الیہود مشر کی مکۃ مثلی المؤمنین علی ان الرویۃ علمیۃ لان الیہود لم یحضروا الواقعة ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) وهذا کقولہ تعالیٰ انی ارانی اعصر خمراً ۱۲۔



زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِصَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ

خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی۔ یہ سب استعمالی

وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَالِ ۝ قُلْ أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ بِمَخِيرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ

چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ آپ فرمادیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو بہتر ہو ان چیزوں سے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں ان کے مالک کے پاس ایسے

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ

ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اللہ تعالیٰ

بَصِيرٌ ۝ الْعِبَادُ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّكَ أَمَّا غَفِرْنَا كَذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ

خوب دیکھتے ہیں بندوں کو۔ ایسے لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیں۔ صبر کرنے والے ہیں اور استباز ہیں

وَالْقَنِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝

اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے، ہیں اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔

نفاست نعمائے آخرت:

قُلْ أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ بِمَخِيرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بَصِيرٌ ۝ الْعِبَادُ آپ (ان لوگوں سے یہ) فرمادیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان (مذکور) چیزوں سے (سوسنوں) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں (یعنی بہشت) جنکی پائیں میں نہریں جاری ہیں ان (بہشتوں) میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور ان کیلئے) ایسی بیبیاں ہیں جو (ہر طرح) صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کیلئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے (بھالتے) ہیں بندوں (کے حال) کو (اسلئے ڈرنے والوں کو یہ نعمتیں دینگے آگے ان ڈرانے والوں کی بعض تفصیلی صفات ذکر کی جاتی ہیں)۔

بعض اوصاف متقین:

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّكَ أَمَّا غَفِرْنَا كَذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (الی قولہ تعالیٰ) وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (یہ) ایسے لوگ (ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیں (اور وہ لوگ) صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور (اللہ تعالیٰ کے سامنے) فروتنی کرنے والے ہیں اور (نیک کاموں میں مال کے) خرچ کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں (اٹھ اٹھ کر) گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔ ہ: یہ جو کہا کہ ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے یہ اس وجہ سے ہے کہ بدون ایمان کے مغفرت نہیں ہوتی

تفسیر: ربط: اور آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ میں اموال و اولاد کا آخرت میں کام نہ آنا بیان فرمایا تھا جس سے ان چیزوں کا بے قدر ہونا لازم آیا تھا اب آگے اسی لازم کو تصریحاً بیان فرماتے ہیں اور اس کے بعد نعمائے آخرت کا قابل قدر و رغبت ہونا اور ان نعمتوں کا بدولت تقویٰ حاصل ہونا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد کسی قدر تفصیل تقویٰ کی اس کے بعد شعبے مثل ایمان و مناجات و صبر و صدق و قوت و انفاق و استغفار ذکر فرما کر ارشاد فرمائی ہے یہ چند مضمون اس ترتیب سے بیان ہوتے ہیں۔

بے قدری لذات دنیاویہ:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَالِ خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمال چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی (کی چیز) تو اللہ ہی کے پاس ہے (جو بعد موت کے کام آوے گی جس کی تفصیل اگلی آیت میں آتی ہے) ہ: یہ جو فرمایا کہ ان چیزوں کی محبت خوشنما معلوم ہوتی ہے اسکا حاصل میرے ذوق میں یہ ہے کہ محبت و میلان غالب حالات میں موجب فتنہ ہو جانے کی وجہ سے ڈر کی چیز تھی مگر اکثر لوگ اس کو سبب ضرر نہیں جانتے بلکہ اس میلان کو علی الاطلاق اچھا سمجھتے ہیں واللہ اعلم۔



وہ ہمیشہ مشغول رہتے ہیں ان لوگوں کو محقق ہدایت کرتا ہے کہ عقلی کی تحصیل کرو اور طبعی کے درپے مت ہو۔ سوان محققین کا اتباع کرنیوالا راحت میں رہتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ الضَّامِرِينَ الآیۃ اس میں اولیاء اللہ کی صفات کا بیان ہے۔

**اللفاظ:** قال البيضاوی القنطار المال الكثير فعلال او فعال والمقطرة ماخوذ منه للتاكيد كقولهم بدر مبدرة والانعام الابل والبقر والغنم ۱۲۔  
**النحو:** الذين يقولون صفة للذين اتقوا او للعباد وكذا قوله الصابرين ۱۲۔

**البلاغة:** قال البيضاوی سماها شهوات مبالغة وایما علی انهم انهمکوا فی محبتها حتى احبوا شهوتها کقولہ احببت حب الخیر فی روح المعانی کما قبل لمريض ما تشهى فقال اشتهى ان اشتهى او تنبها علی خستها لان الشهوات خسیسة عند الحكماء والعقلاء ۱۲۔  
قال البيضاوی یرید به ای بقوله قل اؤنبکم تقریر ان ثواب اللہ خیر من مستلذات الدنیا قال عصام حیث ذکرہ بعد الاخبار بان اللہ عنده حسن المآب ثم شوقهم الی بیان خیر مما عندهم بقوله اؤنبکم بخیر من ذلکم واکد بكونه خیراً کونه حسن مآب ثم جعله من النعم الخاصة لمن هم علم فی التقرب الی اللہ ثم فصله ووصف کلا بما یفید کونه خیراً من الدنیا وما فیہا ہا قال البيضاوی توسط الواو بینہا للدلالة علی استقلال کل واحدة منها وکما لہم فیہا او لتغایر الموصوفین بہا ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ معلوم ہوتی ہر اعی فی لفظ المعلوم کون الصیغة مبنیاً للمفعول وایما بلفظ ہوتی ہے الی عدم ارادة خصوصية معنی المضی کما ہو ظاہر ۱۲۔ ۲۔ قولہ اکثر اشار الی کون اللام للجنس الصادق بالبعض ۱۲۔ ۳۔ قولہ مرغوب اشار الی کون الشهوات بمعنی المشتہیات ۱۲۔ ۴۔ قولہ بدر جہا لکون خیر للفضیل ۱۲۔ ۵۔ قولہ ہر طرح ای من کل ما یستقدر من النساء ۱۲۔

پس حاصل یہ ہوا کہ کفر جو مانع ابدی مغفرت کا ہے اس کو ہم مرفع کر چکے اب معاف کر دیجیے خواہ اولی ہو یا غیر اولیٰ اور اخیر شب کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس وقت اٹھنے میں مشقت بھی ہے اور وہ وقت قبولیت کا بھی ہے۔

**ربط:** شروع سورت میں نصاریٰ کے مقابلہ و مناظرہ میں توحید کا اثبات اور تثلیث کا ابطال کیا گیا ہے اور درمیان کے مضامین اسی کی مناسبت سے لائے گئے تھے۔ اب اسی مضمون توحید کی طرف عود کرتے ہیں اور اس کے بعد کی آیتوں میں اسلام کے حق ہونے کی تصریح اور اہل کتاب کے ساتھ محابہ کی تقریر پھر حق کے قبول نہ کرنے والوں کی مذمت پھر استطراد اہل اسلام کے غلبہ کی پیشین گوئی اور اس کے استبعاد کو اثبات قدرت کاملہ سے دفع کرنا پھر مومنین کو کفار کی دوستی سے ممانعت پھر توحید کا بدوں اتباع رسول کے معتبر نہ ہونا پھر رسول اللہ ﷺ کی رسالت و محبوبیت کی تائید کے لئے چند مقبولین کے قصے یہ سب مضامین پارہ کے تین پاؤں تک بالترتیب بیان فرمائے گئے ہیں اور اس تقریر سے دور تک کا ربط معلوم ہو گیا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ سے اس قول تک قُلْ اؤنبکم بخیر من ذلکم قول اول میں الناس سے مراد جنس ناس ہے اور ترین اللہ تعالیٰ ہیں روح المعانی میں ابن ابی حاتم کی روایت سے حضرت عمرؓ سے اس کی تائید نقل کی ہے پس اس تفسیر پر یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ انسان اس محبت کے ازالہ کا بوجہ اس کے طبعی ہونے کے مکلف نہیں ہے اور دوسرے قول میں بیان ہے آخرت کی حب عقلی کا اور اس کے مکلف ہونے کا اس طرح کہ اس کو عملاً حب اول پر ترجیح دے اور باب اخلاق میں یہ ایک اصل عظیم ہے یعنی اخلاق میں جو مجبول و طبعی ہیں وہ غیر مقدور ہیں اور جو مکسوب ہیں وہ مقدور ہیں بعض سالکین قسم اول کے پیچھے پڑ جاتے ہیں



شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ إِنَّ الدِّينَ

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہو سکے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان سے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں انکے سوا کوئی معبود ہو سکے

عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ

لائق نہیں وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو ایسی حالت کے بعد کہ انکو دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے۔ اور جو

بَيَاتِ اللَّهُ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ فَإِنْ كَاذَبُوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۚ وَقُلْ لِلَّذِينَ

نفس اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کریگا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں۔ پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے جنتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی، اور

أُوْتُوا الْكِتَابَ وَالْأَقْبَانِ ءَاسَلِمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ ۚ وَاللَّهُ بِصِرَاطِ الْعِبَادِ

کسیے اہل کتاب سے اور عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی راہ پر آجائیں گے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود کچھ لینگے بندوں کو۔

**تفسیر:** رجوع بسوئے مضمون تو حید:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ (السی قولہ تعالیٰ) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے (کتب سماویہ میں) اس (مضمون) کی کہ بجز اس ذات (پاک) کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی (اپنے ذکر و تسبیح میں اس کی گواہی دی ہے کیونکہ ان کے اذکار تو حید سے بھرے ہوئے ہیں) اور (دوسرے) اہل علم نے بھی (اپنی تقریرات و تحریرات میں اس کی گواہی دی ہے جیسا کہ ظاہر ہے) اور معبود بھی وہ اس شان سے ہیں کہ (ہر چیز کا) اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں (اور پھر کہا جاتا ہے کہ) ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

**ف:** قَائِمًا بِالْقِسْطِ کی صفت غالباً اس لئے بڑھادی کہ وہ ایسے نہیں کہ صرف اپنی تعظیم و عبادت ہی کراتے ہوں بلکہ وہ سب کے کام بھی بناتے ہیں اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ دلیل تو نقلی ہے جو اس کو نہیں مانتے ان پر کیسے حجت ہوگی جواب یہ ہے کہ یہ دلیل خاص اہل کتاب کے مقابلہ میں ہے وہ دلیل نقلی کے منکر نہ تھے اور دلائل عقلیہ دوسرے مواقع پر موجود ہیں۔

**و:** آیت شَهِدَ اللَّهُ سے پہلے دیکھ لیجیے۔

**تصریح حقانیت اسلام:**

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ

الْحِسَابِ بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اس کے حق ہونے میں اہل اسلام کے ساتھ) اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (اس طرح سے کہ اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو (اسلام کے حق ہونے کی) دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے

بڑھنے کی وجہ سے (یعنی اسلام کے حق ہونے میں کوئی وجہ شبہ کی نہیں ہوئی بلکہ

ان میں مادہ دوسروں سے بڑا بننے کا ہے اور اسلام لانے میں یہ سرداری جو ان کو اب عوام پر حاصل ہے فوت ہوتی تھی اس لئے اسلام کو قبول نہیں کیا بلکہ انہا اس کو باطل بتلانے لگے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا (جیسا ان لوگوں نے کیا) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں (اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے حساب کا انجام عذاب ہوگا)۔

**و:** آگے ان منکرین اہل کتاب اور انکے ساتھ مشرکین عرب کے انکار اور محابہ کا جو عناد سے پیدا ہوا ہے جواب مذکور ہے۔

**جواب محابہ معاندین:**

فَإِنْ كَاذَبُوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۚ (السی قولہ تعالیٰ)

وَاللَّهُ بِصِرَاطِ الْعِبَادِ ۝ (اسلام کے حق ہونے پر دلیل قائم ہونے کے بعد) پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے (خواہ مخواہ کی) جنتیں نکالیں تو آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (تم مانویانہ مانو) میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو جو میرے پیرو تھے وہ بھی (اپنا اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکے یہ کنایہ ہے اس سے کہ ہم سب اسلام اختیار کر چکے جس میں اعتقاد الوہیت کے اعتبار سے قلب کا رخ خاص اللہ ہی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب میں کچھ کچھ شرک ہو گیا تھا) اور (اس جواب کے بعد دریافت کرنے کے طور پر) کہیے اہل کتاب سے اور (مشرکین) عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی (راہ راست) پر آجائیں گے اگر وہ لوگ (اس سے بدستور) روگردانی رکھیں سو (آپ اس کا بھی غم نہ کیجئے کیونکہ) آپ کے ذمہ صرف (احکام خداوندی کا) پہنچا دینا ہے اور (آگے) اللہ تعالیٰ خود دیکھ (اور سمجھ) لینگے (اپنے) بندوں کو (آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہے) (بقیہ صفحہ پر ۲۱۸ پر)



لَٰكِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو جو اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سوائے لوگوں کو خبر نہادیتجے ایک

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ۝ أَلَمْ تَرَ

سزائے دردناک کی سیدہ لوگ ہیں کہ ان کے سب اعمال غارت ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا اور

إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يُتَوَلَّى فُرُوقَهُمْ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝

اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے پھر ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بدعتی کرتے ہوئے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ وہ

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ فَكَيْفَ إِذَا جُمِعْتُمْ

لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی۔ اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں نے۔ سو ان کا کیا حال ہوگا جبکہ ہم ان کو اس تاریخ

لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

میں جمع کر لیں گے جس میں ذرا شبہ نہیں اور پورا پورا بدلہ مل جاوے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا اور ان شخصوں پر ظلم نہ کیا جاوے گا

**تفسیر:** ربط: شروع میں سورت میں روئے سخن زیادہ نصاریٰ کی طرف تھا پھر آیت بالا میں الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ کا عنوان نصاریٰ اور یہود دونوں کو شامل تھا اب آیت آئندہ میں یہود کے بعض خاص احوال بیان فرماتے ہیں چنانچہ روح المعانی میں روایت ابن ابی حاتم اس آیت کی تفسیر میں خود حضور ﷺ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو ایک وقت میں قتل کیا ان کی نصیحت کے لئے ایک سوستر بزرگ کھڑے ہوئے اس دن ان کا بھی کام تمام کیا فقط اور بنی اسرائیل اکثر یہودی تھے۔

**تفصیح بعض حالات یہود:**

لَٰكِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ۝ بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ (جیسے یہود کہ انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے تھے) اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو (اور وہ قتل کرنا خود ان کے خیال میں بھی) ناحق (ہوتا ہے) اور (نیز) قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو جو افعال و اخلاق کے اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سوائے لوگوں کو خبر نہادیتجے ایک سزائے دردناک کی (اور) یہ وہ لوگ ہیں کہ (مجموعہ افعال مذکورہ کے سبب سے) ان کے سب اعمال (صالحہ) غارت ہو گئے دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) اور (سزائے دردناک کے وقت) ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا۔

نہ دنیا میں غارت ہونا یہ کہ ان کیساتھ معاملہ اہل اسلام کا سنا نہ ہوگا اور آخرت میں یہ کہ انکی مغفرت نہ ہوگی اور ہر چند کہ محض ناصحین کا قتل کفر نہیں ہے جس سے اعمال جبط ہوں البتہ گناہ کبیرہ ہے لیکن چونکہ اس مجموعہ میں دوسرے اجزاء

کفر ہیں اس لئے جبط کا ترتیب صحیح ہوا اور چونکہ زمانہ نبوت محمدیہ کے یہود اپنے اسلاف کے قبائح پر انکار نہ رکھتے تھے اس لئے ان پر بھی الزام صحیح ہوا۔

**ربط:** آیات آئندہ میں یہود کی ایک خاص حالت اور ایک خاص قول کی تفصیح ہے۔

**تتمہ تفصیح یہود:**

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ (الی قولہ تعالیٰ) وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اے محمد ﷺ) کیا آپ نے ایسے

لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب (سماوی یعنی توراۃ) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا

(کہ اگر ہدایت کے طالب ہوتے تو وہ حصہ اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی

تھا) اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ

ان کے درمیان (مذہبی اختلاف کا) فیصلہ کر دے پھر (بھی) ان میں سے

بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے (اور) یہ (بے اعتنائی)

اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں (اور یہی ان کا اعتقاد ہے) کہ ہم کو

صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی (پھر مغفرت ہو

جاوے گی) اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں نے (جیسے

اسی تراشے ہوئے عقیدہ نے ان کو دھوکہ دیا اور کتاب اللہ سے بے اعتنائی کرنے

لگے) سو (ان احوال و افعال و اقوال کفریہ کے سبب) ان کا کیا (برا) حال ہو

گا جب کہ ہم ان کو اس تاریخ میں جمع کر لیں گے جس (کے آنے) میں ذرا

شبہ نہیں اور (اس تاریخ میں) پورا پورا بدلہ مل جاوے گا۔ (بقیہ صفحہ ۲۲۱ پر)



قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

آپ یوں کہیے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں، غالب کر دیتے ہیں، اور جس کو آپ چاہیں پست

بِيدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

کر دیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ آپ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں اور آپ

وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ

جاندار چیز کو بیجان سے نکال لیتے ہیں اور بیجان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے

الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ وَيَحْذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسًا

تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔

وَالِلَّهِ الْمَصِيرُ ۝

اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

ضعفا کو قوت و سلطنت دیدینا کیا مشکل ہے۔ اس دعا میں ایک قسم کا استدلال ہے اس کے امکان پر اور دفع ہے استبعاد کفار کا۔ اور خیر کی تخصیص اس لئے مناسب ہوئی کہ یہاں مقصود خیر کا مانگنا ہے جیسے کوئی امیدوار کہے کہ نوکر رکھنا آپ کے اختیار میں ہے اگرچہ نوکر کا موقوف کر دینا بھی اختیار میں ہوتا ہے۔  
**وَبَط:** اوپر کفار کی مذمت مذکور تھی آئندہ آیت میں بطور تفریع کے ان کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جب کفار کے قبائح مثل انکار آیات و عداوت اللہ و رسول وغیرہ معلوم کر چکے تو ایسے قبیح و منکر دشمنان خدا و رسول سے دوستی کب زیبا ہے۔

نہی موالات کفار:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ (السی قولہ تعالیٰ) وَالِلَّهِ الْمَصِيرُ ۝ مسلمانوں کو چاہیے کہ (ظاہر یا باطنا) کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے (یہ تجاوز دو صورت سے ہوتا ہے ایک یہ کہ مسلمانوں سے بالکل دوستی نہ رکھیں۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار سے بھی دوستی رکھیں دونوں صورتیں ممانعت میں داخل ہیں) اور جو شخص ایسا (کام) کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں (کیونکہ جن دو شخصوں میں باہم عداوت ہو ایک سے دوستی کر کے دوسرے سے دوستی کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا) مگر ایسی صورت میں (ظاہری دوستی کی اجازت ہے) کہ تم ان سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھتے ہو (وہاں دفع ضرر کی ضرورت ہے) اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتا ہے (کہ اسکی ذات سے ڈر کر احکام کی مخالفت مت کرو) اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا

**تفسیر:** **وَبَط:** چونکہ اوپر کی آیات میں مبالغہ کی تقریر ہے بعض میں باللسان بعض میں بالسان جیسا اس آیت میں قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا الخ آیت آئندہ میں اس کی مناسبت سے امت محمدیہ کے کفار پر غالب آنے کی پیشین گوئی کی طرف تعلیم مناجات کے عنوان میں اشارہ ہے جیسا شان نزول سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روم و فارس فتح ہو جانے کا وعدہ فرمایا تو منافقین و یہود نے استبعاد اور استہزاء کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کما فی روح المعانی عن الواحدی عن ابن عباس و انس۔

بشارت غلبہ مومنین بعنوان مناجات:

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (السی قولہ تعالیٰ) وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اے محمد ﷺ) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہیے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک (کا جتنا حصہ چاہیں) جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس (کے قبضے) سے چاہیں ملک (کا حصہ) لے لیتے ہیں اور جس کو چاہیں آپ غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں آپ (بعض فصلوں میں) رات (کے اجزاء) کو دن میں داخل کر دیتے ہیں (جس سے دن بڑا ہونے لگتا ہے) اور (بعض فصلوں میں) دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں (جس سے رات بڑھنے لگتی ہے) اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں (جیسے پرند سے بیضہ) اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں **ف:** یعنی ہر طرح کی قدرت ہے سو



ہے (اس وقت کی سزا کا خوف کرنا ضرور ہے)۔ ف: کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں۔ (۱) موالات یعنی دوستی۔ (۲) مداراۃ یعنی ظاہری خوش خلقی۔ (۳) مواساة یعنی احسان و نفع رسانی ان معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ موالات تو کسی حال میں جائز نہیں اور آیت لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَتَوَلَّاهُمْ فَاتَّكَ مِنْهُمْ اور آیت لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ میں یہی مراد ہے۔ اور مداراۃ تین حالتوں میں درست ہے۔ ایک دفع ضرر کے واسطے۔ دوسرے اس کافر کی مصلحت دینی یعنی توقع ہدایت کے واسطے۔ تیسرے اکرام ضیف کے لئے اور اپنی مصلحت و منفعت مال یا جاہ کے لئے درست نہیں اور بالخصوص جب کہ ضرر دینی کا بھی خوف ہو تو بدرجہ اولیٰ یہ اختلاط حرام ہوگا اس مقام کی آیت میں اسی دفع ضرر کی حالت کو مستثنیٰ کیا ہے اور مراد اس سے مداراۃ ہے جس کو صورتاً موالات میں داخل کر کے موالات کو مستثنیٰ منہ قرار دے دیا گیا۔ اور آیت بالا میں چونکہ موالات حقیقیہ مراد ہے لہذا استثناء نہیں کیا گیا اور توقع ہدایت کے لئے مداراۃ کرنا سورہ عبس کی آیت فانت له تصدىٰ میں مذکور ہے۔ اور ضیف ہونے کی وجہ سے مداراۃ کرنا اس حدیث میں ہے جس میں بنی ثقیف کو آپ نے مسجد میں ٹھہرایا تھا اور وجہ شکایت یہ تھا کہ کافر کی مومن پر ہے اور اپنی مصلحت مالی یا جاہی کیلئے اس کی ممانعت آیت اِيْتَعُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ میں مذکور ہے اور مواساة کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز سورہ ممتحنہ کی آیت لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ (الى قوله تعالى) هُمُ الظَّالِمُونَ میں اس کی تصریح ہے اور اس آیت میں اس مواسات کو مجازاً تولیٰ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ اور یہی حکم ہے فساق و اہل بدعت کا جیسا روایات سے ظاہر ہے اور ثقاة کے ترجمہ میں اندیشہ میں قوی کی قید اس لئے لگائی کہ تو ہم کا اعتبار نہیں چنانچہ آیت يَقُولُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ میں اسی پر انکار ہے۔ اسی طرح امراء کی صحبت سے ممانعت آئی ہے۔

دفع شبہ: بعضوں کو اس آیت میں تقیہ متعارفہ شیعہ کے جواز کا شبہ ہو جاتا ہے اس کا دفع یہ ہے کہ اس آیت کو اس تقیہ سے اصلاً مس نہیں کیونکہ آیت ہذا میں خوف ضرر کے وقت دوستی کے اظہار اور عداوت کے اخفا کا ذکر ہے اور تقیہ متعارفہ میں کفر کا اظہار و ایمان کا اخفاء ہوتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اگر یہاں مذکور نہیں تو دوسری آیت میں بعنوان اکراہ مذکور ہے جواب یہ ہے کہ تقیہ متعارفہ اور اکراہ میں بھی دو فرق ہیں۔ اول اکراہ صرف دفع ضرر کے خوف سے ہے اور تقیہ مذکورہ جلب منفعت کیلئے بھی۔ دوسرے اکراہ میں اس ضرر کا شدید اور خوف کا قوی ہونا ضرور ہے اور تقیہ میں ضرر کا خفیف اور خوف کا درجہ وہم میں

ہونا کافی ہے پس تقیہ اصطلاحی کو قرآن سے کچھ مس نہ ہوا اور کوئی شخص اصطلاح بدل کر لفظ ثقاة سے اخذ کر کے اجازت موالات کی صورت کو تقیہ کہنے لگے تو اس سے مناقشہ نہیں لیکن اس کو مفید نہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ اَوْلِيَاءَ الخ یہاں موقعہ اس کہنے کا تھا ”بیدک الخیر والشر“ کیونکہ اوپر اعزاز و اذلال دونوں کا ذکر ہوا ہے تو اس پر اکتفا کرنا یا تو مراعات ادب کی ہے اگر مراد کلام میں یہ ہو کہ والشر ایضاً یعنی آپ کے قبضہ میں دونوں چیزیں ہیں یا اشارہ اس طرف ہے کہ جو چیز ظاہر میں شر معلوم ہوتی ہے چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی مصلحتیں دیکھیں ہیں وہ بھی واقع میں خیر ہی ہے پس اس میں اس امر کی تعلیم ہے کہ جس چیز میں عبد کی صنع کو مطلق دخل نہ ہو وہ محض خیر ہے اس کو ناگوار نہ سمجھے اور اس سے خذلان پر استدلال نہ کرے جیسا بہت سے سالکین جب ذرا اپنے احوال میں تغیر پاتے ہیں گوان کے فعل کو اس میں ذرا دخل نہ ہو اس خذلان کا تو ہم کرنے لگتے ہیں۔ قوله تعالى لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ الآية روح المعانی میں ہے اور اسی جگہ سے اہل اللہ نے مریدین کو منکرین کیساتھ تعلق دوستی رکھنے سے منع کیا ہے کیونکہ انکار کی ظلمت کفر کی ظلمت کے مشابہ ہے اور بعض اوقات مجتمع ہو کر طریق ایمان کو بند کر دیتی ہے۔ البتہ اگر ان سے کچھ اندیشہ ہو تو اس وقت ظاہر دوستی جائز ہے اور یہ بھی ضعفاء کی نسبت ہے لیکن جس کا یقین قوی ہو وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ۱۲۔

**اللغات:** فی روح المعانی واصل اللهم یا اللہ فحذفت یا و عوض عنها الميم واو ثرت تقربها من الواو التي هی حرف علة وشدت لكونها عوضا عن حرفين وجمعها مع یا شاذ ۱۲۔ قال ابو السعود اصل ثقاة وقية ابدلت الواو تاء كنخمة و تهمة و قلبت الياء الفاء ۱۲ فی روح المعانی الامد غاية الشئ و منتهاه و ذهب بعضهم الى ان المراد بالامد البعيد المسافة البعيدة ولعله الاظهر ۱۲

**النحو:** قوله بغير حساب فی روح المعانی احد الوجوه وجوز ان يكون لغتا لمصدر محذوف او مفعول محذوف ای رزقاً غیر قليل اه قلت واخترت هذا الوجه ۱۲۔ يوم منصوب بتو وكذا قال البيضاوي قوله وما عملت من سوء عطف على ما عملت و تقدير محضرا في النظم وحذفه للاقتصار بقرينية ذكره في الاول مما قاله الاكثرون كذا في روح المعانی ۱۲

**الروايات:** فی روح المعانی روی الواحدی عن ابن عباس و انس بن مالك انه لما افتتح رسول الله ﷺ مكة و عداوته ملك فارس و الروم قالت المنافقون و اليهود هيهات هيهات من اين لمحمد



والفسقة والظلمة والانه الكلام لهم والتيسم في وجوههم والانبساط معهم واعطاءهم لكف اذاهم وقطع لسانهم وصيانة العرض عنهم ولا يعد ذلك من باب الموالاة المنهى عنها بل هي سنة و امر مشروع ثم سر و روايات و احاديث الى ان قال لا تنبغي المداراة الى حيث يخذش الدين وير تكب المنكر وتسي الظنون اه ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله تمام ملك الى قوله جتنا حصر لما في البيضاوي فالملك الاول عام والاخير ان. بعضان منه ۱۲ ۲. قوله ظاهر اياً باطناً افاده اطلاق لفظ اولياء مع استثناء حال الثقة والالام يصح الاستثناء لان الخوف لا يجوز الموالاة الحقيقة القلبية لعدم الضرورة فيها فان القلب لا يطلع عليه من يخاف منه فكان الاصل في الموالاة الحظر والضروري يتقدر بقدر الضرورة وقد ارتفعت الضرورة بصورة الموالاة فلا بد لصحة الاستثناء ان يكون المستثنى منه شاملاً للصورة والمعنى فافهم ۱۲ ۳. قوله يتجاوز دو صورت الى ما اخذه ابو السعود ۱۲ ۴. قوله الله کے ساتھ دوستی رکھنے الخ اشارة الى حذف المضاف اي من ولاية الله ومن هذه بيانية لقوله شيء ولما كان المحذوف كالمفروق اظهرة في الترجمة ۱۲ ۵. في ف اور بالخصوص جبکہ الخ داعی فیہ سبب النزول و عموم اللفظ فافهم ۱۲

ملك فارس والروم هم اعزوا منع من ذلك الم يكف محمدا مكة والمدينة حتى يطمع في ملك فارس والروم فانزل الله تعالى هذه الآية (اي قل اللهم الخ) وفي لباب النقول اخرج ابن ابي حاتم عن قتادة قال ذكر لنا ان رسول صلى الله عليه وسلم وسال ربه ان يجعل ملك الروم وفارس في امته فانزل الله قل اللهم مالك الملك الآية ۱۲. في لباب النقول اخرج ابن جرير من طريق سعيد او عكرمة عن ابن عباس قال كان الحجاج بن عمر حلف كعب بن الاشرف بن ابي الحقيق وقيس بن زيد قد بطنوا بنفر من الانصار ليفتنوهم عن دينهم فقال رفاعه بن المندر و عبد الله بن جبرو سعيد بن خيثمة لا ولئك النفر اجتنبوا هؤلاء النفر من يهود واحذروا مباطنتهم لا يفتنوكم عن دينكم فابوا فانزل الله فيهم لا يتخذ المؤمنون الى قوله والله على كل شيء قدير ۱۲

**فائده جلية:** قال ابو السعود عن ابي العباس المقرئ ورد لفظ الحساب في القرآن على ثلاثة اوجه بمعنى التعب قال تعالى ترزق من تشاء بغير حساب. وبمعنى العدد قال تعالى انما يوفي الصابرون اجرهم بغير حساب وبمعنى المطالبة قال تعالى فامنن او امسك بغير حساب ۱۲. **الفقه:** في روح المعاني وعدقوم من هذا الباب مداراة الكفار

(بقية صفحہ ۲۱۴) **ف:** کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ منکرین کے مقابلہ میں اتنا کہہ دینا کب کافی ہو سکتا ہے کہ تم نہ مانو تو میں تو مان گیا جواب یہ ہے کہ یہ ہر منکر کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا بلکہ خاص ان منکرین کے مقابلہ میں جن کا انکار کسی شبہ سے نہ تھا بلکہ بعد اقامت دلائل کے محض عناد و عداوت سے تھا جب ان کو کوئی شبہ نہیں تو ان کے سامنے مکرر دلائل بیان کرنا بیکار ہے اس وقت یہی آخری جواب ہے کہ خیر بھائی مت مانو ہم تو مان چکے خوب سمجھ لو۔

**مسائل السلوك:** تَوَلَّاهُ تَعَالَى فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ اس الخ اس میں دلالت ہے اہل طریق کی اس عادت پر کہ جب حق بالکل واضح ہو جاوے مگر مخاطب کی حالت سے معلوم ہو کہ یہ قبول نہیں کرتا تو اس وقت مباحثہ ترک کر دیتے ہیں اور یہ استنباط اس آیت کی مشہور تفسیر پر ہے کہ یہ قول أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ اس الخ مجادلہ سے اعراض ہے ۱۲۔

**اللفاظ:** قوله اسلمت وجهی قال عبد الحكيم على البيضاوي اخلص اي لا يشرك به غيره فاسلم من سلم الشيء لفلان خالص ومنه رجل سلم لرجل والوجه مستعار للذات ۱۲۔

**النحو:** قوله قائما بالقسط في روح المعاني بعد سرد الا وجه الاربعة الخامس ولعله الا وجه ان يكون حالا من الضمير والعامل فيها معنى الجملة اي تفرد ۱۲. قوله ومن اتبعن عطف على التاء وحسن للفعل او مفعول معه كذا قال البيضاوي ۱۲۔

**الروايات:** في روح المعاني وقيل نزلت (اي آية شهد الله الخ) في نصارى نجران لما حاجوا في امر عيسى عليه السلام وهو الذي يشعر به ما اشرنا اليه قبل من الآثار ويميل اليه كلام محمد بن جعفر بن زبير ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله حق اور مقبول مستفاد من لام العهد ۱۲. ۲. قوله صرف اسلام ہی ہے کما فی روح المعانی تعریف الجزئین للحصر ای لا دین مرضی عند اللہ تعالیٰ سوی الاسلام ۱۲ ۳. قوله بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں کما فی روح المعانی ای یاتی حسابہ عن قریب ۱۲. ۴. قوله خواہ خواہ اشارة الى ان هذه المحااجة ليست على حقيقتها بل سمي المجادلة محااجة مجازاً کما فی قوله لئلا يكون للناس عليكم حجة الا الذين ظلموا ۱۲۔



قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْذَرُ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اسکو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اسکو جانتے ہیں۔ اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے

قَدِيرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا

ہیں۔ جس روز کہ ہر شخص اپنے آپ کے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہو پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی اس بات کی تمنا کریگا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت

بَعِيدًا أَوْ يُجَدِّدُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر۔ آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب

ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ

گناہوں کو معاف کرینگے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑی عنایت فرماتا ہے۔ آپ یہ فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں مولا اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں

أَدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

کرتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان پر۔ بعض ان میں بعض کی اولاد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیت میں کفار کیساتھ دوستی کرنیکی ممانعت فرمائی تھی آگے اس نبی کے عام ہونیکو ارشاد فرماتے ہیں کہ نہ بلا ضرورت ظاہر ان سے دوستی جائز ہے اور نہ باطناً اصلاً دوستی جائز ہے اور اس مضمون کو ایسے عام عنوان سے ارشاد فرمایا ہے جس سے سب معاصی ظاہرہ و باطنہ سے تنذیر ہو جاوے۔  
**تعمیم نبی موالات کفار:**

قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ان سے) فرمادیجئے کہ اگر تم (دل ہی دل میں) پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو (زبان و جوارح سے) ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو (ہر حال میں) جانتے ہیں اور (اسی کی کیا تخصیص ہے) وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (کوئی چیز ان سے مخفی نہیں) اور (علم کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت بھی کامل رکھتے ہیں (سوا اگر تم کسی امر قبیح کا ارتکاب کرو گے خواہ ظاہر یا باطناً تو وہ تم کو سزا دے سکتے ہیں)۔

**ربط:** آگے مضمون بالا کی تاکید کیلئے قیامت کا آنا اور اس میں بلا تخصیص کسی عمل کے سب اعمال کا پیش نظر ہو جانا اور اس وقت عاصیوں کا پچھتانا بیان فرماتے ہیں۔  
**تاکید مضمون سابق:**

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہو پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو (بھی پائے گا اس روز) اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز

کی مسافت (حائل) ہوتی (تاکہ اپنے اعمال بد کا معائنہ نہ کرنا پڑتا) اور (تم سے پھر مکرر کہا جاتا ہے کہ) خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں اور (یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ) اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں (اپنے) بندوں (کے حال) پر (اس مہربانی سے یوں چاہتے ہیں کہ یہ سزائے آخرت سے بچے رہیں اور بچنے کا طریقہ ہے اعمال بد کا ترک کرنا اور ترک کرنا عادت بدوں ڈرانے کے ہوتا نہیں اس لئے ڈراتے ہیں۔ پس یہ ڈرانا عین شفقت و رحمت ہے) **لفظ:** جن لوگوں کے نیک اور بد دونوں قسم کے عمل اس روز پیش ہونگے ان کی نسبت یہ فرمانا کہ وہ لوگ اس یوم کے نہ آنے کی تمنا کریں گے نہایت بلاغت ہے کہ باوجودیکہ کچھ اعمال ان کے خیر بھی ہونگے مگر ان کے ہونے کی ذرا خوشی نہ ہوگی اعمال بد سے رنج ہوگا تو جس کے پاس شر ہی شر ہو اس کا کیا پوچھنا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن کے اعمال صرف خیر ہوں وہ بھی اس تمنا میں شریک ہوں۔

**ربط:** اوپر کی آیتوں میں توحید کا وجوب اور کفر کی مذمت مذکور تھی آگے اعتقاد رسالت و اتباع رسول کا وجوب فرماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جس طرح انکار توحید کفر ہے انکار رسالت بھی کفر ہے۔

**وجوب اعتقاد و اتباع رسول:**

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ (الہی قولہ تعالیٰ) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ آپ (لوگوں سے) فرمادیجئے کہ اگر تم (بزعم خود) خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو (اور محبت رکھنے کی وجہ سے یہ بھی چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے) تو تم لوگ (اس مقصود کے حاصل کرنے کے طریقوں میں) میرا



اتباع کرو) کیونکہ میں خاص اسی تعلیم کے لئے مبعوث ہوا ہوں جب ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے) کیونکہ میں اس معافی کا طریقہ بھی تعلیم کرتا ہوں اس پر عمل کرنے سے لامحالہ حسب وعدہ گناہ معاف ہو جائیں گے مثلاً ذنوبِ محضہ سے توبہ کر لینا حقوقِ فاسدۃ الہیہ کا قضا کر لینا حقوقِ العباد کا ادا کر دینا یا ابراہیمؑ کو (اور) اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے عنایت فرمانے والے ہیں (اور) آپ یہ (بھی فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی) (کہ اصل مقصود تو وہی ہے) اور (اطاعت کیا کرو) رسول کی (یعنی میری اطاعت اس حیثیت سے کرنا ضروری ہے کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں میری معرفت اپنی اطاعت کے طریقے بتلائے ہیں) پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ (آپ کی اطاعت سے کہ ادنیٰ اس کا اعتقاد رسالت ہے) اعراض کریں (سو وہ لوگ سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے (اور اس صورت میں یہ لوگ کافر ہو گئے سوائے ان کو دعویٰ محبت کرنا یا ہوسِ محبوبیت رکھنا محض بادیہ پیائی ہے)۔

**دبیط:** بعض معاندین کو باوجود وضوحِ دلائل عقلیہ و نقلیہ کے مسئلہ رسالت میں استبعاد و استنکار تھا اس لئے آیاتِ آئندہ میں اس مسئلہ کی تائید کے لئے تاکہ ان نظائر سے وہ استبعاد دفع ہو جاوے اولاً چند مشہور انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً منتخب و مقبول ہونا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام و حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کسی قدر مفصل قصہ ارشاد فرماتے ہیں وجہ تخصیص ان حضرات کی قرب زمانہ نبوی ہے۔

اصطفاء بعض انبیاء علیہم السلام:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ بے شک اللہ تعالیٰ نے (نبوت کے لئے) منتخب فرمایا ہے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو اور (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد (میں سے بعضوں) کو (جیسے حضرت اسمعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام اور تمام انبیاء بنی اسرائیل کہ اولاد یعقوب علیہ السلام کی ہیں اور ہمارے رسول ﷺ کہ اولاد اسمعیل سے ہیں) اور عمران کی اولاد (میں سے بعضوں) کو (اگر یہ عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں اور اگر یہ عمران حضرت مریم علیہا السلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں غرض ان سب حضرات کو نبوت کیلئے) تمام جہان (کی مخلوقات) پر منتخب کیا فرمایا ہے (بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں) (جیسے آدم علیہ السلام کی اولاد سب ہیں اسی طرح

نوح علیہ السلام کی اولاد سب ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں اولادِ عمران بھی ہے) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں (کہ سب کے اقوال کو سنتے ہیں سب کے احوال کو جانتے ہیں پس جس کے اقوال و احوال مناسب شانِ نبوت کے دیکھے ان کو نبی بنادیا) **ف:** اس میں اکثر انبیاء علیہ السلام کا بالخصوص انبیاءِ اولوالعزم کا ذکر آگیا باقی خود حضرت ابراہیمؑ کی نبوت اس میں اس لئے مذکور نہیں ہوئی کہ ان کا نبی ہونا تمام اہل مللِ سماویہ میں مشہور و مسلم تھا اور آلِ ابراہیمؑ میں باوجودیکہ آلِ عمران بھی داخل ہے لیکن بطورِ تخصیص بعد تقسیم کے اہتمام کے لئے مکرر ذکر فرمادیا اگر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام مراد ہیں تب تو وجہ اہتمام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انبیاءِ اولوالعزم میں سے ہونا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں تو علاوہ اولوالعزم میں سے ہونے کے خود مناسبت مقام کی اس تکریر کو مقتضی ہے کیونکہ آگے اس کے متصل ہی قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہے جس کو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کے ذکر سے شروع فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ ایک دوسرے کی اولاد ہے شاید مقصود اس سے ان سب حضرات کا اتحاد یا شرفِ ذاتی کے ساتھ شرفِ نسب کا بیان فرمانا ہو یا اس امر کا جتلانا ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد میں نبوت رہی ہے اگر آپ کو نبوت مل گئی تو بعید کیا ہے واللہ اعلم۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اس میں اس پر دلالت ہے کہ خدا تعالیٰ کا محب ہونا جو کہ محبوبت کو مستلزم ہے بدوں اس کے کہ محبت حق کا اتباع کرے میسر نہیں ہو سکتا ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی روح المعانی وفی قولہ محضراً من التھویل ما لیس فی حاضر او کذا فی روح المعانی ما قررتہ من ارجاع الضمیر فی بینہ الی یوم لسنکتہ المبالغۃ فافہم۔ قال البیضاوی الآیۃ (ای قل ان تخفوا الخ) بیان لقولہ و یحذرکم اللہ نفسہ الاول فکانہ قال و یحذرکم نفسہ لانہا متصفۃ بعلم ذاتی محیط بالمعلومات کلہا و قدرۃ ذاتیۃ تعم المقدورات باسرها فلا تجسروا علی عصیانہ اہ قلت و قررت وجہ ربط الآیۃ بنہج آخر کما یظہر من تقریری فی التفسیر ۱۲۔

**اللغات:** ذریۃ قال البیضاوی الذریۃ الولد یقع علی الواحد والجمع فعلیۃ من الذراد فعولۃ من الذراء ابدلت همز تہایاء ثم قلبت الواو یاء و ادغمت ۱۲۔

**النحو:** قولہ ذریۃ الخ قال البیضاوی حال او بدل من الآلین او منہما ومن نوح ۱۲ محرراً انتصابہ علی الحالیۃ من ما والعامل فیہ نذرت اہ روح المعانی۔ قال البیضاوی الضمیر (فی وضعنا بالعبیۃ و وضعنا بالتکلم) لما فی بطنہا و تانیثہ لانہ کان انثی ۱۲۔



**الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن المنذر عن الحسن قال قال اقوام علی عهد نبینا واللہ یا محمد انا لنحب ربنا فانزل اللہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیة ۱۲

**البلاغۃ:** فی روح المعانی اللام فی لک للتعلیل والمراد لخدمة بیتک (فہو متعلق لمحوراً) و تقدیم الجارو المجرور لکمال الاعتناء بہ آہ قلت ویحتمل تعلقه بنذرت ای نذرت لعبادتی ایاک فان النذر یكون بالعبادة واخترته فی الترجمة لقرب العامل وبقاء الترتیب علی الاصل قوله ولیس الذکر الخ بیان لقوله واللہ اعلم ای ولیس الذکر الذین طلبت کالانثی التی وهبت واللام فیہما للعہد اہ بیضاوی ۱۲

**اختلاف القرآنة:** فی روح المعانی قراء ابن عامر و ابو بکر عن عاصم و یعقوب بما وضعت (بالتکلم) علیہ انه من کلامہا قالہ اعتذارا الی اللہ تعالیٰ حیث وضعت مولوداً لا یصلح للغرض او تسلیة لنفسہا ای ولعل للہ تعالیٰ سراً و حکمة ولعل هذه الانثی خیر من الذکر اہ قلت فعلى هذا یشکل قوله ولیس الذکر کالانثی من جملة کلامہا ویكون معناه علی ما یقتضیه المقام من التحزن ان الذکر لیس کالانثی بل له الترجیح علیہا ولا یرد ان العادة فی مثله ان ینفی عن الناقص شبهہ بالکامل لا العکس وجہ عدم الورد انه لم یثبت لتعین ما قالوه الا ترى الی قوله تعالیٰ الستن کاحد من النساء فنفی عن الکامل شبه الناقص ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی توضیح ترجمۃ تحبون اللہ اور محبت رکھنے کی وجہ سے الخ زد تہ لیظہر وجہ ترتب قوله یحبکم اللہ وماخذہ التفسیر الکبیر ولما کان ارادة المحبوبة لازمة لارادة المحبة قام ذکر الملزوم مقام ذکر اللازم فافہم وقال بعضهم ان معناه ان کنتم تحبون ثواب اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ای یشبکم وقیل ان کنتم تحبون اللہ ای تریدون عبادتہ فاتبعونی اعلمکم طرق عبادتہ فاذا اتبعتمونی وعند تمویہ حسب تلك الطرق یحبکم اللہ الآیة ۱۲۔ ۲۔ قوله اگر یہ عمران الخ فی الانتصاف قال احمد و مما یرجح هذا القول الثانی (ان عمران هو ابو مریم) ان السورة تسمى آل عمران ولم تشرح قصة عیسیٰ و مریم فی سورة البسط من شرحہا فی هذه السورة واما موسیٰ و ہارون فلم یذكر من قصتهما فی هذه السورة فدل ذلك علی ان عمران المذکور ہنہا هو ابو مریم واللہ اعلم اہ فی روح المعانی و ایضاً یرجح كون المراد بہ ابا مریم ان اللہ تعالیٰ ذکر اصطفاء ہا بعد و نصّ علیہ اہ قال البیضاوی وکان بین العمرانین الف وثمان مائة سنة ۱۲

**حاشیہ:** (۱) یہ جواب ہے سوال مقدر کا جو کہ قول بالا توقع ہدایت کے لئے الخ پر وارد ہوتا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس تصدی پر انکار فرمایا ہے تو اس سے استدلال جواز مدارات پر کس طرح صحیح ہوگا جواب کی تقریر یہ ہے کہ انکار و شکایت کی وجہ تقدیم الکافر ہے نہ کہ مداراة الکافر ۱۲ منہ۔

(بقیہ صفحہ ۲۱۵) ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان شخصوں پر (بدلہ کی وقت اصلاً) ظلم نہ کیا جاوے گا (کہ بے جرم یا زیادہ از جرم سزا ہو جاوے) فہ: انکے قول "لَنْ تَمْسَنَا النَّارُ" کی تحقیق پارہ الم کے نصف پر گزری چکی ہے۔

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قلت یا رسول اللہ ﷺ ای الناس اشد عذاباً یوم القیامة قال رجل قتل نبیاً او رجلاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر ثم قرأ الآیة ثم قال ﷺ یا ابا عبیدۃ قتلت بنو اسرائیل ثلثة واربعین نبیاً اول النہار فی ساعة واحدة فقام مائة رجل وسبعون رجلاً من عباد بنی اسرائیل فامروا من قتلہم بالمعروف ونہوہم عن المنکر فقتلوا جمیعاً من آخر النہار من ذلك الیوم فہم الذین ذکر اللہ تعالیٰ فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم وابن المنذر عن عکرمۃ عن ابن عباس قال دخل رسول اللہ ﷺ بیت المدراس علی جماعۃ من الیہود فدعاهم الی اللہ فقال لہ نعیم بن عمرو والحارث بن زید علی ای دین انت یا محمد قال علی ملة ابراهیم ودينہ قال فان ابراهیم کان یہود یا فقال لہما رسول اللہ ﷺ فہلما الی التوراة فہی بیننا و بینکم فابیا علیہ فانزل اللہ الم تر الی الذین او توائسبیا من الکتاب یدعون الی قوله یفترون ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله وہ قتل کرنا ان کے خیال میں بھی الخ فقوله تعالیٰ بغير حق لم یکن موکداً بل مفیداً فائدة جدیدۃ ۱۲۔ ۲۔ قوله کافی حصہ کما فی ابی السعود والتوین للتفخیم ۱۲۔ ۳۔ قوله اور ای کتاب اللہ کی طرف زاد حرف العطف للحال لان الجملة حال ویزاد فی لساننا فی امثاله و او الحال و اشار الی کون الاضافة للعہد وهذا ابلغ فی التقیح حیث استفروا من الذی او تہ و زاد لفظ بھی للاشارة الی زیادة التقیح حیث دعوا ولم یکن حاجة الی الدعوة تم استفروا ۱۲۔ ۴۔ قوله بعض فائدتہ ان بعضهم کانوا قد آمنوا ۲۱۔ ۵۔ قوله بے رخی اشارۃ الی زیادة التقیح حیث لم یتولوا عن شبهة ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ترجمۃ فکیف کیا بر اشارۃ الی کون الاستفہام للتفطیح ۱۲۔ ۷۔ قوله ذرا شبه افادہ عموم النکرۃ تحت النفی ۱۲۔



اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۤ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا

جبکہ عمران کی بی بی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاوے گا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے، بیشک آپ خوب سننے والے خوب

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَیْسَ الذَّكَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ

جاننے والے ہیں پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس کو جو انہوں نے جنی اور وہ لڑکا اس لڑکی کے برابر نہیں اور میں نے اس لڑکی کا نام

اُعِیْذُهَا بِكَ وَذَرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِۚ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّاۤ

مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔ پس ان کو ان کے رب نے بوجہ حسن قبول فرمایا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا جب کبھی زکریا ان

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنْتِ لَكَ هٰذَا اَقَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ

کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے پل فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ

یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍۚ

جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔

تفسیر: قصہ حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۤ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ عمران (پدر مریم) کی بی بی نے (حالت حمل میں جناب باری میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر (یعنی منت) مانی ہے آپ (کی عبادت) کیلئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ (خانہ خدا کی خدمت کے واسطے) آزاد (فارغ) رکھا جاوے گا (اور میں اس کو اپنے کام میں نہ لگاؤں گی) سو آپ (اس کو) مجھ سے قبول کر لیجئے بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں (کہ میری عرض کو سن رہے ہیں اور میری نیت کو جان رہے ہیں) اس زمانہ میں ایسی نذر ماننا مشروع تھا مگر صرف اولاد ذکر کیساتھ مخصوص تھا سو انہوں نے اسی گمان سے نذر مانی تھی کہ شاید لڑکا پیدا ہو۔

تمتہ قصہ: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (الی قولہ تعالیٰ) وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذَرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پھر جب (ان بی بی نے) لڑکی جنی (حسرت سے) کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے خیال سے حسرت کر رہی تھیں) حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس (لڑکی کی شان کو) جو انہوں نے جنی اور (کسی طرح بھی) وہ لڑکا (جو انہوں نے چاہا تھا) اس لڑکی کے برابر نہیں (ہو سکتا تھا بلکہ یہ لڑکی ہی افضل ہے کہ اس کے کمالات و برکات عجیب و غریب ہونگے یہ ارشاد خداوندی بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے پھر ان بی بی کا قول ہے) اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی

اولاد ہو) آپ کی پناہ (اور حفاظت) میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔

ف: چنانچہ ان کی یہ عرض بھی قبول ہوئی جیسا حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ ہر بچہ کو ولادت کے وقت شیطان چھیڑتا ہے اور اس کے چھیڑنے سے بچہ چلاتا ہے۔ بجز حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے فقط اور چونکہ یہ عرض معاً ولادت کے ساتھ تھی اس لئے اس وقت تک شیطان کا مس واقع نہ ہوا تھا اس لئے اس میں یہ اشکال نہیں کہ شیطان تو ولادت کے وقت مس کرتا ہے تو دعا سے پہلے مس کر چکا ہوگا اور اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور انبیاء علیہم السلام کو بھی شیطان مس کرتا ہو باقی رہی تخصیص ذکر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی سو وہ اس وجہ سے ہے کہ ان بی بی کی دعا تصریحاً منقول ہے اس لئے اجابت دعا کو تصریحاً ظاہر فرمادیا اور بعض نے شبہ کیا ہے کہ اگر شیطان کو ایسی قوت ہو تو سب کو ہلاک کر دے جواب یہ ہے کہ جتنی قدرت دی گئی ہے اس سے زیادہ نہیں نیز ملائکہ نگہبان بھی ہیں اور مریم بمعنی عابدہ نام رکھنے کی تصریح میں یہ اشارہ ہے کہ میں اپنی نذر پر حتی الامکان قائم ہوں اس لڑکی کو بھی مسجد کے لئے فارغ کر دوں گی اگر خدمت کے لئے نہیں تو عبادت کے لئے سہی واللہ اعلم۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ غرض حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لیکر مسجد بیت المقدس میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین و عابدین سے کہ ان میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے جا کر کہا کہ اس لڑکی کو میں نے خاص خدا کے لئے مانا ہے اس لئے میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتی سو اس کو لائی ہوں آپ لوگ لے کر رکھئے سو چونکہ حضرت عمران اس مسجد کے امام تھے اور حالت حمل میں



ان کی وفات ہو چکی تھی ورنہ سب سے زیادہ مستحق ان کے لینے کے وہ تھے بوجہ باپ ہونے کے بھی اور بوجہ امام ہونے کے بھی اس لئے ہر شخص ان کے لینے اور پالنے کی خواہش رکھتا تھا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی ترجیح کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے بعد ماں کے وہی رکھنے کی مستحق ہیں مگر اور لوگ اس ترجیح پر راضی و متفق نہیں ہوئے آخر قرعہ پر اتفاق قرار پایا اور صورت قرعہ کی بھی عجیب و غریب خلافِ عادت ٹھہری جس کا بیان آگے آوے گا اس میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے چنانچہ ان کو وہ مل گئیں اور انہوں نے بنا بر بعض روایات ایک اتانو کر رکھ کر دودھ پلویا اور بعض روایات میں دودھ پینے کی ان کو حاجت نہیں ہوئی غرض وہ خود بیٹھے اٹھنے لگیں۔ ان کو مسجد کے متعلق ایک عمدہ مکان میں لا کر رکھا جب جاتے باہر سے قفل لگا جاتے آ کر کھول لیتے اسی قصہ کا مختصر آگے مذکور ہے یعنی (پس ان مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمایا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور (حضرت) زکریا (علیہ السلام) کو ان کا سر پرست بنایا (سو) جب کبھی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس (اسی) عمدہ مکان میں (جس میں ان کو رکھا تھا) تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے (اور) یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس (جو خزانہ غیب ہے اس میں) سے آئیں بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں (جیسا اس موقع پر محض فضل سے بے مشقت عطا فرمایا) **ف:** یہ جو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کر لیا اس کی ظاہری علامت یہ تھی کہ اس قرعہ عجیبہ میں جو بطور معجزہ تھا حضرت زکریا علیہ السلام غالب آئے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی مرضی تھی کہ یہ ان کے پاس رہیں اور پللیں اسی بنا پر قبول کی نسبت اور نیز حضرت زکریا علیہ السلام کو کفیل بنانے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور یہ جو فرمایا کہ عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ابتدا سے عبادت و طاعت میں مشغول رکھا۔ دوسرے یہ کہ اور بچوں کی معمولی نشوونما سے ان کا ظاہری نشوونما زائد تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام جو ان سے پوچھتے تھے کہ یہ کہاں سے آیا تو وجہ اس کی یہ تھی کہ بجز ان کے اس مکان میں کوئی نہ آ سکتا تھا خود قفل لگا جاتے اور خود آ کر کھولتے دوسرے وہ چیزیں بھی بے فصل میوے ہوتے تھے اسلئے تعجب ہوتا تھا سو وہ رزق محض عالم غیب سے آتا تھا اور یہ قصہ کرامت تھی حضرت مریم علیہا السلام کی جس کا ثابت ہونا اولیاء اللہ کیلئے مذہب اہل سنت و الجماعت کا اور **إِنَّ اللَّهَ يُرِزُّكَ** کا مضمون ممکن ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام

ہی کا قول ہوا اور ممکن ہے کہ نقل قصہ کے بعد خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہو۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ **كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا** روح المعانی میں ہے اس آیت سے اولیاء کیلئے صحت کرامات پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ قول مشہور پر مریم علیہا السلام ولی ہیں نبی نہیں ۱۲۔

**اللفظ:** المحراب اشرف المواضع لتنافس الناس عليه وهو اسم مكان او من روح المعانی والمراد الغرفة فلا يشكل يمنع الهواء عنها بالغلق لجواز وصوله من الخوخات فافهم ۱۲

**النحو:** قولہ بقبول حسن فی روح المعانی الباء مثلها فی کتب القلم والقبول ما یقبل به الشئ کالسعوط ما یسعط به ای تقبلها بوجه حسن وهو اختصاصه اياها ولم یقبل قبلها انشی اه قلت ومن ثم ترجمة بقولی وجه احسن نباتا مصدر علی غیر لفظ الفعل المذكور وقيل التقدير فنبت نباتا قوله ان الله يرزق الخ یحتمل کونه من کلهمما وهو الاولی او من کلامه تعالیٰ کذا فی روح المعانی ۱۲

**البلاغة:** قولہ انشی سميتها فی روح المعانی والغرض من عرض التسمية على علام الغيوب الاولی فیہ ان یقال ان الغرض من ذلك اظهار انها غیر راجعة عن نيتها وان كان ما وضعتها انشی وانها وان لم تكن خليفة لسدانة بیت المقدس فلتكن من العبادات<sup>(۱)</sup> فیہ واستقلالها بالتسمية لكون ابیها قدماء وامها حامل فتقديم المسند اليه للتخصيص یعنی التسمية منی لا یشار کنی فیہا ابوہا ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قولہ کفلها فی البیضاوی شدد الفاء حمزة والکسانی وعاصم وخفف الباقون ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ یاد کرنے کے قابل ہو حاصل معنی اذکر العامل فی اذ ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ف شروع تھا بخلاف ما فی شرعنا لقولہ علیہ السلام لا نذر فیما لا یملک الحدیث ولیس فی اختیار النادر ان یفعل غیرہ فعلا فلما ینتقد النذر فافهم ۱۲۔ ۳۔ قولہ حسرت سے ہکذا فی روح المعانی فلا یشكل ان الاخبار اما للفائدة اوللازمها واللہ محیط بہما ۱۲۔ ۴۔ قولہ حالانکہ الخ اشار بہ الی ما فی روح المعانی ان الجملة اعتراضیة سیقت لتعظیم المولود الذی وضعته وتفخیم شأنه والتجهیل لها بقدرہ ای واللہ اعلم بالشئ الذی وضعته وما علق بہ من عظام الامور ودقائق الاسرار وواضح الآیات وہی غافلة عن ذلك کله ۱۲۔ ۵۔ قولہ یہ لازم نہیں آتا الخ هذا بناء علی ان الحضر باعتبار الاغلب کما فی روح المعانی ۱۲۔ ۶۔ قولہ لے کر نہیں ای عقیب الولادة ملفوفة فی الخرقہ کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی تمہید الترجمة وفات ہو چکی تھی کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۸۔ قولہ بوجہ امام ہونے کے کذا فی روح المعانی ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۲۴ پر)



هَذَا لَكَ دَعَاؤُكَ يَا رَبُّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَلَدَتْهُ الْهَلِكَةُ وَهُوَ

اس موقع پر دعا کی ذکر کرنے پر رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب

قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مُصَدِّقٍ لِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ

میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں بچی کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت دکنہ والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے۔ ذکر کرنے پر عرض کیا

الضَّالِّينَ ۝ قَالَ رَبِّ اَتَىٰ يَكُونُ لِي عِلْمٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝

کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آ پہنچا اور میری بی بی بچہ جننے کے قابل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً قَالَ اِنَّكَ اِلَّا تُكَلِّمُ النَّاسَ ثَلَاثَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمَزًا ۚ وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَتُنَادِّيكَ بِكَلِمَاتٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝

اے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے۔ بجز اشارہ کے۔ اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور تسبیح کیجیو۔ دن و رات اچھی اور صبح کو بھی۔

تفسیر: قصہ دعائی ذکر یا علیہ السلام:

هَذَا لَكَ دَعَاؤُكَ يَا رَبُّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ اس موقع پر دعا کی (حضرت) ذکر یا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے ف: اس موقع کا مطلب یہ ہے کہ جب ذکر یا علیہ السلام نے بے فصل میوے آتے ہوئے دیکھے تو سمجھے کہ گو میں اور میری بی بی اسباب عادیہ کے اعتبار سے قابل توالد کے نہیں رہے جیسا اگلی ہی آیت میں ہے وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ لیکن ان میووں کی طرح کہ خلاف عادت آتے ہیں اگر میرے بھی خلاف عادت اولاد ہو جائے تو بعید نہیں اور گو قدرت خداوندی کے پہلے سے بھی معتقد تھے کیونکہ نبی تھے اور عقائد حقہ لوازم نبوت سے ہیں لیکن خلاف عادت ہونے کی وجہ سے درخواست کی جرأت نہ کرتے تھے اب چونکہ میوے کے واقعہ کو مکرر مشاہدہ کرنے سے اس خاص وقت میں ایک گونہ عادت معلوم ہوئی جس سے مانع سوال کا مرتفع ہو گیا اس لئے درخواست پیش کی اور اچھی کا مطلب یہ ہے کہ بابرکت ہو اور نیک کردار ہو اور حضرت ذکر یا علیہ السلام کی دعا چند جگہ مختلف مضامین سے منقول ہے سو ممکن ہے کہ اس دعا میں سب مضامین ہوں حسب مناسبت مقام کہیں کوئی نقل کر دیا کہیں کوئی۔

اجابت دعائی ذکر یا علیہ السلام:

فَلَدَتْهُ الْهَلِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۚ (السی قولہ تعالیٰ) وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الضَّالِّينَ پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں بچی (نام اولاد عطا ہونے) کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمہ اللہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور (دوسرے)

مقتدا (دین کے) ہوں گے اور (تیسرے) اپنے نفس کو (لذات سے) بہت روکنے والے ہوں گے اور (چوتھے) نبی بھی ہوں گے اور (پانچویں) اعلیٰ درجہ کے شائستہ بھی ہوں گے۔ ف: محراب سے مراد یا تو مسجد بیت المقدس کی محراب ہے یا مراد اس سے وہ مکان ہے جس میں حضرت مریم علیہا السلام کو رکھا کرتے تھے کیونکہ اس جگہ محراب کے معنی عمدہ مکان کے ہیں اور کلمہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت بلا واسطہ باپ کے پیدا کیے گئے ان کی تصدیق کا اس لئے ذکر کیا کہ دونوں صاحب ایک زمانہ میں تھے البتہ یحییٰ علیہ السلام ان سے کچھ بڑے تھے اور لذات سے روکنے میں سب مباح خواہشوں سے بچنا داخل ہو گیا۔ اچھا کھانا اچھا پہننا نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ اس صفت کو موقع مدح میں فرمانے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افضل طریقہ یہی ہے حالانکہ احادیث سے نکاح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ سو تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کی حالت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سی ہو کہ ان پر شغل آخرت اس قدر غالب تھا کہ ان کو ادائے حقوق اہل کی طرف ملتفت نہ ہونے دیتا ایسے شخص کے لئے یہی افضل ہے اسی وجہ سے جن احادیث میں فضیلت نکاح کی آئی ہے اس میں یہ بھی قید ہے من استطاع منکم الباءة الخ اور شائستگی کے اعلیٰ درجہ سے مراد وہ درجہ ہے جس کا نہ ہونا بھی منافی نبوت نہیں پس وصف نبوت کے بعد اس کا ذکر کرنا غیر مفید نہ ہوا خوب سمجھ لو۔ اور فرشتوں کا ان کی نماز میں باتیں کرنا باوجودیکہ باتوں سے حضور قلب فوت ہو جاتا ہے اس لئے مضائقہ نہ تھا کہ وہ پیغام خدا تعالیٰ کا تھا اس کی طرف توجہ عین حضور قلب ہے قَالَ رَبِّ اَتَىٰ يَكُونُ لِي عِلْمٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ (السی قولہ تعالیٰ) وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَتُنَادِّيكَ بِكَلِمَاتٍ مُّطَهَّرَةٍ (حضرت) ذکر یا (علیہ السلام) نے



یا صرف دن دن مراد ہے پس شب کو بوجہ وقت خواب ہونے کے تمام شب ذکر کا امر نہیں ہوگا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ هُنَالِكَ دَعَا زَكِيًّا رَبَّهُ اس میں دو مسئلے ہیں جو سورہ مریم میں بھی مذکور ہوئے ہیں اول یہ کہ اولاد کی خواہش کرنا زہد کے منافی نہیں ثانی یہ کہ مسبب کا اسباب بعیدہ سے سوال کرنا ادب کے منافی نہیں اور مسئلہ اول میں کہتا ہوں کہ خصوص جبکہ کسی دینی غرض سے ہو جیسا زکریا علیہ السلام نے خود ہی فرمایا وَلَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ الْآيَةَ اور اس سے ایک اور مسئلہ ماخوذ ہوتا ہے وہ یہ کہ بقاء سلسلہ کی تمنا کرنا حضرات انبیاء علیہم السلام کے سنن میں سے ہے جیسا کہ روح المعانی میں بھی اس مسئلہ کو مستحب کیا ہے کہ حضرت زکریاؑ بوڑھے تھے مگر لوگوں کے مرشد تھے پس جب انہوں نے صورت حال دیکھی تو غیرت نبوت کو حرکت ہوئی اور اپنے رب تعالیٰ سے ایسے فرزند صدق کی درخواست کی جو لوگوں کی تربیت میں ان کے قائم مقام ہو سکے اور یہ دعا کی رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً یعنی جو ماسوی کے اشتغال سے مطہر ہو اور شہوات سے مقدس ہو آہ۔ میں کہتا ہوں کہ قید طیبہ کی دعاء سے دعا کرنا اس پر دل ہے کہ خلیفہ بنانے کی شرائط میں سے یہ صفات ہیں نہ کہ محض اولاد ہونا یا مرید ہونا اور بعض بزرگوں سے جو اس تمنا کی ضد منقول ہے تو وہ غلبہ حال سے ہے یا محمول ہے تفویض پر جبکہ عند اللہ مقدر نہ ہو اور زکریا علیہ السلام کی یہ دعا کہ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً اس پر دل ہے کہ طمانیت کیلئے سوال کیا یقین کے منافی نہیں جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ احیاء موتی کی کیفیت دکھلا دیجیے۔

**اللفاظ:** قولہ هُنَالِكَ فی روح المعانی هنا ظرف مکان واللام للبعد (کما فی ذلک) والکاف للخطاب ای فی ذلک المكان حیث هو قاعد عند مریم فی المحراب وجوز ان یراد بها الزمان مجازا اه قلت وانا بترجمتی بقولی اس موقع پر اعرابیت کلا المعنیین واشرت ایضاً الی کونه للبعد فافهم ۱۲۔ قولہ ذریۃ طیبۃ الذریۃ فی المشہور النسل تقع علی الواحد والجمع والذکر والانثی والتانیث والتذکیر تارة یجنیان علی اللفظ واخری علی المعنی وهذا فی اسماء الاجناس ۱۲۔ **النحو:** قولہ فنادته فی روح المعانی ظاهر قولہ تعالیٰ فی مریم انا نبشرك اعتقاب التبشیر الدعاء لا تاخره عنه اه قلت فالقاء للتعقیب بلا مهلة والثران بین الدعاء والاجابة اربعین سنة لم یوجد له اثر فی الصحاح کما فی روح المعانی وایضا فیہ ان هذا الدعاء کما یمکن ان یکون فی مباد الامر یمکن ان یکون فی اواخره قبل حمل مریم اه قلت وهو اقرب لما یدل علیہ کلمة کلما من تکرار المشاهدة الظاهر منه کون الدعاء بعد مشاهدات کثیرة قولہ مصدقا حال مقدرة

(جناب باری میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آپہنچا اور میری بی بی بھی (کبر سن کی وجہ سے) بچہ جنم کے قابل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار (تو پھر) میرے واسطے کوئی (نشانی مقرر کر دیجیے) جس سے مجھ کو معلوم ہو جاوے کہ اب حمل رہ گیا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے بجز (ہاتھ یا سر وغیرہ کے) اشارہ کے) (جب یہ نشانی دیکھو تو سمجھ جانا کہ اب گھر میں امید ہے) اور (اس زمانہ میں جب آدمیوں سے گفتگو کرنے پر قدرت نہ رہے ذکر اللہ پر قادر ہو گے سو) اپنے رب کو (دل سے بھی) بکثرت یاد کیجیو اور (زبان سے بھی) تسبیح (وتقدیس) کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی) ہ: باوجودیکہ قدرت خداوندی کے معتقد بھی تھے اور نمونہ کا مکرر مشاہدہ بھی کر چکے تھے اور خود ہی درخواست کی تھی اور اجابت کا علم بھی ہو گیا تھا۔ پھر اس کہنے کے کیا معنی کہ کس طرح لڑکا ہوگا بات یہ ہے کہ یہ کہنا بطور استبعاد کے نہیں تاکہ شبہ کی گنجائش ہو بلکہ مقصود کیفیت دریافت کرنا ہے کہ آیا ہم دونوں میاں بی بی کی جو حالت موجودہ ہے کہ دونوں خوب بوڑھے ہیں یہی حالت رہے گی یا کچھ اس میں تبدیلی کی جاوے گی۔ پس حاصل جواب یہ ہوا کہ نہیں بوڑھے ہی رہو گے۔ پھر اولاد ہو گی اب اس میں کوئی اشکال نہ رہا اور یہ جو فرمایا کہ لڑکا کیسے ہوگا لڑکا ہونا یحییٰ نام سے معلوم ہو گیا اور نشانی کی جو درخواست کی اس کی وجہ یہ ہے کہ خوشی جلدی ہو جاوے دوسرے پہلے ہی سے شکر میں مشغول ہوں اور نشانی جو مقرر کی گئی کہ آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے کی قدرت نہ رہے گی اس میں لطافت یہ ہے کہ نشانی کی درخواست سے جو ان کا مقصود تھا کہ ادائے شکر کریں نشانی ایسی تجویز کی گئی کہ بجز اس مقصود کے دوسرے کام ہی کے نہ رہیں گے سو نشانی کی نشانی ہو گئی اور مقصود کا مقصود بدرجہ اتم حاصل ہو گیا۔ پس یہ عدم کلام اضطراری تھا اور نشانی بننے کی صلاحیت اسی میں واضح ہے بخلاف عدم کلام اختیار کے کہ اس کا نشان بننا محتاج تکلف ہے جس کے ارتکاب کی کوئی ضرورت نہیں پھر اس کی کوئی دلیل بھی نہیں اور بعضی آیتوں میں تین رات آیا ہے مراد تین دن اور تین رات ہیں پس دونوں آیتیں صحیح ہیں اور گوان ایام میں وہ خود ہی ذکر تسبیح میں مشغول رہتے کیونکہ مقصود نشان پوچھنے سے یہی تھا لیکن اظہار شان ذکر کے لئے اور ان کے مقصود کے اظہار استحسان کے لئے حق تعالیٰ نے بھی اس کا ذکر فرمایا۔ اور صبح و شام سے یا تو کنایہ جمیع اوقات سے ہے



من يحيى قوله كذلك به تم الجواب وعامله مقدر اى يكون لك غلام وانت كذلك من الشيخوخة وكون امرأتك عجوزا وقوله الله يفعل علة له دقا صرحت بوجه التركيب فى الترجمة ۱۲ .

**البلاغة:** قوله الملكة اى جبرئيل وحده كما اخرج ابن جرير عن ابن مسعود فالجمع ههنا مجاز عن الواحد للتعظيم وقيل الجمع على حاله والمنادى كان جملة من الملائكة قوله بلغنى الكبر فى روح المعانى اسند البلوغ الى الكبر توسعا فى الكلام كان الكبر طالب له وهو المطلوب. قوله تعالى ايتك الخ فى روح المعانى واحسن الجواب ما اخذ من السؤال كما قيل لابي تمام لم تقول ما لانفهم فقال لم لانفهم ما يقال كانه قيل آية حصول النعمة ان تمنع عن الكلام الا لشكرها وهذا مبني على ان سوال الآية منه عليه السلام انما كان لتلقى النعمة بالشكر ۱۲ .

**اختلاف القراءة:** قوله ان الله بالفتح اى بان الله وقرأ نافع وحمزة وابن عامر بالكسر على ارادة القول او لان النداء نوع منه ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله خاص لان فى لى ولدن من زيادة القرب

ما ليس فى عند ۱۲ . ۲ قوله فى ف مطلب به الخ كما اورده فى روح المعانى عن ابن بشر وابن عساكر عن الحسن نحوه ۱۲ .

۳ قوله كرر كما يدل عليه قوله تعالى كلما ۱۲ . ۴ قوله مقتدما فى روح المعانى جوز ان يراد ما هو اصل معناه غاية الامران تلك رئاسة شرعية ۱۲ . ۵ قوله روكنى والى لما فى روح المعانى الحضور المبالغ فى حصر النفس وحسبها عن الشهوات مع القدرة ۱۲ . ۶ قوله ائلى درجك شايسته لما فى روح المعانى المراد من الصلاح ما فوق الصلاح الذى لا بد منه فى منصب النبوة من اقاصى مراتبه وعليه مبنى دعاء سليمان عليه السلام وادخلنى برحمتك فى عبادك الصالحين ۱۲ . ۷ قوله فى ف بلكه مقصود كيفية لما فى روح المعانى انى بمعنى كيف ۱۲ . ۸ قوله دونى خوب بوڑھے فهذا العقر انما هو لكبر السن فلا يلزم الاشكال فى قوله كذلك على ما قررت بان العقر لما كان منافيا للولادة فكيف يجتمع المتنافيان لا سيما مع قوله تعالى واصلحنا له زوجه فانه يدل بظاهره على زوال عقرها وقد روى فى عمره مائة وعشرون وفى عمرها ثمان وتسعون ۱۲ . ۹ قوله اضطرارى تھا كذا فى روح المعانى ۱۲ .

(بقية صفحہ ۲۲۳) ۹ قوله راضى ومتفق نہیں ہوئے لعلہ لم يكن شرعاً لهم كما انه ليس بشرع لنا والا لاستبعد اختلاف السدنة فيه ثم الرجوع الى القرعة مع وجود الشرع ۱۲ . ۱۰ قوله بنابر بعض روايات والروايات فى روح المعانى ونسب عدم الرضاة الى الجمل وروى استيجار الظاهر لها. عن ابن عباس برواية ابن بشر ۱۲ . ۱۱ قوله نقل لگا جاتے نقله فى روح المعانى برواية ابن جرير عن الربيع ۱۲ .

**حاشیہ:** (۱) فان مريم فى لغتهم بمعنى العابدة ۱۲ ابيضاضى.



وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝ يَمْرُؤُا قَتْنِي

اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بلا شک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے، اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور

لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُونَ

رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔ یہ تمہے مجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس، اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنے اپنے قلوبوں

أَقْلَامَهُمْ أَتَاهُمْ ۝ يَمْرُؤُا قَتْنِي ۝ إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يَبْشُرُكِ

کو ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم کی کفالت کرے، اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت

بِكَلْبَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ

دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا یا آبرو ہو گئے دنیا اور آخرت میں اور مجملہ مقربین ہو گئے اور آدمیوں سے کلام کری گئے گوارہ میں اور بڑی عمر میں اور شائستہ لوگوں میں سے

وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنْىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

ہو گئے حضرت مریم علیہا السلام بولیں، اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کسی کو بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں جب کسی چیز کو

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جائے وہ چیز ہو جاتی ہے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر سے قصہ حضرت مریم علیہا السلام کا چلا آتا ہے درمیان میں بوجہ مناسبت کے قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا آگیا تھا آگے پھر حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

اتمام قصہ حضرت مریم علیہا السلام:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ (اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ فرشتوں نے (حضرت مریم علیہا السلام سے) کہا کہ اے مریم بلا شک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے (تمام ناپسندیدہ افعال و اخلاق سے) پاک بنایا ہے اور (مقبول فرمانا کچھ ایک دو عورتوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس زمانہ کی) تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے (اور فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ) اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ (یعنی نماز ادا) کیا کرو اور (نماز میں) رکوع (بھی) کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔ **ف:** بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ بعض یہود نے نماز میں رکوع چھوڑ دیا تھا جیسے بعضے ہم میں قومہ چھوڑ دیتے ہیں اور بعضے رکوع کرتے تھے اس لئے حکم فرمایا کہ نماز کے طریقہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا جو رکوع بھی کیا کرتے ہیں پس مقصود اہتمام ہے رکوع کا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ امر منقول کسی کے نزدیک ثابت نہ ہو تو عمدہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرائض صلوٰۃ میں قیام

وسجد کی ہیئت میں عادیہ خلل کم ہو سکتا ہے بخلاف رکوع کے کہ اس کی ہیئت میں خلل زیادہ محتمل ہے جیسا کہ اکثر مشاہدہ ہے کہ رکوع میں لوگ کم جھکتے ہیں جس سے وہ اقرب الی القیام رہتا ہے اور چونکہ اس ہیئت میں معائنہ کو ایک خاص دخل ہے اس لئے مَعَ الرَّاكِعِينَ بڑھا دیا کہ جس طرح سے کامل راکعین کیا کرتے ہیں ویسا کیا کرنا دوسرے بات قابل تحقیق یہ ہے کہ فرشتوں کا کلام کرنا خواص نبوت سے نہیں جیسا صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو فرشتوں کا سلام کرنا مروی ہے۔ نبوت کا خاصہ وہ کلام ہے کہ ایسے شخص سے کیا جاوے جو مامور بالتبلیغ ہو گو اس کلام خاص کی تبلیغ کا امر نہ ہو اور لفظ نساء سے جو کہ خاص ہے بالغہ کے ساتھ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہنا فرشتوں کا حضرت مریم علیہا السلام کے جوان ہونے کے بعد تھا اور اس بنا پر اصطفا کے مکرر لانے کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا اصطفا بچپن کا ہو مثلاً ان کا نذر میں مقبول ہونا ان کی کرامت بے فصل میوؤں کے آنے میں ظاہر ہونا وغیرہ وغیرہ اور اصطفا ثانی جوانی کا ہو جس میں فرشتوں کا کلام کرنا اور بے شوہر کے بچہ پیدا ہونے کی کرامت پھر ان بچہ ہی کی زبان سے ان کی برأت ثابت ہونے کی کرامت وغیرہ وغیرہ۔

**ربط:** اوپر اور آگے حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام دونوں کے قصے کچھ کچھ مذکور ہیں اور چونکہ واقعات ماضیہ کی اس طور پر خبر دینا کہ نہ کسی



تمہ کلام ملائکہ علیہم السلام با حضرت مریم علیہا السلام  
و آغاز قصہ عیسیٰ علیہ السلام:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يَبْشُرُكِ بِكَلِمَةٍ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَیُكَلِّمُ  
النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ  
فرشتوں نے (حضرت مریم علیہا السلام سے یہ بھی) کہا کہ اے مریم بیشک  
اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو من جانب اللہ ہوگا (یعنی ایک  
بچہ پیدا ہونے کی جو بلا واسطہ باپ کے پیدا ہونے کے سبب کلمہ اللہ کہلاوے  
گا) اس کا نام (ولقب) مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا (ان کے یہ حالات ہونگے  
کہ) با آبرو ہونگے (خدا تعالیٰ کے نزدیک) دنیا میں (بھی کہ ان کو نبوت عطا  
ہوگی) اور آخرت میں (بھی کہ اپنی امت کے مؤمنین کے باب میں مقبول  
الشفاعت ہونگے) اور (جیسے ان میں نبوت و شفاعت کی صفت ہوگی جس کا  
تعلق دوسروں سے بھی ہے اسی طرح ذاتی کمال کے ساتھ بھی موصوف  
ہونگے) منجملہ مقربین (عند اللہ) ہونگے اور (صاحب معجزہ بھی ہونگے کہ)  
آدمیوں سے (دونوں حالت میں یکساں) کلام کریں گے گہوارہ میں (یعنی  
بالکل بچپن میں بھی) اور بڑی عمر میں (بھی دونوں کلاموں میں تفاوت نہ  
ہوگا) اور (اعلیٰ درجہ کے) شائستہ لوگوں میں سے ہونگے۔ **ف:** اس شائستگی  
کی حقیقت ابھی اوپر لفظ صالحین کی تفسیر میں گزر چکی جہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام  
کے لئے یہ لفظ آیا ہے اور اس بشارت کا دینا سورہ مریم میں حضرت جبریل کی  
طرف بعنوان دیگر منسوب ہے اس لئے بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ یہاں بھی  
ملائکہ سے مراد صرف حضرت جبریل علیہ السلام ہیں ان کو جمع کے لفظ سے تعبیر  
کرنا باعتبار معنی جنسی کے ہے جیسے محاورہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء یہ کہتے ہیں  
خواہ ایک ہی عالم سے سنا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ جبریل علیہ السلام کے  
ساتھ اور فرشتے بھی ہوں اور انہوں نے بھی خواہ تفصیلاً خواہ تصدیق بشارت  
جبریل کر کے اجمالاً یہ بشارت دی ہو اور کلمہ اللہ اور ابن مریم دونوں میں  
اشارہ ہے ان کے بے باپ پیدا ہونے کی طرف ورنہ باپ کی طرف نسبت  
ہوتی اور بچپن میں بولنے کا قصہ سورہ مریم میں آوے گا۔

تعجب حضرت مریم علیہا السلام از بشارت

تولد عیسیٰ بدون پدر و جواب تعجب:

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ یٰكُوْنُ لِیْ (الٰہی قولہ تعالیٰ) اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ كُنْ فَاَیْکُوْنُ  
حضرت مریم علیہا السلام بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے  
بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے (صحبت کے طور پر) ہاتھ نہیں لگایا (نہ جائز طریق

سے سنا ہونہ خود دیکھا ہونہ کسی کتاب میں پڑھا ہو جیسے حضور ﷺ کی شان تھی  
منجملہ خوارق عادات کے ہے جو بشرانہ دلیل ہے نبوت کی اس لئے اگلی  
آیت میں آپ کی نبوت پر ان قصوں کے اخبار سے استدلال فرماتے ہیں۔  
استدلال بقصہائے مذکورہ بر نبوت محمد ﷺ:

ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ الْغٰیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْكَ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَاَمَّا کَذٰلَکَ لَدَیْہِمْ اِذْ  
یَخْتَصِمُوْنَ یہ قصے (جو اوپر مذکور ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ کے اعتبار سے  
بوجہ اس کے کہ آپ کے پاس کوئی ذریعہ ظاہری ان کے معلوم کرنے کا نہ تھا)  
منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس (اس کے  
ذریعہ سے آپ یہ خبریں معلوم کر کے اوروں کو بتلاتے ہیں) اور (ظاہر ہے کہ  
جو لوگ حضرت مریم علیہا السلام کے رکھنے میں اختلاف کر رہے تھے جس کا  
فیصلہ اخیر میں قرعہ قرار پایا تھا) آپ لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے  
جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے اپنے قلموں کو (پانی میں) ڈالتے تھے (اور  
صورت قرعہ نکلنے کی یہ قرار پائی تھی کہ جس کا قلم پانی کی حرکت کے خلاف الٹا  
بہہ جاوے وہ مستحق سمجھا جاوے سو قرعہ سے غرض اس امر کا طے کرنا تھا) کہ  
ان سب میں کون شخص حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت (پرورش کی)  
کرے (پس آپ نہ تو اس وقت موجود تھے) اور نہ آپ ان کے پاس اس  
وقت موجود تھے جبکہ وہ لوگ (قبل قرعہ اس مقدمہ میں) باہم اختلاف کر  
رہے تھے (جس کے رفع کی ضرورت کے لئے یہ قرعہ قرار پایا اور ان خبروں  
کے دریافت ہونے کے لئے دوسرے وسائط کا نہ ہونا بھی یقیناً معلوم ہے پس  
ایسی حالت میں یہ اخبار آپ کی نبوت کی دلیل ہے) **ف:** اوپر جو ایک آیت  
میں وَکَلَّمَا زَکَرٰیآ فرمایا تھا اس میں اس قصہ قرعہ کی طرف اشارہ تھا جس  
کی تفصیل بیان کرنے کو وعدہ اس آیت کے ترجمہ کے ذیل میں کیا گیا تھا اور  
یہ صورت قرعہ کی خارق عادت تھی جس میں حضرت زکریا علیہ السلام کا  
کا میاب ہونا ان کا معجزہ تھا۔ **ف:** شریعت محمدیہ میں حنفیہ کے مسلک پر قرعہ کا  
یہ حکم ہے کہ جن حقوق کے اسباب شرع میں معلوم و متعین ہیں ان میں قرعہ  
نا جائز و داخل قرار ہے مثلاً شئی مشترک میں جس کا نام نکل آوے وہ سب  
لے لے یا جس بچہ کے نسب میں اختلاف ہو اس میں جس کا نام نکل آوے وہی  
باپ سمجھا جاوے اور جن حقوق کے اسباب مفوض الی الرای ہوں ان میں قرعہ  
جائز ہے۔ مثلاً دار مشترکہ کی تقسیم میں قرعہ سے زید کو شرعی حصہ دے دینا اور عمرو کو  
غریب حصہ دے دینا کہ بلا قرعہ اتفاق شرکین یا قضائی قاضی سے بھی جائز تھا۔

**و:** اوپر کی آیت بطور جملہ معترضہ کے تھی جو اثبات نبوت کے لئے لائی گئی تھی  
آگے پھر حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ مذکور ہے جس میں زیادہ مقصود حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے۔



سے نہ ناجائز طریق سے اور عادتاً بچہ بدوں مرد کے پیدا نہیں ہوتا تو معلوم نہیں کہ ویسے ہی محض قدرت خداوندی سے بچہ ہوگا یا مجھ کو نکاح کا حکم کیا جاوے گا) اللہ تعالیٰ نے (جواب میں فرشتہ کے واسطے سے) فرمایا کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں (یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کیلئے صرف ان کا چاہنا کافی ہے کسی واسطے و سبب خاص کی ان کو حاجت نہیں اور ان کے چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ) جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ (موجود) ہو جائے وہ چیز (موجود) ہو جاتی ہے (پس اگر اسباب و وسائط کے بعد موجود ہونے کو حکم فرمادیا وہ اسی طرح ہو جاتی ہے اور اگر وسائط و اسباب کے قبل موجود ہونے کو کہہ دیا وہ اسی طرح ہو جاتی ہے) ف: اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ اسباب و وسائط بھی آخری ہیں اگر ان کے لئے بھی اسباب و وسائط کی حاجت ہو تو ان میں بھی یہی کلام ہوگا جس سے تسلسل محال لازم آوے گا اور اگر حاجت نہ ہو تو وسائط و دیگر اشیاء اس میں متساوی ہیں دیگر اشیاء کا ایجاد بھی بلا وسائط ممکن ہوگا اور اس ممکن کی خبر خبر صادق نے دی ہے پس اعتقاد اس کے وقوع کا لازم ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔ کُنْ فَيَكُونُ کی تحقیق پارہ الم کے ختم کے قریب گزر چکی ہے احتیاج تکرار نہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ الخ اس سے غیر انبیاء کیساتھ ملائکہ کا ہمکلام ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو کلام ملائکہ مخصوص بالانبیاء ہے وہ وہ ہے جو تبلیغ کے لئے ہو۱۲۔

**النحو:** قال البيضاوي ايهم يكفل متعلق بمحذوف دل عليه يلقون اي يلقونها ليعلموا او يقولوا ايهم يكفل ۱۲۔ فی روح المعانی والبيضاوي نصب وجيهاً على انه حال مقدرة من كلمة وسوغ مجنى الحال عنها مع انهما نكرة لوصفها بما بعدها والتذكير باعتبار المعنى ومن المقربين معطوف على وجيها اي ومقرباً من جملة المقربين. ويكلم عطف على الحال بتاويله بالاسم وقوله في المهد وكهلا هذا المجموع حال لا كل على الاستقلال لان المقصود التسوية ومن الصالحين حال ثالث من كلمة اه قلت واشرت الى كونها احوالاً بقولي في اثناء الترجمة یہ حالات ہو گئے اسمہ مبتداً والمسيح خبر اول وعيسى خبر ثان وابن مريم صفة وانما سمي المسيح اسماً مع انه لقب لان الاسم علامة المسمى والمميز له ممن سواه فعم العلم واللقب كما اشرت الى عمومہ فی اثناء الترجمة ۱۲۔

**البلاغة:** قوله وما كنت لديهم قال البيضاوي المراد تقرير

كونه وحيأ على سبيل التهكم بمنكره فان طريق معرفة الوقائع المشاهدة والسماع وعدم السماع معلوم لا شبهة فيه عندهم فيقضى ان يكون الاتهام باحتمال العيان ولا يظن به عاقل ۱۲۔

**اللغات:** فی روح المعانی الکھل ما بین الشاب والشیخ اه قلت وتخصیصہ بالذکر لكونه زمان کمال عقل واعتدال کلام ولما خص الکھل بما بعد الاربعین کما فی روح المعانی وقد رفع علیه السلام قبل الکھولة کما قال فی روح المعانی انه ذهب سعید بن المسیب وزید بن اسلم الی انه علیه السلام رفع الی السماء وهو ابن ثلاث وثلاثین سنة کما رواه ابن جریر بسند صحیح عن کعب الاحبار وبؤیدہ ما اخرج ابن جریر عن ابن زید فی الآیة قال قد کلمهم فی المهد وسیکلمهم الی قتل الدجال وهو یومئذ کھل آه دلت الآیة علی نزوله الی الارض فافهم المسیح قال البیضاوی اصله بالعبریة مشیخاً ومعناه المبارک وعیسیٰ معرب الشیوع معناه السید ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله اس زمانہ کے فلیس بنص فی تفضیلها مطلقاً والمسئلة مسکوت عنها ۱۲۔ ۲۔ قوله فی الفائدة ان لوگوں کے ساتھ رہنا الخ فالمعنی کھلی فی قوله کونوا مع الصادقین لا المعنی الحسیة فلا یکفی للدلالة علی الجماعة ۱۲۔ ۳۔ قوله صورت قرعہ الی قوله سمجھا جاوے کذا فی تفسیر الجلالین ۱۲۔ ۴۔ قوله فی ف داخل قمار لانه تعلیق الملک علی الخطر ۱۲۔ ۵۔ قوله مقبول الثقات لا یبعد ان یكون قول عیسیٰ علیہ السلام وان تغفر لهم شفاعۃ ویكون قوله تعالیٰ ینفع الصادقین اخباراً عن قبولها فی حق المؤمنین ۱۲۔ ۶۔ قوله صحبت کے طور پر اشارۃ الی ان المسیس کنایۃ عن الوطی کما فی روح المعانی ۱۲۔ ۷۔ قوله تو معلوم نہیں الخ اشارۃ الی ان کلمۃ انی بمعنی کیف للسؤال عن کیفیۃ لا للاستبعاد وان امکن بالتاویل ۱۲۔ ۸۔ قوله فرشتہ کے واسطے سے بدلیل ما فی سورۃ مریم من قوله بعد مخاطبتھا جبرئیل قال کذلک قال ربک هو علیٰ حقین ۱۲۔ ۹۔ قوله ان کے چاہنے کا طریقہ اشارۃ الی وجہ تعلق المشیۃ بالحوادث فلا یلزم الاشکال بقدم المشیۃ لان التعلق حادث ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی فہ اور اگر حاجت نہ ہو وبہذا اجابت مریم القبول علیہا السلام لیوسف التجار کما فی روح المعانی عن اسحق بن بشر وابن عساکر عن وہب ان اول من اطلع علی حملہا ابن خال لہا یقال لہ یوسف واهتم لذلك وخشی البلیۃ منه لانه کان یخدمہا فقال معرضاً لہا هل یكون زرع من غیر بذر قالت ان اللہ تعالیٰ خلق البذر الاول من غیر نبات وانبث الزرع الاول من غیر بذر قال قد صدقت اه مختصراً ۱۲۔



وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ إِنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْبَهَ

اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرما دینگے کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے کہ میں تم لوگوں کے پاس کافی دلیل لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے لئے

رَبِّكُمْ ۚ إِنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْبَهَ

گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو

وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمِمَّا تَخْرُجُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو کھاتے ہو بلاشبہ ان میں کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو اور میں اس طور

إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلِإِحْلَالِ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ

پرایا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی، اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں، اور میں تمہارے پاس دلیل

بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝

لے کر آیا ہوں حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں، سو تم لوگ اس کی عبادت کرو، پس یہ ہے راہ راست۔

**تفسیر:** بشارت فضائل عیسیٰ علیہ السلام:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ

رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ اور (اے مریم اس مولود

مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ) اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرما دینگے (آسمانی) کتابیں

اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) تورات اور انجیل اور ان کو (تمام) بنی

اسرائیل کی طرف (پیغمبر بنا کر یہ مضمون دے کر) بھیجیں گے کہ (اِنِّي

قَدْ جِئْتُكُمْ تَامُسْتَقِيمٌ یعنی) میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی

دلیل لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے (یقین لانے کے) لئے

گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس (مصنوعی

شکل) کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (سچ مچ کا جاندار) پرندہ بن

جاتا ہے خدا کے حکم سے (ایک معجزہ تو یہ ہوا) اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد

اندھے کو اور برص کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے (یہ

دوسرا تیسرا معجزہ ہوا) اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا

(کر آتے ہو اور جو) گھروں میں) رکھ آتے ہو (یہ چوتھا معجزہ ہوا) بلاشبہ

ان (معجزات مذکورہ) میں (میرے نبی ہونے کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں

کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں

اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے (نازل ہوئی) تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا

ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو (شریعت موسیٰ

علیہ السلام میں) تم پر حرام کر دی گئی تھیں (سوان کی حرمت میری شریعت میں

منسوخ ہو گئی) اور (میرا یہ دعویٰ نسخ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ میں ثابت کر چکا

ہوں کہ) میں تمہارے پاس (نبوت کی) دلیل لے کر آیا ہوں (اور صاحب

نبوت کا قول دعویٰ نسخ میں حجت ہے) حاصل یہ کہ (جب میرا نبی ہونا دلائل

سے ثابت ہو چکا تو میری تعلیم کے موافق) تم لوگ اللہ تعالیٰ (کی مخالفت

حکم) سے ڈرو اور (دین کے باب میں) میرا کہنا مانو (اور خلاصہ میری دینی

تعلیم کا یہ ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب

ہیں (یہ تو حاصل ہے تکمیل عقیدہ کا) سو تم لوگ اس رب کی عبادت کرو (یہ

حاصل ہوا تکمیل عمل کا) پس یہ ہے راہ راست (دین کی جس میں عقائد

واعمال دونوں کی تکمیل ہو اسی سے نجات و وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے)۔

**ف:** پرندہ کی شکل بنانا تصویر تھا جو اس شریعت میں جائز تھا ہماری شریعت میں

اس کا جواز منسوخ ہو گیا۔ اور ابراء اکمہ و ابرص کا امکان اگر اسباب طبعیہ سے

ثابت ہو جاوے تو وجہ اعجاز یہ تھی کہ بلا اسباب طبعیہ ابراء واقع ہو جاتا تھا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ الخ اس میں

ان اقوال کی اصل ہے جو بعض سے غلبہ حال میں منقول ہیں جن میں انہوں

نے مجازاً اپنی طرف بعض ایسے افعال کی نسبت کی ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ

مخصوص ہیں (جیسا احیاء اور ان میں جو اہل ادب ہیں وہ ان میں مثل مسح علیہ

السلام کے باذن اللہ کی قید لگا دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ

مِنَ التَّوْرَةِ وَلِإِحْلَالِ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ الخ اسی پر قیاس کیا جاتا

ہے ایک شیخ کا دوسرے کسی شیخ کی (جو گذر گیا ہو یا دور ہو) مرید کو تربیت کرنا

اس طرح کہ اصول میں اس کی موافقت کرے اور بعض فروع میں کچھ تغیر

وتبدل کرے جیسا حالت مرید کا مقتضا ہو ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۳۱ پر)



فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْ أَنْصَارِيٍّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ أَمْثَلًا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا

مُسْلِمُونَ رَبَّنَا أَمْثَلًا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَفَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ إِذْ

فَرَمَانِیواریں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں ان چیزوں پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے رسول کی سو ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے

خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں ملازم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

تفسیر: کمال معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقوم خود:

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمْ الْكُفْرَ (السی قولہ تعالیٰ) وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ غرض بشارت، مذکورہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شان سے پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل سے مضمون مذکور کی گفتگو ہوئی اور معجزات ظاہر فرمائے مگر بنی اسرائیل آپ کی نبوت کے منکر رہے (سوجب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انکار دیکھا) اور انکار کے ساتھ درپے ایذا بھی پایا اور اتفاقاً کچھ لوگ ان کو ایسے ملے جو حواریین کہلاتے تھے (تو ان حواریین سے) آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو (دین حق میں بمقابلہ مخالفین و منکرین کے) میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے (جس سے دعوت دین میں مجھ کو کوئی ایذا نہ پہنچاوے) حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے (دین کے) ہم اللہ تعالیٰ پر (حسب دعوت آپ کے) ایمان لائے اور آپ اس (بات) کے گواہ رہئے کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے) فرمانبردار ہیں (پھر زیادتِ اہتمام و توثیق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ) اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ہیں ان چیزوں (یعنی ان احکام) پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی کہ ہم نے (ان رسول کی سو) ہمارا ایمان قبول فرما کر) ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو (مضامین مذکورہ کی) تصدیق کرتے ہیں (یعنی مومنین کا ملین کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمائیے) اَمْثَلًا بِاللَّهِ کے ترجمہ میں جو ہم نے یہ قید ظاہر کر دی ہے (حسب دعوت آپ کے) اس سے یہ ایمان باللہ متضمن ہو گیا ایمان بالرسول کو بھی جس کی مناجات یعنی رَبَّنَا أَمْثَلًا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ میں تصریح ہو گئی ہے۔

ف: ازالہ اشکال عموم بعثت:

یہاں یہ امر تحقیق کے قابل ہے کہ اوپر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ حواریین کو بھی دعوت دین کی فرمائی احقر کے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ اگر حواریین بھی بنی اسرائیل میں سے ہوں تب تو کچھ اشکال ہی نہیں اور اگر بنی اسرائیل میں سے نہ ہوں تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی دعوت عام نہیں ہے ان کے زمانہ میں علاوہ اس قوم کے جن کی بعثت ہوئی ہے باقی اور لوگوں پر بشرطیکہ ان تک خبر پہنچے اصول دینیہ میں تو اتحاد اصول جمع شرائع کی وجہ سے اتباع اس نبی کا واجب ہوتا ہے اور فروع میں یہ تفصیل ہے کہ ان بقایا ناس میں جن کی طرف اور کوئی نبی مبعوث ہوں ان پر تو صرف اس خاص نبی کا اتباع واجب ہوتا ہے اور جنکی طرف کوئی نبی مبعوث نہ ہو ان پر اسی نبی جدید کا اتباع ضروری ہوتا ہے۔ پس حواریین کی طرف چونکہ کوئی خاص نبی مبعوث نہیں ہوئے تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع ان پر واجب تھا اس لئے ان کو دعوت دین فرمائی اور اس سے عموم بعثت لازم نہیں آیا کیونکہ مراد عموم بعثت سے یہ ہے کہ اس دعوت سے کوئی شخص فروع میں بھی مستثنیٰ نہ ہو سو یہ خاص ہے ہمارے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اور اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان عام ہونے سے عموم بعثت کا شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ سزا بھی مخالفت کرنے کی توحید میں جو کہ اصول واجب الاتباع سے ہے پھر بعد تحریر اس مقام کے روح المعانی میں بضمن قصہ نزول مائدہ ایک روایت ملی جس کو ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تیس روزے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے جو درخواست کرو قبول ہوگی انہوں نے روزے رکھ کر نزول مائدہ کی درخواست کی الخ اور قرآن میں منصوص ہے کہ یہ درخواست کنندہ حواری تھے۔ اس مجموعہ سے معلوم ہوا کہ حواریین بنی اسرائیل میں سے تھے اب شبہ مذکورہ کی بنا



ہی منہدم ہوگئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد اور سورہ صف میں فَاَمَسَتْ ظُلُمَةُ قَوْمِ  
بَنِي إِسْرَآئِيلَ كَاَنَابَعْدَ قَالَ الْحَوَارِيُون نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کے بھی ظاہراً  
اسی کا مؤید ہے۔

بیان مکر یہود و حفاظت حق تعالیٰ:

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (السی قولہ تعالیٰ) تَعْلٰیكَ مَرْجِعُكَ فَاَحْكُمْ  
بَيْنَكُمْ فَمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَحْتَكِفُوْنَ اور ان لوگوں نے (جو کہ بنی اسرائیل میں سے  
آپ کے منکر نبوت تھے آپ کے اضرار و اہلاک کیلئے) خفیہ تدبیر کی (چنانچہ  
مکر و حیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سولی دینے پر آمادہ ہوئے) اور اللہ تعالیٰ نے  
(آپ کے محفوظ رکھنے کے لئے) خفیہ تدبیر فرمائی (جس کی حقیقت کا ان  
لوگوں کو پتہ بھی نہ لگا کیونکہ ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل بنا دیا  
اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا جس سے وہ محفوظ رہے اور وہ ہمیشہ سولی  
دیا گیا ان لوگوں کو اس تدبیر کا علم تک بھی نہ ہو سکا اور دفع پر تو کیا قدرت  
ہوتی) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں (کیونکہ  
اوروں کی تدبیریں ضعیف ہوتی ہیں اور کبھی قبیح اور بے موقع بھی ہوتی ہیں اور  
حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ خیر محض اور موافق حکمت  
کے ہوتی ہیں اور وہ تدبیر اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی) جبکہ اللہ تعالیٰ نے  
(حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ گرفتاری کے وقت متردد اور پریشان  
ہوئے) فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بے شک میں تم کو (اپنے وقت موعود  
پر طبعی موت سے) وفات دینے والا ہوں (پس جب تمہارے لئے موت طبعی  
مقرر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ  
رہو گے) اور (فی الحال) میں تم کو اپنے (عالم بالا کی) طرف اٹھائے لیتا  
ہوں اور تم کو ان لوگوں (کی تہمت) سے پاک کرنے والا ہوں جو  
(تمہارے) منکر ہیں اور جو لوگ تمہارے کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب  
رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روز قیامت تک (گو اس  
وقت یہ منکرین غلبہ اور قدرت رکھتے ہیں) پھر (جب قیامت آ جاوے گی اس وقت)  
میری طرف ہوگی سب کی واپسی (دنیا و برزخ سے) سو میں (اس وقت) تمہارے  
(سب کے) درمیان (عملی) فیصلہ کر دوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف  
کرتے تھے کہ منجملہ ان امور کے مقدمہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا (ہذا) اس آیت میں  
چند وعدے مذکور ہیں جو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گئے۔ یہ ایک وقت  
موعود پر طبعی وفات دینا جس سے مقصود بشارت دینا تھا حفاظت من الاعداء کا یہ وقت  
موعود اس وقت آوے گا جب قرب قیامت کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان  
سے زمین پر تشریف لاویں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ دوسرا وعدہ عالم

بالا کی طرف فی الحال اٹھالینے کا چنانچہ یہ وعدہ ساتھ کے ساتھ پورا کیا گیا جس کے  
ایفاء کی خبر سورہ نساء میں دی گئی ہے۔ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَیْہِ اب زندہ آسمان پر  
موجود ہیں اور اگرچہ پہلا وعدہ پیچھے پورا ہوگا لیکن مذکور پہلے ہے کیونکہ یہ مثل دلیل  
کے ہے وعدہ دوم کے لئے اور دلیل رتبہ مقدم ہوتی ہے اور واو چونکہ ترتیب کیلئے  
موضوع نہیں لہذا اس تقدیم و تاخیر میں کوئی اشکال نہیں۔ تیسرا وعدہ تہمت سے پاک  
کرنا اس کا ایفاء یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور یہود کے سب بیجا  
الزامات اور افتراؤں کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ لگاتے تھے مثل نعوذ باللہ  
ان کے نسب کو مطعون کرنا ان کو مدعی الوہیت بتانا ان سب کو صاف کر دیا چنانچہ  
قرآن مجید میں جا بجا یہ مضامین صراحۃً مذکور ہیں جس سے آپ کی نزاہت نسب  
و عقیدہ کی ظاہر ہے۔ چوتھا وعدہ آپ کے قبیحین کا آپ کے منکرین پر قیامت تک  
غالب رہنا۔ یہاں اتباع سے مراد خاص اتباع ہے یعنی اعتقاد نبوت۔ پس مصداق  
قبیحین کے وہ لوگ ہیں جو آپ کی نبوت کے معتقد ہیں۔ سو اس میں نصاریٰ اور اہل  
اسلام دونوں داخل ہیں گو اس وقت نصاریٰ کا اتنا اتباع نجات آخرت کے واسطے  
اس لئے کافی نہیں کہ ایک دوسرے ضروری جزو میں وہ اتباع نہیں کرتے یعنی  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے لئے بھی فرمائے  
لیکن یہاں اتباع کامل مراد ہی نہیں اور منکرین سے مراد یہود ہیں۔ جو منکر نبوت  
عیسویہ تھے۔ پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ نسبت محمدیہ اور نصاریٰ ہمیشہ یہود پر حاکم  
اور غالب رہیں گے۔ چنانچہ جلدی یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور یہود ذلیل خوار ہوئے۔ اور  
سلطنت انکی برباد ہوئی۔ پھر آج تک جہاں کہیں یہ لوگ ہیں یا تو نصاریٰ کی رعایا  
ہیں یا اہل اسلام کی۔ اور قیامت کے قریب تک ایسے ہی رہیں گے۔ صرف چالیس دن  
کیلئے دجال کا جو کہ یہود کا سرگردہ ہے ایک گونہ شرفساد پھیلے گا۔ لیکن اول تو وہ فوراً  
مٹ جاوے گا پھر کوئی باضابطہ امن و اطمینان سے حکومت نہ ہوگی اور محض ایسی عارضی  
شورش کو سلطنت نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح بعض نے جو مسعودی مؤرخ سے بعض  
عباسین کے زمانہ میں یہود کی کچھ چھوٹی چھوٹی حکومتیں نقل کی ہیں وہ مسلمانوں اور  
عیسائیوں کی سلطنتوں کے مقابلہ میں اس قابل نہیں کہ اس کو ان دونوں کے مساوات  
یا ان پر غلبہ کہا جاسکے گا بلکہ اس حالت میں بھی ان دونوں کو غالب اور یہود کو مغلوب  
ہی کہا جاوے گا جس کا اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ پانچواں وعدہ قیامت کے  
روز ان مذہبی اختلافات کے فیصلہ فرمانے کے متعلق ہے سو قیامت آوے گی۔ اور یہ  
واقع ہوگا اور عملی کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ دلیل شرعی سے تو فیصلہ یہاں ہی ہو گیا ہے  
چنانچہ یہود کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو کر دفن ہوئے اور پھر زندہ نہیں  
ہوئے۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ بعد صلب و دفن کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے قرآن  
مجید نے اس قول وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ سے دونوں کی نفی فرمادی اور ان کے



منشاء اشتباہ پر وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهٗمْ فِرَاقٌ مِّنْ تَبَيُّهِ فِرَاقٌ مَّادِي۔ اگر کوئی منکر مدعی تو اتر کا ہو تو جواب صاف ظاہر ہے کہ وہاں موافقین تو خوف کے مارے مجمع تھے نہیں صرف مخالف یہودی تھے سوا ولادہ قلیل جو تواتر کے لئے کافی نہیں ثانیاً تصرف الہی سے کہ ایک شخص ان کا ہم شکل بنا دیا گیا ان کو خود اشتباہ ہو گیا اور بقول بعض علماء حاضرین کے غلط خبر اڑا دینے سے غائبین پر امر مشتبہ ہوا۔ بہر حال مشاہدہ نہ رہا ثالثاً ان کا عدو ہونا خود مجوز توافق علی الکذب کو ہے پس شرائط تواتر کے مفقود ہوئے۔

تنبیہ ضروری: تقریر تفسیر سے بعض ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہو گئی جو آج کل دعویٰ بلا دلیل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور آپ مدفون ہو گئے اور پھر قیامت کے قریب تشریف نہ لاویں گے اور اس بنا پر جو احادیث عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے متعلق آئی ہیں ان میں تحریف کی ہے کہ مراد اس سے مثیل عیسیٰ ہے اور پھر اس مثیل کا مصداق اپنے کو قرار دیا ہے اھ اور مبنی اس مدعی کے کل شبہات کا دو امر ہیں ایک نقلی دوسرا عقلی۔ نقلی یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں لفظ مُتَوَفِّيكَ فرمایا ہے۔ عقلی یہ کہ جسد عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ اور اس بنا پر قصہ معراج میں تاویل کی ہے۔ نقلی دلیل کا جواب ظاہر ہو گیا کہ اگر مُتَوَفِّيكَ کے معنی وفات کے بھی لیے جاویں تب بھی یہ وعدہ باعتبار وقت نزول مِنَ السَّمَاءِ ہے اس سے وقوع موت کا یا نقلی رفع یا حیات فی الحال کی لازم نہیں آتی اور دوسرے دلائل سے رفع و حیات ثابت ہے۔ پس اس کا قائل ہونا واجب ہے رفع تو آیت رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے جو اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے نص ہے رفع مع الجسد میں اور بلا تعذر معنی حقیقی کے مجازی لینا ممتنع ہے اور دلیل تعذر مفقود ہے اور حیات احادیث و اجماع سے ثابت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان عیسیٰ لم یمت و انه راجع الیکم قبل یوم القیمة۔ اور درہ السیوطی فی الدر المنثور و اخرج ابن کثیر من ال عمران و قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن آہ فذكر اثره عنه ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لليهود ان عيسى لم يمت و انه راجع اليكم قبل يوم القيمة و ذكره في النساء من طريق آخر موقوفاً عليه فهو مرفوع و موقوف عند الحسن و عليه و كذا اخرج ابن جرير مرفوعاً عنه كذا في رسالة التصريح بما تواتر في نزول المسيح (ص ۶۱) اور اجماع نہایت ظاہر ہے کہ کسی مستند عالم سے سلفاً و خلفاً اس کے خلاف منقول نہیں اور اگر وفات کے معنی نہ لیے جاویں جیسے اور علماء

اس طرف گئے ہیں کہ توفی کے معنی پورا لے لینے کے ہیں۔ مراد اس سے یہ کہ میں تم کو آسمان پر پورا یعنی مع الجسد لے لوں گا تو جواب میں استدلال کی بناء ہی منہدم ہو جاوے گی۔ یا وفات کے معنی لیں اور پھر بعد حیات رفع کے قائل ہوں جیسا بعض اس طرف بھی گئے ہیں تو بھی حیات فی الحال کی نفی لازم نہیں آتی اور عقلی دلیل کے جواب کیلئے إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کافی ہے البتہ جو امور ممتنع بالذات ہیں وہ عموم شے سے مستثنیٰ ہیں یا جو ممتنع شرعاً ہیں ان کا عدم وقوع یقینی ہے اور رفع الجسد کا امتناع نہ ثابت ہوا اور نہ ثابت ہو سکے پس دعویٰ مدعی کا محض باطل اور گمراہی ہے اور تحریف احادیث کی بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ پھر تعین مصداق ترجیح بلا مرجح ہے کیا دوسرا شخص ایسے مثیل ہونے کا اپنے لئے دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ تقریر اس بحث میں اجمالی ہے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مفصل بحث میں بہت سے رسالے اور کتابیں ہمارے زمانے کے علماء اہل حق نے شائع فرمادیے ہیں اگر شوق ہو مطالعہ فرمایا جاوے لیکن ذہین آدمی اس اجمالی تقریر سے سب شبہات کا جواب سمجھ سکتا ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْخَوَارِجُونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ الخ اس آیت میں دو مسئلے ہیں ایک اہل دین سے دین کے بارہ میں مدد طلب کرنے کا جواز اور اس کا منافی توکل نہ ہونا کیونکہ وہ مدد طلب کرنا اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ وہ نصرة الہیہ کے مظاہر ہیں اور دوسرا کہ اہل اللہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چنانچہ انہوں نے مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ کے جواب میں بجائے نحن انصارک الی اللہ کے یوں کہا نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۱۲۔ قوله تعالى وَكَرَّوْا وَكَرَّ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ بِالْآكِرِينَ اس میں اس پر دلالت ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک ہی امر حق تعالیٰ کے اعتبار سے حسن ہو اور بندوں کے اعتبار سے قبیح ہو۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ بعض اشیاء میں بالذات قبیح نہیں ہوتا بلکہ کسی مفسدہ کے سبب اور مصلحت کے خالی ہونے کے سبب ہوتا ہے تو وہ امر بندہ سے جو صادر ہوتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے یعنی مقرون بالمفسدہ و خالی از مصلحت اس لئے قبیح ہوتا ہے اور حق تعالیٰ سے جو واقع ہوتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے اس لئے حسن ہوتا ہے ۱۲۔

**اللفاظ:** قال البیضاوی حواری الرجل خالصة من الحور (کانہ نسبة الی الحور و زیادة الالف من تغیرات النسب ۲ اسع) وقیل کانوا ملوکاً یلبسون البیض استنصر بهم عیسیٰ علیہ السلام من الیہود وقیل قصارون یحورون الثیاب ای یبيضونها ۱۲۔ قوله مکر اللہ فی روح المعانی ونقل عن الامام ان المکر ایصال المکروه الی الغیر علی وجه ینخفض فیہ وانه یحوز صدوره عنه تعالیٰ حقیقة وقال غیر واحد انه عبارة عند التدبیر المحکم وهو لیس بممتنع علیہ تعالیٰ ۱۲۔



**النحو:** قوله اذ قال في روح المعاني ظرف لمكر او لمحذوف نحو وقع ذلك ولو قدر اذكر كما في امثاله لم يبعد اه قلت واخترت الاولين في الترجمة لاقتضاء المقام ذلك ومن ثم جمعت بين الآيتين في الترجمة ١٢ .

**البلاغة:** قوله احسن قال البيضاوي تحقق كفرهم عنده تحقق ما يدرك بالحواس اه اذ الكفر لا يحسن قوله انصاري الى الله قيل بمعنى اللام كذا في البيضاوي واخترته لقلة التكلف في ترجمته وان كان الابلغ كما في روح المعاني ان يحمل على معنى من ينصروني منتها نصره الى الله تعالى كما يقتضيه حرف الانتهاء دون تضمين كانه عليه السلام طلب منهم ان ينصروه لله تعالى لا لغرض آخر مدمجا ان نصره الله تعالى في نصره رسوله وجوابهم شديد الطباق له اه قلت وعلى كل فنصرة الله ونصرة رسول ونصرة دينه كلها

متحدة في المعنى فانطبق الجواب على السؤل على كل تقدير ١٢ .  
**ملحقات الترجمة:** ١ قوله كهلاتي ته اي قبل الايمان كما قال بعضهم لانهم كانوا يبيضون الثياب او بعد الايمان كما قال بعضهم لصفاء قلوبهم ١٢ . ٢ قوله ان حواريتين ته دليله ما في الصف كما قال عيسى بن مريم للحواريين الخ ولا يشكل بقوله تعالى فيما بعد فآمنت طائفة من بني اسرائيل وكفرت طائفة حيث يفهم مما ههنا كون غير الحواريين كلهم كافرين وبدل ما في الصف على كون بعضهم بني اسرائيل المؤمنين ايضا لان كون هذا البعض مؤمنا يمكن ان يكون بعد هذا القول بزمان فلا يتعارضان فافهم ١٢ .

٣ قوله في ترجمة اتبعنا الرسول ان رسول اشارة الى العهد ١٢ .

٤ قوله تصديق بعلاقته ان الشهادة تصديق لقول المدعى ١٢ .

(بقية صفحہ ٢٣٠ پر) **النحو:** قوله يعلمه كلام مبتدأ ذكر تطنياً لقلبها وازاحة لما اهمها من خوف اللوم قوله ورسولا منصوب بمضمر يجر اليه المعنى معطوفاً على يعلمه اي ويجعله رسولا وهو الذي اختاره ابو حيان. قوله اني قد جئتكم اي باني. قوله بآية اي متلبساً بآية قوله اني اخلق لكم بدل من قوله آية وقرأ نافح اني بكسر الهمزة استيناف قوله كهينة الطير اي هيئة يحذف مضاف اي ذات هيئة كانه كهينة الطير فالكاف حرف متعلق بمحذوف وقع لغتا لمحذوف مفعول لا اخلق. قوله ومصدقاً عطف على المضمر الذي تعلق به قوله تعالى اي قد جئتكم متلبساً بآية ومصدقاً. قوله ولا حل معطوف على مصدقاً ويلزم التاويل لما يجعلها من باب واحد وان كان الاول حالاً والثاني مفعولاً فكانه قيل جئتكم لا صدق ولا حل اه قلت واشرت في الترجمة الى كون الاول حالاً بقولي اسطور پر والي كون الثاني مفعولاً له بقولي اس لئے هذا كله من البيضاوي وروح المعاني ١٢ .

**البلاغة:** الكتب اللام للجنس ودخل فيه الزبور والصحف وخص الكتابان لفضلهما قوله جئتكم بآية التووين للتعظيم واشرت اليه بقولي كافي. قوله بما تاكلون تخصيصهما لان علمهما يقيني للاكل والمدخر لا يرئاب فيهما. قوله مؤمنين فيه مجاز اي مريدن للايمان ١٢ .  
**اختلاف القراءة:** قوله يعلمه وفي قراءة نعلمه ١٢ .

**ملحقات الترجمة:** ١ قوله تمام بني اسرائيل فهو يفيد تعميمهم لانفي غيرهم فلا يشكل الامر بالحواريين ان لم يكونوا من بني اسرائيل ولا يلزم عموم بعثة الخاص نبينا ﷺ لان المراد بهذا العموم كونها الى كافة الخلق ولم يلزم فلا يبعد ان يقال ان من كان في زمان احد الانبياء ولم يبعث اليهم نبي غيره يجب عليه اتباع ذلك النبي وان بعث اليهم غيره لم يجب بخلاف نبينا ﷺ فانه بعث وكان في الخلق من بعث فيهم انبياء ثم كان اتباعه واجبا عليهم ونسخ ما كان بايديهم فافهم ولعل غيري يعثر على احسن منه في هذا الباب والله اعلم بالصواب وسياتي في التفسير بالهندية تحب قوله تعالى فلما احسن الآية ١٢ . ٢ قوله ميرايه عوني نسخ بلا دليل نيل اشارة الى ارتباط قوله جئتكم بآية بمضمون قوله لا حل و اشار بقوله ثابت كر چكا هوں الى كون قوله جئتكم تكراراً وفائدته اختلاف الغرض في الموضوعين دليل النبوة في الاول ودليل النسخ في الثاني ١٢ . ٣ قوله حاصل اشارة الى كون الفاء لترتب وجوب الاتقاء والاطاعة على ثبوت النبوة ١٢ . ٤ قوله خلاصه فالجملة استيناف بيان لقوله فاتقوا الله ١٢ .



فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَعَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝۱۰ وَأَقَالَ الَّذِينَ

تفصیل یہ ہے کہ جو لوگ کافر تھے سوائے سخت سزاؤں کا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے سوائے اللہ تعالیٰ ان

أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَبِوَفَائِهِمْ أَجُورُهُمْ ۝۱۱ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝۱۲ ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ

کے ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنے والوں سے یہ ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ منجملہ دلائل کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے۔ بیشک حالت عجیبہ عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ

الْحَكِيمِ ۝۱۳ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ مَخْلُوقَةٍ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝۱۴ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ

کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ آدم کے ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ ہو جا بس وہ ہو گئے یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے ہے سوائے شبہہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جسے پس

الْمُنْتَرِينَ ۝۱۵ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْنَا وَابْنَاءَنَا وَبَنَاتَنَا وَنِسَاءَنَا كَمَا

جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حجت کرے آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔

وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلُ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝۱۶

اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں۔

**تفسیر: ربط:** اوپر کی آیت میں مذکور تھا کہ میں ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان قیامت کے روز عملی فیصلہ کرونگا۔ آیت آئندہ میں اس فیصلہ کا بیان ہے۔  
فیصلہ اہل حق و اہل باطل روز جزاء:

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَعَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ تفصیل (فیصلہ کی) یہ ہے کہ جو لوگ (ان اختلاف کرنے والوں میں) کافر تھے سوائے (ان کے کفر پر) سخت سزاؤں کا (مجموعہ دونوں جہان میں) دنیا میں بھی (کہ وہ تو ہو چکی) اور آخرت میں بھی (کہ وہ باقی رہی) اور ان لوگوں کا کوئی حامی (طرف دار) نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام کیے تھے سوائے اللہ تعالیٰ ان کے (ایمان اور نیک کاموں کے) ثواب دیئے اور (کفار کو سزا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ محبت نہیں رکھتے (ایسے) ظلم کرنے والوں سے (جو خدا تعالیٰ یا پیغمبروں کے منکر ہوں یعنی چونکہ یہ ظلم عظیم ہے معافی کے قابل نہیں اس لئے مغضوب شدید ہو کر سزا یا ب ہو جاتا ہے) ف: اس آیت کے مضمون میں ایک خفیف سا اشکال ہے کہ قیامت کے فیصلہ کے بیان میں اس کے کہنے کے کیا معنی کہ میں دنیا و آخرت میں سزاؤں کا کیونکہ اس وقت تو سزائے دنیوی نہیں ہوگی۔ حل اس کا یہ ہے کہ اس کہنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی حاکم کسی مجرم کو یہ کہے کہ اس وقت تو ایک سال کی قید کرتا ہوں اگر جیل خانہ میں کوئی شرارت کی تو دو سال کی کر دوں گا فقط اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دو سال آج کی تاریخ سے شروع ہو گئے پس اس بنا پر یقینی ہے کہ شرارت کے بعد دو سال مراد نہیں بلکہ

اس شرارت کے وقت اگرچہ کچھ مدت گزر چکی ہو مگر پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ شرارت کے بعد دو سال کا حکم ہو جاویگا حاصل یہ ہوتا ہے کہ شرارت پر اس مجموعہ کی تکمیل بطور انضمام ایک سال زائد کے مرتب ہو جاویگی اسی طرح یہاں سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں تو سزا ہو چکی اس کے ساتھ سزائے آخرت منضم ہو کر یہ مجموعہ قیامت کے روز مکمل کر دیا جاویگا یعنی سزائے دنیا کفارہ نہ ہوگا سزائے آخرت کے لئے بخلاف اہل ایمان کے کہ اگر ان پر دنیا میں کوئی مصیبت وغیرہ آتی ہے تو گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت کی عقوبت خفیف یا دفع ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ کی طرف لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ میں اشارہ فرمایا گیا ہے یعنی اہل ایمان بسبب ایمان کے محبوب ہیں محبوب کے ساتھ ایسے معاملات ہوا کرتے ہیں اور اہل کفر بسبب کفر کے مغضوب ہیں مغضوب کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوتا اور کفار میں دو احتمال ہیں یا تو خاص کفار یعنی یہودی یا مطلق کفار جس میں اور فرقے بھی داخل ہو جاویں گے سب کی سزائے آخرت تو ظاہر ہے اور دنیوی سزا یہود کیلئے تو یہی کافی ہے جس کا اوپر ذکر ہے یعنی ہمیشہ مغلوب رہیں گے اور دیگر کفار کی سزا بھی مختلف اوقات میں ہوتی رہتی ہے کبھی مسلمانوں کے جزیہ گزار ہوتے ہیں کبھی ہلاک کیے جاتے ہیں کبھی دوسرے امراض و مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں اور گو یہ واقعات اہل اسلام کو بھی پیش آتے ہیں مگر ان کیلئے وہ بطور سزائے مغضوبیت کے نہیں ہوتے بلکہ ان کیلئے رحمت اور کفارہ سینات ہوتا ہے فقط۔

**ربط:** یہ قصہ یہاں تک ختم ہو گیا آگے اس اخبار کا دلیل نبوت محمدیہ ہونا بوجہ



خارق عادت ہونے کے بیان فرماتے ہیں جیسے اوپر آیت ذَلِكْ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ میں اسکی تقریر گزر چکی اور آگے بھی آتی ہے۔

استدلال بر نبوت محمدیہ بقصہ مذکورہ:

ذَلِكْ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ (قصہ مذکورہ) ہم تم کو (بذریعہ وحی کے) پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ (آپ کے) منجملہ دلائل (نبوت) کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے **ف:** یعنی فی نفسہ بھی مشتمل ہے علم و حکمت کی باتوں پر بوجہ اس کے کہ دال ہے قدرت الہیہ اور دیگر علوم پر اور آپ کے اعتبار سے بھی دلیل ہے صدق دعویٰ نبوت پر کیونکہ آپ کو یہ قصہ مثل دیگر قصص ماضیہ کے اور کسی ذریعہ سے دریافت نہیں ہوا پس ایسی حالت میں خبر دینا خارق عادت ہے جو کہ دلائل ثبوت نبوت سے ہے۔

**و ربط:** بعد ختم قصہ کے آگے عود ہے محاجہ اہل کتاب کی طرف جیسے شروع سورت میں نصاریٰ پر نفی الوہیت عیسیٰ علیہ السلام پر دلائل قائم کیے تھے آگے بھی اسی مضمون کا بیان ہے چونکہ منجملہ شبہات نصاریٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا تھا جس سے ان کو آپ کی الوہیت یا ابن اللہ ہونے کا شبہ ہو گیا اس لئے اس استدلال کا کافی ہونا بتلاتے ہیں۔

جواب استدلال نصاریٰ بولادت عیسیٰ علیہ السلام بے پدر:   
 اِنْ مَثَلْ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَا كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۰﴾   
 بیشک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک (یعنی انکی تجویز ازلی میں) مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے ہے کہ ان (آدم علیہ السلام) کو (یعنی انکے قالب کو) مٹی سے بنایا پھر ان (کے قالب) کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جا بس وہ (جاندار) ہو گئے۔

**ف:** حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا قدرت الہیہ سے کوئی بعید نہیں چنانچہ ان کے قبل حضرت آدم علیہ السلام بے باپ اور بے ماں کے محض مٹی ہی سے پیدا ہو چکے ہیں پس بے باپ کے پیدا ہونے میں دونوں شریک ہیں اور بے ماں کے پیدا ہونے میں مشابہ بہ زیادہ عجیب ہیں کیونکہ آدمی کا صرف ماں کے خون سے بننا اتنا عجیب نہیں جتنا مٹی سے بننا زیادہ عجیب ہے پھر جب آدم علیہ السلام کی عدم الوہیت سب کے نزدیک مسلم ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا شبہ اس بنا پر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور تجویز ازلی کا مطلب یہ ہے کہ پیدا کرنے کے قبل علم الہی میں یوں ہی مقدر تھا کہ ان حضرات کی پیدائش اس کیفیت سے ہوگی۔

**و ربط:** آگے مضمون مذکور کے حق ہونے کو مؤکد فرماتے ہیں۔

تاکید مضمون مذکور:

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ یہ امر واقعی (جواو پر مذکور ہوا) آپ کے

پروردگار کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔ **ف:** اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ آپ میں احتمال شبہ کرنے کا تھا اصل یہ ہے کہ محط فائدہ کبھی خصوصیت مخاطب کی ہوتی ہے کہ تم ایسا کام نہ کرنا جب کہ احتمال ہو اس کام کے کرنے کا اور کبھی اس سے قطع نظر کر کے نفس مضمون کا مؤکد اور مہتمم بالشان ہونا مقصود ہوتا ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے وفادار وزیر سے کہیں جانے کے وقت اپنے پرانے احکام و معمولات کی جٹکو ایسے موقع پر پہلے سے بھی وہ وزیر برتا آیا ہے تاکید کرے گو یہ بھی اطمینان ہو کہ یہ بے تاکید کے بھی حسب معمول عمل کریگا وہاں یہی مقصود ہوتا ہے۔ پس آیت میں یہی امر ثانی مراد ہے خوب سمجھ لو۔

**و ربط:** اوپر کی تقریر تو طالبان حق کی تفہیم کیلئے تھی آگے معاندین کے ساکت کر نیکا طریقہ بتلاتے ہیں۔

طریق اسکاات معاندین:

فَمَنْ حَاكَمَكَ فَبِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (الہی) فَبَعَلَ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلٰی الْكَافِرِینَ پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (واقعی) آئے پیچھے تو آپ (جواب میں یوں) فرما دیجیے کہ (اچھا اگر دلیل سے نہیں مانتے تو پھر) آ جاؤ ہم (اور تم) بلا (کر جمع کر) لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں **ف:** مطلب یہ کہ دلیل سے گفتگو ختم نہ ہو تو یوں کر لو کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ جو اس امر میں باطل پر ہو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وبال اور ہلاکت پڑے کیونکہ لعنت کے معنی رحمت حق سے بعید ہو جانا اور رحمت سے بعید ہونا قہر سے قریب ہونا ہے پس حاصل معنی اس کا یہ ہوا کہ جھوٹے پر قہر نازل ہو سو جو شخص جھوٹا ہو گا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا اس قوت پوری تعین صادق کاذب کی اہل عناد کے نزدیک بھی واضح ہو جاوے گی اس طور پر بد دعا کرنے کو مبالغہ کہتے ہیں اور اس میں اصل خود مباحثہ کرنے والوں کا جمع ہو کر مضمون مذکور بد دعا کرنا ہے اپنے اعزہ و اقارب کو جمع کر کے ضرورت نہیں لیکن اس سے اور اہتمام بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے ضرر یا ہلاکت سے خود طبعاً انسان کو رنج ہوتا ہے پس اس مضمون سے کہ جو ہم میں جھوٹا ہو اس کے یہ لوگ بھی ہلاک ہو جاویں اور مصیبت میں مبتلا ہوں اپنے دعویٰ کی راستی کا اور زیادہ کامل یقین ہونا ثابت ہوتا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخران کے رہنے والے نصاریٰ کو دعوت اسلام کا



فرمان لکھا تھا اور اس کا خلاصہ مضمون تین امروں میں ترتیب تھی یا اسلام یا جزیرہ یا قاتل انہوں نے باہم مشورہ کر کے شریحیل اور عبد اللہ بن شریحیل اور حیار بن قفص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں سے آپ کی مذہبی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں کلام کی نوبت پہنچی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی آپ نے ان کو اس مضمون کی خبر دی خود مع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ و امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کے تشریف لا کر مباہلہ کیلئے مستعد ہوئے شریحیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ہمراہیوں سے کہا کہ تم کو ان کا نبی ہونا معلوم ہے نبی سے مباہلہ کر کے فلاح نہیں ہو سکتی ہم سب بلاشبہ ہلاک ہو جاویں گے۔ ان دونوں نے کہا جیسی رائے ہو شریحیل بولا کہ رائے یہی ہے کہ ان ہی کی رائے کے موافق ان سے صلح کر لو چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا آپ نے ان پر جزیرہ مقرر فرما دیا اور انہوں نے منظور کیا۔ اور وہ فی روح المعانی عن دلائل البیہقی الامجی علی والجزم بالنبوة فانه عن دلائل ابی نعیم اور صحیحین میں اور دو شخصوں کا آئنا مذکور ہے عاقب اور سید ممکن ہے کہ سب ہوں۔

۲: آیت میں اپنے تن سے مراد تو خود اہل مباحثہ ہیں اور نساء سے خاص زوجہ مراد نہیں بلکہ اپنے گھر کی جو عورتیں ہوں جس میں دختر بھی داخل ہے چنانچہ آپ بوجہ اس کے کہ حضرت فاطمہ سب اولاد میں زیادہ عزیز تھیں ان کو لائے اسی طرح اپنے نانا سے خاص صلیبی اولاد مراد نہیں بلکہ عام ہے اولاد کی اولاد کو بھی اور جو مجازاً اولاد کہلاتے ہوں یعنی عرفاً مثل اولاد کے سمجھے جاتے ہوں اس مفہوم میں نواسے اور داماد بھی داخل ہیں چنانچہ آپ حضرات حسنین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو لائے۔ پس بعض شیعہ کا اس سے یہ سمجھنا کہ حضرت علی نہ اپنے نانا میں تو یقیناً داخل نہیں۔ کیونکہ داماد بیٹا نہیں ہوتا۔ پس انفسنا میں داخل ہونگے تو عین رسول ہوئے اس لئے خلافت بلا فصل کے مستحق ہوئے انتہی بالکل بناء الفاسد علی الفاسد ہے، اول تو ہم نے ان کا ابناء میں داخل ہونا صحیح ثابت کر دیا دوسرے اگر انفسنا میں بھی داخل مان لیا جاوے تو محاورہ میں اپنے متعلقین پر گو وہ تعلق کسی درجہ کا ہو انفسنا کا اطلاق صحیح ہے خود قرآن میں تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ آیا ہے اور مراد تقتلون قومکم ہے۔

۳: رد المحتار باب الرجعة بحث حلالہ میں بحر سے بحوالہ غایۃ البیان کے نقل کیا ہے کہ مباہلہ اب بھی حاجت کے وقت جائز اور مشروع ہے میں کہتا ہوں کہ لعان کا مشروع ہونا مشروعیہ مباہلہ کی کافی دلیل ہے و اخرج عبد بن حمید عن قیس بن سعد ان ابن عباس کان بینہ و بین اخر شئ فدعاه الی المباحلة و قرأ الایة و رفع یدیه فاستقبل الرکن و كأنه یشیر بذلك رضی اللہ عنہ الی کیفیۃ المباحلة وان الا

یدی ترفع فیہ و فیما اخرجه الحاکم تصریح بذلك و انها ترفع حد و المناکب کذا فی الروح اور رد المحتار باب اللعان بحث صفة اللعان میں جواز کے لئے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ مباہلہ کر نیوالا صادق ہو میں کہتا ہوں کہ صدق سے مراد صدق قطعی ہے ظنی نہیں تو مسائل اختلافیہ ظنیہ میں ناجائز ہوگا۔ اور مباہلہ کا انجام کہیں تصریحاً تو نظر سے نہیں گذرا مگر حدیث میں قصہ مذکورہ کے متعلق آئنا مذکور ہے کہ وہ اگر لوگ مباہلہ کر لیتے تو انکے اہل اور اموال سب ہلاک ہو جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جل جاتے اور وہ فی الجلالین بروایۃ احمد عن ابن عباس اس سے قیاساً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی اسکا اثر یہی ہلاکت یا ضرر عظیم و صریح ہو لیکن حقوق ضرر میں توقف کرنا یا ظہور نہ ہونا موجب اشتباہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ تعین حق و باطل کیلئے دلائل شرعیہ بس ہیں مباہلہ پر موقوف نہیں زیادہ غرض اسکی نزاع لسانی کا ختم کرنا ہے واللہ اعلم

**النحو:** ذلك مبتداً وتلوه خبره ومن الأیة حال من الضمیر المنصوب کذا فی روح المعانی قلت واشرت الی کونه حالاً بقولی جو کہ قوله خلقه قال طیبضاوی جملة مفسرة للتمثيل مبنية لما له الشبه ۱۲۔

**البلاغة:** قوله فاعذبهم بالتکلم ویوفیهم بالغیبة فی روح المعانی لایذنان بان توفیة الاجر مما لا یقتضی لها نصب نفس لانها من آثار الرحمة الواسعة ولا كذلك العذاب ۱۲۔ قوله ذلك تلوه الايتان بما يدل علی البعد للإشارة الی عظم شأن المشار الیه وبعد منزلته فی الشرف والمراد تلوناه الا انه عبر بالمضارع استحضاراً للصورة الحاصلة اعتناء بها کذا فی روح المعانی قوله الحکیم فی الکشاف الذکر الحکیم القرآن وصف بصفة من هو من سببه او کانه ینطق بالحکمة لکثرة حکمه اه قوله فیکون قال البیضاوی وحکایة حال ماضیة فی روح المعانی التبعیر بالمضارع مع ان المقام مقام المضى لتصویر ذلك الامر الکامل بصورة المشاهد الذی یقع الآن ایذانا بانہ من الامور المستغربة العجیبة الشان وجوز ان یکون التبعیر بذلك لما ان الکیون مستقبل بالنظر الی ما قبله ۱۲۔ قوله نساءنا المراد الجنس فلا یشکل بکون فاطمة واحدة ۱۲۔

**اللغات:** فی القاموس الابتہال الاجتهاد فی الدعاء و اخلاصه اه وفيه البهل المال القلیل واللعن اه قلت واتم منه ما فی المدارک البهلة بالفتح والضم اللغة واصل الابتہال هذا ثم یستعمل فی کل دعاء یجتهد فیہ وان لم یکن التعاناً ۱۲۔

**الروایات:** اور رد فی لباب النقول عن ابن ابی حاتم من طریق العوفی عن ابن عباس وایضا عن البیہقی من طریق سلمة بن عبد یوشع عن ابیہ عن جدہ وایضا عن طبقات ابن سعد عن الازرق بن قیس روایات متقاربة فی نزول قوله تعالیٰ ان مثل عیسی عند الله الی قوله وان الله لهو العزیز الحکیم ولما ذكرت ملخصها فی المتن لم اعدھا فی الحواشی ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۳۹ پر)



إِنَّ هَذَا هُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

بیشک یہ مذکور وہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ جزا اللہ تعالیٰ کے، اور بلا شک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں۔ پھر اگر سرتابی کریں تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے

بِالْمُفْسِدِينَ ۝ قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا

والے ہیں فساد والوں کو۔ آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ جزا اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ

ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ هَٰ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجُّونَ فِيمَا لَكُمْ

اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارہ میں حالانکہ انہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا پھر سمجھتے نہیں ہو۔ ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر رہی چکے تھے جس

بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی، ہوائی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصل واقفیت نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

**تفسیر:** ربط: اوپر عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ ہونے سے انکی الوہیت پر استدلال کرنے کا ابطال اور جواب پورا ہو گیا۔ آگے اہتمام کیلئے اس مضمون کا حق ہونا اور نتیجہ کے طور پر حق تعالیٰ کا الہ واحد ہونا بیان فرماتے ہیں۔

تاکید حقیقت مضمون مذکور واثبات توحید:

إِنَّ هَذَا هُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ بے شک یہ (جو کچھ) مذکور (ہوا) وہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ جزا اللہ تعالیٰ کے (یہ توحید ذاتی ہوئی) اور بلا شک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں (یہ توحید صفاتی ہوئی)۔

**ربط:** آگے فساد و عناد والوں سے جو کہ اتنی حجتوں کے بعد بھی نہ مانیں گفتگو کرنے سے باز رکھتے ہیں اور انکا معاملہ اپنے حوالہ ہونا بتلاتے ہیں۔

انجام اہل فساد:

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ۝ پھر (ان سب حجتوں کے بعد بھی) اگر (حق قبول کرنے سے) سرتابی کریں تو (آپ ان کا معاملہ حوالہ بخدا کیجیے کیونکہ) بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو)۔

**ربط:** اوپر تو اہل کتاب سے محاجہ تھا جس کو باحسن وجہ ختم کر دیا گیا۔ آگے ملاطفت کے ساتھ انکو پھر دعوت الی الحق کی جاتی ہے اور اوپر روئے سخن زیادہ نصاریٰ کی طرف تھا اور آگے بوجہ عموم الفاظ یہود و نصاریٰ دونوں کی طرف عام ہے۔

دعوت اہل کتاب بلطف:

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے (وہ) یہ (ہے) کہ جزا اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر (اس کے بعد بھی) وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم (مسلمان) لوگ کہہ دو کہ تم (ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو (اس بات کے) ماننے والے ہیں (اگر تم نہ مانو تم جانو)۔

**ف:** اس مضمون کو مسلم اس لئے کہا گیا کہ سب شرائع میں اس کی تعلیم ہوئی ہے اور اجمالاً اور کلیاً اہل کتاب بھی اس کو مانتے ہیں کہ توحید فرض ہے اور شرک کفر ہے اور کسی مخلوق کو رب قرار دینا شرک ہے لیکن باوجود اس کے وہ لوگ شرک میں اس لئے مبتلا تھے کہ وہ اس کو شرک اور خلاف توحید نہ سمجھتے تھے

پس اس تقریر میں لطف یہ ہوا کہ ان کو کلیات مسلمہ یاد دلانے کے بعد جزئیات مختلف فیہا کا ان کلیات میں داخل ہونے کا اثبات سہل رہ گیا اور وجہ ان کے شرک ہونے کی یہ تھی کہ وہ لوگ بعض صفات خاصہ حق تعالیٰ کو جیسے الوہیت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت عزیر علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے تھے جس کو آیت میں عبادت غیر اللہ کہا گیا اسی طرح مطاع علی الاطلاق ہونے کو جو کہ خواص باری تعالیٰ سے ہے اپنے احبار اور رہبان کے لئے مانتے تھے جس کو آیت میں ربوبیت من دون اللہ فرمایا گیا کیونکہ ان کی تحلیل و تحریم کو گو کہ وہ نصوص قطعیہ محکمہ معمولہ بالا جماع کے بھی خلاف ہو حجت واجب العمل



و یہودیت و نصرانیت بھی بوجہ تاخر شریعت محمدیہ ماننے کے بقاء مشرعیّت یہودیت و نصرانیت لازم نہیں لیکن چونکہ خود دعویٰ مطابقت ہی غلط تھا اسلئے سرے سے اسی کی تغلیط فرمائی پس اس تقریر پر محاجہ سابقہ میں احقاق ہے مسئلہ توحید کا اور اس محاجہ میں احقاق ہے مسئلہ رسالت کا۔

رد دعویٰ اہل کتاب در باب ملت ابراہیم علیہ السلام:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ  
**اللفات:** قوله القصص فی روح المعانی القصص هو الخبر ای ان هذا هو الحق لا ما يدعيه النصارى من كون المسيح عليه السلام الها وابن الله تعالى اهلوا هلموا سواء مصدر بمعنى مستوية لا اختلاف فيها بكل الشرائع ۱۲۔

**الروایات:** فی روح المعانی (قل یا اهل الكتاب الآية) نزلت فی وفد نصاریٰ نجران قال السدی والحسن وابن زید ومحمد بن جعفر بن الزبیر وروى عن قتادة والربیع وابن جریج انها نزلت فی یهود المدينة وذهب ابو علی الجبائی انها نزلت فی الفريقین من اهل الكتاب واستظهره بعض المحققین لعمومه وروی الترمذی وحسنه انه لما نزلت اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال عدی بن حاتم ما كنا نعبدهم يا رسول الله قال اليس كانوا يحلون لكم ويحرمون افتاخذون بقولهم قال نعم قال هو ذاك ۱۲۔  
**النحو:** قوله افلا تعقلون الهمزة داخله على مقدر ای اتدعون للحال فلا تعقلون وراعیة معناه فی الترجمة واخذت كونه محالا خلاف العقل من البیضاوی۔ قوله هانتم هؤلاء فی البیضاوی هاء حرف تنبيه وانتم مبتدأ وهؤلاء خبره وحاجتكم جملة اخرى مبنية للاولی اه قلت وراعیة کل هذا فی الترجمة ۱۲۔

**الروایات:** مر فی وجه الربط فانظر ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله آپ ان کا معاملہ الخ اشارۃ الی کون الجزء محذوف ای فاعرض عنهم وکل امرهم الی الله والمذکور هو علة المحذوف ۱۲۔ ۲۔ قوله تم نہ مانو تم جانو حملا لقوله اشهدوا علی معنی الاعراض ویتاید بما فی البیضاوی من قوله اعرض عن ذلک وقال اشهدوا بانا مسلمون اه وحمل غیری علی الوجوه الاخر ۱۲۔

سمجھتے تھے اور حقیقت شرک کی یہی ہے کہ خواص واجب کو ممکن کے لئے ثابت مانا جاوے لیکن ان کو اشتباہ اس سے ہو گیا تھا کہ وہ بالذات اور بالعرض کا فرق کرتے تھے حالانکہ یہ فرق صفات غیر مختصہ میں صحیح اور صفات مختصہ میں غیر صحیح اور غیر دافع شرک ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ خدا کو چھوڑ کر اول تو اس وجہ سے کہ احبار و رهبان کی ایسی اطاعت میں خدا تعالیٰ کے احکام متروک ہو ہی جاتے تھے دوسرے اس لئے کہ مراد یہ ہے کہ خدا کی توحید کو چھوڑ کر اور ظاہر ہے کہ شرک کے ساتھ توحید چھوٹ ہی جاتی ہے اور چونکہ ظاہر میں شرک خدا اور غیر خدا دونوں کو مانتا ہے اس لئے بعض جگہ مَعَ اللّٰهِ الْهٰتَہُ فرما دیا۔ اور یہ کہنے کو جو فرمایا کہ تم گواہ رہو اس میں تعلیم ہے کہ جب وضوح کے بعد بھی کوئی حق کو نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک ظاہر کر کے کلام ختم کر دینا چاہیے۔

تنبیہ: اس آیت سے ایسی تقلید کا ابطال ہوتا ہے جیسی اہل کتاب کرتے تھے جس کا ابھی بیان ہوا اور جو تقلید جمہور اہل اسلام میں اب شائع ہے وہ مشروع ہے اور اس آیت کے مضمون میں داخل نہیں جس کا محل مسائل ظنیہ محتملہ الطرفین ہیں جب تک کہ نص قطعی محکم مجمع علیہ یا اجماع کے خلاف ہونا ثابت نہ ہو ورنہ نص و اجماع کو مقدم رکھا جاتا ہے

**ربط:** اوپر کے محاجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گفتگو تھی کہ نصاریٰ ان کے خوارق سے ان کی الوہیت کا اثبات کرتے تھے اس کو بدلائل باطل کر دیا کہ گو خوارق حق ہیں مگر یہ دلیل الوہیت کی نہیں ہو سکتی آگے محاجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہے جس کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار نصاریٰ نجران کے اور کچھ علماء یہود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہو گئے اور ہر فریق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے طریق پر بتلانے لگا اور وہ فی لباب النقول عن ابن اسحاق وعن البیهقی بروایۃ ابن عباس جس سے مقصود اپنے اپنے طریق کی حقانیت و بقاء مشرعیّت ثابت کرنا تھا اور ان کے اس مقصود باطل سے رسالت محمدیہ میں قدح لازم آتا تھا کیونکہ آپ کی شریعت دوسرے طرق کو منسوخ بتلا رہی ہے اور ناسخ و منسوخ مشرعیّۃ میں مجتمع نہیں ہو سکتے اسلئے حق تعالیٰ انکے قول کو باطل فرماتے ہیں اور گو بفرض تقدیر مطابقت ملت ابراہیمی

(بقیہ صفحہ ۲۳۷) **ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله تفصیل افاد هذا مفهوم الفاء واما قوله مجموعہ فصلہ فی الفائدة وماخذہ الذوق والحمد لله وتاید بالوجه الرابع من الوجوه المذكورة فی روح المعانی ۱۲۔ ۲۔ قوله ایے اشارۃ الی کون الظالمین بالمعنی الخاص وهو الظلم العظیم المذکور فی القرآن بمعنی الشرک والكفر وان ارید العهد بارادة اليهود کفی کلمة (ایسے) ایضاً ۱۲۔ ۳۔ قوله منجملہ هو ترجمۃ من کرره للعطف ۱۲۔ ۴۔ قوله یہ امر واقعی اشارۃ الی ان اللام للعهد ۱۲۔ ۵۔ قوله فی ترجمۃ ندع اور تم مبنیہ کون الصیغۃ للمتکلم مع الغیر ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ترجمۃ فنجعل اس طور پر کہ مبنیہ ما فی روح المعانی انه معطوف علیہ تبہل مفسر للمراد منه ۱۲۔ ۷۔ قوله فی فاء جمع کرنے کی الخ ماخذہ روح المعانی ۱۲۔



مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ٥٠ إِنَّ أَوَّلَى النَّاسِ

ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن طریقِ مستقیم والے صاحبِ اسلام تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے

بِإِبْرَاهِيمَ لَكَذِبِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ٥١ وَذَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

ابراہیم کے ساتھ، البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی ہیں اور یہ ایمان والے۔ اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے۔ دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل

لَوْ يُضِلُّوكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ٥٢ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ

کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کر دیں۔ اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اسکی اطلاع نہیں رکھتے۔ اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں

تَشْهَدُونَ ٥٣ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ٥٤

کیا تمہارا حالانکہ تم اقرار کرتے ہو۔ اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو

**تفسیر:** مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا

(الی قولہ تعالیٰ) وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ اے اہل

کتاب کیوں حجت کرتے ہو (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے بارہ میں

(کہ وہ طریقِ یہودیت پر تھے یا نصرانیت پر تھے) حالانکہ نہیں نازل کی گئی

توراة اور انجیل مگر ان کے (زمانہ کے بہت) بعد (اور یہ دونوں طریق ان

دونوں کتابوں کے نزول کے بعد سے ظاہر ہوئے پہلے سے ان کا وجود ہی نہ

تھا۔ پھر حضرت ابراہیم ان طریقوں پر کس طرح ہو سکتے ہیں) کیا (ایسی

خلاف عقل بات منہ سے نکالتے ہو اور) پھر سمجھتے نہیں ہو ہاں تم ایسے ہو کہ

ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی (گو

اس میں ایک غلط مقدمہ لگا کر نتیجہ غلط نکالتے تھے مراد اس سے خوارق ہیں عیسیٰ

علیہ السلام کے کہ یہ مطابق واقع کے ہے البتہ اس میں یہ مقدمہ غلط ملا لیا گیا

کہ ایسے خوارق والا الہ یا ابن الالہ ہوگا لیکن ایک مقدمہ منشاء اشتباہ تو تھا اس

لئے اس کو ناکافی واقفیت کہیں گے جب اسی میں تمہاری غلطی ظاہر ہو گئی) سو

ایسی بات میں (پھر) کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں

(کیونکہ اس دعویٰ کے لئے تو کوئی منشاء اشتباہ کا بھی تمہارے پاس نہیں کیونکہ

ان کے اور ابراہیم علیہ السلام کے فروع شریعت میں موافقت بھی نہ تھی) اور

اللہ تعالیٰ (ابراہیم علیہ السلام کے طریق کو خوب) جانتے ہیں اور تم نہیں

جانتے (جب تو ایسے بے سرو پا دعویٰ کرتے ہو جس سے علم بھی مثل عدم علم

کے سمجھا جاتا ہے تو اب اللہ تعالیٰ سے ان کا طریق سنو کہ) ابراہیم علیہ السلام

نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن (البتہ) طریقِ مستقیم والے (یعنی)

صاحبِ اسلام تھے اور مشرکین میں سے (بھی) نہ تھے (سو یہود و نصاریٰ کو تو

مذہبی طریق کے اعتبار سے ان کے ساتھ کوئی مناسبت نہ ہوئی ہاں) بلاشبہ

سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیم (علیہ

السلام) کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے (ان کے وقت میں) ان کا

اتباع کیا تھا اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ ایمان والے (جو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں) اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے

(کہ ان کو ان کے ایمان کا ثواب دیں گے) ف: اگر ان یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت بلا تاویل تھا خواہ براہِ جہل یا براہِ عناد تب تو

ردِ ظاہر ہے اور ان کی غلطی بدیہی اور اگر اس تاویل سے تھا کہ ان کا جو طریق

تھا وہی ہماری شریعت میں مقرر ہوا تو حاصل تقریر رد کا یہ ہے کہ موافقت فی

الفروع نہ ہونا تو ظاہر ہے اور اگر موافقت فی الاصول مراد ہے تو یہودیت کی

حقیقت اصول مع الفروع الخصوصہ ہے اسی طرح نصرانیت کی بھی اور یہ

مجموعہ عہدِ ابراہیمی میں متحقق نہ تھا اس لئے یہ دعویٰ بالمعنی المتبادر غلط ہوا اور اگر

جدید اصطلاح مقرر کی جاوے تو اول تو الفاظ شرعیہ کو معانی لغویہ پر محمول کرنا

غلط دوسرے ایہامِ باطل کی وجہ سے منہی عنہ اور موہم غلط اس تقدیر پر غلطی

نظری ہوگی۔ رہا یہ اشکال کہ اسی طرح اسلام بھی متاخر ہے زمانہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام سے پھر وہ صاحبِ اسلام کیسے ہوئے۔ اس کا جواب سورہ

بقرہ آیت اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ کی تفسیر میں جو پارہ الم کے آخر رکوع میں ہے

مفصل گزر چکا ہے اور یہاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت

کی زیادہ خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ثابت کی گئی وجہ اس

کی مطابقت فی الاصول و کثیر من الفروع ہے چنانچہ یہ مضمون بھی سورہ بقرہ

کے مقام مذکورہ آیت قَالُوا كُنُوا تُهَادًا کی تفسیر میں گزر چکا ہے وہیں یہ

اشکال بھی رفع کر دیا گیا ہے کہ اس سے حضور ﷺ کے استقلالِ نبوت میں

قدح نہیں پڑتا اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو جاوے گا کہ الذین اتبعوه کی



خصوصیت بطور امت ہونے کے ہے اور مابعد کی بطور موافقت کے اور جملہ  
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ کی تقریر بھی اسی جگہ گزر چکی ہے دیکھ لیا جاوے  
پس گویا یہ اخیر کا مضمون تتمہ ہے جواب محاجہ کا کہ موافقت طریق ابراہیمی کا  
دعویٰ یہود و نصاریٰ نہیں کر سکتے البتہ امت محمدیہ کو زیبا ہے۔

**وَبَط:** اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کے ضلال یعنی گمراہی کا بیان تھا کہ اس  
درجہ گمراہ ہو گئے ہیں کہ باوجود ایسی جھٹوں کے الزام و اتمام کے حق کو قبول نہیں  
کرتے آگے ان کے ضلال کا ذکر فرماتے ہیں یعنی خود تو گمراہ تھے ہی مزید بر  
آں یہ ہے کہ اوروں کے بھی گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

بیانِ اضلالِ اہل کتاب:

وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا يَشْعُرُونَ دل سے  
چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو (دین حق سے)  
گمراہ کر دیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر خود اپنے آپ کو (وہ بالاضلال  
میں گرفتار کر رہے ہیں) اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے **ف:** اگر مخاطب ضمیر  
خطاب یُضِلُّوْکُمْ کے خاص صحابہ ہیں تب تو یہ فرمانا کہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے  
بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں بھی مراد یہی ہوگی کہ تم میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر  
سکتے سو بفضلہ تعالیٰ ان خاص حضرات میں سے کسی کو گمراہ نہ کر سکے اور اگر مراد  
مطلق اہل اسلام ہیں تو اس فرمانے کے یہ معنی ہونگے کہ یہ امر ان کے اختیار  
و قدرت سے خارج ہے اور یوں خود ہی کوئی گمراہ ہو جاوے تو اور بات ہے  
مَا يُضِلُّوْنَ بالمعنی المذکور کے منافی نہیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس کی اطلاع  
نہیں رکھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرف التفات نہیں کرتے ورنہ ان  
میں جو علماء تھے وہ چونکہ اسلام کی حقانیت کا علم رکھتے تھے جیسا آگے ہی  
تَشْهَدُوْنَ وَتَعْلَمُوْنَ سے مفہوم ہوتا ہے اس لئے اضلال کے وہال سے بھی  
آگاہ تھے اور اگر طائفہ سے جہلا مراد ہوں تو یُشْعُرُوْنَ میں کوئی اشکال نہیں۔  
**وَبط:** آگے ان کے ضلال و اضلال پر ان کو ملامت فرماتے ہیں۔

ملامت بر ضلال و اضلالِ اہل کتاب:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ (الی) وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ  
تَعْلَمُونَ اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی (ان) آیتوں کے  
ساتھ (جو کہ تورات و انجیل میں) نبوت محمدیہ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ان آیات کی تکذیب کرنا ہے اور آیات  
اللہ کی تکذیب کفر ہے) حالانکہ تم (اپنی زبان سے) اقرار کرتے ہو (کہ وہ  
آیات حق ہیں یہ تو ملامت ہوئی ان کے ضلال پر آگے اضلال پر ملامت

فرماتے ہیں کہ) اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی (مضمون یعنی  
نبوت محمدیہ) کو غیر واقعی (مضمون یعنی عبارت تحریف شدہ یا تفسیر فاسد) سے  
اور (کیوں) چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو (کہ حق بات کو چھپا  
رہے ہو) **ف:** دونوں جگہ جو تَشْهَدُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ فرمایا اس کی یہ وجہ  
نہیں کہ عدم اقرار اور عدم علم کی حالت میں کفر وغیرہ جائز ہے نتیجہ ذاتی تو کسی  
حال میں جائز ہو ہی نہیں سکتا بلکہ وجہ یہ ہے کہ اقرار و علم کے وقت کفر اور زیادہ  
نتیجہ اور قابل ملامت ہے اور لیس و کتمان کی حقیقت کا حاصل پارہ الم کے ربع  
کے قریب جہاں اسی قسم کی آیت ہے بیان ہو چکا ہے۔

**اللغات:** فی القاموس الحنف الاستقامة الخ ۱۲۔

**النحو:** قوله لو بمعنی ان المصدرية ۱۲۔ قوله ان يؤتی ای لان  
یؤتی والظرف متعلق بالمحذوف فهو من كلام الله تعالیٰ ویؤیده  
قراءة ابن کثیر ان يؤتی علی الاستفهام للتقریر تقدیرہ احسنتم و دبرتم  
لان يؤتی ۱۲۔

**الروایات:** فی لساب النقول روی ابن اسحق عن ابن عباس قال  
قال عبد الله بن الصیف وعدی بن زید والحرث بن عوف  
بعضهم لبعض تعالوا نؤمن بما انزل علی محمد واصحابه غدوة  
ونکفر به عشية حتى نلبس علیهم دینهم لعلهم یصنعون کما نصنع  
فیرجعون عن دینهم فانزل الله فیهم یا اهل الکتاب لم تلبسون الحق  
بالباطل الی قوله واسع علیم ۱۲۔

**البلاغة:** قال العصام فی لمن تبع جعل الایمان بمعنی الاقرار  
توجیها للام لمن تبع فان الایمان متعد بنفسه وليس المقام مقام لام  
التعدیة والحاصل لا تصدقوا عن قلب الا لمن تبع دینکم ۱۲۔ وقوله  
احد الی یحاجوکم قال احمد علی الکشاف فی هذا اشکال وهو  
وقوع احد فی الموجب لان استفهام الانکار فی مثله اثبات ویمكن ان  
یقال روعیت صیغة الاستفهام وان لم یکن المراد حقيقة فحسن  
لذلک دخول احد فی سیاقه والضمیر فی یحاجوکم لاحد لانه فی  
معنی الجمع حیث کان نكرة فی سیاق النفی اه ای فی بعض الوجوه  
حقیقة وفی بعضها صورة ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ترجمة فیما لکم به علم وفیما  
لیس لکم به علم کی قدر واصل بناء علی ان النکرة تختص فی  
الاثبات وتعم فی النفی ۱۲۔ ۲۔ قوله فی ترجمة فلم تحاجون پھر  
کیوں حجت کرتے ہو بعد قوله غلطی ظاہر اشارہ الی وجه الترتب بالفاء  
حاصله ترتب انکار المحاجة علی ظهور الغلط ۳۔ قوله تحت  
ترجمة لا تعلمون جس سے علم بھی فاندفع بهذا التوجیه ان نفی العلم  
عنهم اذا كانوا احبارا مشکل ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۴۲ پر)



وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجِئَتْهُمْ رَبُّوهُمْ كَمَا جِئَتْهُمْ رَبُّوهُمْ كَمَا جِئَتْهُمْ رَبُّوهُمْ

اور بعض لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کی گئی ہے مسلمانوں پر شروع دن میں اور انکار کر بیٹھو آخر دن میں عجب کیا وہ پھر جاویں۔ اور کسی کے رو برو اقرار مت کرنا مگر ایسے

لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ ۚ وَلَا تَتُومِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَن يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا

فصل کے رو برو جو تمہارے دین کا پیرو ہو، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے، ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسے تم کو ملی تھی، یا وہ اور

أَوْتِيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۚ يَخْتَصُّ

لوگ تم پر غالب آ جاویں تمہارے رب کے نزدیک، اے محمد آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرماویں، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے

بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

ہیں۔ خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر مذکور تھا کہ بعض اہل کتاب مسلمانوں کے اضلال کی فکر میں رہتے ہیں آگے انکی تدبیر کا بیان فرماتے ہیں جسکو اضلال مومنین کیلئے انہوں نے تجویز کیا تھا۔

بیان خدعہ اہل کتاب برائے تشکیک نومسلما نان:

وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور بعض لوگوں نے اہل کتاب میں سے (بطور مشورہ باہم) کہا کہ (مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک تدبیر ہے کہ ظاہراً ایمان لے آؤ اس (کتاب) پر جو نازل کی گئی ہے (بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) مسلمانوں پر (مراد یہ کہ قرآن پر ایمان لے آؤ) شروع دن میں (یعنی صبح کے وقت) اور (پھر) انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا (اس تدبیر سے مسلمانوں کو بھی قرآن اور اسلام کے حق ہونے میں شبہ پڑ جاوے اور) وہ (اپنے دین سے) پھر جاویں (اور یہ خیال کریں کہ یہ لوگ علم والے ہیں اور بے تعصب بھی ہیں کہ اسلام قبول کر لیا اس پر بھی جو پھر گئے تو ضرور اسلام کا غیر حق ہونا ان کو دلائل علیہ سے ثابت ہو گیا ہوگا اور ضرور انہوں نے اسلام میں کوئی خرابی دیکھی ہوگی جب تو اس سے پھر گئے اور اہل کتاب نے یہ بھی باہم کہا کہ مسلمانوں کے دکھلانے کو صرف ظاہری ایمان لانا) اور (صدق دل سے) کسی کے رو برو (دین کا) اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے رو برو جو تمہارے دین کا پیرو ہو (اس کے رو برو تو اپنے قدیم دین کا اقرار خلوص سے کرنا چاہیے باقی غیر مذہب والوں کے یعنی مسلمانوں کے رو برو ویسے ہی بمصلحت مذکورہ زبانی اسلام کا اقرار کر لینا حق تعالیٰ ان کی اس تدبیر کے لچر ہونے کا اظہار فرماتے ہیں کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ ان

چالاکیوں سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ (یقیناً ہدایت (جو بندوں کو ہوتی ہے وہ) ہدایت اللہ کی (طرف سے ہوتی) ہے (پس جب ہدایت قبضہ خداوندی میں ہے تو وہ جس کو ہدایت پر قائم رکھنا چاہیں اس کو کوئی مغوی کسی تدبیر سے نہیں بچلا سکتا آگے ان کے اس مشورہ و تدبیر کی علت بتلاتے ہیں کہ اے اہل کتاب تم) ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی (یعنی کتاب اور دین آسمانی) یا وہ اور لوگ تم پر غالب آ جاویں (اس دین حق کی تعین میں جو) تمہارے رب کے نزدیک (ہے حاصل علت کا یہ ہوا کہ تم کو مسلمانوں پر یہ حسد ہے کہ ان کو آسمانی کتاب کیوں مل گئی یا یہ لوگ ہم پر مذہبی مناظرہ میں کیوں غالب آ جاتے ہیں اس حسد کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کے تنزل کی کوشش کر رہے ہو آگے اس حسد کا رد ہے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (ان کے یہاں فضل کی کمی نہیں اور) خوب جاننے والے ہیں (کہ کس وقت کس کو دینا مناسب ہے اس لئے) خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت (وفضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں (پس اس وقت برعایت حکمت مسلمانوں پر فضل رحمت فرما دیا اس میں حسد کرنا فضول اور جہل ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَتُومِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ اسی کی نظیر ہے بعض مدعیان طریقت کا یہ طرز کہ جو شخص انکے سلسلہ میں نہ ہو اس سے طریق کو مخفی کرتے ہیں اور ان پر اسی مضمون سے رد ہوگا جس سے انکے ہم مسلک اہل کتاب پر رد کیا گیا ہے یعنی قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ اور قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ الخ (بقیہ صفحہ ۲۴۳ پر)



وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ اِلَّا مَا

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ اس کو تمہارے پاس لا رکھے، اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت

دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَلِكَ يَأْتُهُمُ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمْنِ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۵﴾

رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے

بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاِيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

ہیں۔ اور وہ بھی جانتے ہیں الزام کیوں نہ ہوگا جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں متقین کو۔ یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو

اُولٰٓئِكَ لَا خَلٰقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ

اللہ تعالیٰ سے کیا جاوے اور اپنی قسموں کے ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہ ملے گا اور نہ خدا تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے

### عَذَابُ الْيَمِّ ﴿۷﴾

درناک عذاب ہوگا۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا یعنی ان کا کفر کرنا آیات اللہ کے ساتھ اور خلط کرنا حق اور باطل کا اور کتمان حق کا اور تدبیر کرنا اضلال مومنین کی آیت آئندہ میں ان کی خیانت فی الاموال کا ذکر ہے اور چونکہ بعضے امین بھی تھے اس لئے دونوں قسموں کا ذکر فرمایا۔

بیان اہل امانت و اہل خیانت از اہل کتاب:

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا (الی قولہ تعالیٰ) وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ (اے مخاطب) اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ (مانگنے کے ساتھ ہی) اس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے (بلکہ امانت رکھانے کا بھی اقرار نہ کرے) مگر جب تک کہ تم (امانت رکھ کر) اس کے سر پر (برابر) کھڑے رہو (اس وقت تک خیر مکرے نہیں اور جہاں الگ ہوئے پھر ادا کرنے کا تو کیا مذکور ہے سرے سے امانت ہی سے مکر جاوے) یہ (امانت کا ادا نہ کرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے (مال کے) بارہ میں (اگر چہ اچھپا لیا جاوے مذہباً) کسی طرح کا الزام نہیں (یعنی غیر اہل کتاب مثلاً قریش کا مال چرا لینا چھین لینا سب جائز ہے اللہ تعالیٰ آگے ان کے اس دعوے کی تکذیب فرماتے ہیں) اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں (کہ اس فعل کو حلال سمجھتے ہیں) اور (دل میں) وہ بھی جانتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا محض ترشیدہ دعویٰ ہے) **نہ:** جس بعض کی امانت کی مدح کی گئی ہے اگر اس

بعض سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لے آئے تھے (جیسا معاملہ میں بروایت ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس بعض سے مراد عبد اللہ بن سلامؓ ہیں کہ کسی شخص نے ان کے پاس بارہ سواویہ سونا امانت رکھا تھا اور انہوں نے بعینہ ادا کر دیا جیسا کہ دوسرے بعض سے فحاص بن عاذوراء یہودی مراد ہے کہ کسی قریش نے ایک دینار امانت رکھا اور اس نے خیانت کی آہ) تب تو مدح میں کوئی اشکال نہیں اور اگر خاص مومن مراد نہ ہوں بلکہ مطلقاً اہل کتاب میں امین اور خائن دونوں کا ہونا بیان کرنا مقصود ہے تو مدح باعتبار قبول عند اللہ کے نہیں کیونکہ بدو ایمان کے کوئی عمل صالح مقبول نہیں ہوتا نہ اس پر ثواب ملتا ہے لقولہ تعالیٰ فی سورۃ ہود مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنٰهَا نُوْفِ الْيَمِّ (الی قولہ تعالیٰ) يَعْلَمُونَ بلکہ مدح اس اعتبار سے ہے کہ اچھی بات گو کافر کی ہو کسی درجہ میں اچھی ہے جس کا اثر دنیا میں نیک نامی وغیرہ اور آخرت میں اس عذاب کی کمی ہے جو اس کے ضد کے ارتکاب سے ہوتا اور عدم ثواب جو آیت ہود سے معلوم ہوتا ہے منافی عدم عذاب کے نہیں اور اس تقدیر پر اسلام کی غایت بے تعصبی ثابت ہوتی ہے کہ مخالف کے ہنر کی بھی بقدر واقعی داد دی جاتی ہے۔

**ربط:** اوپر وَيَقُولُونَ میں ان کے دعوے کی تکذیب تھی آگے اسی تکذیب کی تاکید اور وفائے عہد کی فضیلت اور نقض عہد کی مذمت کی تصریح ہے۔ رد قول اہل کتاب و فضل وفائے عہد و فح عذر:

بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ عَذَابُ الْيَمِّ (خائن پر) الزام کیوں نہ ہوگا (ضرور ہوگا کیونکہ اس کے متعلق ہمارے یہ دو قانون ہیں ایک یہ کہ) جو شخص اپنے عہد کو (خواہ وہ عہد اللہ تعالیٰ سے ہو یا بشرط جواز کسی



(مخلوق سے) پور کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (ایسے) متقیوں کو (اور دوسرا قانون یہ ہے کہ) یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر (یعنی نفع دنیوی) لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو (انہوں نے) اللہ تعالیٰ سے کیا ہے (مثلاً انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا) اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے (مثلاً حقوق العباد و معاملات کے باب میں قسم کھالینا) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہ ملے گا اور خدا تعالیٰ ان سے (لطف کا) کلام فرمادیں گے اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے) دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کریں گے اور ان کیلئے دردناک عذاب (تجويز) ہوگا۔ **ف:** عہد مخلوق میں احقر نے بشرط جواز اس لئے کہا کہ اگر وہ عہد ناجائز ہے تو اس کا ایفاء حرام ہے اور عہد اللہ کی مثال میں ایمان بالانبیاء علیہم السلام کو اس لئے ذکر کیا کہ یہود ہمارے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر تھے۔ باقی یہ تخصیص تمثیلاً ہے ورنہ عہد اللہ میں سب احکام آگئے جسکے عموم میں عہد مالی بھی داخل ہے اور انہیں انہم میں زیادہ تصریح ہوگئی اور یزیدؓ کا ایک ترجمہ صحیح اور بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نہ کریں گے جیسے مؤمنین کی کریں گے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وفائے عہد پر جو محبت کی بشارت ہے اس میں ایمان بھی شرط نہیں بات یہ ہے کہ عہد اللہ کے عموم میں ایمان بھی داخل ہے اور واقعی کے عموم سے اور زیادہ تاکید ہوگئی اور یہ جو کہا گیا کہ کچھ حصہ نعمت کا نہ ملے گا الخ اگر یہ آیت کفار کے حق میں لی جاوے تو یہ سب وعیدیں ابد الآباد کیلئے ہیں اور اگر کفار کیلئے بھی عام کہا جاوے تو معنی یہ ہیں کہ چندے وہ ان وعیدوں کے مستحق ہو گئے نہ ابدیت ہے نہ یقیناً وقوع ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک غفوبلا عقوبت بھی صحیح ہے۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاٰیٰتِہِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اس میں اس شخص کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے جو زینت دنیا کی طرف مائل ہو اور اس کو حضرت حق کے مشاہدہ پر ترجیح دیتا ہو اور اپنے ظاہر کو شعائر مقررین کے ساتھ آراستہ رکھتا ہو مگر اس میں حب جاہ کی آمیزش بھی کرتا ہو پس ایسا شخص لقائے حقیقی اور مخاطبت حق کے درجہ سے دنیا اور آخرت دونوں میں ساقط ہو جاوے گا ۱۲۔

**اللغات:** القنطار فی القاموس وزن اربعین اوقیۃ من ذهب او الف ومائتا دینار او الف ومائتا اوقیۃ او سبعون الف دینار او ثمانون الف درہم او مائۃ رطل من ذهب او فضۃ او الف دینار او ملامسک ثور ذہبا وفضۃ قولہ تamenہ فی روح المعانی من امنته بمعنی اتتمنتہ والباء قبل بمعنی علی وقیل بمعنی فی ای فی حفظ قنطار ۱۲۔ سبیل فی روح المعانی عتاب و ذم اہ قلت ہذا حاصل المعنی لانہا مطلق الطريق لغۃ فارسیہ بہ طریق العتاب عرفا اطلاقاً للمطلق علی المقید ۱۲

**النحو:** الاماد مت استثناء من مقدر ای وانکرہ المدلول علیہ

بقولہ لا یؤدہ لان الاداء آتی لا یتجدد بالزمان بخلاف الاقرار ۱۲

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابن جریر عن ابن جریر قال بائع الیہود رجال من المسلمین فی الجاہلیۃ فلما اسلموا تقاضوہم عن بیوعہم فقالوا لیس علینا امانۃ ولا قضاء لکم عندنا لانکم ترکتم دینکم الذی کنتم علیہ وادعوا انہم وجدوا ذلک فی کتابہم فقال اللہ تعالیٰ ویقولون الخ فی روح المعانی اخرج الستۃ وغیرہم عن ابن مسعود فی قصۃ الاشعث بن قیس مع یہودی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہودی احلف فقال الاشعث اذا یحلف فیذهب مالی فانزل اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون و اخرج البخاری وغیرہ عن عبد اللہ بن ابی اوفی ان رجلاً اقام سلعة لہ فی السوق فحلف باللہ لقد اعطی بہا ما لم یعطہ لیوقع فیہا رجلاً من المسلمین فنزلت ہذہ الآیۃ۔ و اخرج ابن جریر عن عکرمۃ قال نزلت ہذہ الآیۃ فی ابی رافع۔ ولبابۃ بن ابی الحقیق وکعب بن الاشرف وحیی بن اخطب حرقوا التورۃ وبدلوا نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحکم الامانات وغیرہما واخذوا علی ذلک رشوة وروی عن غیر ذلک ولا مانع من تعدد سبب النزول کما حققوہ اہ فی لباب النقول قال الحافظ ابن حجر والآیۃ محتملۃ لکن العمدة فی ذلک ما ثبت فی الصحیح اہ قلت نعم لکن الا لصق بالسیاق والسباق ما اخرجہ ابن جریر وقد سمعت عن روح المعانی ان لا مانع من تعدد سبب النزول ونقل فی اللباب ایضاً عن الحافظ انہ لا مناف بین الحدیثین بل یحمل علی ان النزول کان بالسبب معاً اہ قلت والا حسن فی ذلک ما قال استاذی رحمہ اللہ تعالیٰ اذ قد یكون السبب واحداً لکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد تلا تلك الآیۃ فی مقام آخر مناسب فیزعہم الراوی نزولہا فی ذاک اہ ۱۲۔

**فائدة:** لا یرینک ما سمعت من اباحۃ مال الحربی ولو یعقد فاسد لانه مشروط برضاه وعدم الغدر فشتان ما بینہما ولا کون الغیمۃ حلالاً لانه لا استیمان ولا عہد بخلاف الیہود حیث غدر وامع الا من والعہد فافہم ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی ترجمۃ تamenہ ای مخاطب اشارہ الی عدم تعین المخاطب وقولہ تم ہومحاورۃ لسانتا یراد بہ الواحد ۱۲

۲۔ قولہ فی آخر ہف ینکائی وغیرہ ہو المراد لقولہ تعالیٰ نوب الیہم اعمالہم واراد بالغير فی قولہ وغیرہ سعة العیش والکثرة فی المال والولد ۱۲

۳۔ قولہ ایسے متقیوں اشارۃ الی کون اللام للعہد والی دخول الوفاء بالعہد فی عموم التقوی فلا یشكل الا کتفاء بذکر المتقین دون الموفین والی وضع المظهر موضع المضمیر ۱۲

۴۔ قولہ فی ترجمۃ عہد اللہ جواللہ تعالیٰ سے کیا ہے جعل المصدر مضافاً الی المفعول لیناسب ما قبلہ من قولہ بعہدہ فان الظاہر فیہ عود الضمیر الی من فالمعاهد فی الموضعین ہو العبد فافہم ۱۲

۵۔ قولہ لطف ومجت قید بہما لان مطلق الکلام انتفاء ہ غیر واقع و مطلق النظر انتفاء ہ غیر ممکن ۱۲

۶۔ قولہ ایک ترجمہ اور بھی ہے اثر المذكور علی ہذا زیادۃ شہرتہ ۱۲



وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونِ السِّنْهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ

اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ

الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿۱۱﴾ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ

أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۲﴾

اور بیشک ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب میں تاکہ تم لوگ اس کو کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ

خدا تعالیٰ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں، اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب

اور فہم اور نبوت عطا فرمادیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ، خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر لیکن کہہ گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ

الکتاب و بما کنتم تدرون ﴿۱۱﴾ ولا یأمرکم ان تتخذوا الملائکة والنبيين اربابا ایأمرکم بالکفر بعد اذ

بجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو۔ اور بجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بات بتاؤ گے کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتاؤ گے بعد

اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۲﴾

اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

بالشرع ہے اور ہر ثابت بالشرع حقیقہ ثابت بالکتاب ہے کیونکہ دوسرے دلائل شرعیہ مظہر احکام ہوتے ہیں نہ کہ مثبت احکام اس لئے احقر نے ترجمہ میں دونوں احتمالوں کی رعایت رکھی۔ ملاحذوں نے اس امت میں بھی حدیث میں تحریف لفظی بھی اور قرآن میں صرف تحریف معنوی کی ہے کیونکہ الفاظ قرآنیہ نصاً محفوظ من اللہ ہیں۔

وہابی : اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کے افعال و اقوال پر اعتراض تھا اگلی آیت میں اہل کتاب کے ایک لغو اعتراض کا ابطال ہے جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ پر کیا تھا جیسا کہ لباب النقول میں بروایت ابن اسحاق و بیہقی کے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں جب یہود اور نجران کے نصاریٰ جمع ہوئے اور آپؐ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو ابو رافع قرظی یہودی نے کہا کہ کیا آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپؐ کی عبادت کریں جیسا نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا معاذ اللہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نفی احتمال معبودیت خویش از انبیاء علیہم السلام :

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ (السی قولہ تعالیٰ) اَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ (تو) اس کو کتاب اور (دین کی) فہم اور نبوت عطا فرمادیں (جن میں ہر ایک کا مقتضائے کفر و شرک سے ممانعت اور) پھر وہ لوگوں سے (یوں) کہنے لگے کہ میرے بندے (یعنی عبادت کرنے والے) بن جاؤ خدا تعالیٰ

تفسیر: ربط: اوپر خیانت کی مذمت کا بیان تھا آگے ان کی خیانت کی ایک عادت کہ ایک خاص طریق سے تحریف کتاب اللہ سے بیان فرماتے ہیں۔ بیان عادت اہل کتاب مرقمے را از تحریف :

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونِ السِّنْهُمْ بِالْكِتَابِ (السی قولہ تعالیٰ) وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ اور بے شک ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (پڑھنے) میں (یعنی اس میں کوئی لفظ یا کوئی تفسیر غلط ملا دیتے ہیں اور غلط پڑھنا کج زبانی کہلاتا ہے) تاکہ تم لوگ (جو اس کو سنو تو) اس (ملائی ہوئی چیز) کو (بھی) کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور (صرف دھوکہ دینے کے لئے اس عملی طریق ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی) کہتے ہیں کہ یہ (لفظ یا مطلب) خدا تعالیٰ کے پاس سے (الفاظ یا قواعد نازل ہوئے ہیں ان سے ثابت) ہے حالانکہ وہ (کسی طرح) خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں (پس ان کا جھوٹا ہونا لازم آگیا آگے تاکید کے لئے اس کی پھر تصریح ہے) اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور (اپنا جھوٹا ہونا دل میں خود بھی وہ جانتے ہیں۔ ہ: ممکن ہے کہ تحریف لفظی کرتے ہوں اور ممکن ہے کہ تفسیر غلط بیان کرتے ہوں۔ تحریف لفظی میں تو دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہی مُنْزَلٌ مِنَ اللَّهِ ہے اور غلط تفسیر میں یہ تو نہیں ہوتا لیکن یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ تفسیر قواعد شرعیہ سے ثابت ہے اور قواعد شرعیہ کا من جانب اللہ ہونا ظاہر ہے ایک صورت میں صورتہ جزو ہونے کا دعویٰ ہوگا ایک صورت میں معنی جزو کتاب ہونے کا دعویٰ ہوگا بایں معنی کہ جزو ما ثبت



(کی توحید کو) چھوڑ کر (یعنی نبوت اور امر بالشرک جمع نہیں ہو سکتے) لیکن (وہ نبی یہ تو) کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ (یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) بوجہ اس کے کہ تم کتاب (الہی اور لوگوں کو بھی) سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ (خود بھی اس کو) پڑھتے ہو (اور اس کتاب میں تعلیم ہے توحید کی) اور نہ (وہ بالشر موصوف بالنبوة) یہ بات بتلاویگا کہ تم فرشتوں کو اور (یا دوسرے) نبیوں کو رب قرار دے لو کیا (بھلا) وہ تم کو کفر کی بات بتلا دے گا۔ بعد اس کے کہ تم (اس عقیدہ خاص میں خواہ فی الواقع یا بزعم خود) مسلمان ہو۔ ف: شاید اس معترض نے براہ عناد اطاعت اور عبادت میں فرق نہ کیا ہو اسلئے اعتراض کر دیا ہو جواب میں تصریح فرمادی کہ نبی سے امر بعبادت غیر اللہ شرعاً منافی و محال ہے اور عبادت و اطاعت کا فرق ظاہر تھا۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ علت موحد ہونے کی تعلیم و درس کتاب کو فرمایا حالانکہ عوام میں یہ مفقود ہے اور امر بالتوحید موجود ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ علت محض مقتضی ہے شرط نہیں سو عوام میں دوسرا مقتضی یعنی علم موجود ہونا کافی ہے اور تخصیص اس کی بوجہ اس کے اتم ہونے کے اور دوسرے بوجہ اقتضاء مقام کے کہ مخاطب ذی علم تھا تیسرے بوجہ اس کے کہ اکثر عوام مقلد خواص کے ہوتے ہیں پس ان کے ایمان کا مقتضی ان کیلئے بھی عادت مقتضی ہو جاتا ہے اور انبیاء و ملائکہ کے ذکر سے تاکید مضمون مقام کی ہو گئی کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں بلکہ عموم علت یعنی منافات نبوت و امر بالشرک کی وجہ سے یہ مضمون عام ہے نیز دوسرے مشرک فرقوں پر بھی تعریض ہو گئی کہ سب کا عقیدہ خلاف تعلیم نبوت ہے اور احقر نے جو یہ تخصیص کی کہ اس عقیدہ خاص الخ وجہ یہ کہ مخاطب بالجواب یہود ہیں نہ کہ مسلمان اور اعتراض کے وقت وہ مدعی توحید کے تھے اس خاص امر کو لغت اسلام کہہ دیا پھر خواہ وہ معترض واقع میں بھی موحد ہو یا زرا زعم ہی زعم ہو کیونکہ بعض یہود شرک کے عقیدے بھی رکھتے تھے واللہ اعلم۔

و ربط: اوپر و دُتِ ظَلِيفَہ سے اہل کتاب کی ان کارروائیوں کا ذکر تھا جو اسلام کے خلاف واضرار میں ان سے صادر ہوتی تھیں آگے ترقی کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ مخالفت و مضارت کی تو ان کو کب اجازت ہو سکتی ہے ان پر تو خود اسلام کا قبول کرنا واجب تھا کیونکہ اس مضمون کا عہد سب انبیاء علیہم السلام تک سے لیا گیا ہے ان کی امم پر تو بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا اور اسی سلسلہ میں ترک اسلام پر زجر آیت اَفَغَيْرِ اللَّهِ میں اور اسلام کی حقیقت کا خلاصہ قُلْ اَمَّا بِاللّٰهِ میں اور غیر اسلام کا مقبول نہ ہونا آیت وَمَنْ يَّبْتَغِ فِيْهِ اور مذمت و عقوبت معرضین عن الاسلام کی باستثناء تابعین کے آیت کَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ میں مِّنْ نَّصْرِيْ تِک مذکور فرماتے ہیں اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی حقیقت

اطاعت ہے احکام الہیہ کی ہر زمانہ میں جیسا کہ آیت اَمْرُكُمْ ثُمَّ لَكُمْ مِنْهُ شُكْرًا واقعہ آخر پارہ الم کی تفسیر میں اس معنی کے اعتبار سے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا ثابت کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اطاعت اب منحصر ہو گئی ہے اتباع رسول اللہ ﷺ میں کیونکہ آپ کا نبی ناسخ الشرائع ہونا دلائل صحیحہ سے ثابت ہے پس آپ کا انکار ضرور منافی اطاعت الہیہ کے ہے اس لئے اب لفظ اسلام کا اطلاق صرف دین محمدیؐ پر ہوتا ہے اس تقریر سے تمام اشکالات و شبہات جو اس مقام پر ظاہر نظر میں واقع ہو سکتے تھے دفع ہو گئے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى كُونُوا رِبَايَ فِيْ اِسْمِ اِيْلِ بَاطِنِ کے طریق اور ان کے علوم و اعمال و احوال خاصہ کی اور دوسروں پر طریق کے فائض کرنے کی تصریح ہے جیسا کہ ربانی کی تفسیر کا مجموعہ اس پر دل ہے چنانچہ روح المعانی میں حضرت علیؑ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ربانی وہ ہے جو فقیہ عالم ہو اور قدامت و سدی سے ہے کہ وہ ہے جو عالم حکیم ہو اور ابن جبیر سے ہے کہ جو حکیم متقی ہو اور ابن زید سے ہے جو لوگوں کے امر و نہی کی تدبیر کرتا ہو اور یہ سب اقوال متقاربہ ہیں اور شبلی سے ہے کہ وہ شخص ہے جو علوم کو خاص حضرت حق سے اخذ کرتا ہو اور کسی شے میں غیر حق کی طرف رجوع نہ کرتا ہو اور سهل سے ہے کہ وہ شخص ہے جو اپنے رب پر کسی شے کو ترجیح نہ دیتا ہو اور قاسم سے ہے کہ وہ شخص ہے جو علما و عملاً اخلاق ربانیه سے موصوف ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص ہے جو اپنے شہود سے اس کے وجود میں محو ہو گیا ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص ہے کہ اس میں حوادث مؤثر نہ ہوں اور دوسرے اقوال بھی ہیں اور سب ایک گھاٹ کے پانی پینے والے ہیں۔ قوله تعالى وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُتَّخَذُوا الْفُلُكَةُ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو شیوخ کے انقیاد یا تعظیم میں خواہ وہ احیاء ہوں یا اموات ہوں غلو کرتے ہیں گو یہ حضرات حق کے مظاہر کامل ہیں چنانچہ ترمذی نے قلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) لَا يَتَّخِذَنَّ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ کی تفسیر میں روایت کیا ہے اور روایت کی تحسین بھی کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن ابی حاتم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تو ان کی عبادت نہ کرتے تھے آپ نے فرمایا کیا یہ بات نہ تھی کہ وہ لوگ بہت سے اشیاء کو تمہارے لئے حلال کر دیتے تھے اور بہت سے اشیاء کو حرام کر دیتے تھے (یعنی بلا دلیل شرعی) پھر تم ان کے قول کو قبول کرتے تھے عرض کیا ہاں یہ تو تھا فرمایا پس اس کا یہی مطلب ہے۔

**اللفاظ:** اللى عطف الشئ ورده عن الاستقامة الى الاعوجاج يقال لويت يده والتوى الشئ او انحرف والتوى فلان على اذا غير خلافه عن الاستواء الى ضده ولوى لسانه عن كذا اذا غير اه كبير ١٢ الرباني في



روح المعانی ہو لفظ عربی لاسریانی علی الصحیح وهو منسوب الی الرب کالہی والالف والنون یزادان فی النسب للمبالغة کثیرا کلحیانی لعظیم اللحیة ورقبانی بمعنی غلیظة الرقبة ۱۲

**النحو والبلاغة:** ما کان لبشر المعنی ما یصح لا حدو عبر بالبشر ایذا نا بعلہ الحکم فان البشریة منافیة للامر الذی اسنده الکفرة الی اولئک الکرام علیہم السلام وعطف الفعل علی منسوب ان بشم تعظیماً لهذا القول فانه اذا انتفى بعد مهلة کان انتفاءہ بدونها اولی واحرم فکانہ قیل ان هذا الایفاء العظیم لا یجامع هذا القول اصلاً وان کان بعد مهلة من هذا الانعام (قلت ولو حمل علی الاستبعاد کان اوجه ۱۲) ولكن کونوا علی تقدیر القول ای لكن یقول کونوا ولا یامرکم بالنصب عطفاً علی یقول (ای ولا کان له ان یوتیه الله ثم یأمرای انہما متنافیان کالسابق ۱۲) وفی قراءة لا یامرکم بالرفع علی الاستیناف وقدم التعلیم علی الدراسة لو فور شرفہ علیہا اولان الخطاب الاول لرؤ سائهم والثانی لمن دونهم اه من روح المعانی ۱۲

**اختلاف القراءة:** فی روح المعانی قرأ نافع وابن کثیر ویعقوب وابو عمرو ومجاهد تعلمون بمعنی عالمین ۱۲

**الروایات:** قد ذكرت روایة فی وجه الربط والاخری ما فی

لباب النقول اخرج عبد الرزاق فی تفسیرہ عن الحسن قال بلغنی ان رجلاً قال یا رسول اللہ نسلم علیک کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجد لک قال لا ولكن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاهله فانه لا ینبغی ان یسجد لاحد من دون اللہ فانزل اللہ ما کان لبشر الی قوله بعد اذ انتم مسلمون اه قلت وعلی هذا الاشکال فی قوله انتم مسلمون حتی قال بعضهم تبیین هذا سبباً للنزول لکنہ ضعیف بعد توجیہہ بما اخترت فی ترجمتہ وما فی روح المعانی ای منقادون مستعدون للدين الحق ارعاء للعنان واستدراجاً ۱۲

**فائدة:** اثبت صاحب روح المعانی التحریف اللفظی فی الكتب المتقدمة تحت هذه الآیة (ای ان منهم لفريقاً الخ) ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله ملائی ہوئی چیز کو اشارہ الی کون الضمیر للمحرف المدلول علیہ بقوله یلؤن ۱۲ ۲. قوله جزو کجھو اشارہ الی کون من للتبعیض ۱۲ ۳. قوله فی ترجمتہ ما کان لبشر کسی بشر سے بی بات نہیں ہو سکتی بناء علی انہ نفی لانہی ولذا اخذت بالحاصل فی ترجمة اللام ۱۲ ۴. قوله فی ترجمة دون اللہ توحید کو چھوڑ کر لان التجاوز یعم ما کان اشراکاً او افراداً ۱۲

(بقیہ صفحہ ۲۳۱) ۵. قوله فی ترجمة اولی خصوصیت رکھنے والے کما فی روح المعانی ام اقرب الناس وخصهم بابراہیم آہ ۱۲ ۶. قوله فی ترجمہ الذین آمنوا یہ ایمان والے اشارہ الی العهد ۱۲ ۷. قوله گراہ نہیں کر سکتے نفی للاحتمال لا لامکان فان هذه المادة فی الہندیة مستعملة لکلا المعنیین فاحفظ فانه ینفعک فی کثیر من المباحث کمسئلة امکان الکذب المتنازع فیہ فی عصرنا فان المقدورية صحیحة والاحتمال باطل فیالیتهم یصالحون ۱۲ ۸. قوله وبال اضلال الخ ففی الکلام مجاز مشاکلة فلا یرد انہم کانوا ضالین فکیف یصح تحصیل الحاصل ۱۲ ۹. قوله فی ترجمة آیت اللہ ان اشارہ الی العهد ۱۲ ۱۰. قوله یعنی عبارت تحریف شدہ الخ فی الترید اشارہ الی کونہم محرفین بکلا الطریقین ۱۲ ۱۱. قوله فی ترجمة تکتبون اور کیوں عطفاً علی تلبسون فیکرر کلمة لم ۱۲

(بقیہ صفحہ ۲۳۲) **ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی وجه الربط مؤمنین کے لئے اعم من مطلق المؤمنین او من آمن منهم کما یدل علیہ تفسیر بعضهم لقوله تعالیٰ لمن تبع دینکم قوله عند ربکم ای فی دینہ کما یقال عند اللہ کذا ای فی شرعہ وراعیہ فی الترجمة فانظر ۱۲ ۲. قوله فی ترجمة ان یوتی الیکی باتیں اشارہ الی العامل ای دبرتم المحذوف او قلت المدلول علیہ بقوله وقالت طائفة کانه التفات من الغیبة الی الخطاب ولما کان المحذوف والمدلول علیہ بالمذکور کالمذکور جعلہ جزءاً للترجمة ۱۲ ۳. قوله فی ترجمة یختص برحمته اپنی رحمت فضل اشار بالمعطوف الی ان المراد بالرحمة هو الفضل المذکور فی السباق والسیاق ۱۲



وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصداق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس

وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ

کی طرف داری بھی کرنا فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ سو جو شخص

الشَّاهِدِينَ ۝ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ أَفَغَيْرِ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

روگردانی کریگا بعد اس کے تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں۔ کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں، حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرائفندہ ہیں جتنے آسمانوں

وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَ

میں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور بے اختیار کی طرف لوٹائے جاویں گے، آپ فرمادیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا، اور اس پر جو ابراہیمؑ و

إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی

أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں۔

**تفسیر:** ذکر اخذ ميثاق از انبياء عليهم السلام بتصدیق دیگر رسل:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ (السی قولہ تعالیٰ) قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا (حضرات انبیاء علیہم السلام) سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم (شریعت) دوں (اور) پھر تمہارے پاس کوئی (اور) پیغمبر آوے جو مصداق (اور موافق) ہو اس (علامت) کا جو تمہارے پاس (کی کتاب اور شریعت میں) ہے یعنی دلائل معتبرہ عند الشرع سے اس کی رسالت ثابت ہو (تو تم ضرور اس رسول (کی رسالت) پر (دل سے) اعتقاد بھی لانا اور (ہاتھ پاؤں سے) اس کی طرف ذمہ داری بھی کرنا (پھر یہ عہد بیان کر کے ارشاد) فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس (مضمون) پر میرا عہد (اور حکم) قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو (اپنے اس اقرار کے) گواہ (کے طور پر) رہنا (کہ گواہی سے پھرنے کو برا سمجھتا ہے بخلاف مقرر کے کہ بوجہ صاحب غرض ہونے کے اس کا پھر جانا چنداں مستبعد نہیں ہوتا اسی طرح تم اس اقرار سے مت پھرنا) اور میں (بھی) اس (مضمون) پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (یعنی واقعہ کی اطلاع اور علم رکھنے والا) ہوں۔ **ف:** انبیاء علیہم السلام سے تو اس عہد کا لیا جانا قرآن مجید میں مصرح ہے باقی ان کی اہم سے یا تو اسی وقت لیا گیا ہو گا یا انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے لیا گیا ہو اور چونکہ اس کا واجب

عام ہونا بہت ظاہر ہے اس لئے ذکر نہ کرنا مضرب نہیں اور محل اس عہد کا یا تو اول عالم ارواح ہو یا صرف دنیا میں وحی سے لیا گیا ہو حاصل اس عہد کا ظاہر ہے کہ ہر رسول ثابت الرسالۃ بالدلیل کی تصدیق و نصرت کی فرضیت ہے آخر میں اس کے مصداق جناب رسول اللہ ﷺ ہیں پس اہل کتاب کو یہ عہد اس لئے سنایا کہ جب حضور ﷺ کی رسالت دلائل سے ثابت ہے تو لا محالہ اس عہد کے مضمون میں داخل ہیں پھر تم پر یقیناً آپ کی تصدیق اور نصرت فرض ہے اور یہی حاصل ہے اسلام کا۔ اور کتاب اور حکمت جو دو چیزیں ارشاد فرمائیں شاید یہ وجہ ہو کہ بعض انبیاء صاحب کتاب اصالتہ نہیں ہوئے البتہ صاحب علم سب تھے اور اگر اصالتہ کی قید نہ لگادیں تو یہ مفہوم بھی عام ہوگا۔ اور یہ وسوسہ کہ عالم ارواح کا عہد تو یاد نہیں بدین طور مدفوع ہے کہ عہد کر نیکو اگر کوئی معتبر شخص بیان کر دے وہ مثل اپنی یاد کے واجب الایفاء ہوتا ہے اور یہاں دلائل قطعیہ نے بیان کر دیا ہے۔

**دب:** اوپر عہد کا بیان تھا اب نقض عہد پر وعید ہے۔

وعید مخالفت عہد مذکور:

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ سو جو شخص (اہم میں سے) روگردانی کرے گا (اس عہد سے) بعد اس کے (کہ انبیاء تک سے عہد لیا گیا اور اہم تو کس شمار میں ہیں) تو ایسے ہی لوگ (پوری) بے حکمی کرنے والے



(یعنی کافر) ہیں **ف**: چونکہ روگردانی کرنے والے ام ہی کے لوگ تھے اور صیغہ خطاب وغیرہ بھی نہیں اس لئے آیت کو عام لینے کی ضرورت نہیں۔

**ربط**: اوپر عہد اسلام کے وفا کا وجوب اور اس کے نقض کی حرمت مذکور تھی آگے اس نقض پر زجر ہے۔

زجر برترک اسلام:

أَفْخِزْ دِينَ اللَّهِ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّيْهُ يُزْجَعُونَ کیا (دین اسلام سے جس کا عہد لیا گیا ہے روگردانی کر کے) پھر (اس) دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ (کی یہ شان ہے کہ ان) کے (حکم کے) سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں میں (ہیں) اور (جتنے) زمین میں ہیں (بعضے) خوشی (اور اختیار سے) اور (بعضے) بے اختیاری سے اور (اول تو اس عظمت ہی کا مقتضایہ تھا کہ کوئی ان کے عہد کی مخالفت نہ کرے خاص کر جب کہ آئندہ سزا کا بھی ڈر ہو چنانچہ) سب خدا ہی کی طرف (قیامت کے روز) لوٹائے (بھی) جاویں گے (اور اس وقت مخالفین کو سزا ہو گی) **ف**: حق تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں۔ تکوینی یعنی جن پر آثار مرتب ہونا با اختیار عہد نہیں جیسے جلانا مارنا بیمار کرنا و نحو ذلک اور تشریعی یعنی جن کے آثار با اختیار عہد ہیں جیسے نماز پڑھنے کو فرمانا کہ اس کا اثر امتثال یعنی نماز پڑھنا ہے اور وہ با اختیار عہد ہے پس حاصل مقام یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کے احکام تکوینیہ کے تو سب مسخر ہیں اور کرہ سے یہی مراد ہے اور بہتیرے احکام تشریعیہ کے بھی مطیع ہیں اور طوع کا یہی مطلب ہے تو ایک قسم حکم کی تو سب ہی پر جاری ہے اور دوسری قسم کو بھی بہتوں نے قبول کر رکھا ہے جس سے حاکم کی عظمت نمایاں ہے اب بعضے جو دوسری قسم میں خلاف کرتے ہیں تو کیا کوئی اور اس عظمت کا ہے جس کی موافقت کیلئے یہ مخالفت کرتے ہیں۔

**ربط**: اوپر اسلام کی حقیقت کا بیان تھا آگے حضور ﷺ کو اسکی حقیقت کا حاصل ظاہر کر دینے کا ارشاد ہے۔

حاصل حقیقت اسلام:

قُلْ أَمَّا يَأْتِيهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا (السی قولہ) لَا نَفْزِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (حاصل دین اسلام کے اظہار کے لئے) فرمادیں گے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (حکم) پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس حکم پر جو (حضرت) ابراہیم و اسمعیل و اسحاق و یعقوب (علیہم السلام) اور اولاد یعقوب (میں جو نبی گذرے ہیں ان) کی طرف بھیجا گیا اور اس (حکم و معجزہ) پر بھی جو (حضرت) موسیٰ و عیسیٰ (علیہما

السلام) اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے (سو ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی) اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی (دوسرے سے ایمان لانے میں) تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان رکھیں اور کسی پر نہ رکھیں) اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں (انہوں نے یہ دین ہم کو بتلایا ہم نے اختیار کر لیا) **ف**: بعینہ اسی مضمون کی آیت آخر رکوع پارہ الم میں گذر چکی ہے جو بعنوان خلاصہ ملت ابراہیم شروع ہوئی ہے اس کے ضروری متعلقات وہاں لکھ دیئے ہیں ملاحظہ کر لیا جاوے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی اس حقیقت ہی سے اس کی خوبی ظاہر ہے پھر اس کو ترک کرنا سخت بددینی و بے انصافی ہے۔

**مسائل السلوک**: قولہ تعالیٰ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ (السی قولہ تعالیٰ) لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیوخ پر لازم ہے کہ جو علم و عمل میں ان سے فوق ہو بلکہ جو ان کا مساوی بھی ہوا ان سے استنکاف و عار نہ کریں وجہ اشارہ یہ ہے کہ لفظ رسول کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اکثر مفسرین نے تو کہا ہے کہ مراد رسول اللہ ﷺ ہیں (تو فوق سے عار نہ کرنا ثابت ہوا) اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کسی رسول کے زمانہ میں دوسرا کوئی رسول بھی آجاوے (تو مساوی عار نہ کرنا ثابت ہوا) ۱۲ قولہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَأَلْتُمْ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا رُوْحُ الْمَعٰنٰی میں ہے کہ اس آیت کے معنی میں کئی قول ہیں۔ اول یہ کہ اسلام طوعاً سے مراد وہ اسلام ہے جو علم سے ناشی ہو خواہ وہ علم استدلالی ہو جیسا ہم میں سے اکثر کو یہی حاصل ہے اور خواہ غیر استدلالی ہو جیسا ملائکہ کو ہے اور اسلام کرہاً سے مراد یہ ہے جو سیف سے اور ایسے امور کے معائنہ سے حاصل ہو جو اسلام کی طرف مضطر کر دیں آہ اور اسی کے قریب وہ ہے جس کو روح ہی میں بعض صوفیہ سے نقل کیا ہے کہ اسلام طوعاً وہ ہے کہ اوامر حق تعالیٰ کا بدوں معارضہ ظلمت نفسانیت اور بدوں حیلولۃ حجب انانیت کے امتثال و انقیاد ہو اور اسلام کرہاً وہ ہے کہ مع توسط معارضہ و وساوس و حیلولۃ حجب و تعلق بالوسائط کے انقیاد ہو اول مثل اسلام ملائکہ اور بعض مقبولین اختیار اہل ارض کے ہے اور ثانی مثل اسلام ایسے لوگوں کے جن کو شکوک پہلو پہ پہلو الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں آہ احقر کہتا ہے کہ اس تفسیر مذکور پر آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ دونوں قسم کے ایمان کاں ہیں سو جس شخص پر وساوس کا ہجوم ہو وہ بارگاہ مقصود حقیقی تک پہنچنے سے مایوس نہ ہو جیسا ایسے لوگوں کو یہ امر بکثرت پیش آجاتا ہے اور دیا سلائی میں چنگاری بخش مدعیان مشیخت کی یہ حرکت ہو جاتی ہے کہ انکو مقصود سے ناامید کر دیتے ہیں ۱۲

**اللفظات**: الامر العهد والذنب والثقل کذا فی القاموس ۱۲ فی القاموس بغیثہ طلبتہ ۱۲۔ آیت قل اٰمنا باللہ اذ قد مر مثلها فی البقرة لانعیدھا ۱۲۔



**النحو مع اختلاف القراءة:** في الجلالين لما بفتح اللام للابتداء وتوكيد معنى القسم الذي في اخذ الميثاق وكسرهما متعلقة باخذ وما موصولة على الرجحين اتيتكم اياه وفي قراءة آتيناكم لتؤمنن جواب القسم اه في الكمالين على اياه يشير الى ان العائد الى الموصول محذوف وفيه على قول الجلالين مصدق لما معكم من الكتب والحكمة يشير الى ان ههنا اقامة المظهر مقام المضمرة في روح المعاني عن الروض الانف للامام السهيلي ان الجملة المعطوفة لما كانت مشتملة على ما هو بمعنى المبتدأ الموصول ولذلك استغنى عن ضميره فيها مع لزومه في الصلتين المتعاطفتين في المشهور وكان ضمير به راجعاً الى الرسول مع ملاحظة مصدق لما معكم القائم مقام الضمير العائد على ما اكتفى بمجرد ذلك عن ضمير في خبر هالارتباط الكلام بعضه ببعض اه وبه اندفع ما يردان الجملة التي هي خبر خالية عن العائد ۱۲.

**الروايات:** اورد في روح المعاني برواية ابن جرير عن علي قال لم يبعث الله تعالى نبياً آدم فمن بعده الا اخذ عليه العهد في محمد ﷺ لئن بعث وهو حي ليومنن به ولينصرنه ويامرهم في اخذ العهد على قوله ثم تلا الآية اه قلت ولا ينافي تفسيرى بالعام كما قررته في توضيحي لقولي مصداق ويتايد العموم بما في روح المعاني تحت آية قل آما اخرج عبد الرزاق وغيره عن طاؤس انه قال اخذ الله تعالى ميثاق النبي ان يصدق بعضهم بعضاً ويمكن توجيه التخصيص بذكره ﷺ لمزيتته على غيره باخذ العهد له من كل نبي لتأخره ﷺ عن الجميع واما غيره فالظاهر ان هذا العهد لم يؤخذ من المتأخر للمتقدم كما يدل عليه قوله تعالى ثم جاءكم وظهر ان المتقدم لا يحتمل المجنى ثانياً فافهم فانه لطيف واما اخذ هذا العهد له ﷺ مع علمه تعالى بانهم لا يدركون وقته فجوابه على ما في روح المعاني ان فيه تعظيماً له ﷺ واما على تقدير العموم فلاظهار اهتمام شان الايمان بكل رسول ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله في ترجمة ميثاق النبي انباء اشار الى الاضافة الى المفعول ۱۲. ۲ قوله في ترجمة مصدق مصداق اشار الى اكتفاء التصديق الحالي من غير توقف على المقال ولا يخفى لطفه واورده في الكبير ايضاً وبهذا اندفع ما يتوهم من ان مجرد تصديق رجل بما بين يديه من الكتب لا يكفي لاثبات نبوته فيحتاج الى انضمام مقدمات غير مذكورة سواء كان المراد برسول مطلق الرسول كما حملته عليه او الرسول ﷺ كما اختاره غيرى ولا منافاة لاحتمال التخصيص الذكرى تمثيلاً لاقتضاء المقام ۱۲.

۳ قوله يعني دلائل معتبره عند الشرع دخل فيه العقلي الذي يجب انتهاء النقل الى في باب اثبات الرسالة واعتباره عند الشرع ثابت فلا يشكل انه كيف يكون ح مصداقاً لما معهم من الشرع فافهم ۱۲. ۴ قوله طرقداري لم يكرر ترجمة اللام للاكتفاء على المعطوف ۱۲. ۵ قوله عهدكم عطف تفسيرى ۱۲. ۶ قوله گواه كطور پر ليكون موافقاً لقوله تعالى في الانحراف واشهدهم على انفسهم ۱۲. ۷ قوله اول عالم ارواح الخ زاد كلمة اول لاعادة التذكير في الدنيا فيراد في قسمه عدم كونه في عالم الارواح ومن ثم زيد لفظ صرف ۱۲. ۸ قوله ام من في فهذا القيد لا يضطر الى توجيه صحة الشرطية بدون وقوع المقدم كما في بعض الآيات التي لا محيص منه فيها وفي روح المعاني والمشهور عدم دخول الانبياء عليهم السلام في حكم هذه الشرطية او ما هي في حكمها بل هذا الحكم بالنسبة الى اتباعهم وجوز ان يراد العموم والآية من قبيل لئن اشركت ليحيطن عملك الآية ۱۲. ۹ قوله يورى بناء على ارادة الكامل بالمطلق فصح تفسيره بالكافر فان خصوصية المقام تقتضى هذا لا مطلق العصيان ۱۲. ۱۰ قوله في ترجمة افغير روگردانی کر کے اشاره الى تقدير المعطوف عليه اي يتولون فغير دين الله ۱۲.

**حاشیه:** (۱) یعنی ایسا واجب جو انبیاء و ائم سب پر بالعموم واجب ہو ۱۲۔



وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کریگا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریگے

كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے۔

أُولَٰئِكَ جَزَاءُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۚ خُلِدَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیش کو اسی میں رہیں گے ان پر سے

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۚ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ

عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی ہاں مگر جو لوگ توبہ کر لیں اس کے بعد اور اپنے کو سنواریں سو بیشک خدا تعالیٰ بخش دینے والے رحمت کرنے والے ہیں۔ بیشک جو لوگ

كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزَادُوا كُفْرًا لَّنْ تَقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَ

کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ بے گمراہ ہیں بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ بھی مر گئے حالت کفر

هُمُ الْكَافِرُونَ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلٌّ عَالِ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَا سِوَاكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ۝

ہی میں سوان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کا دینا بھی چاہے۔ ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور ان کے کوئی حامی بھی نہ ہو گے

**تفسیر:** ربط: آگے دین اللہ یعنی اسلام کے غیر کسی دوسرے طریقہ کا عند اللہ مقبول نہ ہونا بتلاتے ہیں۔

**عدم قبول غیر اسلام:**

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

ربط: آگے معرضین عن الاسلام میں سے ان لوگوں کا بیان ہے جو اسلام کو قبول کر کے پھر اس سے پھر گئے پھر ان میں بھی دو طرح کے ہیں بعض تو اس کفر پر قائم رہے اور بعض پھر تائب ہو کر اسلام لے آئے دونوں کا بیان آتا ہے۔

**بیان مرتدین:**

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (اول ان مرتدین کا بیان ہے جو کفر پر قائم رہ کر اس کو ہدایت سمجھتے رہے چونکہ ان کا اعتقاد یا دعویٰ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو اب ہدایت فرمائی لہذا ان کی مذمت میں اس کی نفی بھی فرماتے ہیں کہ بھلا) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریگے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے

(دل سے) اور بعد اپنے اس اقرار کے (زبان سے) کہ رسول (ﷺ) دعویٰ رسالت میں (سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل (حقانیت اسلام کے) پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتے (یہ مطلب نہیں کہ ایسوں کو کبھی توفیق اسلام کی نہیں دیتے بلکہ مقصود ان کے اسی دعویٰ مذکورہ بالا کی نفی کرنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے جو اسلام چھوڑ کر یہ طریق اختیار کیا ہے ہم کو خدا نے ہدایت دی ہے۔ خلاصہ نفی کا یہ ہوا کہ جو شخص کفر کا بے ڈھنگا راستہ اختیار کرے وہ ہدایت خداوندی پر نہیں اس لئے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو خدا نے ہدایت دی ہے کیونکہ کفر ہدایت کا راستہ نہیں بلکہ ایسے لوگ یقیناً گمراہ ہیں اور) ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی (اور بہترے) آدمیوں کی بھی (غرض) سب کی (اور پھر وہ لعنت بھی ایسے طور پر رہے گی کہ) ہمیشہ ہمیشہ کو اسی (لعنت) میں رہیں گے (اور چونکہ اس لعنت کا اثر جہنم ہے حاصل یہ ہوا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور) ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل) ان کو (کسی میعاد تک) مہلت دی جاوے گی (آگے ان کا بیان ہے جو پھر مسلمان ہو گئے ان کو اس حکم سے مستثنیٰ فرماتے ہیں یعنی) ہاں مگر جو لوگ توبہ کر لیں اس (کفر) کے بعد (یعنی مسلمان ہو جاویں) اور اپنے (دل) کو (بھی) سنواریں (یعنی منافقانہ طور پر



صرف زبان سے توبہ کافی نہیں) سو بے شک ایسوں کے لئے (خدا تعالیٰ بخش دینے والے رحمت کرنے والے ہیں۔ **ف:** ایسی ہی آیت پارہ سبیقول کے تیسرے رکوع میں گزری ہے اس کی ضروریات کی تفسیر وہاں دیکھ لی جاوے۔ اور کیفیت بھدی اور لا بھدی میں جو فنی ہدایت موعومہ کی فرمائی اس کی مثال ہمارے محاورات میں ایسی ہے جیسے کسی بدمعاش کو کوئی حاکم اپنے ہاتھ سے سزا دے اور وہ کہے کہ مجھ کو حاکم نے اپنے ہاتھ سے خصوصیت عنایت فرمائی ہے اور اس کے جواب میں کہا جاوے کہ ایسے بدمعاش کو ہم خصوصیت کیوں دینے لگے یعنی یہ امر خصوصیت ہی نہیں۔ اور یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ایسا شخص کسی طرح قابل خصوصیت نہیں ہو سکتا اگرچہ شاید بن جاوے پاس اس سے یہ اشکال جاتا رہا کہ بسا اوقات ارتداد کے بعد بھی ہدایت ہو جاتی ہے۔

**رابطہ:** اوپر توبہ کرنے والوں کو سزا سے مستغنی فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ حقیقت اس توبہ خاص کی اسلام قبول کرنا ہے چونکہ لفظ توبہ کو سن کر اور اس کی اس حقیقت میں غور نہ کر کے احتمال تھا کہ کوئی مرتد کہنے لگے کہ میں بھی توبہ کیا کرتا ہوں یعنی ان امور سے جو اس کی ملت کفریہ میں قبیح ہیں تو میں بھی مستحق نجات ہوں گا اس لئے اگلی آیت میں بدون اسلام کے محض توبہ عن الذنوب کا مقبول نہ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

عدم قبول توبہ بدوں ایمان:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں (یعنی کفر پر دوام رکھا ایمان نہیں لائے) ان کی توبہ (جو کہ اور گناہوں سے کرتے ہوں) ہرگز مقبول نہ ہوگی (کیونکہ توبہ عن المعاصی ایک طاعت فرعیہ ہے۔ اور طاعات فرعیہ کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے) اور ایسے لوگ (اس توبہ کے بعد بھی بدستور کچے گمراہ ہیں۔

**ف:** جو کافر اصلی ہو اس کا بھی شرع میں یہی حکم ہے۔

**رابطہ:** اوپر کی آیت میں از دیا کفر آیا ہے جس کی تفسیر دوام علی الکفر الی الموت یعنی موت علی الکفر ہے آیت آئندہ میں اس تفسیر کی تصریح ہے اور نیز اوپر کی آیت ظاہراً مرتد کے باب میں تھی حالانکہ حکم مذکور عام ہے اس لئے آیت آئندہ میں عام لفظوں میں اس کو بیان فرماتے ہیں۔ نیز اوپر کی آیت میں نفی قبول توبہ کی تھی احتمال باقی رہا کہ شاید خالی توبہ قبول نہ ہو کچھ فدیہ یعنی معاوضہ منظور ہو جاوے آیت آئندہ میں اس کی بھی نفی ہے پس آیت آئندہ تین جدید امر کو مفید ہوئی۔

عدم قبول فدیہ از مطلق کافر الی الموت:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ بیشک

جو لوگ کافر ہوئے اور وہ بھی مر گئے حالت کفر ہی میں سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کا دینا بھی چاہے (اور بے دیئے تو کون پوچھتا ہے) ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور ان کے کوئی حامی (مددگار) بھی نہ ہونگے۔ **ف:** لفظ اگرچہ مبالغہ کیلئے ہوتا ہے وجہ مبالغہ کی یہ ہے کہ خود دینے کی درخواست کرنے میں ایک گونہ معنی معذرت و ندامت کے بھی ہوتے ہیں جس میں عادتاً احتمال زیادت قبول کا ہوتا ہے بخلاف اس حالت کے کہ جرمانہ کے طور پر بدوں مجرم کی درخواست کے جبراً اس سے لے لیا جاوے اس میں تو کوئی دلیل معذرت کی بھی نہیں اور یہ نفع میں البعد ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جب اس کافر کی براءت کے لئے بذل مال کا طریق اقرب بھی نافع و مقبول نہیں تجویز کیا جاوے گا تو اس کا طریق البعد توبہ بدرجہ اولیٰ غیر نافع و غیر مقبول ہوگا خوب سمجھ لو۔ اور یہ جو فرمایا کہ زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا۔ مطلب یہ کہ اگر بالفرض اس کے پاس ہو جیسا دوسری آیت میں ہے وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ الْخِخ اور وہاں نہ ہونا تو معلوم ہی ہے۔

#### مسائل السلوك:

قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزْدَادُوا الْكُفْرَ لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ رُوحُ الْمَعَانِي میں ہے کہ وہ توبہ ہی نہیں کرتے تاکہ قبول ہو کیونکہ ان کو اس کی توفیق ہی نہیں ہوتی آہ احقر کہتا ہے کہ یہی عادتہ اللہ ہے اس شخص کے بارہ میں جو اہل اللہ کے طریق کی طرف متوجہ ہوا ہو پھر تعطل یا انکار کی راہ سے اس سے اعراض کر لے تو اکثر پھر اس کی طرف عود کرنے کی اس کو توفیق نہیں ہوتی بلکہ وہ مخدول رہتا ہے پھر بعض اوقات یہ اس سے اشد کی طرف منجر ہو جاتا ہے کہ اہل طریق سے عداوت و نفرت رکھنے لگتا ہے پھر وہ دین کے بڑے جزو سے خارج ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ ۱۲۔

**النحو:** اجمعین تاکید لجميع المعطوفات لا الناس وحده فلا حاجة الى التكلف لصحة لغة جميع الناس قوله وشهدوا في البضاوی عطف علی ما فی ایمانہم من معنی الفعل ونظيره فاصدق واكن او حال باضمار قد اه قلت واخترت الاول لظهور معناه ۱۲۔ فی روح المعانی کفرا تمييز محول عن فاعل اه قلت فالازدياد لازم لامتعدي المفعول ۱۲۔

**البلاغة:** كيف يهدي الله قد ذكرت وجه البلاغة فيه في المتن وهو ما شهد به ذوقی ثم تأيد بما في روح المعانی من قوله وقيل ان الآية على طريق التباعد كما يقال كيف اهديك الى الطريق وقد تركته اى لا طريق يهديهم به الى الايمان الا من الوجه الذي هداهم به ولا طريق غيره ۱۲۵۱۔



**الکلام:** ومن يتبع الخ استدلال بعضهم بها على اتحاد الاسلام والایمان لانه لو كان غير الاسلام لزم كونه غير مقبول وهو كما ترى قلت المراد بالغير في الآية المعارض لا مطلق المغاير مفهوماً او مصداقاً والالزم ان تكون الصلوة والزكاة وغيرهما غير مقبولين وهو كما ترى فلم يثبت بها الاتحاد فافهم فانه لطيف ۱۲.

**الروایات:** فی باب النقول روى النسائی وابن حبان والحاكم عن ابن عباس قال كان رجل من الانصار اسلم ثم ارتد ثم ندم فارسل الى قومه ارسلوا الى رسول الله ﷺ هل لي من توبة فنزلت كيف يهدي الله قوما كفروا الى قوله فان الله غفور رحيم فارسل الى قومه فاسلم ونقل عن مسدد في مسنده وعبد الرزاق عن مجاهد في قصة الحرث بن سويد ما يقاربه وفي الكبير تحت هذه الآية عن ابن عباس نزلت هذه الآية في عشر رهط كانوا آمنوا ثم ارتدوا ولاحقوا بمكة ثم اخذوا يتربصون به ريب المنون فانزل الله تعالى فيهم هذه الآية وكان فيهم من تاب فاستثنى التائب منهم بقوله الا الذين تابوا اه قلت وراعت رواية الكبير في تقرير ترجمتي ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في ترجمة ایمانهم دل على ليحصل التغاير بين الايمان والشهادة ۱۲. ۲. قوله في ترجمة الظلمين اي على حثك اشارة الى كون اللام للعهد وكون الظلم بمعنى وضع الشئ في غير محله وبين ادناه واعلاه بعد شاسع وبون واسع ۱۲.

۳. قوله في ترجمة اصلحو دل كوماخذة الكبير حيث قال اصلحو باطنهم ۱۲. ۴. قوله في تفسير ازدادوا روم الخ كما في الكبير ان المرتد يكون فاعلاً للزيادة بان يقيم ويصر فيكون الاصرار كالزيادة ۱۲.

۵. قوله في ترجمة توبتهم جوكر اور گناہوں سے الخ ماخذة روح المعاني حيث قال وقيل ان هذه التوبة لم تكن عن الكفر وانما هي عن ذنوب كانوا يفعلونها معه فتابوا عنها مع اصرارهم على الكفر فردت عليهم لذلك ويؤيده ما أخرجه ابن جرير عن ابي العالية قال هؤلاء اليهود والنصارى كفروا بعد ايمانهم ثم ازدادوا كفراً بذنوب اذ نبوها ثم ذنبوا يتوبون من تلك الذنوب في كفرهم فلم تقبل توبتهم ولو كانوا على الهدى قبلت ولكنهم على ضلالة اه قلت فنال توهم التعارض بين القبول المفهوم مما قبله وبين عدم القبول هذا ۱۲. ۶. قوله في ترجمة المضالون توبه کے بعد بھی ہے الخ ماخذة كله ما في البيضاوي من قوله الثابتون على انضلال وما في روح المعاني الحصر باعتبار انهم كاملون في الضلال فلا ينافي وجود الضلال في غيرهم ۱۲. ۷. قوله لتقرير المبالغة في قوله ولو افتدئ به ماخذة ما نقل في روح المعاني عن ابن المنير وابي حبان في عبارة طويلة لكن ما ذكرته في وجه اولوية المسكوت عنه من المذكور كما هو مقتضى هذا التركيب هو غير منقول بل هو من مواهب الله تعالى لي وله الحمد فقط ۱۲.



لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ كُلُّ الطَّعَامِ

تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔ اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی خوب جانتے ہیں۔

كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَاثْبُتُوا

سب کھانے کی چیزیں نزولِ توراۃ کے قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوب نے اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا بنی اسرائیل پر حلال تھیں۔ فرما دیجئے کہ پھر

بِالتَّوْرَةِ فَاثْبُتُوا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَمَنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

توراۃ لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ سو جو شخص اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے سو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں۔

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہہ دیا سو تم ملتِ ابراہیم کا اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں۔ اور وہ مشرک نہ تھے۔ یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ

لِلنَّاسِ لَكَذِي بَكَّةَ مُبَرَّكًَا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۚ فِيهِ أَيْتٌ كِبَىٰنَتْ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۚ

مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں پھر کے لوگوں کا رہنا ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے،

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سہیل کی۔ اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں

**تفسیر:** ربط: اوپر افتاء کا کفار کیلئے نافع نہ ہونا مذکور ہوا تھا آگے بتلاتے ہیں کہ البتہ مومنین کو دنیا میں انفاق فی سبیل اللہ نافع فی الآخرة ہو سکتا ہے اور انہیں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ اگر کفار اپنے اموال سے آخرت میں مشفع ہونا چاہیں تو مسلمان ہو کر یہاں دنیا میں بھی فی سبیل اللہ خرچ کریں۔

ترغیب انفاق و آداب آن: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (اے مسلمانو) تم خیر کامل (یعنی اعظم ثواب) کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی (بہت) پیاری چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو گے۔ اور (یوں) جو کچھ بھی خرچ کرو گے (گو غیر محبوب چیز ہو) اللہ تعالیٰ اس کو بھی خوب جانتے ہیں (مطلق ثواب اس پر بھی دیدیئے لیکن کمال ثواب حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے) **فہ:** آیت سے معلوم ہوا کہ ثواب تو ہر خرچ کرنے سے ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں کیا جاوے مگر زیادہ ثواب محبوب چیز کے خرچ کرنے سے ہوتا ہے۔

**ربط:** اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب سے محاجہ چلا آتا ہے کہیں یہود سے کہیں نصاریٰ سے کہیں دونوں سے۔ ایک محاجہ کا آگے بیان ہوتا ہے جس کا قصہ روح المعانی میں بروایت واحدی کے کلبی سے منقول ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ملتِ ابراہیمی پر ہونا باعتبار اصولِ شریعت بتا مہا اور اکثر فروع کے بیان فرمایا تو یہود نے اعتراضاً کہا کہ آپ اونٹ کا گوشت اور دودھ کھاتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھا جناب رسول اللہ ﷺ

نے جواب دیا کہ نہیں ان پر یہ حلال تھا یہود نے کہا جتنی چیزیں ہم حرام سمجھتے ہیں یہ سب حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے حرام چلی آتی ہیں یہاں تک کہ ہم تک وہ تحریم پہنچی اللہ تعالیٰ نے آیت آئندہ تکذیب یہود کیلئے نازل فرمائی۔

تکذیب یہود رد دعویٰ تحریم لحوم اہل برابر ابراہیم علیہ السلام و آل شان: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ (السی قولہ تعالیٰ) فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (جن کھانے کی چیزوں میں گفتگو ہے یہ) سب کھانے کی چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہرگز حرام نہیں چلی آرہی ہیں بلکہ یہ چیزیں (نزولِ توراۃ کے قبل باستثناء اس کے) (یعنی گوشت شتر کے) جس کو (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے (ایک خاص وجہ سے) اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا (اور پھر وہ انکی اولاد میں بھی حرام چلا آیا باقی سب چیزیں خود) بنی اسرائیل (تک) پر (بھی) حلال تھیں (تو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے انکی تحریم کا دعویٰ کب صحیح ہو سکتا ہے اور نزولِ توراۃ کے قبل اس واسطے فرمایا کہ نزولِ توراۃ کے بعد ان مذکورہ حلال چیزوں میں سے بھی بہت سی چیزیں حرام ہو گئی تھیں جسکی کچھ تفصیل سورۃ انعام کی اس آیت میں ہے۔ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزَمْنَا كُلَّ ذِي ظُلْفٍ إِلَىٰ آخِرِهَا اور اگر اب بھی یہود کو تحریم کی قدامت مذکورہ کا دعویٰ ہے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے)



فرمادیجئے کہ (اچھا تو) پھر توراۃ لاؤ پھر اس کو (لا کر) پڑھو اگر تم (دعویٰ مذکورہ میں) سچے ہو تو اس میں کوئی آیت وغیرہ اس مضمون کی نکال دو کیونکہ امور منقولہ میں نص کی ضرورت ہے اور دوسری نصوص یقیناً منفی ہیں صرف توراۃ باقی ہے سو اسی میں دکھلا دو چنانچہ اس میں نہ دکھلا سکے تو کذب ان کا اس دعویٰ میں ثابت ہو گیا آگے اس پر مرتب کر کے فرماتے ہیں (سو جو شخص اس (ظہور کذب بالدلیل) کے بعد (بھی) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے (جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے گوشت شتر وغیرہ کو حرام فرمایا ہے) تو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں: وہ خاص وجہ یہ ہوئی تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا آپ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے شفا دیں تو سب میں زیادہ جو کھانا مجھ کو محبوب ہو اس کو چھوڑ دوں ان کو شفا ہو گئی اور سب میں زیادہ محبوب آپ کو اونٹ کا گوشت تھا اس کو ترک فرمادیا آخر جہ الحاکم وغیرہ بسند صحیح عن ابن عباس کذا فی روح المعانی و آخر جہ الترمذی فی سورة الرعد مرفوعاً۔ پھر یہی تحریم جو نذر سے ہوئی تھی بنی اسرائیل میں بھی بنجکم وحی رہی اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شریعت میں نذر سے تحریم بھی ہو جاتی ہوگی جس طرح ہماری شریعت میں مباح کا ایجاب ہو جاتا ہے مگر تحریم کی نذر جو در حقیقت یمن ہے ہماری شریعت میں جائز نہیں بلکہ اس میں حنث پھر اس حنث کا کفارہ واجب ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لِمَنْ تَعَزَّزْ مِمَّا آخَلَ اللَّهُ لَكَ الْآيَةُ اِی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔

**ربط:** اوپر دعویٰ یہود کا کذب ثابت ہو گیا اور قرآن اس کا منقض ہے تو اس کا صدق عقلاً ثابت ہوا آیت آئندہ میں اس صدق کی تصریح اور اس پر ایک تفریع مذکور ہے۔

ترتیب دعوت اسلام برظہور صدق قرآن:

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہہ دیا سو (اب) تم (کو چاہئے کہ بعد ثبوت حقیقت قرآن کے) ملت ابراہیم (یعنی اسلام) کا اتباع (اختیار) کرو جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) مشرک نہ تھے: آخر پارہ الم میں ایسی آیت آچکی ہے وہاں تفسیر لکھ دی ہے۔

**ربط:** اوپر سے محاجہ چلا آتا ہے منجملہ ان محاجوں کے ایک محاجہ یہ تھا کہ یہود نے بیت المقدس کو خانہ کعبہ سے افضل بتایا تھا مسلمان کعبہ کو افضل کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے مناظرہ میں مسلمانوں کا حق پر ہونا بیان فرمایا اور وہ فسی روح المعانی بروایۃ ابن المنذر وغیرہ عن ابن جریج فی بلاغاته اور

کبیر میں یہود کے اس کہنے کی غرض یہ لکھی ہے کہ تحویل قبلہ پر اعتراض کرنا مقصود تھا کہ افضل قبلہ کو چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار کیا۔

افضلیت بیت اللہ بردیگر معابد:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ یقیناً وہ مکان جو سب (مکانات عبادت) سے پہلے لوگوں (کی عبادت گاہ بننے) کے واسطے (منجانب اللہ) مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ (شہر) مکہ میں ہے (یعنی خانہ کعبہ) جسکی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے (یعنی اسمیں دینی نفع یعنی ثواب ہے) اور (عبادت خاص یعنی نماز کا رخ بتلانے میں) جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے (مطلب یہ کہ حج وہاں ہوتا ہے اور مثلاً نماز کا ثواب بروئے تصریح حدیث وہاں بہت زیادہ ہوتا ہے دینی برکت تو یہ ہوئی اور جو وہاں نہیں ہیں ان کو اس مکان کے ذریعہ سے نماز کا رخ معلوم ہوتا ہے یہ رہنمائی ہوئی غرض اس میں (کچھ تشریحی کچھ تکوینی) کھلی نشانیاں (اس کی افضلیت کی موجود) ہیں (چنانچہ تشریحی نشانوں میں اس کا مبارک اور ہدی تفسیر مذکور ہونا تو بیان ہو چکا اور کچھ مقام ابراہیم کے بعد مذکور ہیں یعنی اس میں داخل ہونے والے کا مستحق امن ہو جانا اور اس کا حج بشرائط فرض ہونا جو کہ مطلق مشروعیہ حج مذکورہ سابق پر زائد مفہوم ہے یہ چار نشانیاں تو تشریحی اس جگہ مذکور ہیں اب درمیان میں تکوینی کا ذکر فرماتے ہیں کہ (منجملہ ان (نشانوں) کے ایک مقام ابراہیم (نشان) ہے اور (ایک تشریحی نشان یہ ہے کہ) جو شخص اس (کے حدود متعلقہ) میں داخل ہو جاوے وہ (شرعاً) امن والا ہو جاتا ہے اور (ایک تشریحی نشان یہ ہے کہ) اللہ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا (فرض) ہے (مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے) یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک (پہنچنے) کی سہیل کی اور جو شخص (احکام خداوندی کا) منکر ہو تو (خدا تعالیٰ کا کیا ضرر کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں (کسی کے ماننے پر ان کا کوئی کام ان کا نہیں پڑا بلکہ خود اس منکر ہی کا ضرر ہے)

**ف:** سب عبادت گاہوں سے پہلے اس کے مقرر ہونے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیت المقدس سے بھی پہلے بنا ہے چنانچہ حدیث صحیحین میں اس کی تصریح بھی ہے اور للناس اور للعلمین کا عموم اس طرح ہے کہ شرائع سابقہ میں بھی بابرکت اور مقصود بالزیارت رہا ہے۔ اور مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اس پتھر میں آپ کے قدموں کا نشان بن گیا اور وہ فسی روح المعانی عن سعید بن جبیر سو اس کا نشان عجیب ہونا تو ظاہر ہے لیکن اس نشان کا کعبہ کی طرف منسوب



**الروایات:** فی لباب النقول اخرج سعید بن منصور عن عکرمہ قال لما نزلت ومن یسع غیر الاسلام دینا الآية قالت اليهود فنحن مسلمون فقال لهم النبی ﷺ ان الله فرض علی المسلمین حج البیت فقالوا لم یكتب علینا وابوان یحجوا فانزل الله ومن کفر فان الله غنی عن العالمین.

**نکتہ:** المذکور فی الآية خمس آیات اربع تشریعیة وواحد تکوینی فما احسن ایراد التلوینیة فی عین وسط التشریعیات کانه اشارة الی کون التشریعیة اہم واعظم حیث ابتداء کلام وختم علیہا ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله اللہ کی راہ میں قید بہ لقرینۃ المقام ۱۲.

۲۔ قوله خرج نہ کرو گے زاد کلمۃ النفسی لعدم مساعدة محاورتنا بدونها ۱۲. ۳۔ قوله گو غیر محبوب الخ اخذت ذلک من البیضاوی اے من ای شئی محبوب او غیرہ ۱۲. ۴۔ قوله فی ترجمۃ کل الطعام گفتو ہے صرح بہ لان جمیع ما عدا المستثنی لم یکن حلالاً

کالمستثیة ومثلها اخذت ذلک من الکبیر ۱۲. ۵۔ قوله فی ترجمۃ حرم اسرائیل ان کی اولاد میں الخ کما فی الکبیر ظاہر هذه الآية تدل علی ان الذی حرمة اسرائیل علی نفسه فقد حرمة الله علی بنی اسرائیل وذلك لانه تعالیٰ قال کل الطعام کان حلالاً لبنی اسرائیل فحکم بحل کل انواع الطعومات لبنی اسرائیل ثم استثنی عنه ما حرمة اسرائیل علی نفسه فوجب بحکم الاستثناء ان یکون ذلک

حراماً علی بنی اسرائیل واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲. ۶۔ قوله اور نزول توراۃ کے قبل اس لئے فرمایا الخ کما فی الکبیر اما قوله تعالیٰ من قبل ان تنزل التوراة فالمعنی ان قبل نزول التوراة کان حلالاً لبنی اسرائیل کل

انواع المَطعومات سوى ما حرمة اسرائیل علی نفسه اما بعد التوراة فلم یبق کذلک بل حرم الله تعالیٰ علیہم انواعاً کثیرۃ ۱۲. ۷۔ قوله بعد ترجمۃ صدقین کوئی آیت وغیرہ الخ وفی الکبیر فطلب الرسول علیہ السلام احضار التوراة لیستخرج منها المسلمون من علماء اهل الکتاب آیۃ موافقة لقول الرسول آہ وفی الحقانی ما تعریہ واذ تنسبون ذلک الی التوراة فاتوها وارده فیہا اہ قلت حاصلہا واحد ۱۲.

۸۔ قوله قبل قوله فیہ آیات غرض اشار بهذا الی ان قوله فیہ آیات کانه تفریع مما قبلہ وبما فسرت الآیات لم یبق مساع للاشکال فیہ کالاشکال فی بعض ما ذکرنا فی تفسیرہ من نحو ان لا تعلوہ الطیر

مثلاً وتأید تفسیری بما فی روح المعانی تحت قوله آمنا ای ومنہا او ثانیہا امن من دخلہ فافہم ۱۲. ۹۔ قوله مستحق امن ہو جانا لانه آیۃ

تشریعیۃ لا تکوینیۃ ویمکن کونها تکوینیۃ بحمل الامن علی امن الآخرة ولما کان الاخبار بہ صحیحاً ثابتاً بالدلیل صلح کونه آیۃ کالآیات التشریعیۃ ۱۲. ۱۰۔ قوله فی ترجمۃ من استطاع یعنی الخ کذا فی

روح المعانی فی جملۃ الاقوال ۱۲.

ہونا بدیں وجہ ہے کہ یہ بات عمارت کعبہ کے تعلق سے اس میں پیدا ہوئی اور اب وہ پتھر خانہ کعبہ سے ذرا فاصلہ پر ایک محفوظ مکان میں رکھا ہے اور ان آیات مذکورہ میں اس مقام ابراہیم کا نشان ہونا تو محسوس ہے باقی احکام تشریعیہ کا نشان فضیلت ہونا باوجود ان کے غیر محسوس ہونے کے اس لئے ہے

کہ وہ احکام دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ دیکھو یہ احکام شرعیہ خانہ کعبہ کے متعلق ہیں جن کا متعلق ہونا دلائل سے ثابت ہے اور ایسے احکام بیت المقدس کے متعلق مشروع نہیں کئے گئے پس افضلیت ثابت ہو گئی۔ اور امن کے متعلق تفسیر پارہ الم کے آخری رکوع سے پہلے رکوع میں

گذر چکی ہے اور سبیل کی تفسیر حدیث میں زاد وراہ حلہ کے ساتھ آئی ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ اور صحت بدن وسلامت بصر اور عقل واسلام وحریت وغیرہ اور دلائل سے ثابت ہیں اور جاننا چاہیے کہ ہر چند کہ سوا مقام ابراہیم کے باقی آیات

یہاں تشریحی ہیں لیکن ان کا اثر تکویناً بھی قلوب پر ایسا تھا کہ جاہلیت میں بھی ان کے آثار ظاہر ہوتے تھے مثلاً دور دراز سے حج کو آنا۔ طواف کرنا۔ حد حرم میں امن قائم رکھنا۔ جیسا کہ تواتر میں منقول ہے اور قرآن میں بھی بعض

امور بعض جگہ مذکور ہیں کہ قوله تعالیٰ وَقَالُوا لَآ تَنْتَبِعُ الْهٰدِی مَعَكَ تَخْطَفُ الخ وقوله لَا یَنْفَعُ قُرْیٰشٍ وقوله وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قُرْیَہَ کَآنتْ اٰمِنَہٗ مُظْمِیۡۃً۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ لَکِنْ تَنَالُوا الذِّحٰی تَنفَقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ بدیہیہ منضم کر لیا جاوے اور وہ یہ کہ سب سے زیادہ

محبوب چیز طبعاً انسان کو اپنی جان ہے تو آیت دال ہوئی اس پر کہ اپنی ہستی کو محبوب حقیقی کے لئے بذل کرنا موقوف علیہ ہے پر اور قرب الہی کا۔ قوله تعالیٰ کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حَلٰلًا لِّبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ روح

المعانی میں ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ فائدہ اس حکایت کے بیان فرمانے سے اہل محبت کو اس کی تعلیم دینا ہے کہ جو چیزیں ان کو محبوب ہیں جیسے مرغوب کھانے اور

دنیوی لذت حق تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں کی طلب میں ان کو ترک کر دیں ۱۲۔

**اللفات:** فی القاموس البور الخیر ۱۲. بکۃ فی الجلالین لغة فی مکۃ سمیت بذلك لا نہایتک اعناق الجبارۃ ای تدفہا ۱۲.

**النحو:** مما تحبون قال البیضاوی یحتمل التثنیۃ اہ فیکون المفعول المحذوف شیئاً واخترته لروایات السلف فی ذلک انہم انفقوا لما سمعوا هذه الآية احب ما عندهم لا بعضاً منه۔ قوله من قبل ان تنزل متعلق بقوله کان حلالاً وتقریرہ ما فی ملحقات الترجمة حیث

ذکر فائدۃ هذا القید لا بقوله حرم اسرائیل لعدم ظهور فائدۃ فیہ ۱۲.

**فائدہ:** قد وقع التقديم والتاخیر فی اجزاء الترجمة ہہنا تحصیلاً للسهولة واعلم ان الکبیر قد فاق ہہنا علی کل فی تحریر المقام ۱۲.



قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۖ قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے اے اہل کتاب کیوں

تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنۢ مِّنۡ اٰمَنَ تَبَغُّوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شٰہِدَآءُ ۚ وَمَا لِلّٰہِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ یٰۤاَیُّهَا

ہٹاتے ہو اللہ تعالیٰ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لا چکا اس طور پر کہ کچی ڈھونڈتے ہو اس راہ کیلئے حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اٰوْتُوْا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اَیْمَانِکُمْ کَافِرِیْنَ ۚ وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ

ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقہ کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنا دیں گے۔ اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو حالانکہ

وَاَنْتُمْ تُشٰلِیْ عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُهٗ ۚ وَمَنْ یَّعْتَصِم بِاللّٰہِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہِ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے۔

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان اہل کتاب سے) فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب تم (بعد ظہورِ حجت حقانیتِ اسلام کے) کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا (اس میں اصول و فروع سب آگئے) حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں (تم کو اس سے بھی ڈر نہیں لگتا اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ بھی) آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب کیوں (ہٹانے کی کوشش کرتے) ہو اللہ کی راہ (یعنی اس کے دینِ حق) سے ایسے شخص کو جو (اس دین کے حق ہونے پر) ایمان لا چکا اس طور پر کہ کچی (کی باتیں) ڈھونڈتے ہو اس راہ کے (اندر پیدا کرنے کے) لئے (جیسا کہ قصہ مذکورہ میں کوشش کی تھی کہ اس کا ردوائی سے ان کے دین کے اندر بوجہ نا اتفاقی کہ گناہ بھی ہے اور مزیل قوت و ترقی بھی ہے خلل پڑ جاوے گا اور ان بکھیڑوں میں پڑ کر دینِ حق سے ان کو بعد ہو جاوے گا) حالانکہ تم خود بھی (اس حرکت کے قبیح ہونے کی) اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں (وقت معین پر اس کی سزا دیں گے) ہر چند کہ سبب نزولِ خاص ہے لیکن الفاظ کے عام ہونے سے اہل کتاب میں نصاریٰ بھی آگئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے باز رکھنے کے مضمون میں ان لوگوں کا بشارتِ محمدیہ کو چھپانا یا بدلنا بھی داخل ہو گیا چنانچہ حسن اور قتادہ اور سدی نے یہی تفسیر اختیار کی ہے لہذا فی روح المعانی۔

وَبَط: آگے واقعہ مذکورہ کے متعلق مسلمانوں کو فہمائش ہے۔

تفہیم مسلمانان:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِیْعُوْا (الٰہی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقہ کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے (یعنی اہل کتاب میں سے) تو وہ لوگ تم کو تمہارے

تفسیر: ربط: اوپر سے اہل کتاب پر ان کے اقوال کا رد چلا آتا ہے آگے ان کے ایک فعل پر رد و ملامت ہے، جس کا خلاصہ قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک یہودی تھا شماس بن قیس مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اس نے ایک مجلس میں انصار کے دو قبیلوں یعنی اوس اور خزرج کو ایک جگہ مجتمع و متفق دیکھا حسد کے سبب سخت ناگوار ہوا اور ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا آخر یہ تجویز کیا کہ ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے جو ایک ممتد لڑائی ہو چکی ہے اور اس کے متعلق فریقین کے فخریہ اشعار ہیں وہ اشعار ان کی مجلس میں جا کر پڑھ دیئے جائیں چنانچہ اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں چنان چنیں ہونے لگی یہاں تک کہ موقع اور وقت لڑائی کا پھر مقرر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اطلاع ہوئی آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا اندھیرا ہے میرے ہوتے ہوئے پھر مسلمان ہونے کے اور باہم متفق و متالف ہونے کے بعد یہ واہیات کیا اسی حالت کفر کی طرف عود کرنا چاہتے ہو؟ سب متنبہ ہوئے اور سمجھا کہ یہ شیطانی حرکت تھی اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی اس واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں ذکرہ فی روح المعانی بروایۃ ابن اسحاق و جماعة عن زید بن اسلم یہ مضمون کئی آیتوں تک چلا گیا ہے جس میں اول ملامت ہے ان اہل کتاب پر جنہوں نے یہ کارروائی کی تھی اور یہ ملامت بڑی بلاغت سے کی گئی کہ اس فعل پر ملامت سے پہلے ان کو کفر پر بھی ملامت کی جس کا حاصل یہ ہوا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ خود بھی مسلمان ہو جاتے نہ یہ کہ دوسروں کے گمراہ کرنے کی فکر میں لگ رہے ہو پھر خطاب و فہمائش ہے مسلمانوں کو۔

لامت بر اہل کتاب کفر و اغواء:

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَمَا لِلّٰہِ



بمعنی من اراد الایمان ناسب الاول ۱۲۔

**النحو:** تبغونها عوجا مستانفة جنى بها كاليان لذلك الصد كذا فى روح المعانى. قلت وراعى هذا فى الترجمة. وفيه عوجا احد مفعولى تبغون فان بغى يتعدى لمفعولين احدهما بنفسه والاخر باللام كما صرح به اللغويون وتعدية للهاء من باب الحذف والايصال اى تبغون لها ۱۲۔

**البلاغة:** فى روح المعانى قيل لما كان كفرهم ظاهراً ناسب ذكر الشهادة مع فى الآية السابقة لانها تكون لما يظهر ويعلم او ما هو بمنزلة وصدھم عن سبيل الله وما معه لما كان بالمكر والخديعة الخفية التى تروج على الغافل ناسب ذكر الغفلة معه فى هذه الآية فلهذا ختم كلام من الآيتين بما ختم. قوله يا اهل الكتب قلت صيغة العموم وكان المحرش واحدا او اثنين كما يظهر من سبب النزول بناء على معنى الجنس او انه كان هذا التحريش مرضيا عند جميعهم ۱۲ فى روح المعانى خاطبهم الله تعالى بنفسه بعد ما امر رسوله ﷺ بخطاب اهل الكتاب اظهارا لجلالة قدرهم واشعارا بانهم هم الاحقاء بان يخاطبهم الله تعالى وفيه وايراد اى قوله بعد ايمانكم مع عدم الحاجة اليه (لان الرد انما يكون بعد الايمان) وتوسطه بين المفعولين لاطهار كمال شناعة الكفر وغاية بعده من الوقوع كانه قيل بعد ايمانكم الراسخ. وفيه وقدم توبيخ الكفار لان الكفار كانوا كالعلة الداعية اليه وفيه قوله تعالى وكيف قبل المراد التعجب اى لا ينبغي لكم ان تكفروا فى سائر الاحوال لا سيما فى هذه الحال اه قلت وعليه ترجمت. وفيه ولم يسند سبحانه التلاوة الى رسول الله ﷺ اشارة الى استقلال كل من الامرين فى الباب وايدان بان التلاوة كافية فى الغرض من اى تال كانت. فى الكشف فقد هدمى فقد حصل له الهدى لا محالة كما تقول اذا جئت فلانا فقد افلحت كان الهدى قد حصل فهو يخبر عنه حاصل اه قلت فالجزاء فليعقبن او نحوه ۱۲۔

**الروايات:** فى باب النقول اخرج الفريابى وابن ابى حاتم عن ابن عباس قال كانت الاوس والخزرج فى الجاهلية بينهم شر فينهما هم جلوس ذكروا ما بينهم حتى غضبوا وقام بعضهم الى بعض ما بسلاح فنزلت وكيف تكفرون الآية والآيتان بعدها اه اى الى قوله تعالى لعنكم تهتدون ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله فى ترجمة قل ان اهل كتاب سے اشارة الى العهد بقرينة سبب النزول ۱۲۔ ۲ قوله فى ترجمة من امن دين کے حق ہونے پر کما فى روح المعانى فى جملة اقوال او من صدق بتلك السبيل وامن بذلك الدين بالفعل او بالقوة القريبة منه ۱۲۔ ۳ قوله كسى فرقہ کا امی غیر معین فشمس شماس بن قيس وغيره وفيه مبالغة اى ان كلوا احد منهم متشابه فى الاضلال فضلا عن جميعهم ۱۲۔ ۴ قوله فى فہ اس کو بھی مجازاً فيكون فى الآية عموم المجاز فلا يرد الجمع بين الحقيقة والمجاز ۱۲۔

ایمان لائے پیچھے (اعتقاداً یا عملاً) کافر بنا دیئے اور (بھلا) تم کفر کیسے کر سکتے ہو (یعنی تمہارے لئے کب روا ہو سکتا ہے) حالانکہ (اسباب مانع کفر کے پورے جمع ہیں کیونکہ) تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام (قرآن میں) پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور (پھر) تم میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں (اور دونوں قوی ذرائع ہیں ایمان پر قائم رہنے کے پس تم کو چاہیے کہ ان دونوں ذریعوں کی تعلیم و تلقین کے موافق ایمان پر اور ایمان کی باتوں پر قائم رہو) اور (یاد رکھو کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے (یعنی ایمان پر پورا قائم رہتا ہے) کیونکہ اللہ کو مضبوط پکڑنا یہی ہے کہ اس کی ذات و صفات کی تصدیق کرے اس کے احکام مانے کسی دوسرے مخالف کی موافقت نہ کرے) تو (ایسا شخص) ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے (یعنی وہ راہ راست پر ہوتا ہے اور راہ راست پر ہونا اصل ہے ہر صلاح و فلاح کی پس اس میں ایسے شخص کے لئے ہر صلاح و فلاح کی بشارت و وعدہ ہے) فہ: اثناء ترجمہ میں تعلیم کفر کے لئے جو اعتقاد و عملاً کہا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک معنی کفر کے تو متعارف ہیں اور وہ کفر اعتقادی ہے اور ایک معنی یہ ہیں کہ اعتقاداً تو مومن ہو مگر کام کافروں کے سے کرے اس کو بھی مجازاً کفر کہہ دیتے ہیں کفر عملی سے یہی مراد ہے قرآن و حدیث میں اس کا بھی استعمال بہت آیا ہے پس مطلب آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب کی اطاعت سے کفر کا ڈر ہے اگر اطاعت عقائد میں کی جاوے تو کفر اعتقادی ہوگا اور اگر اطاعت اعمال و معاصی میں کی جاوے جیسے ان کے اشتغال سے لڑنے کو تیار ہو گئے تو یہ عمل کافروں کا سا ہوگا اور یہ آیت اگر خاص صحابہ کو خطاب ہو جیسا قصہ سے معلوم ہوتا ہے تب تو فیکم رسولہ میں کوئی تکلف نہیں اور اگر عام ہو جیسا مضمون کا عموم مقتضی ہے تو آپ کی نبوت کے آثار و شواہد کا قیامت تک موجود رہنا بمنزلہ آپ ہی کے تشریف رکھنے کے ہے۔ کیونکہ زمانہ رونق افروزی ظاہری میں بھی آپ کا ہادی ہونا اسی وصف کے اعتبار سے تھا پس اصل موثر وصف ٹھہرا فقط۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ روح المعانى میں ہے کہ اس اعتصام کی حقیقت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اسباب جو کہ اصنام معنویہ ہیں ان سے قلب کا کشیدہ ہو جانا اور اپنے دعوے حول و قوت سے حق تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا اور بعض نے کہا ہے کہ عشاق کا اعتصام یہ ہے کہ ماسوی کو ترک کر کے اس کی پناہ لیں اور راہل حقائق کا اعتصام یہ ہے کہ یہ مشاہدہ کر کے کہ ہم قبضہ میں اعتصام کو بھی مرتفع و فنا کر دیا جاوے ۱۲۔

**اللفظ:** شہید مطلع ۱۲ روح تصدون فى القاموس صده منعه و صرفه اه قلت لو اخذ الایمان بالفعل ناسب الثانى ولو اخذ بالقوة



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔ اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو

وَلَا تَفَرَّقُوا ۝ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۝

اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَلَتَكُنَّ

اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر ہو۔

مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔ اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر مسلمانوں کو فہمائش تھی آگے بھی اس کا تتمہ بیان ہوتا ہے۔

**تتمہ تفہیم مذکور:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ (الہی قولہ تعالیٰ) كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے (ایسا) ڈرا کرو (جیسا) ڈرنے کا حق (ہے) کامل ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شرک و کفر سے بچے ہو کل معاصی سے بھی بچا کرو اور بلا وجہ شرعی لڑنا معصیت ہے تو اس سے بھی بچنا فرض ہے) اور بجز اسلام (کامل) کے (جس کا حاصل وہی ہے جو کامل ڈرنے کا حاصل تھا) اور کسی حالت پر جان مت دینا (یعنی اسی کامل تقویٰ اور کامل اسلام پر تادم مرگ قائم رہنا) اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو (یعنی اللہ کے دین کو جس میں اصول اور فروع سب آگئے) اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو (جس کی اسی دین میں تعلیم بھی ہے) اور باہم نا اتفاقی مت کرو (جس کی اسی دین میں ممانعت بھی ہے) اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام (ہوا) ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم (باہم) دشمن تھے (یعنی قبل اسلام کے چنانچہ اوس و خزرج میں ایک مدت طویل سے جنگ چلی آتی تھی اور عام طور پر اکثر عرب کے لوگوں کی یہی حالت تھی) پس اللہ تعالیٰ نے (اب) تمہارے قلوب میں (ایک دوسرے کی) الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے (اس) انعام (تالیف بین القلوب) سے (اب) آپس میں بھائی بھائی (کی طرح) ہو گئے اور (ایک انعام جو کہ انعام مذکور کی بھی اصل ہے یہ فرمایا کہ) تم لوگ (بالکل) دوزخ کے گڑھے کے کنارہ (ہی) پر (کھڑے) تھے (یعنی بوجہ کافر ہونے کے دوزخ سے اتنے قریب تھے کہ بس دوزخ میں جانے کے لئے صرف مرنے کی دیر تھی) سو اس (گڑھے) سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی (یعنی اسلام نصیب کیا جس سے دخول جہنم کی علت زائل

ہو گئی سو تم ان انعاموں کی قدر کرو اور آپس کے جدال و قتال سے جو کہ معصیت ہے ان انعاموں کو ضائع مت کرو کیونکہ اس جدال و قتال سے انعام تالیف تو بالکل ہی زائل ہو جاوے گا اور انعام اسلام مخل اور ناقص ہو جاوے گا یہ بھی ایک گونہ ضائع ہونا ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ حکم واضح طور پر بیان فرمایا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے (اور) احکام (بھی) بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ (راست) پر (قائم) رہو۔

**ف:** ڈرنے کے حق کا یہ مطلب نہیں کہ جیسی حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے کیونکہ یہ تو کسی سے ہو نہیں سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنا تمہارے ذمہ حق مقرر اور واجب ہے جس کی تفسیر اثناء ترجمہ میں لکھ دی گئی اس کے مقابل ایک تقویٰ ادنیٰ درجہ کا ہے یعنی کفر و شرک سے بچ جانا گو معصیت میں مبتلا رہے پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ادنیٰ تقویٰ پر اکتفا مت کرو بلکہ اعلیٰ اور کامل درجہ کا تقویٰ اختیار کرو جس میں معاصی سے بھی بچنا آ گیا۔

**و ربط:** اوپر کی آیتوں میں مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رہنے کا حکم تھا آگے حکم ہے کہ دوسروں کو بھی ہدایت کرنے کی کوشش کرو جیسا کہ اس مجموعہ کے قبل کفار کو اول خود گمراہ ہونے پر ملامت تھی پھر دوسروں کو گمراہ کرنے کی برائی تھی۔

**امر بہدایت ناس:**

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضرور ہے کہ (اور لوگوں کو بھی) خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ (آخرت میں ثواب سے) پورے کامیاب ہوں گے۔

**ف:** تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو شخص امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرآن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو کوئی ضرر



قال البيضاوي استعار له الحبل من حيث ان التمسك به سبب النجاة عن الروي كما ان التمسك بالحبل سبب السلامة عن التروى واستعار للوثوق به والاعتماد عليه الاعتصام ترشيحاً للمجاز آه في روح المعاني شبهت حالة المؤمنين بحالة تمسك المتدلي من مكان رفيع بحبل وثيق اه قوله منها في روح المعاني عود الضمير الى الحضرة اتم لانها التي يمتن بالانقاذ منها حقيقة. فيكون الانقاذ من الشفا انقاذاً من الحفرة التي يتوقع الهول فيها فاضافة المنة الى الانقاذ من الحضرة ابلغ واوقع اه ۱۲. يدعون الى الخير عام ومجمل والامر بالمعروف والنهي عن المنكر تفصيل له المفلحون الكاملون فلا يلزم نفى الفلاح عن غيرهم نعم هم فائقون على غيرهم في الاجر لان خير الناس من ينفع الناس ۱۲.

**اللفات:** في روح المعاني الامة الجماعة التي تؤم اي تقصد لامر ما وتطلق على اتباع الانبياء لاجتماعهم على مقصد واحد وعلى القدوة ومنه ان ابراهيم كان امة. وعلى الدين والملة ومنه انا وجدنا ابائنا على امة. وعلى الزمان ومنه واذكر بعد امة الى غير ذلك من معانيها ۱۲.

**النحو:** منكم قيل من تبعية لوجوب هذا الامر والنهي على الكفاية وقيل تبعية ولا يعارض وجوبه على الكفاية لان عموم الخطاب لا يقتضي الوجوب على العين كما ان خطابات الجهاد عامة ومع هذا فهو واجب على الكفاية وايضا المخاطب جميع المؤمنين ويدخل فيهم الاوس والخزرج دخولا اوليا ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في ترجمة حبل سلسل روعي فيه كما ترجم المعنى الحقيقي والمجازي معا لانه يطلق هذا اللفظ في محاوراتنا بمعنى العلاقة والوصلة ولا يخفى لطفه ۱۲. ۲. قوله في ترجمة تهتدون. قائم وهو وجهه ان الخطاب للمؤمنين الذين كانوا على الهدى ۱۲. ۳. قوله في ف ذرني كحق كالح فلا يلزم النسخ في الآية وما ورد في بعض الروايات من نسخها بقوله فاتقوا الله ما استطعتم فلعلهم فهموا المعنى الاول للحق الذي نفىته ففسرت بالآية الاخرى اي المراد حق استطاعتكم لاحق عظمة تعالى فسمى التفسير بالنسخ كما كان عادة السلف من اطلاق النسخ على معنى اعم من الاصطلاح فافهم وفي روح المعاني من حق الشئ بمعنى وجب وثبت والاضافة من باب اضافة الصفة الى موصوفها وان الاصل اتقوا الله اتقاء حقا اي ثابتا وواجبا على حد ضربت زيدا شديدا الضرب تريد الضرب الشديدا وهذا مؤيد كما ترى لما قلت ۱۲.

معتد به لاحق نه هوگا اس کے لئے امور واجبہ میں امر ونہی کرنا واجب ہے اور امور مستحبہ میں مستحب مثلاً نماز پنجگانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نماز کو نصیحت کرے اور نوافل مستحب ہیں اس کی نصیحت کرنا مستحب ہوگا اور جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر ونہی کرنا امور واجبہ میں بھی واجب نہیں البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا پھر امر ونہی میں قادر کیلئے امور واجبہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام واجب ہے جیسے حکام محکومین کے اعتبار سے یا ہر شخص خاص اپنے اہل و عیال کے اعتبار سے اور اگر صرف زبان سے قدرت ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے اور غیر قادر کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ تارک واجبات و مرتکب محرمات سے دل سے نفرت رکھے۔ پھر قادر کے لئے منجملہ شرائط کے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم ہو اور منجملہ آداب کے ایک ضروری ادب یہ ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے اور واجبات میں اولاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرے۔ اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر ونہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے لیکن مودت و مخالفت کا بھی ترک واجب ہے مگر بضرورت شدیدہ۔ پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب علی الکفایہ ہے اگر اتنے آدمی اس کام کو کرتے ہوں کہ بقدر حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہل قدرت کے ذمہ سے ساقط ہو جاویگا۔ یہ کل ۶ چھ مسئلے اس مقام پر ذکر کئے گئے اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آجکل جو اکثر جاہل یا کالجیابل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بیدھڑک روایات و احکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی انکا وعظ سننا جائز نہیں۔

**مسائل السلوك:** ۱۲. قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ النسخ یہ آیت طریق قوم کی مطلوبیت میں صریح ہے اس لئے کہ اس طریق کا حاصل یہی تقویٰ حق تقویٰ ہے۔ قوله تعالى وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْغَيْرِ النسخ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل طریق میں سے جو اہل ارشاد ہیں وہ غیر اہل ارشاد سے افضل ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے مفسلحین سے انکی مدح فرمائی اور اُمَّة کے عموم میں داخل ہونا ظاہر ہی ہے۔

**البلاغہ:** قوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا في روح المعاني كرر الخطاب بهذا العنوان تشريفاً لهم ولا يخفى ما في تكراره من اللطف بعد تكرار خطاب الذين اتوا الكتاب قوله بحبل الله



وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ

اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کر لیا ان کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد۔ اور ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی۔ اس روز

تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

کہ بعض چہرے سفید ہو جائیں گے اور بعض چہرے سیاہ ہونگے ان سے کہا جاوے گا کیا تم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو سزا چکھو

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ

بسبب اپنے کفر کے۔ اور جنکے چہرے سفید ہو گئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہونگے وہ آپس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں

اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلَمًا لِلْعَالَمِينَ ۝

جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر بعد امر بالتقویٰ کے باہم اتفاق فی الدین کا حکم تھا اور تفرق سے نہیں تھی آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے۔

نہی عن التفرق ووعید برآں:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا (الی قولہ تعالیٰ) فَمِنْهُمْ خَالِدُونَ اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے (دین میں) باہم تفریق کر لی اور (نفسانیت سے) باہم اختلاف کر لیا ان کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد اور ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی اس روز (یعنی قیامت کے روز جس میں) کہ بعض چہرے سفید (وروش) ہو جاویں گے اور بعض چہرے سیاہ (اور تاریک) ہونگے سو جن کے چہرے سیاہ ہونگے ان سے کہا جاوے گا کیا تم (ہی) لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو (اب) سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے، اور جن کے چہرے سفید ہو گئے ہونگے وہ اللہ کی رحمت (یعنی جنت) میں (داخل) ہونگے (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف: آیت میں جو تفریق و اختلاف کی مذمت ہے مراد اس سے وہ تفریق ہے جو اصول دین میں ہو یا فروع میں براہ نفسانیت ہو جیسا اہل ہواء نے اہل سنت کے ساتھ اختلاف کیا چنانچہ آیت میں خود یہ قید کہ احکام واضح آئے پیچھے اس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ اصول سب واضح ہوتے ہیں اور فروع بھی بعض ایسے واضح ہوتے ہیں کہ اگر نفسانیت نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی پس جو فروع غیر واضح ہیں یا تو بوجہ عدم نص صریح کے یا بوجہ ظاہری تعارض نصوص کے جن میں وجہ تطبیق صریح نہ ہو ایسے فروع میں اختلاف ہو جانا اس آیت میں داخل نہیں اور مذموم نہیں بلکہ مست مرحومہ میں واقع ہے اور یہ حدیث اس کی اجازت کے لئے کافی ہے جس کو شیخین نے عمرو بن عاصؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی حاکم حکم شرعی اپنے اجتہاد سے کرے اور وہ حکم ٹھیک ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب حکم اجتہاد سے کرے اور وہ غلط ہو جاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے

اور اس اختلاف کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہی کافی ہے اور روح المعانی میں بیہقی سے قاسم بن محمد کا قول اور مدخل سے عمر بن عبد العزیز کا قول اس مضمون کا نقل کیا ہے کہ صحابہ کا اختلاف لوگوں کے لئے موجب رحمت و رخصت ہو گیا۔ اور الَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا کے مصداق میں بوجہ أَكْفَرْتُمْ کے مفسرین کے اقوال مختلف منقول ہیں جامع تر یہ ہے کہ کفر سے مراد عام ہے انکار توحید ہو یا انکار رسالت یا اعتقاد بدعت یہ سب بعد وضوح دلائل کے ہوتا ہے پس معنی یہ ہونگے کہ اے صحابہ یا اے سب مسلمانو تم ان اہل تفریق و اہل کفر و اہل عذاب کے مشابہ مت بننا گوشہ میں معصیت عملی تھی اور مشبہ یہ میں معصیت اعتقادی مگر تشبیہ کے لئے یہ تفاوت قاصر نہیں اور جتنا تفاوت وجہ تشبیہ میں ہے اتنا ہی تفاوت وعید میں بھی ضرور ہے پس مماثلت طرفین من کل الوجوہ لازم نہیں آئی۔

**البلاغۃ:** واما الذين ابیضت قال البيضاوی كان حق الترتیب ان یقدم ذكرهم ولكن قصد ان یكون مطلع الکلام ومقطعه حلیۃ المؤمنین وثوابهم اہ رحمة الله ای الجنة فهو من التعبير بالحال عن المحل اہ روح المعانی ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی ف مفسرین کے اقوال مختلف الخ کما فی روح المعانی والظاهر من السياق والسباق ان هؤلاء اهل الكتاب وکفرهم بعد ایمانهم کفرهم برسول اللہ ﷺ بعد الايمان به قبل مبعضه والیه ذهب عکرمۃ وقیل هم جمیع الکفار لا عراضهم عما وجب علیهم من الاقرار بالتوحید حين اشهدهم علی انفسهم وروی ذلك عن ابی ابن کعب وقال الحسن انهم المنافقون وروی عن علی کرم اللہ وجہہ وابی امامۃ وابن عباس وابی سعید الخدری انهم اهل البدع وفي البيضاوی وهم المرتدون الخ ۱۲۔



وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِلٰى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۚ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ

اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کئے جاویں گے۔ تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اَمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ

بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کیلئے زیادہ اچھا ہوتا ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔ وہ تم کو

وَكَثَرُكُمْ الْفٰسِقُوْنَ ۚ لَنْ يُّضْرُوْكُمْ اِلَّا اَذًى ۚ وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُؤَلُّوْكُمْ ۚ الْاَدْبَارُ لَكُمْ لَا يَنْصُرُوْنَ ۙ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت۔ اور اگر وہ تم سے مقابلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی۔ جمادی گئی ان پر بے قدری

الدِّثَّةُ اِنَّ مَا تَقْفُوْا اِلَّا بِحَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ ۚ وَبَاْءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۙ

جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہو گئے غضب الہی کے اور جمادی گئی ان پر ہستی یاس

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاۡءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۙ

وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے۔

**تفسیر: ربط:** اوپر مرحوم اور مغضوب دونوں کی جزا و سزا کا بیان تھا آگے اس جزا و سزا کی خبر کا صحیح ہونا جملہ نَسْتَلُوْهُمَا عَلٰیكَ بِالْحَقِّ میں اور اس جزا و سزا کا مناسب ہونا جملہ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا میں اور ان لوگوں کا مملوک خداوندی ہونا جس کا مقتضاء وجوب اطاعت ہے جملہ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الْخ میں اور کسی غیر کا بالکل اختیار نہ ہونا جملہ اِلٰى اللّٰهِ تُرْجَعُ میں بیان فرماتے ہیں اور وعدہ اور وعید کا با وقعت ہونا ان ہی امور کے اثبات پر موقوف ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

صادق و حکیم و منفرد بودن حق تعالیٰ در حکم بالا:

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَسْتَلُوْهُمَا عَلٰیكَ بِالْحَقِّ ۚ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِلٰى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْدُ (جو اوپر مذکور ہوئیں) اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں (اس سے تو مضمون بالا کا صحیح ہونا معلوم ہوا) اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے (پس جو کچھ کسی کے لئے جزا و سزا تجویز کی ہے وہ بالکل مناسب ہے اس سے تجویز مذکور کا مناسب ہونا معلوم ہوا) اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے (پس جب سب ان کی ملک ہے تو ان سب کے ذمہ اطاعت واجب تھی اس سے ان کا مملوک ہونا اور وجوب اطاعت ثابت ہوا) اور اللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کئے جاویں گے (کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا) **ف:** جاننا چاہیے کہ ظلم سے مراد یہاں معنی حقیقی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو جو کچھ بھی کریں وہ ظلم ہو نہیں سکتا تو اسکی نفی سے جو مقصود ہے مقام کا یعنی اعمال پر جزائے مذکور کا مرتب ہونا وہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ مرتب نہ

ہونے کی تقدیر پر بھی بالمعنی المذکور ظلم نہ ہونا صادق آتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عقلاً و شرعاً بندوں کے افعال میں جو ظلم کہلاتا ہے وہ بھی وہاں نہ ہوگا اس سے مقصود مقام کا بخوبی حاصل ہو گیا۔

**ربط:** اوپر کی آیات میں مسلمانوں کو ثبات علی الایمان اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم فرمایا تھا آگے اسی کو مؤکد کرنے کیلئے یہ بتلاتے ہیں کہ تم لوگوں کی وجہ خیریت میں امور مذکورہ بھی ہیں پس ان میں کمی نہ آنے پاوے۔ بیان خیریت امت محمدیہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (السی قولہ تعالیٰ) مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ وَكَثَرُكُمْ الْفٰسِقُوْنَ (اے امت محمدیہ) تم لوگ (سب اہل مذاہب سے) اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت (عام) لوگوں کے (نفع ہدایت پہنچانے کے) لئے ظاہر کی گئی ہے (اور نفع پہنچانے کی صورت کہ وہی وجہ سب سے اچھی ہونے کی بھی ہے یہ ہے کہ) تم لوگ (بمقتضائے شریعت زیادہ اہتمام کے ساتھ) نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور (خود بھی) اللہ تعالیٰ پر ایمان (لانے پر دوام کرتے) ہو (اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں ساری دین کی باتوں پر ایمان لانا آگیا کیونکہ وہ سب اللہ کی بتلائی ہوئی ہیں جس نے انکا انکار کیا اس کا ایمان اللہ پر بھی نہ ہوا) اور اگر (یہ) اہل کتاب (بھی جو تم سے مخالفت کر رہے ہیں تمہاری طرح) ایمان لے آتے تو ان کے لئے (ان کی حالت موجودہ سے جس کو بزم خود اچھی سمجھتے ہیں) زیادہ اچھا ہوتا (کیونکہ پھر یہ بھی اسی مذکورہ اچھی جماعت میں داخل ہو جاتے مگر



وائی بر حال ایشاں کہ سب مسلمان نہ ہوئے بلکہ) ان میں سے بعضے تو مسلمان ہیں (اور اچھی) جماعت میں داخل ہیں) اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں (اور اس جماعت سے خارج اور طرفہ یہ کہ جو بیچارے اسلام لے آئے ہیں ان کے اضرار دینی و دنیوی کی فکر میں ہیں) **ف:** یہ خطاب تمام امت محمدیہ کو عام ہے جیسا کہ کمالین میں حضرت علی کی روایت مرفوعاً بسند احمد بن حنبل منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت خیر الامم ہے پھر ان میں سے صحابہ اول اور اشرف مخاطبین ہیں پس اوس و خزرج کے قصہ سے مناسبت بھی ظاہر ہوگئی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں جو زیادہ اہتمام کی قید نکال دی گئی مراد اس سے امر و نہی بالید ہے جو اعلیٰ درجہ اس کا ہے یہ درجہ اس امت میں اور ام سے دو وجہ سے زیادہ ہے اولاً جہاد کا مشروع ہونا جس سے دفع کفر و دفع فساد مقصود ہے۔ ثانیاً بوجہ عموم دعوت محمدیہ اس کا سب اقوام کے لئے عام ہونا جیسا للناس میں عام کا لفظ نکال دیا گیا ہے بخلاف شرائع سابقہ کے کہ بعض میں جہاد نہ تھا اور بعض میں بوجہ خصوص بعثت انبیاء سابقین کے سب اقوام کے لئے عام نہ تھا اور ظاہر ہے کہ زیادہ عمل سے زیادہ اجر ہے بلکہ صرف وجہ ثانی بھی کافی ہے پس یہ بھی منجملہ اسباب خیریت اس امت کے ہوا اور اس میں منحصر نہ سمجھا جاوے اور وجہ بھی خیریت کے وارد ہوئے ہیں چنانچہ وجہ ربط میں احقر نے اس عبارت میں کہ امور مذکورہ بھی ہیں اس عدم انحصار کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے۔ رہا ثبات علی الایمان کا وجہ خیریت ہونا حالانکہ یہ بظاہر سب شرائع والوں میں مشترک معلوم ہوتا ہے اس کی توجیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ شریعت دوسرے شرائع سے اکمل ہے اور اکمل پر ایمان لانا اور اس پر قائم رہنا ظاہر ہے کہ اکمل ہوگا پس اس اعتبار سے اشتراک نہ رہا اور یہ جو فرمایا کہ بعضے مسلمان ہیں ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہمارے پیغمبر ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔

**و:** پہلی آیت میں اہل کتاب کا مسلمانوں کے ساتھ اعتقاد مخالف ہونا اور اس سے پہلے ان کا مسلمانوں کو دینی ضرر پہنچانے کی تدبیر کرنا مذکور تھا آگے ان کا مسلمانوں کو دینی ضرر پہنچانے کی فکر کرنا اور اس کے ساتھ انکی ناکامی کی پیشین گوئی سے تسلی کر دینا مذکور ہوتا ہے۔

خبرنا کامی اہل کتاب در اضرار مسلمین:

لَنْ يَضُرَّوْكُمْ وَلَا يَضُرُّوْكُمْ اِلَّا اَذًى وَلَنْ يُفَالِقُوْكُمْ اُولُوْكُمْ اَلَدَّ بَارَكُ لِلّٰهِ لَا يَنْصُرُوْنَ وَه (اہل کتاب) تم کو (اے مسلمانو) ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے مگر ذرا خفیف اذیت (یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دل دکھانا) اور اگر وہ (اس سے زیادہ کی

ہمت کریں اور) تم سے (مقابل ہو کر) مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر (اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ) کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی۔ **ف:** بڑھ کر اس لئے کہا گیا کہ خالی حمایت و طرفداری کیا جانا بہ نسبت غالب آجانے کے کہل ہے کیونکہ غالب آنے کے لئے بڑا سامان چاہئے اور خالی حمایت کے لئے صرف زبان ہلانا یا ذرا دوڑ دھوپ کر لینا پڑتا ہے۔ پس جب وہ لوگ ایسے مخذول ہیں کہ زبانی بھی کوئی ان کا ساتھ نہیں دیتا تو غالب آنا تو بدرجہ اولیٰ منفی ہوگا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے جو اسی طرح واقع ہوئی چنانچہ اہل کتاب زمانہ نبوت میں کسی موقع میں بھی صحابہؓ پر جو کہ بقرہ مقام اس مضمون کے خاص مخاطب ہیں غالب نہ آئے خصوص یہود جن کے قبائح خصوصیت سے اس جگہ مذکور ہیں چنانچہ اوپر وہ قصہ صحابہؓ میں رنج ڈلوانے کا ان ہی کی کارروائی تھی یہ بہت ذلیل و خوار کئے گئے بعضوں پر جزیہ ہوا بعضے قتل ہوئے بعض نکالے گئے چنانچہ آیت آئندہ میں یہی مضمون تھا مجملاً مذکور ہے۔

**و:** ابھی تقریر بالا کے آخر میں مذکور ہوا۔

بیان ذلت یہود:

خُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلٰةُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فَٰسِقِيْنَ (السی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (نقش سکہ کی طرح) جمادی گئی ان پر (خالص) بے قدری (یعنی بے امنی جان کی) جہاں کہیں بھی پائے جاویں گے مگر ہاں (دو ذریعوں سے امن میسر ہو جاتا ہے) ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے (اللہ کی طرف کا ذریعہ یہ کہ کوئی کتابی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایسا مشغول ہو کہ مسلمانوں سے لڑتا بھڑتا نہ ہو وہ جہاد میں قتل نہیں کیا جاتا گو عبادات اس کی آخرت میں نافع نہ ہو اور اللہ کی طرف کے ذریعہ میں یہ بھی آگیا کہ وہ کتابی نابالغ یا عورت ہو یہ صفت غیر مکتبہ بھی جو محض من جانب اللہ ہے فی نفسہ موجب امن عن القتل ہے اور آدمیوں کی طرف کے ذریعہ سے مراد معاہدہ صلح جو مسلمانوں کے ساتھ ہو جاوے چنانچہ ذنی و مصالح بھی مامون ہے یا کسی قوم کا ان سے لڑنے کا قصد نہ کرنا جیسا بعض زمانوں میں واقع ہوا یا ہوگا جس کا ذکر آیت اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر میں ہوا ہے یہ امن بھی آدمیوں ہی کی جانب سے ہے باقی اور کسی کو امن نہیں) اور مستحق ہو گئے (یہ لوگ) غضب الہی کے اور جمادی گئی ان پر پستی (کہ ان کے طبائع میں بھی اولوالعزمی نہ رہی اور جزیہ و اخراج وطن بھی داخل مسکنت ہے) یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے



وتنهونهم عن المنكر والمنكر هو التكذيب وهو انكر المنكر  
 آ ۱۲. ۳. قوله دفع كفرو دفع فساد الاول في بعض كالمتردين وكفار  
 العرب والثاني في سائرهم والكفر والفساد كلاهما منكر ۱۲.  
 ۴. قوله كوني ضرر دليله عموم المستثنى منه المقدر اي شيئا ۱۲.  
 ۵. قوله خفيف يدل عليه التنكير للتقليل وكونه ايذاء قولياً منقول  
 عن قتادة وغيره كذا في روح المعاني واذي رؤسائهم مثل كعب  
 وابي رافع وابي ياسر وكنانة وابن صوريا مؤمنينهم كعب الله بن  
 سلام واصحابه هذا الايذاء ونزلت فيه الآية كما قال مقاتل اه من  
 روح المعاني ۱. قوله كسي طرف من اي لا من الله ولا من الناس يدل  
 على العموم اياد الفعل مجهولاً غير مذكور فيه الفاعل ۱۲.  
 ۶. قوله في ترجمة الذلة خاص بقدرى اه فلا يرد انهم بكونهم ذميين  
 لم ينالوا غرا وعدم الورد ظاهر لان مراد الاستثناء رفع ذل خاص  
 ورفعه لا يستلزم رفع العام. ۸. قوله في تفسير جبل من الله كوني كتابي  
 الخ هذا مما استحسنته ذوقى واطمانت به لعدم مخالفة العربية  
 والشرع وللمفسرين فيه وجوه آخر كالذمة او كتابه الذي اتاهم وغير  
 ذلك وللبناس فيما يعشقون مذاهب ويمكن ان يستانس لما فسرت  
 به بتفسير بعضهم بكتابه الذي اتاهم فان الاشتغال بالعبادة كما امرهم  
 كتابهم داخل في الاعتصام بالكتاب والله اعلم وفي الكبير ان العهد  
 انما سمي بالجبل لان الانسان كان الخوف مانعاً له من الوصول الى  
 مطلوبه فصار ذلك العهد شبيهاً بالجبل الذي من تمسك به تخلص  
 من خوف الضرر ۱۲. ۹. قوله تحت تفسير جبل من الله في نقر فائدته  
 الاشارة الى زوال كونه سبباً للامن للعارض كان يقاتلوا او يشيروا  
 ويحرضوا عليه كما صرح في الكتب الفقهية ۱۲.

پیغمبروں کو (اس طرح سے کہ وہ قتل خود ان کے نزدیک بھی) ناحق (ہوتا تھا) اور  
 (نیز) یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ  
 (اطاعت سے) نکل نکل جاتے تھے۔ فہ: اسی کے مثل ایک آیت پارہ الم کے  
 نصف سے ذرا پہلے گزر چکی ہے اسکی تفسیر کے ضروری متعلقات وہاں دیکھ لیں۔  
 اور اس ذلت و مسکنت کے تفصیل پارہ الم کے نصف کے بعد رکوع  
 وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ کے ختم پر بیان ہو چکی ہے وہاں دیکھ لیا  
 جاوے اور روح المعانی میں آیات بالا کے ذیل میں ہے کہ اس اخبار بالغیب میں  
 دلیل نبوت ہے رسول اللہ ﷺ کی چنانچہ یہود بنی قریظ و بنی قریظہ و نصیر و خبیر  
 مسلمانوں کے محاربہ میں ناکام رہے اور پھر روز بروز ذلیل ہی ہوا کئے آمد۔  
**البلاغۃ:** قوله کنتم فی روح المعانی قد تسعمل للزوم الشئ  
 وعدم انفكاكه نحو وكان الانسان اكثر شئ جدلاً قوله اخر جت صفة  
 لامة تامرون استيناف مبین لكونهم خیر امة لكان خیرا فالخيرية انما هی  
 باعتبار زعمهم اه قلت واشرت الى كونها بزعمهم فی الترجمة ۱۲.  
**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی ف معنی حقیقی نہیں کیونکہ الخ ولان  
 قوله یرید قرینة علی ان المراد نفی المعنی الذی یصلح كونه متعلقاً  
 للارادة ولما لم یكن الظلم الحقیقی صالحاً لتعلق الارادة لاستحالة  
 لا یصح ان یكون مراداً فی الآية بخلاف المعنی الثاني فانه لامكانه  
 یصلح كونه مراداً للمشیة فصح كونه مراداً فی العبارة فافهم ۱۲.  
 ۲. قوله فی ف زیادہ اہتمام کی قید الخ اخذ ذاك التفسیر عن الكبير  
 ویتأید بما فی روح المعانی اخرج ابن المنذر وغيره عن ابن عباس  
 فی الآية ان المعنی تامرونهم ان یشهدوا ان لا اله الا الله ویقرو بما  
 انزل الله وتقاتلونهم علیه ولا اله الا الله هو اعظم المعروف



لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ اللَّهِ إِنَّآ إِلَهُ الْيُسُفُ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يَوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یہ سب برابر نہیں ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہیں اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اللہ پر اور قیامت والے دن پر

الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَيَا فَعَلُوا

ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔ اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے

مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ

محروم نہ کئے جاویں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔ جو لوگ کافر رہے ہرگز ان کے کام نہ آویں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی اور

مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیوی زندگی میں اس کی حالت اس حالت کی مثل ہے کہ ایک ہو ابو جس میں تیز سڑی ہو

رَبِّهِمْ فِيهَا صُورٌ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْ ۝ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِن أَنفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو جنہوں نے اپنا نقصان کر رکھا ہو پس وہ اس کو برباد کر ڈالے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے تھے۔

اسباب سے ہیں اس لئے یومنون اور یامرون کو تخصیص کے ساتھ لائے جس کی وہاں وجہ خیریت میں تصریح تھی ورنہ قائمہ کے عموم میں یہ سب امور داخل ہو گئے تھے۔

ربط: اوپر مدح تھی ان کی جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہو گئے تھے آگے مذمت ہے ان کی جو اہل کتاب میں سے مسلمان نہیں ہوئے۔

ذم مصرین علی الکفر:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِي عَنْهُمْ (السی قولہ تعالیٰ) هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ بیشک جو لوگ کافر رہے ہرگز ان کے کام نہ آویں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے (عذاب کے) مقابلہ میں ذرا بھی اور وہ لوگ دوزخ (میں) رہنے والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے (کبھی نجات نہ ہوگی) (ف): ایسی ہی ایک آیت آل عمران کے دوسرے رکوع کے سرے پر آ چکی ہے اور چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے سب کفار کا یہی حکم ہے۔

ربط: اوپر فرمایا ہے کہ کفار کے اموال و اولاد کام نہ آویں گے چونکہ بعض کفار بزرگ خود طاعات میں بھی خرچ کیا کرتے ہیں خواہ وہ طاعت اتفاقی ہو جیسے اطعام مساکین یا اختلافی ہو جیسے اپنے مذہب کی نصرت اور ظاہر نظر میں اس کے بعض مواقع محتمل قبول و نفع کے تھے اس لئے آگے عام الفاظ سے اس احتمال کو قطع فرماتے ہیں کہ ان کا کوئی انفاق عند اللہ معتد بہ نہیں خواہ کسی طرح ہو اور وجہ اس کی ظاہر ہے کیونکہ اگر وہ مصرف واقع ہی میں طاعت نہیں تب تو ظاہر ہے اور اگر واقع میں طاعت ہے تو اس کے لئے ایمان شرط تھا اور وہ مفقود ہے اور اولاد کا نفع نہ ہونا دوبارہ بیان نہیں فرمایا کیونکہ اس میں انفاق فی الطاعت کا احتمال نہیں تھا وجہ یہ کہ اگر وہ اولاد بھی کفار ہیں تو خود ہی ہالک ہیں اور اگر

تفسیر: ربط: اوپر اہل کتاب کے قبائح کے ذکر میں مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ میں اجمالاً ان لوگوں کو مستثنیٰ فرمادیا تھا جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہو گئے تھے جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے بھائی اور ثعلبہ بن شعبہ (کذافی روح المعانی) آگے اسی استثناء اجمالی کی تفصیل ہے۔

مدح مؤمنین اہل کتاب:

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (الی قولہ) وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ یہ (اہل کتاب سب برابر نہیں) (بلکہ) ان ہی اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو (دین حق پر) قائم ہیں (اور) اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن) اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں (اور) اللہ پر اور قیامت والے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور (دوسروں کو) نیک کام بتلاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے) نزدیک شائستہ لوگوں میں (شمار کئے جاتے) ہیں اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس (کے ثواب) سے محروم نہ کئے جاویں گے اور (محروم ہونے کا احتمال کب ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں (اور یہ لوگ اہل تقویٰ ہیں پس ان کے اعمال و اخلاص کی خوب اطلاع ہے اور وعدہ ہو ہی چکا پس وعدہ اور علم کے بعد نہ خفا کا احتمال نہ تخلف کا احتمال) (ف): یہ ضرور نہیں کہ اس مقام پر جتنے امور مذکور ہیں سب فرض ہی ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ بعض امور ان میں نفل بھی ہیں جیسے شب بیدار رہ کر قرآن کی تلاوت کرنا یا تہجد کی نماز پڑھنا جو خصوصاً یا عموماً سجدوں سے مراد ہے اور فائدہ اس کا یہ ہوگا کہ جب وہ لوگ نفل تک کے پابند ہیں تو فرائض اعمال و عقائد کو تو کیوں ضائع کریں گے حاصل آیت کا مدح ہے ان لوگوں کی کہ انہوں نے ان صفات کو اختیار کیا ہے جو کہ اس امت کی خیریت کے



آناء ساعاته واحده انا بوزن عصا وقيل كمعا وقيل بفتح فسكون يسارعون المبادرة وتستعمل بمعنى الرغبة والمفاعلة للمبالغة قيل ولم يعبر بالعجلة للفرق بينها وبين السرعة فان السرعة التقدم فيما يجوز ان يتقدم فيه وهي محمودة وضدها الابطاء والعجلة التقدم فيما لا ينبغي ان يتقدم فيه وهي مذمومة وضدها الاناة كله في روح المعاني لن يكفروه اصله الستر ولتضمنه معنى المنع والحرمان عدى الى مفعولين ۱۲ من الكبير والبيضاوى. فى القاموس اغنى عنه نواب عنه واجزا مجزا. فى روح المعاني اى لن يعجزى عنهم ذلك من عذاب الله تعالى شيئا من الاجزاء ومن للبدل او الابتداء اه قلت وعليه ترجمت الفعل والمفعول المطلق. فى القاموس ابصرة بالكسر شدة البرد او البرد كالصر فيهما واشد الصياح ربح صرو صرصر شديد الصوت او البرد اه قلت فالصر يطلق على البرد نفسه وعلى الريح البارد كليهما وفيه الحرث الزرع.

**البلاغة:** فى الآية استغناء بذكر احد الفريقين عن الآخر على عادة العرب اى ومنهم من ليسوا كذلك قوله فى الخيرات اثارها على الى للايدان بانهم مستقرون فى اصل الخير متقلبون فى فنونه لانهم خارجون منتھون اليها روح المعاني قوله من الصالحين رد لقول اليهود ما آمن به الاشرارنا كما فى بيان الروايات ۱۲ روح المعاني. قوله كمثل الخ فى روح المعاني وهذا من التشبيه المركب الذى توجد فيه الزبدة من الخلاصة والمجموع ولا يلزم فيه ان يكون ما يلى الاداة هو المشبه به كقوله تعالى انما مثل الحيوة الدنيا كما انزلناه والالقال كمثل حرث لانه المشبه به للمنفق اه قلت وكن على ذكر مما ذكرت فى الآية الواقعة على ريع جزء سيقول من قوله تعالى مثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق الخ فبصر وتشكر ۱۲.

**اختلاف القراءة:** فى قراءة يفعلوا ويكفروا بالغيبة وفى قراءة بالخطاب ۱۲.

**الروايات:** اخرج ابن اسحق والطبرانى والبيهقى وغيرهم عن ابن عباس قال لما اسلم عبد الله بن سلام وثعلبة بن شعبة واسيد بن شعبة واسيد بن عبيد ومن اسلم من اليهود معهم فآمنوا وصدقوا ورغبوا فى الاسلام قالت احبار يهود واهل الكفر منهم ما آمن بمحمد وتبعه الاشرارنا ولو كانوا من خيارنا ما تركوا دين آبائهم وذهبوا الى غيره فانزل الله تعالى ليسوا الى الصالحين وروى النسائى عن ابن مسعود نزولها فى تاخير رسول الله ﷺ ليلة صلوة العشاء وانتظار الناس له فخرج ﷺ وانزلت هذه الآية آه روح المعاني. قلت والظاهر هو الاول ويحتمل الثانى وقرأته ﷺ اذ ذاك لاقتضاء المقام ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله بعد ترجمة يظلمون سب نفقات آه فائدة حرف العموم ان ضيايع بعض النفقات مشترك بين المسلم وغيره مثلاً اذا كان فى غير وجه الشرع ۱۲.

مؤمن ہیں تو اور زیادہ دشمن ہو گئے اور یہ دونوں امر بہت بد یہی تھے بخلاف اتفاق فی الطاعة کے کہ اس کا نافع نہ ہونا ذرا خفی ہے جس پر فقہان شرط سے استدلال کیا جاتا ہے۔

بیان ضیاع اتفاق کفار:

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (الى قوله تعالى) وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ وہ (کفار) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیوی زندگی میں اس کی حالت (بر باد و ضائع ہونے میں) اس حالت کے مثل ہے کہ ایک ہو اہو جس میں تیز سردی (یعنی پالا) ہو (اور) وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو جنہوں نے (بد دینی سے) اپنا نقصان کر رکھا ہو پس وہ (ہو) اس (کھیتی) کو بر باد کر ڈالے (اسی طرح ان لوگوں کا خرچ کرنا آخرت میں سب ضائع ہے) اور (اس ضائع کرنے میں) اللہ تعالیٰ نے ان پر (کوئی) ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی (کفر کے ارتکاب سے جو کہ مانع قبول ہے) اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے تھے (نہ کہ وہ کفر کرتے تھے اور نہ ان کے سب نفقات ضائع ہو جاتے)

**ف:** ظاہر صحت تشبیہ کے لئے مشبہ بہ کی جانب میں اس قید کی حاجت نہ تھی ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ کیونکہ جو شخص ظالم اور بد دین نہ ہو ایسی ہو اسے نقصان تو اس کی کاشت کو بھی پہنچ سکتا ہے اور غرض تشبیہ کی حاصل ہو سکتی ہے سو نکتہ اس تنقید میں یہ ہے کہ یہاں مقصود ہے تشبیہ دینا ضیاع محض میں اور ضیاع محض بد دین آدمی کے ساتھ مخصوص رہے۔ کیونکہ دنیا میں ضائع ہو گیا اور آخرت میں کچھ بدلا بھی نہ ملے گا بخلاف مسلمان کے کہ اس کا دنیا میں جو کسی قسم کا نقصان ہوتا ہے اس کو اس کے عوض ثواب اور گناہوں کی معافی عطا ہوتی ہے جیسا حدیثوں میں تصریح ہے۔

**ربط:** اوپر اہل کتاب کے خصوص یہود کے مختلف قبائح و ذمائم مذکور ہوئے ہیں آگے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہیں کہ یہ جب ایسے ہیں تو ان سے دوستی یا دوستانہ برتاؤ مت رکھو۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى كمثل الذين كفروا يظلمون أنفسهم کیونکہ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ روح المعانی میں ہے کہ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مقصود کلام سے تو یہ بتلانا ہے کہ نہ دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں سو یہ بات صرف مال کافر کے ہلاک ہونے میں ہے رہا غیر کافر تو اس کو صبر کے سبب مال کے ہلاک ہونے پر اجر تو ملتا ہے آہا حق کہتا ہے پس آیت اس پر دال ہوئی کہ مقبولین کی مصیبت حقیقی مصیبت نہیں محض صوری مصیبت ہے ۱۲۔

**اللفات:** قائمة من قام اللازم بمعنى استقام اى مستقيمة على طاعة الله ثابتة على امره لم تنزع عنه ولم تنزع عنه كما تركه آخرون



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ

اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو رہا ہے،

مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٠﴾ هَآنَتْكُمْ أَوْلَآئُ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا

اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں

يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا الْقُتُوبُ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عٰلَمَكُمْ إِلَّا نَامِلًا مِّنَ الْغَيْظِ قُلْ

رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ

مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١﴾ إِن تَسْسِكُمُ حَسَنَةٌ تَسُوهُمْ وَإِن تَصِبْكُمُ سَيِّئَةٌ

کے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں۔ بیشک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو۔ اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار

يَقْرَحُوا بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢﴾

حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۔

### تفسیر: نبی مومنین از اختصاص با کفار:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ (الہیٰ قولہ تعالیٰ)

اِنَّ اللہَ بِمَا یَعْمَلُونَ مُحِیطٌ اے ایمان والو اپنے (لوگوں کے) سوا (اور) مذہب والوں میں سے کسی کو (محبت میں برتاؤ میں) صاحب خصوصیت مت بناؤ (کیونکہ) وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے (اور دل سے بھی) تمہاری مضرت (دنوی و دینی) کی تمنا رکھتے ہیں (دلوں میں تمہاری طرف سے اس قدر بغض بھرا ہے کہ) واقعی (وہ) بغض (بعض اوقات) ان کے منہ سے (بے اختیار بات چیت میں) ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے (چنانچہ) ہم (ان کی عداوت کے) علامات (اور قرائن) تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان یقینی علامات سے دیکھ لو) ہاں (سمجھو) تم تو ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت (کا برتاؤ) رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے (نہ دل سے نہ برتاؤ سے) حالانکہ تم تمام (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اس میں ان کی کتابیں بھی آگئیں اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے مگر وہ تو باوجود اس تمہارے ایمان کے بھی تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم باوجود ان کے اس عدم ایمان کے بھی ان سے محبت رکھتے ہو) اور (تم ان کے اس ظاہری دعویٰ ایمان سے شبہ مت کرنا کہ وہ بھی تو ہماری کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ) یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں (صرف تمہارے دکھانے کو منافقانہ طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب (تم

سے) الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ (وغضب) کے (یہ کنایہ ہے شدت غضب سے جو مجبوری کے وقت ہو) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں (مراد یہ کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری مراد پوری نہ ہوگی) بیشک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو (اسی لئے ان لوگوں کے دلوں میں جو رنج و غبار اور عداوت تمہاری طرف سے بھری ہے سب بتا دی اور ان کا یہ حال ہے کہ) اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے (مثلاً تم میں باہم اتفاق ہو غیروں پر غلبہ ہو جاوے) تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے (جس کا سبب اشد درجہ کا حسد ہے) اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے (تو جو اس اچھی حالت کی ضد ہو) تو اس سے (بڑے) خوش ہوتے ہیں (جس سے ان کی ثنات ثابت ہے سو ان کے جب یہ حالات ہیں تو وہ اس قابل کب ہیں کہ ان سے دوستی یا دوستی کا برتاؤ کیا جاوے یہ تقریر سننے والے کے دل سے دوستی کا خیال حک کرنے کے لئے تو بس ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان مخالفت پر آگاہ ہو کر اس فکر میں پڑ سکتا ہے کہ جب یہ ایسے دشمن ہیں تو کہیں ہم کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا دیں اس لئے آگے اس کے متعلق تسلی ہے) اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی (تم اس سے بے فکر رہو تو دنیا میں تو ان کو یہ ناکامی نصیب ہوگی اور آخرت میں سزائے دوزخ ہوگی کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر (علمی) احاطہ رکھتے ہیں (کوئی عمل ہم سے مخفی نہیں اس لئے وہاں سزا سے بچنے کیلئے کسی حیلہ حوالہ کی



گنجائش نہیں)۔ یہاں پر جو غیر مذہب والوں سے خصوصیت کی ممانعت فرمائی ہے اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو اپنا ہمارا بنایا جاوے چنانچہ روح المعانی میں حضرت حسن کا تائید کرنا ایک حدیث کی جو بروایت بیہقی مشرکین کو ہمارا بنانے کی ممانعت میں آئی ہے اس آیت سے منقول ہے۔ اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے خاص امور انتظامی میں اس کو دخل دیا جاوے۔ چنانچہ کبیر میں حضرت عمر کا انکار فرمانا ایک نصرانی کو نشی بنانے سے اسی آیت کی بنا پر مذکور ہے اور گوشان نزول خاص ہے مگر عموم الفاظ سے حکم عام ہے چنانچہ سلف کا استدلال اس کا مؤید بھی ہے اور باقی تفصیل ضروری اس مسئلہ کی پارہ تسلک السرسل کے نصف کے بعد آیت لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ تفسیر میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور مَا عَيْنُكَ کے ترجمہ میں جو احقر نے مضرت دینی و دنیوی لکھی ہے دینی مضرت تو وہ ہے جسکو اس پارہ کے اول رکوع میں فرمایا ہے۔ يُوَدُّوكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كُفْرَيْنِ اور دنیوی مضرت بہت سے امور ہیں اور یہود نے جو مؤمنین میں تفرق پیدا کرنا چاہا تھا اس میں دونوں مضرتیں ہیں۔ اور یہ جو فرمایا گیا کہ بات چیت میں بغض ظاہر ہو پڑتا ہے سو یہ امر مشاہد ہے کہ جب دل میں بہت غبار ہوتا ہے کتنا ہی زبان کو سنبھالے مگر کچھ نہ کچھ منہ پر آ ہی جاتا ہے۔ اور یہ کہنے کو جو فرمایا مَوْتُوا بِغِيظِكُمْ اس میں ایک فن اخلاق کے متعلق ایک عظیم فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ جب کسی سے علاقہ قطع کرنا کسی مصلحت واجب الرعاۃ سے ضروری ہو تو کوئی دلخراش بات اس شخص کو کہہ دینا قطع علاقہ میں نہایت مؤثر ہے مگر یہ ایذا احد اباحت شرعیہ سے متجاوز نہ ہو تو یہاں یہ نفع بھی ہے۔ اور ہر چند کہ یہاں کہنے کا حکم ظاہراً صرف حضور ﷺ کو ہے مگر آپ کے تابعین اس خطاب میں بھی تابع رہیں گے۔ اور یہ جو اخیر میں فرمایا کہ ان کے کید سے کچھ ضرر نہ ہوگا اگر اس خطاب کی خصوصیت پر نظر کی جاوے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ یہ یہود صحابہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے اور اگر عام لیا جاوے جیسا صبر و تقویٰ کے ساتھ اس کو معلل فرمانا عموم کے مناسب بھی ہے تو اگر کہیں صبر و تقویٰ کی کمی سے مخالف کو غلبہ ہو گیا ہے تب بھی اشکال نہیں اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے اور اگر باوجود استقلال اور تقویٰ کے گاہے غلبہ ہوا ہے گویا قلیل ہوا ہے اور وہ بھی بمصلحت ابتداء تو دفع اشکال کی یہ تقریر ہے کہ نفی ضرر حقیقی کی ہے نہ ضرر صوری کی سو چونکہ مؤمنین کو اس میں منافع دنیویہ مثل تہذیب اخلاق وغیرہ و منافع دینیہ مثل ثواب و قرب اس ضرر ظاہری سے زائد مل رہتے ہیں اور نیز اس سے بوجہ رضا و توکل کے ان کے قلوب مشوش نہیں ہوتے اور تشویش قلب ہی روح ضرر ہے اس لئے وہ ضرر معتد بہ اور حقیقی نہیں محض سورۃ ضرر ہے جس کا حقیقت کے

مقابلہ میں اعتبار نہیں جیسا کہ کسی جماعت کا ایک شخص قتل ہو جاوے باقیوں کو فتح ہو جاوے عرف میں اس کو اسی بنا پر ضرر نہیں کہتے خوب سمجھ لو۔

و بطل : یہاں تک محاجہ باللسان کا مضمون تھا آگے محاجہ باللسان کا مضمون مذکور ہوتا ہے جس کے ضمن میں تین قصوں کی طرف اشارہ ہے۔ غزوہ احد اور یہی زیادہ ہے اور غزوہ بدر ان آیات میں وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ الْخ اور غزوہ حراء الاسد اس رکوع میں اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِقَوْلِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ الْخ اور علاوہ مناسبت مذکورہ مقابلہ کے ایک خاص مناسبت اگلے مضمون کی اوپر والے مضمون سے یہ بھی ہے کہ اوپر فرمایا ہے وَ اِنْ تَصَدَّقُوا وَ تَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُ هُمْ شَيْئًا آگے کا مضمون بطور اس کی دلیل کے ہے کہ تم اپنے قصے مقاتلہ کفار کے یاد کرو جہاں صبر و تقویٰ پورا پورا کیا جیسے بدر وہاں کید کفار سے کچھ ضرر نہ پہنچا اور تم غالب رہے اور جہاں انہیں کسی قدر کمی آگئی تھی وہاں ضرر ہو گیا جیسے احد میں مغلوب ہو گئے پھر حراء الاسد میں باوجود یکہ واقعہ احد سے تازہ زخم خوردہ تھے لیکن استقلال و تقویٰ سے کام لیا پھر کامیاب ہوئے اس مضمون بالا کی پوری تائید ہوگئی۔

قصہ غزوہ احد : ۱۷ رمضان یوم جمعہ ۲۷ ہجری میں جب غزوہ بدر میں جو کہ اول جہاد ہوا ہے کفار قریش کو شکست ہوئی تو نصف شوال ۳۰ ہجری میں پھر بدلہ لینے کی غرض سے مدینہ پر چڑھ آئے۔ تین ہزار آدمیوں کا جمع تھا رسول ﷺ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر میدان میں مقابلہ کے لئے تشریف لائے میدان میں پہنچنے کے بعد عبد اللہ بن ابی منافق جو بادبایا ساتھ ہو لیا تھا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر میدان سے واپس ہو گیا۔ بعض صحابہ نے سمجھایا بھی مگر وہ کہنے لگا کہ اگر لڑائی کا موقع ہوتا تو ہم شریک ہوتے بے فائدہ کون اپنی جان دے۔ بنی سلمہ اور بنی حارثہ دو قبیلے ہیں انصار کے ان کو واپس ہوتے دیکھ کر ان کی ہمت میں بھی کچھ سستی پیدا ہونے لگی اور واپسی کا وسوسہ گزرنے لگا لیکن اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور اس وسوسہ کو دفع کیا۔ غرض سات سو آدمی رہ گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے سب کی موقع سے میدان میں احد پہاڑ کے قریب صف آرائی کی اور عبد اللہ بن جبیر صحابی کو پچاس تیر اندازوں پر افسر کر کے ایک مورچہ پر پشت لشکر کی طرف مقرر فرمایا کہ اس مورچہ کی حفاظت رکھو تا کہ ہماری پشت کی طرف سے غنیم نہ آ جاوے اور یہاں ہی سے تیر اندازی کرتے رہو۔ چنانچہ بڑے موقع سے لڑائی شروع ہوئی اور مسلمان غالب آ گئے۔ عبد اللہ بن جبیر کے ساتھی یہ سمجھ کر کہ یہاں پر ٹھہرنا معلل تھا خوف ضرر کے ساتھ اب تو ہمارے بھائی غالب ہو گئے اب کیا اندیشہ رہا اس لئے وہ حکم ختم ہو گیا۔ باستثناء بارہ آدمیوں کے سب اس جگہ سے جدا ہو کر کفار کے تعاقب میں چلے اور غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار نے



موقع پا کر مورچہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کیا۔ اب آگے بھی کفار پیچھے بھی کفار اور اسی حالت میں حضور کا دندان مبارک بھی یعنی اس کا ایک ریزہ شہید ہو گیا اور کسی کافر نے اس میں پکار دیا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ان ناگہانی حوادث اور پریشانیوں سے اس وقت مسلمان سراسیمہ ہو کر باستثناء ایک جماعت کے سب کے پاؤں اکھڑ گئے جو کہ ان اسباب قویہ پر نظر کر کے چنداں مستعد نہیں۔ یہ قصہ اتنا ہی لکھا گیا جس کی ضرورت تفسیر میں واقع ہوگی۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَئِنْ نَصَرْنَا وَنَتَّقُوا لَإَيُضِرَّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا چونکہ بعض اوقات باوجود صبر و تقویٰ کے عداوت کی جانب سے ضرر پہنچنا مشاہد ہوتا ہے پس آیت ضرر حقیقی کی نفی پر محمول کی ہوگی نہ مطلق ضرر پر جو صوری کو بھی شامل ہو پس اس آیت کا بھی وہی مدلول ہوگا جو آیت سابقہ کا مدلول ہے ۱۲۔

**اللفات:** فی القاموس البطانة بالكسر السرية ووسط الكورة والصاحب الوليحة. ومن الثوب خلاف ظهارته الا لو فی روح المعانی التقصير وهو لازم يتعدى الى المفعول بالحرف وقد يستعمل متعديا الى مفعولين فی قولهم لا آلوک نصحا ولا آلوک جهدا علی تضمین معنی المنع اول خیل الفساد ۱۲۔

**النحو:** فی الروح هانتهم اولاء قيل انتم مبتدا واولاء خبره والجملة بعد مستانفة اه امی للبيان قلت وها للتنبيه علی خطاء المخاطبين فی اتخاذهم بطانة وراعت کل ذلك فی الترجمة ۱۲۔

**البلاغة:** عصوا علیکم فی روح المعانی عض الانامل عادة النادم الالاف الفاجر ولهذا اشیر به الی حال هؤلاء وليس المراد ان هناك عصا بالفعل ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قرأ ابن کثیر ونافع وابو عمرو وبعقوب لا یضرکم بکسر الصاد وجزم الراء علی انه جواب الشرط من ضاره یضیره بمعنی ضره یضره ۱۲۔

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابن اسحق وغیره عن ابن عباس قال کان رجال من المسلمین یواصلون رجالا من یهود لما کان بینهم من الجوار والحلف فی الجاهلیة فانزل الله تعالی فیهم عن مباظنتهم تخوف الفتنة علیهم هذه الآیة واخرج عبد بن حمید انها نزلت فی المنافقین من اهل المدينة نهی المؤمنون ان یتولواهم آه قلت والجمع بینهما ممکن ولا یذهب علیک ان سبب النزول اوضح دلیل علی ان الموالاة واتخاذ البطانة وان لم یکن عن قلب فانه منہی عنه مطلقا كالصدقة ونحوها اللهم الا عن ضرورة یعتبرها الشرع ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ترجمة الانامل انگلیاں هذا اخذ

بحاصل المحاوره وهی فی الاصل رؤس الاصابع ۱۲۔ ۲۔ قوله فی ترجمة الحسنة انہی حالت فالمراد بالحسنة ما فی الدنیا لا الاخریة من الطاعات صرح به فی الکبیر ۱۲۔ ۳۔ قوله فی ف عموم الفاظ سے ولا یخالجک ان آخر الآیة خاص بالمنافقین لقوله تعالی اذا لقوکم قالوا آمنا ونحوه لما فی الکبیر انه ثبت فی اصول الفقه ان اول الآیة اذا کان عاما وآخرها خاصا لم یکن خصوص آخر الآیة مانعا من عموم اولها ۱۲۔ ۴۔ قوله ریزہ کذا فی حاشیة البخاری عن المجمع ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) وقد اورد العلامة ابن تیمیة الحرانی فی اقتضاء الصراط المستقیم عن مسند الامام احمد ثم قال سندہ حسن ۱۲ محمد شفیع الدیوبندی غفرلہ (۲) قوله تین سو آدمیوں کو ان منافقین ان تین سو ہی میں منحصر نہ تھے۔ اب اس پر یہ شبہ وارد نہیں ہوتا کہ یہاں سے لیکر دور تک قصہ احد چلا گیا ہے اور جا بجا منافقین کا ذکر آتا گیا ہے اور شروع ہی میں یہ مضمون ہے کہ سردار منافقین مع اپنے تین سو ساتھیوں کے میدان جنگ سے واپس ہو گیا۔ اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ اب کوئی منافق لشکر میں نہ تھا محض مؤمنین مخلصین ہی تھے۔ لیکن آگے چل کر بار بار منافقین کا ذکر خاص میدان جنگ ہی کے سلسلہ میں آتا ہے تو یہ تعارض ہوا۔ تقریر جواب کی یہ ہے کہ منافقین کا تین سو ہی میں منحصر ہونا نہایت مستبعد ہے یہ منافقین اکثر یہود تھے اور مدینہ میں ان کی کثرت معلوم ہے تو تین سو کا جدا ہو جانا مستلزم اس کو نہیں کہ کوئی منافق موجود نہ رہا ہو۔ چنانچہ قطع نظر روایات کے خود قرآن مجید کی بعض آیات سے ان کی شرکت معلوم ہوتی ہے بقوله تعالی ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمْنَةً نَّعْلًا یَغْشَی طَایْفَةً مِنْکُمْ وَطَایْفَةٌ قَدْ اَهْتَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ الْآیة باقی یہ کہ یہ لوگ جدا کیوں نہیں ہوتے یا تو ان کو اتفاقاً موقع نہ ملا ہو یا عمداً اس مصلحت سے رہ گئے ہوں کہ مسلمانوں کو موقع بموقع برے مشورے دیں یا ان کے اشرار اپنی جماعت کو پہنچا دیں جیسا دوسری آیتوں میں ایسے مواقع میں ان کی معیت بھی اور معیت کی یہ مصلحت بھی مصرح ہے۔ قال تعالی فی سورة النساء ان الله جامع المنافقین

وَالْکَافِرِیْنَ فِی جَمْعِهِمۡ جَمِیْعًا الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُّونَ بِکُمْ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ فَتْنٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوا لَکُمْ نَکْرٌ مِّمَّا کُنَّ تَعْمَلُ الْآیة وقال تعالی فی سورة التوبة وَفِیْکُمْ سَمْعُونُ لَکُمْ اس لئے اجزائے قصہ میں کوئی تعارض نہیں ۱۲۔



وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۖ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتٌ مِنْكُمْ أَنْ

اور جبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقابلہ کرنے کے لئے مقامات پر جمارہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے سب جان رہے تھے، جب تم میں سے دو جماعتوں نے

تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا طَوْعًا عَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ

دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا، اور پس مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے۔ اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِذْ يَقُولُ الْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكَمُ الْإِنْفِ مِنْ الْمَلَائِكَةِ مُزْلِلِينَ ۝

تم بے سرو سامان تھے، سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔ جبکہ آپ مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُبَدِّلْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝

کے ساتھ جو تارے جاویں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آئیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرما دے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ لِيَقْطَعَ

وضع بنائے ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اسکے لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ ہر دست میں حکیم

طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتُهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝

ہیں تاکہ کفار میں سے ایک گروہ ہلاک کر دے یا ان کو ذلیل و خوار کر دے پھر وہ ناکام لوٹ جاویں۔

تفسیر: شروع قصہ احد:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ (الی قولہ تعالیٰ) وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ آپ صبح کے وقت (تاریخ قتال سے پہلے) اپنے گھر سے (اس غرض سے) نکلے (کہ) مسلمانوں کو (کفار سے) مقابلہ کرنے کیلئے (مناسب) مقامات پر جما (نے کیلئے آمادہ کر) رہے تھے (پھر اسی تجویز کے موافق سب کو ان مقامات پر جمادیا) اور اللہ تعالیٰ (اس وقت کی باتیں) سب سن رہے تھے (اور اس وقت کے حالات) سب جان رہے تھے جب (اسی کے ساتھ یہ قصہ بھی ہوا کہ) تم (مسلمانوں) میں سے دو جماعتوں نے (کہ وہ بنی سلمہ و بنی حارثہ ہیں) دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں (اور ہم بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح اپنے گھر جا بیٹھیں) اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا (بھلا ان کو کب ہمت ہارنے دیتا چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کو اس خیال پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا) اور (ہم آئندہ کے لئے ان جماعتوں کو اور سب کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ جب تم مسلمان ہو) پس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے (اور ایسی کم ہمتی کبھی نہ کرنا چاہئے) صحابہؓ پر خدا تعالیٰ کی کیسی عنایت ہے کہ بیان جرم کے ساتھ ان کو بشارت ولایت بھی سنادی جس میں وعدہ معافی مفہوم ہوتا ہے اور جرم بھی کتنا خفیف بتلایا کہ واپسی نہیں صرف کم ہمتی پھر اس

کا بھی وقوع نہیں بلکہ خیال پس یا تو صدور اتنا ہی ہوا ہو یا بعض صادر کو ذکر نہیں فرمایا اور تقدیر اول پر عتاب کی وجہ ان حضرات کا غایتِ تقرب ہے ”نزدیکیاں رابٹش بود حیرانی“ اور اس بشارت کی وجہ سے ان میں سے بعض صحابہؓ کا یہ قول صحاح میں آیا ہے کہ ہم باوجود اظہارِ عتاب کے اس آیت کے نازل نہ ہونے کے متنبی نہیں کیونکہ عتاب کے ساتھ عنایت کا کلمہ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا بھی تو ہے۔ خوب کہا گیا ”اگر یکبار گوید بندہ من ☆ از عرش بگذر و خندہ من“۔ فقط۔

و ربط: تقریر ربط اوپر آیت وَإِذْ غَدَوْتَ کی تمہید میں مذکور ہو چکی اب قصہ بدر کی نصرت کا صبر و تقویٰ کی بدولت ہونا بیان فرماتے ہیں۔

قصہ نصرت بدر:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو (غزوہ) بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم (محض) بے سرو سامان تھے (کیونکہ مجمع بھی کفار کے مقابلہ میں کم تھا وہ ایک ہزار تھے اور مسلمان کل تین سو تیرہ تھے اور تمہارا وغیرہ بھی بہت کم تھے) سو (چونکہ یہ منصور ہونا بدولت تقویٰ کے تھا جس میں استقلال و صبر بھی داخل ہے) تو تم پر لازم ہے کہ آئندہ بھی (اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو) اسی کا نام تقویٰ ہے (تاکہ تم) (اس نعمت نصرت کے) شکر گزار رہو (کیونکہ شکر گزاری صرف



زبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پورا شکر یہ ہے کہ زبان و قلب بھی مشغول ہو اور طاعات کی بھی پابندی ہو بالخصوص جب کہ اس طاعت کا اس نعمت میں ذخیل ہونا بھی ثابت ہو جاوے (ف: بدر اصل میں ایک کنویں کا نام ہے جو بدر بن قریش نے کھودا تھا۔ کذا فی القاموس۔ یہ لڑائی اسکے قرب میں ہوئی تھی۔ آگے اس نصرت کی کسی قدر تفصیل ہے۔

تمہ قصہ بدر: اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (یہ نصرت اس وقت ہوئی تھی) جب کہ آپ (اے محمد ﷺ) مسلمانوں سے (جبکہ وہ یہ خبر سن کر کہ مشرکین کی اور مدد آرہی ہے پریشان تھے بوجی الہی) یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو (تقویت قلب کیلئے) یہی امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو (اسی کام کے لئے آسمان سے اتارے جاویں گے) (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے درجہ کے فرشتے ہونگے۔ ورنہ جو فرشتے پہلے سے زمین پر موجود تھے ان سے بھی یہ کام لیا جاسکتا تھا اور اس کے قبل مسلمانوں کی دعا واستغاثہ پر ایک ہزار ملائکہ کے بھیجنے کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا سورۃ انفال میں ہے تو یہ مکرر وعدہ زیادت اور زیادہ تقویت قلب میں موثر ہے چنانچہ اوپر کے استفہام کا جواب خود ہی ارشاد ہوا کہ) ہاں کیوں نہیں (کافی ہوگا یعنی کافی ہوگا اب آگے ایک زیادت کا اور وعدہ ہے ایک خاص شرط سے وہ یہ کہ) اگر (مقابلہ کے وقت) مستقل رہو گے اور متقی (بنے) رہو گے (یعنی کوئی امر خلاف اطاعت نہ کرو گے) اور (اگر) وہ لوگ تم پر ایک دم سے (بھی) آپیچیں گے (جس میں عادۃ خلق سے مدد پہنچنا مشکل ہوتا ہے) تو (جب بھی) تمہارا رب تمہاری امداد فرماوے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہونگے (جیسی عادت متعارفہ ہے کہ فوج کی کوئی خاص وردی ہوتی ہے اس میں اشارہ ہے کہ وہ فرشتے خاص اسی کام کے لئے بھیجے جاویں گے۔ اس خبر دینے سے یہ فائدہ ہے کہ جو شخص کسی خاص کام کے لئے آتا ہے عادۃ اس کام کی اس سے زیادہ امید ہوتی ہے اس مکرر درمکرر وعدہ سے اور زیادہ قلوب کی تقویت کا فائدہ ہوا) ف: یہ تین وعدے تھے اول ایک ہزار کا دوسرا تین ہزار کا تیسرا پانچ ہزار کا سوا اول کا سبب تو آیت انفال میں استغاثہ و دعا کا ہونا مصرح ہے دوسرے کا سبب مشرکین کیلئے امداد آنے کی خبر سن کر پریشان ہونا روایات سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر وغیرہما نے شعی سے روایت کیا کہ مسلمانوں کو بدر کے دن یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر بحاری مشرکین کی امداد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے

یہ خبر بہت شاق معلوم ہوئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور گوسبب قریب یہ پریشانی ہے لیکن اصلی سبب جیسا کہ اس آیت کی وجہ ارتباط سے آیات بالا یعنی اِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ کے ساتھ جس کی تقریر شروع تمہید اذ غدتوں میں گزر چکی ہے مفہوم ہوتا ہے یہ ہے کہ صبر و تقویٰ جس کے ساتھ یہ حضرات پہلے سے موصوف تھے وہ سبب ہوا ان پر رحمت متوجہ ہونے کا اور پریشانی رفع کرنے کا بلکہ اگر وعدہ اول کا سبب اصلی بھی اسی صبر و تقویٰ سابق کو کہا جاوے تو از بس مناسب ہے کیونکہ تقویٰ کی برکت قبول دعا میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اور تیسرے وعدہ کا سبب خود اس آیت میں مذکور ہے یعنی صبر و تقویٰ دو وقت قتال کا پس ظاہر آئینوں وعدوں کا سبب متعدد ہے اور اسی سے وعدے بھی متعدد ہوئے مگر حقیقت میں سب کا سبب ایک تقویٰ ہے جس کے اثبات کے لئے یہ آیات لائی گئی ہیں اور اس میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ تیسرا وعدہ واقع ہوا یا نہیں۔ تو شعی کا قول تو یہ ہے کہ اس میں ایک شرط و یَا تِلْكَ قَوْمٌ فُؤَادُهُمْ بھی تھی اور وہ واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ کرز مذکور کا گروہ نہیں آیا۔ اس لئے فوت شرط سے مشروط بھی فوت ہو گیا تو واقع میں بدوں اس شرط کے وعدہ ہی نہ ہوا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ وعدہ و یَا تِلْكَ قَوْمٌ کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ مقصود اس سے تاکید و مبالغہ وعدہ کا ہے جیسا تقریر ترجمہ میں احقر نے اشارہ کر دیا ہے اس لئے یہ وعدہ بھی واقع ہوا۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر وعدہ لاحقہ کا عدد مع عدد وعدہ سابقہ کے ہے یا اس کے علاوہ ہے۔ یہ دونوں اختلاف روح المعانی سے نقل کئے ہیں اور اسی میں ابن عباس کا قول ابن اسحاق و طبرانی سے منقول ہے کہ یہ وضع ملائکہ کی یوم بدر میں سفید عمامے تھے جن کا شملہ کمر پر پڑا تھا اور یوم حنین میں سرخ عمامے تھے فقط اور احد کے قصے میں نصرت بدر کا قصہ یاد دلانا بقرینہ مقابلہ اشارہ ہے کہ احد میں عدم نصرت بسبب اختلاف تقویٰ کے ہوا اور یہ اختلاف ایک تو واقعہ سے پہلے ہوا کہ بدر میں کفار کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جس کا قصہ سورہ انفال میں ہے اور بعض مفسرین نے بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا کی جو کہ اس پارہ کے نصف پر واقع ہے یہی تفسیر کی ہے اور مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ کی تفسیر میں حسن سے منقول ہے کمافی روح المعانی۔ اور دوسرا اختلاف مورچہ سے ہٹ جانا ہے پس اس بنا پر حاصل مضمون کا یہ ہوا کہ واقعہ بدر میں تقویٰ سابق و لاحق دونوں کی برکت سے نصرت ہوئی اور احد میں تقویٰ کے اختلاف سابق و لاحق کے اثر سے بے نصرتی ہوئی اور احد میں نزول ملائکہ کا قول کسی قوی دلیل پر مبنی نہیں اور یوں ملائکہ معین طور پر ساتھ رہتے ہی ہیں لیکن کلام اس غرض کیلئے نزول میں



ہے اور اس امداد بالملائکہ کی نسبت جو شبہ کیا گیا ہے اس کا جواب عنقریب آتا ہے اور نکتہ اس عدد میں یہ ممکن ہے کہ کافر ایک ہزار تھے اس لئے ایک ہزار فرشتے آئے۔ پھر جیسے کافر مسلمانوں سے تین گونہ تھے اس لئے فرشتے تین ہزار ہو گئے کہ کافروں سے تین گونہ ہیں پھر پانچ ہزار میں یہ رعایت ہے کہ لشکر کے پانچوں حصوں کے ساتھ ایک ایک ہزار ہیں واللہ اعلم۔

**رابطہ:** آگے امداد و نصرت مذکور کی حکمت کا بیان ہے۔

حکمت واقعہ بالآلاء: وَمَجْعَلَهُ اللَّهُ الْإِبْشَارَ لَكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) فَيَنْقَلِبُوا إِلَىٰ بَنِيهِمْ (مذکور جو ملائکہ سے ہوئی) محض اس (حکمت) کے لئے کی کہ تمہارے لئے (غلبہ کی) بشارت ہو (یعنی غلبہ کی توقع سے خوشی ہو جاوے اور تاکہ تمہارے دلوں کو اضطراب سے) قرار ہو جاوے (پس) ایک فائدہ جلب منفعت ہوا دوسرا دفع مضرت چونکہ طبعاً اسباب سے تسلی ہوتی ہے اس لئے اس سبب کا سامان کیا گیا (اور) واقع میں تو نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں (کہ ویسے بھی غالب کر سکتے ہیں لیکن) حکیم (بھی) ہیں (جب وہ چاہیں) اسباب سے غلبہ دیتے ہیں یہ تو حکمت ہوئی امداد بالملائکہ کی آگے حکمت ہے منصور و مظفر فرمانے کی کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں تم کو غلبہ اس لئے دیا تاکہ کفار میں سے ایک گروہ کو (جان سے) ہلاک کر دے (چنانچہ ستر کافر رئیس قتل کئے گئے) یا ان (میں سے بعض) کو ذلیل و خوار کر دے (یعنی شکست دیدے) پھر وہ ناکام لوٹ جاویں (یعنی ان میں سے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو جاوے اور اگر دونوں ہو جاویں تو اور بھی بہتر چنانچہ دونوں باتیں ہوئیں۔ بلکہ تیسری ایک اور ہوئی کہ ستر قید ہوئے) یہاں امداد کی حکمت نہایت تصریح کے ساتھ فرمائی جس میں غور کرنے سے اس مضمون پر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ حاصل اس کا یہ ہوا کہ ان فرشتوں کے نزول سے اصلی مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے قلب کو سکون ہو۔ باقی طریق سکون کا کیا تھا سورہ انفال میں اس قصہ میں ہی فُتِبَتُوا الَّذِينَ آمَنُوا اور منجملہ وجوہ تثبیت کے یہ بھی ہے کہ اپنے روحانی تصرف سے قلوب مؤمنین میں قوت پہنچا دیں جیسا کہ مشائخ اہل تصوف کیا کرتے ہیں اور جیسا کہ ابتداء نزول وحی میں جناب رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبریل علیہ السلام کے دبانے کی یہ بھی توجیہ کی جاتی ہے۔ پس اس بنا پر نہ تو فرشتوں کا نظر آنا ضروری ہے اور نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی فرشتہ سب کفار کو ہلاک کر سکتا تھا پھر کئی ہزار کی کیا ضرورت تھی اور پھر کئی ہزار نے بھی سب کفار کو ہلاک نہ کیا۔ وجہ دفع یہ ہے کہ اصلی کام ان کا

قتال نہ تھا جیسا کہ حنین اور احزاب میں بھی ملائکہ آئے اور قتال ان کا منقول نہیں۔ گو آیت انفال فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ الخ کی ایک تفسیر میں ملائکہ کو خطاب کہا گیا ہے اور بعض روایات میں آیا بھی ہے کہ بعض مشرکین کو قتل کا ارادہ کیا مگر اس کا سراز خود جدا ہو گیا اور وہ فی الکمالین عن سہل بن حنیف بروایۃ الحاکم و تصحیح البیہقی جس سے کچھ قتال کرنا بھی معلوم ہوتا ہے مگر یہ اصلی کام نہ تھا بلکہ اس میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ ایک آدھ واقعہ ایسا ہو جاوے تو صحابہ کو آثار خارجیہ سے معیت ملائکہ کا اور زیادہ یقین ہو کر زیادہ قوت قلب کو پہنچے چنانچہ بعض صحابہ نے (اقدام حزم کے) حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز بھی سنی اور بعض نے خود بعض ملائکہ کو دیکھا بھی رواہ مسلم۔ اور گو اس مقصود یعنی تصرف روحانی کا حاصل ہونا اس پر موقوف نہ تھا کہ ان کے نزول کی خبر بھی دی جاوے لیکن ظاہر ہے کہ اس سے اور زیادہ تقویت قلب کو ہوتی ہے خوب سمجھ لو اور اوپر بیان تھا سبب نصرت کا کہ تقویٰ ہے اور یہاں بیان ہے حکمت کا کہ بشریٰ ہے پس باہم کچھ تعارض نہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ اِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا روح المعانی میں ہے کہ یہ ہم بمرتبہ عزم میں نہ تھا چنانچہ وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا اس کا قرینہ ہے کیونکہ حمایت الہیہ میں ہوتے ہوئے ایسا امر مستبعد ہے بلکہ یہ محض حدیث النفس اور وسوسہ تھا آہ ملخصاً احقر کہتا ہے کہ پس آیت صریح ہے اس میں کہ حدیث النفس بالمعصیۃ اور ولایت میں کوئی تانی نہیں ۱۲۔

**اللفاظ:** تبوی فی القاموس بواہ منزل لا وفيہ انزلہ مقاعد محل القعود ثم توسع فیہ فاطلق بطریق المجاز علی المكان مطلقاً وان لم یکن فیہ قعود کالمقام لا یلزم ان یكون فیہ قیام من روح المعانی تفشلا فی القاموس فشل کفرح فهو فشل کسل وضعف وتراخی وجنہ اه قلت الظاهر فی الآیۃ ان تراخیا کما فی روح المعانی وکان المراد بہ هنا لازمه لانه الفعل الاختیاری الذی یتعلق الہم بہ لکنہ لم یکن عن عزم ۱۲۔ فی روح المعانی الفور مصدر من فارت القدر اذا اشتد غلبانہا ویطلق علی الفضب لانه یشبہ فور القدر وعلی اول کل شیء ثم استعیر للسرعة ثم اطلق علی الحال التی لا یبطأ فیہا ولا تراخی والمعنی یاتوکم فی الحال قولہ مسومین فی القاموس السومة بالضم والیسمة والیسما والیسیماء بکسرهن العلامة ۱۲ فی القاموس الطرف الطائفة من الشئ والرجل الکریم۔ فی روح المعانی القطع الاہلاک قولہ یکتہم فی القاموس کبت رد العدو بغیظہ واذلہ ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۷۶ پر)



لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿٥٠﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جاویں اور یا ان کو کوئی سزا دے دیں کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔ اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں

الْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا

ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، وہ جس کو چاہیں بخش دیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو

أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٥٢﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٥٣﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ

سو دمت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کا مایاب ہو اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور خوشی سے کہنا مانو اللہ تعالیٰ کا اور رسول کا امید ہے

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٤﴾

کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

آپ کا بددعا فرمانا یا اس کا قصد کرنا اجتہاد اُتھانہ وحی سے اذن ثابت تھا نہ ممانعت پس عصمت کے متعلق کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

عود بقصہ احد:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(اے محمد ﷺ) آپ کو (کسی مسلمان ہونے یا کافر رہنے کے متعلق خود) کوئی

دخل نہیں (خواہ علم کا دخل ہو یا قدرت کا بلکہ یہ سب خدا تعالیٰ کے علم اور قبضہ

میں ہے کہ آپ کو صبر کرنا چاہئے) یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو (رحمت

سے) متوجہ ہو جاویں (یعنی ان کو اسلام کی توفیق دیدیں تو اس وقت صبر مبدل

بفرح و سرور ہو جاوے گا) اور یا ان کو (دنیا ہی میں) کوئی سزا دیدیں (تو اس

وقت صبر مبدل بہ تشفی قلب ہو جاوے گا اور سزا دینا کچھ بے جا بھی نہیں)

کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں (مراد اس سے کفر و شرک ہے جیسا فرمایا

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ آگے اس مضمون کی تاکید ہے) اور اللہ ہی کی ملک

ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے وہ جس کو چاہیں

بخش دیں (یعنی اسلام نصیب کر دیں جس سے مغفرت ہوتی ہے) اور جس کو

چاہیں عذاب دیں (یعنی اسلام نصیب نہ ہو اور اس وجہ سے عذاب دائمی ہو)

اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے (اور) بڑے رحمت کرنے والے

ہیں (تو بخشنے کا تو ذرا بھی تعجب نہیں کیونکہ رحمت تو ان کی سابق ہی ہے اسی

لئے عذاب دینے کی وجہ اوپر بیان فرمائی فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ) صبر کی حد اور

اجتہاد دو چیزوں کو فرمایا ان کا مسلمان ہو جانا یا کسی ہلاکت و وبال میں مبتلا

ہو جانا، کیونکہ دونوں حالتوں میں صبر ختم ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ صبر ناگوار حالت

پر ہوتا ہے اور یہ دونوں حالتیں موافق طبیعت کے ہیں اور مطلب نفی دخل کا یہ

تفسیر: ربط: آگے پھر عود ہے قصہ احد کی طرف۔ درمیان میں مجملًا

قصہ بدر کا بمناسبت مقام کے مذکور ہو گیا تھا اور سبب اس کے نزول کا یہ ہوا کہ

اس غزوہ احد میں حضور اقدس ﷺ کا دندان مبارک جو کہ سامنے کے دو اوپر

دو نیچے کے دانتوں کی کروٹوں میں چار دانت ہوتے ہیں دو اوپر داہنے بائیں دو

نیچے داہنے بائیں ان چاروں میں نیچے داہنی طرف کا دانت تھا شہید ہو گیا اور

چہرہ مبارک مجروح ہو گیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ ایسی قوم کو کیسے فلاح ہوگی

جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا کیا۔ حالانکہ وہ نبی ان کو خدا کی طرف بلا رہا

ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اخر جہ فی لباب النقول عن احمد

ومسلم عن انس اور بخاری سے ایک قصہ اور بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے بعض

کفار کے لئے بددعا فرمائی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ سب مسلمان ہو

گئے۔ یہ دونوں قصے تو احد کے واقعہ کے متعلق ہوئے اور ایک روایت مسلم سے

نقل کی ہے کہ رعل و ذکوان اور عصبہ قبائل کفار کے لئے یہ بددعا فرمایا کرتے

تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اس میں یہ اشکال کیا ہے کہ رعل و ذکوان کا

واقعہ بعد احد کے ہوا ہے تو تطبیق نہیں ہو سکتی۔ پھر خود جواب دیا ہے کہ اس روایت

میں اتنا مضمون مدرج منقطع ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس پہلی روایات صحیح

ہیں اھ لیکن یہ اشکال باقی رہا کہ پھر آپ نے کیوں بددعا فرمائی۔ اس لئے جواب

صحیح یہ ہے کہ ممکن ہے آپ نے بقرینہ شخصیں ضمائر اس حکم کو اہل احد کے ساتھ

خاص سمجھا ہو بالخصوص یَتُوبَ عَلَيْهِمْ سے اشارہ ان کے احتمال ایمان کا بھی

معلوم ہوتا ہے۔ رعل و ذکوان میں یہ موانع ظاہر نہ تھے اس لئے بددعا فرمادی ہو

اور وہی آیت دوبارہ وحی سے یاد دلانی گئی ہوتا کہ آپ کو حکم کا عموم معلوم ہو جاوے

باشترک علت یعنی احتمال ایمان اگرچہ غیر ناشی عن دلیل ہو اور جاننا چاہئے کہ



ہے کہ بدوں اعلام الہی علم نہیں۔ اس لئے احتمال مسلمان ہونے کا رہا پھر بد دعا کب مناسب ہے چنانچہ بعض مسلمان ہوئے اور بدوں مشیت الہی تدبیر میں اثر نہیں اسلئے اسکی فکر بھی نہ چاہئے اور اس فکر اصلاح ہی سے غصہ و غم پیدا ہو جاتا تھا فقط۔

**ربط :** بذیل آیہ اذ تقول للمؤمنین عنوان فائدہ میں لکھا گیا ہے کہ احد میں عدم نصرت بسبب اختلاف تقویٰ کے ہوا ایک اختلاف قبل واقعہ کے دوسرا عین واقعہ الخ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض اوقات خطایائے سابقہ دوسری اور خطاؤں کے صدور اور بعض طاعات میں خلل ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہیں چنانچہ روح المعانی میں بھی تحت آیہ اِنَّهَا لَشَتَّى لَكُمْ کے اس کی تصریح ہے اور تجربہ بھی ہے اسلئے آگے تقویٰ کی تاکید اور اسکے بعض فروع مہمہ کی تصریح اور بعض بڑے معاصی سے مثل ربا کے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں تاکہ پابند حدود و شریعہ رہیں تو آئندہ پھر کسی موقع پر کوئی مضرت پیش نہ آوے۔

امر بعض شعب تقویٰ و نہی از بعض معاصی :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمُ الرِّبَا (الہی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اے ایمان والو سود مت کھاؤ (یعنی مت لو اصل سے) کئی حصے زائد (کر کے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو (یعنی جنت نصیب ہو اور دوزخ سے نجات ہو) اور اس آگ سے بچو جو (در اصل) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے (یعنی سود وغیرہ گناہ مت کرو جو دوزخ میں لیجانے والے ہیں) اور خوشی سے کہنا مانو اللہ کا اور (اس کے) رسول ﷺ کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے (یعنی قیامت میں) ف: یہ جو فرمایا کہ اصل سے کئی حصے زائد کر کے الخ سود کے حرام ہونے کی قید نہیں کیونکہ سود قلیل ہو یا کثیر سب حرام ہے بلکہ اس زمانہ کا دستور اسی طرح تھا چنانچہ شان نزول سے معلوم ہوتا ہے جو لباب النقول میں مقرر فرمایا بیجاہد سے مروی ہے کہ لوگ باہم معاملہ بیع کا

ایک میعاد معین پر دام دینے کے وعدے سے کیا کرتے۔ جب وہ میعاد معین آ جاتی اور دام نہ ادا ہوتے تو دام بڑھا کر اور مہلت دے دیا کرتے اور نیز بسند مذکور عطا سے مروی ہے کہ جاہلیت میں قبیلہ ثقیف بنی نضیر سے معاملہ دین کا کرتے جب میعاد آ جاتی تو کہتے کہ ہم تم کو بڑھا کر دے دیں گے تم اور مہلت دے دو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اھ غرض اسی طرح بار بار کرتے چنانچہ روح المعانی میں یہ لفظ بھی ہے وھکذا عند کل اجل اھ اس لئے اس آیت میں اسی کا بیان کر دیا اور دوسری آیت میں مطلقاً بلا کسی قید کے حرام فرما دیا جیسے سورہ بقرہ کی آیت وَحَرَّمَ الرِّبَا گزر چکی ہے پس دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ یہ صورت بھی حرام ہے اور دوسری صورتیں جو اس کے علاوہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔ خوب سمجھ لو آج کل بعضے ہوا پرست اس قید سے جو کہ واقعی ہے احترازی نہیں ہیں عام مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور دراصل اس لئے کہا گیا کہ گناہوں کی وجہ سے بعضے مسلمان بھی جاویں گے۔ لیکن ان کا اصل مسکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بعد سزا کے آخر میں ببرکت ایمان کے اس سے نکل آویں گے۔ **ربط :** آگے بھی تہہ ہے مضمون سابق کا جس میں ترغیب ہے تحصیل شعب تقویٰ کی مع وعدہ ثمرہ تقویٰ کے کہ مغفرت اور جنت ہے۔ پس اوپر دوزخ سے بچنے کو فرمایا تھا یہاں جنت لینے کو فرماتے ہیں۔

**الحق:** قوله اذ يتوب بمعنى الا ان او الى ان ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في ترجمة ليس لك خود فائدہ هذا

القيد مذکور فی ف بقوله بدون اعلام وقوله بدون مشیت ۱۲۔

۲۔ قوله فی ف در اصل اس لئے کہا الخ يؤيده ما فی روح المعانی عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه كان يقول ان هذه الآية هي اخوف آية في القرآن حيث اوعد الله تعالى المؤمنين بالنار المعدة للكافرين ان لم يتقوه فی اجتناب محارمہ ۱۲



وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ

اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہو اور طرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ایسے لوگ جو کہ

وَالصَّرَّاءِ ۝ وَالْكُظَّيْنِ الْغِيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً

خرج کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس

أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَ

میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر صراحت نہیں

هُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتْ بُعْرَىٰ مِّن تَحْتِهَا الْآنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنَعْمَ أَجْرُ

کرتے اور وہ جانتے ہیں ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوگی ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ اور اچھا حق الخدمت ہے

### الْعَمِلِينَ

ان کام کرنے والوں کا۔

**تفسیر:** امر بہ شعب تقویٰ و وعدہ جزائے او:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَنَعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے (نصیب) ہو اور (دوڑو) طرف جنت کے (مطلب یہ کہ ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے پروردگار تمہاری مغفرت کر دیں اور تم کو جنت عنایت ہو اور وہ جنت ایسی ہے) جس کی وسعت ایسی (تو) ہے (ہی) جیسے سب آسمان اور زمین (اور زیادہ کی نفی نہیں چنانچہ واقع میں زائد ہونا ثابت ہے اور) وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے جن میں ایک تو اعلیٰ درجہ کے مسلمان) ایسے لوگ (ہیں) جو کہ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں (ہر حال میں) فراغت میں (بھی) اور تنگی میں (بھی) اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو (جن میں یہ خصال ہوں بوجہ اکمل) محبوب رکھتا ہے اور (ایک ان مذکورین کے اعتبار سے دوسرے درجہ کے مسلمان) ایسے لوگ (ہیں) کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو (معا) اللہ تعالیٰ (کی عظمت اور عذاب) کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں

مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو (رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار اور (ہٹ) نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے۔ مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں) ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور (بہشت کے) ایسے باغ ہیں کہ ان کے (درختوں اور مکانوں کے) نیچے سے نہریں چلتی ہوگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (اور اسی مغفرت اور جنت کی تحصیل کا شروع آیتوں میں حکم تھا بیچ میں طریقہ اس کا بتلایا ختم پر اس کا وعدہ فرمایا) اور (یہ) اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا (وہ کام استغفار اور حسن اعتقاد ہے اور استغفار کا مضمون آئندہ طاعات کی پابندی ہے جس پر عدم اصرار دلالت کرتا ہے) ان آیتوں میں دو درجوں کے مسلمانوں کا بیان ہے ایک اعلیٰ درجہ کے ایک ان سے کم اور خدا سے ڈرنے والوں میں سب آگئے کیونکہ توبہ بھی خدا کے ڈر ہی سے ہوتی ہے۔ اور محب کے ترجمہ میں بوجہ اکمل اس لئے قید لگائی کہ نفس محبوبیت سب اہل اسلام میں مشترک ہے۔ البتہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے اکمل درجہ کی محبوبیت خاص ہے۔ باقی ضروری قیود اور فوائد خود تقریر ترجمہ سے واضح ہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَالْكُظَّيْنِ الْغِيْظِ الخ اس سے ثابت ہوا



**اللغات:** العرض السعة و خلاف الطول كذا في القاموس ۱۲ .  
**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في ترجمة سارعوا الى مغفرة الیے نیک کام الخ فالتقدير الى موجبات المغفرة كذا صرحوا ۱۲ .  
 ۲. قوله في ترجمة السموات سب آسمان فاللام للاستغراق ۱۲ .  
 ۳. قوله في ترجمة عرضها زیاده کی نفی الخ فالتخصیص للتفهیم ۱۲ .  
 ۴. قوله في ترجمة المتقين یعنی مسلمانوں الخ لان کل مومن خائف بتفاوت المراتب ۱۲ . ۵. قوله في ترجمة المحسنين الیے الخ اشارة الى كون اللام للعهد ۱۲ . ۶. قوله في ترجمة الفاحشة زیادتی ہو الخ هذا الفرق فی البیضاوی ۱۲ . ۷. قوله في توضیح ومن یغفر الذنوب اسکا اختیار نہیں رکھتے محصلہ ان ابراء العباد شرط للمغفرة لا مغفرة فانها خاصة بالله تعالى ۱۲ . ۸. قوله في ترجمة نعم یہ الخ اشارة الى حذف المخصوص بالمدح ای ذلک کذا فی البیضاوی ۱۲ . ۹. قوله في ترجمة یعلمون حسن اعتقاد فالحال مفيدة لذلك فالتقید احتراز لان التوبة لا یقبل الا من حسن الاعتقاد ۱۲ .

کہ غیظ طبعی کمال کے منافی نہیں چنانچہ کظم کا موقوف غیظ پر ہونا ظاہر ہے۔ قوله تعالى وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا إِلَىٰ قَوْلِهِ وَلَمْ يُجِزُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا الخ روح میں ہے کہ حسن سے روایت ہے کہ یہ بھی صفت اسی کی ہے جس کی صفت الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ الخ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانا جب کہ توبہ کر لیں اور اصرار نہ کریں محسن ہونے کے منافی نہیں کیونکہ محسن بھی انہیں کو فرمایا ہے۔ اگر احسان سے مراد معنی متعارف یعنی دوسرے کو نفع پہنچانا ہو تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر احسان کے وہ معنی ہوں جو حدیث میں ہے ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراک تب اس لئے کہ اگر ان میں منافات ہو تو لازم آتا ہے کہ محسن اسی شخص پر صادق آوے جو معصوم کے درجہ کا ہو اور اس شخص پر صادق نہ آوے جس نے ایک مدت دراز تک نہایت خوبی اور شائستگی کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت اور طاعت کی ہو پھر ایک لحظہ کے لئے اس سے کوئی معصیت ہو گئی ہو۔ پھر وہ اس پر اشد درجہ نادم بھی ہوا ہو اور اہتمام سے استغفار کر لیا ہو اور میرا خیال نہیں کہ کوئی اس کا قائل ہو سکے۔ آھ ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۲۷۷) **النحو:** تبوی حال لكن لا یحتاج الى القول بانها مقدرة لكون المقصود تذكير الزمان المتسع لابتداء الخروج والتبوية وما یترتب علیها اذ هو المذكر للقصة من روح المعانی للقتال فی روح المعانی متعلق بالفعل قبله (ای تبوی) او بمحذوف وقع صفة المقاعد لا بالمقاعد لان المكان لا یعمل اذ همت فی روح المعانی قبل بدل من اذ غدوت مبین لما هو المقصود بالتذكیر ۱۲ . بشری مفعول له والاستثناء مفرغ من اعم العلل ای لشیء من الاشياء الالبشارة بانکم تنصرون قوله ولتطمئن معطوف علی البشری باعتبار الموضع وقوله لیقطع متعلق بقوله تعالى ولقد نصرکم الله وما بینهما تحقیق لحقیقة ۱۲

**البلاغة:** قوله اذلة جمع قلة لدلیل واختیر علی زلائل لیدل علی قلتهم مع زلتهم والمراد بها عدم العدة لالزل المعروف فلا یشکل دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا الخطاب ان قلنا به کذا فی روح المعانی قوله ان یکفیکم فی روح المعانی اتی بلن لتأكيد النفی بناء علی ما ذهب الیه البعض وفیه اشعار بانهم كانوا کالالیسین من النسر لقلة عددهم وعددهم ۱۲ قوله لکم الخ لالک فی روح المعانی وجه الخطاب نحو المؤمنین تشریفاً لهم وايداناً بانهم هم المحتاجون لما ذکر واما رسوله صلی اللہ علیہ وسلم فغنی عنه بما من به علیہ من التائید الروحانی والعلم الربانی قوله او یکتبهم قلت فیہ استخدام لان المقنول غیر المنهزم ۱۲

**اختلاف القراءة:** مسومین قرأ ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم بکسر الواو والیاقون بفتحها ای معلمین انفسهم او معلمین من اللہ تعالیٰ من روح المعانی قلت و ترجمت بما یصلح لکلیهما ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله آماده الخ اشار الى كون تبوی حالا مقدرة ای مقدراً للتوبة بالتهیئة کیلا تعارض مع روایات القصة التی فیها الخروج الى احدر واحاسطها ابن جریر ۱۲ . ۲. قوله جسمیں صبر واستقلال بھی داخل ہے اشارہ الی وجه الاكتفاء بقوله فاتقوا اللہ والمقام یقتضی واصبروا ایضا ۱۲ . ۳. قوله بڑے درجہ کے فرشتے الخ اخذتہ من روح المعانی ۱۲ . ۴. فی قوله ترجمتہ او یکتبہم اور اگر دونوں اشارة الی كونها مانعة الخلو ۱۲ .



قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۖ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ

باتحقیق تم سے قبل مختلف طرق گزر چکے ہیں تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ اخیر انجام تکذیب کرنے والوں کا کیا ہوا۔ یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے

وَهْدَىٰ وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٢١﴾

اور ہدایت اور نصیحت ہے خاص خدا سے ذرنے والوں کے لئے۔ اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔ اگر

يَسْأَلُكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَّوِلْهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

تم کو زخم پہنچ جاوے تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان ایام کو ان لوگوں کے درمیان ادا کرتے بدلتے رہا کرتے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ١٤ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ١٥ أَمْ حَسِبْتُمْ

جان لیویں اور تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے اور تاکہ میل کچیل سے صاف کروے ایمان والوں کو اور منافقوں کو ہاں کیا تم یہ خیال

أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمُوتُونَ مِنْ قَبْلِ

کرتے ہو کہ جنت میں جاداخل ہو گے حالانکہ، نوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ انکو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ اور تم تو مرنے کی تمنا

أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَآيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ٤

کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو اس کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا۔

(اگر اس وقت مغلوب ہو گئے تو کیا ہوا) ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور (آخر کو) غالب تم ہی رہو گے اور اگر تم پورے مومن رہے (یعنی اس کے مقتضیات پر ثابت رہے) ف: بقیہ تقریر مضمون آیت کی بیان ربط میں لکھی جا چکی ہے دیکھ لیا جاوے۔

**رابطہ :** آگے بھی تسلی ہے دوسرے طور پر جس کی تقریر ترجمہ ہی سے معلوم ہو جاوے گی۔

تسلی مسلمانان بتقریر دیگر:

اِنْ يَّمْسَسْكُمُ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهَا (الہیٰ قولہ تعالیٰ) وَیَتَحَقَّقُ الْكَافِرِیْنَ  
اگر تم کو زخم (و صدمہ) پہنچ جاوے (جیسا احد میں ہوا) تو (کوئی گھبرانے کی  
بات نہیں کیونکہ اس میں چند حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ) اس قوم کو بھی (جو کہ  
تمہارے مقابل تھی یعنی کفار) ایسے ہی زخم (و صدمہ) پہنچ چکا ہے (چنانچہ  
گذشتہ سال بدر میں وہ صدمہ اٹھا چکے ہیں) اور (ہمارا معمول ہے کہ) ہم  
ان ایام کو (یعنی غالب و مغلوب ہونے کے زمانہ کو) ان لوگوں کے درمیان  
دلتے بدلتے رہا کرتے ہیں (یعنی کبھی ایک قوم کو غالب اور دوسری کو مغلوب  
کر دیا کبھی اس کا عکس کر دیا۔ سو اسی معمول کے موافق پار سال وہ مغلوب  
ہوئے تھے اب کے تم ہو گئے ایک حکمت تو یہ ہوئی) اور (دوسری حکمت یہ  
ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (ظاہری طور پر بھی) جان لیوس (کیونکہ

**تفسیر:** ربط: آگے پھر عود ہے قصہ غزوہ احد کی طرف بطور تسلی دہی مسلمانوں کے کہ ہمیشہ سے طریق الہی چلا آیا ہے کہ انجام کار کفار ہی خائب و خاسر ہوتے ہیں سو تم اگر اس وقت اپنی بے عنوانیوں سے مغلوب ہو گئے لیکن اگر اپنے مقتضیات ایمان یعنی ثبات و تقویٰ پر قائم رہے تو اخیر میں کفار ہی مغلوب ہو گئے۔

عود بسوئے قصہ احد و تسلیہ مسلمانان:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَمِيرُوا فِي الْأَرْضِ (السی قولہ تعالیٰ) اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ بالتحقیق تم سے قبل (زمانوں میں) مختلف طرق (کے لوگ) گزر چکے ہیں (ان میں مسلمان بھی تھے کفار بھی تھے اور ان میں اختلاف و مقابلہ و مقاتلہ بھی ہوا لیکن انجام کار کفار ہی ہلاک ہوئے چنانچہ اگر تم آثار کا مشاہدہ کرنا چاہو) تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ اخیر انجام تک تکذیب کرنے والوں کا (یعنی کفار کا) کیسا ہوا (یعنی ہلاک و برباد ہوئے چنانچہ ان کی ہلاکت کے آثار اس وقت تک بھی باقی تھے جس کو دوسری آیات میں فرمایا ہے فَبَلَّغْ يٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قَوْلِكَ مَسِيحُكُمْ لَكُمْ تُمْسِكُونَ النِّعَ اِنَّهُمَا لَكُمْ اٰيَاتٌ مَّبِينَتَانِ (یہ (مضمون مذکور) بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے) کہ اگر اس میں غور کریں تو عبرت حاصل کر سکتے ہیں) اور ہدایت اور نصیحت ہے خاص خدا سے ڈرنے والوں کے لئے (یعنی ہدایت اور نصیحت بھی لوگ حاصل کرتے ہیں ہدایت یہ کہ حق و باطل کو سمجھیں اور نصیحت یہ کہ اس کے موافق عمل کریں) اور تم



جہاد میں خوب کی قید اس لئے لگائی کہ تھوڑا بہت تو جہاد ہوا ہی تھا اور نا تمام ثبات بھی رہا۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ ابھی تم سے زیادہ جہاد اور ثبات قدم واقع نہیں ہوا اور خصوصیت کے ساتھ جنت میں جانا اس پر موقوف ہے پس آئندہ کے لئے اس میں کوشش کرنا ضرور ہے۔

**وَبَط:** اوپر نصیحت تھی آگے ایک گونہ ملامت ہے انہزام پر۔

ملامت برانہزام:

وَلَقَدْ لُتْنُكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَقْلُوهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ اور تم تو (شہید ہو کر) مرنے کی (بڑی) تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو (تمنا کے بعد) اس (کے سامان) کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا (پھر اس کو دیکھ کر کیوں بھاگنے لگے اور وہ تمنا کہاں بھول گئے) **ف:** شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ سال گذشتہ بعض صحابہ جو بدر میں شہید ہوئے اور ان کے بڑے فضائل معلوم ہوئے تو بعض نے تمنا کی کہ کاش ہم کو بھی کوئی ایسا موقع پیش آوے کہ اس دولت شہادت سے مشرف ہوں۔ آخر یہ احد کا غزوہ واقع ہوا تو پاؤں اکھڑ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی لباب النقول بسند ابن ابی حاتم عن ابن عباس۔

**مسائل السکون:** قوله تعالى وَلَقَدْ لُتْنُكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَقْلُوهُ الْآيَةُ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنی کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے مگر نفس تمنی پر انکار نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مطلق تمنی موت مذموم نہیں بلکہ وہ جب سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو جائز ہے۔

**اللفات:** فی القاموس دالت الايام دارت. واللہ ید اولھا بین الناس وفيه محص الذهب بالنار اخلصه مما يشوبه ۱۲۔

**النحو والبلاغة:** قوله ان یمسسکم فی روح المعانی ان ان قد تجنی المجرد التعلیق من غیر نقل من الماضي الی المستقبل۔ قوله تعالی وتلك الايام فی روح المعانی اسم الاشارة مشاربه الی ما بعده کما فی الضمائر المبهمة التي یفسرها ما بعدھا نحو ربہ رجلا ومثله یفید التفعیم والتعظیم والا یام بمعنی الاوقات لا الايام العرفیة وتعریفھا للعهد اشارة الی اوقات الظفر والغلبة الجاریة فیما بین الامم الماضیة والآتیة ویوما بدر واحد داخلان فیھا دخولا اولیا واسم الاشارة مبتدأ والا یام صفة ونداو لها هو الخبر و بین الناس ظرف لنداو لها ۱۲۔ قوله ویعلم الصبرین فی روح المعانی نصب باضمار ان وقیل بوا والصرف والكلام من باب لا تاکل السمک وتشرب اللبن ای ام حسبتم والحال انه لم یتحقق منکم الجمع بینھما او قلت نفی الجمع قد یکون بنفی کل واحد من الجزئین وقد یکون بنفی احدهما والمقام یمحتمل کلھما فان الثبات لم یتحقق واما الجھاد فقد وقع لکن لو نظر الی الغایة صح الانتفاء ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۸۶ پر)

مصیبت کے وقت مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے) اور (تیسری حکمت یہ ہے کہ) تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا (بقیہ حکمتیں آگے آتی ہیں درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ ظلم (یعنی کفر و شرک) کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے (پس اس کا احتمال نہ کیا جاوے کہ شاید ان کو محبوب ہونے کی وجہ سے غالب فرما دیا ہو ہرگز نہیں) اور (چوتھی حکمت یہ ہے) تاکہ (گناہوں کے) میل کچیل سے صاف کر دے ایمان والوں کو (کیونکہ مصیبت سے اخلاق و اعمال کا تصفیہ ہو جاتا ہے) اور (پانچویں حکمت یہ ہے کہ) مٹا دیوے کافروں کو (یہ دو طور پر ہے ایک یہ کہ غالب آجانے سے جرأت بڑھے گی پھر مقابلہ میں آویں گے اور ہلاک ہونگے دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہونگے) **ف:** اس اخیر وجہ کا مضمون خوب ادا کیا گیا ہے

دید کی خون ناحق پر وائے شمع را چندان امان ندا کہ شب را سحر کند اور اول حکمت جو تذکرہ اول کو فرمایا خود اس تذکرہ اول میں بہت سے مصالح و حکم ہیں جن میں سے ایک بڑی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس عالم میں مکلف کا اجتلا باقی رہے اور اگر ہمیشہ مسلمان ہی غالب رہتے تو ایمان لانا کچھ بھی کمال اور جہنمی بر بصیرت نہ ہوتا اور عکس میں بھی ضعفاء فتنہ شدیدہ میں پڑ جاتے جیسا سورہ زخرف میں فرمایا وَلَوْلَا اَنْ یَّکُونَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً اَلِی قَوْلِهِ وَنُخْرِجُکُمُ الْآیَةَ اور وَلِیَعْلَمَکُمْ کے ترجمہ میں جو یہ قید لگائی کہ ظاہری طور پر اس کی توضیح پارہ سہول کے رکوع اول تفسیر لَعْلَمَکُمْ مِّنْ یَّکُنِیَ الرَّسُولُ کے فائدہ میں گزر چکی ہے۔

**وَبَط:** اوپر کی آیتوں میں تسلی تھی گذشتہ مصائب کے بارہ میں آگے تقویت قلوب مؤمنین کی فرماتے ہیں آئندہ مشقتوں کے وقوع پر۔

تقویت قلوب برمشاق:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَیَعْلَمِ الصَّابِرِیْنَ ہاں (اور سنو) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں (خصوصیت کے ساتھ) جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (خوب) جہاد کیا ہوا اور نہ ان کو دیکھا جو (جہاد میں) ثابت قدم رہنے والے ہوں **ف:** ظاہری طور پر کی قید کا موقع بیان تو ابھی اوپر کی آیت کے فائدہ میں مذکور ہو چکا ہے اور خصوصیت کے ساتھ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول ہی چلا جاوے اور درجات عالیہ پر بھی پہنچ جاوے سو یہ بدوں مشقت کے نہیں ہوتا جیسا کہ دوسرے نصوص سے معلوم ہوتا ہے اور باقی نفس دخول بعض مؤمنین کے لئے محض فضل و کرم سے بھی ہو سکتا ہے جیسا یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ سے اہل حق نے سمجھا ہے اور



وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ قُلْتَ أُوْقِلْتُ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى

اور محمدؐ نہ رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گذر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی

عَقْبِيهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا

جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ جلدی ہی عوض دے گا حق شناس لوگوں کو۔ اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدول حکم خدا کے اس طور سے کہ اس کی ميعاد معین رکھی

مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۖ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝

ہوئی رہتی ہے۔ اور جو شخص دنیوی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اسکو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص اخروی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اسکو آخرت کا حصہ دیں گے۔ اور ہم بہت جلد عوض دیں گے حق

وَكَأَيِّنْ مِنْ تَبِيِّ قَتَلَ مَعَ رَبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۖ

شنا سوں کو۔ اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت بہت اللہ والے لڑے ہیں سو نہ ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کا

وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ

زور رکھنا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے۔ اور ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار ہمارے

أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۖ وَاللَّهُ يُحِبُّ

گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیتے ہیں اور ہم کو ثابت قدم رکھیے اور ہم کو کافروں پر غالب کیجئے۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلہ دیا اور آخرت

الْمُحْسِنِينَ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُرْدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهُ

کا بھی عمدہ بدلا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کہ فردوں کا تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں گے پھر تم ناکام ہو جاؤ گے، بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست

مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ۝

ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔

عرض کیا یا رسول اللہ یہ خبر سن کر ہمارے دلوں میں ہول بیٹھ گئی۔ اسلئے ہمارے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس موقع پر یہ آیت آئندہ نازل ہوئی۔ کذا فی روح المعانی ولباب النقول عن ابن ابی حاتم وغیرہ۔ تتمہ ملامت برانہزام:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (السی قولہ تعالیٰ) وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ اور محمد (ﷺ) نے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت یا قتل متنع ہو) آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں (اسی طرح آپ بھی ایک روز آخر گذر ہی جاویں گے) سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ (جہاد یا اسلام سے) الٹے پھر جاؤ گے (چنانچہ اس واقعہ میں بعض مسلمان میدان جنگ سے بھاگ پڑے تھے اور منافقین ترغیب ارتداد کی دے رہے تھے) اور جو شخص (جہاد سے خواہ اسلام سے) الٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کریگا (بلکہ اپنا ہی کچھ کھو دیگا) اور خدا تعالیٰ جلدی ہی (نیک) عوض دے گا حق شناس لوگوں کو (جو ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد

تفسیر: ربط: جب اس غزوہ احد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا اور سر مبارک زخمی ہوا اس وقت کسی دشمن نے پکار دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کئے گئے۔ مسلمان لڑائی بگڑ جانے سے بدحواس اور منتشر ہو ہی رہے تھے اس خبر سے اور بھی کمر ٹوٹ گئی۔ کسی نے تو یہ تجویز کیا کہ اب کفار سے امن لے لینا چاہئے۔ بعضے ہمت ہار کر بیٹھ رہے اور ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے اور بعض بھاگ کھڑے ہوئے بعضے منافق بولے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے تو پھر اپنا پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کر لیا جاوے۔ بعض نے کہا کہ اگر نبی ہوتے تو قتل کیوں ہوتے۔ اور بعض نے کہا کہ اگر آپ ہی نہ رہے تو ہم رہ کر کیا کریں گے جس پر آپ نے جان دی اس پر ہم کو بھی جان دے دینا چاہئے اور اگر آپ قتل ہو گئے تو کیا ہے اللہ تعالیٰ تو قتل نہیں ہوئے۔ اس پریشانی میں اول آپ کو حضرت کعب بن مالکؓ نے دیکھ کر پہچانا اور پکار کر کہا اے مسلمانو یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ صحیح سلامت۔ غرض اس وقت پھر مسلمان مجتمع ہوئے آپ نے انکو ملامت فرمائی۔



رکھ کر اس کی اطاعت پر قائم و مستقل رہتے ہیں اور قیامت کو ملنا جلدی ہی ملنا ہے کیونکہ روزانہ قریب ہی ہو رہی ہے (اور نیز کسی کے مرنے سے اتنا گھبرانا بھی فضول ہے کیونکہ اول تو) کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں (خواہ طبعاً خواہ قتل) بدوں حکم خدا کے پھر جب خدا کے حکم سے ہے تو اس پر راضی رہنا ضرور ہے دوسرے یہ کہ جس کی موت آتی بھی ہے تو اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے (جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی تو پھر ارمان اور حسرت محض بیکار ہے وہ تو وقت پر ضرور ہوگی اور وقت سے پہلے ہرگز نہ ہوگی) اور (پھر یہ کہ اس تو حشر پر بھاگنے کا آخر نتیجہ کیا بجز اس کے کہ یہ ایک ناکافی تدبیر ہے چندے اور زندگی دنیوی کی سوائی تدبیر کا اثر سن لو کہ) جو شخص (اپنے اعمال و تدبیرات میں) دنیوی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ (بشرط اپنی مشیت کے) دے دیتے ہیں (اور آخرت میں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں) اور جو شخص (اپنے اعمال و تدبیرات میں) اخروی نتیجہ چاہتا ہے (مثلاً جہاد میں اس لئے ثابت قدم رہا کہ یہ تدبیر ہے ثواب آخرت کی) تو ہم اس کو آخرت کا حصہ (وعدہ اور ذمہ کر کے) دینگے اور ہم بہت جلد (نیک) عوض دینگے (ایسے) حق شناسوں کو (جو اپنے اعمال میں آخرت کی نعمت کہ رضا و لقا ہے چاہیں) پہلی جگہ اعمال نیک پر قائم رہنے کو شکر کہا تھا یہاں ان اعمال میں آخرت کی نیت کرنے کو شکر کہا تو کلام میں تکرار نہیں ہے۔

**فَانذِرْهُمْ: قَدْ خَلَكْتَ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ** کے انتقال فرما چکنے پر استدلال کرنا محض باطل ہے۔ کیونکہ آسمان پر زندہ اٹھ جانا یہ بھی دنیا سے گذر جانا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس طرح بھی اٹھ جاتے تب بھی صحابہ کو صدمہ موت ہی کا سا ہوتا اس لئے تسلی میں اس کو دخل تام ہے۔

**وَبَط:** آگے بھی تہم ہے ملامت کا مخلصین امم سابقہ کا حال یاد دلانا کہ دیکھو وہ کیسے مستقل رہے تم کو بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔

ذکر استقلال مخلصین امم سابقہ:

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قُتِلَ مَعْدِيْرِيْنُونَ كَيْتُوْرًا (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ بہت بہت اللہ والے (کفار کیساتھ) لڑے ہیں سو نہ تو (کام سے) ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) واقع ہوئیں اور نہ ان (کے قلب یا بدن) کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے (جو دین کے کام میں ایسے ثابت رہیں) اور (انفال میں تو ان کی کیا الغرض ہوتی) ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور

کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو (کفار کے مقابلہ میں) ثابت قدم رکھیے اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے سو (اس استقلال اور دعا کی برکت سے) ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلہ دیا (یعنی فتح و ظفر) اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ (دیا یعنی ثواب و جنت) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔ **ف:** اس میں تعلیم ہے کہ جب مصیبت آوے ظاہری تدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرے اور اپنے گناہ بخشوائے کہ اکثر مصیبت کا سبب گناہ ہوتا ہے۔

**غم** جو بنی زود استغفار کن غم بامر خالق آمد کار کن اور اس میں تعریض ہے کہ احد میں مصیبت بوجہ عدول حکمی کے ہوئی۔ اور اگر یہ اشکال ہو کہ وہ لوگ تو اللہ والے تھے پھر ان کے گناہ کیا ہونگے۔ جواب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تو انسان سے ہو ہی جاتا ہے اور ایسے اتفاقیات سے اللہ والے ہونے میں خلل نہیں پڑتا۔ خصوص اس وجہ سے کہ وہ فوراً معذرت کر لیتے ہیں۔ اور فتح و ظفر کو ثبات و دعا پر مرتب فرمانا مشعر ہے کہ یہ امور دراصل اس کے اسباب سے ہیں اور کسی عارض سے تخلف ہو جانا منافی سببیت کے نہیں خوب سمجھ لو۔

**وَبَط:** چونکہ لڑائی بگڑنے کے وقت بعض منافقین مسلمانوں سے کہنے لگے تھے کہ جب آپ ہی نہ رہے تو اپنا پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کر لیا جاوے اور اس سے ان منافقین کی خباثت اور ان کا دشمن بدخواہ ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے اگلی آیت میں مسلمانوں کو کسی امر میں ان کے مشورے کے اتباع سے ترہیب ہے جیسا اوپر مخلصین سابقین کی اتباع کی ترغیب تھی۔

ترہیب مؤمنین از قبول مشورہ کفار و منافقین:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا (الہی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو (کفر کی طرف) الٹا پھیر دیں گے (یعنی ان کا اصل مطلب یہ ہے سو کبھی وہ صراحتہ اس کی طرف بلاتے ہیں اور کبھی ظاہر میں کوئی خیر خواہی کی بات سمجھاتے ہیں لیکن اس میں بھی بچ ایسا ہی رکھتے ہیں کہ شدہ شدہ وہ تمہید اسی کی ہو جائے) پھر تم (ہر طرح) ناکام ہو جاؤ گے (غرض کسی طرح وہ تمہارے دوست نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے (پس اسی کی دوستی پر اکتفا کرو اور اسی کو مددگار سمجھو دوسرا مخالف اگر نصرت کی بھی تدبیر بتلاوے خلاف حکم خداوندی عمل مت کرو)

**مسائل السلوك:** قوله تعالیٰ اَفَاِنْ نَلَاكُ اَوْ قُتِلْنَا اَلْقَلْبُ نَمْنَعُ عَلَىٰ اَعْقَابِكُمْ الْآیۃ ظاہر ہے کہ یہاں صحابہ سے انقلاب کا وقوع نہ ہوا تھا البتہ انقلاب والوں



والہ المعتد بہ عندہ کذا فی البیضاوی قولہ ربنا اغفر لنا وفی زیادة لنا اشعار بوفور الرغبة من روح المعانی فی آخر آل عمران ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی ترجمة الا رسول خدا تو نہیں اشارۃ الی ان القصر اضافی لنفی الالہیة المقصود منه نفی خواصہا من وجوب الخلود وامتناع الموت ۱۲۔ ۲۔ قولہ طبعاً خواہ قتل اشارۃ الی ان الموت یراد بہ الاعم فی وقولہ ان تموت لدلالة قرینة المقام علیہ ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی تمہید ترجمة قولہ ومن یرد ثواب الدنیا ناکافی قید بہ لان الحذر لا یدفع القدر ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی ترجمة منها فی الموضعین حصہ اشارۃ الی ان من تبعضیة لانه لا یوتی احد جمیع الدنیا ولا جمیع الآخرة وقولہ فی ترجمة منها بشرط مشیت فی الاول و وعدہ اورزمہ فی الثانی دلیلہ قولہ تعالیٰ من کان یرید العاجلة عجلنا لہ فیہا ما نشاء الخ بتقییدہ بالمشیة الی قولہ ومن اراد الآخرة وسعی لہا سعیہا وهو مؤمن فاولئک کان سعیہم مشکوراً الآیۃ بلامثنویۃ ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی الفائدة محض باطل تحقیقہ ان الخلو لا یختص بالموت بل یطلق علی معنی المضی ایضا کما فی القاموس مات ومضی فهو مشترک والمضی عام فانہم یقولون مضیت علی بیعی کما فی القاموس ایضا وظاہر ان البائع لم یمت ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی ترجمة قولہم زبان سے بھی اہ لاخذ مفہوم اللسان فی مفہوم القول وصرح بہ لیكون ابلغ باعتبار محاورتنا ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی ترجمة اسرافنا حد سے اٹھ کر لم یفرق بین الذل والاسراف تفسیراً لانه لیس عندی الا التضنن ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی ترجمة ثواب الدنیا یعنی فتح وظفر فسرہ لا بالغنیمۃ لما ورد فی الاحادیث ان الغنائم لم تحل للامم السابقة بل تاکلہ النار ومن فسرہا اجاب بان الحيوان لم تکن النار تاکلہ قلت و ضعف الجواب ظاہر لان علم اكل النار لہا لا یستلزم کونہ للغانمین لاحتمال وجوب التصديق بہ علی الفقراء فافہم ۱۲۔ ۹۔ قولہ کہنا مانو گے لم نخصصہ کما خصصہ غیر فانظروا الی قولہ یردوکم المفسر بالکفر لاننا حققنا بقولنا یعنی ان کا مطلب اٹھ کر صحتہ ترتیبہ علی مطلق الاطاعة فافہم ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ تمہارے دوست نہیں اشارۃ الی تقدیرہ لتوجیہ معنی بل فافہم ۱۲۔

کا سا کچھ عمل ہو گیا تھا جیسے ہریمت اور جزع فزع شدید اس بناء پر آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیر کے مرجانے پر فزع شدید اور سخت رنج کرنا جیسا کہ اکثر معتقدین عوام بلکہ خواص کا بھی طرز ہے مذموم ہے اور اسی طرح یہ توہم کرنا کہ اب کوئی دین کا حامی و خادم نہ رہا یہ بھی مذموم ہے اور روح میں ہے کہ اس میں اس شخص کے عتاب کی طرف اشارہ ہے جو درمیان میں سے واسطہ کے فوت ہو جانے سے متزلزل ہو جاوے کیونکہ یہ مشاہدہ حق کے منافی ہے آھ)

**اللفات:** فی روح المعانی ربیون منسوب الی الرب کربانی علی خلاف القیاس واخرج سعید بن منصور عن الحسن انہم العلماء الفقہاء واخرجه ابن جبیر عن ابن عباس او جموع وعلیہ فهو منسوب الی الربۃ بکسر الراء وھی الجماعة اہ وفی البیضاوی ان الکسر من تغیرات النسب استکانوا فی البیضاوی اصلہ استکن من السکون لان الخاضع یسکن لصاحبه لیفعل بہ ما یریدہ والالف من اشباع الفتحہ او استکون من الکن لانہ یطلب من نفسه ان تكون لمن ینضع لہ اہ فی القاموس الوهن الضعف فی العمل الضعف ویضم ضد القوة اہ قلت ومر استکانوا وبذلك حصل الفرق بین الثلثۃ فان الوهن کترک الجہاد والضعف سلب القوة عن اركان العمل الناشی عن الجبن والاستکانۃ بحضرة العدد وروی هذا فی ترجمة ۱۲۔

**النحو:** قاتل اسنادہ الی ربیون او ضمیر النبی ومعہ ربیون حال عنہ واخترت الاول فی الترجمة لان ابن کثیر و نافعاً و ابا عمرو ویعقوب قرؤا قتل مجردا مجهولا والاصل فی القراءت ان تتوافق ولا ینبغی اسناد المقتولیۃ الی النبی لما اخرجہ ابن المنذر عن ابن جبیر انه کان یقول ما سمعنا قط ان نبیا قتل فی القتال ویقول الحسن وجماعة لم یقتل نبی فی الحرب قط نقل هذه الروایات فی روح المعانی وفیہ ثم ان من ادعی اسناد القتل الی النبی وانه فی الحرب ایضا علی ما لشربہ المقام حمل النصرة الموعود بہا فی قولہ تعالیٰ انا لننصر رسولنا علی النصرة باعلاء الکلمۃ ونحوہ لا علی الاعداء مطلقاً لئلا متنا فی الآیتان ۱۲۔

**البلاغة:** وانما جعل قولہم خبر الان ان قالوا اعرف لدلالۃ علی جهة النسبة وزمان الحدث وخص ثواب الآخرة بالحسن اشعاراً بفضله



سَلِّقْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَهُمُ الشَّارُ وَبِئْسَ

ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہول کافروں کے دلوں میں بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا ہے جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی اور ان کی جگہ جہنم ہے۔ اور وہ بری جگہ

مَثْوَى الظَّالِمِينَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِأَذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ

ہے۔ بے اوصافوں کی۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم ان کفار کو حکم خداوندی قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم خود ہی کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے

وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرْكَبُوا فَاتَّبَحُونُ مِنْكُمْ مَّنْ يَّرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يَّرِيدُ الْآخِرَةِ ثُمَّ حَرَفَكُمْ

اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم تمہاری دلخواہ بات دکھلا دی تھی۔ تم میں سے بعض تو وہ شخص تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ خدا تعالیٰ

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۝ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلَوْنَ عَلَى

تمہاری آزمائش فرماوے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر۔ وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور

أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرِكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بُغْمًا لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ

رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے تاکہ تم مغموم نہ ہو اور نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر جو تم پر مصیبت پڑے۔

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی۔

ہے۔ معنی کا مطلب یہ ہے کہ شرع نے اس دلیل کی صحت کا اعتبار کیا ہو اس میں دلیل عقلی قطعی داخل ہو گئی۔

و ربط: آگے اس غزوہ میں مغلوب ہو جانے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

سبب مغلوبیتِ مؤمنین:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِأَذْنِهِ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ (نصرت) کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم (ابتدائے قتال میں) ان کفار کو حکم خداوندی قتل کر رہے تھے (اور یہ غلبہ تمہارا وقتاً فوقتاً بڑھتا گیا) یہاں تک کہ جب تم خود ہی (رائے میں) کمزور ہو گئے (اس طرح کہ جو تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ مورچہ پر پیچاس آدمی اور ایک افسر برابر بیٹھے رہیں بعض نے غلطی فہم سے اس کے خلاف رائے دی کہ اب ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہئے جیسا اوپر شروع قصہ میں گذر چکا) اور باہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حکم میں اختلاف کرنے لگے (کہ بعض تو اسی پر ثابت رہے اور بعض دوسری تجویز کرنے لگے اور انکار و ملامت اسی جزو پر ہے) اور تم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دلخواہ بات (آنکھوں سے) دکھلا دی تھی (یعنی مسلمانوں کا غلبہ دکھلا دیا تھا اور تمہاری اس وقت یہ حالت تھی کہ) تم میں سے بعض تو وہ شخص تھے جو

تفسیر: ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کا مولیٰ اور ناصر ہونا مذکور تھا آگے ایک واقعہ سے اس کا اثبات ہے۔

اثبات نصرتِ الہیہ:

سَلِّقْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (السی قولہ تعالیٰ) وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہول (وہیت) کافروں کے دلوں میں بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا ہے جس (کے قابلِ شرکت ہونے) پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے (لفظاً یا معنی) نازل نہیں فرمائی اور ان (کافروں) کی جگہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے (ایسے) بے انصافوں کی (جو خدا کا حق الوہیت دوسرے کے لئے سمجھیں) ۝ چنانچہ اس القاءِ رعب کا ظہور اس طرح ہوا کہ اول تو باوجود مسلمانوں کے شکست کھا جانے کے مشرکین بلا کسی سبب ظاہری کے مکہ کو لوٹ گئے کذا فی البیضاوی پھر جب کچھ راستہ قطع کر چکے اپنے اس طرح آجانے پر بہت افسوس کیا کہ جب بالکل مسلمانوں میں دم نہ رہا تھا اس وقت آنا کیا ضرور تھا اور پھر ارادہ واپسی مدینہ کا کیا مگر کچھ ایسا رعب چھایا کہ پھر نہ آ سکے اور راہ میں کوئی اعرابی مل گیا اس سے کہا کہ ہم تجھ کو اتنا مال دیں گے تو مسلمانوں کو ڈرا دینا یہاں وحی سے معلوم ہو گیا آپ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے یہ آیت اس باب میں نازل ہوئی ہے۔ کذا فی روح المعانی بروایۃ ابن جریر عن اسدی اور دلیل کا لفظاً ہونا تو ظاہر



دنیا (کالینا) چاہتے تھے (یعنی کفار کا تعاقب کر کے غنیمت جمع کرنا چاہتے تھے) اور بعضے تم میں وہ تھے جو (صرف) آخرت کے طلبگار تھے (اور چونکہ بعض سے رائے کی کمزوری اور خلاف حکم رسول دوسری تجویز اور آپ کے کہنے پر نہ چلنا اور طلب دنیا ایسے امور صادر ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بند کر لیا اور) پھر تم کو ان کفار (پر غالب آنے) سے ہٹا دیا (اور باوجودیکہ یہ مغلوبیت تمہارے فعل کا نتیجہ تھا مگر پھر بھی یہ بطور سزا نہیں ہوا بلکہ اس مصلحت سے) تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش (ایمان کی) فرماوے (چنانچہ اس وقت منافقین کا نفاق کھل گیا اور مخلصین کی قدر بڑھ گئی) اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا (اب آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں (کے حال) پر **ف:** اس آیت سے صحابہؓ کے حال پر بڑی عنایت معلوم ہوئی کہ عتاب میں بھی چند در چند تسلیاں فرمائیں ایک یہ کہ یہ سزا نہ تھی بلکہ اس میں بھی تمہاری مصلحت تھی پھر مواخذہ آخرت سے بے فکر کر دیا چونکہ ظاہر ہے کہ ایسے حضرات جو ایسی عنایات کے مورد ہوں طالب دنیا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے يُرِيدُ الدُّنْيَا میں دنیا کا مراد بالذات ہونا مراد نہیں ہو سکتا اور اس پر قرینہ عقلی بھی ہے وہ یہ کہ اگر یہ حضرات غنائم کو جمع نہ بھی کرتے تب بھی حسب قانون شریعت شریک و مستحق غنیمت یقیناً تھے اس سے معلوم ہوا کہ اسمیں بھی آخرت ہی مقصود تھی کہ حفاظتِ مورچہ کا ثواب حاصل کر کے اب ترہیب و تخریب کفار کا ثواب بھی لیں اسی لئے بعض اقطاب نے اس آیت میں فرمایا يُرِيدُ الدُّنْيَا لِلْآخِرَةِ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ الصَّوْفِہ مگر چونکہ یہ طریق ثواب کا نص کے خلاف تھا اسلئے محمود نہ ہوا گو خطائے اجتہادی سے مخالفت نص کے مجرم نہ کہے جاویں گے۔ اور آزمانے کے معنی کی تحقیق آخر پارہ الم آیت وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ میں دیکھ لی جاوے۔

**و ربط:** آگے بھی تہ اسی مغلوبیت کے قصہ کا ارشاد ہے۔

**تمتہ قصہ مغلوبیت:**

إِذْ تُصَوِّدُونَ وَلَا تَكُونُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ (الی قولہ تعالیٰ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ) وہ وقت یاد کرو کہ جب تم (بھاگنے میں جنگل کو) چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور رسول (اللہ ﷺ) تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے (کہ ادھر آؤ ادھر آؤ مگر تم نے سنا ہی نہیں) سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب (تمہارے) غم دینے کے (رسول اللہ ﷺ) (و) تاکہ (اس پاداش و مصیبت سے تم میں پختگی پیدا ہو جاوے جس سے پھر) تم مغموں نہ ہوا کرو نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ

اس پر جو تم پر مصیبت پڑے اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی (اس لئے جیسا کام کرتے ہو اس کے مناسب پاداش تجویز فرماتے ہیں) **ف:** آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ کی تمہید میں گذر چکا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ نے پکارا تو مسلمان جمع ہو گئے اور یہاں رسول اللہ ﷺ کا پکارنا مذکور ہے اور مسلمانوں کا نہ سننا مفہوم ہے سو صاحب روح المعانی نے بہت اچھا جواب دیا ہے کہ اول رسول اللہ ﷺ نے پکارا صحابہؓ نے نہ سنا اور دور نکلے چلے گئے اس وقت حضرت کعبؓ نے پکارا اور سن کر سب جمع ہو گئے اھ میں کہتا ہوں کہ اصل وجہ گھبراہٹ کی خبر قتل رسول اللہ ﷺ کی تھی سو آپؐ کے پکارنے میں اس خبر سے تعرض نہ تھا اور آپؐ کی آواز کو پہچانا نہ ہوگا۔ حضرت کعبؓ کے پکارنے میں اس خبر کی تکذیب تھی اس سے تسلی ہو گئی باقی عتاب اللہ تعالیٰ کا آپؐ کے پکارنے سے نہ آنے پر اس لئے ہو سکتا ہے کہ استقلال سے ادھر توجہ کرتے تو آواز پہچان سکتے اور رسول اللہ ﷺ کو اس امر سے غم ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کو غم دیا۔ اور یہاں بھی لِيُبَيِّنَ لَكُمْ میں صحابہؓ کے حال پر عنایت مترشح ہوتی ہے کہ اس سے مقصود تربیت بھی اخلاق کی تاکہ ایسے مصائب کے عادی ہو کر استقلال و ثبات پیدا ہو اور خواص عباد پر جو مصائب آتے ہیں ان میں یہی حکمتیں ہوتی ہیں ع این بلائے دوست تظہیر شامت

چونکہ قبض آمد تو دروی بسط ہیں تازہ ہاش و چین میکن برجیں  
چونکہ قبضے آیت اے راہ رو آں صلاح تست آیس دل مشو

**الفاظ:** الحس القتل والاستیصال. قاموس وفيه فشل كسل وضعف و تراخي و جن اه قلت وحملته على الضعف في الرائي موافقاً للبيضاوي وقال عصام الفشل العجز وضعف الراي اه وفيه صرف يصرف رده يرده ۱۲.

**البلاغۃ:** وصرح بسبب الرعب ايدانا بانه مادام هذه الصفة فيهم لا يزالون مرعوبين ففيه تبشير دائمى للمؤمنين وفيه اشارة الى ان الكفر سبب الضعف فى القلب ولاينا فى التخلف بعارض السببية او يقال كان سببا فى الماضى واعلم ان الآية لا تدل على ان من سماه كافرا وقت النزول لا يزال كافرا فان ابا سفيان وغيره اسلموا بعد قوله سلقى السين فيه للاستقبال ان كانت الآية نزلت قبل الرعب وان كانت نزلت بعده فهي لمجرد التاكيد مجرداً عن التسويف ونلقى لحكاية الحال الماضية ذكره عصام. قوله هالم ينزل هذا من باب انتفاء المقيد لانتفاء قيده اللازم وهذا كقولهم السالبة لا تقتضى وجود الموضوع ۱۲. (بقية صفحہ ۲۸۹ پر)



ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً مِنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ

پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجی یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت پر تو اس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف واقع

يُظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ

خیالات کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا۔ وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے آپ فرمادیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ

يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قَتَلْنَا هُنَا قُلْ لَوْ

کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے آپ فرمادیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ ان

كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ

مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں اور یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات کی آزمائش کرے اور تا کہ تمہارے دلوں کی بات کو صاف کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سب باطن

وَلِيَبْخَصَّ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَفَى الْجَمْعَيْنِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ

کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔ یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ ان کو شیطان نے لغزش دیدی ان کے بعض

الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

اعمال کے سبب سے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر غم کا بیان تھا آگے اس کا ازالہ کا بیان ہے ظاہر بھی راحت بدنی نوحاس سے حاصل ہوئی اور باطنی بھی کہ راحت روحانی بشارت معافی سے حاصل ہوئی اور اس کے ضمن میں منافقین کی بد حالی اور اس بد حالی کی وجہ سے ان راحتوں سے محروم رہنا مذکور ہے۔

**عفو و عافیت مومنین:**

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم (مذکور) کے بعد تم پر چین (اور راحت) بھیجی یعنی اونگھ (جب کہ کفار میدان سے واپس ہو گئے اس وقت غیب سے مسلمانوں پر اونگھ غالب ہوئی جس سے سب غم غلط ہو گیا) کہ تم میں سے ایک جماعت پر (یعنی مسلمانوں پر) تو اس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی (یعنی منافقین) کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی (کہ دیکھئے یہاں سے بچ کر بھی جاتے ہیں) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف واقع خیالات (تجویز) کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا (وہ خیال آگے ان کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور اس کا ناشی عن الحماقت ہونا اس قول کے جواب سے اس قول کا بیان یہ ہے کہ) وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے (یعنی کچھ نہیں چلتا اس اختیار سے مراد یہ ہے قتل قتال یہ لوگ جہاد سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی روکتے تھے۔ مطلب یہ کہ ہماری

کسی نے نہ سنی خواہ مخواہ مصیبت میں پھنسے) آپ فرمادیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا (چلتا) ہے۔ (مطلب یہ کہ اگر تمہاری رائے پر عمل بھی ہوتا جب بھی قضاء الہی غالب رہتی اور جو افتاد آنے والی تھی آکر رہتی چنانچہ آگے ان کے قول کا مطلب اور جواب کا مطلب مفصل آتا ہے) وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے (صراحتاً) ظاہر نہیں کرتے (کیونکہ ظاہر میں تو اس کہنے کا کیا ہمارا اختیار الخ یہ ہو سکتا ہے کہ تقدیر الہی کے سامنے بندہ کی تدبیر نہیں چلتی تو عین ایمان کی بات ہے اور جواب بھی ایسا لطیف ہے کہ اس میں اس معنی کی تصدیق ہے کہ واقعی اختیار اللہ ہی کا غالب ہے مگر ان کا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ وہ اس معنی کر) کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا (یعنی ہماری رائے پر عمل ہوتا) تو ہم (میں جو لوگ مقتول ہوئے وہ) یہاں مقتول نہ ہوتے (چونکہ ان کے قول کا یہ مطلب تھا آگے جواب کی تفصیل ہے جس سے ان کے قول کی تکذیب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ) آپ فرمادیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ ان مقامات کی طرف (آنے کے لئے) نکل پڑتے جہاں وہ (قتل ہو کر) گرے ہیں (غرض یہ ظاہری جس قدر مضرت ہوئی وہ تو ٹٹنے والی نہ تھی) اور (منافع تھے اس میں عظیم کیونکہ) یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات (یعنی ایمان) کی



آزمائش کرے (کیونکہ اس مصیبت کے وقت منافقین کا نفاق کھل گیا اور مومنین کا ایمان اور زیادہ مؤکد اور محقق ہو گیا) اور تاکہ تمہارے دلوں کی بات (یعنی اسی ایمان) کو (شوائب و وساوس سے) صاف کر دے (کیونکہ مصیبت سے مومن توجہ الٰہی غیر اللہ سے منزع ہو جاتا ہے اور اس سے ایمان و عقیدہ کا تصفیہ ہوتا ظاہر ہے) اور (یوں) اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں (ان کو آزمائش کی حاجت نہیں مگر اس لئے کہ عام طور پر اس کا انکشاف ہو جاوے ایسے امور کو واقع کر دیتے ہیں) یقیناً تم میں جن لوگوں (نے) میدان جنگ سے) پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں (مسلمانوں اور کفار کی) باہم مقابل ہوئیں (یعنی احد کے روز) اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ انکو شیطان نے لغزش دیدی انکے بعض اعمال (گذشتہ) کے سبب (یعنی ان سے کچھ خطا و قصور ایسے ہو گئے تھے جس سے شیطان کو ان سے اور معصیت کرانے کی بھی طمع ہو گئی اور اتفاق سے وہ طمع پوری ہو گئی) اور یقیناً سمجھو کہ (اب) اللہ تعالیٰ نے انکو معاف فرما دیا واقع اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں (کہ اخیر میں بخش دیا) بڑے حلم والے ہیں (کہ صدور خطا کے وقت بھی کوئی عقوبت نہیں دی) **ف:** چند امور سمجھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ ابتلا اور تمحیص اور عفو کا ذکر پہلے بھی آچکا اور یہاں پھر کیا گیا۔ سواں تکرار کی وجہ یہ ہے کہ اوپر تو مسلمانوں کی تسلی کرنا منظور تھا اور یہاں منافقین کے اس خیال کا ابطال ہے کہ ہماری رائے پر عمل نہ کرنے سے کیسے نقصان اٹھائے، تو بتلادیا کہ نقصان میں یہ منافع تھے تو وہ نقصان نہ تھے اور جو حقیقی نقصان تھا گناہ وہ معاف ہو گیا پس اختلاف غرض سے تکرار نہ رہا دوسرے یہ کہ **لِيَبْتَلِيَ اللَّهُ** الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت کی وجہ یہ امور تھے اور **إِنَّمَا اسْتَزَكَّهُمُ** سے معلوم ہوتا ہے کہ **بَعْضُ مَا كَسَبُوا** وجہ تھی۔ سو بات یہ ہے کہ **بَعْضُ مَا كَسَبُوا** تو سبب ہے فرار کا اور وہ امور حکمتیں ہی ہیں مصائب کی پس سبب بدل گیا اگر کہا جاوے کہ فرار سبب تھا مصائب کا اور سبب اس سبب سے ہے تو **بَعْضُ مَا كَسَبُوا** سبب ہو مصائب کا بھی۔ تو جواب یہ ہے کہ سبب مصائب کا **بَعْضُ مَا كَسَبُوا** ہو اور حکمت وہ امور ہوں تو تعارض نہیں کیونکہ سبب وجوداً مقدم ہوتا ہے اور حکمت وجوداً مؤخر۔ تیسرے یہ کہ حلیم سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقوبت نہیں ہوئی حالانکہ **أَشَاطِرُكُمْ** وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاداش ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ عقوبت قہر یہ نہیں ہوئی پاداش اصلاحی ہوئی۔

**فائدہ:** صحابہ کے بعض معاندین نے اس واقعہ سے صحابہؓ پر خصوصاً حضرت عثمانؓ پر طعن کیا ہے اور اس سے عدم صلاحیت خلافت کی مستنبط کی ہے لیکن محض مہمل بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اب دوسروں کو مواخذہ

کرنے کا کیا حق رہا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو یہی جواب دیا تھا رواہ البخاری۔ رہا قصہ خلافت کا سواہل حق کے نزدیک خلافت کے لئے عصمت شرط نہیں ہے پس شبہ ساقط ہے۔

**فائدہ:** اور **بَعْضُ مَا كَسَبُوا** سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی جاتی ہے۔

**دلیل:** اوپر منافقین کا قول نقل کیا تھا **لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ يَأْخُذُ بِالْعَمَلِ** جس کا حاصل وہی تھا جس کو آگے اس عبارت سے نقل کیا ہے **لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ يَأْخُذُ بِالْعَمَلِ** چونکہ ایسے اقوال کے سننے سے احتمال ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس قسم کے وساوس پیدا ہونے لگیں اس لئے حق تعالیٰ آیت آئندہ میں مسلمانوں کو ایسے اقوال اور ایسے احوال سے ممانعت فرماتے ہیں۔

**مسائل السلوك:** **قوله تعالى وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ** یعنی تمہاری استعداد میں جو صدق و اخلاص و توکل وغیرہ ہے اس کا اس طرح امتحان فرماوے کہ اس کو قوت سے فعل کی طرف لاوے اور قلب میں جو کچھ وساوس و خواطر نفس کا میل کچیل ہے اس کو دور کرے کیونکہ بلاء میں یہ خاصیت ہے۔ **كذآل الروح** **قوله تعالى إِنَّمَا اسْتَزَكَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا** وجہ یہ کہ ذنوب سے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور شیطان کا قابو اسی وقت ہوتا ہے جب قلب میں ظلمت پاتا ہے اور روح المعانی میں زجاج سے نقل کیا ہے کہ شیطان نے ان کو بعضے وہ گناہ یاد دلانے جن کو لے کر حق تعالیٰ سے ملنا ان کو خوش معلوم نہ ہوا اس لئے وہ جہاد سے ہٹ گئے تاکہ وہ اپنی حالت کی درستی کر کے پسندیدہ حالت پر جہاد کریں اور خدا تعالیٰ سے ملیں آہ احقر کہتا ہے کہ زجاج کی تفسیر پر آیت اصل ہے اس مقولہ کی جو شیخ اکبرؒ سے مشہور ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد پھر گناہوں کو یاد کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ بندہ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہو جاتے ہیں۔

**النفات:** **مضاجعهم في روح المعاني** جمع مضجع فان كان بمعنى المرفد فهو استعارة للمصرع وان كان بمعنى محل امتداد البدن مطلقاً للحي والميت فهو حقيقة ۱۲

**النحو:** **قوله أَمَنَةً مَفْعُولٌ لَهُ وَقَوْلُهُ نَعَساً بَدَلٌ** **قوله طَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ** فی روح المعانی طائفة مبتدا وجملة قد اهتمهم خبره و جاز ذلك مع كونها نكرة لوقوعها موقع التفضيل يظنون في روح المعاني حال من ضمير اهتمهم لا من طائفة وان تخصصت لما في مجنى الحال من المبتدا من المقال قوله **وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ** فی روح المعانی اللام للتعليل لفعل مقدر كانه قيل فعل ما فعل لمصالح جملة وليبتلى ۱۲

**البلاغة:** **قوله من بعد الغم في روح المعاني والتصریح**



فلما رأى المؤمنون ذلك صدقوا نبي الله ﷺ فناموا وبقي اناس من المنافقين يظنون ان القوم ياتونهم فذلك قوله تعالى ثم انزل عليكم الخ مختصرا وفي روح المعاني ذكر ابو قاسم البلخي انه لم يبق مع النبي ﷺ يوم احد الا ثلثة عشر نفسا خمسة من المهاجرين ابو بكر وعلى وطلحة وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابى وقاص والباقيون من الانصار رضى الله عنهم اجمعين اه وفيه واما سائر المنهزمين فقد اجتمعوا في ذلك اليوم على الجبل وعمر بن الخطاب رضى الله عنه من هذا الصنف كما في خبر ابن جرير. وفي الترمذى عن ابى الطلحة قال رفعت راسى يوم احد فجعلت انظر وما منهم يومئذ احد الا يمشي تحت حجفته من النعاس وعنه في رواية اخرى قال فجعل سيفى يسقط من يدي وآخذه ويسقط من يدي وآخذه الحديث ۱۲.

لطفية: هذه الآية جامعة لجميع حروف الهجاء وكذا آية محمد رسول الله الخ في سورة الفتح ويختص به هاتان الآيتان ۱۲.

بتأخر الانزال عن الغم مع دلالة ثم عليه وعلى تراخيه عنه لزيادة البيان وتذكير عظم المنة به قوله وَلِيْمَحْصُ في روح المعاني وانما عبر بالقلوب ههنا كما قيل لان التمحيص متعلق بالاعتقاد على ما اشرنا اليه وقد شاع استعمال القلب مع ذلك فيقال اعتقد بقلبه ولا تكاد تسمعونهم يقولون اعتقد بصدري نعم يذكر الصدر مع الاسلام كما في قوله افمن شرح الله صدره للاسلام وربما يقال عبر بذلك للتفنن بناء على ان المراد بالجمعين واحد قوله اهمتهم انفسهم في روح المعاني ان العرب تطلق هذا اللفظ على الخائف الذي شغله هم نفسه عن غيره ۱۲.

**اختلاف القراءة:** قرأ ابو عمرو ويعقوب كله بالرفع على الابتداء والله خبره والمجموع خبران ۱۲.

**الروايات:** في روح المعاني اخرج ابن جرير عن السدى ان المشركين انصرفوا يوم احد بعد الذي كان من امرهم وامر المسلمين فلما ابصرهم رسول الله ﷺ نادى باعلى صوته بذهابهم

(بقية صفحہ ۲۷۸) قوله تعالى لما يعلم في روح المعاني في اختيار لما على لم اشارة الى ان الجهاد متوقع منهم فيما يستقبل بناء على ما يفهم من كلام سيويه ان لما تدل على توقع الفعل المنفي بها وايتار الصابرين على الذين صبروا للاهذان بان الاعتبار هو الاستمرار على الصبر وللمحافظة على رأس الآي اه قلت بخلاف الجهاد فانه ينكشف عن قريب اما عن الفرح او عن الترح وانتم تنظرون اي رأيتموه معانين له وهذا على حد قولك راية وليس في عيني علة اي راية روية حقيقة لا خفاء فيها ولا شبهة ۱۲.

**الكلام:** وبما قررت معنى دخول الجنة لم يبق مسأغ للمعتزلة ان يتمسكوا بالآية على امتناع دخول الجنة بدون العمل ۱۲.

**الفقه:** في روح المعاني المقصود من هذا الكلام لو مهم على تمنيمهم الشهادة في الحرب ثم جنبهم لا على تمنى الشهادة نفسها لان ذلك مما لا عتاب عليه كما وهم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في ترجمة فسيروا اگر تم آثار کا مشاہدہ کرنا چاہو فی روح المعاني قيل المعنى على الشرط اي ان اشكمم اه فليس المراد انظروا لا محالة كذا في الكبير ۱۲. ۲. قوله بيان كافي فالتنوين للتعظيم ۱۲. ۳. قوله هذيت يه الخ يه حصل الفرق بين كل من الثلاثة ۱۲. ۴. قوله وصدمة عطف تفسيري لان الواقع امور الجرح والقتل والانهازم ويؤيده ما في روح المعاني عن البعض تفسير القرح بالانهازم وفيه ان المثلية باعتبار كثرة القتل في الجملة من غير مساوات في العدد ۱۲. ۵. قوله كغيره الخ كى بات نيس اشارة الى حذف الجزاء اي تسلاوا كذا في روح المعاني ۱۲. ۶. قوله اور دوسرى حكمت الخ اشارة الى كونه معطوفاً على ما تضمنه الجزاء المحذوف فتقدير الكلام تسلاوا لان عادتنا المداولة وليعلم وليتخذ وليمحص وليمحق ۱۲. ۷. قوله في ترجمة منكم بعضون كواشارة الى كون من تبعضية ۱۲.

۸. قوله في ترجمة ام بان الخ اشارة الى كون ام منقطعة بمعنى بل للانتقال من كلام الى كلام والهمزة للاستفهام الانكارى فان كلمة بان في لساننا يفيد الانتقال ۱۲. ۹. قوله في ترجمة لما يعلم ويكهاى نيس مبناه على ان الروية القلبية يرادف العلم ولما كان مادة جانتا موحشا عند العامة تركه ۱۲. ۱۰. قوله في ترجمة رأيتموه اس کے سامان الخ لان الموت ليس بمرئى ففى الكلام مجاز ۱۲.



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو کافر ہیں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت جبکہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ

مَا كَانُوا وَمَا قَاتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُخَيِّئُ وَيُمَيِّتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلَئِنْ

مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ان کے قلوب میں موجب حسرت نہ کر دے۔ اور مارا جاتا تو اللہ ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے

قَتَلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٍ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قَتَلْتُمْ لَا إِلَى

جاؤ یا کہ مر جاؤ تو بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ بعد اس کے خدای

اللَّهُ تُخْشَرُونَ ۚ فِيمَا رَحِمَهُ مِّنَ اللَّهِ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ

کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند و سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کر دیجئے اور ان سے خاص

عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے، پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

تفسیر: نہی مؤمنین از تقلید اقوال منافقین:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا (الْحَىٰ قَوْلُهُ تَعَالَى) وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قَتَلْتُمْ لَا إِلَى اللَّهِ تُخْشَرُونَ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا (یعنی ان لوگوں کی سی بات مت کرنا) جو کہ (حقیقت میں) کافر ہیں (گو ظاہراً اسلام کا دعویٰ کرتے ہوں یعنی منافق ہیں) اور کہتے ہیں اپنے (ہم نسب یا ہم مشرب) بھائیوں کی نسبت جب کہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں (اور وہاں اتفاقاً مر جاتے ہیں) یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں (اور اس میں قضاۃ قتل ہو جاتے ہیں تو وہ منافقین کہتے ہیں) کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے (اور سفر اور غزوہ میں نہ جاتے) تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (یہ بات ان کے دل و زبان پر اس واسطے آتی ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو (بنابر اس خیال کے جس سے یہ بات ان کی زبان پر آئی) ان کے قلوب میں موجب حسرت کر دیں (یعنی نتیجہ اس کا بجز حسرت کے کچھ نہیں) اور مارا جاتا تو اللہ ہی ہے (خواہ سفر ہو یا حضر خواہ لڑائی ہو یا امن) اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہا ہے (سو اگر تم بھی ایسی باتیں کرو گے یا دل میں سمجھو گے اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گا) اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ (اللہ کی راہ میں) مر جاؤ تو (خوب نفع میں رہو کیونکہ) بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت (دنیا کی) ان چیزوں سے (بدرجہا) بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اور اسی کے لالچ میں زندگی کو محبوب رکھتے ہیں) اور اگر تم (ویسے بھی) مر گئے یا مارے گئے (تب بھی) بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے (پس اول تو قضا نہیں ملتی دوسرے اللہ کے پاس جانے سے کسی حال میں بچتے نہیں اور دین کی راہ میں مرتا یا مارا جانا موجب مغفرت و رحمت ہے تو ویسے مرنے سے

دین کی راہ میں جان دینا ہی بہتر ٹھہرا پھر ایسے اقوال محض بے کار اور عاجل موجب حسرت اور آجل موجب ناراضگی اس مقام پر ان کے قول کے دو جواب ہیں اول وَاللَّهُ يُخَيِّئُ الخ اور دوسرا وَلَئِنْ قَتَلْتُمْ الخ یہ جو فرمایا کہ جب وہ سفر کرتے ہیں میرے نزدیک اس سفر سے دینی کام کے لئے سفر کرنا مراد ہے جیسا کہ جواب میں اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے وَلَئِنْ قَتَلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ الخ کیونکہ وہاں مطلق سفر مراد لیا جاوے تو اس جواب میں ان کے قول کے ایک جزو سے تعرض نہ ہوگا گو پہلا جواب وَاللَّهُ يُخَيِّئُ وَيُمَيِّتُ اس سے معرض ہے لیکن اگر اس دوسرے جواب میں بھی دونوں جزو سے تعرض ہو تو زیادہ بلیغ ہے اور اگر دوسرے ہو کہ جواب میں تو مطلق مُتُّمْ فرمایا ہے فی سبیل اللہ کی اس میں قید نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ مغفرت و رحمت کا ترتیب قرینہ ہے اس تنقید کا پس جب موت کافی سبیل اللہ کی قید سے مقید ہونا اور دونوں جوابوں میں دونوں جزوؤں سے تعرض مناسب ہونا ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ سفر سے مراد دینی سفر ہے واللہ اعلم۔ اور إِخْوَانِهِمْ کے ترجمہ میں جو تعمیم کی ہے کہ ہم مشرب یا ہم نسب بھائی الخ مراد ہم مشرب سے منافقین ہیں اور ہم نسب مسلمان بھی تھے۔ پس اگر مراد ثانی ہے تو ان کا سفر دینی اور ان کا غزوہ اور ان کے لئے مغفرت و رحمت کا وعدہ سب ظاہر ہے لیکن یہ بات قابل تحقیق ہے کہ ان کے مرنے یا مارے جانے سے منافقین کو حسرت کیا ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ یا تو حسرت اس لئے ہوئی کہ آخر قربت سے کچھ اضطراری تعلق تو ہوتا ہی ہے اور یا یوں کہا جاوے کہ مؤمنین کی موت یا قتل سے حسرت نہ ہوئی۔ لیکن اس قول اور اس قول کے منشاء یعنی اعتقاد فاسد سے یہ امر متیقن ہوا کہ وہ اسباب عادیہ کو مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں تو ایسا شخص اگر کسی وجہ سے ایک واقعہ میں نہیں تو دوسرے واقعات



خدا تعالیٰ پر اعتماد (کر کے اس کام کو کر ڈالا) کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے (جو خدا تعالیٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں۔  
**ف:** یہ جو کہا گیا کہ خاص خاص باتوں مراد ان سے وہ امور ہیں جن میں آپ پر وحی نازل نہ ہوئی ہو ورنہ بعد وحی کے پھر مشورہ کی کوئی گناہ نہیں۔  
 مشورہ نبویہ باصحابہ

اور یہ جو کہا گیا کہ اس سے اور دونوں ان کا جی خوش ہو یہ اس مقام کے مناسب ایک حکمت ہے منجملہ فوائد مشورہ کے۔ ابن جریر نے اس کو قوادہ سے نقل کیا ہے اور دوسری حکمتیں بھی ہیں مثلاً یہ کہ آپ کی امت کے لئے یہ سنت قرار پاوے۔ اس کو نبیہتی نے حسن سے نقل کیا ہے اور اس کی تائید میں ابن عدی اور نبیہتی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ و رسول کو تو اس مشورہ کی حاجت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میری امت کے لئے ایک رحمت بنائی ہے اہ یا یہ کہ کسی امر میں ممکن ہے کہ مشورہ سے تقویت رائے کی بھی حاصل ہو جاوے جیسا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں اس کے خلاف نہ کروں اخرجہ الامام احمد عن عبد الرحمن بن غنم اہ  
 هذه الروایات کلها مذکورة فی روح المعانی اور یہ غرض تقویت عدم حاجت الی المشورۃ کے منافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ عدم حاجت باعتبار غالب کے اور یہ تقویت باعتبار بعض احیان کے ہو۔

ابطال باعتبار کثرت رائے

اور یہ جو کہا گیا کہ خواہ وہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو دلیل اس کی یہ ہے کہ لفظ عزم میں کوئی قید نہیں لگائی۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ امور انتظامیہ متعلقہ بالرائے والمشورہ میں کثرت رائے کا ضابطہ محض بے اصل ہے ورنہ یہاں عزم میں یہ قید ہوتی کہ بشرطیکہ آپ کا عزم کثرت رائے کے خلاف نہ ہو اور مشورہ و عزم کے بعد جو توکل کا حکم فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ تدبیر منافی نہیں توکل کے کیونکہ مشورہ و عزم کا داخل تدبیر ہونا ظاہر ہے۔

**ف:** احکام و مراتب توکل اور جاننا چاہئے کہ یہ مرتبہ توکل کا کہ باوجود تدبیر کے اعتقاداً اعتماد رکھے اللہ تعالیٰ پر یہ ہر مسلمان کے ذمہ فرض عین ہے۔ اور توکل بمعنی ترک تدبیر کے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ تدبیر دینی ہے تو اس کا ترک مذموم۔ اور اگر دنیوی یقینی عادت ہے تو اس کا ترک بھی ناجائز۔ اور اگر ظنی ہے تو قوی القلب کو جائز۔ اور اگر وہی ہے تو اس کا ترک مامور بہ ہے فقط۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ وَلَکِنْ قُتِلْتُمْ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ مُتَمِّمٌ

کثیرہ میں ہمیشہ متحسر رہا کریگا۔ اور اسی درجہ اعتقاد تاثیر میں لو کہنا حدیث میں ممنوع آیا ہے اور اگر مراد اول ہے تو حسرت کی توجیہ بہت ظاہر ہے لیکن اور امور قابل تحقیق ہونگے سو کیر میں کہا ہے شاید اتفاقاً کوئی منافق مقتول ہو گیا ہوگا اہ میں کہتا ہوں اسی طرح کوئی دینی سفر میں دبا دبا یا چلا گیا ہوگا اور ترتب مغفرت و رحمت کی تقریروں ہوگی کہ ان اقوال کو چھوڑ کر اگر ایمان و اعتقاد درست کر لیں تو ان کے کام بھی فی سبیل اللہ ہونے سے موجب مغفرت و رحمت ہونے لگیں۔

**دب:** اوپر ذکر ہو چکا ہے بعض مسلمانوں کی لغزش کا جو احد کے روز صادر ہوگئی تھی کہ میدان سے بھاگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بٹھلادیا تھا وہاں نہ بیٹھے رہے چونکہ اس قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوفت و غم پہنچا جیسا کہ اِنَّ اَبَکُمْ غَمًا یَغْصِبُ کی تفسیر مذکور بھی اس پر دال ہے۔ گو آپ اپنے وسعت اخلاق سے اور ان کی دشمنی کے خیال سے ان حضرات کے ساتھ سختی و ملامت سے پیش نہیں آئے لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان صاحبوں کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر بھی انقباض نہ رہے اور نیز ان صاحبوں کے دل سے بھی یہ کلفت دھل جائے اس لئے اول آیات گذشتہ میں اپنی معافی کی بشارت سنا کر آئندہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند امور کا حکم فرماتے ہیں جن سے غرض مذکور حاصل ہو جاوے۔

خطاب بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابت عفو از صحابہ:

فَمَا رَحِمَهُ مِنَ اللّٰهِ لَئِنْ لَمْ یَهْدِ (السی قوله تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِینَ بعد اس کے (کہ ان صاحبوں سے ایسی لغزش ہوئی کہ آپ کو ان پر حق ملامت حاصل تھا) خدا ہی کی رحمت کے سبب (جو کہ آپ پر ہے) آپ ان کے ساتھ نرم رہے (اس نرم اخلاقی کو رحمت کے سبب اس لئے فرمایا کہ خوش اخلاقی عبادت ہے اور عبادت کی توفیق خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہوتی ہے) اور اگر آپ (خدا بخواستہ) تند خوخت طبیعت ہوتے تو یہ (بیچارے) آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے (پھر ان کو یہ فیوض و برکات کیسے میسر ہوتے) سو (جب آپ نے ان کے افاضہ کے لئے ان کے ساتھ برتاؤ میں ایسی نرمی اختیار فرمائی تو آپ کے حکم میں جو ان سے کوتاہی ہوئی اس کو) آپ (دل سے بھی) ان کو معاف کر دیجئے اور (جو کچھ ان سے خدا تعالیٰ کے حکم میں کوتاہی) ہوگئی اس میں) آپ ان کیلئے (حق تعالیٰ سے) استغفار کر دیجئے (گو اللہ تعالیٰ نے اس لغزش کو معاف فرما دیا ہے مگر آپ کا استغفار فرمانا یہ علامت ہوگی آپ کی زیادہ شفقت کی جس سے ان کی اور زیادہ تسلی ہوگی) اور (بدستور) ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے (تا کہ اس سے اور دونوں ان کا جی خوش ہو) پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کر لیں (خواہ وہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو) سو



القتل وفي الثانية الموت لان الغالب في الجهاد كما يدل عليه في سبيل الله القتل والغالب في غير الجهاد الموت ۱۲ .

**فائدة:** الالف في لا الى الله بين اللام والى مرسومة في الحظ للدلالة على فتح اللام ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في ترجمة ضربوا او كانوا غزی مر جاتے ہیں قتل ہو جاتے ہیں نقله الكبير عن الواحدی ۱۲ . ۲۔ قوله في توضيح ترجمة لي جعل يعني نتيجة اشارة الى ان اللام للعاقبة ۱۲ .

۳۔ قوله في ترجمة خير بدرجه لان خيرا اسم تفضيل ۱۲ . ۴۔ قوله في ترجمة فيما بعد اس کے الخ اشار به الى كون الفاء لترتيب مضمون الكلام على ما ينبتى عنه السياق من استحقاق الفارين الملامة لتعنيف منه ﷺ كما في روح المعاني ۱۲ . ۵۔ قوله في ترجمة فاعف واستغفر آپ کے حکم میں اشار به الى وجه الفرق بين العفو والاستغفار كما في روح المعاني ۱۲ . ۶۔ قوله في ترجمة الامر خاص اشار به الى كون اللام للعهد كما اوضحه في الفائدة ۱۲ .

لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٍ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ اس میں قتل و موت فی سبیل اللہ کی جزا میں مغفرت و رحمت کو فرمایا ہے وَلَٰكِنْ مُّكْتَفٍ اَوْ قَتْلُهُ لَا إِلَى اللَّهِ يُخْشَرُونَ اس میں موت و قتل کی جزا میں حشر الی اللہ کو فرمایا ہے اس تفاوت کی وجہ میں بعض نے بطریق تاویل نہ کہ بطریق تفسیر یہ کہا ہے کہ اول آیت میں ان کا ذکر ہے جو نار و جنت کے سبب عبادت کرتے ہیں اور دوسری آیت میں ان کا ذکر ہے جو خاص اس کی ذات ہی کو مقصود سمجھتے ہیں تو اس پر خاص تجلی ہوگی۔ کذا فی الروح۔ قوله تعالى وَشَاؤُزْهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ روح میں ہے کہ فائدہ اس مشورہ لینے کا ان کی رائے سے مدد اور قوت لینا ہے اہا حق کہتا ہے تو اس بنا پر آیت اس پر بھی دال ہے کہ بعض احوال میں بعض نفع تابع سے متبوع کو پہنچ جاتا ہے۔

**اللفات:** الحشر الجمع ۱۲ قاموس. اللفظ في القاموس الغليظ الجانب اليمى الخلق القاسى الخشن الكلام ۱۲ .

**النحو:** فيما ما زائدة ۱۲ .

**البلاغة:** قوله يجمعون فيه التفات وفي قراءة يجتمعون بالخطاب فالتمال واحد قوله لئن قتلتم الخ قدم في الآية الاولى

(بقية صفحہ ۲۸۳) **الروایات:** فی روح المعانی اخرج الامام احمد و جماعة عن ابن عباس انه قال ما نصر الله تعالى بيته في موطن كما نصره يوم احد فانكروا ذلك فقال ابن عباس بيني وبين من انكر ذلك كتاب الله تعالى ان الله تعالى يقول يوم احد ولقد صدقكم الله وعده اه قلت وهذا الوعد ما كان بلسان الرسول صلى الله عليه وسلم واما اريد به قوله تعالى يوم بدر ان تصبروا و تتقوا و ياتوكم من فورهم هذا يمددكم الخ فان السبب وان كان خاصا لكن صح عموم الوعد بعموم العلة وعليه يحمل ما في روح المعاني اخرج البيهقي في الدلائل عن عروة قال كان الله تعالى وعدهم على الصبر والتقوى ان يمددهم بخمسة الآلاف من الملائكة مسومين وكان قد فعل (اي يوم بدر) فلما عصوا امر الرسول (اي في احد) وتركوا مصافهم وتركوا الرماة عهد الرسول صلى الله عليه وسلم اليهم ان لا ييرحوا منازلهم واراد والدنيا رفع الله عنهم مد والملائكة اه ويجوز ان عروة حمل آية الامداد على قصة احد ۱۲ . في روح المعاني الاصعاد الذهاب والابعاد في الارض لوى بمعنى عطف وكثير اما يستعمل بمعنى وقف وفسر ايضا بلا ترجعون اه قلت وفسرت بالاول وفيه في اخراكم من ورائكم فانه يقال جاء فلان في آخر الناس و آخرتهم و اخراهم اذا جاء خلفهم ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في ترجمة ماوى ومثوى جگہ اشارة الى التفتن في العبارة ويمكن ان يفرق بينهما بان الماوى ما يرجع اليه والمثوى ما يستقر فيه وعلى هذا كان تقديم الماوى على المثوى من الحسن بمكان ۱۲ . ۲۔ قوله في ترجمة الآخرة صرف فائدته تظهر من تقرير قوله يريد الدنيا في آخر فائدة التفسير ۱۲ . ۳۔ قوله قبل ترجمة ثم صرفكم اي نصرت کو بند کر لیا هو جواب اذا كما اختاره الزمخشري وعطف عليه ثم صرفكم وبه وضع معنى الغاية في حتى لان الوعد كان بالنصر فالمعنى نصركم حتى اذا كان كذا وكذا لم ينصركم ۱۲ . ۴۔ قوله في ترجمة ما يبرأ هو جاد في روح المعاني لتتمرنوا على الصبر في الشدائد فلا تحزنوا على نفع فات او ضرر آت اه قلت فلا غير زائدة وقدر لتتمرنوا لان المجازاة بالغم انما تكون سببا للحزن لا لعدمه ظاهرا ۱۲ . ۵۔ قوله في ترجمة خبير سب وترجمة ماسب وجهه كون الفعل للمبالغة وكون ما للعموم ۱۲ . ۶۔ قوله في الفائدة مفهوم ہے لم يقل مذكور هي لانه ليس بمنصوص نعم يفهم من العتاب ۱۲ .



إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُ لَكُمْ فَسِنَّ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اگر حق تعالی تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے۔ اور نبی کی یہ

الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغْلُظَ وَمَنْ يَغْلُظْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ

شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ حالانکہ جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہونی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا عوض ملے گا اور ان پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔ سو

هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَمَنْ أَتَّبَعَ رَسُولَ اللَّهِ فَكُنَ بِأَعْيُنِنَا وَسَخَطُ مَنْ لَدُنَّ اللَّهِ وَمَا لَهُ بِهِ جَهَنَّمَ ۝ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ

ایسا شخص جو کہ ضائع حق کا تابع ہو کیا وہ اس شخص کے مثل ہو جاوے گا جو کہ غضب الہی کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانہ روزخ ہو۔ اور وہ جانے کی بری جگہ ہے۔ یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ

دَرَجَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ

کے نزدیک، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں ان کے اعمال کو۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے

تب تو ان کی بیہودگی تھی اور اگر کسی مسلمان کا قول تھا تو اس بنا پر ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تصرف کا اختیار حاصل ہے (اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ امر حقیقتہً یا صورتہً خیانت ہے نبی کی شان اس سے منزہ ہے لیکن چونکہ لفظ غلول بمعنی خیانت عام ہے خواہ حقیقتہً یا بطور عموم مجاز کے فصیح علی کلا القولین فی القاموس اس لئے ہر قسم کی خیانت کو شامل ہے اس عموم معنی کے اعتبار سے وجہ ربط ظاہر ہے کہ اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا مذموم اور موجب وبال ہونا بیان فرمایا تھا اس آیت میں آپ کا امین کامل ہونا مذکور فرمایا تاکہ ثابت ہو جاوے کہ آپ جو کچھ حکم فرماتے ہیں اس میں آپ کی کوئی نفسانی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور آپ اس سے مبرا ہیں لہذا ایسے حکم کی مخالفت ضرور موجب وبال و مذموم ہوگی۔ اس ارتباط سے ترتیب آیات میں جو کہ توقیفی ہے اس آیت کا اس موقع پر ہونا مناسب ہوا۔

اثبات امین بودن حضرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغْلُظَ وَمَنْ يَغْلُظْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَمَنْ أَتَّبَعَ رَسُولَ اللَّهِ فَكُنَ بِأَعْيُنِنَا وَسَخَطُ مَنْ لَدُنَّ اللَّهِ وَمَا لَهُ بِهِ جَهَنَّمَ ۝ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ

وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا يَعْمَلُونَ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ (نعوذ باللہ) خیانت کرے حالانکہ (خائن تو قیامت میں فضیحت ہوگا کیونکہ) جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہونی چیز کو قیامت کے دن (میدان حشر میں) حاضر کرے گا (تاکہ سب خلایق مطلع ہوں اور سب کے روبرو فضیحت ہو) پھر (میدان قیامت کے بعد) ہر شخص کو (ان خائनों میں سے) اس کے

تفسیر: ربط: اوپر ان حضرات کی تسلی کیلئے حضور ﷺ کو چند امور کا حکم ہوا تھا جس سے رسول اللہ ﷺ کی ناخوشی کا دغدغہ تو زائل ہو گیا لیکن چونکہ ان حضرات کو اس واقعہ مغلوبیت سے حسرت بھی تھی اسلئے آئندہ آیت میں انکی اس حسرت کو دل سے اتارتے ہیں۔

ازالہ حسرت مغلوبیت از قلوب صحابہ:

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے (اور تم کو غالب کر دے) اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے۔ فہ: حاصل ازالہ حسرت کا یہ ہوا کہ غالب مغلوب کرنا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے مثلاً بدر میں اپنی رحمت سے غالب کر دیا احد میں اپنی حکمت سے مغلوب کر دیا پس جب پورا پورا یہ امر تمہاری قدرت میں نہیں تو اس قدر اس کے پیچھے اپنے جی کو نہ ڈالو جو ہو گیا ہو گیا۔ اس میں جو آفت معصیت سے آئی اس سے توبہ کر لو آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو یعنی اس سے توفیق مانگو کہ معصیت سے محفوظ رکھیں اور پھر جو مصیبت نازل ہو اس کو اس کا ر ساز کی طرف سے خیر اور مصلحت سمجھو فقط۔

ربط: آیت آئندہ کا شان نزول حسب روایت ترمذی گو خاص ہے وہ یہ کہ بدر کے روز مال غنیمت میں ایک چادر گرم ہو گئی بعض (کم سمجھ یا منافق) لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو (اگر یہ قول منافقین کا تھا



کئے کا (دوزخ میں) پورا عوض ملے گا اور ان پر بالکل ظلم نہ ہوگا (کہ جرم سے زائد سزا ہونے لگے۔ غرض خائن تو مغضوب اور مستحق جہنم ہوا اور انبیاء علیہم السلام بوجہ رضا جوئی حق کے قیامت میں سر بلند ہو گئے پس دونوں امر جمع کیسے ہو گئے جیسا آگے ارشاد ہے) سو ایسا شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو (جیسے نبی) کیا وہ اس شخص کے مثل ہو جاوے گا جو کہ غضب الہی کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو (جیسے خائن) اور وہ جانے کی بری جگہ ہے (ہرگز دونوں برابر نہیں ہو گئے بلکہ) یہ مذکورین (یعنی متبعانِ رضائے حق اور مغضوبین) درجات میں مختلف ہو گئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک (کہ قبیح محبوب اور جنتی ہے اور مغضوب دوزخی ہے) اور اللہ خوب دیکھتے ہیں ان کے اعمال کو (اس لئے ہر ایک کے مناسب معاملہ فرماویں گے) **فہ:** انبیاء علیہم السلام کا امین ہونا یہاں دلیل سے ثابت کیا گیا تقریر استدلال ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ خیانت کی چیز کو قیامت میں حاضر کرے گا حدیث میں اس کی شرح آئی ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھو قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا اور بولتا ہو اور مجھ سے آکر طالب امداد ہو اور میں صاف جواب دیدوں کہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ میں حکم پہنچا چکا تھا اور ایسا ہی مضمون گھوڑے اور کپڑے اور روپیہ پیسہ کے بارہ میں فرمایا۔ اور روح المعانی میں ابن ابی حاتم سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بطور استبعاد کے کہا کہ اگر کسی نے سوانٹ چرائے ہو گئے وہ سب کو گردن پر کیسے لادے گا آپ نے جواب دیا کہ جس شخص کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو اور ربذہ سے مدینہ تک کے برابر بیٹھنے کی جگہ ہو کیا وہ اتنی چیز کو نہیں اٹھا سکتا آج کل جن صاحبوں کو ایسے شبہات واقع ہوتے ہیں وہ اس جواب سے اپنا اطمینان کر لیں اور قدرت الہیہ کے نزدیک بدن کے بڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں اور کوئی عقلی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہیں۔ اور جاننا چاہئے کہ اگر وہ خیانت کی چیز اجسام میں سے نہ ہو تو اس کا لانا دوسرے طرح ممکن ہے یا تو محض اظہار و اعلان کو لانا کہا جاوے جیسے بولتے ہیں کیا خبر لائے اور یا اس عالم میں معانی بشکل اجسام متمثل ہو جاویں جیسا بہت سی حدیثوں سے پتہ لگتا ہے مثلاً موت بشکل دنبہ لاکر ذبح کر دی جاوے گی اور عمل نیک حسین آدمی کی شکل میں آوے گا۔ اس توجیہ پر اگر وہ بھی گردن پر لدا ہوا بعید نہیں واللہ اعلم

**و ب:** اور پر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت امانت کا اور وسوسہ اخذ رکھنے کے غلط ہونے کا بیان تھا آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا نعمت عظمیٰ ہونا اور آپ کی بعثت کا منبت کبریٰ ہونا بیان فرماتے ہیں تاکہ اس

نعمت کی قدر کریں اور آپ کی تعظیم کریں اور بار دیگر کسی ایسے امر کا وسوسہ نہ لادیں جو حضور اقدس ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہ ہو۔

منت بر مومنین بہ بعثت حضور پر نور ﷺ:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (السی قولہ تعالیٰ) لَقَدْ ضَلَّلَ مُبِینِ حَقِیْقَتِیْنِ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر (بڑا) احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے (عظیم الشان) پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں (اور احکام) پڑھ سنا تے ہیں اور (خیالات و رسول جہالات سے) ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب (الہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) قبل سے صریح غلطی (یعنی شرک و کفر) میں (بتلا) تھے۔ **ف:** اس آیت کے اکثر الفاظ اس کے قبل دو آیتوں میں آچکے ہیں ایک اخیر پارہ الم میں دوسری شروع پارہ سیمول میں وہاں ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے اور یہ جو فرمایا کہ ان ہی کی جنس سے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں بعض نے کہا ہے کہ ان کے نسب سے یعنی قریشی۔ اس تفسیر پر اس صفت کا فائدہ اخیر پارہ الم میں احقر لکھ چکا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ عرب سے اس تفسیر پر اس صفت کا فائدہ بھی قریب قریب تفسیر اول کے ہے ملاحظہ فرمانے سے واضح ہوگا۔ بعض نے کہا کہ بنی آدم سے اور یہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ **مُؤْمِنِیْنَ** اس جگہ عام ہے اور **أَنْفُسِهِمْ** کی ضمیر اسی طرف عائد ہے۔ پس صفت عام کے ساتھ تفسیر کرنا اوفق ہے۔ اس تفسیر پر اس صفت کا حسب تقریر روح المعانی یہ فائدہ ہوگا کہ آدمی کو آدمی سے بہ نسبت فرشتہ اور جن کے انس زیادہ ہوتا ہے تو فیض علم لینے میں زیادہ سہولت ہوئی اور خلاف جنس ہونے میں وحشت کا احتمال تھا آھ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ پھر جنات کو آپ سے فیض لینے میں دشواری ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ انسان جامع ترین خلق ہے اس لئے اس کو جن سے بھی مناسبت ہے پس اس لئے انسان جن کو بہولت فیض دے سکتا ہے بخلاف جن کے کہ وہ جامع نہیں ہے اس لئے انسان کو بہولت فیض نہیں دے سکتا اور یہ مناسبت استفادۃ انسان من الجن میں اس لئے کافی نہیں کہ مفيض اقوی ہونا چاہئے مستفیض سے۔ دوسرے اگر سہولت سے قطع نظر کی جاوے تب بھی انسانوں کے مصالح کو مصالح جن پر مقدم رکھنے میں کوئی مصلحت و حکمت ہو گی۔ پس اس صورت میں **مُؤْمِنِیْنَ** کو **مُؤْمِنِیْنَ** انس کے ساتھ خاص کہنا ہوگا جیسا اکثر جگہ خطاب بنی آدم کو ہے اور یہ منافی نہیں ہے عموم بعثت کے کیونکہ اس پر دوسرے دلائل قائم ہیں۔ اور اگر **مُؤْمِنِیْنَ** کو جمع مکلفین کیلئے عام کہا جاوے تو جو لفظ جنس من **أَنْفُسِهِمْ** کے ترجمہ میں ہے اس سے



جنس قریب منطقی مراد لے لیا جاویگا چنانچہ انسان اور جن دونوں حیوان کے تحت میں داخل ہیں بخلاف ملائکہ کے کہ وہ ان کی طرح مکلف ہی نہیں خواہ حیوان میں داخل ہوں یا نانی کی قید سے خارج ہوں کیونکہ ان کا نمونہ ثابت نہیں۔ اور روح المعانی میں ہے کہ آیت وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ سے ثابت ہے کہ آپ کی تشریف آوری رحمت عامہ ہے جس سے کفار بھی دنیا میں بہرہ یاب ہیں چنانچہ امم سابقہ کے سے عذاب نہیں آتے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ زیادہ نفع مؤمنین نے حاصل کیا اور وہ نفع اخروی ہے اس لئے اس آیت میں مُؤْمِنِينَ کی تخصیص کی گئی جیسا اس آیت میں هٰذِي لِّلْمُتَّقِينَ باوجودیکہ هٰذِي لِّلنَّاسِ ہونا بھی ثابت ہے فقط۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ مجموع آیت میں ایک تو علم اسرار کا اثبات ہے اور نیز بعض طرق سلوک کی تعلیم ہے جیسا کہ روح میں ہے کہ تلاوت سے مراد آیات توحید و نبوت کی تبلیغ ہے اور تزکیہ سے مراد مکملہ طیبہ کی طرف بلانا جو توحید و رسالت پر دل ہے (کہ وہ سبب ہے شرک سے پاک ہونے کا) اور تعلیم کتاب سے مراد الفاظ قرآن کی تعلیم ہے اور تعلیم حکمت سے مراد اسرار قرآنیہ پر واقف بنانا ہے پس اول تلاوت ہے کیونکہ وہ تمہید ہے پھر تزکیہ جس کے ساتھ سب سے اول مومن موصوف ہوتا ہے پھر تعلیم جس کی حاجت بعد ایمان کے ہوگی پس اس سے تخلیہ کی (تزکیہ اس کی ایک فرد ہے) تقدیم تخلیہ پر (کہ تعلیم اس کی ایک فرد ہے) مفہوم ہوئی۔ اب یہ بات رہ گئی کہ آیت بقرہ میں تزکیہ پر تعلیم کو کیوں مقدم فرمادیا سو شاید اس میں تنبیہ ہو تخلیہ کے شرف پر اور احقر کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ گاہے کسی متقنی کے سبب تخلیہ کو تخلیہ پر مقدم کر دیا جاتا ہے اور قوم میں دونوں طریقے معمول بہ ہیں۔

**النحو:** ومن يغفل في روح المعانی جواز ان يكون حالاً ويكون التقدير في حال علم الغال بعقوبة الغلول قلت وشرت الى ذلك في الترجمة نعم لم احمله على العلم بل على عدم التماثل بينهما بقريئة ما بعده من قوله افمن اتبع الخ ۱۲۔ في روح المعانی اذ ظرف لمن وهو وان كان بمعنى الوقت لكن وقع في معرض التعليل كما نص عليه منظم المحققين قوله وان كانوا في البيضاوي وان هي المخففة واللام هي الفارقة اه اي الفارقة بين المخففة وبين النافية والشرطية ۱۲۔

**البلاغة والصريية:** قوله فلا غالب لكم في روح المعانی المفهوم من ظاهر النظم وان كان نفی مغلوبیتهم من غیر تعرض لنفی المساوات ایضا لكن المفهوم منه فهماً قطعياً هو نفی المساوات واثبات الغالبية للمخاطبين فاذا قلت لا اكرم من فلان فالمفهوم منه حتماً انه اكرم من كل كريم وهذا امر مطر وفي جميع اللغات اه قلت قوله فهما قطعياً لان من نصره الله تعالى كيف يساويه احد ممن لم ينصره الله تعالى قوله من بعده في روح المعانی

ای من بعد خذلانه قلت وشرت اليه في الترجمة ۱۲۔  
**الكلام:** اعلم ان هذه الآيات من قوله تعالى وما كان الخ وامثالها مما وردت في وعيد العصاة معناها على الاستحقاق لا على الوقوع لامحالة فانه متوقف على المشية فلا حجة للمعتزلة فيها فافهم ۱۲۔

**اللغات:** في روح المعانی اصل المن القطع وسميت النعمة منه لانه يقطع بها عن البلية وكذا الاعتداد بالصنعة منا لانه قطع لها عن وجوب الشكر عليها اه قلت المراد انه قطع لها اذا كان من المخلوق لا من الخالق والسرفيه ان المخلوق لا يملك ابصال النفع حقيقة ولهذا نهى عن المن واما الخالق فيملكه حقيقة ولهذا كان المن حقاً له واذا ثبت هذا فالآية تحتمل كلا المعنيين فتبصر وتشكر ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں ایک فائدہ زائدہ کی طرف اشارہ ہے اور حاصل فائدہ یہ ہے کہ قاموس میں معنی غلول میں دو قول ہیں ایک مطلق خیانت دوسرے خیانت فی مال الغنیمت۔ پہلی صورت میں اس مقام پر غلول مطلق خیانت حقیقہ ہو اور دوسری میں مجازاً پس چاہے غلول کے معنی مطلق خیانت ہوں اور چاہے خیانت خاصہ دونوں تقدیروں پر اس جگہ غلول بمعنی مطلق خیانت صحیح ہوگا ۱۲ منہ۔ ۲۔ قوله في ترجمة كل نفس ان خائون میں قیدت به لقريئة المقام واكثر المفسرين عموماً فيكون المعنى اذا كان كل كاسب مجزياً بعمله وان كان جرمه في غاية القلة فالغال مع عظم جرمه بذلك اولی ۱۲۔ ۳۔ قوله في ترجمة افمن سو (الی قوله) کیا قدم ترجمة الفاء على ترجمة الهمزة لما في حاشية البيضاوي هذه الفاء مقدمة في الحقيقة على همزة الاستفهام وقد مرتوضحة في قوله تعالى افان مات او قتل اه قلت المادة الفاء كون الغال مفتضحاً يوم القيمة سبباً لعدم التماثل بينه وبين النبي الذي يكون في غاية الرفعة وقد فصل هذا المعنى في هذه الآية ۱۲۔

۴۔ قوله في ترجمة هم درجات میں ارج اشار الی حذف ذو مضافاً والی وصف الدرجات بالتفاوت لاقتضاء المقام وهذا المعنى ما في روح المعانی هم ذوو درجات ای منازل او احوال متفاوتة ۱۲ اه۔ ۵۔ قوله في ترجمة لقد حقيقت میں هو حاصل الترجمة المشهورة مرعياً فيها المحاورة والبلاغة ۱۲۔ ۶۔ قوله في قوله من الله بڑا هذا القيد يدل عليه مقصود المقام ۱۲۔ ۷۔ قوله في ترجمة من انفسهم ان ہی کی جنس سے بعد قوله ان میں في هذا الترتيب اشارة الى كون من معمولاً لبعث ويمكن ان يكون صفة لرسولاً بعد تعلقها بالمقدر ۱۲۔ ۸۔ قوله في ترجمة رسولاً عظیم الشان حملاً للتوین علی التعظیم ۱۲۔ ۹۔ قوله في ف مؤمنين انس کے ساتھ خاص کہتا ہوگا فيكون اللام للعهد او يخصص بالقريئة ۱۲۔

**حاشیہ:** یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ جو مناسبت بین الناس والجن افاده انس للجن کیلئے کافی ہے وہی مناسبت استفادہ انس من الجن کیلئے بھی کافی ہو سکتی ہے پس جن اگر انسان کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا جاوے تو کیا حرج ہے تقریر جواب ظاہر ہے ۱۲ منہ۔



أَوَلَمْ نَأْتِكُمْ مِصْبِيحًا قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنِ هَذَا قُلٌّ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی آپ فرمادیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت

قَدِيرٌ ۝ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّغْيِ الْجَمْعُ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

ہے۔ اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی اور تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو بھی دیکھ لیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا اور ان سے

قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْادِعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا اتَّبَعْنَا هُمُ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ

یوں کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا دشمنوں کا دفعہ بن جانا۔ وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہو گئے بہ نسبت اس حالت کے کہ وہ

يَقُولُونَ يَا أَهْلَهُمْ تَالَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا

ایمان سے نزدیک تھے یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے

قَاتِلُوا قُلٌّ فَادْرَأُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا ماننے تو قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرمادیجئے کہ اچھا تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو۔

گروہ (مسلمان اور کفار کے) باہم (مقاتلہ کے لئے) مقابل ہوئے (یعنی احد کے دن) سو (وہ مصیبت) خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی (چونکہ اس میں چند در چند حکمتیں تھیں جن کا بیان اوپر آچکا ہے) اور (ان میں سے ایک حکمت یہ تھی) تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو بھی دیکھ لیں (کیونکہ مصیبت کے وقت اخلاص وغیر اخلاص ظاہر ہو جاتا ہے جیسا گزربھی چکا ہے) اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا اور ان سے (شروع کام کے وقت جب کہ تین سو آدمیوں نے ان میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا جیسا پہلے آچکا ہے) یوں کہا گیا کہ (میدان جنگ میں) آؤ (پھر ہمت ہو تو) اللہ کی راہ میں لڑنا یا (ہمت نہ ہو تو گنتی ہی پوری کر کے) دشمنوں کا دفعہ بن جانا (کیونکہ بہت سی بھیڑ دیکھ کر کچھ تو ان پر رعب ہوگا اور اس سے شاید ہٹ جاویں) وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے (لیکن یہ کوئی لڑائی ہے کہ وہ لوگ تم سے تین چار حصے زیادہ پھر ان کے پاس سامان بھی زیادہ ایسی حالت میں لڑنا ہلاکت میں پڑنا ہے لڑائی اس کو نہیں کہتے حق تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ) یہ منافقین اس روز (جب کہ ایسا خشک جواب دیا تھا) کفر سے (ظاہراً بھی) نزدیک تر ہو گئے بہ نسبت اس حالت کے کہ وہ (پہلے سے ظاہراً) ایمان سے (کسی قدر) نزدیک تھے (کیونکہ پہلے سے گودہ دل سے تو مؤمن نہ تھے مگر مسلمانوں کے سامنے موافقت کی باتیں بناتے رہتے تھے اس روز ایسی طوطا چٹشی غالب ہوئی کہ کھلم کھلا مخالفت کی باتیں منہ سے نکلنے لگیں اس لئے وہ پہلا قرب الی الایمان بھی مبدل بہ قرب الی الکفر ہو گیا اور یہ قرب اس قرب سے زیادہ اس لئے ہے کہ موافقت

**تفسیر:** ربط: اوپر کئی مواقع پر ہزیمت مؤمنین کی علت اور حکمت مذکور ہو چکی ہے مثلاً اس آیت میں إِنْ يَمَسُّكُمْ فَزَنُ الْخِ اور اس آیت میں وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ الْخِ اور ان آیتوں میں وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ چونکہ مؤمنین کو ہزیمت کی سخت کلفت تھی اس لئے اگلی آیت میں اور عنوان سے اسی مضمون کی بھر تاکید و تقریر فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں منافقین کی تشنیع بھی اور گو پہلے بھی ان کی تشنیع ہو چکی ہے لیکن یہاں دوسرے طور پر ہے۔  
تقریر علت و حکمت ہزیمت احد و تشنیع منافقین:

أَوَلَمْ نَأْتِكُمْ مِصْبِيحًا (الی قولہ تعالیٰ) وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا (الی قولہ تعالیٰ) قُلٌّ فَادْرَأُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اور جب (احد میں) تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم (بدر میں) جیت چکے تھے (کیونکہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور بدر میں ستر کافروں کو قید اور ستر قتل کیا تھا) تو کیا ایسے وقت میں تم (تعباً نہ کہ اعتراضاً) یوں کہتے ہو کہ (باوجود ہمارے مسلمان ہونے کے) یہ (ہار) کدھر سے ہوئی (یعنی کیوں ہوئی) آپ فرمادیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی (نہ حضور ﷺ کی رائے کے خلاف کرتے اور نہ ہارتے کیونکہ اس قید کے ساتھ وعدہ نصرت ہو چکا تھا) بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (جب تم نے اطاعت کی اپنی قدرت سے تم کو غالب کر دیا اور جب خلاف کیا اپنی قدرت سے تم کو مغلوب کر دیا) اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ دونوں



کی باتیں دل سے نہ تھیں اس لئے زوردار نہ تھیں اور یہ دل سے تھیں اس لئے عبارت بھی زوردار تھی) یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں (یعنی دل میں تو یہ ہے کہ ان مسلمانوں کا کبھی ساتھ نہ دیں) گولڑائی ڈھنگ ہی کی کیوں نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں (اس لئے ان کے اس قول کا غلط ہونا لو نَعْلَمُ قَتَالًا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) یہ ایسے لوگ ہیں کہ (خود تو جہاد میں شریک نہ ہوئے اور) اپنے (ہم نسب) بھائیوں کی نسبت (جو کہ مقتول ہو گئے گھٹوں میں) بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے (یعنی ہمارے منع کئے پر نہ جاتے) تو (بے فائدہ) قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم (اس خیال میں) سچے ہو (کہ میدان میں جانے سے ہی ہلاکت ہوتی ہے کیونکہ قتل سے بچنا تو موت ہی سے بچنے کے لئے مقصود ہے جب وقت مقدر پر موت گھر بیٹھے بھی آ جاتی ہے تو قتل بھی مقدر وقت پر نہیں ٹل سکتا)۔ اس واقعہ ہزیمت میں جو صحابہ کی عتاب کے بعد جا بجا تسلی کی گئی اس سے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھاویں کہ ہم سے جو گناہ ہوتے ہیں اس میں بھی مشیت و حکمت الہیہ ہوتی ہے پھر غم کی کوئی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ اول تو صحابہ سے خطا ایسا ہوا تو قصد مخالفت نہ تھا دوسرے ان پر ندامت اور غم کا بے انتہا غلبہ تھا جو اعلیٰ درجہ ہے تو یہ کا اس لئے ان کی تسلی کی گئی اور جو قصد گناہ کرے پھر اس پر کرے جرأت وہ مستحق تسلی نہیں بلکہ مستحق تنویف و وعید ہے خوب سمجھ لو اور هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ کے ترجمہ میں جو کہا گیا کہ اس قید کے ساتھ وعدہ نصرت ہو چکا تھا مراد قید سے استقلال علی الطاعة ہے جیسا ابن جریر نے سدی سے نقل کیا ہے وَقَدْ وَعَدَهُم الْفَتْحَ ان صَبَرُوا الْخِ كَذَانِي رُوحُ الْعَالِي تَحْتَ هَذِهِ الْآيَةِ اور میں نے اس کی تصریح اس لئے کی تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ جب وعدہ فتح تھا پھر کیوں شکست ہوئی اور یہ شبہ بھی نہ رہے کہ بعض جگہ باوجود استقلال و اطاعت احکام کے مسلمان مغلوب ہو جاتے ہیں۔ یہ شبہ اس لئے دفع ہو گیا کہ موعود بہم خاص حضرات تھے اس وعدہ خاص کا مطرد اور کلیہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اور اس مقام پر مسلمانوں کے اس قول کے اَنِّي هَذَا كُنِّي جواب دیئے اور چند وجوہ سے تسلی فرمائی۔ اول اَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا کی قید بڑھائی اس میں اشارہ ہے کہ جس شخص کی دونی جیت ہو چکی ہو اگر ایک بار آدھی بار ہو جاوے تو تعجب نہ چاہئے۔ ہار جیت تو لوازم انقلاب ایام سے ہے یہ مضمون قریب قریب اسکے ہے يٰۤاَيُّهَا مَرْكُؤُا لِبَايِنِ النَّاسِ دُورًا جَوَابِ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ میں ہے جو حاصل ہے حَتَّىٰ إِذَا فِشَلْتُمْ وَتَوَلَّيْتُمْ فِي زَمَرٍ وَعَصَيْتُمْ اور اسْتَرْكَبْتُمْ الشَّيْطَانَ

کا تیسرا جواب فَيَا ذِي الْقُرْبَىٰ میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انہیں حکمت تھی اس لئے مشیت متعلق ہوئی جس میں ایک حکمت کا بیان بھی مابعد میں فرما دیا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا جو حاصل تھا تَعْلَمُ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ کا اور بعض حکمتوں کو مجمل چھوڑ دیا جن میں سے بعض اوپر مذکور ہو چکی تھیں مثلاً وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ اور جانا چاہئے کہ اس آیت میں جو وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا آیا ہے اس کے معنی کی تحقیق شروع پارہ سبق میں بذیل آیت اَلَا لِنَعْلَمَنَّ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ الْخِ اور اس پارہ کے لوں پنجم میں بذیل آیت وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ گذر چکی ہے ضرور ملاحظہ فرما لیا جاوے اور اخوانہم کے ترجمہ میں جو صرف ہم نسب کہا گیا بخلاف سابق کے کہ وہاں تعیم کی گئی وجہ اس کی یہ ہے کہ وہاں لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً قَرِيبَةً مجوزہ تھا ہم مشرب بھائیوں کے مراد لینے کیلئے جیسا کہ وہاں اسکی تقریر گذر چکی۔ بخلاف یہاں کے کہ آیت مابعد جس میں شہدا کی فضیلت مذکور ہے قرینہ مانع ہے اس احتمال مذکور سے تو اس صورت میں منافقین کا یہ کہنا لَوْ أَطَاعُوا مَا مَفَّقُوا تاسفانہ ہوگا بلکہ مقتولین کی تسفیہ و تحمیل و تحسیر کی غرض سے ہوگا۔ اس لئے اگلی آیت میں ان کی اعلیٰ درجہ کی کامیابی بیان کر کے جواب دیا جاتا ہے اور جنہوں نے اخوانہم میں تعیم لی ہے وہ آیت آئندہ کو اس پر محمول کریں گے کہ منافقین کے مقتولین گو شہدائے تھے لیکن چونکہ ان کے قول سے یہ بھی لازم آتا تھا کہ شہدا خسارہ میں پڑتے ہیں اس لئے اس آیت میں اس کا ابطال کیا گیا۔ اور نیز تعریض کو بھی مفید ہے کہ ان کے اخوان المشرب فی سبیل اللہ مقتول نہیں اگر ہوتے تو ان کو یہ فضائل نصیب ہوتے واللہ اعلم۔

**النحو:** وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِينَ فِي حَاشِيَةِ الْبَيِّنَاتِ عَطْفٌ عَلَى مَعْنَى فَيَا ذِي الْقُرْبَىٰ عَطْفٌ عَلَى سَبَبِ اه قُلْتُ لَكِنْ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ سَبَبُ عِلَّةٍ وَالْمَعْطُوفُ سَبَبُ حِكْمَةٍ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ مَقْدَرٌ أَوْ يَجْعَلُ حِكْمَةً لِلْأَذْنِ فَتَقْدِيرُ الْكَلَامِ فَيَا ذِي الْقُرْبَىٰ لِيَكُونَ كَذَا مِنْ التَّمَحِيصِ وَاتِّخَاذِ الشُّهَدَاءِ مَثَلًا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِينَ الْخِ وَاشْرَتْ إِلَى هَذَا الرَّجْهِ فِي الْفَائِدَةِ بِقَوْلِي مَجْمَلٌ جَهْزٌ رِأْيَا فَافْهَمُ ۱۲ قَوْلُهُ وَقِيلَ عَطْفٌ عَلَى نَافِقُوا قَوْلُهُ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ فِي رُوحِ الْمَعْنَى اسْتِيفَ بَيَانِي كَأَنَّهُ قِيلَ فَمَا صَنَعُوا حِينَ قِيلَ لَهُمْ ذَلِكَ فَقِيلَ قَالُوا الْخِ قَوْلُهُ الَّذِينَ قَالُوا لِأَخْوَانِهِمْ فِي رُوحِ الْمَعْنَى أَوْ خَيْرٌ لِمَبْتَدَأٍ مَحْذُوفٍ أَيْ هُمُ الَّذِينَ أَوْ لَغْتَ لِلَّذِينَ نَافِقُوا أَوْ بَدَلْ مِنْهُ اه قُلْتُ وَاحْتَمَلُ تَرْجَمَتِي عَلَى أَيْ وَجْهِ شَسْتٍ وَأَنْ كَانَ ظَاهِرُهُ الْوَجْهَ الْأَوَّلَ لَكِنَّهُ يَكُونُ اخْتِذَاً بِالْحَاصِلِ عَلَى الْوَجْهِينِ لَا عَيْنَ التَّرْجَمَةِ وَلَا بَاسَ بِهِ ۱۲ (بَقِيَةُ صَفْحَةِ ۳۰۱ پَر)



وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۖ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے

فَضْلَهُ ۖ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۖ أَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

مغموم ہو گئے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔ جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے

مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا ۖ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ

کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے

جَمَعُوا لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ فَرَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۖ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ لَمْ يَمَسَّهُمْ

اندیشہ کرنا چاہئے تو اس نے انکے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے

سُوءٌ ۖ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۖ فَلَا تَخَافُوهُمْ

وایس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری و رنجش نہیں آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے

وَخَافُونَ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

ڈراتا ہے سو تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیتوں میں منافقین کے اس قول سے لَوْ أَطَاعُوا مَا قُتِلُوا دوا امر مفہوم ہوئے تھے ایک یہ کہ گھروں میں بیٹھا رہنا ہلاکت سے نجات کا سبب ہے، اس کا جواب تو قُلْ فَأَذِرُوهُمَا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْيَوْمَ میں ارشاد فرمایا گیا دوسرا امر یہ کہ وہ ان شہداء کی موت کو موجب ناکامی و حرمان عن الحیوة واللذات بتلاتے تھے اس کے جواب کیلئے اگلی آیت میں ان حضرات کی اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور حیوۃ حقیقیہ و تمکعات باقیہ کا اثبات فرماتے ہیں۔

**اثبات حیات و تلذذ شہداء:**

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا (الہی قولہ تعالیٰ) أَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ اور (اے مخاطب!) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے گئے ان کو (اور مردوں کی طرح) مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (و کرم) سے عطا فرمائی (مثلاً درجات قرب وغیرہ یعنی رزق حسی بھی ملتا ہے اور رزق معنوی یعنی مسرت بھی) اور

(جس طرح وہ اپنے حال پر خوش ہیں اسی طرح) جو لوگ (ابھی دنیا میں زندہ ہیں اور اس وجہ سے) ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ) ان سے پیچھے (دنیا میں) رہ گئے ہیں ان کی بھی اُس حالت پر وہ (شہداء) خوش ہوتے ہیں کہ (اگر وہ بھی شہید ہو جاویں تو ہماری طرح) ان پر بھی کسی طرح کا خوف (ناک سانحہ) واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ (کسی طرح) مغموں ہو گئے (غرض ان کو دو خوشیاں ہیں اپنی بھی اور اپنے تعلق والوں کی بھی آگے ان دونوں خوشیوں کا سبب بتلاتے ہیں) وہ (اپنی حالت پر تو) خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے (جو ان کے ساتھ مبذول ہے) اور (دوسروں کی حالت پر خوش ہوتے ہیں) بوجہ اس کے کہ (وہاں جا کر آنکھوں سے دیکھ لیا کہ) اللہ تعالیٰ اہل ایمان (کے اعمال) کا اجر ضائع نہیں فرماتے (بلکہ جس درجہ کا عمل ہوتا ہے اس درجہ کا اجر دیتے ہیں پس شہادت کے فضل الاعمال ہے اس پر افضل اجور ملے گا جسکے لوازم میں سے ہے کہ اصلاً خوف و حزن نہ ہو) **ف:** حیات شہداء کی تحقیق شروع سیقول رکوع سوم میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جاوے اور رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ان کی ارواح قنادر عرش میں رہتی ہیں اور جنت کی انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے



اشارہ سے کھاتی ہیں۔ رواہ احمد و ابو داؤد و الحاکم عن ابن عباس مرفوعاً کذا فی الباب النقول میں کہتا ہوں کہ یہ حصہ انہار و شمار کا کسی ایسے مقام سے مل جاتا ہوگا جو جنت کے متعلق ہوگا پس یہ اشکال لازم نہیں آتا کہ جنت میں جا کر پھر حشر کے وقت کیسے نکالے جاویں گے۔

**وَبَط:** اوپر غزوہ احد کا قصہ مذکور ہو چکا آگے اسی کے متعلق ایک دوسرے غزوہ کا ذکر ہے جو غزوہ حراء الاسد کے نام سے مشہور ہے جس کے ابتدائی جزو کی طرف اس پارہ کے نصف کے ذرا قبل آیت سَنُلْقِيَنَّ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الزُّعْبَ الْخ میں اشارہ تھا کہ وہ یہ کہ جب کفار میدان سے مکہ کو واپس ہوئے تو راستہ میں جا کر اس پر افسوس کیا کہ ہم باوجود غالب آجانے کے ناحق لوٹ آئے سواب چل کر سب کا استیصال کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور پھر وہ مکہ ہی کی طرف ہو لئے لیکن بعض راہگیروں سے کہہ گئے کہ کسی تدبیر سے مسلمانوں کے دل میں ہمارا رعب جمادیا جائے آپ کو وحی سے یہ امر معلوم ہو گیا اور آپ ان کے تعاقب میں مقام حراء الاسد تک پہنچے اخرج ابن جریر عن السدی کذا فی روح المعانی بقیہ قصہ اس کا یہ ہے کہ حراء الاسد مدینہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں آپ نے تین روز ۱۷، ۱۸، ۱۹ اشوال یوم دوشنبہ سہ شنبہ و چہار شنبہ قیام فرمایا اور کفار مکہ کو راستہ میں اول معبد خزاعی مسلمانوں کے قیام گاہ کی طرف سے جاتے ہوئے مقام روحا میں ملے۔ اس وقت تک معبد اسلام نہ لائے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ کفار مکہ نے اُن سے مسلمانوں کی خبر پوچھی انہوں نے مسلمانوں کی خدا وادشان و شوکت کو پورے الفاظ میں ادا کیا اس سے کفار مکہ کے حوصلے بالکل پست ہو گئے اور بدستور مکہ ہی جانے کے عزم پر قائم رہے پھر اتفاق سے ان کو ایک قافلہ قبیلہ عبد القیس کا مل گیا جو مدینہ کو آتا تھا ان لوگوں سے کفار مکہ نے کہا کہ تم اتنا کام کرنا کہ محمد ﷺ سے مل کر ان لوگوں کے دلوں میں ہمارا خوف بٹھلا دینا اور کہہ دینا کہ انہوں نے یعنی ہم نے مسلمانوں کے استیصال کیلئے بڑا سامان جمع کیا ہے اور عنقریب آکر ان کا کام تمام کر دیں گے چنانچہ جس وقت ان لوگوں نے یہ خبر مسلمانوں کو پہنچائی سب نے بالاتفاق نہایت استقلال کے ساتھ کہا حَسْبُكَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ یعنی ان کے سامان و جمعیت سے کچھ اندیشہ نہیں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ بس ہے، پھر خیریت سے مدینہ آگئے اور وہ فی روح المعانی عن ابن اسحاق اور اتفاق سے اس مقام پر ایک قافلہ تجارت کا گزر رسول اللہ ﷺ نے ان سے مال تجارت خرید فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس میں نفع دیا حضور ﷺ نے وہ نفع ہمراہی مسلمانوں کو تقسیم فرمادیا رواہ البیہقی عن ابن عباس کذا فی روح المعانی آیات آئندہ میں اس قصہ کی طرف

اشارہ ہے چنانچہ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ میں ان ہمراہیوں کے تازہ زخمی ہونے کی طرف اور قَالَ لَهُمُ النَّاسُ میں عبد القیس کی تحریف کی طرف اور اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكَ میں کفار مکہ کے مضمون مجوز کی طرف اور فَاذْكُرُوا اِيْمَانَكُمْ اَلَمْ يَخُذْ فِيكُمْ الْمُلْكُ میں مسلمانوں کے استقلال کی طرف اور فَاَنْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ الْخ میں ثواب و نفع تجارت کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض مفسرین نے ان آیات کے متعلق دوسرا قصہ ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احد سے لوٹتے وقت کفار مکہ کہہ گئے تھے کہ سال آئندہ پھر بدر میں لڑائی ہوگی جہاں سال گذشتہ بھی ہو چکی تھی لیکن پھر ان کی ہمت نہ بڑی ایک اور اعرابی کو کچھ روپیہ دینا کیا کہ تو مسلمانوں کو ڈرا دے تاکہ وہ ڈر کر نہ آویں تو الزام ان کے سر رہے لیکن مسلمان نہ ڈرے اور وقت پر پہنچ گئے اور کفار نہ آئے۔ وہاں بازار لگا کر تا تھا مسلمانوں نے خوب خرید و فروخت کیا جس میں نفع بھی ملا پھر صحیح سلامت اپنے گھر آ پہنچے اس غزوہ کا نام بدر صغریٰ مشہور ہے اور بعض نے اس بدر صغریٰ کے قصہ کو غزوہ احد کے ایک ماہ بعد واقع کہا ہے باقی قصہ بحالہا کہا ہے لیکن احقر نے پہلے قصہ کو اس لئے اختیار کیا کہ روح المعانی میں کہا ہے والی ہذا ذہب اکثر المفسرین۔ دوسرے مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ سے متبادر زخموں کی تکلیف کا اس وقت تک باقی رہنا ہے گو دوسری تفسیر پر یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ باوجود یکہ سال گذشتہ تکلیف اٹھائی تھی جس سے احتمال تھا خوفزدہ ہو جانے کا الخ واللہ اعلم اور اس تفسیر کے اختیار کرنے والے غزوہ بدر صغریٰ کا انکار نہیں کرتے لیکن اس کو مدلول آیات قرآنیہ نہ کہیں گے۔

قصہ غزوہ حراء الاسد:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (الی) فَلَا تَحْزَنُوا هُمْ وَخَافُونَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو (جبکہ تعاقب کفار کے لئے بلائے گئے) قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو (ابھی تازہ) زخم (لڑائی میں) لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں (اور واقع میں سب ہی ایسے ہیں) ان کے لئے (آخرت میں) ثواب عظیم ہے یہ ایسے (مخلص) لوگ ہیں کہ (بعض) لوگوں نے (یعنی عبد القیس والوں نے جو) ان سے (آکر) کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی اہل مکہ نے) تمہارے مقابلہ کے لئے (بڑا) سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے تو اس (خبر) نے ان کے (جوش) ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور (نہایت استقلال سے یہ) کہہ (کر بات کو ختم کر) دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ (سب مہمات میں) کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے (یہی سپرد کرنا تو کل ہے) پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے (یعنی ثواب اور نفع تجارت سے) بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ (اس واقعہ



ایہما شئت علی النعمة الحسنة والآخر علی المعنوية ۱۲۔

**الروایات:** فی باب النقول روى احمد وابو داؤد والحاكم عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم فی اجواف طير خضر ترد انهار الجنة وتاكل من ثمارها وتاوى الی قنادیل من ذهب فی ظل العرش فلما وجدوا طيب ماكلهم ومشر بهم وحسن مقلهم قالوا يا ليت اخواننا يعلمون ما صنع الله لنا لنلا يذهلوا فی الجهاد ولا ينكلوا عن الحرب فقال الله انا ابليهم عنكم فانزل الله هذه الآيات ولا تحسن الذين قتلوا الآية وما بعدها ۱۲۔

**الكلام:** قوله اجر المؤمنين دل علی ان الايمان شرط قبول الاعمال ولذا لم یقل المقتولين مع ان المرادهم بقربة المقام بل ذكر ما هو شرط لقبول القتل ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله ای مخاطب اشار بهذا العنوان الی عمومہ ۱۲۔

۲۔ قوله مقرب حملة علی القرب الرتبی كما فی روح المعانی ۱۲۔

۳۔ قوله وكرم اشار به الی ان من اللسبية وفي مثله تطلق هذه

العبارة ۱۲۔ ۴۔ قوله ان کی بھی اس حالت پر اشار به الی کون قوله الا

خوف بدل اشتغال من الذين لم یلحقوا ۱۲۔ ۵۔ قوله اگر وہ بھی شہید

تقیید للنص المطلق بقربة المقام لان المقام مقام فضل

الشهادة ۱۲۔ ۶۔ قوله ای تعلق والوں المراد به الاخوة فی الايمان ۱۲۔

۷۔ قوله فی ختم الترجمة اصلا خوف وحنن نہ ہو زاد اصلا لیثبت

اختصاص الشهداء من بین المؤمنین بعد اشتراکهم جمیعاً فی

مطلق انتفاء الحزن والخوف كما وردت فیہ آیات عديدة ۱۲۔

۸۔ قوله فی ترجمة قال لهم الناس بعض لوگوں نے اشارۃ الی ان اللام

للجنس الشامل للقلیل والكثیر فصح اراده واحد او متعدد من نعیم

بن مسعود او غیرہ علی اختلاف الاقوال ۱۲۔ ۹۔ قوله فی ترجمة ان

الناس ان لوگوں نے اشارۃ الی ان اللام للعہد ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی ترجمة

فاخشوهم اندیشہ کرنا چاہیے اتباع فیہ المحاورۃ فی مثل ذاک المحل ۱۲۔

۱۱۔ قوله فی ترجمة فزادهم ایمانا جوش ایمان اشارۃ الی ان المراد

بالایمان بعض آثارہ لانفس التصدیق لانه لم یوجد اذ ذاک شئی

مما یجب تصدیقه كالصلوة والصوم ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی ترجمة ونعم

الوکیل وہی سب کام الخ اخذ الحصر من المقام وترجمة الوکیل من

اللغة لان الوکیل بمعنی الموکول الیہ ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی ترجمة

قوله سوء کوئی ناگواری افاد العموم التنکیر تحت النفی ۱۲۔ ۱۴۔ قوله

بعد ترجمة رضوان الله مجموع نعم سے الخ دفع بقوله مجموع ما عسی

ان یتوهم ان بعض غیر المتبعین لا یمسهم سوء وجه الدفع ظاهر

فان المجموع لا یترتب الا علی الاتباع واما توهم ان بعض المتبعین

یمسهم بعض سوء فاندفاعہ اظهر لان هذا الاتباع سبب لا علة تامة

فلا یضر التخلف لعارض فافهم ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۳۰۱)

میں) رضائے حق کے تابع رہے (اسی کی بدولت مجموع نعم سے سرفراز ہوئے) اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے (مسلمانوں) اس سے زیادہ کوئی (قابل اندیشہ) بات نہیں کہ یہ (مخبر فعلاً) شیطان ہے کہ اپنے (ہم مذہب) دوستوں سے (تم کو) ڈرا (ناچاہ) تاہے تو سو تم ان سے (کبھی) مت ڈرنا اور (صرف) مجھ سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔ **ف:** شرح مضمون کی تقریر ربط میں مفصل گزر چکی ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اللہ و رسول کے کہنے کو حالانکہ ظاہراً صرف رسول اللہ ﷺ نے تعاقب کے لئے فرمایا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ کا فرمانا خدا کے فرمانے سے ہوتا تھا اس لئے اللہ و رسول کی طرف نسبت صحیح ہوئی۔ اور یہ جو فرمایا کہ ان میں جو نیک اور متقی ہیں حالانکہ نصوص و اخبار سے ان سب حضرات کا اس صفت کے ساتھ موصوف ہونا یقینی ہے اور خود آیت میں بھی جب ان سب کے لئے استجابات ثابت کی پھر ان کے محسن اور متقی ہونے میں کیا شبہ رہا پس مقصود اس فرمانے سے تنقید نہیں بلکہ ان کی مدح اور ان کے لئے کئی وصفوں کا ثابت کرنا اور اجر عظیم کی علت بیان کرنا ہے کہ یہ مستحقین جو مستحق اجر عظیم ہوئے اس کی علت ان کا محسن و متقی ہونا چاہئے کیونکہ استجابات بھی احسان اور تقویٰ کا اثر ہے خوب سمجھ لو۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا (الی قوله تعالى)

وَلَا هُمْ يَخْزَنُونَ حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کو شہداء کے مارے جانے پر حسرت

تھی ان کو سنا یا جاتا ہے کہ تم اس کی تمنائت کرو کہ وہ دنیا میں رہتے بلکہ خود وہ

شہداء تمہاری نسبت یہ خوش منار ہے ہیں کہ اگر تم شہید ہو جاؤ تو تم بھی انہیں کی

طرح نعیم سے فائز ہونی الروح والی ہذا ذہب ابن جریر وقادۃ پس یہ اسی کی

نظیر ہے جو اہل جہاد اکبر میں اور مجاہدین میں واقع ہو رہا ہے کہ ہر ایک

دوسرے کے لئے اپنی حالت پر ہونے کی تمنائت کر رہا ہے۔ قوله تعالى

إِنَّمَا ذِكْرُ الشَّيْطَانِ يُخَوِّفُ ذُلِّيَّةً فَلَا تَحْزَنُوا هُمْ اس میں اس مقولہ کی

اصل ہے جو بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے اعوذ باللہ پڑھی

پھر شیطان سے خطاب کیا کہ تو میرے استعاذہ سے یہ نہ سمجھنا کہ میں تجھ

سے ڈرتا ہوں یا میں تجھ کو اپنے دل میں کچھ با وقعت سمجھتا ہوں میں نے

محض امثالاً لامر اللہ استعاذہ پڑھ لیا ہے ورنہ تو میری آنکھ میں اتنی قدر

نہیں رکھتا کہ میں تجھ سے استعاذہ کروں۔

**النحو:** قوله من خلفهم متعلق یلحقوا ویجوز ان یکون حالاً

من فاعل یلحقوا کذا فی الروح ۱۲۔ الذين استجابوا مبتداً والخبر

للذين احسنوا وضعاً للمظهر موضع المضمرة ای لهم ۱۲۔

**البلاغۃ:** یرزقون تاکید لحيوتهم ای انها حقیقیۃ بحیث یا کلون بها

ویشربون ۱۲۔ قوله بنعمة وفضل لعله تفنن للتأكيد ولك ان یحتمل



وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَصُورُوا لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ

اور آپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آخرت میں سے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اسْتَرَوْا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَخُورُوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا

ان کو اصلاً بہرہ نہ دے اور ان لوگوں کو سزائے عظیم ہوگی۔ یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان کی جگہ کفر کو اختیار کر رکھا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور ان کو دردناک سزا

يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُنْزِلُ لَهُمُ لِيُزِيدُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مَا كَانَ

ہوگی۔ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے۔ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں جس میں جرم میں ان کو اور ترقی ہو

اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ

جاوے اور ان کو تو بہن آمیز سزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے تمیز نہ فرماوے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تَوَمَّنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو منتخب فرماتے ہیں پس اب اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز رکھو تو پھر تم کو اجر عظیم ملے

**تفسیر:** ربط: اوپر منافقین کی بے وفائی اور بدخواہی کا مذکور ہو چکا ہے جناب رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر ان کی ان حرکات سے رنج ہوا ہوگا حق تعالیٰ آیت آئندہ میں آپ کو تسلی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ضمناً و جعلاً جمیع کفار کے معاملہ کے متعلق خواہ کوئی ہو آپ کی تسلی فرماتے ہیں تاکہ آپ کے قلب پر اب یا آئندہ انکی اور دوسروں کی طرف سے کبھی صدمہ غالب نہ ہو۔ تسلیہ قلب رسول مقبول ﷺ و معاملہ منافقین و کفار:

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (السی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور آپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر (کی باتوں) میں جا پڑتے ہیں (جیسے منافقین کہ ذرا مسلمانوں کا پلہ ہلکا دیکھا فوراً ہی کفر کی باتیں کھلم کھلا کرنے لگتے ہیں جیسا ان کے اقوال و احوال مذکورہ بالا سے معلوم ہوا) یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے (اور آپ کو زیادہ رنج اس سے ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت سے دین اسلام کی قوت و ترقی میں کچھ ضعف و خلل نہ آ جاوے پس جب یہ یقیناً معلوم ہو گیا کہ دین کو اس سے کچھ ضرر نہیں ہو سکتا پھر آپ کیوں رنج کریں اور اگر وجہ رنج کی یہ ہے کہ گودین کو ضرر نہیں مگر خود ان کا تو ضرر ہے پھر یہ ایسے کام کیوں کرتے ہیں جس سے ان کی عاقبت برباد ہو تب بھی رنج نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تکویناً) یہ منظور ہے کہ آخرت میں سے ان کو اصلاً بہرہ نہ دے (جب یہ امر مقدر ہو چکا تو پھر ان سے امید موافقت کی بیکار ہے اور

رنج امید کے خلاف سے ہوتا ہے جب ان سے امید ہی نہ رکھی جاوے پھر رنج بھی نہ ہوگا) اور (صرف یہی نہیں کہ آخرت میں نعمتوں سے خالی محروم ہی رہیں مگر سزا نہ ہو بلکہ حرمان کے ساتھ) ان لوگوں کو سزائے عظیم (بھی) ہوگی (اور جیسا یہ گروہ خاص دین اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اسی طرح) یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان (کو چھوڑ کر اس) کی جگہ کفر کو اختیار کر رکھا ہے (خواہ منافق ہوں خواہ کافر مجاہد ہوں خواہ پاس کے ہوں خواہ دور کے ہوں) یہ لوگ (بھی) اللہ تعالیٰ (کے دین) کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے (پس آپ کو کسی کی طرف سے فکر و رنج نہ چاہئے) اور ان (سب) کو (پہلوں کی طرح) دردناک سزا ہوگی۔ **تفسیر:** اگر کسی کی طبیعت میں اس جگہ مسئلہ تقدیر کے متعلق خلجان پیدا ہو تو شروع سورہ بقرہ آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (السی قولہ تعالیٰ) عَذَابٌ عَظِيمٌ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

**ربط:** اوپر کی آیتوں میں اہل کفر کو مستحق عذاب عظیم والیم فرمایا ہے چونکہ وہ لوگ اس کے منکر تھے اور یہ استدلال کیا کرتے کہ جب ہم یہاں آرام و آسائش میں ہیں تو معلوم ہوا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ ناخوش نہیں ہیں۔ پس وہاں بھی اگر آخرت کوئی چیز ہے تو آرام میں رہیں گے ورنہ یہاں عذاب سے کیوں چھوڑے جاتے جیسا یہ مضمون ان آیات سے معلوم ہوتا ہے لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْرَكْنَا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ وَلَئِنْ رُجِعْتَ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْخُسْفَىٰ ۚ إِنَّ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا جَارَاتٍ



فَمِنَ النَّسَاءِ الْخَوَاثِرُ وَمِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَمِمَّنْ قَبُلَ الْأَمْرَ مِنْ رَبِّكَ وَتُجْزَىٰ عَنْهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں۔

ابطال زعم اہل کفر در باب امہال از عذاب در دنیا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (الٰہی) وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا ان کو (عذاب سے) مہلت دینا (کچھ) ان کیلئے بہتر (اور مفید) ہے (ہرگز نہیں بلکہ) ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں جس میں (زیادتِ عمر کی وجہ سے) جرم (کفر) میں ان کو اور ترقی ہو جاوے (تاکہ یکبارگی پوری سزا ملے) اور (دنیا) میں اگر سزا نہ ہوئی تو کیا ہے آخرت میں ضرور) ان کو تو ہین آمیز سزا ہوگی۔

ف: اس آیت سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مہلت دی ہے کہ اور زیادہ جرم کریں تو پھر زیادہ جرم کرنے سے عذاب کیوں ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ یہ فرمانا ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا کتب میں بیٹھا کھیلتا رہے اور استاد کے کئی بار سمجھانے سے نہ مانے استاد غصہ میں آکر خاموش ہو جاوے کہ جب سبق سننے کا وقت آویگا اس وقت اکٹھا سمجھاؤنگا اور اس پر وہ نادان لڑکا فخر آکے کہ استاد مجھ کو اس لئے نہیں مارتا کہ مجھ کو بہت چاہتا ہے اور اس وقت اس لڑکے سے کہا جاوے کہ نہ مارنا اس لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے تاکہ تو خوب بیٹھا کھیلتا رہے اور وقت پر سبق یاد نہ نکلے اور خوب پینا جاوے۔ پس عدم عقوبت فی الحال کا اصل سبب تو ارادہ سزائی المآل ہے مگر نہ پڑھنا جو کہ سبب السبب ہے کلام میں قائم مقام سبب کے کر دیا گیا اسی طرح اصل سبب امہال کا ارادہ زیادہ عقوبت ہے لیکن اس سبب کے سبب یعنی از یاد اٹھ کر جو باختیار عبد ہے قائم مقام سبب بغرض افادۂ بلاغت کلام کر دیا گیا اور جاننا چاہئے کہ امہال کے غیر نافع ہونے میں جو تخصیص کفار کی کی گئی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسلمان کو جس قدر عمر زیادہ ملتی ہے اس میں باقتضائے اسلام یہ فائدہ ہے کہ زیادہ طاعت کرے اور زیادہ مستحق درجات ہو البتہ اگر اسلام کے اس اقتضا ہی پر کوئی عمل نہ کرے تو اور بات ہے مومن کو بحیثیت ایمان فائدہ ہی ہے بخلاف کافر کے کہ اس کو بحیثیت کفر کے ضرر ہے البتہ اگر کفر کے اس اقتضا پر عمل نہ کرے اور توبہ و ایمان سے مشرف ہو جاوے تو اور بات ہے۔

ربط: جیسا اہل کفر پر عذاب نہ آنے سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ مردود نہ ہونگے ورنہ عذاب آجاتا اور اوپر کی آیت میں اس کو دفع فرمایا اسی طرح مسلمانوں پر بعض سختیاں آنے سے جیسا احد میں آئیں وسوسہ ہو سکتا تھا کہ یہ مقبول ہوتے تو ان پر سختیاں کیوں آتیں اگلی آیت میں ان شدائد کی حکمتیں اور حقیقتیں بیان کرنے سے اس وسوسہ کو دفع فرماتے ہیں۔

حکمت شدائد بر مومنین در بعض احیان:

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذِلَّ الْمُؤْمِنِينَ (الٰہی قولہ تعالیٰ) فَذَلِكُمْ أَجْرُ عَظِيمٍ اللہ تعالیٰ

مسلمانوں کو اس حالت (اختلاط و عدم امتیاز منافقین و مخلصین) پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم (سب) اب (موجود) ہو (بلکہ واقعات و شدائد کا نازل ہونا اس وقت تک ضرور ہے) جب تک کہ ناپاک (یعنی منافق) کو پاک (یعنی مومن مخلص) سے تمیز نہ فرماوے (اور یہ تمیز شدائد سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کئی بار اس کی تقریر گذر چکی ہے) اور (اگر تم کو یہ وسوسہ ہو کہ بلا نزول شدائد بھی نزول وحی الی الرسول سے یہ تمیز سہل ہے کہ بتلا دیا جاتا فلاں فلاں منافق ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ (بمقتضائے حکمت) ایسے امور غیبیہ پر تم کو (بلا واسطہ وقوع حوادث وغیرہ) مطلع نہیں (کرنا چاہتے) و لیکن ہاں جس کو (اس طرح مطلع کرنا خود چاہیں اور) (ایسے حضرات) وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو (اس طرح مطلع کرنے کے لئے اپنے بندوں میں سے) منتخب فرما لیتے ہیں (اور تم پیغمبر ہو نہیں سوتے) ہم اس طرح ایسے امور کی کیوں اطلاع دیدیں۔ البتہ واقعات ایسے نازل فرماتے ہیں جس کے واسطہ سے بطور استدلال کے یہ تمیز ظاہر ہو جاوے اور جب کفار پر دنیا میں عذاب نازل نہ ہونے کی اور مومنین پر بعض شدائد نازل ہونے کی حکمت معلوم ہوگئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ امور دلیل رد و قبول کے نہیں ہیں) پس اب (ایمان کے پسندیدہ اور کفر کے ناپسندیدہ ہونے میں اے اہل باطل کوئی شبہ مت کرو بلکہ) اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر (اخلاص کے ساتھ) ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور (کفر و معاصی) سے پرہیز رکھو تو پھر تم کو (بجائے عذاب عظیم و الیم کے جو اد پر کفر پر موعود تھا ایمان و تقویٰ کے بدولت آخرت میں) اجر عظیم ملے ف: لِيُظِلَّكُمْ کے ترجمہ میں جو کہا گیا ہے بمقتضائے حکمت گو حکمتیں بے شمار ہیں اور ان کی تفتیش کی ضرورت نہیں لیکن ظاہر ا یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ صرف وحی سے معلوم ہونے سے ظاہری اختلاط تو رہتا اور غیر متجانسین کا اختلاط ظاہری سبب ہوتا ہے اکثر مفاسد کا اور اگر مسلمان ان کو جدا کرنا چاہتے تو ان پر کوئی وجہ احتجاج کی نہ تھی وہ کہتے ہم تو مخلصین ہیں بخلاف اس صورت کے کہ واقعات پیش آئے اور کم ہمتی سے وہ نکل بھاگے پھر خود ہی ان کا منہ نہ رہا کہ دعویٰ اخلاص کریں اور مفاسد اختلاط سے اس طرح نجات ہوگئی۔ اور اس آیت سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی شرکت ہوگئی کیونکہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں اس علم کا ذاتی ہونا اور اس کا محیط بالکل نہ ہونا۔ یہاں ذاتی اس لئے نہیں کہ وحی سے ہے اور محیط اس لئے نہیں کہ بعض امور خاص مراد ہیں۔ پس یہ بالمعنی الاعم غیب ہے نہ کہ بالمعنی الاخص خوب سمجھ لو۔ اور یہ جو اخیر میں فرمایا سب رسولوں پر ایمان لاؤ حالانکہ مقام مقتضی ہے ذکر ایمان



محمد ﷺ کو جو اس کی یہ ہے کہ آپ پر بھی ایمان جب ہی متحقق ہوگا جب سب کو مانے کیونکہ ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُنْزِلُ لَهُمُ الْيُزْأَادَ إِثْمًا اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر معیشت کے ساتھ بظاہر تو اس پر مغرور نہ ہو بلکہ اس حالت میں خیر قبض ہی میں ہے جس سے متنبہ ہو کر توبہ کرے کیونکہ احتمالاً اسباب قبض میں سے معصیت بھی ہے۔

**اللفات:** فی روح المعانی الاملاء فی الاصل اطالة المدة والملاء الحین الطویل ومنه الملوان اللیل والنهار بطول تعاقبهما ۱۲۔

**التحو:** الذین کفروا فاعل لیحسن وما فی انما المفتوحة مصدرية وهي مع خبرها اے خیر ساد مسد المفعولین والتقدير ولا یحسب الکافرون ان املائنا خیر لهم وفي قراءة ولا تحسب بالخطاب اما لرسول الله ﷺ الا ان المقصود التعریض بهم اذ حسبوا ما ذکروا اما لكل سامع فالفاعل ضمیر الخطاب والذین مفعول له وانما نملی الخ بدل اشتمال منه وحيث كان المقصود بالذات هو البدل وكان ههنا مما يسد مسد المفعولین جاز الاقتصار على مفعول واحد وكلمة انما الثانية بالكسر هي للحصر ۱۲۔ واللام فی لیذر متعلقة بمحذوف هو الخبر لكان والفعل منصوب بان مضمره بعدها كما ذهب اليه البصريون اى ما كان الله مریدا لان یذر المؤمنین وقال الكوفيون اللام مزيدة للتأكيد وناصبة للفعل بنفسها والخبر هو الفعل ولا یقدح فی عملها زيادتها اذا الزائد قد يعمل كما فی حروف الجر المزیدة فلا ضعف فی مذهبهم من هذه الحیثیة كما وهم ۱۲۔

**البلافة:** فی روح المعانی ولتضمن معنى المسارعة معنى الوقوع تعدت بفي دون الى الشائع تعديتها بها كما فی سارعوا الى مغفرة وائر ذلك للاشعار باستقرارهم فی الکفر ودوام ملاستهم له فی مبدء المسارعة ومنتهاها كما فی قوله تعالى فی المؤمنین یسارعون فی الخیرات واما اثار الی فی آیتها فلان المغفرة والجنة منتهی المسارعة وغایتها الخ ۱۲۔ فی روح المعانی تعلیق المیز بالخبیث مع ان المتبادر مما سبق من عدم ترک المؤمنین علی الاختلاط تعلیقه بهم وافرازهم عن المنافقین لما ان المیز الواقع بین الفريقین انما هو بالتصرف فی المنافقین وتغییرهم من حال الی حال اخرى مع بقاء المؤمنین علی ما كانوا علیه من اصل الايمان وان ظهر مزيد اخلاصهم لا بالتصرف فیهم وتغییرهم من حال الی حال مع بقاء المنافقین علی ما هم علیه من الاستتار وانما لم ینسب عدم ترک الیهم لما انه مشعر بالاعتناء بشان من نسب الیه فان المتبادر عنه عدم ترک علی حالة غیر ملائمة كما یشهد به الذوق السليم قاله بعض

المحققین آه قلت وهو حری بان یکتب بسواد العین وقلم شعاعها واشرت الی عدم ترک هذا بقول فی ترجمة یذر رکنا نہیں چاہتے فهذا هو المراد بالترك لاعدم الفعل وقلت ان المخاطب فی انتم كلا الفريقین ففی الکلام تغلیب فافهم ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** یحزنک من الافعال وحزن واحزن هما بمعنی واحد ۱۲۔

**فائدة:** اعلم ان الظاهر من بیان حکمة ابتلاء المؤمنین فی الآیة من قصد المیز التکرار فی الکلام لکنه بما قررت فی وجه الربط اندفع هذا لانه کان المقصود بما سبق تسلیة المؤمنین وبهذا دفع وسوسه کون المؤمنین غیر مقبولین لیتما ما ذکر من دفع شبهة کون الکفار غیر مردودین فافهم ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله بعد ترجمة یسارعون حیث منافقین اشارة الی ان المسارعین لا ینحصرون فیهم لقوله تعالى علی بعض التراکیب فی المائدة لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا آمنا بافواهم ولم تؤمن قلوبهم ومن الذین هادوا وانما خصصهم للمثال لان المقام یرجح کونهم مراداً۔ ۲۔ قوله فی ترجمة لن یضروا الله دیناً کواشارة الی ان المراد باضرار الله تعالى اضرار دینه اما مجازاً واما حذفاً ۱۲۔ ۳۔ قوله فی ترجمة شیئاً ذره برابر بھی ضرر اشارة الی انه مفعول مطلق ای ضرراً شیئاً والی ان التکثیر افاد العموم ۱۲۔ ۴۔ قوله بعد ترجمة لن یضروا الله آپ کو زیادہ رنج اشارة به الی سبب حزنه ﷺ لیرتبط الکلام ببعضه بعض ۱۲۔

۵۔ قوله فی ترجمة یرید کتویاً قید به لان لفظ منظور فی لساننا قد یطلق علی المرضی ولس محتملاً هناك ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ترجمة حظاً اصلاً الوقوع النکرة تحت النفی ۱۲۔ ۷۔ قوله فی ترجمة اشتروا جھوڑ کر اس کی جگہ اشارة الی حاصل معنی الاشتراء هناك من عدم قبولهم الايمان واختیارهم الکفر ولو من اول الامر فلا یختص بالمرتدین ۱۲۔ ۸۔ قوله فی ترجمة عذاب الیم پہلوں کی طرح اشارة الی امرین الی التفتن فی عظیم والیم والی ان فائدة هذه الجملة هي فائدة الجملة السابقة من کون عذابهم مقدراً فلا محالة یصدر منهم موجبات العذاب ولكن باختیارهم فلا یلزم الجبر ۱۲۔ ۹۔ قوله فی ترجمة خیر اور مفید اشارة الی ان خیراً لیس للتفضیل والا لقال افید ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی ف اسلام کے اس اقتضاء پر تم قوله کفر کے اس اقتضاء پر اندفع بهذا ان الامهال یكون شر البعض المؤمنین حیث یرتدون وكذا هو یكون خیراً لبعض الکافرین حیث یسلمون ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی وجه الربط جیسا حدیث دلیلة ایلاء الآیة بتلك القصة فالکلام کله متسق ۱۲۔ ۱۲۔ قوله قبل حتی بلکه واقعات وشدائد اشارة الی ان حتی للغایة لکن لا للمذکور لفساد المعنی فانه یلزم انه بعد المیز یدرکم علی الاختلاط ولا یخفی فسادہ بل لغير المذکور الذی دل علیه المذکور وهو المعبر عنه بقوله بلکه الخ فصح کونه غایة له لان



بواسطة الوحي الى الرسول ﷺ فافهم ۱۲. ۱۵ قوله في ترجمة من رسله اور وہ پیغمبر ہیں اشارہ الی ان من للبیان لمن یشاء فالموصول لیس بعضاً من الرسل لیلزم کون المجتبی بعض الرسول بل هو بعض من سائر الخلق کما اشرت الیه بقولی اپنے بندوں میں سے قبل ترجمة یجتبی فافهم ۱۲. ۱۶ قوله قبل ترجمة فامنوا اور جب کفار پر (الی قوله) پس اب اشارہ الی وجه الترتیب الذی افادته الفاء فافهم ۱۲. ۱۷ قوله فی ترجمة اجر عظیم بجائے عذاب عظیم کے اشارہ الی ان فی الکلام حسن مقابلة ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) پہلے ام مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جن کا پہلے اوپر بھی ذکر ہوا ہے ولا یحزنک الذین الایة میں ۱۲ منہ۔

اللازم ح انه بعد المیز لا ينزل الشدائد یعنی ینقطع النزول الذی فیہ تلك الحکمة وهو معنی صحیح ولا ینافی نزولها لحکمة اخرى فافهم حق الفهم ۱۲. ۱۳ قوله فی ترجمة الغیب الی امور غیبیہ اشارہ الی کون اللام للعهد بقربنة المقام فلا یشکل اطلاعه تعالیٰ ایاہم علی مغیبات كثيرة منها احکام الشرع المنصوصہ ۱۲. ۱۴ قوله بعد ترجمة الغیب بلا واسطہ (الی قوله) وغیرہ اشار الی امرین الاول جواب انه لما رتب الاسباب من الحوادث فقد اطلعهم علی تلك الامور المبطنة من نفاقهم وكفرهم وجه الجواب ظاهر والثانی جواب انه قد یکشف بعض المخفیات بواسطة الكشف وجه الجواب يفهم من زیادة قوله وغیرہ فحصل من هذه القيود انتفاء الاطلاع

(بقیہ صفحہ ۲۹۳) **البلاغۃ:** قوله فباذن الله سمي الارادة اذنا لانها من لوازمه من البیضاوی ۱۲. ولیعلم الذین نافقوا فی روح المعانی واعادة الفعل لتشریف المؤمنین وتنزیہهم عن الانتظام فی قرن المنافقین قوله لا تبغضکم لم یعبروا بہ (ای بالقتال او الدفع) لان الستهم لکمال تشبط قلوبهم عنه لا تساعد هم علی الافصاح بہ من روح المعانی. قلت ولو تأملت فی ترجمتی لذقت فیہ هذا. قوله قاتلوا فی سبیل الله المقصود فیہ عندی الجزء الاول ای قاتلوا واما قید فی سبیل الله فواقعی باعتبار البعض او المجموع کنایة عن الجهاد مطلقاً باعتبار ان اصله یكون لوجه الله تعالیٰ لان المنافقین یستبعد منهم ارادتهم وجه الله ۱۲.

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن عمر بن الخطاب قال عرقبوا یوم احد بما صنعوا یوم بدر من اخذهم الفداء فقتل منهم سبعون وفر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وكسرت ربا عیته وهشمت البیضة علی راسه وسال الدم علی وجهه فانزل الله او لما اصابکم مصیبة الایة اه قلت والذی اخترته لا ینافی هذا لانه لا تعارض فی الاسباب المتعددة لمسبب واحد فافهم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی وجه الربط اور عنوان سے اشارة بهذا الی عودم لزوم التکرار المحض لان خصوصیات کل من العوانات مختلفة تظهر بالتأمل ۱۲. ۲. قوله فی ترجمة او لما اور جب (الی قوله) کیا ایسے اچھے قدم ترجمة الواو علی ترجمہ الهمزة لما فی روح المعانی ان الجمهور علی ان الهمزة مقدمة من تاخیر الواو اصلها التقديم وهو مذهب سیویہ اه قلت فلا حاجة الی تقدیر المعطوف علیہ او حمل الواو علی الاستیفاء ۱۲. ۳. قوله فی ترجمة عند انفسکم خاص روعی فیہ النفس والضمیر ۱۲. ۴. قوله فی ترجمة لو نعلم اگر ہم (الی قوله) ہلاکت ماخذہ ما فی روح المعانی یحتمل انہم جعلوا نفی علم القتال کنایة عن ان ما ہم فیہ لیس قتلاً بناء علی نفی العلم بنفی المعلوم لان القتال یتدعی التكافور من الجانبین مع رجاء مدافعة او مغالبة ومن لم یتحقق ذلك کان القاء الانفس الی التهلكة اه قلت ومن ثم قیدت ترجمة القتال بقولی. ڈھک کی لقرینة المقام فالتوین للتوین ۱۲. ۵. قوله فی ترجمة وقعدوا گمروں میں بیٹھے حملتہ علی الحال ویقدر قد كما جوزہ فی روح المعانی وایضا اشرت بقولی فیما قبل جہاد میں شریک نہ ہونے الی معنی القعود هو التبط عن الجہاد فافهم ۱۲.

۶. قوله فی الفائدة تسفیہ اه وشرت الی هذا المعنی بقولی فی ترجمة ما قتلوا بے فائدہ آہ ۱۲.

(بقیہ صفحہ ۲۹۷) ۱۵. قوله فی ترجمة ذلكم مسلماً فافاد هذا ضمیر الخطاب ۱۲. ۱۶. قوله فی ترجمة انما الخ قابل اندیشہ اشار الی فائدة انما من القصد الی نفی الامر المخوف وانما هو حکایة لا محکی عنه لها ۱۲. ۱۷. قوله فی ترجمة الشیطن فعلا اشار الی المجازیة فان الشیطان علم لا بلیس وبهذا لا یلزم اسلام بعض منهم اشکالا ان اسلموا لان الشیطة علیها الفعل فانفت بانتفائه وكذا تسمیتهم اولیاء الشیطان لانہا انتفت ایضا بالاسلام ۱۲. ۱۸. قوله فی ترجمة اولیاء ہم مذہب فلا یتوقف علی اثبات الصداقة الظاہرة بینہم لاسیما اذا ارید بالشیطان ابلیس كما ذهب الیہ بعض ولا یذهب الوهم ح الی التنافی بینہ وبين قوله تعالیٰ ان الشیطان للانسان عدو مبین فان العداوة طبعی والولاية اتفاقہم فی الضلال ۱۲. ۱۹. قوله فی ترجمة یخوف تم کوفہو علی نحو قوله تعالیٰ لینذر باساً شديداً من حذف احد المفعولین ۱۲. ۲۰. قوله فی ترجمة خافون صرف افادة لا تخافون ۱۲. ۲۱. قوله فی الفائدة خدا کے فرمانے سے اشارة المراد بہ اعم من الجزئی والکلی فلا ینافی اجتہادہ ﷺ لانه کان باذنه تعالیٰ کلیاً ۱۲.



وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَّهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ

بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ

قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جاویں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اخیر میں آسمان و زمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ

نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھ کر رہیں گے اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب

الْحَرِيقِ ۝ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا إِلَّا

یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سے پیش کیے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی

نُؤْمِنُ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِينَا بَقُرْبَآءٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذِّمَى قُلْتُمْ

پیغمبر پر اعتقاد نہ لائیں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نہ نہرودنیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جاوے، آپ فرمادیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے

فَلَمَّا قَتَلْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ مِّنْ صَادِقِينَ ۝

اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم سچے ہو۔

مذمت بخل:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو (ضروری موقعوں پر) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کیلئے کچھ اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت ہی بری ہے (کیونکہ انجام اس بخل کا یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جاویں گے اس (مال) کا (سانپ بنا کر) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور (بخل کرنا ہے بری حماقت کیونکہ) اخیر میں (جب سب مر جاویں گے) آسمان و زمین (اور جو کائنات ان کے اندر ہیں سب) اللہ ہی کا رہ جاوے گا (لیکن وہ تمہارے بلا اختیار ہوگا جس میں اجر نہیں اس سے اگر بالا اختیار دیدو تو اجر ہی ملے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال (کے باطن تک) کی پوری خبر رکھتے ہیں (پس جو خرچ کرو خلوص دل سے خرچ کرنا) ف: اس طوق پہنائے جانے کی کیفیت حدیث بخاری میں آئی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو خدا تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو وہ اس کا مال قیامت کے روز ایک زہری سانپ کی شکل بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جاوے گا اور وہ اس شخص کی باجھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا سرمایہ ہوں پھر حضورؐ

تفسیر: ربط: اوپر قصہ کے ختم پر اس کے متعلقات کا بیان ہو چکا جن کی وجہ تعلق کی تقریر آیت وَلَا يَحْسَبَنَّكَ (الہی قولہ تعالیٰ) أَجْرٌ عَظِيمٌ کے عنوانات ربط میں مذکور ہوئی ہے۔ اب پھر عود ہے اس مضمون کی طرف جو کہ قصہ کے قبل بیان ہو رہا تھا یعنی قبائح و شائع اہل کتاب بالخصوص یہود کے جن کا ایراد بمناسبت مضمون محاجہ کفار تھا جو خلاصہ ہے اس سورت کا سو منجملہ ان کے شائع کے ایک امر یہ تھا کہ قرآن مجید میں جو ترغیب اتفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس قسم کی آیات نازل ہوئیں مِّنْ ذَٰلِكُم مَّن يَفْرُضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا وَّ نَحْوَهَا تو بعض یہود خدمت اقدس حضور ﷺ میں حاضر ہو کر بکنے لگے کہ نعوذ باللہ آپ کا رب مفلس ہو گیا کہ اپنے بندوں سے قرض مانگنے لگا۔ ان کی اس بیہودگی پر اللہ تعالیٰ نے آیت آئندہ کے بعد والی آیت یعنی لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ الْخَبَرَ نَازِلَ فَرَمَانِي كَذَانِي لِبَابِ الْقَوْلِ پس اصل مقصود اس مقام پر تو وہ آیت ہے اور آیت آئندہ یعنی وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ الْآيَةَ اس مقصود کی تمہید ہے اس لئے کہ ان کی بیہودگی کے سبب کا ایک جزو ان کا بخل بھی تھا جیسا کہ دوسرا جزو ان لوگوں کا بے ادب و معاند ہونا بھی تھا اس لئے اول کی آیت میں بخل کی مذمت بیان فرماتے ہیں مع وعید تطويع کے اور دوسری آیت میں ان کی گستاخی کا اظہار فرماتے ہیں مع وعید عذاب حریق کے۔



نے یہ آیت پڑھی اھ یہ احقر کہتا ہے کہ ترجمہ میں جو قید لگائی گئی کہ ضروری موقعوں پر ان سے ایسے ہی حقوق واجبہ زکوٰۃ وغیرہ مراد ہیں پس حدیث میں تخصیص زکوٰۃ کی تمثیلاً ہے حصراً نہیں چنانچہ روح المعانی میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ایسی ہی وعید ذی رحم کو نہ دینے پر آئی ہے کیونکہ ذی وسعت پر ذی رحم عاجز کی اعانت بھی واجب ہے۔ اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ گو آیت بوجہ عموم الفاظ کے یہود کو شامل ہو سکتی ہے لیکن کفار کا مکلف بالفروع نہ ہونا قرینہ مانع ہے۔ جواب یہ ہے کہ جو علماء اس کے قائل ہیں ان کے قول پر یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہود کا یہ بخل ناشی تھا ان کے کفر بالآیات و تکذیب وعدہ جزا سے پس یہ وعید معنی کفر پر ہے جس کے ترک کے وہ مکلف ہیں خوب سمجھ لو۔

و ربط: اس تمہید کے بعد آگے مقصود مقام کا بیان ہے۔

### بیان گستاخی یہود:

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَالِمٍ لِّلْعَبِيدِ بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان (گستاخ) لوگوں کا قول جنہوں نے (استہزاء) یوں کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں (اور صرف سننے پر اکتفا نہیں کیا جاویگا بلکہ) ہم ان کے کہے ہوئے کو (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ کر رہیں گے اور (اسی طرح) ان کا (حضرات) انبیاء (علیہم السلام) کو ناحق قتل کرنا بھی (ان کے نامہ اعمال میں لکھا جاویگا) اور ہم (ان پر سزا جاری کرنے کے وقت بطور جتلانے کے) کہیں گے کہ (لو) چکھو آگ کا عذاب (اور ان کو روحانی الم دینے کے لئے یہ بھی اس وقت ان سے کہا جاویگا کہ) یہ (عذاب) ان اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں (سو اللہ تعالیٰ نے بے جرم تم کو سزا نہیں دی) ظاہر یہ ہے کہ یہود کا اس بیہودہ قول کے موافق اعتقاد تو نہ ہوگا لیکن یہ بات انہوں نے استہزاء کہی اور مقصود اس سے تکذیب تھی آیات قرآنیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چنانچہ آگے آیت فَإِنْ كَذَّبُوكَ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے پس ان کا مطلب یہ ہوگا کہ ان آیتوں کا مضمون اگر صحیح ہو تو اس سے خالق کا فقیر اور مخلوق کا غنی ہونا لازم آتا ہے اور یہ لازم باطل ہے پس ان آیتوں کا مضمون صحیح نہیں۔ خود یہ تکذیب قرآن بھی کفر ہے پھر اس کی بصورت استہزاء تقریر کرنا یہ اور کفر پر مزید کفر ہے کیونکہ خود استہزاء بلا تکذیب بھی کفر ہوتا ہے سو دونوں کا جمع ہونا اور اشد ہو گیا اور گونا گوناظرات میں اہل حق کے کلام میں بھی ایسی تقریرات سے لوازم کے ابطال سے ملزومات کا ابطال کیا جاتا ہے

لیکن وہاں تکذیب یا استہزاء امر باطل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے لہذا وہ موجب محذور نہیں اور یہاں تکذیب و استہزاء امر حق کا تھا لہذا محل وعید ہوا خوب سمجھ لو۔ اور نامہ اعمال میں درج کر دینے میں یہ حکمت ہے کہ عادیہ مجرم پر زیادہ حجت ہو جاتا ہے ورنہ حق تعالیٰ کو احتیاج نہیں پس ایسے امور کا انکار یا تاویل کرنا محض کفر یا بدعت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے قتل کا مضمون اس کے ساتھ ذکر فرمانا اس امر کے بتلانے کے لئے ہے کہ اس قول میں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف تکذیب یہی کی ہے یہ تو جرائم میں ایسے بیباک ہیں کہ تکذیب سے گذر کر انبیاء کو قتل تک کر چکے ہیں سو ایسوں سے نری تکذیب یا استہزاء کا کیا تعجب ہے۔ اور یہ شبہ کہ قتل تو ان کے بڑوں نے کیا تھا انہوں نے تو نہیں کیا اس کا جواب پارہ الم کے نصف پر معاملہ نوزدہم کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ اور بے جرم سزا دینا گو حق تعالیٰ کے مالک اور مختار ہونے کے اعتبار سے واقع میں ظلم نہیں لیکن اَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ میں صورت ظلم بھی منفی ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ اس مقام پر ان کی گستاخی پر صرف وعید فرمائی ہے اور ان کے اعتراض کے مقدمات کے جواب کی تصریح نہیں فرمائی گئی۔ کیونکہ وہ مقدمات بدیہی البطلان ہیں اور وہ اعتراض محض مغالطہ ظاہر الفساد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا ترغیب انفاق فرمانا ہمارے ہی نفع کیلئے ہے نہ کہ اپنے نفع کے لئے تاکہ اس کو سوال متعارف کہا جاوے اور اس کو قرض وغیرہ کہہ دینا مجاز محض ہے مبالغہ ایفاء جزا کے لئے۔

و ربط: اوپر کی آیت میں شائع یہود میں سے ایک امر مذکور تھا دوسرا امر ان ہی شائع میں سے آگے مذکور ہوتا ہے۔

### افتراء یہود:

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدُ الْبِنَاءِ (الہی قولہ تعالیٰ) إِنَّ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ وہ (یہود) ایسے لوگ ہیں کہ (بالکل جھوٹ تراش کر) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو (بواسطہ انبیاء سابقین) حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر (ی کے مدعی) پر اعتقاد (اس کے پیغمبر ہونے کا) نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ (خاص) نڈر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو (آسمانی) آگ کھا جاوے (پہلے بعض انبیاء علیہم السلام کا یہ معجزہ ہوا ہے کہ کوئی چیز جاندار یا غیر جاندار اللہ نام کی نکال کر کسی میدان میں یا پہاڑ پر رکھ دی غیب سے ایک آگ نمودار ہوئی وار اس چیز کو جلا دیا مطلب یہ کہ آپ نے یہ معجزہ ظاہر نہیں فرمایا اس لئے آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ حق تعالیٰ اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں کہ) آپ فرمادیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل



(معجزات وغیرہ) لیکر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم (اس امر میں) سچے ہو (جو کہ تمہارے اس قول کا مطلب اور اس سے لازم آتا ہے) خدا ان یہود کے اس دعویٰ کے دو جزو ہیں ایک صریح اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا دوسرا اس سے لازم آتا ہے وہ یہ کہ اگر آپ یہ معجزہ ظاہر فرماتے تو ضرور آپ پر ایمان لے آتے پس جزو اول کا جواب تو یہ ہے کہ تم مدعی ہو مدعی پر اپنے دعویٰ کا اثبات ضرور ہے ورنہ دعویٰ بلا دلیل غیر مسلم ہے اور یہود کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ تھی افتراء محض تھا البتہ بعض انبیاء سے یہ معجزہ ظاہر ضرور ہوا ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ سب انبیاء پر ایمان لانے کے لئے یہ شرط بھی ہو البتہ مطلق معجزہ یا کسی نبی ثابت النبوت کی علامت کا مصداق ہونا واقعی شرط ہے سو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں یہ دونوں امر علی وجہ الکمال والوضوح مجتمع تھے لیکن یہ جواب اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ بہت ظاہر تھا اس لئے صرف دوسرے جزو کے جواب پر اکتفا کیا گیا۔ جس کی تقریر آیت آئندہ میں موجود ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اگر تم اس امر میں صادق ہو تو جن انبیاء میں یہ معجزہ موجود تھا ان پر کیوں نہ ایمان لائے یہاں تک کہ تکذیب سے گذر کر قتل تک کر دیا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان میں اور معجزات بھی تھے جن سے اقتضاء وجوب ایمان کا اور بڑھ گیا تھا۔ اور یہ شبہ کہ قتل انکے بڑوں نے کیا اس کا جواب اوپر کی آیت کے ذیل میں دیکھ لیا جاوے۔ اور یہ شبہ کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درخواست محض عناداً تھی دل سے ان کا قصد نہ تھا کہ ایسا ہونے سے ایمان لے آویں گے۔ دوسرے مدعی کے ذمہ مطلق دلیل ہے دلیل خاص نہیں ہے پارہ الم میں معاملہ سی و سوم وہ جہلم دیکھ لینے سے اس کی اور توضیح ہو سکتی ہے فقط۔

**اللفات:** فی روح المعانی المیراث مصدر کالمیعاد والمراد بہ ما یتوارث ۱۲۔

**النحو:** الذین ینخلون فاعل والمفعول الاول محذوف ای بخلہم والصحیح ان مدار صحة الحذف علی القرینۃ فمتی وجدت القرینۃ جاز الحذف ومتی لم توجد لم یخبر وهو ضمیر الفصل بین المفعولین وخیرا مفعول ثان واما علی قراءة الخطاب فالمفعول الاول هو الذین ینخلون بحذف المضاف ای بخل الذین ۱۲ من روح المعانی۔

**البلاغۃ:** وایراد ما بخلوا بہ بعنوان ابتاء اللہ تعالیٰ ایاہ من فضله للمبالغة فی بیان سوء صنیعہم فان ذلک موجبات بذلہ سبحانہ۔ وفي قوله تعالیٰ بل هو شر لهم التخصیص علی ذلک مع علمہ مما تقدم للمبالغة ہکذا فی روح المعانی ۱۲۔ قوله لقد سمع اللہ تخصیص هذا القول بالسمع مع انه تعالیٰ سمیع لجميع المسموعات

کنایۃ تلویحیۃ عن الوعد لان السماع لازم العلم بالمسموع وهو لازم الوعد فی هذا المقام اه قلت اما تخصیص مادة السماع فلانہ یناسب القول۔ قوله سنکتب ای فی الصحائف فالاسناد مجازی لان الکاتبین هم الملائکۃ والکتابة حقیقیۃ او سنحقیقہ فی علمنا ولا نهمله فالاسناد حقیقیۃ والکتابة مجاز والسنن للتاکید۔ قوله عذاب الحریق والحریق بمعنی المحرق والاضافۃ بیانیۃ او الاضافۃ للسبب لتنزیلہ منزلة الفاعل قوله ذوقوا هو وجود الطعم فی القم واصلہ فی تناول القلیل کالاکل فی الكثير ثم اتسع فیہ فاستعمل لمطلق الادراک لسانر المحسوسات والحالات والنکتۃ فیہ لان العذاب علی بخلہم فی المال وغالب حاجة الانسان الیہ لتحصیل المطاعم کله من روح المعانی قوله ذلک بما قدمت قلت واتی بالاشارة الحسیۃ لان العذاب اذ ذاک یكون مشاہداً محسوساً قوله لیس بظلام وصیفة المبالغة لتاکید معنی کمال نزاهتہ تعالیٰ عن ذلک بابرار التعذیب بغیر ذنب فی صورة المبالغة فی الظلم اخذتہ من روح المعانی وتقریرہ ان كثرة الظلم قبیح یقیناً ومتنف عنه تعالیٰ لقبحہ ولما کان تعالیٰ کاملاً فی التنزه فنفس الظلم منه ککثرته فانفسے بانتفانها فافہم حق الفہم۔ ویوجہ کما فی روح المعانی ایضاً بان ظلاماً للنسبۃ کعطار ای لا ینسب الیہ الظلم اصلاً ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ترجمۃ من فضله اپنے فضل سے اشارۃ بالنظر الی محاورتنا الی کون من تعلیلیۃ ویمكن ان تكون مبینۃ لما فیفسر الفضل بالرزق ۱۲۔ ۲۔ قوله فی ترجمۃ خیرا اچھی اشارۃ الی ان خیرا لیس للتفضیل کما فی روح المعانی صفة حسنة ۱۲۔ ۳۔ قوله بہت ہی بری اشارۃ الی ان التنوین فی شر اللتعظیم ۱۲۔ ۴۔ قوله کیونکہ انجام اشارۃ الی ان قوله سیطوقون بیان لکیفیۃ کونہ شرا لهم ۱۲۔ ۵۔ قوله فی ترجمۃ سیطوقون طوق پہنا دیئے جاویں گے الخ من غیر اخذ المعنی التقرب فیہ مبناہ ما فی روح المعانی السین مزیدۃ للتاکید ۱۲۔ ۶۔ قوله اخیر میں راعی فیہ معنی المیراث تقریرہ انہ یغنی اهل السموات والارض وتبقى الاملاک ولا مالک الا اللہ فجری هذا مجری الوراثۃ اذ کان الخلق یدعون الاملاک فلما ماتوا عنها ولم یخلفوا احدا کان هو الوارث لها والمقصود من الآیۃ انہ یبطل ملک جمیع المالکین الا ملک اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصیر کالمیراث ہکذا فی الکبیر قلت وعلى ہذا یكون مجاز فی معنی المیراث ۱۲۔ ۷۔ قوله فی ترجمۃ وان اللہ اور یہ امر ثابت ہی ہے الخ اشارۃ الی انہ فی محل الرفع علی انہ خبر لمبتدأ محذوف والجملة اعتراض تذیلنی مقرر لمضمون ما قبلہا ای والامر انہ تعالیٰ لیس بمعذب لعبیدہ من غیر ذنب منهم نقلہ فی روح المعانی عن شیخ الاسلام واخترتہ علی ترکیب العطف وان لم یکن فیہ حذف لانی رایتہ اسهل وایعد من الایرادات والجوابات التي نقلت فی روح المعانی ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۳۰۵ پر)



فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيْتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

سواگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو بہت سے پیغمبروں کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے جو معجزات لیکر آئے تھے اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

وَأَنَّمَا تُوفُونَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَن زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ

اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا۔ اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا

الْغُرُورُ ۝ لَتَبْلُوَنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ

سودا ہے۔ البتہ آگے اور آرمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دلا زاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں داران

اَشْرَكُوا الَّذِيْ كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا

لوگوں سے جو شرک ہیں۔ اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے۔ اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے روبرو

الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبُخْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝

ظاہر کر دینا اور اس کو پوشیدہ مت کرنا سوان لوگوں نے اس کو اپنی پس پشت پھینک دیا اور اس کے مقابلہ میں کم حیثیت معاوضہ لے لیا۔ سو بری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: چونکہ اوپر یہود کے دوقول جو مذکور ہیں قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ الْخ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عِندَ الْيَتَامَى الْخ ان سے مقصود ان کا تکذیب کرنا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس سے طبعاً آپکو رنج ہوتا تھا۔ نیز اور کفار بھی اس تکذیب میں شریک تھے جس سے اور رنج بڑھتا تھا لہذا آیت آئندہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در تکذیب کفار:

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيْتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ سواگر یہ (کفار) لوگ آپ کی تکذیب کریں تو (غم نہ کیجئے کیونکہ) بہت سے پیغمبروں کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے۔ جو معجزات لیکر آئے تھے اور (چھوٹے چھوٹے) صحیفے لیکر اور روشن کتاب لیکر (جب اوروں کی بھی تکذیب ہو چکی ہے تو آپ کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں پھر غم کیا) ف: یعنی بعضے صرف معجزے لائے بعضے چھوٹی کتابیں بعضے بڑی کتاب جیسے توراۃ وانجیل اور چونکہ کتاب سے بڑی کتاب مراد ہے اور بڑی کتاب شان اور مضامین میں زیادہ ہوگی اس لئے اس کی صفت میں منیر بڑھایا کہ اس میں شان و مضامین دونوں کے اعتبار سے معنی ظہور کے زیادہ ہونگے۔

ربط: اوپر مکذبین کا بیان تھا آگے مکذبین کی وعید ایک عام عنوان سے مذکور ہے جس میں صدقین کے لئے بشارت بھی آگئی۔

وعید مکذبین و وعد صدقین:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (الی قولہ تعالیٰ) الْاِمْتَاُ الْغُرُورِ (تم میں) ہر جان

(دار) کو موت کا مزا چکھنا (ضرور) ہے اور (مرنے کے بعد) تم کو پوری پاداش تمہاری (بھلائی برائی کی) قیامت ہی کے روز ملے گی (سود دنیا میں اگر اس کا ظہور نہ ہوا تو مکذیب مامون نہ ہوا اور مصدق مایوس نہ ہوا گے اس پاداش کی تفصیل ہے) تو (قیامت کے روز) جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا (علیٰ ہذا القیاس جو جنت سے جدار ہا اور دوزخ میں بھیجا گیا پورا ناکام وہ ہوا) اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف (ایسی چیز ہے جیسے) دھوکہ کا سودا (ہوتا) ہے (جس کی ظاہری آب و تاب کو دیکھ کر خریدار پھنس جاتا ہے بعد چندے اسکی فلعی کھل جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی چمک دمک سے دھوکا کھا کر آخرت سے غافل نہ ہونا چاہئے) ف: تقریر آیت کی ظاہر ہے اتنا جان لینا چاہئے کہ یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا مراد اس سے عام ہے خواہ ابتداء بچالیا جاوے یا بعد سزا کے اس میں سب مسلمان آگئے اور ان کے پورے کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی نعمتیں پاویں گے پس اس بنا پر اس کے مقابلہ میں جو واقع ہے کہ جو جنت سے جدار ہا اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے جدار ہا پس یہ خاص ہوگا کفار کے ساتھ اور اس کا پورا ناکام ہونا اس لئے ہے کہ کبھی تکلیف سے نجات نہ ہوگی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا کہ دھوکہ کا سودا اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ دنیوی زندگی سب کے لئے مضر ہے مطلب تشبیہ سے صرف یہ ہے کہ یہ اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں بلکہ اگر کوئی کریم قصد یہ سوا عمدہ داموں کو خریدنے لگے تو اس



سودے سے محبت نہ کرے بلکہ غیبت سمجھ کر بیچ ڈالے چنانچہ اہل حق اس حیوۃ اور اس کے تمتعات کے عوض اللہ تعالیٰ سے اعمال صالحہ اور جنات عالیہ لے لیتے ہیں قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

**دبٹ:** اوپر یہودی گستاخی کا بیان تھا جس کا قصہ تقریر ربط آیت وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْتَغُونَ میں مذکور ہوا اس قصہ میں یہ بھی ہے کہ یہی گفتگو فحاص یہودی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے رد برو کی تھی آپ کو سخت غصہ آیا اور اس کے ایک طمانچہ بھی مارا اس قصہ میں یہ اگلی آیت نازل ہوئی جس میں خبر دیدی ہے کہ ایسی ایسی اور بہت سی سنو گے تحمل کرنا چاہئے اور وہ فی لباب النقول بروایت ابن ابی حاتم وابن المنذر عن ابن عباس اور لباب ہی میں ایک اور شان نزول بھی مذکور ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی شان میں ہجو کے اشعار کہا کرتا تھا اس پر یہ اگلی آیت نازل ہوئی کذا ذکرہ عبدالرازق عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک میں کہتا ہوں کہ دونوں قصوں میں امر مشترک ایک ہی ہے کہ آیت میں قبارح یہود کا بیان ہے اور مسلمانوں کو تعلیم صبر اور چونکہ یہود کے ساتھ ایذا مسلمین میں مشرکین بھی شریک تھے ان کا بھی ساتھ میں ذکر بڑھادیا اور چونکہ صبر و ثبات کچھ ایذا ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جمیع حوادث میں مامور بہ ہے لہذا اموال و انفس کا ذکر بھی ملا دیا اور اس میں بالخصوص اس لئے لطافت اور بڑھ گئی کہ واقعہ احد میں جس پر بڑا حصہ سورت کا مشتمل ہے مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان بہت پہنچا تھا قتل بھی ہوئے زخمی بھی ہوئے غنائم بھی فوت ہوئے۔

تعلیم صبر بمسلمانان در تافوی از یہود:

لَتُبَيَّنَنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) ذَلِكُمْ مِنْ عِزِّ الْمُؤْمِنِينَ (ابھی کیا ہے) البتہ آگے (آگے) اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں (کے نقصان) میں اور اپنی جانوں (کے نقصان) میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے (بھی) جو تم سے پہلے (آسمانی) کتاب دیئے گئے ہیں (یعنی اہل کتاب سے) اور ان لوگوں سے (بھی) جو کہ مشرک ہیں اور اگر (ان مواقع پر) صبر کرو گے اور (خلاف شرع امور سے) پرہیز رکھو گے تو (تمہارے لئے) اچھا ہوگا کیونکہ (یہ صبر و تقویٰ) تاکیدِ احکام میں سے ہے (اور تاکیدِ احکام پر عمل کرنا ہی اچھا ہے)

**ف:** آزمانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے حوادث تم پر وقتاً فوقتاً واقع ہوا کریں گے اس کو مجازاً آزمانا کہہ دیا ورنہ اللہ تعالیٰ آزمانے کے حقیقی معنی سے پاک

ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور صبر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کرو یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لو یا مواقع قتال میں قتال نہ کرو بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو کیونکہ اس میں تمہارے لئے منافع و مصالح ہیں اور تقویٰ یہ کہ خلاف شرع امور سے بچو گو تدبیر بھی کیا جاوے پس آیات صبر آیات قتال کے معارض نہیں کہ احتیاج نسخ ہو اسی طرح حضرت صدیقؓ کا غضب و تادیب بھی خلاف صبر نہیں تھا اور پہلے سے اس لئے ان حوادث کی خبر دیدی کہ پہلے سے آمادہ رہیں تاکہ وقوع کے وقت پریشان نہ ہوں فقط۔

**دبٹ:** جیسا اوپر کی آیت میں یہود کے قبارح کا بیان ہے اگلی آیت میں بھی ان کی ایک خصلت قبیحہ کا ذکر ہے کہ وہ نقص ہے معاہدہ اظہار احکام و عدم کتمان حق کا۔

مذمت اہل کتاب در کتمان حق:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ (السی قولہ تعالیٰ) فَبَيَّنَّ مَا يَشْتَرُونَ اور (یہ حالت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ اللہ تعالیٰ نے (کتب سابقہ میں) اہل کتاب سے یہ عہد لیا (یعنی ان کو حکم فرمایا اور انہوں نے قبول کر لیا) کہ اس کتاب (کے سب مضامین) کو عام لوگوں کے رد و ظاہر کر دینا اور اس (کے کسی مضمون) کو (دنیوی غرض سے) پوشیدہ مت کرنا سو ان لوگوں نے اس (عہد) کو اپنے پس پشت پھینک دیا (یعنی اس پر عمل نہ کیا) اور اس کے مقابلہ میں (دنیا کا) کم حقیقت معاوضہ لے لیا سو بری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں (کیونکہ) انجام اس کا سزائے دوزخ ہے (ف: الم کے ربیع پر اول یا بنی اسرائیل میں اس عہد کا اور ان لوگوں کے دنیا اختیار کرنے کا مضمون مذکور ہو چکا ہے اور دنیوی غرض کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کسی دقیق مسئلہ کو کسی دینی مصلحت سے کسی بد فہم کے رد و ذکر نہ کیا جائے تاکہ اس کے لئے افتتان کا باعث نہ ہو جاوے اور اس وقت اس کی حاجت بھی نہ ہو تو یہ جائز بلکہ ضروری ہے اور جن مضامین کو یہ اہل کتاب پوشیدہ کرتے تھے ان میں سے بڑا امر پیشین گوئی تھی جناب رسول اللہ ﷺ کی نسبت چونکہ خود ان کو ایمان لانا منظور نہ تھا اسلئے اوروں سے بھی اسکو چھپاتے تھے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ إِلَيْنَا الْاَنُومَنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْآنٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ اس میں اس شخص پر رد ہے جو معتقد ہونے کا معیار خوارق و کرامات کو قرار دے۔ قولہ تعالیٰ فَمَنْ زُجِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ حق تعالیٰ کا اس کو فوز فرمانا اس شخص کے بطلان پر دلیل ہے جو جنت و نار سے استغناء کا دعویٰ کرے البتہ مغلوب الحال معذور سمجھا جاوے گا ۱۲



تاتی بلفظ الحاضر تريد اللفظ الذي قيل له فتقول استخلفته لتقوم  
كانك قلت قلت له لتقوم الثالث ان تاتي بلفظ المتكلم فتقول  
استخلفته لاقومن كذا في روح المعاني ۱۲ .

**البلاغة:** ذائقة الموت. المراد به فانزل بها وعبر بالذوق  
مبالغة ۱۲ . اوتوا الكتب التعبير عنهم بذلك اما للاشعار بمدار  
الشقاق والايذان بان ما يسمعونهم مستند على زعمهم الى الكتاب  
واما للاشارة الى عظم صدور ذلك المسموع منهم وشدة وقعته على  
الاسماع حيث انه كلام صدر ممن لا يتوقع صدوره منه لوجود زاجر  
عنه معه وهو ايتائه الكتاب كما قيل ۱۲ كذا في روح المعاني ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله ثم نه كجتي اشارة الى حذف الجزاء  
لان المذكور لا يصلح ان يكون جزاء ۱۲ . ۲ قوله ثم من زاده  
للاشارة بان الكلام في الثقلين فلا يفر استثناء من شاء الله من الصعق  
عموم النفس فافهم ۱۲ . ۳ قوله تمهاري بهلاني برأى اشارة الى ان  
الاجور في الآية عام بمعنى الاجزية كما في روح المعاني ۱۲ .

۴ قوله قيامت عن الحصر مستفاد من انما ومعناه ان الجزاء لا يوفي  
قبل القيامة مكملًا نعم قد يوجد من الجزاء لبعضه اما في الدنيا واما  
في القبر ۱۲ . ۵ قوله اور آرمائے جاؤ گے اشارة الى ان ما كان  
قبله من جملة الابتلاء ۱۲ . ۶ قوله تمهاري لے اچھا ہوگا اشارة  
الى حذف الجزاء اي فهو خير لان المذكور لما يصلح  
جزاء لان الصبر حسن سواء صبر احد اولم يصبر اللهم الا  
ان يقال المراد بالصبر صبر المخاطبين خاصة فيصلح ان  
يكون مترتباً على الشرط ۱۲ . ۷ قوله عمل کرنا ہے بزيادة  
كلمة الحصر لان ترك العمل بالواجب قبيح ۱۲ .

**اللغات:** الزبر في القاموس الزبر المنع والنهي وبالكسر المكتوب  
الزبور الكتاب بمعنى المزبور اه قلت وقال بعضهم سمي الكتاب بها  
لانه يزجر وينهي بما فيه من المواعظ عن القبيح وفسر ههنا بالصحف  
بقريئة المقابلة ويؤيده القراءة بالزبر باعادة الجار فانه اقطع لاحتمال  
الاتحاد منير في القاموس نار نورا وانار واستار اه فكلها لازم. في روح  
المعاني المتاع ما يتمتع به وينتفع به مما يباع ويشترى وقد شبهها  
سبحانه بذلك المتاع الذي يدلس به على المستام ويغير حتى يشتره  
اشارة الى غاية روتها عند من امعن النظر فيها والغرور مصدر اه قلت  
وقد اوضحت المراد من كونها متاع غرور وقلت لو قدر المضاف قبل  
الحياة اي شهواتها ونقيد بالمذموم منها لم يحتج الى توجيه ما يوهمه  
الظاهر من كونها مضرة بل يلتزم هذا الظاهر لان الشهوات المذمومة  
مضرة لا محالة وانما لم اخذ هذا الوجه في الترجمة لما فيه من تكلف  
الحذف الذي هو خلاف الاصل وهذا معنى قول من قال ان هذا التشبيه  
بالنسبة لمن آثرها على الآخرة واما من طلب بها الآخرة فهي له متاع  
البلاغ وفي الخبر نعم المال الصالح للرجل الصالح كذا في روح  
المعاني. قلت كان هذا القائل اشارة الى ما ذكر اي تقدير المضاف  
وتخصيصها بالمذموم فتدبر ۱۲ . عزم الامور. اما من العزم بمعنى  
توطئن النفس وعقد القلب فالمعنى من الامور التي ينبغي ان يعزمها كل  
احد واما من العزم بمعنى الارادة والايجاب فالمعنى من الامور التي  
عزمها الله تعالى واخترت الثاني ۱۲ .

**النحو:** لتبينه جواب ميثاق لتضمنه معنى القسم وقرأ ابن كثير  
وابو عمر وليسبته بياء الغيبة وقد قرر علماء العربية انك اذا اخبرت  
عن يمين حلف بها فذلك في ذلك ثلاثة اوجه. احدها ان يكون بلفظ  
العائب كانك تخبر عن شئ كان تقول استخلفته ليقوم من الثاني ان

(بقية صفحہ ۳۰۴) ۸ قوله وہ ایسے لوگ ہیں اشارة الى ان الموصول مرفوع باضمار المتداهم ۱۲ . ۹ قوله في ترجمة رسول تمهاري کے مدی  
فسره به لتلا يشكل بانه لما سماهم رسولا فكيف لم يؤمنوا ۱۲ . ۱۰ قوله نذر و نیاز لم يخصصه بالانعام لما في روح المعاني وهو ما يتقرب به  
الى الله تعالى من نعم وغيرها كما قاله غير واحد ۱۲ . ۱۱ قوله في ترجمة البيئت دلائل (الى قوله) وغيره لم يفسر بالمعجزات خاصة لما  
سياتي من فائدة قوله يا كسي نبي كى علامت ۱۲ . ۱۲ قوله في ف لازم نبي آتا کہ سب انبياء زاد لفظ سب لانه يمكن ان يكون شرطا لبعض كما في  
روح المعاني نقل عن السدي ان هذا الشرط جاء في التوراة هكذا من جاء يزعم انه رسول الله تعالى فلا تصد قوة حتى ياتيكم بقربان تاكلمه  
النار الا المسيح ومحمدا عليهما السلام فاذا اتياكم بهما فانهما ياتيان بغير قربان اه ويمكن ان لا يكون شرطا اصلا كما في روح  
المعاني بعد العبارة المذكورة والظاهر عدم ثبوت هذا الشرط اصلا اه وعين هذا الثاني في الحقاني بما تعريه اما قولهم هذا فكذب محض  
لم يعهد اليهم في زمان ولم يوجد هذا من المسيح عليه السلام اه وبالجمله فعنواني صادق في كل صورة ۱۲ . ۱۳ قوله يا كسي نبي كى علامت كالح  
زاد هذا الشق على سبيل منع الخلو لانه قائم مقام المعجزة فلو وجد الامر الثاني في نبي دون الاول لم يضر فلو فسر البينة بالمعجزة في قول  
عادلهود عليه السلام ما جئتنا ببينة و فرض صدق هذا القول لم يقدح في نبوة عليه السلام اصلا لا مكان ثبوتها بالامر الثاني فافهم حق الفهم ۱۲  
قوله خصوص ای حالت میں اشارة الى النكته في زيادة قوله بالبينات مع كفاية قوله بالذي قلتم في الجواب ولعل تقديم قوله بالبينات اما على تقدير  
ان هذا الشرط لم يعهد به اصلا فلاشارة الى ان الشرط مطلق البينات لا خصوص هذه المعجزة فالتقديم افاد هذا واما على تقدير اشتراطه لبعض  
الانبياء نقل عن السدي فالوجه ان يدخل هذه المعجزة في البينات وقوله بالذي قلتم يكون تخصيصا بعد تعميم اهتماما بشانه لكون الكلام فيه ۱۲ .



لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ

جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سو ایسے شخص کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے، اور ان کو

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ

اور دناک سزا ہوگی۔ اور اللہ ہی کیلئے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور کیے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے

وَالْأَرْضِ ۖ وَاختِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا آيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ

جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کیلئے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

آپ نے اس کو لایا یعنی پیدا نہیں کیا، ہم آپ کو سزا سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بے شائبہ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ

کہ کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے

أَنْ آمَنُوا بِرَبِّكُمْ فَامْنُوا رَبَّنَا ۚ فَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ

پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے مٹا کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے

رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْبِعَادَ ۝

پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے، اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے۔ یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر یہود کے کتمان حق کا بیان تھا چونکہ ان لوگوں کو اپنی اس حرکتِ شنیعہ پر بجائے ندامت و خجالت کے اور برعکس فرحت اور فخر تھا۔ اگلی آیت میں اسکی وعید مذکور ہوتی ہے۔

**وعید فرح بر معصیت:**

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ (السی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (اے مخاطب) جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار (بد) پر خوش ہوتے ہیں اور جو (نیک) کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سو ایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ (دنیا میں) خاص طور کے عذاب سے بچاؤ (اور حفاظت) میں رہیں گے (ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں بھی کچھ سزا ہوگی) اور (آخرت میں بھی) ان کو دردناک سزا ہوگی۔ **ہف:** کردار بد یہی کہ احکام حق کو چھپاتے تھے اور جو نیک کام نہیں کیا اس سے مراد اظہار حق جس کو وہ نہ کرتے تھے لیکن دوسروں کو یہ یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہم اظہار حق کرتے ہیں تاکہ انکا خداع معلوم نہ ہو چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ کے روبرو بھی یہود نے یہ حرکت کی روایہ البخاری اور اکثر یہود میں جو منافقین تھے وہ بھی مواقع غزوات پر جھوٹے عذر کر کے ایسا ہی فریب دینا چاہتے تھے روایہ الشیخان یہ آیت ان

سب افعال پر نازل ہوئی اور آیت بوجہ عموم الفاظ کے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی حرکت کرے لیکن اگر اس فرح سے فرح علی المعصیت اور حبِ حمد سے اہتمامِ حمد ہے اور فرح علی الحسنہ بھی اگر بالا اہتمام ہو تو قواعد شرعیہ کی رو سے وہ بھی مذموم ہے البتہ جو فرح علی الحسنہ طبعاً ہو اسی طرح حبِ حمد بمالم يفعل طبعاً ہو وہ معصیت نہیں خوب سمجھ لو۔ دنیا کی سزا ان یہود کو یہ ہوئی کہ بعضے قتل ہوئے بعضے جلاوطن ہوئے اور منافقین کو یہ ہوئی کہ رسوا و فضیحت ہوئے۔

**ربط:** اوپر اہل کفر کی سزا کا ذکر تھا چونکہ سزا دینے کیلئے اختیار اور قدرت لازم ہے اسلئے آیت آئندہ میں اسکا اثبات ہے۔

**اثبات سلطنت و قدرت الہیہ:**

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ اور اللہ ہی کے لئے (خاص) ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ **ہف:** پس چونکہ وہ سلطانِ حقیقی ہیں سب پر ان کا حکم ماننا ضروری ہے اور نافرمانی جرم ہے اور چونکہ وہ قادر ہیں اس لئے جرم کی سزا دے سکتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اس سزا کی خبر دی ہے اس لئے ضرور سزا دیئے اور چونکہ یہ صفات ان کے ساتھ خاص ہیں لہذا ان کے سزا دینے کو



کوئی بچا نہیں سکتا۔ پس ان مقدمات سے اوپر کے مضمون کی تاکید ہوگئی۔

**ربط:** چونکہ اوپر اختصاص سے توحید مفہوم ہوئی اگلی آیت میں توحید پر دلیل لاتے ہیں اور اس کے ساتھ توحید کے کامل اقتضا پر عمل کرنے والوں کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جس میں اشارۃً دوسروں کو بھی ترغیب ہے اس اقتضا پر عمل کرنے کی اوپر جو کفار سے ایذا نہیں پہنچنے کا مضمون تھا آیت آئندہ کو اس سے بھی مناسبت ہے اس طرح کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے عناد یہ درخواست کی کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حق کے دلائل تو بہت ہیں ان میں کیوں فکر نہیں کرتے اور وہ فی الباب القول براویۃ الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ سورۃ بقرہ کے معاملہ سی و سوم و چہلم کا بھی ملاحظہ کر لیا جاوے اس سے یہ شبہ رفع ہو جاوے گا کہ پھر ان کی یہی درخواست کیوں نہ پوری کر دی گئی۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ درخواست تحقیق حق کے لئے نہ تھی بلکہ عناد تھی جس سے درخواست پورا ہونے پر بھی ایمان نہ لاتے فقط۔

### دلیل توحید و فضل موحدین کا ملین:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآئَاتٍ لِّمَن يَتَذَكَّرُ (الحی) إِنَّكَ لَا تُخَلِّفُ الِّیَعَادَ بِلَا شِبْهِ آسَمَانُونَ کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل (توحید کے موجود) ہیں اہل عقل (سلیم) کے (استدلال کے) لئے جن کی حالت یہ ہے (جو آگے آتی ہے اور یہی حالت ان کے عاقل ہونے کی علامت بھی ہے کیونکہ عقل کا اقتضاد نفع مضرت و تحصیل منفعت ہے اور اس حالت کا مجموعہ اس پر دال ہے وہ حالت یہ ہے) کہ وہ لوگ (ہر حال میں دل سے بھی اور زبان سے بھی) اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں (اپنی قوت عقلیہ سے) غور کرتے ہیں (اور غور کا جو نتیجہ ہوتا ہے یعنی حدوث ایمان یا تجدید و تقویت ایمان اس کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس (مخلوق) کو لایعنی پیدا نہیں کیا (بلکہ اس میں حکمتیں رکھی ہیں جن میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس مخلوق سے خالق تعالیٰ کے وجود و توحید پر استدلال کیا جاوے) ہم آپ کو (لا یعنی پیدا کرنے سے) منزہ سمجھتے ہیں (اسی لئے ہم نے استدلال کیا اور توحید کے قائل ہوئے) سو ہم کو (موحد و مؤمن ہونے کی وجہ سے) عذاب دوزخ سے بچا لیجئے (جیسا کہ شرعاً اس کا یہ مقتضی ہے گو کسی عارض سے یہ اقتضا ضعیف ہو جاوے اور چندے عذاب ہونے لگے ایک عرض تو ان لوگوں کی یہ تھی اور وہ اسی مضمون و ایمان کے مناسب اور معروضات بھی کرتے ہیں جو آگے آتے ہیں۔

معروض دوم: اے ہمارے پروردگار (ہم اس لئے عذاب دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں کہ) بے شبہ آپ جس کو (بطور اصلی جزا کے) دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا (مراد اس سے کافر ہے) اور ایسے بے انصافوں کا (جن کی اصلی جزا دوزخ تجویز کی جاوے) کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں (اور آپ کا وعدہ ہے اہل ایمان کے لئے رسوا نہ کرنے کا بھی اور نصرت کرنے کا بھی) کما قالَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَقَالَ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ الآیۃ پس ایمان لا کر اسلئے ہماری درخواست ہے کہ کفر کی اصلی جزا سے بچائیے ایمان کا اصلی مقتضا نجات عن النار مرتب فرمائیے اور اس اقتضا کے موانع کا ارتقا اس سے آگے معروض چہارم میں آتا ہے۔

معروض سوم: اے ہمارے پروردگار ہم نے (جیسے مصنوعات کی دلالت سے عقلی استدلال کیا اس طرح ہم نے) ایک (حق کی طرف) پکارنے والے کو (مراد اس سے محمد ﷺ ہیں بواسطہ یا بلا واسطہ) سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ (اے لوگو) تم اپنے پروردگار (کی ذات و صفات) پر ایمان لاؤ سو ہم (اس دلیل نقلی سے استدلال کر کے بھی) ایمان لے آئے (اس معروض کے مضمون میں ایمان بالرب کیساتھ ایمان بالرسول بھی ضمناً آگیا پس ایمان کے دونوں جزو اعتقاد و توحید و اعتقاد رسالت کامل ہو گئے۔

معروض چہارم: اے ہمارے پروردگار پھر (اس کے بعد ہماری یہ درخواست ہے کہ) ہمارے (بڑے) گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری (چھوٹی) بدیوں کو بھی (معاف کر کے) زائل کر دیجئے اور (ہمارا انجام بھی جس پر مدار ہے درست کیجئے اس طرح کہ) ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل رکھ کر (موت دیجئے) یعنی نیکی پر خاتمہ ہو۔

معروض پنجم: اے ہمارے پروردگار اور (جس طرح ہم نے اپنی مضرتوں سے محفوظ رہنے کے لئے عرض کیا ہے جیسے دوزخ رسوائی اور ذنوب و سیئات اسی طرح ہم اپنے منافع کی دعا کرتے ہیں کہ) ہم کو وہ چیز (یعنی ثواب و جنت) بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے (کہ مؤمنین و ابرار کو اجر عظیم ملے گا) اور (یہ ثواب و جنت ہم کو اس طرح دیجئے کہ ثواب ملنے سے پہلے بھی) ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے (جیسا کہ بعض کو اول سزا ہوگی پھر جنت میں جاویں گے مطلب یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کر دیجئے اور) یقیناً آپ (تو) وعدہ خلافی نہیں کرتے



متلبسین بنجاة منه ۱۲۔ الذنوب والسيئات عن ابن عباس في الاول الكباير وفي الثاني الصغائر وايد بان الذنب ماخوذ من الذنب بمعنى الذيل فاستعير فيما تستوخم عاقبته ولذلك تسمى تبعه واما السيئة فمن السوء وهو المستقبح فتكون اخف ثم المفهوم من كثير من عبارات اللغويين عدم الفرق بين الغفران والتكفير والابرار جمع بركار باب جمع رب كذا في روح المعاني ۱۲۔

**النحو:** لا تحسبن في الجلالين بالتاء والياء فلا تحسبنهم بالوجهين ومفعولا يحسب الاول دل عليهما مفعولا يحسب الثانية على قراءة التحتانية وعلى القوقانية حذف الثاني فقط قلت ومن قرأ بالتحتانية فتح الباء في الفعل الاول وضم الباء في الثاني ۱۲ هكذا في روح المعاني۔

**البلاغة:** قوله فلا تحسبنهم في روح المعاني قال الزجاج اذا طالت القصة تعيد حسبت وما اشبهها اعلما بان الذي جرى متصل بالاول وتوكيد له فتقول لا تظنن زيدا اذا اجاءك وكلمك بكذا وكذا فلا تظنه صادقا والفاء زائدة ۱۲ تكرر ربنا للابتهاال ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله خاص طور کے عذاب سے بناء علی کون اللام للعهد وما فسرته به هو الذي اختاره في الخازن وعليه فيكون الواو في ولهم للعطف ۱۲۔ قوله رواه البخاري لفظه عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سألهم عن شيء فكتموه اياه واخبروه بغيره فخر جوا وقدار وه ان قدما خبر وه بما سألهم عنه واستحمدوا بذلك اليه وفرحوا بما اتوا من كتمان ما سألهم عنه كذا في روح المعاني ۱۲۔ قوله رواه الشيخان لفظا عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه ان رجلا من المنافقين كانوا اذا اخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الغزو تخلفوا عنه وفرحوا بمقعدهم خلاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغزو اعتذروا اليه وحلفوا واحبوا ان يحمدوا بما لم يفعلوا فنزلت هذه الآية كذا في روح المعاني قلت ولا تنا في بين الروايتين ۱۲۔ قوله ليكن مراد اس فرح سے الی آخر الفائدة قلت عليه يحمل قول ابن عباس مالكم ولهذه الآية انما انزلت هذه الآية في اهل الكتاب ثم تلا واذا اخذ الله ميثاق الذين اتوا الكتاب الآية مجيبا لمروان اذ قال لبوابه اذهب يا رافع الی ابن عباس فقل لئن كان كل امرئ منا فرح بما اوتي واحب ان يحمد بما لم يفعل معذبا لعذبنا اجمعون رواه الشيخان وغيرهما كما في روح المعاني ۱۲۔ قوله الله يكلية افاده تقديم الجار والمجرور وفرع عليه قوله چونکہ یہ صفات ان کے ساتھ خاص ہیں اما السلطنة فبالقديم واما القدرة فلا تقتضاء المقام ۱۲ (بقية صفحہ ۳۱۲ پر)

(لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ جن کیلئے وعدہ ہے یعنی مؤمنین و ابرار کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا نخواستہ ہم ان صفات سے موصوف نہ رہیں جن پر وعدہ ہے اسلئے ہم آپ سے یہ التجائیں کرتے ہیں کہ ہم کو اپنے وعدہ کی چیزیں دیجئے یعنی ہم کو ایسا کر دیجئے اور ایسا ہی رکھئے جس سے ہم وعدہ کے مخاطب و محل ہو جاویں) **فَا: السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** وغیرہ سے توحید پر استدلال کی تقریر شروع پارہ سیقول رکوع **إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ** کے ذیل میں مفصل مرقوم ہو چکی ہے اور **سَمِعْنَا** کے ترجمہ میں جو احقر نے بواسطہ یا بلا واسطہ بڑھا دیا ہے وہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ندا کو صحابہؓ نے تو بلا واسطہ سنا اور ہم نے بواسطہ اور مضمون دعا کا سب مسلمانوں کو عام ہے اس لئے تعیم سماع کی کردی گئی اور یہ جو فرمایا کہ پیغمبروں کی معرفت حالانکہ صرف یہ کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی معرفت۔ وجہ یہ کہ سب انبیاء کا مضمون اس وعدے میں ایک ہے اور اس سے تاکید ہو گئی وعدہ کی یعنی بار بار ہر زمانہ میں اس وعدہ کی تجدید ہوتی رہی۔ **فَا:** ان دعاؤں کا مضمون جمیع مقاصد مطلوبہ کو جامع ہے کیونکہ متعلی مقاصد کا دو امر ہیں جنت ملنا اور دوزخ سے بچنا۔ اور دونوں کے لئے دو شرط ہیں طاعات کا وجود اور معاصی کا عدم کل چار چیزیں ہوں **فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** میں امر ثانی اور **فَاغْفِرْ لَنَا الْخَطِيئَاتِ** میں امر رابع **إِنَّا مَأْوَعِدَتْنَا** میں امر اول و ثالث کی درخواست ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُجِبُونَ أَنَّ يُلْحَقُوا بِهِم بِالْمُفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّاهُمْ بِمُقَارِقَةٍ مِنَ الْعَذَابِ اس میں زمانہ کے مدعیان تصوف کی اس عادت کی مذمت ہے کہ ان کی مجالس کے تذکروں کا زیادہ حصہ ان کی مدح ایسے کمالات کے ساتھ ہوئی ہے جن سے وہ کورے ہیں اور یہ **بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا** اس ذم کی قید نہیں کیونکہ کمال موجودہ سے مدح بھی مذموم ہے یہ قید خصوصیت قصہ نزول کے سبب ہے۔ قوله تعالى الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اس آیت میں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ فکر بھی مثل ذکر کے عبادت ہے۔ دوسرا یہ کہ فکر کا محل خلق ہے نہ کہ خالق کی ذات۔ قوله تعالى مَا خَلَقْتُ هَذَا بَاطِلًا چونکہ باطل میں معدوم بھی داخل ہے اور اس آیت میں اس کی نفی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اکابر کا یہ مقولہ کہ ممکنات نے وجود کی بوجہ نہیں سونگھی مؤل ہے اور تاویل یہ ہے کہ مراد اتصاف حقیقی کا مرتبہ ہے جو واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے نہ کہ اتصاف مجازی جو واسطہ فی العررض میں ہوتا ہے۔

**اللفات:** فی روح المعانی المفارقة۔ مصدر میمی بمعنى الفوز والتاء ليست للوحدة لبناء المصدر عليه ومن العذاب متعلق به ای



فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ وَأُنْثِيَ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِينَ

سو منظور کیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہوا کارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک

ہاجرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَوْذُوا فِي سَبِيلِي وَقَتْلُوا الْكَافِرِينَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّتٍ

دوسرے کے جزو ہو سوجن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ لَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ

معاف کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔ تجھ کو ان کافروں

كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

کاشمیروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے۔ چند روزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ برائی آرام گاہ ہے۔

**تفسیر: ربط:** اوپر ان لوگوں کی دعاؤں کا بیان تھا جو دلائل عقلیہ و نقلیہ میں نظر کر کے ایمان لے آئے آگے ان کی ان دعاؤں کا قبول ہونا فَاسْتَجَابَ لَهُمْ میں اور اس قبول کی علت اُنِّي لَا أُضِيعُ میں پھر اس علت پر کہ درحقیقت ایک قاعدہ کلیہ ہے ایک تفریع مناسب مضمون مقصود و سورت ہذا کے کہ محاجد و صبر علی الجہاد و ایذاء الکفار ہے مذکور ہے۔

**قبول ادعیہ مذکورہ مع علت و تفریع بر علت:**

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ وَأُنْثِيَ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَوْذُوا فِي سَبِيلِي وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ سو منظور کیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ (میری عادت مستمرہ ہے کہ) میں کسی شخص کے (نیک) کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہوا کارت نہیں کرتا (کہ اس کا صلہ نہ دوں) خواہ وہ (کام کرنے والا) مرد ہو یا عورت ہو (دونوں کے لئے یکساں قانون ہے کیونکہ) تم (دونوں) آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو (اس لئے حکم بھی دونوں کا ایک سا ہے پس جب ان لوگوں نے ایمان کہ ایک عمل نیک ہے قبول کر کے اس کے ثمرات کی درخواست کی تو میں نے اپنی عادت مستمرہ کے موافق اس کو منظور کر لیا اور جب ایمان پر بحسب اس کے اصل اقتضا کے ہم ایسے ثمرات عطا فرماتے ہیں) سوجن لوگوں نے (ایمان کے ساتھ اور اعمال شاقہ بھی کئے ہیں مثلاً ہجرت یعنی ترک وطن کیا اور وہ بھی ہنسی خوشی سیر و سیاحت کے لئے نہیں بلکہ اس طرح کہ) اپنے گھروں سے (تک کر کے) نکالے گئے (یعنی کفار نے وطن میں پریشان کیا بیچارے گھر چھوڑ چھوڑ کر پردیس کو نکل کھڑے ہوئے) اور (اس کے سوا اور طرح طرح کی) تکلیفیں (بھی) دیئے گئے (اور یہ باتیں یعنی ہجرت و اخراج و ایذاء

سب) میری راہ میں (یعنی میرے دین کے سبب ان کو پیش آئیں اور ان سب کو انہوں نے برداشت کیا) اور (اس سے بڑھ کر انہوں نے یہ کام کیا کہ) جہاد (بھی) کیا اور (بہتر سے ان میں) شہید (بھی) ہو گئے (اور آخر تک جہاد سے نہ ہٹے تو ایسے اعمال پر تو ثمرات کیوں نہ دوں گا) ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں (جو میرے حقوق کے متعلق ہو گئی ہوں) معاف کر دوں گا اور ضرور ان کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی (ان کو) یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس (یعنی ان کے قبضہ قدرت میں) اچھا عوض ہے (وہ اچھا عوض اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دیں گے) تمام خطائیں اس لئے کہا گیا کہ یہاں ہجرت اور جہاد و شہادت کی فضیلت مذکور ہے اور حدیثوں سے ان اعمال کا تمام ذنوب سابقہ کا کفارہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور آیات دعا میں تکفیر کو جو کہ استجاب سے مفہوم ہے خواہ اسلام پر مرتب کیا جاوے کہ اس کا بھی علی الاطلاق مکفر ہونا وارد ہے اور خواہ اس دعائے تکفیر کو صلہ استغفار کا کہا جاوے تو بہ کے مکفر ہونے میں کوئی خفا ہی نہیں اور یہ قید جو لگائی کہ میرے حقوق کے متعلق الخ وجہ اس کی یہ کہ حدیث میں دین کا استثناء آیا ہے۔

**النحو:** قوله بعضكم جملة معترضة ومن اتصالية اما بحسب اتحاد الاصل او الاتحاد في الدين من روح المعاني وحملتها على التبعية لظهوره ۱۲. ثواباً قال البيضاوي اي اتيهم فهو مصدر مؤكد وقال العصام الاظهر ان يكون ثواباً من عند الله حالاً من جنات ۱۲.

**البلاغة:** قوله اتي باني والخطاب في منكم والتكلم في اني من باب الالتفات والنكته الخاصة فيه اظهار كمال الاعتناء ببيان الاستجابة وتشريف الداعين بشرف الخطاب والتعرض لبيان السبب لتأكيد الاستجابة والاشعار بان مدارها اعمالهم التي



**اللفظ:** فی القاموس تقلب فی الامور تصرف فیها کیف شاء  
اه قلت والظاهر من التصرف الحل والعقد ولا يلزمه النقل المکانی  
فمحلہ الامور من الحفظ الکسب او التلذذ ویكون فی البلاد حالا  
ای کائنین فی البلاد ولو حمل التصرف علی السیر فمحلہ یكون  
فی البلاد کما قال الامام ابن جریر الطبری فی تفسیر القلب لیسنی  
تصرفهم فی الارض وضربهم فیها واستدل علیه بقول السدی فی  
تفسیره ضربهم فی البلاد ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله عادة مستمرة اشار به الى عدم الوجوب  
عليه تعالى وانما هو تفضل ۱۲. ۲. قوله صلوات تحقیر لمعنی  
الضیاع لان نفس العمل قد وجد فكيف يضاع ۱۲. ۳. قوله مع  
ترجمة او ذوا اوراس کے سوالان العطف اصله التغائر ۱۲. ۴. قوله فی  
ترجمة سبیلی سب اشارة الى ان فی سبیلی قید للکل من الهجرة  
والاخراج والایذاء بل للقتال والقتل ایضاً بقیرنة العطف ۱۲. ۵.  
قوله برداشت کیا قدره لان الاخراج والایذاء لیس من اعمالهم  
والمقام لیان فضل الاعمال ۱۲. ۶. قوله بتیمر اشارة الى ان  
المرجع فی قتلوا لا يلزم ان يكون عین المرجع فی قاتلوا لان فضل  
القتال لا يتوقف شرعاً علی القتل ۱۲. ۷. قوله نهی ای حتی قتلوا  
وحتى قتل اخوانهم فالعائد الى ضمیر قاتلوا او قتلوا وزاده لعین ما  
ذكر فی فائدة قوله برداشت کیا فان كونهم مقتولين لیس من  
اعمالهم ۱۲. ۸. قوله فی ترجمة السينات تمام خطا فالتينات  
ههنا لا يختص بالصغائر للدلیل الذی سیأتی فی الفائدة وذكر فی  
روح المعانی هكذا وربما یقال ان حمل السينات ههنا علی ما یعم  
الكبائر سانغ اه قلت فهذه الاعمال مخصوصة من عموم ان  
الحسنات والقربات تکفر الصغائر لا غیر ۱۲.

قدموها علی الدعاء لا مجرد الدعاء کذا فی روح المعانی قلت  
وانی هذا السبب اشترت بقولی بعد ترجمة بعضکم ایمان کرا یک عمل  
یک فی الخ فافهم وتشکر ۱۲. قوله عنده حسن الثواب فی روح  
المعانی قول الرجل عندی ما ترید یرید اختصاصه به وتملكه له وان  
لم یکن عنده فلیس معنی عنده حسن الثواب ان الثواب بحضرته  
وبالقرب منه بل مثل هناك کونه بقدرته وفضله بحيث لا یقدر  
عليه غیره بحال الشئ یكون بحضرة احد لا یدعیه لغيره  
والاختصاص مستفاد من هذا التمثیل حتی لو لم یجعل حسن  
الثواب مبتدأ مؤخرًا کان الاختصاص بحاله اه قلت ومن ثم  
ترجمت بالحصر ۱۲. قال البیضاوی جعل ای النهی للقلب تنزیلاً  
للسبب منزلة المسبب للمبالغة ۱۲.

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابن جریر وابو الشیخ والبیہقی  
وغیرهم عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ الحدیث الطویل  
وفیه ان اللہ تعالیٰ یدعو یوم القيامة الجنة فتاتی بزخرفتها وزینتها  
لیقول ابن عبادى الذين قاتلوا فی سبیلی واوذوا فی سبیلی  
وجاهدوا فی سبیلی ادخلوا الجنة فیدخلونها بغير عذاب ولا  
حساب اه قلت وبهذا الحدیث تأید امر ان الاول ان هذه الاعمال  
تکفر السينات کما ذكرت فی الفائدة وقد ورد فی الصحاح ان  
الاسلام یهدم ما کان قبله وان الهجرة تهدم ما كانت قبلها وان القتل  
فی سبیل اللہ یکفر کل ذنب الا الدین والثانی ما اوصیة فی  
ترجمة سبیلی من تعلقه بالکل فتذكر وفی روح المعانی اخرج  
الترمذی وطق کثیر عن ام سلمة قلت یا رسول اللہ لا اسمع اللہ  
تعالیٰ ذکر النساء فی الهجرة بشئ فانزل اللہ تعالیٰ فاستجاب لهم  
الی آخر الآیه ولعل المراد انها نزلت تمة لما قبلها اه قلت ولا بد  
من هذا المراد لان الآیه لیست منقطعة عما قبلها ۱۲.

(بقية صفحہ ۳۱۰) ۶. قوله سلیم زاده لنلا یرد ان کثیراً من اولی الالباب لا یهتمون بهذه الآیات وجه الدفع ظاهر وایضاً یدفعه زیادة قوله استدلال  
الخ فهذه الآیات موضوعة لاستدلالهم سواء استدلو او لم يستدلوا ولو استدلو لاهتدوا فافهم ۱۲. ۷. قوله برحال میں اشارة الى ان خصوصية  
القیام وغیره لیس بمقصود بل هو کنایة عن الاستمرار بمعنی غالب الاحوال لا عدم الذهول اصلاً فانه لیس مداراً للمدح نعم هو سبب له ۱۲.  
۸. قوله دل سے بھی اتریدل علیہ اطلاق الذکر المفہوم منه للعموم ۱۲. ۹. قوله غور کا جو نتیجہ اشارة الى ان قوله ربنا معمولاً ليقولون استیناف  
لاحال لان هذا نتیجة ولو کان حالاً لکان كالعامل من المبادى واذ لیس فلیس فافهم ۱۲. ۱۰. قوله یعنی حدوث الخ ليعم من آمن من قبل او فی  
الحال ۱۲. ۱۱. قوله فی ترجمة هذا اس مخلوق اشار الى ان المشار الیه السموات والارض بتاویل المخلوق ۱۲. ۱۲. قوله منزہ سمجھے ہیں اشارة الى ان  
العامل مقدر وهو نسج ۱۲. ۱۳. قوله فی توضیح فقنا اس کا یہ مقتضی ہے الخ فلا یشكل بدخول بعض المؤمنین النار فلا دلیل فیہ للمرجنة ۱۲.  
۱۴. قوله فی ترجمة من تدخل النار بطور اصلی جزاء کے الخ ای بخلاف المؤمن فان النار لیس جزاءه اصالة بل لعارض وللتطہیر فلا دلیل فیہ  
للمعزلة ۱۲. ۱۵. قوله فی ترجمة فاغفر لنا پھر اس کے بعد اشارة الى ان الفاء للتعقیب لا للترتیب فان المغفرة والتکفیر بلا عقوبة کما هو الظاهر  
من المقام لیس بمرتب لا محالة علی الايمان بل لا علی الاعمال مطلقاً ۱۲. ۱۶. قوله پیغمبروں کی معرفت فالتقدير علی السنة رسلک ۱۲.  
۱۷. قوله فی ترجمة قوله ولا تحزننا ثواب ملے سے پہلے الخ فلا تکرار فی مضمون الخزی واعلم ان حقيقة الخزی والسور علی الکافرين وصورته  
وشئ من اثره قد یكون للعصاة فلا یتوهم التنافی بین الخزین المذکورین فی الآيتين ههنا ۱۲.



لٰكِنَ الَّذِيْنَ اٰتَقَوَّارْتَهُمْ لَهْمُ جَنَّتْ تَجَرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نَزَّلَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے۔ اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا

خَيْرٌ لِّلْاٰبَرَارِۙ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

بہتر ہیں۔ اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو ان کے پاس بھیجی

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًاۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِۙ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے۔ ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب کر دینگے۔

اٰمِنُوْا صٰدِرًا وَ اَصَابِرُوْا وَ رٰبِطُوْاۙ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَۙ

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

بعد ان کے مدائح آگے بیان فرماتے ہیں جیسے شروع پاره کے رکوع سوم میں آیت آئی تھی لیسوا سوا اور چونکہ اشہر روایات شان نزول کی رو سے وہ آیت نو مسلم یہودیوں کے باب میں تھی اور یہ آیت نو مسلم نصاریٰ کے بارہ میں اسلئے تکرار بھی لازم نہیں آیا اور اہل کتاب کا لفظ دونوں کو شامل ہے اور سورت میں دونوں ہی سے محاجہ تھا اور اگر دونوں آیتوں کا مصداق ایک ہی مذہب کے نو مسلم ہوں تو اختلاف عنوان سے تکرار نہ رہا یا تکرار سے تاکید ہوگئی۔

مدح مؤمنین اہل کتاب:

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُؤْمِنُ (الٰہی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں (جو تمہارے پاس بھیجی گئی) (یعنی قرآن) اور اس کتاب کے ساتھ بھی اعتقاد رکھتے ہیں (جو ان کے پاس بھیجی گئی) (یعنی توراۃ اور انجیل اور خدا کے ساتھ جو اعتقاد رکھتے ہیں تو) اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے (بھی) ہیں (اس لئے اس اعتقاد میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہیں کرتے اور توراۃ و انجیل کے ساتھ جو اعتقاد رکھتے ہیں تو اس طور پر کہ) اللہ تعالیٰ کی آیات (واحکام) کے مقابلہ میں (دنیا کا) کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس (اور اس میں کچھ دیر بھی نہ لگے گی کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب (کتاب) کر دیں گے (اور حساب کتاب کرتے ہی سب کا دینا لینا بیاق کر دینگے) خاشعین اور لایشترون کی قید لگانے سے بنا بر تقریر ترجمہ احقر کے یہ سوال واقع نہیں ہوتا کہ اللہ کو اور توراۃ و انجیل کو تو سب اہل کتاب مانتے تھے پھر اس میں اسلام قبول کرنے والوں کی کیوں تخصیص کی وجہ واقع نہ ہونے کی ان قیود سے معلوم ہوگئی کیونکہ دوسرے اہل کتاب کا اعتقاد اللہ کے ساتھ بلا خشوع تھا

تفسیر: ربط: اوپر کی آیت میں مسلمانوں کی کلفتوں کا بیان اور ان کا انجام نیک مذکور تھا آگے کافروں کی عیش و آرام کا بیان اور ان کا انجام بد مذکور ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنا انجام سن کر جو تسلی ہوئی تھی اپنے دشمنوں کا انجام سن کر اور زیادہ تسلی ہو اور ان کی عیش و آرام کی طرف حرص یا حزنا یا غیظا التفات نہ کریں۔ پھر اس انجام بد کو دریافت کر کے اگر کسی کو ان میں سے توبہ کی توفیق ہو اور کفر و معاصی سے باز آوے اور انجام بد سے محفوظ رہنا اور اس کو بھی انجام نیک کا نصیب ہو جانا ساتھ کے ساتھ بیان فرمادیا۔

انجام بد کفار مع استثناء تائبین عن الکفر:

لَا يَغۡزٰتُكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِۙ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مٰوَاهُمْۙ جَهَنَّمُۙ وَ يَبۡسُ الْیَہٰۤاۤدُۙ لٰكِنَ الَّذِيْنَ اٰتَقَوَّارْتَهُمْ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاٰبَرَارِۙ (اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا (حفظ و دنیا کے لئے) شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے (کہ اس حالت کی کچھ وقعت کرنے لگے یہ) چند روزہ بہار ہے (کیونکہ مرتے ہی اس کا نام و نشان بھی نہ رہے گا) پھر (انجام یہ ہوگا کہ) ان کا ٹھکانا (ہمیشہ کیلئے) دوزخ ہوگا اور وہ مدائی آرام گاہ ہے لیکن (انہیں سے بھی) جو لوگ خدا سے ڈریں (اور مسلمان و مطیع ہو جاویں) ان کیلئے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوگی وہ ان (باغوں میں) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (ان کی) مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں (جن کا ابھی ذکر ہوا یعنی جنات اور انہار وغیرہا) یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا (کفار کے حظوظ دنیوی سے) بہتر ہیں (کیت میں بھی اور کیفیت میں بھی)۔

ربط: آیات دعا کے قبل اور متصل شائع (اہل کتاب کا بیان تھا چونکہ بعضے ان میں جو مسلمان ہو گئے تھے اچھے بھی تھے اسلئے حسب عادت قرآنیہ ان کے قبائح کے



اسی سبب سے اس میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ پر اولاد کی تہمت لگاتے تھے کہیں احکام میں افترا کرتے تھے اسی طرح توراہ و انجیل کے ساتھ اعتقاد مع الاشتراء تھا اس لئے تخصیص کی گئی اور قرآن پر چونکہ دوسرے اہل کتاب کا مطلق اعتقاد نہ تھا اس لئے اس میں کوئی قید نہیں لگائی کہ نفس اعتقاد ہی دونوں میں میسر ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ جلدی حساب کتاب کر دینگے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کا بھی ضرور حساب ہوگا کیونکہ بہت سے مقبولین کا بلا حساب جنت میں جانا احادیث میں آیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر جو جلدی حساب کتاب کر دیتا ہے وہ جلدی ہی مزدوری بھی دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ حساب جلدی کر دینگے تو سمجھ لو کہ ایمان و اعمال صالحہ کا بدلہ بھی جلدی ہی دے دینگے۔ خصوص اس لئے کہ قیامت بھی قریب ہے پس یہ کلام بطور کنایہ کے ہے۔

**وَبط:** سورت ختم پر آئی چونکہ اصل مضمون سورت کا محاجہ کفار ہے بالسان بھی بالسان بھی اور اس کے ضمن میں بہت سے معاملات قولیہ و فعلیہ کفار کے ایسے مذکور ہوئے جن سے مسلمان متاثر ہوتے تھے ایسے مواقع میں چند حالتیں پیش آتی ہیں ایک مقاتلہ ایک مصالحہ ایک یہ کہ نہ صلح کا عہد ہوا ہو اور نہ بالفعل مقاتلہ ہو لیکن احتمال ہو۔ پھر حالت مصالحہ میں بوجہ اس کے کہ کفار کو عناد تھا خاموش نہ رہتے تھے بلکہ مختلف پہلوؤں سے قولاً و فعلاً مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے رہتے تھے جن میں بعضے امور تو قابل مباحثہ کے تھے ان میں تو محاجہ بالسان ہو سکتا تھا اور بعضے امور محض آزار دہی کی غرض سے کئے جاتے تھے پس یہ کل چار قسم کے امور ہوئے۔ ایک مقاتلہ دوسرے احتمال مقاتلہ، تیسرے مباحثہ، چوتھے محض ایذا رسانی امر چہارم میں بطور خود صبر و استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور امر اول میں مصابرت یعنی دوسرے کے مقابلہ میں صبر و ثبات کی حاجت ہوتی ہے۔ امر دوم میں مرابطت یعنی مقابلہ کے لئے مستعد رہنے کی ضرورت ہے اور امر سوم میں تقویٰ کی حاجت ہے تاکہ جوش اور غصہ میں خصم کے ساتھ شدت یا کسی معظّم کی شان میں سوء ادب نہ ہو جاوے۔ جیسا اکثر مناظرات میں دیکھا جاتا ہے اور تقویٰ کو صرف امر سوم کے ساتھ خصوصیت نہیں بلکہ امور چہارگانہ میں اس کی احتیاج ہے تاکہ کسی حالت میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو جاوے اسی لئے ختم کی حالت میں انہی امور چہارگانہ کا حکم اور اس حکم کی تعمیل کا ثمرہ کہ جامع ثمرات ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

امر بصبر و مصابرة و مرابطہ و تقویٰ مع وعدہ ثمرہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا (ال) لَعَنَ اللَّهُ تَفْلِحُونَ اے ایمان والو (تکالیف

پر) خود صبر کرو اور (جب کفار سے مقاتلہ ہو تو) مقابلہ میں صبر کرو اور (احتمال مقاتلہ کے وقت) مقابلہ کیلئے مستعد رہو اور (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (اور حدود شرع سے نہ نکلو) تاکہ تم پورے کامیاب ہو (آخرت میں تو ضرور ہی اور اکثر اوقات دنیا میں بھی) **ف:** قاموس میں مرابطت اور رباط کے دو معنی لکھے ہیں ایک ملازمت ثغر العدو یعنی مابین دار الاسلام و دار الکفر کے سرحد کے موقع پر قیام کرنا تاکہ کفار سے دار الاسلام کی حفاظت رہے۔ انفر نے یہی معنی لئے ہیں۔ دوسرے معنی مواظبت علی الامر یعنی مطلق احکام کی پابندی کرنا بیضاوی نے یہ معنی بھی لئے ہیں اور حدیث میں انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ کو رباط فرمایا ہے اس میں دونوں معنی کا احتمال ہے یا تو معنی اول کے اعتبار سے تشبیہاً اس کو رباط فرمادیا کہ یہ بھی نفس و شیطان کے مقابلہ میں مستعد رہنا ہے۔ یا معنی ثانی کے اعتبار سے حقیقتہً فرمادیا ہے کہ یہ انتظار خود علامت ہے دوام کی جیسا ظاہر ہے واللہ اعلم۔ الحمد للہ آج تاریخ ۲۴ شوال ۱۴۲۳ھ یوم پنج شنبہ وقت چاشت مقام تھانہ بھون میں تفسیر سورہ آل عمران کی اختتام کو پہنچی آگے انشاء اللہ سورہ نساء کی تفسیر آتی ہے اور دونوں سورتوں کا ربط بہت ظاہر ہے کہ یہ سورت امر یا تقویٰ پر ختم ہوئی ہے اور وہ اسی سے شروع ہوئی ہے باقی مفصل تقریر اپنے موقع پر آ جاوے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللهم ربنا لك الحمد يا ذا الجلال والاكرام وعلى رسولك الصلوٰۃ والسلام الى يوم القيام

**مسائل السلوك:** قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا رباط کی تفسیر مرابطہ ثغر سے ظاہر ہے اور حدیث میں اسباغ وضو و انتظار صلوٰۃ وغیرہ کو رباط فرمایا ہے جو کہ مرابطہ نفس ہے پس مجموعہ آیت و حدیث سے جہاد نفس پر جہاد کے اطلاق کی اصل نکلی۔

**اللفاظ:** النزل بضم الزاء وسكونها في القاموس ما هي للضيف ان ينزل عليه وقال غيره اول ما ينزل فتسمية الجنة نزلاً على هذا يكون للاشارة الى انها اول ما يعطون لا يقاسون الانتظار او يقال كبعضهم ان الجنة اول ما اعدوا اللقاء والروية بعده وفيه ايدان بشرفهم لان الضيف مكرم خاشعين قال ابن زيد خائفين متذللين وقال الحسن الخشوع الخوف اللازم للقلب من الله تعالى ۱۲

**ملحقات الترجمة والروايات:** ۱۔ قوله چند روزہ فالقلة باعتبار قصر المدة وان كثر ويمكن ان يكون باعتبار المقدار في جنب ما اعد الله للمؤمنين من البيضاوي قلت واشرت اليه في قوله اخيراً كبت في الخ ۱۲۔ قوله بهار يطلق في لساننا على ما يتمتع به فهو بهذا المعنى مرادف للمتاع فلم يترك الترجمة اللفظية ۱۲۔ (بقية صفحہ ۳۱۹ پر)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سَبْعُونَ اَرْبَعًا وَعَشْرًا اٰیَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں

كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔ اور جن بچوں کا باپ مر جاوے

أَمْوَالُهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْخَبِيثَاتِ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مال تک ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں

الَّا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكُحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا ضَلَّىٰ وَثَلُثَ وَرُبْعٌ فَلَنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ

انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو اور دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے، پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ اَدْنَىٰ اَلَّا تَعُولُوا ۝

یا جو لونڈی تمہارے ملک میں ہو وہی سہی۔ اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

تفسیر: سورة النساء مدنیة وهی مائة وخمس وسبعون آية.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ربط: اوپر کی سورت مضمون تقویٰ پر ختم ہوئی ہے اس سورت کو اسی مضمون سے

شروع کیا ہے لیکن اوپر کی سورت میں اس تقویٰ کے محل میں زیادہ تر وہ

معاملات مذکور ہوئے تھے جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسا بوجہ واضح

اس کی تفصیل گزر چکی ہے اور اس سورت میں ایک محل تو وہی معاملات ہیں

دوسرا محل معاملات باہمی تیسرا محل معاملات فی ما بین اللہ والعبد یعنی

دیانات پس اس سورت میں تین قسم کے مضامین ہیں۔ معاملات باہمی جیسے

احکام یتامی وازواج و میراث و سیاسات و تفصیل محرمات و حدود و حقوق و دیگر

احکام متعلقہ زوجین و والدین و یتامی و مساکین و حیران و اقارب و اصحاب

و مسافرین و ممالیک و رد امانات و اطاعت حکام اسلام و عدل فی الحکم و احکام

سلام و شفاعت و امثالہا۔ اور دیانات جیسے بعض احکام توبہ و صلوة و جنابت

و طہارت و یتیم و ہجرت اور معاملات مع المخالفین جیسے احکام جہاد و احوال منافقین

و اہل کتاب و ابطال عقائد مشرکین اور یہ سب مضامین بوجہ اس کے کہ ہر ایک

حکم میں دوسرے احکام پر نظر رکھنا مطلوبات شرح سے ہے مختلط طور پر مذکور

ہیں اور اکثر ایک مضمون کے ضمن میں دوسرے مضامین آ گئے ہیں جیسے احکام

جہاد میں صلوة الخوف اور مثل اس کے اور خود ایک حکم بھی کئی کئی حکموں پر مشتمل

ہے جس طرح میراث و محرمات و غیرہا میں کتنی کتنی صورتیں ہیں چنانچہ تدبر

و امعان نظر سے یہ سب مضامین اسی ہیئت سے مجموعہ سورت میں ملیں گے اب

سب سے اول تقویٰ کا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس کے

ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت لائے ہیں یعنی الَّذِي خَلَقَكُمْ الْخ جسمیں

تقویٰ کے ساتھ ہی اکثر باہمی حقوق و تعلقات انسانیہ کی مراعات کی طرف

اشارہ ہو جاوے پھر اس اشارہ کے بعد ارحام کی رعایت کی تصریح کر دی گئی۔

امر بالتقویٰ وحفظ حقوق باہمی درضمن آن:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي (الی قولہ تعالیٰ) لَئِنَّ اللَّهَ كَانَ

عَلَيْكُمْ رَقِيبًا اے لوگو اپنے پروردگار (کی مخالفت) سے ڈرو جس نے تم کو

ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا (کیونکہ سب آدمیوں کی

اصل وہی ہیں) اور اس (ہی) جاندار سے اس کا جوڑا بنایا (یعنی اس کی زوجہ

حوا کو) پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں)

پھیلائیں اور (تم سے مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ) تم خدا تعالیٰ سے

ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے (اپنے حقوق کا) مطالبہ کیا کرتے ہو

(جس مطالبہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ خدا سے ڈر کر میرا حق دیدے سو جب

دوسروں کو خدا کی مخالفت سے ڈرنے کو کہتے ہو تو معلوم ہوا کہ تم اس ڈرنے کو

ضروری سمجھتے ہو تو تم بھی ڈرو) اور (اول تو تمام احکام الہیہ میں مخالفت سے



## حکم اول عدم اضرار یتامی:

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ (السی قولہ تعالیٰ) اِنَّہُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا اور جن بچوں کا باپ مر جاوے ان کے (مملوک) مال ان ہی کو پہنچاتے رہو (یعنی ان ہی کے خرچ میں لگاتے رہو) اور (جب تک تمہارے قبضہ میں ہیں) تم (ان کے مال میں شامل کرنے کے لئے) (ان کی) اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو (یعنی ایسا مت کرو کہ ان کی اچھی چیز تو نکال لی جاوے اور بری چیز ان کے مال میں ملا دی جاوے) اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں (کے رہنے) تک (البتہ جب تمہارے پاس کچھ نہ رہے تو بقدر حق اللہ مت اپنے گزارے کیلئے ان کے مال سے لینا درست ہے جیسا آگے آدیکا وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا) ایسی کارروائی کرنا (کہ بری چیز ان کے مال میں شامل کر دی یا بلا ضرورت ان کے مال سے مستفیع ہوا) بڑا گناہ ہے (جس کی وعید آگے آوے گی اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامِی الْخ)

ف: ایسے بچوں کو شرعاً یتیم کہتے ہیں جاہلیت میں یتیموں کے حقوق بالکل ضائع کئے جاتے تھے بعضے ان کی اچھی چیز نکال کر بری چیز ان کے مال میں ڈال دیتے بعضے ویسے ہی کھاتے اڑاتے ان سب سے ممانعت کی گئی۔

ربط: اوپر یتامی کے ضرر پہنچانے کے بعض طریقوں سے منع فرمادیا ان کے سوا بعضے اور امور بھی تھے جن میں یتامی کا ضرر تھا مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کی پرورش میں کوئی یتیم مالدار لڑکی ہوئی اور صورت شکل کی بھی اچھی ہے اس کے مال و جمال کی وجہ سے اس شخص نے چاہا کہ میں خود ہی اس سے نکاح کر لوں لیکن چونکہ ہر طرح اپنے قابو میں ہوتی تھی اور کوئی دوسرا شخص اس کے حقوق کا احیاء و مطالبہ کرنے والا نہ ہوتا تھا اس لئے اس کو مہر اتنا نہ دیتے تھے جتنا دوسرا شخص دیتا اللہ تعالیٰ آئندہ حکم دوم میں اس امر کا انتظام فرماتے ہیں رواہ الشیخان عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاصل انتظام کا یہ ہے کہ اگر تم سے ان کا مہر مناسب پورا نہ دیا جائے تو تم اور عورتوں سے نکاح کر لو ان سے مت کرو۔

## حکم دوم اکتفاء بر نکاح غیر یتامی بوقت تنقیص مہر یتامی:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِسُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَشْفَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبْعًا اور اگر تم کو اس بات کا احتمال (بھی) ہو (اور یقین میں تو بدرجہ اولیٰ) کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں (بابت ان کے مہر کے) انصاف (کی رعایت) نہ کر سکو گے تو (ان سے نکاح مت کرو بلکہ) اور (حلال) عورتوں سے جو تم کو (اپنی کسی مصلحت کے اعتبار سے) پسند ہوں نکاح کر لو (کیونکہ وہ مجبور نہیں آزادی سے اپنی رضا ظاہر کر سکتی ہیں اور یہ نکاح اس قید

پنجا اور ذرنا ضرور ہے لیکن اس مقام پر ایک حکم خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ (قرابت کے حقوق ضائع کرنے) سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب (کے حالات) کی اطلاع رکھتے ہیں (اگر مخالفت کرو گے مستحق سزا ہو گے) ف: اس آیت میں پیدائش کی تین صورتوں کا بیان ہے۔ ایک تو جاندار کا بے جان سے پیدا کرنا کیونکہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے جاندار کا جاندار سے بلا طریقہ تولد متعارف پیدا ہونا کیونکہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا حدیث شیخین وغیرہ میں ہے انھن خلقن من ضلع وان اعوج شیء من ضلع اعلاہ اور تیسرے جاندار کا جاندار سے بطریق تولد متعارف پیدا ہونا جیسا اور آدمی آدم و حوا سے اس وقت تک پیدا ہوتے آرہے ہیں اور فی نفسہ عجیب ہونے میں اور قدرت کے سامنے عجیب نہ ہونے میں تینوں صورتیں برابر ہیں۔ پس بعد ثبوت بالدلیل کے کسی صورت کا محض بنا بر تو ہم پرستی کے انکار کرنا جیسا کہ بعضے صورت ثانیہ کے منکر ہیں نہایت ہی ظلم ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس صورت کے اختیار کرنے سے کیا فائدہ ہو ابدیں وجہ مدفوع ہے کہ اول تو ہم تعین فوائد و اسرار کا دعویٰ نہیں کرتے نہ اس کی کچھ ضرورت۔ دوسرے ممکن ہے کہ ایک حکمت یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کا سب طرح کی پیدائش پر قادر ہونا محقق ہو جاوے۔ تیسرے ہم پوچھ سکتے ہیں کہ جو صورت اس وقت متعارف ہے اس میں کیا اسرار و فوائد ہیں جب یہ معلوم نہیں وہ بھی نہ سہی۔ اور یہ شبہ کہ پھر آدم علیہ السلام کی وہ پسلی بدن سے غائب ہو گئی ہوگی تو اول تو یہ ضرور نہیں کیا اس کہنے سے کہ کوئی چیز مٹی سے بنی کسی عاقل کے نزدیک لازم آتا ہے کہ پھر مٹی عالم سے غیب ہو گئی ہوگی بلکہ ہر شخص کے نزدیک مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ مٹی کے بعض اجزاء سے وہ چیز بنائی گئی پس اگر اسی طرح یہاں بھی کہا جاوے کہ کسی جزو خاص نہایت قلیل المقدار کو لیکر اس کو اصل قرار دیا اور اپنی قدرت سے اس کو بڑھا کر ایک خاص صورت بنا دی تو اس میں کیا اشکال ہے۔ دوسرے اگر بلا دلیل اس لازم کو کوئی مان لے تو اس میں کونسا محال لازم آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے بدن میں ایک ہڈی کم ہو گئی ہو۔ رہا یہ کہ اس کے نکالنے سے ان کو تکلیف ہوئی ہوگی محض طفلانہ وہم ہے۔ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور یہ حکم حفاظت حقوق رحم کا بالتخصیص اس لئے بیان کیا گیا کہ آگے اس قسم کے احکام آتے ہیں گویا یہ بطور تمہید کے ہو گیا۔

ربط: اوپر تقویٰ کا حکم تھا اور اس کے ضمن میں مراعات حقوق انسانیہ و رحمیہ کا ارشاد تھا آگے اس تقویٰ کے مواقع کا کہ حقوق مذکورہ ہیں مفصلاً ذکر فرماتے ہیں اور وہ چند احکام ہیں۔



مسئلہ: یہ حکم چار تک کا آزادوں کے لئے ہے اس کا قرینہ آیت میں بھی ہے  
 اَوْ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کیونکہ مخاطب اس میں اور ماسبق میں ایک ہیں اور  
 غلام مالک نہیں ہوتا اور جو شرعاً غلام ہو اس کو دو تک درست ہے۔

مسئلہ: یتیم لڑکی کا نکاح قبل بلوغ باذن ولی جائز ہے آیت میں نکاح یتامی  
 کے احکام بیان کرنا اس کا قرینہ بھی ہے۔

ربط: شروع آیت میں کثرت ازدواج کی اجازت دی ہے جس کی وجہ یہی  
 تھی کہ یتامی کے حق میں خلاف عدل نہ ہو چونکہ عدل مطلقاً ہر موقع میں واجب  
 ہے اسلئے آگے اس صورت کا حکم فرماتے ہیں کہ جب کثرت ازدواج میں  
 اندیشہ خلاف عدل کا ہو۔

اکتفا بر واحد یا جاریہ وقت خوف عدم عدل بین الازواج:  
 فَإِنْ خِفْتُمْ اَلْاِتْعَادَ لَوْ اَوْفَاوْا حِدَةً اَوْ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُولُوْا  
 پس اگر تم کو (غالب) احتمال اس کا ہو کہ (کئی بیبیاں کر کے) عدل نہ رکھو گے  
 (بلکہ کسی بی بی کے حقوق واجبہ ضائع ہو گئے) تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا  
 (اگر دیکھو کہ ایک کے حقوق بھی ادا نہ ہو گئے تو) جو لونڈی (حسب قاعدہ  
 شرعیہ) تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر مذکور میں (یعنی ایک بی بی کے  
 رکھنے یا صرف لونڈی پر بس کرنے میں) زیادتی (و بے انصافی) نہ ہو سکی  
 توقع قریب تر ہے (کیونکہ ایک صورت میں تو تعدد نہیں جسمیں برابری کرنا  
 پڑے دوسری صورت میں بی بی کے حقوق سے بھی کم حقوق ہیں مثلاً مہر نہیں  
 صحبت کا حق نہیں تو اندیشہ اور کم ہے)

ف: مسئلہ: اگر عدل نہ ہو سکے کا غالب احتمال ہو تو کئی بیبیوں سے نکاح کرنا  
 باس معنی ممنوع ہے کہ یہ شخص گنہگار ہوگا نہ باس معنی کہ نکاح صحیح نہ ہوگا نکاح  
 یقیناً ہو جاویگا۔

مسئلہ: جو لونڈیاں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں وہ شرعی لونڈی نہیں ان سے بلا  
 نکاح صحبت حرام ہے اسی طرح جبرنی الخدمت اور بیع وغیرہ سب حرام ہے۔

تنبیہ: بعض ہوا پرستوں نے دنیوی غرض سے آیات الہیہ کے مضمون میں تحریف  
 کی ہے اور کہا ہے کہ یہ آیت بالکل کثرت ازدواج کی نفی کر رہی ہے اس طرح سے  
 کہ یہاں فرمایا کہ جب عدل نہ ہو سکے تو ایک پر اکتفا کرو اور دوسری آیت میں فرما  
 دیا کہ تم سے کبھی عدل ہو ہی گا نہیں۔ وَلٰكِنْ تَسْتَطِيعُوْنَ اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ  
 دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ جائز نہیں فقط اور یہ  
 محض مغالطہ باطلہ ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں عدل جدا جدا معنوں میں ہے  
 اس آیت میں تو عدل فی الحقوق الواجبہ ہے جیسا احقر نے تصریح بھی کر دی اور  
 یہ قدرت میں ہے اور اسی کے اعتبار سے واحد اور کثیر کے اختیار کرنے میں

کے ساتھ ہو کہ جو ایک عورت سے زیادہ کرنا چاہے تو ان صورتوں میں سے کوئی  
 صورت ہو ایک صورت یہ کہ ایک ایک مرد (دو دو عورتوں سے) نکاح کر  
 لے (اور دوسری صورت یہ کہ ایک ایک مرد) تین تین عورتوں سے (نکاح  
 کر لے) اور (تیسری صورت یہ کہ ایک ایک مرد) چار چار عورتوں سے  
 (نکاح کر لے) ف: مشکئی وَثَلَّثَ وَرُبْعًا ترکیب نحوی میں حال ہے  
 مَا طَابَ سے اور حال قید ہوتا ہے کلام میں اور اپنے مفہوم میں بوجہ تکرار معنی  
 کے موضوع ہیں انقسام کے لئے پس مجموعہ دونوں امروں کا مفید ہوا تقیید  
 الحکم بہذہ الاقسام کونہ کہ اطلاق کو اور حکم فَاَنْکَحُوْا جو عامل ہے حال میں اباحت  
 کے لئے ہے پس اباحت مقید ہو گئی ان اقسام کے ساتھ جب یہ قید نہ ہوگی مثلاً  
 چار سے زائد ہو تو اباحت بھی نہ ہوگی کیونکہ جہاں قید کا کوئی فائدہ نہ ہو  
 احترازی ہوتی ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ رباع تک کہنا اس لئے ہے کہ اس سے  
 آگے استعمال نہیں آتا بایں وجہ غیر مسموع ہے کہ متنبی کے قصائد میں ہے۔ اور  
 یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ایک عورت سے نکاح کرنا علاوہ ان اقسام کے ہے۔ وجہ  
 دفع یہ ہے کہ سیاقاً اور اجماعاً اس قید سے اقل کی نفی مقصود نہیں کیونکہ مقام توسع  
 کا ہے تا کہ یتامی کے نکاح سے استغناء ثابت ہو جاوے جو ایک میں حاصل  
 ہے پس ایک کی نفی سے تعرض نہیں۔ البتہ اس توسع سے یہ شبہ صحیح نہیں کہ مافوق  
 الاربع بھی جائز ہوگا وجہ دفع یہ کہ جو غرض ہے اس توسع سے کہ استغناء نکاح  
 یتامی سے حاصل ہو جائے تو وہ توسع اس صورت میں بھی حاصل ہے کہ اس کو  
 اربع کے اندر اندر محدود رکھا جاوے بخلاف آیہ سورہ فاطر کے در باب ملائکہ  
 کے اُولٰٓئِکَ اَجْنَحَتْ الْخ کو وہاں تقیید کی کوئی دلیل نہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ  
 جیسے ایک جماعت کو ایک خوان روٹیوں کا دیکر کہا جاوے کہ سب آدمی تین تین  
 چار چار بانٹ لو۔ یقیناً جو شخص زیادہ مانگے گا وہ اپنے کو اذن جدید کا محتاج  
 سمجھے گا۔ اور اس کلام سے زائد کی نفی سمجھے گا بخلاف اس کے کہ کسی سے کہا  
 جاوے بازار جاؤ مد رسہ جاؤ باغ جاؤ جہاں چاہو جاؤ اس میں ماسوی کی نفی اس  
 لئے نہیں کہ یہ کلام تقسیم کے لئے موضوع نہیں خوب سمجھ لو۔ اور حدیثوں میں  
 صاف مصرح ہے کہ بعض نو مسلموں کے پاس چار سے زائد بیبیاں تھیں۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سے زیادہ جدا کرادیں اور امت حقہ کا اس پر  
 اجماع بھی ہے اور جن لوگوں سے خلاف منقول ہے اول تو وہ اجماع ان اہل  
 خلاف کے قول سے پہلے ہو چکا تھا پس ایسا خلاف قاذب نہیں دوسرے ان  
 کے پاس کوئی دلیل معتد بہ نہیں اور دعویٰ محض بلا دلیل صحیح محل اجماع نہیں اور  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زائد سے نکاح فرمانا یہ آپ کی خصوصیات سے ہے  
 اخذت اکثرہ من روح المعانی وان شئت البسط فراجعہ  
 واجاب ایضاً عن شبهات الرازی۔



تفصیل فرمائی ہے اور اس آیت میں عدل فی المحبة ہے اور وہ عادت قدرت میں نہیں اس لئے اس کی نفی فرمائی بس اس ہوا پرست کے دعویٰ سے اس کو اصلاً مس نہیں بلکہ اس آیت میں بعد نفی عدل کے ارشاد ہے فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ جس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ عدل فی المحبة نہ ہو سکے گا بلکہ قلب کو ایک طرف میلان رہے گا۔ اور اس میلان پر ملامت نہیں لیکن بالکل میلان تو نہ ہو کہ قلب سے بھی اور معاملات و حقوق میں بھی۔ پس دونوں آیتوں کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ عدل فی المحبت واجب نہیں لیکن عدل فی المعاملہ واجب ہے۔

**ربط:** اوپر نکاح کا بیان تھا چونکہ نکاح کے لوازم شریعہ سے مہر ہے اور اس کا دینا اکثر طبائع پر گراں ہوتا ہے اس لئے حکم سوم میں اس کا انتظام فرماتے ہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى فَانْكُحُوا مَا طَلَبَ لَكُمْ مِنْ النِّسَاءِ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مباحات سے لذت حاصل کرنا اور اس میں کسی قدر کثرت بھی کرنا اور اس میں سے اچھی اچھی کو منتخب کرنا جب کہ افراط نہ ہو زہد کے منافی نہیں البتہ جس شخص کو افراط یا تفریط کا اندیشہ ہو اس کیلئے اسلم یہی ہے کہ قدر ضرورت پر اکتفا کرے اور اسی واسطے ایسے شخص کیلئے اقتصار کرینیکی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا ہے فَوَاحِدَةٌ اور ذَلِكَ اَذْنَى لَا تَعْتَوُوا میں اس کی ایسی ہی حکمت کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔

**اللفات:** الرقيب فی روح المعانی المطلع ومنه المرقب للمكان العالی الذی یشرف علیہ لیطلع علی ما دولہ ومن هنا فسرہ ابن زید بالعالم فهو فعیل بمعنى الفاعل وقال مجاهد حفیظ ۱۲. الاقساط العدل لانه زوال القسوط ای الظلم ومنه قوله تعالى واما القاسطون فكانوا لجهنم حطباً واما القسط فيأتی بمعنى العدل وان حکمت فاحکم بينهم بالقسط الیتمی یطلق علی المذکر والمؤنث کله من روح المعانی العول الميل وهو الجور ۱۲.

**النحو واختلاف القراءة:** الارحام بالنصف وهو معطوف علی محل المجرور والكلام علی حد مررت بزید وعمر و فالمعنی تسائلون بالارحام وكانوا یقولون اسالك بالله وبالرحم واما معطوف علی الاسم الجلیل ای اتقوا الله واتقوا الارحام وصلوها فان قطعها مما یجب ان یتقی وقرأ حمزة بالجر عطفاً علی المجرور ویكون المعنی ما مر فی الوجه الاول من العطف علی المجرور ولا یسمع تشنیع من شنع علیہ بعد ثبوت القراءة تواتراً وما استندوا الیه من امتناع العطف علی الضمیر المجرور هو مذهب البصریین ولسنا متبعین باتباعهم

وادعی ابو حیان ان الصحيح ما ذهب اليه الكوفيون من الجواز وكذا لا يعتد بما استندوا اليه ايضاً ان في ذكر الارحام تقرير التسائل بها والقسم بحرمتها فان هذا القول لا يراد به القسم وانما يراد الاستعطاف وليس هو كقول القائل والرحم لافعلن كذا وقد خرج ابن جنى هذه القراءة على حذف الباء لدلالة المقام عليها وقد مشى على ذلك ايضا الرمخسرى في احاجيه اه من روح المعانی ۱۲.

**البلاغة:** فی روح المعانی لا يفهم من خلق بنی آدم من نفس واحدة خلق زوجها منه ولا خلق الرجال والنساء من الاصلیین جميعاً والمعطوف متکفل ببيان ذلك وقد ذکر غیر واحد ان اللزوم فی العطف تغایر المعطوفات ولو من وجه وما هو ههنا محقق بلا ریب كما لا یخفى اه قلت فلا تکرار فی الآية وفيه وليس المراد بالرجال والنساء البالغین والبالغات بل الذکور والاناث مطلقاً تجوز اولعل ایثارهما علی الذکور والاناث لتأكيد الکثرة والمبالغة فیها بترشیح کل فرد من الافراد الماثثة لمبدیة غیره وقیل ذکر الکبار منهم لانه فی معرض المکلفین بالتقوی ۱۲. فی روح المعانی والمراد بایثارهم اموالهم ترکها سالمة غیر متعرض لها بسوء فهو مجاز مستعمل فی لازم معناه لانها لاتوتی الا کذاک والنکته فی هذا التعبير الاشارة الی انه ینبغی ان یکون الغرض من ترک التعرض ایصال الاموال الی من ذکر لا مجرد ترک التعرض لها وعلی هذا یصح ان يراد بالیتامی الصغار علی ما هو المتبادر ولا یرد علیہ ان بن ابی حاتم اخرج عن سعید ابن جبیر ان رجلاً من غطفان کان معه مال کثیر لابن اخ له یتیم فلما بلغ طلب المال الی قوله فنزلت وآتوا الیتامی فان ذلك یدل علی ان المراد بالایتاء الا عطاء بالفعل لا سیما وقد روى الثعلبی ان العم لما سمعها قال نعوذ بالله من الحوب الکبیر لما انهم قالوا ابصرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ولعل العم لم يفهم الامر بالاعطاء حقيقة بطریق العبارة بل بشیء آخر فقال ما قال اه. فی روح المعانی واثرت ما علی من ذهابا الی الوصف من البکر او الثیب مثلاً وما یختص او تغلب فی غیر العقلاء فیما اذا ارید الذات واما اذا ارید الوصف فلا کما تقول ما زید فی الاستفهام ای افاضل ام کریم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله واتقوا الله ثم سے کرراخ اشاره الی فائدة التکریر من التأكيد ۱۲. ۲. قوله بعد ترجمة تسائلون به جس



مطالبہ کا حاصل یہ ہے الخ اخذته من روح المعانی ففیہ تطبق الحکم بما فی حیز الصلۃ ۱۲۔ ۳ قولہ قبل ترجمۃ والارحام ایک حکم خصوصیت کے ساتھ الخ علم منہ فائدۃ ذکر الارحام تخصیصاً بعد تعمیم التقویٰ ۱۲۔ ۴ قولہ بعد ترجمۃ رقیباً مستحق الخ فسقط قول المبتدعۃ من وجوب العقاب علی اللہ تعالیٰ ۱۲۔ ۵ قولہ لگاتے رہودل بهذا علی ان الآیۃ فیمن لم یبلغ کما ان الآیۃ الآتیۃ فی من بلغ فلا تکرار وبهذا رجحہ فی روح المعانی وقواہ بقولہ تعالیٰ ولا تبدلوا لان التبدل لا یکون الا فی حالۃ القبض فافہم وبنی علیہ النکتۃ فی التعبير بالایفاء ہہنا وبالرفع ہناک ۱۲۔ ۶ قولہ ان کے مال میں شامل الی قولہ مت بدلہ اشارۃ الی تحقیق انیق وهو ان التبدل والا استبدال يستعملان ابداً بافضائہما الی الحاصل بانفسہا والی الزائل بالباء کما فی قولہ تعالیٰ ومن تبدل الکفر بالایمان وقولہ تعالیٰ تستبدلون واما التبدیل فیستعمل تارة كذلك واخری بالعکس وتارة بافضائہ الی مفعولہ بنفہ ومرة الی مفعول واحد وھہنا اورد التبدل فلا محالۃ یکون الطیب متروکاً والخبیث ماخوذ او الظاہر ان کونہ خبیثاً او طیباً باعتبار الجودۃ والردائۃ لا الحل والحرمة بدلیل التبادر فعلیٰ هذا یشكل کون الطیب متروکاً والخبیث ماخوذاً لان الظاہر بالعکس

فالتوجیہ انہ ارید التبدل للیتیم لان الاوصیاء ہم المتصرفون فی اموال الیتیم فنفوا عن بیع ہوکس من انفسہم ومن غیرہم وماضاہاہ فہو آخذ للخبیث ای للیتیم وتارک للطیب ای لہ ایضا فافہم اخذته من روح المعانی ۱۲۔ ۷ قولہ اپنے مالوں کے رہنے تک کذا فی روح المعانی عن الکشف لکن صاحب الکشف حملہ علی المبالغۃ وانی حملتہ علی الافادۃ التقييدية کما اوضحته بقولی البتہ الخ فکلمۃ الی علی هذا علی اصلہا للغایۃ والمشہور انہا بمعنی مع فالمنہی عنہ امران اکل مالہم بعد التبدیل واکلہ بلا تبدیل ۱۲۔ ۸ قولہ احتمال بھی ہواشارۃ الی النکتۃ فی ایراد الخوف مع ان شان النزول یدل علی تحققہ ۱۲۔ ۹ قولہ اور حلال عورتوں سے فان المحرمات مستثناة ۱۲۔ ۱۰ قولہ کسی مصلحت الخ اشار الی ان الطیب لا یتوقف علی النظر الی جمالہا فلا دلالة فی الآیۃ علیہ نعم دل الحديث علی جوازہ الی الوجه اذا اراد الخطبة ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) مطلب یہ کہ شئی وثلث وربع اپنے مفہوم کے اعتبار سے اقسام کے موضوع ہیں کیونکہ معنی میں تکرار ہے لان معناه اثنين اثنين وثلاثة ثلاثة واربعۃ اربعۃ ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۳۱۴) ۳ قولہ وغیرہا من الخلو والمذکور والرویۃ التی دلت علیہ نصوص اخر ولا یدل المقام علی الحصر ۱۲۔ ۴ قولہ فی تقریر الربط اشہر روایات ہو ما فی لباب النقول روى النسائی عن انس قال لما جاء نعی النجاشی قال رسول اللہ ﷺ صلوا علیہ قالوا یا رسول اللہ علیہ نصلی علی عبد حبشی فانزل اللہ وان من اهل الکتاب لم یومن باللہ وروی ابن جریر نحوه عن جابر وفي المستدرک عن عبد اللہ ابن الزبیر قال نزلت فی النجاشی وان من اهل الکتاب اه قلت وفي رواية ابن جریر عن جابر فقال المنافقون انظروا الی هذا یصلی علی علق نصرانی لم یرہ قط کذا فی روح المعانی فبین هذا ان ما فی النسائی قالوا فاعلہ فی الاصل المنافقون ۱۲۔ ۵ قولہ فی تقریر الربط ایضا دون آیتوں کا صدق ایک ہی مذہب کما ورد فی روایۃ غیر مشہورۃ ذکرہا فی روح المعانی ہکذا وروی عن ابن جریج وابن زید وابن اسحق انہا نزلت فی جماعۃ من الیہود اسلموا منهم عبد اللہ بن سلام ومن معہ اه قلت وكون الاولى اشہر لکونہا عند النسائی ۱۲۔ ۶ قولہ فی الفائدة بطور کنایہ کما فی روح المعانی واما کنایۃ عن قرب الاجر الموعود فان سرعة الحساب تستدعی سرعة الجزاء وحينئذ تكون الجملة تكمیلاً لما قبلہا فانہ فی معنی الوعد ۱۲۔ ۷ قولہ ملازمت ثمر العدد سمي به لان فیہ ربط الخیول عادة وقولہ ملازمة الامر سمي به لان فیہ ربط النفس وحبسہا ۱۲۔

**فائدہ:** عدد آیاتہا (ای آل عمران) فی المصاحف مأتین لکن اقوال القراء فیہا مختلفۃ فلذا صار فی تعدیدنا مائۃ وتسعاً وتسعین آیۃ نبہنا علیہ کیلاتقع فی الحیرۃ ۱۲۔



وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ۝ وَلَا تَتُوتُوا

اور تم لوگ بیبیوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو، ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں کا کوئی جزو تو تم اس کو کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر۔ اور تم کم عقلوں کو اپنے

السُّفَهَاءَ أَمْوَالِكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝

وہ مال مت دو جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگانی بنایا ہے اور ان مالوں میں ان کو کھلاتے رہو پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو۔

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا

اور تم یتیموں کو آزمایا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہنچ جاویں پھر اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالہ کردو اور ان اموال کو ضرورت سے زائد اٹھا کر

وَيَدَارًا أَنْ يَكْبُرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعِفَّ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ

اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے جلدی جلدی اڑا کر مت کھاؤ اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے پھر

إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللهِ حَسِيبًا ۝ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ

جب ان کے اموال انکے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہی کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔ مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی۔

تفسیر: حکم سوم تسلیم مہر:

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا اور تم لوگ بیبیوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں کا کوئی جزو (اور یہی حکم کل کا بھی ہے) تو (اس حالت میں) تم اس کو کھاؤ (برتو) مزہ دار خوشگوار سمجھ کر۔

ف: مسئلہ: اگر مہر لے کر واپس کر دیں تو یہ بہہ ہے اور اگر بے لئے معاف کر دیں تو یہ ابراء ہے اور دونوں جائز ہیں اور آیت دونوں کو شامل ہے۔ مسئلہ: جو کسی جبر سے معاف کرے وہ عند اللہ معاف نہیں ہوتا۔ مسئلہ: عموم الفاظ سے معلوم ہوا کہ عورت کے رشتہ دار بھی بدوں اس کی مرضی کے مہر میں تصرف نہیں کر سکتے۔

دبط: اوپر حکم اول میں یتیموں کے مال کی حفاظت کا ذکر تھا اب حکم چہارم میں یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے وہ اموال ان کو کب سپرد کر دیئے جاویں اور سپرد کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

حکم چہارم تفعلیل تفویض مال بہ یتامی:

وَلَا تَتُوتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالِكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا (السی قولہ تعالیٰ) قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ اور (اگر یتیم بالغ ہو جاویں جس کا مقتضی مال کا سپرد کر دینا

ہے جیسا آگے آتا ہے لیکن کم عقل ہوں تو) تم (ان) کم عقلوں کو اپنے (یعنی ان کے) وہ مال مت دو جن کو خدا تعالیٰ نے (ایسے کام کا پیدا کیا ہے کہ ان کو) تمہارے (سب کے) لئے مایہ زندگانی بنایا ہے (مطلب یہ کہ مال قدر کی چیز ہے ان کو ابھی مت دو کہ بے قدری کر کے اڑا دیں گے) اور ان مالوں میں (سے) ان کو کھلاتے رہو پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو (یعنی ان کی تسلی کرتے رہو کہ مال تمہارا ہے تمہاری خیر خواہی کی وجہ سے ابھی تمہارے ہاتھ میں نہیں دیا ذرا سمجھ دار ہو جاؤ گے تو تم ہی کو دے دیا جاوے گا) اور (جب مال سپرد کرنے کے لئے ہوشیاری دیکھنا ضرور ہے تو) تم یتیموں کو (بالغ ہونے سے پہلے ہوشیاری و تمیز داری کی باتوں میں) آزمایا کرو (کیونکہ بالغ ہونیکا وقت تو سپردی مال کا وقت ہے تو آزمائش پہلے سے چاہئے مثلاً کچھ سودا سلف اس سے منگالیا اور دیکھا کہ کیسے سلیقہ سے خرید کر لائے یا کوئی چیز فروخت کی دیدی اور دیکھا کہ اس کو کس طرح فروخت کیا) یہاں تک (ان کو آزمایا جاوے) کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جاویں (یعنی بالغ ہو جاویں کیونکہ کی پوری قابلیت سے بلوغ سے ہوتی ہے) پھر (بعد بلوغ و آزمائش) اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو (یعنی حفاظت و رعایت مصالح مال کا سلیقہ اور انتظام ان میں پاؤ) تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو (اور اگر ہنوز سلیقہ یا انتظام نہ معلوم ہو تو چندے اور حوالہ نہ کیا جاوے جیسا ف میں آتا ہے۔



**مسئلہ:** قبل بلوغ آزمائش کا جو طریقہ بتلایا گیا اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ اگر خرید و فروخت کرے باذن ولی جائز ہے۔ مسئلہ: ایک گونہ تمیز کی جو تفسیر کی گئی اس تمیز نہ ہونے کو سفہ کہتے ہیں جو مانع تفویض مال ہے خواہ سلیقہ نہ ہو خواہ سلیقہ ہو مگر اس سلیقہ سے کام نہ لیتا ہو یعنی انتظام نہ کرتا ہو بلکہ مال کو اڑاتا ہو دونوں صورتوں میں ابھی مال نہ دیا جاوے اور اگر دیا گیا ہو تو اس سے ذرا سمجھ دار اس سے بھی یہی خاص تمیز مراد ہے۔

**مسئلہ:** یہ جو کہا ہے کہ چندے اور حوالہ نہ کیا جاوے اس سے مراد پچیس سال کی عمر سے کم کم ہے اور جب پچیس سال کا پورا ہو جاوے گو یہ حالت رہے تو اس کا مال اس کو دیدینگے۔

**مسئلہ:** سفیہ کے ایسے تصرفات باطل ہیں جن میں یہ ضرورت ہے کہ دوسرے کے ہاتھ میں چیز دیدی جاوے جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور جو تصرفات زبانی نافذ ہو جاتے ہیں جیسے بیع و نکاح و طلاق وغیرہ سب صحیح ہیں اور ولی یعنی جس کے قبضہ میں مال ہے اس کو ان تصرفات کی تکمیل کا مثل تسلیم بیع و زرع و غیرہ مہر حکم کیا جاوے گا۔

**مسئلہ:** علامت بلوغ کی انزال اور حیض ہے اور یہ نہ ہو تو مرد کی عمر ۱۸ سال کی اور عورت کی ۱۷ سال کی اور بقول بعض علماء مفتی بہ پندرہ سال دونوں میں وهو مذهب الصحابین ووافقہما الامام فی روایۃ عنہ۔

**مسئلہ:** البتہ اگر اس کے دماغ میں ایسا فتور ہو جس کو جنون یا عتہ کہتے ہیں اس کا حکم تمام عمر مثل نابالغ کے رہے گا یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

**دفعہ شبہ:** امام صاحب کے اس مسئلہ پر کہ بعد پچیس سال کے اس کا مال دیدیا جاوے۔ شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رشد پر مدار رکھا ہے اور ابھی رشد ہوا نہیں جواب یہ کہ یہاں رشد مقابل سفہ کے ہے اور سفہ سے مراد مطلق سفہ نہیں بلکہ وہ سفہ جو اثر صبا یعنی طفولیت کا ہے چنانچہ نابالغوں کا ذکر اس کا قرینہ ہے اور احقر نے ترجمہ سفہاء میں لفظ ان سے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پس

ابتدائے بلوغ میں تو اس کی عمر سابق کا بقیہ اثر سمجھیں گے اور جب پچیس سال کی عمر ہوگئی جس میں آدمی دادا بن سکتا ہے اب طفولیت کا اثر قطعاً نہیں رہا اس وقت کی بے عقلی دوسری قسم کی ہے پس وہ سفہ نہ رہا تو اس کا مقابل یعنی رشد آگیا جس کو بوجہ تنکیر کے ایک گونہ رشد سے تفسیر کیا گیا ہے اور رشد پر تفویض مال کا حکم منصوص ہے پس مال دیدیا جاوے گا۔ اور ایک شبہ اس مسئلہ پر ہے کہ اس کے بعض تصرفات نافذ ہو جاویں گے شبہ یہ ہے کہ پھر مال نہ دینے سے کیا فائدہ ہوا جواب یہ ہے کہ اکثر اختلاف مال تبرعات میں ہوتا ہے اور وہ نافذ نہیں ہوتے یہی فائدہ کافی ہے یہ سب تقریر ہدایہ سے ماخوذ ہے۔

**دفعہ:** اوپر حکم فرمایا ہے کہ بعد بلوغ کے بشرط رشد یتامی کا مال ان کو حوالے کر دو۔ آگے ان اموال کے کھانے سے کہ نخل ہے تفویض مذکور میں روکتے ہیں اور بعض ضرورت سے کھانے کی اجازت کو مستثنیٰ کرتے ہیں کہ حکم پنجم ہے اور حوالہ کرنے کا ایک مستحب طریقہ بھی بتلاتے ہیں۔

**تمتہ حکم چہارم و استیناف حکم پنجم در میان اجزاء تتمہ:**

وَلَا تَأْكُلْهُمَا الْبَنَاتُ إِذَا بَلَغْنَ الْأَنَّهُنَّ كَمَا بَلَغْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا اور ان اموال (یتامی) کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ نابالغ ہو جاوے گئے (پھر ان کو حوالہ کرنا پڑے گا) جلدی جلدی اڑا کر مت کھاؤ (الو اور) اگر اس طرح نہ اڑاویں بلکہ تھوڑا تھوڑا کھانا چاہیں تو اس کا یہ حکم ہے کہ جو شخص (اس مال سے) مستغنی ہو (یعنی اس کے پاس بھی بقدر کفایت موجود ہے گو صاحب نصاب نہ ہو) سو وہ تو اپنے کو بالکل (تھوڑا کھانے سے بھی) بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے (یعنی جن میں حاجات ضروریہ رفع ہو جاویں) کھالے (برت لے) پھر جب (بعد وجود شرائط یعنی بلوغ و رشد مذکور کے) (ان کے اموال ان کے حوالے کرنے لگو تو) (بہتر ہے کہ) ان (کے مال ان کو دیدینے) پر گواہ بھی کر لیا کرو (شاید کسی وقت کچھ اختلاف واقع ہو تو گواہ کام آویں) اور (یوں تو) اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والے کافی ہیں (اگر خیانت نہ کی ہو تو گواہوں کا نہ ہونا بھی مضر نہیں کیونکہ اصل حساب جن کے متعلق ہے وہ تو اس کی صفائی جانتے ہیں اور اگر خیانت کی ہے تو گواہوں کا ہونا کوئی نافع نہیں کیونکہ جن سے حساب کا سابقہ ہے وہ اس کا ملوث ہونا جانتے ہیں صرف ظاہری انتظام کے لئے گواہوں کا ہونا مصلحت ہے) **مسئلہ:** یتیم کے حاجت مند کارکن کو بقدر حوائج ضروریہ صرف کرنا بوجہ اپنے حق الخدمت کے جائز ہے۔ فی الهدایۃ و هذا لان الحبس من اسباب النفقة کما فی الوصی الخ۔

**مسئلہ:** یہ گواہ کرنا بمصلحت مذکورہ مستحب ہے۔

**دفعہ:** اوپر یتامی کو ضرر پہنچانے سے ممانعت فرمائی ہے ایک ضرر یتامی کو جاہلیت میں یہ بھی پہنچایا جاتا تھا کہ ان کو میراث میں مستحق نہ سمجھتے تھے اس لئے آگے حکم ششم میں ایک قاعدہ کلیہ سے اس رسم کا ابطال فرماتے ہیں۔

**حکم ششم اثبات حقوق ورثہ در ترکہ:**

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (الی قولہ تعالیٰ) نَصِيبًا مَّفْرُوضًا مردوں کے لئے بھی (خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے) حصہ (مقرر) ہے اس چیز میں سے جس کو (ان عورتوں کے) ماں باپ اور



(یاد دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرنے کے وقت) چھوڑ جاویں اور (اسی طرح) عورتوں کیلئے بھی (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی) حصہ (مقرر) ہے اُس چیز میں سے جس کو ان عورتوں کے ماں باپ اور (یا دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرنے کے وقت) چھوڑ جاویں خواہ وہ (چھوڑی ہوئی) چیز قلیل ہو یا کثیر ہو (سب میں سے ملے گا اور) حصہ (بھی ایسا جو) قطعی (طور پر مقرر ہے)۔ **ف:** یہاں صرف استحقاق حصہ میراث کو اجمالاً بتلایا ہے۔ تھوڑی دور آگے حصص ورثہ کی تفصیل آتی ہے اور نزدیک کے رشتہ سے مطلب یہ ہے کہ شرع میں جو ترتیب وارثوں میں مقرر و ثابت ہے اس ترتیب میں نزدیک ہو اور ظاہر ہے کہ نزدیکی دونوں جانب سے ہوتی ہے پس اس سے لازم آگیا کہ جو رشتہ دار اقرب ہو گا وہ میراث پاویگا پھر جہاں شرع نے سب کو اقرب سمجھا ہے گو وجوہ اقربیت کے متفاوت ہوں وہاں سب کو وارث بنایا ہے اور جہاں ایک کو اقرب ایک کو ابعد سمجھا ہے اقرب کو وارث کیا ہے اور ابعد کو نہیں اس قاعدہ کے عموم میں ذوی القروض و عصباء و ذوی الارحام جو حنفیہ کے نزدیک وارث ہیں سب آگئے۔ البتہ عصباء میں میراث کا مقرر ہونا اور ذوی الارحام میں اس کا قطعی ہونا جیسا کہ ترجمہ سے متواہم ہوتا ہے کسی قدر شاید موجب خلجان ہو لیکن مقرر سے مراد یہ لیا جاوے کہ رائے مورث پر مدار نہیں شرع نے قواعد مقرر کر دیئے ہیں اور قطعی سے مراد لیا جاوے کہ جو عمل میں مثل قطعی کے ہو جس کو فرض عملی کہتے ہیں اب کچھ خلجان نہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ فَإِنْ طَبَنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اپنے سے کم رتبہ شخص کے ہدیہ لینے سے استنکاف نہ کرے۔ قولہ تعالیٰ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّفَهَاءَ آمُوالَكُمْ الخ اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ کوئی چیز غیر اہل کو سپرد نہ کی جاوے اور اموال پر مناصب کو بھی قیاس کریں گے اور منجملہ مناصب کے طالبین کی تعلیم و تربیت کی خدمت ہے سو کسی کو ماذون (خلیفہ) بنانے میں نہایت احتیاط چاہئے اور جس طرح اموال کے بارہ میں **وَابْتَغُوا الْيُسْرَىٰ** میں جانچ کرنے کا حکم ہے اسی قیاس پر اس کے منصب کے بارہ میں بھی بدرجہ اولیٰ امتحان کرنا ضروری ہوگا۔

**اللغات:** الصدقة المهر والنحلة يقال نحله اذا اعطاه اياه عن طيب نفس بلا توقع عوض الهني ما يلذه الانسان المرئ ما يحمد عاقبته كذا في البيضاوي قلت و راعيت هذه المعاني كلها في ترجمتي والمراد بقولي خوشگوار ما ينهضم بسهولة وهو معناه اللغوي في الفارسية والباقي ظاهر السفه الخفة ويراد خفه العقل ۱۲۔

**النحو:** نحلة مفعول مطلق بمعنى ابتاء ومنه الضمير للصدوق ونفساً تميز عن النسبة وهيناً مرئاً حالان من ضمير المفعول ۱۲۔ اذا في اذا بنفوا شرطية وجوابه الشرطية التي تليها من قوله فان آتسم الخ ۱۲۔ قوله اسرافاً وبداراً حال اي مسرفين ومبادرين كبرهم والمبادرة المسارعة وهي لاصل الفعل ههنا ويصح المفاعلة بان يبادر الولي اخذ مال اليتيم واليتيم يبادر نزعه منه كذا في روح المعاني قوله ولا تاكلوا الخ معطوف على ابتلوا لا على ادفعوا لعدم تقييده بایناس الرشد وفاعل كفي الاسم الجليل والباء زائده ليدل على معنى الامر فالتقدير اکتفوا بالله وحسبنا حال مما قل بدل من ما ترك باعادة العامل نصيباً حال اذا المعنى ثبت لهم مفروضاً مقطوعاً واجباً لهم بیضاوی قلت و راعيت في ترجمة المفروض كلا معنى القطع والوجوب ۱۲۔

**البلاغة:** فان طبن الخ ای فان وهين عن طيب لكن جعل العمدة طيب النفس للمبالغة وعداه بمن لتضمين معنى التجافى والتجاوز وقال منه بعثا لهن على تليل الموهوب كذا في البيضاوي فليس التليل شرطاً للجواز واشرت اليه بقولي يبي حکم کل کا بھی ہے اما البعث على التليل فارشاد ومشورة لتلا بتقی مقلسة لا مال لها ۱۲۔ فی روح المعانی وایراد حکمہن ای فی قولہ تعالیٰ وللنساء الخ علی الاستقلال للاعتناء بامرهن والايدان باصالتهن فی الاستحقاق والمبالغة فی ابطال حکم الجاهلية مع الاشارة من اول الامر الى تفاوت ما بين نصيبی الفريقين قوله للرجال والنساء اقول التعبير بالرجال والنساء المتبادر منه البالغون مع كون المراد عم لعله لنكتة الاشارة الى ان الصغار في هذا الحكم كانهم الکبار فافهم ۱۲۔ **الفقه:** استدلو بالآية علی ان الوارث لو اعرض عن نصيبه لم يسقط حقه وهو مذهب ابی حنيفة ۱۲۔ كذا في روح المعاني۔

**الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابو الشيخ وابن حبان فی کتاب الفرائض من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال کان اهل الجاهلية لا یورثون البنات ولا الصغار الذکور حتی یدرکو فمات رجل من الانصار یقال له اوس بن ثابت وترک ابنتین وابنا صغيراً فجاء ابنا عمه خالد وعرفطة وهما عصبة فاخذوا میراثه کله فأتت امراته رسول الله ﷺ فذكرت له ذلك فقال ما ادری ما اقول فنزلت للرجال نصيب الآیة اه قلت وبهذه الرواية ثبت ما ذکران فی تقریر ربط الآیة بقولی ایک ضرر الخ وبها علم وجه تعمیم الرجال للصغار والکبار وكذا النساء فافهم ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۳۲۵ پر)



وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۖ وَلَا يَخْشَ

اور جب تقسیم ہونے کے وقت آ موجود ہوں رشتہ دار اور یتیم اور غریب لوگ تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو۔ اور ایسے

الَّذِينَ كُتِبُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۖ إِنَّ الَّذِينَ

لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کی ان کو فکر ہو سوان لوگوں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور موقع کی بات کہیں۔ بلاشبہ جو لوگ

يَأْكُلُونَ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا يَأْكُلُونَهَا فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ۖ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ

قیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً

لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گودو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی

فَلَهَا النِّصْفُ

ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

تاکید رعایت حق یتامی:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ كُتِبُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ ۖ

(الہی قولہ تعالیٰ) وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا اور (یتامی کے معاملہ میں) ایسے

لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے بچے چھوڑ (کر مر)

جاویں تو ان (بچوں) کی ان (لوگوں) کو فکر ہو (کہ دیکھئے ان کو کوئی آزار نہ

دے تو ایسا ہی دوسرے کے بچوں کے لئے بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہم ان کو

آزار نہ دیں) سو (اس بات کو سوچ کر) ان لوگوں کو چاہئے کہ (یتامی کے

معاملہ میں) خدا تعالیٰ (کے حکم کی مخالفت) سے ڈریں (یعنی فعلاً آزار و ضرر

نہ پہنچاویں) اور (قولا بھی ان سے) موقع کی بات کہیں (اس میں تسلی اور

دلجوئی کی بات بھی آگئی اور تعلیم و تادیب کی بات بھی آگئی غرض ان کے مال

اور جان دونوں کی اصلاح کریں) بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق

کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں (دوزخ کی) آگ (کے

انگارے) بھر رہے ہیں (یعنی انجام اس کھانے کا یہ ہونے والا ہے) اور

(اس انجام کے مرتب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں کیونکہ) عنقریب (ہی

دوزخ کی) جلتی آگ میں داخل ہو گئے (وہاں یہ انجام نظر آوے گا)

ف: پہلے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ آنچہ بر خود نہ پسندی بردیگراں پسند اور

قول سدید کی جو تفسیر کی گئی اس میں اس کی تہذیب کے متعلق اگر بقدر ضرورت

تشدد کرنا پڑے وہ بھی داخل ہو گیا ایسی نرمی کا حکم نہیں جس میں وہ بگڑ جاوے

مطلب یہ ہے کہ ہر امر میں اس کی مصلحت مرعی ہو اپنی مصلحت پر نظر نہ ہو پس

تادیب میں بھی اپنے غیظ کی شفا مقصود نہ ہونا چاہئے اور بلا استحقاق کی جو قید

تفسیر: ربط: اور پرورش مستحقین ترکہ کا بیان تھا آگے حکم ہفتم میں غیر مستحقین

ترکہ کے ساتھ بھی ایک گونہ مراعات کا استنباباً حکم فرماتے ہیں۔

حکم ہفتم مراعات غیر ورثہ:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ (الہی قولہ تعالیٰ) قَوْلًا مَعْرُوفًا اور جب

(وارثوں میں ترکہ کے) تقسیم ہونے کے وقت (یہ لوگ) آ موجود ہوں (یعنی

دور کے) رشتہ دار (جن کا میراث میں حق نہیں) اور یتیم اور غریب لوگ (اس

توقع سے کہ شاید ہم کو بھی کچھ مل جاوے رشتہ دار تو ممکن ہے کہ گمان استحقاق سے

اور دوسرے لوگ بامید خیر خیرات کے) تو ان کو بھی اس (ترکہ) میں (جس قدر

بالغوں کا ہے اس میں) سے کچھ دید و اور ان کے ساتھ خوبی (اور نرمی) سے بات

کرو (وہ بات رشتہ داروں سے تو یہ ہے کہ سمجھا دو کہ تمہارا حصہ شرع سے اس میں

نہیں ہے ہم معذور ہیں اور دوسروں سے یہ کہ دیکرا احسان نہ جلاؤ)۔

ف: مسئلہ: یہ حکم واجب نہیں مستحب ہے اور اگر ابتدا میں واجب ہوا ہو تو

وجوب منسوخ ہے۔

مسئلہ: اور بالغوں کی قید اس لئے لگائی کہ نابالغوں کے حصہ میں سے خیر

خیرات یا کسی کی مراعات بالکل جائز نہیں۔

ربط: یہاں تک اصل مضمون یتیموں کو ضرر نہ پہنچانے کا تھا اور دوسرے مضامین

اسی کی مناسبت سے مذکور ہوئے ہیں آگے اسی اصل مضمون کی تاکید کیلئے ایک

واقعہ دنیویہ فرض کرتے ہیں جس سے یتیموں کی ہمدردی پیدا ہو اور ایک واقعہ

آخرت کا یقین دلاتے ہیں تاکہ خوف پیدا ہو اور دونوں واقعوں میں فکر کر کے

یتامی کے اضرار کی جرأت نہ کریں۔



لگائی گئی اس سے یہ فائدہ ہوا کہ باستحقاق کھانے کی اجازت ہے جس کا بیان ابھی حکم پنجم میں وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا کی تفسیر میں گزر چکا ہے دیکھ لیا جاوے۔ مسئلہ: جس طرح مال یتیم کا خود کھانا حرام ہے اسی طرح کسی کو کھلا دینا گویا طور خیرات ہی کے کیوں نہ ہو نیز حرام ہے اسی لئے ترجمہ میں لفظ برتنے کا ظاہر کر دیا گیا ہے اور ہر نابالغ کا حکم یہی ہے گو یتیم نہ ہو خوب یاد رکھو اس میں بہت بے پروائی کی جاتی ہے۔

**ربط:** حکم ششم میں ورثہ کا استحقاق حصص اجمالاً مذکور ہے آگے ان حصص کی کچھ تفصیل یہاں ارشاد ہے اور کچھ ختم سورت پر اور پوری تفصیل ان احکام کی دوسرے دلائل شرعیہ سے اخذ کر کے کتب فرائض میں موجود ہے اور اس تفصیل میں کئی قسم کے ورثہ کا حصہ بیان فرمایا ہے اور ان ورثہ کی تخصیص ذکر کی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ سے اولاد اور بھائی بہنوں کے متعلق سوال کیا گیا تھا کما سید کرنی الحواشی العربیہ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کے اول میں حصص اولاد کے مذکور ہیں اور آخر میں بھائی بہن کے اور پھر اس دوسرے مضمون کا ختم سورت میں مذکور ہے اور درمیان میں ماں باپ اور زوجین کے حصص اس لئے آگئے کہ ماں باپ اور زوجین کے ہونے نہ ہونے سے اولاد کے حصے بدل جاتے ہیں پس اصل مقصود ان ہی دو سوال کا جواب ہے اور اگر یہ دیکھا جاوے کہ پہلے استفتاء میں اولاد کے ساتھ زوجہ بھی تھی تو ذکر زوجہ کو اور زیادہ ربط بڑھ جاویگا۔

**حصہ اولاد:** يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (المنی قولہ تعالیٰ) وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث پانے کے) باب میں (وہ یہ کہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر (یعنی اگر لڑکا لڑکی ایک ایک یا کئی ملی جلی ہوں تو ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دو ہر لڑکی کو اکہرا) اور اگر (اولاد میں) صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑا ہے (اور اگر دو لڑکیاں ہوں تب تو دو تہائی ملنا بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اگر ان میں ایک لڑکی کی جگہ لڑکا ہوتا تو اس لڑکی کا حصہ باوجود یکہ بھائی سے کم ہے ایک تہائی سے نہ گھٹتا پس جب دوسری بھی لڑکی ہے تب تو تہائی سے کسی طرح گھٹ ہی نہیں سکتا اور دونوں لڑکیاں یکساں حالت میں ہیں پس اس کا بھی ایک تہائی ہوگا دونوں کامل کر دو تہائی ہوا البتہ تین لڑکیوں میں یہ شبہ تھا کہ شاید ان کو تین تہائی یعنی کل مل جاوے اس لئے فرمادیا کہ گو لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں مگر دو تہائی سے نہ بڑھے گا) اور ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو (کل ترکہ کا) نصف ملے گا (اور پہلی صورت میں ایک ثلث بچا ہوا ہو اور دوسری

صورت کا ایک نصف بچا ہوا دوسرے خاص خاص اقارب کا حق ہے یا اگر کوئی نہ ہو تو پھر اسی کو دے دیا جاویگا جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے) **مسئلہ:** اور یہ سب تقسیم بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون و صحیفہ وصیت من الثلث کے ہوگی جیسا عنقریب واضح ہوگا۔

**مسئلہ:** اولاد کے وارث ہونے کی چار صورتیں آیت سے معلوم ہوئیں ایک یہ کہ لڑکے لڑکیاں سب ہوں۔ دوسرے یہ کہ ایک لڑکی ہو تیسرے یہ دو لڑکیاں ہوں چوتھے یہ کہ دو لڑکیوں سے زائد ہوں۔

**مسئلہ:** حدیث اور اجماع اہل حق سے اس آیت کا حکم انبیاء علیہم السلام کے لئے نہیں اسی واسطے حضرت صدیق اکبرؓ نے فدک وغیرہ کو میراث میں تقسیم نہیں فرمایا اور اگر اس حدیث کو خبر واحد تسلیم کر لیا جاوے تب بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے چونکہ بلا واسطہ آپ سے سنی تھی انکے اعتبار سے مثل قرآن کے قطعی ہے یا یہ کہا جاوے کہ اس حدیث سے مال انبیاء کا وقف ہونا ثابت ہے اور وقف خبر واحد سے ثابت ہو جاتا ہے اور وقف میں بالا جماع میراث نہیں۔

**مسائل السلوک:** قَوْلُهُ تَعَالَى وَيُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (المنی قولہ تعالیٰ) وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث پانے کے) باب میں (وہ یہ کہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر (یعنی اگر لڑکا لڑکی ایک ایک یا کئی ملی جلی ہوں تو ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دو ہر لڑکی کو اکہرا) اور اگر (اولاد میں) صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑا ہے (اور اگر دو لڑکیاں ہوں تب تو دو تہائی ملنا بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اگر ان میں ایک لڑکی کی جگہ لڑکا ہوتا تو اس لڑکی کا حصہ باوجود یکہ بھائی سے کم ہے ایک تہائی سے نہ گھٹتا پس جب دوسری بھی لڑکی ہے تب تو تہائی سے کسی طرح گھٹ ہی نہیں سکتا اور دونوں لڑکیاں یکساں حالت میں ہیں پس اس کا بھی ایک تہائی ہوگا دونوں کامل کر دو تہائی ہوا البتہ تین لڑکیوں میں یہ شبہ تھا کہ شاید ان کو تین تہائی یعنی کل مل جاوے اس لئے فرمادیا کہ گو لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں مگر دو تہائی سے نہ بڑھے گا) اور ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو (کل ترکہ کا) نصف ملے گا (اور پہلی صورت میں ایک ثلث بچا ہوا ہو اور دوسری

**اللغات:** السعير فعيل بمعنى مفعول من سعرت النار او قدته ۱۲ من روح المعانی. یوصیکم الوصیۃ ان یقدم الی الغیر ما یعمل فیہ مقترنا بوعظ وہی فی الحقیقۃ امر لہ بعمل ما اعہد الیہ فالمراد یامرکم روح المعانی ۱۲

**البلاغۃ:** القسمة مفعول بہ وقدمت لانہا المبحوث عنہا ولان فی المفاصل تعدد فلو ردعی الترتیب یفوت تجاذب اطراف الکلام وقیل قدمت لتکون امام الحاضریں فی اللفظ کما انہا اما لہم فی الواقع کذا فی روح المعانی فی حاشیۃ البیضاوی وجعل ترکوا علی معنی شارفوا لیصح وقوع خافوا جزاء لہ ضرورۃ ان لا خوف بعد حقیقۃ الموت وترک الذریۃ فی البیضاوی وفی ترتیب الامر علیہ ای علی انہم لو ترکوا الخ اشارۃ الی المقصود منہ ای من الامر والعلة فیہ بعث علی الترحم وان یحب لاولاد غیرہ ما یحب لا ولادہ و تهدید للمخالف بحال اولادہ اہ قلت ولا یلزم بحال اولاد بعد ما قررت الآیۃ بما ہو مذکور فی الملحقات فی فائدۃ ترجمۃ قولہ لیتقوا فافہم ۱۲ عدل عن الامر الی الایضاء لانہ ابلغ و اول علی الاهتمام و طلب الحصول بسرۃ روح المعانی ۱۲

**الروایات:** فی روح المعانی اخرج ابن جریر عن ابن عباس انہ قال فی الآیۃ یعنی بذلک الرجل یموت ولہ اولاد صغار ضعاف یخاف علیہم العیلة والضیعة فان ولی مثل ذریئہ ضعافا یتامی فلیحسن الیہم اہ و اخرج ابن ابی حاتم والبیہقی عن ابن عباس انہ



قال في الآية يعني الرجل بحضره الموت فيقال له تصدق من مالك واعط واعط في سبيل الله فنهوا ان يامروا بذلك الخ فالمعنى ح يكون على من حضر المريض فكما لا يرضى احدكم ان يترك ذريته بغير مال فلا ينبغي ان يامر غيره بذلك وقيل في الوصية بما زاد على الثلث انتهى مختصراً ومغيراً بيسير قلت ظاهر المقام يقتضيه التفسير الاول وما عده فمبنى على ان اللفظ بعمومه شمل الجميع فافهم كيلا تهم التعارض بين الجميع لاسيما بين قولي ابن عباس ۱۲ روى احمد والترمذي و ابو داود و ابن ماجة عن جابر قال جاءت امرأة سعد بن الربيع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله هاتان ابنتا سعد قتل ابوهما يوم احد وان عمهما اخذ مالهما ولم يدع لهما مالا ولا تنكحان الا لهما مال فقال صلى الله عليه وسلم يقضيه الله تعالى في ذلك فنزلت آية الميراث فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى عمهما فقال اعط لابنتي سعد الثلثين واعط امهما الثمن وما بقي فهو لك كذا في روح المعاني ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله سئل في روح المعاني امر ندب كلف به البالغون من الورثة تطيباً لقلوب المذكورين وتصدقاً عليهم وقيل امر وجوب واختلف في نسخه فعن ابن عباس انه لا نسخ واخرج ابو داود في ناسخه وابن ابي حاتم من طريق عطاء عن ابن عباس نسختها آية الميراث آه قلت يحمل النسخ على الوجوب وعدمه على الندب فلا تعارض بين القولين ۱۲ ۲ قوله في ترجمة وليخش ذرئاً لم يظهر المترجم مفعول اليخش اشارة الى انه نزل منزلة اللازم لان المعنى يخافوا عليهم كما يخافون على اولادهم فافهم ۱۲ ۳ قوله جھوٹے جھوٹے في الجزء الثاني ترجمة

لذرية والاول لضعاف فافهم ۱۲ ۴ قوله في ذيل ترجمة ليتقوا آزار ضررہ بچاویں اشارة الى ان الاصل في الترتب بالفاء على الخشية هو هذا اي عدم الاضرار وانما الامر بالتقوى تعبير عنه فظهر ارتباط اجزاء الكلام بعضها ببعض ۱۲ ۵ قوله بھرے ہیں راعی فيه مع المحاورۃ ما قالوا فيه اي ملئوا بطونهم وشاع هذا التعبير في ذلك الاسهل ان يكون ذكر البطون للتاكيد والمبالغة كما في قوله تعالى يقولون باقواهم وقوله تعالى القلوب التي في الصدور وقوله طائر يطير بجناحيه ۱۲ ۶ قوله یعنی انجام اشار الى ان النار يراد به ما يجبر اليها ۱۲ ۷ قوله ميراث پائے کے باب میں اشار الى حذف المضاف اي توريث اولادكم ۱۲ ۸ قوله وہ یہ کہ اشارة الى ان الجملة بيان لا محل لها من الاعراب كذا في روح المعاني ۱۲ ۹ قوله في ترجمة فان كن اور اگر اولاد ايش اشار بكلمة العطف الى ان الفاء للتعقيب الذكري وهو اسهل ومطرود في جميع الآية وان امعن النظر يصح كونها للترتيب باعتبار نفس الاستحقاق مع قطع اللحظ عن خصوصية الثلثين تقريره ان الانثى لما لم يمنعها وجود الذكر عن الميراث فبالاولى لا تمنعها الانثى الاخرى فيرثن لامحالة ولم يدل دليل على كون ارثها مشروطا بوجود الذكر كما في بنت الابن السفلى مع بنت الابن العليا تكون عصبة بشرط وجود الغلام بعذائنها وهو منتف ههنا فافهم واشار بكلمة الاولاد الى ان المرجع لضمير كن هو الاولاد وتانيته باعتبار الخبر ۱۲ ۱۰ قوله گود سے اشار الى ان فوق ليس للاحتراز بل للترقي والمبالغة ففهم حكم البنتين بطريق الدلالة كما قررته باوضح وجه ۱۲

(بقية صفحہ ۳۲۲) **ملحقات الترجمة:** ۱ قوله سمجھ کر ہو كجزء الترجمة لا جزاء الترجمة وحاصله التقييد بمقدر اي عندكم والقرينة عليه المقام ويمكن تائيد الاشارة اليه بما في روح المعاني من قوله يكون قوله سبحانه ذلك عبارة عن التحليل والمبالغة في الاباحة وازالة التبعة ۱۲ ۲ قوله مسئلہ عموم الخ وعليه يحمل ما في لباب النقول عن ابن ابي حاتم قال ابو صالح قال كان الرجل اذا زوج ابنته اخذ صداقها دونها فنهاهم الله عن ذلك فانزل واتوا النساء الخ ۱۲ ۳ قوله في ترجمة اموالكم يعني ان کے وانما اضافها الى ضمير المخاطب مبالغة في حملهم على المحافظة عليها كأنها اموالكم التي تبالغون في حفظها ۱۲ ۴ قوله في ترجمة جعل الله لكم جن کو الى سب کے فيه اشارتان الاول حذف المفعول الاول لجعل والثاني كون ضمير الخطاب عاما دخل فيه اليتامى وهو برى عن التكلف ۱۲ ۵ قوله ما يزدنگاری فالقيام معناه ما به القيام اي التعيش ۱۲ ۶ قوله في ترجمة فيها ان بالوں میں سے ففي بمعنى من التبعية كما جوزه في الروح ۱۲ ۷ قوله تحت ترجمة بلغوا پوری الخ المراد به صلاحية التوالد فان الجماع ربما يقع من غير البالغ لكنه لا ينزل فلا يتوالد ۱۲ ۸ قوله مستغنی ہوا اشار بهذا ان الغنى ههنا ليس غنى نصاب اصطلاحياً بل هو لغوی وكذا الفقر ۱۲ ۹ قوله في ترجمة فليستعفف بالکل بچائے لان فيه من المبالغة ما ليس في العطف ومعناه الكف فيتعدى الى المفعول هو نفسه ۱۲ ۱۰ قوله في ترجمة فلياكل برت لے اشارة الى المجاز ليعم اللباس وغيره ۱۲ ۱۱ قوله رشد مذکور اشارة الى ما ذكر في الفائدة المتعلقة بالسابق من تحقيق المذهب الحنفی في تفسير الرشد ۱۲ ۱۲ قوله بہتر ہے اشارة الى استحباب الاشهاد ۱۲

**حاشیہ:** (۱) مطلب یہ کہ گویا ق وسباق سے یہاں خطاب ازواج کو ہے مگر عموم الفاظ و نیز عموم علت اور لوگ بھی جن میں عورت کے اقارب بھی داخل ہو گئے اس کے مامور ہیں کہ عورتوں کے مہر عورتوں ہی کو دیا کریں خود ان میں بلا اذن تصرف نہ کیا کریں ۱۲ منہ۔ (۲) قولہ قطعی یہ فقر کی اصطلاح پر نہیں ہے بلکہ محاورہ پر ہے یعنی ضروری اور لازمی ۱۲ منہ۔ (۳) قولہ متوہم کیونکہ حاشیہ سابقہ سے اس کا غیر مراد ہونا ظاہر ہو چکا ہے اس صورت میں خود اشکال ہی وارد نہیں ہوتا ۱۲



وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُّ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ

اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے۔ اگر میت کے کچھ اولاد ہو اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک

الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ الشُّدُّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ يَوْصِي بِهَا أَوْ دَيْنٌ أَوْ كُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ

تہائی ہے اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جاوے یا دین کے بعد تمہارے اصول و فروع جو ہیں تم پورے طور پر

لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ

یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں کا کونسا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔ یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا۔ بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔ اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری

أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلِكُمُ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ يَوْصِيْنَ بِهَا

بیویاں چھوڑ جاویں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیویوں کے کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اس کی وصیت کر جاویں

أَوْ دَيْنٌ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الشُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِّنْ

یادین کے بعد۔ اور ان بیویوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے

بَعْدِ وَصِيَّتِ تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٌ

بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دین کے بعد۔

تفسیر: حصہ والدین:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُّ (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ الشُّدُّ اور ماں باپ (کو میراث ملنے میں تین صورتیں ہیں ایک صورت میں تو ان) کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ (مقرر) ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو (خواہ مذکر یا مؤنث خواہ ایک یا زیادہ اور بقیہ میراث اولاد اور دوسرے خاص خاص ورثہ کو ملے گی اور پھر بھی بچ جاوے تو پھر سب کو دی جاوے گی) اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور (صرف) اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں (یہ دوسری صورت ہے اور صرف اس لئے کہا کہ بھائی بہن بھی نہ ہوں جیسا آگے آتا ہے) تو (اس صورت میں) اس کی ماں کا ایک تہائی ہے (اور باقی دو تہائی باپ کا اور چونکہ صورت مفروضہ میں یہ ظاہر تھا اس لئے تصریح کی حاجت نہیں ہوئی) اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن (کسی قسم کے) ہوں (خواہ ماں باپ دونوں میں شریک جس کو یعنی کہتے ہیں خواہ صرف باپ ایک ماں الگ الگ جس کو علاتی کہتے ہیں خواہ صرف ماں ایک باپ الگ الگ جس کو خانی کہتے ہیں غرضیکہ کسی طرح کے بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں اور اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہوں اور یہ تیسری صورت ہے) تو (اس صورت میں) اس کی ماں کو (ترکہ کا) چھٹا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو ملے

گا) ف: تیسری صورت میں ان بھائی بہنوں کی وجہ سے ماں کا حصہ بمقابلہ دوسری صورت کے کم ہو گیا لیکن باپ کی وجہ سے بھائی بہنوں کو بھی نہ ملے گا۔ حقوق مقدمہ علی المیراث:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ يَوْصِي بِهَا أَوْ دَيْنٌ (یہ سب حصے) وصیت (کے قدر مال) نکال لینے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جاوے یا دین (اگر ہو تو اس کے بھی نکال لینے) کے بعد (تقسیم ہونگے)

ف: مسئلہ: اور اس دونوں سے پہلے تجہیز و تکفین ضروری ہے۔

مسئلہ: اور وصیت سے مراد وہ ہے جو شرع کے موافق ہو مثلاً وارث کو وصیت میں کچھ نہ دے اور بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون کے جو مال بچے اس کے ایک ثلث سے زائد کی وصیت نہ کرے ورنہ وہ وصیت میراث سے مقدم نہ ہوگی۔ اور جاننا چاہئے کہ دین اور وصیت میں دین مقدم ہے گو قرآن میں لفظاً پہلے مذکور ہے جس میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ دین کے تو مطالبہ کرنے والے آدمی ہیں وہ خود ہی وصول کر لیں گے اس میں کوتاہی کا احتمال کم ہے البتہ وصیت چونکہ اصل میں تبرع ہے اس لئے اس میں کوتاہی کا احتمال زیادہ ہے اسلئے اہتمام و تاکید کی غرض سے ذکر میں پہلے لے آئے واللہ اعلم۔

دبط: آگے اسکی حکمت بتلاتے ہیں کہ میراث کا قصہ میت کی رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ خود حق تعالیٰ نے سب قواعد مقرر فرمادیئے۔



## حکمت عدم تفویض تقسیم مال باختیار مورث:

لَا تَقُولُوا لِمَنْ كَفَرْنَا أَوْ لِمَنْ كَفَرْنَا مِنْكُمْ إِنَّمَا كُنَّا نَحْكُمُكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا حُكْمٌ عَظِيمٌ (الفرقان ۲۵)۔  
 اصول و فروع جو ہیں تم (ان کے متعلق) پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے ہو کہ ان میں کا کونسا شخص تم کو (دنیوی یا اخروی) نفع پہنچانے میں (باعتبار توقع کے) نزدیک تر ہے (یعنی اگر تمہاری رائے پر یہ قصہ رکھا جاتا تو بغالب احوال تم لوگ تقسیم میں مدار ترجیح و تفضیل کا اس شخص کے نفع رسانی پر رکھتے اور اس مدار کے یقین کا خود کوئی طریقہ کسی کے پاس نہیں ہے تو اس کا مدار تجویز ٹھیکرانا ہی صحیح نہ تھا پس جب نفع میں مدار بننے کی قابلیت نہ تھی اسلئے دوسرے مصالح اور اسرار کو گو وہ تمہارے ذہن میں نہ آویں اس حکم کا مہیٹے اور مدار ٹھیکر کر) یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا (اور یہ امر) بالیقین (مسلم ہے کہ) اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں (پس جو حکمتیں انہوں نے اپنے علم سے اس میں مرعی رکھی ہیں وہی قابل اعتبار ہیں اس لئے تمہاری رائے پر نہ رکھا) **نہ:** دنیوی نفع مثلاً یہ کہ فلاں وارث ہماری خوب خدمت کریگا اکثر اوقات وہ دعا دے جاتا ہے اور دوسرا مخلص حسبہ اللہ یا محبت کی وجہ سے زیادہ خدمت کیا کرتا ہے۔ اور اخروی نفع یہ کہ ہم کو یہ ثواب بخشا کریگا یا آخرت میں شفاعت کریگا اس لئے اس کو زیادہ دینا چاہئے کبھی اس کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ بعض بد دینوں نے مسئلہ میراث میں کچھ دنیوی مضرتوں کا دعویٰ کیا ہے اول تو خود ابھی وہ مضرتیں ہی ثابت نہیں ہوئیں پھر ان مضرتوں کے مقابلہ میں اہل عقل نے ان سے منفعتیں اور میراث نہ ملنے میں ان سے زیادہ مضرتیں ثابت کر کے دکھلا دی ہیں۔ چنانچہ رسائل و خطبات و اخبار میں ناظرین نے دیکھا ہوگا اور اگر ان سب سے قطع نظر کی جاوے تو قرآن مجید کا یہ مضمون اس شبہ کے جواب کے لئے کافی ہے پس ہم کہیں گے کہ ساری مضرتیں مسلم مگر اس کا دار و مدار نفع و مضرت پر نہیں ہے کسی اور حکمت پر ہے جس کے نہ تو جاننے کا ہم دعویٰ کریں اور نہ بتلانے کا ذمہ کریں اور نہ ہم کو اس کی ضرورت اگر طبیب حاذق مریض کے لئے کوئی نسخہ تجویز کرے اور بناء تجویز نہ بتلاوے اور ظاہراً اس سے مریض کو تکلیف بھی ہو تو کیا اس کا صرف حاذق ہونا اس کے لئے کافی نہ ہوگا کہ اس مریض پر اس کے استعمال کو واجب کہا جاوے گا۔ اور بعض نے اس جزو آیت کی اور توجیہ کی ہے کہ تم مردہ کی وصیت کو اپنے لئے مضر اور اس مردہ کو ضرر رسان نہ سمجھو کہ ہمارا حصہ وصیت کے سبب گھٹ گیا اور ایسا سمجھ کر تنفیذ وصیت میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ تم کو کیا معلوم کون شخص نفع ہے یعنی اگر وصیت نہ کرتا تو باعتبار دنیا کے وہ نفع تھا لیکن اب وہ موصی باعتبار آخرت کے تمہارے لئے نفع بن گیا کہ تم اس کو جاری کر کے ثواب لو گے اور ابتداء

اسلام میں جب میراث نہ تھی سب کا حصہ موصی کی رائے پر تھا اس وقت یہی امر قرین حکمت تھا اور ممکن ہے کہ اصل مقصود تو یہی میراث کا قانون ہو لیکن دفع توحش کے لئے بتدریج اس کا حکم کیا گیا ہو پہلے موصی کی رائے پر ایک مصلحت سے رکھ دیا ہو۔

## حصہ زوجین

وَلَكُمْ فِي مِيرَاثِكُمْ أَزْوَاجُكُمْ وَلَكُمْ فِي مِيرَاثِكُمْ أَزْوَاجُكُمْ وَلَكُمْ فِي مِيرَاثِكُمْ أَزْوَاجُكُمْ (النساء ۱۲)۔  
 وصیتہ تَوْصُونَ بَهَاؤَدَيْنِ اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر) اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو (خواہ تم سے ہو یا پہلے شوہر سے) تو (اس صورت میں) تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا (یہ کل دو صورتیں ہوئیں اور دونوں صورتوں میں بقیہ دوسرے ورثہ کو ملے گا لیکن ہر صورت میں یہ میراث) وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد کہ وہ اس کی وصیت کر جائیں یا دین (اگر ہو تو اس کے بھی نکالنے) کے بعد (ملیکی) اور بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ (خواہ وہ ایک ہوں) یا کئی ہوں تو وہ چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا) اگر تمہارے کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث نہ واحد نہ کثیر) اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو (خواہ ان بیبیوں سے ہو یا اور عورت سے) تو (اس صورت میں) انکو (خواہ وہ ایک ہوں یا کئی) تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا (یہ بھی دو صورتیں ہوئیں اور دونوں صورتوں میں بقیہ دوسرے ورثہ کو ملے گا لیکن یہ میراث) وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دین (اگر ہو تو اس کے بھی نکالنے) کے بعد (ملے گی)۔

**النحو:** من بعد وصية متعلق بمحذوف ای استقر ذلك الانصباء من بعد وصية ای اخراج قدر ما وقع به الوصية وفائدة الوصف التعميم ای ای وصية صدق عليها انه اوصى بها ويخص من هذا العموم ما فيه الجور قوله او دين او للتساوي في نفس الوجوب ۱۲ آبانکم مبتدا خبره لا تدرون الخ قوله فريضة مصدر لعامل محذوف ای فرض ذلك بالبناء للمفعول وراعى ذلك في الترجمة ۱۲۔

**فائدة:** وبما ذكرت من تقرير قوله تعالى لا تدرون من الوجهين لم يبق مساع لما يتوهم من ان المفهوم من ظاهر الآية انکم لا تدرون وانما نحن ندري ايهم اقرب لكم فلذلك فرض ما فرض ثم يورد عليه ان اللازم من ذلك ان من قدم او رجح في الميراث يلزم ان يكون اقرب في النفع وهو بعيد وجه عدم التوهم ان ذلك غير معلن بالنفع كما ذكرت بل هو رد للتعليل به بان مدار الارث عندكم الا نفعية مع عدم كونه مداراً بل مداره الحكم والمصالح التي هي محجوبة عن عقولکم بالمرء ولا تصل اليه اذهانکم اخذت هذا من روح المعاني وهو كما ترى من الحسن بمكان والله اعلم ۱۲۔ (بقية صفحہ ۳۲۶ پر)



وَأِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً أَوْ امْرَأَةً أَوْ أَخًا أَوْ أُخْتًا فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ إِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع ہوں اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر یہ

ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہونگے وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جاوے یا دین کے بعد بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچاوے۔ یہ حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب

حَلِيمٌ ۚ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ

جاننے والے ہیں حلیم ہیں۔ یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ ہمیشہ

الْفَوْزَ الْعَظِيمَ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

ان میں رہے گا، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جاوے گا اس کو آگ میں داخل کرینگے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةُ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةٌ مِّنْكُمْ أَوْ ثَلَاثَةٌ أَوْ اثْنَتَانِ مِنَ الْبُيُوتِ

نہر آہو گی جس میں ذلت بھی ہے۔ اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیویوں میں سے سوئم لوگ ان عورتوں پر چار آدمی انہوں میں سے گواہ کر لیں اگر وہ گواہی دیدیں تو تم ان کو گھروں کے اندر مقید رکھو

حَتَّى يَتَوَقَّعَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۝

یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں۔

تفسیر: حصہ برادر و خواہرا خیانی:

وَأِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً (المنقولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۚ

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا

عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں (یعنی باپ دادا) اور نہ فروع ہوں

(یعنی اولاد اور بیٹے کی اولاد) اور اس (میت) کے ایک بھائی یا ایک بہن

(خیانی) ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ

اس سے (یعنی ایک سے) زیادہ ہوں مثلاً دو ہوں یا اور زیادہ) تو وہ سب

تہائی میں (برابر کے) شریک ہونگے (اور ان میں مذکور مومنٹ کا برابر حصہ

ہے اور بقیہ میراث دوسرے ورثہ کو اور اگر کوئی اور نہ ہو تو پھر انہیں کو دی جاوے گی

یہ دو صورتیں ہوئیں اور دونوں صورتوں میں یہ میراث (وصیت) کے قدر

(مال) نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جاوے یا (اگر) دین (ہو تو اس کے

بھی نکالنے) کے بعد (ملے گی) بشرطیکہ (وصیت کرنے والا) کسی (وارث)

کو ضرر نہ پہنچاوے (نہ ظاہراً نہ ارادۃً ظاہراً یہ کہ مثلاً ثلث سے زیادہ وصیت

کرے تو وہ وصیت میراث پر مقدم نہ ہوگی اور ارادۃً یہ کہ رہے ثلث کے اندر

لیکن نیت یہ ہو کہ وارث کو کم ملے یہ ظاہراً نافذ ہو جاوے گی لیکن گناہ ہوگا) یہ

(جس قدر یہاں تک مذکور ہوا) (حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور

اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) (کہ کون ماننا ہے کون نہیں ماننا اور نہ ماننے

والوں کو جو فوراً سزا نہیں دیتے تو وجہ یہ کہ) حلیم (بھی) ہیں۔ ف: خیانی کی

قید پر اجماع ہے اور سعد بن ابی وقاصؓ اور ابی اس کیساتھ من الام بھی پڑھتے

تھے کذا فی روح المعانی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

سے یہ قید بطور تفسیر کے سنی ہوگی اور نیز خود اس مقام میں غور کرنے سے بھی

اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان بھائی بہنوں کو سدس اور ثلث کا مستحق ٹھہرایا ہے اور

یہی دو حصے ماں کے اوپر مذکور ہو چکے ہیں اس مناسبت سے یہ بھائی بہن وہی

معلوم ہوتے ہیں جو ماں میں شریک ہوں۔ اور عینی اور علانی بھائی بہنوں کا حکم

اس سورت کے ختم پر آویگا اور یہ امر بالاتفاق قطعاً ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ

یہاں ان کے علاوہ اور قسم مذکور ہے اور شاید یہاں سدس اور ثلث کے قرینہ سے

من الام کی قید چھوڑ دی ہو اور وہاں للذکر مثل حظ الأنثیین کے قرینہ

سے من الابوین یا من الاب کی قید چھوڑ دی ہو کیونکہ اس قید سے مفہوم ہوا کہ کسی

ایسے کا ذکر ہے جو بنفسہ یا بغیرہ عصبہ بن جاتا ہے اور خیانی کبھی عصبہ نہیں ہوتا واللہ

اعلم۔ اور اصول کی تفسیر جو باپ دادا کے ساتھ کی گئی یہ مذہب امام صاحب کا ہے

پس دادا سے سب طرح کے بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں اور دوسرے علماء وائمہ

کے نزدیک ساقط نہیں ہوتے اور یہ مسئلہ صحابہؓ میں بھی مختلف فی تھا۔

و ب: ان احکام کو بیان کر کے آگے ان کے اعتقاد و عملاً ماننے کی تاکید اور فضیلت

اور نہ ماننے پر وعید ارشاد فرماتے ہیں۔



تاکید اطاعت و احکام مذکورہ:

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ یہ سب احکام مذکورہ (متعلقہ میراث یا مع احکام یتامی کے) خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کریگا (یعنی ان ضابطوں کی پابندی کریگا) اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں (فورا) داخل کر دیں گے جن کے (مخلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ٹہنی اس کے ضابطوں سے نکل جاوے گا (یعنی پابندی کو ضروری بھی نہ سمجھے گا اور یہ حالت کفر کی ہے) اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

ف: يَطْعَمُ اور وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ کی جو تفسیر کی گئی ہے اس بناء پر اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا مذکور ہے ایک مطیع کامل۔ دوسرا عاصی کامل اور ایک قسم اس میں غیر مذکور ہے یعنی اعتقاداً مطیع ہو اور عملاً تقصیر وار ہو اس کا حکم دوسری آیتوں میں موجود ہے کہ مستحق سزا ہے لیکن اخیر میں نجات ہے اور خود یہاں بھی غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب اس کی حالت بین بین ہے تو جزا بھی بین بین ہوگی یعنی کچھ عذاب کچھ ثواب اور ظاہر ہے کہ ثواب کا مقدم اور عذاب کا مؤخر ہونا تو احتمال باطل ہے پس عکس متعین ہو گیا پس آخر میں نجات ثابت ہوئی۔ اور فورا کے معنی یہ ہیں کہ بلا عذاب جنت میں جاوے گا اور بالکل نکل جانا کفر کے ساتھ خاص اس لئے ہے کہ اعتقاد رکھنا بھی تو ایک ضابطہ ہے جو معتقد ہے وہ بالکل خارج نہیں۔ اور یہ احتمال باطل ہے کہ کوئی عمل کرے اور اعتقاد نہ کرے کیونکہ قبول عمل کے لئے اعتقاد شرط ہے پس وہ عمل بھی منفي رہے گا وہ بھی بالکل خیر خارج رہا۔

و ب: جاہلیت میں جیسا یتامی اور مواریث کے معاملہ میں بہت سی بے اعتدالیاں تھیں جن کی اصلاح اوپر کی آیات میں مذکور ہوئی اسی طرح عورتوں کے معاملہ میں بھی طرح طرح کی رسوم قبیحہ اور بے عنوانیاں شائع تھیں مثلاً انکو طرح طرح سے ایذا میں پہنچاتے تھے انکو تنگ کرتے تھے جن سے نکاح حرام ہے ان سے نکاح کر لیا کرتے تھے علی ہذا۔ آگے الْيَحَالُ قَوَامُونَ تک ان معاملات کی اصلاح فرماتے ہیں اور جو خطا و قصور شرعاً معتبر ہو اس پر تادیب کی اجازت دیتے ہیں اور یہ مضمون تادیب ہی سے شروع ہوا ہے اور تادیب و اصلاح ہی پر ختم ہوا ہے۔ ان جملوں میں وَاضِرٌ يُؤْهِنُ اور اِنْ يُؤَيِّدَ اِصْلَاحًا الخ۔

حکم ہشتم سیاست زانیہ:

وَالَّذِي يَأْتِيَنَّكَ الْفَاحِشَةُ مِنْ نِسَائِكَ (الی قولہ تعالیٰ) اَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا

اللغات: فی روح المعانی کلالہ ہی فی الاصل مصدر بمعنی الکلال وهو الاعیاء ثم استعیرت واستعملت استعمال الحقائق للقرابة من غیر جهة الوالد والولد لضعفها بالنسبة الی قرابتہما وتطلق علی من لم یخلف والدا ولا ولدا (وہذا هو المراد فی الآیة) وعلی من لیس بوالد ولا ولد من المخلفین بمعنی ذی کلالہ کما تطلق القرابة علی ذوی القرابة ۱۲۔

النحو: کان مرجعہ المیت قولہ رجل ومعطوفہ امراة اسم کان وکلالہ خبرہا وقولہ یورث صفة رجل والمعنی یورث منه لتعديہ بمن وربما تحذف وقولہ غیر مضار حال من فاعل یوصی المذكور فی قرأۃ یوصی معروفا والمدلول علیہ بقولہ یوصی فی قرأۃ مجهولا وراعی کونہ حالا فی ترجمۃ بقولہ بشرطیکہ وقولہ وصیۃ ہو عندی مفعول مطلق عاملہ محذوف ای وصی بہا وصیۃ من اللہ۔ قولہ ولہ اخت الضمیر لرجل وتوحد الضمیر لوجوبہ فیما وقع بعد او حتی ان ما ورد علی خلاف ذلک مزل واتی بہ مذكر اللخیار بین ان یراعی المعطوف علیہ او المعطوف والتذکیر للتغلب۔ قولہ اکثر من ذلک ای المذكور من اخ واحد واخت واحدة ۱۲۔

الروایات: فی لباب النقول اخرج الائمة الستة عن جابر بن عبد اللہ قال قال عاد نی رسول اللہ ﷺ وابو بکر فی بنی سلمۃ ماشیین فوجدنی النبی ﷺ لا اعقل شیئاً فدعا بماء فتوضا ثم رش علی فافقت فقلت ما تأمرنی ان اصنع فی مالی فنزلت یوصیکم اللہ فی اولادکم اہ قلت وتقدم نزولہا فی قصۃ سعد بن الربیع والجواب کما فی لباب النقول انه یحتمل ان یکون نزول اولہا فی قصۃ البتین وآخرہا وهو قولہ وان کان رجل فی قصۃ جابر ویكون مراد جابر بقولہ فنزلت یوصیکم اللہ ای ذکر الکلالۃ المتصل بہذہ الآیۃ ۱۲۔

ملحقات الترجمة: ۱۔ قولہ یعنی باپ دادا الجد فی حکم الاب عند ابی حنیفۃ وانظر ما فی آخر ف من ذکر الاختلاف ومن ثم کان تردد عمر فیہ اشد کما فی الاحادیث ۱۲۔ ۲۔ قولہ اخیا فی اشارہ الی ان التوین فی اخ واخت للتوین ۱۲۔ ۳۔ قولہ نہ ظاہراً نہ ارادۃ فالمنع فی غیر المضار عام للنفی فی الاول والمنہی فی الثانی فافہم ۱۲۔ ۴۔ قولہ بالکل ہی لان الحدود عام بصیغۃ لکونہ جمعا معروفا بالاضافۃ ولصحة الاستثناء منه فلا دلیل فی الآیۃ للمعتزلۃ کما اوضحته فی ف باوضح بیان فافہم ۱۲۔

حاشیہ: (۱) اور اگر اس کا تفسیر ہونا اس لئے مستبعد سمجھا جاوے کہ اصل اور تفسیر میں امتیاز نہ رہے گا تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تغیر لہجہ یا درمیان میں قدرے وقفہ کافی ہے ۱۲۔



وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَا مِنْكُمْ فَاذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اور جو ان سے دو شخص بھی وہ بے حیائی کا کام کریں تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت

وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَا مِنْكُمْ فَاذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

والے ہیں۔ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں سوائے ان پر تو خدا تعالیٰ توبہ فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ اللَّهَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ

جانتے ہیں حکمت والے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی آکھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی جن کو

كَفَّارًا أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

حالت کفر پر موت آجاتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے

علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سبیل ارشاد فرمادی ہے تو تم لوگ سمجھ لو یاد کرو کہ ناکتھا کے لئے سدرے اور نکتھا کے لئے سنگساری کا فی الصحاح پس اس آیت کا حکم منسوخ ہے۔

مسئلہ: زنا کے گواہ چار مرد مسلمان عاقل بالغ آزاد شرط ہیں اور منکم میں اس طرف اشارہ بھی ہے کیونکہ مخاطب ایسے ہی لوگ ہیں۔

مسئلہ: بدوں حکام کے دوسرا شخص یہ سزائیں جاری نہیں کر سکتا المستلтан من الهدایۃ۔ اور سیاست کو واضح کر دینے سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ گھروں میں محفوظ رکھنا تو شوہر کا منصب اور حق ہے پھر یہ سزا کیا ہوئی وجہ دفع یہ کہ وہ رکھنا سیاست کے لئے نہیں۔ اور بعد توبہ کے جو فرمایا کہ تعرض مت کرو اسکا مطلب یہ نہیں کہ سزا نہ دو کیونکہ یہ توبہ سزا کے بعد مذکور ہے لدلالة الفاء علیہ بلکہ سزا کے بعد پھر ملامت مت کرو اور زیادہ سزا مت دو بخلاف غیر تائب کے کہ ملامت اس پر درست ہے جیسا کہ عائد پر دوبارہ پھر سزا ہے۔

وہ: اوپر کی آیت میں توبہ کا مذکور تھا آگے اس توبہ کے قبول و عدم قبول کی صورتیں مذکور ہیں۔

شرط قبول توبہ:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ توبہ جس کا (قبول کرنا حسب وعدہ) اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ (صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو) کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں (یعنی قبل حضور موت جس کے معنی آگے آتے ہیں) توبہ کر لیتے ہیں سوائے ان پر تو خدا تعالیٰ (قبول توبہ کے ساتھ) توبہ فرماتے ہیں (یعنی توبہ قبول کر لیتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (کہ کس نے دل سے توبہ کی) حکمت والے ہیں (کہ دل سے توبہ نہ کرنے والے کو فضیحت نہیں

تفسیر: وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَا مِنْكُمْ فَاذُوهُمَا (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا اور جو عورتیں بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تمہاری (منکوحہ) بیبیوں میں سے سو تم لوگ ان عورتوں (کے اس فعل) پر چار آدمی اپنوں میں سے (یعنی آزاد عاقل بالغ مذکر) گواہ کر لو (تاکہ ان کی گواہی پر حکام سزائے آئندہ جاری کریں) سوا اگر وہ گواہی دیدیں تو (ان کی سزا یہ ہے کہ) تم ان کو (محکم حکام) گھروں کے اندر (سیاست) مقید رکھو یہاں تک کہ (یا تو) موت ان کا خاتمہ کر دے (اور) یا اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی اور راہ (یعنی حکم ثانی) تجویز فرمادیں (چنانچہ بعد میں جو حکم ثانی تجویز ہوا اور ف میں آوے گا) اور (سزائے زنا میں کچھ زن منکوحہ کی تخصیص نہیں بلکہ) جو نئے دو شخص بھی وہ بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تم میں سے (یعنی بالغ عاقل مسلمانوں میں سے) تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر (بعد اذیت پہنچانے کے) اگر وہ دونوں (گذشتہ سے) توبہ کر لیں اور (آئندہ کے لئے اپنی) اصلاح کر لیں (یعنی پھر ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہو) تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو (کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں (اس لئے اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا معاف کر دی پھر تم کو بھی ان کے درپے نہ ہونا چاہئے) ہ: یہ جو کہا گیا جو نئے دو شخص بھی اس میں نکاح اور بے نکاح والی عورت اور نکاح اور بے نکاح والا مرد سب آگئے پس چاروں کا حکم مذکور ہو گیا ان کا یہ حکم ابتداء میں تھا کہ اذیت تو سب کو پہنچائی جاوے جس کا طریقہ صرف منکوحہ عورت کے لئے تو بیان فرمایا کہ ان کو مقید رکھو اور باقیوں کے لئے طریقہ بیان نہیں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ حکام اسلامی کی رائے پر تھا جس طریق سے مصلحت زجر حاصل ہو جاوے خواہ زبان سے یا ہاتھ سے پھر وہ حکم ثانی بعد میں نازل ہوا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ







يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِيَذْنَ هَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْنَهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ

اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ۔ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کر لو مگر یہ کہ وہ عورتیں

بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ وَعَاثِرُوهُنَّ بِالْبَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۖ وَإِنْ

کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں اور ان عورتوں کیساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔ اور اگر

أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مِمَّنْ زَوْجُهَا وَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَنْ تَأْخُذُوا وَنَذَرْنَاهُنَّ غُلَامًا ۚ وَكَيْفَ

تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر۔ اور تم اس کو

تَأْخُذُونَ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَا مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۖ

کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے ایک کاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔

**تفسیر:** ربط: حکم ہشتم کے قبل بیان ہو چکا ہے کہ یہاں سے ان رسوم قبیحہ کا ابطال ہے جو عورتوں کے باب میں متعارف تھیں سو منجملہ ان رسوم کے ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا وارث جس طرح اس کا مال لیتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملک سمجھتا اگر دل چاہتا اس سے جبراً خود نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا دوسرے سے نکاح کر دیتا اور کبھی بے رغبتی کے سبب نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے اس لئے نکاح کرنے دیتا کہ اپنا مال دولت اپنے ساتھ لے جاوے گی غرض یوں ہی اس کو مجبور و مجبوس رکھتا یا تو وہ اپنا مال و متاع اس کو دے دیتی تب اس کی جان چھوٹی اور یا وہ اسی کے گھر مر جاتی تو اس کے مرے پیچھے اس کی چیز پر قبضہ کرتا اور میت کے مال سے بھی عورت کو حصہ نہ دیتے یہ تو کارروائی وارث کیا کرتے اور کبھی خود شوہر بلا تصور اپنی عورت کے ساتھ بے عنوانی کرتا کہ نہ تو اس کے حقوق زوجیت ادا کرتا اور نہ مفت اس کو طلاق دیتا کہ دوسرے ٹھکانے لگے بلکہ اس کو اس امر پر مجبور کرتا کہ وہ اس کو کچھ مال دے جب یہ اسکو چھوڑے چنانچہ اسکو ایسا کرنا پڑتا تھا بلکہ کبھی طلاق دیدینے کے بعد بھی اسکو نکاح نہ کرنے دیتا جب تک وہ اسکو کچھ مال نہ دیتی اگلی آیت میں بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ تک عام الفاظ میں جسمیں یہ سب امور آجاویں ان رسوم کی ممانعت فرماتے ہیں پھر عَاثِرُوهُنَّ سے صرف شوہروں کو ادائے حقوق زوجات کے متعلق خطاب فرماتے ہیں۔

**حکم نہم نہی از ظلم برنساء:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا (السی) وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال یا جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ (مال کا مالک ہونا تین طرح ہے ایک یہ کہ اس عورت کا جو حق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جاوے اس کو نہ دیا جاوے اور

دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ یہاں ہی مر جاوے پھر اس کا مال لے لیں یا اپنے ہاتھ سے کچھ دے تیسرے یہ کہ خاوند اس کو بے وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑے۔ اول اور تیسری صورت میں جبر کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ اگر یہ امور بالکل عورت کی خوشی سے ہوں جائز اور حلال ہیں اور دوسری صورت میں یہ جبر واقع میں نکاح سے روکنے میں ہے جس سے غرض مال لینا تھا اس لئے لفظوں میں اس سے متعلق کر دیا اس سے بھی وہی فائدہ ہوا یعنی اگر وہ اپنی خوشی سے نکاح نہ کرے تو ان لوگوں کو گناہ نہیں اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مردہ کی عورت کو مثل مال مردہ کے اپنی میراث سمجھتے تھے اس صورت میں جبر کی قید واقعی ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے یہ نہیں کہ عورت اگر راضی ہو تو وہ سچ سچ میراث اور ملک ہو جاوے گی) اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے (یعنی خود تم نے یا تمہارے عزیز نے) ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ (بھی ان سے) وصول کر لو (اس مضمون میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ میت کا وارث اس میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تا کہ ہم کو یہ کچھ دے۔ دوسرے یہ کہ خاوند اس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے تب چھوڑ دوں۔ تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدوں کچھ لئے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا۔ یہاں کی پہلی صورت اوپر کی دوسری صورت کا ایک جزو ہے۔ یہاں کی دوسری صورت اوپر کی تیسری صورت ہے اور وہاں کی پہلی صورت اور یہاں کی تیسری صورت الگ الگ ہے) مگر (بعض صورتوں میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز ہے وہ) یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں (اس میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ ناشائستہ حرکت نافرمانی شوہر کی اور بدخلقی ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ اس کو بدوں مال لئے ہوئے جو مہر سے زیادہ



نہ ہو اس کو نہ چھوڑے۔ دوسرے یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو ابتدائے اسلام میں قبل نزول حدود خاوند کو جائز تھا کہ اس جرمانہ میں اس سے اپنا دیا ہو مال واپس کر لے اور اس کو نکال دے اب یہ حکم منسوخ ہے زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا ان دو صورتوں میں تو مال لیا جاویگا۔ اور تیسری صورت یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو خاوند کو اور نیز دوسرے ورثہ کو جیسا کہ شروع رکوع میں مذکور ہے بطور سزا کے حکم حاکم عورتوں کو گھروں کے اندر مقید رکھنا جائز تھا پھر یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا پس یہ مقید رکھنا بطور سزا کے ہوگا بغرض وصول مال کے نہ ہوگا پس استثناء مطلق عضل سے ہوگا نہ عضل مقید بغرض اذہاب سے آگے خاص شوہروں کو حکم ہے) اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارا کیا کرو (یعنی خوش اخلاقی اور تان و تفقہ کی خبر گیری) اور اگر بمقتضائے طبیعت وہ تم کو ناپسند ہوں (اور ان کی طرف سے کوئی امر ناپسندیدگی کا موجب واقع نہ ہو) تو (تم بمقتضائے عقل یہ سمجھ کر برداشت کرو کہ) ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت (دنیوی یا دینی) رکھ دے (مثلاً وہ تمہاری خدمت گزار اور آرام رسان اور ہمدرد ہو یہ دنیا کی منفعت ہے یا اس سے کوئی اولاد پیدا ہو کر بچپن میں مر جاوے یا زندہ رہے اور صالح ہو جو ذخیرہ آخرت ہو جاوے۔ یا اقل درجہ ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی ملے گی)۔

**ربط:** اوپر کی آیت میں استثناء إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّكَ کے عموم و اطلاق سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اگر عورت کی جانب سے کوئی خرابی ہو تو چھوڑنے میں اس سے مال لینا جو کہ مہر سے زائد نہ ہو جائز ہے اور حالتوں میں درست نہیں ان میں ایک حالت یہ تھی کہ پہلی منکوحہ سے رغبت نہ رہی دوسری عورت سے رغبت ہوئی اس سے نکاح کرنا چاہا اور اس کے مہر دینے کی یہ تجویز سوچی کہ پہلی بیوی سے دیا ہوا روپیہ کسی طرح وصول کر کے یا اگر نہ دیا ہو تو اس سے معاف کرا کر وہی اس دوسری کو دے دیں تاکہ مطلوب حاصل ہو جائے اور گرہ سے مہر نہ دینا پڑے اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے کبھی تو زوجہ سابقہ کو کچھ تہمت لگا دیتے تاکہ اس سے مال لینے میں اپنے اوپر کوئی الزام نہ آوے اور کبھی ویسے ہی پریشان کرتے تاکہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے اس کو روپیہ دے یا معاف کرے آیت آئندہ میں اس کی ممانعت ہے پس اس کا مضمون ماقبل کا گویا تہہ ہے۔

عدم استرداد مہر بلا نشوز زوجہ:

وَأِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مِّمَّا كَانَ (السی قولہ تعالیٰ) وَأَخَذْتُمْ مِنْكُمْ نِكَاحًا غَلِيظًا (اور اگر تم (خود اپنی رغبت کی وجہ سے) بجائے ایک بیوی کے (یعنی پہلی کے) دوسری بیوی کرنا چاہو (اور پہلی بیوی کا کوئی قصور نہ ہو) اور تم اس

ایک کو) مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ کے) انبار کا انبار مال دے چکے ہو (خواہ ہاتھ میں یا خاص مہر صرف معاہدہ میں دینا کیا ہو) تو تم (اس دیئے ہوئے یا معاہدہ کئے ہوئے) میں سے (عورت کو تنگ کر کے) کچھ بھی (واپس) مت لو (اور معاف کرنا بھی حکماً واپس لینا ہے) کیا تم اس کو واپس لیتے ہو (اس کی ذات پر نافرمانی یا بدکاری کا) بہتان رکھ کر اور (اس کے مال میں) صریح گناہ (یعنی ظلم) کے مرتکب ہو کر (خواہ بہتان صراحۃً ہو یا کہ اس طور پر دلالت ہو کہ اوپر صرف نافرمانی و بدکرداری کی صورت میں اس سے مال لینے کی اجازت تھی پس جب اس سے مال لیا تو گویا اس کو نافرمان و بدکردار دوسروں کے ذہن میں تصور کرایا اور ظلم مالی کی وجہ ظاہر ہے کہ بلا طیب خاطر عورت نے دیا اور ہبہ کی صورت میں ظلم یہی ہے کہ زوجیت موانع رجوع ہبہ سے ہے اور بہتان بھی اسی سے لازم آتا ہے کیونکہ واپس لینا گویا یہ کہنا ہے کہ یہ میری زوجہ نہ تھی اس کا بہتان ہونا ظاہر ہے کہ اس کو دعوے زوجیت میں کاذب اور معاشرت میں فاسق ٹھہراتا ہے) اور تم اس (دیئے ہوئے) کو (حقیقۃً یا حکماً) کیسے لیتے ہو حالانکہ (علاوہ بہتان و ظلم کے اس لینے سے دو امر اور بھی مانع ہیں ایک یہ کہ) تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو (یعنی صحبت ہو چکی ہے یا خلوت صحیحہ کہ وہ بھی حکم صحبت میں ہے بہر حال انہوں نے اپنی ذات تمہارے تمتع و تلفذ کے لئے تمہارے سپرد کردی ہے اور مہر بدل تسلیم ہے پس مبدل منہ کو حاصل کر کے بدل کو واپس لینا یا کہ نہ دینا عقل سلیم کے بالکل خلاف ہے اور اگر وہ مال موہوب تھا تو یہ انشاء اثر زوجیت ہونے کی وجہ سے مانع ہے اور اصل مانع زوجیت ہے) اور (دوسرا مانع یہ کہ) وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار (یعنی عہد مستحکم) لے چکی ہیں (وہ عہد وہ ہے کہ نکاح کی وقت تم نے مہر اپنے ذمہ رکھا تھا اور عہد کر کے خلاف کرنا یہ بھی عقل کے نزدیک مذموم ہے اور اگر وہ شے موہوب ہے تو مثل انشاء کے یہ عہد بھی اثر زوجیت ہونے کی وجہ سے مانع ہے۔ غرض چار موانع کے ہوتے ہوئے واپسی نہایت ہی مذموم ہے) **ف** مسئلہ: اگر عورت کی جانب سے کوئی بد مزاجی وغیرہ واقع ہو تو اس کو رد مہر پر مجبور کرنا اس طرح کہ بدول رد مہر اس کو نہ چھوڑے جائز ہے اور اگر مرد کی جانب سے نا موافقت ہو تو جائز نہیں اردہم کی تفسیر سے حکم ثانی اور مانع اول کی تقریر سے حکم اول مفہوم ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی طرف سے کوئی بے عنوانی نہیں ہوئی محض آئندہ کی احتیاط کی وجہ سے کہ قرآن سے موافقت کی امید معلوم نہیں ہوتی خلع کرنا چاہیں اور عورت بطیب خاطر رد مہر کر دے جائز ہے مانع ثانی کی تقریر سے یہ حکم مفہوم ہوتا ہے۔ مسئلہ: اگر نکاح کے بعد نہ صحبت ہوئی نہ خلوت صحیحہ ہوئی تو پورا مہر



مؤکد نہیں ہوا۔ پس اگر ایسی حالت میں طلاق واقع کیا جائے تو نصف مہر دینا پڑے گا اور نصف ساقط ہو جاوے گا اور یہ حکم مانع ثالث سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ انشاء کو مانع رد مہر فرمایا ہے کہ اس مانع کے ہوتے ہوئے کوئی جزو رد نہ کرو پس جب یہ مانع نہ پایا گیا یہ حکم بھی نہ ہوگا۔ پس بعض جزو واپس ہو سکے گا اور خلع حکم طلاق میں ہے پس اگر اس حالت میں خلع ہوا نصف مہر تو طلاق قبل الدخول سے ساقط ہوا اور نصف خلع سے۔

مسئلہ: اگر نکاح کے وقت مہر بالکل مقرر نہیں ہوا تو اس صورت میں مہر مثل لازم آتا ہے لیکن صرف نکاح سے اس کا کوئی جزو مؤکد نہیں ہوا سو اگر اس حالت میں طلاق ہو تو اصلاً مہر نہ دینا پڑے گا۔ البتہ ایک جوڑہ دینا پڑتا ہے جس کی تفصیل پارہ سیقول کے حکم سی وسوم میں گزر چکی ہے یہ عدم وجوب مانع رابع سے مفہوم ہوتا ہے۔

مسئلہ: اور زوجہ کو کوئی شے بہر مع القبض کر کے کسی حال میں رجوع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں قدر مشترک موانع اربعہ میں زوجیت ہے اور وہ غیر مرتفع ہے فقط اور خلوت صحیحہ کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور تَاْخُذُ وَنَدَہ کی تفسیر میں جو حقیقہ یا حکماً کہا گیا ہے حقیقہ سے مراد واپسی حسی ہے اور حکماً سے معاف کرانا۔

رفع شبہ: اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث میں تاکید آئی ہے مہر کم مقرر کرنے کی اور اس آیت سے زیادہ کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کا دفع یہ ہے کہ یہ جواز مفہوم من القرآن بمعنی صحت و نفاذ ہے اور حدیث میں جواز بمعنی اباحت مطلقہ وعدم کراہت کی نفی ہے پس کچھ تعارض نہیں اور حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ میں زیادہ مہر کے جواز کو مان لینا اس لئے تھا کہ سامعین اس کو حرام نہ سمجھنے لگیں پس اس سے کراہت کا عدم ثابت نہیں ہوتا نہ حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض لازم آتا ہے۔

ربط: منجملہ ان رسوم قبیحہ جاہلیت کے جن کا ذکر شروع رکوع سے چلا ہے ایک یہ رسم تھی کہ بعضے حرام عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے مثلاً اپنی سوتیلی ماں یعنی باپ کی بیوی سے یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے اور بعضے حلال عورتوں کو حرام سمجھتے جیسے تمنی کی بیوی آگے حکم وہم میں اس کا ابطال فرماتے ہیں اور بمناسبت مقام اور محرمات کی تفصیل بھی ارشاد فرماتے ہیں اور بعض حلال عورتوں کی حلت میں مسلمانوں کو شبہ ہوا تھا جیسے مملوکہ شرعیہ جس کا پہلا شوہر حربی دار الحرب میں ہوا ان کی حلت کا بیان بھی فرمادیا کما سیظہر من الروایات فی الحواشی اور نکاح کے بعض شرائط اور اسکے دوسرے متعلقات مہر وغیرہ بھی مذکور فرمائے ہیں ایک رکوع سے زیادہ میں یہی مضامین ہیں۔

مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ يُحِبَّ اللَّهُ خَيْرَ الْكَثِيرِ احق تعالیٰ کی تجویز کے سامنے اپنی رائے کو فدا کر دینے

کی اس میں اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مِّمَّنْ زَوْجَاتِكُمْ قَدْ اتَّفَعْنَا لَكُمْ فِيهِ مِنْ حَدِّكُمْ فَلَا تَأْخُذُوا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ لِكُلِّ أَصْحَابِ الْمَالَ مِمَّا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۚ اُوپر اللہ تعالیٰ نے لَنْدُ هَبُوا بَعْضَ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغِلَظٍ مُّبِينَةٍ میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ زوجہ سے دی ہوئی چیز واپس لینا مخصوص ہے عورت کی نالائقی کے ساتھ اور جب واقع میں وہ اس عیب سے مبرا ہو محض اپنے شوق سے دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہو اس وقت اس سے کچھ لینا قاعدہ بالا کی موافق دیکھنے والوں کو شبہ میں ڈالے گا کہ عورت نے کوئی نالائقی حرکت کی ہوگی اور واقع میں وہ بری ہے اس لئے اس لینے کو بہتان فرمایا ہے پس بہتان جیسا کبھی صراحۃً ہوتا ہے یہ دلالت ہوا اور اس کو بھی ممنوع فرمایا گیا تو اس میں طریق قوم کی اصل ہے کہ وہ جس طرح موجب سے بچتے ہیں موہم سے بھی بچتے ہیں۔

العربية والبلاغة: النساء اما مفعول ثان لترثوا علی ان یکن هن الموروثات امی ترثوا من المیت النساء واما مفعول اول له والمعنی لا یحل لکم ان تاخذوا المال بطریق الارث ای ترثوا من النساء فافہم والمراد من قوله تعالیٰ لتذهبوا ان یدفعن الیکم بعض ما آتیتموهن وتاخذوه منهن وانما لم یتعرض لفعلهن لکونه لصدوره عن اضطرار منهن بمنزلة العدم وعبر عن ذلك بالذهاب به لا بالاخذ والاذهاب للمبالغة فی تقيیحه بیان تضمنه لامرین کل منهما محظور شیع الاخذ والاذهاب لانه عبارة عن الذهاب مصطحبا به وذكر البعض لیعلم منه ان الذهاب بالکل اشنع شیع ومبینه علی صیغة الفاعل من بین اللزوم بمعنی تبین او المتعدی ای مبینه حال صاحبها وقرأ ابن کثیر وابو بکر عن عاصم مبینه علی صیغة المفعول اه کله من روح المعانی ۱۲۔

الروایات: فی روح المعانی اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من طریق علی عن ابن عباس قال کان الرجل اذا مات وترك جاریة (معناه عندی شابة) القی علیها حمیمہ ثوبہ فمنعها من الناس فان کانت جمیلة تزوجها وان کانت دمیمة حبسها حتی تموت فیرثها ای قریبہ ۱۲۔ وفی رواية البخاری وابی داؤد کانوا اذا مات الرجل کان اولیاءه احق بامرأته ان شاء بعضهم تزوجها وان شاء وازوجوها وان شاؤا لم یزوجوها فہم احق بها من اهلها فنزلت هذه الآیة فی ذلک واخرج ابن المنذر عن عکرمہ قال نزلت هذه الآیة فی کشیة ابنة معن بن عاصم من الاوس کانت عند ابی قیس بن الاسلت فتوفی عنها فجاء علیها ابنہ فجاءت النبی ﷺ فقالت لا انا ورثت زوجی ولا انا ترکت فانکح فنزلت وفی المعالم قال ابن عباس فی قوله تعالیٰ ولا تعضلوهن هذا فی الرجل تکون له المرأة وهو



کارہ لصحبہا ولہا علیہ مهر فیضاء ہا لتفتدی وترد الیہ ما ساق الیہا من المہر فنہی اللہ تعالیٰ عن ذلک۔ وفی روح المعانی اخرج ابن جریر عن ابن زید قالت کانت قریش بمکہ ینکح الرجل منهم المرأة الشریفة فلعلہا ماتوا فقہ فیفارقہا علی ان لا تزوج الا باذنہ فیاتی بالشہود فیکتب ذلک علیہا فاذا خطبہا خاطب فان اعطتہ اذن لہا والا عضلہا۔ واخرج عبد الرزاق وغیرہ عن عطاء کان الرجل اذا اصابت امرأته فاحشة اخذ ما ساق الیہا واخرجہا فمسخ ذلک الحدود آہ فیما اخی تامل فی الروایات تجدها انشاء اللہ تعالیٰ متطابقة علی ما فی التمهید ۱۲۔

**اللفاظ:** فی المعالم اصل الافضاء الوصول الی الشئی من غیر واسطۃ اہ قلت لا ریب فی صدق هذا المعنی علی الخلوة الصحیحة فان الوصول بمفہومہ اللغوی لا یتوقف علی الوصول الخاص لان العام لا یستلزم الخاص ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی التمهید عام الفاظ میں ففی اکثر الالفاظ عموم المجاز فالخطاب عام للاولیاء والازواج والارث عام فی مطلق الملک ثم الملک عام فی المال والنفس ثم هو عام لما فی حیوة المرأة او بعد موتہا والکرة عام للکرة علی اعطاء المال او عضلہن عن النکاح لیرثوا اذا متن والایفاء عام فیما آتاہن ازواجہن او اقارب المکرمین باعتبار ان اعطاء اخبارہم کاعطائہم والفاحشة عام فی النشوز والزنا والکل منتشر فی التفاسیر وانما انقل ما خفی منہ ففی الخازن ترثوا اموالہن وھن کارہات اہ فتاید بهذا کون الارث بمعنی الملک ولو فی الحیوة فان کراہتہن انما ہی موثرة فی هذه الحالة لا بعد الموت فان الارث اضطراری سواء رضی المورث او کرہ وفی روح المعانی والخطاب فی المتعاطفین اما للورثة غیر الازواج واما للازواج وجوز ان یکون الخطاب الاول للورثة وهذا الخطاب للازواج اہ قلت ولا مانع من کون الکل للکل وفيه الفاحشة النشوز وسوء الخلق واخرج ابن جریر عن الحسن ان المراد بها الزنا وراعت هذه المعانی کلہا فی الترجمة تامل تعقل ۱۲۔ ۲۔ قوله فی معنی ارث النفس یہ نہیں کہ عورت ارث لان الحرۃ لا تملک فہذا القید الواقعی فائدتہ التقییح والتشیع بانکم تفعلون بالا کرہا هذه الفعلة القبیحة التي لا یحل ولو کان بالرضا فضلا عن الا کرہا ۱۲۔ ۳۔ قوله فی ترجمۃ ایتیموہن یا تمہارے عزیز نے واشرت الی کون الخطاب عاما بقولی تم لوگوں نے لانہا تطلق للعموم فی امثال هذه المواقع ۱۲۔ ۴۔ قوله فی ترجمۃ بعض ما کوئی حصہ بھی اشار

بہ الی ان عدم الاذہاب بالکل منفی بالاولی ۱۲۔ ۵۔ قوله فی الفرق بین الثلثة الاولی والاخری جزو ہے وبهذا القدر حصل الفرق لان الجزء والکل متغایران ۱۲۔ ۶۔ قوله ہناک دوسری صورت اور پرکی تیسری وانما لم یلزم التکرار لاختلاف العنوانین فظہر قبح شئی واحد من الحیثین لکونہ کرہا ولکونہ منافیا للمروۃ حیث ان القوی یطمع من ضعیف وھی المرأة مثلاً ۱۲۔ ۷۔ قوله بعد ترجمۃ الفاحشة نافرمانی (الی قوله) مہر سے زیادہ لان الجاء ہا الی الخلع اذا کان النشوز منہا یجوز واما الزیادۃ علی المہر فلا یجوز مطلقاً ۱۲۔ ۸۔ قوله خاند کو الخ فیکون الخطاب بقولہ تعالیٰ فامسکوہن فی ابتداء الرکوع عاما للازواج وغیرہم بان یمسکوہن ویكون المراد بقولہ فی الفائدة المتعلقة بقولہ تعالیٰ والتي الآیۃ منکوحۃ فی قوله صرف منکوحہ عورت کے لئے بیان فرمایا المرأة التي قد نکحت مرة ولو لم یبق منکوحۃ بان توفی عنہا زوجها او طلقت ۱۲۔ ۹۔ قوله جیسا شروع رکوع میں ارث نقل هذا التفسیر فی روح المعانی عن بعضهم فالعزل علی هذا بمعنی الحبس والامساک عن غیر تعرض لہ باخذ المال ۱۲۔ ۱۰۔ قوله قبل ترجمۃ عسی یہ سمجھ کر برداشت کرو اشارۃ الی حذف الجزاء من قوله فاعقلوا واصبروا والمذکور علته ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی التمهید یہ تجویز سوچی ارث فی الکبیر المسئلۃ الاولی روح ان الرجل منہم اذا مال الی التزوج بامرأة اخرى رمی زوجۃ نفسه بالفاحشة حتی یلجئہا الی الافتداء منہ بما اعطاہا لیصرفہ الی تزوج المرأة التي یریدہا اہ قلت ویشر الیہ القرآن فلا یضر عدم حجیۃ الروایۃ بلا سند ۱۲۔

۱۲۔ قوله فی ترجمۃ احذہن اس ایک کوالعہد بقربنۃ المقام ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی ترجمۃ آیتیم خواہ ہاتھ میں ارث کما فی الروح والمراد من الایفاء کما قال الکرخی الالتزام والضمان کما فی قوله اذا سلمتم ما آیتیم وفی الکبیر المسئلۃ الثالثۃ لا فرق بین ما اذا آتاہا الصداق حساد بین ما اذا لم یوتہا قلت فالایفاء عام من الحسی والحکمی وافاد بقولہ خاص مہر الخ ان الالتزام انما یعتبر فی المہر خاصۃ لا فی الہیۃ لتوقفہا علی القبض ۱۲۔ ۱۴۔ قوله فی ترجمۃ لا تاخذوا محاف کرانا بھی ارث فلا یرد ان الابرء لیس باخذ ۱۲۔ ۱۵۔ قوله فی ترجمۃ بہتان بہتان رکھ کر اشار الی ان بہتاننا واثما حالان بمعنی اسم الفاعل ای باہتین وآئمین ۱۲۔ ۱۶۔ قوله فی توضیح البہتان تصور کرایا اخذتہ من الکبیر الوجہ الرابع من المسئلۃ الثالثۃ ۱۲۔ ۱۷۔ قوله فی تفسیر الافضاء یعنی صحبت یا خلوت نقلہ فی الروح عن القراء وبروایۃ الکلبی عن ابن عباس ۱۲۔ ۱۸۔ قوله فی توضیح افضی یا کہ نہ دینا



في الباب ان هذا الباب من الصور لا يكون ذكره مقصودا بذاته فاي محذور في ذلك فانه يمكن ان يكون عادة اهل الجاهلية الاخذ مع الموانع كلها فحصل الرد عليهم وكفى في غرض المقام فافهم ۱۲ .  
 ۲۲ قوله في آخر المسئلة الثالثة خلع هو اتمة المسئلة انه لا يلزمها شئ استحسانا ومقتضى القياس ان يحب عليها النصف لان نصف المهر سقط بالطلاق قبل الدخول وقد التزمت المرأة المهر كله فيجب عليها النصف تتيما لما التزمته ووجه عدم اللزوم الذي هو مقتضى الاستحسان انه يراد بانخلع عادة حاصل ما يلزم لها وليس هو الا النصف كذا في آخر باب الخلع من العناية والهداية في حكم المرأة اذا اختلعت قبل الدخول على الف ومهرها الف ۱۲ .

زاده لان الاخذ عام من الرد الحسى والابراء كما يفهم من تقرير آتيم المذكور آنفاً ۱۲ . ۱۹ قوله هناك اصل مانع زوجيت الخ ولا تكرار لاختلاف العنوان ولو اتحد المعنون اى الزوجية فافاد اختلاف العنوان ان الزوجية مانعة لان اثرها هذا وهذا وهذا ۱۲ .  
 ۲۰ قوله في توضيح الميثاق وهو عهدوه اخذته من الكبير عبارته قال ابن عباس ومجاهد الميثاق الغليظ كلمة النكاح المعقودة على الصداق ۱۲ . ۲۱ قوله قبيل ف غرض چارموانح الخ اعلم ان المؤثر في بعض الصور المجموع وفي بعضها لان الافضاء واخذ الميثاق الغليظ لا يوجد ان باعتبار المهر فيما فارقها قبل الخلوة او قبل التسمية ولا يضر عدم وجود المجموع في بعض الصور لان غاية ما

(بقية صفحہ ۳۳۷) ملحقات الترجمة: ۱۰ قوله خاص خاص اقارب لان كل قريب لا يرث ۱۲ . ۲۱ قوله كجھ اولاد ہو فالولد اعم من الذكر والانثى والواحد والكثير فهو اسم جنس ۱۲ . ۲۲ قوله بهائی بہن کی قسم کے الخ فالاخوة جمع بمعنى ما فوق الواحد ذليله الاجماع وفيه تغليب للمذكر على المؤنث ۱۲ . ۲۳ قوله اصول وفروع ففى الكلام مجاز قرينته ذكرهم فيما سبق ذكور او اناثا ۱۲ . ۲۴ قوله في ترجمة فان كان لكم ولد يا اورعورت سے لم يقل زوجه سے لان الحكم عام فيما كان الولد من الزوجة او المملوكة ۱۲ . ۲۵ قوله بقية دوسرے ورثہ کو ملے گا لم يزد الرد كما في قبله وما بعده لان الزوجين لا يرد عليهما.

(بقية صفحہ ۳۳۸) ۱۰ قوله في ف محققين ولا ليشكل كونه مخالفاً لما في بعض كتب الفقه لان محل التقليد هي الاحكام الفقهية المتعلقة بالدنيا لا غير ۱۲ . ۱۱ قوله گناہ حماقت سے فالجهل بمعنى السفه لا عدم العلم فلو اذنب مع العلم كانت التوبة عنه مقبولة وانما كان حماقة للذهول عن كنه ما فيه من العقوبة كما في الشاعر  
 اخرج عبد الرزاق وابن جرير عن قتادة قال اجتمع اصحاب محمد ﷺ فرأوا ان كل شئ عصى به فهو جهالة عمداً كان او غيره ۲۱ .  
 ۱۲ قوله بعض محققين ويلتزم على هذا كون الكافر مكلفاً بالفروع كما ذهب اليه بعض اصحابنا في المنهى عنه وعندى انه مكلف لجميع الفروع في احكام الآخرة لا في احكام الدنيا والنزاع لفظي والله اعلم ۱۲ .



وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۖ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ

اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گزر گئی گزر گئی۔ بیشک یہ بڑی بچائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔ تم پر حرام کی گئی

وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری چھوٹیاں اور تمہاری خالائیں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي جُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمُوهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ

پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں ان بیبیوں سے کہ جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو اور اگر تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹیوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَإِجْلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَُمْ أَنْ تَبْتَغُوا

اور وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری ملک ہو جاویں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے

بِأَمْوَالِكُمْ تُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

مالوں کے ذریعہ سے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو۔ پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے مستفیع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں۔ اور مقرر ہوئے

فِيمَا تَرَضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكَحَ

بعد بھی جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ اور جو شخص تم میں پوری مقدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو آزا مسلمان

الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنَ الْتَّوْبَتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ

عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی ملک ہو جس نکاح کر لے۔ اور تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے تم سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو

فَإِنْ كُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَفِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا

سوان سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور ان کو ان کے مہر قاعدہ کے موافق دے دیا کرو اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جاویں نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے

أُحْصِنَ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ

والی ہوں۔ پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنائی جاویں، پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس سزا سے نصف سزا ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے۔

**تفسیر:** حکم دہم تفصیلِ محرمات و دیگر احکام متعلقہ نکاح:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۖ اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ (یا دادا یا نانا) نے نکاح کیا ہو مگر (خیر) جو بات گزر گئی گزر گئی (آئندہ کبھی ایسا نہ ہو) بیشک یہ (بات عقلاً بھی) بڑی بے حیائی ہے اور (اہل طبائع سلیمہ کے عرف میں بھی) نہایت نفرت کی بات ہے اور (شرعاً بھی) بہت برا طریقہ ہے۔ ف: گزر گئی کا مطلب یہ کہ جاہلیت میں بعض لوگ ایسا کرتے تھے مگر شائستہ لوگ اس

زمانہ میں بھی اس کو برا جانتے تھے اور اس کو نکاحِ مقت کہتے تھے اور جو اس نکاح سے اولاد ہوتی تھی اس کو مقتی کہا کرتے تھے کذا فی الکشاف اسی لئے احقر نے اس میں عرف بڑھا دیا ہے کیونکہ ان کے عرف میں اس کا لقب مقت مشہور تھا اور عقلاً بے حیائی ہونا اور شرعاً بوجہ منہی عنہ ہونے کے اس کا برا طریقہ ہونا ظاہر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ایجاب قبول کر بھی لے وہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا پس باطل محض ہے اسی طرح نساءِ محرمات آئندہ بھی۔ اس کے اعلیٰ درجہ کے قبح ظاہر کرنے کے لئے وجوہ اس کی مذمت کی ارشاد فرمائیں۔

مسئلہ: نکاح شرعاً حکمِ طہی میں ہے جب باپ کی موطوہ حکمیہ سے نکاح



حرام ہے تو جو اس کی موطوءہ حقیقیہ ہو گو بلا نکاح ہو اس سے بدرجہ اولیٰ نکاح حرام ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ کا کہ جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو اس سے بیٹا نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جہاں جہاں نکاح سے تحریم مؤبد ہو جاتی ہے زنا سے بھی ہو جاتی ہے۔

تمتہ حکم وہم:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) کِتَبَ اللہُ عَلَیْکُمْ تَمَّ پر (یہ عورتیں) حرام کی گئی ہیں (یعنی ان سے نکاح کرنا حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسم ہیں۔

اول محرمات نسبیہ:

وہ یہ ہیں) تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں (اور ان میں سب اصول و فروع بواسطہ و بلا واسطہ سب داخل ہیں) اور تمہاری بہنیں (خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اختیانی) اور تمہاری پھوپھیاں (اس میں باپ کی اور سب مذکور اصول کی تینوں قسم کی بہنیں آگئیں) اور تمہاری خالائیں (اس میں ماں کی سب مؤنث اصول کی تینوں قسم کی بہنیں آگئیں) اور بھتیجیاں (اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بواسطہ و بلا واسطہ سب آگئیں) اور بھانجیاں (اس میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بواسطہ و بلا واسطہ سب آگئیں) اور (قسم دوم محرمات رضاعیہ وہ یہ ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے (یعنی انا) اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں (یعنی تم نے ان کی حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے یا اس نے تمہاری حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے۔ گو مختلف وقت میں پیا ہو) اور (قسم سوم محرمات بالمصاہرۃ وہ یہ ہیں) تمہاری بیبیوں کی مائیں (اس میں زوجہ کے سب مؤنث اصول آگئے) اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں (اس میں زوجہ کے سب مؤنث فروع آگئے) جو کہ (عادۃ) تمہاری پرورش میں رہتی ہیں (مگر اس میں ایک قید بھی ہے وہ یہ کہ وہ لڑکیاں) ان بیبیوں سے (ہوں) کہ جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو (یعنی کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح کرنے سے اس کی لڑکی حرام نہیں ہوتی بلکہ جب اس عورت سے صحبت بھی ہو جائے تب لڑکی حرام ہوتی ہے) اور اگر (ہنوز) تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ کی ہو (گو نکاح ہو چکا ہو) تو (ایسی بی بی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں) تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹیوں کی بیبیاں (بھی حرام ہیں) جو کہ تمہاری نسل سے ہوں (اس میں سب مذکور فروع کی بیبیاں آگئیں اور نسل کی قید کا مطلب یہ ہے کہ منہ بولے یعنی لے پالک جس کو متبنی کہتے ہیں اس کی بی بی حرام نہیں) اور یہ (امر بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (رضاعی ہوں یا نسبی اپنے نکاح میں) ایک ساتھ رکھو لیکن جو

(اس حکم سے) پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں (کہ رحمت سے گناہ معاف کر دیتے ہیں) اور (قسم چہارم) وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر (اس قسم میں وہ مستثنیٰ ہیں) جو کہ (شرعاً) تمہاری مملوک ہو جاویں (اور ان کے حربی شوہر دار الحرب میں موجود ہوں اور بعد ایک حیض آجانے یا وضع حمل کے حلال ہیں کذا فی (الہدایۃ) اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے۔

نہ: اور زیادہ تفصیل محرمات کی جن میں اکثر تو ان ہی مذکورات کے عموم میں داخل ہیں جن کے اذخالی کی تقریر بوجہ غموض کے نہیں کی گئی اور بعض احادیث و آثار میں مذکور ہیں اور بعض پر اجماع امت کا ہے۔ اور سی طرح مملوکات کی حلت کے شرائط یہ سب کتب فقہ میں بسط کے ساتھ موجود ہے بخیاں تطویل کے نہیں لکھا اور اس تقریر سے ایک اشکال بھی دفع ہو گیا وہ یہ کہ آگے جو ان مذکورات کے ماوراء کو حلال فرمایا ہے سو یہاں تو چند صورتیں مذکور ہیں جن کے ماسوا اور بھی حرام صورتیں ہیں پھر اس کے کیا معنی کہ ان کے ماسوا سب حلال ہیں وجہ دفع یہ کہ ان حرام صورتوں میں بہت سے تو ان مذکورات کے عموم ہی میں لفظ یا عرفاً داخل ہیں وہ تو ماسوا میں داخل ہی نہیں جیسا احقر نے ابھی لکھا ہے اور بعض صورتیں جو ان مذکورات کے عموم میں بھی داخل نہیں وہ واقعی ماسوا میں داخل ہو گئی لیکن چونکہ لفظ ماوراء بوجہ دوسرے دلائل شرعیہ کے مثل احادیث و اجماع پھر آثار و قیاس کے اپنے عموم پر باقی نہیں اس لئے بقیہ محرمات اس ماوراء سے مستثنیٰ و مخصوص ہو جاوے گا یعنی لفظ میں داخل ہونے کے بعد حکم حلت سے خارج ہو جاوے گا۔ پس کوئی اشکال نہ رہا اور تحلیل الحرام یا تحریم حلال لازم نہ آئی۔

و بسط: یہاں تک محرمات کا بیان تھا اس کے بعد ان کے ماسوا کی حلت نکاح کا مع بعض شرائط حلت کے بیان ہے۔

تمتہ سابق: وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللہَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا اور ان عورتوں کے سوا اور (باقی) عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے (نکاح میں لانا) چاہو (یعنی مہر ہونا نکاح میں ضرور ہے اور) اس طرح کہ تم (ان کو) بیوی بناؤ (جس کی شرطیں شرع میں مشہور ہیں مثلاً گواہ بھی ہوں وہ نکاح موقت بھی نہ ہو وغیرہ ذلک) صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو (اس کے عموم میں زنا اور متعہ سب داخل ہو گیا گو اس میں بھی مال خرچ کیا جاتا ہے) پھر (نکاح ہو جانے کے بعد) جس طریق سے (مخلطہ طرق شرعیہ معتبرہ کے) تم ان عورتوں سے مستفیع ہوئے ہو سو ان کو (اس کے عوض) ان کے مہر و جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں



اور (یہ نہ سمجھو کہ اس مقررہ میں کسی طرح مثل نماز و روزہ کے کی بیشی ممکن نہ ہو بلکہ) مقرر ہوئے بعد بھی جس (مقدار) پر تم (میاں بیوی) باہم رضا مند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں (مثلاً خاوند نے اور مہر بڑھا دیا یا عورت نے کم کر دیا یا معاف ہی کر دیا ہر طرح درست ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں (تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں) بڑے حکمت والے ہیں (ان مصلحتوں کی رعایت سے احکام مقرر فرمائے ہیں گو کہیں تمہاری فہم میں نہ آوے) **ف:** یہاں وجوب ادائے مہر مقرر شدہ کی دو شرطیں فرمائیں ایک اس کا مقرر ہونا من بعد الفریضہ میں دوسرے استمتاع صحبت سے یا خلوت صحیحہ سے استعتم میں پس اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی یہ حکم نہ ہوگا مثلاً مہر مقرر ہو استمتاع نہ ہو اور طلاق ہو جاوے تو نصف مہر لازم ہے اور مثلاً مہر مقرر نہ ہو اور استمتاع ہو تو مہر مثل لازم ہے اور اگر نہ مہر مقرر ہو نہ استمتاع ہو اور طلاق ہو جاوے تو ایک جوڑا جس کا بیان آخر پارہ مستقبل میں آچکا ہے دینا پڑے گا اور مہر کی کمی بیشی میں جو فرمایا کہ گناہ نہیں وجہ یہ کہ کم یا معاف ہونے میں مرد کو شبہ ہو سکتا ہے کہ پرایا مال قبول کرنا شاید اچھا نہ ہو اور زیادہ ہونے میں یہی شبہ عورت کو ہو سکتا تھا اس لئے ایسا فرمایا اور اس آیت میں مساحسین کی تفسیر سے متعہ کا حرام ہونا بھی مفہوم ہو گیا اور حدیثوں میں اس کی پوری تصریح ہے خصوصاً صحیح مسلم میں حرمت مؤبدہ **إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ** کی مضمین موجود ہے البتہ اس حرمت مؤبدہ سے پہلے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں یہ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر خیبر میں حرام ہو گیا پھر زمان فتح مکہ میں یوم او طاس کو حلال کیا گیا پھر تین روز کے بعد ابداً حرام ہو گیا۔ اور بعض سلف سے جو منقول ہے اس وقت تک ان کو نسخ کی خبر نہ پہنچی ہوگی۔ اور بعض سے جو اس آیت میں **إِلَى أَجَلٍ مُّسْتَعَيَّنٍ** منقول ہے وہ بطور تفسیر کے ہے جس کو قبل بلوغ نسخ کہہ دیا۔ اور حضرت عمرؓ کی طرف جو تحریم منسوب ہے بمعنی اظہار حرمت ہے نہ اثبات حرمت اور ابن عباسؓ سے جو منقول ہے اول تو وہ قول مقید بالاضطرار تھا پھر خود ترمذی نے ان سے مطلقاً حرمت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے بھی رجوع فرمایا پھر اہل حق کا اب اجماع ہے۔

**د:** اوپر سے احکام نکاح کے چلے آتے ہیں آگے شرعی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر ہے۔

**حکم نکاح با کنیراں:**

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا مُتَخَذَاتِ أَخْدَانٍ اور جو شخص تم میں پوری قدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس (والوں) کی

مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی (شرعاً) مملوکہ ہیں نکاح کر لے (کیونکہ اکثر لونڈیوں کا مہر وغیرہ کم ہوتا ہے اور ان کو غریب کے ساتھ بیاہ دینے میں عار بھی نہیں کرتے) اور (لونڈیوں سے نکاح کرنے میں عار نہ کرے کیونکہ دین کی رو سے تو ممکن ہے کہ وہ تم سے بھی افضل ہو وجہ یہ کہ مدار فضیلت دین کا ایمان ہے اور) تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے (کہ اس میں کون اعلیٰ ہے کون ادنیٰ ہے کیونکہ وہ متعلق قلب کے ہے جس کی پوری اطلاع اللہ ہی کو ہے اور دنیا کی رو سے زیادہ وجہ عار کی تفاوت نسب ہے تو اس میں جو انساب کا اصل مبدأ ہے یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام اس میں مشارکت کے اعتبار سے) تم سب آپ میں ایک دوسرے کے برابر ہو (پھر عار کی کیا وجہ) سو (جب عدم عار کی وجہ معلوم ہوگی تو ضرورت مذکورہ کے وقت) ان سے نکاح کر لیا کرو (مگر شرط یہ بھی ہے کہ) ان کے مالکوں کی اجازت سے (ہو) اور ان (کے ان مالکوں) کو ان کے مہر قاعدہ (شرعیہ) کے موافق دیدیا کرو (اور یہ مہر دینا) اس طور پر (ہو) کہ وہ منکوحہ بنائی جاویں نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کر نیوالی ہوں (یعنی وہ مہر بمقابلہ نکاح ہو بطور اجرت زنا کے دینے سے وہ حلال نہ ہوگی) **ف:** لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں دو قیدیں لگائیں ایک یہ کہ وہ ایسی عورت سے نکاح نہ کر سکے جس میں دو صفتیں ہوں۔ ایک حریت دوسرے ایمان۔ دوسری قید یہ کہ یہ مسلمان لونڈی ہو۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان قیود کی رعایت اولیٰ ہے اور اگر بلا رعایت ان قیود کے لونڈی سے نکاح کیا نکاح ہو جاوے گا لیکن کراہت ہوگی۔ کذا فی روح المعانی عن الابداع اور وجہ کراہت کی یہ ہے کہ اس میں بلا ضرورت اپنی اولاد کو غلام بنانا ہے کیونکہ حریت و رقیقت میں اولاد متابع ماں کے ہے دوسرے یہ بھی ہے کہ لونڈی دوسرے کی مملوکہ ہے اور بالکل احمی کے قبضہ کی ممکن ہے کہ کسی وقت شوہر اس کو اپنے پاس رکھنا چاہے اور اس وقت اس کا مالک اس سے خدمت لینا چاہے تو ضرور بے لطفی ہوگی یا وہ کسی پردیسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالے تو اور مصیبت ہے۔ تیسرے یہ کہ پورا پورا اس سے نباہ نہیں ہو سکتا غیور آدمی کو اسکی بھی کوفت ہوگی۔ پھر غالباً اسکو خانہ داری کا نہ زیادہ سلیقہ ہوتا ہے نہ اسکو شوہر کے گھر اور چیز کا درد ہوتا ہے ان مصالح کو کراہت میں شرعاً دخل ہو سکتا ہے۔ اور آگے **فَإِذَا أَحْصَيْتُمْ** اور **ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ** بھی اس طرف مشیر ہیں جیسا عنقریب اس کی تقریر بذیل فائدہ متعلقہ ان اجزاء کے آتی ہے۔ پس کراہت عرفیہ یعنی عار کی وجہ سے اجتناب کرنے کی تو ممانعت ہے اور کراہت شرعیہ جس کا ابھی بیان ہوا ملحوظ رکھ کر بے ضرورت ارتکاب نہ کرنا اولیٰ ہے اور امام شافعیؒ نے ان دو



قیدوں کو احترازی فرمایا ہے لیکن قید اول کی صفت ثانیہ کو احترازی نہیں کہا پس حرہ غیر مومنہ کے مستطیع کو بھی نکاح کنیز کی اجازت نہیں دی۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک جیسی یہ ایک صفت ہے ایسے ہمارے نزدیک تینوں امر ہیں اور یہ جو فرمایا کہ قاعدہ کے موافق یعنی جو عام دین کا حکم ہے کہ وسعت کے وقت ٹالے نہیں پریشان نہ کرے وعدہ خلافی نہ کرے اس کی تصریح مفید ہوگئی دین مہر کے وجوب کو کیونکر اکثر عادت ہے اس کو ہلکا سمجھنے کی اور اس سے بے پروائی برتنے کی اس لئے ادا بھی کم بلکہ شاذ و نادر کیا جاتا ہے اس میں بھی اکثر جب کہ کوئی جبر اور دباؤ حکومت سے پڑے۔ مسئلہ: لونڈی کا نکاح بدوں اذن مولیٰ کے صحیح نہیں۔

**ربط :** اوپر لونڈیوں سے شادی کرنے کا ذکر تھا آگے ان لونڈیوں کے متعلق ایک حکم باب سیاست سے ارشاد فرماتے ہیں اور ہر چند کہ وہ حکم غلام کے لئے بھی اور غیر منکوحہ لونڈی کے لئے بھی عام ہے لیکن اس مقام پر لونڈیوں کی تخصیص پھر ان میں سے بھی منکوحات کی تخصیص ذکر میں اس نادان کے ذوق میں جیسا کہ ابھی حق تعالیٰ نے قلب میں القاء فرمایا ولله الحمد یہ ہے کہ اس مقام میں باوجود اباحت نکاح کے لونڈیوں کے ساتھ اس میں قیود لگانے سے بلا ضرورت اس کی کراہت للعوارض کا بتلانا مقصود تھا اسی مقصود کی تاکید کیلئے جملہ آئندہ میں ان کی حد زنا کی تصریح فرمادی تاکہ اس فعل کا احتمال وقوع بسبب اجتماع اس کے اسباب قریبہ مثلاً عادت اسکے پردہ میں نہ رہ سکے اکثر بغرض خدمت مولیٰ اسکے بازار وغیرہ میں آمد و رفت رکھنے کے سامع کی نظر میں متحضر ہو جاوے اور ایک گونہ ایسی بے رغبتی پیدا ہو جاوے کہ بلا ضرورت اس کا ارتکاب نہ کرے یہ وجہ ہے اماء منکوحہ کے تخصیص ذکر کی یعنی بعد شادی کے بھی ان سے یہ امر اتنا مستبعد نہیں جتنا حائر سے ہے۔

**حکم یازدہم حد زنا کنیزاں :**

**فَإِذَا أَحْصَيْنَ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ** پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنالی جاویں پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام (یعنی زنا) کریں تو (بعد ثبوت بشرطیکہ مسلمان ہوں) ان پر اس سزا سے نصف سزا (جاری) ہوگی جو کہ (غیر منکوحہ) آزاد عورتوں پر ہوتی ہے (جیسا کہ نکاح کے قبل بھی لونڈیوں کی یہی سزا تھی اور اسی طرح غلاموں کی بھی) **ف:** وہ سزا یہ ہے کہ ان کے پچاس دڑے لگائے جاویں گے کیونکہ غیر منکوحہ آزاد عورت کے اور اسی طرح آزاد کنوارے مرد کے سودرے لگائے جاتے ہیں، جیسا سورہ نور میں ہے کہ مراد وہاں کنوارا اور کنواری ہے اور جب آزاد مرد و عورت کی شادی ہو چکے اور کچھ شرطیں اور بھی ہیں اس وقت اس فعل

کی سزا سنگسار کرنا ہے جیسا احادیث میں متواتر ہے اور حدیث صحیحین میں زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر منکوحہ لونڈی کی حد کا سوال کیا گیا آپ نے تازیانے فرمائے اور غلام کی حد پر جمہور ائمہ کا اجماع ہے پس حدیث و اجماع سے معلوم ہوا کہ یہ تخصیص تنقیدی و احترازی نہیں ہے اور نصف فرمانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مملوک پر رحم نہیں کیونکہ رحم کی انتہاء ازہاق روح ہے اور اس میں تنصیف ناممکن ہے اور چونکہ اوپر ذکر اماء محصنہ یعنی منکوحہ کا تھا اس لئے **فَإِنْ أَتَيْنَ** فرمانے سے بھی ضمیر ادھر ہی راجع ہو جاتی ہے لیکن **فَإِذَا أَحْصَيْنَ** کی تصریح مفید تکریر سے اس نکتہ مذکورہ کی اور تقویت ہوگئی خوب سمجھ لو۔

**مسائل السلوك:** **قوله تعالى وَلَا تَنْكِحُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ** اہل تربیت کی اس سیرت کی اصل ہے کہ تائب پر خطا ماضی کی بنا پر تشدد نہیں کرتے اور اس کی تحقیر نہیں کرتے اور اس خطا کے ذکر کا اعادہ نہیں کرتے۔ **قوله تعالى وَمَنْ لَكُمْ يَسْتَطِيعُ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمَنْ مِمَّا كَتَبَتْ إِلَيْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالَّذِي أَعْلَمَ بِإِنْسَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ** جملہ **بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ** میں کبر و نخوت کی جز قطع کی گئی ہے اور اس میں صوفیہ کا اہتمام معلوم ہے۔ **قوله تعالى فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ** اس سے معلوم ہوا کہ درجات کے تفاوت سے سیاست میں بھی تفاوت ہوتا ہے اوہ یہی شان ہوتی ہے حکماء مصلحین کی کہ ہر طالب کے ساتھ اس کی خصوصیت کے موافق معاملہ کرتے ہیں۔

**اللفات:** **قوله المقت البغض ۱۲** الریب ولد المرأة من آخر سمي به لانه يرثه غالباً كما يرب ولدہ قلت وبالاحاصل ترجمت الحجور لان الریب الاصل فيه التربية لا كونه في خصوص الحجر دخلتم بهن الباء للتعدية وفيها معنى المصاحبة او بمعنى مع ای دخلتم معهن الستر وهو كناية عن الجماع كنى عليها وبنى بها.. الحلیلة سميت الزوجة بذلك لانها تحل مع زوجها فی فراش واحد او لانها تحل معه حيث كان وكذا يقال للزوج الحلیل المحصنة ذوات الازواج احصنهن الزوج او الازواج او الاولياء ای منعهن عن الوقوع فی الاثم. هذه اللغات كلها من الروح ۱۲. السفح صب الماء ۱۲.

**النحو:** سیلا. فی الکبیر قال الیث ساء فعل لازم وفاعله مضمر وسیلا منصوب تفسیر الذلک الفاعل کما قال وحسن اولنک رفیقاً ۱۲. کتب اللہ. ای کتب اللہ ذلک کتاباً واظہرته فی الترجمة ۱۲. ان تبغوا بدل او مفعول له ای لان وقدرته فی ترجمتی بان والنکاح مقدر قبل ما بقرينة المقام وتقديری اياه فی لکم اخذ بالاحاصل. قوله فما استمتعتم



شرطیہ او موصولہ عبارتہ عن النساء او عما يتعلق بهن من الافعال كما في روح المعاني واخترت الثاني لئلا يكون منهن كالتاكيد واشرت بقولي اس کے عوض الى تقدير العائد يعنى فاتوهن اجورهن لاجله اى بما استمتعتم به منهن كذا في روح المعاني ۱۲ . ههنا امور الاول ان طولا بمعنى السعة والغنى عندى مفعول مطلق ليستطيع والثاني ان مما ملكت معمول لينكح المقدر . والثالث ان اتوهن فيه مضاف محذوف اى اتوا اهلن والرابع ان محصنت حال من مفعول اتوا وراعى ذلك كله في الترجمة . وجه اختيار الاول الاشارة الى ان الشرط لعدم كراهة نكاح الامة هو عدم الاستطاعة الكاملة المفسرة بنكاح الحرة المرضية فان استطاع الحرة لكن غير مرضية انتفى كراهة نكاح الامة فلا ينكح والحالة هذه الحرة . وجه اختيار الثاني ظاهر لان الكلام في النكاح . وجه الثالث ان المهور حق الموالى وانما لم يقل اتوهم مع كونه اخصر اشارة الى ان المهر في الاصل كان حق المنكوحة لكونه بمقابلة النكاح لكن بعارض كونها ملك يمين استحققه المولى فافاد تاكد شان المهر ابطالا لما عليه الجهلاء من عدم اعتدادها لهن كما لشاهدة ايضا في زماننا . وجه الرابع بقاء المحصنت على ما كان في محصنين لان قرينة المقابلة مع المسافحة يؤيد ذلك ولو فسر بالعفاف لما افاد قيذا احترازا والاصل في القيد هو الاحتراز الا لصارف وانما صرح به وكرر والمقام لكون الكلام في النكاح مغم عن ذلك ليفيد تاكيد هذا الخطب ابطالا لما كان عليه اهل الجاهلية من عدم عد الزنا عيبا فكرر وقرر قوله والله اعلم الخ معترضة اتى بها تانيما بما اوضحته في الترجمة بما لا مزيد عليه ۱۲ .

**الروايات:** في روح المعاني اخرج ابن سعد عن محمد بن كعب قال كان الرجل اذا توفي عن امرأته كان ابنه احق بها ان ينكحها ان شاء ان لم تكن امه الى قوله فنزلت ولا تنكحوا ۱۲ . في روح المعاني عن عطاء انها (اى الآية المشتملة على قوله من اصلا بكم) نزلت حين تزوج النبي ﷺ امرأة زيد بن حارثة رضى الله عنه فقال المشركون في ذلك . وفيه اخرج احمد وابو داود والترمذى وحسنه وابن ماجة عن فيروز الديلمي انه ادركه الاسلام وتحتة اختان فقال النبي ﷺ طلق ايتهما شئت . وفيه اخرج مسلم عن ابي سعيد رضى الله عنه . قال اصبنا سببا يوم اوطاس ولهن ازواج فكرهنا ان نفع عليهن فسالنا النبي ﷺ فنزلت الآية . اه قلت وانما ذكرت رواية فيروز مع انها ليست من اسباب النزول لاثبات قول في تمهيد الحكم العاشر ايك بہن کے ہوتے ہوئے الخ كما كنت وعدت هناك بايراد الروايات في الحواشي ۱۲ . في لباب النقول

اخرج ابن جرير عن معمر بن سليمان عن ابيه قال زعم حضرمي ان رجالا كانوا يفرضون المهر ثم عسى ان تدرك احدكم العسرة فنزلت ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة ۱۲ .

**البلاغة:** المقمت مصدر بمعنى الممقوت للمبالغة ۱۲ . اتى بالفتيات بعد قوله ما ملكت ايمانكم وكذا اتى فانكحوهن بعد قوله فمما المقدر فيه النكاح للتقيد بقوله المؤمنات وبقوله باذن اهلن ولو لم يكرر فيهما لما دل على كون القيدتين مقصودين ندبا في الاول ووجوبا في الثاني فافهم ۱۲ .

**فائدة:** في روح المعاني وانما خص هذا النكاح بالنهي ولم ينظم في سلك نكاح المحرمات الآتية مبالغة في الزجر عنه حيث كان ذلك ويدنأهم في الجاهلية وهذا هو الوجه في تصريح الاستثناء في الموضوعين بقوله الا ما قد سلف ۱۲ . فائدة: اعلم ان الاحصان ياتى على معان يتبعين بعضها حسب المقام . الحرية . والعفة والتزوج وقال بعضهم الاسلام ايضا كما قيل في قرأة احصن بينا المفاعل ومن لم يفسر به زاد قيد الايمان لكونه شرطاً للحد عند الحنفية والقرينة عليه كون الكلام في الفتيات المؤمنات ۱۲ .

**الفقه:** احتج اصحابنا بقوله تعالى باموالكم ان غير المال لا يصلح مهرا وما ورد من الترويج بالقرآن فالباء سببية وكان المهر غير هذا لم يذكر لكونه معلوماً ضرورة ۱۲ . الفقه دلت الآية على حرمة المتعة وان المراد بالاستمتاع فيما قبل ليس هو هذه المتعة والا لما اكطف على قوله ومن لم يستطع ان ينكح الخ بل قال ومن لم يستطع النكاح ولا الاستمتاع او قال ومن لم يستطع النكاح فليستمتع او لينكح الفتيات ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ . قوله يا ادا الخ اشار الى ان المراد بالآباء الاصول وعليه الاجماع ۱۲ . ۲ . قوله جوگزگئی گزرگئی الخ اشار الى توجيه الكلام بالجملة الخبرية تقديره لاتنكحوا ولا يوجد من هذا النكاح شئ الا ما قد مضى واما في ما يستقبل فلا يوجد والخبرية لدلالاتها على النفي ابلغ من الانشاء والدال على النهي كما قالوا في لا تعبدون الا الله مع ان الظاهر لا تعبدوا وهذا الوجه اخذته من الانتصاف حاشية انكشاف وهو ابداع من كل ما عداه من الوجوه المشهورة في هذا الاستثناء فان حمله على معنى من مات وكوله تعليقا بالمحال لان من مات لا يمكن نكاحه تكلف وحمله على معنى تستحقون العقاب الا ما قد سلف فلا تعاقبون عليه لا يلائم ذكره كون هذا النكاح مقتاً ولاحشة لان هذا التقدير مما يهون امره واماما زعم بعضهم ان المعنى لكن ما قد سلف فانتم مقرون عليه فمالا دليل عليه



لم يثبت انه عليه السلام اقر احدا على هذا النكاح فافهم ۱۲ . ۱۲ قوله  
 يرى بجاني اشار الى ان التنوين للتفخيم ويمكن ان يقال ان النفس  
 هذه المادة تدل على الفطاعة والبشاعة ۱۲ . ۱۲ قوله في آخر  
 ف بدرج اولى الى قوله جهال جهال فالحرمة في الاول لدلالة النص  
 وفي غيره لعدم القائل بالفصل وهذا الوجه من الاستدلال من  
 متفرداتي ولله الحمد وقيد بالمؤبد لئلا ينتقض بان النكاح مع  
 اخت محرم لنكاح اختها مع ان الزنا معها لا يحرم انبة ولا  
 يحرمها النكاح ما لم يدخل او يمس لقوله تعالى فان لم تكونوا  
 دخلتم بهن فافهم فانه عزيز ولما كان الدليل ظنيا لم تقدر فيه  
 شبهة ۱۲ . ۱۲ قوله يعني ان نكاح كرتا قدره لان الحرمة لا تتعلق  
 بالاعيان ۱۲ . ۱۲ قوله عادة اشار الى ان هذا القيد خرج مخرج  
 الغالب والعادة لا كالقيد الآتي من قوله اللاتي دخلتم بهن  
 فانه يراد به التقييد اليه ذهب الجمهور وهو المذهب المنصور  
 ولهذا اكتفى في موضع الاحلال بنفي الدخول ولو كان القيد  
 الاول كالثاني شرطاً كان مقتضى السياق ان يقول فان لم تكونوا  
 دخلتم بهن او لم تكن في حجركم ولما لم يتعرض للحجر علم  
 ان الشرط ليس الا الدخول وفائدة الوصف بهذا القيد التاذي  
 تقوية علة الحكم لا بيان علة الحكم نظير ذلك قوله تعالى  
 اضعافاً مضاعفة كما انها النكتة في ايراد من باسم الربائب دون  
 بنات النساء وصرح في قوله فان لم تكونوا الخ بما اشعر به ما  
 قبله لدفع توهم ان قيد الدخول كقيد الكون في الحجور من  
 الهداية وروح المعاني ۱۲ . ۱۲ قوله في ترجمة فان لم تكونوا  
 دخلتم صحبت نكح هو لم يزد الخلوة لانها ليست كالوطأ في هذا  
 الحكم كما في الدر المختار نعم المس بشهوة له حكم  
 الوطأ ۱۲ . ۱۲ قوله في توضيح اصلا بكم مطلب يه اشار الى  
 انه ليس المقصود اخراج حليلة ابن الرضاعي فانها حرام ۱۲ .  
 ۹ قوله وهو معاف به قدر به ههنا بخلاف ما سبق لان قوله غفوراً  
 رحيماً قرينة على هذا التقدير وقوله انه كان فاحشة قرينة على  
 ذلك التقدير ولعل النكتة في هذا التفاوت بين القرينتين ان  
 نكاح المقت كما قالوا لم يبيحه الله تعالى في شرع قط بخلاف  
 الجمع بين الاختين فانه قد ابيح في بعض الشرايع كما ذكروا  
 عن يعقوب عليه السلام ولا عجب فان نكاح اخت نفسه ابعد  
 منه وكان مباحاً في شرع آدم عليه السلام ۱۲ . ۱۰ قوله قسم چهارم  
 ولم يجعل الجمع بين الاختين قسماً رابعاً لدخوله في المصاهرة  
 عند التامل الا ان ما قبله كان حراماً ابداً والاخت تحرم ما دامت  
 اختها في النكاح ولكن العلة هي نكاح اختها ۱۲ . ۱۱ قوله في

ترجمة ما ملكت مملوك هو جاور لم يقل مملوك هو اشارة الى تاخر  
 الملك عن كونها ذات زوج حربي ليفيد ان هذا الحكم من  
 الحل مخصوص بالتى تزوجت قبل السبي بالحربي ولا تحل اذا  
 زوجت باذن المولى فانها تحرم على المولى بعده ۱۲ . ۱۲ قوله  
 في ف جن من اكثر وبه اندفع مايوسوس انه لم خصص بعض  
 المحرمات بالذكر وجه الاندفاع ان المذكور ليس البعض  
 القليل بل هو الاكثر الذي له حكم الكل ۱۲ . ۱۳ قوله في آخر  
 ف تحليل حرام يا تحريم طال الخ اي لو لم يعتبر هذا التقرير يلزم من  
 قوله تعالى احل تحليل الحرام ان كان بعض ما وراء ذلك  
 حراماً او يلزم من الاحاديث والآثار تحريم الحلال ان كان  
 حلالاً فافهم ۱۲ . ۱۳ قوله في ترجمة تبتغوا ان كواشار الى  
 حذف المفعول اي تبتغوهن ۱۲ . ۱۵ قوله هناك نكاح من لانا  
 چا هو لم يعمم النساء ما ملكت ايمانهم لان المقام لبيان حكم  
 النكاح اما الاماء فيعلم حكمها بدلائل اخرى ولما كان العادة  
 في الاكثر قبل النكاح الاتبناء والخطبة صح تفسيره ۱۲ .

۱۶ قوله ضروري اي من لوازمه لا من شرائطه نعم هذا للزوم  
 مقيد بشرائط معروفة ومن ثم لا يلزم اصلاً في بعض الصور ۱۲ .  
 ۱۷ قوله بيوى بناؤ حملته على ذوى الازواج كما قبله وحمل  
 غيرى على معنى العفة ثم فسروها بما ترجمت به فما اخترته فيه  
 قصر مسافة ۱۲ . ۱۸ قوله مستى اي عملاً لا نية فالطريق الذي هو  
 موضوع لصب الماء منافع لصحة النكاح لا نية صب الماء فانه  
 ليس بمنافع لها ۱۲ . ۱۹ قوله كواس من بجى مال خرج اشار الى انه  
 مقيد للابتغاء او مع الابتغاء لان مطلق الابتغاء بالمال يكون ايضاً  
 في السفاح ۱۲ . ۲۰ قوله شرعية معتبره خرج به نحو النظر في غير  
 الخلوة فانه استمتاع وتلذذ لكن لا يعتبر شرعاً ۱۲ . ۲۱ قوله في  
 ترجمة الاجور مہ سماها اجوراً صورة لكونها مقابلاً للنكاح ۱۲ .  
 ۲۲ قوله في آخر الترجمة فهم من وبه اندفع ما تقول الملاحظة  
 المستحلون الى الاسلام ان ما لا نعقل فيه المصلحة ليس بحكم  
 شرعى ومن ثم نفوا كثيراً من الاحكام نعوذ بالله منه ۱۲ .

۲۳ قوله في ترجمة على المحصنت آزاد فسر به ههنا اجماعاً  
 بقرينة مقابلة ما ملكت ايمانكم وجه الصحة انهن منعهن الحرية عن  
 نقص الاماء ۱۲ . ۲۴ قوله يرى بجاني دل عليه التنوين فصح  
 تفسيره بالزنا من غير تكلف لان الفاحشة كان عاماً لكل قبيح ۱۲ .

**حاشیہ:** (۱) ہومفعول لا ۱۲ من۔ (۲) ای وضعاً للتوش عن نكاح الاماء من۔



ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تُصَدُّوا خَيْرًا لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ

یہ اس شخص کیلئے ہے جو تم میں زنا کا اندیشہ رکھتا ہو اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے بیان کر دے

سُنُّنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۱ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ

اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتلا دے اور تم پر توبہ فرما دے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے حال پر توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ

يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝۱۲ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝۱۳ يَا أَيُّهَا

شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری جگہ میں پڑ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا

ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو مضافاً نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو۔

اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۱۴ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ عُدُوْنَا وَظُلُمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَّكَانَ ذٰلِكَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں۔ اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اس طور پر کہ حد سے گزر جاوے اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عقرب اس کو آگ میں داخل کریں گے۔ اور یہ امر

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۱۵

خدا تعالیٰ کو آسان ہے۔

تفسیر: ربط: آگے پھر عود ہے بیان حکم نکاح اماء کی طرف۔

تمہ حکم نکاح با کنیران:

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تُصَدُّوا خَيْرًا لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

یہ (لوٹد یوں سے نکاح کرنا) اس شخص کیلئے (مناسب) ہے جو تم میں (بوجہ

غلبہ شہوت اور آزاد منکوحہ میسر نہ ہونے کے) زنا (میں مبتلا ہو جانے کا)

اندیشہ رکھتا ہو (اور جس کو یہ اندیشہ نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں) اور (اگر

اس اندیشہ کی حالت میں بھی اپنے نفس پر قادر ہو تو) تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر

ہے (بہ نسبت نکاح کنیر کے) اور (یوں) اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں

(اگر صورت کراہت میں بھی نکاح کر لیا ہم مواخذہ نہ کریں گے اور) بڑی رحمت

والے ہیں (کہ حرمت کا حکم نہیں فرمایا) فقہ: اس قید کی بھی وجہ وہی کراہت ہے

جس کی علت آیہ ومن لم يستطع کے ذیل میں مذکور ہوئی ہے غرض اللہ تعالیٰ

نے ہماری مصلحت کے واسطے یہ امر مشورۃ فرمایا ہے اس کو اصطلاح اصول

میں امر ارشادی کہتے ہیں اور غفور کی تفسیر میں جو کہا گیا ہے یہ اسی حکم کے ساتھ

خاص نہیں بلکہ ہر مکروہ تنزیہی کا یہی حکم ہے کہ اس میں عدم مواخذہ موعود ہے

پس وہ مانع نجات نہیں لیکن خلاف شان اہل قرب کے ہے اور شافیہ چونکہ

بعض صورتوں میں نکاح اماء کو ناجائز کہتے ہیں وہ غفور کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ

صورت جواز میں اس امر پر مواخذہ نہیں فرمایا جو اصل میں معصیت تھا۔

ربط: اوپر احکام مخصوصہ کی تفصیل تھی آگے اپنا انعام و احسان اور ان احکام میں

ہمارے منافع و مصالح کی رعایت رکھنا گو بال تفصیل ہم نہ سمجھیں اور اتباع کی

ترغیب اور ان امور میں مغویوں کی بدخواہی پر تنبیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ترغیب اتباع بامتان و تحذیر از افتتان:

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اللّٰهُ

تعالیٰ کو (ان مضامین مذکورہ کے ارشاد فرمانے سے اسی طرح دوسرے

مضامین سے اپنا کوئی نفع مقصود نہیں کہ یہ محال عقلی ہے بلکہ تم کو نفع پہنچانے

کے لئے) یہ منظور ہے کہ (آیات احکام میں تو) تم سے (تمہاری مصلحت

کے احکام) بیان کر دے اور (آیات قصص میں) تم سے پہلے لوگوں کے

احوال تم کو بتلا دیئے (تاکہ تم کو اتباع کی رغبت اور مخالفت سے خوف ہو)

اور (خلاصہ مشترک مقصود یہ ہے کہ) تم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرماوے

(اور وہ توجہ یہی بیان فرمانا اور بتلانا ہے جس میں سرتاسر بندوں ہی کا نفع ہے

جیسا مذکور ہوا) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (کہ بندوں کی مصلحت

جانتے ہیں) بڑے حکمت والے ہیں (کہ بلا وجوب ان مصلحتوں کی

رعایت فرماتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو تو (بیان احکام و قصص سے جیسا ابھی

مذکور ہوا) تمہارے حال پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمانا منظور ہے اور جو



لوگ (کفار و فجار میں سے) شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم (راہ راست سے) بڑی بھاری کچی میں پڑ جاؤ (اور ان ہی جیسے ہو جاؤ چنانچہ وہ اپنے فاسد خیالات مسلمانوں کے کانوں میں ڈالتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو احکام میں جس طرح تمہاری مصلحت پر نظر ہے اسی طرح تمہاری آسانی پر بھی نظر ہے جیسا ارشاد ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو (احکام میں) تمہارے ساتھ تخفیف (یعنی آسانی بھی) منظور ہے اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) آدمی (بہ نسبت اور مکلفین کے بدن اور ہمت دونوں میں) کمزور پیدا کیا گیا ہے (اس لئے اس کے ضعف کے مناسب احکام مقرر فرمائے ہیں ورنہ باعتبار رعایت مصلحت کے اعمال شاقہ کا تجویز کیا جانا بھی مضائقہ نہ تھا مگر ہم دونوں نے امر کا مجموعاً لحاظ فرمایا اور یہ بڑے علم و حکمت اور نیز رحمت و شفقت پر موقوف ہے) **ف** شہوت پرست لوگوں سے بقول ابن زید مراد فساق ہیں اور بقول ابن عباس مراد زانی ہیں اور بقول سدی مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور بقول بعض مراد صرف یہود ہیں کہ ان میں سے بعض نے کہا تھا کہ علاقائی بہن حلال ہے اور بقول بعض مراد مجوس ہیں کہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ خالہ اور پھوپھی کی بیٹی کو تو حلال کہتے ہو اور بہن اور بھائی کی بیٹی کو حرام کہتے ہو حالانکہ اصول ان کے یعنی پھوپھی اور خالہ اور بہن کو حرام کہتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی روح المعانی ونحوہ فی الکبیر۔ اور بڑی بھاری کچی کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ بیباکانہ حرام کا مرتکب ہونا۔ دوسرے یہ کہ حرام کو حلال سمجھ جانا تو فساق پہلے امر کی کوشش کرتے ہونگے اور کفار دوسرے امر کی جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ بے راہ لوگ دوسروں کو بھی بے راہ کرنا چاہا کرتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں ہلکی کچی یہ ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھے اور اتفاقاً اس کا صدور ہو جاوے اس آیت میں اس میل غیر عظیم کی اجازت نہیں ہے بلکہ بیان کرنا ہے ان بدخواہوں کے حال کا کہ وہ میل عظیم کی سعی میں ہیں۔ اور انسان کے سوا دوسرے مکلفین جن اور ملائکہ ہیں گو عذاب ملائکہ کے لئے نہیں مگر مامور و منہی تو ہیں۔ اگر شبہ ہو کہ جن تو اتنے ضعیف نہیں پھر ان کے لئے یہی احکام کیوں مقرر ہیں جیسا کہ عموم بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یقینی ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ان احکام میں اصل رعایت انسان کی آسانی کی ہو طفیل میں جن بھی اس آسانی سے مستفیع ہو گئے ہوں واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہئے کہ یہاں شہوت پرستی کی مذمت میں شہواتِ مباحہ سے مستفیع ہونا داخل نہیں کیونکہ مراد اس سے وہ ہے جس سے خدا پرستی فوت ہو جاوے اور اباحت میں جب وہ باذن خدا ہے پس خدا پرستی فوت نہیں ہوئی یہ شہوت پرستی نہیں۔

**و** یہاں تک یتامی و مواریت و مہور کے متعلق اموال سے مستفیع ہونے کے بعض طریقوں کو اور عورتوں کے نفوس یعنی ان کی ذات میں تصرف کرنے کے بعض طریقوں کو جیسے ان پر ظلم کرنا یا ان کو تنگ کرنا یا ان میں جو محرمات ہیں ان سے نکاح کرنا منع فرمایا تھا آگے اس مضمون کی تکمیل ہے کہ اموال و نفوس میں تصرفات مذکورہ کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ جو تصرف کسی کے مال اور نفس میں بطریق غیر مشروع ہو وہ ممنوع ہے۔

حکم دوازدهم نہی از تصرف غیر مشروع در مال یا نفس کے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (القولہ تعالیٰ) وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (یعنی غیر مباح) طور پر مت کھاؤ (برتو) لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضا مندی سے واقع ہو (بشرطیکہ اس میں اور بھی سب شرائط شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں (یہ تو مالی تصرف تھا آگے تصرف نفسی کو فرماتے ہیں) اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں (اس لئے ضرر رسانی کی صورتوں کو منع فرمادیا بالخصوص جب کہ اس میں یہ اثر ہو کہ دوسرا شخص پھر تم کو ضرر پہنچاوے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تم کو بھی ضرر سے بچالیا) اور (چونکہ قتل ان دونوں امور میں اشد ہے اس لئے اس پر بالخصوص وعید سناتے ہیں کہ) جو شخص ایسا فعل (یعنی قتل) کرے گا اس طور پر کہ حد (شرع) سے گذر جاوے اور (وہ گذرنا بھی خطا فعل یا خطا رای سے نہ ہو بلکہ) اس طور پر کہ (قصداً) ظلم کرے تو ہم عنقریب (یعنی بعد الموت) اس کو (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں گے اور یہ امر (یعنی ایسی سزا دینا) خدا تعالیٰ کو (بالکل آسان ہے) کچھ اہتمام کی حاجت نہیں جس میں اس احتمال کی گنجائش ہو کہ شاید کسی وقت اہتمام و سامان جمع نہ ہوا تو سزا مل جاوے گی) **ف** عدوان کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ وہ شخص واقع میں مستحق قتل نہ ہو اس کو قتل کیا جاوے۔ اور ظلم کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ غیر مستحق للقتل کا قتل ہو جانا تین طور پر ہو سکتا ہے ایک یہ کہ فعلاً خطا ہوئی یعنی مثلاً گولی شکار پر چلائی اور وہ کسی آدمی کے لگ گئی۔ دوسرے یہ کہ قاضی و حاکم سے اجتہاداً خطا ہوئی یعنی تنقیح مقدمہ کے بعد روئداد سے ثبوت ہو گیا اور گواہوں کو اپنے نزدیک معتبر سمجھا اور واقع میں وہ معتبر نہ تھے۔ تیسرے یہ کہ حقیقت حال یعنی اس کا غیر مستحق ہونا معلوم ہے پھر بھی عداً اس کو قتل کر ڈالا پس ظلم کہنے سے پہلی دو صورتیں خارج ہو گئیں کہ اس میں یہ وعید نہیں بلکہ دوسری میں تو کچھ بھی گناہ نہیں پہلی میں کچھ گناہ ہے جس کا کفارہ بعد نصف پارہ کے مذکور ہے اور عدوان



کی قید سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص واقع میں مستحق قتل ہو مثلاً اس پر قصاص واجب ہے اس کا قتل کرنا ممنوع نہیں بلکہ ولی کی درخواست پر واجب ہے اور ولی کو جائز ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى ذَلِكُم مِّنْ عَذَابِكُمْ وَأَن تَصْهَرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَنَ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمِينِ كَيْفَ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا اس میں تشدد فی المجاہدہ کا رد ہے خصوص جب اس کا منشاء دعویٰ قوت جس سے عجب پیدا ہو۔

**اللفات:** لعنت الائم والمشفقة كذا فی الروح ۱۲۔

**النحو:** لیسین اللام زائدة ویبین بتقدير ان مفعول ۱۲۔ بینکم حال او ظرف من اموال الا استثناء منقطع بمعنی لكن والخبر مقدر ای غیر منہی عنه ولکون المقدر کالمفوض جعلته جزء الترجمة تجارة علی القراءة بالنصب خبر لیکون الناقصة واسمها الضمیر العائد الی الجهة التي ترجمتها بقولی طور وعلى القراءة بالرفع تكون تامة ای تقع عن تراص صفة تجارة عدوانا وظلما حال او مفعول له ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله مناسب فتقدير الكلام ذلك انما يصلح لمن وعند الشافعي ذلك انما يجوز لمن الخ ۱۲۔ ۲۔ قوله ثم سے ای اللام للصلة وكذا عن ومن ثم لم يترجما بكلمة لے و ۱۲۔ ۳۔ قوله تمہاری مصلحت وقوله تاکہ تم کو اشار الی ان محط الفائدة هو هاتان الغایتان فلا یرد ان الفعل وغاية متحدان لان الفعل هو التبيين والهداية فی انفسهما والغاية هما من حيث اشتمالهما علی هاتین فافهم ۱۲۔ ۴۔ قوله فی ترجمة سنن احوال اعم من المحمود والمذموم کما فی حدیث لترکبن سنن من قبلکم ارید به المذموم ۱۲۔ ۵۔ قوله فی ترجمة یتوب خلاصہ الی قوله وہ توبہ بھی الخ

وبما فسرت التوبة لا یرد ان تخلف المراد عن الارادة لا يجوز وقد لزم لان كثيراً من الناس لا یتوبون او لا یتاب علیهم اذا فقدوا شرائطها وجه عدم الورد ان التوبة ههنا بالمعنی اللغوی هو الارشاد الی مصالحهم ولم يتخلف لان التبيين والارشاد قد وقع واشار باول هذه العبارة الی ان عطف التوبة كعطف المجمع علی المفصل لظبط الکثرة فی الوحدة وانما حملت التوبة علی ما حملت مع امکان التوجيه بالارادة التشريعية التي لا یمتنع تخلف المراد الشرعی عنها لان الارادة التشريعية انما يتعلق بفعل العبد لا بفعل الباری فانها تکوینیة ابدیة وان تعلق ظاهراً بالاحکام لا بالاحکام الشرعية لان متعلقه حقيقة هو الحكم بالاحکام من الوجوب والاباحة وغیرهما مما هو من صفات افعال المکلفین ۱۲۔ ۶۔ قوله بلا وجوب فسقط به قول المعتزلة ۱۲۔ ۷۔ قوله جیسا بھی مذکور ہوا اشار الی ان التوبة فی الموضعین بمعنی واحد وکرر للمقابلة مع قوله یرید الذین ۱۲۔

۸۔ قوله غیر مباح لا غیر الواجب لان حل المال لا یتوقف علی کون الحق واجبا کما استدل به بعض اهل الزيغ ۱۲۔ ۹۔ قوله برتو اشار الی ان المراد بالا کل مطلق الانتفاع والتخصیص لکونه اعظم لمنافع ۱۲۔ ۱۰۔ قوله مثلاً کوئی تجارت اشارہ الی ان تخصیص التجارة بطریق المثال لا للحصر وجه التخصیص کونها اکثر وقوعاً وکونها انفع ۱۲۔ ۱۱۔ قوله بشرطیکہ الخ لم يذكره تصریحاً لکونه معلوماً ضرورةً ومشار الیہ باطلاق الباطل فانه لو فقد شرط ما دخل فی الباطل و تخصیص التراضی لکونه اعظم مدار للحل ۱۲۔ ۱۲۔ قوله ایک دوسرے کو نقل هذا التفسیر عن الحسن وعطاء وسدی والجبائی کذا فی روح المعانی ۱۲۔ ۱۳۔ قوله بالخصوص فاندفع به ما یتوهم ان هذا النهی انما هو رحمة للمظلوم لا للظالم مع ان الخطاب عام وان ارید به الرحمة الاخریة لم یتوجه التوهم لان العمل بالشرع یعصم عن العقوبة ۱۲۔ ۱۴۔ قوله ایضا فعل یعنی قتل فسر به عطاء کذا فی الروح قلت واما استدلال عمرو بن العاص بالآیة فی الیتمم علی ما رواه ابو داؤد فمبناه عموم اللفظ او دلالة النص لان قتل غیره قد یباح لا قتل نفسه ۱۲۔



إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبِيرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلَ كَرِيمٍ ۝ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ

جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے۔ اور تم کسی

بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ

ایسے امر کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور عورتوں کیلئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے

فَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيًّا وَمِمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ

اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ اور ہر ایسے مال کیلئے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں، اور جن

فَأَتَوْهُمْ نَصِيبُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۚ ۝ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ

لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کو ان کا حصہ دے دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت

عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ

دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

چند حالتیں ہیں ایک حالت تو یہ کہ کبیرہ سے بچے اور طاعات ضروریہ کا پابند ہو اس حالت میں وعدہ ہے کہ صغائر معاف ہو جاویں گے اور آیت میں یہی صورت مذکور ہے چنانچہ کبیرہ سے بچنے کی شرط تو خود آیت میں مصرح ہے اور طاعات ضروریہ کی پابندی پر چند دلائل اور قرائن ہیں ایک دلیل تو خود آیت میں ہے، کیونکہ طاعات ضروریہ کی پابندی نہ کرنا مثل ترک نماز وغیرہ یہ خود کبیرہ ہے پس اجتناب عن الکبائر اس صورت میں صادق نہ آوے گا پس شرط اول مستلزم ہے شرط ثانی کو دوسرا قرینہ آیت إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ کہ حسنات کو موجب ذہاب فرمایا۔ تیسرا قرینہ مسلم کی حدیث الصلوة الخمس مکفورة لما بینہا ما اجتنب الکبائر کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ دخل مجموعہ امرین کو ہے اور اگر صرف اجتناب کافی ہوتا تو اعمال کے دخل کے کوئی معنی نہ ہوتے پس یہ حدیث تفسیر ہو گئی اس آیت کی۔ اور جاننا چاہیے کہ مقصود اس مجموعہ کا ایک اثر بیان کرنا ہے نہ کہ اس اثر میں حصر بیان کرنا پس اگر اس مجموعہ کے وجود کے وقت صغائر موجود نہ ہوں تو رفع درجات اس کا اثر ہونا منافی حکم مذکور کے نہیں اور دلیل اس کی کہ اس آیت میں سیات سے مراد صغائر ہیں خود سیات کا کبار کے مقابلہ میں لانا ہے اور اسی سے آیت ان الحسنات میں سیات کو صغائر کے ساتھ تفسیر کیا جاوے گا اور حدیث میں بھی ما بینہما کو صغائر کے ساتھ خاص کہا جاوے گا دوسری حالت یہ کہ کبیرہ سے نہ بچے گو طاعات ضروریہ کا پابند ہو۔ تیسری حالت یہ کہ طاعات ضروریہ کا پابند نہ ہو، گو اور کبار سے بچتا ہو، پھر خواہ اس کو دوسرے کبار کے اعتبار سے مجتنب عن الکبائر کہا جاوے یا ترک طاعات ضروریہ کے کبیرہ ہونے کے اعتبار سے اس

تفسیر: ربط: اوپر جن معاصی کا ذکر ہے ان میں اکثر گناہ کبیرہ ہیں سو یہاں تک تو ان کے کرنے پر ترہیب تھی مضرت عقوبت کی آگے ان کے نہ کرنے کی ترغیب ہے کہ اگر ان سے بچو گے تو اس بچنے میں یہ منفعت ہے کہ تمہارے خفیف خفیف معاصی کا کفارہ تمہاری طاعات سے کر دیں گے اور چونکہ اور کبار بھی مثل ان ہی مذکورہ کبار کے ہیں اس لئے آیت میں لفظ عام سے لائے ہیں تاکہ مذکورہ وغیرہ مذکورہ سب کو شامل ہو جاوے۔

تکفیر صغائر برائے مجتنب کبار:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبِيرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلَ كَرِيمٍ ۝ (یعنی گناہ کے کام) ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں (یعنی بڑے بڑے گناہ ہیں) اگر تم ان سے بچتے رہو تو اس بچنے پر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے اعمال حسنہ کے کرنے سے جب کہ وہ مقبول ہو جاویں) ہم تمہاری خفیف برائیاں (یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ جو کہ دوزخ میں لے جاسکتے ہیں) تم سے دور (یعنی معاف) فرما دیں گے (پس دوزخ سے محفوظ رہو گے) اور ہم تم کو ایک معزز جگہ (یعنی بہشت) میں داخل کر دیں گے: گناہ کبیرہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں جامع تر قول وہ ہے جس کو روح المعانی میں شیخ الاسلام بارزی سے نقل کیا ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں مفسدہ کسی ایسے ہی گناہ کے مفسدہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا وہ براہ تہاون فی الدین صادر ہووے کبیرہ ہے اور اس کا مقابل صغیرہ اور حدیثوں میں جو عدد وارد ہے مقصود حصر نہیں بلکہ مقتضائے وقت ان ہی کا ذکر ہوگا پس صدور صغیر کے بعد



کو مجتنب نہ کہا جاوے۔ ان دونوں حالتوں میں وعدہ نہیں ہے تکفیر صغائر کا اسی واسطے حدیث میں بھی اس کی قید لگائی گئی اور فضل کی دوسری بات ہے کہ وہ خود کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہو سکتا ہے جب وعدہ نہیں تو ممکن ہے کہ اس پر آخرت میں سزا ہو کیونکہ اگر سزا کا احتمال نہ ہو بلکہ معافی یقینی ہو تو کبار سے بچنا نہ بچنا دونوں مساوی ہو گئے حالانکہ قرآن سے اجتناب عن الکبار کا دخل صراحۃً معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے اہل سنت کا یعنی صغیرہ پر احتمال عذاب جیسا کہ کبیرہ پر فضل کا احتمال بھی خاص اہل سنت کا مذہب ہے واللہ اعلم۔ اور حسنات کے مقبول ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ غیر مقبولہ تو بمنزلہ عدم کے ہیں، اور چونکہ مقبول ہونا جو کہ شرط ہے متیقن نہیں اس لئے مشروط یعنی تکفیر بھی متیقن نہیں اسی لئے علماء اہل سنت نے فرمایا ہے کہ باوجود اجتناب عن الکبار کے صغیرہ پر عقاب محتمل ہے کیونکہ رافع عقاب یعنی تکفیر خود غیر معلوم ہے پس یہ قول قرآن کے خلاف نہیں ہے۔

**ربط:** اوپر حکم ششم کی تفصیل میں مرد و عورت کے حصہ میں جب کہ ان کو میت کے ساتھ یکساں قرب ہو نصف اور ضعف کا تفاوت معلوم ہو چکا ہے جس میں شاید یہ حکمت ہو کہ مردوں کے ذمہ خرچ زیادہ ہوتا ہے یا جو کچھ بھی ہو اللہ تعالیٰ ہی کو خبر ہے اور دوسری اور آیات سے اور بھی مردوں کے فضائل خاصہ ثابت ہیں حضرت ام سلمہؓ نے اس پر ایک بار حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو آدمی میراث ملتی ہے اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں۔ مطلب اعتراض نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ اگر ہم بھی مرد ہوتے تو اچھا ہوتا کما صرح بروایت فی الجلالین اس پر یہ اگلی آیت نازل ہوئی۔ اور دوسرا سبب نزول اور بھی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ مرد کو میراث میں دوہرا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے نصف ہے کیا اسی طرح اور عبادات و اعمال میں ہم کو ثواب بھی نصف ہی ملیگا اس پر آیت نازل ہوئی جس میں دونوں قولوں کا جواب ہے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے قول کا بھی لَا تَمْتَلُوا میں اور اس عورت کے سوال کا جواب لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا میں اور دونوں قصوں کے وقوع کے بعد نازل ہونا عجب نہیں پس مجموعہ روایتیں سے اس کا ربط مضمون میراث سے بھی ہے اور اوپر کی متصل آیت سے بھی جس میں اطاعت اور اجتناب عن المعصیت کی فضیلت مذکور تھی۔

**حکم سیزدہم نہی از تمنی ممتنعات عادیہ:**

وَلَا تَمْتَلُوا فَوَظَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ (الی قوله تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُنْ شَيْءٍ عَلِيمًا اور تم (سب مردوں اور عورتوں کو حکم ہوتا ہے کہ فضائل وہیہ میں سے) ایسے کسی امر کی تمنائمت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے

بعضوں کو (مثلاً مرد کو) بعضوں پر (مثلاً عورتوں پر بلا دخل ان کے کسی عمل کے) فوقیت بخشی ہے (جیسے مرد ہونا یا مردوں کا دونا حصہ ہونا یا انکی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ ذلک کیونکہ) مردوں کے لئے ان کے اعمال (کے ثواب) کا حصہ (آخرت) میں ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال (کے ثواب) کا حصہ (آخرت میں) ثابت ہے (اور مدار نجات کا قانوناً یہی اعمال ہیں اور ان میں کسی کی تخصیص نہیں تو اگر دوسروں سے فوقیت حاصل کرنے کا شوق ہے تو اعمال میں جو کہ فضائل کسبیہ ہیں کوشش کر کے دوسرے سے زیادہ ثواب حاصل کر لو باوجود اس پر قادر ہونے کے فضائل خاصہ مذکورہ کی تمنائمت محض ہوس اور فضول ہے) اور (اگر فضائل وہیہ میں ایسے فضائل کی رغبت ہے جن میں اعمال کو بھی دخل ہے مثلاً احوال و کمالات باطنیہ و امثالہا تو مضائقہ نہیں لیکن اس کا طریقہ یہ بھی نہیں کہ خالی تمنائمت کیا کرو بلکہ یہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (خاص) کی درخواست (یعنی دعا) کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (اس میں سب چیزیں آگئیں، یعنی فضائل وہیہ قسم کی وجہ تخصیص اول بھی اور فضائل کسبیہ پر ثواب دنیا بھی اور فضائل وہیہ قسم دوم کی درخواست بھی، پس یہ جملہ سب کے متعلق ہے)

**ف:** بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ کے عموم میں حالی مرد بھی داخل ہیں پس نبوت وغیرہ کی تمنائمت اس میں نہیں داخل ہے اور فضائل وہیہ قسم دوم میں اعمال کو دخل اس لئے ہے کہ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ استقامت علی الشرع سے ایسے کمالات جس کو چاہیں عطا فرمادیتے ہیں۔ عباد کا حصول میں اختیار نہیں پس فضائل کی تین قسمیں ہوئیں۔ وہیہ قسم اول ان کا تو سوال بھی ممنوع۔ وہیہ قسم دوم ان میں بعد وجوب شرط یعنی اعمال کے سوال کرے۔ کسبیہ ان میں سعی کرے اور دعائیں بھی عبادت ہے واللہ اعلم۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فضائل کسبیہ میں دونوں مساوی ہیں حالانکہ حدیث میں عورتوں کا نقصان دین نماز وغیرہ جو فضائل کسبیہ سے ہے مصرح ہے۔ جواب یہ ہے کہ مساوات بایں معنی ہے کہ عمل کرنے پر دونوں کو برابر ثواب ملتا ہے اور تفاوت دین میں بایں معنی ہے کہ بلا کسب کے عورتوں میں ایک مانع نفس عمل سے ہے اور عمل کا کم ہونا اور جب ہو تو ثواب برابر ہونا ان میں باہم کچھ تافی نہیں۔

**ربط:** اس سے اوپر کی آیت میں مردوں کے حصہ میراث کے زائد ہونے پر ایک بیکار خیال کا انسداد مذکور تھا آگے بھی میراث کے متعلق ایک مضمون ہے اتصال کلامین کیلئے اس قدر مناسبت کافی ہے اور اگر یوں کہا جاوے کہ شروع سورت سے مختلف احکام مذکور ہوتے چلے آئے ہیں جن میں میراث کے کچھ احکام بھی مذکور ہو چکے ہیں اسی باب کا ایک مضمون اس مقام پر مذکور ہے تو یہ



توجہ ربط کی زیادہ بے تکلف ہے بہر حال یہ تترہ ہے حکم ششم کا۔

حکم چہارم ہم ترمیم میراث مولی الموالاة:

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ (التي قوله تعالى) عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور (دوسرے) رشتہ دار لوگ (اپنے مرنے کے بعد) چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد (پہلے سے) بندھے ہوئے ہیں (اسی کو مولی الموالاة کہتے ہیں) ان کو (اب جب کہ شرع سے رشتہ دار لوگ وارث مقرر ہو گئے ساری میراث مت دو بلکہ صرف) ان کا حصہ (یعنی ایک ششم) دے دو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں (پس ان کو ساری میراث نہ دینے کی حکمت اور ششم حصہ مقرر کر دینے کی مصلحت اور یہ کہ یہ ششم ان کو کون دیتا ہے کون نہیں دیتا ان سب کی ان کو خبر ہے)

فہ: جن دو شخصوں میں باہم اس طرح قول و قرار ہو جاوے کہ ہم ایک دوسرے کے اس طرح مددگار رہیں گے کہ اگر ایک شخص کے ذمہ کوئی دیت لازم آوے تو دوسرا اس کا متحمل ہو اور جب مر جاوے تو دوسرا اس کی میراث لے لے یہ عہد عقد موالاة ہے اور ان میں سے ہر شخص مولی الموالاة کہلاتا ہے یہ رسم عرب میں اسلام سے پہلے بھی تھی اس میں وہ لوگ قسم بھی کھایا کرتے تھے جو کہ اس کا جزو نہیں اور اس میں اسی عہد کے موافق احکام جاری کئے جاتے تھے۔ ابتداء اسلام میں جب تک کہ اکثر مسلمانوں کے رشتہ دار مسلمان نہ ہوئے تھے اور اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم انصار و مہاجرین میں عقد اخوت جس کا اثر اسی موالاة کا ساتھ منعقد فرما دیا تھا اس وقت میں اسی رسم قدیم کے موافق حکم رہا کہ انصار و مہاجرین میں باہم میراث جاری ہوتی تھی پھر جب لوگ بکثرت مسلمان ہو گئے اس میں اول ترمیم وہ ہوئی جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی چھٹا حصہ اس مولی الموالاة کو اور باقی دوسرے ورثہ کو دلایا جاتا تھا پھر بعد چندے سورہ احزاب کی آیت وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ سے بالکل ہی اس مولی الموالاة کا حصہ منسوخ ہو گیا شاید تدریج نسخ کی حکمت سے اول چھٹا رکھا ہو پس یہ آیت منسوخ ہے بخاری اور قسطلانی و روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اور بروایت طبری قتادہ سے اور بروایت ابن جریر نیز قتادہ سے لفظاً و ثرائیہ آیات مذکور ہیں جن کے مجموعہ سے یہ تقریر اخذ کی گئی ہے یہاں تک تو تمام ائمہ امت کے متفق ہیں کہ دوسرے ورثہ کے ہوتے ہوئے خواہ وہ ذوی الفروض نسبہ ہوں یا عصبہ ہوں یا ذوی الارحام ہوں اس مولی الموالاة کو کچھ میراث نہیں ملتی لیکن جب کوئی نہ ہو اور ایسا شخص ہو تو اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو کل میراث ملے گی البتہ اگر قبل اس کے کہ اس کی طرف سے دو سرادیت ادا کرے اس عہد کو نسخ کر دے تو نسخ ہو جاوے گا اور یہ بھی جائز ہے

کہ یہ عہد ایک طرف سے ہو دوسری طرف سے نہ ہو اس وقت یہ احکام ایک طرف سے ہو جاویں گے کذا فی الہدایہ اور ابن عباسؓ سے نصیب کی ایک تفسیر خیر خواہی یا استحباباً وصیت منقول ہے پس یہ ایسا نصیب منسوخ نہ ہوگا۔

ربط: عورتوں کے متعلق جو احکام اوپر آچکے ہیں ان میں عورتوں کے حقوق تلف کرنے کی ممانعت فرمائی تھی لیکن وَالَّذِي يَأْتِيَنَّكَ الْفَاحِشَةُ میں سیاست کی اجازت تھی اب آگے مردوں کے حقوق جو عورتوں پر ہیں ان کے مطالبہ کی اجازت اور ان کے فوت کرنے پر تادیب کی اجازت جس کے وقوع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حقوق کے متعلق باہم اختلاف واقع ہونے کی صورت میں اس کے تصفیہ کا طریق اور اس ضمن میں حقوق ادا کرنے والیوں کی فضیلت بتلاتے ہیں و نیز اس مضمون کے ضمن میں مردوں کی فضیلت کی تصریح سے ایک گونہ اس خیال کے جواب کی بھی تقویت ہے جو مردوں کے حصہ میراث کے مضاعف ہونے کے متعلق اوپر آچکا، پس اپنے ماقبل متصل سے بھی اس کو خاص ارتباط حاصل ہے۔

حکم پانزدہم متعلق معاشرت زوجین:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ (التي قوله تعالى) مِنْ أَمْوَالِهِمْ

مسائل السلوك: قوله تعالى: وَلَا تَمْتَسُوا مَافَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الرِّجَالُ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا لَا تَمْتَسُوا میں نہیں ہے اس سے کہ فضائل غیر اختیار یہ کے درپے ہو کہ اس سے سخت تشویش پیدا ہوتی ہے جو کہ توجہ الی المقصود سے مانع ہوتی ہے اور نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا اور مِمَّا اكْتَسَبْنَ کے بعد وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ کے لانے میں اس سے نہیں ہے کہ مجاہدات پر نظر اور عجب ہو۔ (وبسط الاستدلال فی الاصل)۔

اللغات: المدخل ظرف ۱۲۔

تنبيه: وقد فرغ بحمد الله تعالى عن اكثر مهمات هذه الآية في نفس المتن ۱۲۔

الروایات: ذکر تا فی المتن اور دالاولی فی لباب النقول عن الترمذی والحاکم والثانیة عن ابن ابی حاتم عن ابن عباس ۱۲۔ قد ذکر منها ما يتعلق بقوله ولكل جعلنا فی نفس المتن وسند کرھنا ما يتعلق بقوله الرجال قوامون وهو ما فی لباب النقول اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن قال جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تستعدی علی زوجها انه لطمها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القصاص فانزل اللہ تعالیٰ الرجال قوامون علی النساء الآية فرجعت بغير قصاص او قلت واشرت الیها بقولی فی التمهید جسکے وقوع پر الخ ۱۲ (بقیہ صفحہ ۳۵۵ پر)



فَالصَّالِحَاتُ قُنَّتُمْ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۚ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بددماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا

وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنِ اطَعَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ۝ وَإِنِ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا

چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔ اور اگر تم لوہو پر والوں کو ان دونوں میاں بی بی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو

مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝ وَاعْبُدُوا اللَّهَ

تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی

وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ

میں اتفاق فرما دیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ

الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۚ الَّذِينَ

بھی اور یتیموں کیساتھ بھی اور غریب غریبہ کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کیساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہگیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ

يَخْلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا

میں ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے ہیں جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شخی کی باتیں کرتے ہوں جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے

مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَكُنْ

ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے اور ہم نے ایسے ناپاسوں کے لئے لہانت آمیز ہر تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری

الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۝

دل پر اعتقاد نہیں رکھتے اور شیطان جس کا مصاحب ہو اس کا برا مصاحب ہے۔

**تفسیر:** فَالصَّالِحَاتُ قُنَّتُمْ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (الہی قولہ تعالیٰ)

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا مرد کا کم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے ایک تو) اس سبب

سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر

قدرتی) فضیلت دی ہے (یہ تو وہی امر ہے) اور (دوسرے) اس سبب سے

کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے مال (مہر میں نان نفقہ میں) خرچ کئے

ہیں (اور خرچ کرنے والے کا ہاتھ اونچا اور بہتر ہوتا ہے اس سے کہ جس پر

خرچ کیا جاوے اور یہ امر منکسب ہے) سو جو عورتیں نیک ہیں (وہ مرد کے

ان فضائل و حقوق کی وجہ سے) اطاعت کرتی ہیں (اور) مرد کی عدم موجودگی

میں (بھی) بحفاظت (و توفیق) الہی (اس کی آبرو و مال کی) نگہداشت کرتی

ہیں اور جو عورتیں (اس صفت کی نہ ہوں بلکہ) ایسی ہوں کہ تم کو (قرائن

سے) ان کی بددماغی کا احتمال (قوی) ہو تو ان کو (اول) زبانی نصیحت کرو اور

(نہ مانیں تو) ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی ان کے

پاس مت لیٹو) اور (اس سے بھی نہ مانیں تو) ان کو (اعتدال کے ساتھ) مارو

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر (زیادتی کرنے کیلئے)

بہانہ (اور موقع) مت ڈھونڈو (کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور

عظمت والے ہیں (ان کے حقوق اور قدرت اور علم سب بڑے ہیں اگر تم ایسا

کرو گے پھر وہ بھی تم پر اپنے حقوق کے متعلق ہزاروں الزام قائم کر سکتے ہیں)

اور اگر (قرائن سے) تم آپرو والوں کو ان دونوں میاں بی بی میں ایسی کشاکش

(کا) اندیشہ ہو (کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے) تو تم لوگ ایک آدمی جو

تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو (ایسا ہی)

تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے (تجویز کر کے اس

کشاکش کے رفع کرنے کے لئے ان کے پاس) بھیجو<sup>۱</sup> (کہ وہ جا کر تحقیق

حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ قصور ہو سمجھاویں) اگر ان

دونوں آدمیوں کو (سچے دل سے) اصلاح (معاملہ کی) منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ



اُن میان بی بی میں (بشرطیکہ وہ اُن دونوں کی رائی پر بھی عمل کریں) اتفاق فرماوینگے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں (جس طریق سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریق ان کے قلب میں القافر مادیگے) ف: ان دونوں حکمین کا اصل کام اتنا ہی ہے البتہ اگر زوجین اپنے اپنے حکم کو طلاق یا خلع کا اختیار بھی دیدیں تو وکالتاً وہ اس کے مختار بھی ہو جاوینگے مگر اس آیت میں اس سے تعرض نہیں۔ اور بشرطیکہ الخ میں جس امر کو احقر نے شرط کہا ہے خود آیت میں اس پر دلالت ہے اس لئے کہ ان حکمین کی تجویز زوجین کے افعال اختیار یہ کے متعلق ہوگی جن کا صدور موقوف ہے اصداء پر پس حکمین کے اس ارادہ اصلاح اور زوجین کے اختیار صلاح میں باہم نسبت مثل فعلین مطاوعین کے ہوگی پس اس اعتبار سے اس ارادہ کا تحقق معتد بہ اصدار زوجین پر موقوف ہوگا اب توفیق بینہما کا ترتیب حسب عادت الہیہ کہ کسب کے ساتھ خلق ہوتا ہے ضرور ہی ہوگا خوب سمجھ لو یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ انفاق مال چونکہ معاوضہ ہے لہذا وہ سبب تفضیل نہیں ہو سکتا۔ جواب یہ ہے کہ وہ معاوضہ اسی کا ہے کہ عورت ماتحت رہے گی پس یہ معاوضہ منافی تفضیل نہ ہوا بلکہ مؤکد اور عین دلیل ہوا خوب سمجھ لو۔

مسئلہ: یہ فیصلہ واجب ہے اگر زوجین حکام سے رجوع کریں اور دوسروں کے لئے مستحب ہے اور قید من اہلہ والہا کی سب کے لئے مستحب ہے۔

و ب: اوپر زوجین کے حقوق کا ذکر تھا اور اس کے قبل بھی شروع سورۃ سے یتامی اور نساء اور ورثہ کے کچھ حقوق کا بیان چلا آ رہا ہے اب آگے اور لوگوں کے حقوق اور ان کے ساتھ معاملہ اور معاشرت کا طریق مذکور ہوتا ہے اور چونکہ ان حقوق کو علی سبیل الکمال وہ ادا کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اور قیامت کے ساتھ عقیدہ درست رکھتا ہو، و نیز بخل و کبر و ریا سے مبرا ہو ورنہ یہ امور بھی ادائے حقوق سے مانع ہوتے ہیں اس لئے اس مضمون کے اول میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور درمیان میں انکار توحید اور انکار قیامت کی مذمت اور آخر میں ترغیب توحید و ترہیب احوال قیامت کے ساتھ عصیان رسول کی مذمت بھی ارشاد فرمادی اور ان اخلاق ذمیہ مذکورہ کی تصحیح بھی فرمادی اور مذمت بخل میں عام لفظ کے ساتھ منکرین رسالت پر بھی تعریض فرمادی کہ دلائل رسالت کا کتمان کرتے تھے۔

حکم شانزدہم حسن معاملہ با خلق مع تصحیح اعتقاد و مبدء و معاد:  
وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ وَالَّذِي قَوْلُهُ تَعَالَى ۚ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَاقْرَأْ قُرْآنًا اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو (اس میں توحید بھی

آگئی) اور اس کے ساتھ کسی چیز کو (خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان عبادت میں یا انکو خاص صفات کے) اعتقاد میں شریک مت کرو اور (اپنے) والدین کیساتھ اچھا معاملہ کرو اور دوسرے) اہل قرابت کیساتھ بھی اور یتیموں کیساتھ بھی اور غریب غریبا کیساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کیساتھ بھی اور دور و آلے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی (خواہ وہ مجلس دائمی ہو جیسے سفر طویل کی رفاقت اور کسی مباح کام میں شرکت یا عارضی ہو جیسے سفر قصیر یا اتفاقی جلسہ میں شرکت) اور راہ گیر کے ساتھ بھی (خواہ وہ تمہارا خاص مہمان ہو یا نہ ہو) اور ان (غلام لونڈیوں) کے ساتھ بھی جو (شرعاً) تمہارے مالک کا قبضہ میں ہیں (غرض ان سب سے خوش معاملگی کرو جس کی تفصیل شرع نے دوسرے موقع پر بتلا دی ہے اور جو لوگ ان حقوق کو ادا نہیں کرتے اکثر اس کے کئی سبب ہیں یا تو ان کے مزاج میں تکبر ہے کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے اور یا ان کی طبیعت میں بخل غالب ہے کہ کسی کو دیتے دلاتے جان نکلتی ہے اور یا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد نہیں کہ آپ کے احکام کو اور ادائے حقوق کے ثواب کے وعدوں کو اور اتلاف حقوق کے عذاب کی وعیدوں کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ کفر ہے، اور یا ان کی عادت نمود کی ہے اس لئے جہاں نمود ہو وہاں دیتے دلاتے ہیں گو حق نہ ہو، اور جہاں نمود نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی گو حق ہو، اور یا ان کو سرے سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ عقیدہ نہیں یا وہ قیامت کے قائل نہیں اور یہ بھی کفر ہے اس لئے اسی ترتیب سے جو ان امور کا انفراداً یا اجتماعاً ارتکاب کرتے ہیں ان کا حال بھی سن لو کہ) بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو (دل میں) اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں (زبان سے) شیخی کی باتیں کرتے ہوں جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں (خواہ زبان سے یا اس طرح کہ ان کو دیکھ کر دوسرے یہی تعلیم پاتے ہیں) اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے (اس سے مراد یا تو مال و دولت ہے جب کہ بلا مصلحت حفاظت کے محض بخل کی وجہ سے کہ اہل حقوق توقع نہ کریں، چھپاوے اور یا مراد علم دین ہے کہ یہود اخبار رسالت کو چھپایا کرتے تھے پس بخل بھی عام ہو جاویگا پس اس میں بخلاء منکرین رسالت دونوں آگئے) اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لئے (جو نعمت مال یا نعمت بعثت رسول کی حق شناسی نہ کریں) اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن (یعنی قیامت کے دن) پر اعتقاد نہیں رکھتے (ان کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت



نہیں) اور (بات یہ ہے کہ) شیطان جس کا مصاحب ہو (جیسا ان مذکور لوگوں کا ہوا ہے) اس کا برا مصاحب ہے (کہ ایسا مشورہ دیتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر ہو) ف: شرک کی دوسری صورت کا حاصل یہ ہے کہ جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص ہونا ثابت ہو چکا ہے جیسے علم محیط قدرت عامہ وغیرہ ان کا کسی کے لئے اعتقاد کرنا شرک ہے۔ اور قیہوں کا باوجودیکہ اوپر ذکر آچکا ہے لیکن مکرر لانے سے اور اہتمام ہو گیا کیونکہ جاہلیت میں ان پر ظلم بہت ہوتا تھا جیسا اب بھی ان پر مالی ظلم اکثر لوگ کرتے ہیں۔ اور پاس والے پڑوسی کا مطلب یہ کہ جس کا گھر اپنے گھر کے پاس ہو اور دور والا جس کا گھر فاصلہ سے ہو مگر محلہ ایک ہو اور یہ اہل حقوق اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرے البتہ مسلمان کا حق اسلام کی وجہ سے ان سے زائد ہو گا۔ اور بخل کو جو عام لیا گیا وجہ اس کی سبب نزول کا تعدد ہے چنانچہ لباب میں ابن ابی حاتم کی روایت سے سعید بن جبیر کا یہ قول منقول ہے کان علماء بنی اسرائیل یسخلون بما عندهم من العلم فانزل اللہ الذین یسخلون اور روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے قتادہ کے قول میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کتموا الاسلام و محمد اصلی اللہ علیہ وسلم الخ اور لباب میں ابن جریر کی روایت سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ فلاں فلاں اشخاص انصار کو نیک راہ میں خرچ کرنے سے روکتے اور سمجھاتے اس میں نازل ہوا الذین یسخلون الخ۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ اِنْ اَطَعْتُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْہُمْ سَبِيلًا اس میں اس کی مذمت ہے کہ محض بغض نفسانی کے سبب سزا دینے کیلئے کوئی حیلہ ڈھونڈا جاوے کہ جو امر واقع میں سبب سزا کا نہ ہو اس کو سبب قرار دے۔ قولہ تعالیٰ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنَاحِ صاحب جب اپنی تفاسیر سے عام ہے پیر بھائی کو بھی پس آیت میں پیر بھائی کے حق کا بیان ہے۔ قولہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا اس کے عموم میں وہ بھی داخل ہو گیا جو اپنی سعی فی السلوک پر عجب اور اپنے احوال و مقامات پر فخر کرتا ہے۔

**اللفات:** الجنب بغمتمین من ہو من غیر قومک من الجنابة ضد القرابة و يستعمل فی المکانی والنسبی ۱۲۔

**النحو:** قولہ احسانا عاملہ مقدر ای احسنوا قولہ بالجنب متعلق بالصفة المقدرة ہی الکائن قولہ الذین بدل من من قولہ والذین معطوف علی الذین قبلہ وبدل مثله فساء قرینا فی الفعل ضمیر مبہم ہو فاعلہ یفسرہ المنصوب والمخصوص محذوف ای

الشیطان فالتقدير فساء قرینا ہو کذا فی حاشیة البیضاوی ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** فی قراءة بالبخل بالفتحین ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ حاکم من قیام الولاة بالامر علی الرعية کذا فی التفاسیر قلت ویتاید بسبب النزول فانظر فی الروایات ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ترجمة علی بعض یعنی عورتوں پر فقی ضمیر المذکر تغلیب ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی ترجمة انفقوا عورتوں پر اشار الی حذف علیہن ۱۲۔ ۴۔ قولہ خرچ کئے ہیں حساً او التزاماً اذا کان المهر مثلاً دیناً ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی ترجمة فالصلحت مرد کے فضائل الخ اشار الی کون الفاء للترتیب ۱۲۔ ۶۔ قولہ عدم موجودگی فاللام بمعنی فی واللام عوض عن المضاف الیہ ای فی غیبتہم عنہن ومفعول حافظات محذوف ای اموالہم وفروجہن التی ہی عرضہم ۱۲۔

۷۔ قولہ بھی لئلا یتخصص بحالة الغیبة ووجه التخصیص الذکری كونہا مظنة للخيانة ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی ترجمة تخافون قوی لان الاحتمال العقلي لا یعتبر فانه لا یخلو عنه وقت ما ۱۲۔ ۹۔ قولہ فی ترجمة واهجروہن اور نہ مانیں تولا یستفاد هذا الترتیب من الواو هل من العقل من ترتیب الاشد فالاشد ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی ترجمة فی المضاجع لینے کی جگہ میں تھا اشار الی الترتیب ای اہجروہن حال كونہن مفردات فی مضاجعہن ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ اعتدال لما جاء فی حدیث غیر مبرح ۱۲۔ ۱۲۔ قولہ فی ترجمة لا تبغوا علیہن زیادتی الخ فتقدير الکلام لا تبغوا للتعدي علیہن سیلا ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ فی ترجمة خفتم اور پروالوں کو و هذا هو الظاهر ۱۲۔ ۱۴۔ قولہ فی ترجمة بینہما میاں بی بی و ہما وان لم یجر ذکرہما صریحاً فقد دل النشوز علیہ ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی ترجمة حکما لیاقت لانه وقت البعث لا یكون حکماً الا بالقوة ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی ترجمة ابعثوا بھیجو کذا فی الروح ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فی ترجمة الجار الجنب دور والے حملتہ علی القرب والبعد المکانیین لان قولہ بلدی القربی معن عن حملہا علی القرب والبعد النسبی لعل النکة فی تفصیل الجار دفع توہم اکثر الناس تخصیص الجار بالجار القرب ۱۲۔ ۱۸۔ قولہ ما کانہ قبض اخذ فی هذه الترجمة معنی الملک ومعنی الیمین من الید ۱۲۔ ۱۹۔ قولہ فی ترجمة یا مرون خواہ زبان سے الخ فالامر عام للقالی والحالی ہکذا فرد ۱۲۔ ۲۰۔ قولہ فی ترجمة الکفرین نعمت مال یا نعمت بعثت فعم الکفر الاصطلاحی واللغوی لان المذکور فیما قبل کلاہما ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) ای قولہ تعالیٰ الجار ذی القربی والجار الجنب فلا یرد رجوع ضمیر الواحد الی المثنی ۱۲ منہ۔



وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝ إِنَّ اللَّهَ

اور ان پر کیا مصیبت نازل ہو جاوے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لے آویں اور اللہ نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے رہا کریں، اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يَّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ

ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر دیں گے اور اجر عظیم دیں گے۔ سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم

كُلِّ أُمَّةٍ يَشْهَدُ بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يُؤْمِنُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ

ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کرینگے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر لاویں گے۔ اس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کرینگے کہ کاش

الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ

ہم زمین کے پیوند ہو جاویں، اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے۔ اے ایمان والو! نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ

اور حالت جنابت میں بھی باستثناء تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا

لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ۝

تم نے بیویوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تھم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں۔

ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر (کے ثواب دینگے) جیسا کہ دوسری آیت میں وعدہ مذکور ہے) اور (اس ثواب موعود کے علاوہ اپنے پاس سے) (بلا معاوضہ عمل بطور انعام اور اجر عظیم) (الگ) دینگے۔ **ف:** ظلم میں ظاہر کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایسا کرتے تو واقع میں تو یہ بھی ظلم نہ ہوتا کیونکہ وہ مالک ہیں ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود ہذا اور لفظ اپنے پاس سے محاورہ میں اس پر دل ہے کہ یہ علاوہ اجر مقرر کے ہوگا اور پھر اسکو اجر اسلئے کہہ دیا کہ جو مقابلہ عمل میں نہیں مگر ظاہر اسبب عن العمل تو ہے کیونکہ انعام بھی عاۃً عامل ہی کو ملتا ہے۔ **و:** اوپر جن امور کی ترغیب تھی آگے انکے نہ کرنے پر ترہیب ہے پس یہ بھی تتمہ ہوا ماسبق کا۔

تتمہ دیگر مضمون سابق:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ يَشْهَدُ بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يُؤْمِنُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝ سَوَاسِ وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کرینگے اور آپ کو ان لوگوں پر (جن کا آپ سے سابقہ ہوا ہے) گواہی دینے کے لئے حاضر لاویں گے (یعنی جن لوگوں نے خدائی احکام دنیا میں نہ مانے ہونگے ان کے مقدمہ کی پیشی کے وقت بطور سرکاری گواہ کے انبیاء علیہم السلام کے اظہارات سنے جاویں گے جو جو معاملات انبیاء کی

**تفسیر:** **و:** اوپر کفر باللہ و بالرسول و بالقیلۃ اور بخل اور ریاء اور کبر کی مذمت فرمائی ہے۔ آگے ان کے اضداد کی ترغیب دیتے ہیں پس وہ تتمہ ہے ماقبل کا اور گو لفظاً صرف ایمان باللہ و القیامۃ اور انفاق ہی مذکور ہیں جو مقابل کفر باللہ و القیامۃ اور بخل کا ہے لیکن ایمان باللہ مستلزم ہے ایمان بالرسول کو بھی جو مقابل ہے کفر بالرسول کے اور انفاق سے مراد قرینہ مقام سے انفاق وجہ اللہ ہے جو مقابل ہے ریاء کے اور یہی ابتغاء وجہ اللہ کا علاج ہے کبر کا بھی کیونکہ کبر میں طلب جاہ ہوتی ہے اور وہ طلب وجہ اللہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتی پس طالب وجہ اللہ طالب جاہ نہ ہوگا۔ پس یہی مقابل ہو گیا کبر کا بھی اس طرح سب اضداد کی ترغیب آگئی۔

تتمہ مضمون سابق:

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا اور ان پر کیا مصیبت نازل ہو جاوے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن (یعنی قیامت) پر ایمان لے آویں اور اللہ نے جو ان کو دیا ہے، اس میں سے کچھ (اخلاص کے ساتھ) خرچ کرتے رہا کریں (یعنی کچھ بھی ضرر نہیں ہر طرح نفع ہی نفع ہے) اور اللہ تعالیٰ ان (کے نیک و بد) کو خوب جانتے ہیں (پس ایمان و انفاق پر ثواب دینگے اور کفر وغیرہ پر عذاب) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرینگے (کہ کسی کا ثواب مار لیں یا بے وجہ عذاب دینے لگیں جو کہ ظاہر ظلم ہے) اور (بلکہ وہ تو ایسے رحیم ہیں کہ) اگر







عمل میں یہ ظاہری نقص ہے تو وہ آثار مقصودہ کے لئے کافی نہ ہوگا پس اس میں قطع و سوسہ کی تدبیر کی طرف اشارہ ہے کہ یوں سوچ لیا کریں کہ اگر فرضاً وہ غیر کافی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نقص کو معاف فرما کر اس کو کافی بنا دیں گے۔

**اللغات:** المشقال مفعول من الثقل ويطلق على المقدار المعلوم وعلى مطلق المقدار والذرة هي التملة الحمراء وجزء من اجزاء الهباء في الكوة وقيل هي الخردلة ۱۲. تسوي بهم اى معهم ۱۲. الغائط المكان المنخفض اطلق على الحدث مجازاً الصعيد وجه الارض الجنب سمي به لبعده عن الطهارة او المسجد ۱۲.

**النحو:** ان تك حسنة بالنصب فالاسم الضمير العائد الى العمل وانث باعتبار الخبر وبالرفع فى قرأة فكان تامة يضعفها بحذف المضاف اى يضاعف ثوابها كيف محلها الرفع على انها خبر لمبتدأ محذوف اى فكيف حال هؤلاء ۱۲. جنباً عطف على محل ما قبله اى لا تقربوها سكارى ولا جنباً. قوله الا عابرى استثناء من مقدر اى فى حال ما الخ ۱۲.

**البلاغة:** فى روح المعانى قوله وما ذا عليهم الخ ليس المراد السؤال عن الضرر اذا لا ضرر ليسكل عن ذلك بل المراد توبيخهم على الجهل بمكان المنفعة وتحريضهم على صرف الفكر لتحصيل الجواب لعله يؤدى بهم الى العلم وانما قدّم الايمان ههنا واخر فى الآية المتقدمة لانه ثمة ذكر لتعليل ما قبله من وقوع مصارفهم فى دنياهم فى غير محلها وهما للتحريض فينبغى ان يبدأ فيه بالا هم فالاهم ۱۲. قوله او جاء لم يقل او جئتم لان العادة الانفراد فى هذه الحالة وكنى بالملامة الاستحياء من ذكر الصريح عادة ۱۲.

**فائدة عظيمة جسمية:** وصلت اليها بعونه تعالى بعد ان غصت كثيرا فى لجج الافكار فخذها بلا شنى اعلم ان ههنا سوالات **الاول** ما وجه تخصيص ذكر الجنب فى اول الآية مع عدم جواز الصلوة لغير المتوضى ايضا **والجواب** لكونه مغياً بالاغتسال ولو قيل لا جنباً ولا غير متوضيين حتى تغتسلوا لما صح الكلام فان قيل فما وجه تخصيص الغاية والمغيا قلت لكون حكم الوضوء مذكور فى المائدة ولو ثبت ما ذكر فى الباب عن الفريابي وابن ابي حاتم وابن المنذر وابن مردويه والطبرانى وابن جرير من نزول الآية فى الجنابة لظهر وجه آخر للتخصيص. **الثانى** ما وجه تخصيص المسافرين بالاستثناء مع كون حكم المريض بل وغير المريض والمسافر اذا لم يجد الماء كذلك. **والجواب** لكونه غالب الوقوع بالنسبة الى المرض ولكون تيمم المسافرين سبباً لنزول الآية كما رواه البخارى وغيره عن عائشة حين فقدت القلادة فى غزوة المريسيع **الثالث** وهو اعسر السوالات ما توجيه عطف

كروى عنى (اس زمین پر دو بار ہاتھ مار کر) اپنے چہروں اور ہاتھوں پر (ہاتھ) پھیر لیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں (اور جس کی ایسی عادت ہوتی ہے وہ آسان حکم دیا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے آسان حکم دیدیئے کہ تم کو تکلیف و تنگی نہ ہو) **ف:** اس آیت کے شروع کا حکم اس وقت تھا جب شراب حلال تھی پھر شراب حرام ہو گئی نہ نماز کے وقت درست ہے نہ غیر نماز کے وقت پس آیت کا جز اول منسوخ ہے۔ **مسئلہ:** جس مرض میں پانی کے استعمال سے مرض کے اشتداد یا امتداد کا ڈر ہو اس میں تیمم درست ہے مرضی میں یہ دونوں صورتیں داخل ہیں۔

**مسئلہ:** جس شخص سے پانی ایک میل شرعی یا اس سے زیادہ دور ہو خواہ وہ شخص مسافر ہو یا غیر مسافر اس کو تیمم درست ہے اور میل شرعی میل انگریزی سے تقریباً ۸/ زیادہ ہوتا ہے۔

**مسئلہ:** اگر پانی دور نہیں لیکن بوجہ ڈول رسی نہ ہونے کے یا کسی آدمی یا جانور کے خوف سے اس کو نہ لاسکے تو بھی تیمم جائز ہے لکہ تجدوا میں بطور عموم مجاز کے یہ اور دو اس سے اوپر والے تینوں مسئلے آگئے لہذا فرما۔

**مسئلہ:** تیمم ہر ایسی چیز سے جائز ہے جو جنس زمین سے ہو اور جنس زمین وہ ہے جو آگ میں نہ جلے اور نہ گلے لیکن جو نہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ باوجود یکہ آگ میں جل جاتا ہے لیکن اس سے تیمم درست ہے اور را کہ اسی طرح مستثنیٰ ہے کہ باوجودیکہ وہ بھی آگ میں نہ جلتی ہے نہ گلتی ہے مگر پھر بھی اس سے تیمم جائز نہیں۔ **مسئلہ:** تیمم وضو اور غسل کا ایک ہی طرح ہے صرف نیت الگ الگ ہے کہ اس میں وضو کے قائم مقام ہونے کا خیال کر لے اور اس میں غسل کے قائم مقام ہونے کا۔

**مسئلہ:** تیمم میں دو ضربیں ہیں ایک دفعہ دونوں ہاتھ مار کر تمام چہرے پر مل لیوے۔ دوسری دفعہ دونوں ہاتھ مار کر ہاتھوں پر کہنیوں سمیت پھیر لے کوئی جگہ اس کی دانست میں ایسی نہ رہ جاوے جہاں ہاتھ نہ پہنچا ہو۔ من الہدایہ والدر المختار۔ **مسائل السلوک:** قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ اگر سکر کو عام لیں تب تو لفظاً اور اگر عام نہ لیں تو اشتراک علیہ کے سبب قیاساً اس سے مفہوم ہوا کہ سکر حالی کے آثار جب محسوس ہونے لگیں ذکر کو قطع کر دے نیز اگر قطع نہ کیا وہ خود منقطع ہو جاوے گا اور ترقی کا سبب تھا عمل جب عمل منقطع ہو گیا ترقی بھی متوقف ہو جاوے گی چنانچہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ استغراق میں ترقی رک جاتی ہے۔ قوله تعالى بعد ذکر تیمم إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا اس میں ضعفاء فی الاعمال کا علاج ہے جن کو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل کے کامل نہ کر سکنے کے سبب یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ جب ہمارے



صب الفائدة الى بيان كونهما مرخصين في الاول وموجبين في الثاني نعم كونهما مرخصين مشروط بالعجز عن الماء الذي هو اصل المدار للرخصة ومن ثم لم يذكر غير السفر والمرض لان في ذكر اصل المدار كفاية فتبصر وتشكر وبحمد الله تعالى ترجمتي مفيدة ومشيرة الى اكثر هذه الامور ۱۲.

**الروایات:** ذكر احدهما في تمهيد الآية والاخرى في الفائدة العظيمة المذكورة في حاشية ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱- قوله في ذيل ترجمة لا تقربوا مطلبه كراخ فلا يردان السكران لا سيما اذا كان من الحلال كيف صح خطابه وجه عدم الورود ان الخطاب للمفيع بان لا يشرب المسكر في هذه الاوقات ۱۲.

**حاشية:** (۱) وجه قيد الحلال ان السكران من الحرام يمكن ان يخاطب زجراً كما انه يصح طلاقه في السكر ۱۲ منه. (۲) كيونكه انگریزی میل تین ہزار پانسویس ہاتھ کا ہوتا ہے اور شرعی میل چار ہزار ہاتھ کا ۱۲۴۸۰۔

قوله جاء احد ولا مستم اللذين هما موجبان على المرض والسفر اللذين هما مرخصان ولا بد من التناسب بين المتعاطفين **والجواب** ليس المقصود عطف الموجبين على المرخصين بل عطف محذوف يدل على غير المعذورين على المعذورين تقدير الكلام وان كنتم مرضى او مسافرين او غير مرضى وغير مسافرين حال كونكم في جميع هذه الصور محدثين بالاصغر او الاكبر وحال كونكم في جميعها عاجزين عن الماء حقيقة كما في الفقد او حكماً كما اذا خيف الضرر فالصور ستة. كون الرجل مريضاً ومحدثاً بالاصغر وكونه مريضاً ومحدثاً بالاكبر وكونه مسافراً ومحدثاً بالاصغر. وكونه غير مريض ولا مسافر مع الحدث الاكبر وعدم وجد ان الماء بالتفسير المذكور شرط الاباحة التيمم في جميع الستة فقوله لم تجدوا قيد في جميع ما قبله وانما لم يصرح في المرخصين بالموجبين وفي الموجبين بالمرخصين ولم يذكر غير السفر والمرض رأساً لان القصد هو

(بقية صفحہ ۳۴۸) **اللغات:** اليمين بمعنى اليد اليمنى واطراف العقد اليها لوضعهم الايدي في العقود او بمعنى القسم كذا في الروح ۱۲. **النحو:** في روح المعاني الخامس معناه لكل مال او تركة مما ترك الوالدان والاقربون جعلنا موالى امر وارثايلونه ويجوزونه ويكون لكل متعلقا بجعل ومما ترك صفة لكل والذين عقدت وفي قراءة وعقدت المفعول في جميع القراءات محذوف اي عهودهم والموصول (اي الذين) مبتدأ فاتوهم خبره واعترض على هذا الخامس بان فيه الفصل بين الصفة والموصوف بجملة عاملة في الموصوف. واجيب بانه جائز كما في قوله تعالى قل اغير الله اتخذوليا فاطر السموات والارض ففاطر صفة الاسم الجليل وقد فصل بينهما باتخذ العامل في غير فهذا اولي اه قلت وانما اخترت هذا الخامس من بين الوجوه لبقاء كل على عموميه فيه وما ترجمت به عقدت هو اخذ بالحاصل ۱۲.

**البلاغة:** لم يقل مما ترك الوالدان والاولاد والاقربون لان الاولاد دخلوا في الاقارب لغة والوالدان وان كانا دخلا فيه ايضاً الا ان الناس كانوا يظلمون الاولاد فيما ترك الوالدان فصرح باستحقاق الارث من تركة الوالدين وما كانوا يظلمون الوالدين فيما تركه الاولاد فافهم **ملحقات الترجمة:** ۱- قوله في ترجمة لا تتموا مردوا اور غورتوں ففیه تغليب ۱۲ ۲- قوله في ترجمة ما كى امر لعموم ما ۱۲ ۳- قوله في صدر للرجال كيونكه اشاره الى انه تعليل للسابق بما قرره بما لا مزيد عليه ۱۲ ۴- قوله قاتونا لان العلة الحقيقة هي الرحمة كما ورد في حديث ۱۲ ۵- قوله في ترجمة فضله خاص هو الكمال الموهوب المطلوب ۱۲ ۶- قوله في ف دعايها كى ففائدة التقسيم عدم كون القسم الاول من الوهبي محلاً للتمنى والسؤال لعدم كون غيره محلاً للسؤال فقط او السعى فقط ۱۲. ۷- قوله في ف ذوى القروض نسبة لان السببية لا يحجب مولى الموالاة حرماناً بل له الباقي بعد فرضه كذا في الدر المختار جزئياً ۱۲.



أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ۖ وَاللَّهُ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بے راہ ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب

أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا ۚ ۝۱۰ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن

جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کافی حامی ہے۔ یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں

مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَارِئْنَا لِيَّا لِسِنَتِهِمْ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ وَلَوْ

اور یہ کلمات کہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور اسْمِعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ اور وَارِئْنَا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے اور اگر

أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمِعْ وَانْظُرْنَا لَكَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمًا وَلَكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا

یہ لوگ یہ کلمات کہتے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا اور اسْمِعْ اور انْظُرْنَا تو یہ بات ان کے لئے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی مگر ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ

يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ إِنِّي أَنزَلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلِ أَنْ نَطْغَسَ وُجُوهًا

لاؤینگے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی۔ اے وہ لوگو جو کتاب دیئے گئے ہو تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے ایسی حالت پر کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اس سے

فَنَزَّلُهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝۱۲

پہلے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان کو ان کی الٹی جانب کی طرح بنادیں یا ان پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہی ہو کر رہتا ہے۔

**تفسیر:** ربط: یہاں تک مواقع تقویٰ میں سے زیادہ بیان معاملات باہمی اور بعض دیانات کا ہوا ہے آگے معاملات مع الخافین کا ذکر شروع ہوتا ہے مجملہ ان کے اظہار ہے احوال مکر و قبائح یہود کا بغرض موالاة ان کے اور تحذیر مومنین کے اور مجملًا وضمنًا یہ مضمون يَكْتُمُونَ مَا أَنهَلَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ میں آچکا ہے اس سے بھی اس کو ارتباط ہے کہ وہاں کتمانِ نعمت کا ذکر تھا یہاں کتمان کے ساتھ تحریف کتاب و عداوت منوعات و تابعین منوعات کا ذکر ہے۔

**ذکر بعض قبائح یہود:**

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی دیکھنے کے قابل ہیں دیکھو تو تعجب کرو) جن کو کتاب (اللہ یعنی توریت کے علم) کا ایک بڑا حصہ ملا ہے (یعنی توریت کا علم رکھتے ہیں باوجود اس کے) وہ لوگ گمراہی (یعنی کفر) کو اختیار کر رہے ہیں اور (خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے) مگر وہ (یوں) چاہتے ہیں کہ تم (بھی) راہ (راست) سے (علیحدہ ہو کر) بے راہ ہو جاؤ (یعنی طرح طرح کی تدبیریں اس کی کرتے ہیں جیسا کہ پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ کے اخیر اور لَنْ تَنَالُوا کے شروع میں کچھ بھی آچکا ہے) اور (تم کو اگر ان لوگوں کی اب تک خبر نہ ہو تو کیا ہوا) اللہ تعالیٰ (تو) تمہارے ان دشمنوں کو خوب جانتے ہیں (اس لئے تم کو بتلادیا سو تم ان سے بچتے رہو) اور (ان کا حال

مخالفت کا سکر زیادہ فکر میں بھی نہ پڑ جانا کیونکہ) اللہ تعالیٰ (تمہارا) کافی رفیق ہے (کہ تمہاری مصلحتوں کی رعایت رکھے گا) اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے) کافی حامی ہے (کہ ان کی مضرتوں سے تمہاری حفاظت کریگا اور) یہ لوگ (جن کا ذکر ہو چکا ہے) یہودیوں میں سے ہیں (اور ان کا گمراہی کو اختیار کرنا جو اوپر آچکا ہے یہ ہے کہ کلام (الہی یعنی توریت) کو اس کے مواقع (اور محل) سے (لفظاً یا معنی) دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور (ایک گمراہی ان کی جس میں دھوکہ سے دوسرے سادہ ذہن شخص کا پھنس جانا بھی ممکن ہے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کرتے وقت) یہ کلمات کہتے ہیں (جو آگے مذکور ہوتے ہیں ان کلمات کے رد و معنی میں ایک اچھے ایک برے وہ لوگ برا مطلب لیتے تھے اور دوسروں پر ظاہر کرتے تھے کہ ہم اچھے مطلب سے کہتے ہیں اور اس سے کسی مسلمان کا دھوکہ میں آکر بعض ایسے ہی کلمات سے حضور ﷺ سے خطاب کر لینا بعید نہ تھا چنانچہ بقرہ کے معاملہ سی ام میں مومنین کو لفظ راعنا سے ممانعت فرمائی گئی ہے پس اس اعتبار سے یہود کا ان کلمات کو کہنا ایک گونہ اضلال غیر بھی ہے گو لفظاً ہی ہو پس اس میں يُؤِيدُونَ أَن تَضِلُّوا کا جو کہ اوپر آیا ہے بیان بھی ہو گیا جیسا کہ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا کا ہادوا میں بیان تھا اَوْتُوا نَصِيبًا کا اور يُحَرِّفُونَ میں بیان تھا يُشْتَرُونَ کا ان کلمات میں سے ایک یہ ہے (سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا) اس کا ترجمہ تو یہ ہے کہ ہم



نے سن لیا اور مانا نہیں اس کا اچھا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کا ارشاد سن لیا اور کسی آپ کے مخالف کا قول جو کہ ہم کو بہکا تا تھا نہیں مانا اور برا مطلب ظاہر ہے کہ ہم نے آپ کی بات کو سن تو لیا مگر ہم عمل نہ کریں گے (اور دوسرا کلمہ یہ ہے) **وَالسَّمْعُ غَيْرُ مُسْمِعٍ** اس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ تم ہماری بات سنو اور خدا کرے تم کو کوئی بات سنائی نہ جاوے اس کا اچھا مطلب تو یہ ہے تم کو کوئی مخالف اور رنج دہ بات نہ سنائی جاوے بلکہ آپ کا ایسا اقبال ہے کہ آپ جو بات فرمادیں سب اس کے جواب میں موافق ہی بات آپ کو سنا دیں اور برا مطلب یہ ہے کہ تم کو کوئی موافق اور مسرت بخش بات نہ سنائی جاوے بلکہ آپ جو بات کہیں اس کا جواب مخالف ہی آپ کے کان میں پڑے (اور تیسرا کلمہ یہ ہے) **رَاعِنَا** (اسکے دونوں اچھے اور برے مطلب بقرہ کے معاملہ سی ام میں گزر چکے ہیں کہ اچھے معنی تو یہ ہیں کہ ہماری رعایت کیجئے اور برے معنی لغت یہود میں یہ دشنام ہے غرض ان کلمات کو) اسطور پر (کہتے ہیں) کہ اپنی زبانوں کو (لہجہ تحقیر سے لہجہ توقیر کی طرف) پھیر کر اور (دل سے) دین میں طعنہ زنی (اور تحقیر ہی) کی نیت سے (وجہ یہ کہ نبی کے ساتھ طعن واستہزاء عین دین کے ساتھ طعن و تمسخر ہے) اور اگر یہ لوگ (بجائے ان ذو معنیتین الفاظ کے) یہ کلمات کہتے (بجائے **سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا** کے) **سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا** (جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا) اور (بجائے) **اسمع غیر مسمع** کے صرف) **اسمع** (جس کے معنی خالی یہ ہیں کہ آپ سن لیجئے) اور (بجائے **رَاعِنَا** کے) **انظرنا** (جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمائے جیسا کہ بقرہ کے معاملہ سی ام میں بھی اس لفظ کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ کلمات معنی شرارت سے پاک ہیں تو اگر یہ کلمات کہتے) تو یہ بات ان کے لئے بہتر (اور نافع بھی) ہوتی اور (فی نفسہ بھی) موقع کی بات تھی مگر (انہوں نے تو ایسے نفع اور موقع کی بات کہی ہی نہیں بلکہ وہی ناشائستہ بیہودہ بات کہتے رہے اس لئے ان کو یہ مضرت پہنچی کہ) ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب (جس میں یہ کلمات بھی آگئے اور بھی ان کے سب اقوال و افعال کفریہ داخل ہو گئے پس ان سب کفریات کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو) اپنی رحمت (خاصہ) سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی (بوجہ اس کے کہ وہ ایسی حرکتوں سے دور رہے وہ دوری رحمت خاصہ سے مستثنیٰ ہیں اور وہ ایمان بھی لے آئے جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ) **ف:** یہ لایو منون انہی کی نسبت فرمایا جو علم الہی میں کفر پر مرنے والے تھے پس نو مسلموں کے ایمان لانے سے کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جو ایمان لے آتا ہے اگر وہ کسی وقت میں بے ادبی و نافرمانی بھی کر چکا ہو لیکن اس سے جب باز آ گیا وہ کالعدم ہو گیا

پس بے ادبی کا لعنت کیلئے سبب بن جانا اور لعنت کا کفر کیلئے سبب بن جانا اس میں کوئی قدح و تخلف لازم نہیں آیا کیونکہ ارتفاع علت کے بعد معلول کا مرتفع ہو جانا با محل اشکال نہیں اور یہ جو فرمایا ہے کہ ان دوسرے کلمات کا کہنا بہتر ہوتا اگر اس کیساتھ ایمان لانے کا بھی اعتبار کیا جاوے تب تو بہتر ہونا ظاہر ہی ہے کہ اعمال صالحہ پر مومن کو آخرت میں ثواب ملے گا اور اگر اس کی قید نہ لگائی جاوے تب بہتر ہونا یا تو دنیا کے اعتبار سے ہے کہ تہذیب و شائستگی اچھی چیز ہے خلق کے نزدیک اس سے مدوح و مرضی سمجھا جاتا ہے اور اگر آخرت کے اعتبار سے لیا جاوے تو باعتبار ثواب کے نہیں ہے بلکہ باعتبار تخفیف عذاب کے ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث سے یہ امر یقیناً مفہوم معلوم ہے کہ باہم کفار کے عذاب میں تفاوت ہوگا چنانچہ ماہر مخفی نہیں واللہ اعلم۔

**دبط:** اوپر کی آیت میں یہود کے کفر و تکذیب بالاسلام کا جو کہ تحریف و تمسخر کے لوازم سے ہے بیان تھا آگے انکو بطور خطاب کے ایمان و تصدیق کا حکم فرماتے ہیں اور خلاف ورزی کی تقدیر پر ڈراتے ہیں۔

**خطاب با ایمان اہل کتاب را:**

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَلَا تَتْلُوا الْكِتَابَ الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا** اے وہ لوگ جو کتاب (توریت) دیئے گئے ہو تم اس کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے (اور تم کو اس پر ایمان لانے سے وحشت نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہم نے اس کو) ایسی حالت پر (نازل فرمایا ہے) کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے (یعنی تمہاری اصل کتاب کے لئے وہ مصدق ہے باقی تحریف کا حصہ اس سے الگ ہے سو تم قرآن پر) اس (امر محتمل کے وقوع) سے پہلے پہلے (ایمان لے آؤ) کہ ہم (تمہارے) چہروں (پر کے نقش و نگار یعنی آنکھ ناک) کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان (چہروں) کو ان کی الٹی جانب (یعنی گدی) کی طرح (صفا چٹ) بنادیں یا ان<sup>۱۸</sup> (ایمان نہ لانے والوں) پر ہم ایسی (خاص طور کی) لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی (جو یہود میں گزر چکے ہیں جن کا ذکر سورہ بقرہ کے معاملہ شانزدہم میں آچکا ہے یعنی ان کی طرح ان کو بھی بندر کی شکل بنا دیں) اور اللہ تعالیٰ کا (جو) حکم (صادر ہو جاتا ہے وہ) پورا ہی ہو کر رہتا ہے (سو اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان نہ لانے پر اگر اس طمس و لعن یعنی مسخ کا حکم کر دینگے پھر یہ ضرور ہی ہو جاوے گا سو تم کو ڈرنا چاہئے اور ایمان لے آنا چاہئے) **ف:** یہاں کتب تفسیر میں ایک سوال کیا گیا ہے کہ یہ طمس و مسخ کب ہوا ہے اور پھر طمس و مسخ کی مختلف توجیہات کر کے اور بعض نے وجوہ میں تاویل کر کے اور بعض نے اور اور قیود و شروط لگا کر جواب دیا ہے پھر ان جوابوں کو



مخدوش کر کے پھر ان خدشات کو دفع کیا احقر کے نزدیک سرے سے وہ سوال ہی واقع نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اس پر کہیں دلالت نہیں کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو طمس و مخ ہو جاویگا بلکہ حاصل صرف اتنا ہے کہ اس کا احتمال ہے مقتضی اس احتمال کا اس جرم کا عظیم ہونا ہے پس بمقتضائے رحمت واقع نہ ہونا کچھ محل اشکال نہیں اور لفظ قبل کا استعمال اس معنی میں خود قرآن میں آیا ہے سورہ منافقون میں ہے **وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِي أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ أَخِ** یہاں قبل دو چیز پر داخل ہوا ہے اتیان موت اور قول خاص حالانکہ بعض محضریں کو جو محض بیہوش ہو جاویں اصلاً اس قول کی نوبت نہیں آتی نہ زبان سے نہ دل سے لیکن تصحیح کلام کے لئے احتمال کافی ہے اسی سورہ نساء کے اول میں ہے **بَدَارًا أَن يَكْبُرُوا** جو معنی مرادف قبل کا ہے ای من قبل ان یکبروا حالانکہ بعض یتامی کو بلوغ کی نوبت نہیں آتی کہ مر جاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے قال رسول اللہ ﷺ **اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ** شابک قبل ہرمک وصحتک قبل سقمک وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وحيوتک قبل موتک رواہ الترمذی حالانکہ اربع اولیٰ میں قبل کا مضاف الیہ محض محتمل ہے۔ اور جیسا کہ دوسری آیت میں ہے قبل ان اذن لکم حالانکہ اذن واقع نہیں ہوا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَلِيًّا** وَكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِيرًا اعداء چونکہ شیاطین کو بھی عام ہے تو آیت دلیل ہے اس پر کہ متوکلین کو شیطان سے خوف نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اعداء سے کفایت کا وعدہ فرمایا ہے ۱۲

**اللغات:** اللی العطف والشی ویسعمل بالباء وبغیرہا کما فی القاموس ۱۲۔ **الروایات:** فی لباب النقول اخرج ابن اسحق عن ابن عباس قال کان رفاعۃ بن زید ابن التابوت من عظماء اليهود واذا کلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوی لسانہ وقال ارعنا سمعک یا محمد حتی نفہمک فی الاسلام وعابہ فانزل اللہ فیہ الم ترا الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یشترون الضلالة اہ قلت وبہا یتاید کون الذین ہادوا ہم الذین اوتوا نصیباً کما فی الکبیر ۱۲ فی الروح اخرج البیهقی فی الدلائل وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤساء من احبار یهود منهم عبد اللہ بن صور یا وکعب بن اسد فقال لہم یا معشر یهود اتقوا اللہ واسلموا فواللہ انکم لتعلمون ان الذین جنتکم بہ لحق فقالوا ما نعرف ذلک یا محمد فانزل اللہ تعالیٰ فیہم الآیۃ ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی ترجمۃ الم ترجمہ کرو اشار الی کون الاستفہام للتعجیب اور ذہ الکلمۃ الم تر فی ذہ السورۃ فی خمس مواضع متقاربۃ لاظهار کون ذہ الامور عجیبۃ وعدید

بالی اشارۃ الی ان ذہ الرویۃ مع کونہا قلبیۃ کالنظر البصری الذی صلته الی ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ نصیباً براحصہ اشار الی کون التنوین للتفخیم وبذلک ازداد التشیع ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ ولیا ونصیراً مصلحتوں مضرتوں فالولی اشارۃ الی معطی المنافع والنصیر الی الحافظ من المضار ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ من الذین ہادوا یہ لوگ الخ اشارۃ الی حذف المبتدأ ای ہم الذین ولما کان المقدر کالمفہوظ اظہرہ فی الترجمة ویكون قولہ یحرفون استینا فاکما قبلہ من قولہ یشترون وما قررت من کون الذین ہادوا بیانا فی العنی للذین اوتوا نصیباً وكذا التحریف بیانا للاشتراء مذکور فی الکبیر وزدت علیہ کون قولہ ویقولون الخ بیانا من وجہ لقولہ یریدون ان تضلوا السبیل ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ یحرفون لفظاً یا معنی فالنقدیر علی الاول یحرفون ای یزیلون الکلمات عن المحل الذی وضعہا اللہ تعالیٰ علیہ ویقیمون غیرہا فی ذاک المحل وعلى الثانی یحرفون الکلم عن المعانی التی وضع اللہ تعالیٰ تلک الکلم علیہا ای وضعہا للدلالۃ علیہا وانظر فی الحقانی اثبت فیہ التحریف اللفظی وانما ترجمۃ الکلم بالکلام لان الکلم جنس یعم المفرد والمركب ۱۲۔

۱۔ قولہ فی ترجمۃ الکلمات دو معنی ہیں ذہ کلہا ما خوذۃ من الروح وغیرہ ومعنی اسمع غیر مسمع علی ان غیر مسمع حال لا اسمعک احد جواباً یوافقک او یخالفک والباقی ظاہر ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ لیا لہجہ اخذتہ من الکشاف منضمنا الیہ الذوق لان لہجۃ التوقیر غیر لہجۃ التحقیر ویمتا زان علی اللسان فصدق معنی الی ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ طعنا دل سے اخذتہ من مقابله الستہم ای یلوون الستہم خداعاً لانہ امر ظاہر ولا یلوون قلوبہم بل یریدون التحقیر من صمیم القلب لانہ امر مبطن ۱۲۔ قولہ فی نفسہ بھی موقع کی فالخیر اضافی والاعدلیۃ باعتبار الذات واقوم بمعنی اعدل ۱۲۔ قولہ بعد ترجمۃ ولكن مگر انہوں نے الخ قدرہ فی روح المعانی وهو احسن تقدیر زال بہ اشکال الجبر وفیہ حذف السبب واقامۃ المسبب مقامہ وهو کثیر فی الکلام ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ لعنہم خاصہ لان الرحمة العامة قریب من الكل ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ فلا اب تدل ذہ الکلمۃ علی الترتب ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ الا قلیلاً وہ دوری الخ اشار الی ان الاستثناء من ضمیر المفعول فی لعنہم ای لم یلعن هؤلاء القلیلون فلا یلزم ایمان من لعنہم اللہ ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ وجوها تہاری اشار الی ان التنوین عوض عن المضاف الیہ ای وجوہکم ۱۲۔ قولہ نقش ونگار کما فی التفسیر عن ابن عباس تخطیط وجوہ ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ فردہا اور اشارۃ الی ان القاء للتفصیل بعد الاجمال وللتسیب لا للتعقیب ۱۲۔ قولہ فی ترجمۃ علی ادبارہا طرح کما فی التفسیر ای علی ہیئۃ ادبارہا ۱۲۔

۱۸۔ قولہ فی ترجمۃ نلعنہم ان الخ ففیہ لغات عن الخطاب الی الغیۃ فمرجع ہم ہو مرجع کم فلا اشکال فی عود الضمیر ۱۲۔ قولہ فی ذہ الترجمة خاص طور لان المراد بہ المسخ ۱۲۔



إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ٥٠

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشے گا کہ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دینگے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْكُونَ أَنْفُسَهُمْ بِاللَّهِ يَزْكِي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ٥١ أَنْظِرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہیں مقدس بتلاویں اور ان پر تانے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دیکھ تو یہ لوگ

اللَّهُ الْكَذِبُ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ٥٢ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ

اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور یہی بات صریح مجرم ہونے کیلئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ٥٣ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ

کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنا دے

اللَّهُ فَلَنُصَيِّرَهُ نَجَسًا ٥٤

اس کا کوئی حامی نہ پاوے گا۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیت میں ایمان نہ لانے پر وعید فرمائی تھی چونکہ بعض مستحقین وعید آخر میں مغفور بھی ہو جاتے جس سے احتمال ہوا کہ شاید یہ مذکورین بھی مغفور ہو جاویں اس لئے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ بوجہ کفر کے مغفور نہ ہونگے اور اس میں رد بھی ہے یہود پر اس قول میں سیغفر لندا۔

**عدم مغفرت شرک و کفر:**

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دیکر بھی) نہ بخشے گا کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے (بلکہ سزائے دائمی میں مبتلا رکھیں گے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ یا کبیرہ) جس کیلئے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دینگے) البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جاوے تو پھر مشرک ہی نہ رہا اب وہ سزائے دائمی بھی نہ رہیگی) اور وجہ اس شرک کے نہ بخشے کی یہ ہے کہ (جو شخص اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو) شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا (جو اپنے عظیم ہونے کی وجہ سے قابل مغفرت نہیں)

**ف:** قرآن وحدیث واجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں اور یہاں صرف شرک ذکر فرمایا ہے حالانکہ کفر بھی قابل ذکر ہے خصوصاً مقام کا بھی مقتضاً ہے کیونکہ اوپر سے یہود کے کفر کا ذکر ہو رہا ہے پس اس کی چند توجیہیں کہ سب لطیف ہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ شرک اپنے ظاہری معنی پر ہے جو پہلے رکوع آیت وَاعْبُدُوا اللَّهَ کے ذیل میں مذکور ہے اور اس آیت میں صرف شرک مذکور ہو۔ دوسری آیات میں

کفر کو مذکور کہا جاوے اور بعض میں دونوں مذکور ہوں اور ضرورت نہیں کہ ہر آیت میں دونوں مذکور ہوا کریں پس مجموعہ آیات سے دونوں کا غیر مغفور ہونا ثابت ہو جاوے گا۔ رہا یہود کے حال کے مناسب ہونا ان آیات کا اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اس اعتبار سے مشرک بھی تھے کہ حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ کہ شرک اپنے معنی پر ہے اور دون کے معنی ادنیٰ اور کمتر کے لیے جاویں یعنی شرک سے کم جتنے گناہ ہیں وہ مغفور ہو سکتے ہیں اور کفر کی بعض صورتیں تو شرک ہی ہیں ان کی نسبت تو سوال ہی نہیں ہو سکتا اور باقی صورتیں مثل انکار صانع وغیرہ جو شرک نہیں ہیں وہ چونکہ شرک سے بڑھ کر ہیں کیونکہ مشرک صانع کو تو مانتا ہے گو دوسرے کو بھی مانتا ہے اس طرح تمام افراد کفر کے اگر غور کیا جاوے سب شرک سے اشد ہیں اس لئے ان کا غیر مغفور ہونا بدالہ النص ثابت ہو گیا کہ جب شرک معاف نہیں ہوگا تو جو اس سے بڑھ کر جرم ہو وہ تو کیوں معاف ہوگا اس توجیہ پر آ کر اعتقاد یہود کو شرک نہ بھی کہا جاوے تو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کفر کا غیر مغفور ہونا مدلول کلام ہو گیا اقتضائے مقام کے خلاف نہ رہا۔ تیسری توجیہ یہ کہ شرک کے دو معنی ہوں ایک معنی حقیقی جو مذکور ہوئے دوسرے معنی مطلق کفر جو شرک کو بھی شامل ہے روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اس احتمال ثالث کو نقل کیا ہے اور یہ بہت سہل ہے اس بنا پر انطباق حال یہود کا بہت ہی واضح ہے اور بلا سزا کی قید اس لئے لگائی کہ بعد سزا کے مومن کے سب گناہوں کا بخشا جانا تو موعود اور یقینی ہے اور اس کے ساتھ تعلق مشیہ کا ثابت ہو چکا ہے پھر اس آیت میں جو تعلیقاً واشترطاً فرمایا اور تعلق کو علی سبیل الجرم نہیں فرمایا یہ دلیل ہے کہ مراد



مغفرت بلا سزا ہے خوب سمجھ لو۔

**ربط:** اوپر یہود کا کفر اور اس پر وعید عدم مغفرت کی ارشاد ہوئی ہے چونکہ یہود اپنے کو اللہ کا مقبول و مومن خالص و مغفور بلا سزا بتلاتے تھے جیسا کہ قرآن میں بھی ان کے ایسے اقوال ہیں نَحْنُ ابْنُو اللَّهِ وَاجِبَاءُكُمْ آگے اس کا رد فرماتے ہیں۔

**رود دعویٰ یہود تقدس خود را:**

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُقَدَّسُونَ (الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُقَدَّسُونَ) (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی تعجب کے قابل ہیں) جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں (ان کے بتلانے سے کچھ نہیں ہوتا) بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں (یہ البتہ قابل اعتبار ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں مومن کو مقدس بتلا چکے ہیں جیسے مسیح اسم میں اشقی یعنی کافر کے مقابلہ میں مومن کی نسبت فرمایا قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى پس وہی مقدس ہوگا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود ہیں) اور (ان یہود کو قیامت میں اس دعویٰ کا ذبح کا جس کا منشاء کفر کو ایمان سمجھنا ہے جو سزا ہوگی اس سزا میں) ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا (یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایسے جرم پر ایسی ہی سزا لائق ہے ذرا دیکھ تو (اس دعویٰ میں) یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں) کیونکہ جب باوجود کفر کے مقبولیت کے مدعی ہیں تو کفر کو عند اللہ پسندیدہ اور مقبول بتانا صاف لازم آیا اور یہ محض تہمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرائع میں اس کی تصریح فرمادی ہے کہ کفر ہمارے نزدیک سخت ناپسند اور مردود ہے (اور یہی بات) (کہ خدا پر تہمت لگائی جاوے) (صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے) (پھر کیا ایسی صریح بڑی بات پر ایسی سزا کچھ ظلم و زیادتی ہے) **ف:** اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب مومن کو اللہ تعالیٰ نے مقدس بتلایا ہے تو پھر اپنے کو یا دوسرے کو حسن ظن سے مقدس کہنے سے شریعت میں کیوں ممانعت ہے جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت تین وجہ سے ہے ایک تو اکثر اپنی مدح کا منشا کبر ہوتا ہے تو حقیقت میں ممانعت کبر سے ہوئی۔ دوسرے خاتمہ کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ تقدس پر ہوگا یا نہیں اس لئے ایسا دعویٰ علی الاطلاق کرنا خلاف خوف ہے۔ تیسرے یہ کہ اکثر اوقات اس دعوے سے سامع کو اس کا ایہام ہوتا ہے کہ یہ بالکل تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور بہمہ وجوہ مقبول عند اللہ ہے حالانکہ غالباً کچھ نہ کچھ ادناس وارجاس میں بندہ گرفتار ہوتا ہے اور اسی قدر اس کے قرب و قبول میں عند اللہ کمی ہوتی ہے پس یہ کذب ہوا اور کبھی دوسرے کو اس سے عجب بھی ہو جاتا ہے اور اگر یہ عوارض نہ ہوں تو تحدت بالعمۃ کی اجازت ہے۔

**ربط:** اوپر آیت اَلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُقَدَّسُونَ (الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُقَدَّسُونَ) سے قبایح یہود کا بیان چلا آ رہا ہے اگلی آیت میں بھی بعض قبایح کا ذکر ہے کہ انہوں نے مشرکین کے طریق دین کو مومنین کے طریق دین سے احسن بتلایا تھا جیسا کہ لباب میں بروایت احمد اور ابن ابی حاتم و ابن عباس کے ابن عباس سے مروی ہے کہ علماء یہود مکہ میں آئے تو قریش نے پوچھا کہ ہمارا دین اچھا ہے یا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سوال میں اپنی خدمات حجاج و کعبہ کے بھی ذکر کر دیئے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارا دین ان کے دین سے اچھا ہے اور تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

**ذم یہود بر حکم شان بترجیح مشرکین بر مومنین:**

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُقَدَّسُونَ (الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُقَدَّسُونَ) (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (الہی یعنی توراۃ کے علم) کا ایک حصہ ملا ہے (پھر باوجود اس کے) وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں (کیونکہ مشرکین کا دین بت پرستی اور شیطان کی پیروی تھا جب ایسے دین کو اچھا بتلایا تو بت اور شیطان کی تصدیق صاف لازم آئی) اور وہ لوگ (یعنی اہل کتاب) کفار (یعنی مشرکین) کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں (چنانچہ یہ تو انہوں نے صراحتہ ہی کہا تھا) یہ لوگ (جنہوں نے کفر کے طریقہ کو اسلامی طریقہ سے افضل بتلایا) وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنایا ہے (اسی ملعون ہونے کا تو اثر ہے کہ ایسے پیماک ہو کر کفریات بک رہے ہیں) اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنادے اس کا (عذاب کے وقت) کوئی حامی نہ پاوے گا (مطلب یہ کہ اس پر ان کو آخرت میں یا دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی چنانچہ دنیا میں بعض قتل بعض قید بعضے جلاوطن بعضے ذلیل رعایا ہوئے اور آخرت میں جو ہونے والا ہے وہ ہی ہوگا) **ف:** ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین مشرکین کو علی الاطلاق حق کہنا مقصود نہ تھا ورنہ عین جواب کے وقت یہی مسائل کو اس جواب کی صحت پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب یہ اس دین کو حق بتلاتے ہیں تو خود کیوں نہیں قبول کر لیتے تو اس صورت میں یہ جواب چل نہیں سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود یہ تھا کہ حق مطلق تو کوئی طریق بھی نہیں مگر اس سے یہ اچھا ہے سو اس میں بھی دو وجہ سے کفر لازم آتا ہے ایک تو یہ کہ طریق حق و اسلام کو مومن وجہ باطل سمجھا دوسرے یہ کہ طریق باطل و کفر کو مومن وجہ حق سمجھا گو سیاق کلام سے بشہادۃ ذوق یہاں زیادہ مدار مذمت کا وجہ ثانی ہے اگر کہا جاوے کہ ممکن ہے کہ باعتبار خدمات حجاج و بیت اللہ کے طریق قریش کا اچھا کہا ہو جس کا حاصل ان امور کو اچھا کہنا ہے سو ان کے اچھے ہونے میں کوئی



استعمل بمعنی الفساد واختلاق الکذب فالمعنی كما فی الکبیر ای اختلق ذنباً غیر مغفور یقال الفتری فلان الکذب اذا احتمله واختلقه ۱۲۱۔

۴ قوله فی التمهید قرآن میں بھی فی زیادة الکلمة الاخيرة اشارة الى عدم الحصر فی القرآن كما فی الروح عن الکلبی قال نزلت فی رجال من اليهود اتوا رسول الله ﷺ باطفالهم فقالوا یا محمد هل علی اولادنا هولاء من ذنب فقال لا فقالوا والذی یحلف به ما نحن فیہ الا کھینتهم الخ وقرباً منه نقل فی الباب عن ابن ابی حاتم ۱۲۲۔

۵ قوله مقدس ثلاثتے ہیں الی قوله مقدس ثلاثتے کذا فی البیضاوی وفيه اصل التزکیة نفی ما یستقبح فعلاً او قولاً ۱۲۳۔ قوله قبل ترجمة لا یظلمون جس کا منشا فلا یرون الکافر مکلفاً بالاعمال لان هذه لمنشاء عقيدة کفریة ۱۲۴۔

۶ قوله بعد ترجمة یفترون صاف فلا یرد ان لازم المذهب لیس بمذهب وجه عدم الورد ان هذا فی غیر البین وهذا لازم بین ۱۲۵۔ قوله فی ترجمة اشأ مجرم ہونا اختار التطویل رعاية للمحاورة وهو منصوب علی التمییز ۱۲۶۔

۷ قوله فی ترجمة للمحاورۃ وهو منصوب علی التمییز ۱۲۷۔ قوله فی ترجمة یؤمنون مانتے ہیں فسروا الایمان ہلنا بالتصدق والطاعة والموافقة وما ترجمت به یشمل جمیع المفہومات ۱۲۸۔

۸ قوله صاف اشار الی کون اللزیم بینا یصح الحکم بہ علی من اتصف بالملزوم ولو ثبت ما فی روح المعانی بلا ذکر السند ان کعباً سجد للصنمین وآمن بہما لما احتج الی هذا التقرير ۱۲۹۔

۹ قوله بعد ترجمة لعنہم اللہ اسی ملحون ہوئے الخ اشار الی ان اللعن المذكور فی الآیة هو ما اتصفوا بہ قبل ان تصدر منهم هذه الکلمة من ارادة هذا القول او اعتقاده او من کفریات اخر کانت تصدر منهم وقتاً بعد وقت وجاز ان یراد اللعن بسبب هذه الکلمة لکن لا یشہد بہ ذوقی ۱۳۰۔

شبه نہیں جواب یہ ہے کہ اگر تاویل فرض بھی کر لی جاوے تب بھی بعض اجزاء کے خیر ہونے سے مجموعہ کا جس میں بعض اجزاء شر و کفر بھی ہوں خیر ہونا لازم نہیں آتا اور مقصود وسائل کا مجموعہ کا پوچھنا تھا اور سوال پر جواب کا انطباق ضرور ہے اس لئے کلمات کفر میں ایسی تاویل دافع کفر نہیں ہو سکتی مثلاً کوئی شخص دو خدا کو مانتا ہو اور وہ شخص کسی سے پوچھے کہ خدا ایک ہے یا دو اور مجیب کہے کہ دو ہیں اور نیت یہ کرے کہ ایک حق ہے ایک باطل تو کیا جواب کلمہ کفر نہ ہوگا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى ألم تر إلى الذين یزکون أنفسهم اس میں دعوی تقدس پر انکار ہے اور اس میں مجز اہل فنا کے بہت مشائخ مبتلا ہیں۔

**اللفات:** فی القاموس الجبت الصنم وکل ما عبد من دون الله قوله للذین لاجلہم واللام لیست صلة ۱۳۱۔

**البلاغة:** من الذین آمنوا فی روح المعانی وایراد النبی ﷺ واتباعہ بعنوان الایمان لیس من قبل القائلین بل من جهة الله تعالى تعریفا لهم بالوصف بجمیل وتخطئة لمن رجح علیہم المتصفین باشنع القبائح ۱۳۲۔

**ملحقات الترجمة:** قوله فی التمهید یہ لوگ بوجہ کفر کے الخ ولا ینافی کون الآیة ناعیة علی اليهود ما فی لباب النقول عن ابن ابی حاتم والطبرانی من نزول الآیة فی شان مسلم مرتکب للحرام وما فی الروح عن ابن المنذر من نزولها جواباً عما سأل عن المشرکین او نزل قوله تعالى قل یا عبادي الذين اسرفوا الآیة لان اللفظ عام احتمل نزول الآیة فی الواقعتین ثم وضعت ہلنا لکون اليهود داخلین فی عمومها فافہم ۱۳۳۔ قوله جتنے گناہ هذه ترجمة کلمة ما نعم صارت طویلة للتوضیح ۱۳۴۔ قوله فی ترجمة الفتری الخ وہ بڑے جرم الخ فالجرم ترجمة الاثم وبڑا ترجمہ عظیم ومرتکب ہوا ترجمہ الفتری بطریق التجرید لان معناه ارتکب الفری ولما کان معمولہ مراد فاللفری استعمل بمعنی ارتکب نعم افاد تاکید او اصلہ كما فی الروح الفری بمعنی القطع ولکون قطع الشئ مفسداً له



أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا الْيُتُوتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۖ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ سلطنت کا سوائے حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو ہم نے حضرت

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَهُمْ مَّا كَانُوا يُرِيدُونَ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ

ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے۔ سو ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لائے اور بعض ایسے تھے کہ اس سے روگردان ہی رہے۔

وَكُفِيَ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَلْبًا نَّضِجَتْ جُلُودُهُمْ بِدَلْنِهِمْ جُلُودًا

اور دوزخ کی آتش سوزاں کافی ہے۔ بلا شک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو غرق رب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے۔ جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری

غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

کھال پیدا کر دیں گے تاکہ عذاب ہی بھگتتے رہیں۔ بلا شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو غرق رب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ مُّطَهَّرٌ وَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ ۖ لَّهُمْ فِيهَا مِمَّا يُشَاءُونَ

جاری ہوئی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے واسطے ان میں پاک صاف بیبیاں ہوں گی۔ اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے۔

کثیر الا زواج ہونا معلوم و مشہور ہے۔ اور یہ سب اولاد ابراہیم میں ہیں۔ سو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اولاد ابراہیم سے ہیں تو آپ کو اگر یہ نعمتیں و عطیات مل گئیں تو تعجب کی کیا بات ہے (ف: حسد کے نام معقول ہونے کی ایک وجہ تو ذکر حسد کے قبل ہے اور دوسری ذکر حسد کے بعد اور ان کو بطور تشقیق و تردید کے بیان فرمایا حاصل دونوں وجہوں کا یہ ہے کہ حسد کس بات پر ہے اگر اس پر ہے کہ تم صاحب سلطنت ہو کہ تمہاری سلطنت ان کو ملنے لگی تب تو خدا نے تم کو ٹھکانے ہی سے رکھا کہ سلطنت تم کو نہیں ملی ورنہ تم ایک کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے اور اگر اس پر ہے کہ گو ہمارے پاس سے ان کے پاس نہیں گئی مگر پھر بھی کیوں ان کو ملی ان کو سلطنت سے کیا علاقہ، تو اس کا جواب یہ دیا کہ علاقہ یہ ہے کہ یہ بھی شاہی خاندان سے ہیں کسی اجنبی جگہ سلطنت نہیں آئی۔

و ربط: اور یہود کے حسد کا ذکر تھا چونکہ طبعاً جس پر حسد کیا جاوے اس کو رنج بھی ہوتا ہے اس لئے آیت آئندہ میں رسول اللہ ﷺ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ:

فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۖ وَكَفِيَ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (سو) ان انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی جو کہ خاندان ابراہیم علیہ السلام سے گذر چکے ہیں جو لوگ موجود تھے (ان میں سے بعض تو اس (کتاب و حکمت) پر ایمان لائے اور بعض ایسے تھے کہ اس سے روگردان ہی رہے) (پس اگر آپ کی رسالت و قرآن پر بھی آپ کے زمانہ کے بعض لوگ ایمان نہ لاویں کوئی رنج کی بات نہیں) اور (ان کفار و معرضین کو اگر دنیا میں سزا کم بھی ہو یا نہ ہو تو کیا ہوا ان کے لئے آخرت میں) دوزخ کی آتش سوزاں (سزائے) کافی ہے۔

تفسیر: ربط: آگے بھی یہود کے بعض قبائح کا ذکر ہے جیسا کہ لباب میں بروایت ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودہ اعتراض کیا کہ آپ اپنے کو متواضع فرماتے ہیں حالانکہ آپ کے نکاح میں نو بیبیاں ہیں یہ تو اچھی خاصی سلطنت ہے فقط۔ اس اعتراض کا یہودہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ اول تو نو بیبیوں کا ہونا جو آپ کو باذن الہی حلال تھیں مستلزم سلطنت کو نہیں اور اگر استلزام کو مان لیا جاوے تو سلطنت منافی تواضع کے نہیں کیونکہ اگر باوجود حکومت کے کوئی متکبر نہ ہو تو کیا محال ہے اور یہودگی کے ساتھ اصل منشا اس اعتراض کا حسد تھا اسی واسطے آیت میں اس کی یہودگی سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ ان کا حسد ہونا اور اس حسد کا دو وجہ عقلی سے قبیح و نامعقول ہونا بیان فرمایا ہے اور فتح شرعی حسد کا تو معلوم ہی ہے۔

بیج حسد یہود:

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (السی قولہ تعالیٰ) وَآتَيْنَهُمْ مَّا كَانُوا يُرِيدُونَ (ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سوائے حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے) (جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) (ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو) (آپ کو ایسی چیز مل جانا کوئی نئی بات نہیں کیونکہ) ہم نے (پہلے سے) حضرت ابراہیمؑ کے خاندان (والوں) کو کتاب (آسمانی) بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے (چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء گذرے بعض انبیاء سلاطین بھی ہوئے جیسے حضرت یوسفؑ و حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ، اور حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا



**ربط:** آیت مذکورہ میں خاص مومنین اور غیر مومنین کا ذکر تھا آگے مطلق مومن وغیرہ مومن کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرماتے ہیں۔

**سزائے کافر و جزائے مومن:**

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا (الی قولہ تعالیٰ) وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا بلا شک جو لوگ ہماری آیات (واحکام) کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے (اور وہاں ان کی برآبرویہ حالت رہے گی کہ) جب ایک دفعہ ان کی کھال (آگ سے) جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری (تازی) کھال پیدا کر دیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب ہی بھگتتے رہیں (کیونکہ پہلی کھال میں جلنے کے بعد شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید اس میں ادراک نہ رہے اس لئے شبہ قطع کرنے کے لئے یہ سنا دیا) بلا شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (کہ وہ ایسی سزادے سکتے ہیں اور) حکمت والے ہیں (اس لئے باوجود اس قدرت کے کہ جلی ہوئی کھال کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں پھر بھی کسی حکمت سے بدل دیا جیسا کہ ایک حکمت کا بیان بھی ہوا ہے) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے واسطے ان (باغوں) میں پاک صاف یہیاں ہوں گی اور ہم ان کو نہایت گنجان سائے (کی جگہ) میں داخل کریں گے۔

**ف:** یعنی دنیا کے اشجار کا ساسایہ نہ ہوگا کہ خود سایہ کے اندر بھی دھوپ چھتی ہے وہ بالکل متصل ہوگا۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہاں آفتاب وغیرہ تو ہوگا نہیں جیسے ارشاد فرمایا ہے لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا پھر سایہ کے کیا معنی کیونکہ سایہ کے لئے مطلق کسی جسم نورانی کا ہونا کافی ہے اور وہاں اس کا ہونا عجیب نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر جب گرمی نہیں تو سایہ کا کیا فائدہ یہ محض ضعیف ہے اس لئے کہ فائدہ کا اس میں منحصر کر لینا خود بے دلیل ہے ممکن ہے کہ کسی تیز نور کا لطیف بنانا ہو جیسے ماہتاب پر ابر رقیق آجاتا ہے یا خود اس سایہ کی حقیقت نور ہی ہو جیسا گوہر شب چراغ کا سایہ۔ یا یوں کہا جاوے کہ نر سایہ ہی ہو بلا ظلمت جیسے طلوع آفتاب سے ذرا پہلے حالت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اس کو مشہور تفسیر پر ظل سے تعبیر فرمایا ہے أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ اور سایہ کی معرفت دھوپ پر موقوف ہونے سے خود سایہ کے وجود کا توقف دھوپ پر لازم نہیں آتا واللہ اعلم۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مَّا عَظَمُوا لَنَا اس میں دلالت ہے کہ کمال باطنی اور سلطنت ظاہری میں کوئی تفریق نہیں۔

**اللفظ:** ام لهم اللام للتملیک كما فی قولهم ان له لا بلاد ان له لغنا النقر النقرة التي فی ظهر النواة كناية عن القلة لقلتها ولذا ترجمت بالقليل يحسدون الناس اللام للجنس يراد به رسول الله ﷺ ۱۲۔ صدا عرض نضجت احترقت وتلاشت وتهرت من نضج اللحم الظلیل صفة مشتقة من لفظ الظل للتاكيد كما هو عادتهم فی نحو يوم اليوم وليل الليل وقال الامام المرزوقي انه مجرد لفظ تابع لما اشتق منه وليس له معنى وضعي بل هو كقولك حسن بسن كذا فی الروح ۱۲۔

**النحو:** اذن لم تعمل لانه قد شرط فی اعمالها الصدارة فبالنظر الى العطف وكونها تابعة لغيرها اهملت ولو نظر الى كونها فی صدر جملتها عملت كما قرئ اذا لا يوتوا الناس ۱۲۔ فمنهم الضمير لمن كان موجود فی زمن انبياء آل ابراهيم عليه السلام من امهم المدلول عليه بقوله تعالیٰ فقد آتينا آل ابراهيم الخ لان وجود الانبياء يستلزم عادة وجود الامم قوله امن به الضمير للكتاب والحكمة الذين محصلهما الايمان بالنبوة ولعله هو النكتة فی تكرير آتينا هم لان الكتاب والحكمة من جنس المؤمن به والملك العظيم ليس من جنسه فافهم۔ قوله سعيراً اه بمعنى مسعورة حال من جهنم الفاعل بزيادة الباء۔ وما ترجمت به هو اخذ بالحاصل ۱۲۔

**البلاغة:** قدم حال الكافرين لان الكلام فيهم۔ قوله ليدوقوا فی الروح التعبير بالذوق للاشعار بمرارة العذاب مع ايلامه او للتنبيه على شدة تأثيره من حيث ان الذائقة اشد الحواس ادراكاً قوله ندخلهم ظلاً الادخالان متغايران بالعنوان لا بالذات كما فی قوله تعالیٰ ولما جاء امرنا نجينا هودا الی قوله نجينا هم من عذاب غليظ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ترجمة ام الاولى ہاں کیا وام الثانية یا اشار الی کون الاولى منقطعة والثانية متصلة وانظر ما حررت فی البقرة فی قوله ام تريدون ان تسئلوا الخ ۱۲۔ ۲۔ قوله سخت آگ افاده التذكير ۱۲۔ ۳۔ قوله برابر افاده عموم كلما ۱۲۔ ۴۔ قوله تاکہ ہمیشہ حملاً لیدوقوا علی معنی لیدوم ذوقهم ولا ینقطع بقربة المقام كقولك للعزیز اعزک اللہ ۱۲۔ ۵۔ قوله فی ترجمة ظلاً سایہ کی جگہ میں لان الادخال فی الظل هو بالادخال فی محل الظل ۱۲۔



إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت

يَهْدِي إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ

کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلا شک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔ اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔

**تفسیر: ربط:** ذکر قبائح یہود سے پہلے احکام کا بیان جو کہ محل تقویٰ میں چلا آ رہا ہے مجملہ ان احکام کے قسم اول یعنی معاملات باہمی کے ایک حکم یہ ہے کہ حکام محکومین میں عدل و امانت سے کام کریں اور محکومین حکام کے ساتھ امور مشروعہ میں اطاعت سے پیش آویں اور پھر دونوں گروہوں کو اللہ و رسول کے حکم کو اصل سمجھنے کا حکم دیا آگے ان ہی مضامین کا ذکر ہے اور اس کے متصل مذمت منافقین کی اس امر پر مذکور فرمائی کہ وہ اللہ و رسول کے احکام کو دل سے پسند نہیں کرتے یہی مضمون رکوع آئندہ کے ختم تک چلا گیا ہے اور اس ربط کے علاوہ خاص ربط قبائح یہود کے مضمون سے بھی اس طرح ہے کہ یہود کے عوام و خواص یعنی رؤساء دینی و دنیوی کا خائن فی الدین و ہوا پرست ہونا بضمن قبائح اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ان میں سے منافقین کی یہی حالت آگے آتی ہے درمیان میں مؤمنین کو اس سے روک کر عدل و اطاعت کا حکم فرماتے ہیں۔

**حکم ہشتم ہم ادائے حقوق محکوم و حاکم مسلم:**

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (اللی قولہ تعالیٰ) ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (اے اہل حکومت خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو خواہ بہتوں پر) بیشک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق (جو تمہارے ذمہ ہیں) پہنچا دیا کرو اور (تم کو) یہ (بھی حکم دیتے ہیں) کہ جب (محکوم) لوگوں کا تصفیہ کیا کرو (ایسے حقوق میں جو ان میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ ہیں) تو عدل (و انصاف) سے تصفیہ کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے (دنیا کے اعتبار سے بھی کہ اس میں بقاء حکومت ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی کہ موجب قرب و ثواب ہے) بلا شک اللہ تعالیٰ (تمہارے اقوال کو جو دوبارہ امانت و تصفیہ کے تم سے صادر ہوتے ہیں) خوب سنتے ہیں (اور تمہارے افعال کو جو اس باب میں تم سے واقع ہوتے ہیں) خوب دیکھتے ہیں (تو اگر کسی و کوتاہی کرو گے مطلع ہو کر تم کو سزا دینگے یہ خطاب تو حکام کو ہوا آگے محکومین کو ارشاد

ہے کہ) ایمان والو کہ تم اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور رسول اللہ (ﷺ) کا کہنا مانو (اور یہ حکم تو تمہارے اور حکام سب کے لئے عام ہے) اور تم (مسلمانوں) میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی (کہنا مانو اور یہ حکم خاص ہے تم محکومین کے ساتھ) پھر (اگر ان احکام کا اللہ و رسول کے کہے ہوئے کے خلاف نہ ہونا محکوم و حاکم دونوں کے اتفاق معتبر سے ثابت ہو تو خیر اس میں تو حکام کی اطاعت کرو ہی گے اور) اگر (ان کے احکام میں سے) کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو (کہ یہ اللہ و رسول کے کہے ہوئے کے خلاف ہے یا نہیں) تو (رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تو آپ سے پوچھ کر اور بعد آپ کی وفات کے ائمہ مجتہدین و علمائے دین سے رجوع کر کے) اس امر کو (کتاب) اللہ اور (سنت) رسول (اللہ ﷺ) کی طرف حوالہ کر لیا کرو (اور ان حضرات سے جیسا فتویٰ ملے اس پر سب محکوم و حاکم عمل کیا کرو) اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو (کیونکہ اس ایمان کا مقتضا یہی ہے کہ یوم قیامت میں اللہ تعالیٰ کی دار و گیر سے جو کہ مخالفت کرنے پر ہونے والی ہے) (ذریں) یہ امور (جو مذکور ہوئے اطاعت اللہ کی رسول کی اولی الامر کی۔ حوالہ کرنا تنازعات کو کتاب و سنت کی طرف) سب (دنیا میں بھی) بہتر ہیں اور (آخرت میں بھی) ان کا انجام خوشتر ہے (کیونکہ دنیا میں امن و راحت و آخرت میں نجات و سعادت) **ف:** اس آیت کے سبب نزول میں جو روایت مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے روز عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ سے کلید کعبہ لی تھی اور حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ یہ اب سے مجھ کو دیدی جاوے اور اس پر آیت نازل ہوئی اور وہ فی اللباب عن ابن عباس بروایت ابن مردویہ اس مردویہ کے منافی نہیں کہ اس کے مخاطب حکام ہیں کیونکہ اولاً الفاظ کے عموم میں وہ خالص سبب بھی داخل ہو سکتا ہے وروی العموم فی الروح عن ابن عباس وابی و ابن مسعود و البراء بن عازب وابی جعفر وابی عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ دوسرے سہل تر یہ ہے کہ اس وقت حضور ﷺ من



حیث الحکومت مخاطب ہو سکتے ہیں اور امانات سب حقوق کو شامل ہے اس میں  
 حقوق اللہ بھی آگئے۔ اسی لئے اطیعوا اللہ والرسول کا مفہوم اس میں  
 ادا ہو گیا پس یہ شبہ نہ رہا کہ محکومین کو اطاعت اللہ و رسول کا حکم فرمایا اور حکام کو  
 نہیں فرمایا البتہ عنوان امانت کا اختیار کرنے میں یہ لطیفہ معلوم ہوتا ہے کہ حکام  
 چونکہ خود بالادست ہوتے ہیں اور ان سے اپنے حقوق کا کوئی مطالبہ کرتا نہیں  
 اس لئے احتمال تھا اس میں کوتاہی ہو جانے کا اس عنوان میں اس کی تاکید  
 زیادہ ہو گئی اور کلید کعبہ کو جو امانت فرمایا اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسے  
 اوقاف کا جو شخص برضائے اہل حل و عقد منتظم ہو اور وہ اس کا اہل بھی ہو تو اس  
 سے انزاع نہ کیا جاوے یعنی متولی صالح کو معزول نہ کیا جاوے اور اتفاق  
 میں معتبر کی قید اس لئے لگائی کہ مطلق اتفاق مدار جواز یا وجوب اطاعت نہیں  
 جب تک کہ قواعد شرعیہ پر منطبق نہ ہو البتہ اگر کسی امر شرعی پر ایک زمانہ کے جمیع  
 اہل حق متفق ہو جاویں وہ اجماع ہو جاتا ہے پھر اس کی سند کا نہ ملنا بھی مضر نہیں  
 اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف ہو تو یہ اجماع علامت ہوگا اس حدیث کے  
 منسوخ ہونے کی اور سمجھا جاوے گا کہ اہل اجماع کے پاس ماخذ شرعی تھا مگر ہم  
 تک نہیں پہنچا۔ اور رَدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ الخ کی تفسیر میں جو استفتاء کا واسطہ ذکر کیا گیا  
 ہے دلیل اس کی تازعتم ہے کیونکہ احکام منصوصہ مشہورہ میں محکومین کا نزاع  
 جبکہ وہ مؤمن بھی ہوں جیسا کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اس پر دال ہے حکام کے  
 ساتھ جبکہ وہ بھی مؤمن ہوں جیسا کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اور نیز منکم اس پر  
 دال ہے عادیہ ممتنع ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ احکام جو محل اختلاف بنے  
 ہیں منصوص و مشہور نہیں ہیں تاکہ بلا واسطہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کر  
 سکیں پس لامحالہ وہ خفی اور دقیق ہیں جن کا مدلول کتاب و سنت ہونا محل  
 اختلاف و نزاع ہو گیا اس لئے کسی واسطہ کی ضرورت ہوگی جب تک رسول  
 اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے جب تک تو آپ ہی کا واسطہ کافی تھا لیکن بعد  
 آپ کی وفات کے وہ واسطہ بجز استفتاء کے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر جب بعض  
 احکام خفی و دقیق بھی ہیں تو ضرور ان کے مصادیق نصوص ہونے کے لئے فکر  
 و استدلال درکار ہوگا یہی شرع میں قیاس کہلاتا ہے اور ممکن ہے کہ بعض طرق  
 استدلال کے فریقین مختلفین کی فہم سے عالی ہوں کیونکہ ہر حاکم اور ہر محکوم کا  
 قادر علی الاستدلال ہونا یا عالم بالاستدلال ہونا ضروری نہیں چنانچہ مشاہد ہے  
 پھر بجز اس کے کہ فریقین ان علماء کے افتاء کے بعد بے انتظار علم و دلیل عمل کر  
 لیں اور کیا صورت ہو سکتی ہے ایسے ہی عمل کو تقلید کہتے ہیں البتہ اگر حاکم خود بھی  
 حسب شرائط معتبرہ قوت قیاس کی رکھتا ہو تو خود اس کا قیاس و اجتہاد اس واسطہ  
 کا قائم مقام ہو جاوے گا۔ پس یہ آیت قیاس یا تقلید شرعی کی نفی نہیں کرتی بلکہ

حسب تقریر ہذا اثبات کر رہی ہے اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اولوالا امر کی تفسیر اگر خاص حکام کے ساتھ ہی کی جاوے جیسا متبادر یہی ہے اور علماء کو اس میں داخل نہ کہا جاوے تب بھی دوسرے جزو یعنی فِرْدَوْہُ اِلٰی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ میں علماء کے اتباع کا وجوب آگیا بلکہ حکام کی اطاعت سے بھی زیادہ کیونکہ علماء کو خود حکام کا متبوع بھی قرار دیا پس یہ متبوع المستبوع ہو گئے اور چونکہ حکم آیت کا ہر زمانہ کے لئے عام تھا اس لئے اِلٰی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ کے ترجمہ میں رسول کے ساتھ لفظ سنت کا اظہار کر دیا کیونکہ بعد وفات نبویؐ یہی ممکن ہے البتہ اس رد کے لئے یہ ضرور نہیں کہ استدلال ہمیشہ ہر زمانہ میں تازہ ہوا کرے بلکہ جو استدلال مدون ہو چکے ہیں ان پر عمل کرنا یہ بھی رد میں داخل ہے پس اس سے اہل اجتہاد کا ہر وقت میں موجود رہنا لازم نہیں آتا اور اتفاق و اختلاف میں جو یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے اللہ و رسول کے کہے ہوئے کے خلاف ہونا یا نہ ہونا اور سہل عنوان یہ اختیار نہیں کیا کہ اللہ و رسول کے کہے ہوئے کے موافق ہونا یا نہ ہونا وجہ اس کی یہ ہے کہ موافقت سے شبہ ہوتا کہ خدا و رسول نے بھی اس کا حکم کیا ہو تو اس سے متبادر معنی وجوب کے ہوتے ہیں حالانکہ اطاعت حکام اسلام کی مباحات میں بھی ضروری ہے اس لئے وہ عنوان اختیار کیا کیونکہ مباح پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ خلاف نہیں یعنی حرام نہیں اور موافق کہ موہم وجود ہے صادق نہیں آتا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۚ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ كُلَّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

اگر امانت کو عام لے لیا جائے تو آیت میں مشائخ کو بھی امر ہوگا کہ برکات کو ان کے اہل تک پہنچادیں اور جو شخص خلافت ارشاد یہ کا اہل ہو اس کو اجازت دیں۔

**اللفظ:** الامانة مصدر سمي به المفعول تعم الحقوق تاويلا من آل يؤل رجع يرجع معناه تاويله بمعنى عاقبته احسن ١٢ .

**النحو:** قوله نعم ماموصولة فاعل نعم والمخصوص محذوف أي الاداء والعدل قوله وإذا حكمت الطرف متعلق بما بعد ان وهو معطوف على ان تؤدوا والجار متعلق به او بمقدر وقع حالا من فاعله ١٢ .

البلاغة: قوله يا مكرم ذكر فيه الحقوق المتعلقة بدمهم ثم في قوله ان تحكموا الحقوق التي متعلق بدمهم غيرهم وقوله نعماً ذكره ترغيباً كما في الآية التي تليه ذكر خير واحسن تاويلاً فلذلك لم ادخل في اشارة ذلك اداء الامانات. قوله اطيعوا الله واطيعوا الرسول في الروح اعاد الفعل وان كانت طاعة الرسول مقترنة بطاعة الله تعالى اعتناءً بشانه عليه الصلوة والسلام وقطعاً لئلا يجب امثال ما ليس في القرآن وايداناً بان له <sup>عليه السلام</sup> استقلالاً بالطاعة لم يثبت لغيره ومن ثم لم يعد في اولى الامر ١٢. (بقية صفحہ ٣٤ پر)



الْمُتَرِّ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے

الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى

جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں، اور شیطان ان کو بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف

مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَالْإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ

تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں، پھر کسی جان کوختی ہے جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے انکی اس حرکت کی بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے، پھر آپ کے پاس آتے ہیں، خدا

أَيُّدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّ آرْذَنَّا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوْفِيقًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوائے اس کے کہ کوئی بھلائی نکل آوے اور باہم موافقت ہو جاوے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، سو آپ ان سے تغافل کر جایا

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝

سیکھئے اور انکو نصیحت فرماتے رہئے، اور ان سے خاص انکی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیت میں اپنے جمیع معاملات کو اللہ و رسول کے احکام کی طرف رجوع کرنے کا حکم تھا آگے غیر شریعت کی طرف رجوع کرنے کی مذمت ہے اور اس میں منافقین کی تضحیح ہے کہ وہ ایسا کیا کرتے تھے۔  
زم رجوع بسوئے غیر حکم شریعت:

الْمُتَرِّ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ (المنافقین) وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝ (ان آیتوں میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک شخص تھا منافق بشر اس کا نام تھا اسکا کسی یہودی سے جھگڑا ہوا یہودی نے کہا چل محمد ﷺ کے پاس ان سے فیصلہ کرادیں منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چل یہ یہود کا ایک سردار تھا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں یہودی حق پر ہوگا اس نے جانا کہ رسول اللہ ﷺ کسی کی رعایت نہ فرماویں گے وہاں حق فیصلہ ہوگا گو میں آپ سے مذہبی مخالفت رکھتا ہوں منافق چونکہ باطل پر تھا اس نے سمجھا رسول اللہ ﷺ کے یہاں تو میری بات چلے گی نہیں گو میں ظاہر مسلمان ہوں مگر کعب بن اشرف خود کوئی حق پرست نہیں وہاں میرا مقدمہ سرسبز ہو جاویگا پھر آخر دونوں رسول اللہ ﷺ ہی کے پاس مقدمہ لے گئے آپ نے یہودی کو غالب کیا وہ منافق راضی نہ ہوا اس یہودی سے کہا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس غالباً وہ یہ سمجھا ہوگا کہ حضرت عمرؓ فاجر پر خوب سخت ہیں اس یہودی پر سختی فرماویں گے یہودی کو اطمینان تھا کہ گو سخت ہیں مگر وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے تو ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ کو ہی غالب رکھیں گے اس لئے اس نے

انکار نہیں کیا جب وہاں پہنچے تو یہودی نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے اجلاس سے فیصلہ ہو چکا ہے مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا آپ نے اس منافق سے پوچھا کیا یہی بات ہے اس نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا ٹھہرو آتا ہوں اور گھر سے ایک تلوار لے کر آئے اور منافق کا کام تمام کیا اور کہا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے اور وہ فی الروح بروایۃ العسلی وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ اور عامہ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ پر دعویٰ کیا اور اس منافق کے کفر قوی و فعلی کی تاویل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرمادی، اور لباب میں ابن ابی حاتم و طبرانی وابن جریر کی روایات ابن عباسؓ و شعبی سے جن میں تین قصے کا ہنوں کے پاس مقدمات لے جانے کے مذکور ہیں نقل کی ہیں سب کا وقوع ممکن ہے اور سب قصوں میں مصیبت کے وقت ایسے ہی عذر کرنا ہو سکتا ہے إِنَّ آرْذَنَّا إِلَّا أَحْسَنًا پس بطور تعجب کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (زبان سے تو) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ (یعنی ہم) اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی (یعنی قرآن) اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی (یعنی توریت) کیونکہ اس میں منافقین کا بیان ہے اور اکثر منافقین یہود میں سے تھے مطلب یہ کہ زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جس طرح توراۃ کو مانتے ہیں اسی طرح قرآن کو بھی مانتے ہیں یعنی اسلام کے مدعی ہیں پھر اس پر حالت یہ



ہے کہ) اپنے مقدمے شیطان کے پاس لیجانا چاہتے ہیں (کیونکہ غیر شرع کی طرف مقدمہ لے جانے کے لئے شیطان سکھاتا ہے پس اس پر عمل کرنا ایسا ہے جیسے شیطان ہی کے پاس مقدمہ لے گئے) حالانکہ (اس سے دوا ممانع موجود ہیں ایک یہ کہ) ان کو (شریعت کی جانب سے) یہ حکم ہوا ہے کہ اس (شیطان) کو نہ مانیں (یعنی اعتقاداً و عملاً اس کی مخالفت کریں) اور (دوسرا مانع یہ کہ) شیطان (ان کا ایسا دشمن اور بدخواہ ہے کہ) ان کو (راہِ حق سے) بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے (پس باوجود ان دونوں امور کے جن کا مقتضایہ ہے کہ شیطان کے کہنے پر عمل نہ کریں پھر بھی اس کی موافقت کرتے ہیں) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور (آؤ) رسول (ﷺ) کی طرف (کہ آپ اس حکم کے موافق فیصلہ فرمادیں) تو آپ (اس وقت) منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ (کے پاس آنے) سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب ان پر مصیبت پڑتی ہے ان کی اس حرکت کی بدولت جو کچھ وہ (اس مصیبت سے) پہلے کر چکے تھے (مراد اس حرکت سے شرع کو چھوڑ کر دوسری جگہ مقدمہ لے جانا اور مصیبت سے مراد جیسے قتل یا خیانت و نفاق کا کھل جانا اور باز پرس ہونا یعنی اس وقت سوچ پڑتی ہے کہ اس حرکت کی کیا تاویل کریں جسمیں پھر سرخرو ہیں) پھر (تاویل سوچ کر) آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسم کھاتے ہوئے کہ (ہم جو دوسری جگہ چلے گئے تھے) ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوا اس کے کہ (معاملہ کے دونوں فریق کی) کوئی بھلائی کی (صورت) نکل آوے اور (ان میں) باہم موافقت (و مصالحت) ہو جاوے (مطلب یہ کہ قانون تو شرع ہی کا حق ہے ہم دوسری جگہ شرع کو ناحق سمجھ کر نہیں گئے تھے لیکن یہ بات ہے کہ قانونی فیصلہ میں تو صاحب حق کو حاکم رعایت کرنیکے لئے نہیں کہہ سکتا اور باہمی فیصلہ میں اکثر رعایت کرادی جاتی ہے یہ وجہ تھی ہمارے دوسری جگہ جانے کی اور قصہ قتل میں یہ تاویل اس مقتول کے فعل کی ہوگی جس سے مقصود اپنی برات یا حضرت عمرؓ پر دعویٰ قتل بھی ہوگا اللہ تعالیٰ ان کی اس تاویل کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ (نفاق و کفر) ان کے دلوں میں ہے (کہ اس کفر و نفاق و عدم رضا بحکم شرع ہی کی وجہ سے یہ لوگ دوسری جگہ جاتے ہیں اور وقت معین پر اس کی سزا بھی پالینگے) سو (مصلحت یہی ہے کہ) آپ (علم خداوندی و مواخذہ خداوندی پر اکتفا فرما کر) ان سے تغافل کر جایا کیجئے (یعنی کچھ مواخذہ نہ فرمائیے) اور (ویسے اپنے منصب رسالت کے اقتضا سے) ان کو نصیحت

فرماتے رہئے (کہ ان حرکتوں کو چھوڑ دو) اور ان سے خاص ان کی ذات (کی اصلاح) کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے (تاکہ ان پر رجعت الہی قائم اور تمام ہو جاوے پھر نہ مانیں وہ جانیں) ف: اس تغافل کے مصلحت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کفر مشہور تو تھا نہیں اگر ان کے ساتھ مثل کفار مجاہرین کے معاملہ جہاد کا ہوتا تو ذروالوں کو ان کی خفیہ شرارتوں کی تو خبر پہنچتی نہیں اور قتل و غارت مشہور ہی ہوتا تو اسلام سے لوگوں کو ایک گونہ تو وحش ہوتا کہ اسلام میں نہایت ہی تجبر و بد نظمی ہے اس تو وحش سے اسلام کی ترقی رک جاتی ایک حدیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ دعه فان الناس يتحدثون ان محمدا يقتل اصحابه او كما قال اس مصلحت کی طرف مشیر ہے واللہ اعلم۔ البتہ چونکہ اس منافق کا قتل حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے واقع ہو چکا تھا اور واقع میں وہ محترم النفس نہ تھا اس لئے وہ خون ہدر ہو گیا اس پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں کی گئی چنانچہ اس قتل پر ضمان کا ہونا کسی روایت میں منقول نہیں اور اگر دوسو سو ہو کہ اس میں بھی اسلام کی بدنامی اور اس سے تو وحش کا احتمال ہو سکتا ہے اس کا قطعی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ کسی قاعدہ عامہ میں کسی خاص واقعہ کو مخصوص کر دیں اور اس قاعدہ کے متعلق جو حکمت تھی اس سے زیادہ اس تخصیص میں حکمت رکھ دیں چنانچہ خاص اس مقام پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ منافق ظاہر میں مسلمان تھا اور اس کا معاملہ تھا ایک مجاہد کافر کے ساتھ اور اس معاملہ میں اس منافق کو یہ سزا دی گئی اور خون اس کا ہدر ہوا تو وہ یہودی اس قصہ کو اپنے ہم مشربوں میں بیان کریگا تو اہل عقل و انصاف اسلام کی حق پرستی کی اعلیٰ درجہ کی داد دے سکتے ہیں کہ غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنی قوم کو امر حق قبول کرنے پر ایسا مجبور کرتے ہیں کہ نہ ماننے پر ان کی جان کی بھی رعایت نہیں کرتے واللہ اعلم باسرارہ۔

**الروایات:** ذكرت في المتن واحد الاقوال في الآية نزولها في غزوة مر يسيع حين نزلت سورة المنافقين فيكون قولهم ان اردنا الخ ما اردنا بالكلام بين الفريقين المتنازعين في تلك الغزوة الا الخير والمصيبة ما اصابهم من الذل والخزي ۱۲۔

**اللفاظ:** الصد لازم ومتعد كما في القاموس ۱۲۔

**النحو:** ثم جاء وك عطف على اصابهم ۱۲۔

**البلاغة:** قوله يريدون لم يقل يتحاكمون اشارة الى ان هذا الامر يعني التحاكم قبيح بحيث لا يجوز ارادته فضلا عن التحاكم نفسه قوله ضللا وصدودا مصدرا ان للتاكيد قوله رابت المنافقين فيه وضع المظهر موضع المضمرة لان الكلام في المنافقين فكان الظاهر رابتهم قوله عنك الظاهر عنهما اشارة الى ان الصد عن الرسول هو عين الصد عن الله ۱۲۔ (بقية صفحہ ۳۶۷ پر)



وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ حکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔ اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، پھر

لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا پاتے۔ پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ

لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ

ہو گئے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ نہ کر لیں، پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں ٹنگی نہ پادیں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔ اور ہم اگر

أَوْ أَخْرِجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ

لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خود کشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا، اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر

تَثْبِيثًا ۝ وَإِذَا آتَيْنَاهُم مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَلَهْدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ

عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا، اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو سیدھا راستہ بتا دیتے۔ اور جو شخص

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء، اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

**تفسیر:** و بـ: اوپر منافقین کے عذرنا معقول کا غلط ہونا بیان فرمایا

ہے آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ بجائے اس تاویل باطل کے اگر استغفار اور

ندامت بشرائط اختیار کرتے تو البتہ اس جرم کی تلافی ہو جاتی۔

**تخطیہ منافقین در عدم استغفار:**

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (الہی قولہ) لَوَجَدُوا اللَّهَ

تَوَّابًا رَحِيمًا۔ اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ

بحکم خداوندی (جو کہ اطاعت رسل کے باب میں فرمایا ہے) ان کی اطاعت

کی جاوے (پس اول تو ان لوگوں کو شروع ہی سے اطاعت کرنا واجب تھی)

اور اگر (خیر شامت نفس سے حماقت ہی ہو گئی تھی تو) جس وقت (یہ گناہ

کر کے) اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت (ندامت کے ساتھ) آپ کی

خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر (حاضر ہو کر) اللہ تعالیٰ سے (اپنے اس گناہ

کی) معافی چاہتے اور رسول اللہ ﷺ یعنی آپ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ

سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا (اور) رحمت

کرنے والا پاتے (یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ قبول فرمالیتے) ف: یہ

مطلب نہیں کہ منافق رہ کر توبہ کر لینا کافی تھا کیونکہ خود قبول توبہ کے شرائط میں

سے ایمان ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ نفاق چھوڑ کر ایمان لے آتے چونکہ

استغفار موقوف تھا ایمان پر اس لئے ان کا ذکر اس کو مستلزم ہو گیا اس کی تصریح

کی حاجت نہیں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ ثم جاء وک فافعلوا واستغفروا۔

پس ایک شرط تو اس قبول توبہ کی یہ ہے اور دوسری شرطیں اور بھی آیت میں مذکور ہیں

ایک تو حاضری خدمت نبوی دوسرے آپ کا بھی استغفار فرمانا حالانکہ ظاہراً

توبہ کرنے کے یا مسلمان ہونے کے لئے صرف بندہ کا عرض معروض کر لینا

کافی ہے۔ سو شرط اول کی وجہ چند ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایمان کا اظہار بھی ضروری

ہے اور جو شخص آپ سے مکاناً قریب ہو اس کے اظہار کا عادتہ اس وقت یہی

طریق تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو جاوے۔ دوسرے

توبہ بحسب معصیت ہوتی ہے تدارک میں بھی جو امر کہ قابل تدارک ہو اور

اعلان کی ضرورت و عدم ضرورت میں بھی چنانچہ ترک نماز سے توبہ کے لئے

ضرور ہے کہ نمازیں قضا کرے اور عاصی معلن کے لئے توبہ کا اعلان ضرور

ہے۔ چونکہ یہ گناہ غیر حاضری کا تھا اس لئے تدارک حاضری سے ہوگا اور جیسا

اس کی اطلاع سب کو ہوئی تھی اس توبہ کا بھی اظہار ضرور ہے جس کا طریقہ اس

وقت آپ کی خدمت میں حاضری تھی۔ تیسرے غیر حاضری سے آپ کے

قلب مبارک کو تاذی ہوئی تھی اور ایذا رسول کفر ہے حاضری سے تطیب

ہوگی اور دوسری شرط کی وجہ ایک یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کا استغفار ناشی ہوگا

انشرار و طیب قلب سے اور اس کی ضرورت اوپر مذکور ہو چکی۔ دوسرے اس

سے ان تائبین کی توفیق صمیم قلب سے توبہ کرنے کی بڑھ جاوے گی اور توبہ کا صمیم



قلب سے ہونا ضرور ہے۔ پس اصل شرائط مقصودہ یہ امور ہیں۔ ایمان، تدارک امور قابلہ، تدارک مثل ادائے حقوق عبادنہ مسلم کو بھی۔ اعلان در محل، اعلان، اخلاص، ندامت اور امور مدلولہ آیت ان امور مقصودہ کے لئے طرق تھے اور اصل سوال کے جواب میں یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ ان امور کا شرائط تو یہ بتلانا مقصود نہیں بلکہ مکمل توبہ کہنا مقصود ہے یعنی اس طریق سے توبہ کریں تو خوب کامل ہو پس یہ نفس توبہ کا طریق نہیں بلکہ کمال توبہ کا ہے۔

**ربط:** اور شریعت کی طرف رجوع کرنے کو واجب اور غیر شریعت کی طرف رجوع کرنے کو حرام فرمایا تھا آگے فرماتے ہیں کہ شریعت کی طرف محض ظاہر رجوع کرنا کافی نہیں بلکہ باطن بھی اس پر راضی ہونا ضرور ہے اور تسلیم کامل شرط ایمان ہے۔

**وجوب تسلیم حکم شرع ظاہر و باطناً:**

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (السی قولہ تعالیٰ) وَيَسْلُمُونَ تَسْلِيمًا پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں عند اللہ) ایمان دار نہ ہونگے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) تصفیہ کراویں پھر (جب آپ تصفیہ کر دیں تو) اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور (اس فیصلہ کو) پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کر لیں۔ **ف:** اگر یہ شبہ ہو کہ آپ تو حاکم ہی تھے پھر کسی کے حکم بنانے کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ میں نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں اس کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ تحکیم اصطلاحی شرعی مراد نہیں بلکہ تحکیم حسی یعنی مقدمہ لانا مراد ہے اور یہ امر ان ہی کے فعل پر موقوف ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر رجوع کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں حالانکہ حرام کا مرتکب جب کہ اعتقاد حلت کا نہ رکھتا ہو مومن ہے گو فاسق ہو اسی طرح اگر کسی کے دل میں شرعی فیصلہ سے تنگی پیدا ہو مگر اس فیصلہ کو حق سمجھے وہ بھی مسلمان نہ ہونا چاہیے حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں اور غیر اختیاریات کا مکلف نہیں اسی طرح اگر اس فیصلہ پر کوئی عمل نہ کرے تو یہ بھی عدم تسلیم ہے تو وہ بھی مسلمان نہ رہے حالانکہ ترک عمل سے ایمان نہیں جاتا۔ ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم اور عدم جرح اور تسلیم کے مراتب تین ہیں اعتقاد سے اور زبان سے اور عمل سے اعتقاد سے یہ کہ قانون شریعت کو حق اور موضوع التحکیم جانتا ہے اور اس میں مرتبہ عقل میں ضیق نہیں اور اسی مرتبہ میں اس کو تسلیم کرتا ہے اور زبان سے یہ کہ ان امور کا اقرار کرتا ہے کہ حق اسی طرح ہے۔ اور عمل سے یہ کہ مقدمہ لے

بھی جاتا ہے اور طبعی ضیق بھی نہیں اور اس فیصلہ کے موافق کارروائی بھی کر لی سوال مرتبہ تصدیق و ایمان کا ہے اس کا نہ ہونا عند اللہ کفر ہے اور منافقین میں خود اس کی کمی تھی چنانچہ تنگی کے ساتھ لفظ انکار اسی کی توضیح کے لئے ظاہر کر دیا ہے اور دوسرا مرتبہ اقرار کا ہے اس کا نہ ہونا عند الناس کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ تقویٰ و اصلاح کا ہے اس کا نہ ہونا فسق ہے اور طبعی تنگی معاف ہے پس آیت میں بقرینہ ذکر منافقین مرتبہ اولیٰ مراد ہے اب کوئی اشکال نہیں۔

**ربط:** اور پر کامل اطاعت کا وجوب ذکر فرمایا ہے آگے اس کا خیر و نافع ہونا اس درجہ کی اطاعت کر نیوالوں کا قلیل ہونا مذکور فرماتے ہیں۔

**فضیلت اطاعت کاملہ و تقلیل اہل آل:**

وَلَوْ اَنَّ كَثَرْنَا عَلَيْهِمْ اِنْ اَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ (السی) وَلَهَذَا نَبَا نُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا اور ہم اگر ان لوگوں پر یہ بات (بہ طور احکام مقصود کے) فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے (جو مومن کامل ہوتے) اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا، (اس سے ثابت ہوا کہ کمال اطاعت کرنے والے کم ہوتے ہیں) اور اگر یہ (منافق) لوگ جو کچھ ان کو (اطاعت رسول بجان و دل کی) نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے (دنیا میں تو بوجہ استحقاق ثواب کے) بہتر ہوتا اور (نیز باعتبار تکمیل دین کے ان کے) ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا (کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ دین کا کام کرنے سے خود باطنی کیفیت اعتقاد و یقین کو ترقی ہوتی ہے) اور اس حالت میں (جب کہ عمل سے خیریت و تثبیت دین حاصل ہو جاتی تو آخرت میں) ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو (جنت کا) سیدھا راستہ بتلا دیتے (کہ بے روک ٹوک جنت میں جا داخل ہوں جو کہ اجر عظیم ملنے کا مقام ہے)

**ف:** اس معدودے چند میں تمام صحابہ و مومنین کا ملین داخل ہیں جو کہ بمقابلہ کفار و فجار کی تعداد کے قلیل ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس وقت کے مومنین میں ایسے لوگ دو چار ہوتے اسی لئے علیہم کی ضمیر کا مرجع مطلق ناس کو قرار دیا ہے نہ تو صحابہ کو کہ بلا دلیل ہے اور نہ منافقین کو کہ خلاف دلیل ہے کیونکہ ان میں تو ایسا ایک بھی نہ تھا جو اقل قلیل ہے اور جب اس میں صحابہ و مومنین سب داخل ہیں تو اب بنی اسرائیل کا افضل ہونا اس امت سے لازم نہیں آیا کہ ان میں سترہ ہزار کا مقتول ہونا سیر میں منقول ہے۔ اور یہ جو قید لگائی ہے کہ بطور احکام مقصودہ کے وجہ اس کی یہ ہے کہ جہاد و ہجرت جن میں قتل و خروج ہے اب بھی مشروع ہوا ہے لیکن حکم مقصود اعلاء کلمۃ اللہ و صون الاسلام عن اعداء اللہ ہے حتیٰ کہ اگر یہ علو و صون حاصل ہو جاوے پھر ہجرت و جہاد ختم ہو



جاتا ہے اور یہ مضمون قتل نفس کا بطور جملہ معترضہ کے ہے واسطے افادہ ثقیل مخلصین کے جس سے ایک گونہ تسلی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئی کہ منافقین کی حالت پر غمزدہ نہ ہوں اور اس مضمون کے سیاق و سباق میں منافقین کا تذکرہ ہے۔

**البلاغۃ:** استغفر لهم الرسول فی العدول عن استغفرت کما هو مقتضى الظاهر فخامة لشانه ﷺ کما هو ظاهر ۱۲. وربک فیہ من فخامة شان الرسول ﷺ مالا یخفى ۱۳. قوله النبین لم یقل النبی او الرسول المراد به محمد ﷺ اشارة الى ان معيته ﷺ ومعیتهم علیهم السلام ۱۲.

**اللفظ:** فی القاموس شجر بينهم الامر شجورا تنازعوا فیہ اه فالمراد بما الامر وضمیر شجر راجع الیه و بین صلة له شجر اختلط فان فی التنازع یختلط الامر ویختلف بین المتنازعين ۱۲.

**النحو:** لامزیدة لتاکید القسم وقیل مزیدة لمظاهرة لا فی لا یؤمنون ۱۲. قوله ما فعلوه ای المکتوب المدلول علیہ بقوله انا کتبنا. قوله اذا فی الروح مقحمة. للدلالة علی ان هذا الجزء الاخیر بعد ترتب التالی السابق علی المقدم قوله فاولئک جمع باعتبار المعنی رفیقاً حال او تمیز استوی فی الواحد والجمع ۱۲.

**الروایات:** فی اللباب عن الائمة الستة نزولها فی قصة الزبیر ورجل من الانصار خاصما فی شراج من الحرة. وفيه قال الزبیر لما احسب هذه الآيات الانزلت فی ذلک فلا وربک الخ وفيه اخرج ابن ابی حاتم وابن مردويه عن الاسود قال اختصم رجلان الی النبی ﷺ فقضى بينهما وسرد مثل ما معنی من قصة بشر المنافق و قتل عمر اياه فانزل الله تعالی وربک الخ قلت والرواية الثانية اوفق بالمقام والاولی لیست نصاً فی كونها سبب النزول ففيها فما احسب هذه الآيات من غیر جزم ۱۲. فی اللباب اخرج ابن جریر

عن السدی قال لما نزلت ولو انا کتبنا افتخر ثابت قیس بن شماس ورجل من اليهود فقال اليهودی واللہ لقد کتب اللہ علینا ان اقتلوا انفسکم فقتلنا انفسنا فقال ثابت واللہ لو کتب اللہ علینا لقتلنا انفسنا فانزل اللہ ولو انهم فعلوا الخ فی اللباب اخرج الطبرانی وابن مردويه عن عائشة عن رجل و اخرج ابن ابی حاتم عن مسروق عن اصحاب النبی ﷺ وعن عكرمة عن فتی ما معناه المشترك قالوا للنبی ﷺ کیف تراک فی الجنة وكيف نصبر ان لم نترک فنزلت (ای ومن یطع اللہ الخ) ۱۲.

**اختلاف القراءة:** فی قراءة الا قليلا بالنصب علی الاستثناء ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی ظلموا یہ گناہ لان الکلام فی المعصية الخاصة التي هی تحاکمهم الی غیر الرسول ﷺ ۱۲. ۲. قوله فی فاستغفروا پھر حملته علی التعقیب لا نی البت کون المجنی شرطاً ولا بد من تقدم الشرط ۱۲. ۳. قوله فی فلا پھر عندی هذا التعقیب ذکرى ای سمعت امرا فاسمع آخر فی القاموس وتفيد ای الفاء الترتیب وهو نوعان معنوی کقام زید فعمرو و ذکرى وهو عطف مفصل علی مجمل نحو فازلهما الشیطان عنها فاخرجهما مما كانا فیہ اه فكذا ههنا ذکر تقبیح عدم التحکیم فیما قبل مجملاً وفي هذه الآية مفصلاً ۱۲. ۴. قوله فی یحکموک آپ نہ ہوں الخ اشار الی ان المقصود یحکموا شریعتک ۱۲. ۵. قوله فی ثم لا یجدوا جب آپ تفسیر الخ اشارة الی انه معطوف علی مقدر ینساق الیه الکلام ای فتحکم بينهم ثم لا یجدوا کذا فی الروح ۱۲. ۶. قوله فی تسلیم پورا پورا افادہ التاکید بالمفعول المطلق وقوله ظاهر سے الخ بیان له ۱۲. ۷. قوله فی اشد تشبہاً کیونکہ تجربہ سے هذا التفسیر اخذته من البیضاوی والعصام ۱۲. ۸. قوله فی صراطا جنت کذا فی الروح ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) قوله علی المقدم متعلق بقوله ترتب ۱۲ منه.

(بقیہ صفحہ ۳۶۵) **الروایات:** ذکر احدى الروایات فی نفس المتن من قصة عثمان بن ابی طلحة والاخری للآية الاخری ما روى البخاری وغیره عن ابن عباس قال نزلت هذه الآية فی عبد الله بن حذافة بن قیس اذ بعثه النبی ﷺ فی سرية اه مختصراً معناه نزولها فی قصة لا فی اطاعة لانه امر فی حالة الغضب ان یقتحموا النار فبین القرآن انه لا طاعة فی امثال ذلک و اخرج ابن جریر انها نزلت فی قصة جرت لعمار بن یاسر مع خالد بن الولید وكان خالد امیراً فتخاصما فنزلت اه کذا فی اللباب ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله قبل ترجمة ان اللہ یامرکم الی اهل حکومت الی قوله خواتم تھوڑوں پر فدخل فیہ الحکمان والحکام والملوک ممن لهم ولاية خاصة او عامة والقرينة علی انه خطاب للحکام قوله اذا حکمتم ۱۲. ۲. قوله فی ترجمة اطیعوا اللہ یہ حکم الی قوله عام ہے وهو مذکور فیما قبل ایضاً لکن بعنوان اداء الامانات ۱۲.



ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَاَنْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوْ اَنْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝

یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے، اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اپنی تو احتیاط رکھو پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو۔

وَ اِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْطَلُنَّ اِنْ اَصَابَكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰی اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِیْدًا ۝ وَلٰئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلُنَّ كَانَ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُ مَوَدَّةٌ یُّلَیْسَتْ بِنَا اَوْ اَنْفَرُوْا فَاَنْفَرُوْا

اور تمہارے مجمع میں بعضا بعضا شخص ایسا ہے جو ہٹتا ہے پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا تو کہتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کیساتھ حاضر نہیں ہوا۔ اور اگر

اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلُنَّ كَانَ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُ مَوَدَّةٌ یُّلَیْسَتْ بِنَا اَوْ اَنْفَرُوْا فَاَنْفَرُوْا

تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے تو ایسے طور پر کہ گویا تم میں اور اس میں کچھ تعلق ہی نہیں کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کا شریک حال ہوتا تو مجھ کو بھی

عَظِيْمًا ۝ فَلَیْقَاتِلَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیْوةَ الدُّنْیَا بِالْآخِرَةِ وَ مَن یُقَاتِلْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فِیُقْتَلْ

بڑی کامیابی ہوتی۔ تو ہاں اس شخص کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جاوے

اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

یا غالب آجاوے ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر اللہ و رسول کی اطاعت پر خاص مخاطبین سے وعدہ تھا آگے بطور قاعدہ کلیہ کے اللہ و رسول کی اطاعت پر عام وعدہ ہے اور قطع نظر وعدہ کے خصوص اور عموم سے اجر عظیم جو مذکور ہوا ہے آگے اسکی گویا تفسیر بھی ہو گئی ہے یہ بھی مناسبت کیوجہ ہے۔

**وعدہ فضل عظیم بر اطاعت احکام:**

وَمَنْ یُّطِيعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ قَاوْلًا مَّعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الطَّیِّبِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ۚ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ عَلٰیْمًا ۝ اور جو شخص (ضروری احکام میں بھی) اللہ و رسول کا کہنا مان لے گا (گو تکثیر طاعات سے کمال حاصل نہ کر سکے) تو ایسے اشخاص بھی (جنت میں) ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے (کامل) انعام (دین و قرب و قبول کا) فرمایا ہے یعنی انبیاء (علیہم السلام) اور صدیقین (جو کہ انبیاء کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے) اور شہداء (جنہوں نے دین کی محبت میں اپنی جان تک دیدی) اور صلحاء (جو شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں واجبات میں بھی اور مستحبات میں بھی جن کو نیک بخت دیندار کہا جاتا ہے) اور یہ حضرات (جس کے رفیق ہوں) بہت اچھے رفیق ہیں (اور مطیع کے ساتھ معیت و رفاقت ثابت ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اطاعت کا یہ ثمرہ ہوا کہ اس کو ایسے رفیق ملے) یہ (معیّت و رفاقت ان حضرات کے ساتھ محض) فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے (یعنی یہ عمل کا اجر نہیں ہے کیونکہ اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ جو درجہ اس عمل کا مقتضا تھا وہاں سے

آگے نہ جاسکتا پس یہ بطور انعام کے ہے) اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں (ہر ایک کے عمل کو اور اس کے مقتضا کو اور اس مقتضا سے زائد مناسب انعام کی مقدار کو خوب جانتے ہیں کیونکہ اس انعام میں بھی تفاوت ہوگا، کسی کو ان حضرات سے بار بار قرب ہوگا کسی کو گاہ و علیٰ ہذا واللہ اعلم) ہ: ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اشخاص جنت میں جاویں گے کیونکہ یہ مطلب قرینہ مقام کے کہ مقام مدح و فضل ہے خلاف ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ یہ اشخاص خاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جاویں گے کیونکہ ہم درجات عند اللہ وغیرہ آیات میں یہ تفاوت ثابت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے درجہ سافلہ سے ان کے درجہ عالیہ میں پہنچ کر مشرف بزیارت و برکات اس درجہ کے ہوا کریں گے۔ اور جاننا چاہیے کہ ضروری احکام کے مدارج بھی مختلف ہیں اولی درجہ وہ ہے جس سے آدمی مؤمن ہو جاتا ہے اور اس سے اعلیٰ وہ ہے جس سے لقب عاصی سے بچ جاتا ہے پس جس درجہ کے احکام ضروریہ میں اطاعت ہوگی اس درجہ کی معیت ہوگی۔ اور اس سے اعلیٰ یہ ہے کہ تطوعات ظاہری و باطنی کو بھی بجالاوے یہاں من یطیع اللہ و الرسول میں یہ درجہ اس لئے مراد نہیں کہ اس سے تو صدیقیت و شہادت و صلاح کے ساتھ متصف ہوتا ہے جن کے ساتھ معیت کا ذکر ہے ورنہ مع کے متتبعین متحد ہو جاویں گے حالانکہ ان کا متعدد ہونا ضرور ہے۔

**ربط:** تین رکوع کے قریب سے منجملہ معاملات مع الخالفین کے جو کہ ایک محل ہے تقویٰ کا قبارح کفار کا اظہار چلا آتا ہے اور مقابلہ کے لئے بیچ بیچ میں اہل ایمان کی فضیلت کا بھی ذکر آ گیا تھا منجملہ ان معاملات مع الخالفین کے احکام



جہاد ہیں آگے اسکا ذکر شروع ہوتا ہے۔ یہاں سے چھ رکوع تک یعنی اس پارہ کے تین پاؤں کے قریب تک اسی مضمون کے متعلقات چلے گئے ہیں۔

**حکم نوز و ہم وجوب جہاد و فضل آل و ذم تقاعد ازاں:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ تَنْفِرُوا جَمِيعًا ۖ (التي قوله) يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيَهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۚ (ایمان والو) (کافروں کے مقابلہ میں) (اپنی) تو احتیاط رکھو (یعنی ان کے داؤ گھات سے بھی ہوشیار رہو اور مقاتلہ کے وقت سامان ہتھیار ڈھال تلوار سے بھی درست رہو) پھر (ان سے مقاتلہ کے لئے) متفرق طور پر یا مجتمع طور پر (جیسا موقع ہو) نکلو اور تمہارے مجمع میں (جس میں کہ بعضے منافقین بھی شامل ہو رہے ہیں) بعضا شخص ایسا ہے (مراد اس سے منافق ہے) جو (جہاد سے) ہٹتا ہے (یعنی جہاد میں شریک نہیں ہوتا) پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا (جیسے شکست وغیرہ) تو (اپنے نہ جانے پر خوش ہو کر) کہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ (لڑائی میں) حاضر نہیں ہوا (نہیں تو مجھ پر بھی مصیبت آتی) اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے (یعنی فتح و غنیمت) تو ایسے طور پر (خود غرضی کے ساتھ) کہ گویا تم میں اور اس میں کچھ تعلق ہی نہیں (مال کے فوت ہونے پر تأسف کر کے) کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی لوگوں کا شریک حال ہوتا (یعنی جہاد میں جاتا) تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی (کہ مال دولت لاتا اور خود غرضی اور بے تعلقی اس کہنے سے ظاہر ہے ورنہ جس سے تعلق ہوتا ہے اس کی کامیابی پر بھی تو خوش ہوتے ہیں یہ نہیں کہ اپنا افسوس کرنے بیٹھ جاوے اور اسکی خوشی کا نام بھی نہ لے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے حق میں فرماتے ہیں کہ بڑی کامیابی مفت سفت نہیں ملتی اگر اس کا طالب ہے) تو ہاں اس شخص کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں (یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کی نیت سے جو کہ موقوف ہے ایمان و اخلاص پر یعنی مسلمان و مخلص بن کر) ان (کافر) لوگوں سے لڑے جو آخرت (کو چھوڑ کر اس) کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں (یعنی اس شخص کو اگر فوز عظیم کا شوق ہے تو دل درست کرے ہاتھ پاؤں ہلاوے مشقت جھیلے تیغ و سنان کے سامنے سینہ سپر بنے دیکھو فوز عظیم ہاتھ آتا ہے یا نہیں اور یوں کیا کوئی دل لگی ہے پھر جو شخص اتنی مصیبت جھیلے سچی کامیاب اس کی ہے کیونکہ دنیا کی کامیابی اول تو حقیر پھر کبھی ہے کبھی نہیں کیونکہ اگر غالب آگئے تو ہے ورنہ نہیں) اور (آخرت کی کامیابی جو کہ ایسے شخص کے لئے موعود ہے ایسی ہے کہ عظیم بھی اور پھر ہر حالت میں کیونکہ اس کا قانون یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر

خواہ (مغلوب ہو جاوے حتیٰ کہ) جان (ہی) سے مارا جاوے یا غالب آ جاوے ہم (ہر حالت میں) اس کو (آخرت کا) اجر عظیم دیں گے (جو کہ فوز عظیم کہنے کے لائق ہے جس کو تاکہ وعدہ و یقین ترتیب کے لئے اجر فرما دیا گیا۔ اور یہ بھی ایک فرق ہے دنیا کی کامیابی میں کہ وہ موعود نہیں اور آخرت کی کامیابی میں کہ وہ موعودیت میں مشابہ اجرت کے ہے) **فہ** یہاں دو حکم فرمائے ہیں سامان ہتھیار کا کرنا اور جہاد اور مقصود اصلی مقام کا دوسرا حکم ہے جو انفرادی طور کنایہ کے مدلول ہے۔ مگر حکم اول کو تقدیم اور تصریح کے ساتھ فرمایا رحمت و شفقت الہیہ پر دلیل ہے کہ حفاظت کا زیادہ اہتمام فرمایا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّاكِرِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا آیت میں ان مقامات باطنیہ کا اثبات ہے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ان مقامات والوں میں ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ معیت و رفاقت ممکن ہے اور یہی حقیقت ہے اس کی جو بعضوں کو مکشوف ہوا ہے کہ وہ اعلیٰ کے مقام میں پہنچا ہے (تو یہ پہنچنا اصالتہ نہیں ہوتا سمجھا ہوتا ہے) اور جس شخص کو حقیقت معلوم نہیں ہوتی وہ دعویٰ نبوت وغیرہ کر کے گمراہی میں واقع ہو جاتا ہے (نحوذ باللہ)

**اللفاظ:** ثبات جمع لبة وهي الجماعة فوق العشرة وقيل فوق الاثنين ووزنها في الاصل فعلة كحطمة حذفت لامها وعوض عنها هاء التانيث وهل هي واو من ثباتيو اى اجتمع او ياء من ثبتت على فلان بمعنى اثبتت عليه بذكر محاسنه وجمعها قولان كذا في الروح ۱۲. قوله يلبتي قال ابو علي تدخل يا خاصة على الفعل والحرف لمجرد التنبيه كذا في الروح ۱۲.

**البلاغة:** في حاشية البيضاوي يقال اخذ حذره اذا يتقظ واحترز من المخوف كانه جعل الحذر آله التي يقي بها نفسه ويعصم بها روحه والمعنى احذروا واحترزوا من العدو ولا تمكنوه من انفسكم ۱۲. فيقتل او يغلب لم يقل فيغلب مبنيا للمفعول او يغلب مبنيا للفاعل اشارة الى انه ينبغي ان لا يحدث نفسه بالهرب اصلا بل يثبت حتى يكون مقتولا او غالبا ولم يقل فيقتل مبنيا للمفعول او يقتل مبنيا للفاعل اشارة الى انه ينبغي ان لا يكون هم المجاهد بالذات قتل الناس بل اما الشهادة واما الظفر واما القتل فالضرورة ۱۲. قوله الولدان زاده دلالة على تناهي ظلم المشركين حيث يظلمون من يترحمهم العدو. قوله المستضعفين السنين للمبالغة والمراد الضعفاء قوله الظالم اهلها لم يقل الظالمة لتقيرها من نسبة الظلم اليها. البلاغة من قوله تعالى الولدان كلها من الروح ۱۲.

(بقية صفحہ ۳۷۲ پر)



وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں دعا کر رہے ہیں کہ

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا الَّذِينَ

اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے۔ جو لوگ

امِنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ

کچے ایمان دار ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو واقع میں

الشَّيْطَانُ كَانَ ضَعِيفًا

شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے۔

**تفسیر:** ربط: آگے بھی جہاد کی تاکید ہے مکرر سے اور اسکے ایک داعی

کے بیان سے اور وہ داعی ستم رسیدہ ہونا ہے کمزور مسلمانوں کا، اور اشارۃً وعدہ نصرت سے کہ یہ سب امور مقتضی ہیں جہاد کو پس یہ تہمت ہے ماقبل کا۔

تمہ و تاکید سابق:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَالَّذِينَ كَفَرُوا

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ

كَانَ ضَعِيفًا اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو (باوجودیکہ اس کا

قوی داعی موجود ہے کیونکہ یہ جہاد) اللہ کی راہ میں (ہوتا ہے یعنی اعلاء کلمۃ

اللہ کے لئے موضوع ہے جس کا اہتمام ضروری ہے) اور (اس اعلاء دین کے

آثار میں سے ایک خاص اثر کی ضرورت بھی درپیش ہے وہ یہ کہ) کمزور

(ایماندار)وں کی خاطر سے (بھی لڑنا ضرور ہے تاکہ کفار کے پنجہ ستم سے

رہائی پادیں) جن (بیچاروں) میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے

ہیں جو (کفار سے تنگ و پریشان ہو ہو کر) دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے

پروردگار ہم کو (کسی طرح) اس بستی سے (یعنی مکہ سے جو ہمارے لئے مثل

زندان کے ہے) باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں (کہ ہم پر

آفت ڈھا رکھی ہے) اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور

ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے (کہ ہمارے ساتھ حمایت اور دوستی کر

کے ان ظالموں کے پنجہ سے چھڑا دے) جو لوگ کچے ایماندار ہیں وہ تو (ان

احکام کو سن کر) اللہ کی راہ میں (یعنی غلبہ اسلام کے قصد سے) جہاد کرتے

ہیں اور جو لوگ (ان کے مقابلہ میں) کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں (یعنی

غلبہ کفر کے قصد سے) لڑتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں نصرت اللہ

کی طرف سے ایمانداروں کو ہوگی جب ایماندار منصور من اللہ ہیں) جہاد کرو

(اور گو وہ بھی غلبہ کی مختلف تدبیریں کرتے ہیں لیکن) واقع میں (وہ شیطانی

تدبیریں ہیں کہ شیطان ان کفری تدبیروں کا امر کرتا ہے اور) شیطانی تدبیر

(خود) لچر ہوتی ہے (کیونکہ اس میں غیبی امداد نہیں ہوتی اور گاہے غلبہ ہو جانا

یہ استدراج ہے تو غیبی امداد نصرت جو مومنین کیساتھ ہے وہ تدبیر اس کا کیا

مقابلہ کرے گی خلاصہ یہ کہ داعی بھی ہے اور وعدہ نصرت بھی ہے پھر کیا عذر ہے

اس لئے مکرر تاکید کی گئی) ف: مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے کہ اپنی

ضعف جسمانی و کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے پھر کافروں نے بھی نہ

جانے دیا اور طرح طرح سے ان کو ستاتے تھے چنانچہ احادیث و تفاسیر میں

بعضوں کے نام بھی آئے ہیں، جیسے حضرت ابن عباسؓ اور ان کی والدہ اور

سلمہ بن ہشام اور ولید بن الولید اور ابو جندل بن سمیل۔ آخر حق تعالیٰ نے

ان کی دعا قبول فرمائی، اور بعضوں کی رہائی کا تو پہلے ہی سامان ہو گیا اور پھر مکہ

معظمہ فتح ہو گیا جس سے سب کو امن اور اعزاز حاصل ہو گیا اور حضور ﷺ

نے ان پر حضرت عتاب بن اسید کو عامل و حاکم مقرر فرمایا۔ پس ولی نصیر کا

مصدق خواہ رسول اللہ ﷺ کو کہا جاوے اور یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور یا

حضرت عتاب کو کہا جاوے کہ انہوں نے اپنے زمانہ حکومت میں سب کو خوب

آرام پہنچایا۔ اور اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ جب ان کی دعا کا مستجاب ہونا مقدر ہو

چکا تھا تو پھر مسلمانوں کو اس حکم دینے کے کیا معنی کہ تم ان کی خاطر سے لڑو

کیونکہ نصرت خالق کے ہوتے ہوئے نصرت مخلوق کی کیا ضرورت ہے؟

جواب یہ ہے کہ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ ان کی دعا تو ضرور ہی ہم قبول کریں

گے، اور ضرور عالم اسباب میں کسی نہ کسی سے یہ کام لینے، خواہ تم کرو یا نہ کرو یہ کام

تو ضرور ہو ہی کر رہے گا لیکن تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ مفت کی دولت

ہاتھ آتی ہے گو تمہاری شرکت کی کوئی ضرورت تو ہے نہیں لیکن شرکت کرو گے تو تم

کو بھی ثواب مل جاویگا ورنہ دوسری جگہ فرما ہی دیا ہے وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ



قَوْمًا غَيْرَ كُفْرًا الْآيَةَ۔ اور یہاں ایمان داروں سے جو وعدہ نصرت فرمایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان دار ہونیکا یہ مقتضا ہے اور ممکن ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے کسی وقت اقتضاء مؤثر نہ ہو۔ خواہ وہ مانع ابتلا ہو یا اختلال اطاعت ہو، یادوں ہوں جیسا حدیث میں ہوا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا اس میں اسی مضمون پر دلالت ہے جس پر واللہ اعلم باعدائکم دال تھا۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في مالكم کیا عذر کذا فی الروح ۱۲ ۲۔ قوله في لا تقاتلون قوی داعی هذه القوة من عطف قوله والمستضعفين مع كونه داخل في سبيل الله عطفًا للخاص على العام وهو يفيد القوة وما قررت في تفسير الآية مبناه على ان محط الفائدة هو القتال ولو جعل المجموع كان تقريره انكم كيف لا تفعلونه مع انه ضروري ۱۲ ۳۔ قوله في والمستضعفين خاطر اشار الى عطف المستضعفين على اسم الله اي و سبيل المستضعفين فترجم السبيل

بهذه الكلمة ۱۲ ۴۔ قوله في اخر جنا زندان اظهره للدلالة على ان هذا الاخراج اعزاز لا اذلال كما يتبادر من لفظ الاخراج ۱۲ ۵۔ قوله في لدنك غيب سے اخذ بالحاصل للمحاوره ۱۲ ۶۔ قوله في اجعل الثاني صحيحه وغيره رعاية للمحاوره ۱۲ ۷۔ قوله في الدين امنوا كے بدل عليه المقام ۱۲ ۸۔ قوله ههنا سن كرويه تاكد الربط واصل الربط بيان داع آخر انهم المنصورون ۱۲ ۹۔ قوله بعد الطاغوت اور ظاهر ہے الخ والی هذا اشار في التمهيد بقوله اشاره وعده الخ ۱۲ ۱۰۔ قوله قبل فقاتلوا جب ایماندار اشاره الى كون الفاء فصیحة ۱۲ ۱۱۔ قوله قبل ان كيد امر الخ وليس المعنى انه يعلمهم هذه التدابير لان اكثر التدابير يحصل بفكر الانسان لكنه أمر وللهذا التلبس اضافہ اليه ۱۲ ۱۲۔ قوله في ضعيفا خود اشار بهذا ان في الكلام مبالغة اي ان كيدہ لما كان ضعيفا في نفسه فكيف بالقياس الى قدرة الله تعالى كذا في الروح ۱۲۔

(بقية صفحہ ۳۶۷) **ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في ترجمة الم تر اے محطیہ لم يجعل الخطاب عاماً بقرينة كون الخطاب الرسول خاصة فيما بعد ۱۲ ۲۔ قوله في ترجمة يزعمون دعوی اشار الى ان المراد ههنا مجرد الادعاء وقد يستعمل في مطلق القول حقاً او باطلاً كما في القاموس ۱۲ ۳۔ قوله في يريدون حالت یہ ہے اشار الى انه حال من ضمير يزعمون ۱۲ ۴۔ قوله في امروا ويريد حالاً كره اشار الى كون المعطوفين حالين ۱۲ ۵۔ قوله في يكفروا اعتقاد الخ بان يعقلوه باطلاً ولا يوافقوه ۱۲ ۶۔ قوله في قيل کہا جاتا ہے اشاره الى ان اذا المطلق الظرفية للاستقبال لان القصة قد كانت وقعت ۱۲ ۷۔ قوله في رایت اسوقت اشار الى كونه عاملاً في اذا ۸۔ قوله في يحلفون كھاتے ہوئے اشار الى كون يحلفون حالاً ۱۲ ۹۔ قوله في توفيقاً مصالحت عطف تفسيري وكذا توفيقاً لقوله احساناً ۱۲ ۱۰۔ قوله في آخر توضيح توفيقاً جس سے تصوراتی برکت وكونه هو المقصود الاصلی لا يتوقف التفسير على ثبوت دعوى المنافقين القصاص فانه لم ار له سنداً ۱۲ ۱۱۔ قوله في يعلم سزا بھی الخ اكثر ما يكون في القرآن ان اثبات العلم كناية عن العقاب وبهذا ظهر وجه الفاء في قوله فاعرض ۱۲ ۱۲۔ قوله في بليغ كافي اشار ان البليغ ما يطابق مدلوله المقصود به ۱۲ ۱۳۔ قوله في فخاص اس مقام پر اشار بزيادة لفظ خاص الى ان في غيرها من الحكمة كما روى ابو داود من قتل اعمى جارية له تسب رسول الله ﷺ ولعل الحكمة فيه ان لا يسقط مهابة الاسلام من اعين المخالفين وان لا يجترعوا اعلى مثل ذلك كما انه هو القانون في اكثر الحكومات ان شتم الملك بعد جرمه ۱۲۔

(بقية صفحہ ۳۷۲) **ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في يطع ضروري قيد به لان المقام يدل على كون هذا الرجل ادون ممن بعده ۱۲ ۲۔ قوله في من النبيين يعني اشاره الى ان من بيانية ۱۲ ۳۔ قوله في رفيقا پس حاصل یہ ہوا الخ وبهذا اندفع ان المقصود مدح المطيعين لا اولئك الرفقاء ۱۲ ۴۔ قوله في خذوا حذرکم یعنی ان کے دائر الخ اشار الى التفسيرين اي يتقظوا وقيل ما يحذر به كا السلاح فجمع بينهما لعموم اللفظ ودخل في عمومہ مثل المجن والسلاح لان لكليهما دخلا في الحفظ ۱۲ ۵۔ قوله في وانفروا جیسا موقع اشار الى ان او للتخيير ۱۲ ۶۔ قوله في منكم جمع الخ فالخطاب ليس للمؤمنين خاصة فانه لم يكن منهم مبطنی بل للجموع المؤمنين والمنافقين ۱۲ ۷۔ قوله في ليبتئن ہوتا ہے اخذه بمعنى التاخرو بعضهم بمعنى التناقل كذا في الروح وبطاً قد يكون لازماً كما بطاء ۱۲ ۸۔ قوله في كان لم يكن ایسے طور پر اشار الى انه حال ۱۲ ۹۔ قوله في مودة تعلق فاندفع به ما يترآ اي ورودہ من ان التشبيه يشعر بشيوتها وقد علم انتفاء ها قطعاً وجه الاندفاع ظاهر بتسميته صورة المودة مودة ويمكن ان يقال ان هذا على زعمهم المودة نفاقاً ۱۲ ۱۰۔ قوله في فليقاتل اگر اسکا طالب الخ اشار الى ان الفاء فصیحة ۱۲ ۱۱۔ قوله في سبيل الله جو کہ موقوف ہے لان النية عبادة لا تقبل بدون الايمان يريد به دفع ما يتوهم من السؤال عن فائدة قتال هذا المنافق بدون الايمان ۱۲ ۱۲۔ قوله في الذين يشتررون لوگوں سے الى قوله اختيار جعلت الموصول مفعولاً وبه يشهد ذوقی والمفسرون جعلوه فاعلاً وحملت الشراء على الاشتراء فانه مشترك كما في القاموس وما اخترته يرجع الى ما قالوا من ان الموصول فاعل والمراد به المنافقون اے ليقاتلوا او المفعول محذوف الا ان فيه وضع المظهر موضع المضمير فافهم ۱۲ ۱۳۔ قوله في اجراً آخرت كالم اقل آخرت میں اشاره الى حصوله بمجرد الموت ۱۲۔



اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيقٌ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھا سیدھا اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر ان پر جہاد کا فرض کر دیا گیا تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض بعض آدمی لوگوں

مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كُتِبَتْ عَلَيْنَا الْقِتَالُ لَوْ اَنْحَرْتَنَا اِلَى اَجَلٍ

سے ایسا کرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرتا اور یوں کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا، ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دیدی ہوتی۔ آپ فرما

قَرِيبٌ مِّنْ مَّا تَتَمَنَّوْنَ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيلًا ۝ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوا يَدْرِكُكُمُ

دیکھئے کہ دنیا کا تمہیں محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تانے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا۔ تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آ جاوے گی

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو۔ اور اگر ان کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ ہو گئی۔ اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کے سبب سے ہے۔ آپ

يَقُولُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيثًا ۝ مَا اَصَابَكَ

فرمان دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔ اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور جو کوئی بدحالی

مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۚ وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے۔ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔ جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ ۚ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَيَقُولُوْنَ طَاعَةٌ ۚ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ

روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت مشورے کرتے ہیں ان میں کی

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُوْلُ ۚ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ

ایک جماعت برخلاف اس کے جو کچھ کہہ بان سے کہہ چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حوالے کیجئے۔ اور

بِاللَّهِ وَكَيْلًا ۝ اَفَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

اللہ تعالیٰ کافی کار ساز ہیں۔ کیا پھر قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت تفاوت پاتے۔

بعد جو امن ہوا اتنا جوش نہ رہا، اب طبعی مصلحتیں خیال میں آنے لگیں۔ اور اس شکایت کے ساتھ دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کا بقا اور موت سے کسی حال میں نہ بچ سکنے کا کور ہے اور ان سب مضامین کا ترغیب میں داخل ہونا ظاہر ہے۔

شکایت متاخر عن الجہاد و ترہید فی الدنیا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيلًا۔

عدم اغناء حذر عن الموت:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوا يَدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (اے مخاطب) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ (قبل نزول حکم جہاد تو ایسا تقاضا تھا کہ) ان کو (منع کرنے کے لئے) یہ کہا گیا تھا کہ (ابھی اپنے ہاتھوں کو (لڑنے سے) تھاے (اور روکے) رہو اور (جو جو حکم تم کو ہو چکے ہیں اس میں لگے رہو مثلاً)

تفسیر: ربط اور جہاد کا وجوب اور اس کے فضائل بیان کر کے اس کی ترغیب تھی آگے دوسرے طور پر اس کی ترغیب ہے یعنی جہاد میں بعض مسلمانوں کے مستعد نہ ہونے پر ان کی ایک لطف آمیز شکایت بھی ہے جس کی بنیاد ہوئی کہ مکہ میں کفار بہت ستاتے تھے، اس وقت بعض اصحاب نے جہاد کی اجازت اصرار سے چاہی مگر اس وقت حکم تھا عفو و صفح کا بعد ہجرت کے جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو طبعاً بعض کو دشوار ہوا۔ اور وہ فی الباب النقول عن النساء اس پر شکایت فرمائی گئی اور چونکہ بطور انکار یا اعتراض علی الحکم کے نہ تھا بلکہ محض تمنا تھی اور چندے اس حکم کے نہ آنے کی اس لئے تو بیخ نہیں ہے۔ محض لطف آمیز شکایت ہے اور اس تمنا کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عادیہ محرک کے وقت کام زیادہ آسان ہوتا ہے تو مکہ میں کفار کی ایذاؤں سے جوش اٹھتا تھا ہجرت کے



نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو (یا تو یہ حالت تھی اور یا) پھر ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض بعض آدمی (مخالف) لوگوں سے (طبعاً) ایسا ڈرنے لگے (کہ ہم کو قتل کر دیں گے) جیسا (کوئی) اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا (زیادہ ڈرنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اکثر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقلاً ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ طبعی حالت عقلی حالت سے شدید ہوتی ہے دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ سے جیسا خوف ہے ویسی امید رحمت بھی تو ہے اور کافر دشمن سے تو ضرر کا خوف ہی خوف ہے اور چونکہ یہ خوف طبعی تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا) اور (بطور تمنا التوا حکم جہاد برائے چندے) یوں کہنے لگے (خواہ زبان سے یا دل سے اور خدا تعالیٰ کے علم میں قول نفسی قول لسانی کے برابر ہے) کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے (ابھی سے) ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو (اپنی عنایت سے) اور تھوڑی مدت مہلت دیدی ہوتی (ذرا بے فکری سے رہ لیتے اور چونکہ یہ عرض کرنا بطور اعتراض یا انکار کے نہ تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا آگے جواب ارشاد ہے کہ اے محمد ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا تمتع (جس کیلئے تم متمنی التواء ہوتے ہو محض چند روزہ ہے اور آخرت (جس کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ جہاد ہے) ہر طرح سے بہتر ہے (یعنی بقا میں بھی لذت میں بھی مگر وہ) اس شخص کے لئے (ہے) جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے (کیونکہ اگر کفر کے طور پر مخالفت کی تب تو اس کے لئے تمتع آخرت کچھ بھی نہیں اور اگر معصیت کا مرتکب ہوا تو اعلیٰ درجہ سے محروم رہے گا) اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا (یعنی جتنے اعمال ہو گئے ان کا پورا پورا ثواب ملے گا پھر جہاد جیسے عمل کے ثواب سے کیوں خالی رہتے ہو اور اگر جہاد بھی نہ کیا تو کیا وقت معین پر موت سے بچ جاؤ گے ہرگز نہیں کیونکہ موت کی تو یہ حالت ہے کہ تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی موت آدباو گئی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں (کیوں نہ) ہو (غرض جب موت اپنے وقت پر ضرور آوے گی اور مگر کر دنیا چھوڑنا ہی پڑے گا تو آخرت میں خالی ہاتھ کیوں جاؤ بلکہ رع چند روزے جہد کن باقی بخند) ہ: ان صاحبوں کا یہ تمنائی قول اگر زبان سے تھا تب تو اس کی توجیہ معصیت نہ ہونے کی معلوم ہو گئی اور اگر دل میں بطور حدیث النفس وسوسہ کے تھا تو وسوسہ کا معصیت نہ ہونا قرآن وحدیث میں وارد ہے کوئی تردد ہی نہیں اور لفظ قالوا سے صدور معصیت نہیں بلکہ جو بلسان انکار یا بالاعتقاد ہو، اور یہ ثابت نہیں اور وجہ اس تمنایا وسوسہ کی تمہید میں ذکر کر چکا ہوں۔

رابطہ : اوپر ترغیب جہاد میں یہ مذکور ہوا ہے کہ وقت پر موت نہیں ملتی، خواہ جہاد میں جاؤ یا نہ جاؤ چونکہ بعض منافقین جہاد میں جانے کو موت میں موثر اور نہ

جانے کو حیات میں موثر سمجھتے اور کہتے تھے جیسا پارہ ۱۸ تالوا کے نصف پر ان کا یہ قول آیا ہے لَوْ كَانُوا يَعْنِدْنَ نَامَاتُوا وَمَاتُوا اور یہ قول لَوْ كَانُوا يَعْنِدُونَ مَا قُتِلُوا پس جب کبھی جہاد میں قتل و موت واقع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے کہ آپ ہی کے کہنے سے جہاد میں گئے اور شکار موت ہوئے دیکھو جہاد کا موثر فی الموت ہونا ثابت ہو گیا اور اگر کبھی باوجود اسباب ظاہری کے کسی کے کفار پر فتح ہوتی ہے اور اس سے استدلال کیا جاتا تھا کہ دیکھو جہاد اگر موثر فی الموت ہے تو اب وہ اثر کہاں گیا؟ تو کہتے کہ یہ محض اتفاقی بات منجانب اللہ ہے۔ غرض کام بگڑتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام اور سنورتا تو اتفاقی بات اس پر آگے گفتگو فرماتے ہیں، ہذا تفصیل ما اور وہ مجمل فی روح المعانی عن ابن عباس وقادہ بلا سند لکن کون القولین مذکورین فی القرآن کاف لا رتباط ماسیاتی بما قد اتی فان ذکر الجہاد قد جری ذکر من کان یسکر علیہ فافہم۔

### تحقیق اسباب موثرہ فی الحوادث:

وَلَنْ تُصْبِحُوا مَحْسَنَةً یَقُولُوا هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (الی) وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ اور اگر ان (منافقین) کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے (جیسے فتح و ظفر) تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ (اتفاقاً) ہو گئی (ورنہ مسلمانوں کی بے تدبیری میں تو کوئی کسر تھی ہی نہیں) اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آتی ہے (جیسے جہاد میں موت و قتل) تو (اے محمد ﷺ) نعوذ باللہ آپ کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ آپ (کی اور مسلمانوں کی بے تدبیری) کے سبب سے ہے (ورنہ چین سے گھروں میں بیٹھے رہتے تو کیوں اس مصیبت میں پڑتے) آپ فرما دیجئے کہ (میرا تو اسمیں ذرا بھی دخل نہیں بلکہ) سب کچھ (نعمت و نعمت) اللہ ہی کی طرف سے ہے (گو ایک بلا واسطہ ہے اور ایک بواسطہ جیسا عنقریب اس کی تفصیل آتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نعمت تو محض ان کے فضل سے بلا واسطہ اعمال ہے اور نعمت ان کے عدل سے بواسطہ اعمال سیر عبادت کے ہے پس تم جو مصیبت میں میرا دخل سمجھتے ہو واقع میں عباد کے اعمال سیر کا اس میں دخل ہے جیسا احد میں شکست کے وجوہ گذر چکے ہیں اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے، اگر آدمی ذرا بھی غور کرے تو خوشحالی کے قبل کوئی نیک عمل اس درجہ کا نہ پاوے گا محض فضل ہی ثابت ہوگا اور بد حالی کے قبل ضرور کوئی عمل بد جس کی سزا اس سے زیادہ ہوتی پاوے گا، جب ایسی ظاہر ہے) تو ان (حماقت شعار) لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے (اور سمجھیں گے تو کیا اور وہ تفصیل اس اجمالی جواب مذکور کی یہ ہے کہ) اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے (فضل) ہے اور جو کوئی بد حالی پیش آوے وہ تیرے ہی (اعمال) بد کے سبب







## اثباتِ حقانیت قرآن:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا  
 کیا (قرآن کا اعجاز فصاحت و بلاغت میں اور اخبار عن الغیب میں دیکھ رہے  
 ہیں اور) پھر قرآن میں غور نہیں کرتے (تاکہ اس کا کلام الہی ہونا واضح ہو  
 جاوے) اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس (کے  
 مضامین) میں (بوجہ ان کے کثیر ہونے کے واقعات سے اور حد اعجاز سے)  
 بکثرت تفاوت پاتے (کیونکہ ہر ہر مضمون میں ایک ایک اختلاف و تفاوت  
 ہوتا تو مضامین کثیر ہوتے حالانکہ ایک مضمون میں بھی اختلاف نہیں پس لا  
 محالہ یہ غیر اللہ کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) حاصل مقام یہ ہے  
 کہ کلام اللہ کے وجہ اعجاز میں سے اس کی فصاحت و بلاغت کا بے مثل ہونا  
 اور اس کے اخبارات کا جن پر مطلع ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 پاس کوئی ذریعہ نہ تھا بالکل صحیح و مطابق واقع کے ہونا ہے مثلاً اسی جگہ جس  
 مشورہ کا بیان ہے کہ روءساء منافقین کس طرح اخفاء راز کرتے تھے پھر رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر دیتے تھے اور یہی جزو ہے جس کی وجہ سے تمہید  
 میں اس اثبات و استدلال کو مقام کے مناسب کہا گیا ہے، اور بھی بہت سے  
 اخبار ماضیہ و مستقبلہ کی حکایت و پیشین گوئی باوجود عدم اقتباس کے کسی کتاب  
 یا اہل کتاب سے صحیح اور واقع کے موافق نکلتی تھیں نہ آپ نے کسی اور ایسے فن  
 کی مشق کی تھی جس سے کشف وغیرہ ہو جاوے نہ کوئی مخالف معاصر اس کا  
 دعویٰ کر کے ثابت کر سکا۔ دوسرے حسب سنت الہیہ جہاں احتمال تلبیس کا ہو  
 مدعی نبوت کا ذبہ سے ایسے خوارق باوجود حذارت ایسے فنون کے بھی واقع نہیں  
 ہوتے اور فصاحت و بلاغت کا اعجاز تمام فصحا و بلغا کے عاجز ہو جانے سے ثابت  
 ہو چکا تھا پس معلوم ہوا کہ یہ کلام خالق تعالیٰ کا ہے مگرین میں جو مشرک تھے ان  
 کے اعتبار سے فصاحت و بلاغت سے استدلال اوضح ہے اور جواہل کتاب تھے  
 جن میں منافق بھی تھے ان کے اعتبار سے اخبار عن المغیبات سے استدلال اظہر  
 ہے ہر ہر مضمون میں یہ استدلال جاری ہو سکے گا جب ہر مضمون منجانب اللہ ہو تو  
 مجموعہ قرآن بھی کلام اللہ ہو گیا اور اختلاف سے مراد اختلاف نسخوں کا بھی ہو سکتا  
 ہے کہ مؤلفات بشر کے لئے لوازم عادیہ سے ہے اس کی زیادہ تفصیل سورہ حجر کی  
 آیت اِنَّا لَنَحْفِظُكَ مِنْ آوَعِیْ۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ  
 خَشْيَةً وَقَالُوا لَنَا إِلَهُمْ كَتَبَتْ عَلَيْنَا الْقِتَالُ لَوْلَا أَخَذْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ  
 چونکہ یہ فریق مومنین مخلصین سے تھا تو ان کا یہ خوف طبعی تھا نہ کہ عقلی اور یہ قول  
 تمہنی تھا یا وسوسہ نہ کہ انکار و اعتقاد پس آیت میں دلالت ہوئی کہ امور طبعیہ اور

وساوس پر مواخذہ نہیں کیونکہ یہ سب غیر اختیاری ہے باقی خدا تعالیٰ کا ان پر رد اور  
 نکیر سوا ایک لطیف شکایت ہے نہ کہ توہین۔ قوله تعالى قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ  
 مع قوله تعالى مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ  
 فَمِنْ نَفْسِكَ حاصل مقام یہ ہے کہ نعمت خدا تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے  
 بلا واسطہ اعمال صالحہ اور نعمت خدا تعالیٰ کی طرف سے عدل ہے بواسطہ اعمال  
 غیر صالحہ پس جمع اور تقسیم دونوں صحیح ہو گئے یعنی کل من عند اللہ میں جمع اور ما  
 أصابك الخ میں تقسیم۔ اور تقسیم کے اعتبار سے نعمت کی نسبت کا قطع خدا تعالیٰ  
 سے صحیح ہو اور جمع کے اعتبار سے اس کا نسبت کرنا اس کی طرف صحیح ہوا اور اس  
 سے عارف شیرازی کے قول کی توجیہ کی توضیح ہو گئی۔ گناہ گرچہ بود اختیار ما  
 حافظ: تو در طریق ادب کوش کین گناہ من است۔ قوله تعالى  
 مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ  
 عَلَيْهِمْ حَفِيفًا جملہ اولیٰ اس پر دال ہے کہ مقبول مقرب کے ساتھ کوئی  
 معاملہ کرنا ایسا ہے جیسا حق تعالیٰ کیساتھ معاملہ کرنا۔ اور جملہ ثانیہ اس پر دال  
 ہے کہ جسکی اصلاح کی توقع نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔

**اللفات:** البروج الحصون والقلاع كذا في الروح عن ابن عباس  
 الشيد الحص ۱۲ بيت من البيوت لانه تدبير الفعل ليلاً والعزم عليه  
 ومنه تبين نية الصيام كذا في الروح قلت وعليه ترجمت هذه الكلمة  
 موافقة للشاه عبد القادر واكثرهم فسروا بمطلق التدبير ۱۲

**النحو:** قوله او اشد خشية معطوف على ما قدر قبل الخشية  
 من المفعول المطلق اي خشية كخشية الله واشد صفة مقدمة فالتقدير  
 يخشون الناس خشية كخشية الله او خشية اشد واو بمعنى بل  
 كذا في الروح. قوله ولو كنتم في الروح والجملة معطوفة على  
 اخرى مثلها اي لو لم تكونوا في بروج ولو كنتم في بروج وقد مراد  
 الحذف في مثل ذلك لو ضوح الدلالة ۱۲

**البلاغة:** قوله اذا فريق في الروح وتوجيه التعجب الى الكل  
 مع ان الكراهية انما كانت من البعض للايدان بانه ما كان ينبغي ان  
 يصدر من احدهم ما ينافي حالته الاولى ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله في الم تر ايا تقاضا تقادل عليه لفظ  
 الكف فان الكف يكون لمن يريد الاقدام وبه تاكد امر التعجب  
 وبيانه على ما في الروح فلما كتب عطف على قيل لهم باعتبار معناه  
 الكفائي من كمال رغبتهم في القتال وكونهم بحيث احتاجوا الى  
 النهي عنه اذ حينئذ يتحقق التباين بين مدلولي ما المعطوفين وعليه  
 يدور امر التعجب ۲ قوله في اقيموا مثلاً الخ اشار الى ان  
 خصوصيتهما ليست مقصودة بل ذكرنا تمثيلاً والمقصود اشتغالوا  
 بما امرتم وتخصيصهما بالذكر بفضلهما ۱۲ ۳ قوله في اذا قصه  
 کیا ہوا ہذا ترجمہ اذا المفاجاتية في لساننا ۱۲ ۴ قوله في وقالوا  
 برابر ہے ای فی العلم لا فی الاثر من العقاب فان الوسوسة معفو عنها ۱۲



۱۵۔ قولہ فی اجل قریب تموزی مدت فالمراد بالاجل مطلق الوقت اطلاقاً للمقید علی المطلق کذا يفهم من ابی السعود ولم احملة علی معنی العمر لانه بعيد عن المؤمنین ۱۲۔ قولہ فی لو لا اخرتنا ویدی ہوئی ہو اخذ بالحاصل ۱۲ کے قولہ هناك ذرا تفکر اشارہ الی انہم لم يتمنوا الحیوة بل الامن ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی التمهید کاف لارتباط الخ وقال بعضهم ان الحسنة الخصب والسيئة القحط كان اليهود يطیرون به علیہ لما ابتلوا به من القحط وغيره لما امسکو عن طاعته علیہ فینبون ذلك الیه علیہ فرد اللہ تعالیٰ علیہم ذکرہ فی الروح عن الحسن وابن زید ایضا بلا سند وعلیہ فوجه الارتباط ان المذكور كان فيما قبل ان الموت لا يدفعه احد ثم ذکر حکم المنايا انها كذلك لا يدفعها احد ولغی علی من يعتقد الاسباب الغير المؤثرة مؤثرة فی نزولها او عدم نزولها فافهم ۱۲۔ ۹۔ قولہ فی من عندک اور مسلمانوں کی الخ لان المسلمین کانوا اصحاب مشورته علیہ فالنسبة الیه علیہ نسبة الیہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وانما خصوه علیہ بالذکر لکونه اصلاً وراساً ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ قبل فمال هؤلاء جب ایسی ظاہر ہے وبہ ظہر معنی الترتب فی الفاء ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ فی لا یکادون بات سمجھنے کے الخ افاد امرین الاول ان المراد بالحديث مطلق الحديث عدوا بما لم يتأملوا فی حقيقة الامر من البهائم لا تفقه حديثاً ما والثانی اوضح معنی لا یکادون من المبالغة ۱۲۔

۱۲۔ قولہ قبل وما اصابة اور وہ تفصیل مجملہ فمال هؤلاء الخ معترضة بین المبين والبيان ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ فی ما اصابک الخ انسان فالمخاطب فیہ غیر المخاطب فیما قبل ۱۲۔ ۱۴۔ قولہ فی فمن الله فضل ہے وفی من نفسک اعمال بد کے سبب فمن ابتدائية فی الموضوعین والمسبب یكون ابتدائه من السبب فالسبب فی الاول هو الله ای فضله وفی الثانی العبد ای علمه ولعله هو النکة فی اختیار من ههنا واختیار عند فیما قبل لان عند اللقب وهو اعم فیما یكون بواسطة او بلاواسطة فالواسطة فی قول المنافقین تدبیر الرسول وقضاء الله وفی قول الله تعالیٰ قل کل من عند الله یراد کون الحسنة بلا واسطة والسيئة بواسطة الاعمال فصیح کون قولہ ما اصابک الخ بیانا لذلك الاعم فافهم ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی التمهید جس سے ملزوم کا ابطال الخ والملزوم کون السيئة منسوباً الیه علیہ وقد ابطال قبل هذا بقوله قل کل الخ وان شئت قورت المقام بان الرسول لا بد وان یكون مبارکاً وانت رسول فلا یصح کونک مشوما فہم کاذبون وعلی هذا یكون رسالته ملزوماً وابطال قولہم لازماً ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی الناس تمام فاللام للاستغراق ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فعلی یہ کہ الخ وهو المراد من قولہ فی التمهید مع اشارہ الخ ۱۲۔ ۱۸۔ قولہ فی من يطع الرسول اور جس نے آپ کی نافرمانی الخ دل علیہ قولہ ومن تولی وبهذا ثبت الوجوب والا فقولہ تعالیٰ ومن يطع الرسول غاية کون اطاعة الله لازماً لا طاعة الرسول ونفی الملزوم لا يدل علی نفی اللازم ۱۲۔

۱۹۔ قولہ فی حفیظاً کران ودخل فیہ معنی علی فی لساننا وفسر حفیظاً بهذا فی الكبير ۱۲۔ ۲۰۔ قولہ فی یقولون مناق کذا روی عن ابن عباس والحسن وسدی کما فی الروح ۱۲۔ ۲۱۔ قولہ فی طاعة ہمارا کما فی الروح امرنا طاعة ۱۲۔ ۲۲۔ قولہ فی تقول کہہ چکے تھے لان قولہم قد مضی وانما عدل الی المضارع دلالة علی الاستمرار ۱۲۔ ۲۳۔ قولہ بعد تقول بان ان کے تابع الخ وهذا هو الوجه للتخصیص لا لانہم ثابتون علی الطاعة ۱۲۔ ۲۴۔ قولہ فائدة اعلم انی لما فسرت هذا المقام سخ لی اشکال عویص وهو ان المفهوم من الآیة ان الاختلاف الكثير من لوازم کون الکلام من المخلوق ومعلوم ان انتفاء اللازم يستلزم انتفاء الملزوم فیلزم ان الکلام الذی یكون فیہ الاختلاف القلیل لا یكون من المخلوق بل من الخالق مع ان بین کلام الله تعالیٰ و بین مطلق الاختلاف ولو كان قلیلاً منافاة کما هو ظاهر. ولحلہ تفرعت الی الله تعالیٰ فالقہ فی روعی ما ذکرته فی فائدة المتن حاصلہ ان اللازم لکون الکلام من المخلوق مطلق الاختلاف ولو كان قلیلاً وهو محط الفائدة فی الآیة ولا محذور فی استلزام انتفاء مطلق الاختلاف کون الکلام من الخالق فان الواقع كذلك کما فصل فی المتن من اعتبار الاعجاز فی البلاغة والاخبار عن المغیب من مدعی النبوة مع فقدان آلات اطلاعه علیہ العادية واما التقييد بالكثير فلیس للاحتراز عن القلیل بل لان المضامين كثيرة ولو كان من عند غیر الله لوقع فی کل منها اختلاف واحد فیحصل فی المجموع القرآن لا محالة الاختلاف الكثير بهذا الوجه دل علی تقریر هذا الحل قولہ فی فائدة المتن ہر ہر مضمون میں یہ استدلال جاری ہو سکے گا الخ فتبصر وتشکر ۱۲۔ ۲۵۔ قولہ فی لوجدوا ہر ہر مضمون میں ایک ایک اختلاف فالاختلاف طرفاء کل جزء وجزء من القرآن ووجه الاعجاز لا الاجزاء بعضها مع بعض فالجملة فی قوة قولنا لوجدوا فیہ الاختلاف بین احد الجمل ووجه الاعجاز وكذا بین الاخری ووجه الاعجاز فافهم ای كان کل جزء منه مخالفا لوجه الاعجاز فعلمے هذا کون الاختلاف القلیل فی الكتاب الكبير تقدير محال لا يستحيل استلزامه لمحال آخر مما یقرض من ان الکلام الذی فیہ الاختلاف القلیل یلزم ان لا یكون من المخلوق ۱۲۔ ۲۶۔ قولہ فی ف مدعی نبوت الی الخ نہیں ہوتے حتی ولا اتفاقاً فیما یحتمل فیہ التلبیس فلا یرد ان هذا المدعی لو تفوه بقضايا متناقضة لابد ان یصدق بعضها وجه عدم الورود ان هذا لا یحتمل فیہ التلبیس لوجوده لیس الکذب فی نفس کلامہ ۱۲۔

حاشیہ: (۱) قولہ فان ذکر الجهاد الخ دلیل لصحة الارتباط الذی قد ذکر ای لما ذکر الجهاد فی الآیة السابقة الی ذکر من ینکر علی الجهاد ولا یعتقدہ وهم المنافقون فیما بعد من قولہ تعالیٰ وان تصیہم الخ علم منه ان هذه الآیة اللاحقة متعلقة ایضا بمضمون الجهاد فثبت بہ صحة ما قرر فی وجه الربط ۱۲۔



وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ

اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے

يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتا تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ بجز تھوڑے سے آدمیوں

لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝

کے۔ پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے کوئی حکم نہیں اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کافروں کے زور جنگ کو روک دیگے۔ اور اللہ تعالیٰ

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّكَفْلٌ مِنْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى

زور جنگ میں زیادہ شدید ہے اور سخت سزا دیتے ہیں۔ جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝

ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر منافقین کی بدعنوانی مذہبی مذکور تھی آگے بدعنوانی انتظامی مذکور ہے جس سے اہل اسلام پر اثر ضرر پہنچتا تھا۔

**جنایت انتظامیہ منافقین:**

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ (الی قولہ تعالیٰ) لَا تَبْعَثُوا الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا اور جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف (مثلاً کوئی لشکر مسلمانوں کا کسی جگہ جہاد کے لئے گیا اور ان کے غالب ہونے کی خبر آئی یہ امن کی خبر ہوئی یا انکے مغلوب ہونے کی خبر آئی یہ خوف کی خبر ہے) تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور کر دیتے ہیں (حالانکہ بعض اوقات وہ غلط نکلتی ہے اور اگر صحیح بھی ہوئی تب بھی بعض اوقات اسکا مشہور کرنا خلاف مصلحت انتظامیہ ہوتا ہے) اور اگر (بجائے خود مشہور کر نیکیے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول (اللہ ﷺ) کے اور جو (حضرات اکابر صحابہ) ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں انکی (رائے کے) اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے) تو اس (خبر کی صحت و غلط اور قابل تشہیر ہونے نہ ہونے) کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اسکی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ (جیسا ہمیشہ پہچان ہی لیتے ہیں پھر جیسا یہ حضرات عمل درآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اڑانے والوں کو کرنا چاہیے تھا انکو دخل دینے کی کیا ضرورت ہوئی اور نہ دخل دیتے تو کونسا کام انک رہا تھا آگے احکام مذکورہ سنانے کے بعد جو سرتاسر مضمون مصالح دنیویہ و اخرویہ ہیں بطور منت کے مسلمانوں کو ارشاد ہے) اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا (یہ خاص) فضل اور

رحمت (کہ تم کو قرآن دیا اپنا پیغمبر بھیجا یہ اگر) نہ ہوتا تو تم سب کے سب (ضرر دنیوی و اخروی اختیار کر کے) شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ بجز تھوڑے سے آدمیوں کے (جو بدولت عقل سلیم خدا داد کے کہ وہ بھی ایک خاص فضل و رحمت ہے اس سے محفوظ رہتے ورنہ زیادہ تباہی میں پڑتے پس تم کو ایسے پیغمبر اور ایسے قرآن کو جن کی معرفت ایسے مصالح کے احکام آتے ہیں برخلاف منافقین مذکورین کے غیبت سمجھنا چاہیے اور پوری اطاعت کرنا چاہیے) **ف:** اس سے کوئی یوں شبہ نہ کرے کہ جب قلیل متشی ہیں تو ان پر اس رحمت خاصہ بعثت و قرآن سے کوئی منت نہ ہوئی کیونکہ وہ تو بدوں اس کے بھی اتباع شیطان سے محفوظ رہتے۔ جواب یہ ہے کہ عقل سے بعض احکام مجملہ مد رک ہو سکتے ہیں اس قدر تفصیل ابواب سعادت کی کب عقل سے معلوم ہو سکتی ہے تو اول تو بعض امور نظریہ دقیقہ مشتبہ عند العقل میں خود یہ اتباع بھی محتمل تھا دوسرے اگر ضرر سے بچے بھی رہتے تب بھی منافع و سعادات سے جن کا ادراک وحی پر موقوف ہے تو ضرور محروم رہتے تو ان پر کیا منت تھوڑی ہے جس کو دوسری آیت میں صاف فرما دیا ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الْآلِیَہِ اور جاننا چاہئے کہ اولی الامر اور مستنبطین کو جو منہم فرما دیا حالانکہ مومنین و منافقین مغایر ہیں یہ بحسب دعویٰ منافقین کے ہے کہ وہ مومنین میں اپنے کو داخل و شامل کیا کرتے تھے ہکذانی الکبیر۔

**ربط:** بہت اوپر سے مضمون جہاد کا شروع ہوا تھا بیچ بیچ میں اس کی مناسبت سے اور اور مضامین آگئے تھے آگے پھر عود ہے خاص حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر اسی مضمون کی طرف ایک خاص عنوان سے جس میں ان بیچ کے مضامین کے



بڑے حصوں سے بھی گونہ تعرض ہے چنانچہ لا تکلف سے مترشح ہوتا ہے کہ بعضوں نے سستی کی تھی جس کی وجہ منافقین میں بد اعتقادی تھی اور بعض مومنین میں خوف طبعی اور ضعف ہمت جو کہ اوپر بھی مذکور ہو چکے ہیں۔

خطاب خاص برائے جہاد:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنَكُّبًا (جب جہاد کی ضرورت معلوم ہو گئی) پس آپ (اے محمد ﷺ) اللہ کی راہ میں (کفار سے) قتال کیجئے (اور اگر فرضاً کوئی آپ کے ساتھ نہ ہو تو کچھ فکر نہ کیجئے کیونکہ) آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے (دوسرے شخص کے فعل کا کوئی حکم نہیں اور) اس کے ساتھ (مسلمانوں کو) (صرف) ترغیب دیدیجئے (پھر اگر کوئی ساتھ نہ دے تو آپ بری الذمہ ہیں نہ تو باز پرس کی فکر کیجئے جس کی وجہ مذکور ہو چکی اور نہ تنہا رہ جانے کا غم کیجئے جس کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ سے امید ہے (اور یہ امید دلانا وعدہ ہے) کہ کافروں کے زور جنگ کو روک دیئے (اور ان کو مغلوب کر دیئے) اور (گویہ بڑے زور دار نظر آتے ہیں لیکن) اللہ تعالیٰ زور جنگ میں (ان سے بدمارج بیشمار) زیادہ شدید (اور قوی) ہیں اور (مخالف کو) سخت سزا دیتے ہیں۔ ہ: ممکن ہے کہ اَشَدُّ بَأْسًا باعتبار دنیا کے ہو، اور اَشَدُّ تَنَكُّبًا باعتبار آخرت کے اور اللہ تعالیٰ کے زور جنگ سے مراد کفار کو مغلوب کرنے کا سامان فرمادینا ہے جو نتیجہ ہوتا ہے زور جنگ کا یا مراد باس سے مطلق زور لے لیا جاوے اور قوت کے معنی صادق آنے میں کوئی خفاہی نہیں اطلاقاً للمقید علی المطلق۔ اور اس پیشین گوئی کا وقوع ظاہر ہے اگر خاص کفار سے قریش مراد ہوں جب بھی اور اگر ساری دنیا کے کفار مراد ہوں جب بھی کیونکہ چند ہی روز میں تمام سلطنتیں مسلمانوں نے فتح کر لیں اور بعض نے ان آیات کو خاص ایک قصہ پر محمول کیا ہے جس کا خلاصہ لباب سے تخریج ابن جریر و بروایت ابن عباسؓ یہ ہے کہ جب غزوہ احد شوال میں ہو چکا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدہ کے موافق بدر میں مقابلہ کے لئے جانا چاہا اس وقت بعض لوگوں نے تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہی خبروں کی وجہ سے قدرے تامل کیا چنانچہ اس روایت میں یہ لفظ ہیں فابنی علیہ الناس ان يتبعوه آپ نے فرمایا انہی ذاهب وان لم يتبعنی احد یعنی گو میرے ساتھ کوئی نہ چلے مگر میں ضرور جاؤنگا چنانچہ آپ ستر آدمیوں کو لے کر چل کھڑے ہوئے مگر کفار قریش کے نہ آنے کی وجہ سے اس موقع پر قتال نہیں ہوا اھ مختصر روح المعانی میں اس آیت کے متعلق ابن عباسؓ سے اس قصہ میں نقل کیا ہے فنزلت اس وقت اس پیشین گوئی کا وقوع اظہر ہے کہ کفار مرعوب ہو گئے اور مقابلہ میں نہ آئے

چنانچہ آیت اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِقَوْلِ آلِ عِمْرَانَ کی تفسیر میں بھی اس کا کچھ بیان آچکا ہے پس کفار خاص مراد ہو گئے اور میرے نزدیک تقریر آیت میں یہ اولیٰ ہے کہ یہ وعدہ عسکری اللہ در صورت تنہا قتال فرمانے رسول اللہ ﷺ کے تھا چونکہ یہ صورت واقع نہیں ہوئی اس لئے اس پیشین گوئی کے وقوع کی تحقیق اس مقام پر بالکل ضروری نہیں۔

وہ: اوپر کی آیت میں جناب نبی ﷺ کو حکم تھا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں آگے بضمین حکم بستم امر مشروع میں شفاعت کرنے کی جس کو شفاعت حسنہ کہا ہے فضیلت اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ اسمیں بھی ترغیب ہے ایک کو کہ دوسرے کیساتھ احسان کرے پس دونوں میں ترغیب خیر ہوئی اور اگر ان ترغیبوں پر اثر رغبت بھی مرتب ہو گیا تو دونوں عمل تسبیح للخیر میں بھی شریک ہیں۔ اور اس شفاعت حسنہ کے مقابلہ کے لئے شفاعت سیدہ کا بیان بھی فرمادیا مقابلہ خود ایک مناسبت ہے اگر یوں کہا جاوے کہ اوپر منافقین کے اقوال و احوال مذکور تھے جو اوروں کے لئے بھی سبب ضرر ہو سکتے تھے، اور شفاعت سیدہ بھی سبب ضرر ہے تو اس تقریر سے اوپر کے مضمون کے ساتھ ایک مستقل مناسبت نکل آوے گی۔

حکم بستم ترغیب شفاعت حسنہ و تحذیر از شفاعت سیدہ:

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً (الی) وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا جو شخص اچھی سفارش کرے (یعنی جس کا طریق و مقصود دونوں مشروع ہوں) اس کو اس (سفارش) کی وجہ سے (ثواب کا) حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے (یعنی جس کا طریق یا غرض غیر مشروع ہو) اس کو اس (سفارش) کی وجہ سے (گناہ کا) حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں (وہ اپنی قدرت سے نیکی پر ثواب اور بدی پر عذاب دے سکتے ہیں) ہ: طریق کا غیر مشروع ہونا اس طرح کہ مثلاً کسی غریب کی امداد کیلئے کسی امیر سے کہا مگر اس طرح کہ اس کو مجبور کیا اور اس پر گراں ہوا گو غرض بری نہیں مگر طریقہ برا ہے کہ ایذا مسلم معصیت ہے اور مقصود غیر مشروع یہ کہ کسی ظالم کی اعانت کے لئے کہا کہ غرض ہی حرام ہے جو سفارش دونوں سے منزہ ہو وہ عبادت ہے کہیں واجب کہیں مستحب۔

مسئلہ: اور بوجہ عبادت ہونے کے اس پر عوض لینا حرام ہے کہ عبادت محل اجرت نہیں اور شفاعت سیدہ پر بوجہ معصیت ہونے کے اجرت لینا حرام ہے اور اگر بمقابلہ کوشش کے اجرت بھی جادے تو غلط ہے کیونکہ اگر کوئی غیر ذی اثر آدمی اس سے زیادہ کوشش کرے اس کو اجرت نہیں دی جاتی اس سے معلوم ہوا کہ وہ بمقابلہ جاہ کے ہے اور جاہ غیر مقنوم ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے۔



**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذْأَعْوَابُهُمْ وَكُورُوا فِي الرُّسُولِ إِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُ الَّذِينَ يَسْتَنْظِرُونَكَ مِنْهُمْ هَذِهِ طَرَحَ اسْمَاءُ سُلُوكٍ فِي جَوَاسِرِ رِوَايَاتِهِ يُشِيرُ إِلَى أَنَّ كَاعُمَامَ كَيْ غَيْرِ شَيْخِ مُحَقِّقٍ كَيْ سَائِمُنِي ظَاهِرًا كَرَنَابًا مُضَرًّا فِي دَارِيَةِ بَغْيٍ نَّظِيرَةٍ بِمَدْلُولِ آيَتِ كَيْ -

**اللفات:** في البيضاوى اصل الاستنباط اخراج النبط وهو الماء يخرج من البئر الاول ما يحفر. وفي الروح ثم تجوز به فاطلق على كل اخذ وتلق. قلت فحاصله اخذ الخبر من موافقه واخذ المصالح محالها وهذا هو التحقيق وبهذا المعنى يطلق على اخذ الحكم من مورده اذاعوا به الباء مزيدة ٢ ابيضاوى. النصيب والكفل مترادفان والتخصيص للفتن من روح المعانى ١٢. قوله مقبىتا في البيضاوى مقتدرا من اقات على الشئى اذا قدر ١٢.

**ملحقات الترجمة:** ١. قوله في الا من موجب اشارة الى حذف المضاف اي جاءهم امر من موجبات الخوف او الا من وهو عام فما في مسلم من نزول الآية في قصة خبر الطلاق فهو عندي من دخول الخاص في العام ٢. ١. قوله في اولى الامر ايے امور کو سمجھتے ہیں فاللام للعهد او للجنس والمضاف محذوف اي الى اولى البصيرة بامثال هذه الامور ٢. ١. قوله في علمه خبر كي صحت الى 'پچان ہی لیتے اشارة الى ان العلم بمعنى المعرفة والمضاف محذوف اي لعرفوا كون هذا الخبر كذا وكذا او يقال العلم قلبي والمفعول الثاني بل هو كذا

وكذا وفى زيادة كلمة تو وكلمة هى اشارة الى دفع ايراد وهو ان المتبادر من التركيب ان علم المستبطين متوقف على الرد. وجه الدفع ان المرتب على الرد ليس هو العلم بل هو المقدر نحو اى ضرر كان عليهم وجمله لعلمه الخ كالدليل عليه وهى واقعة لا محالة ردوه او لم يردوه وفى هاتين الكلمتين وقوله تحقيق كريا كرتے ہیں وقوله جيسا ہميشہ الخ اشارة الى ذلك كله وفيما سياتى من قوله كونا كام الخ تصريح به فافهم ۱۲. ۱۳. قوله فى فضل الله به خاص وبه اندفع ايراد آخر وهو انه يلزم من الاستثناء ان القليل لا يحتاجون فى الاهتداء الى فضل الله ورحمته. وجه الدفع ان انتفاء الخاص لا يستلزم انتفاء العام فلو لم يكن الفضل بالارسال لكان باعطاء العقل نعم لو لم يوجد فضل ما لم يهتد احد ۱۲. ۱۳. قوله فى لا تكلف. دوسرے شخص کے فعل کا افاد ان المكلف به هو الفعل لا الذات وافاد ايضا ان مقصود الحصر نفى كونه <sup>عليه السلام</sup> مكلفا بفعل غيره فلا يلزم نفى التحريض لانه ايضا فعله <sup>عليه السلام</sup> فالحصر اضافى لا حقيقى ليلزم نفى كل فعل سوى القتال ۱۲. ۱۳. قوله فى عسى اور یہ امید دلانا كما فى الكبير عسى اطماع واطماع الكريم ايجاب ۱۲.



وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُجَمِّعُكُمْ

اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیس گے۔ اللہ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ضرور تم

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةً وَاللَّهُ أَرْكَسُهُمْ يَمَّا

سب کو جمع کرینگے قیامت کے دن میں انہیں کوئی شبہ نہیں، اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی۔ پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا

كُسِبُوا أَرِيدُونَ أَنْ تَهْذُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ سَبِيلًا ۝ وَذُوالنُّكْفَرُونَ كَمَا كَفَرُوا

ان کے عمل کے سبب۔ کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ

فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعُدُّوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

گے۔ وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سوائے ان میں سے کسی کو دوست مت بنانا جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ اور اگر وہ

وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ

اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ اور نہ ان میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ دغا دگار بناؤ۔ مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہے یا خود

جَاءَكُمْ حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ

تمہارے پاس اس حالت سے آویں کہ ان کا دل تمہارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کیساتھ لڑنے سے منقبض ہو۔

**تفسیر:** ربط: اور شفاعتِ حسنہ کا بیان تھا آگے سلام کے جواب دینے کا طریق اس مناسبت سے بیان فرماتے ہیں کہ دونوں میں دوسرے کی تطہیبِ قلب ہے اور احکامِ جہاد کے اثناء میں اسکا آنا اسوجہ سے لطیف ہو گیا کہ مجاہدین جیسے تلفظ بکلمۃ الاسلام کو شمشیر سے حفاظت کرنیوالا سمجھتے ہیں اسی طرح تکلم بلفظ سلام کو بھی علامتِ اسلام کی سمجھ کر ایسے شخص سے ہاتھ روک لیا کریں جہاں کہیں شعارِ خاص اہل اسلام کا ہو دوسرے اقوام میں مستعمل نہ ہو جیسا عنقریب ایک قصہ بھی آدیا گا اس آیت کی تفسیر میں وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔

**حکم بست ویکم تعلیم جواب سلام:**

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ۝ اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو (یعنی جواب دو) یا (جواب میں) ویسے ہی الفاظ کہہ دو (تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (یعنی ہر عمل پر) حساب لیس گے (یعنی ان کا قانون یہی ہے اور یوں اپنے فضل سے معاف کر دیں وہ اور بات ہے)

**ف:** مسئلہ: امر کے صیغہ سے اور حبیب سے اس حکم کا ظاہر اوجوب معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے فقہاء کا۔ مسئلہ: یہ جو قید لگائی گئی کہ مشروع طور پر اس

سے وہ سلام نکل گئے جو مکروہ ہیں مثلاً پانچخانہ پھرنے والے کو سلام کرے یا اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کی حالت میں یا جو کسی طاعت میں مثلاً نماز و تلاوت میں مشغول ہو اور زیادہ تفصیل درمختار میں مذکور ہے۔ ایسی حالت میں جواب دینا اس کے ذمہ نہیں بلکہ بعض حالات میں جواب مکروہ ہے۔

**مسئلہ:** یہ وجوب جواب سلام کا علی الکفایہ ہے اگر جماعت میں ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب کے ذمہ سے اتر جاوے گا۔ مسئلہ: نفس جواب واجب ہے باقی ویسے ہی الفاظ یا ان سے احسن اور بعض صورتوں میں ان سے کم یہ سب اختیار میں ہے آیت میں جو لفظ او تخیر کیلئے ہے وہ اسی کے اعتبار سے ہے اور صیغہ امر سے جو وجوب مستفاد ہوتا ہے وہ باعتبار نفس تحیت کے ہے پس مقید واجب ہے اور قید مخیر فیہ مثلاً ایک صیغہ یہ ہے السلام علیکم دوسرا جس میں ورحمة اللہ زیادہ ہو۔ تیسرے جس میں وبراکاتہ بھی ہو۔ اسی طرح جواب میں سمجھ لینا چاہیے۔ ان سب صیغوں میں اختیار ہے چنانچہ بمثلہ اور احسن میں اختیار ہوتا تو منصوص ہے رہا کم کا اختیار ہونا اجماعی ہے کافی الکبیر مثلاً کسی نے کہا السلام علیکم ورحمة اللہ اور جواب میں کہہ دیا گیا وعلیکم السلام تو یہ اتفاقاً کافی ہے اور آیت میں بھی اگر رُدُّوْهَا کو بقرینہ مقابلہ اس طرح مفسر کیا جاوے کہ اولاً تحیوا باحسن اور تخصیص رد تمثیلاً کہی جاوے تو معارضہ کی صورت بھی نہ رہے۔

**مسئلہ:** حُیِّتُمْ فعل مجہول ہے مگر اجماعاً اس کا فاعل مسلم ہے قطعاً یا احتمالاً، پس



اگر یقینی کافر سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں، گو جائز ہے اور حدیث میں اس کے جواب کا خاص صیغہ آیا ہے کہ صرف علیکم کہے تو وہ جب ہے جب احتمال ہو کہ اس نے شرارت سے سلام کیا ہے ورنہ جائز ہے بلکہ حاجت کے وقت ابتداء بھی درست ہے، نقلہ فی الروح عن الحسن وعن الشعبي وقادہ وابن عباس رضی اللہ عنہم۔

**دبٹ :** اوپر بہت سے احکام مذکور ہوئے ہیں، آگے ان کی تاکید و اہتمام کیلئے اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری و حساب سے احکام پر عمل کرنے میں اہتمام بڑھ جاوے۔

توحید و معاد:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا اللَّهُ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ضرور تم سب کو جمع کرینگے قیامت کے دن اس میں کوئی شبہ نہیں اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی (جب وہ خبر دے رہے ہیں تو بالکل ٹھیک ہی ہے) **فہ :** یہ ترکیب جیسے اصدق ہونے کی نانی ہے ایسے ہی محاورہ کے اعتبار سے مساوی فی اصدق ہونے کو بھی نانی ہے پس اصدقیت کلام اللہ تعالیٰ کیلئے مفید ہے اور یہ اصدقیت باعتبار کمیت کے بھی ہے اور باعتبار کیفیت کے بھی اول بایں معنی کہ مخلوق اخبار میں بوجہ عدم علم غیب کے محکی عنہ کی مطابقت و عدم مطابقت پر مطلع نہیں ہوتا اور مدار صدق مطابقت محکی عنہ پر ہے۔ اور مواعید میں بوجہ عدم قدرت کاملہ کے ایفاء سے عاجز ہوتا ہے الا بتعلیم اللہ تعالیٰ و تمکینہ اور حق تعالیٰ کا علم و قدرت دونوں کامل ہیں اس لئے ہر خبر بھی صادق ہے اور ہر وعدہ بھی صادق ہے۔ اور ثانی بایں معنی کہ دوسروں کا صدق لوازم کلام سے نہیں کہ عقلاً انکساک ممتنع ہو اور کلام اللہ میں لوازم سے ہے کہ انکساک ممتنع ہے گو یہ لازم بوجہ اس کے کہ خود ملزوم مقدور ہے داخل تحت القدرت ہو اور اس کی مقدوریت سے اس کی ضد کی مقدوریت بھی ضرور ہے لان القدرۃ تعلق بالصدیق جیسے ضاحک بالقوۃ باوجود اس کے لوازم انسان میں سے ہونے کے بوجہ اس کے کہ انسان مقدور ہے نیز داخل تحت القدرت ہے اسی طرح صدق کو سمجھنا چاہئے لیکن مراد اس کلام کا صدق ہے جو کہ افعال میں سے ہے یعنی کلام لفظی بخلاف اس کلام کے جو صفات ذاتیہ سے ہے یعنی کلام نفسی کہ وہ صدق لوازم ذات واجبہ سے ہے اور وہ اور اس کی ضد مقدوریت سے منزہ ہے بوجہ وجوب و امتناع عقلی کے۔

**دبٹ :** اوپر احکام جہاد و قتال مذکور تھے اگلے رکوع میں بھی کفار کے بعض خاص احوال کے اعتبار سے قتال و عدم قتال کے بعض خاص احکام مذکور ہیں مگر اس رکوع کی تفسیر کا سمجھنا موقوف ہے بعض روایات کے نقل کرنے پر اس لئے ان کو نقل کرتا ہوں۔

**پہلی روایت :** عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا کہ بعض مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں پھر مرتد ہو گئے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسباب تجارت لانے کا بہانہ کر کے پھر مکہ چل دیئے اور پھر نہ آئے ان کے بارہ میں مسلمانوں کی رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا یہ کافر ہیں بعض نے کہا یہ مومن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا کافر ہونا آیت فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ میں بیان فرمادیا اور ان کے قتل کا حکم دیا اھ احقر کہتا ہے ان کا منافق کہنا بایں معنی ہے کہ جب اسلام کا دعویٰ کیا تھا جب بھی منافق تھے دل سے ایمان نہ لائے تھے اور منافقین گو قتل نہ کئے جاتے تھے لیکن جب ہی تک کہ اپنا کفر چھپاتے تھے اور ان لوگوں کا ارتداد ظاہر ہو گیا تھا اور جنہوں نے مسلمان کہا شاید بناء علی حسن الظن ان کے دلائل ارتداد میں کچھ تاویل کر لی ہوگی۔ اور اس تاویل کا مستند رائے محض ہوگا مؤید بدلیل شرعی نہ ہوگی اس لئے معتبر نہیں رکھی گئی۔

**دوسری روایت :** ابن ابی شیبہ نے حسن سے روایت کیا کہ سراقہ بن مالک مدنی نے بعد واقعہ بدر واحد کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر درخواست کی کہ ہماری قوم بنی مدینہ سے صلح کر لیجئے آپ نے حضرت خالد کو تکمیل صلح کے لئے وہاں بھیج دیا مضمون صلح یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کی مدد نہ کریں گے اور قریش مسلمان ہو جاویں گے تو ہم مسلمان ہو جاویں گے اور جو قومیں ہم سے متحد ہوگی وہ بھی اس معاہدہ میں ہمارے شریک ہیں اس پر آیت وَذُو الْاٰلِیْنَ اُولٰٓئِکَ یَصْلُوْنَ الخ نازل ہوئی اھ۔

**تیسری روایت :** کلبی نے بطریق ابی صالح حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ آیت سَتَجِدُوْنَ اٰخِرِیْنَ الخ میں جن کا ذکر ہے مراد ان سے اسد اور غطفان ہیں کہ مدینہ میں آتے اور ظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے اور اپنی قوم سے کہتے کہ ہم تو بندر اور عقرب پر ایمان لائے ہیں اور مسلمانوں سے کہتے کہ ہم تمہارے دین پر ہیں اور ضحاک نے ابن عباس سے یہی حالت بنی عبدالدار کی نقل کی ہے اھ پہلی اور دوسری روایت روح المعانی میں اور تیسری معاملہ میں ہے۔ احقر کہتا ہے کہ اس تیسری روایت والوں کی حالت مثل پہلی روایت والوں کے ہوئی کہ دلیل سے ان کا پہلے ہی سے مسلمان نہ ہونا ثابت ہو گیا اسی لئے ان کا حکم مثل عام کفار کے ہے یعنی مصالحت کی حالت میں ان سے قتال نہ کیا جاوے اور عدم مصالحت میں قتال کیا جاوے چنانچہ پہلی روایت والوں کے باب میں آیت ثانیہ میں اخذ قتل کا حکم اور آیت ثالثہ میں مصالحت کی حالت میں ان کا استثناء موجود ہے جن کی مصالحت کا ذکر روایت ثانیہ میں ہے اور تاکید استثناء کے لئے فَلَاۤیْ اَعْتٰزَ لَکُمْ کی تصریح ہے اور یہ استثناء بوجہ اس کے کہ یہ مرتدین بسبب لحوق بدار الحرب کے مثل دیگر کفار کے



ہو گئے استثناء متصل ہے گو مستثنیٰ ان مرتدین کا غیر کیوں نہ ہو۔ اور تیسری روایت والوں کے باب میں آیت رابعہ میں عدم اعتزال و عدم الکف عن القتال کی حالت میں ان کے اخذ و قتل کا حکم مصرح ہے اور قرینہ مقابلہ سے صلح کی حالت میں عدم قتال مفہوم ہوتا ہے۔ پس کل فرقے جو یہاں مذکور ہیں تین ہیں ایک ایک روایت والے۔ ایک کا ذکر پہلی دوسری آیت میں۔ ایک کا تیسری میں ایک کا چوتھی میں اور حکم کل دو ہیں عدم صلح میں قتال اور صلح میں عدم قتال۔ رہی یہ بات کہ جو منافقین مدینہ میں رہتے تھے باوجودیکہ دلائل سے ان کا کفر بھی ثابت تھا پھر ان کیلئے امن کا حکم کیوں تھا اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ان کی حالت بھی عام کفار کی سی تھی چونکہ وہ صلح سے رہتے تھے اس لئے مثل کفار مصالحن کے ان سے جنگ نہ کی جاتی تھی البتہ روح المعانی میں تحت آیت **فَلَنْ اَعْتَزِلُكُمْ ابْنِ عَبَّاسٍ** سے ان آیات کا منسوخ ہونا آیت براءۃ **فَاِذَا النُّسُكَةُ اُنْصَحِرَ الْحُرُّ** سے نقل کیا ہے حالانکہ مصالحن سے جنگ نہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے وقت خواہاں صلح کی درخواست کا منظور کرنا واجب ہوگا اس اعتبار سے نسخ ہو سکتا ہے چنانچہ اب امام کا مخیر ہونا شرعی مسئلہ ہے یا اعلان نقض صلح ایک معین میعاد کے بعد کو صورت نسخ کہہ دیا پس تخیر امام جب بھی تھی گو بناء علی الظہور مذکور نہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ اس وقت اسلام کے لئے مثل اقرار کے بشرط قدرت و تمکن ہجرت بھی فرض اور مدار قبول و اجراء احکام کا تھا جیسا اب یہی حالت اقرار کی ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں تیسیر سے اس کی فرضیت کی تصریح کی ہے پس جو منافقین مدینہ میں رہتے تھے جو کہ دار اسلام تھا وہ ظاہراً اس فرض کے عامل تھے اس لئے مثل مقرر کے ان سے تعرض نہ ہوتا تھا بخلاف روایت اولیٰ و ثانیہ والوں کے کہ تارک ہجرت و قیام دار الاسلام تھے اس لئے ان کا حکم عام کفار کا سا ہوا اسی لئے آیت ثانیہ میں عدم اتحاد اولیا کیلئے جو کہ مراد ف عدم قبول ایمان ہے کیونکہ ایمان منجملہ شرائط جواز ولایت ہے حکفی **يُهَاجِرُوا** کو غایت فرمایا ہے اور معالم سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت اولیٰ والوں کو جنہوں نے مسلمان کہا تھا اس کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ کیا صرف اپنا وطن نہ چھوڑنے سے ان کو کافر کہا جاوے گا اھ لیکن جب اس وقت ہجرت کی حالت مثل اقرار باللسان کے تھی تو اس وجہ کا جواب ظاہر ہے کہ ہاں مثل

تارک اقرار کے اس کو کافر کہا جاوے گا۔ احقر نے جو روایت اولیٰ کے ذیل میں تاویل کو اور اس کے غیر معتبر ہونے کو مجملاً لکھا تھا اس سے دونوں کی تعیین و تبیین بھی ہو سکتی ہے اور یہ تمہید بوجہ موقوف علیہ ہونے کے گو آیتوں سے پہلے لکھ دی گئی لیکن بعد مطالعہ تفسیر آیات بھی اس کو یکہ لینا مفید ہے۔

**بعض احکام خاصہ جہاد و بعض احوال خاصہ:**

**فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ اَرْكَسُهُمْ بِمَا كَسَبُوا**  
(الی قولہ تعالیٰ) **اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ**۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى **وَاِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَجَوبُوا بِحَسَنٍ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا** اس میں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تعلیم ہے۔

**اللفاظ:** فی البیضاوی التحیۃ فی الاصل مصدر حیاک اللہ تعالیٰ علی الاخبار من الحیوۃ ثم استعمل للحکم والدعاء بذلك ثم قبل لكل دعاء فقلب فی السلام اه قلت فانه من الدعاء ۱۲ . الحصر . الضیق ۱۲ .

**المنحی:** لا رب فیہ فی البیضاوی حال من یوم ۱۲ .

**فائدة:** وبما قررت فی فائدة المتن من الاصلیۃ فی کیف ارفع النزاع فی المسئلة التي افرق فیہا علماء عصرنا المعنونة بامتناع الکذب فان الکلام کلامان لفظی من الافعال ونفسی من الصفات ففي الاول الحق الامتناع العادی ای الانتفاع مع دخول المنفی تحت القدرة ولو اصطلاح احد بتسمیته امتناعاً عقلیاً بالغير لا تنازعه بعد وضوح المراد وفي الثاني الحق الامتناع العقلی ای الانتفاء مع عدم دخول المنفی تحت القدرة لا لنقصان القدرة بل لعدم صلاحیۃ المحل لتعلقها فافهم فانه من المواهب اللدنیۃ ۱۲ .

**البلاغۃ:** قوله **الی قوم عدی بالی** تضمن یصلون لمعنی الانتفاء ۱۲ .

**الروایات:** ذكرت فی المتن واخری ما فی الصحاح ان نزول الآیۃ فی من رجع من المنافقین من احد لكنها لا یساعدھا ظاهر الآیۃ ومن اختارھا حمل قوله حتی یهاجروا علی ہجرة خاصة وهی الخروج الی الجهاد فان صاحب الروح نقل ان لها ثلث استعمالات والمشهور ترک المنہیات والخروج للقتال ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی آخر التمهید ہو سکتی ہے لم یجزم به لانی ما ظفرت بالتصریح بان فرض الهجرة کان بمنزلة فرض الاقرار وانما فهمته من الروایات والفهم یحتمل الخطاء واللہ اعلم ۱۲ .



وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ فَلَمَّ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ فَمَا جَعَلَ

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی

اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ سَيُجَادُّوْنَ الْآخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلًّا رُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا

راہ نہیں دی۔ بعض ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب کبھی ان کو شرارت کی طرف متوجہ کیا

فَإِنْ لَّمْ يَعِزَّزْ لَكُمْ وَلِيُّكُمُ السَّلَامَ وَيَلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ وَيَكْفُوا إِلَيْكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ وَإِنَّا لَكُمُ جَعَلْنَا لَكُمْ

جاتا ہے تو وہ اس میں جا کر رہتے ہیں سو یہ لوگ اگر تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو تم ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ اور

عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝

ہم نے تم کو ان پر صاف حجت دی ہے۔

تفسیر: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ

(الہی قولہ تعالیٰ) وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا

پہلے فرقہ کا بیان:

(جب ہم ان مرتدین کی حالت دیکھ چکے) پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم (اختلاف رائے کر کے) دو گروہ ہو گئے (کہ ایک گروہ ان کو اب بھی مسلمان کہتا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (ان کے علانیہ کفر کی طرف) الٹا پھیر دیا ان کے (بد) عمل کے سبب (وہ بد عمل ارتداد دارالاسلام کو پاؤ جو قدرت کے چھوڑ دینا ہے جو کہ مثل ترک اقرار بالاسلام کے علامت کفر کی تھی اور واقع میں تو وہ پہلے بھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو منافق کہا) کیا تم لوگ (اے وہ گروہ جن کو اس ترک دارالاسلام کا علامت کفر ہونا معلوم نہیں) اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے (جب کہ ان لوگوں نے گمراہی اختیار کی) گمراہی میں ڈال رکھا ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ عزم فعل کے وقت اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں مطلب یہ کہ گمراہ کو جو مومن کہتے ہو اور مومن وہ ہے جس میں ایمان ہو اور اس وقت تک ایمان ہے نہیں تو کیا اب ایمان پیدا کرو گے جو اس کو مومن کہہ سکو اور یہ محال ہے پس ان کا مومن و مہندی ہونا مطلقاً بالحال ہے اس لئے ان کو مومن کہنا مثل حکم بالحال کے ہے) اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے (مومن ہونے کے) لئے کوئی سبیل (یعنی راہ) نہ پاؤ گے (پس ان لوگوں کو مومن نہ کہنا چاہئے اور بھلا وہ خود تو کیا مومن ہو گئے ان کے غلوئی الکفر کی تو یہ حالت ہے کہ) وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی (خدا نہ کرے) کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو (ان کی جب یہ حالت ہے) ان میں سے کسی کو دوست مت بنانا (یعنی کسی کے

ساتھ مسلمانوں کا سبب تاؤ مت کرنا کیونکہ دوستی کے جواز کے لئے اسلام شرط ہے) جب تک وہ اللہ کی راہ میں (یعنی تکمیل اسلام کے لئے) ہجرت نہ کریں (کیونکہ اس وقت ہجرت کا وہ حکم تھا جو اب اقرار بالشہادتین کا ہے اور تکمیل اسلام کی قید اس لئے ہے کہ خالی دارالاسلام میں آنا کافی نہیں یوں تو کفار اہل تجارت بھی آجاتے ہیں بلکہ اسلامی حیثیت سے آویں یعنی اسلام بھی ظاہر کریں تاکہ جامع اقرار و ہجرت کے ہو جاویں اور رہی تصدیق وہ صرف عند اللہ شرط ہے اس کی تفتیش ضرور نہیں) اور اگر وہ (اسلام سے) اعراض کریں (اور کافر ہی رہیں) تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ (یہ پکڑنا یا تو قتل کے لئے ہے یا غلام بنانے کے لئے) اور نہ ان میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ (مطلب یہ کہ کسی حالت میں ان سے کوئی تعلق نہ رکھو نہ امن میں دوستی نہ خوف میں استعانت بلکہ بالکل الگ تھلگ رہو۔

دوسرے فرقہ کا بیان:

مگر (ان کفار میں) جو لوگ ایسے ہیں جو کہ (تمہارے ساتھ مصالحت سے رہنا چاہتے ہیں جس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ بواسطہ صلح ہو یعنی) ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں (یعنی ہم عہد ہو جاتے ہیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد (صلح) ہے (جیسے بنو مدجن کہ ان سے صلح ہوئی تو ان کے ہم عہد بھی اس استثناء میں آ گئے تو بنی مدجن بدرجہ اولیٰ مستثنیٰ ہوئے) یا (دوسرا طریق یہ ہے کہ بلا واسطہ صلح ہو اس طرح سے کہ) خود تمہارے پاس اس حالت سے آویں کہ ان کا دل تمہارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو (اس لئے نہ تو اپنی قوم کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں بلکہ ان سے بھی صلح رکھیں اور تم سے بھی۔ پس دونوں طریقوں میں جس طریق سے کوئی مصالحت رکھے وہ حکم مذکور اخذ اور قتل سے مستثنیٰ ہے) اور (تم



ان لوگوں کی درخواست صلح میں اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ ان کے دل میں تمہاری ہیبت ڈال دی ورنہ) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط (اور دلیر) کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے (مگر خدا تعالیٰ نے تم کو اس پریشانی سے بچا لیا) پھر اگر صلح کر کے (وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں) (ان سب الفاظ کا مطلب یہ کہ صلح سے رہیں کئی لفظ تاکید کیلئے فرمادیئے) تو (اس حالت صلح میں) اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر (قتل یا قید وغیرہ کی) کوئی راہ نہیں دی (یعنی اجازت نہیں دی)۔

تیسرے فرقہ کا بیان:

بعض ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے (یعنی ان کی یہ حالت معلوم ہوگی) کہ (براہِ خداع) وہ (یہ بھی) چاہتے ہیں کہ تم سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں (اور ساتھ ہی اس کے) جب کبھی ان کو (صریح مخالفین کی طرف سے) شرارت (فساد) کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے (یعنی ان سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کہا جاتا ہے) تو وہ (فوزاً) اس (شرارت) میں جا گرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور وہ خداع کی صلح توڑ دیتے ہیں) سو یہ لوگ اگر (صلح توڑ دیں اور) تم سے (یعنی تمہاری لڑائی سے) کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو (تمہارے مقابلہ سے) روکیں (سب کا مطلب مثل سابق کے ایک یہی ہے کہ صلح توڑ دیں) تو تم (بھی) ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ اور ہم نے تم کو ان پر صاف حجت دی ہے (جس سے ان کا مباح الدم ہونا ظاہر ہے اور وہ حجت ان کا نقض عہد ہے)

**البلاغۃ:** قوله يلقوا اليكم السلم في الروح هو استعارة لان من سلم شيئا لقاه وطرحه عند المسلم له قوله لما جعل الله في الروح فيه مبالغة في عدم التعرض لهم لان من لا يمر بشئ كيف يتعرض له ۱۲۔

**فائدة بدیعیۃ:** من الروح فی الآيتين الاخرین مفہومات متقابلات۔ قوله اعتزلوكم مع لم يعتزلوكم وقوله لم يقتلوكم مع ويكفوا ايم لم يكفوا۔ قوله القوا اليكم مع ويلقوا اليكم السلم وقوله ما جعل الله مع قوله

اولنكم جعلناكم۔ قلت فيه صنعة التقابل من انواع البديع ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في لما لكم جب تم فالفاء يصح كونها فصيحة وقوله کیا ہوا اشار الى تقدير ای شئى کائن لکم ۱۲۔ ۲۔ قوله في فتبين اختلاف رائے کر کے اشار الى ان التقدير تفرقت فتبين فالتفرق في الرائے لافى المسلك الدينى ۱۲۔

۳۔ قوله في اركسهم علانيه التا اشار بالاول الى انهم لم يومنوا بقلوبهم قط ومن ثمه سموا منافقين وبالثاني الى معنى اركس ای ردھم مقلوبين كما في القاموس ۱۲۔ ۴۔ قوله بما كسبوا ارتداد احتراز عن الانتقال من دار الاسلام للسفر الضروري ۱۲۔ ۵۔ قوله هناك باوجود قدرت فلا يرد حال المستضعفين اشكالا كما ان الاقرار يسقط بالعجز ۱۲۔ ۶۔ قوله هناك ای وجہ سے ان کو متافق فالوصف للتشيع لا للتعريف لانهم لم يشتهروا بالنفاق ۱۲۔ ۷۔ قوله في من اضل جو مؤمن کہتے ہوں لانہم كانوا يحكمون بايمانهم لا انهم يريدون ايمانهم ففي الكلام كناية ۱۲۔ ۸۔ قوله في خلدوهم یہ پکڑنا کذا في روح المعانی ۱۲۔ ۹۔ قوله في بينكم بدرج اولی فلا يرد ان الفرقۃ الثانیۃ لم يدخل فيه بنو مدلج واوعیت دخولهم فيها ۱۲۔ ۱۰۔ قوله في او يقاتلوا ونیز اشار الى ان او بمعنى الواو بقرينة المقام ۱۲۔ ۱۱۔ قوله قبل ولو شاء اخذ اور قتل سے متشبی اشار الى ان الاستثناء ليس من التخاذ هم اولياء لانه حرام ما لم یومن ۱۲۔ ۱۲۔ قوله في فلم يقتلوكم یعنی اشار الى ان الفاء للتفصيل والتفسير ۱۲۔ ۱۳۔ قوله في مستجدون ضرور معلوم اشار الى ان السین للتأكيد والاستقبال باعتبار العلم بحالتهم والافعالهم قد وجد من قبل ۱۲۔ ۱۴۔ قوله هناك براہ خداع يدل عليه المقام ومقابلته بمن حصرت صدورهم لهم لم تحصر صدورهم عن القتال بل كان فيها بسط له فحصل معنى الخداع ۱۲۔ ۱۵۔ قوله في كلما اور ساتھ ہی اس کے اشارۃ الى ان كلما صفة ثانية لاخرين وبالمجموع تميزوا من قبلهم والا نفس ارادة الا من مشترك صورة وان لم يبق مشترك بعد اعتبار مفہوم الخداع فيه كما بينا من قبل ۱۲۔ ۱۶۔ قوله في ويلقوا نہ تم سے اشار الى ان العطف على المنفى لا على النفى ۱۲۔



وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے جو اس کے خاندان

إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

والوں کو حوالہ کردی جاوے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو

وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فِدْيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو تو خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کردی جاوے اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا پھر جس شخص کو نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں بطریق

تُوبَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔

وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فِدْيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو (ابتداءً) قتل کرے لیکن غلطی سے (ہو جائے تو اور بات ہے) اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر (شرعاً) ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا (واجب) ہے اور خون بہا (بھی واجب) ہے جو اس (مقتول) کے خاندان والوں کو (یعنی ان میں جو وارث ہیں بقدر حصص میراث) حوالہ کردی جاوے (اور جس کے کوئی وارث نہ ہو بیت المال قائم مقام ورثہ کے ہے) مگر یہ کہ وہ لوگ (اس خون بہا کو) معاف کر دیں (خواہ کل یا بعض اتنی ہی معاف ہو جاوے گی) اور اگر وہ (مقتول خطا) ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں (یعنی حربی ہیں اور ان ہی میں کسی وجہ سے رہتا تھا) اور وہ شخص خود مومن ہے تو (صرف) ایک غلام یا لونڈی مسلمان آزاد کرنا (پڑے گا اور دیت اس لئے نہیں کہ اگر ورثہ اس مقتول کے مسلمان ہیں تب تو وہ تحت ولایت حاکم مسلم نہ ہونے کے باعث مستحق نہیں لا یقضی لہم ولا یقضی علیہم اور اگر کافر ہیں تو اس صورت میں دیت بیت المال کا حق ہوتی اور دار الحرب سے بیت المال میں ترکہ لایا نہیں جاتا) اور اگر وہ (مقتول خطا) ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ (صلح یا ذمہ کا) ہو (یعنی ذمی یا مصالح و مستامن ہو) تو خون بہا (بھی واجب ہے) جو اس (مقتول) کے خاندان والوں کو (یعنی ان میں جو وارث ہیں) حوالہ کردی جاوے (کیونکہ کافر کافر کا وارث ہوتا ہے) اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا (پڑے گا) پھر جن صورتوں میں غلام لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے (جس شخص کو (غلام لونڈی) نہ ملے (اور نہ اتنے دام ہوں کہ خرید سکے) تو اس کے ذمہ بجائے اس آزاد کرنے کے) متواتر (یعنی لگاتار) دو ماہ کے روزے ہیں (یہ آزاد کرنا اور وہ نہ ہو سکے تو روزے رکھنا) بطریق توبہ کے (ہے) جو اللہ کی طرف سے مقرر

تفسیر: ربط: اوپر سے قتل و قتال کا ذکر چلا آ رہا ہے اور کل صورتیں ابتداء قتل کی آٹھ ہیں کیونکہ مقتول چار حال سے خالی نہیں یا مومن ہے یا ذمی ہے یا مصالح و مستامن ہے یا حربی ہے اور قتل دو طرح کا ہے یا عمد یا خطا پس اس اعتبار سے کل صورتیں قتل کی آٹھ ہوتیں۔ اول مومن کا قتل عمد۔ دوم مومن کا قتل خطا۔ سوم ذمی کا قتل عمد۔ چہارم ذمی کا قتل خطا۔ پنجم مصالح کا قتل عمد۔ ششم مصالح کا قتل خطا۔ ہفتم حربی کا قتل عمد۔ ہشتم حربی کا قتل خطا۔ ان صورتوں میں بعض کا حکم تو اوپر معلوم ہو چکا ہے بعض کا آگے مذکور ہے اور بعض کا حدیث میں موجود ہے چنانچہ صورت اولی کا حکم دنیوی یعنی وجوب قصاص سورہ بقرہ میں مذکور ہے اور حکم اخروی آگے آیت وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مِّنْ آتَا ہے اور صورت دوم کا بیان قول اللہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ میں آتا ہے۔ صورت سوم کا حکم حدیث دارقطنی میں ہے کہ ذمی کے عوض رسول اللہ ﷺ نے مسلمان سے قصاص لیا۔ اخوجہ الزبلی فی تخریج الہدایہ۔ صورت چہارم کا ذکر قول اللہ تعالیٰ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ میں آتا ہے صورت پنجم کا ذکر اوپر کے رکوع قول اللہ تعالیٰ لَمَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا میں آچکا ہے۔ صورت ششم کا حکم صورت چہارم کے ساتھ ہی مذکور ہے کیونکہ ميثاق عام ہے موبد اور موقت کو پس ذمی و مستامن دونوں آگے درمختار کی کتاب الدیات کے شروع میں مستامن کی دیت کے وجوب کی تصحیح کی ہے۔ صورت ہفتم و ہشتم کا حکم خود جہاد کی مشروعیت سے اوپر معلوم ہو چکا کیونکہ جہاد میں اہل حرب قصداً مقتول ہوتے ہیں اور خطا کا جواز بالاولی ثابت ہوگا۔

حکم بست و دوم تفصیل احکام بعض صورتیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً (الی قولہ تعالیٰ) وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ



ہوئی ہے (یعنی اس کا یہ طریقہ مشروع ہوا ہے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے حکمت والے ہیں (اپنے علم و حکمت سے مصلحت کے مناسب احکام مقرر فرماتے ہیں گو ہر جگہ حکمت بندہ کو معلوم نہ ہو) کھنڈ یہاں چند مسائل لکھنا ضرور ہیں۔

مسئلہ: قتل کی تین قسمیں ہیں۔ عمد جو ظاہر اقصاء سے ایسے آلہ کے ذریعہ سے واقع ہو جو آہنی یا تفریق اجزا میں بجائے آہنی کے ہو جیسے دھار والا بانس یا دھار والا پتھر یا آگ۔ دوسرے شبہ عمد جو قصد آہنی ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو۔ تیسرے خطا یا تو قصد و ظن میں کہ دور سے آدمی کو شکاری جانور یا کافر حربی سمجھ کر نشانہ لگا دیا یا فعل میں کہ نشانہ تو جانور ہی کو لگایا لیکن آدمی کے جا لگا۔ اس آیت میں خطا سے مراد غیر عمد ہے پس دوسری تیسری دونوں قسمیں اس میں آئیں دونوں میں دیت بھی ہے اور گناہ بھی مگر ان دونوں امر میں دونوں قسمیں متفاوت ہیں۔ دیت دوسری قسم کی سواونٹ ہیں چار قسم کے یعنی ایک ایک قسم کے پچیس پچیس اور دیت تیسری قسم کی سواونٹ ہیں پانچ قسم کے یعنی ایک ایک قسم کے بیس بیس۔ البتہ اگر دیت میں نقد دیا جاوے تو دونوں قسموں میں ایک ہزار دینار شرعی یا دس ہزار درہم شرعی ہیں اور گناہ دوسری قسم میں زیادہ ہے بوجہ قصد کے اور تیسری قسم میں کم ہے صرف بے احتیاطی کا کذا فی الہدایۃ چنانچہ تحریر و قبضہ کا وجوب و نیز لفظ توبہ بھی اس پر دال ہے۔ اور یہ حقیقت ان تینوں قسموں کی باعتبار وجوب احکام شرعیہ فی الدنیا کے ہے اور گناہ کے اعتبار سے عمد و غیر عمد ہونا اس کا مدار عند اللہ قلب پر ہے جس پر وعید آئندہ کا مدار ہے وہ خدا کو معلوم ہے ممکن ہے کہ اس اعتبار سے قسم اول غیر عمد ہو جاوے اور قسم ثانی عمد ہو جاوے اسی لئے احقر نے تعریفات میں ظاہر کی قید لگائی کذا اثم من الہدایۃ والیضا ہو ظاہر۔

مسئلہ: یہ مقدار مذکور دیت کی جب ہے کہ مقتول مرد ہو اور اگر عورت ہو تو اس کی نصف ہے کذا فی الہدایۃ دلیل اس کی حدیث بیہقی کی بات ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دية المرأة علی النصف من دية الرجل کذا فی شرح النقایۃ اور قرآن مجید میں دیت مجمل ہے پس حدیث سے بہ تفصیل و تفاوت مذکور مفسر ہو گئی مجمل اور مفصل یا مبہم اور مفسر میں تعارض لازم نہیں آتا۔ مسئلہ: دیت مسلم اور ذمی کی برابر ہے دلیل اس کی حدیث ہے قال علیہ السلام دية کل ذی عہد فی عہدہ الف دینار کذا فی الہدایۃ أخرجه ابو داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب کذا فی شرح النقایۃ اور ظاہر قرآن مجید سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دونوں جگہ دیت کو ایک ہی عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور ظاہر کی قید اس لئے لگائی کہ قائلین بالتفاوت کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے دلائل سے ہم کو معلوم ہوا کہ دونوں عنوانوں کا معنوں مختلف ہے۔

مسئلہ: کفارہ یعنی تحریر رقبہ یا صیام خود قاتل کو ادا کرنا پڑتا ہے اور دیت قاتل

کے اہل نصرت پر ہے جن کو شرع کی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے دلیل اس کی یہ حدیث ہے قال علیہ السلام لا ولیاء الجافی قوموا فلدوہ کذا فی الہدایۃ رواہ الطبرانی فی معجمہ کذا قال علی القاری اور قرآن مجید سے یہ معارض نہیں کیونکہ اصل وجوب قاتل ہی پر ہے لیکن بوجہ اس کے کہ اس قاتل کا جرم خطا میں باعتبار خطا ہونے کے اور شبہ عمد میں بنظر آلہ کے کہ موضوع قتل کے لئے نہیں خفیف ہے اس لئے اتنی بڑی رقم اس کے ذمہ ڈالنا مناسب نہیں۔ اور عاقلہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ آدمی اپنے انصار کے زور پر ایسی بے احتیاطی کیا کرتا ہے آئندہ کو وہ لوگ بھی اس کا اندر رکھیں گے۔ اور اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کریں گے پس یہ انصار وجوب میں اس کے قائم مقام ہیں اور یہ نہیں کہ اس پر وجوب نہیں چنانچہ قاتل بھی اس چندہ میں داخل ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ۔ اور اگر آیت میں علیہ مقدر نہ کریں صرف فالواجب مقدر ہو تو علیہ و علیہم دونوں کو شامل ہو جاوے گا۔ پس معارضہ کا شبہ بھی نہ رہے گا۔ رہا آیت لا تزدوا لیسۃ و لا ذرأ اخری سے تعارض کا شبہ وہ اس تقریر سے رفع ہو گیا کہ ان کی جانب سے ایک گونہ حفاظت میں تقصیر رہی یا لا فذر کو گناہ کے ساتھ خاص کہا جاوے تو سرے سے شبہ ہی نہ پڑے گا۔ مسئلہ: کفارہ میں لونڈی غلام برابر ہیں لفظ رقبہ عام ہے البتہ صحیح الاعضاء ہو کیونکہ مطلق سے مراد کامل ہوتا ہے کذا فی الکتب الفقہیۃ۔

مسئلہ: دیت مقتول کی شرعی ورثہ میں تقسیم ہوگی اور جو اپنا حصہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جاوے گی اگر سب نے معاف کر دیا سب معاف ہو جاوے گی کذا فی الکتب الفقہیۃ۔

مسئلہ: جس مقتول کا کوئی وارث شرعی نہ ہو اس کی دیت بیت المال میں داخل ہوگی۔ کیونکہ دیت ترکہ ہے اور ترکہ کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ: ان کان من قوم عدو لکم کے ترجمہ میں صرف کہنے کی وجہ اسی جگہ مذکور ہے کہ اس صورت میں دیت نہیں اس کی دلیل بھی وہاں مذکور ہے ایسے شخص کا ترکہ بیت المال میں لانا کہیں نظر سے نہیں گزرا اور ظاہر اٹنی ہے لانقطاع الولاية اور اسی میں یہ قید کہ ”وہاں رہتا تھا“ اس لئے لگائی کہ اگر یہ شخص دارالاسلام میں ہو تو اس کا ترکہ چونکہ بیت المال کا حق ہے لہذا اس کی دیت واجب ہوگی کذا اثم من الدر المختار اسی طرح اگر ایسے مقتول کا کوئی وارث دارالحرب میں مسلمان ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس وقت بھی دیت واجب ہوگی۔ کذا اثم من الدر کیونکہ یہ مسلمین ان اہل یشاق کفار سے جو آگے مذکور ہیں کم نہیں اور وہاں دیت تھی لیکن اس کے بعد روح المعانی سورہ فتح آیۃ ہُمُ الَّذِینَ کَفَرُوا بِاللَّحْلِ کے ذیل میں یہ مسئلہ کافی سے منقول نظر سے گذرا کہ جو مسلمان دارالحرب میں رہتا ہو اور اس کو کوئی قتل کر دے اور اس کے وارث



مسلمان بھی ہوں تو عہد میں صرف گناہ ہے اور خطا میں صرف کفارہ ہے دیت نہیں پھر در مختار قبل فصل استیمان میں بھی یہ مسئلہ دیکھا گیا۔

مسئلہ: اہل یشاق کے باب میں جو دیت واجب ہے ظاہر یہ ہے کہ اہل کے وجود کے وقت ہے اور اگر اہل نہ ہوں یا وہ اہل مسلمان ہوں کہ بجائے نہ ہونے کے ہے تو اگر وہ ذمی ہے تو دیت ہوگی اور بیت المال میں آوے گی کیونکہ ذمی کا ترکہ جس میں دیت داخل ہے بیت المال میں آتا ہے کما فی الدر المختار ورنہ واجب نہ ہوگی لعدم صدق مسلمۃ الی اہلہ۔

مسئلہ: ہندوستان میں رقبہ نہیں ملتا ظاہر یہ ہے کہ لم یجد صادق آوے گا عرب میں دام بھیجنا واجب نہیں لہذا فیہ من الحرج و مثله کفارات اخوی من الیمین والظہار پس صیام جائز ہے۔

مسئلہ: صیام میں اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے تابع نہ رہا از سر نو رکھنے پڑینگے البتہ عورت کا حیض قاطع تابع نہیں کذا فی الکتب الفقہیہ۔

مسئلہ: اگر کسی عذر سے صیام پر قدرت نہ ہو تو قدرت تک توبہ کیا کرے۔

مسئلہ: قتل عہد میں یہ کفارہ نہیں توبہ کرنا چاہئے۔ کذا فی الکتب الفقہیہ۔

تنبیہ: یہاں جن مسائل میں عموماً یا خصوصاً حوالہ مذکور نہیں ہے وہ بوجہ اس کے کہ میرے پاس کتابیں کم ہیں میری نظر سے نہیں گذرے محض قواعد کی بنا پر لکھا ہے اگر کسی کو غلطی پر اطلاع ہو درست فرمادیا جاوے اور لکھنے کی ضرورت کو مقام مقتضی تھا کہ تکمیل شقوق اس پر موقوف تھی واللہ اعلم۔

**اللفظ:** الرقبة النسبة مجازاً اطلاقاً للجزء علی الكل لكنه متعارف فی للمالیک خاصة ۱۲۔

**النحو:** قوله الا ان یصدقوا منصوب علی الاستثناء ای فی جمیع الاحیان الا حین التصدق ۱۲۔

**الروایات:** فی الروح اخرج ابن جریر وابن المنذر عن السدی ان عیاش بن ربیعۃ المخزومی اسلم وهاجر الی النبی ﷺ وساق الحدیث. وفيه فخرج عیاش فلقی الکنانی وقد اسلم وعیاش لا یعلم باسلامه فضربه حتی قتله فاخبر بعد بذلك فاتی رسول اللہ ﷺ فاخبره الخبر فنزلت واخرج ابن جریر عن ابن زید انها نزلت فی رجل قتله ابو الدرداء قال لا اله الا الله فبدر فضربه اه ای ظانا انه يتقے بذلك وليس مؤمناً وقرباً منه اخرج فی الباب عن ابن جریر عن عکرمۃ ومجاهد والسدی وعن ابن اسحق وابی یعلی والحرث بن اسامة وابی مسلم عن القاسم وعن ابن ابی حاتم عن ابن عباس وفي الروح فی قوله تعالیٰ فان کان من قوم عدو لکم والآیۃ كما قال ابن جریر نزلت فی عرواس بن مرد لما قتله خطأ اسامة بن زید ۱۲۔ فی الباب اخرج ابن جریر عن طریق ابن جریر ان رجلاً من الانصار قتل اخامقیس بن ضبابۃ فاعطاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدیۃ فقبلها ثم وثب علی قاتل اخیه فقتله فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا اومنه فی حل ولا حرم فقتل يوم الفتح قال ابن جریر وفيه نزلت هذه الآیۃ ومن یقتل مؤمناً اه وفي الروح اخرج ابن ابی حاتم عن ابن

جبر نحوه و زاد فیہ ان هذا القاتل ارتد عن الاسلام اه

**روایۃ مفسرۃ للآیۃ ناصرة لاهل الحق:** فی الروح اخرج ابن المنذر عن اسمعیل بن ثوبان قال جالست الناس قبل الداء الاعظم فی المسجد الاکبر فسمعتهم یقولون لما نزلت ومن یقتل مؤمناً الآیۃ قال المهاجرون والانصار وجبت لمن فعل هذا النار حتی نزلت ان الله لا یغفر ان یشرک به الخ فقال المهاجرون والانصار یصنع الله تعالیٰ ما شاء ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی التمهید یشاق عام ہے صرح به فی روح المعانی ۱۲۔ ۲۔ قوله فی ما کان شأن نہیں کما فی التفسیر ما کان وماصح ۱۲۔ ۳۔ قوله هناك ابتداء احتراز عن القصاص ونحوه ۱۲۔ ۴۔ قوله فی خطأ غلط سے اشار الی ما فی الروح انه حال ای فی حال الا فی حال الخطأ ویجوز ان یکون مفعولاً مطلقاً ای قتلاً خطأ ویصح حمل ترجمتی علیہ فعلی هذا التقدير لا یلزم جواز قتل الخطاء لان معنی الکلام لیس انه ما یجوز لمؤمن الخ ۱۲۔ ۵۔ قوله فی فتحیر اس برای علیہ تحریراً وقالواجب ۱۲۔ ۶۔ قوله فی یصدقوا اس خوبها کواشارۃ الی انصراف الاستثناء الی الدیۃ خاصة لا تحریر رقبۃ فانه واجب بكل حال ۱۲۔ ۷۔ قوله فی فان کان من قوم عدو اور اشار الی کون الفاء للتفصیل لا التعقید ۱۲۔ ۸۔ قوله هناك کی وجہ سے لان القیام بین اظهر هم لا یجوز لكن الظاهر ان حکمها سواء وما ورد من تنصیف دیتهم فی الحدیث فلعله زجر لهم وان ثبت کون الهجرة بمنزلة الاقرار کان قولی هذا احتراز الان التارک للهجرة بلا عذر لا یتحقق الدیۃ ح ولو ثبت التنصیف لهم کان فیہ مصلحة والافهم لا یتحققون شیئاً فافهم او کان امر تمکنهم من الهجرة مشتبهاً اور محتملاً فكان لاستحقاقهم الدیۃ مساع واللہ اعلم ۱۲

۹۔ قوله فی وهو مؤمن فتحیر صرف لان الظاهر من السکوت عن الدیۃ عدم وجوبها ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی وان کان من قوم بینکم وہ مقتول اشار الی ان العائد الی المقتول خطاء لا المقتول المؤمن لاندراجه فی حکم ما سبق من قوله تعالیٰ ومن قتل مؤمناً خطاء الخ والقرنیۃ علی ما اخترته ان قید الایمان قد ذکر فیما قبله ولم یصرح به هناك فالظاهر ان هذا لیس بمؤمن ثم لو اعيد الی المقتول المؤمن خاصة المذكور فی صدر الآیۃ کان ینبغی الاكتفاء فیما قبل هذا فالتصریح فی احد الموضوعین وعدمه فی الآخر دلیل ظاهر علی ما اخترت ومن اختار عوده الی المؤمن ذکر النکتۃ فی افرادہ مع اندراجہ فیما سبق انه لیبیان ان کونه فیما بین المعاهدین لا یمنع وجوب الدیۃ کما منعه کونه بین المحاربین ثم تکلف فی توجیہ استحقاق قومه دیتہ مع کونهم غیر مسلمین فقال تارة انه مقید بما اذا کانوا مسلمین وتارة بانه لیس بطریق المیراث بل لعدہم واللہ اعلم ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی کان من قوم بینکم یعنی ذمی لان الظاهر من عدم زیادۃ قوله تعالیٰ وهو مؤمن انه لیس بمؤمن بل کالقوم الذی هو منهم ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی فصیام بجائے اس آزاد افاد بقاء الدیۃ بحالها ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی تربة یہ آزاد لان الکفارة هو الذی شرع حقاً لله تعالیٰ واما الدیۃ فلیس من التوبہ فی شیء لانه حق العبد ولاجلہ یسقط باسقاطه ۱۲۔ ۱۴۔ قوله هناك شروع ہوا ہے اشارۃ الی ان من ابتدائیۃ صفة الموصوف فالتقدير توبۃ مشروعیۃ من جانب اللہ تعالیٰ ۱۲



وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا فِجْزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہتا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گئے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرینگے اور اس کے لئے بڑی سزا کا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ

سامان کرینگے۔ اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہہ دیا کرو تو مسلمان نہیں اس

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ

طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو۔ کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ

خَيْرًا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ

تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا

وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ

درجہ بہت زیادہ بتایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھے والوں کے۔ اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ

اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ دَرَجَتٌ مِنْهُ وَمَغْفِرَةٌ وَرَحْمَةٌ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

گھر میں بیٹھے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے۔ یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیت کی تمہید میں جو آٹھ صورتیں مذکور ہیں ان میں کی پہلی صورت کا آگے بیان ہوتا ہے پس یہ تہمت ماقبل کا ہے۔

تہمت سابق:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا (السی قولہ تعالیٰ) وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی (اصلی) سزا (تو) جہنم (میں) اس طرح رہنا ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہتا (لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہ ہوگی بلکہ ایمان کی برکت سے آخر نجات ہو جاوے گی) اور اس پر (ایک میعاد معین تک کے واسطے) اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گئے۔ اور اس کو اپنی رحمت (خاصہ) سے دور کرینگے اور اس کے لئے بڑی سزا (یعنی سزائے دوزخ) کا سامان کرینگے: تمام اہل حق متفق ہیں کہ بجز کفر و شرک کے کوئی امر موجب خلود فی النار نہیں ہے اس دعوے پر بے شمار آیات و احادیث دال ہیں اس آیت کے بعض ظاہری لفظوں سے اس کے خلاف کا شبہ ہوتا تھا لیکن اس کا صحیح مطلب ترجمہ سے ظاہر ہونے کے بعد وہ شبہ رفع ہو گیا۔ البتہ صرف حضرت ابن عباس کا مذہب ان ظاہری الفاظ کے موافق مشہور ہے اور ان کا قول سورہ فرقان کی آیت میں جو بعد ذکر قتل کے إِلَّا مَنْ تَابَ آیا ہے اس کے تعارض کے جواب میں یہ منقول ہے کہ سورہ فرقان لکیر ہے اور سورہ نساء مدنیہ پس وہ استثنا اس اطلاق متاخر سے مرتفع ہو گیا اور دوسرا

جواب یہ منقول ہے کہ وہ قبول توبہ مشرکین کے لئے ہے جو بعد میں مسلمان ہو جائیں لیکن روح المعانی میں بروایت ابن حمید اور نحاس کے سعید بن عبیدہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس قاتل مومن کے قبول توبہ کے قائل تھے ایک بار ایک شخص نے آکر ان سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ مقبول ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا نہیں بس اس کے لئے دوزخ ہی ہے جب وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو حاضرین نے اس جواب پر جو ان کے پہلے توے کے خلاف تھا تعجب ظاہر کر کے سب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایسا گمان ہوا کہ وہ غصہ میں کسی مومن کو قتل کرنا چاہتا ہے چنانچہ کسی کو تحقیق کے لئے اس کے پیچھے دوڑا یا تو یہی بات نکلی اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس کا قول مشہور بنا بر مصلحت تھا اصل مذہب جمہور کے موافق تھا چنانچہ روح میں سفیان سے بھی نقل کیا ہے کہ اہل علم سے اس کو جب کوئی ابتداء پوچھتا تو جواب میں یہی کہتے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں لیکن جب کوئی مبتلا ہو جاتا تو اس کو توبہ کا حکم فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباس کے سوا اور بزرگوں کی بھی یہ عادت تھی۔ یہ تو تحقیق تھی ان کے مذہب کی۔ رہ گیا سورہ فرقان کے استثنا کا تقدم سوناسی میں حضرت زید سے دو روایتیں پاس پاس منقول ہیں ایک کا مضمون یہ ہے کہ یہ آیت سورہ فرقان کی آیت سے آٹھ مہینے پیچھے نازل ہوئی اور دوسری کا مضمون یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم بہت ڈرے اس کے بعد سورہ فرقان کی آیت نازل ہوئی چونکہ رواۃ دونوں حدیثوں کے ثقہ ہیں تو صحیح حدیثوں میں تعارض ہو نہیں سکتا



اس لئے تطبیق میں کہا جاوے کہ سورہ فرقان کی آیت کا جو حصہ استثناء سے پہلے ہے وہ تو پہلے نازل ہوا اور اسی کی تائید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی چونکہ اس آیت میں صرف قتل پر وعید ہے بخلاف آیت فرقان کے کہ اس میں قتل کے ساتھ شرک بھی مذکور ہے کہ خلود اس مجموعہ پر محتمل ہے اس لئے اس آیت سے زیادہ خوف ہوا اس وقت سورہ فرقان کا حصہ استثناء نازل ہوا جس میں وعدہ قبول توبہ کا ہے مگر چونکہ استثناء محتاج ہے مستثنیٰ منہ اور عامل کا اس لئے شاید پہلا حصہ مکرر نازل ہوا ہو پس سورہ فرقان کی آیت کا تقدم و تاخر نزول میں ہر دو حکم صحیح ہو گئے اور استثناء کا تاخر قائم رہا البتہ ہر عمل کے توبہ کے شرائط جدا گانہ ہیں بہر حال عدم خلود جو اصل مقصود ہے ثابت ہو گیا۔ رہا مشرکین کے باب میں نازل ہونا سو چونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے اس لئے خصوص مورد مضر نہیں۔

وہ : اوپر قتل مومن پر سخت وعید فرمائی ہے آگے یہ فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کے جاری ہونے میں مومن کے مومن ہونے کے لئے صرف ظاہری اسلام کافی ہے جو شخص اسلام کا اظہار کرے اس کے قتل سے دست کش ہو جانا واجب ہے قرآن سے باطن کی تفتیش کرنا اور احکام اسلامیہ کے جاری کرنے میں اس کے ثبوت کا منتظر ہونا جائز نہیں جیسا بعض صحابہؓ سے بعض غزوات میں براہ غلطی واقع ہوا کہ بعض لوگوں کے اظہار علامات اسلام کو تقیہ و کذب پر محمول کر کے قتل کر ڈالا اور مقتول کا مال غنیمت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انسداد فرمایا اور چونکہ اس وقت تک صحابہؓ کو یہ مسئلہ مصرحاً معلوم نہ تھا اس لئے صرف فہمائش پر اکتفا کیا۔

حکم بست و سوم وجوب اکتفا براظہار اسلام:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ إِلَى اللَّهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المنافقہ) (یٰ اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لئے) سفر کیا کرو تو ہر کام کو (قتل ہو یا اور کچھ ہو) تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے (علامات) اطاعت (کی) ظاہر کرے (جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا) یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو (دل سے) مسلمان نہیں (محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اظہار اسلام کرتا ہے) اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس (یعنی ان کے علم و قدرت میں تمہارے لئے) بہت غنیمت کے مال ہیں (جو کہ تم کو بطریق مرضی حق ملیں گے اور یاد تو کرو کہ) پہلے (ایک زمانہ میں) تم بھی ایسے ہی تھے (کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ و اظہار تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا (کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور تفتیش باطن پر موقوف نہ رکھا) سو (ذرا) غور (تو) کرو بیشک اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں (کہ بعد اس حکم کے کون اس پر عمل کرتا ہے کون

نہیں کرتا) ف: یہ حکم سفر کے ساتھ خاص نہیں لیکن چونکہ یہ غلطی اتفاق سے سفر میں ہوئی تھی اس لئے ذکر میں تخصیص سفر کی ہو گئی اور اسلام میں مسلمانوں کے طرز کی قید اس لئے ہے کہ اس وقت میں کفار کا سلام اور طور پر تھا جیسے انعم صباحا اور حیاک اللہ۔ اور منجملہ ان علامات کے اذان اور نماز بھی ہے جو اس میں مشغول ہو اس کو مسلمان سمجھنا چاہئے اور ایک معنی احسان کرنے کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہارا اسلام اب مشہور و معلوم عند الناس ہو گیا مگر اول سے تو ایسے نہ تھے کذافی الکشاف اور دوسرے فَتَبَيَّنُوا کے ایک معنی وہ بھی ہو سکتے ہیں جو پہلے فَتَبَيَّنُوا کے تھے پس اس صورت میں اسی کا اعادہ ہوگا پہلے بطور دعوے کے تھا دوسری جگہ بطور نتیجہ کے ہوگا۔

وہ : اوپر جہاد کی فرضیت مذکور تھی آگے یہ فرماتے ہیں کہ گویا اسکے کفی نفسہ فرض عین نہیں ہے اور اسلئے اگر بعض نہ جاویں تو گناہ نہیں جیسے وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ سے معلوم ہوگا و نیز مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً میں مصرح ہے لیکن پھر بھی اسکے جو فضائل مخصوصہ ہیں وہ کرنے ہی پر موقوف ہیں۔

تفصیل مجاہدین بر قاعدین:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (المنافقہ) (وكان الله غفوراً رحيمًا) (ثواب میں) برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں (یعنی جہاد میں نہ جاویں) اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے (یعنی مالوں کو خرچ کر کے اور جانوں کو حاضر کر کے) جہاد کریں (بلکہ) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بتایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور (یوں بوجہ فرض عین نہ ہونے کے گناہ ان بیٹھنے والوں پر نہیں بلکہ بوجہ ایمان اور دوسرے فرائض عین کے بجالانے کے) سب سے (یعنی مجاہدین سے بھی قاعدین سے بھی) اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا (یعنی جنت کا آخرت میں وعدہ کر رکھا ہے) اور (اوپر جو ابہام کہا گیا ہے کہ مجاہدین کا بڑا درجہ ہے اس کی تعیین یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین (مذکورین) کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے (وہ درجہ یہی اجر عظیم ہے اس اجر عظیم اجمالی کی تفصیل فرماتے ہیں) (یعنی بوجہ اعمال متعددہ کے جو مجاہد سے صادر ہوتے ہیں ثواب کے) بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور (گناہوں کی) مغفرت اور رحمت (یہ سب اجر عظیم کی تفصیل ہوئی اور اجمال اور تفسیر سب مل کر اس ابہام کی تفسیر ہے) اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۔ ف: وہ اعمال متعددہ سورہ برآة کے اخیر میں مذکور ہیں اس آیت میں ذَلِكُمْ بِمَا كُنتُمْ لَا يُصِيبُكُمْ ظَنًّا أَلَىٰ يَعْمَلُونَ اور مغفرت کی وجہ اس آیت میں ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ







هذا جزاء لا اثبات الوقوع اى لو وقع لم يستبعد كما فى قوله تعالى  
جزاء سيئة سيئة مثلها اى هى مقتضية لذلك كذا ههنا و فرق بين  
كون الجزاء جزاء وبين وقوع الجزاء فان قيل فقوله تعالى اولئك  
جزاء هم مغفرة هو مماثل لقوله جزاء ه جهنم فيرتفع الايمان منه قلت  
هذا يخاف فلا بعد فى الايمان وذلك اطماع والاطماع من الكريم  
وعدو هو لا يخلف الميعاد ثم ان الوعد بالجنة لم ينحصر فى آية  
واحدة بل وردت فيه آيات ليس فيه كلمة الجزاء بخلاف القتل  
حيث لا يدل على الخلود لمباشره غير هذه الآية فافهم ۱۲ .

۲ قوله فى غضب الله ايك محارلما ثبت من عدم الخلود ۱۲

۳ قوله فى لعنه رحمت خاصه اى التى تخص بالفائزين المقربين الذين  
لم يباشروا هذا القتل ۱۲ . ۴ قوله فى التمهيد مصرحاً لان العلم  
بالقواعد كان حاصلًا ومن ثم عوتبوا لكن لعدم التصريح لم يشنعوا  
فافهم فكان خطائهم اجتهداً لكن ناشياً عن العجلة والا لا يشوا  
فافهم ۱۲ . ۵ قوله فى تبيينوا هركام كولاطلاق اللفظ ۱۲ . ۶ قوله فى  
القي اطاعت طاهر كرى اى لله تعالى وحاصله اظهار الاسلام وما مر  
فى الركوع السابق كان معناه الاطاعة لكم وحاصله ايضاح ومن ثم  
ترجمت هناك سلامت روى اخذاً من الكبير حيث قال اصله  
السلامة فان المنقاد يطلب السلامة اه بحاصله ولم احمل على  
معنى السلام لان الروايات التى ذكروها سبباً للنزول ذكر فى  
بعضها السلام وفى بعضها التكلم بالشهادتين فرايت تطابقها اخرى  
ومن فسر بالسلام يجوز له ان يحمل تخصيصه على التمثيل اى من  
سلم مثلاً وهو ادنى علامات الاسلام فمن تلفظ بالشهادة فهو اولى  
بالحكم ولو ثبت كون الهجرة بمنزلة الاقرار فالامر بعدم العرض  
لهؤلاء لاحتمال عدم تمكنهم منها وفى هذه الحالة يسقط الاشتراط  
لا سيما اذا سلم فى عين القتال لان عدم تمكنهم منها مقطوع  
به ۱۲ . ۷ قوله فى التمهيد فى نفسه افاد به انه يكون فرض عين عند  
عارض النفي العام ۱۲ . ۸ قوله فى الضرر عذر كذا فى روح  
المعاني اعم من المرض وغيره ۱۲ . ۹ قوله فى درجة ان لوگوں کا

درجه بهت زياده اشاره الى ان درجة تمميز محول عن المفعول وهو فى  
الاصل مضاف الى المجاهدين وقوله بهت وزياده احدهما لمادة  
التفضيل والاخر لفخامة درجة ۱۲ . ۱۰ قوله فى الحسنى جنت كذا  
فى الروح عن قتادة ۱۲ . ۱۱ قوله فى المجاهدين الثانى مذكورين اى  
باموالهم وانفسهم اكتفى باللام عن هذا القيد كما اكتفى فى  
المجاهدين الازل باللام عن قيد فى سبيل الله وكما اكتفى فى  
القاعدين فى الموضوعين عن قيد من المؤمنين وقيد غير اولى الضرر  
وفى هذا تدرج فى ترك القيود شيئاً فشيئاً وهو اكمل درجات  
البلاغة انما لم يتدرج فى قيدي القاعدون بان يترك احدهما فى  
القاعدين الاول ثم كلاهما فى الثانى لان القيد غير مقصودين  
وانما المقصود قيد واحد وهو من المؤمنين لانه هو الذى نزل اولا  
ولا يمكن التدرج فى الواحد وانما زيد قيد اولى الضرر بعد السؤال  
فلم يعتبر فيما بعده لظهوره من اول الامر بخلاف قيود المجاهدين  
فان كلها مقصودة مذكورة من اول الامر . فائدة: والتقييد  
بالمؤمنين لان غير المؤمنين لا عمل له يقبل واما تركه فى المجاهدين  
فلان المقام مقام التفضيل فهذا كاف فى الدلالة على كون  
المجاهدين مومنين وانما الضرورى بيان ما فيهم من الزيادة وهو  
الجهاد ۱۲ . ۱۳ قوله اجر عظيم ديا به كما فى البيضاوى مفعول ثان  
لتضمن التفضيل معنى الاعطاء كانه قيل واعطاهم زيادة اجرا عظيماً  
ودرجات الخ كل واحدة منها بدل من اجرا اه وكل هذا روعى فى  
ترجمتى وايضاً اتضح به نكتة التكرار ۱۲ . ۱۴ قوله فى درجت  
ثواب كى وهو بهذا التخصيص جزء من درجة سبقت كما ان بقية  
اجزائها مغفرة ورحمة فلا يلزم اتحاد الكل مع الجزء ۱۲ . ۱۵ قوله فى  
منه جوداً كى طرف اشار الى كونه صفة لدرجات ۱۲ . ۱۶ قوله فى  
وه اعمال الخ نسبة فى الروح الى عبد الله بن زيد ۱۲ . ۱۷ قوله كيا  
عجب الخ لان كون الشهادة مكفرة الذنوب كلها مصرح فى الاحاديث  
وظاهر ان التكفير للغزو لانه هو الاختيارى وكونه مقتولاً لا اختيار  
فيه والله اعلم ۱۲ .



إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ

بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم سر زمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے

أَرْضُ اللَّهِ وَسِعَةً فَهَاجِرُوا فِيهَا قَالُوا لَيْكَ مَا وَلَّهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ہیں کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہئے تھا۔ سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں

وَالْوِلْدَانَ لَيْسْتَ بِتَعْلِيمٍ ۝ وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ قَالُوا لَيْكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُو عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفْوًا غَفُورًا ۝

کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے واقف ہیں۔ سو ان کیلئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔ اور جو شخص

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۝ وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرونگا

ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں۔

**تفسیر: ربط:** اوپر وجوب جہاد کا ذکر تھا آگے وجوب ہجرت کا ذکر ہے مناسبت دونوں میں ظاہر ہے کہ دونوں سے غرض اقامت دین ہے البتہ ایک میں شرکفار کا دفع عام ہے یعنی سب اہل دین سے دوسرے میں شرکفار کا دفع خاص ہے یعنی اپنی ذات سے۔

**حکم بست و چہارم وجوب ہجرت:**

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ (الی قولہ) وَكَانَ اللَّهُ عَفْوًا غَفُورًا بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے (باوجود قدرت ہجرت کے پھر ہجرت کے تارک ہو کر) اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو (اس وقت) وہ (فرشتے) ان سے کہتے ہیں کہ تم (دین کے) کس (کس) کام میں تھے (یعنی دین کے کیا کیا ضروری کام کیا کرتے تھے) وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ ہم (اپنی بود و باش کی) سر زمین میں محض مغلوب تھے (اس لئے بہت سے ضروریات دین پر عمل نہ کر سکتے تھے یعنی ان فرائض کے ترک میں معذور تھے) وہ (فرشتے) کہتے ہیں (اگر اس جگہ نہ کر سکتے تھے تو) کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کر کے اس (سے کسی دوسرے حصہ) میں چلا جانا چاہئے تھا (اور وہاں جا کر فرائض کو ادا کر سکتے تھے اس سے وہ لا جواب ہو جاویں گے اور جرم ان کا ثابت ہو جاویگا) سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کیلئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقع میں ہجرت پر بھی) قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں نہ راستہ سے واقف ہیں سو ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑے

معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔ **ف:** ابتدائے اسلام میں ہجرت کی فرضیت کا بیان تمہید رکوع فَمَا لَکُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ میں گزر چکا۔ یہ تمکیت و تعذیب اسی فرض کے ترک پر مذکور ہے اور یہاں جان قبض کرنے کو فرشتوں کی طرف منسوب فرمایا جیسا ایک اور آیت میں بھی ہے تَوَفَّاهُمْ نُسْلًا اور ایک آیت میں ملک الموت کی طرف یَتَوَفَّكُم مَّلَکُ الْمَوْتِ اور ایک آیت میں اپنی طرف اللہ یَتَوَفَّی الْأَنْفُسَ سو وجہ جمع یہ ہے کہ قاضی حقیقی اللہ تعالیٰ اور ظاہری ملک الموت اور دوسرے ملائکہ ان کے معین و شریک اور یہاں دو شبہ ہوا کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب یہ مستغنی لوگ گنہگار ہی نہیں تو معافی کے کیا معنی۔ دوسرے معافی میں امید کیسی جس سے تردد مترشح ہے پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ معافی اس لئے کہا کہ فی نفسہ تو وہ فعل قبیح اور گناہ ہے گو کسی خاص شخص کے حق میں گناہ نہ لکھا جاوے کسی جگہ اس نہ لکھنے کو گناہ نہ ہونا قرار دیدیا اور کہیں معافی کے لفظ سے اس کے فی نفسہ گناہ ہونے کو بتلادیا۔ اسی تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ بچے کو تو بالکل گناہ ہی نہیں ہوتا وجہ رفع ظاہر ہے کہ گو اس کو گناہ نہ ہو لیکن وہ فعل توحید ذات میں قبیح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ولدان اس لئے ملا دیا تا کہ اشارہ اس طرف ہو کہ مثل ولدان کے عجز ہونا چاہئے تب مستغنی ہو گئے۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ کریم کا اطماع یعنی امید دلانا وعدہ ہے جیسے آیت فِقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ میں عسی کے ترجمہ کے ساتھ اس کا بیان آچکا ہے۔ باقی اس عنوان میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ گناہ اس درجہ سخت ہے کہ باوجود عذر ہونے اور گناہ نہ ہونے کے مشابہ اسی کے ہے کہ جیسا گناہ ہوا ہو گو معاف ہو گیا ہو۔



**دبط:** اوپر ترک ہجرت پر وعید تھی آگے ہجرت کی ترغیب اور اس پر سعادت دارین کا وعدہ ہے۔

**ترغیب و فضیلت ہجرت:**

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ (السی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (جن مخلوقوں کے لئے ہجرت مشروع ہے ان میں سے) جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور (اظہار دین کی) بہت گنجائش (ملے گی) پس اگر ایسی جگہ پہنچ گیا تب تو دنیا میں بھی اس سفر اور اظہار سے کامیابی ظاہر ہے) اور (اگر اتفاق سے یہ مذکور کامیابی نہ ہوئی تب بھی آخرت کی کامیابی میں تو کوئی تردد نہیں کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ) جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ و رسول (کے دین کے ظاہر کر سکنے کے موقع) کی طرف ہجرت کرونگا پھر (وصول الی المقصد سے پہلے) اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب (جو ہجرت پر موعود ہے) ثابت ہو گیا (جو بوجہ وعدہ کے ایسا ہے جیسے) اللہ کے ذمہ (گو ابھی اس سفر کو ہجرت نہیں کہہ سکتے لیکن صرف اچھی نیت سے اس کے شروع کر دینے پر پورا صلہ عطا ہو گیا) اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں (اس ہجرت کی برکت سے گو وہ نامتوا رہے بہت سے گناہ معاف فرما دیں گے جیسا حدیث میں ہجرت کا مکفر ذنوب سابقہ ہونا آیا ہے اور) بڑے رحمت والے ہیں (کہ شروع فی العمل کو حسن نیت کی وجہ سے کمال عمل کے برابر ثواب میں فرما دیا) فلا روح المعانی میں ہجرت کی فرضیت کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے البتہ مستحب اب بھی ہے اور مسلم کی حدیث میں حضور ﷺ کے ایک اعرابی کو جس نے اجازت ہجرت کی چاہی یہ فرمانے سے ان شان الہجرة لشدید اور وطن میں رہنے کیلئے ارشاد فرمانے سے نیز اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کے عزم ہجرت سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار اسلام میں نہ تھا۔ فلا ان تین رکوع گزشتہ میں ہجرت کی بحث چند مواقع میں آئی ہے اس لئے اس کے متعلق ایک جامع و مختصر تقریر جس سے سب مواقع کی زیادہ توضیح ہو جاوے لکھی جاتی ہے جس کا ماخذ روایات و قواعد و اقوال علماء و اشارات نصوص ہیں ان دلائل کے مجموع سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہجرت ابتداء اسلام میں فرض تھی اور فرضیت کے ساتھ وہ ظاہر اشعار لازم و موقوف علیہ ثبوت اسلام کی بھی تھی لیکن حالت عذر میں اس کی فرضیت اور شعاریت ساقط ہو جاتی تھی جیسا کہ تلفظ بالشہادتین کی اب بھی یہی شان ہے اور عہد نبویؐ میں صحابہؓ کے اقوال سے نماز کی یہی شان معلوم ہوتی ہے اور اس شعار ہونے کی وجہ سے اس سے بلا عذر رجوع کرنا علامت ارتداد کی تھی اسی بنا پر رکوع اول کے شروع میں ان راہین عن الهجرة کے مسلمان سمجھنے سے صحابہؓ کو منع فرمایا گو وہ راہین واقع میں بھی مرتد ہو گئے تھے لیکن صحابہؓ سے تو اسی

بناء مذکور پر کلام ہے اور دل کی تحقیق کا حکم نہیں ہے اور عذر میں بلکہ احتمال عذر میں بھی شعاریت ساقط ہونے کی بنا پر مؤمن مقتول فی دار الحرب کی دیت کے وجوب کا اور مَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ کے قتل کی حرمت کا حکم رکوع ثانی میں فرمایا اور صرف دوسرے علامات پر مثل اقرار وغیرہ اکتفا واجب کیا گیا اور بناء بر فرضیت تارکین ہجرت پر رکوع ثالث میں وعید فرمائی اور عذر میں فرضیت کے سقوط پر اسی رکوع میں مستضعفین کو مستثنیٰ کیا گیا پس رکوع اول کا مضمون بنا بر رجوع ہے اور رکوع ثانی کے مضمون بنا بر شعاریت و عدم شعاریت ہیں اور رکوع ثالث کے مضمون بناء بر فرضیت و عدم فرضیت ہیں اور چونکہ یہ شعاریت محتاج تدبر ہے اس لئے بعض صحابہؓ کو اشتباہ ہو گیا تھا اور چونکہ تدبر سے خود رفع ہو سکتا تھا اس لئے تنبیہ کر دی گئی جیسا مانعین زکوٰۃ کے باب میں شیخین کا مناظرہ حدیثوں میں وارد ہے اور شعاریت کے لزوم میں تبدل ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے بعض اوضاع لباسیہ کو کفر فرمایا ہے فقط۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ تُكْفِرْ لَهُ الْمَوْتُ فَقَدْ أُجِرَ عَلَى اللَّهِ اس پر دل ہے کہ جو سالک قبل تمام سلوک مرجاوے وہ رتبہ اور قبول میں اسی کی برابر ہے جس کا سلوک تمام ہو جاوے۔

**البلاغۃ:** لا یہتلون سبیلاً تاکید والا لکفی لا یستطیعون فلا تعوہم اشتراط المجموع بل الشرط هو الاول ویدخل فیہ الثانی ۱۲۔

**الروایات:** فی الباب اخرج الطبرانی عن ابن عباس قال کان قوم بمکہ قد اسلموا فلما ہاجر رسول اللہ ﷺ کرہوا ان یہاجروا او خافوا فانزل اللہ تعالیٰ ان الذین توفہم المملکۃ الخ ما روى البخاری عن ابن عباس ان ناساً من المسلمین کانوا مع المشرکین یکترون سواد المشرکین علی رسول اللہ ﷺ الخ فلعلہم اخرجوا مکرہین کما فی الباب عن ابن المنذر وابن جریر عن ابن عباس کانوا یخفون الاسلام فاخرجہم مشرکون الی قولہ فاکرہوا۔ وما فی الروح عن الضحاک نزولہا فی المنافقین فی مکہ۔ وعن عکرمۃ فی اناس اسلموا فقتلوا ہناک کفار او تفسیر بعضهم المقام علی منوال ہذہ الروایۃ فیابی عنہ السیاق ظاہراً لانہ لو کان فی الکفار والمنافقین لم یکن فی استثناء المستضعفین کثیر فائدۃ لانہ لا مساغ لاحتمال دخول المستضعفین فی الکفار وہم لم یکفروا قط نعم لو کان فی التارکین الہجرة وهو عمل مشترک بین الجمیع استحسن الاستثناء لقطع احتمال الاشتراک فی الائم لا اشتراکہم فی الفعل فافہم واما الروایات المصرحة بنزولہا فیہم فاقول لا یبعد ان یکون المراد دلالة الآیۃ علی حکم هؤلاء بالاولی لان ترک الہجرة لما کان بھذہ المشابہ فما بال ترک الایمان فعن ہذہ الدلالة عبر بالنزول واللہ اعلم۔ وفی الروح عن کتاب الناسخ والمنسوخ ان فرضیتہا نسخت وبقی ندبھا ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۳۹۹ پر)



وَإِذَا خَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے،

إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا أَلَكُمُ عَدُوًّا مُبِينًا ۖ وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَافِيَةً مِنْهُمْ مَعَكَ وَلِيُخْذُوا

بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں۔ اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کمزے

أَسْلَحْتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلِتَأْتِ طَافِيَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلِيُخْذُوا مِنْهُمْ

ہو جاویں اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جاویں۔ اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آ جاوے اور آپ کے ساتھ نماز

وَأَسْلَحْتَهُمْ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلَحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتْكُمْ فَيْبِلُونَ عَلَيْكُمْ مُبِيلَةً ۚ وَاحِدَةً ۚ

پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں، کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر ایک بار کی حملہ کر بیٹھیں اور

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ

اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم کو اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور اپنا بچاؤ لے لو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُبِينًا ۝

کافروں کے لئے سزا الہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے۔

مسئلہ: قصر صرف تین وقت کے فرض میں ہے اور مغرب اور فجر میں اور سنن دو تہ میں نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر سفر میں خوف نہ ہو تب بھی قصر مشروع ہے بالا جماع اور خوف کی قید جو آیت میں ہے وہ باعتبار حالت زمانہ نزول آیت کے ہے کہ وہ زمانہ خوف کا تھا پھر حدیثوں سے عموم ثابت ہو گیا۔

مسئلہ: قصر واجب ہے اور قرآن میں جو اس طرح فرمایا گیا کہ تم کو گناہ نہ ہوگا جس سے شبہ ہوتا ہے کہ نہ کرنا بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری نماز کی جگہ نصف پڑھنے میں ظاہراً و سوسہ گناہ کا ہوتا تھا اس لئے اسکی نفی فرمادی سو یہ منافی وجوب کے نہیں جو کہ دوسری دلیل سے ثابت ہے۔

مسئلہ: دریا کا سفر بھی زمین ہی کا سفر ہے اسمیں بھی قصر ہوتا ہے۔ اعتدال ہوا کی حالت میں تین دن میں کشتی جتنا سفر کر سکے اسکا اعتبار ہے۔

و بطل: اوپر والی آیت کی تمہید میں وجہ مناسبت مذکور ہو چکی۔

حکم بست و پنجم صلوٰۃ الخوف:

وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ (السی قولہ) إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُبِينًا اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں (اور اسی طرح آپ کے بعد اور جو امام ہو) پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں (اور اندیشہ ہو کہ اگر سب نماز میں لگ جاویں گے تو کوئی دشمن موقع پا کر حملہ کر بیٹھے گا) تو (ایسی حالت میں) یوں چاہئے کہ (جماعت کے دو گروہ ہو جاویں پھر) ان میں سے ایک

تفسیر: و بطل: اوپر جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا چونکہ غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں مخالف کی طرف سے اندیشہ بھی اکثر ہوتا ہے اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے جو نماز میں بعض خاص سہولتیں اور تخفیفیں کی گئی ہیں آگے انکا ذکر فرماتے ہیں۔

حکم بست و چہارم صلوٰۃ السفر:

وَإِذَا خَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا أَلَكُمُ عَدُوًّا مُبِينًا اور جب تم زمین میں سفر کرو (جس کی مقدار تین منزل ہو) سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا (بلکہ ضروری ہے) کہ تم (ظہر و عصر و عشاء کے فرض) نماز (کی رکعات) کو کم کر دو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھا کرو) اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے (اور اس اندیشہ کی وجہ سے ایک جگہ زیادہ دیر تک ٹھیرنا خلاف مصلحت سمجھا جاوے کیونکہ) بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں۔

مسئلہ: جو سفر تین منزل سے کم ہو اس سفر میں نماز پوری پڑھی جاتی ہے یہ آیت مجمل ہے حدیث سے مفسر ہو گئی۔

مسئلہ: اور جب سفر ختم کر کے منزل پر جا پہنچے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھیرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ حکم سفر میں ہے فرض نماز چار گانہ آدمی پڑھی جاوے گی اور اس کو قصر کہتے ہیں اور اگر پندرہ روز یا زیادہ کا قصد قیام ہو تو وہ وطن اقامت ہو جاوے گا وہاں اور نیز وطن اصلی میں قصر نہیں ہوگا۔



گروہ تو آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑے ہو جاویں (اور دوسرا گروہ نگہبانی کے لئے دشمن کے مقابل کھڑے ہو جاویں تاکہ دشمن کو دیکھتے رہیں) اور وہ لوگ (جو آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہیں وہ بھی مختصر مختصر) ہتھیار لے لیں (یعنی نماز سے پہلے لے کر ہمراہ رکھیں شاید مقابلہ کی ضرورت پڑ جاوے تو ہتھیار لینے میں دیر نہ لگے فوراً قتال کرنے لگیں گو نماز قتال سے ٹوٹ جاویں گی لیکن گناہ نہیں) پھر جب یہ لوگ (آپ کے ساتھ) سجدہ کر چکیں (یعنی ایک رکعت پوری کر لیں) تو یہ لوگ (نگہبانی سے) تمہارے پیچھے ہو جاویں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے اور دوسرے گروہ کے جو کہ اب نماز میں شامل ہو گئے جن کا بیان آگے آتا ہے یہ پہلا گروہ ان سب کے پیچھے ہو جاوے) اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی (یعنی شروع بھی نہیں کی وہ بجائے اس پہلے گروہ کے امام کے قریب) آ جاوے اور آپ کے ساتھ نماز (کی ایک رکعت جو باقی رہی ہے اس کو) پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں (اور سامان اور ہتھیار ہمراہ لینے کا اسلئے سب کو حکم کیا ہے کہ) کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے (ذرا) غافل ہو جاؤ تو تم پر ایک بارگی حملہ کر بیٹھیں (سوائیسی حالت میں احتیاط اور ہوشیاری ضروری ہے) اور اگر تم کو بارش (وغیرہ) کی وجہ سے (ہتھیار لیکر چلنے میں) تکلیف ہو یا تم بیمار ہو (اور اس وجہ سے ہتھیار باندھ نہیں سکتے) تو تم کو اس میں (بھی) کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور (پھر بھی) اپنا بچاؤ (ضرور) لے لو (اور یہ خیال نہ کرو کہ کفار کی عداوت کا صرف (دنیا ہی میں علاج کیا گیا ہے بلکہ آخرت میں اس سے بڑھ کر ان کا علاج ہوگا کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے سزائے اہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے۔

ف مسئلہ: صلوٰۃ الخوف باجماع ائمہ اربعہ بعد رسول اللہ ﷺ کے بھی مشروع ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ جب آپ ان میں ہوں یہ باعتبار اس وقت کی حالت کے فرمایا کہ آپ تشریف رکھتے تھے اب جو امام ہو وہ اس میں آپ کا قائم مقام ہے جیسا آیت میں خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً حَالًا لَّكَ جَمِيعًا ائِمَّہ وغلظا کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: جیسے آدمی سے خوف کے وقت یہ نماز مشروع ہے ایسے ہی اگر کسی شیر یا اژدہا وغیرہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو اس وقت بھی جائز ہے کذا فی الدر المختار۔

مسئلہ: یہ جب ہے کہ ایک امام کے ساتھ سب کو نماز پڑھنا چاہیں ورنہ دونوں گروہ دو اماموں کے ساتھ پڑھ لیں کذا فی الدر المختار اور عجب نہیں کہ اذا كنت فيهم کی تفسیر میں یہی نکتہ ہو کیونکہ آپ کے ساتھ سب کو نماز پڑھنا محبوب تھا تو یہ کلام کنایہ اس سے ہوگا اذا كان فيهم من تنازعوا في الصلوة خلفه وحده۔

مسئلہ: یہ نماز صرف اتنے خوف کے وقت ہے کہ اس کا انتظام ممکن ہو اور اگر انتظام نہ ہو سکے تو اس کا حکم سورہ بقرہ کے حکم سی و چہارم میں مذکور ہو چکا اور

عین قتال کے وقت نماز کو قضا کر دیا جاوے۔

مسئلہ: آیت میں دونوں گروہ کے ایک ایک رکعت پڑھنے کا تو ذکر فرمایا دوسری رکعت کا طریقہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں گروہ نے اپنی ایک ایک رکعت بطور خود پڑھ لی

اخرجہ الشیخان وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وغیرہم عن سالم عن ابیہ کذا فی الروح اور ابوداؤد میں یہ بھی زائد ہے کہ آگے پیچھے دونوں گروہ نے یہ باقی رکعت پڑھی اور یہ سب حنفیہ کا مذہب ہے۔

مسئلہ: یہ صورت جب ہے کہ امام مسافر ہو جیسا کہ غزوات میں غالب ہے۔  
ورنہ ہر گروہ کو دو دو رکعت پڑھا دے اور بعد فراغ امام دو دو اپنے طور پر  
پڑھیں کذا فی الہدایہ ورواہ ابو داؤد مرفوعاً کذا فی الفتح۔

مسئلہ: اور مغرب میں ایک گروہ امام کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور دوسرا گروہ ایک رکعت۔ مسئلہ: احادیث میں اور طریقے بھی آئے ہیں جس طرح ممکن ہو پڑھے سب جائز ہے۔ کذا فی رد المحتار۔

مسئلہ: ہتھیار وغیرہ ہمراہ رکھنے کا استحباب حنفیہ کے نزدیک تفسیر احمدی و شامی میں ہے پس یہ لُجُنَاتُ ایسا ہوگا جیسا سورہ بقرہ کے تین پاؤ پر ہے لُجُنَاتُ عَلَیْکُمْ اِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ اِلَیْهِ لَامُوْنَةٌ اِسی طرح یہاں عدم اخذ سلاح میں مونت و خطرہ جان کا ہے اور حمل میں اتنا نہیں فقط۔

**مسائل السلوة:** قوله تعالى وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ آیت سے سفر کا تقصیر فی الاراد کے باب میں عذر ہونا بدرجہ اولیٰ معلوم ہوتا ہے اسی طرح صلوٰۃ الخوف کے مشروع ہونے سے عذر کا التزامات وردیہ کے باب میں موجب تخفیف ہونا معلوم ہوتا ہے۔

**اللغات:** قوله من الصلوة من زائدة والصلوة اللام فيه للجنس والفتنة كما في القاموس المحنة

**الروايات:** المتعلقة بهذه (اي واذا كنت الخ) والسابقة في الباب اخرج ابن جرير عن علي قال قال قوم من بني النجار رسول الله ﷺ فقالوا يا رسول الله انا نضرب في الارض فيكف نصلي فانزل الله واذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ثم انقطع الرحي فلما كان بعد ذلك بحول غز النبي ﷺ فصلى الظهر فقال المشركون لقد امكنكم محمد واصحابه من ظهورهم هلا شددتم عليه فقال قائل منهم ان لهم اخرى مثلها في اثرها فانزل الله بين الصلوتين ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا الى قوله عذابا مهينا واخرج احمد والحاكم فنزل جبرئيل بهذه الآيات واذا كنت فيهم اه قلت والظاهر هو الرواية الثانية لما ورد في الصحاح من سوال عمر رضى الله عنه عن القصر مع زوال الخوف فثبت بهذا ان قوله ان خفتم متصل مع قوله واذا ضربتم ويجوز ان جبرئيل كرر تلاوته ليدل على اجتماع امرين ح السفر والخوف فيشرع القصر ايضا وفي الروح على الرواية



الاولیٰ ان الجزاء محذوف ای ان خفتم فصلوا كما میاتی كما انه على الرواية الثالثة صلوا قاصرين ۱۲. اخرج البخاری عن ابن عباس قال نزلت ان كان بكم اذى من مطرا وكنتم مرضى فی عبد الرحمن بن عوف كان جریحا ۱۲.

**الملاحظة:** قوله ولتات طائفة. فی الروح نكرها لانها لم تذكر قبل قوله ولياخذوا حذرهم واسلحتهم فی الروح ولعل زيادة الامر بالحذر كما قال الشيخ الاسلام فی هذه المرة لكونها مظنة لوقوف الكفرة على كون الطائفة القائمة مع النبي ﷺ فی شغل شاغل واما قبلها فربما يظنونهم قاتمين للحرب وقيل حذرهم ای احترازهم ومثبه بما يتحصن به من الآلات والبت له الآخذ تخيلا ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی فاقمت پڑھانا چاہیں فالمعنى

فاردت ان تقيم الصلوة لهم ۱۲. ۲. قوله هناك اور اندیشہ لم يقيد به لدلالة المقام عليه مما سیاتی فیميلون الخ ۱۲. ۳. قوله بعد فلتقم طائفة اور دوسرا گروہ تروکہ للظهور ۱۲. ۴. قوله فی لياخذوا وہ بھی مختصر اشار بكلمة بهی الى ان الطائفة الحارسة ياخذون بالاولیٰ والما ذكر فی المصلية لكون الصلوة مظنة عدم الاخذ وقيد بالمختصر ای القليل لتلا يمنع من الصلوة ۱۲. ۵. قوله هناك نماز سے پہلے لا ان ياخذوا فی حال الصلوة فانه عمل كثير ۱۲. ۶. قوله هناك گو تال سے لانه عمل كثير وللعذر لا يالم ۱۲. ۷. قوله فی ورائكم ان سب کے پیچھے فقہی الكلام تغليب كذا فی البيضاوی ۱۲. ۸. قوله قبل و الذین اس لئے سب کو فالخطاب فی تغفلون للفريقين ۱۲.

(بقية صفحہ ۳۹۸ پر) فی الباب اخرج ابن ابی حاتم و ابو يعلى بسند جيد قال خرج ضمرة بن جندب من بيته مهاجرا فقال لاهله احمولوني فاخرجوني من ارض المشركين الى رسول الله ﷺ فمات فی الطريق قبل ان يصلى الى النبي ﷺ فنزل الوحي ومن يخرج من بيته مهاجرا الآية وفيه عن ابن ابی حاتم فی ابی ضمرة الزرقی وسمى فی بعض الروايات ضمرة ابن العيص او العيص بن ضمرة وفي بعضها جندب بن ضمرة الجندعي وغير ذلك اه قلت ولا تعارض فی ذلك ۱۲.

**اللغات:** فی القاموس المراعى المذهب والمهرب اه وفسرت بالاول ۱۲.

**فائده:** وبما قررت فی فاء التضح ايضا ما يتعلق بالمقامات الخمسة من الحواشی فانظر ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی تفهم قبض کرتے ہیں حملته على المضارع ويجوز ان يكون ماضيا وذكر الفعل ح للتقديم ۱۲.

۲. قوله فی قالوا ليم انى اشار الى ان الموصول اسم ان وخبرها قالوا والرابط مقدر ای لهم وما بعده استيناف ۱۲. ۳. قوله فی فیم كنتم کیا کیا ضروری کام ان تقریر السؤال والجواب ثم العذر ثم الرد كله شهد به ذوقی ثم رایت ما فی الروح ما يؤيده وبه تطابق الكلام بسهولة ۱۲.

۴. قوله هناك لیکن ان اشار الى ان الاستثناء منقطع فی قوة المبتدأ وخبره فاولئك عسى الخ لانهم غیر ظالمين لكن لو ارید بقوله تعالى ظالمی انفسهم تاركوا الهجرة وقيل ان تسمية الترك ظلما باعتبار خصوص حالهم فصح الاستثناء متصلا بلا تكلف وهو مما خصنى الله تعالى بفهمه فالتقدير ان الذین يتوفون تاركين الهجرة فلهم كذا وكذا الا التاركين الذین استضعفوا فهم مستثنون من حکم الصدر ۱۲.

۵. قوله فی المستضعفين الثاني هجرت پر بھی بوجہ غیور فی الاستضعافین فان الاول عن العمل لا عن الهجرة والثاني عن الهجرة ايضا ۱۲. ۶. قوله فی لا يستطيعون کہ الخ اشارة الى كون الجملة صفة للمستضعفين لانه فی معنى النكرة لان المراد به الجنس ۱۲. ۷. قوله فی ومن يهاجر جن لوگوں کیلئے ان والمشروعية انما يكون اذا كان فی الارض محل يهاجر اليه وح فالوجد ان يقينى لانه لا يتوقف على الوصول اليه بالفعل كما فی قوله تعالى لم تجدوا ماء ای لا يكون الماء موجود اقرب منكم فلا يرد ان فی بعض المهاجرين لا يصدق عليه انه وجد مراغما اذا لم يكن فی الارض دار الاسلام او كان لكنه لم يصل اليه ۱۲. ۸. قوله فی سعة دين کی گنجائش اخذته من البيضاوی لانه يقينى بخلاف الرزق ۱۲.

۹. قوله الى الله دين کے ظاہر ان وهذا كما فسروا به قوله تعالى الى ذاهب الى ربی سيهدين ۱۲. ۱۰. قوله فی يدركه وصول الى المقصد ومن ثم اوثر يخرج على يهاجر فافهم ۱۲.



فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ

پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو، یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّقُوفَاتًا ۝ وَلَا تَهْنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ

اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔ اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں، اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو، اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید

اللَّهُ مَا لَا يَرْجُونَ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔

**ربط:** اوپر اصل مقصود ذکر جہاد کا تھا اور دوسرے مضامین اس کی مناسبت سے مذکور ہو گئے تھے آگے پھر جہاد ہی کے متعلق مضمون ارشاد ہے کہ جہاد میں سستی ناجائز ہے۔ روح میں عکرمہ سے اور معاملہ میں اسکا نزول غزوہ حراء الاسد کے بارہ میں نقل کیا ہے جسکا قصہ آل عمران آیت الذین استجابوا میں مذکور ہوا ہے اسوقت کی حالت آیت میں مذکور ہے۔

منع از کم ہمتی در جہاد:

وَلَا تَهْنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں (جبکہ اس کی ضرورت ہے) اگر تم (زخموں سے) الم رسیدہ ہو تو (کیا ہوا) وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو (تو وہ تم سے زیادہ قوت نہیں رکھتے پھر کا ہے کو ڈرتے ہو) اور (تم میں ایک ہمتی ان سے یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی (جیسے ثواب وغیرہ) امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ (ان کی) امید نہیں رکھتے (تو دل کی قوت میں تم زیادہ ہوئے اور ضعف بدن مشترک تو تم کو زیادہ مستعد ہونا چاہئے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (ان کو کفار کا ضعف بدن اور ضعف قلب معلوم ہے) بڑے حکمت والے ہیں (تمہارے تحمل سے زیادہ حکم نہیں فرمایا)

**مسائل السلوۃ:** قولہ تعالیٰ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ اطمینان کی تفسیر خواہ اقامت عن السفر کے ساتھ کی جاوے خواہ امن من الخوف کیساتھ کی جاوے دونوں تقدیر پر اس پر دال ہے کہ بعد زوال عذر کے اور ادا کا اکمال کرنا چاہئے۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی قضیتہم اس نماز فاللام للعہد ۱۲۔

۲۔ قولہ فی اذکروا بدستور لگ جاؤ اشار بہذا العنوان الی دوامہ فی الماضی والمستقبل ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی جنوبکم لیئے اشار الی انہ کناہ وان لم یکن الاضطجاع علی الجنب بل مستلقیا ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی توضیح اذکروا واللہ خلاف شرع کوئی کارروائی الخ اشار الی ان الذکر لا یخص بالمعارف بل کل مطیع للہ فہو ذا کر کما فی الحصن وصرح بہ فی قولہ تعالیٰ اذالقیتم فتنۃ فالتبوا واذکروا اللہ ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۴۰۲ پر)

**تفسیر:** **ربط:** اوپر صلوۃ السفر و صلوۃ الخوف کا بیان تھا جن میں من وجہ نماز کی اصلی ہیئت سے تغیر ہو گئی ہے آگے ذکر میں گاہے تغیر نہ ہونا اور سفر و خوف کے انقطاع و زوال کے بعد اس تغیر صلوۃ کا بھی زائل ہو جانا اور خاص احوال میں اس تغیر کی گوارائی کا سبب بیان فرماتے ہیں۔

ذکر دوام اوواقامت صلوۃ و توقیت آل:

فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ (الی قولہ تعالیٰ) كِتَابًا مَّقُوفَاتًا پھر جب تم اس نماز (خوف) کو ادا کر چکو تو (بدستور) اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی (یعنی ہر حالت میں حتیٰ کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے بھی اور احکام کے اتباع سے بھی کہ وہ بھی ذکر ہے چنانچہ قتال میں خلاف شرع کوئی کارروائی کرنا ناجائز ہے۔ غرض نماز تو ختم ہوئی ذکر ختم نہیں ہوتا نماز میں تو تخفیف ہو گئی تھی لیکن یہ بحالہ ہے) پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ (یعنی سفر ختم کر کے مقیم ہو جاؤ اور اسی طرح زوال خوف کے بعد مامون ہو جاؤ) تو نماز کو (اصلی) قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو (یعنی قصر اور نماز میں مشی وغیرہ چھوڑ دو کیونکہ وہ بوجہ عارض کے اس لئے جائز رکھا گیا تھا کہ) یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے (پس فرض ہونے کی وجہ سے ادا کرنا ضرور اور موقت ہونے کی وجہ سے وقت ہی پر ادا کرنا ضرور اس لئے کچھ کچھ اس کی ہیئت تبدیل کر دی گئی تھی ورنہ بھت مقصود وہی اصلی ہیئت ہے پس زوال عارض کے بعد وہ ہیئت واجب الحفظ ہوگی)

**ف:** اگر کسی کوشہ ہو کہ اس تعلیل کا مقتضایہ ہے کہ عین قتال کے وقت بھی مؤخر نہ کی جاتی کوئی اور آسان طریقہ مقرر ہو جاتا جو اس وقت بھی ممکن ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ تمام احکام مشروط ہوتے ہیں امکان عادی کے ساتھ اور وہ عین قتال کے وقت مفقود ہے کیونکہ نماز کی ہیئت جو اس کا ادنیٰ مقتضایہ شرعاً وہی معتبر ہے جو سورہ بقرہ کے حکم سی و چہارم میں مذکور ہو چکا جب اتنا بھی نہ ہو سکے تو اس سے کم صلوۃ ہی نہیں اس لئے مؤخر کی گئی۔



إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۖ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۖ وَاسْتَغْفِرِ

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے اور آپ ان خائनों کی طرفداری کی بات نہ کیجئے، اور آپ استغفار

اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۖ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَانًا

فرمائیے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت والے ہیں۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جوابدہی کی بات نہ کیجئے جو کہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا

اِيْمًا ۖ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُمْ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۖ

بڑا گناہ کرنے والا ہو۔ جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ہے جب کہ وہ خلاف مرضی الہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ حَاطًا ۖ هَآؤُلَآءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهَ عَنْهُمْ

اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں۔ ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں، سو خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے

يَوْمِ الْقِيَمَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۖ

روز ان کی طرف سے کون جواب دہی کریگا، وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام ہٹا دے گا اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا۔

وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۖ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ

اور جو شخص کچھ گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔ اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر

بَرِيًّا فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۖ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا

لگاوے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لا دیا۔ اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کر لیا

يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ

تھا، اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن اپنی جانوں کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۖ لَآخِرُ فِي كَثِيرٍ مِّنْ تَحْوِيلِهِمْ ۖ أَلَمْ يَكُنْ أَوْصِيَّاكَ بِالنَّاسِ

نہ جانتے تھے۔ اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کروانے کی

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ

ترغیب دیتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کام کریگا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرما دیں گے اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اسکے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا

الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۖ

اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔

تہتیار جو اس میں رکھے تھے چورائے صبح کو پاس پڑوس میں تلاش کیا اور بعض قرآن تو یہ سے بشیر پر شبہ ہوا، بنو ابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی برأت کے لئے حضرت لبید کا نام لے دیا، غرض حضرت رفاعہ نے اپنے برادر زادہ حضرت قتادہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع دی آپ نے وعدہ تحقیق کا فرمایا بنو ابیرق کو جو یہ خبر ہوئی ایک شخص جو

**تفسیر:** ربط: اوپر کفار مجاہدین کے معاملات کے ضمن میں چند جگہ منافقین کا ذکر آیا ہے کہ کفر دونوں میں مشترک ہے آگے بھی بعض منافقین کے ایک خاص قصہ کے متعلق مضمون مذکور ہوتا ہے جس کا خلاصہ حسب روایت ترمذی و حاکم یہ ہے کہ بنو ابیرق ایک خاندان تھا اس میں ایک شخص بشیر نام منافق تھا اس نے حضرت رفاعہ کی نجاری میں نقب دے کر کچھ آٹا اور کچھ



اسی خاندان کا تھا اسیر نام سب اس کے پاس آئے اور سب نے مشورہ کر کے جمع ہو کر مع بعض اہل محلہ کے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ کی شکایت کی کہ بدوں گواہوں کے ایک مسلمان اور دیندار گھرانے پر چوری کی تہمت لگاتے ہیں اور مقصود ان کا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس مقدمہ میں ان کی طرفداری کریں آپ نے یہ تو نہیں کیا لیکن اتنا ہوا کہ حضرت قتادہ جو حضور میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں تہمت لگاتے ہو انہوں نے آکر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے کہا وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے اس پر یہ اگلی آیتیں دو رکوع کے قریب تک نازل ہوئیں۔ غرض چوری ثابت ہوئی اور مال برآمد ہوا اور مالک کو دلایا گیا تو بشیر ناخوش ہو کر مرتد ہو گیا اور مکہ جا کر مشرکوں میں جا ملا اس پر آخر کی آیتیں نازل ہوئیں وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ الْخ.

قصہ بعض منافقین مع احکام متعلقہ آل:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ (الہی) وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (الہی) وَسَاءَتْ مَصِيرًا (الہی) بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے (جس سے) واقع کے موافق (حال معلوم ہوگا) تاکہ آپ (اس واقعہ میں) ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے (وحی کے ذریعہ سے) آپ کو (اصل حال) بتلا دیا ہے (وہ وحی یہ ہے کہ واقع میں بشیر سارق ہے اور بنو ابیرق اس کے حامی ہیں کاذب ہیں) اور (جب اصل حال معلوم ہو گیا تو) آپ ان خاندانوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے (جیسا بنو ابیرق کی اصل خواہش یہی تھی چنانچہ دوسرے رکوع میں آتا ہے لَهْمَتْ ظِلْفَةً مِنْهُنَّ أَنْ يُضِلُّوكَ مگر آپ نے ایسا کیا نہ تھا چنانچہ خود اسی جملہ سے نہ کرنا بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ فضل الہی نے غلطی سے بچا لیا جس میں ہر غلطی کی نفی ہو گئی اور نبی فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فعل ماضی میں واقع ہوا ہو بلکہ اصل فائدہ یہی کا یہ ہے کہ آئندہ کیلئے حقیقت حال سے آگاہ کر کے اس کے ارتکاب کا انداد کرتے ہیں پس آپ کی حالت اور نبی کے مجموع کا حاصل یہ ہوگا کہ جیسے اب تک طرفداری نہیں کی آئندہ بھی نہ کیجئے اور یہ انتظامات بھی مکمل عصمت نبویہ کے ہیں اور ایک خائن کے ساتھ سب کو خائن اس لئے فرمایا کہ خائن کی شرکت و اعانت بلکہ اخفاء و جو علم کے نیز خیانت ہے پس شرعاً سب خائن ہوئے) اور (لوگوں کے کہنے سے بناء علی حسن الظن جو بنی ابیرق کو آپ نے دیندار سمجھ لیا گو بلا دلیل صحیح و سند معتبر کسی کو دیندار سمجھنا گناہ نہیں بلکہ عجب نہیں کہ فی نفسہ بوجہ حسن ظن کے حسن ہو لیکن چونکہ اس موقع پر اتنا فرامادینے سے اہل حق کا اپنے حق کو

چھوڑ بیٹھنا محتمل تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت رفاعہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے پس لغیرہ و بواسطہ یہ امر نامناسب ہوا اس لئے اس سے) آپ استغفار فرمائیے (کہ آپ کی شان عظیم ہے اتنا امر بھی آپ کے لئے قابل استغفار ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جوابدہی کی بات نہ کیجئے (جیسا وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے) جو کہ (لوگوں کی خیانت اور نقصان کر کے باعتبار وبال و ضرر کے درحقیقت) اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے (بلکہ اس کو مبغوض رکھتے ہیں) جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو (جیسا کہ تھوڑے خیانت کرنے والے کو بھی محبوب نہیں رکھتے چونکہ بشیر کا بڑا خائن ہونا بتلانا مقصود ہے اس لئے یہ صیغہ لایا گیا) جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ (اپنی خیانت کو) آدمیوں سے تو (شرما کر) چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرما تے حالانکہ وہ (مثل ہر وقت کے) اس وقت (بھی) ان کے پاس ہے جب کہ وہ خلاف مرضی الہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کیا کرتے ہیں (جیسا اسیر کے پاس جمع ہو کر مشورہ کیا گیا تھا کہ حضور سے یوں گفتگو کریں گے) اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے (علمی) احاطہ میں لئے ہوئے ہیں ہاں (جو بشیر وغیرہ کی حمایت میں بعض اہل محلہ جمع ہو کر آئے تھے وہ سن لیں کہ) تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جوابدہی کی باتیں کر لیں سو (یہ تو بتلاؤ کہ) خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جوابدہی کریگا یا وہ دن محض ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا (یعنی نہ کوئی زبانی جوابدہی کر سکے گا نہ کوئی عملی درستی مقدمہ کی کر سکے گا) اور (یہ خائنین اگر اب بھی توبہ موافق قاعدہ شرعیہ کے کر لیتے تو معافی ہو جاتی کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ) جو شخص کوئی (متعدی) برائی کرے یا (صرف) اپنی جان کا ضرر کرے (یعنی غیر متعدی گناہ کرے اور) پھر اللہ تعالیٰ سے (حسب قاعدہ شرعیہ) معافی چاہے (مثلاً حقوق العباد میں ادا یا ابرا بھی ضرور ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا اور (ضرور گنہگاروں کو اس کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ) جو شخص کچھ گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اثر پہنچاتا ہے (وہ اثر گناہ اور سزا ہے جب انجام گناہ کے کام کا یہ ہے تو توبہ کر لینا بہت ضرور ہے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں (سب کے گناہوں کی ان کو خبر ہے) بڑے حکمت والے ہیں مناسب مناسب سزا تجویز فرماتے ہیں (اور) (یہ تو خود گناہ کرنے کا انجام ہوا اور جو کر کے دوسروں پر لگا دے اس کا حال سنو کہ) جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر (بجائے اس کے کہ خود ہی توبہ کرنا



چاہئے تھا اس نے یہ طرہ کیا کہ اس (گناہ) کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دی سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے (سر کے) اوپر لادا (جیسا بشر نے کیا کہ خود تو چوری کی اور ایک نیک بخت بزرگ آدمی لبید کے ذمہ رکھ دی) اور اگر (اس مقدمہ میں) آپ پر (اے محمد ﷺ) اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو (جو کہ ہمیشہ آپ پر رہتا ہے) تو ان (چالاک) لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کر لیا تھا (لیکن خدا کے فضل سے ان کی رنگ آمیز باتوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا اور آئندہ بھی نہ ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں) اور (کبھی آپ کو غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن (ارادہ سے) اپنی جانوں کو (بتلائے گناہ و مستحق عقوبت بنا رہے ہیں) اور آپ کو ذرہ برابر (اس قسم کا) ضرر نہیں پہنچا سکتے اور (آپ کو غلطی کا ضرر پہنچانا کب ممکن ہے جب کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں (جس کے ایک حصہ میں اس قصہ کی حقیقت کی اطلاع بھی دیدی) اور آپ کو وہ (مفید اور عالی) باتیں بتلائی ہیں جو آپ (پہلے سے) نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے (پھر اللہ کے فضل کے ساتھ کس کا قابو چل سکتا ہے) عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب اور برکت) نہیں ہوتی (جیسا اسیر کے پاس جمع ہو کر خفیہ مشورہ کیا گیا تھا) ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خیر) خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں یا خود ہی صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خفیہ ہی کہنا مصلحت ہوتا ہے ان کے مشوروں میں البتہ خیر یعنی ثواب اور برکت ہے) اور جو شخص یہ کام کرے گا (یعنی ان اعمال کی ترغیب دے گا) حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے (نہ کہ ریاست و شہرت کی غرض سے) سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرما دیں گے (یعنی آخرت میں لیکن ان خائنوں کے تو ایسے مشورے ہیں نہیں اس لئے ناپسندیدہ ہیں) اور جو شخص رسول (مقبول ﷺ) کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا (دینی) رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہولیا (جیسا بشر مرتد ہو گیا حالانکہ اسلام کا حق ہونا اور نیز اس خاص واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کا خود اسکے معائنہ میں بھی حق ہونا معلوم تھا پھر بھی بدبختی نے گھیرا) تو ہم اسکو (دنیا میں) جو کچھ ڈھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت میں) اسکو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانیکی۔

ف: نیک کام میں جو کہ معروف کا ترجمہ ہے تمام وہ امور آگئے جو نافع ہوں خواہ دینی ہوں یا دنیوی ہوں مگر شروع ہوں اور گو اس میں صدقہ بھی داخل تھا

لیکن نفس پر شاق ہو نیکی وجہ سے اس کا زیادہ اہتمام فرمایا اور خاص اس مقام میں اس لئے بہت ہی مناسب ہوا کہ بشر نے چوری کر کے غیر کا مال لیا تھا اسلئے مقابلہ میں اپنا مال غیر کو دینے کی فضیلت بیان فرمادی اور اس طرح لوگوں میں صلح کرادینا بھی معروف میں داخل ہے لیکن چونکہ نا اتفاقی سبب ہے مضرات عظیمہ کثیرہ کا اور اصلاح میں اس کا انسداد ہے اس لئے اس کو بھی تصریحاً ذکر فرمایا پس صدقہ جالب منافع عظیمہ تھا اور اصلاح دافع مضار عظیمہ ان دونوں کو باوجود عموم معروف کے مصرح فرمادیا پس اصلاح کا فاعل اور الناس کا مصداق ایک ہی ہے جیسے أَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِهِمْ میں اور معنی یہ ہیں کہ اوامر الناس باصلاحهم ما بینہم بطریق وضع مظهر موضع مضمر کے اور يُشَاقُّ الرَّسُولُ باوجودیکہ دلالت علی المقصود میں کافی ہے مگر یُكَلِّمُ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ کے زائد کرنے میں یہ فائدہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی علامت جس کو دلیل انی کہتے ہیں بتلادی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کا علم مشاہدہ تو ہر وقت متعذر رہے اس وقت بھی بوجہ اکثروں کے غائب ہونے کے اور بعد میں بوجہ وفات کے رہا روایت منصوص میں اور درایت یعنی اجتہاد غیر منصوص میں وہ محتاج تو سطر رواۃ و ہدایۃ مسلمین ہے پس زیادہ معروف موافقت و مخالفت طریقہ رسول کا اتباع و عدم اتباع سبیل مؤمنین کا ہوا فافہم فانہ من المواہب لا من المکاسب واللہ اعلم۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهُ مَعَ قَوْلِهِ تَعَالٰی وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لَهَمَّتْ ظِلْفٌ فَمِنْهُمْ أَنْ يُجْلَوْكَ باوجود اس کے کہ حضور ﷺ سے کوئی امر موجب استغفار کا صدور نہیں ہوا جیسا جملہ ثانیہ اس پر دال ہے پھر استغفار کا حکم ہونا جیسا جملہ اولیٰ اس پر دال ہے اصل ہے اس قول کی حسنات الابوار سینات المقربین اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواہ کیسا ہی کمال حاصل ہو جاوے مگر تکالیف شرعیہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتیں وقوله تعالى وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لَهَمَّتْ ظِلْفٌ فَمِنْهُمْ أَنْ يُجْلَوْكَ اس پر دال ہے کہ کسی کو اپنے علم یا عمل پر اعتماد جائز نہیں۔ قوله تعالى لَا خَيْرَ فِيْ نَفْسٍ مِنْ جَبَلٍ هُمْ لَا يَمْنُنَ اَمْرٌ بِصَدَقَةٍ الْخِج جو تعلیم خفی موافق کتاب و سنت کے نہ ہو جیسا بہت سے جاہل صوفی اس کو حق سمجھتے ہیں کہ طریقت مفاد شریعت کی تعلیم سینہ بسینہ جاری ہے یہ آیت اس کے بطلان پر دلالت کرتی ہے وقوله تعالى وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ اِنْتَعَا مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا یہ آیت منطوقاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو مخلص ثواب کا قصد نہ کرے محض رضا کا قصد کرے اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور مفہوماً اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام ثمرات اعمال کے رضا کے تابع ہیں جب رضا کا قصد کرتا ہے دوسرے ثمرات بلا قصد ادا ہو جاتے ہیں۔







إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشے گا کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیئے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی

يَذْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا انْثَاءً وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا الشَّيْطَانَ مَرِيدًا ۝ لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَخْذَنْ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا

گمراہی میں جا پڑا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے، اور جس نے

مَقْرُوضًا ۝ وَلَا ضَلَّتْهُمْ وَلَا مَتَيْتُهُمْ وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَبْتَكَنْ أَذَانُ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ

یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کالوں گا اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو ہوسیں دلاؤں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا

يَتَّخِذِ الشَّيْطَانُ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَيِّتُهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ

جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کرینگے اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا۔ شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور ان کو ہوسیں دلاتا ہے، اور شیطان

الْأَعْرُورَ ۝ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُجَدُّونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝

ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پادیں گے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر ذکر جہاد میں گوسب مخالفین داخل ہیں لیکن بیان احوال میں یہود اور منافقین کے احوال کا بیان ہوا ہے مخالفین میں ایک جماعت بلکہ اوروں سے بڑی مشرکین کی تھی آگے کچھ ان کے عقائد کی حالت اور طریقہ مذمت اور اسکی سزا کا مذکور ہے اور اس مقام پر یہ اس لئے اور زیادہ مناسب ہو گیا کہ اوپر اس سارق کے مرتد ہونے کا مذکور ہے پس اس سے اس کی دائمی سزا کا حال معلوم ہو گیا و نیز اوپر ترغیب تھی توبہ کی یہاں شرک کفر کے سوا اور ذنوب کا مغفور ہونیکے بیان سے توبہ کی اور ترغیب ہو گئی۔

**عقوبت و ذم طریقہ مشرکین:**

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو (سزا دے کر بھی) نہ بخشے گا کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے (بلکہ سزائے ابدی میں مبتلا رکھیں گے) اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں (خواہ صغیرہ یا کبیرہ) جس کے لئے منظور ہوگا (بلا سزا) وہ گناہ بخش دیئے (البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جاوے تو پھر مشرک ہی نہ رہا اب وہ سزائے دائمی بھی نہ رہے گی) اور (وجہ اس شرک کے نہ بخشے کی یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہراتا ہے وہ (امحق سے) بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا (وہ امحق تو حید ہے جو عقلاً بھی واجب اور تعظیم صانع کے حقوق سے ہے پس مشرک نے حضرت صانع کی اہانت کی اس لئے ایسی سزا کا مستحق ہوگا بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ کچھ تو ضلال ہے مگر تو حید کے خلاف اور اس سے بعید نہیں اس لئے قابل مغفرت قرار دیا

گیا اور شرک کے غیر مغفور ہونے کی علت کفر میں بھی مشترک ہے کیونکہ اس میں بھی انکار ہوتا ہے صانع کی کسی بتلائی ہوئی بات کا پس وہ اس کی صفت صدق کی نفی کرتا ہے اور کوئی کافر خود ذات کا بھی منکر ہے اور صفت اور ذات دونوں میں سے جس کی نفی ہو تو حید کا انکار اور اس سے بعد ہے پس کفر و شرک دونوں غیر مغفور ہیں آگے مشرکین کی تحقیق ان کے مذہبی طریقہ میں بیان فرماتے ہیں کہ (یہ) (مشرک) لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر (ایک تو) صرف چند زانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور (ایک صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ) (خدا تعالیٰ کے) حکم سے باہر ہے (اور) جس کو (اس بے حکمی کی وجہ سے) خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت (خاصہ) سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے (جس وقت کہ رحمت خاصہ سے دور اور ملعون ہونے لگا) یوں کہا تھا (جس سے اس کی عداوت صاف مترشح ہے) کہ میں (پوری کوشش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ) ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کالوں گا اور (اس حصہ کی تفصیل یہ ہے کہ) میں ان کو (عقائد میں) گمراہ کروں گا اور میں ان کو (خیالات میں) ہوسیں دلاؤں گا (جس سے معاصی کی طرف میلان ہو اور ان کی مضرت نظر میں نہ رہے) اور میں ان کو (اعمال بد کفریہ و فسقیہ کرنے کی) تعلیم دوں گا جس سے وہ (بتوں کے نام پر) چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کرینگے (اور یہ اعمال کفریہ سے ہے) اور میں ان کو (اور بھی) تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کرینگے (اور یہ اعمال فسقیہ سے ہے جیسے ڈاڑھی منڈانا بدن گدانا وغیرہ) اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا (یعنی خدا تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اور شیطان کی اطاعت کرے) وہ (شخص) صریح نقصان (وزیاں) میں واقع ہوگا (وہ زیاں جہنم



سے زائد ریش کا تراشنا یہ جائز ہے اور افساد کے وجود عدم کا مدار اعتبار شریعت ہے نہ کہ عرف جس میں علاوہ اسکے کہ شارع کے برابر اسکی نظر نہیں خود باہم عرف عرف میں تعارض بھی ہوا کرتا ہے خوب سمجھ لو۔ اور خَلَقَ اللّٰهُ کی تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے الخلق الذی امر اللہ ان یكون الانسان علیہ یعنی حق تعالیٰ کی پسندیدہ وضع پس تفسیر متین میں خلق تکوینی ہے اور اس تفسیر پر خلق تشریحی۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى وَلَا مَرَّةً ثُمَّ فَلَیَغْیُرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ اس میں بھی داڑھی منڈانا بھی داخل ہے پس یہ وال ہے اس پر کہ جس طریق میں داڑھی منڈانا شعار ہو وہ طریق شیطانی ہے اگرچہ اس کا جبلا نے طریقہ قلندرینام رکھا ہے۔

**اللغات:** المرید۔ من مردد وهو الخروج والتجرد البتک القطع الحیض الہرب والعدول ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی الروح انما جعل الجزاء ہلہنا فقد ضل وفيما تقدم فقد افترى التما عظیما لما ان تلک فی اهل الكتاب وهم مطلعون علی ما لا یشکون فی صحته ومع ذلک اشکرکوا وکفروا فصار ذلک افتراء وجرأة علی اللہ تعالیٰ وھذہ فی اناس لم یعلموا کتاباً فاشکرکوا وضلوا مع وضوح الحجۃ فکان ضلالہم بعیداً ۱۲۔ فی قوله تعالیٰ ومن اصدق معارضة مواعید الشیطان الکاذبۃ لقرنائه بوعد اللہ لا ولیائہ ۱۲۔

**النحو:** فی روح المعانی وعدہم وعداً واحقہ حقاہ واشرت الی الترتیب فی الترجمة ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) بلکہ زائد ریش تراشناست ہے اور مؤکد یا غیر مؤکد ہونا کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ ۱۲ منہ۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی مریداً الخ جو کہ اور جس کو اور جس نے اشارۃ الی ان ھذہ صفات للشیطان وقال بعضهم ان جملة اللعن اعتراض وقال مستانفۃ ۱۲۔ ۲۔ قوله فی لا یتخذن کوش فلا یتوجہ انہ کیف علم ان الانسان یكون کذا وكذا لیحتاج الی التکلف فی الجواب نقلہ فی الخازن عن ابن الانباری بقولہ المعنی لا یجتہدن ولا عرضہن فی ذلک لانه کان یعلم الغیب ۱۲۔ ۳۔ قوله فی نصیبا اطاعت ماخذہ الخازن حیث قال فکل ما اطیع فیہ ابلیس فھو نصیبہ ومفروضہ ۱۲۔

۴۔ قوله فی ولاضللہم تفصیل اشار الی کونہ من عطف المفصل علی المجمع وما فسر بہ التمنیۃ فی التفصیل مذکور فی الخازن فحوی التفصیل الامور الثلاثة الاول العقائد والثانی حدیث النفس من لذات المعاصی وترجیہ ادراک الجنة مع المعاصی لسعة رحمة ربہ ووعد التوبۃ وتسویفہا۔ والثالث الاعمال ۱۲۔ ۵۔ قوله فی یعدہم عقائد اشارۃ الی ان موداہ ومؤدی الاضلال واحد وشار بقولہ اور اعمال الخ الی وجہ الاقتصار ہلہنا علی الاضلال والتمنیۃ وعدم الاعادۃ للامر بالاعمال وشار فیما بعد فی قوله وما یعدہم اور اس کی ہوسوں الخ الی وجہ الاقتصار علی مجرد الاضلال وعدم الاعادۃ للتمنیۃ حاصلہ فی الاقتصار الاول ان الوعد والتمنیۃ من الامور الباطنۃ دون الاعمال۔ وفی الاقتصار الثانی ان کون الوعد باطلاً یظهر فی الآخرة اما بطلان التمنیۃ وكذا الاعمال فیظہر فی الدنیا ایضاً لان ھذہ الامانی وھذہ الاعمال کثیراً ما یشاہد ضررہا ۱۲۔

میں جانا ہے) شیطان ان لوگوں سے (عقائد کے متعلق جھوٹے) وعدے کیا کرتا ہے (کہ تم بے فکر ہو رہو نہ کہیں حساب ہے نہ کتاب ہے) اور (خیالات میں) ان کو ہوسیں دلاتا ہے (کہ اس گناہ میں ایسی لذت ہے۔ اس حرام ذریعہ میں ایسی آمدنی ہے اور اعمال شیطانیہ کا وجود اور لغویت اور مضرت خود ظاہر ہے) اور شیطان ان سے صرف جھوٹے (فریب آمیز) وعدے کرتا ہے (کیونکہ واقع میں حساب کتاب حق ہے اور اس کی ہوسوں کا فریب ہونا تو بہت جلدی کھل جاتا ہے) ایسے لوگوں کا (جو کہ شیطان کی راہ پر چلتے ہیں) ٹھکانا جہنم ہے (اور وہ خسران مبین یہی ہے) اور اس (جہنم) سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ (کہ وہاں جا کر پناہ لے لیں) **ف:** شرک کے متعلق ایک مفید بحث اس پارہ کے ربع کے ایک رکوع قبل اس آیت کے ذیل میں جس کے الفاظ اس مقام کی آیت کے مثل ہیں گزر چکی ہے دیکھ لی جاوے اور زمانی چیزوں سے مراد بعضے بت ہیں جن کے نام اور صورتیں عورتوں کی سی تھیں اور ان کو زیور وغیرہ بھی پہناتے تھے جیسا کہ روح میں حسن سے منقول ہے کہ ہر قبیلہ میں ایسے بت تھے اور ان کو انٹی بنی فلاں کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا اور کی عبادت نہیں کرتے چنانچہ بعضے بت نام اور شکل میں مردوں کی طرح بھی تھے بلکہ یہاں مستثنیٰ دو چیزیں ہیں اور حصر مجموعہ کے اعتبار سے ہے جس کا دوسرا جزو یعنی شیطان سب معبودات غیر اللہ کو بایں معنی شامل ہے کہ شیطان کے کہنے سے عبادت کرنا گویا شیطان کی عبادت کرنا ہے جیسے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے زید کے کہنے سے فلاں شخص کو روپیہ دیا ہے تو میں نے تو زید ہی کو دیا ہے۔ اس عام میں سے اثاث کو منفرد کر کے لے آنا ان کی زیادت جمیع کے لئے ہے کہ ایسے ناقص الاوصاف کی بھی عبادت کرتے ہیں پس کوئی معبود باطل ایسا نہیں ہے جو اس حصر فی المجموع سے خارج ہو بلکہ جزو ثانی میں تو سب داخل ہیں اور بعضے جزو اول میں بھی پس نہ حصر پر شبہ ہے اور نہ دونوں حصروں میں ثانی ہے کیونکہ مقصود حصر واحد ہے گو یدعون عامل مکرر ہے پس تقدیر کلام اس طرح ہے **اِنْ يَدْعُوْنَ، اِلَّا اِنتِاءً وَاِلَّا شَيْطٰنًا جِیْسَ** ما جاء فی الزید والا عمرو اور شیطان کی چند صفتیں تاکید مقصود کیلئے لائے یعنی ایسے شیطان کی اطاعت کرتے ہیں جو اولاً متمرّد ہے ثانیاً تمرّد کی وجہ سے ملعون ہے ثالثاً انسان کا عدو ہے جیسا اس کے اقوال سے مترشح ہے آگے وہ اقوال اس کی عداوت پر دلالت کرنے کیلئے نقل فرمائے پس یہ لازم نہیں کہ یہاں جتنے امور مذکور ہیں وہ سب شرک و کفر ہی ہوں چنانچہ بعض امور صرف فسق ہیں اور یہاں جو تغیر کی مذمت مذکور ہے وہ ہر تغیر نہیں بلکہ جس میں افساد ہو اور جس میں افسانہ ہو وہ مذموم نہیں بلکہ عدم افساد کے ساتھ اگر اصلاح بھی ہو جیسے ختان و تقسیم اظفار وہ مؤکد ہے اور جس میں دونوں نہ ہوں جیسے خصاء بہائم اور مقدار مسنون



وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا

حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزِيهِ وَلَا يَجِدْ

ہے اور سچا وعدہ فرمایا ہے، اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا۔ نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے۔ جو شخص کوئی برا کام کرے وہ اس کے عوض میں سزا دیا

لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ

جاویگا، اور اس شخص کو خدا کے سوانہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا۔ اور جو شخص کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

ہوگا۔ اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو اور وہ ملت ابراہیم کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں،

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا ۝

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہیں۔

**تفسیر: ربط:** اوپر کفار شرکین کے لئے وعید تھی آگے مومنین کیلئے وعدہ اور بشارت ہے جیسا اکثر قرآن مجید کا طرز ہے۔

**ثواب مومنین:**

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا اور جو لوگ ایمان لائے اور (انہوں نے) اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے (مخلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور سچا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا۔ **ف:** نصف پارہ پر وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہاں بھی ملاحظہ کر لیا جاوے۔

**ربط:** اوپر ہوسنا کی خیالات کا شیطانی دھوکا اور غیر معتبر ہونا یَعِدُّهُمْ وَيُؤْتِيهِمُ الْخٰلِخ میں اور ایمان و اعمال کا قابل اعتبار ہونا وَالَّذِينَ آمَنُوا میں مذکور تھا آگے بھی یہی دو مضمون ہیں۔ پہلی آیت میں پہلا مضمون اور بعد کی آیتوں میں دوسرا مضمون۔ اور اہل کتاب کا ذکر اس مضمون میں اس لئے آیا کہ ان میں اور مسلمانوں میں ایک بار دین کے باب میں تفاخر ہوا تھا کذا فی الباب۔

**الغناء طمع خام و اعتبار اعمال و اسلام:**

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ (الی قولہ) وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے (کہ خالی خولی زبان سے اپنے فضائل بیان کیا کریں بلکہ مدار کا راطاعت پر ہے پس)

جو شخص (اطاعت میں کمی کرے اور) کوئی برا کام کرے (خواہ از قسم عقائد ہوا از قسم اعمال) وہ اسکے عوض میں سزا دیا جاوے گا (اگر وہ برائی عقیدہ کفریہ تک ہے تو سزائے دائمی اور حتمی اور اگر اس سے کم ہے تو سزائے غیر دائمی اور مقید بعدم توبہ وعدم عفو) اور اس شخص کو خدا کے سوانہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا (کہ خدا تعالیٰ سے اسے چھڑائے) اور جو شخص کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا (کہ ان کی کوئی نیکی ضائع کر دی جاوے) اور (اوپر جو مومن کی قید لگائی گئی اس کا مصداق ہر فرقہ نہیں بلکہ صرف وہ فرقہ جس کا دین خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے میں سب سے اچھا ہو اور ایسا فرقہ صرف اہل اسلام ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں یہ صفات ہیں اطاعت تامہ، اخلاص، اتباع ملت ابراہیم اور) ایسے شخص (کے دین) سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے (یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی) اور (اسکے ساتھ) وہ مخلص بھی ہو (کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو خالی مصلحت سے ظاہر داری نہ ہو) اور وہ ملت ابراہیم (یعنی اسلام) کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں اور (ملت ابراہیمی ضرور قابل اتباع ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا (تو ظاہر ہے کہ دوست کے طریقہ پر چلنے والا بھی محبوب مقبول ہوگا۔ پس طریقہ اسلام مقبول ہوا پس اہل اسلام ہی مصداق ٹھیرے لقب مومن کے اور دوسرے فرقوں نے اتباع ابراہیمی چھوڑ دیا کہ اسلام نہ لائے اس لئے صرف مسلمان ہی ایسے ثابت ہوئے کہ محض امانی پر ان کا استناد نہیں



**البلاغۃ:** فی الروح قوله وهو مومن فيه دفع توهم ان العمل الصالح ينفع الكافر حيث قرن بذكر العمل السوء المضر للمؤمن والكافر. قوله لا يظلمون فيه ويعلم من نفى تنقيص ثواب المطيع نفى زيادة عقاب العاصي من باب الاولى لان الاذى في زيادة العقاب اشد منه في تنقيص الثواب فاذا لم يرض بالاول وهو ارحم الراحمين فيكف يرضى بالثاني ۱۲.

**الروایات:** فی الباب اخرج ابن جریر عن مسروق قال تفاخر النصارى واهل الاسلام فقال هؤلاء نحن افضل منكم وقال هؤلاء نحن افضل منكم فانزل الله ليس بامانيكم وفي لفظ جلس ناس من اليهود وناس من النصارى وناس من المسلمين الخ قلت وقد ذكرت هذه الرواية في المتن وايضا في الباب اخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس قال قالت اليهود والنصارى لا يدخل الجنة غيرنا وقالت قريش انا لا نبعث فانزل الله تعالى ليس بامانيكم الآية قلت ومن ثم قال بعض المفسرين ان الخطاب في الآية للمشركين وايدوه بانه لم يجر للمسلمين ذكر في الاماني لكن الذي رواه الترمذی ومسلم من كون الآية شاقه على ابي بكر الصديق والمسلمين وجوابه عليه السلام لهم يكون المصائب كفارة لهم في الدنيا اصرح دليل على كون الخطاب للمسلمين فالتوجيه ان يقال ان المقصود هو الخطاب للمسلمين وتدل الآية على بطلان اماني المشركين بالاولى لان الاماني اذ لم يعتد بها وقد كانت من اهل العلم فما بالها اذا كانت من اهل الجهل فكان الخطاب للمشركين بهذا النمط. واما ما ايدوه به فان الاماني بالتفسير الذي اخترته تكون عامة للمشركين وغيرهم فافهم وفي الباب اخرج ابن جرير عن مسروق قال لما نزلت ليس بامانيكم ولا اماني اهل الكتاب قال اهل الكتاب نحن وانتم سواء فنزلت هذه الآية ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وهو مومن آه قلت وقد اعتبرت هذا في تقرير آية ومن احسن دينا لتوضيح تعيين مصداق المومن فافهم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في يعمل سوء ازتم عقائد الخ عممه ليعم اهل الكتاب فان سؤتهم الاصلی عقائدهم الزانغة ۱۲. ۲. قوله في الصلحت كوكي نيك اخافاته من التبعية ۱۲.

بلکہ اطاعت گزار ہیں۔ پس کام ان ہی کا چلے گا) اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت تامہ کرنا تو ضروری ہے کیونکہ ان کی سلطنت ان کی اطلاع دونوں تام ہیں اور یہی امور مدار ہیں وجوب اطاعت کے چنانچہ) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یہ تو کمال سلطنت ہوا) اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو (اپنے علم میں) احاطہ فرمائے ہوئے (یہ کمال علمی) ہوا **خلاصہ** یہ ہوا کہ نری تمناؤں سے کام نہیں چلتا مگر مسلمان نری تمناؤں پر نہیں ہیں بلکہ کام کرتے ہیں اور دوسرے فرقتے جب اسلام نہ لائے جس پر سارا کام موقوف ہے تو بس نری تمناؤں پر ہوئے اور ملت ابراہیمی کی تحقیق اور اس کا مصداق اسلام ہونا اور اتباع کے معنی یہ سب پارہ الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ **۲. خلیل** ہونا اعلیٰ درجے کا تقرب و مقبولیت ہے اور روح میں بسند و تصحیح حاکم حضرت جنیدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھی خلیل بنایا ہے جیسا ابراہیم علیہ السلام کو بنایا تھا۔ اور مسلم میں ہے وقد اتخذ الله صاحبكم خليلًا اور حبیب اللہ ہونا مزید براں ہے۔ رواہ الترمذی۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى ليس بامانيكم ولا امانتي اهل الكتاب یہ اپنے عموم مضمون سے اس پر دال ہے کہ بعضے لوگ جو دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ چونکہ ہم اصحاب حال یا منسوب الی اہل الکمال ہیں ہم پر اعمال بد سے مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ باطل محض ہے کیونکہ ایسے دعاوی اکاذیب مردودہ عند الشریعت ہیں۔ وقوله تعالى ومن احسن دينا من كنس وجهه لثوبه وهو محسن واتبع ملة ابراهيم حنيفا حاصل طریق صوفیہ کا یہ امور ہیں انقیاد ظاہری و باطنی جو تفسیر ہے اسلام کی اور احسان جس کی تفسیر حدیث میں ہے ان تعبد الله کانک تراہ اور حنیفیت یعنی غیر اللہ سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اور آیت میں اس مجموعہ کو احسن طرق کہا گیا ہے تو آیت اس پر دال ہوئی کہ صوفیہ کا طریق احسن طرق ہے۔

**النحو:** فی الروح الباء فی بامانيکم مثلها فی زید بالباب وليست زائدة واسم ليس مستتر فيها عائد على الامر المتحاور فيه بقرينة سبب النزول. وفي الجلالين اوضح من هذا حيث قال ليس الامر منوطا ۱۲.



وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُثَلِّ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُولَدْنَ لَهُنَّ مَكْتُبَ لِهِنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَمَى بِالْقِسْطِ

اور لوگ آپ سے عورتوں کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں تم کو حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو کہ قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی

جایا کرتی ہیں جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں ہیں جن کو جوان کا حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو اور کمزور بچوں کے باب میں اور اس باب میں کہ یتیموں کی کارگزاری

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝ وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

انصاف کے ساتھ کرو۔ اور جو نیک کام کرو گے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بددماغی یا بے پروائی کا ہو سو دونوں کو اس

عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں، اور یہ صلح بہتر ہے۔ اور نفوس کو حرص کے ساتھ اتران ہوتا ہے۔ اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ حق تعالیٰ

بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۝

تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۝

تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

وہ عورت خود کی پر رضامند ہو جاوے لیکن چونکہ اپنے ہاتھ تلے دبے ہوئے شخص کی ایسی زبانی رضامندی معتبر نہیں اسلئے حکم نہیں بدلا پس اس آیت کا ربط شروع سورت کی آیتوں کیساتھ ہوا اور درمیان میں اور اور مضامین مختلفہ مختلف آتے گئے۔ کبیر میں ہے کہ یہ طرز کہ ایک حکم ذکر کر دیا پھر وعدہ وعید آگیا پھر عظمت الہیہ کا بیان ہونے لگا نہایت وقعت اور تاثیر قلوب میں رکھتا ہے کہ حکم کے ساتھ ساتھ ترغیب و ترہیب بھی ہوتی رہے۔ حاکم حقیقی کا مراقبہ بھی ہوتا رہے۔ قرآن مجید کا یہی طرز ہے۔ واللہ اعلم۔

عود بسوئے بعض احکام نساء ویتامی:

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا اور لوگ آپ سے عورتوں (کی میراث اور مہر) کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں تم کو (وہی سابق) حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی (تم کو حکم دیتی ہیں) جو کہ (اس کے قبل نازل ہو چکی ہیں اور) قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں (کیونکہ قرآن کی تلاوت میں ان کی تلاوت بھی ظاہر ہے کہ وہاں ہی کرتی تھی) جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں (نازل ہو چکی) ہیں جن (کے ساتھ تمہارا یہ معاملہ ہے کہ اگر وہ صاحب مال و صاحب جمال ہوئیں تو ان سے نکاح کرتے ہو مگر ان) کو جو (شرع سے) ان کا حق (میراث و مہر کا) مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور (اگر صاحب جمال نہ ہوئیں صرف صاحب مال ہوئیں تو) ان کے ساتھ (بوجہ خوش جمال نہ ہونے کے) نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو (لیکن بوجہ

تفسیر: ربط: شروع سورت میں احکام یتامی و نساء میں ان کے ادائے حقوق کا وجوب مذکور تھا کیونکہ جاہلیت میں بعضے ان کو میراث ہی نہ دیتے تھے بعضے جو مال میراث میں یا اور کسی طور سے ان کو ملتا اس کو کھا جاتے بعضے ان سے نکاح کر کے ان کو مہر پورا نہ دیتے اور ان سب کی ممانعت کی گئی تھی اس پر مختلف واقعات پیش آئے۔ بعض کو تو یہ خیال ہوا کہ عورتیں اور بچے فی نفسہ قابل میراث کے نہیں کسی مصلحت سے یہ حکم برائے چندے ہو گیا ہے امید ہے کہ منسوخ ہو جاوے گا چندے اس کے منتظر رہے جب نسخ نہ ہوا تو یہ مشورہ ٹھہرا کہ خود پوچھنا چاہئے اور حاضر ہو کر پوچھا ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن جبر سے آیت آئندہ کا سبب نزول اسی سوال کو نقل کیا ہے اور بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں بد صورت یتیم دختر تھی بد صورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے سے اس لئے نکاح کو نالا کہ مال بھی اس کے ساتھ جاوے گا اور اس باب میں حضور ﷺ سے سوال کیا کذا فی الباب بروایۃ ابن ابی حاتم عن السدی فی قصۃ جابر۔ غالباً غرض سوال کی یہ ہوگی کہ کوئی حکم آسان آ جاوے مثلاً یہی کہ حق پرورش میں اتنا حصہ مال کا سائل کو مل سکتا ہے اور بعض نے جب یہ حکم سنا کہ یتامی سے نکاح کرنے میں مہر کم کرنا درست نہیں تو پھر حضور ﷺ سے پوچھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے مقصود یہ ہے کہ جیسے ان کی بد صورتی میں اپنی غرض فاسد کیلئے ان سے نکاح نہیں کرتے ان کے مرغوب و زیبا ہونے کی صورت میں بھی نکاح کیوں کرتے ہو ہاں مہر پورا دو مضا لفقہ نہیں۔ رواہ البخاری عن عائشہ۔ غالباً مقصود اس سوال سے یہ ہوگا کہ شاید اکمال مہر اس صورت میں معاف ہو جاوے جبکہ



صاحب مال ہونے کے اس خوف سے کہ یہ مال کہیں اور نہ چلا جاوے اور کسی سے بھی نکاح نہیں کرنے دیتے) اور (جو آیات کہ) کمزور بچوں کے باب میں (ہیں) اور (جو آیات کہ) اس باب میں (ہیں) کہ یتیموں کی (تمام) کارگزاری (عام اس سے کہ مہر و میراث کے متعلق ہو یا اور کچھ ہو) انصاف کے ساتھ کرو (یہ مضمون ہے ان آیات سابقہ کا پس وہ آیتیں اپنا مضمون اب بھی تمہارے ذمہ واجب کر رہی ہیں اور ان کا حکم بعینہ باقی ہے تم ان ہی کے موافق عمل رکھو) اور جو نیک کام کرو گے (نساء و یتامی کے بارہ میں یا اور امور میں بھی) سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں (تم کو اس کی جزائے خیر دینگے) اور جانتے تو ہیں غیر خیر کو بھی لیکن یہاں ترغیب خیر کی مقصود ہے اس لئے تخصیص کی گئی) **ف:** خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جو آیتیں اس بارہ میں پہلے آچکی ہیں جن کو تم وقتاً فوقتاً سنتے رہتے ہو وہ ان احکام کے باب میں اب بھی واجب العمل ہیں کوئی حکم جدید نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ یتامی نساء کے باب میں یہ آیت ہے **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقِيمُوا فِيهَا نِكَاحًا** جس کی وجہ نزول یہی ہے انصافی مہر کی تھی جس کو لا توثقون نہیں فرمایا اور اسی کے مقابلہ سے غیر مرغوبہ کے ساتھ نکاح نہ کرنا بھی مفہوم ہو سکتا ہے جس کو یہاں ترغیبوں میں فرمایا پس دونوں کا حوالہ اس آیت پر صحیح ہوا اور مستضعفین کے باب میں وہ آیت ہے **وَأَتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ** الخ اور قیام بالقسط اس سے بھی مفہوم ہوا اور آگے اور بھی تصریح ہے **وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ** الخ اور ان سب کی میراث مجملہ **لِلزَّوْجِ** الخ میں اور مفصلہ اس کے بعد **يُوصِيكُمُ اللَّهُ** میں مذکور ہے اور اس کے بعد نکاح سے روکنے کے لئے آیت **وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ** میں مصرح ہے جس کے عموم میں صورت مسئول عنہا بھی آگئی اور اسباب نزول کے سب سوالات کا جواب اس تقریر سے مفہوم ہو گیا۔

**ربط:** اوپر کی آیت میں عود تھا سابق کی طرف جس میں احکام نساء بھی تھے آگے بھی بعض احکام متعلق خاص نساء یعنی ازواج کی طرف عود ہے جس کا بیان حکم پانزدہم میں بعنوان اصلاح ہو چکا ہے پس گویا یہ اس کا تتمہ اور اصلاح کے بعض طرق کی تعیین ہے اور پٹھما میں اشارہ ہے کہ حکمین کا ہونا شرائط میں سے نہیں۔

### جواز صلح بین الزوجین:

**وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاقًا** (الہی قولہ) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا اور اگر کسی عورت کو (قرآن سے) اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی (اور کج ادائی) یا بے پروائی (اور بے رخی) کا ہو سو (ایسی حالت میں) دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں (یعنی عورت اگر ایسے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو اس کے پورے حقوق ادا

کرنا نہیں چاہتا اور اس لئے اس کو چھوڑنا چاہتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے مثلاً نان و نفقہ معاف کر دے یا مقدار کم کر دے اور اپنی باری معاف کر دے تاکہ وہ چھوڑے نہیں اور شوہر کو جائز ہے کہ اس معافی کو قبول کر لے) اور (نزاع یا فراق سے تو) یہ صلح (ہی) بہتر ہے اور (ایسی صلح ہو جانا کچھ بعید نہیں کیونکہ) نفوس کو (طبعاً) حرص کے ساتھ اقتران (و اتصال) ہوتا ہے (جب اس کی حرص پوری ہو جاتی ہے راضی ہو جاتا ہے پس شوہر جب دیکھے گا کہ میری مالی اور جانی آزادی میں جس کی کہ طبعی حرص ہے کچھ خلل نہیں آتا اور مفت میں عورت ملتی ہے تو وہ غالباً نکاح میں رکھنے پر راضی ہو جائے گا۔ اور عورت کی حرص نکاح میں رہنے پر خواہ کسی وجہ سے ہو ظاہر ہے کہ سبب اصلی ہے صلح کا پس جانبین کی خاص خاص حرص نے اس صلح کی تکمیل کر دی) اور (اے مردو) اگر تم (خود عورتوں کے ساتھ) اچھا برتاؤ رکھو (اور ان سے حقوق معاف کرانے کے خواہاں نہ ہو) اور ان کے ساتھ (کج ادائی اور بے رخی کرنے سے) احتیاط رکھو تو (تم کو بڑا ثواب ملے کیونکہ) بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں (اور اعمال نیک پر ثواب دیا کرتے ہیں) **ف:** اور **وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ** کی تقریر اس طرح بھی ہو سکتی ہے جگہ اور (گویا صلح تو ہو گئی لیکن اکثر ایسی صلح کا بقا کم ہوتا ہے کیونکہ) نفوس کو حرص کے ساتھ اقتران ہے (اس لئے بعد چندے پھر عجب نہیں کہ عورت کو اپنے حقوق کی حرص کا جوش اٹھے اور ادھر مرد کو اپنی آزادی کی حرص ہی ہے اس لئے عورت پھر اپنے حقوق کا مطالبہ کرے جیسا کہ اس کو شرعاً اجازت بھی ہے اور مرد ادا کرنا نہ چاہے اور نزاع پیدا ہو جس کا انجام وہی مفارقت) اور یہ فرمانا کہ گناہ نہیں اس لئے ہے کہ ظاہر نظر میں اس صلح میں شبہ ہوتا تھا کہ مشابہ رشوت کے ہے جس میں دونوں شخص گنہگار ہوتے ہیں اس لئے دونوں سے نفی گناہ کی کر دی۔

**مسئلہ:** اگر صلح میں کوئی ایسا امر شرط ٹھیرایا جو شرعاً ناجائز ہے تو صلح بھی ناجائز ہوگی مثلاً عورت سے کہا کہ اس شرط پر تجھ کو نکاح میں رکھتا ہوں کہ تیری بہن بھی میرے نکاح میں رہے گی یہ حرام اور باطل ہے اس لئے احقر نے صلح کے ترجمہ میں خاص طور کی قید لگا دی ہے۔

**مسئلہ:** نان و نفقہ اور باری کے قبیل سے جو حقوق عورت نے معاف کئے ہیں عورت کو ہر وقت اختیار ہے کہ آئندہ کے لئے ان حقوق کا پھر مطالبہ کرنے لگے اگر شوہر نکاح میں رکھنا چاہے گا تو ان حقوق کا ادا کرنا واجب ہوگا۔ حق ماضی کے سقوط سے مستقبل میں سقوط لازم نہیں۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ **وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ** نفس کے عموم سے آیت اس پر دال ہے کہ امور طبعیہ کا ملین سے بھی زائل نہیں ہوتے



سواگر کسی کامل میں ان کے کچھ آثار عود کر آویں تو یہ منافی کمال نہیں جب کہ اس پر اصرار نہ ہو۔

**اللفات:** فی الروح یفتیکم ای بین لکم حکمہ والافتاء اظہار المشکل علی السائل ۱۲۔

**النحو:** وما یتلی علیکم معطوف علی اللہ ولا یرد الجمع بین الحقیقۃ والمجاز فی معنی الافتاء لجوازه فی المجاز العقلی کذا فی الروح فی یتیمی النساء متعلق بقولہ یتلی۔ قولہ ان تنکحوا من عن ان کذا عن عائشۃ قولہ والمستضعفین عطف علی یتمی وکذا ان تقوموا فالمعنی ویتلی فی المستضعفین ویتلی فی قیامکم للیتامی فافہم ۱۲۔ قولہ احضرت فی الروح متعدد لاثین الاول هو النفس القائم مقام الفاعل والثانی الشح والمعنی احضر اللہ تعالیٰ النفس الشح اہ قلت وعلیہ ترجمت وفيہ یحتمل العکس ۱۲۔

**البلاغۃ:** قولہ فی النساء ولعل تخصیص النساء مع ان السؤال کما ورد فی سبب النزول وقع عن الولدان ایضا لان السؤال عن النساء کان اہم لجمعہن امرین مقصودین المال والجمال۔ قولہ یفتیکم لم یدکر معمولہ لاغناء ما نزل من الآیات السابقۃ عنہ ۱۲۔

**الروایات:** ذكرت فی المتن ۱۲۔ فی الباب روى ابو داؤد والحاکم عن عائشۃ والترمذی مثله عن ابن عباس قال فرقت سودۃ ان یفارقہا رسول اللہ ﷺ حين اسنت فقالت یومی لعائشۃ فانزل اللہ تعالیٰ وان امراۃ خافت واخرج سعید بن منصور عن سعید بن المسیب ان ابنۃ محمد بن مسلمۃ كانت عند رافع بن خدیج فکره منها امرا اما کبرا او غیرہ فاراد طلاقہا فقالت لا تطلقنی واقسم لی ما بدا لک فانزل اللہ تعالیٰ وان امراۃ۔ واخرج الحاکم عن عائشۃ قالت نزلت هذه الآیۃ والصلح خیر فی رجل كانت تحته امراۃ قد

ولدت منه اولادا فاراد ان یستبدل لها فراضته علی ان تقر عنده ولا یقیم لها۔ واخرج ابن جریر عن سعید ابن جبیر قال جائت امراۃ حین نزلت هذه الآیۃ وان امراۃ خافت قالت انی ارید ان تقسم لی من نفقتک وقد كانت رضیت ان یدعها فلا یطلقها ولا یاتیها فانزل اللہ واحضرت النفس الشح قلت وعلی الروایۃ الاخیرۃ فالظاهر ان یحمل قولہ تعالیٰ واحضرت علی تمہید العذر فی المماکسۃ والمشاقۃ کما فسر بہ بعضهم لکن یجوز ان یحمل علی التنبیہ للمرأة وتذکیرها ان النفس قد حضرها الشح فلاجلہ کان بعلک قد رضی فلوعدت لعاد فبقی حملہ علی تقریر الصلح علی حالہ ولو حمل الآیۃ علی المماکسۃ دون التقریر لا یحتاج الی هذا الترجیح الذی ارتکب تطبیقا للآیۃ علی الروایۃ بل یترک علی هذا الظاهر ولم توجب حمل الآیۃ علی التقریر روایۃ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی ما یتلی وہ آیات وما ورد من تخصیص آیۃ وان خفتم عن عائشۃ فلا ینفی غیرہا لانه لا منافاة بین تعدد اسباب النزول ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی نشوزاً او اعراضاً اور کج ادائی اور بے رشی عطف تفسیری وبہذہ الترجمة ظہر ان الاعراض اخف من النشوز ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی صلحا خاص طور اشار الی ان صلحا مفعول مطلق من غیر باب الفعل والتنوین فیہ للتنويع وتفسیرہ الصلح المشروع ۱۲۔ ۴۔ قولہ قبل احضرت بعید نہیں ففی هذه الجملة تقریر عادى للصلح کما ان فی السابقۃ تقریرا شرعیا لہ ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی احضرت طبعاً ولا ینافی کونہ مغلوباً بامر غالب علیہ کما فی المرتاضین ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی تحسنوا الی مردوفیس فیہ تغلیب خصہم بالخطاب لان المذکور فیما قبل نشوزہم واعراضہم ۱۲۔ ۷۔ قولہ قبل ان اللہ ثواب اشار الی حذف الجزاء واقامة سبب مقامہ ۱۲۔



وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ

اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیویوں میں برابری رکھو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر میں لگی ہو اور اگر اصلاح کر لو اور احتیاط رکھو

تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا

بلکہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۔ اور اگر دونوں میں ایسی جدائی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاج کر دیگا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے اور بڑے حکمت

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ وَإِنْ

والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملک میں جو چیزیں کائناتوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں۔ اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور تم کو بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور

تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

اگر تم نہ پاسا کر دو گے تو اللہ تعالیٰ کی ملک میں جو چیزیں کائناتوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کے جہنم نہیں خواہی ذات میں محمود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ملک میں جو چیزیں

وَكُفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ إِنَّ يَأْتِيَنَّكُم بِهَا الْتَّاسُ وَيَأْتِ بِالْآخِرِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ قَدِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ

کائناتوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں۔ اگر ان کو منظور ہوتا ہے تو تم سب کو فدا کر دیں اور دوسروں کو موجود کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ جو شخص

ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا

دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر نشوز و اعراض زوج کے متعلق مضمون مذکور تھا اور اس کے بعد چند صورتیں محتمل ہیں۔ ایک یہ کہ تصالح ہو جاوے جو آیت بالا کا اصل مقصود تھا دوسرے یہ کہ مرد اپنے نشوز و اعراض سے باز آ جاوے جس کی ترغیب **وَإِنْ تُحْسِنُوا** میں تھی۔ تیسرے یہ کہ نہ تصالح ہو اور نہ مرد باز آوے بلکہ تفریق ہو جاوے پس آگے ان بقیہ اخیر کے دونوں احتمالات کے متعلق مضمون ہے۔ احتمال ثانی کے متعلق تو آئے **وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا** الخ میں کہ اگر رغبت قلبی پر اختیار نہیں تو حقوق اختیار یہ تو ادا کرنا ضرور ہے اور چونکہ اکثر بے رغبتی کا سبب دوسری بی بی کا غلبہ محبت ہوتا ہے۔ اس لئے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ حکم مذکور عام ہے۔ اور احتمال ثالث کے متعلق آئے **وَإِنْ يَتَفَرَّقَا** الخ میں۔

**ایجاب حقوق شرعیہ زوجہ:**

**وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ** (الی قولہ تعالیٰ) **فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا** اور (عادۃ) تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیویوں میں (ہر طرح سے) برابری رکھو (حتی کہ رغبت قلب میں بھی) گو (اس برابری کو) تمہارا کتنا ہی جی چاہے (اور تم کتنی ہی اس میں کوشش کرو لیکن چونکہ قلب کا میلان غیر اختیاری ہے اس لئے اس پر قدرت نہیں گوا تھا قایلا اختیار کہیں برابری ہو ہی جاوے تو اس کی نفی آیت میں مقصود نہیں۔ غرض جب یہ اختیار میں نہیں تو تم

اس کے مکلف نہیں لیکن اس کے غیر اختیاری ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ظاہری حقوق بھی اختیاری نہ رہیں بلکہ وہ تو اختیاری ہیں جب وہ اختیاری ہیں (تم پر واجب ہے کہ) تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ (بالکل کا مطلب یہ کہ باطن سے بھی جس میں معذور تھے اور ظاہر سے بھی جس میں مختار ہو یعنی حقوق شرعیہ میں اس سے نشوز و اعراض نہ کرو) جس سے اس (مظلومہ) کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر (یعنی بیچ) میں لگی ہو (یعنی نہ تو اس کے حقوق ادا کئے جاویں کہ خاوند والی سمجھی جاوے اور نہ اس کو طلاق دی جاوے کہ بے خاوند والی کہی جاوے بلکہ رکھو تو اچھی طرح رکھو) اور (رکھنے کی صورت میں جو زمانہ ماضی میں کچھ ناگوار معاملات ان سے کئے گئے) اگر (ان معاملات کی فی الحال) اصلاح کر لو اور (آئندہ زمانہ میں ایسے معاملات سے) احتیاط رکھو تو (وہ امور گزشتہ معاف کر دیئے جاویں گے کیونکہ) بلکہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں (چونکہ اصلاح و نوب متعلقہ بحقوق العباد کی ان عباد کے معاف کرنے سے ہوتی ہے۔ پس اصلاح میں یہ معافی بھی آگئی۔ اس کے وقوع کے بعد توبہ شرعاً صحیح ہوگئی اس لئے مقبول ہوگئی) **ف:** اس آیت کے متعلق سورہ نساء کے شروع میں زیر آیت **فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا** الخ کچھ بحث گزر چکی ہے اس کو ملاحظہ فرمایا جاوے۔

**ربط:** آیت بالا کی تمہید میں مذکور ہو چکا۔



## انجام تفریق:

وَلَنْ يَنْفَعَكَ اِيْمَانُكَ كَلَّا فَمَنْ سَعَتْهُ وَكَانَ اللَّهُ وَاِسْعًا حَكِيمًا اور اگر دونوں میاں بی بی (میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور دونوں) جدا ہو جاویں (یعنی خلع یا طلاق ہو جاوے) تو (کوئی ان میں سے خواہ مرد اگر اس کی زیادتی ہے یا عورت اگر اس کی کوتاہی ہے یوں نہ سمجھے کہ بدوں میرے اس دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنی وسعت (قدرت) سے (دونوں میں سے) ہر ایک کو (دوسرے سے) بے احتیاج کر دے گا (یعنی ہر ایک کا مقدر کام بے دوسرے کے چل جاوے گا) اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے اور بڑے حکمت والے ہیں (ہر ایک کیلئے مناسب سبیل نکال دیتے ہیں) ربط: یہاں تک احکام مختلفہ کا بیان فرما کر آگے ان احکام کی بجا آوری کی تاکید خاص اہتمام سے فرماتے ہیں کہ اول موافقت کا حکم فرمایا اِثْقُوا اللّٰهَ میں اور اس کی تسبیل کے لئے مِنْ قَبْلِكُمْ کو یاد دلایا پھر مخالفت سے روکا اِنْ تَكْفُرُوا يَحْذَفْ جزا میں۔ پھر غیر اللہ کا اندیشہ کہ بعض اوقات احکام میں کوتاہی کا وہ بھی سبب ہوتا ہے دل سے دور کیا۔ کَفَى بِالْمُشْرِكِيْنَ اور تینوں مضمونوں پر استدلال فرمایا اپنے مالک سموات وارض ہونے سے کیونکہ ایسا مالک واجب الموافقت بھی ہوگا محرم المخالفت بھی ہوگا اور واجب التوکل بھی ہوگا۔ اور اِنْ تَكْفُرُوا کے مضمون جزاء محذوف پر غَنِيًّا حَمِيدًا سے دلالت فرمائی گئی۔ پھر دین کی خدمت کو غنیمت سمجھنا بصورت امتنان ارشاد فرمایا۔ اِنْ يَشَأْ اَلْحِمْ میں تاکہ اس خوف سے کہ کہیں دوسرے سے یہ کام نہ لے لیا جاوے دوزیں گے۔ پھر دین کا اصلی ثمرہ آخرت میں ملنا ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيدُ میں کیونکہ بعض اوقات دنیا میں ثمرہ نہ ملنے سے بھی احکام میں سستی ہو جاتی ہے پس یہ کل پانچ مضمون ختم رکوع تک ہوئے جن سے نہایت اہتمام کے ساتھ بجا آوری احکام کی تاکید ہو گئی۔

## اہتمام بلغ و تاکید امثال احکام:

وَلَنْ يَنْفَعَكَ اِيْمَانُكَ كَلَّا فَمَنْ سَعَتْهُ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا اور اللہ تعالیٰ کی ملک میں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں (تو ایسے مالک کے احکام کا ماننا بہت ہی ضروری ہے) اور (بجا آوری احکام کا خطاب خاص تم ہی کو نہیں ہوا بلکہ) واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے کتاب (آسمانی یعنی توراۃ وانجیل) ملی تھی اور تم کو بھی (حکم دیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو (جس کو تقویٰ کہتے ہیں جس میں تمام احکام کی موافقت داخل ہے اسی لئے اس سورت کو تقویٰ سے شروع کر کے اس کی تفصیل میں مختلف احکام لائے ہیں) اور (یہ بھی ان کو اور تم کو سنایا گیا کہ) اگر تم ناپاسی کرو گے (یعنی مخالفت احکام کی کرو گے) تو

(خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں ہاں تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کی (تو) ملک میں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں (ایسے بڑے سلطان کا کیا ضرر ہوگا البتہ ایسے بڑے سلطان کی مخالفت بلا شک مضر ہے) اور اللہ تعالیٰ کسی (کی اطاعت) کے حاجتمند نہیں (اور) خود اپنی ذات، میں محمود (وکامل الصفات) ہیں (پس کسی کی مخالفت سے ان کی صفات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا) اور اللہ ہی کی ملک میں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور (جب وہ ایسے قادر مختار ہیں تو اپنے اطاعت گزار بندوں کیلئے وہ) اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں (پس ان کی کارسازی کے ہوتے ہوئے ان کے مطیعوں کو کون ضرر پہنچا سکتا ہے پس کسی سے ڈرنا نہ چاہئے اور اللہ تعالیٰ جو تم کو دین کے کام بتلا رہے ہیں تو تمہاری ہی سعادت کے لئے ورنہ وہ دوسروں سے بھی کام لے سکتے ہیں کیونکہ ان کی ایسی قدرت ہے کہ) اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو تم سب کو فنا کر دیں اور دوسروں کو موجود کر دیں (اور ان سے کام لے لیں جیسا دوسری آیت میں ہے اِنْ تَتُوبَا اِلَيْهِ سَتُبْدِلَ اَلْخِ) اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں (پھر ایسا جو نہیں کیا تو ان کی عنایت ہے امثال امر کو غنیمت سمجھ کر سعادت حاصل کرو اور دیکھو دین کے کام کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے دنیا میں نہ ملنے سے بد دل نہ ہونا بلکہ) جو شخص (دین کے کام میں) دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو تو (وہ بڑی غلطی میں ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کے پاس (یعنی ان کی قدرت میں) تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ (موجود) ہے (جب ادنیٰ اعلیٰ دونوں پر ان کی قدرت ہے تو اعلیٰ ہی چیز کیوں نہ مانگی جاوے) اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (سب کے اقوال اور درخواستوں کو دنیا کی ہوں یا دین کی سنتے ہیں اور سب کی نیوٹوں کو دیکھتے ہیں۔ پس طالبان آخرت کو ثواب دیں گے اور طالبان دنیا کو آخرت میں محروم رکھیں گے پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنا چاہئے البتہ دنیا کی حاجت مستقل طور پر مانگنا مضائقہ نہیں لیکن عبادت میں یہ قصد نہ کرے)۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ اَلْحِ آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عمل کے اعلیٰ درجہ پر قدرت نہ ہو اسکے ادنیٰ ہی درجہ پر عمل کر لے اعلیٰ پر قادر ہونے کے انتظار میں نہ رہے۔ بعض لوگوں کی عمر اسی انتظار میں فنا ہو جاتی ہے اور ادنیٰ سے بھی محروم رہتے ہیں۔ (قوله تعالى) مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ دُنْيَا اپنے عموم و مفہوم سے ہر عاجلہ غیر مامورہ بالحوصل کو شامل ہے اور اس عموم میں ثمرات باطنیہ عاجلہ بھی داخل ہو گئے تو آیت ان ثمرات کے مقصود و مراد بعمل ہونے پر انکار کرتی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۴۱۵ پر)



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ

اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم رہنے والے گواہی دینے والے ہو اگر چاہی ہی ذات پر ہو یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں

غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوْا أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ

کیساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ دونوں کیساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع مت کرنا۔ اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی

خَيْرًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ

کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان

مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔

کرتے ہو) سو تم (اس شہادت میں) خواہش نفس کا اتباع مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کرو گے (یعنی غلط اظہار کرو گے) یا پہلو تہی کرو گے (یعنی شہادت کو مائلو گے) تو (یاد رکھنا کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

**ربط :** اوپر زیادہ حصہ احکام فرعیہ کا مذکور ہوا ہے اور ایمان و کفر کے مباحث کہیں کہیں معاملات مع الخافین کے ضمن میں آگئے ہیں آگے یہ مباحث قدرے تفصیل سے مذکور ہوتے ہیں اور ختم سورت کے بالکل قریب تک چلے گئے ہیں۔ ترتیب بیان میں اول ایمان معتبر عند الشرع کا بیان ہے پھر کفار کے مختلف فرقوں کی مذمت عقائد میں بھی اور بعض اعمال میں بھی جو کہ فساد عقائد پر دال ہیں۔

**ایمان معتبر عند الشرع:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (الہی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا اے ایمان والو (یعنی جو مجملًا ایمان لا کر اس زمرہ مؤمنین میں داخل ہو چکے ہیں) تم (عقائد ضروریہ کی تفصیل سن لو کہ) اعتقاد رکھو اللہ کی (ذات و صفات کے) ساتھ اور اس کے رسول (محمد ﷺ کی رسالت) کے ساتھ اور اس کتاب (کے حق ہونے) کے ساتھ جو اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) اپنے رسول (یعنی محمد ﷺ) پر نازل فرمائی اور ان کتابوں (کے حق ہونے) کیساتھ (بھی) جو کہ (رسول اللہ ﷺ سے) پہلے (اور نبیوں پر) نازل ہو چکی ہیں (اور رسول اللہ ﷺ اور کتب سابقہ پر ایمان لانے میں ملائکہ اور باقی انبیاء علیہم السلام اور یوم قیامت پر ایمان رکھنا بھی داخل ہو گیا) اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی ذات یا صفات) کا انکار کرے اور اسی طرح جو (اس کے فرشتوں کا) انکار کرے (اور اسی طرح جو) اس کی کتابوں کا (جس میں قرآن بھی آگیا انکار کرے) اور (اسی طرح جو) اس کے رسولوں کا (جن میں

**تفسیر: ربط:** اوپر احکام مختلفہ کا بیان ہوا ہے جن میں بعض معاملات بھی تھے جس میں صاحب معاملہ کو بھی اور اگر کبھی اختلاف پڑے تو فیصل کنندہ کو بھی عدل کی رعایت کی اور دوسرے جو اس کی حقیقت پر مطلع ہیں ان کو شہادت میں اظہار حق کے لحاظ کی ضرورت ہے۔ اس لئے آگے قیام بالعدل اور شہادت بالحق کو واجب فرماتے ہیں پس گویا یہ مضمون تمام احکام سابقہ کا موکد اور مکمل ہے و نیز یتامی کے باب میں قسط اور حکم بین الناس کے وقت عدل اور یتامی کے اموال سپرد کرنے کے وقت شہاد اور قصہ بنی امیرق میں بعض لوگوں کی ناحق طرفداری کے مضامین مذکور ہو چکے ہیں ان مضامین کے ساتھ آیت کو خاص مناسبت ہے۔

**ایجاب عدل و اظہار حق:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (الہی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا اے ایمان والو (تمام معاملات میں ادا کے وقت بھی اور فیصلہ کے وقت بھی) انصاف پر خوب قائم رہنے والے (اور اقرار یا شہادت کی نوبت آوے تو) اللہ (کی خوشنودی) کیلئے (سچی) گواہی (اور اظہار) دینے والے رہو اگر چہ (وہ گواہی اور اظہار) اپنی ہی ذات پر ہو (جس کو اقرار کہتے ہیں) یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو (اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو یا یہ کہ یہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کر دیں تم کسی کی امیری غریبی کو نہ دیکھو کیونکہ) وہ شخص (جس کے خلاف گواہی دینی پڑیگی) اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق (اتنا تعلق تم کو نہیں کیونکہ تمہارا تعلق جس قدر ہے وہ بھی ان ہی کا دیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے وہ تمہارا دیا ہوا نہیں پھر جب باوجود تعلق قوی کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اسی میں رکھی کہ اظہار حق کیا جاوے تو تم تعلق ضعیف پر ان کی ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال



رسول ﷺ بھی داخل ہیں انکار کرے) اور (اسی طرح جو) روز قیامت کا (انکار کرے) تو وہ شخص گمراہی میں (حق یعنی علم واقعی سے اور مقصد یعنی نجات سے بھی) بڑی دور جا پڑا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَكُلُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ آیت اپنے اطلاق سے اس پر دل ہے کہ قبول حق سے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے سے استنکاف نہ کرے اگرچہ اپنے سے کم رتبہ شخص کے متنبہ کرنے سے ہو علماء قشر و مشائخ رسم کی طرح تمویہ و تاویل نہ کرے کہ مثلاً اس کا کبر ہے۔ قوله تعالى إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا آیت اس شخص کے طریق پر بھی رد کرتی ہے جو مطلقاً فقیر کو غنی پر ترجیح دینے پر فخر کرتے ہیں حالانکہ بہت سے غنی متواضع اور تابع للحق ہوتے ہیں اور بہت سے فقیر ظالم متکبر ہوتے ہیں سو حق تعالیٰ دونوں کے بارے میں عدل ہی کو پسند کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے فلا تتبعوا الهوى ان تعدلوا۔ قوله تعالى يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ آیت البالغۃ ۱۲ دل ہے اس پر کہ یقین کے مراتب غیر متماہی بمعنی لا تقف عند حد ہیں ہر مرتبہ والا آئندہ مرتبہ کے تحصیل کا مامور ہے۔ اسی سے کہا گیا ہے اے برادر بے نہایت درگمبست ہر چہ بروئے میری بروئے مالیت

**البلاغۃ:** اتی بکلمۃ اوفی او الوالدین وبکلمۃ الواو فی والاقرین للمقابلۃ فی الاول وعدمہا فی الثانی ۱۲۔

**الروایۃ:** فی الروح اخراج ابن جریر عن السدی نزلت (ای آیت یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین الخ) فی النبی ﷺ اختصم الیہ رجلان غنی وفقیر فکان خلقہ مع الفقیر یری ان الفقر لا یظلم الغنی فابی اللہ تعالیٰ الا ان یقول بالقسط۔ قلت اما النزول فی الواقعة فلیس بمنکر واما حکایۃ الرویۃ فلعلہ ظن من غیر مستند و ان مسلم فلا یلزم انہ لو لم تنزل الآیۃ لم یقسط وحاشاہ عن ذلک واما فائدۃ النزول فلا ینحصر فی التنبیہ علی ما لم یتنبہ لہ بل یمکن ان یمکن لتاکید التنبیہ فافہم ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی قوامین اور فیصلہ لانہ عام لصاحب المعاملۃ والحکام کما اشیر الیہ فی التمهید ۱۲۔ ۲۔ قوله فی شہداء اور اشارۃ الی کونہ خبر ابعد خبر ۱۲۔ ۳۔ قوله فی شہداء کجی بدل علیہ للہ ۱۲۔ ۴۔ قوله ہناک اظہار زادہ توضیحاً وموافقة لمحاورۃ الزمان ۱۲۔ ۵۔ قوله قبل ان یمکن اس کو نفع پہنچانا چاہئے الخ فان اثر ہذہ الشہادۃ ہو ایصال النفع الی الغنی بالذات واما الانتفاع برضاه فهو اثر بالعرض وان کان الامر باعتبار القصد بعکسہ فان الاثر بالعرض هو المقصود بالذات وبالعکس وانما احتیج الی ہذا التقریر لتلا یشکل توجیہ ظاہر قوله تعالیٰ فاللہ اولیٰ بہما فانہ یفہم منہ ان الشاہد راعی نفع الغنی فیما اذا کان المشہود علیہ غنیاً والحال انہ راعی نفسہ فی رضاه وبتقریری ہذا لم یبق اشکال فافہم وبقولی فی ہذا التمهید یہ خیال نہ کرو الخ اشارۃ الی حذف الجزاء ای فلاتراعوا نفعہما فان اللہ اولیٰ بہما ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ان یمکن جس کے خلاف الخ اشار الی ان المرجع هو المشہود علیہ ۱۲۔

۷۔ قوله فی فان اللہ یارکھنا اشارۃ الی حذف الجزاء ۱۲۔ ۸۔ قوله فی امنوا آمنوا بجملاً وتفصیل فلا یلزم تحصیل الحاصل ۱۲۔ ۹۔ قوله بعد من قبل اور رسول اللہ ﷺ الی ہو گیا فلا یفوت المقابلۃ بین اجزاء المؤمن بہ والمکفور بہ ولا ظہار المقابلۃ قال فی کتبہ جس میں قرآن وفی رسلہ جس میں رسول اللہ ﷺ الخ اما نکتۃ اختلاف العنوان فی الموضعین فالوجه ان یقال انہ من باب الضن فی الاسالیب والزیادۃ لمجرد المبالغۃ ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی ملککہ وما بعدہ اور اسطرخ الخ اشارۃ الی ان المعنی ومن یکفر بشئی من ذلک لان الکفر لا یتوقف علی انکار کل واحد ۱۲۔

**حاشیہ:** قوله فی الکتب الذی انزل من قبل ان اشارۃ الی کون اللام للجنس ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۴۱۳) **البلاغۃ:** قوله للہ ما فی السموات فیہ تکرار لفظاً لا معنی لان لہ فی کل محل فائدۃ اخرى بینہا باحسن تفصیل ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی العنوان ایجاب لم یعنون بعد انکم لذكرہ فی فان خفتم ان لا تعدلوا وكذا ما بعدہ لانہ لیس بانشاء بل اخبار من الاغناء ۱۲۔ ۲۔ قوله فی حرصتم مقصود نہیں فلا یرد المساوۃ فی المحبۃ لو وجد ۱۲۔ ۳۔ قوله فی الميل ایک طرف ای الی المرغوبۃ اخذتہ من الخازن وقیل عن المرغوب عنها ویمکن اعتباره فی ترجمتی لان احد المیلین یستلزم الآخر ۱۲۔ ۴۔ قوله فی فتذروہا جس سے ہو مدلول الفاء ۱۲۔ ۵۔ قوله ہناک مظلوم اشارۃ الی ان العائد ہی الممال عنها ۱۲۔ ۶۔ قوله فی یتفرقا خلق یطلق والاول فعل المرأۃ والثانی فعل الرجل ومن ثم استحسن الاسناد الیہما ۱۲۔ ۷۔ قوله بعدہ یوں نہ سمجھے حملتہ علی الزجر عن المفارقة وحمل بعضهم علی التسلیۃ فیکون تقریر الترجمة ہکذا یوں نہ سمجھے کہ بدوں اس کے میرا کام نہ چلے گا۔ والاول کما تری اولیٰ بالمقام ۱۲۔ ۸۔ قوله فی سعته قدرت کذا فی الروح ۱۲۔ ۹۔ قوله فی یغن اللہ ہر ایک کا الخ ویتاید بروح المعانی۔ ومن فسر الغنی بالزوجة لہ والزوج لہا قید بالمشیۃ ۱۲۔

۱۰۔ قوله فی ان تکفروا اور یہ بھی ان کو اور تم کو الخ اشارۃ الی انہ معطوف علی وصینا بتقدیر قلنا ای وصینا وقلنا لکم ولہم کذا فی الروح ۱۲۔

۱۱۔ قوله ہناک ناساں لمجینہ فی مقابلۃ التقویٰ الذی یعم الاصول والفروع فکذا مقابلہ ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی فعند اللہ بڑی غلطی میں ہے اشارۃ الی حذف جزاء من کان ای من کان یرید ففی رایہ فساد والمذکور دلیل علیہ اے لان عند اللہ کلا الطلبین فما لہ یوتر الادنی علی الذی ہو خیر ۱۲۔



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَدَّوْا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے۔ اور نہ ان کو راست

سَبِيلًا ۝ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ يُبْتَغُونَ

دکھائیں گے۔ منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے جن کی یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس

عِنْدَهُمُ الْعِزَّةُ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ

معزز رہنا چاہتے ہیں سوا عزت تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ

پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کر دیں کہ اس حالت میں تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سبکو

فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فِتْنَةٌ مِنْ اللَّهِ قَالَُوا لَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ

دوزخ میں جمع کر دیں گے۔ وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح من جانب اللہ ہو گئی تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو

وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۚ قَالُوا لَمْ نَسْتَعِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُمُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ

کچھ حاصل کیا تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچائیں لیا۔ سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں فیصلہ فرمادیں گے۔

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى

اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرمادیں گے۔ بلاشبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور

الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ

جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کالی کیسا تھکڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر، معلق ہو رہے ہیں دونوں کے

وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝

درمیان میں، نہ ادھر نہ ادھر۔ اور جسکو خدا تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں ایسے شخص کیلئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے۔

**تفسیر: ربط:** اوپر اہل کفر کی مذمت اجمالاً مذکور ہوئی ہے آگے تفصیل

ہے سو ان میں ایک فرقہ مرتدین کا ہے جس کا اول بیان ہوتا ہے۔

**زم مرتدین:**

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا (السی قولہ تعالیٰ) وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا بلاشبہ

جو لوگ (پہلے تو) مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے (اور اس

بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلا ارتداد معاف ہو جاتا بلکہ) پھر کافر

ہو گئے پھر (مسلمان ہی نہ ہوئے ورنہ پھر بھی ایمان مقبول ہو جاتا بلکہ) کفر

میں بڑھتے چلے گئے (یعنی کفر پر دم مرگ تک ثابت اور دائم رہے) اللہ تعالیٰ

ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کو (منزل مقصود یعنی بہشت کا) رستہ

دکھائیں گے (کیونکہ مغفرت اور جنت کے لئے موت علی الایمان شرط ہے)

**ف:** جو ایک بار مرتد ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس پر قائم رہنے سے مغفرت

و جنت سے محروم ہے یہاں ارتداد ثانی کا ذکر بطور قید کے نہیں بلکہ بعض لوگوں

نے نزول آیت کے زمانہ میں ایسا کیا تھا اس لئے اس عنوان سے ذکر کیا گیا۔

**ربط:** اوپر مرتدین کا ذکر تھا ایک فرقہ اہل کفر میں منافقین کا تھا آگے ان کا ذکر ہے۔

**زم منافقین:**

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (السی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے (آخرت میں) بڑی

دردناک سزا (تجویز کی گئی) ہے جسکی یہ حالت ہے کہ (عقائد تو اہل ایمان

کے نہ رکھتے تھے مگر وضع بھی اہل ایمان کی نہ رکھ سکے چنانچہ) کافروں کو



دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس (جا کر) معزز رہنا چاہتے ہیں سو (خوب سمجھ لو کہ) اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے (وہ جس کو چاہیں دیں پس اگر خدا تعالیٰ ان کو یا جن سے جا جا کر دوستی کرتے ہیں ان کو اعزاز نہ دیں تو کہاں سے معزز بن جاویں گے) **ف:** چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلدی ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سب کو ذلیل و خوار فرمادیا منافقین کا ملنا کفار سے اس غرض سے تھا کہ مسلمانوں کے اس طرح غالب آنے کی ان کو توقع نہ تھی۔ یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ تو رہنا ہوگا ان یہود یا مشرکین کے ساتھ ان سے کیوں بگاڑ کیا۔

**و ب:** اوپر کی آیت میں منافقین کا کفار سے دوستی کرنا مذکور تھا آگے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے علی الاطلاق آیت لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ اَوْلِيَاءَ میں اور ان کے کفریات کے مشغلہ کے وقت ظاہری مجالست سے بھی جو کہ زیادہ موجب معصیت ہے آیت فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ میں ممانعت فرماتے ہیں اور مجاہدین کے ساتھ منافقین کو بھی فحوائض آیت اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ سے شامل فرماتے ہیں اور ساتھ ساتھ منافقین کے قبائح کا اظہار بھی فرماتے جاتے ہیں جس سے مقصود مقام اور موکد ہو جاوے۔

نہی از مجالست کفار ہنگام تذکرہ کفریات:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكَ فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَتَمَنَّوْا مَعَهُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَالْتَمِذُوْهُمْ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا اور (اے مسلمانو! دیکھو تم منافقین کی طرح کفار کے ساتھ خصوصیت مت رکھنا خاص کر جس وقت وہ کفریات کا تذکرہ کرتے ہوں چنانچہ اس سورت مدنیہ کے قبل بھی) اللہ تمہارے پاس یہ فرمان (سورہ انعام میں جو مکہ ہے) بھیج چکا ہے (جس کا حاصل یہ ہے) کہ جب (کسی مجمع میں) احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہو اسنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کریں (اور یہ مضمون اس آیت کا حاصل ہے وَلِاِذَا اُتِيتِ الَّذِيْنَ يَخْتَصِمُوْنَ السَّخِ سُو یہ استہزاء کر نیوالے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود تو علانیہ اور منافقین صرف غرباء و ضعفاء مسلمین کے روبرو پس جس طرح وہاں مشرکین کی مجالست ایسے وقت میں ممنوع تھی۔ یہاں یہود اور منافقین کی مجالست سے نہی ہے اور یہ ممانعت ہم اس لئے کرتے ہیں کہ) اس حالت میں تم بھی (گناہ میں) ان ہی جیسے ہو جاؤ گے (گو دونوں کی خصوصیت میں فرق ہو کہ ایک گناہ کفر کا ہے دوسرا فسق کا اور اس ممانعت مجالست میں مجاہد کفار اور منافقین سب برابر ہیں کیونکہ علت اس کی خوض فی

الکفر ہے اور اس خوض کا منشا کفر ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں چنانچہ سزائے کفر یعنی کندہ دوزخ ہونے میں بھی دونوں برابر ہونگے کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کر دیں گے (اور) وہ (منافقین) ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر (اور آرزو مند) رہتے ہیں پھر (ان کے اس انتظار کے بعد) اگر تمہاری فتح من جانب اللہ ہو گئی تو (تم سے آکر) باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ (جہاد میں شریک) نہ تھے (کیونکہ نام چارہ کو تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو) اور اگر کافروں کو (غلبہ کا) کچھ حاصل گیا (یعنی وہ اتفاق سے غالب آئے) تو (ان سے جا کر) باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے (مگر ہم نے قصداً تمہارے غالب کرنے کیلئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی) اور کیا ہم نے (جب تم مغلوب ہونے لگے تھے تو) تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا (اس طرح کہ ان کی مدد نہ کی اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی۔ مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے ہم کو بھی کچھ دلاؤ غرض دونوں طرف ہاتھ مارتے ہیں) سو (دنیا میں گو اظہار اسلام کی برکت سے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن) اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں (عملی) فیصلہ فرما دیں گے اور (اس فیصلہ میں) ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرما دیں گے (بلکہ کفار مجرم قرار پا کر دوزخ میں جاویں گے اور مسلمان اہل حق ثابت ہو کر جنت میں جاویں گے اور فیصلہ عملی یہی ہے)

**ف:** اس کو فیصلہ فرمایا حالانکہ فیصلہ اختلاف کی صورت میں ہوتا ہے سو وہ اختلاف گو بوجہ نفاق کے گفتگو میں کم آتا تھا لیکن عقائد و مسلک تو مختلف تھے ہی اور وہ اس مسلک پر اس لئے نازاں تھے کہ دنیا میں بھی امن اور آخرت میں بھی نجات اس کا عملی فیصلہ وہاں ہو جاوے گا اور عملی کی قید اس لئے ہے کہ دلائل حق و باطل کے تو یہاں بھی واضح ہیں اور لَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ میں یہ قید ظاہر کر دی کہ اس فیصلہ میں۔ اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ دنیا میں تو کفار کا ہے مسلمانوں پر غالب ہو جاتے ہیں۔ **ف:** مسئلہ اہل باطل کے ساتھ مجالست کی چند صورتیں ہیں۔ اول ان کے کفریات پر رضا کے ساتھ یہ کفر ہے۔ دوم اظہار کفریات کے وقت کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر یہ فسق ہے۔ سوم کسی ضرورت دنیوی کے واسطے یہ مباح ہے۔ چہارم تبلیغ احکام کیلئے یہ عبادت ہے۔ پنجم اضطرار و بے اختیاری کے ساتھ اس میں معذور ہے۔

**و ب:** آگے بھی تمہارے قبائح منافقین کا۔



## تمتہ قبائح منافقین:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَلِيعُهُمْ (الی قولہ) وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ يَجِدَ لَهُ سَبِيلًا بلاشبہ منافق لوگ (اظہار ایمان میں) چال بازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور (گو ان کا یہ اعتقاد نہ ہو مگر ان کی یہ کارروائی مشابہ اسی کے ہے کہ جیسا یہی اعتقاد ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور (چونکہ دل میں ایمان تو ہے نہیں اور اس لئے نماز کو نہ فرض سمجھیں نہ اس میں ثواب کا اعتقاد رکھیں اسلئے) جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں (کیونکہ نشاط اعتقاد اور امید سے پیدا ہوتا ہے) صرف آدمیوں کو (اپنا نمازی ہونا) دکھاتے ہیں (تاکہ مسلمان سمجھیں) اور (چونکہ محض نماز کا نام ہی کرنا ہے اس لئے اس نماز میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر (زبانی) بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (یعنی محض صورت نماز کی بنا لیتے ہیں جس میں نماز کا نام ہو جاوے اور عجب نہیں کہ صرف اٹھنا بیٹھنا ہی ہوتا ہو کیونکہ جہر کی ضرورت تو بعض نمازوں میں امام کو ہوتی ہے امامت تو ان کو کہاں نصیب ہوتی مقتدی ہونے کی حالت میں اگر کوئی بالکل نہ پڑھے فقط لب ہلاتا رہے تو کسی کو کیا خبر ہو تو ایسے بد اعتقادوں سے کیا بعید ہے کہ زبان بھی نہ ہلتی ہو) معلق ہو رہے ہیں دونوں کے (یعنی کفار و مومنین کے) درمیان میں نہ (پورے) ادھر نہ (پورے) ادھر (کیونکہ ظاہر میں مومن تو کفار سے الگ اور باطن میں کافرو تو مومنین سے الگ) اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں (جیسا ان کی عادت ہے کہ عزم فعل کے وقت اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں) ایسے شخص کے (مومن ہونے کے) لئے کوئی سبیل (یعنی راہ) نہ پاؤ گے (مطلب یہ کہ ان منافقین کے راہ پر آنے کی امید مت رکھو اس میں منافقین کی تشبیح ہے اور مومنین کی تسلی کہ ان کی شرارتوں سے رنج نہ کریں) ہ: جس کسل کی یہاں مذمت ہے وہ اعتقادی کسل ہے اور جو باوجود اعتقاد صحیح کے کسل ہو وہ اس سے خارج ہے پھر اگر کسی عذر سے ہو جیسے مرض و تعب وغلبہ نوم تب تو قابل ملامت بھی نہیں اور اگر بلا عذر ہو تو قابل ملامت ہے۔

## مسائل السلوك:

قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ سَبِيلٌ كَرِهُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَدْبَوْا كُفْرًا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ سَبِيلٌ لِيُغْفَرَ لَهُمْ وَلَا يُهْدَىٰ بِهِمْ سَبِيلٌ كَرِهُوا المعاني میں ہے کہ یہ مقصود نہیں کہ اگر اخلاص کے ساتھ ایمان لاویں تب بھی مقبول نہیں۔ بلکہ مقصود اس نفی سے اس کے وقوع کا استبعاد ہے کہ بار بار ارتداد کرنے سے اور اس پر اصرار کرنے سے عادت قلب مسخ ہو جاتا ہے جس کے بعد اکثر ایمان کی توفیق نہیں ہوتی تاکہ اس پر مغفرت اور ہدایت طریق جنت کی مرتب ہو آہ اور اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ جو شخص طریق قوم کو اختیار

کر کے اس سے اعراض کرے اور اس طرح بار بار اختیار اور اعراض کیا کرے اور اس کو ایک ملعبہ بنالے تو مشاہدہ میں آیا ہے کہ اکثر ایسے شخص کو خذلان ہوتا ہے اور خیر و صلاح کی توفیق نہیں ہوتی۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور (قوله تعالى) لِيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا اس میں طلب جاہ کے مذموم ہونے پر صریح دلالت ہے۔

قوله تعالى فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ اس پر دال ہے کہ مخالف طریق کے ساتھ مجالست کرنا قبیح ہے خصوص جس وقت میں وہ خلاف کا اظہار بھی کرے۔ قوله تعالى إِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالٍ يُرَاءُونَ النَّاسَ کسل کا ریا کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ کسل سے مراد کسل اعتقادی ہے نہ کہ کسل طبعی و طبعی پر ملامت نہیں اور جس کو اسکی تحقیق نہیں وہ تشویش کو بڑھا لیتا ہے جس سے اسکے باطن کو مضرت پہنچتی ہے۔

**الغائت:** نستحوذ هو الاستيلاء وهو فصيح من غير تعليل ۱۲. قوله مذبذبين في القاموس رجل مذبذب ويفتح متردد بين امرين ۱۲.

**البلاغه:** يكفر ويستنهز لعل ايرادهما مبنين للمفعول لعموم الفاعل من المنافقين والمجاهرين وفي اختلاف كلمتي الفتح والنصب تعظيم لشان المؤمنين وتحقير للكافرين وان ظفر المؤمنين حري بان يسمى فتحا بخلاف ما للكافرين فانه يزول عن قريب ۱۲. قوله واذا قاموا ذكر امر الصلوة بعد ذكر نفاقهم الذي كان كافيا في تشنيعهم تفريعا وترتبا للآثار على المؤثر ۱۲.

**النحو:** قوله لا الی هؤلاء العامل فيه صائرون او مثله. بين ذلك لما اشير به الی متعدد كان في حكم المتعدد الذي يقتضيه اضافه بين ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في آمنوا الثاني اور اس بار اشارة الى فائدة التكرار حاصله الايمان سبب للمغفرة ولو وجد بعد الارتداد لان لا رتداد مرة يكون مانعا للايمان عن تأثيره ۱۲. ۲. قوله في كفروا الثاني پھر مسلمان نہ ہوئے اشارة ايضا الى فائدة التكرار حاصله ان المانع في الاصل هو عدم العود الى الايمان لا الارتداد مرة اخرى فان من ارتد الف مرة ثم آمن يكون مغفورا ۱۲. ۳. قوله في لم يكن هرگز افاده التاكيد باللام ۱۲. ۴. قوله في الذين يتخذون جن كى یہ حالت ارجح فاندفع به ما يوهم ظاهره ان هذا العذاب الاليم باتخاذهم فانكشف القناع بهذا التقرير عن وجه فائدة هذا الوصف فافهم ۱۲. ۵. قوله تبضه میں فاللام للملك فعندى ان هذه العزة غيرها في قوله تعالى ولله العزة ولرسوله الخ لانه اثبت كون جميعها لله تعالى المستلزم نفى كونها لغيره والفرد انما هو للعزة التي لا يصح اتصاف غيره بها وليس هو الا هذا المعنى لا العزة التي يصح اتصاف غيره بها ۱۲. ۶. قوله في التمهيد جو کہ زيادہ موجب معصيت اشارة الى ان النهي عن القعود معهم ليس مخصوصا بوقت الخوض هل هو مستكره مطلقا الا بضرورة وللدلالة على هذا زاد قبل ترجمة نزول خاص کر ۱۲. (بقية صفحہ ۴۲۲ پر)



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا

اے ایمان والو تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ۔ کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کر لو۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور توہر گزان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا، لیکن جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے

دین کو خالص اللہ کے لئے کیا کریں، تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہونگے۔ اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم پاس گزاری کرو

وَأَمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَآكِرًا عَلِيمًا

اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے قدر کر نیوالے خوب جاننے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: آگے تہ ہے مضمون ممانعت خصوصیت و تعلق رکھنے کا

کفار سے جو کہ آیت قد نزل علیکم کا مدلول تھا۔

**حکم بست و ششم** نہی از موالات کفار:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا

لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا اے ایمان والو تم مؤمنین کو چھوڑ کر

کافروں کو (خواہ منافق ہوں خواہ مجاہد ہوں) دوست مت بناؤ (جیسا منافقین

کا شیوہ ہے کیونکہ تم کو ان کی حالت کفر و عداوت کی معلوم ہو چکی) کیا تم (ان

سے دوستی کر کے) یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر (یعنی اپنے مجرم و مستحق عذاب

ہونے پر) اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کر لو (حجت صریح یہی ہے کہ ہم نے

جب منع کر دیا تھا پھر کیوں کیا۔ ف: تحقیق احکام موالاة و مداراة کی آل عمران

کے رکوع سوم کے آخر میں گزر چکی ہے۔

**ربط:** اوپر منافقین کے قبائح و شائع کا بیان مقصود تھا گو ایک مضمون کے ضمن

میں ان کی سزائے جہنمیت کا بھی مذکور آ گیا تھا آگے ان کی سزا کا بیان مقصود

ہے اور چونکہ بیان سزا کا اثر فی نفسہ یہ ہے کہ سلیم المزاج آدمی کو خوف پیدا ہو

جاتا ہے جو سبب ہو جاتا ہے توبہ کا اس لئے سزا سے تائبین کا استثنا اور ان کی

جزائے نیک کا بیان بھی فرمایا۔

**سزائے منافقین و جزائے تائبین:**

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (السی قولہ) وَكَانَ اللَّهُ شَآكِرًا عَلِيمًا

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور (اے

مخاطب) تو ہر گزان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا (جو ان کو اس سزا سے بچا سکے)

لیکن (ان میں سے) جو لوگ (نفاق سے) توبہ کر لیں اور (مسلمانوں کے

ساتھ جو ان کے ایذا رساں معاملات تھے ان کی) اصلاح کر لیں (یعنی پھر

ایسی باتیں نہ کریں) اور (کفار سے جو بغرض ان کی پناہ میں رہنے کے دوستی

کرتے ہیں اس کو چھوڑ کر) اللہ تعالیٰ پر وثوق اور توکل رکھیں) اور (یا چھوڑ

کر) اپنے دین (کے اعمال) کو خالص اللہ ہی (کی رضا) کے لئے کیا کریں

(غرض اپنے عقائد کی معاملات کی اخلاق باطنی کی اعمال کی سب کی درستی

کر لیں) تو یہ (تائب) لوگ (ان) مؤمنین کے ساتھ (درجات جنت میں)

ہونگے (جو کہ پہلے سے کامل ایمان رکھتے ہیں) اور (ان) مؤمنین کو اللہ تعالیٰ

(آخرت میں) اجر عظیم عطا فرما دیں گے (پس جب یہ مؤمنین کے ساتھ

ہونگے تو ان کو بھی اجر عظیم ملے گا اور اے منافقو) اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا

کریں گے اگر تم (ان نعمتوں کی جو تم پر ہیں) پاس گزاری کرو اور (اس پاس

گزاری کا طریقہ ہمارا پسندیدہ یہ ہے کہ تم) ایمان لے آؤ (یعنی خدا تعالیٰ کا

کوئی کام انکا نہیں پڑا جو تم کو سزا دینے سے چل جاوے صرف تمہارا کفر جو اشد

درجہ کا کفران نعمت ہے سبب ہے تمہارے عقوبت کا اگر اس کو چھوڑ دو تو پھر

رحمت ہی رحمت ہے) اور اللہ تعالیٰ (تو خدمت کی) بڑی قدر کرنے والے

(اور خدمت گزار کے خلوص وغیرہ کو) خوب جاننے والے ہیں۔ (پس جو

شخص اطاعت و اخلاص سے رہے اس کو بہت کچھ دیتے ہیں) ف: توبہ کے ساتھ

جو اصلاح و اعتصام و اخلاص کو اضافہ فرمایا جو تفسیر احقر نے اختیار کی ہے اس کے

اعتبار سے یہ قیدیں معیت تامہ مؤمنین کے لئے ہیں کیونکہ ان کا اخلاص گناہ ہے

جس میں معیت ناقص ہو جاتی ہے اور اگر ایسی تفسیر کی جاوے کہ ان سب کا حاصل

مفہوم ایمان ہی ہو تو یہ قیدیں نفس معیت یعنی نجات کی قید موقوف علیہ ہوگی فقط۔

**اللغات:** الدرک کالدرج لکن الاول ہیوطا والثانی صعودا

وظاہر الآیۃ حملہا علیہ الحقیقۃ ولا استبعاد فی کونہا ذات

طبقات ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۴۲۶ پر)



لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ۝۱۰۱ اِنْ تَبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تَخْفَوْهُ

اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے۔ بجز مظلوم کے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوءٍ فَاِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝۱۰۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفْرِقُوْا

یا کسی برائی کو معاف کرو تو اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں پوری قدرت والے ہیں۔ جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اس کے رسولوں کیساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اسکے رسولوں کے درمیان میں فرق رکھیں،

بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ ۚ اِنْ يَتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۰۳ اُولٰٓئِكَ

اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں، ایسے لوگ

هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝۱۰۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفْرِقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ

یقیناً کافر ہیں، اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسکے سب رسولوں پر بھی اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے

اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرُهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۵ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنْ

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ثواب دینگے، اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ آپ سے اہل کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے

السَّمَآءِ فَقَدْ سَالُوْا مُوسٰى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرٰنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ

منگواویں سو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو، جس پر ان کی اس گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی آپڑی، پھر انہوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا،

بَعْدَ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاتَيْنَا مُوسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۰۶

بعد اس کے کہ بہت سے دلائل ان کو پہنچ چکے تھے پھر ہم نے اس سے درگزر کر دیا تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا

**تفسیر: ربط:** اوپر منافقین و کفار کے احوال میں ان کا مسلمانوں کیساتھ

عداوت کرنا مذکور تھا چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی کی نوبت بھی آتی رہتی ہے اور جسکو ایذا پہنچتی ہے اکثر اسکی زبان سے شکایت حکایت بھی نکل جاتی ہے اس مناسبت سے آگے اسکے جواز و ناجواز کی تحقیق مع فضیلت عفو کے فرماتے ہیں۔

**حکم بست و ہفتم تحقیق جواز و ناجواز شکایت و فضل عفو:**

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشُّوْءِ (الہی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو (کسی کے لئے) پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے (کہ اپنے ظالم کی نسبت کچھ حکایت شکایت کرنے لگے تو وہ گناہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ (مظلوم کی) بات خوب سنتے ہیں (اور ظالم کے ظلم کی حالت) خوب جانتے ہیں (اس میں اشارہ ہے کہ مظلوم کو خلاف واقع کہنے کی اجازت نہیں اور ہر چند کہ ایسی شکایت جائز تو ہے لیکن) اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو (جس میں معاف کرنا بھی آگیا) یا (بالخصوص) کسی (کی) برائی کو معاف کر دو تو (زیادہ) افضل ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ (بھی) بڑے معاف کرنے والے ہیں۔ (باوجودیکہ پوری قدرت والے ہیں) کہ اپنے مجرموں سے ہر طرح انتقام لے سکتے ہیں مگر پھر بھی اکثر معاف ہی

کر دیتے ہیں پس اگر تم ایسا کرو تو اول تو تخلق باخلاق الہیہ ہے پھر تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرنے کی امید ہوگی) **لفظ:** نفی واستثناء سے جو صرہوا ہے یہ صراضانی ہے اس شخص کے اعتبار سے جو بلا کسی مصلحت معتبرہ شرعیہ کے دوسرے کی شکایت کرے صرہ حقیقی نہیں کیونکہ سوا ظالم کے اور بھی بعض کی برائی کا اظہار جائز ہے مثلاً وہ شخص جس سے کوئی دینی یا دنیوی مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کے حال سے لوگوں کو مطلع کر دینا درست بلکہ واجب ہے۔ خلاصہ مسئلہ کا یہ ہے کہ بلا مصلحت و ضرورت کے کسی کی عیب گوئی جائز نہیں۔

**ربط:** یہاں تک منافقین کا بیان ہو چکا کفار میں ایک فرقہ یہود کا ہے آگے ان کا بیان ہوتا ہے۔ اس تقسیم کا بیان آیت بشر منافقین اور اس سے پہلے دو آیتوں کی تمہید میں دیکھ لیا جاوے۔ سو یہود کے چند قبائل کا اس جگہ ذکر ہوتا ہے۔

**ذم اول یہود:**

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ (جیسا ان کے عقیدہ و قول آئندہ سے صاف لازم آتا ہے) اور (کفر کرتے ہیں) اس کے رسولوں کے ساتھ (یعنی بعض کے ساتھ تو صراحتہ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضور ﷺ کی



نبوت کے منکر تھے اور کل کے ساتھ لزوماً جیسا آگے آتا ہے) اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان میں (باعتبار ایمان لانے کے) فرق رکھیں اور (اپنے اس عقیدہ کو زبان سے بھی) کہتے ہیں کہ ہم (یتیمروں میں سے) بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں (اس قول اور اس عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی کفر لازم آگیا اور سب رسولوں کے ساتھ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور ہر رسول نے سب رسولوں کو رسول کہا ہے جب بعض کا انکار ہوا تو اللہ تعالیٰ کے اور بقیہ رسولوں کی تکذیب ہو گئی جو کہ ضد ہے تصدیق اور ایمان کی) اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں (کہ نہ سب پر ایمان ہے جیسے مسلمان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ سب کا انکار ہے جیسا مشرکین کرتے تھے سو) ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں (کیونکہ کفر بالبعض بھی کفر ہے اور ایمان اور کفر کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جب ایمان باجمع نہ ہوا تو کفر ہی ہوا) اور کافروں کیلئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے (وہی ان کیلئے بھی ہوگی) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر بھی اور ان میں سے کسی میں (ایمان لانے کے اعتبار سے) فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرر کے دوران کے ثواب دیں گے اور (چونکہ) اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں (اس لئے ایمان لانے سے پہلے جتنے گناہ ہو چکے ہیں سب بخش دیں گے اور چونکہ وہ) بڑے رحمت والے ہیں (اس لئے ایمان کی برکت سے ان کے حسنات کو مضاعف کر کے خوب ثواب دیں گے) ف: بعض مفسرین نے اس آیت کو یہود و نصاریٰ دونوں کی شان میں کہا ہے کیونکہ نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے آخر جہ عبد بن حمید وابن جریر عن قتادة لیکن سیاق و سباق میں یہود کا ذکر مقتضی اس کو ہے کہ آیت کا شان یہود میں ہونا زیادہ مہتمم بالشان ہو گا جو نصاریٰ بھی عموم لفظ میں داخل ہو جاویں۔

**ربط:** اوپر یہود کی مذمت تھی آگے اور مذمت ہے۔

**ذم دیگر یہود:**

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنْزِلَ عَلَيْهِمْ السِّبْطَ (السی قولہ تعالیٰ) وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا (اے محمد ﷺ) آپ سے اہل کتاب (یہود) یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں سو (آپ ان لوگوں سے) اس کو عجیب نہ سمجھے کیونکہ یہ فرقہ ایسا معاند ہے کہ انہوں نے (یعنی اس فرقہ میں جو اس وقت تھے) موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا (بلا حجاب) دکھلا دو جس پر ان کی گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی آپڑی پھر (اس سے بڑھ کر ان کی یہ حرکت ہو چکی ہے کہ) انہوں نے گو سال کو (پرستش کیلئے) تجویز کیا تھا بعد اس کے کہ بہت سے دلائل (تیسین حق و باطل کے) ان کو پہنچ چکے تھے۔

(مراد ان دلائل سے معجزات ہیں موسیٰ علیہ السلام کے جن میں سے غرق فرعون تک بہتوں کا مشاہدہ ہو چکا تھا) پھر ہم نے اس سے درگزر کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا۔ (اس رعب پر اور ہمارے درگزر اور عنایت پر ان لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ نہ عنایت سے متاثر ہوتے تھے نہ رعب سے) ف: روح المعانی میں ہے ابن جریر نے ابن جریر سے روایت کی ہے کہ یہود نے حضور ﷺ سے (براہ عناد) یہ درخواست کی کہ ہم آپ سے جب بیعت کریں کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نوشتہ اس مضمون کا آوے کہ از جانب خدا تعالیٰ بنام فلاں یہودی آنکہ محمد ﷺ رسول ہیں اسی طرح ہر یہودی کے نام یہ خطوط ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تسلی فرمائی ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ سے ایسی جہالتیں کرتے آئے ہیں آپ دل شکستہ نہ ہوں۔ اور روایت البیہ کی درخواست اس سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ کتب البیہ تو دنیا میں نازل ہوتی آئی ہیں گو غیر انبیاء علیہم السلام کے پاس نہیں آئیں جیسا وہ چاہتے تھے مگر روایت البیہ تو دنیا میں کبھی واقع ہی نہیں ہوئی اور عبادت عجل اس سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ روایت البیہ گو دنیا میں نہیں ہوئی مگر آخرت میں تو بعض کو ہوگی لیکن غیر اللہ کا معبود ہونے کے قابل ہونا محالات عقلیہ سے ہے کہ کسی مکان و زمان میں وقوع ہی نہیں ہو سکتا اور یہ قصہ عبادت عجل کا مشہور روایات میں اس سوال روایت سے پہلے ہو چکا تھا لیکن یہاں لفظ پھر کا جو کہ ترجمہ ثم کا ہے تاخر زمانی کے لئے نہیں بلکہ استبعاد کے لئے ہے جیسا لفظ بڑھ کر سے ظاہر ہے اور ان قصوں کی تفصیل یعنی سوال روایت اور اخذ صاعقہ اور اتحاد عجل اور غفوی اور اسی طرح بعض قصص مذکور فیما بعد کی جیسے رفع طور اور دخول باب اور اعتداء فی السبت اور قتل انبیاء علیہم السلام اور ان کے یثاق اور ان کے مقولہ قلوبنا غلف کی تفصیل تفسیر پارہ السم کے ریع ثانی و ثالث میں مذکور ہو چکی ہے اس لئے یہاں اعادہ نہیں کیا گیا اور بعض اقوال متعلقہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا ذکر مجملاً سورہ آل عمران پارہ تملک الرسل کے ریع رابع پر آچکا ہے اور کچھ تفصیل آگے آ جاوے گی۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ مع قولہ تعالیٰ إِنْ تَبَدُّدَا خَيْرًا أَوْ تَخَفَا أَوْ تَعَفَّوْا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا قَدِيرًا پہلی آیت جواز انتقام پر دال ہے کہ شکایت بھی اس کی ایک فرد ہے اور دوسری آیت صبر اور غفو کے محبوب ہونے پر دال ہے اور اول ضعف کی شان ہے اور اس میں یہ مصلحت ہے کہ قلب کینہ سے صاف ہو جاتا ہے اور دوسری شان ہے اہل ہمت کی اور اس میں مصلحت عروج الی القرب ہے۔ قولہ تعالیٰ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنْزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ اس میں قیاساً شخص کی ذم پر دلالت ہے جو افاضہ برکات سماویہ کو شیخ کے اختیار میں سمجھ کر اس سے درخواست کرے۔ قولہ تعالیٰ فَقَالُوا آتِنَا اللَّهُ جَهَنَّمَ اس میں اس شخص پر انکار ہے جو نشاۃ دنیویہ میں وقوع رویت کا اعتقاد رکھے۔

**الروایات:** فی الروح اخراج ابن جریر عن مجاہد ان رجلاً



ضاف قوماً فلم يطعموه فاشتكاہم فعوتب علیہ (ای من الناس) فنزلت اہ ولعل هذه الضیافة كانت واجبة لمقتضى وانت تعلم ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ای فالآیة عام فی کل من ظلم وفى الخازن عن مقاتل نزلت فی ابی بکر الصديق نال رجل منه والنبي ﷺ حاضر فسكت عنه ابو بکر مراراً ثم رد علیہ فقام النبي ﷺ فقال ابو بکر یا رسول الله شتمنى فلم تقل له شيئاً حتى اذا رددت علیہ قمت قال ان ملكاً كان یجیب عنك فلما رددت علیہ ذهب الملك وجاء الشيطان فقمت ونزلت هذه الآیة آه قلت اما القصة فمذكور فی الصحاح واما كونها سبباً للنزول فلم اظفر بسنده ولو ثبت لكان الصق بقوله تعالى ان تبدوا خيراً الخ فیکون المقصود بالنزول تقرير ما قاله ﷺ من ايثار العفو والله اعلم ۱۲

**النحو:** جهرة صفة لمصدر محذوف هو الرؤية لا الارائة فيقال ارنا الله حتى نراه رؤية جهرة ۱۲

**البلاغة:** يؤتیهم فیہ التفات عن التكلم فی اعتدنا ۱۲

**فائدة:** ذم اليهود علی ما صدر عن اسلافهم لان المقصود ذم هذا النوع لا تحادهم فی التوبة والسيرة وقد سبق هذا منا مراراً فی المتن ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله فی الجهر زبان پر لائے اشار الى ان المراد ههنا الاظهار وان لم یکن برفع صوت کذا فی الروح ۱۲

۲ قوله فی الا من ظلم حکایت شکایت اشار الى حذف المضاف ای جهر من ظلم بالسوء ۱۲ ۳ قوله هناك گناہیں اشار الى ان عدم الحب کناية عن بغض ۱۲ ۴ قوله فی سمیعاً مظلوم کی بات اشار الى نکتۃ التخصیص لان القول نسب الى المظلوم وفعل الظلم الى الظالم ۱۲ ۵ قوله فی تبدوا معاف کرنا بھی اشار الى ان المقصود هو العفو المذكور فیما بعد وانما ذکر الابداء والاختفاء توطیئة كما ینبئ عنه قوله تعالى عفوا قديراً فان ايراد العفو فی معرض جواب الشرط يدل علی ان العمدة العفو مع القدرة ولو كان الابداء والاختفاء ایضاً

مقصوداً بالشرط لم یحسن الاقتصار فی الجزاء علی كونه تعالى عفوا قديراً کذا فی الروح ۱۲ ۶ قوله فی توضیح عفوا اکثر لانه قد یوقع الانتقام ایضاً ۱۲ ۷ قوله فی یکفرون حیث ان کے عقیدہ ان افاد به امور الاول ان المقصود فی الکلام هو ما صرحوا به من قولهم نؤمن الخ وذكر الکفر بالله والرسول لكونه لازماً من قولهم وذكر الارادة الاولى لكونه منشأ لهذا القول فان العقد اصل والقول فرع والارادة الثانية تفريع علی القول وهذا هو وجه الارتباط بین هذه الاجزاء والثاني ما افاده بلفظ لازم انهم لم یفوهوا بالکفر بالله. والثالث ما افاده بلفظ صاف ان هذا للامزم بین كالملتزم فلا یرد ان اللازم غیر الملتزم كما اذا قلت زید قائم ویقول مخاطبک انه ليس بقائم ویصر علی ذلك لا شک ان هذا کقوله لك انک کاذب لا یرتاب فیہ احد ۱۲ ۸ قوله فی بین ذلك بین حذف المضاف اليه اتباعاً للمحاورة ودلالة للقربة والمشار اليه بذلك هو الکفر والایمان بتاویل ما ذکر ۱۲ ۹ قوله فی اولنک هم سواشارة الى كونه خيراً لان ۱۲ ۱۰ قوله فی سوف ضرور كما فی الروح ان الاتیان بسوف لتأكيد الموعود والدلالة علی انه کائن لا محالة وان تاخر لا الاخبار بانه متاخر الى حين وایده بکلام الزمخشری ۱۲ ۱۱ قوله فی کتاباً خاص فالتنوين للتويع ۱۲ ۱۲ قوله فی تنزل مگوادیں اشار الى ان الاسناد الى السبب ۱۲ ۱۳ قوله فی فقد یجب نہ بھیجے اشار الى وجه تقدير الکلام هکذا فلا تستکبره عنهم لانهم من عنادهم علی درجة قصوى حیث سألوا الخ فالفاء سببية للنهی عن الاستکبار ولعنادهم ۱۲ ۱۴ قوله فی اکبر بڑی بات اشار الى تقدير موصوف ای شيئاً او سوالاً ۱۲ ۱۵ قوله فی ثم اس سے بڑھ کر فالتراخي للاستبعاد لان المشهور والظاهر تقدم الاتخاذ علی سوال الروية والله اعلم ۱۲ ۱۶ قوله فی سلطانا رعب كما فی قوله نجعل لکما سلطاناً فلا یصلون الیکما ۱۲

(بقیہ صفحہ ۴۱۸) ۷ قوله فی نزل علیکم اے مسلمانو اشار الى ان الخطاب للمؤمنین ویتاید بقرائن قوية الاول قوله تعالى نزل لان هذا النہی انما نزل علی المؤمنین لا المنافقین لعدمهم فی مکة. الثاني قوله تعالى كما فی الخازن انکم اذا مثلهم مرتباً للمماثلة علی القعود وظاهر ان مماثلة المنافقین لا یتوقف علی القعود بل هم مثلهم سواء قعدوا او لم یقعدوا الثالث التحرز عن الانتشار فی الضمان لان ضمیر الخطاب فی یربصون بکم لا شک فی كونه للمؤمنین ۱۲ ۸ قوله فی ان اذا سمعتم جس کا حاصل یہ ہے لان هذه الالفاظ بعینہا لم تنزل قبل بل هو رواية بالمعنی والخطاب فی الانعام وان كان للنبي ﷺ لكن القصد الى العوام ۱۲ ۹ قوله هناك منافقین صرف غرابة لا یرد ان النفاق کیف یجتمع مع الاستهزاء الکاشف لنفاقهم ونظيره قوله تعالى انؤمن كما آمن السفهاء ۱۲ ۱۰ قوله فی مثلهم یہ ممانعت اس لئے اشار الى انه تعلیل للنہی لاجزاء للنہی عنه لان هذا لم ینزل فی الہ المکیة ۱۲ ۱۱ قوله هناك گناہیں الى قوله خصوصیت میں لان القعود مع الکفار ليس بکفر ۱۲ ۱۲ قوله فی الذين یربصون فی الموصول اور وہ اشار الى كون الموصول خبر المبتدأ مقدر وهو اسهل ۱۲ ۱۳ قوله فی یربصون تم پر اتنا اشار الى ان تقدير الکلام هکذا یربصون نزول الحادثة بکم ۱۲ ۱۴ قوله فی یحکم تمہارا اور ان کافی بینکم تغلیب او یقدر بینہم ۱۲ ۱۵ قوله فی هو خادمہم سزا اشار الى التسمیة جزاء الخدع خدعا مشکلة كما فی قوله تعالى وجزاء سينة سينة ۱۲ ۱۶ قوله فی قليلاً یعنی محض صورت ان وهذا التفسیر من اسهل التفاسیر وبديعها ولم ارہ منقولاً ۱۲ ۱۷ قوله فی بین ذلك یعنی کفار ومؤمنین والقربة علیہ هؤلاء وهؤلاء الذان اشیر بهما الى المؤمنین والکافرین المذكورین فی ما قبل ۱۲



وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا

اور ہم نے ان لوگوں سے قول و قرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارہ میں تجاوز مت

مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا فِيمَا نَقَضْتُمْ مِيثَاقَهُمْ وَكَفَرْتُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلْتُمْ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا

کرنا اور ہم نے ان سے قول و قرار نہایت شدید لئے۔ سو ہم نے سزائیں مبتلا کیا ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر کی وجہ سے احکام الہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء کو ناحق اور ان کے اس مقولہ کی

غُلِّفَتْ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا وَكَفَرْتُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ هَتَّانَا عِظْمًا ۖ وَقَوْلِهِمْ

وجہ سے کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں، بلکہ ان کے کفر کے سبب ان قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل۔ اور ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریم علیہا السلام پر ان کے بڑا بھاری

إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ

بہتان دھرنے کی وجہ سے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو شبہا ہوا گیا۔

اِخْتَلَفُوا فِيهِ لَقِيَ شَكَّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۖ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ

اور جو لوگ ان کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ بجز تخمینہ باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی

اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۖ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۖ

طرف اٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے عزیز و حکمت والے ہیں۔ اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہ بگاڑوہ عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کرے گا اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دے گا۔

**تفسیر: ربط:** اوپر یہود کے بعض جہالات و عناد کا بیان تھا آگے بعض اور جہالات کا بیان ہے جس سے ان کی تشبیح بھی مقصود ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اور زیادہ تسلی بھی منظور ہے اور اس مزید فائدہ سے ان قصص میں تکرار نہ رہا۔

**بعض احوال و اقوال جہالت یہود:**

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا اور ہم نے ان لوگوں سے (تورہ پر عمل کر نیکے) قول و قرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارہ میں (جو حکم تم کو ملا ہے کہ اس میں شکار نہ کریں اس میں حد شرع سے) تجاوز مت کرنا اور (اس کے علاوہ اور بھی) ہم نے ان سے قول و قرار نہایت شدید لئے (جس کا بیان وَاِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءٰئِيلَ میں مذکور ہے لیکن ان لوگوں نے باوجود اس قدر اہتمام کے پھر اپنے عہدوں کو توڑ ڈالا) سو ہم نے (ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے) سزائیں لعنت و غضب و ذلت و مسخ وغیرہ) میں مبتلا کیا (یعنی) ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر (و انکار) کی وجہ سے احکام الہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء (علیہم السلام) کو (جو کہ ان کے نزدیک بھی) ناحق (تھا) اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب (ایسے) محفوظ ہیں (کہ ان

میں مخالف مذہب کا کہ اسلام ہے اثر نہیں ہوتا تو مذہب پر ہم خوب بختہ ہیں۔ حق تعالیٰ اس پر رد فرماتے ہیں کہ یہ مضبوطی اور پختگی نہیں ہے) بلکہ ان کے کفر کے سبب ان کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے (کہ حق بات کی ان میں تاثیر نہیں ہوتی) سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل (اور قدر قلیل ایمان مقبول نہیں پس کافر ہی ٹھہرے) **ف:** نقض ميثاق میں سب مابعد کا مضمون داخل ہے لیکن زیادہ تشبیح کیلئے سب معاملات کو الگ الگ بھی بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے کہ ان کے احکام کے منکر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ان کو تکذیب سے گزر کر قتل کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ آپ کے سامنے اپنے حق پر ہونے کے مدعی ہیں۔ اور یہ سب اقسام کفر کے ہیں۔

**ربط:** اوپر یہود کے لعن وغیرہ کے کچھ وجوہ بیان فرمائے ہیں بعض وجوہ آگے مذکور ہیں۔ **تمتہ سابق:**

وَيَكْفُرْتُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ هَتَّانَا عِظْمًا (الی قولہ تعالیٰ) وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور (ہم نے ان کو سزائیں لعنت وغیرہ میں ان وجوہ سے بھی مبتلا کیا یعنی) ان کے (ایک خاص) کفر کی وجہ سے اور (تفصیل اس کی یہ ہے کہ) حضرت مریم علیہا السلام پر ان کے بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے (جس سے) تکذیب عیسیٰ علیہ السلام کی بھی لازم آتی ہے کیونکہ عیسیٰ



گیا ہے وہ وقوع کے وقت حال ہو جاتا ہے پس یہ دونوں تو مدلول آیت کے ہو گئے اور ماضی اکسین مسکوت عنہ ہے مگر بوجہ عدم فارق اکسین بھی یہی حکم ایمان یعیسیٰ کا ثابت ہوگا۔

**النحو:** بہتانا مفعول بہ للقول وما قتلوه حال ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في بميثاقهم لينے کے واسطے فالباء افادت معنى اللام كما في الكبير لاجل ان يعطوا الميثاق ۱۲۔ ۲۔ قوله في ميثاقاً غليظاً اس کے علاوہ اور بھی افاد بہ التغاير بين الميثاقين بالخصوص والعموم ۱۲۔ ۳۔ قوله في فيما نقضهم سوہم نے سزائیں اخ اشارۃ الى حذف العامل المذكور في آية اخرى فيما نقضهم ميثاقهم لعناهم الخ وكل من اللعنة والغضب والذلة والمسكنة والمسوخ ای جعلهم القردة والخنازير مذكور في آيات من القرآن اوللعن يشمل الجميع فلا يرد ان العامل لعناهم وانت ذكرت معه غيرہ ۱۲۔ ۴۔ قوله في لا يؤمنون مقبول نہیں لانہ ایمان لغوی لاشرعی ۱۲۔ ۵۔ قوله في وبكفرهم اور ہم نے ان کی اشارۃ الى عطفه على فيما نقضهم ۱۲۔

۶۔ قوله هناك خاص كفر ليحصل التغاير بينه وبين السابق كالخاص مع العام ۱۲۔ ۷۔ قوله هناك تفصيل اشار الى كون العطف تفسيريًا ۱۲۔ ۸۔ قوله في قولهم انا اور نیز اشارۃ الى عطفه على قولهم لا على كفرهم لانہ ايضا تفسیر للكفر كقولهم الاول ۱۲۔ ۹۔ قوله في صلبوه چڑھا یا لم یقل سولی دیا لان الاول لدلالته على الصورة فيه مبالغة اقتضاها المقام والا لكفر نفی القتل الذي اثبتہ ۱۲۔ ۱۰۔ قوله في شبه اشتباه فالمسند اليه هو الحدث ای وقع التشبيه لهم كذا في الكشف ۱۲۔

۱۱۔ قوله في فيه بارہ میں اشارۃ الى حذف المضاف ای شانہ وهو المرجع للمجرور فی بہ ۱۲۔ ۱۲۔ قوله في شك غلط خیال کما فسرہ البيضاوي بالجهل اشارۃ الى عدم ارادة المعنى الاصطلاحي فانه كالظن مستعمل في هذا المعنى ای قول بلا دليل كقوله تعللي ان نظن الاظنا وظاهر انهم لم يكونوا ظانين اصطلاحاً فعلى هذا لا يردہ انه كيف يصح الحكم بالظن بعد الحكم بالشك وروعي هذا في ترجمة الظن ايضا ۱۲۔ ۱۳۔ قوله في الاتباع بجزئین الاستثناء منقطع لان الظن غير العلم ۱۲۔ ۱۴۔ قوله في يقيناً یقینی بات ہے فالمصوب تأكيد لقوله كما لو قيل ما قتلوه حقاً كذا في الكشف ۱۲۔ ۱۵۔ قوله في اليه آسان اشارۃ الى حذف المضاف ای الى سمائه ۱۲۔ ۱۶۔ قوله اس اشتباه سے اختلاف لان احد اجزائه قول اليهود وهو الذي نشأ من الاشتباه فصح جعل الاشتباه سبباً للاختلاف لان قول النصاري ليس فيه دخل لهذا التشبيه وانما هو دعوى مستقلة غير صحيحة ۱۲۔

۱۷۔ قوله في ان من اهل الكتاب يهودا خرجه ابن جرير عن ابن عباس كذا في الروح ۱۲۔ ۱۸۔ قوله في موته اپنے فالمرجع احد المقدر في قوله وان من اهل الكتاب ای وان احد من اهل الكتاب خرجه ابن المنذر عن ابن عباس كذا في الروح ۱۲۔ ۱۹۔ قوله في قبل موته تاج ہو جاوے فالمقصود بهذا الاخبار وعيدهم وتحريض على الايمان وتسجيل على بطلانهم ۱۲۔ ۲۰۔ قوله في يوم القيمة جب دنیا آخ فالعوالم الثلاثة اشير اليها في الآية فتأمل في التفسير ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) انظر ما مر في الحاشية على نظيره في سورة البقرة ۱۲۔

عليه السلام اپنے معجزہ سے ان کی برأت ظاہر فرما چکے ہیں) اور (نیز بطور تقاضا کے) ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا (یہ کہنا دلیل ہے عداوت کی اور عداوت انبیاء کے ساتھ کفر ہے نیز اس میں دعویٰ ہے قتل کا اور قتل نبی کفر ہے اور دعویٰ کفر کا بھی کفر ہے) حالانکہ (علاوہ کفر ہونے کے خود دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ) انہوں نے (یعنی یہود نے) نہ ان کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل کیا اور نہ ان کو سولی چڑھایا لیکن ان کو (یعنی یہود کو) اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ (اہل کتاب میں سے) ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں (بتلا) ہیں ان کے پاس اس پر کوئی (صحیح) دلیل (موجود) نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے (یعنی یہود نے) ان کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا (جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں) بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف (یعنی آسمان پر) اٹھالیا (اور ایک اور شخص کو ان کا ہم شکل بنادیا اور وہ مصلوب و مقتول ہوا اور یہی سبب ہوا یہود کے اشتباہ کا اور اس اشتباہ سے اہل کتاب میں اختلاف پیدا ہو گیا) اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست (یعنی قدرت والے) حکمت والے ہیں (کہ اپنی قدرت و حکمت سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا اور اٹھالیا اور یہود کو بوجہ تشبیہ کے پتہ بھی نہ لگا) اور (یہود کو اپنا کذب و بطلان انکار نبوت عیسویہ میں بہت جلد دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وقت نزول آیت سے لے کر کسی زمانہ میں) کوئی شخص اہل کتاب (یعنی یہود میں) سے (باقی) نہ رہے گا مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام (کی نبوت) کی اپنے مرنے سے (ذرا) پہلے (جبکہ عالم برزخ نظر آنے لگتا ہے) ضرور تصدیق کر لے گا (گو اس وقت کی تصدیق نافع نہیں مگر ظہور بطلان کیلئے تو کافی ہے تو اس سے اگر اب ہی ایمان لے آویں تو نافع ہو جاوے) اور (جب دنیا اور برزخ دونوں ختم ہو چکیں گی یعنی) قیامت کے روز وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) ان (مکرمین کے انکار پر) گواہی دیں گے۔

**فہا:** عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے متعلق بحث اور اہل کتاب کے اقوال مختلفہ کا بیان پارہ تلک الرسل کے تین پاؤ پر اور انبیاء کا گواہی دینا پارہ والمحصنات کے اول سے ذرا آگے آیت فکلفنا اذ احیننا میں اور قرب موت میں ایمان نافع نہ ہونا پارہ لن تا کے اخیر کے قریب مذکور ہو چکا ہے ضرور ملاحظہ کر لیا جاوے۔ اور حیات و موت عیسویہ کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام کیساتھ جو رسول اللہ آیا ہے یہ یہود کا قول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا ہے کہ دیکھو ایسے کی نسبت ایسا کہتے ہیں فہو من الحکایة لا المحکمی عنہ فہا لیومن میں جو حکم مستقبل لیا



فَيُظْلِمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٌ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرٌ ۝

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کیلئے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور بسبب اس کے کہ وہ بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے اور بسبب

وَ أَخَذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے، اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک

لَكِنَ الَّذِينَ سِخُونُ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ

سزا کا سامان کر رکھا ہے۔ لیکن ان میں جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان لے آئے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے بھیجی گئی اور جو نماز

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

کی پابندی کرنا والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں، ایسے لوگوں کو ہم ضرور ثواب عظیم عطا فرما دیں گے۔

سے کھا جاتے تھے (پس اس مانعیت اور اخذ اور اکل کی وجہ سے اس شریعت کے بقا تک تخفیف نہ ہوئی البتہ شریعت جدید عیسویہ میں کچھ احکام بدلے تھے جیسا وَلِإِحْلَالِ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ سے معلوم ہوتا ہے اور شریعت محمدیہ میں بہت تخفیف ہو گئی جیسا يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ السَّخِیَّةِ سے ثابت ہے یہ تو دنیوی سزا تھی (اور آخرت میں) ہم نے ان لوگوں کیلئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے (البتہ جو موافق قاعدہ شریعہ کے ایمان لے آئے اس کی پچھلی جنائتیں سب معاف ہو جاویں گی) فَا جَرَامُ سے جو تحریم ہوئی وہ تحریم عام تھی گو جرائم سے بعض صلحا محفوظ بھی تھے کیونکہ بہت سی حکمتوں کے اقتضا سے عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے جیسا قرآن میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُفْسِدُ بَيْنَ الَّذِينَ ظَلَمْتُمْ وَمِنْكُمْ فَخْصَةٌ اور حدیث میں بھی ہے کہ بڑا مجرم وہ ہے جس کے بے ضرورت سوال کرنے سے کوئی شے سب کیلئے حرام ہو جاوے یعنی زمانہ وحی میں رواہ فی المشکوٰۃ عن الشَّخِیْنِ۔ فَا اور شریعت محمدیہ میں جو چیزیں حرام ہیں وہ کسی مضرت جسمانی یا روحانی کی وجہ سے حرام ہیں کہ اس حیثیت سے غیر طیب میں پس تحریم طیبات نافع عقوبت و سیاست ہے اور تحریم غیر طیبات ضارۃ رحمت و حفاظت ہے۔

ربط: اوپر کفار یہود کا ذکر تھا آگے ان میں سے جو ایمان لے آئے تھے ان کا بیان ہے اور گو یسنلک سے پہلے بھی اس کا ذکر آچکا ہے لیکن یہاں دوسرے عنوان سے اور کسی قدر مفصل ہے۔

مدح و جزاء مؤمنین:

لَكِنَ الَّذِينَ سِخُونُ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا لیکن ان (یہود) میں جو لوگ علم (دین) میں پختہ (یعنی اس کے موافق عمل کرنے پر مضبوط) ہیں (اور اسی آمادگی نے ان پر حق کو واضح اور قبول حق کو

تفسیر: ربط: اوپر یہود کی بعض شرارتیں اور کچھ سزائیں وغیرہ جو کہ از قسم امور تکوینیہ اور واقع فی الدنیا میں بیان فرمائی ہیں آگے بھی ان کی بعض شرارتوں کا مع ذکر بعض عقوبات واقعہ فی الدنیا از قبیل امور تشریعیہ کہ تحریم طیبات ہے اور مع ذکر عقوبت اخرویہ کہ عذاب الیم ہے بیان ہے اور چونکہ اصل سزا یہی ہے اس لئے ذکر یہود کے شروع پر بھی عذاب مہین کے عنوان سے اس کو فرمایا تھا پس طرفین میں ہونے سے زیادہ تاکید ہو گئی۔

ایضاً تتمہ سابق:

فَيُظْلِمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٌ (الی قولہ) وَ اعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب (جن میں سے بہت سے امور سورہ بقرہ میں مذکور ہیں) ہم نے بہت سی پاکیزہ (یعنی حلال و نافع و لذیذ) چیزیں جو (پہلے سے) ان کیلئے (بھی) حلال تھیں (جیسا آیہ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآئِيلَ میں ہے) ان پر (شریعت موسویہ میں) حرام کر دیں (جن کا بیان سورہ انعام کی آیت وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا كَثِيرًا ذِي ظُلُمٍ السَّخِیَّةِ میں ہے اور تحریم کا سبب بالمعصیت ہونا وہاں بھی مذکور ہے ذَلِكُمْ جَزَاءُ الَّذِينَ يَبْغِيهِمُ السَّخِیَّةِ) اور (انبیاء شریعت موسویہ میں بھی وہ سب حرام ہی رہیں کوئی حلال نہ ہوئی) بسبب اس کے کہ (وہ آئندہ بھی ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے مثلاً یہی کہ) وہ (احکام میں تحریف و کتمان کر کے) بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنی دین حق کے قبول کرنے) سے مانع بن جاتے تھے (کیونکہ ان کی اس کارروائی سے عوام کو خواہ مخواہ التباس ہو جاتا تھا گو طلب صادق سے وہ التباس رہ نہ سکتا) اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ ان کو (توریت میں) اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ (یعنی غیر مشروع ذریعہ)



علیہ و حیث فصل بمعمولہ لم تعد ۱۲۔ قوله الراسخون فی العلم الخ فی الآیة صنعة التقابل مع ما قبلها الرسوخ فی العلم مع اتباع الظن۔ والایمان مع الکفر۔ والخشوع المدلول علیہ بالصلوة مع الاستکبار المدلول علیہ بسؤالهم کتابا وابتاء الزکوة مع اخذهم واکلهم۔ والاجر العظیم مع العذاب الالیم ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی یظلم ان فی افاد الحصر تقدیم الجار والمجرور وفائدة الحصر مذكور فی المتن ۲۔ قوله هناک بڑے افادہ التوین التفخیمی ۱۲۔ ۳۔ قوله هناک جرائم لان الظلم یراد به الجنس ۱۲۔ ۴۔ قوله قبل یصد هم حرام ہی رہیں المقصود به دفع ایراد تقریرہ ان التحريم فی التوراة کیف یصح کونه سببا عما تاخر منه من التحریف والاخذ والاکل وجه الدفع ان التحريم عام للحدوث والاستمرار بطریق عموم المجاز فالحدوث مسبب عن بعض ما هم علیہ والاستمرار عن بعضہ ۱۲۔

۵۔ قوله فی کثیراً آدمیوں اشارۃ الی کون کثیراً صفة لمقدر ای ناساً وقیل صدا کثیراً ۱۲۔ ۶۔ قوله هناک گوطلب صادق فلا یلزم کون هؤلاء الناس معذورین ۱۲۔ ۷۔ قوله فی والمؤمنون هکذا ما بعده اور جو ان میں سے اشارۃ الی ان کلامنہا معطوف علی الراسخون عطف صفة علی صفة والموصوف واحدہم مؤمنو اهل الکتاب فیکدر فی کل موضع منهم والکل مبتدأ خبرہ جملة اولئک الخ ۱۲۔

سہل کر دیا جو آگے اصلاً و فرعاً مذکور ہے (اور جو) (ان میں) ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو آپ سے پہلے (نبیوں کے پاس) بھیجی گئی (جیسے توریت وانجیل) اور جو (ان میں) نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو (ان میں) زکوة دینے والے ہیں اور جو (ان میں) اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں (سو) ایسے لوگوں کو ہم ضرور (آخرت میں) ثواب عظیم عطا فرما دیں گے) (ہ) مراد ان سے یہ حضرات اور ان کے امثال ہیں عبد اللہ بن سلامؓ و سید و ثعلبہؓ اور آیت کا یہی شان نزول ہے (اخرجه البیهقی فی الدلائل عن ابن عباس کذا فی الروح) اور آیت میں اجر کامل کی تعلیق ان امور مذکورہ پر مقصود ہے اور نفس اجر و مطلق نجات صرف عقیدہ ضروریہ کی تصحیح سے وابستہ ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالیٰ فَيُظْلَمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَضًا عَلَيْهِمْ طَبِئَتْ أُجُودَتُهُمْ اسی کے مشابہ ہے معاصی کے سبب سالک سے واردات کا قبض۔ **النحو:** قوله والمقیمین فی الکشاف نصب علی المدح لیبان فضل الصلوة وهو باب واسع قد کسرہ سیویہ علی امثلة وشواهد یؤمنون حال من المؤمنون مبنیہ لکیفیۃ ایمانہم ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی الروح اعیدت الباء فی الصد ولم تعد فی الاخذ لانه فصل بین المعطوف والمعطوف علیہ بما لیس معمولاً للمعطوف

(بقیہ صفحہ ۴۱۹) **النحو:** الا الذین تابوا استثناء من منصوب ان قوله یؤت مرفوع لکنہ لم تکتب الباء لسقوطها بالتقاء الساکنین فکان رسل الخط تابعاً للتلفظ۔ قوله بعد اذکم الباء سببۃ ای ما ذا یفعل اللہ من التشفی لعیظہ واستجلاب نفع او استدفاع ضرر بسبب عذابکم حاشا عن ذلک ۱۲۔ **البلاغۃ:** قوله تعالیٰ الا الذین تابوا الخ فیہ صنعة المقابلة فالتوبة مقابل للایمان والاصلاح مقابل لمعاملتہم مع المسلمین والاعتصام بمعنی الوثوق کما فی الروح مقابل لاتخاذہم الکفار اولیاء والاخلاص مقابل لریائہم المذکور فی یراء ون وکونہم مع المؤمنین فی الجنة مقابل لکونہم فی الدرك الاسفل۔ قوله شکرتم وامنتم زاد الشکر مع کون الایمان کافیا لان کون الشکر حسناً عقلاً اظهر ففیہ تقرب الایمان الی ذہنہم ۱۲۔

**فائدتان:** الاولى حکم بکون المنافقین فی الدرك الاسفل بعد کون الجمیع مجتہمین فی النار والوجه ان النار اسم للمجموع فصح الحکمان۔ الثانية ما معنی کون التائبین مع المؤمنین مع کونہم مومنین۔ والجواب ان المعیۃ فی الدرجات لا فی نفس الایمان ویفہم هذا من ترجمتی ۱۲۔ **ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی یاہا الذین امنوا اے ایمان والوفالکلام علی الحقیقۃ وضعف ما فسر بہ بعضہم من کون الخطاب بالمنافقین ۱۲۔ ۲۔ قوله فی لا تتخذوا جیسا منافقین کا اشارۃ الی نکتۃ خطاب المؤمنین اثر ذکر المنافقین من نہیہم عن التشبہ بالمنافقین ۱۲۔ ۳۔ قوله فی التمهید ضمن میں فی قوله تعالیٰ جامع المنافقین والکافرین المقصود به اثبات المماثلۃ بینہم ۱۲۔ ۴۔ قوله فی بعد اذکم اے منافقو بقربۃ آمنتم ۱۲۔ ۵۔ قوله فی آمنتم پاس گزاری کا طریقہ اشار الی کون العطف تفسیر یا ۱۲۔



إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالذِّكْرِ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی، اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس، اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ

اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی، اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال اس کے قبل ہم آپ سے بیان

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ۚ رُسُلًا قَبَشِيرِينَ وَمُنذِرِينَ لِقَلٍّ

کر چکے ہیں، اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا۔ ان سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا

يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۚ لَكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ

تاکر لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس

بِعَلِيهِ وَالْمَلِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا

بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علی کمال کے ساتھ شہادت دے رہے ہیں اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت کافی ہے۔ جو لوگ منکر ہیں اور خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں بڑی دور کی

بُعِيدًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا يَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۚ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ ان کو سوا جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھلا دیں گے اس طرح پر

فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۚ

کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کرینگے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے۔

**تفسیر: ربط:** اوپر یہود کے اس سوال کا جو کہ یَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ میں منقول ہے منشا کہ جہل و عناد ہے مذکور تھا اور اسی کے اثبات کیلئے بعد کے مضامین تھے آگے اس سوال کا جواب ارشاد ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اثبات نبوت کیلئے یہ درخواست محض لغو ہے ان نبی سے پہلے اور بھی اہل وحی یعنی انبیاء علیہ السلام گزرے ہیں جنکی نبوت تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اگر اثبات نبوت اسی پر موقوف ہے تو سب انبیاء میں اسکا اثبات لازم آویگا اور لازم منتفی ہے پس توقف بھی باطل ہے سو جیسے دلیل سے اوروں کی نبوت ثابت ہے ویسی ہی دلیل یہاں بھی موجود ہے یعنی معجزات پھر ایسی فرمائش اگر عناد نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جواب کے لئے بہت سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی خبر دیتے ہیں اور اس ضمن میں حکمت بحث رسل کی لِقَالِیْ کُنْون میں اور ختم پر تصریح مقصود یعنی نبوت محمد یہ کی جو کہ نتیجہ مقام ہے لیکن اللہ میں اور اسکے بعد باوجود قیام دلائل و وضوح حق کے بھی انکار کرنیوالوں کی بد حالی إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَسِيرًا میں مذکور ہے۔

اخبار از نبوت کثیر از انبیاء علیہم السلام و اثبات نبوت محمد یہ و وعید منکر:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالذِّكْرِ مِنْ بَعْدِهِ (الی قولہ تعالیٰ)

وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ہم نے (کچھ آپ کو انوکھا رسول نہیں بنایا جو ایسی واہی تباہی فرمائشیں کرتے ہیں بلکہ) آپ کے پاس (بھی ایسی ہی) وحی بھیجی ہے جیسی (حضرت) نوح (علیہ السلام) کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی (اور ان میں سے بعضوں کے نام بھی بتلائے دیتے ہیں کہ) ہم نے (حضرات) ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب (میں جو نبی گزرے ہیں) اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے پاس وحی بھیجی تھی اور (اسی طرح) ہم نے داؤد (علیہ السلام) کے پاس بھی وحی بھیجی تھی چنانچہ ان (کو (کتاب) زبور دی تھی اور (ان کے علاوہ) اور (بعضے) ایسے پیغمبروں کو (بھی) صاحب وحی بنایا جن کا حال اس کے قبل (سورہ انعام وغیرہ کی سورتوں میں) ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور (بعضے) ایسے پیغمبروں کو (صاحب وحی بنایا) جن کا حال (ابھی تک) ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی صاحب وحی بنایا چنانچہ ان (سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا (اور) ان سب کو (ایمان پر) خوشخبری (نجات کی) دینے والے اور (کفر پر عذاب کا) خوف سنانے والے پیغمبر بنا



وفی الروح اخرج البیهقی فی الدلائل وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال دخل جماعة من اليهود علی رسول اللہ ﷺ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام واللہ اعلم انکم تعلمون انی رسول اللہ تعالیٰ فقالوا ما نعلم ذلک فنزلت لکن اللہ یشہد وفی روایۃ ابن جریر عنہ انه لما نزل انا اوحینا الیک قالوا ما نشہد لک فنزل لکن اللہ یشہد ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ابراهیم الخ بحضو کے نام اشارۃ الی ان هذا التعداد تخصیص بعد تعمیم للتوضیح کما ان تخصیص نوح قبل النیین لکونه ابا لهم فکانہ آدم الثانی ۱۲۔ ۲۔ قوله فی اتینا وکلم اللہ ورسلا الاول وحی نبی وصاحب وحی بنایا اشارۃ الی ان المقصود بالجمیع واحد هو الایحاء لبقیۃ التناسب وتجاذب الاطراف وعلیہ فیقدر قبل رسلا ارسلنا الذی یدل علی الایحاء ۱۲۔ ۳۔ قوله فی تکلیما خاص طور پر اشارۃ الی ان المصدر وتنوینہ للتنويع لانه نوع عجیب لا یدرک کنہہ ۱۲۔ ۴۔ قوله فی رسلا الثانی ان سب کو اوح اشارۃ الی نفی کونہ بدلا من رسلا الاول لان التبشیر والانذار لا یختصان بالبعض المدلول علیہ برسلا الاول بل هو حال عندی من الموحی الیہم فانه وان کان مجرورا لکنہ فی حکم المنصوب لان حاصلہ انا جعلنا ہم ای کل من ذکر رسلا کما سیاتی فی اول المائدة من کون غیر حالا من الضمیر فی لکم واما ترجمتی فاخذ بالحاصل ویقارب منه ما قدر غیری ارسلنا ای ارسلنا رسلا من جمیع من ذکرنا ۱۲۔ ۵۔ قوله فی بما انزل بذریعہ ماخذ هذا المعنی ما فی الروح من قوله ای یشہد بنیوتک بسبب ما انزل الیک الخ ۱۲۔ ۶۔ قوله فی انزلہ الثانی بھیجا بھی کس طرح اشارۃ الی کون الثانیۃ تفسیر الاولیٰ کما فی البیضاوی ۱۲۔ ۷۔ قوله فی بعلمہ علمی کمال اشارۃ الی ما فی الروح ان یکون المعنی انزلہ بعلمہ الخاص به الذی لا یعلمہ غیرہ سبحانہ وهو تالیفہ علی نظم واسلوب یعجز عنہ کل بلیغ وصاحب بیان واختارہ جماعة من المفسرین وفیہ بعد اسطر وجعل علیہ العلم معناه المصدري والباء للآیۃ کما یقال فعلہ بعلمہ اذا کان متقنا وعلی ما ینبغی فیکون وصفا للقرآن بکمال الحسن والبلاغة ۱۲۔ ۸۔ قوله یشہدون اس کا خیال ہی کیا الی قوله اگر چند حقائق کل هذا مبنی علی حملی للجملة علی التسلية ۱۲۔

۹۔ قوله فی ظلموا نقصان ترجمۃ بہ لیکون کا عادیۃ صدد البتعد الفعلان کلاہما فی الموضوعین بیان مشربہم وبيان عقوبتہم ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) خاص اس لئے کہا کہ مطلق کلام تو سب انبیاء علیہم السلام سے ہوا ہے پھر تخصیص کیوں کی گئی اور مراد اس خاص سے کلام کی وہ قسم ہے جس کو سورہ شوریٰ کے اخیر میں منجملہ اقسام کلام کے من وراء حجاب فرمایا ہے مفصل بحث اس کے متعلق وہاں آوے گی۔

کر اس لئے بھیجتا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے (آنے کے) بعد کوئی عذر (ظاہر بھی) باقی نہ رہے (ورنہ قیامت میں یوں کہتے کہ بہت سی اشیاء کا حسن و قبح عقل سے معلوم نہ ہو سکتا تھا پھر ہماری کیا خطا) اور (یوں) اللہ تعالیٰ پورے زور (اور اختیار) والے ہیں (کہ بلا ارسال رسل بھی سزا دیتے تو بوجہ اس کے کہ مالک حقیقی ہونے میں متفرد ہیں ظلم نہ ہوتا اور حقیقت عذر کا حق کسی کو نہ تھا لیکن چونکہ) بڑے حکمت والے (بھی) ہیں (اس لئے حکمت ہی ارسال کو مقتضی ہوئی تاکہ ظاہری عذر بھی نہ رہے۔ یہ بیان حکمت درمیان میں متبعاً آگیا تھا آگے اثبات نبوت محمدیہ کر کے جواب کی تکمیل فرماتے ہیں کہ گو وہ اپنے اس شبہ کے رفع ہونے پر بھی نبوت کو تسلیم نہ کریں) لیکن (واقع میں تو ثابت ہے اور اس کے ثبوت پر دلیل صحیح قائم ہے چنانچہ) اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی (کس طرح) اپنے علمی کمال کے ساتھ (جس سے وہ کتاب معجزہ عظیمہ ہو گئی جو کہ نبوت کی دلیل قاطع ہے ایسی کتاب معجز کے ذریعہ سے آپ کی نبوت کی) شہادت دے رہے ہیں (یعنی دلیل قائم کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ کتاب معجز نازل فرمائی اور اعجاز دلیل نبوت ہے پس دلیل سے تو واقع میں نبوت ثابت ہے رہا کسی کا ماننا نہ ماننا تو اول تو اس کا خیال ہی کیا) اور (اگر طبعاً اس کو جی ہی چاہتا ہو تو ان سے افضل مخلوق یعنی) فرشتے (آپ کی نبوت کی) تصدیق کر رہے ہیں (اور مؤمنین کی تصدیق مشاہد ہی تھی پس اگر چند حقائق نہ ماننا نہ سہی) اور (اصل بات تو وہی ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت (یعنی اقامت دلیل فی الواقع) کافی ہے (کسی کی تصدیق و تسلیم کی آپ کو حاجت ہی نہیں) جو لوگ (ان حج قاطعہ کے بعد بھی) منکر ہیں اور (طرہ یہ کہ اوروں کو بھی) خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں (حق سے) بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں (یہ تو دنیا میں ان کے مذہب کا حاصل ہے اور اس کا ثمرہ آخرت میں آگے سنو کہ) بلاشبہ جو لوگ (حق کے) منکر ہیں اور (حق سے مانع بن کر) دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ ان کو سوا جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ (یعنی جنت کی راہ) دکھلا دیں گے اس طرح پر کہ اس (جہنم) میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے اور اللہ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے (کچھ سامان نہیں کرنا پڑتا)

**الروایات:** فی الروح اخرج ابن اسحق وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال سکین وعدی بن زید یا محمد ما نعلم اللہ تعالیٰ انزل علی بشر من شئی بعد موسیٰ علیہ السلام فانزل اللہ تعالیٰ هذه الآیۃ اه قلت لما کان اصل مقصوده انکار نبوة نبینا ﷺ استحسن قصده تعالیٰ باثباتها بقوله انا اوحینا الیک۔



يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ

اے تمام لوگو تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں، سو تم یقین رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ کی ملک ہے یہ سب جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ

اور زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں کامل حکمت والے ہیں۔ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ

تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں واللہ پر اور اسکے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین ہیں

إِنْتَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ سُبْحَنَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ

باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے۔ وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی

بِاللَّهِ وَكِيلًا ۚ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ

ملک ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رستہ ہونے میں کافی ہیں۔ مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا

عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ

تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کرے گا پھر جو لوگ ایمان لائے ہونگے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہونگے تو ان کو تو ان کا پورا ثواب دیں گے۔ اور ان کو

مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اپنے فضل سے اور زیادہ دیں گے۔ اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا تو ان کو سخت دردناک سزا دیں گے۔ اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو اپنا یار اور

وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

مددگار نہ پاویں گے اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے۔ سو جو لوگ

بِاللَّهِ وَاعْتَصِمُوا بِهِ فَيُفِضْ لَهُمْ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيَهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا ۝

اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور اپنے فضل میں اور اپنے ملک ان کو سیدھا راستہ بتلا دیں گے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر یہود کے شبہ کا جو کہ نبوت محمدیہ کے متعلق تھا جواب اور نبوت کا اثبات مع وعید منکرین نہایت بلاغت اور وضوح سے مذکور ہو چکا آگے عام خطاب سے تصدیق نبوت کا وجوب فرماتے ہیں۔

**خطاب عام بوجوب تصدیق رسالت محمدیہ:**

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ اے تمام (جہان کے) لوگو تمہارے پاس یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سچی بات (یعنی سچا دعویٰ سچی دلیل) لیکر تمہارے پروردگار (جل شانہ) کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو (مقتضا اثبات دعویٰ بالدلیل صحیح کا یہ ہے کہ) تم (ان پر اور جو جو یہ فرماویں سب پر) یقین رکھو (جو پہلے سے یقین لائے ہوئے ہیں وہ اس پر قائم رہیں اور جو نہیں لائے اب اختیار کر لیں) یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا (کیونکہ نجات ہوگی) اور

اگر تم منکر رہے تو (تمہارا ہی نقصان ہے خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ) خدا تعالیٰ کی (تو) ملک ہے یہ سب جو کچھ (بھی) آسمانوں میں اور زمین میں (موجود) ہے (تو ایسے بڑے عظیم الشان مالک قادر کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو مگر اپنی خیر منالو) اور اللہ تعالیٰ (سب کے ایمان و کفر کی) پوری اطلاع رکھتے ہیں (اور دنیا میں جو پوری سزا نہیں دیتے تو اسلئے کہ) کامل حکمت والے (بھی) ہیں (وہ حکمت اسی کو مقتضی ہے)۔

**ربط:** اوپر یہود کو خطاب تھا آگے نصاریٰ کو ہے۔

**خطاب نصاریٰ:**

يٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَلَا يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۚ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ

اے اہل کتاب (یعنی انجیل والو) تم اپنے دین (کے بارہ) میں (عقیدہ حقہ



عبدیت کا اقرار کرنا مع وعید منکرین و وعدہ مقررین بیان فرماتے ہیں کہ جن کو شریک الوہیت کہا جاتا ہے وہ خود عبدیت کے مقرر ہیں۔

اقرار عیسیٰ علیہ السلام و ملائکہ بعدیت و جزاء اقرار و انکار:

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) فَيُوقِفَهُمْ أَجْوَرَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (نصاری) خواہ مخواہ حضرت مسیح علیہ السلام کو الہ یا جزوالہ بنا رہے ہیں خود حضرت (مسیح

(کی یہ کیفیت ہے کہ سکونت ارض کی حالت میں تو ان کا اقرار عبدیت جو کہ مبطل الوہیت ہے مشہور اور سب کو معلوم ہی ہے لیکن اب بھی سکونت سماء کی حالت میں کہ سکونت ارض سے ارفع اور مظنہ تعلیٰ کا ہے یا قیامت تک وہ جس حالت میں ہوں ان سے کوئی پوچھ دیکھے اس حالت میں بھی) ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار (اور انکار) نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے (کبھی عار کریں گے جن میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی ہیں جن کو الہ کا ایک جزو مانتے ہیں خود ان سے کوئی پوچھ دیکھے) اور (وہ عار کریں کیسے اس عار کرنے کا تو ایسا برا انجام ہے کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کریگا اور تکبر کرے گا تو (اس کا انجام سن لو) خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس (یعنی حساب کے موقع پر) جمع کریں گے پھر جو لوگ (دنیا میں) ایمان لائے ہونگے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہونگے (یعنی عبد بنے رہے ہونگے کیونکہ حاصل عبدیت کا یہی ایمان اور اعمال ہیں) تو ان کو تو ان کا پورا ثواب (بھی) دینگے (جو کہ ایمان اور اعمال پر منصوص ہے) اور (اُس کے علاوہ) اُن کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دینگے (جس کی تفصیل منصوص نہیں) اور جن لوگوں نے (عبد بننے سے) عار کیا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا تو ان کو سخت دردناک سزا دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو اپنا یا راہ مددگار نہ پائیں گے۔ **ف** ظاہر ایک شبہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی عبادت سے نہ عار تھا نہ استکبار بلکہ خود اس مضمون مذکور کے جزو عبادت اور من اللہ ہونے میں کلام تھا جواب یہ ہے کہ ان کے مجموعہ احوال سے یہ امر ثابت ہے کہ ان پر حق واضح ہو گیا تھا يَعْرِفُونَ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ مگر رسول اللہ ﷺ کا اتباع ناگوار تھا اور آپ کا اتباع مامور بہ ہے اور ہر مامور بہ عبادت ہے پس آپ کے اتباع سے عار ہونا یقیناً عبادت الہیہ سے عار ہے۔ **ف** لَنْ يَسْتَنْكِفَ کا ترجمہ جو استقبال سے کیا گیا ہے یہ باعتبار معنی حقیقی کے ہے اگر یہ کہا جاوے کہ مقصود ماضی ہے جس کو مجازاً استقبال سے تعبیر کر دیا گیا تو بھی گنجائش ہے اور نکتہ اس میں مبالغہ ہوگا یعنی ان کو اس استنکاف سے اس قدر بعد ہے کہ جس زمانہ میں عدم وقوع

کی حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو (کہ نعوذ باللہ وہ صاحب اولاد ہے جیسا بعض کہتے تھے المسیح ابن اللہ یا وہ مجموعہ الہیہ کا ایک جزو ہے جیسا بعض کہتے تھے إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ اور بقیہ دو جزو ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے تھے اور ایک حضرت جبریل علیہ السلام کو جیسا آیت آئندہ میں وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ کے بڑھانے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بعضے حضرت مریم کو جیسا اتخذونی و امی سے معلوم ہوتا ہے۔ یا وہ عین مسیح ہے جیسا بعض کہتے تھے إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ غرض یہ سب عقیدے باطل ہیں (مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ (کی پیدائش) ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے (حضرت) مریم تک (حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے) پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان (دار چیز) ہیں (کہ اس جان کو حضرت مریم کے جسم میں بواسطہ نفع حضرت جبریل علیہ السلام کے پہنچا دیا تھا باقی نہ وہ ابن اللہ ہیں نہ اللہ ہیں نہ تین میں کے ایک ہیں جیسا عقائد مذکورہ میں لازم آتا ہے) سو (جب یہ سب باتیں غلط ہیں تو سب سے توبہ کرو اور) اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر (حسب ان کی تعلیم کے) ایمان لاؤ (اور وہ موقوف ہے توحید پر پس توحید کا عقیدہ رکھو) اور یوں مت کہو کہ (خدا) تین ہیں (مقصود منع کرنا ہے شرک سے اور وہ سب اقوال مذکورہ میں مشترک ہے اس شرک سے) باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا (اور توحید کے قائل ہو جاؤ کیونکہ) معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے (اور) وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی ملک ہیں (اور ان کا منزہ اور مالک علی الاطلاق ہونا دلیل ہے توحید کی جس کی تقریر سورہ بقرہ کے معاملہ سی و نہم میں گذر چکی) اور (ایک دلیل یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کار ساز ہونے میں کافی ہیں (اور ان کے سوا سب کار سازی میں ناکافی و محتاج الی الغیر اور ایک حد پر جا کر عاجز ہیں اور یہ کفایت صفات کمال سے ہے اور صفات کمال لوازم الوہیت سے ہے جب وہ غیر اللہ میں منتفی ہے پس الوہیت بھی منفی ہے پس توحید ثابت ہے) **ف** روح المعانی میں نصاریٰ کے اقوال مع رد خوب بسط سے لکھے ہیں اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان اقوال میں سے بعض کا اس وقت نصاریٰ کو انکار ہے سو یا تو وہ قائلین اس وقت ہونگے آگے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور یا ان کے اقوال سے یہ عقائد لازم آتے ہیں اور لازم بین مثل ملتزم کے ہوتا ہے۔

**و بطن:** اوپر حق تعالیٰ کی تنزیہ کا اثبات اور الوہیت عیسیٰ علیہ السلام کا ابطال کیا ہے۔ آگے اسی مضمون کی تقریر و تاکید کیلئے عیسیٰ علیہ السلام و ملائکہ کا خود



تحقق ہو چکا ہے یعنی ماضی اس میں تو وقوع کا کیا احتمال ہوتا جس میں عدم وقوع کا بھی تحقق نہیں ہوا اس میں بھی احتمال نہیں ہے۔ فافہم۔

**ربط :** اوپر عقائد و نصاریٰ کا بطلان مح جزا و سزا مقرین و منکرین مذکور ہو چکا آگے خطاب عام سے ان مضامین کا اور ان مضامین کے تعلیم فرمانے والے رسول اور یہ قرآن کا صدق اور مصدقین کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جس طرح مجاہد یہود کے ختم پر اسی طور پر خطاب عام فرمایا تھا یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ الْخ.

**خطاب عام بتصدیق رسول و قرآن:**

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ (الی) قِيَهْدِيْهُمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا اے (تمام) لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک (کافی) دلیل آچکی ہے (وہ ذات مبارک ہے رسول اللہ ﷺ کی) اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے (وہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ذریعہ سے جو کچھ تم کو بتلایا جاوے وہ سب حق ہے جن میں مضامین مذکورہ بھی داخل ہیں) سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے (جس کے لئے توحید و تنزیہ کا اعتقاد لازم ہے) اور انہوں نے اللہ (کے دین) کو (یعنی اسلام کو) مضبوط پکڑا (جس کیلئے رسول اور قرآن کی تصدیق لازم ہے) سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں (یعنی جنت میں) داخل کریں گے اور اپنے فضل میں (لے لیں گے یعنی دخول جنت کے علاوہ اور بھی نعمائے عظمیٰ دینگے جن میں دیدار الہی بھی داخل ہے) اور اپنے تک (پہنچنے کا) ان کو سیدھا راستہ بتا دیں گے (یعنی دنیا میں ان کو طریق رضا پر قائم و ثابت رکھیں گے اور اسی سے تارکین ایمان و اعمال صالحہ کی حالت معلوم ہوگئی کہ ان کو یہ ثمرات نہ ملیں گے) اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ طریق رضا عین ایمان و اعمال ہیں پھر اسی کو ثمرہ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایمان و عمل ماضی سبب ہے اور ایمان و عمل مستقبل مسبب ہے پس تحصیل حاصل لازم نہ آیا حاصل یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے ثبات علی الاطاعت کی توفیق عطا ہوتی ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنَّا لَا حُلُولَ لَہٗ بَطْلَانِ پر صریح دال ہے جیسا بعض جہلاء صوفیہ معتقد ہیں۔ قوله تعالى لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ جیسا سورہ مریم میں مہلکہ عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدیت مراتب شرف میں اعلیٰ مرتبہ ہے۔

**اللفظ:** فی الروح عن الاساس استنکف و نکف امتنع و انقبض انفا و حمية و نقل عن الزجاج کونہ فوق الاستکبار ۱۲۔

**البلاغۃ:** زیادۃ الاستکبار الذی ہو دون الاستکاف لعلہ للمبالغة

قالوا مفیدۃ لمعنی او ولعل علم زیادۃ مع لن يستکف لان الذی وقع من النصاریٰ لعیسیٰ علیہ السلام هو الاستکاف لعلو شأنہ بخلاف غیرہ من الامم فانه يتحقق فیہ الاستکاف تارۃ والاستکبار تارۃ واللہ اعلم ۱۲۔ فی الروح و تقدیم ذکر الوعد بالجنة علی الوعد بالهدایۃ (التي فی الدنيا) المسارعة الی التبشیر بما هو المقصد الاصلی ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی الرسول یہ رسول فاللام للعہد ۱۲۔

۲۔ قوله فی بالحق لے کرفالباء للتلبیس ای متلبسا علیہ انہ حال ۱۲۔

۳۔ قوله فی امنوا متضافا لفاء لسببہ ما قبلہا لما بعدہا ۱۲۔ ۴۔ قوله ہناک رکھوہو شامل فی لساننا للحدوث والاستمرار ۱۲۔ ۵۔ قوله فی خیراً ہو کافی الروح عن الکسانی و ابی عبید ان کان مقدر وما

رووہ بہ اجاب عنہ فی الروح ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ان تکفروا نقصان نہیں اشارۃ الی حذف الجزاء ای ان تکفروا فلا يتضرر اللہ تعالیٰ بہ۔

۷۔ قوله اے انجیل والونقلہ فی الروح عن کثیر من المفسرین ۱۲۔

۸۔ قوله فی کلمۃ وروح منہ کلمہ کی پیدائش و جاندار کما فی روح المعانی معنی کونہ کلمۃ انہ حصل بکلمۃ کن من غیر مادۃ معتادۃ

والی ذلک ذهب الحسن و قتادۃ و نقل عن الغزالی ان الکلمۃ سبب بعید ولما کان القریب یعنی النطفۃ منتفیا اضافہ الی البعید وفیہ ذور روح علی حذف المضاف او استعمال الروح فی معنی ذی

الروح والاضافۃ الی اللہ تعالیٰ للتشريف ۱۲۔ ۹۔ قوله فی لن يستکف عار نہیں کریگے حملتہ علی المعنی الحقیقی و شرحتہ بما

لا یحتاج الی ازید منہ و اقرارہ بالعبودیۃ مذکور ایضا فی القرآن قال انی عبد اللہ ولما کان علیہ السلام حیا فی هذا الحین فی السماء

وینزل حیا فی وقته الی الارض ثم یبقی موصوفا بالحيوة البرزخیۃ بعد وفاته صح کونہ علیہ السلام اهلا للسؤال فی کل حالۃ وهذا

من المواهب الالہیۃ ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی الملئکۃ جن میں حضرت جبرئیل علیہ السلام الخ اشار الی وجہ زیادۃ المعطوف من انہم یجعلون بروح

القدس احد الاقانیم ففہا بہذہ الزیادۃ فعلیہ هذا لا دلالة علی تفضیل الملائکۃ علی الانبیاء علیہم السلام ولا حاجۃ الی الجواب عنہ فہو

کقولنا ما جاء فی زید ولا عمر ولا کقولنا لا یعرض عنی وزیر ولا سلطان فافہم ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی یحشرہم انجام سن لو اشارۃ الی

ان الحشر لیس مقصودا بالجزاء فانه وان کان متاخرا لکنہ لیس بمرتب علی الشرط ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی ہناک سب لو کو فوالمرجع

الناس وان لم یصرح بذکرہ لکن قرینۃ الحشر المتعلق لجميع الناس کاف فسقط سوال ان المفصل فیہ شئی واحد والتفصیل فیہ

شیئان فلم یتطابقا ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی برہان کافی الفادہ التوین ۱۲۔

۱۴۔ قوله فی آخر الترجمة اور اسی سے تارکین فلا یرد ان التفصیل فیہ شئی واحد والمفصل کان عاماً مشتملاً علی شیئین لعموم الناس

المصدقین والمکذبین علی عکس ما مر فی یحشرہم ۱۲۔



يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنْ امْرُؤٌ اهْلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتُ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جاوے جس کے اولاد نہ ہو اور اس کے ایک بہن ہو تو اس کو اس کے تمام

یرثہا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشُّلْثُ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ

ترک کا نصف ملے گا، اور وہ شخص اس کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو، اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو اس کے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے۔ اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت

مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضْلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر، اللہ تعالیٰ تم سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

سب ساقط ہو جاتے ہیں اور عینی بہن سے کبھی وہ ساقط ہو جاتے ہیں کبھی حصہ گھٹ جاتا ہے جسکی تفصیل کتب فرائض میں ہے۔)

**دب:** چونکہ سورت ہذا میں یہاں تک اصول و فروع کثیرہ کی تفصیل ہے اس لئے آخر میں ایک مجمل عنوان سے تمام تفصیل کو مکرر یاد دلایا کہ اپنی منت اور احسان بیان شرائع میں اور رعایت حکمت ان شرائع میں ذکر فرما کر سورت کو ختم فرماتے ہیں۔

اظہار منت و حکمت در شرائع:

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضْلُوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ تم سے (دین کی باتیں) اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم (ناواقعی سے) گمراہی میں نہ پڑو (یہ تو تذکیر و احسان ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس احکام کی مصلحتوں سے بھی مطلع ہیں اور احکام میں ان کی رعایت کی جاتی ہے یہ حکمت کا بیان ہے) الحمد للہ والممنۃ وهو العليم ذو الحکمة کہ تفسیر سورہ نساء کی پندرہویں ذی الحجۃ الحرام روز شنبہ وقت چاشت مقام تھا نہ بھون میں اتمام و اختتام کو پہنچی۔ آگے انشاء اللہ سورہ مائدہ کی تفسیر آتی ہے اللھم فکما اتممت تفسیر هذه الاجزاء من قرآنک. علیٰ ید هذا العبد الفقیر الی رضوانک. کذلک اتممت تفسیر کلمہ علیٰ یدہ بفضلک و احسانک. وافض علیہ من شاء یب فیضانک. اللھم امین ببرکۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین ابدا الابدین و دھرا الداہرین فقط۔

**الروایات:** فی الاتقان قال الواحدی النزل اللہ تعالیٰ فی الکلالۃ آیتین احدهما فی الشتاء وہی التی فی اول النساء والاخری فی الصيف وہی التی فی آخرھا ۱۲۱۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی یستفتونک کلالہ کے باب میں استغنی عن ذکرہ لورودہ فیما بعد ۱۲۱۔ ۲۔ قولہ فی لیس له ولد نہ ماں باپ اور وہ فی الکمالین بروایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی بکر الصدیق وحکاه عن جمهور الصحابة والتابعین ولم يذكر فی القرآن ثقة

**تفسیر:** **دب:** شروع سورت کے ذرا بعد میراث کے احکام مذکور تھے پھر وہاں سے تقریباً ایک پارہ کے بعد دوسرے احکام کے ساتھ حکم میراث کی طرف پھر عود ہوا تھا اب ختم سورت پر پھر عود ہے اسی کی طرف شاید تین جگہ اسکے متفرق کر دینے میں یہ حکمت ہو کہ اسلام سے پہلے میراث کے باب میں بہت جور ہوتا تھا۔ پس سورت کے اول میں وسط میں آخر میں اسکے ذکر فرمانے سے مخاطبین کو اہتمام بلغ و اعتناء مزید اس باب میں مفہوم ہوگا جس سے وہ بھی اس کا زیادہ اہتمام کریں۔ واللہ اعلم اور سب اسکے نزول کا استفتاء حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ اسوقت صرف انکی بہنیں وارث تھیں رواہ النسائی اور لباب میں ابن مردویہ سے حضرت عمرؓ کا سوال کرنا بھی سبب نزول میں نقل کیا ہے۔

عود بسوئے میراث:

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (الی قولہ تعالیٰ) مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ لوگ آپ سے (میراث کلالہ کے باب میں یعنی جس کے نہ اولاد نہ ہونہ ماں باپ ہوں) حکم دریافت کرتے ہیں آپ (جواب میں) فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے (وہ یہ ہے کہ) اگر کوئی شخص مر جاوے جس کے اولاد نہ ہو (یعنی نہ مذکر نہ مؤنث اور نہ ماں باپ ہوں) اور اس کے ایک (یعنی یا علاقائی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا (یعنی بعد حقوق متقدمہ اور بقیہ نصف اگر کوئی عصبہ ہو اس کو دیا جاوے گا ورنہ پھر اسی پر رد ہو جاوے گا) اور وہ شخص اس (اپنی بہن) کا وارث (کل ترکہ کا) ہوگا اگر (وہ بہن مر جاوے اور) اس کے اولاد نہ ہو (اور والدین بھی نہ ہوں) اور اگر (ایسی) بہنیں دو (یا زیادہ) ہوں تو ان کو اسکے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے (اور ایک تہائی عصبہ کو ورنہ بطور رد کے ان ہی کو مل جاوے گا) اور اگر (ایسی میت کے جسکے نہ اولاد ہے نہ والدین خواہ وہ میت مذکر ہو یا مؤنث) وارث چند (یعنی ایک سے زیادہ ایسے ہی) بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو (ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ) ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر (یعنی بھائی کو دو برابر بہن کو اکہر لیکن عینی بھائی سے علاقائی بھائی بہن



بظهور الامر ١٢. ٣ قوله في اخت يعني يا علاتي لان اولاد الام قد مر حكمهم في اول السورة وعليه وقع الاجماع ١٢. ٤ قوله في ان تضلوا اس كتم الى قوله نه يروا إشارة الى وجه التقدير هكذا لتلا تضلوا كما نقله في الروح عن الكسائي والقراء وقال البصريون كراهة ان تضلوا وبه صرح المبرد ١٢٥١.

### وجوه المثاني متعلقه جلد اول بيان القرآن

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي كرمنا بالقران العظيم ☆ ومن علينا بتيسير تلاوته وحفظه بفضله العميم ☆ والصلوة والسلام على رسوله سيدنا محمد الواسطة في هذه البركات ☆ وعلى عترته ورفقته وائمة امته الذين بذلوا جهدهم في هذه الخدمات ☆ اما بعد فلطالما كان يختلج في قلبي ان اجمع رسالة وجيزة تكفل القراء السبعة المتواترة مع توجيه معانيها واعاريها لكون الكتب الدراسية في الهند خالية عن مثل هذا الكتاب ☆ ولكون الكتب الكافلة لهذا الخطب اما متفرقة او مطبوعة غاية الاطباب ☆ وعلى الله اتوكل وبه اعتمد ☆ في هذا المهم وفي كل مهم مقدمة مشتملة على امور الاول لا اجتنب فيه عن التكرار ☆ لما فيه من التيسر ☆ الا ما كثر دوره كالمدة والقصر ☆ الثاني اقدم الكلمة القرآنية ثم اذكرا الوجوه فيها مع ذكر اسم كل شيخ اورا ثم اذكر توجيه ما يحتاج الى توجيهه صرفا ونحواً و تفسيراً الثالث اسماء القراء السبعة و روايتهم هذه.. فاولهم نافع المدني وراويها قالون وورش والثاني ابن كثير المكي وراويها عن اصحابه البزي وقيل الثالث ابو عمرو البصري وراويها الدوري والسوسي عن اليزيدي عنه الرابع ابن عامر الشامي وراويها عن اصحابه هما هشام وابن ذكوان الخامس عاصم الكوفي وراويها شعبة وحفص المشهور روايته بالهند السادس حمزة الكوفي وراويها خلف وخلاد عن سليم عنه السابع الكسائي الكوفي وراويها ابو الحارث والدوري الراوي عن ابن عمرو ايضا الرابع ماخذ هذه الرسالة الكتاب المكرر في القراءات و تفسير روح المعاني في التوجيهات في الاكثر وغيرهما في الاقل الاندر الخامس لما فرغت عن الاختلاف في الفرش الحقت باخوه قدراً ضرورياً من الاصول عن الكافي في كثير وعن غيره في اليسير ☆ ومن اراد الزيادة فعليه بكتب الفن وسميته بوجوه المثاني مع توجيه الكلمات والمعاني ☆ الفرش ☆ سورة الفاتحة قوله تعالى ملك يوم الدين. فيه قراءتان الاولى مالك بالف بعد الميم لعاصم والكسائي والثانية ملك بغير الف للباقيين وتوجيه الكل ظاهر. قوله تعالى الصراط. فيه قراءتان الاولى بالاشمام وهوان ينطق القارئ بحرف متولد بين الصاد والزاي لخلف والثانية بالسسين لقبيل والثالثة بالصاد حاشية: وقد صدر مني الغلط في تشييط الطبع حيث جعلته اثنين ١٢ منه

الخالصة للباقيين واصل اللغة بالسسين من السرط وهو اللقم والصاد لغة قريش والزاي الخالصة لغة لعذرة وكعب وبهذا اتضح توجيه القراءات قوله تعالى عليهم. فيه قراءتان الاولى بضم الهاء وسكون الميم وقفاً وصلوا لحمزة والثانية بوا وبعد الميم وصلوا وسقوط الواو وقفاً لابن كثير والثالثة التخيير بين الواو وسقوطها لقالون والرابعة بالسكون للباقيين.

### سورة البقرة

قوله تعالى في هدى. فيه قراءتان الاولى وصل الهاء بالياء في الوصل لابن كثير والثانية عدم الصلة للباقيين قوله تعالى يؤمنون بالغيب. فيه قراءتان الاولى بابدال همزة الساكنة واو الورش والسوسي وكذا الحمزة في الوقف الثانية ابقائها للباقيين قوله تعالى يقيمون الصلوة. فيه قراءتان الاولى تغليظ اللام لورش وترقيقها للباقيين قوله تعالى بالاخرة. فيه قراءتان الاولى نقل حركة همزة الى الساكن قبلها لورش وكذا الحمزة في الوقف بخلاف عنه الثانية عدمه للباقيين قوله تعالى انذرهم. فيه قراءتان الاولى تسهيل الثانية بين همزة والالف وادخال الف بينهما قالون وابي عمرو وهو وجه لهشام الثانية تسهيل الثانية وعدم ادخال الف بينهما لورش وابن كثير والثالثة تبديل الثانية حرف مد وهو وجه لورش الرابعة تحقيق همزة الثانية وادخال الف بينهما لهشام في وجه الخامسة التحقيق والقصر للباقيين واما همزة الاولى فالكل متفقون على تحقيقها قوله تعالى على ابصارهم. فيه قراءتان الاولى امالة الالف قبل الراء المكسورة المتطرفة امالة محضة لابي عمرو والدوري عن الكسائي الثانية الا مالة بين الا مالة المحضة والفتح وتكون الى الفتح اقرب لورش الثالثة الفتح للباقيين قوله تعالى غشاوة. وقفاً. فيه قراءتان الاولى الا مالة للكسائي والثانية عدمها للباقيين قوله تعالى من يقول. فيه قراءتان الاولى ادغام النون في الياء بغير غنة لخلف والثانية بغنة للباقيين قوله تعالى وما يخذعون. فيه قراءتان الاولى بضم الياء وفتح الخاء والفاء بعدها وكسر الدال لنافع وابن كثير وابي عمرو والثانية بفتح الياء وسكون الخاء ولا الف بعدها وفتح الدال للباقيين وهو على الاول من المخادعة وعلى الثانية من الخدع قوله تعالى بما كانوا يكذبون. فيه قراءتان الاولى بضم الياء وفتح الكاف وتشديد الدال لنافع وابن كثير وابي عمرو وابن عامر والثانية بفتح الياء وسكون الكاف وتخفيف الدال للباقيين وكلاهما ظاهر توجيهه قوله تعالى واذا قيل لهم. فيه قراءتان الاولى باشمام القاف قبل الياء لهشام والكسائي والثانية بلا اشمام للباقيين والاشمام ههنا ان تضم القاف قبل الياء قوله تعالى خلقتكم. فيه قراءتان الاولى بادغام القاف في الكاف لابي عمرو بخلاف عنه والثانية بلا ادغام للباقيين قوله تعالى وهو. فيه قراءتان الاولى بسكون الهاء



لِقَالُونَ وَاَبِي عَمْرٍو وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ بَضْمُهَا لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى  
 اِنِّى اَعْلَمُ فِى الْمَوْضِعَيْنِ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِفَتْحِ الْيَاءِ لِنَافِعِ وَابْنِ  
 كَثِيرٍ وَابِي عَمْرٍو وَالْثَانِيَةُ بِسُكُونِهَا لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى فَازْلِهْمَا.  
 فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِالْفِ عَدِ الزَّيِّ وَتَخْفِيفِ اللَّامِ لِحَمْزَةِ الْثَانِيَةِ  
 بِغَيْرِ الْفِ عَدِ الزَّيِّ وَتَشْدِيدِ اللَّامِ لِلْبَاقِينَ وَالْاُولَى مِنَ الْاِزَالَةِ  
 وَالْثَانِي مِنَ الْاِزْلَالِ قَوْلُهُ تَعَالَى اَدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٌ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ  
 الْاُولَى بِنَصْبِ الْمِيمِ مِنْ اَدَمُ وَرَفْعِ التَّاءِ مِنْ كَلِمَتِ لَابْنِ كَثِيرٍ وَالْثَانِيَةِ  
 بِرَفْعِ الْمِيمِ وَكَسْرِ التَّاءِ لِلْبَاقِينَ وَتَوْجِيهِ الْاُولَى فَاعْلِيَّةً كَلِمَاتٌ وَ  
 مَفْعُولِيَّةً اَدَمُ. وَالْثَانِي عَلَى الْعَكْسِ وَكِلَاهُمَا ظَاهِرُ الْمَعْنَى لِانِ التَّلْقِي  
 يَكُونُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَلَا تَقْبَلْ مِنْهَا شَفَاعَةً فِىهِ قِرَاءَتَانِ  
 الْاُولَى بِالتَّاءِ عَلَى الْثَانِيَةِ لَابْنِ كَثِيرٍ وَابِي عَمْرٍو وَالْثَانِيَةُ بِالْيَاءِ عَلَى  
 التَّذْكِيرِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَاعْدُنَا. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِغَيْرِ الْفِ  
 بَيْنِ الْوَاوِ وَالْعَيْنِ لَابِي عَمْرٍو وَالْثَانِيَةُ بِالْفِ بَيْنَهُمَا لِلْبَاقِينَ وَالْاُولَى مِنَ  
 الْوَعْدِ وَالْثَانِي مِنَ الْمَوَاعِدَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ. فِىهِ  
 قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِيَاءٍ مَضْمُومَةٍ عَلَى التَّذْكِيرِ مَعَ فَتْحِ الْفَاءِ لِنَافِعِ  
 وَالْثَانِيَةِ بِتَاءٍ مَضْمُومَةٍ عَلَى الْثَانِيَةِ مَعَ فَتْحِ الْفَاءِ اَيْضًا لَابْنِ عَامِرٍ  
 وَالْثَالِثَةِ بِنُونٍ مَفْتُوحَةٍ مَعَ كَسْرِ الْفَاءِ لِلْبَاقِينَ وَتَوْجِيهِ الْاُولَى كَوْنِ  
 الْخَطَايَا مَفْعُولٌ مَا لَمْ يَسْمَعْ فَاعِلُهُ وَالثَّالِثُ كَوْنُهُ مَفْعُولًا بِهِ قَوْلُهُ  
 تَعَالَى بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِالْيَاءِ عَلَى الْغِيَةِ  
 لَابْنِ كَثِيرٍ وَالْثَانِيَةُ بِالتَّاءِ عَلَى الْخَطَابِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى اِحَاطَتْ  
 بِهِ خَطِيئَتُهُ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِالْجَمْعِ لِنَافِعِ وَالْثَانِيَةُ بِالتَّوْحِيدِ  
 لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى لَا يَعْبُدُونَ فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِالْيَاءِ عَلَى  
 الْغِيَةِ لَابْنِ كَثِيرٍ وَحَمْزَةُ وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ بِالتَّاءِ عَلَى  
 الْخَطَابِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى لِلنَّاسِ حَسَنًا. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى  
 بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالسَّيْنِ لِحَمْزَةِ وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُونِ  
 السَّيْنِ لِلْبَاقِينَ وَالْاُولَى صِفَةً وَالثَّانِي مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الصِّفَةِ بِالْمُبَالَغَةِ  
 قَوْلُهُ تَعَالَى تَظَاهَرُونَ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِتَخْفِيفِ الظَّاءِ لِعَاصِمٍ  
 وَحَمْزَةٍ وَالْثَانِيَةُ بِتَشْدِيدِهَا لِلْبَاقِينَ وَالْاُولَى بِحِزْفٍ اَحَدِ الْثَانِيَيْنِ  
 وَالثَّانِي بِابْدَائِهَا ظَاءً وَادْغَامِهَا فِى الظَّاءِ قَوْلُهُ تَعَالَى اَسْرَى. فِىهِ  
 قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَسُكُونِ السَّيْنِ وَلَا الْفِ عَدِ السَّيْنِ  
 لِحَمْزِهِ وَالْثَانِيَةُ بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السَّيْنِ وَالْفِ عَدِهَا لِلْبَاقِينَ.  
 قَوْلُهُ تَعَالَى تَفْدُوهُمْ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِضَمِّ التَّاءِ وَفَتْحِ الْفَاءِ  
 بَعْدَهَا الْفِ لِنَافِعِ وَعَاصِمٍ وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ بِفَتْحِ التَّاءِ وَسُكُونِ الْفَاءِ  
 وَلَا الْفِ بَعْدَهَا لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى عَمَّا يَعْمَلُونَ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ  
 الْاُولَى بِالْيَاءِ عَلَى الْغِيَةِ لِنَافِعِ وَابْنِ كَثِيرٍ وَشُعْبَةُ وَالْثَانِيَةُ بِالتَّاءِ عَلَى  
 الْخَطَابِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى بِرُوحِ الْقُدُسِ فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى  
 بِسُكُونِ الدَّالِ حَيْثُ جَاءَ لَابْنُ كَثِيرٍ وَالْثَانِيَةُ بِضَمِّهَا لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ  
 تَعَالَى اِنْ يَنْزِلْ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِسُكُونِ النُّونِ وَتَخْفِيفِ الزَّيِّ  
 لَابْنِ كَثِيرٍ وَابِي عَمْرٍو وَالْثَانِيَةُ بِفَتْحِ النُّونِ وَتَشْدِيدِ الزَّيِّ لِلْبَاقِينَ

قَوْلُهُ تَعَالَى وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ ثَلَاثُ الْاُولَى بِالْأَشْمَامِ  
 لِهَشَامٍ وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ بِالْأَدْغَامِ لَابِي عَمْرٍو وَالثَّالِثَةُ بِأَشْمَامٍ وَلَا  
 أَدْغَامٍ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِأَظْهَارِ  
 الدَّالِ عِنْدَ التَّاءِ لَابْنِ كَثِيرٍ وَحَفْصٍ وَالثَّانِيَةُ بِأَدْغَامِهَا لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ  
 تَعَالَى لَجَبْرِئِلَ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ اَرْبَعَةُ الْاُولَى بِفَتْحِ الْجِيمِ وَالرَّاءِ  
 وَهَمْزَةٍ عَدِ الرَّاءِ مَكْسُورَةٍ مَمْدُودَةٍ اِى بَعْدَهَا يَاءٌ خَفِيَّةٌ لِحَمْزَةِ  
 وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ كَذَلِكَ لَكِنْ بِحَذْفِ الْيَاءِ بَعْدَ الْهَمْزَةِ لَشُعْبَةَ  
 وَالثَّالِثَةُ بِفَتْحِ الْجِيمِ وَكَسْرِ الرَّاءِ مِنْ غَيْرِ هَمْزَةٍ لَابْنِ كَثِيرٍ وَالرَّابِعَةُ  
 بِكَسْرِ الْجِيمِ وَالرَّاءِ مِنْ غَيْرِ هَمْزَةٍ بَعْدَ الرَّاءِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى  
 وَمِكَالَ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ ثَلَاثُ الْاُولَى بِغَيْرِ هَمْزٍ وَلَا يَاءٍ بَيْنَ الْاَلِفِ وَاللَّامِ  
 لَابِي عَمْرٍو وَحَفْصٍ وَالثَّانِيَةُ بِهَمْزَةٍ بَعْدَ الْاَلِفِ وَلَا يَاءٍ بَعْدَ الْهَمْزَةِ  
 لِنَافِعِ وَالثَّالِثَةُ بِهَمْزَةٍ بَعْدَ الْاَلِفِ وَيَاءٍ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَلَكِنْ  
 الشَّيَاطِينُ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِكَسْرِ النُّونِ مِنْ لَكِنْ مَخْفُفَةٌ وَرَفْعُ  
 نُونِ الشَّيَاطِينِ لَابْنِ عَامِرٍ وَحَمْزَةٍ وَالْكَسَائِي وَالْثَانِيَةُ بِفَتْحِ النُّونِ مِنْ  
 لَكِنْ مُشَدَّدَةٌ وَنَصْبُ نُونِ الشَّيَاطِينِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى اِنْ يَنْزِلْ  
 فِيهِ كَمَا فِى يَنْزِلُ الْمَذْكُورُ بَعْدَ رُوحِ الْقُدُسِ قَوْلُهُ تَعَالَى مَا نَسَخَ.  
 فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِضَمِّ النُّونِ الْاُولَى وَكَسْرِ السَّيْنِ لَابْنِ عَامِرٍ  
 وَالْثَانِيَةُ بِفَتْحِ النُّونِ وَالسَّيْنِ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى نَسَخَهَا. فِىهِ قِرَاءَتَانِ  
 تَانِ الْاُولَى بِفَتْحِ النُّونِ الْاُولَى وَبِفَتْحِ السَّيْنِ وَهَمْزَةٍ سَاكِنَةٍ بَعْدَ  
 السَّيْنِ لَابْنِ كَثِيرٍ وَابِي عَمْرٍو وَالْثَانِيَةُ بِضَمِّ النُّونِ وَكَسْرِ السَّيْنِ وَلَا  
 هَمْزَةٍ بَعْدَ السَّيْنِ لِلْبَاقِينَ وَالْاُولَى مِنْ نَسَا بِمَعْنَى اِخْرَاى نَوَاحِرَ اَنْزَالِهَا  
 فَلَا نَزْلَها اَوْ نَوَاحِرَها وَبَعْدَهَا عَنِ الذَّهْنِ بِحَيْثُ لَا يَتَذَكَّرُ لَفْظُهَا وَلَا  
 مَعْنَاهَا وَالثَّانِي اَفْعَالٌ مِنَ النِّسْيَانِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَاسْعَ عَلِيمٌ وَقَالُوا  
 فِيهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِغَيْرِ وَاوٍ قَبْلِ الْقَافِ لَابْنِ عَامِرٍ وَالْثَانِيَةُ بِوَاوٍ  
 لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى كَنْ فَيَكُونُ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِنَصْبِ النُّونِ  
 مِنْ فَيَكُونُ لَابْنِ عَامِرٍ عَلَى جَوَابِ الْاَمْرِ صَوْرَةً وَبِرَفْعِهَا لِلْبَاقِينَ عَلَى  
 الْاِسْتِيفَانِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَلَا تَسْئَلْ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِفَتْحِ التَّاءِ  
 وَسُكُونِ اللَّامِ عَلَى النِّهْيِ لِنَافِعِ وَالْثَانِيَةُ بِضَمِّ التَّاءِ وَاللَّامِ عَلَى النِّفْيِ  
 لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى اِبْرَاهِيمَ. فِىهِ قِرَاءَتَانِ اِبْرَاهِيمَ لَابْنِ عَامِرٍ وَ  
 اِبْرَاهِيمَ لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى عَهْدِي. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِسُكُونِ  
 الْيَاءِ لِحَفْصٍ وَحَمْزَةٍ وَالْثَانِيَةُ بِفَتْحِهَا لِلْبَاقِينَ وَمَنْ اسْكَنَ الْيَاءَ  
 اسْقَطَهَا فِى الْوَصْلِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَاتَّخَذُوا. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى  
 بِفَتْحِ الْخَاءِ لِنَافِعِ وَابْنِ عَامِرٍ عَلَى الْمَضْيِ وَالْثَانِيَةُ بِكَسْرِهَا لِلْبَاقِينَ  
 عَلَى الْاَمْرِ قَوْلُهُ تَعَالَى بَيْتِي. فِىهِ قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِفَتْحِ الْيَاءِ لِنَافِعِ  
 وَهَشَامٍ وَحَفْصٍ وَالثَّانِيَةُ بِسُكُونِهَا لِلْبَاقِينَ قَوْلُهُ تَعَالَى فَامْتَعَهُ. فِىهِ  
 قِرَاءَتَانِ الْاُولَى بِسُكُونِ الْمِيمِ وَتَخْفِيفِ التَّاءِ لَابْنِ عَامِرٍ وَالْثَانِيَةُ  
 بِفَتْحِ الْمِيمِ وَتَشْدِيدِ التَّاءِ وَامَّا الْهَمْزَةُ بَعْدَ التَّاءِ فَالْجَمْعُ اتَّفَقُوا عَلَى  
 ضَمِّهَا وَالْاَوَّلُ مِنَ الْاَفْعَالِ وَالثَّانِي مِنَ التَّفْعِيلِ قَوْلُهُ تَعَالَى اَرْنَا.  
 فِيهِ ثَلَاثُ قِرَآتٍ الْاُولَى بِسُكُونِ الرَّاءِ لَابْنِ كَثِيرٍ وَالسَّوْسَى وَالْثَانِيَةُ



باختلاس حركة الراء للدورى عن ابى عمرو والثالثة بالحركة الكاملة للباقيين وتوجيه الاول انه شبه فيه المنفصل بالمتصل فعومل معاملة فخذ فى اسكانه للتخفيف.

قوله تعالى ووصى. فيه قرائتان الاولى اوصى من الايضاء لنافع وابن عامر والثانية وصى من التوصية للباقيين قوله تعالى ام تقولون. فيه قرائتان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر وحفص وحمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة للباقيين قوله تعالى عن قبلتهم التى. فيه ثلث قرائت الاولى بكسر الهاء والميم لابي عمرو والثانية بضمها لحمزة والكسائى والثالثة بكسر الهاء وضم الميم للباقيين هذا كله فى حال الوصل واما فى الوقف فالجميع على كسر الهاء وسكون الميم قوله تعالى الى صراط مستقيم. ذكر الاشمام لخلف والسين لقبيل قوله تعالى لرؤف. فيه قرائتان الاولى بقصر الحمزة لابي عمرو وشعبة وحمزة والكسائى والثانية بمدها للباقيين قوله تعالى عما يعملون ولئن. فيه قرائتان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر وحمزة والكسائى والثانية بالياء على الغيبة للباقيين. قوله تعالى هو موليا. فيه قرائتان الاولى بفتح اللام والفاء بعدها لابن عامر والثانية بكسر اللام وياء بعدها للباقيين. قوله تعالى عما تعملون ومن حيث خرجت. فيه قرائتان بالياء على الغيبة لابي عمرو والثانية بالتاء على الخطاب للباقيين قوله تعالى ومن تطوع. فيه قرائتان الاولى بالياء على الغيبة وتشديد الطاء والواو وجزم العين لحمزة والكسائى والثانية بالتاء على الحضور وتخفيف الطاء وفتح العين للباقيين قوله تعالى وتصريف الريح. فيه قرائتان الاولى بالتوحيد لحمزة والكسائى والثانية بالجمع للباقيين قوله تعالى ولو يرى الذين ظلموا. فيه قرائتان الاولى بالتاء على الخطاب لنافع وابن عامر والثانية بالياء على الغيبة والموصول على الاول مفعول والجواب لرايت امرا فظيما وعلى الثانى فاعل والجواب لوقعوا فى حسرة عظيمة قوله تعالى اذ يرون. فيه قرائتان الاولى بضم الياء لابن عامر والثانية بفتحها للباقيين قوله تعالى خطوات. فيه قرائتان الاولى بضم الطاء لابن عامر وقبل وحفص والكسائى والثانية بسكونها للباقيين وهما لغتان فى جمع خطوة قوله تعالى فمن اضطر. فيه قرائتان فى الوصل الاولى بكسر النون لابي عمرو وعاصم وحمزة والثانية بضمها للباقيين اتباعا للطاء قوله تعالى ليس البر. فيه قرائتان الاولى بنصب الراء لحفص وحمزة والثانية برفعها للباقيين وهو على الاول خبر لليس وعلى الثانى اسم لها قوله تعالى ولكن البر من امن. فيه قرائتان الاولى بكسر النون مخففة ورفع الراء لنافع وابن عامر والثانية بنصب النون مشددة ونصب الراء للباقيين قوله تعالى من موص. فيه قرائتان الاولى بفتح الواو من موص وتشديد الصاد لشعبة وحمزة والكسائى والثانية بسكون الواو وتخفيف

الصاد للباقيين والاول من التفعيل والثانى من الافعال قوله تعالى فدية طعام. فيه قرائتان الاولى بغير تنوين فى فدية وخفض الميم من طعام لنافع وابن ذكوان والثانية بتنوين فدية ورفع الميم من طعام وتوجيه الاول اضافة فدية الى طعام والثانى بدلية طعام من فدية قوله تعالى طعام مسكين. فيه قرائتان الاولى مساكين بفتح الميم والسين والفاء بعد السين وفتح النون على الجمعية لنافع وابن عامر والثانية بكسر الميم وسكون السين ولا الف بعدها وخفض النون منونة على الافراد للباقيين قوله تعالى فمن تطوع. فيه عين ما ذكر قريبا فى قوله تعالى ومن تطوع خيرا فان الله شاكر عليم قوله تعالى ولتكملوا العدة. فيه قرائتان الاولى بفتح الكاف وتشديد الميم لشعبة والثانية بسكون الكاف وتخفيف الميم للباقيين والاول من التفعيل والثانى من الافعال قوله تعالى البيوت. فيه قرائتان الاولى بضم الباء حيث جاء لورش وابي عمرو وحفص والثانية بكسرها للباقيين قوله تعالى ولكن البر من اتقى. فيه ما مر قريبا فى قوله تعالى ولكن البر من امن قوله تعالى ولا تقتلوه عند المسجد الحرام حتى يقتلوكم فان قتلوكم. فيه قرائتان الاولى بكون الصيغ الثلاث من نصر ينصر لحمزة والكسائى والثانية بكونها من المفاعلة للباقيين قوله تعالى فلا رث ولا فسوق. فيه قرائتان الاولى برفع التاء والقاف والتنوين لابن كثير وابي عمرو والثانية بفتحهما للباقيين ولا خلاف فى كون لاجدال بالفتح قوله تعالى مناسككم. فيه قرائتان الاولى بالادغام لابي عمرو بخلاف عنه ولم يدغم مثلين من كلمة فى القرآن الا هنا وفى سورة المدثر وهو قوله تعالى ما سلككم فى سقر والثانية بلا ادغام للباقيين قوله تعالى فى السلم. فيه قرائتان الاولى بفتح السين لنافع وابن كثير والكسائى والثانية بكسرها للباقيين وهما لغتان مشهورتان فيه قوله تعالى والى الله ترجع. فيه قرائتان الاولى بفتح التاء وكسر الجيم لابن عامر وحمزة والكسائى والثانية بضم التاء وفتح الجيم للباقيين قوله تعالى حتى يقول الرسول. فيه قرائتان الاولى برفع اللام لنافع والثانية بنصبها للباقيين وتوجيه الاول انه حكاية حال ماضية والثانى بتقديران قوله تعالى اثم كبير. فيه قرائتان الاولى بالتاء المثناة لحمزة والكسائى والثانية بالياء الموحدة للباقيين

قوله تعالى قل العفو. فيه قرائتان الاولى برفع الواو لابي عمرو والثانية بالنصب للباقيين وتوجيه الاول تقدير لمبتدأ على ان ما ذا ينفقون مبتدأ وخبر وتوجيه الثانى تقدير الفعل وما ذا مفعول ينفقون ليطابق الجواب السؤال قوله تعالى حتى يطهرن. فيه قرائتان الاولى بتشديد الطاء والهاء لشعبة وحمزة والكسائى والثانية بسكون الطاء وضم الهاء مخففة للباقيين قوله تعالى الا ان يخافا. فيه قرائتان الاولى بضم الياء لحمزة مبنيا للمفعول والخائف على هذا هو المخاطب فى خفتم والثانية بفتحها للباقيين مبنيا للفاعل



قوله تعالى لا تضار والدة في قرأتان الاولى بضم الراء لابن كثير  
وابى عمرو والثانية بالفتح للباقيين والاول نفي والثاني نهى قوله  
تعالى تمسوهن فيه قرأتان الاولى بضم التاء والفاء بعد الميم في  
الموضعين لحمزة والكسائي من المماساة والثانية بفتح التاء ولا  
الف بعد الميم فيهما للباقيين من المس قوله تعالى قدره فيه  
قرأتان الاولى بفتح الدال لابن ذكوان وحفص وحمزة والكسائي  
والثانية بسكونها للباقيين وهما لغتان فيه قوله تعالى وصية  
لازواجهم فيه قرأتان الاولى برفع التاء لنافع وابن كثير والثانية  
بالنصب للباقيين وتوجيه الاول حكم الذين يتوفون وصية او نحوه  
وتوجيه الثاني ليوصوا او يوصون او نحوه قوله تعالى فيضعفه  
فيه اربع قرأتان الاولى بنصب الفاء من التضعيف لابن عامر والثانية  
برفع الفاء من التضعيف لابن كثير والثالثة بنصب الفاء من  
المضاعفة لعاصم والرابعة برفع الفاء من المضاعفة لنافع وابى  
عمرو وحمزة والكسائي وتوجيه النصب بكونه جواب الاستفهام  
وتوجيه الرفع بتقدير هو قوله تعالى يبسط فيه قرأتان الاولى  
بالسين لقنبل وابى عمرو وابن عامر وحفص وحمزة بخلاف عن  
ابن ذكوان وخلادو الثانية بالصاد للباقيين والرسم بالصاد قوله  
تعالى هل عسيتم فيه قرأتان الاولى بكسر السين لنافع والثانية  
بالنصب للباقيين قوله تعالى غرقة فيه قرأتان الاولى بفتح الغين  
لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بضمها للباقيين وهو بالضم ما  
يغرف وبالفتح مصدر وقيل هما مصدران والضم والفتح لغتان  
قوله تعالى دفع الله فيه قرأتان الاولى بكسر الدال وفتح الفاء  
والف بعدها كقتال لنافع والثانية بفتح الدال وسكون الفاء ولا الف  
بعدها للباقيين قوله تعالى بروح القدس فيه ما قد ذكر من قبل  
قوله تعالى لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة فيه قرأتان الاولى  
بالفتح فى بيع وخلة وشفاعة ولا تنوين لابن كثير وابى عمرو  
والثانية بالرفع والتنوين للباقيين قوله تعالى كيف ننشزها فيه  
قرأتان الاولى بالراء لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بالراء  
للباقيين ومعناه بالراء الاحياء وبالراء الرفع اى نرفعها من الارض  
فنردها الى اماكنها من الجسد قوله تعالى قال اعلم فيه قرأتان  
تاني الاولى بوصل الهمزة قبل العين وسكون الميم على الامر لحمزة  
والكسائي والثانية بقطع الهمزة ورفع الميم على التكلم وفاعل قال  
على الاول هو الله تعالى وعلى الثاني هو المار على القرية قوله  
تعالى فصرهن فيه قرأتان الاولى بكسر الصاد لحمزة والثانية  
بضمها للباقيين من صاره يصوره و يصيره لغتان بمعنى قطعة او اماله  
وقيل الكسر بمعنى القطع والضم بمعنى الامالة قوله تعالى جزء  
ا فيه قرأتان الاولى بضم الزاى لشعبة والثاني بسكونها للباقيين  
لغتان قوله تعالى والله يضعف فيه قرأتان الاولى بتشديد العين  
ولا الف قبلها لابن كثير وابن عامر والثانية بتخفيفها والف قبلها

للباقيين من التضعيف والمضاعفة قوله تعالى بربوة فيه قرأتان  
الاولى بفتح الراء لابن عامر وعاصم والثانية بضمها للباقيين لغتان  
قوله تعالى فاتت اكملها فيه قرأتان الاولى بسكون الكاف  
لنافع وابن كثير والثانية بضمها للباقيين واصل اللغة هو الثاني  
والاول تخفيف قوله تعالى فنعما هي فيه قرأتان الاولى بفتح  
النون لابن عامر وحمزة والكسائي والثانية بكسرها للباقيين والاول  
على الاصل كعلم والثاني على الاتباع قوله تعالى ونكفر عنكم  
فيه ثلث قرأتان الاولى بالياء ورفع الراء لابن عامر وحفص  
والثانية بالنون ورفع الراء لابن كثير وابى عمرو وشعبة والثالثة  
بالنون وجزم الراء لنافع وحمزة والكسائي والرفع على كون  
الجملة مبتدأة والجزم على العطف جواب الشرط قوله تعالى  
يحسبهم فيه قرأتان الاولى بفتح السين لابن عامر وعاصم و  
حمزة والثانية بكسرها للباقيين قوله تعالى فاذا نوا فيه قرأتان  
الاولى بفتح الهمزة ومدّها وكسر الدال لشعبة وحمزة من الايذان  
والثانية بسكون الهمزة وفتح الدال للباقيين من الاذن قوله تعالى  
الى ميسرة فيه قرأتان الاولى بضم السين لنافع والثانية بفتحها للباقيين  
لغتان قوله تعالى وان تصدقوا فيه قرأتان الاولى بتخفيف  
الصاد لعاصم والثانية بالتشديد للباقيين والاصل تتصدقوا فحذفت  
احدى التائين على الاول واد غمت فى الصاد على الثاني قوله  
تعالى يوما ترجعون فيه قرأتان الاولى بفتح التاء وكسر الجيم  
لحمزة والثانية بضم التاء وفتح الجيم للباقيين قوله تعالى ان  
تضل فيه قرأتان الاولى بكسر الهمزة لحمزة فان شرطية والثانية  
بفتحها للباقيين فان مصدرية قوله تعالى فتذكر فيه ثلث قرأتان  
الاولى بسكون الدال وتخفيف الكاف مع نصب الراء لابن كثير  
وابى عمرو والثانية بفتح الدال وتشديد الكاف مع نصب الراء  
لنافع وابن عامر وعاصم والكسائي والثالثة بالفتح والتشديد مع  
رفع الراء لحمزة والنصب على العطف والرفع على الجواب من  
الشرط وهو على التخفيف من الذكرى على التشديد من التذكير  
قوله تعالى تجارة حاضرة فيه قرأتان الاولى بنصب التاء فيهما  
لعاصم والثانية بالرفع فيهما للباقيين فكان على الاول ناقصة وعلى  
الثاني تامة قوله تعالى فرهن فيه قرأتان الاولى بضم الراء  
والهاء ولا الف بعدها لابن كثير وابى عمرو والثانية بكسر الراء  
وفتح الهاء والف بعدها وكلاهما جمع رهن قوله تعالى فيغفر و  
يعذب فيه قرأتان الاولى برفع الراء والياء لابن عامر وعاصم  
والثانية بالجزم للباقيين والجزم للعطف على جواب الشرط قوله  
تعالى وكتبه فيه قرأتان الاولى بكسر الكاف وفتح التاء والف  
بعدها على التوحيد لحمزة والكسائي والثانية بضم الكاف والتاء  
على الجمع للباقيين وقد تمت بحمد لله سورة البقر للحادى  
والعشرين من المحرم ۱۳۲۶هـ



## سورة آل عمران

قوله تعالى ستغلبون وتحشرون. فيه قرأتان الاولى بالياء  
فيهما على الغيبة لحمزة والكسائي والثانية بالتاء على الخطاب  
للباقين والفرق بين القراءتين بان المعنى على تقدير تاء الخطاب امر  
النبي ﷺ ان يخبرهم من عند نفسه بمضمون الكلام حتى لو كذبوا  
كان التكذيب راجعا اليه وعلى تقدير ياء الغيبة امره بان يؤدي ما  
اخبر الله تعالى به من الحكم بانهم سيغلبون بحيث لو كذبوا كان  
التكذيب راجعا الى الله تعالى قوله تعالى يرونهم مثليهم. فيه  
قرأتان الاولى بالتاء على الخطاب لنافع والثانية بالياء على الغيبة  
للباقين وتوجيه الاول ترون ايها الكفار المؤمنين مثلي المؤمنين  
خرقا للعادة وتوجيه الثاني يرى الفئة الكافرة الفئة المؤمنة مثلي  
عدد الرائيين او المرئيين او بالعكس ويصح جميع ذلك باختلاف  
الاحوال والاوقات كما يعلم بالمراجعة الى التفاسير قوله تعالى  
رضوان. فيه قرأتان الاولى بضم الراء لشعبة والثانية بكسرها  
للباقين وهما لغتان قوله تعالى يقتلون الذين. فيه قرأتان الاولى  
بضم الياء المشاة تحت وفتح القاف والفاء بعدها وكسر التاء المشاة  
فوق لحمزة من القتال والثانية بفتح الياء وسكون القاف ولا الف  
بعدها وضم التاء للباقيين من القتل قوله تعالى من الميت ويخرج  
الميت. فيه قرأتان الاولى بسكون الياء لابن كثير وابى عمرو وابن  
عامر وشعبة والثانية بكسر الياء مشددة للباقيين والاول تخفيف  
لثاني قوله تعالى بما وضعت. فيه قرأتان الاولى بسكون العين  
وضم التاء لابن عامر وشعبة والثانية بفتح العين وسكون التاء وهو  
على الاول من مقول امرأة عمران وعلى الثاني من مقول الله تعالى.  
قوله تعالى كفلها. فيه قرأتان الاولى بتشديد الفاء لعاصم وحمزة  
والكسائي والثانية بتخفيفها للباقيين وزكريا على الاول مفعول به  
لكفلها والفاعل هو الله تعالى وعلى الثاني فاعل له. قوله تعالى في  
المحراب ان الله. فيه قرأتان بكسر الهمزة من ان لابن عامر  
وحمزة والثانية بفتحها للباقيين وتوجيه الاول اضمارا لقول او اجراء  
النداء مجرى القول وتوجيه الثاني ظاهر. قوله تعالى يبشرك في  
الموضعين بشارة زكريا وبشارة مريم فيه قرأتان الاولى بفتح الياء  
وسكون الباء الموحدة وضم الشين مخففة لحمزة والكسائي  
والثانية بضم الياء وفتح الباء الموحدة وكسر الشين مشددة  
والاول من الثلاثي المجرد والثاني من التفعيل قوله تعالى كن  
فيكون فيه ما مر في سورة البقرة اية بديع السموات قوله تعالى  
ويعلمه فيه قرأتان الاولى بالياء لنافع وعاصم والثانية بالنون للباقيين  
قوله تعالى فيكون طيرا. فيه قراءة ثان الاولى بالف بعد الطاء بعدها  
همزة مكسورة والثانية بياء ساكنة بعد الطاء من غير الف قوله  
تعالى في بيوتكم. فيه ما تقدم في البقرة اية يستلونك عن الاهلة

قوله تعالى فيو فيهم. فيه قرأتان الاولى بالياء لحفص والثانية بالنون  
للباقين قوله تعالى لتحسبوه. فيه قرأتان الاولى بفتح السين لابن  
عامر وعاصم وحمزة والثانية بكسرها للباقيين قوله تعالى تعلمون  
الكتب فيه قرأتان الاولى بفتح التاء وسكون العين وفتح اللام  
مخففة لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بضم التاء وفتح العين  
وكسر اللام مشددة للباقيين والاول من الثلاثي المجرد والثاني من  
التفعيل قوله تعالى لما فيه قرأتان الاولى بكسر اللام لحمزة  
والثانية بالفتح للباقيين واللام على الاول جارة وعلى الثاني موطئة  
للقسم قوله تعالى اتيتكم. فيه قرأتان الاولى بنون مفتوحة بعد الياء  
بعدها الف لنافع على الجمعية والثانية بتاء مضمومة للباقيين على  
الافراد قوله تعالى ييغون. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لابي  
عمرو وحفص وبالتاء على الخطاب للباقيين قوله تعالى اليه  
يرجعون. فيه قرأتان بالياء على الغيبة لحفص وبالتاء على الخطاب  
للباقين. قوله تعالى من قبل ان تنزل. فيه قرأتان الاولى بسكون  
النون وتخفيف الزاي من الانزال والثانية بفتح النون وتشديد الزاي  
من التنزيل قوله تعالى حج ابيت. فيه قرأتان الاولى بكسر الحاء  
لحفص وحمزة والكسائي والثانية بالفتح للباقيين والكسر لغة نجد  
قوله تعالى ترجع الامور. فيه قرأتان الاولى بفتح التاء وكسر  
الجيم لابن عامر وحمزة والكسائي والثانية بضم التاء وفتح الجيم  
للباقين قوله تعالى وما يفعلوا من خير فلن يكفروه. فيه قرأتان  
الاولى بالياء فيهما على الغيبة لحفص وحمزة والكسائي والثانية  
بالتاء على الخطاب للباقيين قوله تعالى لا يضركم كيدهم فيه  
قرأتان الاولى بكسر الضاد وجزم الراء لنافع وابن كثير وابى عمرو  
والثانية بضم الضاد ورفع الراء مشددة للباقيين والاول من ضاره  
يضره والجزم على انه جواب الشرط والثاني من ضره يضره  
والضم لاتباع ضمة الضاد كما في الامر المضاعف المضموم  
العين كمد والجزم مقدر وجوز وافي مثله الفتح والكسر قوله  
تعالى منزلي. فيه قرأتان الاولى بفتح النون وتشديد الزاي من  
التنزيل لابن عامر والثانية بسكون النون وتخفيف الزاي من الانزال  
للباقين قوله تعالى مسومين. فيه قراءة ثان الاولى بكسر الواو لابن  
كثير وابى عمرو وعاصم والثانية بفتحها للباقيين ومعنى الاول  
معلمين انفسهم ومعنى الثاني معلمين من جهة الله تعالى قوله تعالى  
مضعفه فيه قرأتان الاولى بتشديد العين ولا الف قبلها من التضعيف  
لابن كثير وابن عامر والثانية بتخفيف العين والف قبلها من  
المضاعفة للباقيين قوله تعالى وسارعوا. فيه قراءة ثان الاولى بغير  
واو قبل السين لنافع وابن عامر والثانية بالواو قبل السين للباقيين  
قوله تعالى قرح في الموضعين فيه قرأتان الاولى بضم القاف لابي  
بكر شعبة وحمزة والكسائي والثانية بفتحها للباقيين وهما لغتان  
قوله تعالى قتل معه. فيه قرأتان الاولى بضم القاف وكسر التاء ولا



الف بين القاف والتاء لنافع وابن كثير وابتى عمرو والثانية بفتح القاف والتاء والف بين القاف والتاء والاول مبنى للمفعول من القتل والثاني مبنى للفاعل من القتال قوله تعالى الرعب فيه قرأتان الاولى بضم العين لابن عامر والكسائي والثانية بالسكون للباقيين وهما لغتان قوله تعالى يغشى. فيه قرأتان الاولى بالتاء على التانيث لحمزة والكسائي والثانية بالياء على التذكير للباقيين قوله تعالى كله لله. فيه قرأتان الاولى برفع اللام بعد الكاف لابى عمرو والثانية بالنصب للباقيين وهو على الاول مبتدأ ولله خبره والجملة خبر لان وعلى الثانى تأكيد لاسم ان ولله خبرها قوله تعالى فى بيوتكم فيه ما تقدم قوله تعالى بما تعملون بصير. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير وحمزة والكسائي والثانية بالتاء على الخطاب للباقيين. قوله تعالى متم. فيه قرأتان الاولى بكسر الميم لنافع وحمزة والكسائي والثانية بالضم للباقيين وهو على الاول من مات يمات مثل خفتم من خاف يخاف وعلى الثانى من مات يموت مثل كنتم من كان يكون قوله تعالى يجمعون. فيه قرأتان الاولى بياء الغيبة لحفص والثانية بتاء الخطاب للباقيين قوله تعالى ان يغل. فيه قراءتان الاولى بفتح الياء وضم الغين مبنيا للفاعل لابن كثير وابتى عمرو وعاصم والثانية بضم الياء وفتح الغين مبنيا للمفعول اى ما صح لنبى ان ينسبه احد الى الغلول او يوجد غالاً قوله تعالى رضوان فيه مامر فى اول السورة قوله تعالى ماقتلوا. فيه قرأتان الاولى مشددة لهشام والثانية مخففة للباقيين قوله تعالى الذين قتلوا. فيه قرأتان الاولى مشددة لابن عامر والثانية مخففة للباقيين قوله تعالى وان الله لا يضيع. فيه قرأتان الاولى بكسر الهمزة للكسائي على انه تذييل لما قبله والثانية بفتحها للباقيين عطفاً على فضل او نعمة قوله تعالى الفرح قدم قوله تعالى خافون. فيه قرأتان الاولى باثبات الياء وصلاً وحذفها وقفا لابى عمرو والثانية بالحذف وقفا وصلاً للباقيين قوله تعالى لا يحزنك. فيه قرأتان الاولى بضم الياء وكسر الزاى من الافعال لنافع والثانية بفتح الياء وضم الزاى للباقيين قوله تعالى حتى يميز. فيه قرأتان الاولى بضم الياء وفتح الميم وتشديد الياء بعد الميم مع كسرها من التفعيل لحمزة والكسائي والثانية بفتح الياء وكسر الميم وسكون الياء بعد الميم من ماز للباقيين قوله تعالى بما تعملون خبر. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لابن كثير وابتى عمرو والثانية بالتاء على الخطاب للباقيين قوله تعالى سنكتب ما قالوا (الى) نقول. فيه قرأتان الاولى سيكتب بياء مضمومة وفتح التاء وقتلهم برفع اللام ويقول بالياء لحمزة والثانية سنكتب بنون مفتوحة وضم التاء وقتلهم بنصب اللام ونوقل بالنون قوله تعالى والزبر. فيه قرأتان الاولى وبالزبر لابن عامر والبنى والثانية والزبر للباقيين قوله تعالى والكتاب المنير. فيه قرأتان الاولى وبالكتاب لهشام والثانية

والكتاب للباقيين قوله تعالى لتبينه للناس ولا تكتُمونه فيه قراءتان بياء الغيبة فيهما لابن كثير وابتى عمرو وشعبة والثانية بتاء الخطاب للباقيين قوله تعالى لا تحسن الدين. فيه قرأتان الاولى بياء الخطاب لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بياء الغيبة للباقيين والفاعل على الثانى هو الموصول والمفعول مقدر اى انفسهم قوله تعالى فلا تحسبنهم. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة وضم الباء الموحدة لابن كثير وابتى عمرو والثانية بالتاء على الخطاب وفتح الباء الموحدة للباقيين قوله تعالى وقتلوا وقتلوا. فيه قرأتان الاولى بتقديم فعل المفعول على فعل الفاعل لحمزة والكسائي والثانية ضد ذلك للباقيين وفى فعل المفعول قرأتان الاولى بالتشديد لابن كثير وابتى عمرو والثانية بالتخفيف للباقيين تمت سورة آل عمران غرة صفر ١٣٢٦ هـ

## سورة النساء

قوله تعالى تساء لون به فيه قرأتان الاولى بتخفيف السين لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بتشديدها للباقيين وتوجيه الاولى حذف التانيث والثانية ادغامها فى السين قوله تعالى والارحام. فيه قرأتان الاولى بخفض الميم لحمزة والثانية بنعها للباقيين وهو على الاول معطوف على الجلالة والثانى على الضمير المجرور على راي الكوفيين اوهو مجرور بتقدير الباء على راي البصريين على نحو والله لافعلن قوله تعالى سيصلون. فيه قرأتان الاولى بضم الياء على البناء للمفعول لابن عامر وشعبة والثانية بالفتح على البناء للفاعل للباقيين قوله تعالى وان كانت واحدة. فيه قرأتان الاولى برفع واحدة لنافع والثانية بالنصب للباقيين وكانت على الاولى تامة وعلى الثانية ناقصة قوله تعالى فلامه الثلث وقوله تعالى فلامه السدس. فيه قرأتان الاولى بكسرة الهمزة لحمزة والكسائي والثانية بضمها للباقيين والكسر اتباع لكسرة اللام وقيل اتباع لكسرة الميم وضعف بان فيه اتباع حركة اصلية لحركة عارضة وهى الاعرابية وقيل انها لغة فى الام قوله تعالى يوصى بها فى الموضعين فى المجموع ثلث قرأت الاولى بفتح الصاد والف بعدها فيهما لابن كثير وابتى عمرو وشعبة والثانية بالفتح والالف فى الاول وبكسر الصاد وياء ساكنة بعدها فى الثانى لحفص والثالثة بالكسر والياء فيهما للباقيين قوله تعالى يدخله جنات وقوله تعالى يدخله ناراً. فيه قرأتان الاولى بالنون لنافع وابتى عمرو والثانية بالياء للباقيين قوله تعالى واللذان. فيه قرأتان الاولى بتشديد النون لابن كثير والثانية بالتخفيف للباقيين وتشديد النون لغة وهو عوض عن ياء الذى المحذوف اذ قياسه اللذان قوله تعالى كرها. فيه قرأتان الاولى ضم الكاف لحمزة والكسائي والثانية بالفتح للباقيين وهما لغتان قوله تعالى مينة. فيه قرأتان الاولى بفتح الياء المثناة



تحت لابن كثير وشعبة والثانية بالكسر للباقيين على صيغة الفاعل من بين اللازم بمعنى تبين أو المتعدي والمفعول محذوف أي مبينة حال صاحبها قوله تعالى والمحصنت. قرأ الكسائي جميع ما في القرآن من لفظ المحصنات ومحصنات بكسر الصاد الألف هذا الحرف فإنه فتح الصاد موافقا للجميع قوله تعالى واحل لكم. فيه قرأتان الأولى بضم الهمزة وكسر الحاء لحفص وحمزة والكسائي على البناء للمفعول والثانية بفتحهما للباقيين على البناء للفاعل قوله تعالى فإذا حصن. فيه قرأتان الأولى بفتح الهمزة والصاد لشعبة وحمزة والكسائي على البناء للفاعل والثانية بضم الهمزة وكسر الصاد على البناء للمفعول قوله تعالى تجارة. فيه قرأتان الأولى بالنصب لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالرفع للباقيين والوجه ظاهر قوله تعالى مدخلا. فيه قرأتان الأولى بفتح الميم لنافع والثانية بالضم للباقيين ويحتملان المصدر والظرف قوله تعالى عقدت. فيه قرأتان الأولى بغير الف بين العين والقاف لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالالف للباقيين. قوله تعالى بالبنخل. فيه قرأتان الأولى بفتح الباء والخاء لحمزة والكسائي والثانية بضم الباء وسكون الخاء للباقيين هما لغتان قوله تعالى إن تك حسنة. فيه قرأتان الأولى برفع التاء لنافع وابن كثير والثانية بالنصب للباقيين والكون على الأولى تامة وعلى الثانية ناقصة قوله تعالى يضاعفها. فيه قرأتان الأولى بتشديد العين ولا الف قبلها من التضعيف لابن كثير وابن عامر والثانية بتخفيف العين والف قبلها من المضاعفة للباقيين قوله تعالى لو تسوى. فيه ثلث قرأت الأولى بضم المشناة فوق من التفعيل لابن كثير وأبي عمرو وعاصم والثانية بفتح المشناة وتشديد السين من التفعيل وادغام المشناة في السين لنافع وابن عامر والثالثة بالفتح بلا ادغام على حذف إحدى التائين لحمزة والكسائي قوله تعالى أو لمستم. فيه قرأتان الأولى بغير الف بين اللام والميم من اللمس لحمزة والكسائي والثانية بالف من الملامسة للباقيين قوله تعالى نعماء يعظكم به. فيه ما ذكر في قوله تعالى فنعماء هي في سورة البقرة جزء تلك الرسل قوله تعالى إلا قليل منهم. فيه قرأتان الأولى قليلاً بالنصب لابن عامر والثانية بالرفع للباقيين والنصب على الاستثناء والرفع على البدلية من الضمير المرفوع في فعلولا قوله تعالى كان لم تكن. فيه قرأتان الأولى بالتاء في تكن على التانيث لابن كثير وحفص والثانية بالياء

على التذكير للباقيين قوله تعالى ولا تظلمون فتيلاً. فيه قرأتان الأولى بالغية لابن كثير وحمزة والكسائي والثانية بالخطاب للباقيين قوله تعالى فتبينوا في الموضوعين فيهما قرأتان الأولى بالتاء المثلثة والياء الموحدة والتاء المشناة من فوق لحمزة والكسائي من التثنية والثانية بالياء الموحدة والياء المشناة من تحت والنون من البيان للباقيين قوله تعالى القى اليكم السلم. فيه قرأتان الأولى بغير الف بعد اللام من السلم بمعنى الانقياد لنافع وابن عامر وحمزة والثانية بالالف للباقيين قوله تعالى غير أولى لضرر. فيه قرأتان الأولى بالنصب للراء من غير لنافع وابن عامر والكسائي على الحالية أو الاستثناء والثانية بالرفع للباقيين على أنه صفة للقاعدون قوله تعالى فسوف نوتيه. فيه قرأتان الأولى بالياء لأبي عمرو والثانية بالنون للباقيين قوله تعالى يدخلون الجنة فيه قرأتان الأولى بضم الياء وفتح الخاء لابن كثير وأبي عمرو وشعبة على البناء للمفعول والثانية بفتح الياء وضم الخاء للباقيين على البناء للفاعل قوله تعالى إن يصلحها. فيه قرأتان الأولى بضم الياء وسكون الصاد ولا الف بعدها وكسر اللام من الإصلاح لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بفتح الياء وفتح الصاد مع التشديد والف بعدها وفتح اللام من الإصلاح الذي أصله تصالح قوله تعالى والكتاب الذي نزل على رسوله والكتاب الذي أنزل من قبل. فيه قرأتان بضم النون من نزل والهمزة من أنزل وكسر الزاي فيهما لابن كثير وأبي عمرو وابن عامر والثانية بفتح النون والهمزة وفتح الزاي فيهما للباقيين قوله تعالى وقد نزل. فيه قرأتان الأولى بفتح النون والزاي لعاصم والثانية بضم النون وكسر الزاي للباقيين قوله تعالى في الدرك فيه قرأتان الأولى بسكون الراء لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بفتحها للباقيين وهما لغتان قوله تعالى أولئك سوف يؤتيهم. فيه قرأتان الأولى بالياء لحفص والثانية بالنون للباقيين. قوله تعالى إن تنزل. فيه قرأتان الأولى من الانزال لابن كثير وأبي عمرو والثانية من التنزيل للباقيين قوله تعالى زبوراً. فيه قرأتان الأولى بضم الزاي لحمزة والثنية بالفتح للباقيين والمفتوح فعول بمعنى مفعول كالحلوب والركوب والمضموم جمع كفلس وفلوس أو مصدر كالقعود والجلوس تمت سورة النساء للثامن والعشرين من جمادى الأولى ١٣٢٦ هـ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَفِيهِ آيَاتٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ مُّذْهِبٌ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ

اے ایمان والو عہدوں کو پورا کرو تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ انعام کے ہوں حلال کئے گئے ہیں مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حلال مت سمجھنا جس حالت میں

وَأَنْتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا

کہ تم احرام میں ہو، بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم کریں۔ اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ

الْقَلَائِدَ وَلَا أَمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

ان جانوروں کی جٹکے گلے میں پئے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے حالب ہوں اور حرمات تم احرام سے باہر آ جاؤ تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سب سے نفی ہے

شَنَاةٌ قَوْمٍ أَنْ صَدُّكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَاتَّعَاوُنَا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوُنَا عَلَى الْإِثْمِ

کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جاوے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو،

وَالْعُدُوَّانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

حکم اول تحلیل و تحریم بہائم:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ (ان) انعام (یعنی اونٹ بکری گائے) کے ہوں (جن کی حلت اس کے قبل سورۃ انعام میں جو کہ مکہ ہے معلوم ہو چکی ہے پس ان کے مشابہ جتنے چوپائے ہیں سب) حلال کئے گئے ہیں (جیسے ہرن نیل گائے وغیرہ کہ اونٹ بکری گائے کے مشابہ ہیں اس بات میں کہ درندے اور شکاری نہیں بجز ان بہائم کے جو کہ دوسرے دلائل شرعیہ حدیث وغیرہ سے مخصوص و مستثنی ہو چکے ہیں جیسا گدھا خچر وغیرہ ان مستثنیات کے سوا اور سب بہائم اہلی وحشی حلال ہیں) مگر جن کا ذکر آگے (آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْبَيْتَةَ) آتا ہے (کہ وہ باوجود بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ میں داخل ہونے اور مخصوص بالحدیث وغیرہ سے خارج ہونے کے بھی حرام ہیں اور باقی تم کو حلال ہیں) لیکن (ان میں جو) شکار (ہیں ان) کو حلال مت سمجھنا جس حالت میں کہ تم احرام (یا حرم) میں ہو (مثلاً حج و عمرہ کا احرام باندھے ہو گو حرم سے خارج ہو یا یہ کہ حرم کے اندر ہو کہ غالباً شکار بھی حرم کے اندر ہوگا کیونکہ اصل مدار حکم کا شکار کا حرم کے اندر ہونا ہے گو احرام نہ باندھے ہو دونوں حالتوں میں شکار یعنی بڑی وحشی کا حرام ہے) بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم کریں (یعنی وہی مصلحت ہوتا ہے پس جس جانور کو چاہا ہمیشہ کے لئے فی نفسہ غیر اوقات اضطرار میں حرام کر دیا جس کو چاہا ہمیشہ کے لئے حلال کر دیا جس کو چاہا کسی حالت میں حلال کر دیا کسی حالت میں حرام کر دیا

تفسیر: سورة المائدة مدنیہ وہی مائتہ وعشرون آية.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اوپر کی سورت کے ختم پر فرمایا تھا کہ شرائع کو تم سے بیان کرتے ہیں اس سورت کے شروع پر اس کا امر ہے کہ تم ہمارے ان بیان کئے ہوئے شرائع کی پوری پوری بجا آوری کرو یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے انجام اور آغاز میں ہے باقی پوری پوری سورتوں میں بھی دونوں کے اشتغال علی الشرائع سے ربطا ظاہر ہے اور خود اس سورت کی اجزاء میں ایک ارتباط بدیع ہے کہ اس کے اول کی آیت بمنزلہ متن کے ہے اور تمام سورت بمنزلہ اس کی شرح کے کیونکہ لفظ عقود بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ روح میں منقول اور قاموس کے قول العقد العہد سے مؤید ہے تمام شرائع کو عام اور شامل ہے اور سورت میں ان ہی شرائع کی تفصیل ہے پس اولاً اجمالی اور کلی عنوان سے امتثال شرائع کا حکم فرماتے ہیں۔

ایجاب امتثال شرائع:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ اے ایمان والو تمہارے ایمان کا مقتضاء یہ ہے کہ اپنے عہدوں کو (جو کہ ایمان کے ضمن میں تم نے خدا تعالیٰ سے کئے ہیں) پورا کرو (یعنی احکام شرعیہ کو بجا لاؤ کیونکہ ایمان لانے سے سب کا التزام ہو گیا اور التزام کا مقتضاء ایفاء ہے)

و ربط: اوپر اجمالی اور کلی عنوان سے امتثال شرائع کا امر تھا آگے مامورہ کی جزئیات کی تفصیل ہے جس میں بعض احکام فرعیہ ہیں۔ اور بعض مضامین مشتمل احوال مخالفین ہیں اور بعض ان کے مقدمات و متمات ہیں۔



تم کو ہر حالت میں امتثال واجب ہے) ۱: اور حلال طیور کا یہاں ذکر نہیں ان کی حلت دوسری دلیل شرعی سے مثل انعام کے ثابت ہے پس خلاصہ آیت اور اس کی تفسیر کا یہ مسائل ہیں۔

مسئلہ ۱: اونٹ گائے بھینس بکری بھیڑ فی نفسہ حلال ہیں البتہ موت طبعی و اختناق وغیرہ کی حالت میں حرام ہیں جیسا آگے آویگا۔

مسئلہ ۲: خنزیر حرام ہے جیسا آگے آویگا۔

مسئلہ ۳: گدھا خچر وغیرہ حرام ہے حدیث میں آیا ہے۔

مسئلہ ۴: ہرن نیل گائے گھوڑا وغیرہ جو انعام کے مشابہ ہیں حلال ہیں۔

مسئلہ ۵: لیکن ہرن وغیرہ جو وحشی جانور ہیں حرام اور احرام میں انکا شکار کرنا اسطرح انکا ذبح کرنا حرام ہے یعنی جبکہ وہ جانور حرم کے اندر ہوا اگرچہ شکاری خارج ہو یہی حکم ہے طیور وحشیہ کا۔

مسئلہ ۶: دریائی شکار یعنی مچھلی حرام و احرام میں بھی حلال ہے۔

مسئلہ ۷: درندہ حرام ہے۔

**ربط:** اوپر غیر محلی الصيد کی قید میں ایک امر کو جو کہ محل تعظیم احرام و حرم ہے حرام فرمایا ہے آگے اور چند امور کی جو کہ محل تعظیم شعائر یعنی اشیائے معظمہ فی الدین ہیں تحریم فرماتے ہیں۔

**حکم دوم تحریم ترک تعظیم شعائر:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (الحی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ (کے دین) کی نشانیوں کی یعنی جن چیزوں کے ادب کی حفاظت کے واسطے خدا تعالیٰ نے کچھ احکام مقرر کئے ہیں ان احکام کے خلاف کر کے ان کی بے ادبی نہ کرو مثلاً حرم اور احرام کا یہ ادب مقرر کیا ہے کہ اس میں شکار نہ کرو تو شکار کرنا بے ادبی اور حرام ہوگا) اور نہ حرمت والے مہینے کی (بے ادبی کرو کہ اس میں کافروں سے لڑنے لگو) اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی (بے ادبی کرو کہ اس سے تعرض کرنے لگو) اور نہ ان جانوروں کی (بے ادبی کرو) جن کے گلے میں (اس نشانی کے لئے) پٹے پڑے ہوں (کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں حرم میں ذبح ہونگے) اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرو) جو کہ بیت الحرام (یعنی بیت اللہ) کے قصد سے جا رہے ہوں (اور) اپنے رب کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہوں (یعنی ان چیزوں کے ادب سے کافروں کے ساتھ بھی تعرض مت کرو) اور (اوپر کی آیت میں جو احرام کے ادب سے شکار کو حرام فرمایا گیا ہے وہ احرام ہی تک ہے ورنہ) جس وقت تم احرام سے باہر آ جاؤ تو (اجازت ہے کہ) شکار کیا کرو (بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو) اور (اوپر جن چیزوں کے تعرض سے منع کیا گیا

ہے اس میں) ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے (تم کو سال حدیبیہ میں) مسجد حرام میں (جانے سے) روک دیا تھا (مراد کفار قریش ہیں) وہ (بغض) تمہارے لئے اس کا باعث ہو جاوے کہ تم (شرع کی) حد سے نکل جاؤ (یعنی احکام مذکورہ کے خلاف کر بیٹھو ایسا نہ کرنا) اور نیکی اور تقویٰ (کی باتوں میں) ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو (مثلاً یہ احکام ہیں ان میں دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ترغیب دو) اور گناہ اور زیادتی (کی باتوں) میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (مثلاً یہی احکام ہیں اگر کوئی ان کے خلاف کرنے لگے تم اس کی اعانت مت کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (کہ اس سے سب احکام کی پابندی سہل ہو جاتی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (احکام کی مخالفت کرنے والے) کو سخت سزا دینے والے ہیں۔

۱: حدیبیہ کا قصہ اور اشہر حرم کا منسوخ ہونا سورہ بقرہ کے حکم نہم کے مسائل میں گزر چکا ہے اور حکم یازدہم میں ھَدًی کے معنی گزر چکے اور قَلَادِید کے معنی یہاں ترجمہ سے واضح ہو گئے اور وَلَا الْهَدًی سے اَقْمِنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ تک یہ احکام اس وقت تھے جب کفار حج و عمرہ کے لئے جانے پاتے تھے اب خود ان کا حج و عمرہ کے لئے جانے دینا منسوخ ہے نقلہ البیضاوی عن ابی حنیفۃ تحت قوله تعالیٰ فَلَا يَقْرُبُوا السَّجْدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا اور شعائر اللہ کو عام ہے مگر اس کے بعض خاص افراد کا ذکر اہتمام کیلئے ہے جیسا کہ ھَدًی کے بعد قَلَادِید کا ذکر بھی اسی غرض سے ہے کیونکہ ھَدًی کبھی ذی قلاذہ ہوتی ہے کبھی نہیں اور اَقْمِنَ کا عطف تغایر کے لئے ہے کیونکہ بعض قاصدین حرم ہدی نہیں لے جاتے اور کفار کو جو طالب فضل و رضوان فرمایا یہ بنا بران کے زعم کے کنایہ ہے حج و عمرہ سے جو سبب ہے فضل و رضوان کا اور شروع آیت لَا تَجْلُوا حِلْمَ بن ہند البکری کے باب میں نازل ہوا کہ اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور ذیقعدہ میں مکہ کو اس کا جانا سن کر مسلمانوں نے ارادہ اس سے تعرض کا کیا اور آخر آیت کا وَلَا يَجْزِيكُمْ كُفْرُكُمْ عَنْ طَاعَةِ اللَّهِ فِي شَيْءٍ اباب میں نازل ہوا کہ بعد واقعہ حدیبیہ کے ان کا مکہ کو بقصد عمرہ جانا مسلمانوں کو معلوم ہوا اور ان کو روکنا چاہا اخراج الاول ابن جریر عن عكرمة والثاني ابن ابی حاتم عن زيد بن اسلم كذا فی اللباب۔

مسئلہ: اور جس طرح احرام سے خارج ہو کر شکار کرنا درست ہے جس کا بیان وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا میں گزر چکا ہے اسی طرح حرم سے باہر کا شکار غیر محرم کو حلال ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ إِنَّ اللَّهَ الْخَالِقُ اس میں اسرار احکام کی تفتیش کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔ قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا الْخَالِقَ اس سے تبرکات کی تعظیم بوجہ تعلق ذات واجب التعظیم کے مفہوم ہوتی ہے۔



قوله تعالى ولا امين الخ حسن نے فرمایا کہ مراد اس سے خاص مشرکین ہیں اور فضل سے مراد تجارت کا نفع اور رضوان سے مراد ان کے رُعم کے موافق رضوان تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ طالب رضائے حق قائل رعایت ہے اگرچہ اس کے طریق میں اس نے خطائی کی ہو اور قُرْآنِ کریم میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے نہ صرف رب المسلمین ہے پس اس میں وسعت رحمت اللہ کا بیان ہے قوله تعالى وَإِذَا أَحَلَلْتُمْ الْخَ بَاوُودَاصْطِيَادِ کے مباح ہونے کے اس میں صیغہ امر کا وارد ہونا دل ہے اس پر کہ جس مباح کے ترک سے اس کے ممنوع ہونے کا شبہ ہونے لگے اس مباح کا کرنا مطلوب ہے اس سے سمجھ لیا جاوے کہ بعض متشددین جو بعض مباحات کے ترک میں مثل حرام کے مبالغہ و تشدد کرتے ہیں اس میں کیا طرز عمل ہونا چاہئے۔ قوله تعالى وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ الْخَ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے بغض فی اللہ بھی ہوتا ہم اس کے معاملات میں حدود شرعیہ سے تجاوز جائز نہیں۔ قوله تعالى وَتَعَاوَنُوا الْخَ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مقدمات کو حسن و قبح میں مقاصد کا حکم دیا جاتا ہے اور اس قاعدہ کو مشائخ اہل تربیت بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اور امر کو نبی پر مقدم کرنے میں تحلیل کی تقدیم ہے تخلیہ پر ۱۲۔

**اللفاظ:** قوله لا یجرمنکم لا یحملنکم او لا یکسبنکم واکثر ما یستعمل فی کسب الشر کذا فی الروح ۱۲۔ الشنان مصدر معناه البغض ۱۲۔

**النحو:** الشنان مضاف الی المفعول کذا فی الروح اه وبہ ترجمت ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی الذین آمنوا۔ مقتضایہ ہے کما نبینہ (۲) عنقریب وفيه الاشارة الی وجه الخطاب بهذا العنوان ۱۲۔ ۲۔ قوله فی بهیمة الانعام تمام چوپائے الخ اشار الی فوائد الاول معنی البهیمة کل ذات اربع کما فی القاموس الثانی الانعام کما فی البیضاوی سورة النحل الابل والبقر والغنم وفي المائدة منه ثمانية ازواج قلت لكن اصل معناه الابل او هوو الشاء کما فی القاموس وتعرف فی الازواج الثمانية وهی المراد فی الآیة للعرف الثالث الاضافة فی بهیمة الانعام للمشبه الی المشبه به رواه فی الروح عن الکلبی والفراء الرابع فائدة الاضافة الاشعار بعللة الحکم المشتركة بین المتضایفین کانه قيل احلت لکم البهیمة المشبهة بالانعام التی بین احلالها فیما سبق کذا فی الروح الخامس ان الآیة مخصوصة بما عدا البهائم التی تشابه الانعام لكنها محرمة کالحمار والبغل نبه علیه بقوله یجز ان بهائم کے الخ السادس ان الاستثناء بالا متصل نبه علیه بقوله باوجود بهیمة الانعام میں داخل ہونے الخ السابع غیر حال من الضمیر فی لکم عبر عنه بقوله لكن اتباعاً للمحاورۃ واخذاً بحاصل الحال من تقييد الحکم بها ونقض اطلاقه وتفيد لكن هذا المعنی فی لساننا۔ الثامن فائدة التقييد بالحال ان بهیمة الانعام شامل

للصيد فخرجت بالتقييد نبه علیه بقوله ان میں جو شکار ہیں فلا یرد ان بهیمة الانعام حلال وان اصل الصيد محرم فما معنی هذا التقييد حاصلها منع قوله انها حلال لان جميعها ليس بحلال لخروج الصيد عنه التاسع وانتم حرم حال مما استکن فی محلی اشار الیه بقوله جس حالت العاشر قوله انتم حرم عام للاحرام والكون فی الحرم صرح به فی حاشیة البیضاوی عن التیسیر فی سورة الانعام وانما ترجمت باحدهما لانه کالمشترک ولا یجوز فی العموم ولان قوله حللتم فیما بعد لم یثبت لی عمومہ بل انه مخصوص بمقابل الاحرام فترجح ما ترجمت به بهذا الوجه نعم حرمة الحرم ثابت بالاحادیث الصحیحة فائدة فی القاموس القول الثانی فی البهیمة کل حی لا یمیز فلو فسر علیہ لما احتیج الی ما قال فی ف حلال طیور کا یہاں ذکر نہیں فانها تدخل فی البهیمة لكن یخص منه بقية المحرمات الحيوانية بدلیل آخر نعم لو فسر المشابهة بمفهوم خاص یخرج به سائر المحرمات لم یحتج الی التخصیص ۱۲ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۳۔ قوله فی لا تحلوا ان احکام کے خلاف کر کے اشار الی المراد بالادب لا ما یتبادر الی الذهن من تعظیم المتعارف فانه یحتاج الی اثباته الی دلیل مستقل ۱۲۔ ۴۔ قوله فی توضیح رضوانا۔ کافروں کے ساتھ بھی دل علی نزولها فی المشرکین روایات اسباب النزول وقوله تعالى فیما بعد شان قوم الخ ۵۔ قوله فی حللتم احرام سے فی القاموس حل من احرار واما حکم غیر الحرم لغیر المحرم فقد ذکره فی آخر ف بعنوان المسئلة تميمًا لمقابلة وجهی قوله انتم حرم ۶۔ قوله فی اصطادوا اجازت اشارة الی کون الامر للاباحة ۱۲۔ ۷۔ قوله تعاونوا مثلاً الخ اشار بقوله یہ احکام الی وجه ایراد هذا الامر ههنا و اشار بقوله مثلاً الی کون المراد عاماً ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) مفسرین نے اس اضافت کو اضافۃ العام الی الخاص مانا ہے لیکن مصنف دام بالفضل والفیض نے اضافۃ المشبه بالمشبه بہ کو اس وجہ سے ترجیح دی کہ اگر اضافۃ العام الی الخاص لی جاتی تو تقييد غیر محکی الصيد بیکار ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں صرف ازواج ثمانية ہی آیت میں داخل ہونگے کہ انہیں پر انعام کا اطلاق عرف میں ہوتا ہے اور صید داخل ہی نہ ہونگے پس ان کے اخراج کی بھی ضرورت نہیں اور اگر اضافۃ تشبیہی لی جاوے تو چونکہ وجہ شبہ مذکور فی التفسیر کے سبب صید بھی داخل ما احلت ہونگے اس لئے ان کے اخراج کی ضرورت ہوگی ۱۲ تبیان۔ (۲) وهو قوله ما بین القوسین فی توضیح ترجمة اولوا۔ کیونکہ ایمان لانے سے الخ ۲ تبیان۔ (۳) ای لو فسر البهیمة علی طبق هذا القول بکل حی لا یمیز فیدخل فیہ الطیور لكن یخص منه بقية المحرمات الحيوانية بدلیل آخر الحديث وغیره کما خصصت فی التفسیر الاول المختار فی المتن ایضاً بذلك الدلیل ۱۲ تبیان۔



حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِزْيِرِ وَمَا آهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمُتَوَذَّغَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ

تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے سے گر کر مر جاوے

وَالطَّيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذُكِّرَ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلامِ ذَلِكُمْ فَنقُ إِلْيَوْمِ

اور جو کسی کی نکر سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر دیا ہو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں۔ آج کے دن

يَسْ الذِّينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

نا امید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے، سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا، آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا،

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ

اور میں نے اسلام تمہارے دین بننے کیلئے پسند کر لیا پھر جو شخص شدت کی بھوک میں مبتلا ہو جاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں

مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلُوحَ لَكُمْ الطَّيْبَاتِ وَمَا عَلَّمْتُمُ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا

کہ کیا کیا جانور ان کیلئے حلال کئے گئے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دے دو اور تم انکو چھوڑ دو بھی اور انکو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دیا ہے تو ایسے

مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر تحلیل بھیمۃ الانعام میں اجمالاً بعض کا استثناء فرمایا آگے ان بعض کی تفصیل ہے۔

**حکم سوم اسباب تحریم حیوانات:**

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (الی قولہ تعالیٰ) ذَلِكُمْ فَنَقُ إِلْيَوْمِ تم پر (یہ جانور وغیرہ) حرام کئے گئے ہیں مردار جانور (جو کہ باوجود واجب الذبح ہونے کے بلا ذبح شرعی مر جاوے) اور خون (جو بہتا ہو) اور خنزیر کا گوشت (اسی طرح اس کے سب اجزاء) اور جو جانور کہ (بقصد قربت) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے سے گر کر مر جاوے (مثلاً پہاڑ سے یا کنوئیں میں) اور جو کسی کی نکر سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ (پکڑ کر) کھانے لگے (اور اس کے صدمہ سے مر جاوے) لیکن (منخنقہ سے ما اکل السبع تک جن کا ذکر ہے ان میں سے) جس کو (دم نکلنے سے پہلے قاعدہ شرعیہ کے مطابق) ذبح کر ڈالو (وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہے) اور (نیز) جو جانور (غیر اللہ کی) پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے (حرام ہے) گوزبان سے غیر اللہ کے نامزد نہ کرے کیونکہ مدار حرمت کا نیت خبیث پر ہے اس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ہے کہ نامزد کر دے کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے مقامات پر ذبح کرے) اور یہ (بھی حرام ہے) کہ گوشت وغیرہ (تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ) اور

حرام) ہیں۔ ف: میتہ اور دم اور لحم خنزیر اور مَا آهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ کے متعلق مسائل پارہ سب قول کے ربیع کے قریب مذکور ہو چکے ہیں ملاحظہ فرمالیا جاوے اور زمانہ جاہلیت میں ان چیزوں کی اور منخنقہ وغیرہ کی بھی کھانے کی عادت تھی اس لئے ان کی تصریح فرمائی اور زیادہ تفصیل بھی اسی لئے فرمائی ورنہ بہت سی چیزیں خود میتہ کے عموم میں داخل ہیں۔ اور شرعی قاعدے کے موافق ذبح کرنے کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور بعد ان صدمات کے دم نکلنے سے پہلے ذبح کرنے کے اس وقت حلت ہوتی ہے جب علامات سے اس کی حیات معلوم ہو جاوے تفصیل ان علامات کی کتب فقہ میں ہے اور احکام متردیہ کی تفصیل بھی کتب فقہ میں ہے اور یہ بھی اس وقت ایک رسم تھی کہ شرکت میں مثلاً ایک اونٹ خرید کر ذبح کیا لیکن اس کے گوشت کو جو کہ داموں کی نسبت سے شرکاء کا ملوک ہوتا تھا اس نسبت سے تقسیم نہ کرتے تھے بلکہ دس عدد تیر اسی غرض سے مقرر تھے کہ ان میں سات پر کچھ لکیریں بنی تھیں بعضے سادہ تھے اور اس کے متعلق کچھ اصطلاح ٹھہرا رکھی تھی۔ پھر مثلاً ایک کے نام پر اول ایک تیر تھیلی میں سے نکالا اور اس اصطلاح کے موافق اس کا جس قدر حصہ ہوا اتنا گوشت اس کو دے دیا اور اگر اس اصطلاح کے موافق کچھ حصہ نہ ہوا محروم کر دیا اسی طرح سب شرکاء کے واسطے یہی عمل کرتے تھے پس یہ ایک صورت تمار کی تھی جس کی حرمت حکم پانزدہم سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے جیسے آج کل چٹھی ڈالنے کی رسم ہے اور قرعہ جو شریعت میں ثابت ہے وہ اس



صورت میں ہے کہ جہاں بلا قرعہ بھی اس پر باہم اتفاق جائز ہو جیسے مکان تقسیم کر کے یہ جائز ہے کہ دونوں اپنی رضامندی سے ایک شریک ایک طرف کالے لے دوسرا دوسری طرف کالے لے تو اس میں قرعہ بھی جائز اور کئی شخص گوشت کے خرید کرنے کو برابر روپیہ دیں پھر اتفاق کر لیں کہ ایک کو ایک ٹلٹ گوشت دیا جاوے دوسرے کو دو ٹلٹ یہ حرام ہے اور ریاض ہے پس یہ عمل اس صورت میں قرعہ سے بھی حرام ہے خوب سمجھ لو۔

تنبیہ: ہر چند کہ اوپر ذکر بہائم کا ہے لیکن یہ استثناء باعتبار خصوصیت بہیمیت کے نہیں بلکہ بعلمت موت واختناق وغیرہ کے ہے جو کہ بہائم وغیرہ بہائم سب کو شامل ہے اور استثناء کی صحت کیلئے یہ عموم مضر نہیں کیونکہ استثناء بعنوان عام بھی جائز ہے جیسے جاءنی القوم الا العميان۔ اگرچہ عمیان قوم کے عمیان سے عام ہے پس طیور متخفہ بھی حرام قطعی ہیں لا کما زعم بعض المحرفین۔

دبٹ: جن چیزوں کو اوپر حرام فرمایا ہے حالت اضطرار میں ان کا حلال ہونا آگے فہم اضطرار میں مذکور ہوگا درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے اکمال دین کی بشارت دینے میں اہتمام ہے امتثال جمیع اوامر ونواہی کا جن میں یہ محرمات و محملات بھی داخل ہیں۔

بشارت اکمال دین:

الْيَوْمَ يَكْفُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا (الْهِىَ قَوْلُهُ تَعَالَى) وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا

تمہ حکم سوم: فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِأَمْرِ اللَّهِ غَفُورٌ رَحِيمٌ آج کے دن (یعنی اب) نا امید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین (کے مغلوب و گم ہو جانے) سے (کیونکہ ماشاء اللہ اسلام کا خوب شیوع ہو گیا) سو ان (کفار) سے مت ڈرنا (کہ تمہارے دین کو گم کر سکیں اور مجھ سے ڈرتے رہنا (یعنی میرے احکام کی مخالفت مت کرنا) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے (ہر طرح) کامل کر دیا (قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام و قواعد میں بھی) اور (اس اکمال سے) میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا (دینی انعام بھی کہ احکام کی تکمیل ہوئی اور دنیوی انعام بھی کہ قوت حاصل ہوئی اور اکمال دین میں دونوں آگئے) اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے (ہمیشہ کو) پسند کر لیا (یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جاوے گا پس تم کو چاہئے کہ میری نعمت کا شکر کر کے اس دین پر پورے پورے قائم رہو) پھر (اشیائے مذکورہ بالا کی حرمت دریافت کر لینے کے بعد یہ بھی معلوم کر لو کہ) جو شخص شدت کی بھوک میں بیتاب ہو جاوے (اور اس وجہ سے اشیائے بالا کو کھالے) بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو (یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھاوے اور نہ لذت مقصود ہو جس کو سورہ بقرہ میں غیر باغ ولا عاد سے

تعبیر فرمایا ہے) تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں (اگر قدر ضرورت کا پورا اندازہ نہ ہو اور ایک آدھ لقمہ زیادہ بھی کھا گیا اور) رحمت والے ہیں (کہ ایسی حالت میں اجازت دیدی) ف: یہ آیت جیسا کہ شیخین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا عصر کے وقت جمعہ کے روز ذی الحجہ کی نویں تاریخ حجة الوداع میں جو کہ ۱۰ھ ہجری میں تھا نازل ہوئی ہے اور اس کے نزول کے بعد قریب تین ماہ کے حضور ﷺ زندہ رہے اور آج کے دن سے مراد خاص وہی دن نہیں بلکہ وہ زمانہ متصل ماقبل و مابعد کے مراد ہے پس اگر اس کے بعد بھی کسی حکم کا نازل ہونا ثابت ہو تو اکمال بمعنی تکمیل احکام پر اعتراض لازم نہیں آتا اور وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ کی تفسیر میں جو نسخ نہ ہونا کہا گیا ہے یہ عام ہے حضور ﷺ کی حیات میں بھی اس طرح کہ کوئی دین جو اس کا نسخ ہو جی نہ کریئے اور بعد وفات اس طرح کہ کوئی نبی من حیث النبوة نہ آوے گا کوئی شبہ نہ کرے کہ بہت سے احکام دوسرے دلائل سے بھی ثابت ہیں تو اکمال کہاں رہا۔ جواب یہ ہے کہ حدیث تو مابہ الاکمال میں داخل ہی ہے اور احکام قیاسیہ اجماعیہ یا غیر اجماعیہ ان کے ماخذ استنباط یہی قرآن و حدیث ہیں پس اکمال کے معارض نہ ہوا اسی لئے احقر نے ترجمہ میں احکام کے ساتھ لفظ قواعد بھی توضیحا کہہ دیا اور حکم اضطرار کا سورہ بقرہ کے ربیع کے قریب بھی مفصل گزر چکا ہے دیکھ لیا جاوے۔

دبٹ: اوپر بعض محرمات فی غیر الاضطرار کا ذکر تھا آگے بعض محملات کا ذکر ہے جو من وجہ تحلیل مذکور فی الحکم الاول کی تفصیل ہے اور سبب نزول اس کا یہ ہے کہ بعض صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حکم شکاری کتے اور باز کے شکار کا دریافت کیا تھا اس کا جواب اس آیت میں مذکور ہے۔

حکم چہارم اسباب حلت بعض حیوانات:

يَسْكُونُ لَكَ مَا ذَا الْحَيَاةِ لَهُمْ (الْهِىَ قَوْلُهُ) إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (کتے اور باز کے شکار کئے ہوئے جانوروں میں سے) کیا کیا جانور ان کے لئے (یعنی ہمارے لئے) حلال کئے گئے ہیں (یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں کیا کتے اور باز کے ذریعہ سے شکار کرنے سے بھی سب حلال رہتے ہیں یا ان میں کچھ مخصوص جانور حلال ہوتے ہیں یا مطلقاً حلال نہیں ہوتے اور جو حلال ہوتے ہیں ان کی کچھ شرط بھی ہے) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور (جو از قسم شکار پہلے سے حلال ہیں وہ سب کتے اور باز کے ذریعہ سے شکار کرنے سے بھی) حلال رکھے گئے ہیں۔ (یہ تو جواب ہو گیا غرض سوال کے ایک جزو کا آگے دوسرے جزو کا جواب ہے وہ یہ کہ شرط حلت کی یہ ہے



کے بدن کو ضرورت دیکھے تو بقصد شہوت حرام ہے اور اس سے قلب کی حفاظت کا خاص اہتمام مفہوم ہوتا ہے ۱۲

**النفات:** وقد ضرب قوله النصب جمع نصاب بمعنى منصوب كحمار و حمر وقد كانت الاصنام والاحجار تنصب فبعد ويدخل فيه الاشجار بالهند وما ترجمت به فهو اخذ بالحاصل وعلى اما بمعناه او بمعنى اللام ۱۲. الاستسقام طلب معرفة ما قسم لهم دون ما لم يقسم وهو عام لما فسر به ولغيره من التفاول بالقдах فالقسمة في الاول حسی عینی وفي الثاني خفی غیبی وانما آثرت الاول لكونه انصب للمقام والحرمة شامل لكليهما وهذا التفاول غير التفاول الثابت بالنسبة فان هذا انما هو رجاء من الله تعالى لا اعتقاد حكم او خبر بخلاف ذلك فانه كان فيه ذلك ۱۲. قوله الا زلام جمع زلم كجمل القдах ۱۲. الاضطراب الوقوع في الضرورة من تناول هذه المحرمات ۱۲ قوله مخمصة مجاعة تخمض لها البطون اي تضرر يخاف معها الموت او مبادية ۱۲ التكليل تعليم الكلاب في الاصل ثم تناول الكل كما في الهداية لكن لما كان التاديب غالباً في الكلاب اشتق منه كذا في حاشيتها ومن اجل عدم كون التكليل خاصاً بالكلاب فسر في الجلالين مالا سيال الذي هو عام للكلب وغيره وعليه ترجمت والقرينة عليه السؤال عن الامرين الجوارح الكواسب من سباع البهائم والطيور ۱۲

**الروایات:** فی الباب فی روایات عديدة اخرج ابن ابي حاتم عن سعيد بن جبیران عدی ابن حاتم وزید بن المهلهل الطائین سالا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالا ان قوم نصید بالكلاب والبزاة وان كلاب آل ذریع تصید البقر والحمیر وانطاء وقد حرم الله الميتة فماذا يحل لنا فنزلت یسئلونك ما اذا حل الآیة قلت وفي هذه الرواية تائید صریح لما قررت فی تفسیر جملة احل لكم الطیث الذي حاصله السؤال عن الامرین ما هو الحلال وما به الحل فافهم.

**فائدہ:** فی الروح سریع الحسب ای سریع اتیان حسابه او سریع اتمامه اذا شرع فيه وفيه ما علمتم مبتدأ وقوله فكلوا الخ خبر وفيه مما علمكم الله من اجلیة ای للتعلیل وفيه ما معناه ان قوله یسئلونك فی معنى یقولون لك فصح وقوع الجملة بعده وعدم تعدیته بعن ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی حرمت جانور غیره لذكر الدم والاستسقام فیما بعد وان كانا من متعلقات الحيوانات ومن ثم ذكرهما معها ۱۲ ۲. قوله فی الا ما ذکیتم ان میں سے اشارۃ الی ان الاستثناء راجع الی الكل لا الی خصوص ما اكل السبع نقله فی الروح عن علی وابن عباس ۱۲ ۳. قوله فی النصب نامزد کرے فلا تکرار فيه مع ما اهل الخ ۱۲ ۴. قوله فی ذلکم یہ سب کذا فی الروح عن ابن عباس ۵. قوله فی اخرف سب کو شامل ہے ولو فسر

کہ جن شکاری جانوروں کو (جس میں کتا اور باز وغیرہ بھی آگئے) تم (خاص طور پر جس کا بیان آگے آتا ہے) تعلیم دو (یہ ایک شرط ہے) اور تم ان کو (شکار پر) چھوڑ دو (یہ دوسری شرط ہے) اور ان کو (جو تعلیم دو جس کا اوپر ذکر آیا ہے) تو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے (شریعت میں) تعلیم دیا ہے (وہ طریقہ یہ ہے کہ کتے کو تو یہ تعلیم دی جاوے کہ شکار کو پکڑ کر کھاوے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جاوے کہ جب اس کو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آوے یہ شرط اول کا بیان ہے) تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ (یہ تیسری شرط ہے جس کی علامت طریقہ تعلیم میں بیان ہو چکی۔ سو اگر کتا اس شکار کو کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آوے تو سمجھا جاوے گا کہ جب اس کے کہنے میں نہیں تو اس نے شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے) اور (جب شکار پر جانور چھوڑنے لگو تو) اس (جانور) پر (یعنی اس کے چھوڑنے کے وقت) اللہ کا نام بھی لیا کرو (یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑ دو یہ چوتھی شرط ہے) اور (تمام امور میں) اللہ سے ڈرتے رہا کرو (مثلاً شکار میں ایسے منہمک نہ ہو کہ نماز وغیرہ سے غافل ہو جاوے یا اتنی حرص مت کرو کہ شرائط حلت کی نہ پائے جاویں جب بھی شکار کو کھا جاؤ) بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں (جس کے بعد سب کو جزا و سزا مل جائے گی اس لئے ڈرنا چاہئے)

**ف مسئلہ:** ایک پانچویں شرط امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی ہے کہ وہ جانور اس شکار کو زخمی بھی کر دے جو ارجح کا مادہ جرح اس کا مشعر ہے۔

**مسئلہ:** ایک طریق شکار کا تیر یا بھالہ وغیرہ بھی ہے یہ بھی بشرائط حلال ہے۔

**مسئلہ:** جو حلال جانور وحشی نہیں ہیں وہ بدوں ذبح حلال نہیں ہوتے یہاں صرف وحشی جانور کا ذکر ہے اسی طرح اگر شکاری جانور کے پکڑنے کے بعد مہلت ذبح کی ملی وہ بھی بدوں ذبح کے حلال نہ ہوگا باقی تفصیل شکار کے احکام و مسائل کی کتب فقہ میں ہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكَ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ فقہاء ظاہر و باطن نے نصوص سے جو مستنبط کیا ہے سب دین ہے ورنہ بعد اکمال دین کے اس کی اجازت نہ ہوتی کہ اس سے غیر دین کی اجازت دینا یا دین کا غیر مکمل ہونا لازم آتا ہے پس آیت دال ہوئی مجتہدین و مشائخ کے اتباع کے وجوب پر۔ قوله تعالى فَمَنْ اضْطُرَّ الخ اس کی تفسیر دوسری آیتوں میں آئی ہے۔ غیر باغ ولا عباد اور غیر باغی کی تفسیر حسن سے آئی غیر متناول للذة اھ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی ضرورت اجازت دی جاوے اس سے حظ نفس کا قصد جائز نہیں جیسے طبیب یا گواہ عورت کو یا اس



۱۱۔ قولہ فی لہم یعنی ہمارے کما قلت اقسام زید لیضربن ۱۲۔ قولہ فی احل لہم یعنی جتنے حلال شکار و بهذا التقرير ظهر فائدة قوله احل لكم الطيبت فافهم فانه من المواهب الخاصة ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ فی احل لكم ازقم شکار قرينة التخصيص سوالہم ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ ہناک حلال رکھے گئے فسر بہ لنلا يلزم تحصيل الحاصل ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی مکلبین اور تم یصرح بالعطف فی لساننا اذا كانت الحال متعددة کما فی الآیة فالاول من الجوارح من ضمیر المفعول المقدر فی علمتم والثانی مکلبین من فاعل علمتم والثالث تعلمونہن ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی علمکم اللہ شریعت میں دلیلہ ما رواہ محمد فی کتاب الآثار عن ابن عباس بهذا التفصيل کذا فی حاشیة الہدایہ وروی مرفوعاً فی الکلب عن عدی بن حاتم فی السنن ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فی امسکن علیکم تمہارے لئے فعلی بمعنی اللام ۱۲۔ ۱۸۔ قولہ فی اذکروا اسم اللہ علیہ اس جانور پر المرجع مدلول بما علمتم وارجاع ضمیر امسکن الیہ رعاية للمعنی ۱۲۔ ۱۹۔ قولہ فی آخر ف حلال نہ ہوگا لانہ مما اکل السبع الذی من شرط حله ما فی قولہ تعالیٰ الا ما ذکیتم ۱۲۔

البہائم کما نقل فی الفائدة من الحاشیة المتعلقة بآیة احلت لكم (بقولہ نعم لو فسر المشابهة الخ) کان شاملاً للطیور لفظاً فلم یکن مساعاً لقول بعض المحرفین اصلاً ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی لا تخشوہم کم کرکشیں فہو بشارۃ لكل مسلم الی قرب يوم القيامة لان الاسلام لا یستاصل ابداً وان صار اہلہ مغلوبین احیاناً ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فی ترجمۃ رضیت تمہارا دین بننے کے لئے فیہ اشارۃ الی توجیہ ترکیبہ بان الجار صفة لدین قدم علیہ فانصب والاسلام و دینا مفعولاً رضیت ان ضمن معنی صیرا و دینا منصوب علی الحالیۃ من الاسلام کذا فی الروح ۱۲۔ ۱۸۔ قولہ فی تفسیر رضیت یعنی قیامت تک وہ ظہر وجہ صحتہ التقیید بقولہ الیوم فان کون التقیید مشکلاً لان الاسلام کان مرضیاً قبل الیوم ایضاً تقریر الصحتہ ان الرضا بمعنی عدم النسخ لم یخبر عنہ قبل ذلک فہذا ہو وجہ التقیید واجاب بعضهم انہ مستأنف لیس معطوفاً علی ما قبلہ لیلزم التقیید ۱۲۔ ۱۹۔ قولہ ہناک تمکو چاہیے ہذا ہو الفائدة فی ہذہ الجملة المعترضة بین الاحکام والیہ اشیر فی تقریر التمہید بقولہ اتمام ہے امتثال الخ ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی فمن اضطر در یافت کر لینے کے بعد فالفاء للتعقیب الذکری ۱۲۔



الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَلٌ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ

آج تمہارے لئے حلال چیزیں حلال رکھی گئیں اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے، اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں،

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرُ مُسَافِحِينَ وَلَا

اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ

مُتَخَذِينَ أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُزْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

خفیہ آشنائی کرو۔ اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کریگا، تو اس شخص کا عمل غارت ہو جاویگا اور وہ شخص آخرت میں بالکل زیاں کار ہوگا۔ اے ایمان والو

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت۔

وَلَنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْهَرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین پر سے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں،

حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک و صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرمادے تاکہ تم شکر ادا کرو اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو

وَمِيثَاقَهُ الَّذِي إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾

اور اس کے اس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

**تفسیر: ربط:** اوپر شکاری جانوروں کے شکار کا حلال ہونا مذکور تھا آگے ذباحہ اہل کتاب کے حلال ہونے کا بیان ہے اور ساتھ میں ایک اور حکم بھی اہل کتاب کے متعلق یعنی کتابیات سے نکاح کرنے کا جواز ارشاد ہے کہ اہل کتاب سے منفع ہونا ہر دو حکم میں مشترک فیہ ہے گواہ ایک متعلق بنفس ہے ایک متعلق بمال۔

**حکم پنجم تحلیل ذباحہ کتابی و حکم ششم حلت نکاح کتابیہ:**

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ (السی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَيْرِينَ آج (تم پر جیسے دینی ابدی انعام ہوا کہ اکمال دین سے مشرف کئے گئے اسی طرح ایک معتد بہ دنیوی ابدی انعام بھی ہوا بلکہ) تمہارے لئے حلال چیزیں (کہ اس سے پہلے حلال کر دی گئی ہیں ہمیشہ کے لئے) حلال رکھی گئیں (کہ کبھی منسوخ نہ ہوگی) اور جو لوگ (تم سے پہلے آسمانی) کتاب دیئے گئے ہیں (یعنی یہود و نصاریٰ) ان کا ذبیحہ (بھی) تم کو حلال ہے۔ اور (اس کا حلال ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا) تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں بھی جو

مسلمان ہوں (تم کو حلال ہیں) اور (جیسا مسلمان عورتوں کا حلال ہونا یقینی ہے اسی طرح) پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب (آسمانی) دیئے گئے ہیں (تم کو حلال ہیں) جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو (یعنی مہر دینا گوشرط نہیں مگر واجب ہے اور یہ عورتیں مذکورہ جو حلال کی گئی ہیں تو) اس طرح سے کہ تم (ان کو) بیوی بناؤ (یعنی نکاح میں لاؤ جس کی شرطیں شرع میں معلوم ہیں) نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو (یہ سب احکام شرعیہ ہیں جن پر ایمان لانا فرض ہے) اور جو شخص ایمان (لانے کی چیزوں) کے ساتھ کفر کرے گا (مثلاً حلال قطعی کی حلت کا یا حرام قطعی کی حرمت کا انکار کریگا) تو اس شخص کا (ہر نیک) عمل غارت (اور اکارت) جاویگا اور وہ شخص آخرت میں بالکل زیاں کار ہوگا (بس حلال کو حلال سمجھو اور حرام کو حرام سمجھو) ف: حبط عملہ کی تحقیق سورہ بقرہ حکم پانزدہم کے قبل گزر چکی ہے اور احقر کے نزدیک وَمَنْ يَكْفُزْ بِالْإِيمَانِ کا اس مقام پر ایک اور فائدہ بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اوپر مرد یا عورت کتابی کے ذباحہ اور



عورت کتابیہ کے نکاح کا حلال ہونا مذکور ہے چونکہ بعض مسلمان نصرانی یا یہودی ہو جاتے ہیں تو شبہ ہو سکتا تھا کہ ان کا حکم بھی اہل کتاب کا سا ہوگا اس لئے اس جملہ میں اس شبہ کے رفع کی طرف اشارہ کر دیا جو شخص اپنے ایمان سابق کی حقیقت کا انکار کرے یعنی اسلام حق نہ سمجھ کر مرتد ہو جاوے اس کا عمل مثلاً نکاح یا ذبح بے اثر ہو جاویگا یعنی اس پر حلت مرتب نہ ہوگی اور آخرت کا خسارہ تو ظاہر ہی ہے اور بعض نے یہ فائدہ فرمایا ہے کہ اتنی سی بات عزت کی اہل کتاب کو دنیا میں دیدی ہے آخرت میں کفر سے خراب ہو گئے۔

مسئلہ: کتابی کا ذبیحہ حلال ہے دو شرط سے ایک یہ کہ اصلی کتابی ہو یعنی مرتد نہ ہو اور اگر کوئی غیر مسلم نصرانی ہو جاوے تو اس کا حکم نصرانی کا سا ہوگا اور دوسری شرط یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کے سوا اور کا نام نہ لے ورنہ حرام ہوگا درمختار۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر نصاریٰ برائے نام ہیں ایسوں کا حکم نصاریٰ کا سا نہیں ہے اور یہی سب تقریر نکاح میں بھی سمجھو۔ مسئلہ: کتابیہ مسلمہ اگر پارسانہ ہو جب بھی نکاح حلال ہے لیکن مناسب نہیں پس آیت میں جو پارسا کی تخصیص ہے بیان اولویت کیلئے ہے اور سورہ بقرہ حکم ہشدم میں گزر چکا کہ مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے اسی طرح غیر کتابی سے بھی درست نہیں۔

مسئلہ: نکاح میں مہر اگر مذکور نہ ہو یا ادا نہ ہو نکاح ہو جاویگا آیت میں وجوب کا بیان فرمانا مقصود ہے اشتراط مقصود نہیں۔

تنبیہ: بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ جب اہل کتاب کا ذبیحہ تک درست ہے اور دوسرا طعام مطلق کفار کا بھی درست ہے تو کفار کے ساتھ مواکلت سے کیوں منع کیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ مواکلت فی نفسہ کو ممنوع نہیں کہا جاتا بلکہ بوجہ دوسرے مفاسد کے مثلاً مخالطت بلا ضرورت و موالات یا شبہ قوی خلط نجاسات و محرمات کے ممنوع کیا جاتا ہے اور کیا ضرورت ہے کہ اگر منع کی ایک دلیل مرتفع ہو جاوے تو دوسری اولہ بھی مرتفع ہو جاوے خوب سمجھ لو۔

دلیل: اوپر بعض شرائع متعلقہ بالدنیا کا ذکر تھا آگے بعض شرائع متعلقہ بالبدن کا ذکر ہے۔

حکم ہفتم فرضیت وضو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (الہی قولہ تعالیٰ) وَاجْعَلُوا لِي الْكَعْبَيْنِ اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تمکو اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر لو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ) ہ: یہ چار چیزیں فرض ہیں وضو میں باقی امور مسنون

و مستحب ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور ایک قراءت میں ار جملکم مجرور ہے جس سے بعضوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ پاؤں کا بھی مثل سر کے مسح ہے لیکن چونکہ دو قراءتوں کا مثل دو آیتوں کے متوافق ہونا بلکہ اس سے بھی زیادہ متحد المعنی ضرور ہے اور ان میں تعارض محال ہے اس لئے لامحالہ غسل ار جمل اور مسح ار جمل سے ایک ہی معنی مراد ہو گئے اور ابو زید انصاری وغیرہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ مسح بمعنی غسل آتا ہے چنانچہ متوضیٰ کو مسح کہتے ہیں اور مسح الارض المطر بولتے ہیں کہ جب کہ بارش سے زمین دھل جاوے پھر احادیث صحیحہ غسل ار جمل پر متفق ہیں اور حدیث شیخین میں ایڑیاں خشک رہ جانے پر ویل للام عتاقب سے ناریک وعید فرمانا مصرح ہے جس سے عدم جواز مسح کا شمس فی النہار واضح ہے پھر اہل حق کا اس پر اجماع بھی ہے اسلئے مسح ار جمل کو غسل پر محمول کیا جاویگا اور ایک اُفْسَحُوا مقدر کر لیا جاوے گا تا کہ اُفْسَحُوا ملفوظ میں جمع بین الحقیقت والنجاز لازم نہ آوے اور اس صورت میں نکتہ لفظ مسح لانے میں یہ اشارہ ہوگا کہ پاؤں دھونے میں جیسا عادت ہے اسراف پانی کا نہ کریں یا بجز جوار کہا جاوے اور یہ کہنا کہ عطف میں بجز جوار نہیں ہوتا غیر مسلم ہے چنانچہ نابغہ کے شعر میں موثق اسیر پر معطوف ہے اور پھر بھی مجرور ہے۔

لم یبق الا اسیر غیر منفلت. وموثق فی حبال القد محبوب خوب سمجھ لو۔ اور پوری بحث اس کی روح المعانی میں ہے لیکن منصف کو اس قدر بھی بس ہے۔

دلیل: اوپر فرضیت وضو کا بیان تھا آگے فرضیت غسل کا بیان ہے۔

حکم ہشتم فرضیت غسل:

وَلَا تَكُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرْتُمْ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (نماز سے پہلے) سارا بدن پاک کرو۔ ہ: اس کے مسائل بھی کتب فقہ میں ہیں۔

دلیل: اوپر وضو و غسل کا ذکر ہو چکا ہے آگے تیمم کا بیان ہے۔

حکم نهم مشروعیت تیمم:

وَإِنْ كُنْتُمْ قَرَضْتُمْ (الہی قولہ تعالیٰ) فَاُفْسَحُوا يَوْجُوهَكُمْ وَادْبَحُوا اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا حالت سفر میں ہو (اور پانی نہیں ملتا جیسا آگے آتا ہے یہ تو عذر کی حالت ہوئی) یا (اگر مرض و سفر کا عذر بھی نہ ہو بلکہ ویسے ہی وضو یا غسل ٹوٹ جاوے اس طرح سے کہ مثلاً) تم میں سے کوئی شخص (پیشاب یا پانچخانہ کے) استنجے سے (فارغ ہو کر) آیا ہو (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو (جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو اور) پھر (ان ساری صورتوں میں) تم کو پانی (کے استعمال کا موقع) نہ ملے (خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے) تو ان سب حالتوں میں تم پاک



زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین (کی جنس) پر سے (ہاتھ مار کر) ف: اس کی تفسیر اور مسائل سورہ نساء کے حکم ہندہم میں گزر چکے ہیں یہاں مکرر شاید اس لئے آیا ہو کہ سب انواع طہارت کے یعنی وضو و غسل و تیمم سب ایک جگہ جمع ہو جاویں تاکہ آئندہ جو منت کا مضمون ہے وہ موقع فی النفس ہو کہ منت بعد بقدر نعمت ہے۔

**ربط:** اوپر احکام طہارت کے مذکور ہیں جن میں رعایت سہولت و مصلحت عباد کی ملحوظ ہے آگے اس طہارت اور رعایت پر منت ظاہر فرماتے ہیں اور تحریک شکر کی دیتے ہیں۔

**منت بر تشریع حکم سابق:**

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اللہ تعالیٰ کو (ان احکام کے مقرر فرمانے سے) یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں (یعنی یہ منظور ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے چنانچہ احکام مذکورہ میں خصوصاً اور جمیع احکام شرعیہ میں عموماً رعایت سہولت و مصلحت کی ظاہر ہے) لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے۔ (اس لئے طہارت کے قواعد اور طرق مشروع کئے اور کسی ایک طریق پر بس نہیں کیا کہ اگر وہ نہ ہو تو طہارت ممکن ہی نہ ہو مثلاً صرف پانی کو مطہر رکھا جاتا تو پانی نہ ہونے کے وقت طہارت حاصل نہ ہو سکتی یہ طہارت ابدان تو خاص احکام طہارت ہی میں ہے اور طہارت قلوب تمام طاعات میں عام ہے پس تطہیر دونوں کو شامل ہے اور اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی طہارت حاصل نہ ہوتی) اور یہ (منظور ہے کہ) تم پر اپنا انعام تام فرمادے (اس لئے احکام کی تکمیل فرمائی تاکہ ہر حال میں طہارت بدنی و قلبی کو جس کا ثمرہ رضا و قرب ہے جو عظیم نعم ہے حاصل کر سکو) تاکہ تم (اس عنایت کا) شکر ادا کرو (شکر میں امتثال بھی داخل ہے)

**ربط:** اوپر احکام متعددہ کا مشروع ہونا اور ان کا نعمت ہونا بیان فرمایا ہے آگے ان کے امتثال کی تاکید چند طرق سے ہے۔ تذکیر نعمت مخاطبین کا عہد والتزام یاد دلانا مخالفت سے ڈرانا۔

**تاکید امتثال احکام شرعیہ:**

وَإِذْ كَرَّمْنَا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو (جس میں بڑا انعام یہ ہے کہ تمہاری فلاح کے طریقے تمہارے لئے مشروع کر دیئے) اور اس کے اس عہد کو بھی (یاد کرو) جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے جب کہ تم نے (اس کا التزام بھی کر لیا تھا کہ عہد لینے کے وقت تم نے) کہا تھا کہ ہم نے (ان احکام کو) سنا اور مان لیا (کیونکہ اسلام لانے کے وقت ہر شخص اسی مضمون کا عہد

کرتا ہے) اور اللہ تعالیٰ (کی مخالفت) سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں (اس لئے جو کام کرو اس میں اخلاص و اعتقاد بھی ہونا چاہئے صرف منافقانہ امتثال کافی نہیں مطلب یہ کہ ان احکام میں اول تو تمہارا ہی نفع پھر تم نے اپنے سر بھی رکھ لیا ہے پھر مخالفت میں ضرران وجوہ سے امتثال ہی ضروری ہوا اور وہ بھی دل سے ہونا چاہئے ورنہ مثل عدم امتثال ہی کے ہے)۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ اس سے معلوم ہوا کہ رخص شرعیہ میں نقص کے شبہ سے تنگدل ہونا جیسا کہ عمل میں غلو کر نیوالے سمجھتے ہیں حق کی مزاحمت ہے ۱۲۔

**النحو:** قولہ والمحصنت عطف علی الطیبت کذا فی الروح قلت فهو ایضا مقید بالیوم ومن ثم ذكرت النکاح مع الطیبت فی السؤال الرابع من الفوائد الآتیة قولہ اذا اتیموهن ظرف لاجل. قولہ لیجعل الخ اللام زائدة لتأكيد المفعول وان مقدره قال فی الروح هو الاسهل ۱۲. قولہ اذا قلتم ظرف لو اتقکم به کذا فی الروح ۱۲. تنبیہان متعلقان بالروایات عن الباب الاول روى البخاری فی قصة سقوط القلادة عن عائشة فنزلت یا ایها الذین آمنوا اذا قمتم آه وهو الصواب لا ما قبل انها آية النساء الثانی ان الوضوء كان واجبا علیهم قبل نزول الآية لانها مدنیة والصلوة فرضت بمكة ولم یصل رسول الله ﷺ الا بوضوء والحكمة فی نزول الوضوء لیكون فرضه متلوا بالتزلیل ولذا استعظموا (ای استقلوا) نزولهم علی غیر ماء كما فی الباب ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی قولہ اذا اتیموهن اهتمام بابطال ما كان علیہ اهل الجاهلیة من اضاعه حقوق النسوة ولو اعيد ضمیر اجورهن الی الکتابیات خاصة كان فیہ تنبیہ علی انها وان كانت کافرة لکن لا یسقط به حقها من المهر ۱۲۔

**الروایات:** فی البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ طعام الذین ان المراد به الذبائح اه لان غیرها لم یختلف فی حله وعلیہ اکثر المفسرین کذا فی الروح ۱۲۔

**فوائد شتی:** ههنا سوالات الاول ما معنی قولہ الیوم مع ان التحلیل قد وقع قبل ذلک والجواب ان المراد والاخبار عن ابقاء الحل وعدم نسخه وهذا لم یقع قبل ذلک الثانی ما فائدة تکرار الاخبار عن الحل والجواب ان الذی قبله لم یکن اخبارا عن عدم النسخ وهذا اخبار عنه کما مر فلا تکرار. الثالث ما المناسبة بین الاخبار عن الاکمال وعن الاحلال والجواب ان کلیمهما اتمام للنعمة احدهما للدنیا والآخر للدين الرابع ما وجه تخصيص احلال الطیبات والنکاح بالذكر دون سائر النعم والجواب ان التخصیص لکونه معتدا به من حیث ان اکل الطیبات قوام للبدن والنکاح سبب لبقاء النوع ولهما دخل ای دخل فی القیام باقامة الدين وهذا هو النکته فی تقدیم هذه الاحکام علی احکام الطهارة الخامس ما فائدة قولہ طعامکم حل لهم لانه لم یکن فیہ شبهة والجواب ان الفائدة التنبیہ علی کون حل ذبائح الکتابی یقینیا بایرادہ مقتونا بما هو



معلوم من قبل وهذا هو الفائدة في قوله والمحصنات من المؤمنات ويدل ما قررت من الترجمة على كل من هذه القوائد ۱۲.

**اختلاف القراءة:** ارجلکم بالجر قرأ به ابن كثير وحمره وغيرهما ۱۲.

**فائدة:** قوله وان كنتم مرضى قد سبق ما يتعلق به في سورة النساء نعم بقي امر وهو انه قد استدلل بقوله منه الراجع الى الصعيد اشتراط الغبار حملا لمن على التبعض والجواب بحمل من على الابتدائية ويكون الصعيد موضوعا كما نقله في الانتصاف عن الزجاج لوجه (۱) الارض ترابا كان او حجرا او يكون الضمير راجعا الى الحدث المدلول عليه بذكر اسبابه فيما سبق يقال تيمم من الجنابة فافهم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في يكفر حلال قطعي اية دلالة وثبوتها فلا يدخل فيه ما اختلفوا فيه بالادلة الشرعية فهذا الاختلاف رحمة ۱۲. ۲. قوله في قمتم اورتم کو اس وقت وضوء ہو وقع الاجماع عليه وقرينة اشتراط الحدث في البدل اي التيمم ۱۲. ۳. قوله في الى سميت للاجماع عليه ۱۲. ۴. قوله في ف ابزید نقله في الروح ۱۲.

۵. قوله سارا بدن دليله ما في روح المعاني انه اضاف التطهير الى مسمى الواو وهو جملة بدن كل مكلف فيدخل كل ما يمكن الاتصال الا ما فيه حرج الخ قلت وقد وقع الاشارة الى استثناء بقوله فيما بعد ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج فافهم فانه عزيز ۱۲.

۶. قوله في ما يريد الله يعني في منظور اشارة الى ان المقصود ارادة عدم الحرج الذي يستلزمه عدم ارادة الحرج لانه لا يكفي لعدم وقوع شئ عدم ارادة بل لا بد من تعلق ارادته بعدمه كما هو ظاهر عند التامل ۱۲. ۷. قوله في توضيح ليظهركم دونوں کو شامل ہے بطريق عموم المجاز. ۸. قوله هناك اور اگر یہ احکام نہ ہوتے اشارة الى توجيه الاستدراك ولكن تقريره انه لما قال ما يريد الله الخ نشأ عنه توهم ان الاحكام لو لم تشرع اصلا لكان فيه انتفاء الحرج باتم وجه دفعه بما حاصله ان السهولة مقصودة لكن الطهارة مقصودة ايضا فانتضی هذا المجموع شرع الاحكام مع السهولة ولو لم يوجد به لكان الظاهر بل ۱۲. ۹. قوله في توضيح سمعنا اسی مضمون کا اشارة الى انه لا يلزم ان يكون هذا اللفظ بعينه منقولا بل هو اخذ بالحاصل ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) مفسرین نے آیت میں قیام سے قیام فی الصلوٰۃ مراد لیا ہے اور جب اس پر شبہ ہوا کہ وضو اس قیام سے مؤخر نہیں تو اوردتم القیام کے ساتھ تاویل کی مولانا نے اٹھنے لگوں کے لفظ سے یہ بتا دیا کہ یہاں قیام صلوٰۃ مراد ہی نہیں بلکہ وہ قیام مراد ہے جو ہیئہ صلوٰۃ کے لئے ہوتا ہے پس اب قیام اپنے معنی پر ہے اور اس میں تاویل کی ضرورت نہیں رہی نیز آیت میں لفظ الی اسکا قرینہ ہے کہ قیام سے ہیئہ صلوٰۃ ہی کا قیام مراد ہے ورنہ قیام فی الصلوٰۃ اونحوہ فرمایا جاتا ۱۲ بتیان۔ (۲) اور جر جوار کے لئے یہ شرط ہے کہ وہاں التباس سے امن ہو وہ یہاں متحقق ہے کیونکہ اَرْجُلُكُمْ کے بعد اِلَى النَّكَبَيْنِ فرمانا اس کا قرینہ ہے اس لئے کہ تحدید غسل ہی میں ضروری ہے اور شریعت میں دوسری جگہ اس کا وقوع بھی ہوا ہے چنانچہ اِنْ يَكُنْ إِلَى الْهَرَاءِ اس پر شاہد ہے اور مسح میں قائلین بالمسح کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں۔ دوسرے

مسح بالا جماع ظہر رجل پر ہوتا ہے تو اس کی تحدید میں الی الساق ہو سکتا تھا نہ کہ اِلَى النَّكَبَيْنِ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اَرْجُلُكُمْ لفظ رُؤُوسِكُمْ پر معطوف ہے مگر اس کا حکم غسل ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے پر عطف کر دیا جاتا ہے اور حکم ہر دو کا مختلف ہوتا ہے جیسے عربی کا یہ شعر

یا لیت بعنک قد غدا متقلد اسیفاً اور

☆ لفظ رجا سیفا پر معطوف ہے حالانکہ حکم متقلد اس پر صحیح نہیں بلکہ حامل رجا بولا جاتا

ہے ۱۲ بتیان (۳) یہ لفظ بڑھا کر اس بات کو بتلانا مقصود ہے کہ یہ آیت بھی آیت

سابقہ اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ کے ساتھ مرتبط ہے کہ اس میں نماز کیلئے وضو کا حکم

تھا اور یہاں نماز کے لئے غسل کا حکم ہے اور دونوں نماز سے قبل ہیں ۱۲ بتیان

(۴) یہ عبارت اس لئے بڑھادی کہ مطلق مرض سے اجازت تيمم نہیں ہوتی بلکہ اس کے

لئے یہ بھی شرط ہے کہ استعمال پانی سے ضرر کا اندیشہ ہو ۱۲ بتیان۔ (۵) لَنْ تَجِدُوا مَاءً کی

یہ تفسیر اس لئے کی گئی تاکہ حالت مرض کا عذر بھی اس میں شامل ہو جاوے کیونکہ

ظاہر الم تجدد و تمام متعاطفات کی قید ہے اس صورت میں اگر لم تجدد کا ترجمہ پانی نہ

پاؤ کیا جاتا تو حالت مرض میں جواز تيمم مفہوم نہ ہوتا کیونکہ مرض میں پانی تو ہوتا ہے

البتہ استعمال نہیں ہو سکتا ۱۲ بتیان۔ (۶) اس آیت میں غسل اور تيمم کا ذکر تھا وضو کا

ذکر نہ تھا یہاں سب کو جمع کر دیا گیا یہ فرق ہے دونوں مقام میں پس تکرار محض نہ

ہو ۱۲ بتیان۔ (۷) ہذا متعلق بقولہ موضوعاً وقولہ کما نقلہ فی الانتصاف عن الزجاج

اعتراض فنبہ لہ ۱۲ (۸) غالباً یہ توجیہ جامع کی بڑھائی ہوئی ہے ۱۲ منہ۔

(۹) مطلب یہ کہ آیت میں لِيُطَهِّرَكُمْ سے بطور عموم مجاز کے طہارت بدنی قلبی

دونوں مراد ہیں کیونکہ اتمام نعمت کو تطہیر پر مرتب فرمایا ہے اور یہ اتمام نعمت اس وقت

ہے کہ ظاہری بدن کے ساتھ قلب بھی پاک ہو ورنہ نعمت تام نہ ہوگی کیونکہ تلوث قلبی

کے ساتھ رضا کا حصول ممکن نہیں اور بڑی نعمت یہی ہے اور جب یہ نہیں تو نعمت تام

کہاں ۱۲ بتیان۔ (۸) مطلب یہ کہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ سے یہی مراد نہیں کہ

زبان سے الحمد لله الشکر لله کہا کرو بلکہ احکام پر عمل کرنا بھی شکر میں

ضروری ہے ۱۲ بتیان۔ (۹) مطلب یہ کہ قلتم سمعنا اسی التزام عہد ہی کا بیان

ہے اس میں اس کا جواب دینا منظور ہے کہ میثاق تو بدو التزام کے متحقق نہیں ہوتا

اور اس کی کوئی دلیل نہیں ۱۲ بتیان۔ (۱۰) مطلب یہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ لفظ

نَسَمِعْتَا ہی کہا ہو بلکہ اسلام لانا یہ خود سمعنا کہنا ہے اور مولانا مدظلہ کی اس تقریر کے

بعد اب کوئی ضرورت نہیں رہی کہ اس سمعنا سے یوم میثاق کا سمعنا مراد لیا

جاوے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے تاکہ بعد نزول کتاب کے سمعنا کہنے پر

دلیل قائم کرنا ضروری نہ ہو ۱۲ بتیان۔ (۱۱) اس لفظ کے بڑھانے سے یہ بتلانا

مقصود ہے کہ اَتَقُوا اللَّهَ کو ماقبل سے کیا ربط ہے کہ پہلے امتثال کا امر تھا یہاں

خلاف سے نہی ہے۔ ۱۲ بتیان۔ (۱۲) اس عبارت سے اِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ الْخ

کے ربط کو ظاہر فرمایا ہے ماقبل سے ۱۲ بتیان۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۖ اِعْدِلُوا ۖ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کیلئے پوری پابندی کرنا اے انصاف کیساتھ شہادت ادا کرنا اے اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جاوے کہ تم عدل نہ کرو عدل کیا کرو

هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّجِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا

کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا، ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے

نِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ ۖ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے، جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں، سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا

الْمُؤْمِنُونَ ۖ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ

چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے، اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرما دیا کہ میں تمہارے پاس ہوں، اگر تم نماز کی

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ

پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے، تو میں ضرور تمہارے

سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخْلَكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ فَمَنْ كَفَرَ بِذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

گناہ تم سے دور کروں گا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی کفر کرے گا، تو وہ بیشک راہِ راست سے دور جا پڑا۔

**تفسیر: ربط:** یہاں تک وہ احکام مذکور ہوئے ہیں جو مکلف کی ذات خاص کے متعلق ہیں آگے ایسا حکم مذکور ہوتا ہے جس میں غیر سے بھی تعلق ہے کیونکہ شہادت اور عدل کا تعلق غیر سے ظاہر ہے پس عبادات و معاملات دونوں جمع کر دیئے گئے۔

**حکم دہم ایجاب عدل و اظہار حق:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (الہی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے (احکام کی) پوری پابندی کرنے والے (اور شہادت) کی نوبت آوے تو (انصاف کی شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جاوے کہ تم (ان کے معاملات میں) عدل نہ کرو (ضرور ہر معاملہ میں) عدل کیا کرو کہ وہ (یعنی عدل کرنا) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (یعنی اس سے تقویٰ کے ساتھ موصوف کہلاتا ہے) اور (تقویٰ اختیار کرنا تم پر فرض ہے چنانچہ حکم ہوا ہے کہ) اللہ تعالیٰ (کی مخالفت) سے ڈرو (یہی حقیقت ہے تقویٰ کی پس عدل جو کہ اس فرض تقویٰ کا موقوف علیہ ہے نیز فرض ہوگا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے (پس مخالفین احکام کو سزا ہو جاوے

تو بعید نہیں) **ف:** ایسی آیت ختم پارہ والحصنت کے قریب بھی آچکی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ بے انصافی کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو ایک فریق کی رعایت یا کسی فریق کی عداوت وہاں اول سبب مذکور ہے یہاں دوسرا سبب چنانچہ وہاں یہ الفاظ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنَّ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا اور یہاں لفظ شَنَاٰنِ اس کی صاف دلیل ہے پس اس فرق کے بعد تکرار نہ رہا۔

**ربط:** اوپر احکام مذکور تھے آگے امتثال کرنے والوں کو وعدہ اور خلاف کرنے والوں کو وعید سناتے ہیں۔

**وعدہ و وعید بر اطاعت و مخالفت:**

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا (الہی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّجِيمِ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور (انہوں نے) اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کیلئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

**ف:** اس آیت میں تو پوری مخالفت کرنے والوں کا حال ہے اور جو تھوڑا خلاف کرنے والے ہیں یعنی آمَنُوا کے تو مصداق ہیں مگر عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ



کے مصداق نہیں ان کا حال دوسری نصوص میں ہے۔

**دبٹ :** تین چار آیتیں اوپر احکام شرعیہ کا نعمت ہونا بیان کر کے تاکید امثال کے لئے اس نعمت کی یاد دہانی فرمائی تھی جو کہ نعمت دینیہ تھی اب آگے ایک نعمت دنیویہ کی یاد دہانی فرماتے ہیں اور مقصود اس سے بھی وہی تاکید امثال ہے کیونکہ نعمت کا خیال کرنا منعم کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے۔

تذکیر بعض نعم:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (الہی قولہ تعالیٰ) وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم (یعنی کفار قریش ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان ضعیف تھے) اس فکر میں تھے کہ تم پر (اس طرح) دست درازی کریں (کہ تمہارا خاتمہ ہی کر دیں) سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر (اس قدر) نہ چلنے دیا (اور آخر میں تم کو غالب) کر دیا پس اس نعمت کو یاد کرو (اور) احکام کے امثال میں (اللہ تعالیٰ سے ڈرو) (کہ اس نعمت کا یہ شکر ہے) اور (آئندہ بھی) اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہئے (جس نے پہلے بھی تمہارے سب کام بنائے ہیں آئندہ بھی آخرت تک امید رکھو اِنْتَوَاللَّهِ میں خوف دلایا اور امر بالتوکل میں امید اور یہ ہی دو عمل معین امثال ہیں) **ف** اور قابو میں جو اس قدر کی قید لگائی وجہ یہ کہ کچھ کچھ مضرتیں تو کفار سے پہنچ ہی جاتی تھیں **ف** شروع سورت سے یہاں تک اکثر آیتوں میں حق تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا ہے ایک جگہ لفظ خشیت سے باقی جگہ لفظ تقویٰ سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امثال میں بہت دخل ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے۔

**دبٹ :** اوپر آیت اذکرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ میں تصریحاً اور ما بعد کی آیتوں میں دلالت احکام شرعیہ کے جو کہ معاہدہ الہیہ ہے امثال و ایفاء کا امر فرمایا ہے آگے زیادہ اہتمام کے لئے بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے کی اور ان کے نقض عہد سے جو ان کو وبال اور ضرر پہنچا اس کی حکایت فرماتے ہیں تاکہ اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ترہیب زیادہ ہو۔

حکایت اخذ میثاق از بنی اسرائیل:

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ (الہی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ اور اللہ تعالیٰ نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے) بنی اسرائیل سے (بھی) عہد لیا تھا (جس کا بیان عنقریب آتا ہے) اور (ان عہود کی تاکید کیلئے) ہم نے ان میں سے (موافق عدد ان

کے قبائل کے) بارہ سردار مقرر کئے (کہ ہر ہر قبیلہ پر ایک ایک سردار رہے جو اپنے ماتحتوں پر ہمیشہ ایفاء عہود کی تاکید رکھے) اور (مزید تاکید عہد کے لئے ان سے) اللہ تعالیٰ نے یوں (بھی) فرما دیا کہ میں تمہارے پاس ہوں (تمہارے سب بھلے برے کی مجھ کو خبر رہے گی مطلب یہ کہ عہد لیا پھر اس کی تاکید در تاکید فرمائی اور اس عہد کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ) اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر (جو آئندہ بھی نئے نئے آتے رہیں گے) ایمان لاتے رہو گے اور (دشمنوں کے مقابلہ میں) ان کی مدد کرتے رہو گے اور (علاوہ زکوٰۃ کے اور مصارف خیر میں بھی صرف کر کے) اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر (یعنی اخلاص کے ساتھ) قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور ضرورت تم کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (محلات کے) نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس (عہد و پیمان ٹالنے) کے بعد بھی کفر کرے گا تو وہ بیشک راہ راست سے دور جا پڑا **ف** خیر میں صرف کرنے کو مجازاً اس لئے قرض فرما دیا کہ جس طرح قرض لازم الادا ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دینگے اور یہاں اس شخص کا حال بیان نہیں فرمایا جو کفر تو نہ کرے لیکن اعمال کی پوری پابندی بھی نہ کرے اور اکثر جگہ قرآن مجید میں یہی عادت ہے کہ اطاعت میں جو کامل ہو اور مخالفت میں جو کامل ہو زیادہ ذکر ان ہی کا ہوتا ہے وجہ یہ کہ طرفین کے حال سے بین بین کا حال عقلاء کو خود مقام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نہ ان کی ایسی جزا ہوگی نہ ایسی سزا ہوگی پھر حدیثوں میں پوری تفصیل معلوم ہوگئی اور چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت انبیاء ہونے والے تھے اس لئے **وَالْمَثَنُ بِرُسُلِي** خصوصیت کے ساتھ عہد میں ذکر کیا گیا۔

**مسائل السلوۃ :** قولہ تعالیٰ وَلَا يَجْزِيكُمْ الْخِ اس میں معاملات میں

طبیعیات پر عمل کرنے کی ممانعت ہے اور یہ منجملہ مجاہدات ہے۔ قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا الْخِ اس میں اس شخص پر رد ہے جو خدا تعالیٰ کی دنیوی نعمتوں کو حقیر سمجھتا ہے جیسا اکثر جاہل افراط کرتے ہیں قولہ تعالیٰ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ الْخِ اس میں اصل ہے مشائخ اہل تربیہ کی اس عادت کی کہ مریدین پر اپنے نابینوں کو اس غرض سے مسلط کر دیتے ہیں کہ وہ ان کی اصلاح و تعلیم کی نگرانی کریں اور ان کو ایسوں کے سپرد کرتے ہیں جن میں باہم مناسبت ہو ۱۲۔

**البلاغۃ :** فی الروح ولم يؤت بالجملة فی سیاق الوعد کما اتی بالجملة قبلها فی سیاق الوعد (حيث قال وعد ولم يقل فيما



بعد قطعاً لرجائهم ۱۲۔ قوله يسطوا في الروح هو كناية يقال بسط اليه يده اذا بطش به ولسانه اذا شتمه ۱۲۔ قوله فكف اي من المدلا بعد ان مدوا من الروح ۱۲۔ قوله فمن كفر في الروح ليس المراد بالكفر احداثه بعد الايمان بل ما يعم الاستمرار عليه ايضا كانه قيل فمن اتصف بالكفر بعد ذلك الا انه قصد بايراد ما يدل على الحدوث بيان ترفيقهم في مراتب الكفر فان الاتصاف بشئ بعد ورود ما يوجب الاقلاع عنه وان كان استمراراً عليه لكن بحسب العنوان فعل جديد وصنع حادث اهـ۔

**النحو:** قوله عليكم متعلق بنعمة وكذا الظرف ۱۲ من الروح۔  
**اللفظ:** في الروح العزير كالآزر التقوية والمنع حقيقة والنصرة مجازا النقيب في الروح من النقب بمعنى التفتيش سمي بذلك لتفتيشه عن احوال القوم واسرارهم ۱۲۔

**الروايات:** في الروح اخرج ابن حميد وابن جرير عن ابى العالية انه قال في الآية اخذ الله تعالى ميثاق بنى اسرائيل ان يخلصوا له وما يعبدوا غيره وبعث منهم اثني عشر كفيلاً كفّلوا عليهم بالوفاء لله تعالى بما واثقوه عليه من العهود فيما امرهم او انها هم عنه قلت وعليه فسرت الآية ولم ارتض ما فسرت بامرهم بالقتال مع الجارين فان السياق ياباه كل الاء لان مضمون الميثاق المذكور نصاً ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في توضيح اقرب كهلاتا ہے یعنی ان العدل سبب للحکم بالتقوی علی العادل لان العدل من جملة التقوی فمن عدل فقد اتقى والسبب حقیقی قریب من المسبب او مراتب القرب متفاوتة لكن الجزء الاخير من العلة اقرب والعدل وكذا كل ما هو فرد للتقوی كذلك فصیح الحکم بكونه اقرب للتقوی ولذا عدی باللام كما فی قوله هو قریب لزید والا فالظاهر تعدية بالی او من فالحاصل ان العدل مفض الى التقوی كافضاء السبب الى المسبب التقطه من الروح ۱۲۔ ۲۔ قوله فی توضیح خیر بعید نہیں اشارۃ الى جواز العفو كما یقوله اهل السنة اما بنفسه واما بعد ارضاء صاحب الحق فی حقوق العباد ۱۲۔ ۳۔ قوله فی توضیح قوم قریش ابتدائے اسلام الخ هو الوجه من الوجهین المذكورین فی الکبیر اخترته لكونه اوفق بحال الفريقین وبعضهم اختار ولا لوجه الثانی من الحوادث الخاصة التي بعضها فی بنی النضیر وبعضها فی بنی ثعلبه وبنی محارب او رجل منهم یقال له غورث ارادوا الفتك بالنبي ﷺ اوردها فی اللباب لكن قوله اليكم يرجح ما اخترته فان فی هذه الحوادث اراد من اراد بسط اليد الى النبي ﷺ وما اختار بعضهم من نزولها فی الغزوات التي

فيها صلوة الخوف فليس على كونها سبب النزول دليل مصرح بالسببية فلذا رايت ما اخترته اولي ولا يعارض الروايات لانا نزولها بان معنى قولهم نزلت في كذا اي نزلت في مثل كذا ۱۲۔

۲۔ قوله في يسطوا او كف خاتمه واس قدر اندفع به ما يتوهم من تمكن الكفار من المسلمين غير مرة فما معنى الهم وما بمعنى الكف ۱۲۔ ۵۔ قوله في ميثاق خلاصة لان هذا الميثاق ذكر في البقرة بعنوان آخر فلا يتوهم التخالف ۱۲۔ ۶۔ قوله في رسلی آئندہ وهو التكنة في تاخير الايمان عن الصلوة لان الصلوة يجب اقامتها في الحال والايمان بهؤلاء الرسل يكون واجبا في المال ۱۲۔ ۷۔ قوله في عزرتموهم دشمنوں کے انحراف سے اور ان کے لئے جو امور واجب ہوں ان کو ایسا نہ کرنا جس سے ان کے لئے عیب ہو۔ ۸۔ قوله في لا كفرون دور كردن گالان الحسنات يذهبن السيئات ولو عمم التكفير للتطهير اي العقاب الذي يكون للتطهير كان شاملا للجميع اي لجميع الذنوب كبيرة كانت او صغيرة بخلاف المعنى الاول للتكفير فانه مخصوص بالسيئات اي الصفات لانها لا تكفر الكبائر الا بالفضل او التوبة او العقاب فافهم ۹۔ قوله في فمن اور اشاره الى ارادة معنى العطف مطلقا والترتيب انما هو في البيان كذا يفهم من الروح ۱۲۔ ۱۰۔ قوله في بعد ذلك عهد الخ كذا في الخازن ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اس لفظ کے بڑھانے سے یہ بتلانا ہے کہ مصنف سلمہ کے نزدیک اللہ قوامین کے متعلق ہے ۱۲ بتیان۔ (۲) یہ عبارت بڑھا کر بتلادیا کہ لفظ شہداء خبر بعد خبر ہے حال وغیرہ نہیں نیز یہ بھی بتلادیا کہ قرآن کا مطلب یہ نہیں کہ خواہ مخواہ شہادت دیتے پھرا کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو ایسا موقع پیش آ جاوے تو اس میں عدل سے کام لو ۱۲ بتیان۔ (۳) کیونکہ کسی قوم سے عداوت کا اثر عدل پر اگر پڑے گا تو انہیں کے معاملات میں پڑیگا نہ کہ مطلق عدل پر اگرچہ دوسروں کے معاملہ میں ہو ۱۲ بتیان۔ (۴) اس عبارت سے ایک تو اعداؤ کا ارتباط ظاہر کرنا ہے دوسرے یہ بتلانا ہے کہ یہ حکم عام ہے خواہ دشمن کا معاملہ ہو جس کا اوپر ذکر تھا یا دوست کا ۱۲ بتیان۔ (۵) اس عبارت کو بڑھا کر یہ بتلادیا کہ اتَّقُوا اللَّهَ كَمَا قَبِلْتُمْ سے کیا ربط ہے خلاصہ یہ ہے کہ اَعْدَاؤُكُمْ هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوَى سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ عدل کا شرط ہونا اس کے وجوب اور ضروری العمل ہونے کو کیسے مستلزم ہو جاوے گا مقتضا تعلیل کا ہے کہ اَعْدَاؤُكُمْ هُوَ اقْرَبُ سے مفہوم ہوتی ہے واتَّقُوا اللَّهَ میں اس کا جواب ہے مگر چونکہ تم پر تقوی واجب ہے اور وہ موقوف ہے عدل پر اس لئے وہ بھی واجب ہوگا ۱۲ بتیان۔ (۶) یعنی یہ بھی مجملہ نعم مقصودہ ہے بلکہ مذکور فی القام سے اکمل ہے مگر اس کو بوجہ ظہور ذکر نہیں فرمایا ۱۲ بتیان۔ (۷) اس سے اتَّقُوا اللَّهَ کا ارتباط ظاہر ہو گیا ماقبل سے ۱۲ بتیان۔ (۸) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ وَبَعَثْنَا كَارِطًا أَخَذَ اللَّهُ سے ظاہر ہو جاوے ۱۲ بتیان۔



فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا

تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا، وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں، اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں

حَقًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی ہے، بجز ان میں کے معدودے چند شخصوں کے، سو آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد لیا تھا، سو وہ بھی جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے تو ہم نے

وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ

ان میں باہم قیامت تک کیلئے بغض و عداوت ڈال دیا، اور غفریب ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جلاویں گے۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن

رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ

امور کا تم انہما کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو انہما گھڑتے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب

مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِإِذْنِ اللَّهِ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ

واضح، کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو کہ رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

اور ان کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

کے مضامین متعلقہ تصدیق رسالت محمدیہ میں ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ ایمان سے زیادہ بڑا حصہ کیا ہوگا غرض نقض میثاق پر لعنت مرتب ہوئی اور لعنت پر قساوت وغیرہ اور قساوت پر تحریف اور تحریف پر نفوت حظ عظیم اور وجہ ترتیب ظاہر ہے) اور (پھر یہ بھی تو نہیں کہ جتنا کر چکے اسی پر بس کریں بلکہ حالت یہ ہے کہ) آپ کو آئے دن (یعنی ہمیشہ دین کے باب میں) کسی نہ کسی (نئی) خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی رہتی ہے بجز ان کے معدودے چند شخصوں کے (جو کہ مسلمان ہو گئے تھے) سو آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے (یعنی جب تک شرعی ضرورت نہ ہو ان کی خیانتوں کا اظہار اور ان کو نصیحت نہ کیجئے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے (اور بلا ضرورت نصیحت نہ کرنا خوش معاملگی ہے)

ف: نئی خیانت یہ کہ ایک بار مثلاً رجم کے حکم کو چھپایا ایک بار حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر توراۃ کا ایک مضمون غلط بیان کر دیا جس پر آیت لَا تُحْسِنَنَّ الَّذِينَ يَفَكُّونَ نَازِلَ هُوَ تَحِي اور جیسے تحریم طیبات کے قدیم ہونے کا ایک بار غلط دعویٰ کیا تھا جس پر شروع لہن تنائیں قُلْ فَانُؤَايَا التَّوْرَةِ نَازِلَ هُوَ اور تمام تر وہ غلط بیانیوں جس کی حکایت مع ان کے ابطال کے قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے

تفسیر: ربط: اوپر میثاق بنی اسرائیل کا بیان تھا آگے ان کے نقض میثاق کا اور اس کے وبال کا بیان ہے۔

حکایت وبال نقض بنی اسرائیل میثاق را:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (لیکن بنی اسرائیل نے عہد مذکور کو توڑ ڈالا اور توڑنے کے بعد طرح طرح کے عتوبات میں جیسے مسخ اور ذلت وغیرہ گرفتار ہوئے پس یہ جو ان کو عنایت والطف الہیہ سے بعد ہوا) تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت (یعنی اسکے آثار) سے دور کر دیا اور (یہی حقیقت لعنت کی) اور (اسی لعنت کے آثار سے یہ ہے کہ) ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا (کہ حق بات کا ان پر اثر ہی نہیں ہوتا اور اس سخت دلی کے آثار سے یہ ہے کہ) وہ لوگ (یعنی ان میں کے علماء) کلام (الہی یعنی تورات) کو اس کے (الفاظ یا مطالب کے) مواقع سے بدلتے ہیں (یعنی تحریف لفظی یا تحریف معنوی کرتے ہیں) اور (اس تحریف کا اثر یہ ہوا کہ) وہ لوگ جو کچھ ان کو (توریت میں) نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ (نفع کا جو کہ ان کو عمل کرنے سے نصیب ہوتا) فوت کر بیٹھے (کیونکہ زیادہ مشق ان کی اس تحریف



اس میں داخل ہیں جیسے لَنْ تَمَسَّكَ النَّارُ اور لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوَ اَوْ نَصْرِي اور نَحْنُ اَبْنَاؤُ اللّٰهِ وَاجِبَاؤُهُ وَاَمثال ذلک۔

**دبٹ:** اوپر یہود کا حال تھا آگے کچھ نصاریٰ کا حال بیان فرماتے ہیں۔  
ذکر بعض ذمائم نصاریٰ:

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّا نَصْرِي (الہی قولہ تعالیٰ) وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ اور جو لوگ (نصرت دین کے دعوے سے) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد (مثل عہد یہود کے) لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ ان کو (انجیل وغیرہ میں) نصیحت کی گئی تھی اس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ (نفع کا جو کہ انکو عمل کرنے سے نصیب ہوتا) فوت کر بیٹھے (کیونکہ وہ امر جس کو فوت کر بیٹھے تو حید ہے اور ایمان ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا حکم اُن کو بھی ہوا تھا اور اس کا حظ عظیم ہونا ظاہر ہے جب تو حید کو چھوڑ بیٹھے) تو ہم نے اُن میں باہم قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دیا (یہ تو دنیوی عقوبت ہوئی) اور عنقریب (آخرت میں) کہ وہ بھی قریب ہی ہے ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے (پھر سزا دیں گے) **ف:** حاشیہ بیضاوی میں تیسیر سے نقل کیا ہے کہ نصاریٰ میں اصل تین فرقے تھے ایک نسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے دوسرا یعقوبیہ جو عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد مانتے تھے تیسرا ملائکہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین الہ میں کا ایک جزو مانتے تھے اہ اور یہ افتراق ترک تو حید سے ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اختلاف عقائد کے ساتھ باہم عداوت ضروری ہے البتہ جو شخص ان میں ان عقائد ہی کا پابند نہ ہو وہ بحث ہی سے خارج ہے پس اگر ان میں اتفاق ہو جاوے تو محل اعتراض نہیں پس آج کل کے عیسائیوں کے جو واقع میں عیسائی ہی نہیں اتفاق پر شبہ نہیں ہو سکتا البتہ مذہبی لوگوں میں مذہبی عداوت اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی اور دنیوی سلطنتوں میں بھی اکثر تو اختلاف و نزاع ہی سنا جاتا ہے لیکن قرآن میں اس کا ذکر ہی نہیں نہ اثبات نہ نفیاً۔

**دبٹ:** اوپر یہود و نصاریٰ کا الگ الگ ذکر تھا آگے دونوں کو جمع کر کے نصیحت کا خطاب فرماتے ہیں۔

خطاب مجمع اہل کتاب بترغیب تصدیق رسالت محمدیہ:

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهٖ اللّٰهُ مَنۡ اَشَاءُ وَيُضِلُّ مَنۡ يَّشَاءُ لِيُذِيحَ بِهٖمُ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهُمْ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اے اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) تمہارے پاس

ہمارے یہ رسول (محمد ﷺ) آئے ہیں (جن کے علم کی تو یہ شان ہے کہ کتاب (کے مضامین) میں سے جن امور (علمیہ) کا تم اخفاء کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو (جن کے اظہار میں کوئی مصلحت شرعی بھی ہوتی ہے باوجود ظاہر) (تھخیل علوم نہ فرمانے کے محض وحی سے مطلع ہو کر) تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور (خوش اخلاقی کی جو کہ شعبہ ہے لطافتِ قوتِ عملیہ کا یہ حالت ہے کہ جن امور کا تم اخفاء کرتے ہو ان میں سے) بہت سے امور کو (باوجود اطلاع کے اظہار سے) واگراشت کر دیتے ہیں (جن کے اظہار میں بجز تمہاری تفہیم کے کوئی شرعی ضرورت نہیں ہوتی اور ایسا علم دلیل نبوت ہے اور ایسا عمل مؤکد اس دلیل کا ہے غرض تمہاری دینی خیانت ہی کے متعلق جو آپ کا برتاؤ ہے وہی دلالت علی النبوة کے لئے بس ہے پھر ضرور تصدیق کرنا چاہئے۔ اور ان رسول کے ذریعہ سے) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور (وہ) ایک کتاب واضح (ہے یعنی قرآن مجید جو کہ علاوہ دلیل نبوت ہونے کے خود ان اوصاف ذاتی سے موصوف ہے) کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو کہ رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں (یعنی جنت میں جانے کے طریقے کہ عقائد و اعمال خاصہ ہیں تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ پوری سلامتی بدنی و روحانی جنت ہی میں نصیب ہوگی) اور ان کو اپنی توفیق (اور فضل) سے (کفر و معصیت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و طاعت کے) نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو (ہمیشہ) راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔ **ف:** سلامتی کی راہیں بتلانا قرآن کے ذریعہ سے عام ہے لیکن یہاں تخصیص طالبانِ رضائے حق کی اس وجہ سے کی گئی کہ اس سے منتفع وہی لوگ ہوتے ہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ فَبِمَا اَلْحِ چونکہ بعض اقسام قبض سے یہ قساوت بھی ہے آیت سے معلوم ہوا کہ معاصی سے بھی قبض ہوتا ہے اور يُخْفُونَ الْكُلْمَ سے (جو کہ جرأت علی التحریف پر دال ہے) اور نَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ سے (جس کی تفسیر بعض نے یہ کی ہے اس معصیت کی نحوست سے بہت سے مضامین تورات کے ان کے حافظہ سے ساقط ہو گئے تھے) یہ معلوم ہوا کہ ایسے قبض سے معاصی بھی ہوتے ہیں پس قبض معاصی کا منشا بھی ہے اور معاصی اس سے ناشی بھی ہیں ۱۲ قولہ تعالیٰ فَكُنُوا اِلَى اللّٰهِ جیسا عقاب آخرت کا سبب ہیں اسی طرح عقاب دنیا کا بھی کیونکہ خانہ جنگی یقیناً دنیا میں عقاب ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَيَعْفُوا الْخِ روح میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ تمہارے بہت سے مخفی کئے ہوئے مضامین کو ظاہر نہیں فرماتے جب



کہ اس کا کوئی دینی قوی داعی نہ ہوتا کہ تمہاری فضیلت نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ عداوت میں بھی محض شفاء غیظ نفسانی کا قصد نہیں کرتے یعنی جب اس میں مصلحت دینی نہ ہو تو غیظ پر عمل نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ يَهْدِي رَبُّنَا لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ سُبُلَ مَقْصُودٍ مُطْلَبٍ رِضَا ہے اور دخول جنت اس کے تابع ہے ۱۲۔

**اللفظ:** الخائنة مصدر على وزن الفاعلة ۲۱ فی القاموس غری لرق اغری بینہم العداوة القاہا کانہ الرقہا بہم ۱۲۔

**النحو:** قولہ الا قليلا استثناء من المجرور فی خائنتہ منہم ۱۲۔ من متعلق باخذوا ۱۲۱۔ قولہ يَتَّبِعُ حَالٌ يَهْدِي صفة لكتاب **البلغة:** قولہ فاغرينا الفاء للترتيب على نسيانهم حفظا كما قررته فی الترجمة وصرحت به فی ف بعد تقرير التيسير فافهم۔

**الروايات:** فی الباب اخرج ابن جرير عن عكرمة قال ان نبی اللہ ﷺ اتاه اليهود ويستلونه عن الرجم فقال ايتكم اعلم فاشاروا الى ابن صور يافنا شدة بالذي انزل التوراة على موسى والذي رفع الطور والمواثيق التي اخذت عليهم حتى اخذ الكل (ای ارتعد) فقال انه لما كثر غينا جلدنا مائة وحلقنا الرؤس فحكم عليهم بالرجم فانزل الله يا اهل الكتاب الى قوله صراط مستقيم ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قرأ حمزة والكسائي قسمة على وزن فعيلة مبالغة فی قابضة ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ قبل الترجمة لیکن الى قوله ہوئی لم يذكر فی القرآن اشارة الى انه جلی غنی عن البیان وانما المحتاج اليه ما بينهما من السببية والمسببية ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی فيما نقضهم صرف اتاده قدیم الجار واكده ما فصار المعنى ان المؤثر فی اللعن ليس غير النقض لا استقلالاً ولا انضماماً ۱۲۔ ۳۔ قولہ قبل جعلنا قلوبهم اى لعنت کے آثار سے دفع بهذا العنوان ما يتوهم من ان المفهوم مما قبل الترجمة ان اثر اللعن هو المسخ ونحوه والمفهوم منه خلافه وجه الدفع ظاهر فانه لا تنافی بين الآثار ولذا زاد قوله وغيره فی تقرير الترتيب فيما بينهما الذي سيأتى فی توضيح الترجمة ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی نسوا موت اشارة الى ان النسيان بمعنى الترك والتفحيم مستفاد من التنوين وفسر بعضهم بالمعنى اللغوي وقالوا انه مشعر بان المعصية ينسى العلوم حقيقة روى ذلك عن ابن مسعود۔ ۵۔ قولہ فی خائنة منهم صادر اشارة الى تقدير الكلام

هكذا اى خائنته صادرة منهم ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی فاعف یعنی جب تک الى قوله فضيحت نہ کیجئے والقربة على هذا التفسير ما سيأتى من قوله يعفوا مقابلاً لقوله يبين وبقوله جب تک اشار الى ان النسيان حيث بين ما كان للمصلحة الدينية لا قصدا الى تفضيحهم كآية الرجم ونحوها فانها كانت من الاحكام الشرعية اما ما كان من خياناتهم وجنایاتهم بحيث لم يتعلق به حكم شرعی فلم يظهر فافهم ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی قالوا نصرت دين الخ وهو النكته كما قال المفسرون فی هذا العنوان اشارة الى ان فعلهم دون قولهم وهو النكته فی تخصيص هذا الموضع به لان المقام ذكر للميثاق ولم يفوا بما واثقوا عليه من دعوى النصرة ۱۲۔

۸۔ قولہ فی ذكروا انجيل وغيره لانهم ما كانوا ينكرون التوراة ايضاً۔ ۹۔ قولہ فی ف اصل تين الخ فلا يرد انه ورد فی الحديث ان فرقهم تتان وسبعون ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی اهل الكتاب یعنی يهود ونصارى فالكتاب للجنس ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ فی رسولنا يا اشارة الى كون الاضافة للعهد ۱۲۔ ۱۲۔ قولہ شرعى بھی زاد بھی لان حکمة الدلالة على النبوة حاصل مع قطع النظر عن مصلحة اخرى فی التبيين ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ فی يبين باوجود الخ اشار بهذا الى فائدة الجملة من قصد الدلالة على النبوة التي يكون انكارهم بعدها اشنع ۱۲۔ ۱۴۔ قولہ بعد يعفوا فی العلم انه دليل وفي العمل انه مؤكد لان الدليل الصريح انما هو المعجزة وحسن الخلق بهذه المثابة ليس بمعجز صريح فهو مؤكد ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی كتب اور وہ اشارة الى كون عطف الكتاب للتفسير فهما متغايران بالصفة متحدان بالذات ولذا حسن افراد الضمير فی به وبهذا التفسير حسن اسناد الهداية ههنا الى الله تعالى وجعل الكتب والنور سببا واسناد التبيين فيما قبل الى رسول الله ﷺ واما اذا فسر النور بالرسول لا يحصل هذا الحسن ومویدی تفسیری هذا قولہ تعالیٰ انزلنا اليكم نوراً مبيناً واريد به الكتب قطعاً ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی اتبع طالب فتقدير الكلام من اراد ان يتبع رضوانه كما فی الروح او يراد بالاتباع الارادة مجاز او اوردت فی ترجمة من لفظة الجمع لعمومه وجمع الضمير فيما بعد من قوله يخرجهم ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فی السلام یعنی جنت فی الخازن بحذف المضاف اى دار السلام ۱۲۔ ۱۸۔ قولہ فی باذنه توفيق كذا فی الروح ۱۲۔ ۱۹۔ قولہ فی ايديهم قائم فالهداية مجاز فی التثبيت عليها كما قيل فی اهدنا الصراط المستقيم وبه غوير المتعاطفات ۱۲۔



لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ مسیح ابن مریم ہے، آپ یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ

کوبار کی والدہ کوور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ کو

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ

ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ اور یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیتے

بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

بلکہ تم بھی مخلوق اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو، اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخشے گا اور جس کو چاہیں گے سزا دے گا، اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے

وَالِيهِ الْمَصِيرُ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا

ان میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آچکے جو کہ تم کو صاف صاف بتاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا

مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشر اور نذیر نہیں آیا، سو تمہارے پاس بشر اور نذیر آچکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔

**تفسیر: ربط:** اوپر آیت وَمِنْ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ مسیح ابن مریم ہے (یعنی دونوں میں اتحاد کے قائل ہیں وجہ کفر ظاہر ہے کہ توحید کا انکار ہے) آپ (اس قول کے ابطال کے لئے ان سے) یوں پوچھئے اگر ایسا ہے تو یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم (جن کو تم اللہ تعالیٰ کا عین کہتے ہو) اور ان کی والدہ (حضرت مریم) کو اور (بلکہ) جتنے زمین میں (آباد) ہیں ان سب کو (موت سے) ہلاک کرنا چاہیں تو (کیا) کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (یعنی اس کو تم بھی مانتے ہو کہ ایسا کوئی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ خدائی کے لوازم سے ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی قدرت کا تعلق پھر وہ بھی افناء و ہلاک کے ساتھ محال ہو اور یہ لازم یہاں مفقود ہے پس الوہیت مسیح کی بھی باطل ہے یہ شان تو حضرت مسیح کی ہوئی (اور اللہ تعالیٰ) (کی یہ شان ہے کہ ان) ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان (موجود) ہیں

**ابطال عقیدہ الوہیت مسیح علیہ السلام:**

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ مسیح ابن مریم ہے (یعنی دونوں میں اتحاد کے قائل ہیں وجہ کفر ظاہر ہے کہ توحید کا انکار ہے) آپ (اس قول کے ابطال کے لئے ان سے) یوں پوچھئے اگر ایسا ہے تو یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم (جن کو تم اللہ تعالیٰ کا عین کہتے ہو) اور ان کی والدہ (حضرت مریم) کو اور (بلکہ) جتنے زمین میں (آباد) ہیں ان سب کو (موت سے) ہلاک کرنا چاہیں تو (کیا) کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (یعنی اس کو تم بھی مانتے ہو کہ ایسا کوئی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ خدائی کے لوازم سے ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی قدرت کا تعلق پھر وہ بھی افناء و ہلاک کے ساتھ محال ہو اور یہ لازم یہاں مفقود ہے پس الوہیت مسیح کی بھی باطل ہے یہ شان تو حضرت مسیح کی ہوئی (اور اللہ تعالیٰ) (کی یہ شان ہے کہ ان) ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان (موجود) ہیں

ان پر اور وہ جس چیز کو (جس طرح) چاہیں پیدا کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (اور یہ صفات کمال خواص الوہیت سے ہیں) پس حق تعالیٰ کی الوہیت ثابت ہے اور مسیح کی الوہیت منفی ہو چکی تھی اس مجموعہ سے توحید ثابت ہو گئی) **ف:** یہاں گونا گونا گویا نصاریٰ کے ایک ہی قول کا ابطال ہے لیکن جو دلیل قائم کی گئی ہے وہ ہر منکر توحید کے مقابلہ میں چل سکتی ہے اس لئے معنی تمام منکرین توحید کا جواب اور ان کے مسلک کا ابطال ہے اور حضرت مریم کے ذکر کے متعلق دو امر قابل تحقیق ہیں ایک یہ کہ ان کا ذکر کیوں کیا گیا اس کی وجہ دو ہو سکتی ہیں یا تو تاکید ہے عجز مسیح علیہ السلام کی کہ وہ نہ اپنے کو بچا سکتے ہیں اور نہ اپنی ماں کو جن کی ہر طرح خدمت اور حفاظت کرتے تھے اور ماں کی حمایت طبعی امر بھی ہے دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعضے ان کو بھی الوہیت کے اجزاء تلاش کا ایک جزو جانتے تھے اس کے بڑھانے سے ان کے قول کی بھی نفی ہو گئی۔ دوسرا امر یہ کہ حضرت مریم کی موت تو متحقق ہو چکی پھر اس کے فرض کرنے کے کیا معنی اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں یا تو مبنی تغلیب پر ہے یا مضمون کا اس طرح مؤکد کرنا ہے کہ دیکھو اس مضمون کا ایک نمونہ ہم تم کو دکھلاتے ہیں کہ حضرت مریم پر موت کو ہم مسلط کر چکے ہیں اسی طرح بقایا پر مسلط کر سکتے ہیں۔ اور مَنْ فِي الْأَرْضِ کا جو ذکر آیا ہے اس کی بھی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ تمام آلہ باطلہ کی الوہیت کا ابطال تصریحاً ہو جاوے



دوسری وجہ یہ کہ حضرت مسیح کے عجز کی اور تاکید ہو جاوے کہ وہ اور تمام اہل عالم صفت عجز میں برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں اور یَخْلُقُ مَا يَشَاءُ میں ایک فائدہ تو وہی ہے جو اثناء ترجمہ میں بیان کیا گیا کہ مقصود استدلال ہے توحید پر۔ دوسرا فائدہ جیسا روح المعانی میں ہے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں اشارہ ہے ان عقیدہ والوں کی منشاء اشتباہ کے رفع کی طرف جیسا آیہ اِنْ مَثَلَيْ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ میں مصرح تھا یعنی اگر کسی کو ان کے بے باپ پیدا ہونے سے یا ان کے احیاء موتی و نفع فی الطیر سے شبہ ہو تو یہ سمجھ لو کہ یہ سب صورتیں اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے کی ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ مثلاً کبھی وہ بلا مادہ پیدا کرتے ہیں جیسے زمین و آسمان بنائے اور کبھی مادہ غیر جنس سے جیسے آدم علیہ السلام مٹی سے بنے یا اکثر مرکبات جہاد یہ و نباتیہ بساط غیر مجانس سے بنتے ہیں اور کبھی مادہ ہم جنس سے پھر اس میں کبھی صرف مذکر سے جیسے آدم علیہ السلام سے حوا پیدا ہوئیں کبھی صرف مؤنث سے جیسے حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کبھی دونوں سے جیسے اکثر حیوانات پھر کبھی بلا توسط کسی مخلوق کے تصرف کے جیسے اکثر مخلوقات اور کبھی بتوسط کسی مخلوق کے تصرف کے جیسے احیاء موتی و نفع فی الطیر کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوتا تھا غرض ان صورتوں میں کوئی صورت منشاء اشتباہ کسی غیر کی الوہیت کا نہ ہونا چاہئے۔

**رابطہ:** اوپر یہود و نصاریٰ کے بعض بعض قبائح مذکور تھے ان میں سے ایک امر مشترک کا مع اس کے ابطال کے آگے بیان ہے یعنی دونوں فریق باوجود کفر و معصیت کے اپنے مقرب اور مقبول عند اللہ ہونے کے مدعی تھے۔

**ابطال دعویٰ اہل کتاب مقرب خود را:**

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (الہی قولہ تعالیٰ) وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَمْرَهُ (دونوں فریق) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں (یعنی مثل اولاد اور معشوقوں کے مقبول ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو بوجہ اس کے کہ انبیاء کی اولاد و اشیاء ہیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے گو کہ وہ ہمارے ہی مذہب کے کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ زیادہ خصوصیت ہے کہ ہم سے باوجود عصیان کے بھی اوروں کے برابر ناخوش نہیں ہوتے جیسے باپ کے ساتھ اولاد کو خصوصیت ہوتی ہے کہ اگر وہ نافرمانی بھی کرے تب بھی اس کے قلب پر وہ اثر نہیں ہوتا جیسا کوئی غیر آدمی اسی باپ کی نافرمانی کرے اور اس کا اثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رد فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ (ان سے) یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض (آخرت میں) عذاب کیوں دینگے (جس کے تم بھی قائل ہو جیسا یہود کا قول تھا لَنْ نَمَسَّنَا النَّارَ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُودَةً

اور حضرت مسیح کا ارشاد اس آیت میں منقول ہے اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ يَأْتِ بِفَضْلٍ مِّنْ لَّدُنِّهِ فَاَنْتُمْ تَكْفُرُونَ (اللہ علیہ السلام کے بھڑکے ہوئے ہونے کی وجہ سے جو بوجہ التزام کے مثل اقرار نصاریٰ کے ہے غرض یہ کہ پھر تم دونوں فرقوں کو تعذیب کیوں ہوگی کیونکہ باپ بیٹے کو اور محبت اپنے محبوب کو تعذیب نہیں کرتا گو تا دیب کرتا ہے لیکن آخرت میں تا دیب کا احتمال ہی نہیں کیونکہ تا دیب میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پھر نہ کرے آخرت میں جب پھر کرنے کا احتمال ہی نہیں پھر تا دیب کی کیا گنجائش ہے۔ پس وہاں جو سزا ہوگی لامحالہ تعذیب ہی ہے جس سے جرم پر تکلیف پہنچانا ہی مقصود ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہ دعویٰ محض بیہودہ ہے کہ تم کو دوسرے لوگوں کی نسبت کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں) بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو (جیسے اور ہیں اور بلا امتیاز تم سب اس ایک قاعدہ میں داخل ہو کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخشیں گے جس کو چاہیں گے سزا دیں گے (اور کتب الہیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مغفرت کی شرط ایمان ہے اور کافر کو ابدی عذاب ہے اور تم تکذیب نبوت محمدیہ کی کر کے کافر بن چکے تو ہمیشہ معذب رہو گے اور جب مطلق تعذیب تمہارے دعوے کی مبطل ہے پس تعذیب ابدی تو بدرجہ اولیٰ مبطل ہے پس خصوصیت تو گئی گزری معمولی مومنین کے برابر بھی نہ رہے) اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے ان میں بھی (تو ان کو تعذیب سے کون روک سکتا ہے جس کے لئے سزا تجویز کر لی ہے ضرور سزا دیں گے پھر ایسی حالت میں ایسے بیہودہ دعوے عبث ہیں) اور اللہ ہی کی طرف کو لوٹ کر جانا ہے (کسی سفارشی وغیرہ کی کوئی پناہ بھی نہیں جو بچ سکیں)۔

**نہ:** یہ دعویٰ مذکورہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا ہمارے زمانہ کے جاہل پیرزادوں کا انتساب تولد یا اتصال سلسلہ کی بناء پر گھمنڈ ہے کہ ہمارے ساتھ حق تعالیٰ کو ایک گونہ ذاتی خصوصیت اور نسبت ہے جو معاصی وغیرہ سے قطع نہیں ہوتی اور ہم کیسے ہی ہوں مگر اس انتساب یا اتصال کے زور سے کھڑے جنت میں جاویں گے۔

**رابطہ:** اوپر یہود و نصاریٰ کے طریقہ کا اصلاً و فرعاً بطلان کر دیا آگے اتمام حجت قطع عذر کے لئے دونوں فرقوں کو مخاطب بنا کر رسالت محمدیہ کا اظہار فرماتے ہیں جیسا اس سے پہلے دو آیت اوپر بھی ایسا ہی خطاب عام تھا اس دوسرے خطاب میں علاوہ تاکید کے جو تکبر سے مستفاد ہے عنوان قطع عذر کا زیادہ ہے۔

**خطاب عام باہل کتاب با تمام حجت در باب رسالت محمدیہ:** يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (الہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ ہمارے رسول (محمد ﷺ) آ پہنچے جو کہ تم کو (شریعت کی باتیں) صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت



میں کہ رسولوں (کے آنے) کا سلسلہ (مدت سے) موقوف تھا (اور بوجہ حوادث<sup>(۱)</sup> کے شرائع سابقہ مفقود ہو گئی تھیں اور فترتِ رسل سے ان کے علم کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور اس لئے کسی رسول کے آنے کی بہت ضرورت تھی تو ایسے وقت آپ کی تشریف آوری کو نعمتِ عظمیٰ و غنیمتِ کبریٰ سمجھنا چاہئے) تاکہ تم (قیامت میں) یوں نہ کہنے لگو کہ (ہم دین<sup>(۲)</sup> کے باب میں کوتاہی کرنے میں اس لئے معذور ہیں کہ) ہمارے پاس کوئی (رسول جو کہ) بشیر اور نذیر (ہو) جس سے ہم کو دین کے باب میں صحیح علم<sup>(۳)</sup> مع تنبیہ کے ہوتا) نہیں آیا (اور پہلی شرائع ضائع ہو چکی تھیں اس لئے ہم سے کوتاہیاں ہو گئیں) سو (سمجھ رکھو کہ اب عذر کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ) تمہارے پاس بشیر اور نذیر (یعنی محمد ﷺ) آچکے ہیں (اب ماننا نہ ماننا اس کو تم دیکھ لو) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (پس مدت تک رسولوں کا سلسلہ موقوف رہا اس پر بھی قادر تھے اور اب نیا رسول بھیج دیا اس پر بھی قادر ہیں کسی کا یہ شبہ کہ جب سلسلہ موقوف ہو گیا اب کیا پیغمبر آتے اور اس بناء پر آپ کی رسالت کا انکار جہل محض ہے اس لئے کہ انبیاء ماضیین میں سے کسی پر نبوت کا ختم ہونا تو ثابت نہیں ہوا بلکہ حضور ﷺ کی نسبت پیشین گوئیاں فرماتے رہے پھر آپ کی رسالت میں کون چیز مانع ہے) **ف:** عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور ﷺ کے درمیان میں جو زمانہ ہے وہ زمانہ فترت کا کہلاتا ہے امام بخاریؒ نے حضرت سلمانؒ فارسی سے روایت کیا ہے کہ یہ زمانہ چھ سو سال کا ہے اور اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے جیسا حدیث مشکوٰۃ میں ہے انا اولی الناس بعیسیٰ الی قولہ ولیس بیننا نبی متفق علیہ اور سورۃ یسین میں جن رسولوں کا ذکر ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ تھے جن کو آپ نے اس قریہ میں بھیجا تھا اور حضرت خالد بن سنان عربی کو جو بعض نے اس زمانہ میں کہا ہے تو روح میں شہاب کی تصحیح نقل کی ہے کہ وہ نبی تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل تھے اور بعض تواریخ میں جو مذکور ہے کہ ان کی صاحبزادی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تھیں مراد اس سے بختِ صلی نہیں بلکہ بختِ بواسطہ اور اس زمانہ مذکور کے قبل کبھی اتنا بڑا زمانہ انبیاء سے خالی نہیں ہوا کذا نقلوا واللہ اعلم فقط اور یہاں ایک سوال ہے وہ یہ کہ اہل کتاب کے پاس تو اس زمانہ فترت میں بھی توریت و انجیل موجود تھی اور وہی ان کی شریعت تھی پھر اہل کتاب کے اس قول کی نوبت آنے کا کیونکر احتمال ہے مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ جواب یہ ہے کہ حسب تحریر اظہار الحق مولانا رحمۃ اللہ صاحب و مقدمہ صاحب تفسیر حقانی علماء محققین کی نقل سے یہ بات ثابت ہے کہ اصلی توریت و انجیل حضور ﷺ کی بعثت کے قبل گم ہو چکی تھیں اور

اس وقت جس کا نام توریت و انجیل تھا وہ مجموعہ تھا روایات صحیحہ اور کاذبہ کا اور ظاہر ہے کہ غیر شریعت پر عمل کرنے سے شریعت کے اصلی احکام ادا نہیں ہوتے اور خواہ علماء اہل کتاب اس امر کو مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں لیکن آخرت میں تو بلاشبہ عام طور پر ظاہر ہو جاتا کہ ہم اصلی شریعت کے عامل نہ تھے اس وقت اپنی اس غلط کاری اور اس ترک عمل کا ثمرہ کہ مراہب کمال سے حرمان ہے معائنہ کر کے عذر میں یہ قول پیش کر سکتے تھے گو قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے امور میں دار و گیر نہ ہوتی کہ جس کے علم پر انسان قادر نہ ہو اور اسی لئے امید ہے کہ قبل بعثت محمدیہ جو اہل کتاب اپنی شریعت موجودہ پر بہ گمانِ صحت عامل تھے ان کو نجات ہو جاوے اور مضامین شرکیہ و کفریہ اس سے اس لئے خارج ہیں کہ ان پر گمانِ صحت کی گنجائش نہیں مگر جب آپ مبعوث ہو چکے اور احکام دوسری شریعت کے واجب ہو گئے اب ترک کرنا شریعت کا باوجود قدرت کے ہو اس لئے عذر کی گنجائش نہ رہی اور اس شریعت کی حفاظت کا وعدہ خود قرآن و حدیث میں منصوص ہے حوادث سے کبھی اس میں اختلال نہ آوے گا اس لئے اب جدید نبی کی ضرورت نہیں اگر شبہ ہو کہ جو لوگ زمانہ فترت میں مر گئے گوان کو نجات ہو مگر وہ یہ قول کہہ سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اصل میں اس مضمون سے مقصود امتنان ہے جیسا کہ احقر کے اس جملہ میں اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری کو انج اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ نعمتِ عظمیٰ جس کو چاہیں دیں البتہ عذاب بدوں ارسالِ رسل نہیں ہوتا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ الْخَالِقَ لَوُكُلٍ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ جو حق اور خلق میں اتحاد کے قائل ہیں۔ قوله تعالى وَقَالَتِ الْيَهُودُ الْخَالِقُ اس میں اس شخص پر رد ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے قرب کا دعویٰ کرتا ہو کہ اس میں معصیت پر بھی ہو موافق نہ ہوگا اور ان کی یہی مراد تھی قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ سے رد کرنا اس پر دلالت کر رہا ہے ۱۲۔

**اللغات:** الملك الضبط والحفظ والمراد ههنا الحفظ بمعنى المنع ١٢ .  
**النحو:** قوله من الله متعلق بيملك ١٢ . قوله شيئا مفعول مطلق ١٢ . قوله على فترة متعلق بجاء وكذا قوله ان تقولوا قوله من الرسل صفة اى كائنة من الرسل ١٢ .

**الروایات:** فی اللباب روی ابن اسحق عن ابن عباس قال اتی رسول اللہ ﷺ نعمان بن آسی و بحر بن عمرو و شاش بن عدی فکلموہ و کلمہم و دعاهم الی اللہ و حذرہم نقمته فقالوا ما تخوفنا یا محمد نحن واللہ ابناء اللہ و احباؤہ کقول النصاری فانزل اللہ فیہم و قالت اليهود و النصاری الخ و اورد ہا فی الروح عن ابن جریر و دلائل البیہقی عن ابن عباس نحوہ و فیہا و قالت النصری ذلک قبلہم ۱۲۵ھ . (بقیہ صفحہ ۴۶۳ ر)



وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو

مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ يَقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى

وہ چیزیں دیں جو دنیا جہاں والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے اور پیچھے واپس مت چلو

أَذْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنَنُذِلُهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا ۝

کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل جائیں

فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۝ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَعْمَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ

ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جاویں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔ ان دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا کہا کہ تم ان پر دروازہ تک تو چلو

فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۝ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَى إِنَّا لَنَنُذِلُهَا

سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ کہنے لگے اے موسیٰ ہم تو ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے

أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي

جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جائیے اور دونوں اڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ موسیٰ دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اپنی جان اور اپنے بھائی پر البتہ اختیار رکھتا ہوں

فَاْفَرِّقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ قَالَ فَإِنَّهَا مُتَحَرِّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ

سو آپ ہم دونوں کے اور اس بے حکم قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا تو یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا یوں ہی زمین میں سرمارتے پھرتے رہیں گے۔

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝

سو آپ اس بے حکم قوم پر غم نہ کیجئے۔

یہاں واپس آ کر ان کو ڈرا دیا ان کی ہمتیں ہار گئیں اور مصر کو واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ انہوں نے جواب دیا اور جو نتیجہ ہوا اس کا تذکرہ ان آیات میں ہے۔

قصہ مکالمت موسیٰ علیہ السلام و بنی اسرائیل در باب جہاد با عمال قہ:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ علیہ (السلام) نے اپنی قوم (یعنی بنی اسرائیل) سے (اول ترغیب<sup>(۱)</sup> جہاد کی تمہید میں یہ) فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے (جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام وغیرہم اور کسی قوم میں پیغمبروں کا ہونا ان کی دنیوی اور دینی شرف ہے یہ تو نعمت معنوی دی) اور (حسی نعمت یہ دی کہ) تم کو صاحب ملک بنایا (چنانچہ

تفسیر: ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کا بیان تھا آگے خاص یہودی ایک عہد شکنی کا قصہ مذکور ہے کہ انہوں نے جہاد سے کہ فرض تھا انکار کیا اور فرض کے ترک یا انکار میں ظاہر ہے کہ عہد ملتزم کا نقض ہے اور یہ قصہ اس طرح ہوا کہ جب فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل اس کی سلطنت اور املد پر بفراغ خاطر قابض ہو گئے تو اب اللہ کو منظور ہوا کہ ان کا آبائی وطن ملک شام جہاں ابراہیم علیہ السلام اول ہجرت فرما کر آ رہے تھے ان کو دیں اور وہاں قوم عمال قہ کی حکومت تھی اس لئے ان سے جہاد کرنے کا ان کو حکم ہوا اور یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ با ارادہ جہاد شام کی طرف چلے جب قریب پہنچے ان ہی بارہ سرداروں کو جن کا ذکر اوپر کے رکوع کے شروع میں آیا ہے تحقیق حال کیلئے جاسوسی کے طور پر وہاں بھیجا عمال قہ نہایت تنومند اور زور آور دکھائی دیئے سب نے باہم عہد کیا کہ اس کا اظہار لشکر میں چل کر نہ کرنا چاہئے مگر بجز دو شخصوں کے جن میں ایک کا نام یوشع بن نون اور دوسرے کا کالب بن یوقنا تھا کہ وہ تو اس عہد پر ثابت رہے باقی سب نے



فرعون کے ملک پر ابھی قابض ہو چکے ہو) اور تم کو (بعض بعض) وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں (جیسا دریا میں راستہ دینا دشمن کو عجیب طور پر غرق کرنا جسکے بعد دفعۃً غایت ذلت و زحمت سے نہایت رفعت و راحت پر پہنچ گئے یعنی اسمیں تمکو خاص امتیاز دیا پھر اس تمہید کے بعد اصلی مقصود کے ساتھ خطاب فرمایا کہ) اے میری قوم (ان نعمتوں اور احسانوں کا مقتضایہ ہے کہ تمکو جو اس جہاد کے متعلق حکم خداوندی ہوا ہے اس پر آمادہ رہو اور) اس متبرک ملک (یعنی شام کے دارالحکومت) میں (جہاں یہ عمالۃ حکمران ہیں جہاد کے ارادہ سے) داخل ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے (اس لئے قصد کرتے ہی فتح ہوگی) اور پیچھے (وطن کی طرف) واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے (دنیا میں بھی کہ توسیع ملک سے محروم رہو گے اور آخرت میں کہ ترک فریضہ جہاد سے گنہگار ہو گے) کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے (بر دست آدمی) (رہتے) ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ (کسی طرح) وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جاویں تو ہم پیشک جانے کو تیار ہیں (موسیٰ السلام کی تائید قول کے لئے) ان دو شخصوں نے (بھی) جو کہ (اللہ سے) ڈرنے والوں (یعنی متقیوں) میں سے تھے (اور) جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا (کہ اپنے عہد پر ثابت رہے تھے ان کم ہمتوں کو سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تم ان پر (چڑھائی کر کے اس شہر کے) دروازہ تک تو چلو سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے (مطلب یہ کہ جلدی فتح ہو جاوے گا خواہ تو رعب سے بھاگ جائیں یا تھوڑا ہی مقابلہ کرنا پڑے) اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو (یعنی ان کی تنومندی پر نظر مت کرو مگر ان لوگوں پر فہمائش کا اصلاح نہ ہوا بلکہ ان دو (۲) بزرگوں کو تو انہوں نے قابل خطاب بھی نہ سمجھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے نہایت لالہ بالی پن اور گستاخی کے ساتھ) کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو (ایک بات کہہ چکے کہ ہم) ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں (اگر ایسا ہی لڑنا ضرور ہے) تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جائیں اور دونوں (جا کر) لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں موسیٰ (علیہ السلام نہایت زچ اور پریشان ہوئے اور تنگ آ کر) دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار (میں کیا کروں ان پر کچھ بس نہیں چلتا ہاں) اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر البتہ (پورا) اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں بھائیوں کے اور اس بے حکم قوم کے درمیان (مناسب) فیصلہ فرما دیجئے (یعنی جس کی حالت کا جو مقتضی ہو ہر ایک کے لئے تجویز فرما دیجئے) ارشاد ہوا (بہتر) تو

(ہم فیصلہ یہ کرتے ہیں کہ) یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا (اور گھر جانا بھی نصیب نہ ہوگا راستہ ہی نہ ملے گا) یوں ہی (چالیس برس تک) زمین میں سرمارتے پھرتے رہیں گے (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ فیصلہ سنا جس کا گمان نہ تھا خیال یہ تھا کہ کوئی معمولی تنبیہ ہو جاوے گی تو طبعاً مغموٹا ہونے لگے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ جب ان سرکشوں کیلئے ہم نے یہ تجویز کیا تو یہی مناسب ہے) سو آپ اس بے حکم قوم (کی اس حالت زار) پر (ذرا) غم نہ کیجئے۔ **فہ:** چنانچہ چالیس برس تک ایک محدود حصہ زمین میں حیران پریشان پھرا کئے حتیٰ کہ سب وہاں ہی ختم ہو چکے اس مدت میں جو ان کے اولاد پیدا ہوئی ان کو رہائی حاصل ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے ذرا مدت پہلے حضرت ہارون علیہ السلام بھی اسی وادی میں جسے وادی تہیہ کہتے ہیں انتقال فرما گئے اور حضرت یوشع جن کا ذکر اوپر آچکا پیغمبر ہوئے اور پھر ان کی معرفت اس نئی نسل بنی اسرائیل کو اس ملک کے فتح کا حکم ہوا چنانچہ سب نے ان کے ہمراہ ہو کر جہاد کیا اور فتح ہوئی۔ اب یہاں چند سوال ہیں۔

**اول:** جب اس وادی تہیہ میں رہنا سزا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اس میں کیوں رکھے گئے خصوصاً دعائے قافرقی کے بعد جواب: یہ ہے کہ اصل عقوبت قلب کی تنگی اور پریشانی تھی اور یہ خاص بنی اسرائیل کے ساتھ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اس سے محفوظ تھے ان حضرات کا وہاں تشریف رکھنا قوم کی اصلاح و ہدایت کے لئے تھا جو کہ ان کا منصبی کام اور عین سرمایہ راحت تھا جیسے دوزخ کے اندر دوزخیوں کا ہونا اور طور پر ہے اور ملائکہ عذاب کا ہونا اور طور پر دوسرا سوال: یہ بات قیاس سے بعید ہے کہ دن میں سورج اور رات کو ستارے یہ علامات تو علوی ہیں اور خود زمین پر درخت اور پہاڑ وغیرہ علامات سفلی یہ علامات موجود ہوں اور پھر بنی اسرائیل ان نشانوں سے نکلنے کی راہ نہ پاسکیں اگر کسی ستارہ ہی کی سیدھ باندھ کر چلتے کبھی نہ کبھی نکل ہی جاتے جواب: یہ ہے کہ کسی علامت کا علامت ہونا یہ موقوف ہے قویٰ مدرکہ کے سلامت اور صحت پر جس میں امراض سے گاہ گاہ فوراً آجانا مشاہد ہے سو اگر قہر خداوندی سے یہ قوائے مدرکہ ماؤف ہو جاویں تو محل تعجب کیا ہے تیسرا سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں اپنے اور اپنے بھائی کو مشقتی فرمایا حالانکہ ان دونوں بزرگوں پر بھی بوجہ ان کے مطیع ہونے کے آپ کو اختیار حاصل تھا جواب: یہ ہے کہ یہ کلام آپ نے تنگدلی میں فرمایا اور تنگدلی کے وقت کلام بھی لفظاً تنگ اور مختصر ہوتا ہے گودالالت اس میں عموم اور توسیع ہو پس چونکہ وہ دونوں بزرگ بھی تابع تھے اس لئے معنی استثناء میں ان کو تبعاً داخل سمجھ لینا کافی ہے یا یوں کہا جاوے کہ چونکہ ان بارہ



میں سے دس کی حالت خلاف توقع نامحمود پائی غایت رنج میں یہ احتمال ہوا گو بعید ہی سہی کہ گویا اس وقت تو تابع ہی مگر آئندہ عین وقت پر کیا بھروسہ اور یہ احتمال ہارون علیہ السلام میں اس لئے نہیں ہو سکتا کہ نبی کیلئے عصمت لازم ہے چوتھا سوال: کَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کے جو لوگ مخاطب تھے ان کو تو وہ ملک نہیں ملا جو کہ تخلف وعدہ کو موہم ہے جواب: یہ ہے کہ اگر لکھو میں مخاطب خاص اشخاص کو کہا جاوے تو کَتَبَ اللَّهُ مشروط تھا جہاد کے ساتھ فاذا فات الشروط فات المشروط اور اگر قوم کو مخاطب کہا جاوے تو ان کی اولاد بھی قوم میں داخل ہے اور ان کو وہ ملک عنایت ہو گیا۔ پس تخلف وعدہ کسی صورت میں لازم نہیں آیا۔ پانچواں سوال: کہ وہ اشکال نہیں بلکہ تحقیق ہے یعنی بنی اسرائیل کا یہ قول فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ الْخِيفَ کفر ہے یا نہیں جواب: یہ ہے کہ اگر تاویل نہ کی جاوے تو کفر ہے اور اگر اس تاویل سے کہا ہو کہ آپ لڑیے اور اللہ تعالیٰ مدد کریں اور مجازاً اس کو بھی ذہاب کہہ دیا تو کفر نہیں البتہ معصیت مخالفت امر کی ظاہر ہے اور ہر حال میں غالباً ان سے توبہ بھی کرائی ہوگی گو مذکور نہیں باقی اس شریعت کے قواعد و فروع جزئیہ کا پورا احاطہ نہیں کہ اس کے موافق کیا حکم ہوگا۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ يَقْوَمُوا الْخِيفَ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا اہل اللہ کے خاندان سے ہونا بھی ایک نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے کیونکہ اس تعلق سے اس پر دین سہل ہو جاتا ہے البتہ اس پر تقاضو عجب جائز نہیں قولہ تعالیٰ وَلَا تَتَرَفَّزُوا الْخِيفَ اس سے معلوم ہوا کہ معصیت سے کبھی دنیوی مضرتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں قولہ تعالیٰ قَالَ رَبِّ إِنِّي الْخِيفَ کے بڑھانے سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مخلص تابع میں وہی حاکمانی تصرف کر سکتا ہے جو اپنے نفس میں کر سکتا ہے اور اہل طریق کی یہ عادت شائع ہے۔

**اللفظ:** قولہ جبارین فی الکبیر فعال من جبرہ علی الامر بمعنی اجبرہ علیہ وهو العانی الذی یجبر الناس علی ما یرید وهذا اختیار القراء والزجاج ۱۲۔

**النحو:** قولہ ابدأ تفسیرہ ما داموا فیہا ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** قولہ فی ملوکنا صاحب ملک لان اهل العرف ینسبون الملک الی القوم جمیعاً بخلاف النبوة فانہم یکون واحد من القوم لا یعدون القوم انبیاء فلذا غایر بین العنوانین حیث قال فی الانبیاء فیکم وفی الملوک جعلکم هذا من افادات استاذی مولانا محمد یعقوب النانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۔ قولہ فی توضیح انکم خاص امتیاز فلا یلزم الفضل الکلی ولا الفضل الدینی ۱۲۔ قولہ فی المقدسة متبرک وجود اکثر الانبیاء فیہا ولذا سمیت مقدسة وعلم بہ ان کون ارض مسکنا للعصاة لا یریل تقدسها السابق ۱۲ قولہ فی کتب حصہ فالکتاب تکوینی ۱۲۔ قولہ فی

فتقلبوا وطن کی طرف ہوا سہل التفسیر واقرب من حالہم ۱۲۔ قولہ فی انا داخلون تیار اشار الی ان المعنی فانا نرید بعد ذلک الدخول لان الدخول لابد ان یکون مسبوقاً بالارادة ۱۲۔ قولہ فی انکم غلبون مطلب الخ ففیہ مجاز و مبالغة قالوہ نظراً الی قولہ کتب اللہ لکم وقولہ فتقلبوا خاسرین المرتب علی الارتداد المستلزم لنفی الخسران لو جاهدوا والقتل الفاشی فی قوم نوع من خسرانہم فاذا انقضی ثبت وعد النصر بدون القتل الفاشی سواء لم یقع القتل او وقع لکن قلیلاً فافہم ۱۲۔ قولہ فی قاعدون سرکتے نہیں اشار الی ان هذا القعود عن الجہاد لا القعود اللغوی ۱۲۔ قولہ فی محرومة نہ لگے گا فالتحریم تکوینی ۱۲۔ قولہ قبل لا تاس مغنوم ہونے لگے دلیلہ ما فی الروح اخرج ابن جریر عن المنذری قال ان موسی علیہ السلام غضب حین قال له القوم ما قالوا فدعا وکان ذلک عجلة منه علیہ السلام عجلہا فلما ضرب علیہم النیہ ندم فاوحی اللہ تعالیٰ علیہ فلا تاس علی القوم الفسقین ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) یعنی لفظ اذ، اذکرُوا مقدر کے متعلق ہے ۱۲۔ (۲) یہ ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو جہاد کے لئے چلے تھے چاہئے تھا کہ اول اس کا حکم فرماتے مگر اس کو چھوڑ کر دوسری باتیں فرمانے لگے مصنف سلمہ کی اس تقریر سے یہ شبہ زائل ہو گیا کیونکہ یہ باتیں بھی جہاد کے متعلقات سے ہیں ۱۲۔ (۳) حضرت مولانا نے مالم یؤت میں ما کو عام مخصوص البعض لیا ہے اور عالمین کو عام لیا ہے سارے جہان کو اور اس تقریر سے فضیلت کلی یا فضیلت دینی کا شبہ جاتا رہا ۱۲ بتیان۔ (۴) یہ عبارت بڑھا کر بتلادیا کہ دخول سے مراد مطلق دخول نہیں ہے بلکہ جہاد کرنے کی غرض سے داخل ہونا مراد ہے ۱۲ بتیان۔ (۵) کیونکہ جب تکوینی طور پر وہ تمہارے ہی لئے ہے تو صرف تمہارے ہاتھ پاؤں ہلانے کی دیر ہے نیز یہ بھی بتلادیا کہ کَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ فرمانے سے بنی اسرائیل کی ہمت بڑھانا ہے کہ دشمن سے ہار نہیں وہ مقام تم کو ضرور ملے گا اور تم بہت جلد غالب آؤ گے ۱۲ بتیان۔ (۶) اس سے کَال رَجُلٍ کا ربط ماقبل سے ظاہر ہو گیا ۱۲ بتیان۔ (۷) انعام و فضل کا بیان کر دیا کہ وہ انعام یہ تھا ۱۲ بتیان (۸) اس عبارت سے ایک شبہ جاتا رہا شبہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بنی اسرائیل کو شہر میں داخل ہونے کا حکم کیا تھا اور ان دونوں حضرات نے دروازہ تک جانے کا حکم کیا تو اس سے حضرت موسیٰ کی تائید کہاں ہوئی مولانا کی اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ ہو گیا یعنی مقصود ان حضرات کا وہی تھا جو موسیٰ کا تھا مگر اَدْخُلُوا الْبَابَ اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ کچھ تو ہمت کریں ۱۲ بتیان (۹) یہ عبارت اس لئے بڑھائی گئی ہے کہ اس موقع پر خطاب تو ان دو شخصوں نے کیا تھا اور بنی اسرائیل ان کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ سے خطاب کرنے لگے اس کی کیا وجہ پس وجہ بتلادی کہ ان کو قابل خطاب نہ سمجھ کر ادھر



متوجہ ہوئے ۱۲ (۱۰) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ بنی اسرائیل کو اذہب کہنے سے حضرت موسیٰ کو ذہاب کی فرمائش کرنا مستطلاً مقصود نہ تھا بلکہ اذہب ایک شرط کے ساتھ معلق ہے کہ اگر آپ کے قول کے موافق لڑنا ضروری ہی ہے تو اس کی یہ صورت ہے ۱۲ بتیان (۱۱) اس ترجمہ سے یہ شبہ زائل ہو گیا کہ حضرت موسیٰ نے تَوَفَّافُوْی یعنی جدائی کی دعا کی تھی اور خدا تعالیٰ نے اجابت میں فرمایا اِنَّهَا مُعْزَمَةٌ عَلَیْهِمْ اور اس کا اجابت ہونا قَائِنُہَا کی قَا سے ظاہر ہے وجہ زوال شبہ کی ظاہر ہے کہ اُفْرُق کے معنی احکم بیننا کے ہیں نہ کہ جدائی کے جس کی تصریح مولانا سلمہ نے اس عبارت میں فرمادی کہ جس کی حالت کا جو مقتضاً ہوا الخ اب احکم پر اِنَّهَا مُعْزَمَةٌ کا چسپاں ہونا ظاہر ہے ۱۲ (ما) یہ عبارت اس لئے بڑھائی گئی کہ ظاہراً اِنَّهَا مُعْزَمَةٌ پر بیٹھوں کا ترتیب نہیں

ہوتا کیونکہ مُعْزَمَةٌ کا تحقق اس طرح بھی ممکن تھا کہ وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے اگرچہ ملک نصیب نہ ہوتا سو اس مقدر کے ملانے سے اب یہ شبہ جاتا رہا۔ ۱۲ بتیان۔ (۱۲) اور اگر کسی روایت سے حضرت یوشع اور کالب کا رہنا بھی ثابت ہو تو اس کی بابت یہ کہا جاوے گا کہ ان حضرات کا رہنا بھی بطور معین اصلاح و ہدایت موسیٰ کے تھا نہ کہ ان پر عذاب کرنے کے لئے ۱۲ بتیان۔ وَجَعَلْکُمْ مِّلَکُوْا کہ قولہ صاحب ملک۔ یہ ترجمہ اس قول پر ہے کہ مصر پر فتح شام سے پہلے قابض ہو گئے تھے اور دوسرے قول پر جو اس کا ثانی ہے اس ترجمہ میں لفظ صاحب ملک سے پہلے یا پیچھے جس طرح فصیح ہو لفظ جیسے جو تشبیہ کیلئے ہے بڑھا دیا جائے اور اسکے بعد تفسیر میں بین القوسین یہ عبارت لکھ دی جائے (یعنی کسی کی رعیت ہونے سے آزاد) ۱۲ منہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۵۹) فی هذه الاسماء اختلاف ۱۲ مصحح غفرله فی اللباب وروی (ای ابن اسحق) عنه (ای عن ابن عباس) قال دعا رسول الله ﷺ اليهود الى الاسلام ورجبهم فيه فابوا عليه فقال لهم معاذ بن جبل وسعد بن عبادۃ یا معشر اليهود اتقوا الله انکم لتعلمون انه رسول الله لقد کنتم تذکرونہ لنا قبل مبعثہ وتصفونہ لنا بصفته فقال رافع ابن حرملة ووهب ابن یھودا ما قلنا لکم هذا وما انزل الله من کتاب بعد موسیٰ ولا ارسل بشیر او لا نذیرا بعده فانزل الله یا اهل الکتاب قد جاء کم رسولنا بینکم الآية ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی قل پوچھے کہ اگر ایسا ہے ترجمہ بهذه المادة بقرینہ الاستفہام فیما بعد وقد رت الشرط المتعلق به الفاء اخذا من الروح ۱۲۔ ۲۔ قوله فی یھلک موت سے اشارہ الی ان هذا الاهلاک من اماتة عن سخط و غضب۔ ۳۔ قوله فی توضیح الجواب اس کو الخ هذه مقدمة وقوله ظاہر ہے مقدمة اخرى ۱۲۔ ۴۔ قوله فی قالت دعوی ترجمتہ بالحاصل وعسی ان یکون فی ذلک الوقت من یقول کذا کما ورد فی بعض الروایات ویمكن ان یکون هذا من اللوازم البینة لبعض اقوالهم کقولهم لن یدخل الجنة الخ۔ ۵۔ قوله فی توضیح ابناء الله انبیاء کی اولاد واشیاء میں اشار الی ما فسر به بعضهم ابناء الله من اشیاء انبیائہ۔ ۶۔ قوله فی فلم اچھا اشارہ باعتبار محاورتنا الی محذوف ای ان کان الامر کذا فلم ۱۲۔ ۷۔ قوله فی آخر توضیح فلم یعذبکم وہاں جو سزا ہوگی ولو کان المعاقب مومنا لان التعذیب الی مدة محدودة لا یمنع فی المؤمن وكون غاية الثانية هو التطهیر لا ینافی كون غاية الاولى هو التعذیب فافهم بخلاف ما یکون غاية الاولى هو النادیب فانه یختص بالدنیا لا یکون فی الآخرة ۱۲۔ ۸۔ قوله قبل بل خصوصیت نہیں اشارہ الی مقدر مفهوم من السابق ای لستم ابناؤہ وليس الامر کذلک الخ۔ ۹۔ قوله فی بشر ایک معمول اشارہ الی محط الفائدة هو القید فی ممن خلق لا بشر۔ ۱۰۔ قوله فی قد جاء کم آپنیچے اشارہ الی معنی التوقع فی قد ۱۲۔

۱۱۔ قوله فی علی فترة ایسے وقت میں اشار الی تقدیر الکلام هکذا علی حین فترة کقولہ علی ملک سلیمان ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی ما جاء نا علم مع متنب فالعلم مرتب علی مجیی الرسول والتنبہ علی صفة کونه بشیراً ونذیراً ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی فقد جاء کم عذر کی الخ اشارہ الی مقدر ای فالان لم یبق لکم عذر ۱۲۔ ۱۴۔ قوله فی ف فرستادہ فالاسناد فی ارسلنا مجازی ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ مقصود آیت سے امتنان ہے کہ رسول کا آنا تمہارے لئے نعمت ہے اور یہ ارسال نعمت اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب ان کو ضرورت ہوئی کی جس کو علی فترة میں ظاہر کیا گیا ہے اور صرف فترت سے یہ ضرورت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احتمال یہ رہے گا کہ کو انقطاع سلسلہ کا ہو جاوے لیکن ممکن ہے کہ شرائع ان کے باقی رہیں پھر کیا ضرورت ہوگی تو اس عبارت سے علی فترة کا مقصود ظاہر ہو گیا ۱۲ بتیان۔ (۲) اس کو بڑھا کر یہ بتلادیا کہ مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ الخ خود مقصود نہیں بلکہ عذر مقصود کی دلیل ہے ۱۲ بتیان۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ صرف مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ کہنا عذر کے لئے کافی نہیں کیونکہ اگر شرائع باقی ہوں تو عدم مجبیٰ کیا مضرب ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ پہلی شرائع محفوظ نہ رہی ہوں ۱۲ بتیان۔ (۴) اس عبارت کے بڑھانے سے اِنَّ اللهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کا ربط اور مقصود ظاہر ہو گیا کہ قدرت علی ارسال الرسل والانقطاع بعد الارسال والا ارسال بعد الانقطاع یہ سب مقدور ہیں یہ تو ربط تھا والمقصود ہوا ماصر ح بہ المصنف بقولہ تو کسی کا یہ شبہ ۱۲ بتیان۔



وَأَنزَلَ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلُ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ

اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جب کہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہوئی اور دوسری کی مقبول نہ ہوئی۔ وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔

قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۖ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ بِكَ يَدِي إِلَيْكَ لِأَقْتُلَنَّكَ

اس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقین ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر حیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۖ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوَ آبَائِي وَإِنَّكَ فَتَكُونُ مِنَ أَخْصَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ

میں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔ میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر بھر رکھ لے پر تو دوزخیوں میں شامل ہو جاوے اور یہی سزا ہوتی ہے

الظَّالِمِينَ ۖ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ

ظلم کرنے والوں کی۔ سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا پھر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے بڑا نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کو بھیجا کہ وہ زمین کو کھودتا تھا

لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْآتَهُ أَخِيهِ قَالَ يُوِيلَتِي أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوَاتَهُ أَخِي

تاکہ وہ اس کو تعلیم کر دے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپاوے کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کو بے ہی کی برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا

فَأَصْبَحَ مِنَ التَّاسِئِينَ ۖ

سو بڑا شرمندہ ہوا۔

کی رہی (حضرت آدم علیہ السلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے اس کی نیاز قبول ہوگی اس لئے یہ فیصلہ فرمایا تا کہ قاتیل کو پھر بحث و تکرار کی گنجائش نہ رہے اور یہ مطلب نہ تھا کہ قاتیل کے لئے اس عورت کے حلال ہونے کا احتمال تھا) غرض دونوں نے اپنی اپنی نیاز حاضر کی۔ ہابیل تو ایک عمدہ دُنبہ لایا اور قاتیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا اور لا کر کہیں رکھ دیا آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی اس وقت یہی علامت قبولیت کی تھی جب قاتیل اس فیصلہ میں بھی ہارنا تو بقول۔ چو حجت نماند جفا جوئے را پر خاش در ہم کشد روئے را۔ بیچارے ہابیل کی جان کا لاگو ہوا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ نہ سمجھ میں آیا کہ اس کی لاش کو کیونکر چھپاؤں کہ آدم علیہ السلام کو اطلاع نہ ہو یہاں تک کہ کوئے کے ذریعہ سے اس کو دفن کا طریقہ بتلایا گیا اور اس وقت ہابیل کی عمر بیس سال تھی اخبر جہ ابن جریر عن ابن مسعود و ناس من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین کذا فی روح المعانی اگلی آیتوں میں اسی کا ذکر ہے۔

قصہ ہابیل و قاتیل:

وَأَنزَلَ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ (السی قولہ تعالیٰ) فَأَصْبَحَ مِنَ التَّاسِئِينَ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان اہل کتاب کو (حضرت) آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کا (یعنی ہابیل و قاتیل کا) قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے

**تفسیر:** ربط: اوپر منجملہ شائع اہل کتاب کے ان کا یہ قول نقل فرمایا تھا لَحْنُ ابْنِ آدَمَ وَآبِئِهِمَا جَسَدٌ مِّنْ عِصْمَةِ اللَّهِ وَآبِئِهِمَا جَسَدٌ مِّنْ عِصْمَةِ اللَّهِ جَسَدٌ مِّنْ عِصْمَةِ اللَّهِ جَسَدٌ مِّنْ عِصْمَةِ اللَّهِ جس کا منشاء انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں ہونے پر فخر تھا حق تعالیٰ اس گھمنڈ کو توڑنے کیلئے آگے ہابیل و قاتیل کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے صلیبی بیٹے ہونے میں ان مدعیوں سے بڑھ کر تھے اور باہم دونوں برابر تھے مگر ان میں بھی مقبول وہی ہوا جو مطیع حکم رہا یعنی ہابیل اور دوسرے نے عدول حکمی کی مردود ہو گیا اور آدم کا بیٹا ہونا کچھ کام نہ آیا خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جوڑ کا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوتی اسی طرح دوسرے بطن میں بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی اور ایک بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی سے اور دوسرے بطن کا لڑکا پہلے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا (آدم علیہ السلام کی شریعت میں حسب ضرورت وقت یہ افتراق بطون بمنزلہ افتراق نسب کے قرار دیا گیا تھا) اسی سلسلہ میں دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہابیل رکھا دوسرے کا نام قاتیل اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی اور حسب معمول ہابیل کا نکاح قاتیل کی بہن سے اور قاتیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے تجویز ہوا۔ قاتیل کی بہن زیادہ حسین تھی قاتیل اس کا خواست گار ہوا حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھا یا مگر اس نے نہ مانا آخر آدم علیہ السلام نے قطع حجت کے لئے یہ فیصلہ فرما دیا کہ دونوں اللہ کے نام کی کچھ نیاز کرو جس کی قبول ہو جاوے وہ عورت اس



(تاکہ ان کو انتساب بالصالحین کا گھمنڈ چاہتا رہے جس کا نحن ابنوا اللہ میں اظہار ہو رہا ہے اور وہ قصہ اس وقت ہوا تھا) جب کہ دونوں نے (اللہ تعالیٰ کے نام کی) ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی (یعنی ہانبل کی) تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی (یعنی قاتیل کی) مقبول نہ ہوئی (کیونکہ جس معاملہ کے فیصلہ کے لئے یہ نیاز چڑھائی گئی تھی اس میں ہانبل حق پر تھا اس لئے اس کی نیاز قبول ہو گئی اور قاتیل حق پر نہ تھا اس کی قبول نہ ہوئی ورنہ پھر فیصلہ نہ ہوتا بلکہ اور خلط و اشتباہ ہو جاتا جب) وہ دوسرا (یعنی قاتیل اس میں بھی ہارا تو جھلا کر) کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا اس ایک نے (یعنی ہانبل نے) جواب دیا (کہ تیرا ہارنا تو تیری ہی ناحق پرستی کی وجہ سے ہے میری کیا خطا کیونکہ) خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں (میں نے تو تقویٰ اختیار کیا اور خدا کے حکم پر رہا خدا تعالیٰ نے میری نیاز قبول کی تو نے تقویٰ کو چھوڑ دیا اور خدا کے حکم سے منہ موڑا تیری نیاز قبول نہیں کی سو اس میں تیری خطا ہے یا میری انصاف تو کر لیکن اگر پھر بھی تیرا یہی ارادہ ہے تو تو جان میں نے تو پختہ قصد کر لیا ہے کہ) اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں (کیونکہ) میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں (کہ باوجودیکہ تیرے جواز قتل کا ظاہر ایک سبب موجود ہے یعنی یہ کہ تو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے مگر اس وجہ سے کہ یہ جواز اب تک کسی نص جزئی سے مجھ کو محقق نہیں ہوا اس لئے اس کے ارتکاب کو احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں اور اس شبہ کی وجہ سے خدا سے ڈرتا ہوں اور یہ ہمت تجھی کو ہے کہ باوجودیکہ میرے جواز قتل کا کوئی امر مقتضی نہیں بلکہ مانع موجود ہے لیکن پھر بھی خدا سے نہیں ڈرتا) میں یوں چاہتا ہوں کہ (مجھ سے کوئی گناہ کا کام نہ ہو گو تو مجھ پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے جس سے کہ) تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جاوے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی سو (یوں تو پہلے ہی سے قتل کا ارادہ کر چکا تھا یہ جو سنا کہ یہ مدافعت بھی نہ کرے گا چاہئے تو تھا کہ گداختہ ہو جاتا مگر بے فکر ہو کر اور بھی) اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا (پھر) آخر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے (کینخت) بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا (دنیا میں تو یہ نقصان کہ اپنا قوت بازو و راحت روح غم کر بیٹھا اور آخرت میں یہ نقصان کہ سخت عذاب میں مبتلا ہو گا اب جب قتل سے فارغ ہوا تو اب حیران ہے کہ لاش کو کیا کروں جس سے یہ راز پوشیدہ رہے جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو) پھر (آخر) اللہ تعالیٰ نے ایک کوا (وہاں) بھیجا کہ وہ (چونچ اور بچوں سے) زمین کو کھودتا تھا

(اور کھود کر ایک دوسرے کو لے کو کہ وہ مرا ہوا تھا اس گڑھے میں دھکیل کر اس میں مٹی ڈالتا تھا) تاکہ وہ (کوا) اس (قاتیل) کو تعلیم دے کر کہ اپنے بھائی (ہانبل) کی لاش کو کس طریقہ سے چھپا دے (قاتیل یہ واقعہ دیکھ کر اپنے جی میں) بڑا ذلیل ہوا کہ مجھ کو کو لے کے برابر بھی فہم نہیں اور غایت سے حسرت سے) کہنے لگا کہ افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کو لے ہی کی برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا (سو اس بد حالی پر) بڑا شرمندہ ہوا: شروع قصہ کی سند تو تمہید میں مذکور ہے اور کو لے کے کھودنے کی حکایت بطریق مذکور عبد بن حمید اور ابن جریر نے عطیہ سے نقل کی ہے لہذا فی الروح اور تہ قصہ کا نعیم بن حماد نے عبد الرحمن بن فضالہ سے نقل کیا ہے کہ اس کے بعد قاتیل کی عقل مسخ ہو گئی اور دل اس کا قابو میں نہ رہا محبوظ الحواس ہو گیا اسی بدحواسی اور پریشانی میں مر گیا لہذا فی الروح یہ حالت بھی خسران دنیا میں داخل ہو سکتی ہے اور خسران آخرت کا ذکر حدیث صحیحین میں ابن مسعودؓ سے اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جتنے خون ناحق ہوتے ہیں قاتل کے برابر اس کا گناہ اس (قاتیل) کے نامہ اعمال میں بھی بوجہ اسکے بانی قتل ہونے کے لکھا جاتا ہے آھ پس یہ آخرت کا خسران بھی مضاعف ہوا اور اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ میں جس مسئلہ کی تقریر کی گئی اس کے متعلق اس شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے اور یہ شخص قرآن تو یہ سے سمجھے کہ میں بدوں اس کے کہ اس کو قتل کر دوں بچ نہیں سکتا تو اس کو قتل کر دینا جائز ہے اور اگر اس جیص بیٹھ میں یہ مارا گیا تو شہید ہو گا اور اگر یہ مدافعت نہ کرے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے مارا جاوے تب بھی جائز ہے بلکہ بعض احادیث سے کہ ابو داؤد و ترمذی میں مروی ہیں اس کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے یہ سب مضامین احادیث میں ہیں البتہ جہاں انتقام و مدافعت میں اسلامی مصلحت و ضرورت ہو وہاں مدافعت و انتقام واجب ہے جیسے کافروں اور باغیوں سے قتال کرنا حدود و قصاص جاری کرنا و اس تقریر سے تمام نصوص و دلائل جمع ہو جاتے ہیں اور ہانبل نے جو اپنے کو متقیوں میں داخل کہا تھا خرا نہیں بلکہ بطور تحدیث بالعمتہ کے بضرورت سبب قبول بتلانے کے اور یہ جو کہا کہ میرا گناہ بھی تیرے ہی اوپر رہے سو وجہ اس کی وہ ہے کہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ قیامت کے روز مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جا دیں گے کہ اس کا عذاب شدید اور مظلوم ہلکا ہو جاوے اور کسی روایت میں قاتیل کے کفر و ایمان کے متعلق مصرحاً نظر سے نہیں گذرا لیکن روح المعانی تفسیر سورہ حم السجدہ تحت آیت ربنا ارفنا الذین اضلنا الخ کے لکھا ہے کہ قاتیل مومن عاصی ہے واللہ اعلم اور آخر آیت میں



جو اس کی ندامت مذکور ہے یہ ندامت بقول مفسرین قتل پر نہیں تاکہ توبہ کا شبہ ہو بلکہ قتل پر جو مضرتیں مرتب نظر آئیں جیسے غش کے دفن میں حیران رہنا اور کوئے کی تعلیم کا محتاج ہونا اور بدحواس ہو جانا یا بعض مفسرین نے لکھا ہے بدن سیاہ ہو جانا اور آدم علیہ السلام کا ناراض ہو جانا اس پر نادم ہوا۔ احقر کہتا ہے کہ اگر قتل ہی پر ندامت ہو تب بھی شبہ توبہ کا نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ جس ندامت کے بعد معذرت و انکسار و فکر تدارک بھی ہو اور یہ ندامت طبعی تھی جو محض عقل کے اقتضاء سے پیدا ہو جاتی ہے اس میں شرع اور تقویٰ کا کچھ دخل نہیں۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى إِنَّهَا يَتَقَبَّلُ الْخُ الْخ اس میں دلالت ہے کہ اپنا کمال دینی ظاہر کرنا شکر اجازت ہے نہ کہ فخر ۱۲ قوله تعالى لَئِنْ بَسَطْتَ الْخُ چونکہ اس وقت تک کوئی ایسی نص نہ تھی جس سے قتل مدافعت کی اجازت ہو اس لئے ہاتیل نے اس کے ارتکاب سے احتیاط کی پس اس سے شبہات سے بچنے کا مطلوب ہونا ثابت ہوا ۱۲ قوله تعالى فَأَصْبَحَ مِنَ الَّذِينَ هَدَىٰ هَدَىٰ ہر خون ناحق کا قاتیل پر بھی لکھا جانا معلوم ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ ندامت نافع نہیں ہوئی تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ وہی ندامت توبہ ہے جس کے بعد عذر و انکسار اور تدارک کا اہتمام ہو ۱۲۔

**اللفظ:** فطوعت فی الروح سهلة له ذو وسعة من طاع له المرتع اذا اتسع ۱۲۔ قوله سوءة جسد الميت ۱۲۔

**النحو:** قوله سوءة اخيه الضمير راجع الى القاتل لا الى الباحث كذا فی الروح وحسرت به فی الترجمة ۱۲۔

**البلاغة:** قوله قربانا وحده مع تعدده لما انه فی الاصل مصدر قوله فطوعت له اللام للتاكيد والبيان كما فی الم نشرح لك قوله من الخسرين لم يقل خاسرا للمبالغة قوله يوبلتي ويلة كالويل الهلكة كان المتحسر ينادي هلاكه ويطلب حضوره والالف بدل من ياء المتكلم كذا فی الروح وفي الترجمة اشرت الى هذا الابدال بقولي میری ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی اُتِلْ عَلَيْهِمْ اُتِلْ كتاب هكذا فی المدارك ۱۲۔ ۲۔ قوله فی بِالْحَقِّ صَحِّحٌ طور پر فتقديره متلبسا بالحق ۱۲۔

۳۔ قوله فی اِذْ اس وقت اشارة الى كون اذ معمولا لنبا لكونه مصدرا فی الاصل ۱۲۔ ۴۔ قوله فی انی اخاف کیونکہ اشارة الى كون الجملة تعلیلا لما قبله وهذا التقرير احسن من كل ما يوجد فی التفاسیر ولا فخر ونقل الفخر عن مجاهد ان المدافعة لم تكن جائزة فی تلك الشريعة والله اعلم ۱۲۔ ۵۔ قوله هناك نہیں ڈرتا اشار الى ان فی

الجملة تعريضا باخيه انه لا يخاف ۱۲۔ ۶۔ قوله فی انی ارید مجھ سے گناہ کا کام نہ ہوا اشارة الى ان متعلق الارادة بالذات انما هو عدم مفارقتہ اخيه الذنب فلا يشكل ان ارادة كفر غيره او معصيته كيف جاز وقرب منه ما فی الخازن عن الزمخشري انه ليس ذلك بحقيقة الارادة لكنه لما اعلم انه يقتله لا محالة ووطن نفسه على الاستسلام للقتل طلبا للثواب فكانه صار مریدا مجازا وان لم يكن مریدا حقيقة ۱۲۔ ۷۔ قوله فی تبوء سررکھ لے فيه مراعاة للغة فان معناه تلزم وترجع وفي المدارك تحتمل ۱۲۔ ۸۔ قوله فی فطوعت مگر بے فکر ہو کر وبهذا المعنى صح ترتب التطوع على مقالة هابيل والا فارادته محقق من قبل ۱۲۔ ۹۔ قوله فی ف لتقرير ائمی قیامت کے روز هذا احسن التفاسیر وابعدها من التكلف وما رأيت منقولا ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اس تقریر کے بعد علی الاطلاق اسکا قائل ہونا بلا دلیل ہے کہ حضرت آدم کی شریعت میں بہن سے نکاح جائز تھا بلکہ بہن سے نکاح میں یہ بھی قید تھی کہ دوسرے بطن سے ہو پس یہ افتراق ایسا تھا جیسا آج کل خالہ کی لڑکی سے نکاح جائز ہے حالانکہ ماں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی میں چنداں فرق نہیں کیونکہ نانی میں یہ دونوں ایک ہی ہو جاتی ہیں کہ دونوں کی ماں اس ایک ہی سے پیدا ہوئی ہیں ۱۲ بتیان (۲) اس سے آیت کا ربط نحن ابنا الله سے ظاہر کرنا مقصود ہے کما صرح المصنف ۱۲ بتیان۔ (۳) لفظ ایک کو مکرر اس لئے کیا کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ قُرباناً میں تنکیر افراد کی کل واحد کے اعتبار سے ہے یہ کہ نہیں کہ دونوں کی نیاز صرف ایک ہی چیز تھی ۱۲ بتیان۔ (۴) اس لفظ کو بڑھا کر اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ جب خدا ہی نے نیاز قبول نہ کر کے قاتیل کو ہر اویا تو قاتیل کا نذر قبول نہ ہونے میں کیا قصور و مجرور تھا ہر ہے کہ یہ عدم قبول بوجہ ناحق پر ہونے کے ہوا پس اب وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا ۱۲ (۵) قَالَ لَا قَتْلَ لَكَ کا ترتب ماقبل پر ظاہر فرمایا ہے ۱۲ بتیان (۶) مقصود یہ ہے کہ إِنَّهَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ علت جواب ہے اصل جواب یہ ہے کہ تیرا ہارنا الخ اور مقصود اس سے اپنا بے خطا ہونا ظاہر کرنا ہے جس کی علت یہ بیان کی کہ إِنَّهَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ الخ ۱۲ بتیان (۷) بہ ظہر ارتباط لَئِنْ بَسَطْتَ بِمَا قبلہ ۱۲ بتیان۔ (۸) یہاں شبہ ہوتا ہے کہ تطویع نفس تو قاتیل میں پہلے سے تھی پھر ہاتیل کے اس جواب پر طوعت کو بذریعہ فاکیسے مرتب فرمایا حاصل جواب ظاہر ہے کہ اس جواب سے بالکل بے دھڑک ہو گیا لہذا تفریع بہت صحیح ہے ۱۲۔ (۹) یہ اس لئے بڑھایا کہ اظہار ندامت جو مدلول ہے قال یا ویلتی کا موقوف ہے اول دل میں ندامت پیدا ہونے پر اس لئے اس کو کا لمقدر مانا جاوے گا ۱۲ بتیان۔



مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدوں کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل

النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ

کر ڈالا۔ اور جو شخص کسی شخص کو بچا لے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا۔ اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضح لے کر آئے پھر اس کے بعد بھی بہت سے

ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ۝ إِنَّا جَزَاءُ الَّذِينَ يُعَارِضُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتْلُوا

ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل

أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي

کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں۔ یہ ان کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور انکو

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأُ عَلَيْهِمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔ ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو تو بہ کر لیں تو جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخش دے گا مہربانی فرمائیں گے۔

**تفسیر:** ربط: قصہ مذکور کا ایک جزو تو وہ تھا جس کے اعتبار سے وہ ماقبل کی دلیل ہے جس کی تقریر تمہید قصہ میں مذکور ہو چکی ہے کہ انتساب پر قناعت کر لینا بیہودہ بات ہے قاتل کو اس کا انتساب کچھ کام نہ آیا اور ایک جزو اس کا یہ بھی ہے کہ بے خطا قتل کرنا نہایت امر شنیع ہے جس سے قاتل کیسے خسران در خسران میں پڑ گیا اس جزو کے اعتبار سے اس پر مابعد کے ایک مضمون کو متفرع فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ ناحق قتل کرنا نہایت مضر چیز ہے اس لئے ہم نے اسکی ممانعت شراعی میں جسمیں بنی اسرائیل کی شریعت بھی داخل ہے جن کا اوپر سے ذکر چلا آ رہا ہے اور آگے بھی عنقریب وہ عود کرے گا بہت اہتمام سے فرمائی۔

اخبار از تشدید قتل حرام:

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ (الی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ اسی (واقعہ کی) وجہ سے (جس سے قتل ناحق کے مفاسد ثابت ہوتے ہیں) ہم نے (تمام مکلفین پر عموماً اور) بنی اسرائیل پر (خصوصاً) یہ (حکم) لکھ دیا (یعنی مقرر کر دیا) کہ (قتل ناحق اتنا بڑا گناہ ہے کہ) جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے (جو ناحق مقتول ہوا ہو) یا بدوں کسی (شر و) فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو (خواہ مخواہ) قتل کر ڈالے تو (اس کو بعض اعتبار سے ایسا گناہ ہوگا کہ) گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا (وہ بعض اعتبار سے یہ ہے کہ اس نے گناہ پر جرأت کی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی خدائے تعالیٰ اس سے ناراض ہوئے دنیا میں مستحق قصاص ہوا آخرت

میں مستحق دوزخ ہوایہ امور ایک کے اور ہزار کے قتل کرنے میں مشترک ہیں گو شدت و اشدیت کا تفاوت ہو اور یہ دو قیدی اس لئے لگائیں کہ قصاص میں قتل کرنا جائز ہے اسی طرح دوسرے اسباب جواز قتل سے بھی جس میں قطع طریق جو آگے مذکور ہے اور کفر حربی جس کا ذکر احکام جہاد میں آچکا ہے سب داخل ہے قتل کرنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے (اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ جیسا ناحق قتل کرنا گناہ عظیم ہے اسی طرح کسی کو قتل غیر واجب سے بچا لینا اس میں ثواب بھی ایسا ہی عظیم ہے کہ) جو شخص کسی شخص کو بچا لے تو (اس کو ایسا ثواب ملے گا کہ) گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا (غیر واجب کی قید اس لئے لگائی کہ جس شخص کا قتل شرعاً واجب ہو اس کی امداد یا سفارش حرام ہے اور اس مضمون احیاء کے لکھنے سے بھی تشدید قتل کی ظاہر ہو گئی کہ جب احیاء ایسا محمود ہے تو ضرور قتل مذموم ہوگا اس لئے اس کا ترتیب و تسبیب بھی بواسطہ عطف کے مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ پر صحیح ہو گیا) اور بنی اسرائیل کے پاس (اس مضمون کے لکھ دینے کے بعد) ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضح (نبوة کے) لے کر آئے (اور وثاقاً و قناتاً اس مضمون کی تاکید کرتے رہے) مگر پھر اس (تاکید و اہتمام) کے بعد بھی بہت سے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے (اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا حتیٰ کہ بعض نے خود ان انبیاء ہی کو قتل کر دیا) ہ: اور بہت سے اس لئے فرمایا کہ بعض مطیع و فرمانبردار بھی تھے اور احیاء میں تشبیہ کو بعض وجوہ کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا کیونکہ تضاعف حسنہ سے کوئی دلیل مانع نہیں اور تضاعف سیئہ کا شرعاً منافی ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ پھر ایک کا بچانے والا اور ہزار کا بچانے والا چاہئے برابر ہیں جواب یہ ہے کہ



ممکن ہے کہ دوسرے شخص کو جمع ناس کے مضاعف عدد کا ثواب مل جاوے یا عمل حقیقی و عمل حکمی میں باوجود مساوات فی الکف کے کیفی تفاوت ہو اور شخص کا عمل حقیقی ایک ہے دوسرے کے عمل حقیقی دو ہیں بہر حال برابری لازم نہیں آئی خوب سمجھ لو۔  
**ربط:** اوپر قتل ناحق کی جو بلا معاوضہ کسی شخص کے قتل یا فساد فی الارض کے ہو شاعت و قباحت بیان فرمائی تھی آگے قتل اور اس کے توابع مثل قطع اطراف اور تعزیر کا جو کہ بالحق ہو یعنی بسبب فساد فی الارض و جنایت کے ہو مشروع اور مطلوب فی الشرع ہونا بیان فرماتے ہیں اس لئے اول قطاع الطريق کا حکم پھر سارق کا حکم مذکور ہوتا ہے اور اس کے درمیان اور مضمون بوجہ خاص مناسبت کے جس کی تقریر اس کی تمہید میں ہوگی لایا گیا ہے۔

حکم یا زوہم حد قطع طریق:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ (السی قولہ تعالیٰ) فَالْعِلْمُ أَنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑتے ہیں اور (اس..... لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ) ملک میں فساد (یعنی بد امنی) پھیلاتے پھرتے ہیں (مراد اس سے رہزنی یعنی ڈکیتی ہے ایسے شخص پر جس کو اللہ نے قانون شرعی سے جس کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوا ہے امن دیا ہو یعنی مسلمان پر اور ذمی پر اور اسی لئے اس کو اللہ اور رسول سے لڑنا کہا گیا ہے کہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے امن کو توڑا اور چونکہ رسول کے ذریعہ سے اس کا ظہور ہوا اس لئے رسول کا تعلق بھی بڑھا دیا غرض جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں) ان کی یہی سزا ہے کہ (ایک حالت میں تو) قتل کئے جاویں (وہ حالت یہ ہے کہ ان رہزنوں نے کسی کو صرف قتل کیا ہو اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو) یا (اگر دوسری حالت ہوئی ہو تو) سولی دیئے جاویں (یہ وہ حالت ہے کہ انہوں نے مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو) یا (اگر تیسری حالت ہوئی ہو تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے (یعنی داہنا ہاتھ بائیں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں (یہ وہ حالت ہے کہ صرف مال لیا قتل نہ کیا ہو) یا (اگر چوتھی حالت ہوئی ہو تو) زمین پر (آزادانہ آباد رہنے) سے نکال (کر جیلخانہ میں بھیج دیئے جاویں (یہ وہ حالت ہے کہ نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو قصد کرنے کے بعد ہی گرفتار ہو گئے ہوں) یہ (سزائے مذکور تو) ان کیلئے دنیا میں سخت رسوائی (اور ذلت) ہے اور ان کو آخرت میں (جو) عذاب عظیم ہوگا (سوالگ) ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو تو بہ کر لیں تو (اس حالت میں) جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ (اپنے حقوق) بخش دیگے (اور توبہ قبول کرنے میں) مہربانی فرماویں گے (مطلب یہ کہ اوپر جو سزا مذکور ہوئی ہے وہ حد اور حق اللہ کے طور پر ہے جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے

معاف نہیں ہوتی قصاص و حق العبد کے طور پر نہیں جو کہ بندہ کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے۔ پس جب قبل گرفتاری کے ان لوگوں کا تاب ہونا ثابت ہو جاوے تو حد ساقط ہو جاوے گی جو کہ حق اللہ تھا البتہ حق العبد باقی رہے گا پس اگر مال لیا ہوگا اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر قتل کیا ہوگا تو اس کا قصاص لیا جاوے گا لیکن اس ضمان و قصاص کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہوگا) ف: اس آیت میں سزایابی کی جو چار حالتیں بیان کی گئی ہیں مقسم ان کا اخذ مال اور قتل نفس کا وجود یا عدم مع عدم توبہ ہے سو اس مقسم کا انحصار ان اقسام میں عقلی ہے کیونکہ عقلاً یہ چار احتمال ہیں کہ یا دونوں موجود یا دونوں معدوم یا قتل موجود اور اخذ مال معدوم یا اس کا عکس اور حد اسی ہی مقسم کے ساتھ خاص ہے اور استثناء کی حالت اس مقسم کا مقابل ہے اب چند مسائل متعلقہ مقام لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: پہلی حالت میں اور اسی طرح دوسری میں بھی جنایت قتل سے مراد عام ہے خواہ آلہ جارحہ سے یا غیر جارحہ سے۔

مسئلہ: دوسری حالت میں حاکم اسلام کو چار اختیار ہیں۔ ایک صرف سولی دینا دوسرے صرف قتل کرنا تیسرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دینا چوتھے ہاتھ پاؤں کو کاٹ کر قتل کرنا پہلا ایک تو قرآن مجید میں منصوص ہے اور پچھلے تین اور دلائل سے ثابت ہیں۔

مسئلہ: اس حالت میں اگر سولی دی جاوے تو اس کا طریق یہ ہے کہ زندہ دار پر کھینچا جاوے پھر برچھی سے اس کا پیٹ چاک کر دیا جاوے یہاں تک کہ مر جاوے۔

مسئلہ: تیسری حالت میں ہاتھ گئے پر سے اور پاؤں ٹخنے سے کاٹا جاوے پھر اس کو داغ دیا جاوے تاکہ سارا خون بدن کا نہ نکل جاوے۔

مسئلہ: چوتھی حالت میں جس سے پہلے تعزیر بھی ہے اور حد جس کی وہ توبہ ہے جس کا صادق ہونا قرآن سے معلوم ہو۔

مسئلہ: چاروں حالتوں میں وہ مال یا وہ جان جس پر جنایت واقع ہوئی ہے محترم و مامون عند الشرع ہو یعنی مسلم و ذمی کا مال و جان ہو اور يُحَارِبُونَ کی تفسیر میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ: ان چاروں حالتوں کی سزائیں حق اللہ اور حدود ہیں اگر مالک مال یا ولی مقتول معاف کرے معاف نہیں ہو سکتا اور إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ: یہ سزا جو رہزنوں پر جاری ہوگی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں سے ہر شخص کی تعین جرم کا جدا جدا ثبوت لیا جاوے بلکہ اگر ان چاروں حالتوں کی جنایت کا ان میں ایک بھی مرتکب ہوا تو سب کی وہی سزا ہوگی غرض اس



گروہ میں اس جنایت کا پایا جانا کافی ہے کیونکہ ایک شخص نے بھی جو کچھ کیا ہے سب کی قوت پر کیا ہے۔

**مسئلہ:** اگر اخذ مال یا قتل نہیں پایا گیا لیکن زخمی کر دیا تو حد کی چاروں حالتوں سے خارج ہوئی وجہ سے اس کا حکم مثل عام زخموں کے ہے جس میں قصاص یا ارش یعنی ضمان لازم ہوگا اور حق العبد ہوئی وجہ سے عفو کا بھی اختیار ہوگا۔

**مسئلہ:** اگر حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جاویں مثلاً اخذ مال بھی ہو جو کہ موجب حد ہے اور جرح بھی ہو جو کہ موجب قصاص ہے تو صرف موجب حد پر حکم جاری کیا جاویگا۔

**مسئلہ:** ذکیٹی شہر یا قریب شہر میں معتبر نہیں اسمیں صرف تعزیر اور قصاص ہوگا حد نہ ہوگی اور بعض مسائل ضمن ترجمہ میں آگئے جیسے کاٹنے میں داہنا ہاتھ اور بائیں پاؤں یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔ صرف ایک مسئلہ کہ ایک کا فعل سب کا فعل سمجھا جاوے گا درمختار سے لکھا ہے۔

**مسئلہ:** اس حد کے سوا اور باقی حدود جیسے حد شراب حد قذف حد زنا حد سرقہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتے کذائی البنائیہ۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ أَخَذُوا مِنَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا هُم بِعَاذِينَ عَلَيْهِمُ السُّلُوكُ: قولہ تعالیٰ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ أَخَذُوا مِنَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا هُم بِعَاذِينَ: اس پر دلالت ہوئی کہ اہل اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا ہے ۱۲۔

**اللغات:** فی الروح الاجل فی الاصل الجنایة یقال اجل علیہم شرا اذا جنی علیہم ثم استعمل فی تعلیل الجنایات ثم اتسع فیہ فاستعمل لكل سبب اه۔

**البلغة:** قوله ولقد جاء تهم الخ فی الروح ولم یقل ارسلنا الیہم للتصريح بوصول الرسالة الیہم فانه ادل علی تناهیہم فی العتو ثم للتراخی فی الرتبة والاستبعاد ولما كان اسرافہم فی امر القتل مستلزما لتفريطہم فی شان الاحیاء وجوداً وعدماً وكان هو اقبح الامرین واقطعہما اکفی بذكرہ فی مقام التشنیع المسوق لہ الآئی و ذکر الارض مع ان الاسراف لا یكون الا فیہا للایذان بان اسرافہم لیس امر ۱ مخصوصا بہم بل التشر شرہ فی الارض وسری الی غیرہم ۱۲۔ فی الروح یقتلوا الاتیان بصیغة التفعیل لما فیہ من الزیادہ علی القصاص من انه لكونہ حق الشرع لا یسقط بعفو الولی وكذا التصلیب اه قلت وكذا التقطیع وفیہ قوله ذلک لہم خزى اقتصر فی الدنیا علی الخزى مع ان لہم فیہا عذابا ایضا وفی الآخرة علی العذاب مع ان لہم فیہا خزیا ایضا لان الخزى فی الدنیا اعظم من عذابہا والعذاب فی الآخرة اشد من خزیہا اه

**فائدة بدیعة:** ولو حمل اللام فی الناس علی العهد ویراد بہ

الناس الذین صار قتل هذه النفس المقتولة او المبقاة سبباً لقتلہم وابقاءہم خاصة كان توجیہ الکلام اظهر لان من سن سنة حسنة فله اجرہ واجر من عمل بها وكذلك من سن سنة سيئة فله وزرہ ووزر من عمل بها كما فی الحدیث ۱۲۔

**النحو:** قوله الا الذین تابوا۔ استثناء راجع الی الخزى الدال علی الحد المذكور والی العذاب الاخری فبالتوبة یسقط الحدود والعذاب جمیعاً فلا یرد ان ارجاعہ الی انما جزاء الذین ارجاع الی البعید لانا لا نرجعه الی البعید ولا یتوقف علیہ الحکم بسقوط الحد عن التائب فان سقوط الخزى یستلزم سقوط الحد لاتحادہما ۱۲۔ **الفقه:** دلت الآیة علی ان الحدود لیست بكفارات والیہ ذهب ابو حنیفة واما حدیث فعوقب بہ كان كفارته فالوجه عندی واللہ اعلم ان یقال ان الجنایة تسقط بالعقوبة والحد لكن الجساسة لا یسقط بالحد كما نرى اهل سیاسیات فی الدنیا اذا غرر واجانیا ویقوم ہو كما ہو یریدون فی التعزیر قائلین انک لجرى لاتناثر ولا تفعل بھذه العقوبة والسیاسة فعلی هذا ینطبق الآیة والحدیث ولو حملنا قول ابی حنیفة علیہ كان اولی واللہ اعلم ۱۲۔

**الروایات:** نقل الشیخ عبد الحی رحمہ اللہ فی حاشیة الہدایة ہکذا اخرج الشافعی فی مسنده والامام ومحمد وغیرہما عن ابن عباس ان النبی ﷺ وادع ابا بردة ان لا یعینہ ولا یعین علیہ فجاء اناس یریدون الاسلام فقطع علیہم اصحاب ابی بردة ونقضوا الوعد فنزل جبرئیل بالحد فیہم ان من قتل فاخذ المال صلب ومن قتل ولم یاخذ المال قتل ومن اخذ المال ولم یقتل قطعت یدہ ورجلہ ومن اخاف الطريق ولم یاخذ ولم یقتل نفی اه قال فی نور الانوار لكن ابا حنیفة حمل قوله من قتل واخذ صلب علی اختصاص الصلب بھذه الحالة لا علی اختصاص هذه الحالة بالصلب بل اثبت الامام الخیار فی الاربعة لان الجنایة یحتمل الاتحاد ولتعدد فیراعی کلنا الجهتین فیہ آ ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اس سے مَنْ أَخْيَاهَا كاعطف مَنْ قَتَلَ پر ظاہر کر کے یہ بتلادیا کہ یہ بھی کُتِبْنَا کا معمول اور مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ کی علت سے معلل ہے اور چونکہ مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ کو ظاہراً مَنْ قَتَلَ نفسا میں تو دخل ہے لیکن مَنْ أَخْيَاهَا میں نہیں اس لئے تقریر تعلیل کو اس عبارت سے ظاہر کیا کہ اور اس مضمون احیاء کے لکھنے سے بھی ۱۲ بتیان۔ (۲) اس عبارت سے لَقَدْ جَاءَتْهُمْ کاربط ماقبل سے ظاہر ہو گیا کہ صرح بہ فی قولہ اور وقتاً فوقتاً اس کی تاکید الخ ۱۲ بتیان۔ (۳) مفسرین نے اس موقع پر دو ربط لکھے ہیں ایک تو یہ کہ اوپر قتل ناحق کو بیان کیا تھا اس کی مناسبت سے یہاں بھی ایک قتل ناحق کو بیان کرتے ہیں جو قطاع الطريق سے



سرزد ہوا اور دوسرا وہ ربط ہے جو مولانا نے بیان کیا ہے وہو احسن کما يدل عليه بدء الآية بلفظ الجزاء ۱۲ آیتیان۔ (۴) یہی حدیث شریف میں مصرح ہے اور اس کے خلاف جائز نہیں کہ بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں کاٹ دیا جاوے پس من خلاف کا اجمال مفسر ہے حدیث سے ۱۲ آیتیان۔ (۵) یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب حق العبدان سے ساقط نہ ہوا کہ قتل فی القصاص اور ضمان ہے تو قبل القدرة توبہ کرنے سے مطلق معافی نہ ہوئی جو مقتضاتھا استثناء کا پس اس سے ان کو کیا نفع ہوا اس کا جواب دیا ہے کہ نفع یہ ہوا کہ اگر صاحب حق معاف کر دے تو معاف ہو جاوے گا برخلاف توبہ قبل القدرة نہ کرنے کی صورت کے کہ معاف کرنے سے معاف نہ ہوگا نیز یہ بھی نفع ہوا کہ مثلاً دوسری صورت میں جب کہ صرف مال ہوا اگر قبل القدرة توبہ نہ کرتے تو قطع ایدی وارجل ہوتا اور اس توبہ کے بعد صرف ضمان لیا جاوے گا پس استثناء مطلق عقوبت کے اعتبار سے نہیں بلکہ صرف عقوبت حق اللہ کے اعتبار سے ہے۔ ۱۲ آیتیان۔ (۶) اسی طرح اگر جنائیتیں مختلف صادر ہوئی ہوں مثلاً بعض شدید بعض خفیف تو سارے گروہ کو مرتکب جنایت شدیدہ سمجھا جاوے گا اور اس کے موافق سزا ہوگی۔

**ملحقات الترجمة: ۱۔ قوله في اجل اى وجهه** سے فجعله متعلقاً بكتبنا وبعضهم جعله معمولاً لما قبله ويكون كتبنا استينافاً لكن التعليل يكون مقصوداً معنی ۱۲۔ ۲۔ قوله في بنى اسرائيل خصوصاً اشار الى ان تخصيصهم باعتبار ذكرهم في المقام وكونهم اكثر جرنة على القتل حتى قتلوا الانبياء ۱۲۔ ۳۔ قوله في نفسه شخص اشار الى ان المراد هو النفس الانسانية لا غيرها ۱۲۔ ۴۔ قوله في بغير بلا معاوضه اشار الى ان الباء للمقابلة ۱۲۔ ۵۔ قوله في احيائها بچالها اشار

الى ان الاسناد مجازى والاحياء يراد به ابقاء الحيوۃ ۱۲۔ ۶۔ قوله في يسعون مطلب یہ ہے اشارۃ الى ان العطف تفسیری فائدته التعليل يعنى ان الله ورسوله لا يتضرر ان بهذا الفعل وانما حكم بهذا الجزاء لكونه ضرار اباهل الارض ۱۲۔ ۷۔ قوله في توضيح يسعون مراد ہر فی اشارۃ الى سقوط قول من قال ان الآية في المرتدين لا غير بناء على ان محاربة الله ورسوله انما تستعمل في الكفار ولما اخرج الشيخان في قصة نفر من عكل عوقبوا بالقتل والسمل حتى ماتوا وفيه فانزل الله تعالى انما جزاؤ الذين الخ وجه السقوط كونه مخالفا لاجماع من يعتد به من السلف والخلف ودعوى ان المحاربة الخ يردها اطلاقها على المعاصي في الحديث وسبب النزول لا يصلح مخصصاً خصوصاً ويدل على ان المراد قطاع الطريق قوله تعالى الا الذين تابوا الخ ومعلوم ان المرتدين لا يختلف حكمهم في زوال العقوبة عنهم بالتوبة بعد القدرة او قبل القدرة وقد فرق الله تعالى بينهما وايضا ان الاسلام لا يسقط الحد عن وجب عليه وايضا ليست عقوبة المرتدين كذلك وايضا يحتمل ان يكون نزول هذه الآية في المرتدين للنهي فيما يستقبل عن عقوبتهم بمثل هذا بيان انحصار هذا الجزاء في القطاع فافهم كذا في الروح الا بعضاً فانه مما سمح به الخاطر بفضل الله القادر ۱۲۔ ۸۔ قوله في او يصلبوا یا اگر دوسری الخ اشارۃ الى ان او للتقسيم لا للتخيير دليله ما سيأتي من مسند الشافعی ۹۔ قوله في ينفوا جلیخانہ لانه نفى من عمارة الارض نشيطاً واشرت اليه في تقرير الترجمة وهذا التوجيه من بدائع الموهوبات ۱۲۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کیساتھ اتنی چیزیں ہوگی کہ وہ اسکو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جاویں اور انکو دردناک عذاب ہوگا۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَا هُمْ بِمُخْرِجِينَ مِنْهَا ۝ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

اس بات کی خواہش کریں گے کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور انکو عذاب دائمی ہوگا۔ اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو

أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا ۝ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ

انکے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑے قوت والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ پھر جو شخص توبہ کر لے اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے بیشک اللہ تعالیٰ اس پر توبہ فرما دیں گے۔

عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ

بیشک خدا تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی۔ وہ جس کو چاہے سزا دیں اور جس کو چاہے

يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

معاذ کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

بتلاتے ہیں جس سے ایمان کا نفع بھی خود معلوم ہو جاوے گا اور اہتمام شان کی وجہ ظاہر ہے کہ سب سے اعظم ہے اور تبلیغ انبیاء میں سب سے مقدم و نیز مجموعہ آیتیں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اصل وسیلہ طاعات ہیں بلا طاعات تمام دنیا بھر کے خزان بھی وسیلہ نہیں بن سکتے۔  
ضرر کفر:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (السی قولہ تعالیٰ) وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر (بالفرض) ان (میں سے ہر ایک) کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں (جس میں تمام دفاًن و خزان بھی آگئے) اور (ان ہی چیزوں پر کیا منحصر ہے بلکہ) ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ وہ اس کو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جاویں گی (اور عذاب سے نہ بچیں گے بلکہ) ان کو دردناک عذاب ہوگا (پھر بعد عذاب میں داخل ہو جانے کے) اس بات کی خواہش (و تمنا) کریں گے کہ دوزخ سے (کسی طرح) نکل آویں اور (یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی اور) وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا (یعنی کسی تدبیر سے نہ سزا ملے گی نہ دوام سزا ملے گا)۔

و ربط: دو آیت اوپر قطع طریق کا بیان تھا جو کہ سرقہ کبریٰ کہلاتا ہے آگے سرقہ صغریٰ یعنی چھپ کر چوری کرنا اور اسکی سزا کا بیان ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر اس مقام میں بعض معاصی سے نہی کی گئی تھی جیسے قتل اور فساد فی الارض اور اس پر جو عقوبت مرتب ہوتی ہے اسکے بیان سے نہی اور موعدہ ہو گئی اور بعض طاعات کا امر تھا جیسے احیاء نفس مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اور دفع فساد اِنْکَا جَزَا میں اور توبہ استغفار اِلَّا الَّذِینَ تَابُوا میں آگے عام عنوان سے جملہ اتَّقُوا اللَّهَ میں تمام معاصی سے اجتناب اور وَابْتَغُوا إِلَیْهِ الْوَسِيلَةَ میں تمام ضروری طاعات کے ارتکاب کا حکم فرماتے ہیں اور طاعات میں جہاد کی تصریح فرماتے ہیں تاکہ کوئی شخص جہاد کو فساد میں داخل گمان نہ کرے۔  
امر بطاعات و نہی از معاصی عموماً:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (السی قولہ تعالیٰ) تَفْلِحُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کے احکام کی مخالفت) سے ڈرو (یعنی معاصی چھوڑ دو) اور (طاعات کے ذریعہ سے) خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو (یعنی طاعات ضروریہ کے پابند رہو) اور (طاعات میں سے بالخصوص) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرو امید ہے کہ (اس طریق سے) تم (پورے) کامیاب ہو جاؤ گے (اور کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حاصل ہونا اور دوزخ سے نجات ہے)۔

و ربط: اوپر طاعات کا امر اور معاصی سے نہی ہے طاعات میں سب سے بڑا عمل ایمان اور معاصی میں سب سے بدتر عمل کفر ہے سو گویا اوپر عام عنوان میں ان کا امر و نہی بھی آگیا لیکن اہتمام شان کے لئے آگے بالخصوص کفر کا ضرر



حکم دواز دہم حد سرقہ:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اور جو مرد چوری کرے اور (اسی طرح) جو عورت چوری کرے سو (ان کا حکم یہ ہے کہ اسے حکام) ان دونوں کے (دائیں ہاتھ) گٹے پر سے (کاٹ ڈالوان کے) (اس) کردار کے عوض میں (اور یہ عوض) بطور سزا کے (ہے) اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے ہیں (جو سزا چاہیں مقرر فرمائیں اور) بڑی حکمت والے ہیں (کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں) ف: اب چند مسائل لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: اقل مقدار مال کی جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے دس درہم ہیں اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن ابن مسعود مرفوعاً لا تقطع اليد الا فی دینار او عشرة دراهم و مثله روی الطبرانی و احمد فی مسنده و اسحق بن راہویہ و ابن ابی شیبہ کذا فی حاشیۃ الہدایۃ۔

مسئلہ: چور کا دہنا ہاتھ (کذا اخرجہ ابو نعیم فی معرفۃ الصحابۃ عن الحرث بن ابی عبد بن ابی ربیعۃ من فعلہ علیہ السلام کما فی الروح) گٹے پر سے (کذا نقل العینی عن کامل ابن عدی) کاٹا جاتا ہے پھر اس کو داغ دیتے ہیں تاکہ سارے بدن کا خون نہ نکل جاوے (کذا نقلہ العینی عن مستدرک الحاکم)

مسئلہ: یہ سزا حد ہے امیں معافی نہیں ہو سکتی اور قسَمَ اللہ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔

مسئلہ: اگر دوبارہ چوری کرے بایں پاؤں ٹخنے پر سے قطع کیا جاوے گا حدیث دارقطنی و طبرانی میں آیا ہے کذا فی تخریج الزیلعی۔

مسئلہ: اگر پھر چوری کرے اب بقیہ ہاتھ پاؤں قطع نہ کریں گے رواہ محمد بن الحسن فی کتاب الآثار و ابن ابی شیبہ عن علیؑ بلکہ جب تک توبہ نہ کرے جس کا صادق ہونا قرآن سے معلوم ہو جاوے قید خانہ میں رکھیں گے یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں باقی اور مسائل اس باب کے متعلق کتب فقہ میں ملیں گے۔

ربط: اوپر چوری کی سزا کا دنیا میں بیان تھا آگے توبہ سے سزائے آخرت سے بچ جانے کا ذکر فرماتے ہیں جیسے قطع طریق میں بھی بعد بیان سزا کے توبہ کا ذکر آیا تھا۔

حکم توبہ سارق:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ پھر جو شخص (موافق قاعدہ شریعت کے) توبہ کر لے اپنی اس زیادتی (یعنی چوری) کرنے کے بعد اور (آئندہ کے لئے) اعمال کی درستی رکھے (یعنی چوری

وغیرہ نہ کرے اپنی توبہ پر قائم رہے) تو بیشک اللہ تعالیٰ اس (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائیں گے (کہ توبہ سے پچھلا گناہ معاف فرمائیں گے اور استقامت علی التوبہ سے مزید عنایت فرمادیں گے) بیشک خدا تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (کہ اس کا گناہ معاف کر دیا) بڑی رحمت والے ہیں (کہ آئندہ بھی مزید عنایت کی)

ف: توبہ میں جو قید لگائی گئی کہ موافق قاعدہ شریعت کے اس میں یہ امر بھی آگیا کہ جو چیز چرائی ہے مالک کو واپس کرے اور اگر تلف ہوگئی ہو ضمان دے اگر ضمان نہ دے سکے معاف کرانے کہ یہ شرائط تکمیل توبہ سے ہے۔

ربط: اوپر حکم یازدہم و دواز دہم میں چونکہ سزائیں قتل و قطع اطراف انسانی تجویز فرمایا ہے جو کہ قبل اس کی حکمت میں نظر کرنے کے نوع انسانی کی شرافت سے گو نہ مستبعد معلوم ہو سکتا تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ لَمْ يُلْكَ التَّمَوَاتِ میں اپنا مالک حقیقی اور قدیر میں اپنا قادر و تحقیقی ہونا بیان فرماتے ہیں اور درمیان میں يُعَذِّبُ کے ساتھ يَغْفِرُ کو اور دونوں کے ساتھ ان کے معمول اور مفعول کو جن کا ذکر اوپر ضمن عقوبت و توبہ میں آچکا ہے ذکر فرما کر مالک اور قادر ہونے کے ساتھ اپنے حکیم ہونے کی طرف اشارہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم صرف تعذیب ہی نہیں کرتے بلکہ معافی بھی کرتے ہیں مگر جو جس کے لائق ہو جس کی لیاقت کا حال اوپر ان لوگوں کی حالت میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

اثبات ملک و مشیت و قدرت برائے حق تعالیٰ:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ (السی قولہ) وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے مخاطب) کیا تم نہیں جانتے (یعنی سب جانتے ہیں) کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس کو چاہیں سزا دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے ف: چنانچہ سرقہ کبریٰ اور صغریٰ کی سزا دنیا میں بھی دی اور اگر اس پر اصرار رہا تو آخرت میں بھی ہوگی جیسا کہ کبریٰ میں لَهْفُ فِي الْآخِرَةِ عَنْكَ ابُ کی تصریح ہے اور صغریٰ میں فَمَنْ تَابَ پر مغفرت کو مرتب کرنے میں اس طرف اشارہ قریب بصراحت ہے اور توبہ کرنے سے آخرت میں دونوں جگہ معافی ہوئی اور کبریٰ میں توبہ قبل القید سے دنیا میں بھی معافی ہوگئی۔

ربط: سورت کے تیسرے رکوع سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا تھا درمیان میں قدر قلیل اور بعض مضامین خاص خاص مناسبات سے آگئے تھے اب آگے پھر اسی ذکر اہل کتاب کی طرف عود ہوتا ہے جن میں یہود اور ان یہود میں جو منافق تھے اور نصاریٰ سب داخل ہیں اہل کتاب کے ان ہی تینوں فرقوں کا ذکر مختلط طور پر یہاں سے دور تک یعنی ختم پارہ تک چلا گیا ہے پھر ختم سورت



ہو سکا اور اس سے حق خوب واضح ہو جاوے اور باقی یہ کہ وہ یہود آپ کی خدمت میں کیوں آئے تھے وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے شریعت محمدیہ کے اکثر احکام کو دیکھا کہ بہت آسان ہیں انکو توقع ہوئی کہ شاید انہیں بھی کوئی خفیف حکم ہو تو کام بن جاوے رجم سے بھی بچ جاویں اور ایک آڑ بھی مل جاوے قاتلین نبوت کے سامنے تو یہ کہ یہ بھی ایک نبی کا فتویٰ ہے اور منکرین کے سامنے یہ کہ سلطان کا حکم ہے کیونکہ آپ صاحب سلطنت بھی تھے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى وَابْتَغُوا الْخَيْرَ وَاسْلُوا بِالصَّالِحِينَ کے مسئلہ کو ذریعہ طاعات کا کرنا اور معاصی کا چھوڑنا ہے اور توسل بالصالحین کے مسئلہ کو اس آیت سے کوئی مس نہیں (من روح المعانی) ۱۲۔ قوله تعالى فَمَنْ تَابَ الْخِطَا مِنْهُ فَمَا لَكُمْ بِالْمُتَابِرِينَ (من روح المعانی) ۱۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کا معتبر ہونا اصلاح پر موقوف ہے مثلاً بشرط امکان سرقہ وغیرہ کا مال واپس کر دینا ورنہ مالک سے معاف کرنا یا مالک معلوم نہ ہو تو ایسے موقع پر فی سبیل اللہ تصدق کرنا ۱۲

**اللفظ:** فی تفسیر البیضاوی وسل الی کذا اذا تقرب الیہ من فعل الطاعات وترك المعاصی ۱۲۔

**النحو:** قوله لو ان لهم ما الخ الموصول اسم ان والظرف خبرها بعد تعلقه باستقر وجميعاً حال من الموصول ومثله معطوف علی الموصول ولیفقدوا متعلق باستقر المذكور ۱۲۔ قوله جزاء مفعول له او مطلق من معنی فاقطعوا او فعل مقدر من لفظه ونکالا مفعول له علی انه بدل من جزاء فالعلتان لامر واحد او یکون الجزاء علة للقطع والنکال علة للجزاء فیکون مفعولا له متداخلاً کالحال المتداخلة ۱۲۔

**البلاغۃ:** قوله مع فی الروح فائدة التصريح بفرض کینونتهما لهم بطریق المعیة لا بطریق التعاقب تحقیقاً لکمال فطاعة الامر وفيه فی قوله تعالی ما تقبل وترتبه علی کون ذلک لهم لاجل افتدائهم به من غیر ذکر الافتداء بان یقال وافقدوا به مع ان الرد والقبول انما یترتب علیہ لا علی مبادیہ للایذان بانه امر محقق الوقوع غنی عن الذکر وانما المحتاج الی الفرض قدرتهم علی ما ذکر او للمبالغة فی تحقیق الرد وتخیل انه وقع قبل الافتداء ۱۲۔ فی الروح لم تدرج السارقة فی السارق تغلیباً کما هو المعروف فی امثاله لمزید الاعتناء بالبيان والمبالغة فی الزجر قال مولانی واستاذی الشیخ یعقوب النانوتوی رحمة الله علیہ ان النکته فی تقديم السارق ههنا وتقديم الزانية فی النور ان السرقة من الرجل اقبح لانه ینافی علو الهمة الذی لابد ان یتصف بالرجال وان الزنا من المرأة اشنع لکونه منافیاً للحیاء الذی یجب ان تتحلی به النساء والمقام مقام التشنیع فافهم فانه عزیز لا یرجى ان یسمع بمثله ۱۲۔ قوله من بعد ظلمه فی الروح والتصريح بذلک ای ظلمه لیان

کے قریب خاص نصاریٰ کے متعلق کچھ بیان آوے گا آیات آئندہ کے سبب نزول کا شخص یہ ہے کہ یہود مدینہ کی ایک جماعت والے کے ہاتھ سے دوسری جماعت کا ایک آدمی قتل ہو گیا انہوں نے حسب معاہدہ زمانہ قدیم خون بہا کم دینا چاہا دوسری جماعت نے اس معاہدہ کے مٹی پر مجبوری ہونے سے اور اب بوجہ سلطنت اسلام کے اس مجبوری کے رفع ہو جانے سے پورا خون بہا لینا چاہا۔ آخر مقتول کے فریق نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کرانے کی درخواست کی چونکہ قاتل کا فریق جانتا تھا کہ آپ حق کریں گے اس لئے اس درخواست کے منظور کرنے سے پہلے چند آدمیوں کو جو کہ منافق تھے حضور ﷺ کی خدمت میں اس امر کے تجسس کے لئے بھیجا کہ اول کسی طور پر تذکرہ کر کے آپ کی رائے اور مسلک کی تحقیق کرنا چاہئے اگر شاید ہمارے موافق ہو تو آپ سے فیصلہ کرانے کی درخواست منظور کر لیں گے ورنہ منظور نہ کریں گے غرض وہ منافقین اس غرض سے یہاں حاضر ہوئے تھے اور دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ یہود فدک میں ایک مرد و عورت نے زنا کی شریعت موسویہ میں اگر دونوں کنوارے نہ ہوں تو رجم کا حکم تھا مگر یہود نے اس حد کو چھوڑ کر اس کی جگہ اور خفیف تعزیر مقرر کر لی تھی ان لوگوں نے یہود مدینہ کے پاس لکھ بھیجا اور بعض الفاظ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرم کو بھی ساتھ بھیجا کہ اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے استفتاء کرو اگر رجم کا حکم دیں تو عمل نہ کرنا اور اگر ہماری رسم کے موافق کچھ تعزیر بتلاویں تو عمل کر لینا غرض وہ یہود اس غرض سے یہاں حاضر ہوئے تھے ان واقعات کی اطلاع کے واسطے یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں جن میں منافقین اور حاضرین وغیرہ حاضر یہود کی مذمت ہے اخرج الاول کما فی الروح احمد وابوداؤد وابن جریر عن ابن عباس واورده فی الباب باخصر مما فی الروح وخرج الثانی کما فی الروح الحمیدی فی مسنده وابوداؤد وابن ماجہ عن جابر بن عبد الله اور چونکہ یہ حرکتیں موجب رنج تھیں اس لئے وحی کے شروع میں تسلی بھی فرمادی اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے ایک زانی پر وہی تعزیر جاری کی تھی اور آپ کو اطلاع ہوئی تو بعد مناظرہ واثبات رجم کے آپ نے رجم کا حکم دیا آخر جہ مسلم اگر یہ وہی زانی تھا تو ممکن ہے کہ یہود نے اول خود ہی قصہ ختم کر دینا چاہا ہو پھر اطلاع ہو جانے پر سوال وجواب ہوا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے ان کو بلایا اور بعض میں ہے کہ آپ ان کے مدرسہ میں تشریف لے گئے لیکن ہو سکتا ہے کہ اول ان کو بلایا ہو چونکہ یہاں بعض بعض آئے تھے اس لئے پھر آپ مدرسہ میں تشریف لے گئے ہوں تا کہ خوب تحقیق ہو جاوے کہ سارا مجمع بھی عہدہ برانہ



عظم نعمته تعالیٰ بتذکیر عظم جناية ۱۲. فی الروح وکان الظاهر لحديث سبقت رحمتی علی غضبی تقدیم المغفرة علی التعذيب وانما عکس ههنا لان التعذيب للمصر عن السرقة والمغفرة للتائب منها وقد قدمت السرقة فی الآية اولا ثم ذكرت التوبة بعدها فجاء هذا اللاحق علی ترتيب السابق او لان المراد بالتعذيب القطع وبالمغفرة التجاوز عن حق الله تعالیٰ والاول فی الدنيا والثانی فی الآخرة فجئنی به علی ترتيب الوجود او لان المقام مقام الوعد او لان المقصود وصفه تعالیٰ بالقدرة والقدرة فی تعذيب من يشاء اظهر من القدرة فی مغفرته لانه لا ابراء فی المغفرة من المغفور وفي التعذيب ابراء بين اه قلت وهذه الوجوه كلها حلوة بعضها احلی من بعض فله دره وعلیه اجره وبره وذكر البضاوی وجها آخر حسنا ان استحقاق التعذيب مقدم علی المغفرة آ ۱۲.

**الفقه:** الآية كالصریح فیما ذهب الیه اما منا ابو حنیفة من ان الحدود لیست بكفارات والله اعلم ۱۲.

**الروایات:** فی الباب اخرج احمد وغيره عن عبد الله بن عمرو ان امرأة سرق علی عهد رسول الله ﷺ فقطعت یدها الیمینی فقالت هل لی من توبة یا رسول الله فانزل الله تعالیٰ فی سورة المائدة فمن تاب من بعد ظلمه واصلاح الآية.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی لو بالفرض لانه ح لا یكون لهم ما فی الواقع ۱۲. ۲. قوله فی لهم یرایک کذا فی الروح ۱۲. ۳. قوله فی ما دقن لكون المقصود هذه ۱۲. ۴. قوله فی یریدون وتنا اشارة الی تفسیر الارادة بالتصنی کذا فی الروح ۱۲. ۵. قوله فی فاقطعوا حکم یہ اشار الی تقدیر الکلام هکذا السارق والسارقة حکمهما فیما سیطری علیکم وهو مشهور ۱۲. ۶. قوله هناك ای حکام اشارة الی ان الخطاب لولاة الامر فان امر الحدود والقصاص الیهم ۱۲. ۷. قوله فی ظلمه ان زیادتی اشارة الی کون الاضافة للعهد ۱۲. ۸. قوله فی یتوب علیه توبہ سے الی مزید عنایت لم افسره بقبول التوبة بل باعم منه لان قبول التوبة لا یتوقف علی الاصلاح بالمعنی الذی فسر به من الاستقامة فانه لو عاد الی الذنب اخرى لم ینهدم به التوبة الاولى کما هو متقرر ۱۲. ۹. قوله فی التمهید حکیم ہونے کی

طرف بھی اشارہ ویمکن ان یكون النکته فی اثبات الملك والقدرة صراحة واثبات الحکمة اشارة ان الحکمة قد سبق اثباتها صریحا فی ذکر العقوبات یدل علیها عنوانات احوال المعاقبین وانما القاطع لعرق الاستبعاد الذی قصد ههنا قطعه هو اثبات الملك والقدرة فناسب ان یوتی بهما صریحا والله اعلم ۱۲. ۱۰. قوله فی الم تعلم ان مخاطب اشارة الی عدم خصوصية المخاطب فلا یرد خطاب المعصوم اشکالا ۱۲. ۱۱. قوله فی ف اصرار راعی فی هذا اللفظ مذهب من یقول بکون الحدود کفارات فالاصرار عندنا هو عدم التوبة وعنده هو العود مرة اخرى ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) مطلب یہ کہ ترا خوف مقصود نہیں بلکہ اس کا اثر (کہ ترک محاصی ہے) مقصود ہے (۲) ابتداء وسیلہ کی صورت بیان فرمائی ۱۲ بتیان۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ جاہد و تخصیص بعد تقیم ہے ۱۲ (۴) یہ عبارت اس لئے بڑھائی کہ ند یہ دینے کا مقصود یہی ہوگا کہ عذاب سے نجات پائیں پس مقصود نفی تقبل سے نفی نجات ہے ۱۲ (۵) یہ عبارت بڑھا کر عزیز حکیم کی مناسبت اس موقع کے ساتھ ظاہر کر دی نیز عزیز سے اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ ہماری تجویز پر کسی کو مجال اعتراض نہیں اور حکیم فرما کر یہ بتلادیا کہ وہ فی نفسہ قابل اعتراض نہیں ۱۲ بتیان۔ (۶) آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ جب توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاوے گا تو اس کو تلف کردہ مال کے ضمان دینے کی بھی ضرورت شاید نہ ہو حالانکہ وہ حق العبد ہے تقریر ازالہ یہ ہے کہ توبہ سے بیشک گناہ معاف ہو جاوے گا اور اس پر پھر کوئی مطالبہ نہ رہے گا لیکن یہ اس وقت ہوگا جبکہ توبہ بقاعدہ شریعت ہو اور توبہ بقاعدہ شریعت میں ضمان دینا بھی داخل ہے کما صرح بہ فی ۱۲ بتیان۔

**حکایة لطیفہ:** فی الروح واعترض الملحد المعری علی وجوب قطع الید بسرقة القلیل فقال ید بخمس مئین عسجد ودیت ☆ ما بالها قطعت فی ربع دینار ☆ تحکم ما لنا الا السکوت له ☆ وان نعوذ بمولانا من النار ☆ فاجابه ولله دره علم الدین السخاوی بقوله ۷ عز الامانة اغلاها وارخصها ☆ ذل الخيانة فافهم حکمة الباری. قلت عدم سقوط النون فی مئین واشباعها لضرورة الشعر ۱۲.



يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ

اے رسول جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل یقین لائے نہیں

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمْعُونُ لِلْكَذِبِ سَمِعُونُ لِقَوْمِهِمْ آخِرِينَ لَمْ يَأْتُواكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ

اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہ عادی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر سننے ہیں جس قوم کے یہ عادات ہیں۔ کہ وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو جدا کے جدا پرے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں۔

يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ

کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اس کو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا۔ اور جس کا خراب ہونا خدا ہی کو منظور ہو تو اس کے لئے اللہ سے تیرا

شَيْءٌ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ١١

کچھ زور نہیں چل سکتا، یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا، ان لوگوں کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے سزائے عظیم ہے۔

سَمِعُونُ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّحْتِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے حرام کے کھانے والے ہیں۔ تو اگر یہ لوگ آپ کے پاس آویں تو خواہ آپ ان میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو ٹال دیجئے اور اگر آپ ان کو ٹال ہی دیں

يُضْرَبُوا شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ١٢

تو ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچائیں۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے، بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں

تفسیر: تسلیہ نبی ﷺ در معاملات یہود و منافقین و ذم شال:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (الہی قولہ تعالیٰ) عَذَابٌ عَظِيمٌ اے رسول (ﷺ) جو لوگ کفر (کی باتوں) میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں (یعنی آپ کو تکلف رغبت سے ان باتوں کو کرتے ہیں) آپ کو وہ مغموم نہ کریں (یعنی آپ ان کے کفریات سے مغموم و متاسف نہ ہوں) خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے منہ سے تو (جھوٹ موٹ) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل یقین (یعنی ایمان) لائے نہیں (مراد منافقین ہیں جو کہ ایک واقعہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے) یہ (دونوں قسم کے) لوگ (پہلے سے دین کے باب میں اپنے علمائے محرفین سے) غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں (اور ان ہی غلط باتوں کی تائید کی جستجو میں یہاں آکر) آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سننے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ (ایک تو) وہ آپ کے پاس (فریاد تکبر و عداوت سے خود) نہیں آئے (بلکہ دوسروں کو بھیجا دوسرے بھیجا بھی تو طلب حق کے لئے نہیں بلکہ شاید اپنے احکام محرفہ کے موافق کوئی بات مل جاوے کیونکہ پہلے سے) کلام (الہی) کو بعد اس کے کہ وہ (کلام) اپنے (صحیح) موقع پر (قائم) ہوتا ہے (لفظاً یا معنی یا دونوں طرح) بدلتے رہتے ہیں (چنانچہ اسی عادت کے موافق خون بہا اور رحم کے حکم کو بھی اپنے رسم مخرع سے بدل دیا پھر اس احتمال سے کہ شاید شریعت محمدیہ سے کچھ اس رسم کو سہارا لگ جاوے یہاں اپنے جاسوسوں کو بھیجا تیسرے صرف یہی نہیں کہ اپنی رسم محرف کے موافق بات کی

تلاش ہی تک رہتے بلکہ مزید یہ ہے کہ جانے والوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم کو (وہاں جا کر) یہ حکم (محرف) ملے تب تو اس کو قبول کر لینا (یعنی اس کے موافق عمل درآمد کرنے کا اقرار کر لینا) اور اگر تم کو یہ حکم (محرف) نہ ملے تو (اس کے قبول کرنے سے) احتیاط رکھنا (پس اس بھیجنے والی قوم میں جن کی جاسوسی کرنے یہ لوگ آئے ہیں چند خرابیاں ہوئیں اول تکبر و عداوت جو سبب ہے خود حاضر نہ ہونے کا۔ دوسرے طلب حق نہ ہونا بلکہ حق کو محرف کر کے اس کی تائید کی فکر ہونا تیسرے اوروں کو بھی قبول حق سے روکنا یہاں تک آنے والوں کی اور بھیجنے والوں کی الگ الگ مذمت تھی آگے ان سب کی مذمت ہے) اور (اصل یہ ہے کہ) جسکا خراب (اور گمراہ) ہونا خدا ہی کو منظور ہو (گو ظاہر تخلیقی منظوری اس گمراہ کی عزم گمراہی کے بعد ہوتی ہے) تو اس کے لئے اللہ سے (اے عام مخاطب!) تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا (کہ اس گمراہی کو نہ پیدا ہونے دے یہ تو ایک عام قاعدہ ہوا اب یہ سمجھو کہ) یہ لوگ ایسے (ہی) ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا (کفریات) سے پاک کرنا منظور نہیں ہوا (کیونکہ یہ عزم ہی نہیں کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ تطہیر تخلیقی نہیں فرماتے بلکہ ان کے عزم گمراہی کی وجہ سے تخلیقاً ان کا خراب ہی ہونا منظور ہے پس قاعدہ مذکور کے موافق کوئی شخص ان کو ہدایت نہیں کر سکتا مطلب یہ کہ جب یہ خود خراب رہنے کا عزم رکھتے ہیں اور عزم کے بعد اس فعل کی تخلیق عادت الہیہ ہے اور تخلیق الہی کو کوئی روک نہیں سکتا پھر ان کے راہ پر آنے کی توقع کیا کی جاوے اس سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ تسلی ہو سکتی ہے جس سے کلام شروع



بھی ہوا تھا پس آغاز و انجام کلام کا مضمون نسلی سے ہوا آگے ان اعمال کا شرہ فرماتے ہیں کہ ان (سب) لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان (سب) کے لئے سزائے عظیم ہے (یعنی دوزخ چنانچہ منافقین کی یہ رسوائی ہوئی کہ مسلمانوں کو ان کا نفاق معلوم ہو گیا اور سب نظر ذلت سے دیکھتے تھے اور یہود کے قتل و قید و جلا وطنی کا ذکر روایات میں مشہور ہے اور عذابِ آخرت ظاہر ہی ہے) **فہ:** تمہید میں مذکور ہوا ہے کہ آپ نے اس دوسرے واقعہ میں رجم کا حکم دیا چنانچہ اس حکم کے بعد رجم کیا گیا اس میں حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ یہ حکم یعنی کفار کو زنا سے رجم کرنا منسوخ ہے کیونکہ رجم کے لئے احسان اجماعاً شرط ہے اور حدیث میں ہے **مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ** رواہ اسحق ابن راہویہ عن ابن عمر **كَذَا قَالَ الْعَيْنِي** اور یہود کے افعال شرکیہ قرآن میں منقول ہیں پس وہ بھی من اشرك میں داخل ہیں اور اگر مشرک متعارف کے ساتھ من اشرك کو خاص کیا جاوے تب بھی رجم میں مشرک و غیر مشرک سب کفار کا ایک حکم ہونا خواہ رجم یا عدم رجم اجماع مرکب سے ثابت ہے پس بناء علیہ احسان کے لئے اسلام کا شرط ہونا ثابت ہو گیا اور یہ رجم مذکور اس بناء پر ہوا تھا کہ ان کا فیصلہ ان ہی کی مسلمہ شریعت کے موافق کیا گیا یا تو اس وقت آپ اسی طرح فیصلہ کرنے کے مامور ہوں یا اس واقعہ کی خصوصیت ہو کیونکہ بہت سے واقعات اور ان کے احکام میں خصوصیت منقول ہے۔

**ربط:** اوپر مجموعہ قوم کے اوصاف ذمہ کا حاصل دو وصف تھے ایک آنے والوں کا **سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ** جو کہ عوام پر غالب تھا یعنی غلط مسئلے خوشی سے سن لینا اور ایک نہ آنے والوں کا **يُخَوِّفُونَ الْكَلِمَہَ** جو ان کے علماء میں پایا جاتا تھا یعنی غلط مسئلے بتلا دینا اور باقی اوصاف ان ہی دو وصفوں کے تابع تھے اور ان دو وصفوں میں اول وصف تو عوام سے کچھ مستبعد نہیں اس کی علت کی جستجو سامع کو نہیں ہوتی دوسرا وصف البتہ علماء سے ظاہراً مستبعد ہے طبیعت اس کی علت کی جو یاں ہوتی ہے اس لئے آگے وصف اول کا تو بعینہ تاکید کے لئے اعادہ اور تکرار اور وصف ثانی کی علت کی تحقیق فرماتے ہیں جس کا حاصل کمائی کی حرص ہے گو حرام ہو چونکہ اس تحریف سے انکو دنیا داروں سے کچھ وصول ہوتا تھا اسلئے یہ عادت پڑ گئی اور اس اعادہ اور تعلیل پر ایک مضمون کو متفرع فرماتے ہیں۔

تاکید و تعلیل ذم سابق مع تفریع:

**سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّخْتِ** (السی قولہ تعالیٰ) **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ** یہ لوگ (دین کے باب میں) غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں (جیسا پہلے آچکا) بڑے حرام (مال) کے کھانے والے ہیں (اسی حرص نے ان کو احکام میں غلط بیانی کا جس کے عوض کچھ نذرانیہ وغیرہ ملتا ہے خوگر کر دیا جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے) تو اگر یہ لوگ (اپنا کوئی مقدمہ لے کر) آپ کے

پاس (فیصلہ کرانے) آویں تو (آپ مختار ہیں) خواہ آپ ان (کے معاملہ) میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو نال دیجئے اور اگر آپ (کی یہی رائے قرار پاوے کہ آپ) ان کو نال ہی دیں تو (یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید ناخوش ہو کر عداوت نکالیں کیونکہ) ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے نگہبان ہیں) اور اگر (فیصلہ کرنے پر رائے قرار پاوے اور) آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل (یعنی قانون اسلام) کے موافق فیصلہ کیجئے بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں (اور وہ عدل اب منحصر ہو گیا ہے قانون اسلام میں پس وہی لوگ محبوب ہو گئے جو اس قانون کے موافق فیصلہ کریں) **فہ:** ابن حزم کی کتاب ناسخ و منسوخ میں ہے کہ یہ تخییر یعنی فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار ہونا منسوخ ہے ناسخ اس کا رکوع آئندہ میں آتا ہے **أَحْكُمُوا بَيْنَهُمُ الْخ** علامہ بیضاوی نے امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب نقل کیا کہ اگر دو حربی بھی شریعت کے فیصلہ پر رضامند ہوں تو حاکم اسلام کو اس مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ واجب ہے اور اگر ایک یا دونوں فریق ذمی یا مسلمان ہوں تب تو وجوب فیصلہ پر اجماع ہے اور اگر وہ یہودی اس وقت قاعدہ شرعی سے ذمی ہو چکے تھے تو پھر سب علماء اس تخییر کو منسوخ کہیں گے اور تخییر کو بدلات حرف فاء جو اس پر مرتب فرمایا کہ جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے **الْخ** جس سے مراد سماع کذب و اکل تحت مع توابع انکے کہ تحریف و عدم قصد حق وغیرہ اوصاف مذکورہ آیت سابقہ ہیں سو وجہ اس مرتب فرمانے کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان اوصاف و احوال سے یہ معلوم ہوا کہ انکو واقع میں فیصلہ کرانا مقصود نہ ہوگا بلکہ محض امتحان رائے اور آپ کا عندیہ لینا ایسی حالت میں اہل معاملہ غالباً فیصلہ پر عمل نہ کریں گے اور اس سے فیصلہ کنندہ کو بہت کوفت ہوتی ہے پس حاصل یہ ہوا کہ آپ کیوں کوفت اٹھاویں پھر منسوخ ہونے کے وقت غالب ہے کہ اسلام کا تسلط زیادہ ہو گیا ہو کہ فیصلہ کے امضاء پر جبر ہو سکتا تھا اس لئے علت تخییر کی مرقع ہو گئی اور تخییر منسوخ ہو گئی واللہ اعلم۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ الْخ** اس میں اہل طریق

کی اس عادت کی اصل ہے کہ اہل اعراض کی بد حالی کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ **يُخَوِّفُونَ الْخ** روح میں ہے یعنی تو انہیں شریعت کو تمویہات طبیعت سے متغیر کرتے ہیں۔ جیسے کوئی قرآن و حدیث کو اپنی ہوائے نفسانی کے موافق مائل کرے اور صوفیہ محققین کی تاویل اس قبیل سے نہیں کیونکہ وہ ظاہر معنی کے مراد ہونے سے انکار نہیں کرتے کہ وہ کفر صریح ہے بلکہ ظاہر کے مراد ہوتے ہوئے اس میں اور اشارات بھی مانتے ہیں اھ ملخصاً قولہ تعالیٰ **يَقُولُونَ الْخ** اس میں اس شخص کی مذمت ہے جو علماء کی طرف عمل کرنے کے لئے رجوع نہ کرے بلکہ اس امید سے رجوع کرے کہ شاید اس کی غرض کے موافق کوئی بات نکل آوے تو ان کے قول کو بدنامی کی سپر بنا لے قولہ تعالیٰ **وَمَنْ يُؤْخِذِ الْخ** اس میں



دلالت ہے کہ شیخ کی شفقت اور توجہ بدوں فضل و توفیق الہی کے کچھ نفع نہیں دیتی ۱۲ قولہ تعالیٰ سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ الخ اس میں خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت پر دلیل ہے کہ مذمت کو اکثر و اصرار پر مرتب فرمایا سرسری خطا پر مذمت نہیں فرمائی جس سے عادت کوئی خالی نہیں ہوتا اور یہی شان ہوتی ہے مشائخ اہل تربیت کی کہ خفیف امور سے تسامح کرتے ہیں جب تک کہ جرأت اور استخفاف نہ ہو ۱۲۔

**البلاغۃ:** قولہ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعَةٍ فِيهِ مبالغۃ فوق ما فی قولہ عن مواضعہ فانہ يدل صریحا علی ان الکلم قد وضع قبل تحریفہم فی مواضعہ بخلاف قولہ عن مواضعہ فانہ لیس بصریح فی ذلک لانہ یصدق وان لم یکن مرادا علی ما اذا قارب وضعہ فی مواضعہ وان لم یوضع فیہ بعد وهذا التقرير من متفرد اتی وقد قرر غیرہ بتقریرات اخر وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ قولہ سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ اللام للتقویۃ والتاکید کما فی قولہ فعال لما یرید وفی قولہ سماعون لقوم اجلیۃ ای لاجل الانہاء الیہم۔ فی الروح تقدیم حال الاعراض للمسارعة الی بیان انہ لا ضرر فیہ حیث کان مظنة لترب العداوة المقتضیۃ للتصدی للضرر ۱۲۔

**فائدہ:** فیما ذکر فی التمهید من المناظرۃ فی الرجم اورد فی الروح عن ابن اسحق وابن جریر وابن المنذر والبیہقی فی سننہ عن ابی ہریرۃ فی قصۃ اتیانہ علیہ السلام فی بیت المدارس وجمعه علماء ہم ما نصہ قالوا لعید اللہ بن صوریہ هذا اعلم من بقی بالتورۃ فخلا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی انہ قال اللہم نعم اما واللہ یا ابا القاسم انہم لیمرفون انک نبی مرسل ولکنہم یحسدونک اہ قلت ویدل علی ان المناظرۃ قد یكون فی الخلوة انجع وانفع فکن علی ذکر منہ کے تلخظ الی ما هو الانفع والاصح ۱۲۔

**الروایات:** اخرج ابن جریر بسندہ وفیہ فلما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا سلوہ لعلکم تجدون عنہ رخصۃ الحدیث ۱۲ منہ

**اللفات:** السحت من سحتہ اذا استاصلہ لان الحرام یعقب عذاب الاستیصال او لکونہ لا بركة فیہ یهلك ہلاک الاستیصال او لان فی طریق کسبہ عارا فهو یسحت مروۃ الانسان کذا فی الروح ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی الکفر کفر کی باتوں ارج فاندفع بہ ما یتوہم انہم کانوا کافرین من قبل فما معنی مسارعہم فی الکفر وجہ الدفع ظاہر بعد ارادۃ اعمال الکفر بالکفر ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی یسارعون بے تکلف رغبت سے ہکذا فی الروح ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی لا یحزنک مغرم نہیں اشار الی ان المقصود لا تحزن ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی من الذین خواہ ارج اشار الی امرین احدهما کون من للبیان والثانی الی کون قولہ ومن الذین ہادوا معطوفہ علی من الذین قالوا ۱۲۔

۵۔ قولہ فی بافواہم منہ سے کہتے ہیں اشار الی کون الظرف متعلقا لقالوا الا بآمناء لفساد المعنی ۱۲۔ ۶۔ قولہ قبل سماعون للکذب دونوں قسم اشار الی امرین احدهما تقدیر المبتدأ ہم والثانی کون مرجعہ کلا المتعاطفین ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی سماعون لقوم آپ کی ماخذہ قول البیضاوی سماعون منک لکن هذا السماع کسماع الجواسیس کذا فی حاشیۃ البیضاوی واشرت الیہ بقولی ہنا جستجو ۱۲۔ ۸۔ قولہ قبل لم یاتوک جس قوم کے ارج اشار الی ان قولہ لم یاتوک

وقولہ یحرفون وقولہ یقولون کلہا صفات لقوم آخرین واوضحہ بقولہ فیما بعد ایک دوسرے تیسرے ۱۲۔ ۹۔ قولہ فی لم یاتوک تکبر کذا فی حاشیۃ البیضاوی ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ بعد یحرفون خون بہا الی قولہ رسم مخترع اندفع بہ ما اوردہ فی روح المعانی اشکالا علی کون القصۃ الاولی سببا لنزول الآیۃ بقولہ وعلى هذا یكون امر التحریف غیر ظاہر الدخول فی القصۃ اہ وجہ الاندفاع ظاہر فان ترک حکم من الشرع واخذ رسم مخترع مکانہ مستحسنا لذلك لا شک فی کونہ نوعا من التحریف والتغییر فی الشرع ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ فی فخذوہ اقرار کر لیتا لم افسر بالعمل خاصۃ کما صنعہ غیرہ لان ہؤلاء کما یتضح من اسباب المنزول انما جاء والیسمعوا ما یحکم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقصاری امر من حالہ کذلک القبول اللسانی وما کانوا موکلین بانفاذ الامر واتمامہ فلذا فسرت بما لیس ہو مقتضیا للعمل ولا منافیا لہ۔ ۱۲۔ قولہ قبل ومن یرد مذمت اشار الی ان الجمل ہذہ مسوقۃ لذمہم وقال بعضهم للتعلیل بقولہ لا یحزنک ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ فی من یرد اصل اشار الی ان ہذہ کلیۃ لا تختص بمن جرى ذکرہم ثم درج فیہا حالہم الجزئی فتغافر المقصود من الجملتین ۱۲۔ ۱۴۔ قولہ فی فتنۃ گراہ کذا فی القاموس الفتنۃ الضلال ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ ہناک گویہ تخلیقی ارج اشار فیہ وفی ما بعدہ الی تحقیق مسئلۃ الکسب والخلق والی رفع ما یترا ای انہ اذا اراد اللہ تعالیٰ شیئا فما ذا علیہم من التبعة بل ہم معذورون البتۃ ۱۲۔

۱۶۔ قولہ فی لن تملک عام مخاطب فثبت العموم فی انتفاء الملک ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ ہناک نہ پیدا ہونے دے اشارۃ الی ان تقدیر الکلام لن تملک لہ من اللہ شیئا فی دفعہا کذا قال البیضاوی ۱۲۔ ۱۸۔ قولہ فی لم یرد بلکہ ان کے عزم گمراہی ارج اشار الی ان فی الکلام کنایۃ ارید بعدم ارادۃ التطہیر ارادۃ عدم التطہیر دل علیہ قولہ ومن یرد اللہ فتنۃ ۱۲۔ ۱۹۔ قولہ فی لہم فی الدنیا سب اشار الی ان المرجع جمیع من ذکر من الآیین الیہود والمنافقین ومن غیر الآیین ۱۲۔ ۲۰۔ قولہ فی التمهید تاکیدی تعلیل وبہ علم فائدۃ الجملتین ۱۲۔ ۲۱۔ قولہ فی سماعون جیسا پہلے اشار الی کونہ تاکیدا لانہ یكون فیہ اعادۃ ما سبق ۱۲۔ ۲۲۔ قولہ قبل فان جاؤک جب ان لوگوں ارج فی الروح وفی الفاء فصیحۃ اے اذا کان حالہم کما شرح فان جاؤک الخ ۱۲۔

۲۳۔ قولہ فی جاؤک اپنا مقام مولانہ اذا تحاکم البنا مع غیر الحربی یجب الحکم کما فی ف ۱۲۔ ۲۴۔ قولہ فی فلن یضروک یہ اندیشہ ماخذہ الروح ۱۲۔ ۲۵۔ قولہ ہناک مجال نہیں افادۃ تاکید الفعل بمن اتباعا للمحاورۃ ۱۲۔ ۲۶۔ قولہ فی القسط قانون اسلام اندفع بہ ما عسی ان یتوہم انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحتمل ان یحکم بغير القسط وجہ الاندفاع ظاہر فانہ احترز بہ عن الحکم بالشرائع السابقۃ زعما ان المتحاکمین من اہل تلک الشرائع ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اس عبارت کو بڑھا کر یہ بتلادیا کہ سماعون لقوم آخرین کو سماعون للکذب سے کیا تعلق ہے کہ اسکے بعد متصل ذکر کیا گیا یعنی دونوں وصف جدا جدا نہیں ہیں بلکہ باہم متلازم ہیں ۱۲ بیان۔



وَكَيْفَ يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں، اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يُحْكَمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّكَابِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

ہم نے توراۃ نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا، انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق کو حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء و بوجہ اس کے کہ

اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاحْشَوْنَ اللَّهَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۝

ان کو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس کے اقرار ہی ہو گئے تھے سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلہ میں متاعِ قلیل مت لو،

وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْ

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے، سوائے لوگ بالکل کافر ہیں۔ اور ہم نے ان پر اس میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور

الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ

آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کر دے

بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جاوے گا، اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سوائے لوگ بالکل ستم ڈھار ہے ہیں۔

سکتا تھا کہ شاید آپ کا حق پر ہونا ان پر واضح ہو گیا ہو اس لئے آگئے ہوں لیکن جب اس فیصلہ کو نہ مانا تو وہ تعجب پھر تازہ ہو گیا کہ اب تو وہ احتمال بھی نہ رہا پھر کیا بات ہوگی جس کے واسطے یہ فیصلہ لائے ہیں (اور اسی سے ہر عاقل کو اندازہ ہو گیا) کہ یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں (یہاں اعتقاد سے نہیں آئے اپنے مطلب کے واسطے آئے تھے اور جب نہ ماننا عدم اعتقاد کی دلیل ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے حضرت علیؓ کے ساتھ ان کو اعتقاد نہیں اسی طرح اپنی کتاب کے ساتھ بھی پورا اعتقاد نہیں ورنہ اس کو چھوڑ کر کیوں آتے غرض دونوں طرف سے گئے کہ جس سے انکار ہے اس سے بھی اعتقاد نہیں اور جس سے دعویٰ اعتقاد ہے اس سے بھی نہیں) ف: حُكْمُ اللَّهِ کی توضیح میں جو یہ کہا گیا کہ جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ توراۃ محرف نہ ہوئی تھی کیونکہ بنا بران کے زعم کے یہ گفتگو ہے یا یہ کہ ان واقعات خاصہ مذکورہ کے احکام توراۃ میں محفوظ ہوں۔

و ربط: اوپر بہت سی آیتوں میں یہود کی نسبت اور بعض آیتوں میں نصاریٰ کی نسبت ان کا احکام و مواثیق الہیہ کو چھوڑ دینا اور توڑ دینا اور اس کی مذمت مذکور ہے آگے پورے رکوع میں ان احکام الہیہ کا ہر زمانہ میں واجب العمل رہنا اور اس کے ترک کا حرام اور مورد وعید ہونا جن کا ظہور کبھی توراۃ کے واسطے سے ہوا اور کبھی انجیل کے واسطے سے اور اب قرآن مجید کے واسطے سے ہے

تفسیر: ربط: اوپر مذکور ہوا کہ آپ کے پاس ان کا کوئی مسئلہ یا فیصلہ لے کر آنا معرفت حق کی غرض سے نہیں بلکہ کوئی آسان بات اپنے مطلب کے موافق تلاش کرنا مقصود ہے آگے اس پر استدلال ہے صیغہ تعجب سے کہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کا اپنی ایسی کتاب کو جس پر وہ ایمان رکھنے کا اقرار رکھتا ہو چھوڑ کر ایسے شخص کے پاس جس پر ایمان لانے سے اس کو انکار ہو کوئی مسئلہ و فیصلہ لانا نہایت عجیب اور بعید ہے کہ کوئی شخص بے مطلب سچے دل سے ایسا نہیں کر سکتا اس سے وہی بات ثابت ہوگئی کہ تحقیق حق کیلئے نہیں آتے بلکہ اپنا مطلب نکالنے کو پھرتے ہیں جس کا کھلا قرینہ مطلب نہ نکلنے کی صورت میں اس شخص کے فتوے پر عمل نہ کرنا ہے۔

تقریر و تاکید مضمون سابق:

وَكَيْفَ يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ (السی قولہ) وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ اور (تعجب کی بات ہے کہ) وہ (دین کے معاملہ میں) آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ (موجود) ہے جس میں اللہ کا حکم (لکھا) ہے (جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے اول تو یہی بات بعید ہے) پھر (یہ تعجب اس سے اور بچتہ ہو گیا کہ) اس (فیصلہ لانے) کے بعد (جب آپ کا فیصلہ سنتے ہیں تو اس فیصلہ سے بھی) ہٹ جاتے ہیں (یعنی اول تو اس حالت میں فیصلہ لانے ہی سے تعجب ہوتا تھا لیکن اس احتمال سے رفع ہو



بیان فرماتے ہیں جس سے ان ناقصین کی مذمت زیادہ ظاہر ہو و نیز عمل بالتوراة والانجیل سبب ہو جاوے تصدیق رسالت محمدیہ کا جو کہ دونوں کتابوں میں مبشر بہ ہے۔ چنانچہ فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ میں اس کی تصریح بھی ہے اور بعض قرأت و تفاسیر پر وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ میں بھی یہ مضمون ہے و نیز ذکر انجیل میں یہود پر تعریض ہے کہ وہ اس کی تکذیب کرتے تھے اور ذکر قرآن میں یہود و نصاریٰ دونوں پر تعریض ہے کہ دونوں اس کی تکذیب کرتے تھے اور ذکر توراة کے ضمن میں بعض احکام قصاص کے شاید اس لئے فرمادیے ہوں کہ آیت سابقہ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ کا ایک سبب نزول واقعہ قصاص بھی تھا جس کو یہود نے ایک رسم مخترع سے بدل لیا تھا اور گورجم کو بھی بدلاتھا لیکن شاید اس کی تخصیص ذکر میں اس لئے ہو کہ اس کے اخلاص میں عباد پر ظلم ہوتا تھا اور یہ اخلاص فی الرجم سے جو کہ حق اللہ ہے اشد تھا واللہ اعلم۔

ذکر وجوب عمل بتورات در زمان او:

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (السی قولہ) فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ہم نے (موسیٰ علیہ السلام پر) توریت نازل فرمائی تھی جس میں (عقائد صحیحہ کی بھی) ہدایت تھی اور (احکام عملیہ کا بھی) وضوح تھا انبیاء (بنی اسرائیل) جو کہ (باوجود لاکھوں آدمیوں کے مقتدا و مطاع ہونے کے) اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس (توراة) کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور (اسی طرح ان میں کے) اہل اللہ اور علماء بھی (اسی کے موافق کہ وہی اس وقت کی شریعت تھی حکم دیتے تھے) بوجہ اس کے ان (اہل اللہ و علماء) کو اس کتاب اللہ (پر عمل کرنے اور کرانے) کی نگہداشت کا حکم (حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے) دیا گیا تھا اور وہ اس کے (یعنی اس پر عمل کرنے کرانے کے) اقرار ہی ہو گئے تھے (یعنی چونکہ ان کو اس کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اس حکم کو قبول کر لیا تھا اس لئے ہمیشہ اس کے پابند رہے) سو (اے اس زمانہ کے رؤساء و علماء یہود جب ہمیشہ سے تمہارے سب مقتدا توراة کو مانتے آئے ہیں تو) تم بھی (تصدیق رسالت محمدیہ کے باب میں جس کا حکم توریت میں ہے) لوگوں سے (یہ) اندیشہ مت کرو (کہ ہم تصدیق کر لیں گے تو عام لوگوں کی نظر میں ہماری جاہ میں فرق آوے گا) اور (صرف) مجھ سے ڈرو (کہ تصدیق نہ کرنے پر سزا دونگا) اور میرے احکام کے بدلہ میں (دنیا کی) متاع قلیل (جو کہ تم کو اپنے عوام سے وصول ہوتی ہے) مت لو (کہ یہی حب جاہ و حب مال تم کو باعث ہوتی ہیں تصدیق نہ کرنے پر) اور (یاد رکھو کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (بلکہ غیر حکم شرعی کو قصداً حکم شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کر لے) سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں (جیسا اے یہود تم کر

رہے ہو کہ عقائد میں بھی مثل عقیدہ رسالت محمدیہ اور اعمال میں بھی جیسے حکم رجم وغیرہ اپنے مخترعات کو حکم الہی بتلا کر ضلال و اضلال میں مبتلا ہو رہے ہو) ف: کَانُوا عَلَيْكُمْ شُهَدَاءَ کی تفسیر مذکور باعتبار اس کے اُسْتَحْفِظُوا پر معطوف ہونے کے ہے اور اگر یَحْكُمُ پر عطف کیا جاوے تو کَانُوا کی ضمیر کا مرجع سب مذکورین ہوں اور تفسیر بہت سہل ہو جاوے حاصل معنی یہ ہوں کہ اس توراة کے موافق انبیاء و احبار و ربانین بوجہ استحفاظ کے حکم کرتے تھے اور یہ سب حضرات اس حکم یا اس توراة ماول بعنوان الکتاب المذکور فی الآیۃ پر یا اس کتاب مذکور متحد مع التوراة پر اس کے حق اور صدق ہونے کے گواہ اور مصدق تھے یا کَانُوا عَلَيْكُمْ شُهَدَاءَ کو حال اور اُسْتَحْفِظُوا کو عامل کہا جاوے تو کَانُوا الخ کا دخل سبب میں ہونا ضرور نہ ہوگا۔

و ب: آیت اولیٰ کی تمہید میں مذکور ہو چکا اور چونکہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ شرائع سابقہ جب قرآن و حدیث میں بلا تکثیر مذکور ہوں تو وہ ہمارے لئے بھی حجت ہوتا ہے اس لئے یہ مضمون آئندہ ہماری شریعت کا بھی حکم ہے۔ حکایت مسئلہ قصاص از تورات کہ حکم سیزدہم باشد از سورت:

وَكُتِبْنَا عَلَيْكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ اور ہم نے ان (یہود) پر اس (توراة) میں یہ بات فرض کی تھی کہ (اگر کوئی کسی کو ناحق عداوت یا زخمی کرے اور صاحب حق دعویٰ کرے تو) جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور (اسی طرح دوسرے) خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص (اس قصاص یعنی بدلہ لینے کا مستحق ہو کر بھی) اس (قصاص) کو معاف کر دے تو وہ (معاف کرنا) اس (معاف کرنے والے) کیلئے (اس کے گناہوں کا) کفارہ (یعنی گناہوں کے دور ہونے کا سبب) ہو جاوے گا (یعنی معاف کرنا موجب ثواب ہے) اور (چونکہ یہود نے ان احکام کو چھوڑ رکھا تھا اس لئے مکرر وعید سناتے ہیں کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (جس کے معنی اوپر گزرے) سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں (یعنی بہت برا کام کر رہے ہیں) ف: چند مسائل ضروری۔

مسئلہ: قصاص اس قتل یا جرم میں ہے جب ناحق ہو ورنہ بجن قتل کرنا درست ہے اور عداوت ہو کیونکہ خطا میں دیت ہے جس کے مسائل سورہ نساء کے رکوع وما کان للمؤمن میں گزر چکے۔

مسئلہ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ میں آزاد اور غلام اور مسلمان اور کافر اور ذمی اور مرد اور عورت اور کبیر اور صغیر اور شریف اور رذیل اور بادشاہ اور رعیت سب داخل ہیں البتہ خود اپنے مملوک غلام اور اپنی اولاد کے قصاص میں نہ مارا جانا



اجماع وحدیث سے ثابت ہے۔

**مسئلہ:** قطع اعضاء و جراحات میں باہم مرد و عورت میں اسی طرح باہم آزاد اور غلام میں قصاص نہیں البتہ مسلمان اور ذمی کافر میں ان صورتوں میں بھی ہے لیکن درمختار میں آزاد و غلام اور مرد و عورت کے مسئلہ میں ہے کہ ناقص سے کامل کا قصاص لیا جاوے گا۔

**مسئلہ:** خاص زخموں سے مراد وہ ہیں جن میں مساوات کے ساتھ بدلہ لینا ممکن ہو ورنہ حکومت عدل ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے اسی طرح قطع اعضاء میں بھی جیسے آدھا کان کاٹ لیا مثلاً۔

**مسئلہ:** قتل میں ولی مقتول اور باقی صورتوں میں خود مقطوع و مجروح کو معاف کرنے کا حق حاصل ہے۔

**مسئلہ:** اگر ولی مقتول کئی شخص ہوں اور ایک معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو کر بقیہ اولیاء اگر چاہیں ویت لے سکتے ہیں یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

**مسائل السلوۃ:** قولہ تعالیٰ فَمَنْ تَصَدَّقْ الخ حدیث مرفوع میں یہ تفسیر ہے کہ کسی کا دانت توڑ دیا جاوے یا بدن میں زخم کر دیا جاوے اور وہ معاف کر دے تو بقدر اس کے غفو کے اس کی خطائیں غفو کر دی جاتی ہیں سو اس میں ترغیب ہے غفو کی کذا فی الروح اور اس قسم کا غفو اہل اللہ کے اخلاق میں سے ہے ۱۲۔

**اللفات:** قولہ لِلَّذِينَ هَادُوا اللام بمعنی لاجل فلا یرد ان المحکم کما کان لہم کذلک کان علیہم الربانی منسوب الی الرب والالف والنون لمبالغۃ ولذا ترجمتہ باہل اللہ الذین یقال لہم فی عرفنا مشائخ و درویش لانہم یعلمون ایضاً الاحکام الشرعیۃ فان اصلاح الباطن وطرقہا جزء من الشریعۃ وفيہ دلالة علی ان الذی لا یحفظ الشرع لا یكون ربانیا وشیخا ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی الروح قولہ والربانیون الخ توسط المحکوم لہم ای للذین ہادوا بین المتعاطفین ای النبیون والربانیون للایذان بان الاصل فی المحکم بہا وحمل الناس علی ما فیہا ہم النبیون وانما الربانیون والاحبار خلفاء ونواب لہم فی ذلک کما ینبئ عنہ قولہ بما استحفظوا ای من جہۃ النبیین اہ۔ قولہ فمن تصدق فی التعبیر بالتصدق ترغیب فی العفو۔

**التعریبۃ:** فی الروح انت التوراة معاملۃ معہا بعد التعریب معاملۃ الاسماء العربیۃ الموازنۃ لہا کمومات ودوات ۱۲۔

**الفقہ:** اشکل علی بعضہم الآیۃ الدالۃ علی کون من لم یحکم الخ کافر او الحال انہ معصیۃ دون الکفر علی اصول اہل السنۃ لکن الذی فسرت بہ عدم المحکم اتضح وجہ الآیۃ وان دفع الاشکال فان انکار کون الشرع شرعاً ولو باللسان کفر قولہ والمرء یکفر بقول الکفر البتۃ وافاد بقولہ قصدا الی وضع الخطاء والجهل فی غیر ضروریات الدین والقرینۃ علی هذا التفسیر کون علماء اليهود کذلک واما الامر فی قولہ الظالمون والفاسقون فسهل لانہما لیس

نصاً فی الکفر ولو حملتہما علی الکفر فقد علمت توجیہہ ۱۲۔

**النحو:** قولہ قصاص خبر بتقدیر ذات ۱۲۔

**الروایات:** فی الروح عن الضحاک لم یجعل فی التوراة دية فی نفس ولا جرح وانما کان العفو والقصاص وهو الذی یقتضیہ ظاہر الآیۃ آہ قلت ولما قام الدلیل علیہا فی شرعنا خص هذا القدر من الحجیۃ فی الروح اخرج الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الرسول وقرأ الآیۃ فقال هو الرجل یکسر سنہ او یجرح من جسده فیعفو فیحط عنہ من خطایاہ بقدر ما عفا عنہ من جسده ان کان نصف الدیۃ فنصف خطایاہ الی قولہ وان کان الدیۃ کلہا فخطایاہ کلہا اہ قلت هو نص فی ما اخترتہ من التفسیر وقال فی الروح اخرج ابن ابی شیبۃ عن الشعبي وعلیہ اکثر المفسرین اہ قلت ولعل مبنی کونہ کفارة قولہ تعالیٰ ان الحسنات یدھبن السیئات فقط۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی اخرف مرتفع ہوگی فلا یرد ان التخییر مرتب علی ما شرح من حالہم وحالہم باقیۃ کذلک فمع بقاء العلة کیف ارتفع التخییر ویمكن ان یقال ان العلة کان سیما محضاً لا علة حقیقۃ ولا تلازم بینہما وجوداً وعدماً ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی آخر التمهید عمل نہ کرنا ہے دل علیہ ثم یتولون ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی کیف تعجب کی بات اشارۃ الی ان الکلام لیس للتعجب المستحیل علی اللہ تعالیٰ بل لاظهار کون هذا الامر عجیباً وهو الذی یعبر عنہ بالتعجب ۱۲۔ قولہ فی یحکمون دین کے معاملہ فالتحکیم علی هذا التفسیر یعم الاستثناء ۱۲۔ قولہ فی ثم اس سے اور پختہ اشارۃ الی ان ثم للتراخی فی الرتبة وتاکید الاستبعاد ۱۲۔ ۵۔ قولہ قبیل ف پورا اعتقاد اشارۃ الی النفی فی التذیل یعم الايمان بالکتاب وبالرسول و اشار ایضاً الی ان نفی الايمان بالکتاب باعتبار نفی العمل الذی هو ثمرۃ اصلیۃ للعلم ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی فیہا ہدی جس میں الخ اشارۃ الی کون الجملة حالا من التوراة ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی ہدی ونور عقائد و احکام القرینۃ علیہ کون الاصل فی العطف هو التغایر و کون العقائد اہم مستحقاً للتقدیم فافہم ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی النبیون بنی اسرائیل اشار الی ان اللام للعہد والقرینۃ اللفظیۃ علی التخصیص قولہ للذین ہادوا والقرینۃ الشرعیۃ مشہورۃ وعدم الاتیان بالرباط فی ترجمۃ یحکم بہا اشارۃ الی کون الجملة استینافاً ۱۲۔ ۹۔ قولہ فی اسلموا باوجود اشار الی دفع سوال وهو ان الاسلام لو کان من الامور العظام لکنہ مشترک بین احاد المسلمین فما فائدۃ هذا الوصف فی مدح النبیین فاشار الی الفائدة التي تقریرہا ظاہر وکان فیہ تعریضاً بالیہود المتکبرین الجاحدین وقال بعضہم کما انہ قد یقصد بالمدح مدح الموصوف کذلک قد یقصد مدح الوصف فیقال ہنا المقصود تنویہ الاسلام بانہ شئ یتصف بہ هؤلاء الاکابر کما وصف الملائکۃ بالايمان فی آیۃ ۱۰۔ قولہ فی بما استحفظوا بوجہ اس کے اشار الی کون الباء سببیۃ و کون ما مصدریۃ و کون من زائدۃ ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۲۸۱ پر)



وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ

اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں

هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ

ہدایت تھی اور وضوح تھا اور وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے۔ اور انجیل والوں کو چاہئے

بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنا لے ہیں اور ہم نے یہ کتاب آپ کو بھیجی ہے جو خود ہی صدق کیا تھا موصوف ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا

اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی تصدیق کرتی ہیں اور ان کتابوں کی حفاظت جولوگ انہی معاملات میں اپنی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو کچھ کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔

جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَاوِزًا ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي

تم میں سے ہر ایک کے لئے خاص شریعت اور خاص طریقہ تجویز کی تھی، اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا تاکہ جو جو دین تم کو دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان

مَا أَنتُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَأِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا

فرمادیں تو مفید باتوں کی طرف دوڑو، تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جلا دے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے اور تم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب

أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا

کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے، اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بھلا دیں، پھر اگر یہ لوگ عرض کریں تو یہ

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ

یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں پر ان کو سزا دیدیں، اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کیا پھر زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور

أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا ۖ الْقَوْمُ يُوَفُّونَ ۝

فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک۔

تفسیر: ربط: اوپر تورات کا اپنے زمانہ میں حجت ہونا مذکور تھا آگے انجیل کی یہی صفت مذکور ہے جیسا تمہید آیت اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ میں مفصل تقریر اسکی گزر چکی ہے۔  
ذکر وجوب عمل بانجیل در زمان او:  
وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (الی قولہ تعالیٰ) فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اور ہم نے ان (نبیوں) کے پیچھے (جن کا ذکر یحکم بھما النبیون میں آیا ہے) عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو اس حالت میں (پیغمبر بنا کر) بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے (جو کہ لوازم رسالت سے ہے کہ تمام کتب الہیہ کی تصدیق کرے) اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں (توریت ہی کی طرح عقائد صحیحہ کی بھی) ہدایت تھی اور (احکام عملیہ کا بھی)

وضوح تھا اور وہ (انجیل) اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق (بھی) کرتی تھی (کہ یہ لوازم کتاب الہی سے ہے) اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور (ہم نے انجیل دے کر حکم کیا تھا کہ) انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں اور (اے اس زمانہ کے نصاریٰ سن رکھو کہ) جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے (اور اس کے معنی اوپر گزر چکے ہیں) تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں (اور انجیل رسالت محمدیہ کی خبر دے رہی ہے تم اس کے خلاف کیوں چل رہے ہو)  
ربط: اوپر توریت وانجیل کا اپنے اپنے دورہ میں واجب العمل ہونا بیان فرمایا تھا آگے قرآن مجید کا اپنے دورہ میں جو کہ زمان نزول سے قیام قیامت تک ہے واجب



اعمل ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان آیات کے ضمن میں اشارۃً ایک قصہ سے بھی تعرض ہے جس کو ابن اسحق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ چند علماء رؤسائے یہود حضور ﷺ کی خدمت میں آکر ملتقم ہوئے کہ ہماری قوم سے ہمارا کچھ مقدمہ ہے اگر آپ ہمارے موافق فیصلہ فرمادیں تو ہم آپ کا اتباع اختیار کر لیں جس سے بقیہ یہود بھی متبع ہو جاویں گے اور آپ نے صاف انکار کر دیا جس پر آپ کی تصویب کیلئے **وَإِنْ اخْتَلَفْتُمْ فِي شَيْءٍ فَاُولَئِكَ لَمَّا خُصِمُوا** و اخراج نحوہ کما فی الروح ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل۔

**ذکر وجوب عمل بالقرآن علی التابید:**

**وَإِنزِلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ (السی قولہ) وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمِهِ يُؤْمِنُونَ** اور (توراة و انجیل کے بعد) ہم نے یہ کتاب (مسکئی بقرآن) آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق (وراستی) کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں (آپ کی) ہیں (جیسے توراة و انجیل و زبور) ان کی بھی تصدیق کرتی ہے (کہ وہ نازل من اللہ ہیں) اور (چونکہ وہ کتاب مسکئی بقرآن قیامت تک محفوظ و معمول بہ ہے اور اس میں ان کتب سماویہ کی تصدیق موجود ہے اس لئے وہ کتاب) ان کتابوں (کے صادق ہونے کے مضمون) کی (ہمیشہ کے لئے) محافظ ہے (کیونکہ قرآن میں ہمیشہ یہ محفوظ رہے گا کہ وہ کتب نازل من اللہ ہیں جب قرآن ایسی کتاب ہے) تو ان (اہل کتاب) کے باہمی معاملات میں (جب کہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں) اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو کچھ کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی (خلاف شرع) خواہشوں (اور فرمائشوں) پر (آئندہ بھی) عمل نہ کیجئے (جیسا کہ اب تک باوجود ان کی درخواست و التماس کے آپ نے صاف انکار فرمادیا یعنی یہ آپ کی رائے نہایت ہی درست ہے اسی پر ہمیشہ قائم رہئے اور اہل کتاب تم کو اس قرآن کے حق جاننے سے اور اس کے فیصلہ ماننے سے کیوں انکار ہے کیا دین جدید کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے آخر تم میں سے ہر ایک (امت) کیلئے (اس کے قبل) ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی (مثلاً یہود کی شریعت و طریقت توراة تھی اور نصاریٰ کی شریعت و طریقت انجیل تھی پھر اگر امت محمدیہ کیلئے شریعت و طریقت قرآن مقرر کیا گیا جبکہ حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو وجہ انکار کیا) اور اگر اللہ تعالیٰ کو (سب کا ایک ہی طریقہ رکھنا) منظور ہوتا (تو وہ اس پر بھی قدرت رکھتے تھے) تم سب (یہود و نصاریٰ و اہل اسلام) کو (ایک ہی شریعت دے کر) ایک ہی امت میں کر دیتے (اور شرع جدید نہ آتا جس سے تم کو توحش ہوتا ہے) لیکن (اپنی حکمت سے) ایسا نہیں کیا (بلکہ ہر امت کو جدا جدا طریقہ دیا) تاکہ جو جو دین تم کو (ہر زمانہ میں نیا نیا) دیا ہے اس میں تم سب کا

(تمہارے اظہار اطاعت کے لئے) امتحان فرماویں (کیونکہ اکثر طبعی امر ہے کہ نئے طریقہ سے وحشت اور مخالفت کی طرف حرکت ہوتی ہے لیکن جو شخص عقل صحیح و انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کی ظہور حقیقت کے بعد اپنی طبیعت کو موافقت پر مجبور کر دیتا ہے اور یہ ایک امتحان عظیم ہے پس اگر سب کی ایک ہی شریعت ہوتی تو اس شریعت کے ابتداء کے وقت جو لوگ ہوتے ان کا امتحان تو ہو جاتا لیکن دوسرے جو ان کے مقلد اور اس طریق سے مالوف ہوتے ان کا امتحان نہ ہوتا اور اب ہر امت کا امتحان ہو گیا اور امتحان کی ایک یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان کو جس چیز سے روکا جاوے خواہ معمول ہو یا متروک اس پر حرص ہوتی اور یہ امتحان شرائع کے تعدد میں اتوی ہے کہ منسوخ سے روکا جاتا ہے اور شریعت کے اتحاد میں گو معاصی سے روکتے لیکن ان میں حقیقت کا تو شبہ نہیں ہوتا اس لئے امتحان اس درجہ کا نہیں ان دونوں امتحانوں کا مجموعہ ہر امت کے سلف اور خلف سب کو عام ہو گیا جیسا کہ صورت اولیٰ کو صرف سلف سے خصوصیت ہے پس جب شرع جدید میں یہ حکمت ہے (تو تعصب کو چھوڑ کر) مفید باتوں کی طرف (یعنی ان عقائد و اعمال و احکام کی طرف جن پر قرآن مشتمل ہے) دوڑو (یعنی قرآن پر ایمان لا کر اس پر چلو ایک روز) تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم (باوجود وضوح حق کے دنیا میں خواہ مخواہ) اختلاف کیا کرتے تھے (اس لئے اس اختلاف بے جا کو چھوڑ کر حق کو جو کہ اب منحصر ہے قرآن میں قبول کر لو) اور (چونکہ ان اہل کتاب نے ایسی بلند پردازی کی کہ آپ سے درخواست اپنے موافق مقدمہ طے کر دینے کی کرتے ہیں جہاں کہ اس کا احتمال ہی نہیں اس لئے ان کے حوصلے پست کرنے کو اور اس کو سنا کر ہمیشہ ان کے ناامید کر دینے کو) ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان (اہل کتاب) کے باہمی معاملات میں (جب کہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں) اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی (خلاف شرع) خواہشوں (اور فرمائشوں) پر (آئندہ بھی) عمل نہ کیجئے (جیسا اب تک بھی نہیں کیا) اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے (آئندہ بھی مثل سابق) احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچلاویں (یعنی گو اس کا احتمال نہیں لیکن اس کا قصد بھی رہے تو موجب ثواب بھی ہے) پھر (باوجود وضوح قرآن اور اس کے فیصلہ کے حق ہونے کے بھی) اگر یہ لوگ (قرآن سے اور آپ کے فیصلہ سے جو موافق قرآن کے ہوگا) اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس اللہ خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے جرموں پر (دنیا ہی میں) ان کو سزا دیدیں (اور وہ بعض جرم فیصلہ کو نہ ماننا ہے اور حقانیت قرآن کے نہ ماننے کی سزا پوری آخرت میں ملے گی کیونکہ پہلا جرم ذمی ہونے کے خلاف ہے اور دوسرا جرم ایمان کے خلاف ہے حریت کی سزا دنیا ہی



میں ہوتی ہے اور کفر کی سزا آخرت میں چنانچہ یہودی سرکشی اور عہد شکنی جب حد تسامح سے متجاوز ہوئی تو ان کو سزائے قتل اور قید اور اخراج وطن کی دی گئی) اور (اے محمد ﷺ ان کے یہ حالات سن کر آپ کو رنج ضرور ہوگا لیکن آپ زیادہ غم نہ کیجئے کیونکہ) زیادہ آدمی تو (دنیا میں ہمیشہ سے) بے حکم ہی ہوتے (آئے) ہیں یہ لوگ فیصلہ قرآنی سے جو کہ عین عدل ہے اعراض کر کے) پھر کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (جس کو انہوں نے برخلاف شرائع سماویہ کے خود مختار کر لیا تھا جس کا ذکر دو واقعوں کے ضمن میں اس رکوع سے پہلے رکوع آیت **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ** کی تمہید میں گزر چکا ہے۔ حالانکہ وہ سراسر عدل اور دلیل کے خلاف ہے یعنی اہل علم تہو کر علم سے اعراض کرنا اور جہل کا طالب ہونا عجب در عجب ہے) اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہوگا (بلکہ کوئی مساوی بھی نہیں پس خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے کے فیصلہ کا طالب ہونا عین جہل نہیں تو کیا ہے لیکن یہ بات بھی) یقین (وایمان) رکھنے والوں (ہی) کے نزدیک (ہے) کیونکہ اس کا سمجھنا موقوف ہے قوت عقلیہ کی صحت پر اور وہ کفار اس سے بے نصیب ہیں)

**ف:** اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہاں سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر امت کا طریقہ دین جدا ہے اور دوسری آیت سے واحد ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے سورہ شوریٰ میں ہے **ثُمَّ لَكُمْ مِنْ الَّذِينَ الْخَبَرُ** جواب یہ ہے کہ جدا ہونا باعتبار فروغ و اعمال کے ہے اور واحد ہونا باعتبار اصول و عقائد کے۔

**النحو:** مصدق الاول من عیسیٰ او جملة فيه هدى ونور حال من الانجيل وكذا مصدق الثاني حال منه وصرح في الروح بجواز عطف الحال المفرد على الحال الجملة وكذا هدى وموعظة ۱۲۔

**البلاغة:** تخصيص المتقين مع عموم كون الكتاب الالهي موعظة باعتبار الانتفاع ۱۲۔ قوله عما جائك عدی الاتباع بعن لتضمنه معنى العدول ۱۲۔ قوله الكتب ای القرآن لم یسم به كالتوراة والانجيل اشارة الى فخامة شأنه بانه حقیق بانه يفهم من لفظ الكتب لا غیره

**اللفظ:** فی الكبير الشريعة المشرعة التي يشرعها الناس فيشربون منها والمنهاج فهو الطريق الواضح وفيه قال الخليل وابو عبيدة يقال قد يمن الرجل بهيمن اذا كان رقيقا على الشئ وشاهدا عليه حافظاً

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی مصدق فی الموضعين لوازم الخ اشارة الى كون الحال مؤكدة اما فائدتها ههنا فالذي عندي ان اليهود كانوا يكذبون الانجيل وصاحبه عليه السلام فنوه بهذا التاكيد شأنهما وعرض باليهود انكم تكذبون ما يصدق كتابكم واما النصراني فانهم لا يكذبون التوراة فلم يوت ثمه بما اتى به ههنا وهذا هو الفائدة عندي فی تكرير هدى وزيادة موعظة واللہ اعلم ۱۲۔

۲۔ قوله فی فيه هدى توریت کی طرح اشارہ الی ان المراد التماثل بین الكتابین ۱۲۔ ۳۔ قوله فی نوراً احکام عملیہ بناءً علی كون الانجيل شرعاً مستقلاً كما يدل علیه قوله تعالیٰ ولیحکم كما استدل به المفسرون

۴۔ قوله فی ولیحکم ویکر حکم کیا فیہ رعاية لمن قدر قلنا التي شاع تقديرها عند القرينة كما فی قوله والملائكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم ولمن قرأ بلام کے وقدر آتینا ۱۲۔ ۵۔ قوله فی ومن لم یحکم اس زمانہ قرينة تذیل نظیرہ لقوله فلا تخشوا الناس الذي خوطب به اليهود المعاصرون واستحسان التناسب فی النظائر وانما خوطب النصراني به مرة واليهود مرتين كما قدرت قبل من كون الثانية تاکيد الاولی لما ان اليهود كانوا اظلم واطغى فعلی هذا لا یكون الحكم بكونه جزء من الانجيل مقصود ۱۲۔ ۶۔ قوله بالکل افاده ضمیر الفصل تعریفه وتعریف المسند ۱۲۔ ۷۔ قوله فی بالحق موصوف اشار الی كونه حالاً من الكتب ای متلبساً بالحق ۱۲۔ ۸۔ قوله فی مصدقاً اور اوضح بحرف العطف كونه حالاً ثانية ۱۲۔ ۹۔ قوله فی من الكتب کتابین فاللام للجنس ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی هناك نازل فلا یلزم نفی التحریف عنه ولا یلزم جوب العمل به ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی مهیماً چونکہ الخ کذا فی الخازن والكبير وقوله ہمیشہ مأخوذ من عدم اعتبار زمان خاص فی الصفة هنا نعم الازمنة كلها ۱۲۔ ۱۲۔ قوله قبل فاحکم جب اشارة الى كون الفاء فصیحة ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی بینهم ال کتاب لكون الكلام السابق فیهم ۱۲۔ ۱۴۔ قوله هناك پیش ہوں باختیار ہم ان كانوا غیر ذمیین وبلا اختیار ہم فی بعض الامور لو كانوا ذمیین ۱۲۔ ۱۵۔ قوله فی لا تتبع آئندہ الخ فالمقصود تصویب رایہ **ع:** فلا اشكال ۱۲۔

۱۶۔ قوله فی ما انزل اللہ الخ اشارة الى ان فيه وضع المظهر موضع المضمير ۱۲۔ ۱۷۔ قوله فی لكل امت لان عدم كون شرع جدید لكل فرد مشاهد ۱۲۔ ۱۸۔ قوله فی شرعة ومنهاجا شریعت طریقت نقلہ فی الكبير عن المبرد وايضا يساعده اللغة ولما كان اصل الطريقة تدبیر رسوخ الملكات التي تصدر منها الاعمال فلا جرم تختلف التدبیر باختلاف الاعمال فلا یرد ان الاعمال یجرى فیها النسخ الا لاختلاف التي هي الطريقة ثم ان الشريعة والطريقة متحدان ذاتاً مختلفان اعتباراً فعلی هذا یكونان متلازمین نسخاً وبقاء ۱۲۔ ۱۹۔ قوله فی جعلنا تجویز کی تھی اشارة الى كون جعل اخبار يالا انشائياً ۲۰۔ قوله فی لو شاء سب کا الخ اشار الی حذف مفعول شاء وهو الاكثر الشائع فیہ ۱۲۔

۲۱۔ قوله فی جعلکم دلائل اسلام ادخلوا فی الخطاب مع اهل الكتاب تغلیباً ۱۲۔ ۲۲۔ قوله فی لكن ایائیس کیا جعلہ جزء للترجمة لان



یكون بمحض الحذر بل يتوقف على قصده فلذا امر صلى الله عليه وسلم به وأشار بكلمة بهي الى عدم الحصر في الفائدة المذكورة بل فيه قطع لا طماعهم كما ذكر في تنبيه للولاة والعلماء من الامة على وجوب هذا الحذر وفيه نعي على الكفار بانهم فاتنوا ۱۲ . ۱۳ قوله في انما يريد بس داد بس لافادة ما افاده انما ۱۲ . ۱۳ قوله قبل ان كثيرا غم نه كجی صرح بكونه تسليية في الروح ۱۲ . ۱۳ قوله في الجاهلية اهل علم هو كزاد في الكبير ۱۲ . ۱۳ قوله بعد يغون عجب در عجب الاول التولي والثاني البغي وافادا التعجب مع التوبيخ كلمة الاستفهام التي قدر بعدها التولي وذكر صريحا البغي ۱۲ . ۱۳ قوله في من احسن مساوي افاد الاستعمال والمحاورة ۱۲ . ۱۳ قوله في لقوم نزيك فاللام بمعنى عند كذا في الروح وحقيقة ان اللام للبيان كما في هيت لك اي تبين مضمون هذا الاستفهام الانكاري تقوم كذا في الروح وهذا الاستفهام لقوم يوقنون كذا في الكبير ۱۲ .

المقدر كالمفروض ۱۲ . ۱۳ قوله في ليلوكم اظهار اشارة الى التجوز في معنى الابتداء ۱۲ . ۱۳ قوله هناك كيونك هذا من المواهب المختصة والله الحمد ۱۲ . ۱۳ قوله في فاستبقوا بس جب اشارة الى كون الفاء فصيحة ۱۲ . ۱۳ قوله في خيرات مفيد كما في قوله تعالى ذلكم خير لكم عند بارئكم ۱۲ . ۱۳ قوله في وان احكم چونك الى قوله مكرر حكم افاد فيه امورا احدها انه معطوف على انزلنا بتقدير امر ناك ثانيها انه تأكيد ثالثها بيان فائدة التكرير والتاكيد وهي مفهومة من المدارك واعلم انه لما كان معنى الفتنة والعدول المعتبر في عما جاء ك واحد اتمائل الموضوعان مفهومهما بلا زيادة ولا نقصان ۱۲ . ۱۳ قوله في ان يفتنوك يعني اشارة الى كونه بدلا ۱۲ . ۱۳ قوله في عن بعض كسي حكم في يي اشارة بكلمة بهي الى فائدة كلمة بعض وهي المبالغة ۱۲ . ۱۳ قوله بعد يفتنوك موجب ثواب يي اشارة الى فائدة الامر بالحذر لمن لا يحتمل عنه ضده تقريرها ان الثواب لا

(بقية صفحہ ۴۸۰) ۱۱ قوله هناك انبياء عليهم السلام کے ذریعہ اشار الى ان الضمير في استحضروا عائد الى الاقرب من الربانيين والاحبار ۱۲ . ۱۲ قوله في شهداء اقرارى حملة على ما حملة بعض المفسرين كما في البيضاوي وغيره في قوله تعالى في البقرة ثم اقررتم وانتم تشهدون من انه لتأكيد للاقرار فانه يدل على ان الشهادة قد تكون بمعنى الاقرار وهما كما يستعملان للاخبار عن الماضي كذلك تستعملان الالتزام في المستقبل وعلى هذا صار تقرير سببية الاستحفاظ والشهادة اسهل فكان حاصل معناه العهد والالتزام قلت وتعدية بعلى لتضمنه معنى الحفظ والمراقبة ۱۲ . ۱۳ قوله في فلا تخشوا جب يي اشارة الى كون الفاء فصيحة ولو عطف على يحكم كما ذكرته في ف كان الشهادة على معناها المتبادر من الاخبار عن اعتقاده اي التصديق كما في قوله تعالى الست بربكم قالوا بلى شهدنا فافهم ۱۲ . ۱۳ قوله في واخشون صرف دل عليه لا تخشوا الناس ۱۲ . ۱۳ قوله في كتبنا فرض كذا في الروح ۱۲ . ۱۳ قوله بعده اكر كوني الخ هذه الشرائط كلها معلومة بدلائل اخر ۱۲ . ۱۳ قوله في النفس بالنفس بدلة اشارة الى تعلق الجار بمقتضاه ويجوز تعلقه بكائنة ۱۲ . ۱۳ قوله في الجروح خاص فاللام للعهد ۱۲ . ۱۳ قوله في من لم يحكم مكررا اشارة الى انه تأكيد للاولى فعلى هذا لا يكون المقصود كون الجملة في التوراة ۱۲ .

**حاشیہ:** (۱) وكيف يحكمونك پر بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ دین اسلام تو ناسخ ادیان ہے اس کے آنے کے بعد توریت و انجیل وغیرہ سب منسوخ ہو چکی ہیں پس اس بناء پر ان لوگوں نے یہ تحکیم کی یہ تو ان پر لازم ہی تھی یعنی یہ کہ وہ آپ سے فیصلہ کراتے پھر اس پر تعجب کیوں فرمایا گیا لیکن تقریر ربط اور تفسیر سے یہ شبہ بالکل زائل ہو گیا فافہم واشکر المفسر ۱۲ تبیان۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ

اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کریگا بیشک وہ ان ہی میں سے ہوگا،

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا آيَةٌ

یقیناً اللہ تعالیٰ گمراہ نہیں دیتے ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ اسی لئے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ وہ زور دہ کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جاوے،

فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِمِينَ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ

سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرماوے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہونگے۔ اور مسلمان لوگ کہیں گے

آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ أَنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتِ أَعْيَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خُسْرِينَ ۝ يَا أَيُّهَا

اے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے سبالت سے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ان لوگوں کی ساری کارروائیاں غارت گئیں جس سے ناکام رہے۔ اے

الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِيَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى

ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دیگا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور انکو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہونگے وہ مسلمانوں پر تیز ہونگے

الْكُفْرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ

کافروں پر جہاد کرتے ہو گئے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں

عَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝

بڑے علم والے ہیں تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر یہود و نصاریٰ کے قبائح مذکور ہوئے ہیں اور بعض منافقین جو کہ ظاہراً اسلام کے مدعی تھے ان سے بعض وہی مصلحتوں کی بنا پر دوستی رکھتے تھے اس لئے آگے اہل ایمان کو ان کے ساتھ دوستی کرنے سے بطور تفریع مضمون مذکور کے منع فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں کے یہ حالات ہیں تو ان کا مقتضا تو یہی ہے کہ ان سے منافقوں کی طرح ہرگز دوستی مت کرو پھر اہل ایمان کے منع کرنے کے بعد ان منافقین کی مذمت اور ان مصلحتوں کا ابطال اور انجام کار انکا ندامت اٹھانا بطور پیشین گوئی کے مذکور ہے اور قصہ اس دوستی کا یہ ہوا تھا کہ جب غزوہ احد میں اہل اسلام کو ظاہراً شکست ہوئی تو منافقین سخت اندیشہ میں پڑے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی اپنی کہیں پناہ لگائے رکھنا چاہئے کہ وقت پر کام دے کسی نے کہا کہ میں فلا نے یہودی سے امان لیے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر یہودی بن جاؤنگا کسی نے کہا کہ میں فلا نے نصرانی سے پناہ لئے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر نصرانی بن جاؤں گا آخر جہ کما فی الروح ابن جسریر وابن ابی حاتم عن السدی اور نیز جب یہود بنی قریظہ سے مسلمانوں سے محاربہ پر آمادہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی منافق نے ان سے ساز

کر لیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہوا اور حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی مثل عبد اللہ کے اس قوم کے حلیف لیکن انہوں نے صاف طور پر ان سے علاقہ منقطع کر دیا آخر جہ کما فی اللباب ابن اسحق وابن جریر وابن ابی حاتم والبیہقی عن عبادہ اور عبد اللہ بن ابی نے یہ بھی کہا کہ انی رجل اخاف الدوائر یعنی مجھ کو تو حوادث ہر کا اندیشہ ہے میں ان سے علاقہ قطع نہیں کرتا آخر جہ کما فی الروح ابن ابی شیبہ عن عطیة ان واقعات میں یہ آیت آئندہ نازل ہوئی۔

حکم چہارم وہم منع مؤمنین از موالاة کفار و م منافقین بدیں موالاة:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا (الْحَىٰ قَوْلُهُ تَعَالَى) فَأَصْبَحُوا خُسْرِينَ اے ایمان والو تم (منافقوں کی طرح) یہود و نصاریٰ کو (اپنا) دوست مت بنانا وہ (خود ہی) ایک دوسرے کے دوست ہیں (یعنی یہودی یہودی باہم اور نصرانی نصرانی باہم مطلب یہ کہ دوستی ہوتی ہے مناسبت سے سوان میں باہم تو تناسب ہے مگر تم میں اور ان میں کیا مناسبت) اور (جب جملہ مذکورہ) سے معاملہ ہوا کہ دوستی ہوتی ہے تناسب سے تو) جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ (کسی خاص مناسبت کے اعتبار سے) ان ہی میں سے ہوگا (اور گویہ



ان کا ساتھ دینا محض بیکار ہے اور مسلمانوں کے سامنے قلعی کھل گئی ان سے اب بھلا بننا دشوار وہی مثل ہوگئی ازیں سوراں ازاں سومانہ۔

۵: چنانچہ یہ پیشین گوئی صادق ہوئی ان منافقوں کی زیادہ دوستی مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین سے تھی کہ مکہ فتح ہو گیا اور یہود خستہ و خراب ہوئے جس کا ذکر کئی بار آچکا ہے اور قرآن اور واقعات سے تو اکثر اوقات منافقین کا نفاق کھلتا رہتا تھا مگر عموم فتوحات کے بعد تصریحاً و تعیناً معلوم کرا دیا گیا اور یہ جو فرمایا کہ یہ نادم ہونگے اگر کسی کو شبہ ہو کہ ندامت تو توبہ ہے تو اس سے تو ازکا تا تب ہونا لازم آتا ہے اور اسکے بعد متصل ہی انکے جہا اعمال اور خسران کے ذکر سے ان پر ملامت مفہوم ہوتی ہے اور تا تب پر ملامت نہیں ہوتی اس سے لازم آتا ہے کہ وہ تا تب نہیں قرار دیئے گئے جواب یہ ہے کہ ہر ندامت توبہ نہیں بلکہ وہ ندامت جس کے ساتھ معذرت اور اعتراف اپنی خطا کا اور کوشش تلافی و تدارک کی بھی ہو ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا ورنہ دل سے مسلمان ہو جاتے اس لئے شرعاً تا تب نہیں ہوئے۔

۶: اوپر کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے خود دوستی کرنے والوں کے ضرر کا بیان تھا آگے مرتدین کے ذکر سے اس دوستی مذکورہ کا اسلام کو ضرر نہ پہنچنا مبالغہ کے ساتھ مذکور ہے کہ جب ارتداد سے جو کہ بالکل کافر ہی بن جانا ہے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا تو کفار کے ساتھ کسی کے دوستی کرنے سے تو اسلام کا کیا ضرر ہوگا خود دوستی کرنے والے ہی کا ضرر ہے)

عدم تضرر اسلام از مرتدین:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ (الو) یعنی جو لوگ وقت نزول اس آیت کے ایمان والے ہیں جو شخص تم میں سے اپنے (اس) دین سے پھر جاوے تو (اسلام کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اسلامی خدمات انجام دینے کے لئے) اللہ تعالیٰ بہت جلد (ان کی جگہ) ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہونگے وہ مسلمانوں پر۔ تیز ہونگے کافروں پر (کہ ان سے) جہاد کرتے ہونگے اللہ کی راہ میں اور (دین اور جہاد کے مقدمہ میں) وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے (جیسا منافقین کا حال ہے کہ بے دباے جہاد میں جاتے تھے مگر اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کفار جن سے دل میں دوستی ہے ملامت کریں گے یا اتفاق سے جن کے مقابلہ میں جہاد ہے وہی اپنے دوست یا عزیز ہوں تو سب دیکھتے سنتے طعن کریں گے کہ ایسوں کو مارنے گئے تھے) یہ (صفات مذکورہ) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں

امر بہت ہی ظاہر ہے لیکن (یقیناً اللہ تعالیٰ) (اس امر کی) سمجھ (ہی) نہیں دیتے ان لوگوں کو جو (کفار سے دوستی کر کے) اپنا نقصان کر رہے ہیں (یعنی دوستی میں منہمک ہونے کی وجہ سے یہ بات ان کی سمجھ ہی میں نہیں آتی اور چونکہ ایسے لوگ اس امر کو نہیں سمجھتے) اسی لئے (اے دیکھنے والے) تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں (نفاق کا) مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان (کفار) میں گھستے ہیں (اور کوئی ملامت کرے تو حیلہ بازی اور سخن سازی کیلئے یوں) کہتے ہیں کہ (ہمارا ملنا ان کے ساتھ دل سے نہیں بلکہ دل سے تو تمہارے ساتھ ہیں صرف ایک مصلحت سے ان کے ساتھ ملتے ہیں وہ یہ کہ) ہم کو اندیشہ ہے کہ (شاید انقلاب زمانہ سے) ہم پر کوئی حادثہ پڑ جاوے (جیسے قحط ہے تنگی ہے اور یہ یہودی ہمارے سا ہو کار ہیں ان سے قرض ادھار مل جاتا ہے اگر ظاہری میل جول قطع کر دیں گے تو وقت پر ہم کو تکلیف ہوگی ظاہراً فَخَشَنِي أَنْ تُصِيبُنَا ذَلِيلًا کا یہ مطلب لیتے تھے لیکن دل میں اور مطلب لیتے کہ شاید آخر میں مسلمانوں پر کفار کے غالب آجانے سے پھر ہم کو ان کی احتیاج پڑے اس لئے ان سے دوستی رکھنا چاہئے) سو قریب امید (یعنی وعدہ) ہے کہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کی) کامل فتح (کا دن ان کفار کے مقابلہ میں جن سے یہ دوستی کر رہے ہیں) ظہور فرماوے (جس میں مسلمانوں کی کوشش کا بھی دخل ہوگا) یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے (ظہور فرماوے یعنی ان کے نفاق کا علی التعمین بذریعہ وحی کے عام اظہار فرماویں جس میں مسلمانوں کی تدبیر کا اصلاً دخل نہیں مطلب یہ کہ مسلمانوں کی فتح اور ان کی پردہ دردی دونوں امر قریب ہونے والے ہیں) پھر (اس وقت) اپنے (سابق) پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہونگے (کہ ہم کیا سمجھتے تھے کہ کفار غالب آویں گے اور یہ کیا برعکس ہو گیا ایک ندامت تو اپنے خیال کی غلطی پر کہ امر طبعی ہے دوسری ندامت اپنے نفاق پر جس کی بدولت آج رسوا ہوئے مَا اسْتَوْفُوا میں یہ دونوں داخل ہیں اور یہ تیسری ندامت کفار کے ساتھ دوستی کرنے پر کہ رانگاں ہی گئی اور مسلمانوں سے بھی برے بنے چونکہ یہ دوستی مَا اسْتَوْفُوا پر مبنی تھی لہذا ان دو ندامتوں کے ذکر سے یہ تیسری بلا ذکر صریح خود مفہوم ہوگئی) اور (جب اس زمانہ فتح میں ان لوگوں کا نفاق بھی کھل جاویگا تو آپس میں) مسلمان لوگ (تعجب سے) کہیں گے اے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے (ہمارے سامنے) قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم (دل سے) تمہارے ساتھ ہیں (یہ تو کچھ اور ہی ثابت ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ان لوگوں کی ساری کارروائیاں (کہ دونوں فریق سے بھلا رہنا چاہتے تھے سب) غارت گئیں جس سے (دونوں طرف سے) ناکام رہے (کیونکہ کفار تو خود مغلوب ہو گئے



(کہ اگر چاہیں سب کو یہ صفات دے سکتے ہیں لیکن) بڑے علم والے (بھی) ہیں (ان کے علم میں جس کو دینا مصلحت ہوتا ہے اس کو دیتے ہیں)۔  
**ف:** چنانچہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی پیشین گوئی کے موافق مومنین مخلصین کے ہاتھوں عہد صدیقی میں ان کا استیصال فرمادیا بعض نے توبہ کر لی تھی بہر حال اسلام کو کوئی ضعف یا ضرر نہیں پہنچا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ارتداد سے اسلام کو ضرر نہ پہنچنے کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ اس صورت میں جاری نہیں ہوتی جب خدا نخواستہ سب مرتد ہو جاویں تو یہ حکم عام نہ رہا۔ جواب یہ ہے کہ اول تو دوسرے نصوص سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تقدیر ممتنع ہے دوسرے اگر اس سے قطع نظر کی جاوے تو مقصود اصلی اسلام کو حقیقی ضرر نہ پہنچنا ہے اور جو علت مذکور ہے وہ محض اس کا ایک طریق ہے اور حقیقی ضرر نہ پہنچنا دونوں صورتوں میں امر مشترک ہے کیونکہ اسلام کی مثال فن طب کی سی ہے اگر تمام مریض متفق ہو کر دوا چھوڑ دیں تو دوا کا یافن کا طب کیا ضرر ہے دوا اور طب کا جو کمال ہے کہ جو شخص اس کو استعمال کرے اس کو شفا اور نفع ہو یہ کمال اس کا اب بھی باقی ہے اسی طرح اسلام کا کمال فی نفسہ یہ ہے کہ جو اس پر عمل کرے اس کو نجات ہو پس بعض کے یا کل کے چھوڑ دینے سے خود اسی تارک کی نجات میں خلل پڑیگا اسلام کا کیا بگڑا۔

**و ب:** اوپر کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت پھر ذکر مرتدین سے اس کی تاکید ارشاد فرمائی تھی آگے اللہ و رسول و مومنین سے دوستی کا علاقہ رکھنے کا حکم اور اس کی فضیلت و برکت فرماتے ہیں۔  
**امر بولایت اللہ و رسول و مومنین:**

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ (الہی قولہ تعالیٰ) وَهُمْ ذَاكِعُونَ تمہارے دوست تو (جن سے تم کو دوستی رکھنا چاہیے) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان (کے دلوں) میں خشوع ہوتا ہے (یعنی عقائد اخلاق و اعمال بدنی و مالی سب کے جامع ہیں) وَمَنْ يَتَوَلَّ (الہی قولہ) هُمُ الْغَالِبُونَ اور جو شخص (مضمون مذکور) اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو (وہ اللہ کے گروہ میں داخل ہو گیا اور) اللہ کا گروہ بیشک غالب ہے (اور کفار مغلوب ہیں اور غالب کو مغلوب سے سازگاری اور دوستی کی فکر کرنا محض نازیبا ہے)

**ف:** اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو بعض اوقات مسلمانوں کو جو کہ حزب اللہ ہیں کفار سے مغلوب پاتے ہیں جواب یہ ہے کہ مدار اس حکم کا اللہ اور رسول اور مومنین کا بلین کے ساتھ تعلق ولایت کا ہے سو اگر کہیں اسی میں کمی ہو مثلاً اللہ و رسول کی کوئی معصیت سرزد ہوئی یا امام کی مخالفت کی ہو اور اکثر یہی ہوتا ہے وہ

صورت تو مقصود بالحکم ہی نہیں اس لئے اس میں تو شبہ ہی کی گنجائش نہیں اور جہاں یہ بات نہ ہو اس کا جواب احقر کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی بعنوان دیگر یہ لوگ واقع میں ارفع اور کفار واقع میں اذول ہیں گو کسی وقت مثلاً دنیا میں وہ بھی کسی خاص وقت تک ارفعیت کے آثار کسی خاص وجہ سے مثل حکمت ابتلاء وغیرہ کے ظاہر نہ ہوں لیکن ارفعیت باقی ہے اور اس کے آثار دوسرے وقت پر جو کہ ان کے ظہور کا اصلی و مقدر وقت ہے یعنی آخرت میں اور بعد چندے دنیا میں بھی ظاہر ہونگے جیسے کوئی ذلیل رہزن کسی بڑے حاکم افسر کو کہیں سفر کی حالت میں لوٹ مار کرنے لگے مگر وہ اپنی خدا داد عالی و ماغی کی وجہ سے ہرگز اس ذلیل رہزن کی خوشامد نہ کرے گا حتیٰ کہ جب وہ افسر اپنی خاص دار الحکومت میں پہنچے گا اس رہزن کو گرفتار کر کے سزا دیگا پس اُس عارضی غلبہ سے نہ اُس رہزن کو حاکم کہہ سکتے ہیں اور نہ اُس افسر کو محکوم بلکہ اصلی حالت کی اعتبار سے وہ رہزن اس غلبہ میں بھی محکوم ہے اور وہ افسر اُس مغلوبیت میں بھی حاکم ہے اسی معنی کو حضرت ابن عباسؓ نے ایک مختصر اور سلیس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے ان لم ينصروا في الدنيا ينصروا في الآخرة كما في حاشية البيضاوي عن جامع البيان في سورة الصفات قوله تعالى انهم لهم المنصورون۔ اور اس تقریر پر ان آیات میں بھی شبہ نہیں رہا جن میں تصریح ہے غلبہ فی الدنيا کی جیسے إِنْ أَنْصَرُوا سُنَّا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ کیونکہ بالمعنی المذكور دنیا میں ہمیشہ غلبہ حاصل ہے گو اس کا خاص وقت تک ظہور نہ ہو پھر باعتبار مجموع قوم کے تو دنیا میں بھی انجام کار ظہور ہوتا ہے اور ہر فرد کے اعتبار سے آخرت میں ہوگا جیسے کوئی یوں کہے کہ تحصیلدار سفر میں بھی تحصیلدار ہے معزول نہیں گو بعضے آثار خاص یعنی غلبہ بالابدان نمایاں نہ ہوں اسی کی دوسرے عنوان سے علماء نے تعبیر کیا ہے بالحجة والعواقب جیسا تحصیلدار قانونی حجت سے حاکم ہی ہے اور عارضی حالتوں کے بعد وہ آثار اخیر میں ظاہر ہوتے ہیں اور دوسری قومیں چونکہ دلیل سے باطل پر ہیں وہ اس تقریر سے منتفع نہیں ہو سکتے یا یوں کہا جاوے کہ مقصود اس عادت کا بیان کرنا ہے اور عادت میں اکثریت کافی ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى فَسَوْفَ يَخُ اس میں اہل اللہ کے طریق کی تصریح ہے ۱۲۔ قوله تعالى وَيُؤْتُونَ الْخ اس سے یہ امر بھی ماخوذ ہو سکتا ہے کہ اگر عین ذکر میں کسی ایسے شغل کا جہوم و تقاضا ہو کہ اگر اس سے فارغ نہ ہو تو اس کا قلب مشغول رہے تو اس سے جلدی فارغ ہو جانا مستحسن ہے اور اہل طریق کے نزدیک یہ معروف ہے ۱۲۔



**اللغات:** الدائرة في الروح عن القاموس نواب الزمان بملاحظة احاطتها وهي من الصفات الغالبة التي لا يذكر موصوفها كان في الاصل داورة ۱۲.

**النحو:** جهد ايمانهم في البضاوى اغلظها وهو في الاصل مصدر و نصبه على الحال على تقدير واقسموا بالله يجتهدون جهد ايمانهم فحذف الفعل واقيم المصدر مقامه ولذلك ساغ كونها معرفة او على المصدر لانه بمعنى اقساموا ۱۲

**البلاغة:** ترك العطف بين اذلة واعزة للايدان بكون كل من الوصفين مستقلا بالتمدح به ۱۲. قوله لومة لانم التاء للوحدة في الاصل لكنها ليست بمرادة والالفاظ البلاغة لانه يوهم انهم لا يخافون لومة واحدة والحال ان القصد انتفاء خوفهم من مطلق اللوم فعلم ان المراد هو الجنس لكن الاتيان بالتاء للاشارة الى ان جنس اللوم عندهم بمنزلة لومة واحدة والقرينة على هذا التجوز كون المقام للمدح ۱۲. قوله انما وليكم الخ في الروح كانه قيل لا تتخذوا اولئك اولياء لان بعضهم اولياء بعض وليسوا باولياءكم انما وليكم الله الخ وافرد الولي مع تعدده ليفيدان الولاية لله تعالى بالاصاله ولمن بعده بالتبع.

**الكلام:** استدل الشيعة بالآية باعتبار بعض اسباب النزول على الولاية العامة متصلا برسول الله صلى الله عليه وسلم والجواب ظاهر فان الولاية ههنا المحبة بقرينة السياق والسباق لا الولاية بالتصرف ولو سلم فلا دليل على العموم ولو سلم فلا دليل على الاتصال وبسط القول فيه في الروح ۱۲.

**الروايات:** في الروح اخرج الحاكم وابن مردويه وغيرهما عن ابن عباس قال اقبل ابن سلام ونفر من قومه آمنوا بالنبي ﷺ فقالوا يا رسول الله ان قومنا لما رأونا آمنوا ورفضونا وآلوا ان لا يجالسونا الى قوله النبي ﷺ انما وليكم الله وقد سبق عن الباب في تمهيد قوله تعالى اول الركوع يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا الخ قصة عبادة بن الصامت وبرائته من موالة حلفائه الى الله ورسوله ويفهم منها ان هذا مدح له ولا مثاله فافهم ولا يعارض كونها في علي كما في الباب فان اولها في عبادة وامثاله وآخرها في علي.

**اختلاف القراءة:** في البضاوى ويقول الذين بالرفع قراءة عاصم وحزمة والكسائي على انه كلام مبتدأ ويؤيده قراءة ابن كثير نافع ابن عامر مرفوعة بغير واو على انه جواب قائل يقول فما ذا يقول المؤمنون وبالنصب قراءة ابى عمرو ويعقوب عطفًا على ان ياتي باعتبار المعنى وكأنه قال عسى ان ياتي الله بالفتح ويقول الذين آمنوا اه في الحاشية لا باعتبار اللفظ لانه لا ضمير في قوله ويقول الى الله تعالى ۱۲

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في بعضهم يعني يهودى يهودى الخ فلا ينافى الآيات التي يفهم منها التعادى بين الفريقين ولما اريد بالموالة التناسب لا ينافى الآيات الدالة على تعادى اليهود فيما بينهم وكذا النصارى فيهما بينهم وبهذه الارادة اتضح معنى فانه منهم ولا يلزم كفر المسلم وهذا التفسير من المواهب الخاصة وله الحمد ولا فخر ۱۲. ۲. قوله في لا يهدى كجبه فالهداية بمعنى الايصال الى المطلوب ويقول في ما بعد كجبه من نبي آتى اشار الى ان محط الفائدة نفى هدايتهم لا استاد هذا النفي الى الله تعالى فلا مس ههنا المسئلة القدر ۱۲. ۳. قوله في فترى اى لى فالفاء للترتيب على عدم الهداية ۱۲. ۴. قوله هناك اى دكنه والى اشار به الى كون الخطاب لغير معين ۱۲. ۵. قوله في يسارعون كجته اشارة الى تضمين معنى يسارعون الدخول كذا في الروح ۱۲. ۶. قوله في يقولون دل من تبارك ساهم دل عليه قوله فيما سيأتى انهم لمعكم وهو مذكور ايضا في الآيات الاخر كقوله تعالى في النساء الم تكن معكم وقوله تعالى في العنكبوت انا كنا معكم ۱۲. ۷. قوله في توضيح نخشى ظاهرا الى قوله لكن دل من دل عليه مجموع نفاقهم واسرارهم المدلول بقوله على ما اسروا لانهم لو لم يظهروا ذلك لظهر نفاقهم ولو لم يبطنوا هذا لما ندموا ولما وقع عليهم كثير ملامة وهذا جمع كما ذهب اليه صاحب الروح بين تفسير مجاهد وقتادة والسدى بغلبة الكفار وتفسير الكلبي بالجذب ۱۲. ۸. قوله في عسى امير لى وعدة ماخذة الروح حيث قال فان عسى منه عز وجل وعد محتوم لان الكريم اذا اطمع اطعم فما ظنك باكرم الاكرمين ۱۲. ۹. قوله في الخ كامل ليدخل فيه جميع الاقوال في الفتح وتخصيصى باليهود والمشركون لما ان موالاتهم اكثر ما كانت مع هؤلاء ۱۲. ۱۰. قوله هناك كوشش دل عليه مقابلة قوله اوامر من عنده ۱۲. ۱۱. قوله في امر من عنده عام اظهار اورده في الروح عن الحسن والزجاج وفي الكبير ويدل على هذا الظهور تعيينا قوله تعالى في سورة محمد ولو نشاء لاربناكم فلعرفنهم بسماهم ولتعرفنهم في لحن القول فانها مدنية على الراجح كما في الاتقان ونقل في الكمالين عن انس قال ما خفى على رسول الله ﷺ بعد نزول الآية شئ من المنافقين كان يعرفهم بسماهم ۱۲. ۱۲. قوله هناك دونون امر قريب او لمانعة الخلو يدل عليه وقوع كلا الامرين وروايات الفتح شهيرة واورده في الحفاني لوم المسلمين للمنافقين بعد غزوة الاحزاب والله اعلم ماذا سنده ولكن قوله تعالى ام حسب الذين في قلوبهم مرض ان لن يخرج الله اضغانهم كالصريح في وقوع ابراز نفاقهم بعد نزوله ولعل التعبير باد مراعاة لعسى فان كليهما فيه ابهام والنكته في الابهام ان احتمال الفتح او امر من الله كان للامتناع عن افعالهم الشيعة ۱۲. (بقية صفحہ ۲۹۱ پر)



وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ

اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سوا اللہ کا گروہ بلا شک غالب ہے۔ اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے

اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُم مَّوْمِنِينَ ۝

تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنقِبُونَ

اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے آپ کہنے کے لئے اس کتاب تم ہم میں کوئی بات معیوب پاتے ہو

مِمَّا آتَاكُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ ۖ وَأَن أَكْثَرُكُمْ فَسِقُونَ ۝ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَٰلِكُمْ

بجز ان کے کہ ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہم پر پہلے بھی جا چکی ہے اور جو اس کے تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں آپ کہنے کے لئے اس کتاب تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملے میں

مُتَوَبِّعٌ عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْفِرْدَوْسَ وَالْخٰزِرِ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

زیادہ برا ہو وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بند اور سورا بنادے ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو، ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی

وَأَضَلُّ عَنِ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

بہت برے ہیں اور راہِ راست سے بھی بہت دور ہیں۔

کرتے ہیں (اور) یہ (حرکت) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے (ورنہ امر حق کو سمجھتے اور اس کے ساتھ ہنسی نہ کرتے)

ف: یہ اشارہ ہے دو قصوں کی طرف ایک یہ کہ جب اذان ہوتی اور مسلمان نماز شروع کرتے تو یہود کہتے یہ کھڑے ہوئے ہیں خدا کرے کبھی کھڑا ہونا نصیب نہ ہو اور جب ان کو رکوع و سجدہ کرتے دیکھتے تو ہنستے اور تمسخر کرتے اخر جہ البیہقی فی الدلائل من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس دوسرا قصہ یہ کہ مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب اذان میں سنتا اشہد ان محمداً رسول اللہ تو کہتا قد حرق الکاذب یعنی جھوٹا جل جاوے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال سب سو رہے تھے کہ کوئی خادم گھر میں آگ لے کر گیا ایک چنگاری گر پڑی وہ اور اس کا گھر اور گھر والے سب جل گئے اخر جہ ابن جریر وغیرہ عن السدی یہ تو اَلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ کے مصداق تھے اور اَلْکُفَّارُ کے مصداق کا ایک قصہ ہوا تھا کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن الحارث نے منافقانہ اظہار اسلام کیا تھا بعض مسلمان ان سے اختلاط رکھتے تھے اخر جہ ابن اسحاق و جماعۃ عن ابن عباس ان سب واقعات پر یہ آیتیں نازل ہوئیں والروایات کلھا فی الروح۔

و: اوپر کفار اہل کتاب کا اسلامی طریقہ کے ساتھ خاص طور پر استہزاء و تکذیب کرنا مذکور تھا آگے اسلامی طریقہ میں جس پر مومنین قائم تھے اور ان کے مخرع

تفسیر: ربط: اوپر یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت اس علت سے تھی کہ تم میں اور ان میں مناسبت نہیں اور اس کے ضمن میں منافقین اور مرتدین کا ذکر آگیا تھا آگے مضمون مذکور کی ایک خاص علت یعنی استہزاء بالذین جو کہ اس عدم مناسبت کے آثار میں سے ہے اور یہود و نصاریٰ کے مثل دوسرے کفار جیسے مشرکین کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت بھی بیان فرماتے ہیں پس گویا یہ تترہ ہے ماقبل کا۔

تترہ حکم چہار و ہم:

یٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ (السی قولہ تعالیٰ) ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب (آسمانی یعنی توریت و انجیل) مل چکی ہے (مراد یہود و نصاریٰ) جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے (جو علامت ہے تکذیب کی) ان کو اور (اسی طرح) دوسرے کفار کو (بھی جیسے مشرکین وغیرہ) دوست مت بناؤ (کیونکہ اصل علت کفر و تکذیب تو مشترک ہے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو (یعنی ایماندار تو ہو ہی پس جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کو مت کرو) اور (جیسے اصول دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اسی طرح فروع کے ساتھ بھی چنانچہ) جب تم نماز کے لئے (اذان کے ذریعہ سے) اعلام کرتے ہو تو وہ لوگ (تمہاری) اس عبادت کے ساتھ (جس میں اذان اور نماز دونوں آگئیں) ہنسی اور کھیل



طریقہ میں موازنہ کر کے تنبیہ فرمانا مقصود ہے کہ استہزاء و تکذیب کے لائق کونسا طریقہ ہے۔

جواب استہزاء مذکور بہ بیان موازنہ بین الطریقین:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَصْلُهُ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ آپ (ان سے) کہتے کہ اے اہل کتاب تم (دین کے باب میں) ہم میں کوئی بات معیوب پاتے ہو (جس پر ہنسی کرتے ہو) بجز اس کے ہم ایمان لائے ہیں اور اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن) اور اس کتاب پر (بھی) جو (ہم سے) پہلے بھیجی جا چکی ہے (یعنی تمہاری کتاب توریت و انجیل) باوجود اسکے کہ تم میں اکثر لوگ (یعنی کتب مذکورہ پر دائرہ) ایمان سے خارج ہیں (نہ قرآن پر تمہارا ایمان ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ توریت و انجیل پر کیونکہ ان میں خود تصدیق ہی قرآن کی پس قرآن کی تکذیب ان کے اس جزو کی تکذیب ہے اور جزو کی اور کل کی تکذیب برابر ہے مطلب یہ کہ باوجود تمہارے کسی کتاب پر ایمان نہ رکھنے کے ہم جو سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ واقع میں ہماری خوبی اور تمہارا عیب ہے کیا اپنے عیب کو خوبی اور ہماری خوبی کو عیب سمجھتے ہو اور اے محمد ﷺ) آپ (ان سے) کہتے کہ (اگر اس پر بھی ہمارے طریقہ کو برا سمجھتے ہو تو آؤ) کیا میں (موازنہ کے لئے) تم کو ایسا طریقہ بتاؤں جو (ہمارے) اس (طریقہ) سے بھی (جس کو تم برا سمجھ رہے ہو) خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو (اس طریقہ کی بدولت) اللہ تعالیٰ نے (اپنی رحمت سے) دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو ان کو بندر اور سور بنا دیئے ہوں اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو (اب دیکھ لو کہ کون سا طریقہ برا ہے یا وہ طریقہ جس میں غیر اللہ کی عبادت ہو اور اس پر یہ وبال نازل ہوں یا وہ طریقہ جو سراسر توحید اور نبوت انبیاء کی تصدیق ہو یقیناً موازنہ کا نتیجہ یہی ہے کہ) ایسے اشخاص (جن کا طریقہ ابھی مذکور ہوا آخرت میں) مکان کے اعتبار سے بھی (جو ان کو پاداش میں ملے گا) بہت برے ہیں (کیونکہ یہ مکان دوزخ ہے) اور (دنیا میں) براہ راست (توحید و تصدیق رسالت) سے بھی بہت دور ہیں (پس ایسے اشخاص کا طریقہ جو کہ سبب ہے جہنم میں جانے اور دوری از حق کا لامحالہ بہت برا ہوا اور تم بھی اسی طریقہ پر ہو پھر کیا منہ لے کر ہنستے ہو) ف: یہ حالتیں یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی تھیں چنانچہ گوسالہ پرستی کا وقوع یہود میں اور اتخاؤ اخبار و رہبان و مسیح کا وقوع جو کہ شرک بامر شیطانی ہے نصاریٰ میں اور امت موسویہ میں اصحاب سبت کا بندر ہو جانا اور امت عیسویہ میں اہل ماندہ کا کفران ماندہ سے بندر اور خنزیر ہو جانا اور

نقض میثاق و تکذیب نبوت سے ملعون و مغضوب ہونا مشہور آیات و احادیث میں جا بجا مذکور ہے اور یہ جو فرمایا کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں اکثر اس لئے فرمایا کہ بعض بعض ہر زمانہ میں ایمان کے ساتھ متصف رہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى فَإِنْ حِزِبَ اللَّهُ أَكْرَأَسَ غَلِبَ كِي تَفْسِيرُ قَوْلِ قَلْبِ سِ كِي جَاوِے تَوْفِہِم مِّنْ اہل ہو جَاوِے۔ اور اہل اللہ پر خواہ اسباب مغلوبیہ کا ظاہر اکتفا ہی ہجوم ہو مگر بوجہ توکل اور تعلق مع اللہ کے انکو ضعف و استکانت نہیں ہوتا قولہ تعالیٰ لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ الْخِ اَمِیْس اِیْسَے شخص سے علیحدگی رکھنے پر دلالت ہے جو اہل اللہ کے اور ان کے طریق کے ساتھ تسخر کرے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ الْخِ اَمِیْس دلالت ہے کہ جب مصلحت دینیہ ہو تو مخالف کی ذم کو خوب ظاہر کر دے اور یہ صبر و حلم کے منافی نہیں ۱۲

**البلاغۃ:** قوله الَّذِينَ اتَّخَذُوا فِي الرُّوحِ رَتَبَ سَبْحَانَهُ النَّهْيُ عَلَى وَصْفِ يَعْصِيهِمَا وَغَيْرُهُمَا تَعْمِيْمًا لِلْحَكْمِ وَتَسْبِيْحًا عَلَى الْعِلَّةِ وَابْتِذَانًا بَانَ مِنْ هَذَا شَانَهُ جَدِيرٌ بِالْمَعَادَاتِ فَكَيْفَ بِالْمَوَالِقَةِ ۱۲۔ قوله وَاتَّخَذُوا هَا بَيْنَ اسْتِهْزَانِهِمْ بِحَكْمِ خَاصٍ مِنَ الدِّينِ بَعْدَ اسْتِهْزَانِهِمْ بِالْأَلَدِينَ عَلَى الْإِطْلَاقِ اِظْهَارُ الْكَمَالِ شَقَاوَتِهِمْ مِنَ الرُّوحِ ۱۲۔ قوله هَزُوا وَلَعَبًا يَفْهَمُ مِنَ الْكِبَرِ اِنْ اِلِسْتِهْزَاءَ بِاعْتِبَارِ فَعْلِهِمُ الظَّاهِرِي وَاللَّعِبَ بِاعْتِبَارِ اعْتِقَادِهِمُ الْبَاطِنِي حَيْثُ يَعْتَقِدُونَهُ خَالِيًا عَنِ الْفَائِدَةِ ۱۲۔ لَعْلُ التَّرْتِيبِ فِي اَوْصَافِهِمْ مِنَ اللَّعْنِ وَالْغَضَبِ وَمَا بَعْدَهُمَا مِنْ بَابِ التَّرْقِي وَالْتَدْرِجِ لَانِ الْغَضَبَ اَشَدَّ مِنَ اللَّعْنِ وَالْمَسْخَ اَبْلَغُ فِيهِ وَمَوْكِدُهُ وَعِبَادَةُ الطَّاغُوتِ الَّتِي هِيَ شَرْكَ اَشَدَّ مِمَّا قَبْلَهُ الَّذِي يَصْحَحُ تَرْتِيبَهُ اَحْيَانًا عَلَى مَطْلَقِ الْمَعْصِيَةِ وَلَا تَرْتِيبِ فِي كَوْنِ الْاِتِّخَاذِ شَرْكَ اَفْصَحُ كَوْنِ الْفَرِيقَيْنِ عَابِدِينَ لِلطَّاغُوتِ فِي اِشْرَاكِهِمْ ۱۲۔

**اللفاظ:** قوله هَلْ تَنْقِمُونَ هَلْ تَنْكُرُونَ وَتَعْيَبُونَ مَنَا وَهَوَ مِنْ نَقَمٍ مِنْهُ كَذَا اِذَا اَنْكَرَهُ وَكَرِهَهُ مِنْ حَدِّ ضَرْبِ كَذَا فِي الرُّوحِ ۱۲۔

**النحو:** قوله عَبْدُ الطَّاغُوتِ مَعْطُوفٌ عَلَى لَعْنَهُ اَمِے وَمِنْ عَبْدِ الْخِ ۱۲۔ قوله اِلَا اِنْ اَلْمُسْتَنْثٰی مِنْهُ مَحْذُوفٌ اِی شَيْنَا كَمَا فِي الرُّوحِ ۱۲۔

**الروایات:** فی اللباب روی ابو الشیخ وابن حبان عن ابن عباس قال کان رفاعۃ بن زید بن الثابت وسوید بن الحرث قد اظهر الاسلام وناقفا وکان رجل من المسلمین یوادھما فانزل اللہ یایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم الی قولہ بما کانوا یکتُمون وبہ قال اتی النبی ﷺ نفر من یہود فیہم ابو یاسر بن اخطب ونافع ابن ابی نافع وغازی بن عمرو فسالوہ عن یوم من بہ من الرسل قال او من باللہ وما انزل الی ابراہیم واسماعیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من



ربهم لا نفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون فلما ذكر عيسى  
احجدوا نبوته وقالوا لا نؤمن بعيسى ولا بمن آمن به فانزل الله فيهم  
قل يا اهل الكتاب هل تنقمون منا الآية وفي الروح عن الطبرانی  
قالوا لا نعلم ديناً من دينكم فانزل الله تعالى الآية اه قلت وما  
ذكرت من تقرير الربط مبنى على الرواية الاولى الدالة على كون  
هذه الآيات مع السابقة عليها منزلة في وقت واحد ويمكن ان  
تكون القصة الثانية قد وقعت ايضا ثم نزلت الآيات بعد الاسباب  
جميعاً فافهم وبالرواية الثانية اتضح استحسان لفظاً لشرفي قوله  
انكم بشر من ذلك ۱۲.

**اختلاف القراءة:** قرأ الكسائي والكفار بالجر عطفاً على الموصول  
الاخير ففهم ايضا من جملة المستهزئين واما على قراءة النصب فلم  
يصرح بكونهم مستهزئين ههنا كما صرح به في قوله تعالى كفيناك  
المستهزئين وغيره لنكتة وهي ان غير اهل الكتاب لا يستبعد منهم  
الاستهزاء لكن عجيب كل العجب من اهل العلم ۱۲. قرأ حمزة عبد  
بفتح العين وضم الباء وفتح الدال وخفض الطاغوت على ان عبد واحد  
مراد به الجنس والنصب بالعطف على القردة والخنزير ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** اقول في من الذين اوتوا جواباً في لم  
يزد قبله ان في من اشارة الى ان من للتبيين لا للتبعيض لانهم كلهم  
كانوا كذلك كما اشار اليه بقوله جوعلامت ہے تکذیب کی وقولہ کیونکہ  
اصل علت الخ فافهم فلا ساغ لمن يقول ان حرمة التولی مخصوصة  
بالمستهزئين ويجوز مع غيرهم فافهم ۱۲. اقول في الكفار  
مشركين وغيره دخل في الغير المنافقون المذكورون في الرواية الثالثة  
في المتن واستهزائهم صريحاً ومنه اظهار الاسلام وابطان الكفر  
كما نقل عنهم قالوا انا معكم انما نحن مستهزون وبمعنى التكذيب

اظهر من ان يخفى ۱۲. اقول في اتخذوها عبادت اشارة الى ان  
المرجع المناداة والصلوة كلاهما كما يشهد به الروايات المذكورة  
في المتن ووعدة الضمير بتاويل العبادت ۱۲. اقول في التمهيد  
خاص طور پر لان مطلق الاستهزاء والتكذيب كان عاماً لجميع  
الكفار ۱۲. اقول في تنقمون دين کے باب میں لان الكلام فيه ولم  
يقصد الى تزكية انفسهم مطلقاً ۱۲. اقول في وان اكثركم باجور  
اس کے اختار من وجوه التركيب فيه ما في الروح قيل هو مبتدأ خبر  
محذوف والجملة حالية اخترته لسهولة المعنى عليه ولتايدده بقراءة  
نعيم بن مسرہ وان اكثركم بكسر الهمزة ۱۲. اقول في شر من  
ذلك جس کو تم برا سمجھ رہے ہو اخذته مما في الروح والاشارة الى الدين  
المنقوم لهم واعتبرت الشرية بالنسبة اليه مع انه خير محض منزہ  
عن شائبة الشرية بالكلية مجازاً معهم على زعمهم الباطل ۱۲.  
اقول في من لعنه ان اشخاص کا طریقہ لما في الروح اي دين من  
لعنه ۱۲. اقول في شر مكانا بہت برے ہیں بہت دور ہیں اشارة الى  
توجيه آخر في شر هو ان المقصود من صيغتي التفضيل الزيادة  
مطلقاً من غير نظر الى مشاركة غير في ذلك وتفسير المكان  
بجهنم من الروح ۱۲. اقول في توضيح اولئك اي اشخاص کا  
طریقہ زادہ لان المقام لبيان شرية الطريق لا اهل الطريق لكنه اتا  
بطريق البرهان والاستدلال من الملزوم على اللازم ماخذہ الروح  
حيث قال فاذا كانوا اضل كان دينهم ضلالاً مبيناً لا غاية ورائه ۱۲.  
اقول في ف بامر شیطانی فالعبادة كما في الروح مجاز عن الاطاعة ۱۲.  
**حاشیہ:** (۱) قوله اظهر خبر لقوله استهزائهم ۱۲. (۲) في اهل  
ماندہ کا رواہ الترمذی ۱۲.

(بقية صفحہ ۳۸۸) ۱۳. قوله في توضيح ندمين چونکہ یہ دوئی الخ اشارة الى نكتة تخصيص الندامة على ما اسروا والمقام مقتض ايضاً لذكر  
الندامة على ما اظهروا من الموالاة ۱۲. ۱۴. قوله في جهد مبالغه ۱۲. ۱۵. قوله قبل حبطت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہو احد  
القولین المفسرین والآخر انه تتم لقول المؤمنین لكن ما اخترته هو اظهر ۱۲. ۱۶. قوله في فاصبحوا جس سے اشارة الى كون القاء للترتيب ۱۲.  
۱۷. قوله في امنوا. وقت نزول فلا يتوهم التنافي بين الايمان والارتداد ۱۲. ۱۸. قوله في ياتي ان کی جگہ اشارة الى العائد في الخبر الى  
المبتدأ ۱۲. ۱۹. قوله في اذلة مبريان اشارة الى ان تعدية اذلة بعلى لتضمنه معنى العطف والحنو ۱۲. ۲۰. قوله في لا يخافون جيساً منافقين  
اشارة الى ان في الكلام تعريضاً بالمنافقين المذكورين سابقاً ۱۲. ۲۱. قوله في ف دوسرے نصوص كقوله تعالى ليظهره على الدين كله وقوله  
عليه السلام لا يزال طائفة من امتي الحديث ۱۲. ۲۲. قوله في وليكم جنس تم كودوي اشارة الى الولي معناه من يجب لوليه والفظ اخبار ومعناه  
انشاء قرينته من يتول الله ۱۲. ۲۳. قوله في وهم راكعون اس حالت سے الى خشوع اشار الى امرين احدهما كونه حالاً من الجملتين  
والثاني كون الركوع بمعنى الخشوع كما في قول الشاعر لا تهين الفقير علك ان تركع يوماً الدهر قد رفعه ويدخل فيه الركوع الشرعي  
دخولاً اولياً فلا تنافي بين التفسير وبعض اسباب النزول ۱۲.



وَلَا إِجْرَاءَ لَكُمْ قَالُوا أَمْكَا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝ وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ

اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر آئے تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں جس کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں اور آپ ان میں بہت ادنیٰ ایسے دیکھتے ہیں

يُسَارِعُونَ فِي الْأَثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ الشَّحْتِ لِبَيْسٍ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنِ

جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں۔ واقعی ان کے یہ کام برے ہیں۔ ان کو مشائخ اور علماء

قَوْلِهِمُ الْأَثْمَ وَأَكْلِهِمُ الشَّحْتِ لِبَيْسٍ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلِعُنُوا

گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے، واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔ اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے۔ ان ہی کے ہاتھ بند ہیں ورنہ اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے

بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوتَةٌ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا

دور کر دیئے گئے بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی

وَكُفْرًا وَالْقِيَانَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ

اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے اور ہم نے ان میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں

فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے۔

کام برے ہیں (یہ تو عوام کا حال تھا آگے خواص کا حال ہے کہ) ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے (یعنی جھوٹ بولنے سے) اور حرام مال کھانے سے (باوجود علم مسئلہ و اطلاع واقعہ کے) کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے۔

ربط: آگے بھی مثل سابق کے یہود کے بعض حالات خاص مذکور ہیں جس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ بعض یہود نے یعنی نباش بن قیس اور فحاص رئیس یہود قنیقاع نے حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ الفاظ بخل وغیرہ کے کہے اس پر اگلی آیت نازل ہوئی کذا فی الباب بروایۃ الطبرانی عن ابن عباس و بروایۃ ابی الشیخ عنہ اور جبہ اس گستاخی کی یہ ہوئی تھی کہ پہلے یہود پر رزق کی فراغت تھی جب حضور ﷺ تشریف لائے اور وہ آپ کیساتھ عداوت و مخالفت سے پیش آئے تو رزق کی تنگی ہو گئی اس پر یہودہ باتیں کہنے لگے اور دہ فی المعالم عن ابن عباس و عکرمۃ و الضحاک و قتادہ اور معالم میں وہ قول ان ہی الفاظ سے نقل کیا ہے یَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ اور ہر چند کہ کہنے والے دو ہی شخص تھے لیکن چونکہ اور یہود بھی اس سے مانع نہیں ہوئے بلکہ راضی رہے اس لئے اوروں کو بھی اس نسبت میں شریک فرمایا گیا۔

نقل قول یہود و یح شان:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ

تفسیر: ربط: جن سے دوستی کرنے کی اوپر ممانعت فرمائی ان میں بعض منافق تھے جو اوپر بھی لفظ الکفار میں یا عموم لفظ یہود میں داخل ہو کر مذکور ہیں آگے ان کی ایک خاص حالت بیان فرماتے ہیں۔ بعض حال منافقین:

وَلَا إِجْرَاءَ لَكُمْ قَالُوا أَمْكَا (الی قولہ تعالیٰ) بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ اور جب یہ (منافق) لوگ تم لوگوں کے پاس (یعنی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جہاں مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے) آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ (بالکل جھوٹے ہیں کیونکہ وہ) کفر ہی کو لیکر (مجلس میں) آئے تھے اور (اسی طرح) کفر ہی کو لیکر (باہر) چلے گئے... اور اللہ تعالیٰ (ان مکاروں کے کذب و نفاق پر خوب سزا دیئے کیونکہ وہ) تو خوب جانتے ہیں جس (عقیدہ) کو یہ (اپنے دل میں) پوشیدہ رکھتے ہیں (کہ وہ عقیدہ کفر ہے)

ربط: یہود کے کچھ حالات اوپر دوسرے فرق کفار کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں کچھ حالات آگے بیان فرماتے ہیں۔

بعض حالات یہود:

وَتَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْأَثْمِ (الی قولہ تعالیٰ) لِبَيْسٍ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ اور آپ ان (یہودیوں) میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ (یعنی جھوٹ) اور ظلم اور حرام (مال) کھانے پر گرتے ہیں واقعی ان کے یہ



بھی کفر ہے اسی لئے لُعِنُوا کی علت یہاں اَلْوَاہ فرمائی گئی بما اعتقدوا نہیں فرمایا اور یہود کا بخل جو اس جگہ مذکور ہے سو یہ بخل تمام عالم میں مشہور ہے اور کثیر اس لئے فرمایا کہ بعض ان مضامین کو سن کر ڈر جاتے اور ایمان لے آتے تھے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَتُرَىٰ كَثِيرًا اَلْخِ اثم ایک رذیلہ ہے جو قوتِ تطقیہ سے پیدا ہوتا ہے اور عدوان ایک رذیلہ ہے جو قوتِ غضبیہ سے ناشی ہے اور اکلِ حمت ایک ازیلہ ہے جو قوتِ شہویہ پر مرتب ہوتا ہے (تو اس میں دلالت ہے کہ افعال کے مصادر ملکات ہیں) قولہ تعالیٰ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الْخِ روح میں ہے کہ جو فعل محض قصد سے صادر ہو وہ عمل ہے اور جو مزاولت و اعتیاد سے صادر ہو وہ صنع ہے تو صنع میں زیادتی ہے عمل سے بس اس میں تنبیہ ہے کہ جو شیخ اور مقتدا باوجود امید اثر کے منع نہ کرے وہ زیادہ بد حال ہے اصل مرتکب سے کیونکہ مرتکب کیلئے داعی شہوت عارضی ہے اور اس شیخ کیلئے حب دنیا ہے جو ملکہ ہو گئی ہے اور حب دنیا شہوت سے اقبح ہے ۱۲۔

**اللفظ:** فی الروح عن البحر ان هذا التخصيص المدلول بلو لا يتضمن التوبيخ ۱۲۔

**البلاغہ:** تخصیص هذه الاعمال بالذكر لكون الكذب معصية لسنانية والظلم جارحية والاكل مالیه فشمّل الاقسام کلها ثم عدم ذکر الظلم فی الآیة الثانية لعل النکته فیہ ان الظلم لتوقفه علی اسباب كثيرة اقل ما يقع بخلاف اخويه فلما لم ينهوا عما يكثر وقوعه فلما الذى يقل وقوعه كيف يتوقع منهم ان ينهوا عنه وهذا ايضا من المواهب ۱۲۔ فی الروح قوله يتفق كيف يشاء ترك سبحانه ذكر ما ينفقه لقصد التعميم ۱۲۔

**النحو:** فی الروح فساداً اما مفعول له اوفى موضع المصدر او حال من ضمير يسعون ای يسعون للفساد او سعی فساد او مفسدين ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی الکفر لے کر اشارہ الی ان الباء للملابسة كما فی الروح ۱۲۔ ۲۔ قوله فی دخلوا مجلس لما فی الروح نزلت كما قال السدی وقتادة فی ناس من اليهود كانوا يدخلون علی رسول الله ﷺ فيظهرون له الرضا والایمان بما جاء به نفاقا فالخطاب له علیه الصلوة والسلام مع من عنده من اصحابه رضی الله تعالی عنهم ۱۲۔ ۳۔ قوله فی خرجوا اسی طرح قلت وهو محط الفائدة ای لم ينفعوا بحضورهم ولم يؤثر فيهم ما سمعوا منك ۱۲۔

۴۔ قوله فی يسارعون ایسے اشارہ الی كونه صفة لكثير او ترى بصرية ۱۲۔ ۵۔ قوله فی الاثم یعنی جھوٹ القرینة علیہ ما سیاتی من قولهم الاثم كذا فی الجلالین والکمالین ۱۲۔ ۶۔ قوله فی يعملون کام وفی يصنعون عادت ماخذہ ما فی الروح من ان الصنع بلغ من العمل لانه رسوخ فیہ فلذا ترجمت الصنع بالعادة التی هی موضوعة للتكرار المستلزم الرسوخ غالباً وانما كان عدم النهی اشد من العمل لا باعتبار ذاته بل لان المعصية من الخواص ابعد واعجب خافهم فانه من المواهب ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۴۹۶ پر)

اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے (یعنی نعوذ باللہ بخل کرنے لگا ہے درحقیقت) ان ہی کے ہاتھ بند ہیں (یعنی واقع میں خود عیب بخل نہیں مبتلا ہیں اور خدا پر عیب دھرتے ہیں) اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت (الہی) سے دور کر دیئے گئے (جس کا اثر دنیا میں ذلت اور قید اور قتل وغیرہ ہے اور آخرت میں عذاب جہنم اور حاشا وکلا کہ خدا تعالیٰ میں اس کا احتمال بھی ہو) بلکہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں (یعنی بڑے جواد و کریم ہیں لیکن چونکہ حکیم بھی ہیں اس لئے) جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں (پس یہود پر جو تنگی ہوئی اس کی علت حکمت ہے کہ ان کے کفر کا وبال ان کو چکھانا اور دکھانا ہے نہ یہ کہ بخل اس کی علت ہو) اور (یہود کے کفر اور سرکشی کی یہ حالت ہے کہ ان کو یہ توفیق نہ ہوگی کہ مثلاً اپنے قول کا بطلان بدلیل سن لیا تو اس سے توبہ کر لیں نہیں بلکہ) جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے (اس طرح سے کہ وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں تو کچھ تو پہلا طغیان اور کفر تھا پھر اور بڑھ گیا) اور (ان کے کفر سے جو ان پر لعنت یعنی رحمت سے دوری واقع کی گئی ہے اس کے آثار دنیویہ میں سے ایک یہ ہے کہ) ہم نے ان میں باہم (دین کے باب میں) قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا چنانچہ ان میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقہ دوسرے کا دشمن چنانچہ باہم عداوت و بغض کی وجہ سے جب کبھی (مسلمانوں کے ساتھ) لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں (یعنی لڑنے کا ارادہ کرتے ہیں) حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں (اور بجھا دیتے ہیں یعنی مرعوب ہو جاتے ہیں یا لڑ کر مغلوب ہو جاتے ہیں یا آپس کے اختلافات کی وجہ سے اتفاق کی نوبت نہیں آتی) اور (جب لڑائی سے رہ جاتے ہیں تو اپنی عداوت دوسری طرح نکالتے ہیں کہ) ملک میں (خفیہ) فساد کرتے پھرتے ہیں (جیسے نومسلموں کو بہکانا لگائی بجھائی کرنا عوام کو تو ریت کے محرف مضامین سنا کر اسلام سے روکنا) اور اللہ تعالیٰ (چونکہ) فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے (یعنی مبغوض رکھتے ہیں اس لئے اس فساد کی ان کو خوب سزا ہوگی خواہ دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور) **ف:** کفر و طغیان کے جو آثار دنیویہ اس مقام پر بطور واقعات کے مذکور ہیں کہ دنیا میں ذلیل اور خوار اور قتل و قید ہوئے اور ان میں مختلف فرقے ہو گئے اور لڑائی میں ناکام رہے آیت میں نہ ان کے لزوم کا دعویٰ ہے نہ ان کے خصوص کا پس یہ اعراض عامہ مفارقة ہیں پس اگر یہ آثار کبھی مرتب نہ ہوں یا غیر کفار میں بھی پائے جاویں تو کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔ غرض ان اعمال اور آثار میں سبب مسبب کا علاقہ ہے علت و معلول کا نہیں اور یہود کا یہ قول گو اعتقاد سے نہ ہو جیسا ان کا اہل علم ہونا بظاہر اسی کو مقتضی ہے لیکن کلمہ کفر پھر



وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا عَنْهُمْ سَيِّئَاتٍ ۖ وَأَلَدَّ خَلْنَهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام برائیاں معاف کر دیتے اور ضرور ان کو چین کے باغوں میں داخل کرتے۔ اور اگر یہ لوگ

التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ

توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے ان میں ایک جماعت راہ راست پر

مُقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءٌ مَا يَعْمَلُونَ ۖ يَأْتِيهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

چلنے والی ہے۔ اور زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں۔ اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو

فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۖ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۖ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى

آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافروں کو راہ نہ دیں گے۔ آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں

شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيُزِيدَنَّا كَثِيرًا مُنْتَهَاهُمْ ۖ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے اور ضرور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے

طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۖ

وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے تو آپ ان کافروں پر غم نہ کیا کیجئے۔

**تفسیر: ربط:** اوپر بعض آیات میں یہود کی اور بعض میں نصاریٰ کی اور بعض میں دونوں کی تصحیح اور ان کے احوال و اقوال کفریہ مذکور ہیں آگے فریقین کو ایمان کے برکات اخرویہ و دنیویہ سنا کر ایمان کی ترغیب دیتے ہیں اور برکات اخرویہ کے ضمن میں ایمان لانے پر ان سب جنایات و کفریات کے عفو کا باوجود ان کی غایت قباح و شناعیت کے وعدہ اور برکات دنیویہ کے ضمن میں ان پر تنگی رزق کے جس سے یَسُدُّ اللَّهُ مَغْلُوبَهُ کہنے کی نوبت آئی سب پر تنبیہ کہ وہ ترک احکام الہی ہے نیز ارشاد ہے۔

ترغیب ایمان اہل کتاب راہ ذکر برکات او در دارین:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءٌ مَا يَعْمَلُونَ اور اگر یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ جن امور حقہ کے منکر ہیں جیسے رسالت محمدیہ و حقیقت قرآن ان سب پر) ایمان لے آتے اور (رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے جن امور کا کفر و معصیت ہوتا بتلایا گیا ہے ان سب سے) تقویٰ (یعنی پرہیز) اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام (گزشتہ) برائیاں (کفر اور شرک اور معاصی جن میں سب اقوال و احوال آگئے) معاف کر دیتے اور (معاف کر کے) ضرور ان کو چین (اور آرام) کے باغوں میں (یعنی بہشت میں) داخل کرتے (یہ تو برکات اخرویہ ہوئیں) اور اگر یہ لوگ (ایمان اور تقویٰ مذکور اختیار کرتے جس کو بعنوان دیگر یوں کہا جاتا ہے کہ) توریت کی

اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے (اب) ان کے پاس (بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے) بھیجی گئی (یعنی قرآن) اس کی پوری پابندی کرتے (یعنی ان میں جس جس بات پر عمل کرنے کو لکھا ہے سب پر پورا عمل کرتے) انہیں تصدیق رسالت بھی آگئی اور اس سے احکام محرف و منسوخہ نکل گئے کیونکہ ان کتب کا مجموعہ ان پر عمل کرنے کو نہیں بتلاتا بلکہ منع کرتا ہے (تو یہ لوگ (بوجہ اس کے کہ) اوپر سے (یعنی آسمان سے پانی برستا) اور نیچے سے (یعنی زمین سے پیداوار ہوتی) خوب فراغت سے کھاتے (برتتے یہ ایمان کی برکات دنیویہ کا ذکر ہوا لیکن یہ کفر پر مصر رہے اس لئے تنگی میں پکڑے گئے جس پر بعض نے حق تعالیٰ کی شان میں بخل کی نسبت کر کے گستاخی کی مگر پھر بھی سب یہود و نصاریٰ برابر نہیں چنانچہ) ان (ہی) میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی (بھی) ہے (جیسے یہود میں حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ہمراہی اور نصاریٰ میں حضرت نجاشی اور ان کے ہمراہی لیکن ایسے قلیل ہی ہیں) اور (باقی) زیادہ ان میں ایسے ہی ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں (کیونکہ کفر و عناد سے بدتر کیا کردار ہوگا)

**ف:** یہاں بھی مثل آیت سابقہ کے دنیوی برکات بصورت واقعہ بیان کئے گئے ہیں جس کے عموم اشخاص و احوال پر اسی طرح اختصاص بایمان و اعمال پر کوئی دلیل نہیں پس اگر کوئی مسلم تنگی میں ہو یا کوئی کافر وسعت میں ہو کوئی



نا کافی ہونا اور نجات کا اسلام پر موقوف ہونا اور اس کے بعد بھی ان کے اصرار علی الکفر پر رسول اللہ ﷺ کے لئے تسلی کا مضمون ارشاد فرماتے ہیں اور درمیان میں ایک خاص مناسبت و ضرورت سے تبلیغ کا مضمون آگیا تھا۔

نامقبول بودن طریقہ موجودہ اہل کتاب و تسلیہ رسول اللہ ﷺ:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ (الْحٰی قَوْلُهُ تَعَالٰی) فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝۱۰  
آپ (ان یہود و نصاریٰ سے) کہئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں (کیونکہ غیر مقبول راہ پر ہونا مثل بے راہی کے ہے) جب تک کہ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب (اب) تمہارے پاس (بواسطہ رسول اللہ ﷺ کے) تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن) اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے (جس کے معنی اور ترغیب اور برکات اور پر مذکور ہوئے ہیں) اور (اے محمد ﷺ) چونکہ ان میں اکثر لوگ تعصب نامحمود میں مبتلا ہیں اس لئے (یہ) ضرور (ہے کہ) جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے (اور اس سے ممکن ہے کہ آپ کو رنج و غم ہو لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ متعصب ہیں) تو آپ ان کافر لوگوں (کی اس حالت) پر غم نہ کیا کیجئے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ اس سے معلوم ہوا کہ بدوں اتباع شریعت کے کوئی کمال معتبر نہیں ۱۲ قوله تعالى فَلَا تَأْسَ الخ اس میں دلالت ہے کہ اعراض کرنے والے پر زیادہ قلق نہ کرے جیسا بعض مبغضین فی الشفقتہ کرتے ہیں۔ ۱۲۔ قوله تعالى كُلَّمَا جَاءَهُمْ الخ اس پر دال ہے کہ تمام کبار کی اصل اتباع ہوئی ہے اس لئے صوفیہ اس کے استیصال میں سخت کوشش کرتے ہیں ۱۲ قوله تعالى وَحَسِبُوْا اَنْ لَا يَكُوْنَ الخ اس میں دلالت ہے کہ اصرار علی المعاصی سے استعداد بالکل مضحل ہو جاتی ہے اس کی بطلان استعداد کہہ دیتے ہیں ۱۲۔

**البلاغۃ:** قوله لكفرنا ولا دخلنا تكرير اللام لتأكيد الوعد وفيه تنبيه على كمال عظم ذنوبهم وكثرة معاصيهم وان الاسلام يجب ما قبله وان جل وجاوز الحد ۱۲۔ قوله جنت النعيم في الاضافة تنبيه على ما يستحقونه من العذاب لو لم يؤمنوا ويتقوا ۱۲۔ قوله انزل اليهم والتعبير بذلك العنوان وتقديم اليهم على من ربهم للايدان بوجوب اقامته عليهم لهزوله اليهم وللتصريح ببطلان ما كانوا يدعون من عدم نزوله الي بني اسرائيل ومعنى انزال الكتاب الي احد خبر ووصوله اليه وايجاب العمل به وان لم يكن الوحي نازلا عليه ۱۲۔ قوله لا كلوا تقديم الترغيب بالامر الاخرى لانه اهم اذ به النجاة السرمدية والنعيم المقيم ۱۲۔ قوله وان لم تفعل اختلاف العنوان

اشکال لازم نہیں جیسا پہلی آیت کے فائدہ کے تحت میں بھی اس کی تقریر آچکی ہے اور احقر نے اَقَامُوا التَّوْرَةَ الخ کی جو تقریر کی ہے اس سے یہ شبہ کہ اب بھی پوری توریت و انجیل پر عمل کرنا چاہئے دفع ہو گیا اور ان کے بڑھانے کی وجہ باوجود کفایت ذکر قرآن کے یہ ہے کہ اہل کتاب کو یہ بتلانا ہے کہ تکذیب محمدی سے توریت و انجیل پر بھی عمل فوت ہوتا ہے اور تصدیق محمدی عمل بتوریت و انجیل کے خلاف نہیں۔

**و بطل:** اوپر کفار کی مذمت دور سے چلی آرہی ہے چونکہ کفار کی کثرت تھی جو کہ مشاہدہ ہونے کے علاوہ بعض جگہ قرآن میں بھی منصوص ہے جیسے اَكْثَرُكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۱۰ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ سَآءَ مَا يَكْمُلُوْنَ الخ اور مخالفین کی کثرت میں ان کی مذمت علی الاعلان کرنا اور بالخصوص ان سے مشافہت کرنا جیسا بعض آیات میں لفظ قُلْ کا مدلول ہے بعض اوقات موجب خطر و محتمل ضرر ہو سکتا ہے اس لئے آگے جناب رسول اللہ ﷺ کو امر بالتبلیغ کے ساتھ اس ضرر سے بے خطر کرتے ہیں۔

ازالہ خوف در تبلیغ:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ (الْحٰی قَوْلُهُ تَعَالٰی) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ  
اے رسول (ﷺ) جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ (لوگوں کو) سب پہنچا دیجئے اور اگر (بفرض محال) آپ ایسا نہ کریں گے تو (ایسا سمجھا جاوے گا جیسے) آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا (کیونکہ یہ مجموعہ فرض ہے تو جیسا کل کے اخفاء سے یہ فرض فوت ہوتا ہے اسی طرح بعض کے اخفاء سے بھی وہ فرض فوت ہوتا ہے) اور (تبلیغ کے باب میں کفار کا کچھ خوف نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے (یعنی اس سے کہ آپ کو مقابل ہو کر قتل و ہلاک کر ڈالیں) محفوظ رکھے گا (اور) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو (اس طرح قتل و ہلاک کر ڈالنے کے واسطے آپ تک) راہ نہ دیں گے۔

**ف:** چنانچہ یہ وعدہ اسی طرح صادق ہوا گو بعض غزوات میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے نامردوں کی طرح آپ کو زہر دیا مگر مجتمع و مقابل ہو کر کوئی قتل و ہلاک نہ کر سکا اور اس پیشگوئی کا واقع ہونا آپ کا معجزہ دلیل نبوت ہے اور ترمذی میں ہے کہ پہلے حضور ﷺ کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا سب چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کر لی یہ بھی دلیل نبوت ہے کیونکہ ایسا اعتماد بدوں وحی کے نہیں ہو سکتا۔

**و بطل:** آیت مذکورہ سے اوپر اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب تھی آگے ان کے طریقہ موجودہ کا جس کے حق ہونے کے وہ مدعی تھے عند اللہ ناکارہ اور نجات میں



بين الشرط والجزاء ليتغائرا لفظاً كما تغائرا معنى بخلاف ما لو قيل وان لم تبلغ حيث كان فيه تغائر معنى فقط ١٢.

**الروايات:** في الباب اخرج ابو الشيخ عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال ان الله بعثنى برسالة فضقت بها درعا وحرفت ان الناس مكذبي فوعدني لا بلغن او ليعزبنى فانزلت يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك واخرج ابن ابي حاتم عن مجاهد قال لما نزلت يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك قال يا رب كيف اصنع وانا وحدي يجتمعون على فنزلت وان لم تفعل فما بلغت رسالته آه قلت وكان هذا الضيق والتردد طبعياً فلا ينافي شان النبوة وما ورد في بعض الضعاف نزولها في علي فان صح فلا يلزم منه الافضله لا خلافه بلا فصل وبسط القول في هذا الباب صاحب الروح المعاني فان اشتقت فانظر فيه في الباب روى ابن جرير وابن ابي حاتم عن ابن عباس قال جاء رافع وسلام بن مشكم ومالك ابن الصيف فقالوا يا محمد الست تزعم انك على ملة ابراهيم ودينه وتومن بما عندنا قال بلى ولكنكم احدثتم وحججتم بما فيها وكنتم ما امرتم ان تبينوه للناس قالوا فانا نأخذ بما في ايدينا فانا على الهدى والحق فانزل الله تعالى قل يا اهل الكتاب لستم على شئ الآية ١٢.

**اختلاف القراءة:** قرأ نافع وابن عامر رسالته بالجمع لكن المراد به الجنس ليتوافق القرآن ولا يلزم الاشكال ١٢.

**ملحقات الترجمة:** ١ قوله في امنوا جن امور حقه هي التي ذكرت قبل في قوله آمنوا بالله وما انزل اليها وما انزل من قبل الخ ١٢.

٢ قوله قبل اقاموا تقوى مذكور الى دگر اشاره الى اتحاد المعبر عنهما وانما خولف كما في الروح بين العبارتين فتيل اولاً آمنوا واتقوا وثانياً اقاموا اذا وذا سلوكاً بطريق البلاغة اه قلت يعنى انه افاد ان ما امر به هو جامع لوصف كونه ايماناً وتقوى وكونه اقامة لجميع الكتب الالهية فافهم ١٢. ٣ قوله في اكلوا يعني آسان الى قوله

فراغت ارادة للمعنى الحقيقي ورعاية للمعنى المجازي فانه نقل كما في الروح عن ابن عباس وقتادة ومجاهد لا عطتهم السماء مطرها وبركتها وللارض نباتها وخيرها وقيل المراد المبالغة في شرح السعة والخصب لا تعيين الجهتين كانه قيل لا اكلوا من كل جهة وهو نظير قولك فلان في الخير من قرته الى مقدمه اي ياتيه الخير من كل جهة يلتسمه منها اه. ٤ قوله في اكلوا برتته ماخذه ما في الروح والمراد بالاكل الانتفاع مطلقاً وعبر عن ذلك به لكونه اعظم الانتفاعات ويستتبع سائرهما ١٢. ٥ قوله في ما انزل جو جوكج الى قوله سب وقوله في رسلته ايك پيام الخ وبه حصل التغائر بين الشرط والجزاء فلا اشكال فيه ١٢. ٦ قوله في ان لم تفعل بفرض محال فلا يلزم وقوع المقدم لاستحالة شرعاً ١٢. ٧ قوله في توضيح ما ذكر مجموع فرض كاجزاء الصلوة ولا يقدر في فرض هذا المجموع كون بعض الاحكام فرضاً وبعضه مستحباً لان التبليغ غير المبلغ مبنياً للمفعول فلا يستلزم استحباب المبلغ استحباب التبليغ من الرسول. ٨ قوله في لا يهدي آپ تك هكذا في البيضاوي ١٢. ٩ قوله في التمهيد مدعى كما سيظهر من رواية ابن جرير الآتية عن قريب ١٢. ١٠ قوله ايضاً قوله تسلي فيه اشارة الى فائدة تكرار ذكر طغيانهم من ان السابق كان المقصود به بيان الاصرار وهذا للاحق قصد به التسليه فلا تكرار حقيقة واما اعادة اقامة التوراة والانجيل فهو عين المقصود لكون اللاحق تذكير للسابق ١٢. ١١ قوله في قل يهودونصاري وهو الظاهر من هذا اللفظ العام العاد من ذكر التوراة والانجيل ومن ذكر الذين هادوا والنصاري فيما بعد ولا يضر تخصيص شان النزول المدلول عليه بالرواية الآتية لان العبرة لعموم اللفظ فاي جرح لو نزلت في قوم وضم معهم في الخطاب قوم آخرون مثلهم ١٢.

(بقية صفحہ ٣٩٣) ١٢ قوله في ينهائم باوجود الخ فان الذم يتوقف على هذين ١٢. ٨ قوله في التمهيد معالم من وظاهر القرآن يؤيده وما ذكر في الباب من قول النباش ان ربك بخيل لعله رواية بالمعنى ويمكن ان يكون الآية رواية بالمعنى والامر فيه هين ١٢. ٩ قوله في مغلوله يعني تجل وقوله في مبسوطان يعني جواد اشارة الى ان غل اليد وبسطها كناية عن البخل والجود وقوله بڑے اشارة الى النكتة في التثنية فان اقصى ما تنتهي اليه همم الاسخياء لان يعطوا بكلتا يديهم هذا كله من الروح ١٢. ١٠ قوله في غلت ايد لهم تجل میں بتلا میں نقله في الخازن عن الزجاج فهي ح جملة اخبارية ويلزمه كون ما بعده كذلك ١٢. ١١ قوله قبل بل حاشاء اشارة الى انه عطف على مقدر يقتضيه المقام اي كلا ليس الشأن كما زعموا بل الخ. ١٢ قوله قبل يتفق حكيم هذا مما القى في روعى اولاً ثم رآته في الروح ولله الحمد. ١٣ قوله في يزيدن سبب اشارة الى ان الاسناد الى السبب ١٢. ١٤ قوله في اوقدوا يعني اراده اشارة الى كونه كناية في الروح وقد كانت العرب اذا تواعدت للقتال جعلوا علامتهم ايقاد نار على جبل او ربوة ويسمونها نار الحرب وهي احدى نيران مشهورة عندهم ١٢.



إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَى مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگزار اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۰﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا قُلْنَا جَاءَ هُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى

اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کے پاس بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی پیغمبر آیا حکم لایا جس کو ان کا

أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذِبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿۱۱﴾ وَحَسِبُوا أَنَّا لَنَكُونَ فَتْنَةً فَعَمُوا وَصَلُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا

جی نہ چاہتا تھا سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی پھر بھی اندھے

وَصَلُّوا كَثِيرًا مِّنْهُمْ وَاللَّهُ بِصِيْرِهِمْ يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾

اور بہرے بنے رہے یعنی ان میں کے بہترے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں۔

گئی) یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس (گمان) سے اور بھی اندھے اور بہرے (کی طرح) بن گئے (کہ نہ دلائل صدق انبیاء کو دیکھا، نہ ان کے کلام کو سنا) پھر (ایک مدت کے بعد) اللہ تعالیٰ نے ان پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائی (کہ اور کسی پیغمبر کو بھیجا کہ اب بھی راہ پر آؤں مگر) پھر بھی (اسی طرح) اندھے اور بہرے بنے رہے یعنی (سب تو نہیں مگر) ان میں کے بہترے اور اللہ تعالیٰ ان کے (ان) اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں (یعنی ان کا گمان غلط تھا چنانچہ ان کو وقتاً فوقتاً سزا بھی ہوتی رہی مگر ان کا یہی شیوہ رہا حتیٰ کہ اب آپ کے ساتھ اسی طرح تکذیب و خلاف کا برتاؤ کیا)

ف: ان رسل میں جن کی شریعت یا بعض احکام جدید تھے ان کا خلاف ہونا تو اعتقاد کے اعتبار سے بھی ممکن ہے اور جو رسل صرف احکام تورات کی بعینہا تعلیم کرتے تھے ان کا خلاف ہونا باعتبار ناگواری عمل کے تھا جیسا اب نکاح بیوہ کا حال ہے اور یہ سزائیں ہر زمانہ میں جدا جدا ہوتی رہیں کبھی طاعون کبھی قتل کبھی ذلت و قید کبھی مسخ وغیرہ جیسا آیت و روایات میں مذکور ہے اور مشہور ہے۔

النحو: فی الکشاف الصابئون رفع علی الابتداء وخبره محذوف والنية به التأخير عما فی حيزان من اسمها وخبرها كانه قيل ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى حكمهم كذا والصابئون كذلك وانشد سيويه شاهدا له ۱۲۔ والا فاعلموا انا وانتم بغاة ما بقينا فی شقاق۔ ای فاعلموا انا بغاة وانتم كذلك فان قلت ما التقديم والتأخير الا لفائدة فما فائدة هذا التقديم والتأخير قلت فائدته التنبیه علی ان الصابئين يتاب عليهم ان صح منهم الايمان والعمل الصالح فما الظن بغيرهم وذلك انهم ابين هؤلاء ضلالا اشد هم عتيا ۱۲۔ قوله كبير بدل من ضمير الفاعل لا فاعل ۱۲۔ (بقية صفحہ ۵۰۴ پر)

تفسیر: ربط: اوپر اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب تھی آگے بھی ایک قانون عام سے جو کہ اہل کتاب وغیر اہل کتاب سب کو شامل ہے اسی کی ترغیب ہے۔ قانون نجات:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) پر اور روز قیامت پر اور کارگزار اچھی کرے (یعنی موافق قانون شریعت کے) ایسوں پر (آخرت میں) نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

ف: ایک ایسی ہی آیت سورہ بقرہ کے معاملہ سیزدہم کے بعد مع اس کے ضروری مضامین متعلقہ کے گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جاوے۔

ربط: اوپر سے قبائح اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا تھا آگے پھر اس کی طرف عود ہے اول یہود کا ذکر ہے جسمیں مضمون تسلیہ رسول اللہ ﷺ کی جو کہ لَيَزِيدَنَّ اِلْحٌ میں مذکور تھا تاکید ہے کہ اس قوم کی تو ہمیشہ سے ایسی ہی عادت چلی آتی ہے پھر نصاریٰ کا ذکر ہے۔

عود بسوئے ذکر یہود:

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ بِصِيْرِهِمْ يَعْمَلُونَ ہم نے بنی اسرائیل سے (اول تورات میں تمام پیغمبروں کی تصدیق و اطاعت کا) عہد لیا اور (اس عہد کے یاد دلانے کو) ہم نے ان کے پاس بہت پیغمبر بھیجے (لیکن ان کی یہ حالت تھی کہ) جب بھی ان کے پاس کوئی پیغمبر آیا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا (تب ہی ان کے ساتھ مخالفت سے پیش آئے) سو بعضوں کو (تو) جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو (بیدھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے اور (ہمیشہ ہر شرارت پر جب چندے سزا سے مہلت دی



لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ

بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عین مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے،

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ

بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دیگا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثُلَاثٍ وَمِمَّنْ إِلَهٌ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ

جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر یہ لوگ اپنے اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر

كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابُ الْيَمِّ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

دردناک عذاب واقع ہوگا۔ کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں، بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: آیت بالا کی تمہید میں مذکور ہو چکا۔

عود بذکر نصاریٰ وابطال عقیدہ شان:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عین مسیح ابن مریم ہے (یعنی دونوں میں اتحاد ہے) حالانکہ (حضرت) مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے (اور اس قول میں اپنے مربوب اور بندہ ہونے کی تصریح ہے پھر ان کو الہ کہنا وہی بات ہے مدعی ست اور گواہ چست) بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی الوہیت و خواص الوہیت میں) شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دے گا۔ اور اس کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا (کہ دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچا سکے اور جیسے عقیدہ اتحاد کفر ہے اسی طرح عقیدہ تثلیث بھی کفر ہے پس) بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین (معبودوں) میں کا ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود (حق) کے اور کوئی معبود (حق) نہیں (نہ دو اور نہ تین جب یہ عقیدہ بھی کفر و شرک ہے تو إِنَّ اللَّهَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ الخ میں جو سزا مذکور ہے وہ اس پر بھی مرتب ہوگی) اور اگر یہ (دونوں عقیدہ کے) لوگ اپنے اقوال (کفریہ) سے باز نہ آئے تو (سمجھ رکھیں کہ) جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر (آخرت میں) دردناک عذاب واقع ہوگا کیا ان مضامین تو حید و وعید کو سن کر (پھر بھی) اپنے ان عقائد و اقوال سے (خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ (جب کوئی توبہ کرتا ہے) بڑی مغفرت کرنے والے (اور) بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔

**ف:** اوپر اس سورت کے تیسرے رکوع آیت وَمِنْ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ

کی تفسیر میں ان عقیدہ والے فرقوں کی تعین گزر چکی ہے۔ اور جملہ إِنَّ اللَّهَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ اور مَا لِلظَّالِمِينَ میں دو احتمال ہیں یا تو کلام عیسوی کا تہہ ہو، اور اناجیل موجودہ میں منقول نہ ہو یا بقول حقانی محفوظ نہ رہا ہو یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہو جو بقول حقانی انجیل کے بھی دوسرے مواضع سے ثابت ہے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اس میں بطلان حلول و اتحاد پر جس کے قائل جاہل صوفی ہیں دلالت ہے ۱۲۔

**اللغات:** التوبة من افعال القلب في الاصل والاستغفار من افعال اللسان وبهذا ظهر وجه الجمع بينهما فنسبة الاستغفار الى التوبة نسبة الاقرار الى التصديق فكلاهما واجب ۱۲۔

**البلاغہ:** قولہ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ التحريم مجاز عن المنع فهو تحريم تكويني لا تشريعي ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی قال المسيح وما من اله والله غفور رحيم حالانکہ صرح بكون هذه الجمل حالية في الروح ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی ثالث ایک کما فی روح المعانی ومعنی ذلک احد تلك الاعداد لا الثالث والرابع خاصة ۱۲۔ ۳۔ قولہ بعد اله واحد جب یہ عقیدہ الی قولہ دونوں عقیدے کے لوگ اشارۃ الی ان قولہ وان لم ينتهوا الخ راجع الی الفريقین لکونه افید والی انه علی هذا التقدير یكون الوعيد السابق مغنيا عن ذکر مثله مع القول الآخر لا اشتراك العلة ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی کفروا کافر ہیں گے نقلہ فی الكبير عن الزجاج فمن تبعضية لاخراج من تاب وآمن منهم ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی افلا يتوبون کیا الی قولہ سن کر اشارۃ الی کون الفاء لتعطف علی مقدر یقتضيه المقام ای یسمعون هذه الشهادات المکررة والتشديدات المقررة فلا يتوبون عقیب ذلک کذا فی الروح ۱۲۔



مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ أَنْظِرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ

مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے، دیکھئے تو ہم کیونکر دلائل ان سے

لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَتَى يُؤْفِكُونَ ۝ قُلِ اتَّبِعُونِ مَنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَكُمْ بِمِلْكٍ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ

بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔ آپ فرمائیے کیا خدا کے سوا ایسے کہ عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ

سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلومت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں

قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

اور اور بھی بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہِ راست سے دور ہو گئے تھے۔

**ربط:** اوپر الوہیت مسیح کا ابطال فرمایا تھا آگے قائلین الوہیت کو تو بیخ فرماتے ہیں۔  
تو بیخ قائلین الوہیت مسیح:

قُلِ اتَّبِعُونِ مَنْ دُونِ اللَّهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ  
آپ (ان سے) فرمائیے کیا خدا کے سوا ایسی (مخلوق) کی عبادت کرتے ہو جو نہ تم کو کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا (اختیار رکھتا ہو اور عمر خود منافی الوہیت ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں (پھر بھی خدا سے نہیں ڈرتے اور اپنے کفر و شرک سے باز نہیں آتے)  
ف: یا تو یہ نصاریٰ مذکورین عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش بھی کرتے ہوں یا یہ کہ عبادت میں سب سے بڑا درجہ اعتقاد الوہیت کا ہے جب وہ معتقد الوہیت عیسویہ ہوئے تو یقیناً ان کی عبادت کی۔

**ربط:** اوپر نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ابطال تھا چونکہ ایسے عقائد میں اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے اسلاف کے طریقہ سے تمسک کیا کرتے ہیں۔ اس لئے آگے ان لوگوں کو اس سے منع فرماتے ہیں۔

نہی نصاریٰ از اتباع اسلاف در خلاف حق:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ آپ (ان نصاریٰ سے) فرمائیے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین (کے مقدمہ) میں ناحق کا غلو (اور افراط) مت کرو اور اس (افراط کے باب) میں ان لوگوں کے خیالات (یعنی بے سند باتوں) پر مت چلو جو (اس وقت سے) پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور (اپنے ساتھ) اور بھی بہتوں کو (لیکر ڈوبے ہیں اور) غلطی میں ڈال چکے ہیں اور (وہ ان کی غلطی اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ حق مفقود ہو گیا ہو اس کا پتہ نہ لگتا ہو بلکہ) وہ لوگ راہِ راست

**تفسیر:** ربط: اوپر الوہیت مسیحہ کا ابطال مضمون عام سے بیان فرمایا تھا آگے ایک خاص دلیل سے فرماتے ہیں۔

دلیل ابطال الوہیت مسیح:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ (الی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ أَنْظِرْ أَتَى يُؤْفِكُونَ (حضرت) مسیح ابن مریم (عین خدا یا جزو خدا) کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے اور بھی پیغمبر (اہل معجزات) گزر چکے ہیں (جن کو عیسائی الہ نہیں مانتے پس اگر پیغمبری یا خرق عادت دلیل الوہیت ہے تو سب کو الہ ماننا چاہئے اور اگر دلیل الوہیت نہیں تو حضرت مسیح کو کیوں الہ کہا جاوے۔ غرض جب اوروں کو الہ نہیں کہتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مت کہو۔ اور (اسی طرح) انکی والدہ (بھی الہ یا جزو الہ نہیں بلکہ وہ) ایک ولی بی بی ہیں (جیسی اور بیبیاں بھی ولی ہو چکی ہیں اور دونوں حضرات کے الہ نہ ہونے کے دلائل ہمیں سے ایک سہل دلیل یہ ہے کہ) دونوں (حضرات) کھانا کھایا کرتے تھے (اور جو شخص کھانا کھاتا ہے وہ اس کا محتاج ہوتا ہے خواہ تغذی میں یا تَلَذُّذ میں نیز کھانا کھانا خواص مادیات سے ہے اور احتیاج اور مادیت خواص امکان سے ہے۔ اور امکان منافی وجوب ہے اور وجوب لوازم الوہیت سے ہے جب وجوب منتفی ہوگا الوہیت باطل ہو جاوے گی) دیکھئے تو (سہی) ہم کیونکر (صاف صاف) دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں۔ پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔

ف: یہ دلیل بہ اعتبار استدلال بالمادیات کے روح القدس کے ابطال الوہیت کے لئے بھی کافی ہے کیونکہ ان کا آنا جانا چلنا پھرنا یہ سب امور کہ خواص مادہ سے ہیں مُسَلَّم ہیں اور مادیت سے امکان اور اس سے بطلان الوہیت ظاہر ہے اس لئے بالاستقلال اس کا ذکر ضروری نہ ہوا اور چونکہ ان لوگوں سے ان ہی میں کلام تھا اس لئے غیر مادیات کے متعلق استدلال کا ذکر بھی یہاں ضروری نہ تھا۔



(کے ہوتے ہوئے قصد اس سے دور) اور علیحدہ ہو گئے تھے (یعنی جب ان کی غلطی دلائل سے ثابت ہو گئی پھر ان کا اتباع کیوں نہیں چھوڑتے)۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ قُلْ اَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ الْخ اس میں ابطال ہے مشائخ کو متصرف مستقل سمجھنے کا جیسا جاہلوں کا زعم ہے۔ قولہ تعالیٰ وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَهْوَاءَ قَوْمِ الْخ اس میں ان رسوم کا ابطال ہے جو شریعت کے خلاف ہیں گو مشائخ کی طرف منسوب ہوں اور اگر وہ مشائخ محققین ہیں تو ان کی طرف منسوب کرنے کی تکذیب کریں گے یا کسی عذر صحیح پر محمول کریں گے ۱۲۔

**البلاغۃ:** قولہ ما المسيح ابن مريم الخ فی الروح قیل وتقدیم ما لهما من صفات الکمال وتاخیر ما لافراد جنسهما من نقائص البشرية لئلا توحش المفاجأة بذلك ففي ذلك استنزل لهم بطريق التدریج عن رتبة الاصرار الى التوبة والاستغفار وثم لاظهار ما بين العجبين من التفاوت ای ان بیاننا للآیات امر بدیع بالغ واعراضهم عنها مع انتفاء ما یصححه اعجب وابداع ویجوز ان یكون علی حقیقتها والمراد منها بیان استمرار زمان بیان الآیات وامتدادہ ای انہم مع طول زمان ذلک لا یتاثرون ویؤفکون ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ ما الخ ابن الخ اشارۃ الی کون القصر اضافیاً ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی قد خلت جن سے اشارۃ الی کون الجملة صفة لرسول ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی الرسل اور بھی اشارۃ الی کون اللام للجنس وکذا فی قولہ تعالیٰ ما محمد الا رسول الخ لکونه کافیا فی المقصود ای بطلان الوہیۃ فلا یستدل به علی موت عیسیٰ علیہ السلام وان سلمنا کون الخلو مفید للموت واما ختم النبوة فثابت بدلیل آخر فلا یرد انه اذا کان اللام فی الرسل من قولہ تعالیٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل للجنس لا للاستغراق لم یدل علی ختم النبوة ۱۲۔ ۴۔ قولہ قبل انظر دلائل میں سے یعنی ان الدلیل لا منحصر فیہ فلا یضر عدم تحشیتہ فی المجردات وکذا لا یضر عدم تحشیتہ فی بعض الاحوال کما اغتر به مدعی موت عیسیٰ فی زماننا من انه لو کان حیا وما اکل الطعام بطل الاستدلال علی ابطال الوہیۃ اه فان عدم دلیل لا یستلزم عدم المدلول ۱۲۔

۵۔ قولہ فی یا کالان تلذذ لیعم الدلیل اهل الجنة ولو لم یعم لم یضرباً ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی الآیات دلائل اللام للجنس فلا یضر کون الدلیل المذكور واحداً و استدلال فی الکبیر بکونه صاحب الام

ایضا فی الروح بقولہ قد خلت من قبلہ الرسل فیکون الدلائل المذكورة ههنا ثلاثة ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی یؤفکون جار ہے ہیں ترجمہ بالحاصل والا فالصیغة مبنیة للمفعول ولعل التکثرة فی هذه الصیغة المبالغة لان الذی مدفعه آخر اندفاعه اشد ما یکون وهذا الآخر هو الشیطان باعتبار کسب الاضلال ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی ف ضروری نہ ہوا لعل الترتیب باعتبار ان منشا اشتباههم کانت ہی الخوارق ووجودها فیہما واما بشر ان اعجب من وجودها فی روح القدس وهو ملک فلما بطل الوہیۃ ما فیہ المنشاء اقوی بطل ما لاولی فی غیرہ ۱۲۔ ۹۔ قولہ یہاں ضروری نہ تھا قید بهذا المقام حیث قال یہاں لان الدلائل العامة مذكورة فی آیات آخر کآیة خلق السموات والارض الی قولہ لآیات وکآیة التمانع وغیرہما ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی دون اللہ خدا کے سوا ہذا عام لعبادة الغير انفراداً او اشتراكاً ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ فی السمع نہیں ڈرتے کذا قال بعضهم وقیل معناه انکم تعبدون العاجز ولا تعبدون الکامل فی الصفات ۱۲۔ ۱۲۔ قولہ فی قل ان نصاریٰ لان الکلام معهم ونقلہ فی الروح عن الطبری قلت والتعبیر بهذا العنوان ایذان بکمال شناعتهم حیث قلدوا فی الباطل مع کونہم اهل العلم بالکتاب ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ فی غیر الحق نائق کا غلو اشارۃ الی انه صفة مصدر محذوف ای غلو غیر الحق ای باطلاً وتوصیفہ به للتوکید فان الغلو لا یکون الا غیر الحق کذا فی الروح قلت ونلفظ کا فی الترجمة اتباع للمحاورۃ کما یقال نائق کا ظلم ای ظلماً غیر حق ۱۲۔ ۱۴۔ قولہ لا تغلوا افراط الغلو اکثر ما یستعمل فی الافراط وهو ایضا قرینۃ علی کون الخطاب للنصارى لان اليهود کان منهم تضریط فی شان عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی اہواء خیالات ہکذا ترجمہ الشاہ عبد القادر والمراد به البدعات التی لم یدع الیہا سوى الشهوة ولم تقم علیہا حجة ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی ضلوا عن سواء مقتدر ہو گیا ہو وبهذا ظهر وجه الفائدة فی اعادة ضلوا وهو من المواهب واعلم ان التقیید لکمال شناعتهم لا للاحتراز فان اتباع الضال لا یجوز بحال سواء ضل عن جہل او عن علم ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فی اخر الترجمة جب ان کی غلطی اشار بہ الی وجہ الجواب لمن یتمسک بالآیۃ فی ابطال التقليد الشائع بین اهل لحق حاصلہ الفرق بین التقليدین فانہم یقلدون بعد ثبوت بطلان ما هم علیہ وانا لا نقلد کذلک فافہم ۱۲۔



لُعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی، داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ

جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے، واقعی ان کا فعل بیشک برا تھا۔ آپ ان میں بہت آدمی دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، جو کام انہوں نے آگے کے لئے کیا ہے وہ بیشک برا ہے

أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمَآ أَنَاخُذُهُمْ

کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوا اور یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر پر اور اس کتاب پر جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی تو ان کو کبھی

أُولَئِكَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ۝ لَقَدْ أَشَدَّ النَّاسُ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا بِالْهُدَىٰ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم

دوست نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں۔ تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے، اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ

مَوَدَّةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِيْكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَفَتُحِبُّونَ

دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں، یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک دنیا رویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں۔

وہ بھی شدید اور مدید) بیشک برا تھا (کہ اس پر یہ سزا مرتب ہوئی)

ربط: اوپر اسلاف یہود کا ذکر تھا آگے ان کے اخلاف موجودین کا ذکر ہے اور

اس کی تقدیم میں علاوہ ترتیب و جودی کے یہ بھی فائدہ ہے کہ اس میں تسلی دینا ہے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ ان لوگوں کی مخالفت کا غم نہ کیجئے۔ اس قوم کا شیوہ مدت سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔

ذکر یہود حاضرین:

تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ

آپ ان (یہود) میں بہت سے آدمی دیکھیں گے کہ (مشرک) کافروں سے دوستی کرتے ہیں (چنانچہ یہود مدینہ اور مشرکین مکہ میں مسلمانوں کی عداوت کے علاقہ سے جس کا منشاء تناسب فی الکفر تھا باہم خوب سازگاری تھی) جو کام

انہوں نے آگے (بھگتے) کے لئے کیا ہے (یعنی کفر جو سبب تھا دوستی کفار اور

عداوت مؤمنین کا) وہ بیشک برا ہے کہ (اس کے سبب) اللہ تعالیٰ ان پر

(دوام کیلئے) ناخوش ہوا اور (اس ناخوشی دائمی کا ثمرہ یہ ہوگا کہ) یہ لوگ

عذاب میں دائم رہیں گے اور اگر یہ (یہودی) لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور

پیغمبر (یعنی موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان رکھتے جس کا ان کو دعویٰ ہے) اور

اس کتاب پر (ایمان رکھتے) جو ان (پیغمبر) کے پاس بھیجی گئی تھی (یعنی

توریت) تو ان (مشرکین) کو (اس طرح) کبھی دوست نہ بناتے (کہ ایک

نبی ثابت النبوة یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کفر کر کے اس کفر اور اس کے

آثار یعنی عداوت اہل اسلام کی مناسبت سے مشرکین سے تعلق رکھیں کیونکہ

ظاہر ہے کہ جب ایک نبی کا بھی انکار کیا تو اللہ تعالیٰ اور سب انبیاء اور کتب

تفسیر: ربط: اوپر ذکر نصاریٰ سے پہلے جیسے یہود کا ذکر تھا آگے

پھر یہودی کا ذکر ہے اور اس ذکر کے ختم پر یہود کی شدت تعصب کے مقابلہ

میں نصاریٰ کا عموماً قلیل التعصب ہونا اور ان میں سے ایک خاص نو

مسلموں کی جماعت کا خصوصاً منقاد الحق ہونا بیان فرما کر اس بحث کو اس مقام

پر ختم کر کے دوسرے احکام مختلفہ ارشاد فرماتے ہیں۔ پھر کچھ بقیہ کلام مع

النصاریٰ کا آخر سورت میں لاویں گے۔

ذکر یہود ماضیین:

لُعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

(الی قولہ تعالیٰ) لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان

پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت) لعنت کی گئی تھی (زبور اور انجیل میں جس کا

ظہور حضرت) داؤد (علیہ السلام) اور (حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)

کی زبان سے (ہوا یعنی زبور اور انجیل میں کافروں پر لعنت لکھی تھی جیسے قرآن

مجید میں بھی ہے فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ چونکہ یہ کتابیں حضرت داؤد علیہ

السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں اس لئے یہ مضمون ان کی

زبان سے ظاہر ہوا اور) یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی

(اعتقادی) مخالفت کی (جو کفر ہے) اور (اس مخالفت میں) حد سے (بہت دور)

نکل گئے (یعنی کفر بھی شدید تھا پھر شدید کے ساتھ مدید بھی تھا یعنی اس پر

استمرار رکھا چنانچہ) جو برا کام (یعنی کفر) انہوں نے (اختیار) کر رکھا تھا اس

سے آئندہ کو) باز نہ آتے تھے (بلکہ اس پر مصر تھے پس ان کے کفر شدید اور

مدید کے سبب ان پر شدید لعنت ہوئی) واقعی ان کا (یہ) فعل (مذکور یعنی کفر پھر



قلت کے عوام میں اثر نہیں پہنچا اس لئے ان میں عناد ہے جو سبب ہو جاتا ہے شدتِ عداوت کا اسی لئے یہود تو مؤمن ہی کم ہوئے اور مشرکین میں سے جب عناد نکل گیا تب مؤمن ہونا شروع ہوئے)

۴: آیت کی تفسیر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ تمام ازمنہ و امكنہ کے نصاریٰ کے باب میں نہیں ہے اور اس پر بعض دلائل اور بعض قرائن ہیں۔ دلیل اول: اس قربِ مؤدت کا سبب ایک یہ فرمایا کہ ان میں ایسے ایسے اوصاف کے عالم اور درویش ہیں اور ہم اس سبب کو عام نہیں پاتے۔ دلیل دوم: اس کا دوسرا سبب یہ فرمایا کہ ان میں تکبر نہیں ہم اس کو بھی عام نہیں پاتے۔ دلیل سوم: یہاں قربِ مؤدت للْمُؤْمِنِينَ کی خبر دی ہے خود اس کا وقوع بھی عام نہیں پایا جاتا اور صدقِ لوازم کلام الہی سے ہے معلوم ہوا کہ جو نصاریٰ ان اوصاف سے جو کہ سبب اور مسبب میں مذکور ہیں موصوف ہوں وہی مراد ہیں پس بعض اہل تملُّق کا دنیوی غرض سے اس میں عمومِ مطلق کا دعویٰ کرنا محض ہوا پرستی ہے۔ قرینہ اول: سبب نزول خاص ہے جیسا تمہید میں مذکور ہوا۔ قرینہ ثانی: قالوا ماضی کا صیغہ ہے پس جو لوگ اِنَّا نَصْرِيْہِ کہنے والے پائے جاویں، وہ آیت میں مذکور داخل نہیں بلکہ وہ مسکوت عنہ ہیں۔ دوسرے دلائل سے ان کا حکم ڈھونڈا جاویگا ان خیراً فحیراً وان شرّاً فشر۔

قرینہ ثالث: لَقَدْ كَانَ فِيْهِمْ اَصْلٌ یہی ہے کہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہو پس دوسرے اعصار کو شامل نہیں اب ہم کو جواب میں اس قائل ہونے کی ضرورت نہیں رہی کہ آیت کو خاص نو مسلم نصاریٰ کے ساتھ مخصوص کہا جاوے گو بہت مفسرین اس کے قائل ہیں اور دو شاہد اس کی تائید بھی کرتے ہیں۔ شاہد اول: سبب نزول شاہد دوم: وَ اِذَا السَّمْعُ عَلَا كَايَقِيْنًا خاص اسلام لائيوالوں کی شان میں ہونا اور اس میں ضمیر کا ماقبل کی طرف راجع ہونا اور راجع اور مرجع متحد ہونا لیکن ظاہراً قرائن سے اتنا خصوص بھی معلوم نہیں ہوتا اور صاحبِ روح المعانی نے بھی خصوص نہیں لیا۔ قرینہ اول: ان کو مؤدت میں اقرب فرمایا ہے اور جو مسلمان ہو گئے تھے وہ تو قربِ مودت سے متجاوز ہو کر خود مؤدت بلکہ شدتِ مؤدت کے ساتھ موصوف ہو گئے تھے۔ قرینہ دوم: ان نو مسلموں کی دوستی کی اصل علت ایمان ہے نہ کہ اخلاق ترک دنیا و حبِ علم و تواضع پھر ترک دنیا کو عنوان رہبانیت سے تعبیر فرمایا جو کہ شریعت محمدیہ میں غیر محمود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم بقاء نصرانیت ہی کی حالت میں فرمایا گیا ہے پس آیت میں نہ مطلقاً عموم ہے اور نہ مطلقاً خصوص اور شانِ نزول عموم من وجہ کو مضر نہیں کیونکہ ایک جزو اس کا یعنی ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ بِالْحَقِّ بَاغْتَابَ النَّاسُ النَّصْرَانِيَّةَ کے ہو سکتا ہے اور دوسرا جزو یعنی وَ اِذَا السَّمْعُ عَلَا كَايَقِيْنًا کی ضمیر ماقبل کی طرف باعتبار بعض کے راجع ہو سکتی ہے جیسا کہ کبیر میں ہے پس اس سے

الہیہ کے ساتھ کفر ہو گیا) لیکن ان میں زیادہ لوگ (دارہ) ایمان سے خارج ہی ہیں (اس لئے اتحادِ ولایت کفار بالمعنی المذکور ان سے سرزد ہو رہا ہے) ۵: کثیر کا دونوں جگہ مصداق ایک ہی ہے یعنی غیر مؤمن اور یہ قیدِ اخراج مؤمنین کیلئے ہے جیسا کئی بار گزر چکا۔

۶: اوپر یہود کا مشرکین سے دوستی رکھنا مذکور تھا آگے ان کا مع مشرکین کے مسلمانوں سے عداوت رکھنا کہ وہی اصل میں سبب ہے اس دوستی کا اور مسبب ہے کفر کا مذکور ہے اور جیسا ہر مضمون میں انصاف و عدل رکھنا قرآن مجید کے لوازم ذات سے ہے اسی بناء پر ایک خاص جماعت نصاریٰ میں بہ نسبت ان یہود کے تعصب کا کم ہونا اور ان نصاریٰ میں جنہوں نے حق قبول کر لیا تھا ان کا مستحقِ حسن ثناء و حسن جزاء ہونا مذکور ہے اور یہ خاص جماعت حبشہ کے نصاریٰ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو جبکہ ہجرتِ مدینہ کے قبل وہ اپنا وطن مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے تھے کچھ تکلیف نہیں دی اور جو اور نصرانی ایسا ہی ہو وہ بھی حکماً ان ہی میں داخل ہے اور ان میں سے جنہوں نے حق قبول کر لیا تھا وہ نجاشی بادشاہ اور ان کے مصاحب ہیں کہ حبشہ میں بھی قرآن سن کر روئے اور مسلمان ہو گئے پھر تیس آدمی حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور قرآن سن کر روئے اور اسلام قبول کیا اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا تھا۔

ذکر شدتِ تعصب در یہود و مشرکین و قلتِ اور بعض نصاریٰ:

لَقَدْ كَانَ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ (الہی قولہ تعالیٰ) وَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (غیر مؤمنین میں) تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے اور ان (غیر مؤمن آدمیوں) میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر (بہ نسبت اوروں کے) ان لوگوں کو پائے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں (قریب تر کا یہ مطلب کہ دوست وہ بھی نہیں مگر دوسرے مذکورین سے غنیمت ہیں) یہ (دوستی) سے قریب تر ہونا اور عداوت میں کم ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان (نصاریٰ) میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارکِ دنیا درویش ہیں (اور جب کسی قوم میں ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں تو عوام میں بھی حق کیساتھ زیادہ عناد نہیں رہتا اگرچہ خواص و عوام حق کو قبول نہ بھی کریں) اور اس سبب سے ہے کہ یہ (نصاریٰ) لوگ متکبر نہیں ہیں (قِيْئِيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا) سے جلدی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور نیز تواضع کا خاصہ ہے امر حق کے سامنے نرم ہو جانا اس لئے ان کو عداوت زیادہ نہیں پس وجودِ قِيْئِيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا اشارہ ہے علتِ فاعلہ کی طرف اور عدمِ استکبارِ قابلیت کی طرف بخلاف یہود و مشرکین کے کہ محبتِ دنیا اور متکبر ہیں اور گو یہود میں بھی بعض علماء حقانی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے لیکن بوجہ ان کی



شاہدین مذکورین کلمہ جواب ہو گیا اور یہاں مفسرین نے دو فائدے لکھے ہیں۔  
فائدہ اول: اخلاق حمیدہ کسی قوم میں ہوں حمیدہ ہیں۔ فائدہ دوم: نصاریٰ کا کفر ذات و صفات میں ہے کہ تثلیث کے قائل ہیں اور اکثر یہود کا نبوت کے ساتھ صرف بعض نے البتہ عزیر علیہ السلام کو بھی ابن اللہ کہا تھا اور پہلا کفر اشد ہے دوسرے کفر سے لیکن اخلاق کے تفاوت سے ثانی پر زیادہ ملامت کی گئی یہاں سے فرق مبتدعہ اہل اسلام میں اس تفاوت کا حال سمجھنا چاہئے اور یہاں دو تنبیہ ہیں۔ تنبیہ اول: یہاں کفار نصاریٰ کی مدح نہیں بلکہ انصاف ہے اور اخلاق کی فی نفسہا مدح۔ تنبیہ دوم: اخلاق میں رہبانیت کی مدح باعتبار اس کی جمیع خصوصیات کے نہیں بلکہ صرف اس کے ایک جزو یعنی ترک حب دنیا کے اعتبار سے ہے اور احقر نے جو آیت کی تقریر ربط میں لفظ عدل و انصاف اور اقرب کے ترجمہ میں لفظ نسبت ظاہر کر دیا ہے اس سے دو امر رافع اشکال حاصل ہو گئے۔ امر اول: مقصود آیت میں مدح نصاریٰ کی نہیں بلکہ تقریر میں انصاف ہے جیسا ابھی تنبیہ اول میں ذکر کیا گیا۔ امر دوم: مقصود آیت میں مؤدت کا قرب کامل نہیں بلکہ قرب اضافی ہے اور یہاں دو نکتے دو تحقیقوں کو مفید ہیں۔ نکتہ اول: الَّذِينَ كَانُوا كُفْرًا کو ماضی لائے اس سے یہ فائدہ ہے کہ تمام ازمنہ و امكنہ کے مشرکین پر یہ حکم جاری ہونا ضرور نہیں۔ نکتہ دوم: الَّذِينَ كَانُوا كُفْرًا کو ماضی لائے قرینہ ثانیہ میں اس کا بھی یہی فائدہ گزر چکا پس اگر کسی جگہ پرانے طرز کے ہندو بہ نسبت متعصب عیسائیوں کے مسلمانوں سے زیادہ الفت رکھنے والے پائے جاویں تو قرآن اس کی نفی نہیں کرتا اور یہود اول تو اب تک الفت کرنے والے سے نہیں گئے لیکن اگر کہیں پائے جاویں تو الیہود میں الف لام عہد کا ہو سکتا ہے چنانچہ ترجمہ میں لفظ اِنْ اس طرف مشیر ہے اور یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی قوم پر کوئی حکم باعتبار اکثر کے ہوتا ہے محدود ہے چند کا اس حکم سے خارج ہونا موجب تخلف حکم نہیں اور دو تحقیقی قرب مودت کے متعلق اور ہیں۔ تحقیق اول: یہ حکم مذکور قرب مؤدت کا نصاریٰ کے حق میں ہے اور جو قوم واقع میں نصاریٰ نہ ہو گو عام لوگ بعض اوضاع و مشابہات کی وجہ سے ان کو نصاریٰ کہتے ہیں آیت میں ان کے لئے یہ حکم مذکور نہیں۔ تحقیق دوم: یہاں نصاریٰ کیلئے مسلمانوں سے قرب مؤدت کی خبر دی ہے یہ نہیں کہ مسلمانوں کیلئے نصاریٰ سے مؤدت کی اجازت دی ہو وقد تم ہلہنا بحمد اللہ تعالیٰ تفسیر هذا الآية مع فوائد تتعلق بها تبلغ عشرين ما جمع تقریر و امنعہ احسن بیان و اتقن تبیین و سمیتہ لخیر الودۃ فی تفسیر آیۃ المودۃ۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى ذَلِكْ يَاقَنَ مِنْهُمْ الخ اس بآء سببیت سے معلوم ہوا کہ علوم و اخلاق کو عمل میں دخل عظیم ہے اس لئے مشائخ کو اخلاق و علوم کا اہتمام اعمال سے زیادہ ہوتا ہے ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی الروح والعدول عن جعل ما فیہ التفاوت بین الفريقین شیئاً واحداً قد تفاوتنا فیہ بالشدة والضعف او بالقرب والبعد بان یقال آخر او لتجدن اضعفہم عداوة او بان یقال اولاً لتجدن ابعد الناس مودة للایذان بکمال تباین ما بین الفريقین من التفاوت ببيان ان احدهما فی اقصى مراتب احد النقيضین والآخر فی اقرب مراتب النقيض الآخر ۱۲۔

**الروایات:** فی الباب اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن المسیب و ابی بکر بن عبد الرحمن و عروة بن الزبیر قالوا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن امیہ الضمری و کتب معہ کتابا الی النجاشی فقدم علی النجاشی فقرأ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم دعا جعفر بن ابی طالب و المهاجرین معہ و ارسل الی الرهبان و القسيسین ثم امر جعفر بن ابیطالب فقرأ علیہم سورة مریم فآمنوا بالقرآن و فاضت اعینہم من الدمع فہم الذین انزل اللہ فیہم و لتجدن اقربہم مودة الی قوله فاکتبنا مع الشہدین و روى ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر قال بعث النجاشی ثلاثین رجلاً من خيار اصحابہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ علیہم سورة يس خبکو فنزلت فیہم الآية و اخرج النسائی عن عبد اللہ بن الزبیر قال انزلت هذه الآية فی النجاشی و اصحابہ و اذا سمعوا ما انزل الخ و روى الطبرانی عن ابن عباس نحوه البسط منه ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی لمن سخت لان المطلق يراد به الكامل عند القرائن و القرينة ههنا بیان شناعته و يتايد بما فی الروح و بناء الفعل ما لم یسم فاعله للجرى علی سنن الکبرياء ۱۲۔ ۲۔ قوله فی لسان یعنی زبور هکذا فی روح المعانی و يتايد ايضاً بما يليه فانه يدل علی ان سبب اللعن کفرهم المستمر لا کفرهم الخاص الذى صار سبباً للمسخ الذى فسر به آخرون و قلت سواء كان بعين هذا اللفظ او بما يفيد معناه لان الكتب الالهية لا یخلوا شئ منها عن ذم الکفار عموماً و خصوصاً ولو كان المذكور عاماً فتخصيص بنی اسرائیل بالذکر فی القرآن لكون الکلام فیہم باعتبار کونهم فرداً من العام لا لنفی ما عداهم ۱۲۔ ۳۔ قوله فی عصوا اعتقادى وهو الکفر فلا یرد ان قوله الذین کفروا مشعر بسببية الکفر وهذا بسببية العصيان و قرينه و لعل الفائدة فی اختلاف العنوان الکشف عن قبح کفرهم المذكور فی الذین کفروا ليتضح وجه ترتب هذا الامر القطيع علیہ ۱۲۔ ۴۔ قوله فی يعتدون بہت دور يدل علیہ المقام ليفيد الزيادة والا فکل کفر یكون اعتداء لا محالة فافاد بهذا التفسیر کون کفرهم شديداً لان الکفر بعضه دون بعض ۱۲۔

۵۔ قوله قبل کانوا استمرار افاد جملة لا یتناہون الامتداد كما افاد السابقة الاشتداد فكان اشارة الی ان هذا اللعن القطيع لا یكون بمطلق الکفر بل اذا اشتدوا و امتدوا و انما ترک العطف لکونها کالتفسیر للسابق لان الاشتداد اکثر ما یكون مفضيا الی الامتداد ۱۲۔



۱۔ قولہ فی فعلوہ اختیار الی آئندہ اشارہ بہ الی دفع اشکال مشہور  
 ہنہا وهو ان التناہی يستحيل تعلقہ بما قد وقع لانہ اعدام فی الماضي  
 وهو غير مقدور تقرير الجواب انه لما كان الماضي والمستقبل  
 متماثلین صح هذا الاطلاق كما فی قوله تعالى وان لم ينتهوا عما  
 يقولون فافهم فانه من المواهب ولا يحتاج فیہ الی تقدير مثل او  
 معاودة وان كان حاصل الجميع واحداً ۱۲۔ ۱۔ قولہ فی لا يتناهون  
 باز نہ آتے كما فی الروح قيل التناہی بمعنى الانتهاء من قولہم  
 متناہی عن الامر وانتهی عنه اذا امتنع ۱۲۔ ۱۔ قولہ فی كفروا مشرک  
 لان نفس الکفر مشترک بینہم جميعاً ۱۲۔ ۱۔ قولہ بعد يتولون  
 مسلمانوں کی عداوت كما سیاتی من قوله لتجدن وبهذا حصل  
 التجاذب بين اطراف الكلام ۱۲۔ ۱۔ قولہ هناك تناسب فی الکفر فلا  
 يردان التولی غایتہ انہ حرام فکیف یترتب علیہ ما یترتب علی الکفر  
 وللإشارة الیہ زدت فی ترجمة ما اتخذوہم اس طرح واوضحته  
 ایضاً ثم ۱۲۔ ۱۔ قولہ فی قدمت بکنتی اوضح بہ مفهوم التقديم كما فی  
 الروح فعلوہ فی الدنيا ليردوا علی جزائہ فی العقبی ۱۲۔ ۱۔ قولہ  
 فی ان سخط اس کے سبب اراد بہ دفع اشکال وهو ان المخصوص  
 بالذم هو ان سخط و ظاهر ان سخط اللہ ليس مذموماً ثم هو ليس  
 من اعمالہم حاصل الدفع ان المضاف محذوف ای موجب سخط  
 اللہ دل علیہ لفظ سبب و اقيم المضاف الیہ مقامہ تنبیہاً علی کمال  
 التعلق والارتباط بینہما کأنہما شیء واحد ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ قبل فی  
 العذاب شرہ إشارة الی انہ ليس معطوفاً لعدم صحة دخوله فی حیز  
 الحرف المصدري بل فی موضع الحال المسببة عما قبلہا ۱۲۔

۱۴۔ قولہ فی النبی موسیٰ علیہ السلام کذا فی الروح وهو كما ترى الطف  
 وادق ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی ف یہ قید الخ ولا یشكل علیک ان التولی  
 كما هو مشاهد لا یكون الا من البعض فان الرضاء بمنزلة الفعل  
 وکان کلہم راضیا بالکفر ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی قسیسین علم دوست وفی

رہباناً تارک دنیا ماخذہ ما فی الروح ما نصہ وفی مجمع البیان نقلاً عن  
 بعضهم ان النصارى ضیعت الانجیل وادخلوا فیہ ما ليس منه وما بقى  
 من علمائہم واحد علی الحق والاستقامة یقال لہ قیس فمن کان علی  
 ہدیہ و دینہ فهو قسیس وهو لغة رومية وقد تکلمت بہ العرب واجرة  
 محری سائر کلماتہم والرهبان اصلہ من الرہبة الخوف کانوا  
 یتربون بالتخلی من اشغال الدنيا وترك ملاذہا والزہد فیہا  
 والعزلة عن اہلہا اہ قلت واخرت فی معنی القسیس بالحاصل لان  
 من کان کذا فهو لا یدان یحب العلم ولو لم یکن علی الحق كما  
 کان اکثرہم کذلک فأتسع فی اطلاق القسیس ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ  
 هناك بہت سے فی الروح والتشکیر فی رہباناً لا فادۃ الکثرة ولا بد  
 من اعتبارہا فی القسیسین اذ ہی التی تدل علی مؤدۃ جنس  
 النصارى للمؤمنین فان اتصاف افراد کثیرۃ لجنس بخصلة مظنة لا  
 تصاف الجنس بہا والافمن اليهود ایضاً قوم مہتدون لکنہم لما لم  
 یکنوا فی الکثرة کالذین من النصارى لم یتمد حکمہم الی جنس  
 اليهود اہ وفی حدیث لو آمن بی عشرة من اليهود إشارة الیہ ۱۲۔

۱۸۔ قولہ فی آخر الترجمة محب دینادل علیہ قولہ تعالیٰ ولتجدنہم  
 احرص الناس علی حیوة و تکبرہم مشہور ۱۲۔ ۱۹۔ قولہ فی ہ فائدہ  
 اول اخلاق حمیدہ الخ وهذا القول ایضاً قرینۃ لارادة العموم من وجہ فی الآیۃ  
 وعدم ارادة خصوص المسلمین منہم ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) اے لما کان اليهود ایضاً کفاراً فما معنی لومہم  
 علی تولیہم الذین کفروا فعلم منہ المراد بالذین کفروا المشرکون  
 الذین شان کفرہم غیر شان کفرہم ۱۲۔ ۱۲۔ (۲) لفظ علم دوست اس لئے  
 بڑھایا کہ یہ شبہ جاتا رہے کہ یہود میں بھی بہت سے عالم تھے پھر نصاریٰ کی کیا  
 تخصیص وجہ اندفاع یہ ہے کہ اگرچہ یہود میں عالم تھے لیکن وہ لوگ علم دوست نہ تھے  
 اس لئے ان کو مسلمانوں سے بغض ہوا اور نصاریٰ کو نہ ہوا کہ وہ علم دوست تھے اور  
 مسلمان ذی علم ہیں اس لئے وہ ان سے مؤدّت رکھتے تھے ۱۲۔ ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۲۹۷) **البلاغۃ:** تقديم فريقاً للاهتمام لا للحصر وتقديم العمی لان المرء متى كان بصیراً یدرک المبصرات بالبصر ولما ذهب بصرہ  
 یدرکها بالسمع فالبصر مقدم علی السمع فیکون اضدادہما ایضاً کذلک فمفاد الآیۃ انہ کان حقہم ان یصروا الدلائل ولكن لم یصروہا وعموا  
 وکان حقہم ان یسمعوا الدلائل ولكن لم یسمعوا ایضاً وصموا ۱۲۔ ۱۲۔ ولا یخفى ما فی بصیر من اللطف بعد ذکر العمی ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قرأ ابو عمرو وحزمة والكسائی لا تكون بالرفع علی ان ان ہی المخففة من المثقلة واصلہ انہ لا تكون ۱۲۔  
**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی التمهید اس کی ترغیب لان اقامة التوراة والانجیل والقرآن دخل فیہ الايمان والعمل الصالح المذكوران  
 ہنہا ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی التمهید تاکید والاشکال فی کون المذكورین قبل کلا الفريقین وكون المذكور ہنہا یہود لان کثیرا من اليهود فرد  
 من کثیر من المجموع ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی میثاق تمام پیغمبروں الخ كما هو مذكور صریحاً فی قولہ آمتم برسلی وعزرتموہم ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی  
 فريقاً کذبوا مخالفت إشارة الی حذف الجواب ای ناصیوہ او استکبروا الذی هو مذكور صریحاً فی نظیرہا لان المذكور لا یصلح ان یكون  
 جواباً لان الرسول الواحد لا یكون فريقین اہ من الکبیر وفیہ او یقال ان الرسول الواحد وان لم یکن فريقین لکن قولہ کلما یدل علی کثرة  
 الرسل ویصح کونہم فريقین ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی حسبوا ہمیشہ بدل علیہ القرینۃ المقامية الدالة علی ذکر ازمة مختلفة متعددة ہکذا ینفہم من  
 المدارک والوجه الرابع من الکبیر ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی فتنۃ سزا كما فی القاموس الفتنۃ العذاب ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی آخر الترجمة یہی شیوہ إشارة  
 الی ان ذکر المرتین ليس للتشبیہ بل للتعدد ۱۲۔



وَإِذْ أَسْمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے

فَاكْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ

تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو

الصَّالِحِينَ ۝ فَكَتَبْنَا لَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ

نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کے پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوگی، یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے، اور نیکو کاروں کی

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرُّمُوا طَيِّبَاتِ مَا

یہی پاداش ہے۔ اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں اللہ بیز چیزوں کو حرام

أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ

مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

**تفسیر:** ربط: اوپر نصاریٰ کے ایک خاص صفات کی جماعت کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو ان میں مسلمان ہو گئے تھے۔

مدح نو مسلمان نصاریٰ:

وَإِذْ أَسْمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ (السی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ اور (بعضے ان میں جو کہ آخر میں مسلمان ہو گئے تھے ایسے ہیں کہ) جب وہ اس (کلام) کو سنتے ہیں جو کہ رسول (ﷺ) کی طرف بھیجا گیا ہے (یعنی قرآن) تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے (دین) حق (یعنی اسلام) کو پہچان لیا (مطلب یہ کہ حق کو سن کر متاثر ہوتے ہیں اور) یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے (یعنی ان میں شمار کر لیجئے) جو (محمد ﷺ اور قرآن کے حق ہونے کی) تصدیق کرتے ہیں اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر (حسب تعلیم شریعت محمد) اور جو (دین) حق ہم کو (اب) پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور (پھر) اس بات کی امید (بھی) رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک (مقبول) لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا (بلکہ یہ امید موقوف اسلام پر ہے اس لئے مسلمان ہونا ضرور ہے) سو ان (لوگوں) کو اللہ تعالیٰ ان کے (اس) قول (مع الاعتقاد) کی پاداش میں ایسے باغ (بہشت کے)

دیئے گئے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے اور نیکو کاروں کی یہی پاداش ہے اور (برخلاف ان کے) جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات (واحکام) کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ (میں رہنے والے) ہیں۔

**ربط:** یہاں تک اہل کتاب کے متعلق گفتگو تھی آگے پھر عود ہے احکام فرعیہ کی طرف جن کا کچھ شروع سورت میں اور کچھ درمیان میں بھی بیان ہوا ہے اور باعتبار خصوصیت مقام کے ایک ربط خاص بھی منقول ہے وہ یہ کہ اوپر مقام مدح میں رہبانیت کا ذکر آیا ہے گو وہ باعتبار اس کے ایک جزو خاص یعنی ترک حب دنیا کے ہے لیکن مظنہ تھا اس کی خصوصیات کے قابل مدح سمجھ جانے کا اس لئے اس مقام پر اس تحریم حلال کی ممانعت زیادہ مناسب ہوئی اسی طرح حکم شازدہم کو سورت کی اول آیت اوفسوا بالعقود سے خاص مناسبت ہے کہ ان عقود سے مراد عقود مطلوبہ ہیں اور جو عقد شرعاً مطلوب نہ ہو مثلاً وہ عیمن جس کا توڑنا مناسب ہو اس کا ظاہری ایفاء نہ چاہئے بلکہ اس کا حقیقی ایفاء یہی ہے کہ عدم ایفاء کر کے کفارہ دے اور حکم ہفدہم کو سورت کے حکم سوم سے خاص تعلق ہے کہ دونوں میں کچھ ماکولات و مشروبات اور قمار اور انصاب کا ذکر ہے اور حکم ہشدہم کو حکم اول و دوم سے خاص ارتباط ہے کہ تینوں میں حرم کا احترام مضمون مشترک ہے اور احکام میں بھی تامل سے خاص تناسب معلوم و مفہوم ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔



حکم پانزدہم نہی از تحریم حلال:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْبُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ (الآلِ قَوْلُهُ تَعَالَى) وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں (خواہ از قسم مطہرات ہوں یا ملبوسات یا منکوحات کی قسم سے ہوں) ان میں لذیذ (اور مرغوب) چیزوں کو (قسم وعہد کر کے اپنے نفس پر) حرام مت کرو اور حدود شرعیہ سے (جو کہ تحلیل و تحریم کے باب میں مقرر ہیں) آگے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حد (شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ (برقو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو (یعنی تحریم حلال خلاف رضائے حق ہے۔ ڈرو اور اس کا ارتکاب مت کرو)

ف: تحریم حلال تین قسم ہے ایک اعتقاداً، دوسرا قولاً، تیسرا فعلاً یعنی دوام علی التکرر باعتبار قربت قسم اول کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ حلال قطعی ہے تو اس تحریم سے کافر ہو جاوے گا۔ قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ اگر الفاظ یحییٰ سے ہے تو قسم ہو جاوے گی جس کا حکم یہ ہے کہ بلا حاجت یہ معصیت ہے اس کو توڑ کر کفارہ دے اور اگر الفاظ یحییٰ سے نہیں تو لغو ہے اس کا کچھ اثر نہیں اور الفاظ یحییٰ کے کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں جن میں دو صیغے جن کا حکم مشہور کم ہے اور الفاظ آیت سے ان کو زیادہ مناسبت ہے اس جگہ لکھتا ہوں۔ ایک یہ کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے یا میں اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ یہ قسم ہو جاوے گی۔ دوسرا یہ کہ اگر فلاں چیز کھاؤں یا فلاں کام کروں تو سو کر کھاؤں حرام کھاؤں، اس کا حکم یہ ہے کہ جہاں اس طرح قسم کھانے کا رواج نہ ہو وہاں تو قسم نہ ہوگی اور جہاں رواج ہو وہاں فقہاء کا اختلاف ہے ہذا فی الذر المختار، اور قسم سوم کا حکم یہ ہے کہ یہ بدعت اور رعبانیت ہے خلاف کرنا واجب ہے اور اس سے کفارہ نہیں آتا اور باعتبار قربت کی قید اس لئے لگائی کہ اگر کسی مصلحت جسمی یا نفسی سے بطور علاج اس عارض کے بقاء تک ترک کر دیا ہے تو وہ تحریم نہیں ہے اور جائز ہے اور بزرگوں سے جو مجاہدات منقول ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں اس لئے ان پر اعتراض ناجائز ہے اور ایک تقریر وَاتَّقُوا اللَّهَ الْخِ کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ضروری امر یہ ہے کہ حرام اور معصیت سے بچو کہ تقویٰ یہ ہے اور حلال اشیاء سب بچنے پر تقویٰ موقوف نہیں، اس کی ضرورت نہیں، دونوں تقریروں میں فرق یہ ہے کہ پہلی تقریر کا حاصل توقف تقویٰ علی عدم التحريم ہے اور دوسری تقریر کا حاصل عدم توقف تقویٰ علی التحريم ہے۔

مسائل السلوك: قَوْلُهُ تَعَالَى تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ الْخِ اس میں

وجد کا اثبات ہے کیونکہ وجد کی حقیقت یہ ہے حالت محمودہ غریبہ غیر اختیاریہ

قَوْلُهُ تَعَالَى وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ الْخِ اس میں دلالت ہے کہ محض طمع بدوں عمل کے معتد بہ نہیں ۱۲ قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْخِ اس میں رسم ترک حیوانات کا ابطال ہے جو بعض مدعیان طریقت کا طریق ہے ۱۲۔

المبالغة: قَوْلُهُ تَفِيضُ فِي الرُّوحِ عَنِ الْإِنْتِصَافِ ان هذه العبارة ابلغ العبارات وهي ثلث مراتب فالاولى فاض ومع عینه وهذا هو الاصل والثانية محولة من هذه وهي فاضت عینه دمعاً فانه قد حول فيها الفعل الى العين مجازاً و مبالغة ثم نبه على الاصل والحقيقة بنصب ما كان فاعلاً على التمييز والثالثة ما في النظم الكريم وفيها التحويل المذكور الا انها ابلغ من الثانية باطراح التنبيه على الاصل وعدم نصب التمييز وابرازه في سورة التعليل ۱۲ قَوْلُهُ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ فِي الرُّوحِ بعد ما نقلته عنه من تركيبه هكذا والانكار متوجه الى السبب والمسبب جميعاً كما في قوله تعالى وَمَا لِي لَا اَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَنَظَّاهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ السَّبَبُ فَقَطَّعَ مَعَ تَحَقُّقِ الْمَسْبَبِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ و امثاله ۱۲ قَوْلُهُ قَالُوا فِي الرُّوحِ ان القول اذا لم يقيد بالخلو عن الاعتقاد يكون المراد به المقارن له كما اذا قيل هذا قول فلان لان القول انما يصدر عن صاحبه لا فائدة الاعتقاد وقيل ان القول ههنا مجاز عن الراي والاعتقاد كما يقال هذا قول الامام الاعظم اى هذا مذهبه واعتقاده ۱۲ قَوْلُهُ كَذَّبُوا فِي الرُّوحِ عَطْفُ التَّكْذِيبِ عَلَى الْكُفْرِ مَعَ اَنَّهُ لَمَّا اِنْ الْقَصْدُ اِلَى بَيَانِ حَالِ الْمَكْذِبِينَ وَذَكَرَهُمْ بِمُقَابَلَةِ الْمُصْذِقِينَ ۱۲

الروايات: اورد في الباب بتخريج الترمذی وابن جریر وابن عساکر وابن ابی حاتم عن ابن عباس ومرسل عكرمة وابی قلابة ومجاهد وابی مالک والنخعی والسدي وعن زيد بن اسلم تحريم اللحم والدسم والنساء ولبس غير المسوح عن رجل ورجال من الصحابة منهم عثمان بن مظعون وعلي ابن مسعود والمقداد بن الاسود وسالم مولی ابی حذيفة وعبد الله بن عمر وابو بكر وعمر عن عبد الله بن رواحة واضيافه في قصة الضيافة بالفاظ مختلفة قلت ولا تراحم في الاسباب ۱۲

ملحقات الترجمة: ۱۔ قوله في سمعوا بعض كذا في الكبير ۱۲ ۲۔ قوله في مما سبب اشارة الى كون من تعليلية وما يجوز ان تكون مصدرية ومن الحق تبعض اوزائده وان تكون موصولة ومن الحق بيان ۱۲ ۳۔ قوله في توضيح تفيض متأثر وهو المقصود سواء كان بفيض الدمع او بدونه بان يؤمنوا ولا يکوا ۴۔ قوله في يقولون اور اشارة الى كونه استينافاً ويجوز ان يكون حالاً من ضمير عرفوا ۱۲ ۵۔ قوله في اکتبنا شارة الى انه بمعنى اجعلنا كما في الروح ۱۲ (بقية صفحہ ۵۰۹ پر)



لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ

اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر، لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو، سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو

مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ

کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں، یہ کفارہ ہے

أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔ اے ایمان والو

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَنزَالُ رَجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ

بات یہی ہے کہ شراب اور ہوا اور بت وغیرہ اور قمرہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

الشَّيْطَانُ أَن يُوَفِّعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝

شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر تحریم طیبات کا ذکر تھا چونکہ وہ بعض اوقات بذریعہ یمنین یعنی قسم کے ہوتی ہے اس لئے آگے یمنین کا حکم مذکور ہے۔

حکم شانزدہم سوگند:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اللہ تعالیٰ تم سے (دنیوی) مواخذہ نہیں فرماتے (یعنی کفارہ واجب نہیں کرتے) تمہاری قسموں میں لغو قسم (توڑنے) پر لیکن (ایسا) مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو (آئندہ کی بات پر) مستحکم کر دو (اور پھر اس کو توڑ دو) سو اس (قسم کے توڑنے) کا کفارہ (یہ ہے کہ) دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو (معمولی طور پر) کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان (دس محتاجوں) کو کپڑا دینا (اوسط درجہ کا) یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا (یعنی تینوں میں جس کو چاہے اختیار کر لے) اور جس کو (ان تینوں میں سے ایک کا بھی) مقدور نہ ہو تو (اس کا کفارہ) تین دن کے (متواتر) روزے ہیں یہ (جو مذکور ہوا) کفارہ ہے تمہاری (ایسی) قسموں کا جبکہ تم قسم کھا لو (اور پھر اس کو توڑ دو) اور (چونکہ یہ کفارہ واجب ہے اس لئے) اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو (کبھی ایسا نہ ہو کہ قسم کو توڑ دو اور کفارہ نہ دو اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ حکم برعایت تمہارے دنیوی و دینی مصالح کے بیان فرمایا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے (دوسرے) احکام (بھی) بیان فرماتے ہیں تاکہ تم (اس نعمت رعایت مصالح کا) شکر کرو۔ ف: لغو کہتے ہیں بے اثر کو اس کے دو معنی ہیں ایک وہ جس پر گناہ کا اثر مرتب نہ ہو اس کا حکم اور تفسیر اور اقسام سورہ بقرہ کے حکم بست و کیم میں بیان ہو چکا ہے۔ دوسرے وہ جس پر اثر

کفارہ کا مرتب نہ ہو۔ اس آیت میں بقرہ نہ مقابلہ یمنین موجب کفارہ کے اسی کا ذکر ہے اور اس کا مقابل جس میں کفارہ واجب ہو منعقدہ کہلاتی ہے حقیقت اس کی یہ ہے کہ آئندہ کسی امر کے وقوع یا عدم وقوع پر قسم کھائی اور اسی سے لغو کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو ایسی نہ ہو۔ زیادہ تفصیل اس کی سورہ بقرہ کے موقع مذکور پر گزر چکی ہے جو ملاحظہ کے قابل ہے اب چند مسائل یمنین منعقدہ کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس آدمیوں کو دونوں وقت گھر بٹھا کر کھلا دے لیکن ان سب میں ایسا شخص نہ ہو جو قریب بلوغ بھی نہ ہو یا شکم سیر ہو یا صدقہ فطر کے برابر ہر مسکین کو غلہ یا اس کی قیمت دیدے کذا فی رد المحتار عن البدائع اور یہ مساکین ایسے ہوں جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کپڑا دے تو اس قدر ہو جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جاوے مثلاً ایک کرتہ، ایک پاجامہ یا ایک لنگی اور چادر۔

مسئلہ: غلام لونڈی کے مسائل پارہ والحصنت کے نصف کے بعد رکوع و مسکن المؤمن میں گزر چکے ہیں۔ مگر یہاں اس کا مومن ہونا شرط نہیں۔

مسئلہ: اگر روزہ رکھے تو متواتر رکھنے چاہئیں۔

مسئلہ: قسم خواہ جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جاوے دونوں میں کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر دو روزے رکھے تھے پھر اطعام یا کسوۃ کا مقدور ہو گیا تو روزے سے کفارہ نہیں ہوا۔



مسئلہ: مقدور سے مراد صاحب نصاب ہونا نہیں بلکہ جس سے کفارہ ادا کر سکے المسائل کلبا من الدر المختار والہدایہ والجر۔

و ب ط : اوپر حلال چیزوں کے ترک خاص کی ممانعت تھی آگے بعض حرام چیزوں کے استعمال کی ممانعت ہے۔

حکم ہفد ہم تحریم خمر و قمار وغیرہما:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (الہی قولہ تعالیٰ) قُلْ أَنْتُمْ تُنْفِقُونَ اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر، یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سوان سے بالکل الگ رہتا کہ تم کو (بوجہ) ان کی مضرتوں سے بچنے کے جو آگے مذکور ہیں (فلاح ہو) اور وہ مضرتیں دنیوی بھی ہیں اور دینی بھی جن کا بیان یہ ہے کہ (شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں (برتاؤ میں) عداوت اور (دلوں میں) بغض واقع کر دے) چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب میں تو عقل نہیں رہتی گالی گلوچ دنگہ فساد ہو جاتا ہے جس سے بعد میں بھی طبعاً کدورت باقی رہتی ہے۔ اور جوئے میں جو شخص مغلوب ہوتا ہے اس کو غالب پر غیظ ہوتا ہے اور جب اس کو رنج ہوگا دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا یہ تو دنیوی مضرت ہوئی (اور (شیطان) یوں چاہتا ہے کہ اسی شراب اور جوئے کے ذریعہ سے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے (جو کہ اللہ کی یاد کا سب سے افضل طریقہ ہے) تم کو باز رکھے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ شراب میں تو اس کے ہوش ہی بجا نہیں ہوتے اور قمار میں غالب کو تو سرور و نشاط اس درجہ ہوتا ہے کہ وہ اس میں غرق ہوتا ہے اور مغلوب کو مغلوب ہونے کا رنج و اضطراب اور پھر غالب آنے کی کوشش اس درجہ ہوتی ہے کہ اس سے فراغ نہیں ہوتا یہ دینی مضرت ہوئی جب ایسی بری چیزیں ہیں) سو (بتلاؤ) اب بھی باز آؤ گے۔

ف: خمر و میسر کے متعلق سورہ بقرہ کے حکم پانزدہم میں اور از لام کے متعلق اسی سورہ مائدہ کے حکم سوم میں ضروری بیان گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جاوے اور اس مقام پر شان نزول سے جس کو لباب میں مسند احمد سے نقل کیا ہے کہ لوگ خمر و میسر کے عادی تھے الخ اور نیز حکمت تحریم کے بیان میں خمر و میسر کے بیان پر اکتفا کرنے سے اصل مقصود ان ہی کا ذکر کرنا ہے اور از لام بھی میسر میں داخل ہے اور انصاب کا جو ساتھ میں ذکر کیا گیا اس سے مقصود خمر و میسر کی مذمت کی تاکید ہے کہ یہ اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاوے اور اسی اشارہ کی توضیح کے لئے آگے بیان حکمت میں صلوٰۃ کے باوجود اس کے ذکر اللہ میں داخل ہونے کی تصریح فرمائی گویا حاصل یہ ہوا کہ یہ خمر و میسر بت پرستی اور کفر کے قریب قریب اسلئے ہیں کہ نماز سے جو کہ ایمان کے

اعظم شعائر اور علامات ایمان سے ہے مانع ہیں جب اس طور پر ایمان سے بعد ہوا تو کفر سے قرب ہوا۔

فائدہ: خمر و میسر کی حرمت کی جو حکمت بیان فرمائی گئی ہے وہ شطرنج وغیرہ میں بھی مشاہد ہے اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ جائز کس طرح ہو سکتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر صحابہؓ نے کہا انتھینا یعنی ہم باز آئے رواہ الترمذی۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شرابیں اس وقت موجود تھیں سب پھینک دیں، رواہ البخاری۔

مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ الْخَسِيسَ اس میں دلالت ہے کہ معاصی میں جیسے اخروی مضرتیں ہیں اسی طرح دنیوی مضرتیں بھی ہیں۔

اللفظیات: قولہ التعقید التوثيق والاهلون جمع اهل على خلاف القياس والكفارة بالمعنى المصدرى وهى الفعلية التى من شأنها ان تكفر الخطيئة وتستترها والمراد بالستر المحو لان المحو لا يرى كالمستور والثناء للنقل او للمبالغة كل هذا فى الروح ۱۲. الخمر فى القاموس ما اسكر من عصير العنب او عام اه قلت والاول قول ابى حنيفة والثانى قول غيره ۱۲. الرجس فى القاموس القند والمائم فى الروح هو مصدر فى الاصل اه فلهذا صح توحيدہ فى خبر المتعدد على قول واما على قول تقدير المضاف فلا حاجة اليه العداوة فى القاموس ضد الصداقة والبغضاء ضد الحب اه قلت وبه علم الفرق بينهما فان الاول فى الظاهر والثانى فى الباطن وقد اشرت الى هذا الفرق فى اثناء الترجمة واللہ اعلم ۱۲.

النحو: قولہ فی ایمانکم اما متعلق باللغو يقال لغا فى يمينه او بمقدر اى كائنا فى ایمانکم كذا فى الروح ۱۲. قولہ بما عقدتم ما مصدرية اى بتعقيدكم الايمان وتوثيقكم كذا فى الروح.

اختلاف القراءة: فى قراءة عقدتم بالتخفيف وفى قراءة عاقدتم والمفاعلة فيها لاصل الفعل وكذا قراءة التشديد وقيل ان ذلك للمبالغة باعتبار ان العقد باللسان والقلب كذا فى الروح قلت وانظر ما سياتى فى الحاشية المتعلقة بحقيقة المنعقدة تجد ما نقلت عن الروح آنفا مؤيد لذلك ووجه التأييد كون اشتراط المقصد مصرحاً به فى الفتح وهو فعل القلب الذى سماه فى الروح العقد بالقلب فافهم.

الفقه: استدلال الشافعية بقوله اذا حلفتم ان الكفارة يجوز ادائها بعد الحلف قبل الحنث والجواب ان هذه الكفارة هى المذكورة فى ما قبل بعنوان المواخذة المرادفة للوجوب ولا وجوب اجماعاً بدون الحنث فثبت انه لا بد من التقييد بالحنث كما اشرت اليه فى الترجمة ۱۲.

الروايات: فى الروح اخراج ابن جرير عن ابن عباس نزلت حين نهى القوم عما صنعوا فقالوا يا رسول الله كيف نصنع بايماننا التى



حلفنا عليها في الروح ايضا عن ابن مردويه عن ابن عباس مرفوعاً ثلاثة ايام متتابعات في سوال حذيفة وعن ابن ابي شيبة وابن حميد وابن جرير وابن ابي داود في المصاحف وابن المنذر والحاكم وصححه والبيهقي عن ابي بن كعب انه كان يقرأ فصيام ثلاثة ايام متتابعات واخرج غالب هؤلاء عن ابن مسعود انه كان يقرأ كذلك ۱۲. مرت في البقرة وبقي منها شئ يتعلق بهذا المقام خاصة وهو ما في الباب برواية النسائي والبيهقي عن ابن عباس قال انما نزل تحريم الخمر في قبيلتين من قبائل الانصار شربوا فلما ان ثمل القوم عث بعضهم فلما صحوا جعل الرجل يرى الاثر في وجهه ورأسه ولحيته فيقول صنع بي هذا اخي فلان وكانوا اخوة ليس في قلوبهم ضغائن فيقول والله لو كان بي رؤفاً رحيماً ما صنع بي هذا حتى وقعت الضغائن في قلوبهم فانزل الله تعالى هذه الآية انما الخمر والميسر اه قلت ولا دليل فيه على تخصيص العداوة بالخمر ولو سلم فلا باس بان نقول ان ما في قوله تعالى انما يريد الشيطان يكون مجموعه سبباً لتحريم المجموع من الخمر والميسر فافهم.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في التمهيد اس لئے آگے وايضا لسوال بعض الحالفين المذكورين آنفاً كما سيأتى في الروايات ۱۲. ۲. قوله في لا يواخذ ديني قرينته ذكر الكفارة فيما يليه ۱۲. ۳. قوله في اللغو توترى پر لانه لا كفاره قبل الحنث وجوباً اجماعاً والوجوب هو المراد بالمواخذة ۱۲. ۴. قوله في كفارته اس قسم اي المنعقدة لا مطلق اليمين فالمرجع هو الحلف المدلول عليه بقوله عقدتم الايمان اي بشرط الحنث ۱۲. ۵. قوله في اطعام ديناً هو عام

في لساننا للاباحة والتمليك كالاطعام في لسان العرب كما فسره في الروح بالتمكين من الطعام اه وعموم التمكين ظاهر ۱۲. ۶. قوله في كسوة كثرادياً فالجزء الاول ترجمة الكسوة لانه هو المثوب والجزء الثاني ترجمة للقدر ..... اي الالباس بقرينة العطف على المصدر ۱۲. ۷. قوله هناك اوسط قرينته تقييد قرينه بهذا القيد فلم يصرح اعتماداً على الظهور ۱۲. ۸. قوله في فصيام اس ككفاره اشارة الى تقدير المبتدأ ۱۲. ۹. قوله في كذلك جس طرح اشار الى المشبه به ۱۲. ۱۰. قوله في ف حقيقة المنعقدة قسم كحالي اشارة الى القصد كما في فتح القدير بحث ووجه الاشارة التعبير بقوله قسم كحالي الذي هو فعل اختياري لان الذي لا يكون بالاختيار يقال له قسم نكلى فافهم ۱۲. ۱۱. قوله في انما يبيى لوضعها للحصر ۱۲.

۱۲. قوله في الانصاب وغيره اشارة الى ان الانصاب لا يختص بالاصنام بل هو كل ما يعبد من دون الله ولو غير مصور ۱۲. ۱۳. قوله رجس يربس يعني حكم على المذكور باعتبار كل واحد ومن ثم صح توحيد الضمير في اجتنابه ۱۲. ۱۴. قوله هناك باتين اشارة الى تقدير المضاف في طرف المبتدأ من التعاطى ليصح كونه من عمل الشيطان وعليه فيجوز ارجاع الضمير في اجتنابه الى التعاطى ۱۲. ۱۵. قوله في عمل شيطاني النسبة للسببية المدلولة بمن ۱۲. ۱۶. قوله في في الخمر ذريع فكلمه في للسببية كما في قوله عليه السلام في ظاهرة ۱۲. ۱۷. قوله في عن الصلوة افضل اشارة الى نكتة التخصيص بعد التعميم ۱۲. ۱۸. قوله في فهل تتلأ دل على معنى الاستفهام ۱۲.

(بقية صفحہ ۵۰۶) ۶. قوله في ما لنا عذر ہے تفصيله ان لانومن حال من الضمير في لنا والعامل ما فيه من معنى الاستقرار الى اي شئ حصل لنا غير مؤمنين كذا في الروح وانا عينت ذلك الشئ وهو العذر الذي يكون سبباً لعدم الايمان ۱۲. ۷. قوله في لا تؤمن حسب تعليم لان القوم كانوا مصدقين بالله من قبل لكن لا موافقاً لشرعنا ۱۲. ۸. قوله ونطمع اور پھر اشارة الى ما في الكشف ويجوز ان يكون ونطمع حالاً من لا نومن على انهم انكروا على نفوسهم انهم لا يؤمنون ويطمعون مع ذلك ان يصحبوا الصالحين اه قلت وفي هذه العبارة بقوله يصحبوا تفسير ايضا لقوله تعالى مع حيث لم يقل من الصالحين واشرت اليه بقولي معيت وهذه المعية في الدنيا دنيا وفي الآخرة نعيم ۱۲. ۹. قوله في قالوا مع الاعتقاد لان القول المحض لا يجدي نفعاً ۱۲. ۱۰. قوله في اثاب دينك اشارة الى ان الماضي بمعنى المستقبل ۱۲. ۱۱. قوله في كفروا ربه يعني الى الموت ۱۲. ۱۲. قوله في التمهيد عود في هذا النهج اشارة لطيفة الى ان الطالب للحق لا ينبغي له الاشغال بمحاجة المخالف بحيث يذهل عن الاحكام المتعلقة بنفسه ۱۲. ۱۳. قوله في ما احل خواہ از قسم الخ لا سبب النزول كان فيه تحريم الاقسام المختلفة واما قوله كلوا فليس للتخصيص بل لكونه اعظم المنافع واشرت الى عدم التخصيص بقولي في ترجمه (برتو) ۱۲. ۱۴. قوله في طبيات اور مرغوب عطف تفسيري وهذا التخصيص لكون التحريم في سبب النزول متعلقاً به لا لان غير الطبيات يجوز تحريمه ۱۲. ۱۵. قوله في اول ف تين قسم والاية عامة للجميع ۱۲. ۱۶. قوله في قسم دوم من ف بلا حاجت زيد ليخرج تحريمه <sup>صلوات</sup> العسل او مارية لحاجة ابتغاء مرضات ازواجه الذي كان جائز له في اجتهاده <sup>صلوات</sup> ۱۲.



وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَبُوا أَلَمْ أَعْلَمَ أَنَّكُمْ عَلَى رَسُولٍ لَكُمْ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ

اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔ ایسے لوگوں پر جو کہ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا

ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَلَّاهُ آيِدِيكُمْ وَرِمَاكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ

اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کر لے

مَنْ يَخَافُ بِالْغَيْبِ فَمِنَّ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَكَذَلِكَ عَذَابُ الْيَوْمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ مِّنْ

کون شخص اس سے من دیکھ ڈرتا ہے سو جو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔ اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حرام میں ہو، اور جو شخص تم میں

قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّمَّا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَفَّةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ

اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کریں خواہ وہ پاداش جو پاویں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ

مَسْكِينَ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا لِّذُنَّ وَبِالْأَمْرِ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لَمَّسْتَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

مسکین کو یا جملہ غار خلو اس کے برابر روزے رکھ لے جاویں تاکہ اپنے گنہگار سے عفا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے گناہگار سے عفا کر دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کریگا تو اللہ تعالیٰ انتقام لے لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں

**تفسیر:** ربط: اور پر ایک حکم خاص کے امثال کا امر فرمایا ہے آگے مطلقاً تمام احکام میں اطاعت کرنا کامر ہے۔

**امر باتثال جمیع احکام:**

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ (السی قولہ تعالیٰ) الْبَلَاغُ الْمُبِينُ اور تم (جمیع احکام میں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے رہو اور (مخالفت حکم سے) احتیاط رکھو اور اگر (اطاعت سے) اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف (حکم کا) پہنچا دینا تھا (اور وہ اس کو بخوبی انجام دے چکے اور تم کو احکام پہنچا چکے اب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش نہیں رہی)

**ربط:** لباب میں مسند احمد سے بروایت ابی ہریرہ منقول ہے کہ جب اوپر کی آیت میں تحریم خمر و میسر نازل ہو چکی تو بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت سے آدمی جو کہ شراب پیتے تھے اور قمار کا مال کھاتے تھے تحریم سے پہلے مر گئے اور اب معلوم ہوا کہ وہ حرام ہے ان کا کیا حال ہوگا، اور لباب میں بروایت نسائی سوال کے قصہ میں یہ لفظ ہے فَقَالَ نَاسٌ مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ هِيَ رَجَسٌ وَهِيَ فِي بَطْنِ فُلَانٍ وَقَدْ قَتَلَ يَوْمَ احْدِ اس پر آیت آئندہ نازل ہوئی جس میں ان پر گناہ نہ ہونا مذکور ہے۔

**عدم تاثیر خمر و میسر قبل تحریم:**

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (السی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں (اور اس وقت وہ حلال ہو، گو بعد میں حرام ہو جاوے اور ان کو گناہ کیسے ہوتا) جبکہ (گناہ کا کوئی امر مقتضی نہ ہو بلکہ ایک امر مانع موجود ہو وہ یہ کہ) وہ لوگ (خدا کے خوف سے اس وقت کی ناجائز چیزوں سے) پرہیز رکھتے ہوں اور (دلیل اس خوف کی یہ ہو کہ وہ لوگ) ایمان رکھتے ہوں (جو کہ خدا سے ڈرنے کا سبب ہے) اور نیک کام کرتے ہوں (جو کہ خوف خدا کی علامت ہے اور اسی حالت پر وہ عمر بھر رہیں، چنانچہ اگر وہ حلال چیز جس کو پہلے کھاتے پیتے تھے آگے کبھی چل کر حرام ہو جاوے تو) پھر اس سے بھی اسی خوف خدا کے سبب (پرہیز کرنے لگتے ہوں اور اس (خوف کی بھی دلیل مثل سابق یہی ہو کہ وہ لوگ) ایمان رکھتے ہوں (جو کہ فی نفسہ مقتضی اعمال صالحہ کو ہوتا ہے۔ پس یہاں بھی سبب اور علامت خوف خدا کے مجتمع ہیں اور اگر پھر کوئی اور حلال چیز حرام ہو جاوے تو) پھر (اس سے بھی اسی خوف خدا کے سبب) پرہیز کرنے لگتے ہوں اور (اس خوف کی دلیل بھی وہی مثل سابق یہ ہو کہ وہ لوگ) خوب نیک عمل کرتے ہوں (جو کہ موقوف ہیں ایمان پر پس یہاں بھی سبب اور علامت خوف خدا کے مجتمع ہیں مطلب یہ کہ ہر بار کی مکرر سہ کر تحریم میں ان کا یہ عملدرآمد ہو کچھ دو تین بار کی خصوصیات نہیں، پس باوجود مانع اور استمرار مانع کے ہمارے فضل سے بعید ہے کہ وہ گنہگار ہوں) اور (ان کی یہ خاص طریقہ مذکورہ کی نوکاری صرف لزوم گناہ



سے مانع ہی نہیں بلکہ وجودِ ثواب و محبوبیت کو مقضیٰ بھی ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ ایسے نکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں) پس ان میں مبغوض ہونے کا احتمال تو کب ہو سکتا ہے یہ تو غیر مبغوض ہونے سے گزر کر محبوب ہونے کا درجہ رکھتے ہیں)

**دبٹ :** شروع سورت حکم اول میں احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت اجمالاً فرمائی تھی۔ اب آگے اس کی قدرے تفصیل ہے اور اس کے علاوہ ایک خاص ربط بھی ہے کہ اوپر تحریم طیبات کا ذکر تھا یہاں فرماتے ہیں کہ ہم اس کے مختار ہیں کہ بعض احوال میں ان کی تحریم کر دیں۔

حکم باشد هم متعلق بصید ورا حرام:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ (التي قوله تعالى) وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ  
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کریگا جن تک (بوجہ تم  
سے دُور دُور نہ بھاگنے کے) تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے  
(مطلب امتحان کا یہ کہ حالتِ احرام میں وحوش کے شکار کرنے کو تم پر حرام کر  
کے جیسا آگے تصریح آتا ہے ان وحوش کو تمہارے آس پاس پھراتے رہیں  
گے) تاکہ اللہ تعالیٰ (ظاہر طور پر بھی) معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے  
(یعنی اس کے عذاب سے) ہن دیکھے ڈرتا ہے (اور ارتکابِ محرم سے جو کہ  
موجبِ عذاب ہے بچتا ہے اور دلالتِ التزامی سے اس خبر ابتلاء ہی سے  
حرمت مفہوم ہوگئی) سو جو شخص اس (حرمت) کے بعد (جس پر ابتلاء بھی  
دلالت کر رہا ہے) حد (شرعی) سے نکلے گا (یعنی شکار ممنوع کا مرتکب ہوگا)  
اس کے واسطے (بانتظار اس فعل کے آخرت میں) دردناک سزا (مقرر) ہے  
(چنانچہ وحوش اسی طرح آس پاس لگے پھرتے تھے چونکہ صحابہؓ میں بہت سے  
شکار کے عادی تھے اس میں ان کی اطاعت کا امتحان ہو رہا تھا جس میں وہ  
پورے اترے، آگے ممانعت کی زیادہ تصریح ہے کہ) اے ایمان والو! وحشی  
شکار کو (باستثناء ان کے کہ جن کو شرع نے مستثنیٰ کر دیا) قتل مت کرو جبکہ تم  
حالتِ احرام میں ہو (اسی طرح جبکہ وہ شکار حرم میں ہو گو شکاری احرام میں نہ  
ہو اس کا بھی یہی حکم ہے) اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو  
اس پر (اس کے فعل کی) پاداش واجب ہوگی جو کہ (باعبار قیمت کے)  
مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس (کے تخمینہ) کا  
فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں (کہ دینداری میں بھی قابلِ اعتبار ہوں  
اور تجربہ و بصیرت میں بھی قابلِ اعتبار ہوں پھر اس قاتل کو تخمینہ قیمت کے بعد  
اختیار ہے) خواہ (اس قیمت کا کوئی ایسا جانور خرید لے کہ) وہ پاداش (کا  
جانور) خاص چوپایوں میں سے ہو (یعنی اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری نہ ہو یا  
مادہ) بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ (کے پاس) تک (یعنی حرم کے اندر) پہنچائی  
جاوے اور خواہ (اس قیمت کے برابر غلہ بطور) کفارہ (کے) مساکین کو دے

دیا جاوے (اقل درجہ فی مساکین جس قدر کہ صدقہ فطر دیا جاتا ہے) اور خواہ اس (غلہ) کے برابر روزے رکھ لئے جاویں (برابری کی صورت یہ ہے کہ فی حصہ مسکین ایک روزہ اور یہ پاداش اس لئے مقرر کی ہے) تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے (بخلاف غیر محمد کے کہ گو اس پر بھی یہی جزا واجب ہے مگر وہ فعل کی پاداش نہیں بلکہ محل محترم یعنی صید کی جو کہ حرم کی وجہ سے محترم یا احرام کی وجہ سے کا محترم ہو گیا ہے اس کا ضمان اور جزا ہے اور اس جزا کے ادا کر دینے سے) اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف فرما دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا (چونکہ اکثر عود میں ایک گونہ پہلی بار سے زیادہ جرأت ہوتی ہے) تو (اس وجہ سے علاوہ جزائے مذکور کے جو اصل فعل یا محل کا عوض ہے آخرت میں) اللہ تعالیٰ اس سے اس (جرأت کا) انتقام لیں گے (البتہ اگر توبہ کر لے تو علت انتقام کی منتفی ہو جاوے گی) اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔ ف: اور عَفَاَ اللّٰهُ الْخ کی ایک تفسیر قریب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو کچھ قبل اسلام یا قبل نزولِ آیت ہو گیا گو بوجہ اس کے کہ حرم کی اور احرام کی حرمت پہلے سے معلوم اور ملتزم تھی موجب گناہ تھا لیکن بوجہ عدم التزامِ اسلامی کے یا بوجہ عدم نصِ اسلامی کے عفو فرما دیا لیکن جو بعد اعلام و نصِ نبی کے عود یعنی ارتکاب کرے گا جو کہ فعلِ گذشتہ کے اعتبار سے عود ہے تو اب مستحق انتقام ہوگا۔ ف: چند مسائل لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: حرم کے جانور کے بھی یہی احکام ہیں لہذا حدیث۔ البتہ اگر یہ قاتل محرم نہ ہو تو آگے جو روزے کا حکم آتا ہے وہ اس کیلئے کافی نہیں۔

مسئلہ: صید جو کہ حرم اور احرام میں حرام ہے عام ہے خواہ ماکول ہو یا غیر ماکول لا اطلاق الآیۃ۔

مسئلہ: صید وحش ہی کو کہتے ہیں پس جو خلقِ اہلی ہوں جیسے بھیڑ بکری گائے اونٹ ان کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے۔

مسئلہ: البتہ جو دلیل سے مستثنیٰ ہو گئے ہیں ان کو پکڑنا قتل کرنا حلال ہے جیسے دریائی جانور کا شکار لقولہ تعالیٰ اِنَّ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ اور بعضے خشکی کے خاص خاص جانور جیسے کوا اور چیل اور بھیڑیا اور سانپ اور بچھو اور کانٹے والا کتا لہا حدیث اسی طرح جو درندہ خود حملہ کرے اس کا قتل بھی جائز ہے پس الصید میں الف لام عہد کا ہوگا۔

مسئلہ: جو حلال شکار غیر احرام اور غیر حرم میں کیا جاوے اس کا کھانا محرم کو جائز ہے جبکہ یہ اس کے قتل وغیرہ میں معین یا مشیر یا بتلانے والا نہ ہو لکن حدیث ویشیر الیہ قولہ تعالیٰ لا تقتلوا حیث لم یقل لا تأکلوا۔

مسئلہ: جیسے تعدد میں جزا واجب ہے اسی طرح خطا و نسیان میں بھی اخراجہ فی الروح بروایۃ ابن جریر عن الزہری و بروایۃ الشافعی وابن



لَا تَقْتُلُوا بِالطُّورِ عَمُومٍ مَّجَازٍ كَقَوْلِ حَقِيقِي قَتَلْتُ دُونِ كُوشَاثِلٍ هِيَ يَسْبُغُ  
مسائل ہدایہ اور رد المحتار سے منقول ہیں۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
الخ تقویٰ اور ایمان کو مکرر لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان دونوں میں بہت  
سے درجات ہیں کہ ایک دوسرے سے فوق ہیں جن میں سالک ترقی کرتا ہے ۱۲۔  
قوله تعالى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لِيُبَلِّغْكُمْ اللّٰهُ الْخِ اس میں اصل ہے بعض مشائخ  
کی اس عادت کی کہ مرید کے صدق کا امتحان کرتے ہیں۔ قوله تعالى  
وَمَنْ قَتَلَكَ مِنْكُمْ مِّتَعْتًا الْخ اس میں اصل ہے اہل ریاضت کے اس  
طریق کی کہ اول خطا پر اپنے نفس کو ایسی سزا دیتے ہیں جس کا عمل اس کو آسان ہوتا  
ہے اور اگر وہ پھر عود کرے تو ایسی سزا دیتے ہیں جو اس پر قدرے دشوار ہوتا ۱۳۔

**فائدہ:** موهوبة من الله تعالى ههنا امور الاول ان المقصود ههنا نفی  
الجنح بطريق الاستدلال عليه بوجود المانع عن الجنح لا بعدم  
المقتضى للجنح فقط فظهر به وجه تعلیق نفی الجنح بالتقوى والايمان  
والعمل الصالح وسقط ما يتوهم من ان نفی الجنح غير مشروط بالتقوى  
والايمان لان الكافر لا يكون عليه جنح في تناول الحلال وجه السقوط  
ظاهر فان انشاء الجنح في الكافر لعدم المقتضى فقط لا للمانع بخلاف  
المومن فان فيه مانعا وهو المحبوبة الحاصلة بالتقوى الذي اعتبر في  
مفهومه الخوف من الله تعالى فان ترك الحرام ولو لم يشب عليه مطلقا  
لكن اذا كان عن خوف فهو موجب للثواب والمحبوبة وبالايمان  
وبالعمل الصالح الموجب لهما ايضا كما يشعر به قوله تعالى والله يحب  
المحسنين فالكافر لا يعذب في تناول الحلال لانه لم يرتكب اثما مقتضيا  
للعذاب والمومن لا يعذب لا لذلك فقط بل لكونه محبواً والحبيب لا  
يعذب الحبيب من حيث كونه حبيباً وبقيد الحيثية خرج الجواب عن  
تعذيب المومن بالمعصية فافهم الثاني ههنا بناء الحكم على التقوى فقط  
واما ذكر الايمان فلكونه دليلاً لثبوت التقوى وذكر العمل لكونه دليلاً آثراً  
للتقوى الثالث ان المقصود ذكر الثلاثة جميعاً في المواضع الثلاثة لكن  
اكثفى في الثاني بذكر الايمان صريحاً ودل على العمل باقتضائه له  
واكثفى في الثالث بذكر الاحسان اى العمل ودل على الايمان لتوقفه  
عليه فكان في الاكتفاء اشارة الى كونهما كالمتلازمين يعنى كل منهما عن  
ذكر الآخر الرابع ان النكته في تغيير عنوان العمل بالاحسان ان الذي يقدر  
الانسان على ان يترقى فيه هو العمل فغير للايذان بهذا عن الابتداء بالعمل  
وعن الكمال بالاحسان المفسر في الحديث بان تعبد الله الخ واما  
الايمان فكما له موهوب محض من الله تعالى فهو باعتبار الاسناد الى العبد  
مسند ابتداء وانتهاء فغير عنه للايذان بهذا بلفظ واحد وغير العنوان في  
العمل في الموضوعين الخامس وهو ماخوذ من الروح انه ليس المقصود  
تخصيص المرات بالثلاثة في التقوى بل المقصود الاستمرار والديموم  
على ذلك التقوى ولو وقع مثل ذلك النسخ مرة او قلت واذا كان  
التكرير مرتين يفيد في اكثر الاستعمالات هذا المعنى فالتكرير ثلاث

المنذر عن عمرو بن دينار ما يشعر الاجماع عليه اتا فرق ہے کہ  
تعهد میں جزائے فعل ہے اور غیر تعهد میں جزائے محل محمد ا کی قید کا یہ فائدہ  
ہے جیسا انشاء ترجمہ میں اشارہ بھی کر دیا گیا ہے۔

**مسئلہ:** جیسا پہلی بار میں جزا واجب ہے اسی طرح دوسری تیسری بار میں بھی  
اور عود میں ذکر انعام کا فائدہ ضمن ترجمہ میں ظاہر کر دیا ہے۔

**مسئلہ:** حاصل جزاء کا یہ ہے کہ جس زمان اور جس مکان میں یہ جانور قتل ہوا  
ہے بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص سے اور جائز یہ بھی ہے کہ ایک ہی عادل سے  
اس جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ مقتول جانور  
اگر غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی  
اور اگر وہ جانور ماکول تھا تو جس قدر تخمینہ ہوگا وہ سب واجب ہوگا اور دونوں  
حال میں آگے اس کو تین صورتوں میں اختیار ہے خواہ تو اس قیمت کا کوئی جانور  
حسب شرائط قربانی کے خرید لے اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو  
بانٹ دے اور یا اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقہ فطر کے فی مسکین  
نصف صاع فقراء کو دے دے اور یا بحساب فی مسکین نصف صاع جتنے  
مسکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا ہے اتنے شمار سے روزے رکھ لے اور تقسیم غلہ اور  
روزوں میں حرم کی قید نہیں اور اگر قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی  
ہے تو اختیار ہے خواہ ایک مسکین کو دیدے یا ایک روزہ رکھ لے اسی طرح اگر  
فی مسکین نصف صاع دیکر نصف صاع سے کم بچ گیا تو بھی یہی اختیار ہے کہ  
خواہ وہ بقیہ ایک مسکین کو دیدے یا ایک روزہ رکھ لے۔

**مسئلہ:** تخمینہ مذکورہ میں جتنے مسکین کا حصہ قرار پاوے اگر ان کو دو وقت  
کھانا شکم سیر کھلاوے تب بھی جائز ہے۔

**مسئلہ:** اگر اس قیمت کے برابر ذبح کے لئے جانور تجویز کیا مگر کچھ قیمت بچ  
گئی تو اس بقیہ میں اختیار ہے خواہ دوسرا جانور خرید لے یا اس کا غلہ دیدے یا  
غلہ کے حساب سے روزے رکھ لے۔

**مسئلہ:** جس طرح قتل میں جزا واجب ہے اسی طرح ایسے جانور کو زخمی کرنے  
سے بھی تخمینہ کرایا جاوے گا کہ اس سے اس جانور کی کس قدر قیمت کم ہوگئی  
اس مقدار قیمت میں پھر وہی تین مذکورہ صورتیں جائز ہوں گی۔

**مسئلہ:** محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے اگر  
وہ اس کو ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کا سا ہوگا وفي لا تقتلوا اشارة  
الى ان ذبحه كالقتل۔

**مسئلہ:** اگر جانور کے قتل ہونے کی جگہ جنگل ہے تو جو آبادی اس سے قریب  
ہو وہاں کے اعتبار سے تخمینہ کیا جاوے گا۔

**مسئلہ:** اشارہ ودالات واعانت شکار میں مثل شکار کے حرام ہے پس



مرات لا بد ان يكون ابلغ فيه السادس لم يذكر التقوى في عنوان الموضوع لانه يناسب ان يعبر عن الموضوع بما كان معلوما عند السامع وهذا المعنى لم يكن في ذهن السائل فانه لو كان لكان فيه الجواب بعلم المقضى ولم يحتج الى السؤال لانه لما فرض ان فلاحا اتقى الحرام فيكف يكون مساع لاحتتمال الجناح عليه فلذا لم يورد له ثم نبه عليه بالتصريح به وقت ايقاع الحكم عليه بخلاف الايمان والعمل فانهما كانا في ذهنه ولم يكونا في ذاتهما منافيين الجناح فافهم السابع ان المقصود باذا ما نفس التعليق من غير نظر الى زمان الاستقبال ليصح جوابا عن سئل عنهم ممن مات ويشمل غيرهم ايضا كما يدل عليه قوله عليه السلام لابن مسعود لما نزلت انت منهم رواه مسلم والترمذى والنسائى وغيرهم الثامن ان هذا الاقتضاء والممانعة ليس بالتأثير بالذات بل بفضل الله تعالى وجعله التاسع ان مثل هذا السؤال غير ظاهر في الظاهر لكن تكلف السائل او شدة خشية وشفقة على من سال عنهم حملته عليه العاشر ان الطعام كما في الروح يعم الاكل والشرب فقط ويعونه تعالى اشير الى جميع هذه الفوائد في اثناء الترجمة تامل تعقل انشاء الله تعالى والله تعالى اعلم وعلمه اتم واحكم ۱۲.

**اللفظ:** الانتقام شدة العقوبة ۱۲ خازن.

**البلاغة:** في الروح عن ابن عطية ان الظاهر انه سبحانه خص الايدي بالذكر لانها اعظم تصرفا في الاصطياد وفيها يدخل الجوارح والجلالات وه اعلم بالايدي من فخاخ واشباك وخص الرماح بالذكر لانها اعظم ما يجرح به الصيد ويدخل فيها السهم ونحوه وفيه تنوين شئ للتحقير ليكون باعتبارهم على الصبر وحالا على الاحتمال والذي يرشد الى هذا سبق الاخبار بذلك لتوطن النفس اه

**اختلاف القراءة:** في قراءة فجزاء مثل باضافة الجزاء الى مثل والاضافة بيانية كذا في الروح لمحصل القرائتين واحد.

**الفقه:** وبما قررنا من التفسير لم يبق اشكال على ما قالت الحنفية من تفسير المثل بالقيمة واما ايجاب الصحابة المثل الصورى فيمكن الجواب عنه كما في الهداية ان المراد بما روى التقدير به دون ايجاب المعين ۱۲.

**الروايات:** في الروح اخرج ابن ابي حاتم عن مقاتل نزلت في عمرة الحديبية حيث ابتلاهم الله تعالى بالصيد وهم محرمون فكانت الوحوش تغشاهم في رحالهم وكانوا متمكنين من صيدها اخذا بايديهم وطعنا برماحهم فلهما باخذها فنزلت ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في اطيعوا جميع الخ دل عليه عدم التقييد في الكلام. ۲. قوله بعد الجين وه اس كواخ هكذا قرره في الروح ۱۲. ۳. قوله في ليعلم ظاهر مرمر راو حاصله ليتعلق علمه سبحانه بمن يخافه بالفعل انه يخافه بالفعل فان علمه تعالى بانه يخافه وان كان متعلقا به لكن تعلقه بانه خائف بالفعل انما يكون عند تحقق الخوف بالفعل ۱۲. ۴. قوله في من يخافه كون ليس المقصود كون من استفهامية ولكن لاتباع المحاورة عبرت به عن الموصولة ۱۲. ۵. قوله في بالغيب عذاب ه حاصله ان المضاف الى الضمير مقدر وبالغيب حال عنه ۱۲ من البياضوى. ۶. قوله في

عذاب باقتضاء فلا يرد العفو اشكالا ۱۲. ۷. قوله بعده يمرت كما مر في الروايات ۱۲. ۸. قوله في فجزاء اس الى قوله في صياما ركع لى جاورى اشارة في مجموع هذا الى امور يد لك اليها تعبيرى عن تركيب الآية وهو هذا فالواجب عليه جزاء مثل ما قتل وهو صفة اولى للجزاء لازمة صادقة على الاحوال الثلث الآية فصيح كون المثل قيمة فانها هي المماثلة للمتلف في كل حال وهو من النعم اى من النعم خير لمبتدا مقدر والجملة صفة ثانية له مفارقة لاختصاصها ببعض الاحوال اى اذا اختار النعم يحكم به ذوا عدل منكم صفة ثالثة له لازمة فان الطعام والصيام كلاهما يحتاجان الى هذا الحكم حال كون ذلك النعم هديا فهو حال من النعم فكان حق قوله من النعم ظاهرا هو التاخر عن كلا الصفتين اللازمتين للجزاء المشترك بين الجميع ولعل النكتة في توسطه مع دلالة على صفة مفارقة بين اللازمتين تعجيل ذكره ليدل على كون النعم افضل اما لكونه خاصا بالحرم نافعا لفقراء الحرم بخلاف الطعام فانه لا يختص بالحرم وبخلاف الصيام فانه ليس فيه نفع للفقراء اصلا واما لكونه قرينة من وجهين اراقه الدم والتصدق بالغ الكعبة صفة لهدى وهو ظاهر او هو كفارة فهي مرفوعة على انها خير لمبتدا والجملة معطوفة على هو من النعم طعام مسكين يدل او هو عدل ذلك اى الطعام صياما تميز عن عدل والمميز مع التميز خبر لمقدر والجملة معطوف على ما عطف عليه او كفارة وعلى هذا التركيب انحل كثير من الاشكالات اللفظية والمعنوية المذهبية الحنفية فافهم واشكر ولله الحمد والى هذا كله اشرت في اثناء الترجمة وقال صاحب الهداية فجزاء مثل ما قتل اى قيمة ما قتل من النعم الوحش واسم النعم يطلق على الوحشى والاهلى كذا قاله ابو عبيد اه قلت فيكون مثل ايضا صفة لازمة للجزاء وكذا يحكم صفة لازمة له وهديا حال من جزاء لان النكرة اذا خصت يصح كونها ذا حال ومقدما وقال الكفارة عطف على الجزاء وكذا قوله او عدل ذلك اه قلت لكن هذا العطف يكون على جزاء فقط لا عليه مع صفته فيكون الصفة معتبرة مأخوذة في جميع المتعاطفات ويكون التقدير هكذا فجزاء هو مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة او كفارة هو مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم او عدل ذلك صياما هو مثل ما قتل الخ فالمراد بالجزاء يكون الهدى خاصة كما فسر بوقوعه حالا مختصة به لم يعتبر في المتعاطفين المتأخرين كما ان هذين المتأخرين اعتبر فيهما مكان ذلك الحال التقييد بقوله طعام مساكين وبقوله صياما فقوله مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم صفة مشتركة في الثلاثة وقوله هديا وقوله طعام مساكين وقوله صياما قيود لواحد واحد منها فافهم ۱۲. ۹. قوله في امره كى كما في الروح نقل فعله. ۱۰. قوله بعد هذا فضل كى پاداش كما يدل عليه قوله وبال امره اى فعله وبهذا اتضح فائدة قوله تعالى متعمدا ۱۲. ۱۱. قوله في عفا جزا كى اكرى من نقله قولا في الكبير ۱۲.

**حاشية:** (۱) قوله بالفعل متعلق بخافه لا يعلمه.



أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَانُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلْغِيَارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

تُخْشَرُونَ ۝ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

جس کے پاس جمع کئے جاوے گئے خدا تعالیٰ نے کعبہ کو کعبہ کا مکان ہے لوگوں کے قلم کے سب سے زیادہ عزیز ہے اس لئے کہ یہ لوگوں کی ہر ذمہ داری میں قریبی ہونے والے جانوروں کو بھی جانوروں کو بھی جسکے گھر میں ہے ہوں میاں سنا تم اس بات کا یقین رکھو کہ یہ کعبہ

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں، اور بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔ تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت

رَحِيمٌ ۝ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَتُهُ

اور رحمت والے بھی ہیں۔ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک

الْخَبِيثُ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو تو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو۔

**تفسیر:** ربط: اوپر حالت احرام میں صید کی حرمت مذکور تھی آگے اس کی تعین اور تخصیص فرماتے ہیں۔

تمہ حکم ہشد ہم:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَانُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلْغِيَارَةِ (الغیاریہ تعالیٰ) وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُخْشَرُونَ تمہارے لئے (حالت احرام میں) دریا (یعنی پانی) کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا (سب) حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے (اور تمہارے) مسافروں کے (انتفاع کے) واسطے (کہ سفر میں اسی کو توشہ بنادیں) اور خشکی کا شکار (گو بعض صورتوں میں کھانا حلال ہو مگر) پکڑنا (یا اس میں معین ہونا) تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ (کی مخالفت) سے ڈرو جس کے پاس جمع (کر کے حاضر) کئے جاوے گئے۔ ف: تفسیر مذکور پر آیت میں بقرینہ ضمیر طعمہ کی صید کی طرف راجع ہونے کے صرف صید مطعوم یعنی ماہی مذکور ہے اور اکثر فقہاء کے قول میں غیر مطعوم بھی اسی حکم میں ہے کہ اس کو پکڑنا اور قتل کرنا درست ہے گو کھانا درست نہ ہو، نیز قیاس علی صید البر بھی اس کو مقتضی ہے کہ وہاں ماکول وغیرہ ماکول حرمت اصطیاد میں برابر ہیں یہاں دونوں حالت اصطیاد میں مساوی ہونگے اور دریائی جانور وہ ہے کہ جس طرح پانی اس کا مسکن ہے اسی طرح پانی ہی مؤلف ہو پس بطور غالی وغیرہ اس سے خارج اور صید بر میں داخل ہے۔

ربط: اوپر حالت احرام میں خشکی کے شکار کو حرام فرمایا ہے چونکہ تحریم اکثر نفس پر گراں ہوتی ہے اس لئے چند محرم چیزوں کے منافع و مصالح جو مشاہدہ

میں آرہے ہیں بیان فرماتے ہیں تاکہ اس کو اور اسی قیاس پر دوسری اشیاء کی تحریم کو بھی جن میں سے بعض اس حکم اصطیاد کے قبل مذکور بھی ہوئے ہیں مشتمل حکمت پر سمجھ کر (گو اس حکمت کی تعین نہ کر سکیں) گراں نہ سمجھیں اور جن محرمات کے منافع و مصالح یہاں مذکور ہو گئے ان میں ایک زمان ہے یعنی شہر حرام اور ایک مکان ہے یعنی خانہ کعبہ اور دو چیزیں متعلق اس مکان کے ہیں یعنی ہدی اور قلائد کہ ان کو مکان حرم سے جو کہ متعلق کعبہ کے ہے تعلق ہے اور ان تینوں کی تحریم کو تحریم اصطیاد فی الاحرام سے علاوہ مطلق اشتراک فی التحريم کے جس میں سب اشیاء محرمہ مساوی ہیں اور اس مساوات کی وجہ سے بعض کی حکمت معلوم ہونا دوسرے ہر بعض کے قرین حکمت ہونے کیلئے کافی ہے ایک خاص تحریم میں بھی اشتراک ہے وہ یہ کہ ان تینوں میں بلا واسطہ یا بواسطہ تعظیم کعبہ معتبر ہے اور یہی مبنی ہے اس حرمت اصطیاد فی الاحرام کا بھی کیونکہ احرام کا تعلق حج و عمرہ سے ہے اور ان دونوں کا تعلق خانہ کعبہ سے ظاہر ہے پس ان چاروں میں یہ ایک خاص مناسبت ہوئی اور شہر حرام کی تفسیر اگر ذبیحہ سے کی جاوے جیسا بیضاوی نے اس کو ترجیح دی ہے تو پھر ان پانچوں میں جن میں ایک اصطیاد ہے اور چار اس آیت آئندہ میں مذکور ہیں وہی مناسبت خاصہ حاصل ہے واللہ اعلم۔

بیان مصالح تحریم بعض اشیاء معظمہ:

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ (الغیاریہ تعالیٰ) وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں (کی



وہ: اور احکام مختلفہ ارشاد ہوئے ہیں، آگے ترغیب و ترہیب سے انکے امتثال کی تاکید فرماتے ہیں۔

تاکید امتثال احکام:

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الہی قولہ تعالیٰ) فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی کے احکام کے خلاف مت کیا کرو اور جو احیاناً ہو گیا ہو موافق قواعد شرعیہ کے تو بہ کر لو (رسول ﷺ) کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے (سو وہ خوب پہنچا چکے اب تمہارے پاس کوئی عذر و حیلہ باقی نہیں رہا) اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم (زبان یا جوارح سے) ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو (سو تم کو چاہئے کہ اطاعت ظاہر اور باطن دونوں سے کرو) آپ (اے محمد ﷺ ان سے یہ بھی) فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک (یعنی گناہ اور طاعت یا گناہ کرنے والا اور طاعت کرنے والا) برابر نہیں (بلکہ خبیث مبغض ہے اور طیب مقبول ہے۔ پس اطاعت کر کے مقبول بننا چاہئے معصیت سے مبغض نہ ہونا چاہئے) گو (اے دیکھنے والے) تجھ کو ناپاک کی کثرت (جیسا اکثر دنیا میں یہی واقع ہوتا ہے) تعجب میں ڈالتی ہو (کہ باوجود ناپسندیدہ ہونے کے یہ کثرت کیوں ہے مگر یہ سمجھ لو کہ کثرت جو کسی حکمت سے ہے دلیل محمود ہونے کی نہیں جب کثرت پر مدار نہیں یا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم و عقاب پر بھی مطلع ہو گئے) تو (اس کو مت دیکھو بلکہ) خدا تعالیٰ (کے خلاف حکم کرنے) سے ڈرتے رہو تاکہ تم (پورے طور سے) کامیاب ہو (کہ وہ جنت اور رضائے حق ہے)۔

**مسائل السلوانہ:** قولہ تعالیٰ لِيُنْزِلَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ الخ اس میں زہد کی تعدیل اور اس میں غلو کرنے سے یہی ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ الخ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل حقائق کے مقابلہ میں اہل رسوم کی کثرت پر دھوکا نہ کھانا چاہئے ۱۲۔

**النفات:** قولہ اعجبک فی القاموس اعجبہ حملہ علی العجب منہ واعجب بہ عجب و سرکا عجبہ اہ فلا عجاب لہ معینان الحمل علی العجب والسرور وترجمت بالاول لان السرور بالخیث غیر ظاہر من العاقل واما وقوعہ فی العجب فلا خفاء الحکمة لا للشبهة فی کونہ حقاً او باطلا ۱۲۔

**النحو:** قولہ ولو اعجبک فی الروح الواو لعطف الشرطیۃ علی مثلها وقیل للحال ای لو لم یعجبک ولو اعجبک وقد حذف الاولی لدلالة الثانية علیها فان الشئی اذا تحقق مع المعارض فلان یتحقق بدونه اولی وجواب لو محذوف لدلالة ما قبلها علیہ ۱۲۔

**البلاغۃ:** تقدیم الخبیث للایذان بان عدم الاستواء منشاء ہ النقصان فی الخبیث لا الطیب ۱۲۔

مصلحتوں) کے قائم رہنے کا سبب قرار دیدیا اور (اسی طرح) عزت والے مہینہ کو بھی اور (اسی طرح) حرم میں قربان ہونے والے جانور کو بھی اور (اسی طرح) ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں (اس نشانی کیلئے) پٹے ہوں (کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں حرم میں ذبح ہو گئے) یہ (قرار داد علاوہ اور دنیوی مصلحتوں کے) اس (دینی مصلحت کے) لئے (بھی) ہے تاکہ (تمہارا) اعتقاد درست اور پختہ ہو اس طرح سے کہ تم (ان مصالحوں سے استدلال کر کے) اس بات کا یقین (ابتداء یا کمالاً) کر لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم (کامل) رکھتے ہیں (کیونکہ ایسا حکم مقرر کرنا جس میں آئندہ کے ایسے مصالحوں مرعی ہوں کہ عقول بشریہ ان کو نہ سوچ سکیں دلیل ہے کمال صفت علمیہ کی) اور (ان معلومات مذکورہ کے ساتھ تعلق علم کامل سے استدلال کر کے یقین کر لو کہ) بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں (کیونکہ ان معلومات کے علم پر کسی چیز نے مطلع نہیں کیا معلوم ہوا کہ علم ذاتی کی نسبت جمیع معلومات کے ساتھ یکساں ہوتی ہے) **فہ:** کعبہ کے مصالحوں و برکات دنیویہ میں بعض یہ ہیں اس کا جائے امن ہونا جس کا ذکر پارہ الم کے آخر میں اور پارہ لن تنالوا کے شروع میں آچکا ہے اور وہاں ہر سال میں مجمع ہونا جس میں مالی ترقی اور قومی اتحاد بہت سہولت سے میسر ہو سکتی ہے یہ تو مشاہدہ میں آچکا ہے اور اس کے بقاء تک عالم کا باقی رہنا حتیٰ کہ جب کفار اس کو منہدم کر دیں گے قریب ہی قیامت آ جاوے گی جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے اس کا مشاہدہ اس وقت ہو گا اور شہر حرام کی منفعت امن عام ہے اور ہدی و قلائد کی منفعت ان کے لانے والے سے تعرض نہ کرنا اور کعبہ اور ہدی و قلائد کے احکام متعلقہ کی منفعت مشترکہ یہ کہ ان احکام سے خانہ کعبہ کی تعظیم کا اعتقاد ہونا اور اس تعظیم کے سبب وہاں کے رہنے والوں یا جانے والوں یا ہو آنے والوں یا ارادہ رکھنے والوں پر ہر قسم کی تعدی و ظلم سے باز رہنا کہ یہ امور عادیہ بھی واقع ہیں اور شرعاً بھی مطلوب ہیں اور دینی برکات میں بعض تو اس آیت میں مذکور ہیں یعنی درستی اعتقاد خاص اور بعض اور بھی ہیں مثلاً کعبہ کا حج و عمرہ موجب ثواب ہونا اسی طرح ہدی و قلائد کی قربانی کا ثواب ہونا ذلک کو قبیۃ اللکالیس سے علیحدہ کر کے دینی نفع کی طرف اشارہ کرنا شاید اس لئے ہو کہ یہ مقام منافع مشاہدہ کے بیان کا ہے اور اعتقاد کا نافع ہونا اسی طرح حج و عمرہ کا نافع و موجب ثواب ہونا امر غیبی ہے مگر تسمیہ دوسرے عنوان سے بیان کر دیا اور اگر مخبر صادق کی خبر کو مثل مشاہدہ کے کہا جاوے تو دونوں قسم کے منافع مشاہدہ ہو جاویں گے اور ہدی و قلائد اور شہر حرام کے متعلق سورہ مائدہ کے شروع میں بھی کچھ بیان ہوا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔



**الروایات:** فی الباب اخرج الواحدی والاصبهانی فی الترغیب عن جابر ان النبی ﷺ ذکر تحريم الخمر فقام اعرابی فقال انی كنت رجلاً كانت هذه تجارتي فاعتقت منها ما لا فهل ينفع ذلك المال ان عملت بطاعة الله تعالى فقال النبی ﷺ ان الله لا يقبل الا الطيب فانزل الله تعالى تصديقاً لرسوله ﷺ قل لا يستوى الخبيث والطيب الآية اه قلت لعل الرواية بعد صحتها محمولة على تجارة بعد التحريم وتساهله فيه بعد العلم به لكن الذي اختاره جمهور المفسرين اولى ولو ثبت الرواية فلعله ﷺ قرأها استشهاداً لظن نزولها حينئذ والله اعلم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله فی البحر یعنی پانی لوقوع الاجماع على كون الغدير ونحوه فی حکم البحر وبقريته مقابلة للبر ۱۲. ۲ قوله فی صيد شكار يكرنا اشارة الى ان الصيد فی القرآن بمعنى المصيد والمضاف محذوف اى الاصطياد وانما حمل على المصيد لا المصدر لوقوعه فی هذا المعنى فيما قيل من قوله تعالى لا تقتلوا الصيد ۱۲. ۳ قوله فی طعامه اشارة الى اخذه مصدراً لانه يستعمل فيه كما يستعمل فی المطعم ۱۲. ۴ قوله فی السيارة تمهيداً اى للسيارة منكم هكذا فسروا ۱۲. ۵ قوله فی صيد البر گو بعض ائمه عبر بهذا العنوان الغير الجازم لاختلاف الفقهاء والمجتهدين فيه وفى تفاصيله ويمكن ترجيح حل اكله بقريته الاكتفاء على ذكر الصيد فى تحريمه حيث لم يقل حرم عليكم صيد البر وطعامه كما فى قريته وفيه اشارة الى فائدة زيادة قوله طعامه فيما قبل تقريرها ان المقصود من الزيادة المبالغة فى بيان حکم صيد البحر وامتيازه عن صيد البر فى حکمه بان صيد البحر

يحل اصطياده واكله لا كصيد البر حيث لا يحل اصطياده حقيقة ولا تسبياً وان حل اكله فى بعض الاحوال ولاجل هذه الفائدة زيد قوله وللسيارة يعنى انه حلال من كل وجه اخذاً واكلأً وحالاً ومالاً فحصل بهذا كله المبالغة فى حکم صيد البحر ۱۲. ۶ قوله فى البيت جوکه اشارة الى كونه عطف بيان للمدح او بدلا عن الكعبة وهو مع ما عطف عليه مفعول اول لجعل والثانى قياماً بمعنى ما يقوم به امرهم كذا فى الجلالين كالامام بمعنى من يؤتم به كذا فى الكمالين ۱۲. ۷ قوله فى لتعلموا ابتداء ياكلاً الاول لمن آمن حالاً والثانى لمن كان مؤمناً من قبل ۱۲. ۸ قوله بعد يعلم. نزوح كين كما يشاهده من يتأمل بالنظر الصحيح فى تفصيل المصالح الواقعة كل يوم فى امثال الاوامر والمضار الواقعة فى مخالفتها مما لا يخطر قبل على قلب بشر ولو كان عاقلاً اى عاقل والاستدلال به على علمه تعالى بما فى الارض ظاهراً ما على علمه بما فى السموات فبان اكثر الحوادث ينزل من السماء ويشاهد تأثير الاطاعة فى اسباب اندفاعها وايضا تهون وتخف على المطيع لاشك فى ذلك ۱۲. ۹ قوله فى ف اسكنا مشاهدته هوگا. لمجموع المشاهدين لمجموع المكلفين ۱۲. ۱۰ قوله بعيدة امن عام اما للاحرام ان فسر بذى الحجة واما لحرمة ان فسر بالاشهر الاربعة ولكن قبل وقوع النسخ ۱۲. ۱۱ قوله فى اعجبك اى ديكى والى لانه مقولة قل فيكون خطأ بالمخاطب فاعل قل لا خطأ بالفاعل قل فانه يحتاج الى التكلف ۱۲. ۱۲ قوله قبل فاتقوا يا ايه كه جب فالفاء للترتيب على جميع ما قبلها ان لم يكن الآية منفصلة عما قبلها فى النزول ۱۲.



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْأَلُهُمْ إِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنْزِلُ الْقُرْآنَ تَبَدَّلَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ

اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو، اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کردی جاویں، سوالات گزشتہ اللہ تعالیٰ

عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَعْضِهِمْ قَوْلًا وَلَا سَابِقَةً

نے معاف کر دیئے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجالائے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ بھیرہ کو شروع کیا ہے اور نہ سابقہ کو

وَلَا وَصِيلَةً وَلَا حَامٍ ۚ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَانُوا يُعْقِلُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ

اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں، اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءُنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ يَا أَيُّهَا

کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کر دیتے ہیں کہ ہم کو یہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے بڑے کچھ سمجھتے تھے ہوں اور نہ ہدایت دیتے تھے ہوں۔ اے ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَظُرْكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

والو! اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم سب کو جاتا ہے وہ تم سب کو جتاویں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر احکام نازلہ میں مخالفت اور تسامح کی ممانعت تھی۔

آگے غیر ضروری امور کی جن میں احکام غیر نازلہ بھی داخل ہیں بلا ضرورت تفتیش اور کھود کرید کرنے سے ممانعت ہے۔ پس مجموعہ سے اطاعت کی تعدیل کا حکم نکلا آیا کہ نہ اس قدر تفریط کرو کہ جن امور کا حکم ہوا ہے اس سے بے پروائی کرنے لگو۔ اور نہ اس قدر افراط کرو کہ جن امور کا حکم نہیں ہوا اور کوئی معتد بہ وجہ شبہ کی بھی نہ ہو اس کے پیچھے پڑو جیسے بعض کی اب بھی عادت ہوتی ہے کہ سوالات دوران کار تراش کر کر اور تلاش کر کر اور فرض کر کر علماء سے پوچھا کرتے ہیں عدم ضرورت کے اشتراک سے اس کا مذموم ہونا بھی معلوم ہو گیا، اور سبب نزول اس کا صحیحین میں یہ واقعات ہیں کہ بعضے آپ سے پوچھتے ہیں کہ میرا باپ کون ہے چنانچہ ایک شخص کے نسب میں لوگوں کو شبہ تھا انہوں نے بھی یہ سوال کیا تھا، کوئی پوچھتا میری ناقہ گم ہو گئی کہاں ہے، اور جب حج کی فرضیت آپ نے بیان فرمائی تو ایک شخص نے پوچھا کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ آپ نے تین بار تک سکوت فرمایا پھر ارشاد کیا کہ میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور پھر ہونہ سکتا پہلے لوگ بھی یوں ہی ہلاک ہوئے کہ اپنے پیغمبروں سے پوچھ پچھ زیادہ کی پھر ان کے خلاف کیا، میں جو بتا دوں عمل کر لیا کرو اور جس چیز سے منع کر دیا کروں باز رہا کرو۔ یعنی جس امر میں کوئی وجہ شبہ کی نہ ہو اس کو مت پوچھا کرو کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ بڑا مجرم وہ شخص ہے کہ ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہو گئی رواہ البخاری۔ ان میں جو امور متعلق حلال و حرام کے ہیں ان میں تو مطابق اس حدیث کے ان کے جواب میں تحریم کا احتمال ہے

اور جو امور از قبیل واقعات ہیں ان میں سے بعض میں احتمال خلاف مرضی جواب آنے کا ہے جیسے سوال نسب میں اور بعض میں احتمال ناگواری جروتونخ کا ہے جیسے سوال ناقہ میں اور تَسْأَلُكُمْ جَوَابُ آتَا ہے ان سب کو شامل ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ زجروتونخ کی صورت میں إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ صادق آوے گا کیونکہ اس صورت میں تو ان اشیاء کا اظہار ہی نہیں ہوا کیونکہ اظہار سے متبادر جواب ہے اصل یہ ہے کہ اظہار سے مراد جواب ہونا غیر مسلم ہے بلکہ ان اشیاء کے متعلق کسی امر کا اظہار ہوا اظہار اس کو بھی عام ہے گو وہ زجری کیوں نہ ہو اور احکام میں جیسا یہ سوال بوجہ افراط کے ممنوع ہے واقعات میں یہ سوال موجب تفریط فی الاطاعت والادب بھی ہے چنانچہ بخاری میں یہ بھی ہے کہ استہزاء پوچھتے تھے پس آیت سب اقسام سوال کو اور سب اقسام جواب کو شامل ہے گو علت نہی کی کہیں افراط ہوگی کہیں تفریط ہوگی، اور ناگواری جواب کا احتمال کہیں تحریم سے ہوگا کہیں رسوائی سے، کہیں زجر سے اور بعد زمانہ نزول وحی کے ایسے سوالات سے نہی کی علت اضاعت وقت اور مجیب کو ضیق میں ڈالنا ہے۔

نہی از سوال امور و احکام غیر ضروریہ ۱۰ حالاً و مالاً:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْأَلُهُمْ (المنع من السؤال) قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝ (المنع من السؤال) اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو (جن میں یہ احتمال ہو) کہ اگر تم سے ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو (یعنی ان کے جواب میں ناگواری گزرنے کا احتمال ہو) اور (جن میں یہ احتمال ہو کہ) اگر تم زمانہ نزول قرآن (اور وحی) میں ان



حکم نوزد ہم ابطال بعض رسوم کفر:

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ (الی قولہ تعالیٰ) اُولَٰئِكَ اَنَابُوا لَہُمْ اَوَّلًا ۚ وَہُمْ لَا یَعْلَمُونَ  
 فَبَیِّنَا وَلَا یَعْلَمُونَ اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ  
 کو اور نہ حام کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ (ان رسوم کے باپ میں) اللہ تعالیٰ پر  
 جھوٹ لگاتے ہیں (کہ خدا تعالیٰ ان اعمال سے خوش ہیں) اور اکثر کافر  
 (دین کی) عقل نہیں رکھتے اور (اس سے کام نہیں لیتے بلکہ محض اپنے بڑوں  
 کی دیکھا دیکھی ایسی جہالتیں کرتے ہیں چنانچہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول (ﷺ) کی  
 طرف (جن پر وہ احکام نازل ہوئے ہیں) رجوع کرو (جو امر اس سے حق  
 ثابت ہو حق سمجھو اور جو باطل ثابت ہو باطل سمجھو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو (ان  
 احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو) وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم  
 نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) کیا (وہ طریقہ ان  
 کے لئے ہر حال میں کافی ہے) اگرچہ ان کے بڑے (دین کی) نہ کچھ سمجھ  
 رکھتے ہوں اور نہ (کسی آسمانی کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں۔

ف: دوسری آیت وَلَٰذَا قُلْ لَہُمْ کے مثل ایک آیت ربع سیقول کے  
 قریب آچکی ہے وہاں اس کے متعلق کچھ توضیح اور کچھ تحقیق جس میں مسئلہ  
 تقلید مجتہدین سے بھی تعرض ہے گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور پہلی آیت  
 کے لغات کی تفسیر بخاری میں سعید بن المسیب سے اس طرح آئی ہے کہ بحیرہ  
 وہ جانور جس کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا، اور  
 سائبہ وہ جانور جس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اس سے کوئی کام نہ لیتے،  
 جیسے اس ملک میں بعضے لوگ سائند چھوڑتے ہیں، اور وصیلہ وہ ناقہ جو پہلی بار  
 مادہ بچہ جنے، پھر دوسری بار بھی مادہ بچہ دے درمیان میں نہ بچہ نہ پیدا ہو اس کو  
 بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اور حامی نراونٹ جو ایک خاص شمار سے  
 جفتی کر چکا ہو اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے یہ سب باطل اور کفر اور  
 شرک ہیں۔ یہ تو حکم ہے خود اس فعل کا باقی ان جانوروں کا حلال یا حرام ہونا،  
 اس کی تحقیق مع رفع شبہات ربع سیقول کے قریب آیت یَاٰیہَا النَّاسُ کُلُوْا  
 اور آیت اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْبَیِّنَاتِ کے ذیل میں گذر چکی ہے ملاحظہ کر لیا  
 جاوے اور اکثر اسلئے فرمایا کہ بعضے مشرک مسلمان بھی ہو جاتے تھے۔

و ب: اوپر رسم پرست کفار کی ایک جہالت کا ذکر تھا اور ایسی جہالتیں انکی  
 بہ کثرت تھیں جنکو سن کر مومنین کو رنج اور افسوس ہو سکتا ہے۔ اسلئے آگے  
 مومنین کو اسکے متعلق ارشاد ہے کہ تم کیوں اس غم میں پڑے تم کو اپنی اصلاح کا  
 اور دوسرے کی اصلاح میں بقدر وسع کوشش کرنے کا حکم ہے باقی کوشش پر شرہ

باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کر دی جاویں (یعنی سوال کرنے میں تو یہ دوسرا  
 احتمال ہو کہ جواب مل جاوے اور جواب ملنے میں وہ پہلا احتمال ہو کہ ناگوار  
 گزرے اور یہ دونوں احتمال جو کہ مجموعی طور پر علت نبی سوال کی ہیں واقعی  
 ہیں پس ایسا سوال ممنوع ہے خیر) سوالات گزشتہ (جو اس وقت تک کر چکے  
 ہو وہ تو) اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے (مگر آئندہ مت کرنا) اور اللہ تعالیٰ بڑی  
 مغفرت والے ہیں (اس لئے گزشتہ سوالات معاف کر دیئے اور) بڑے حلم  
 والے ہیں (اس لئے اگر آئندہ کے خلاف ورزی پر دنیا میں سزا نہ دیں تو  
 دھوکہ میں مت پڑ جانا اس کی علت حلم ہوگی) ایسی باتیں تم سے پہلے (زمانہ  
 میں) اور (امتوں کے) لوگوں نے بھی (اپنے پیغمبروں سے) پوچھی تھیں پھر  
 (ان کو جواب ملا تو) ان باتوں کا حق نہ بجالائے (یعنی ان جوابوں میں جو  
 متعلق احکام تھے ان کے موافق عمل نہ کیا اور جو متعلق واقعات کے تھے ان  
 سے متاثر نہ ہوئے۔ پس کہیں تم کو بھی ایسی ہی نوبت نہ پیش آوے۔ اس لئے  
 بہتری اسی میں ہے کہ ایسے سوالات چھوڑ دو) ف: جیسا مقاتل سے روح  
 میں نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل انبیاء علیہم السلام سے بہت باتیں پوچھتے اور  
 جب وہ بتلاتے تو ان کی تکذیب کرتے۔ اور جیسا تمہید آیت میں حدیث کا  
 مضمون آیا ہے انبیاء علیہم السلام سے بکثرت پوچھتے پھر جواب ملنے پر خلاف  
 کرتے اور جیسا بنی اسرائیل میں ایک شخص مقتول ہو گیا تھا اور انہوں نے موسیٰ  
 علیہ السلام سے قاتل کی تعیین پوچھی اور خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کر کے اس کا  
 پتہ بتلادیا پھر اس سے متاثر نہ ہوئے، جیسا سورہ بقرہ میں جہاں یہ قصہ آیا ہے  
 وہاں ارشاد ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُکُمْ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ لَہُمْ اَعْمٰیۃٌ ۚ اُولٰٓئِکَ  
 اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ  
 حدیث کا مضمون متعلق احکام کے ہے۔ اور مقاتل کا قول دونوں کو محتمل ہے  
 اور اکثر اجزاء آیت کی تفسیر تقریر تمہید سے واضح ہو گئی ہے اور یہ جو فرمایا گزشتہ  
 معاف کیا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ جب ایسے سوالات کی ممانعت کی یہ آیت  
 نازل نہ ہوئی تھی تو ممنوع کیوں تھا۔ جواب یہ ہے کہ دوسرے قواعد کلیہ شرعیہ  
 سے یہ ممانعت ثابت تھی۔ مثلاً وجوب ادب رسول اللہ ﷺ جیسا سورہ حجرات  
 میں ہے اور خود واجب عقلی بھی ہے اور ان سوالات ممنوعہ میں قید فضول کی اس  
 لئے لگائی کہ ضرورت کی بات پوچھنے کا مضائقہ نہیں مثلاً جب بعض عورتوں کی  
 عدت کا حکم نازل ہوا اور بعض کا نہیں ہوا اور ضرورت سب کی پڑتی ہے اسکو  
 صحابہؓ نے پوچھا تو بلاعتاب اس آیت میں جواب نازل ہوا وَالَّذِیۡ یُپْسِنُ مِنَ  
 الْمَیۡمِیۡنِۨ مِنْ نِّسَابِکُمْ اِنۡ اَرۡبَبۡتُمُ الْاٰیۃِ

و ب: اوپر حکم ہفد ہم و ہشد ہم میں بعض اعمال کا معصیت ہونا مذکور تھا آگے  
 بعض اعمال کا کفر اور شرک ہونا مذکور ہے۔



مرتب ہونا اختیار سے خارج ہے اسلئے کار خود کن کار بیگانہ کن۔

تعدیل و اصلاح غیر:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَمِنْكُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ  
اے ایمان والو! اپنی (اصلاح کی) فکر کرو (اصل کام تمہارے ذمہ یہ ہے باقی  
دوسروں کی اصلاح کے متعلق یہ ہے کہ جب تم اپنی طرف سے توقع نفع بقدر  
وسع سعی کر رہے ہو مگر دوسرے پر اثر نہیں ہوتا تو تم اثر مرتب نہ ہونے کی فکر میں  
نہ پڑو کیونکہ جب تم (دین کی) راہ پر چل رہے ہو (اور واجبات دین کو ادا کر  
رہے ہو اس طرح کہ اپنی بھی اصلاح کر رہے ہو اور دوسروں کی اصلاح میں بھی  
کوشش کر رہے ہو) تو جو شخص (باوجود تمہاری سعی اصلاح کے بھی) گمراہ رہے  
تو اس (کے گمراہ رہنے) سے تمہارا کوئی نقصان نہیں (اور جیسا اصلاح غیر میں  
حد سے زیادہ فکر و غم سے منع کیا جاتا ہے ایسا ہی ناامیدی ہدایت کے وقت غصہ  
میں آ کر دنیا ہی میں ان پر سزا نازل ہونے سے حق و باطل کا اخیر فیصلہ ہو جانے  
کی بھی تمنائمت کرنا کیونکہ یہ آخرت میں ہوگا چنانچہ) اللہ ہی کے پاس تم سب  
کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلاویں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے (اور  
جتلا کر حق پر ثواب اور باطل پر عذاب کا حکم نافذ فرما دیں گے)

ف: اس آیت کا صرف ترجمہ دیکھنے سے وسوسہ ہوتا تھا کہ جو شخص خود دین پر  
عامل رہے اس کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے لیکن  
تفسیر کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے آیت کا مطلب واضح ہو گیا جس کا حاصل  
یہ ہے کہ عدم ضرر مشروط باہتداء ہے اور اہتداء میں امر بالمعروف و نہی عن  
المنکر داخل ہے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور بقیہ  
روح المعانی کے ابن جریر اور ابن مردودہ نے اور بقیہ فتح کے دارقطنی نے  
حضرت صدیق کا خطبہ بایں مضمون نقل کیا ہے کہ تم لوگ اس آیت کے معنی  
کچھ اور سمجھتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امر بالمعروف  
اور نہی عن المنکر کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید سنی ہے اور جلالین میں جو  
حاکم کی روایت سے حدیث ہے کہ تم امر و نہی کرتے رہو حتیٰ کہ جب حرص  
و خود رائی وغیرہ کو غلبہ ہو جاوے تو عوام کو چھوڑ کر اپنے شغل اصلاح میں لگ  
جاؤ، یا بقیہ روح عبد الرزاق و ابوالشیخ و طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا، یا  
ابن جریر نے ابن عمر کا ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس زمانہ کے لئے نہیں بلکہ  
زمانہ آئندہ کیلئے ہے جب کہ امر و نہی نافع نہ ہوگا تو ان روایات کا ظاہری  
مطلب مراد نہیں کیونکہ یقیناً آیت کے خطاب میں صحابہ بھی داخل ہیں بلکہ  
مراد یہ ہے کہ اس آیت کے مضمون مجموعی کا ایک خاص جزو کہ جب امر و نہی  
سے نفع نہ ہو تو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے گو یہ بھی ہر زمانہ کے لئے عام

ہے مگر خیر القرون میں چونکہ عدم نفع مغلوب تھا اس لئے سقوط وجوب کا تحقق  
بھی قلیل مثل معدوم کے ہے اور قرون شر میں چونکہ عدم نفع غالب ہوگا اس  
لئے اس سقوط کا تحقق بھی کثیر مثل امور مختصہ اس زمانہ کے ہوگا خوب سمجھ لو۔  
اور یہ جو فرمایا لَا يَطْرُقُكُمْ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ کو احتمال اس ضرر کا تھا  
کیونکہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ کا مضمون صاف اور عقلی بھی ہے بلکہ ان  
کے تخفیف غم کے لئے اس مضمون میں تامل اور اس سے استدلال کرنے کا حکم  
فرمانا مقصود ہے کہ جب یہ امر متیقن ہے تو تم کو چاہیے اس پر نظر کر کے بے غم  
رہو واللہ اعلم اور گواہی حالت میں کسی کے غم میں پڑنا غیر نافع ہے لیکن ممانعت  
کیوں فرمائی، جیسا ظاہر آساق آیت سے معلوم ہوتا ہے سو اس کی وجہ واللہ اعلم  
اول تو یہی کافی ہے کہ جب غیر نافع ہے تو لا یعنی ہوا اور لا یعنی کا ترک مطلوب  
ہے دوسرے تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسی فکروں میں پڑنے سے بعض اوقات  
اپنے ضروری و مطلوب عند الشرع مقاصد میں خلل آ جاتا ہے واللہ اعلم۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَعْضِهِمْ قَوْلًا لِّعَيْنِ ان  
چیزوں کو مشروع نہیں فرمایا اس میں ابطال ہے اہل جاہلیت کی اس بدعت کا کہ  
بعض چیزوں کو غیر اللہ کے نام زد کر دیتے ہیں جیسا اب بھی بعض جہلاء ارواح  
طیبہ کے ساتھ تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ایسا کرتے ہیں۔ قوله تعالى  
وَلَا تَقِيلُ لَهُمْ تَعَالَوْا الْخ اس میں جاہل صوفیہ کے اس طریق کا ابطال ہے  
کہ جب ان کے سامنے شریعت پیش کی جاتی ہے تو وہ اپنے مشائخ کے طریق  
سے تمسک کرتے ہیں ۱۲۔ قوله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْخ بعض تفاسیر پر جیسا  
روح میں ہے اس میں کفار و فساق کی حالت پر زیادہ افسوس اور حسرت کرنے  
سے مومنین کو منع کیا گیا ہے اور یہی طریق ہے عارفین کا کہ امر بالمعروف و نہی  
عن المنکر کر چکنے کے بعد کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے ۱۲۔

**النحو:** فی الروح علیکم الزموا انفسکم اسم فعل امر وهو  
متعد الی المفعول بہ بعده وقد يكون لازما والمراد به الامر  
بالتمسک كما فی علیک بذات الدین وهو خاص فیما اذا کان  
الضمیر للخطاب فلو قلت علیہ زید الم یجوز وفیه خلاف ۱۲۔

**الغریبہ:** قوله اشیاء فی المدارک قال الخلیل و سیبویہ  
وجمہور البصریین اصلہ شیئا بھمزین بینھما الف وھی فعلاء من  
لفظ شئی وھمزتها الثانیۃ للثانیث ولذا لم تنصرف کھمراء وھی  
مفردۃ لفظاً جمع معنی ولما استقلت الھمزتان المجتمعتان قدمت  
الاولی النی ہی لام الکلمۃ فجعلت قبل الشین فصار وزنھا لفعاء  
قوله قد سالھا فی البیضاوی او الضمیر لاشیاء بحذف الحار او  
وعلیہ فسرت وقال بعضهم الضمیر للمسئلۃ فی موضع المصدر  
ای سائل مسئلۃ والحاصل واحد واللہ اعلم واعلم ان المراد من



سألها سأل مثلها لان السؤالين لم يكونا واحدا لكن لم يصرح به للمبالغة في التحذير ۱۲ .

**فائده:** عن الروح واستدل بالآية على ان الاقتداء انما يصح بمن علم انه عالم مهتد وذلك لا يعرف الا بالحجة فلا يكفى التقليد من غير ان يعلم ان لمن قلده حجة صحيحة على ما قلده فيه حتى قالوا ان للمقلد دليلا اجماليا وهو دليل من قلده فتدبر ۱۲ .

**فائدة اخرى:** عنه جعل بعض العلماء من صور السائبة ارسال الطير ونحوه وصرح بعض علمائنا بانه لا ثواب في ذلك ولعل من ادخله في التسبب لا يكتفى بهذا القدر بل يدعى فيه الالتم ايضا والناس عن ذلك غافلون ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في اشياء فضول دليله كون الكلام فيه ۱۲ .  
۲. قوله في ان تبدو ان تسئلوا جن من احتمال الخ اشارة الى امرين الاول كون الشرطيتين المتعاطفتين صفة لاشياء والثاني القصد الى دفع اشكال هو ان الشرطيتين تدلان على ترتب التالين على المقدمين وقد تخلفا لان السؤال عن الحج تخلف عنه الابداء والسؤال عن النسب تخلف عنه المسائة تقرير الجواب من التالى هو المسائة والا بداء الموجب للمساءة بمعنى احتمال المسائة والابداء مجازا بعلاقة القوة والفعل فالمعنى ان تبدلكم تحتل المساءة وان تسئلوا تحتل الابداء ولا شك في ترتب هذا التالى على المقدم وكفى به زاجرا وهذا من المواهب والله اعلم ويتايد بما في الخازن فان من سأل عن الحج لم يامن ان يومر به فلا يقدر عليه فيسوءه ذلك ومن سأل عن نسبه لم يامن ان يلحقه النبي ﷺ بغير ابيه فيفتضح ويسوءه ذلك ۱۲ . ۳. قوله في القرآن اوردني اشارة الى انه لا يلزم ان ينزل جوابه في القرآن لان نزول القرآن قيد لوقت السؤال لا للابداء فافهم ۱۲ . ۴. قوله في تبدو مجموع اشارة الى ان النتيجة يتوقف على مجموع المقدمتين هكذا ان تسئلوا تبدلكم وان تبدلكم تسونكم فينتج ان تسألوا تسوءكم فالمساءة هي العلة للنهي بواسطة الابداء الذي هو الحد الاوسط انما قدم الاخرى واخر الاولى حتى صار على صورة الشكل الرابع وكان الظاهر هو الشكل الاول لان اصل العلة المساءة عجل بالحكم بوقوعه من اول الامر والله اعلم ۱۲ .

۵. قوله في عفا سؤالات گذشته اشارة الى ان الضمير الى المسئلة عن الاشياء المدلول عليها بقوله لا تسئلوا عن اشياء ۱۲ . ۶. قوله في كفرين حتى نه بجلائے من الكفران العام للمعصية والكفر ۱۲ . ۷. قوله في ف اورمقائل كأقول محمل ولا ارى ان يفسر بكفران اهل المائدة لانها لم تكن مسئولا عنها والكلام في السؤال عن الشئ بل كانت مسئولة ۸. قوله في جعل شروع كما في الروح معنى ما جعل ما

شرع ولذلك عدى الى مفعول واحد ومن لتأكيد النفي وانكر بعضهم مجيى هذا المعنى من اهل اللغة وجعلها للتصيير والمفعول الثاني محذوف اى ما جعل البحيرة ولاولا (اى ولا السائبة ولا الوصيلة ولا الحامى) مشروعة وليس كما قال فان الراغب نقل ذلك عن اهل اللغة وهو ثقة لا يفترى عليهم اه وكذا فسر في الجلالين والبيضاوى ولو ثبت عن احد الثقات تفسيره بما حرم فغايتة نفي التحريم ولا يضر من يحرمها لان التحريم تحريمان للكرامة وهو منفي وللنجاسة والخبث وهو المثبت كما مر تحقيقه في سورة البقرة في قوله تعالى يا ايها الناس كلوا مما في الارض ولعوض الامثال الماضين والموجودين في الباب تحقيق آخر وهو ان الحرمة مختصة بالحيوان الذى قصد ذبحه للتقرب الى غير الله فغير الحيوان وكذا الحيوان الذى لم يقصد ذبحه وان سبب لغير الله لا يحرم فعلى هذا لا يحرم السوائب والبحائر وغيرها وفسر قوله تعالى ما اهل لغير الله بما اهل بقصد ذبحه وقوله تعالى ما جعل الله من بحيرة الخ بما حرم الله وقوله وكلوا مما في الارض حلالا طيبا بالاذن في اكل السوائب اذا لم يوجد مانع آخر اه واعلم ان هذا القول غير الذى اشتهر من بعض اهل التفريط ان الحرمة تختص بما ذكر اسم الله عليه في عين وقت الذبح فكانت في مسئلة الحرمة لثمة اقوال. الاول اشتراط ذكر اسم غير الله في عين وقت الذبح الثاني اشتراط نية الذبح على اسم غير الله مع عدم اشتراط ذكر اسم غير الله وقت الذبح الثالث عدم اشتراط الامرين والاقتصار على النية الفاسدة في اى محل كان حيوان او غير حيوان مقصود اذبحه او غير مقصود فافهم والمقام صار محتاجا الى المراجعة فراجع والراجع عندي هو القول الثانى والدليل على عدم اشتراط اسم غير الله في عين وقت الذبح قوله تعالى وما ذبح على النصب وهو مدلول النص لكن يقاس عليه كل ما يتقرب به الى غير الله كالمهدى الى المقابر والمشاهد والضرائح وامثالها ۱۲ . ۹. قوله في يفترون خوش ہیں كما في الاعراف عنهم والله امرنا بها ۱۲ .

۱۰. قوله في لا يعقلون اس سے کام اشارة ان المراد نفي استعمالهم العقل ليكون ذما لا نفي عقلهم ليكون عذرا ۱۲ . ۱۱. قوله قبل واذا قيل چنانچہ اشارة الى كونه كاللليل على عدم عقلهم فان اتباع الضلال بعد وضوح الحق دليل ظاهر على عدم العقل بالمعنى المذكور آنفا ۱۲ . ۱۲. قوله في اولو كائن اشارة الى تقدير المعطوف عليه اى يكفهم هذا ولو كان ابائهم ۱۲ . ۱۳. قوله في لا يعلمون كجھ اشارة الى ان المراد بالعلم هو مبداء ۱۲. ۱۴. قوله في ف اكتر اسلئے الخ وهذا من المواهب ۱۲ .

**حاشیہ:** (۱) متعلق مست به غير ضروريه اى انچه نه حالا ضرورى باشد نه مآلا ۱۲ امته.



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ أُخْرَيْنِ مِمَّنْ غَيْرُكُمْ

اس ایمان والوں کو تمہارا ہے جب کہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنا وقت ہو وہ دو شخص ایسے ہوں کہ یدار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں

إِنْ أَنْتُمْ خَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَبْتُمْ

اور اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے۔ اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں

لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّكَايِمِينَ ۖ فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا

کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی ثمن نہیں لینا چاہتے اگر چکنی قربت دار بھی ہو اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں کسی کی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا

فَأُخْرَيْنِ يَقُومْنَ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوَّلِينَ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا

اگر ان کا ہوا تھا اور وہ شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا

اعْتَدَيْنَا ۖ إِنَّا إِذًا لَّكَايِمِينَ ۖ ذَلِكَ أَذَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهٍ أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانُ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ

تجوار نہیں کیا ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔ یہ بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جاویں گی۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو۔ اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔

یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّا إِذًا لَّكَايِمِينَ نازل ہوئی۔ آپ نے ورثہ سے ان کے اس دعوے پر کہ ان دونوں نے خیانت کی ہوگی گواہ طلب کئے، گواہ کوئی تھا نہیں آخر آپ نے ان دونوں سے عدم خیانت و عدم کتمان پر قسم لی اور دعویٰ خارج ہوا پھر ان ورثہ نے وہ جام مکہ میں کسی کے پاس دیکھا پوچھا تمہارے پاس کہاں سے آیا اس شخص نے کہا میں نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے معاملہ میں اتنا اور ہے کہ پھر بنی سہم نے تمیم اور عدی سے اس کے متعلق گفتگو کی دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا انہوں نے کہا کہ اس وقت تو تم کہتے تھے کہ ہم کو جام کی خبر ہی نہیں کہنے لگے کہ چونکہ ہماری خرید پر کوئی گواہ نہ تھا اسلئے ہم نے یہ قصہ چھپا لیا تھا آخر یہ مقدمہ دوبارہ پھر سرکار نبویؐ میں پیش ہوا اور بعد والی آیت فَإِنْ عَثَرَ الْخِ نازل ہوئی مضمون معاملہ کا تمام ہوا چونکہ تمیم و عدی کے پاس کوئی گواہ نہ تھا اس لئے آپ نے بنی سہم کے دو شخصوں سے کہ وہ وارث ہونے میں سہمی سے زیادہ نزدیک کے رشتہ دار تھے قسم لی اور قسم کے موافق مقدمہ ختم ہو گیا رواہ البخاری والترمذی و دخل حدیث احمد ہانی الآخر۔

مسائل۔ مسئلہ اول: میت جس شخص کو مال سپرد کر کے اس کے متعلق کسی کے دینے دلانے کو کہہ جاوے وہ وصی ہے اور وصی ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔ مسئلہ دوم: اور اس کا مسلمان اور عادل ہونا خواہ حالت سفر ہو یا حضر افضل ہے لازم نہیں۔

تفسیر: ربط: اوپر مصالح و دبیہ کے متعلق احکام تھے آگے مصالح دنیویہ کے متعلق بعض احکام ہیں اور اس کو ان کے ساتھ لانے میں دو امر کی طرف اشارہ ہو گیا ایک یہ کہ یہ حکم اور احکام متعلقہ بالبدین و وجوب عمل میں برابر ہیں، دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے مثل اصلاح معاد کے اپنے بندوں کی معاش کی اصلاح بھی فرماتے ہیں۔ چونکہ تفسیر آیت آئندہ کی دو امر پر موقوف ہے ایک قصہ جو کہ سبب نزول ہے دوسرے مسائل جو اس آیت کے مدلول پر مبنی ہیں اس لئے ان کو اولاً لکھا جاتا ہے۔

قصہ شان نزول:

ایک شخص سہمی یعنی قبیلہ بنی سہم کا تمیم داری اور عدی بن بڈاء کیساتھ کہ اس وقت یہ دونوں نصرانی تھے مال تجارت لیکر چلا اور وہ سہمی بیمار ہو کر ایسی جگہ جہاں کوئی مسلمان نہ تھا مر گیا اور مرنے کے وقت ان دونوں شخصوں کو یعنی تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ میرا ترکہ میرے ورثہ کو پہنچا دینا جب یہ دونوں وہ ترکہ لائے تو انہیں ایک جام چاندی کا جس پر نقش و نگار سونے کا بنا تھا اور بڑا مال وہی تھا اور اسباب میں اس کے ہونے کا ورثہ کو علم نہ تھا نہ لکھا اور ذریعہ علم مدارک میں یہ ذکر کیا ہے کہ میت نے اپنے اسباب کی فہرست بھی اسباب میں بلا اطلاع ان دونوں کے رکھ دی تھی لیکن ان کے وقت اسباب پورا نہ ہوا مدارک کا مضمون ختم ہوا ورثہ کو ان دونوں پر شبہ ہوا اور ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ بس اس نے ہم کو یہی اسباب سپرد کیا تھا۔ آخر مقدمہ سرکار نبویؐ میں پیش ہوا اور پہلی آیت



مسئلہ سوم: نزاع میں جو امر زائد کا مثبت ہو وہ مدعی اور دوسرا مدعی علیہ کہلاتا ہے۔  
 مسئلہ چہارم: اول مدعی سے گواہ لئے جاتے ہیں اگر موافق ضابطہ شرعی کے پیش کر دے مقدمہ وہ پاتا ہے اور اگر پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور مقدمہ وہ پاتا ہے البتہ اگر قسم سے انکار کر جاوے تو پھر مدعی مقدمہ پالیتا ہے۔  
 مسئلہ پنجم: اور قسم کی تغلیظ زمان یا مکان کیساتھ حاکم کی رائے پر ہے لازم نہیں۔  
 مسئلہ ششم: اگر مدعی علیہ کسی اپنے فعل کے متعلق قسم کھاوے تو صیغہ قسم کا یہ ہے کہ میں نے یہ فعل نہیں کیا اور جو دوسرے کے فعل کے متعلق قسم کھاوے تو صیغہ یہ ہوتا ہے کہ مجھکو اس فعل کی اطلاع نہیں۔

مسئلہ ہفتم: اگر کسی میراث کے مقدمہ میں وارث مدعی علیہ ہوں تو جھکو شرعاً میراث پہنچتی ہے ان پر قسم آوے گی خواہ وہ واحد ہو یا متعدد اور جو وارث نہیں ان پر قسم نہ ہوگی کذافی الہدیۃ وغیرہ اب بعونہ تفسیر لکھی جاتی ہے۔  
 حکم بستم سوگند بر مدعی علیہ وصی باشد یا وارث:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ (اللی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ اے ایمان والو تمہارے آپس (کے معاملات) میں (مثلاً ورثہ کو مال سپرد کرنے کیلئے) دو شخص وصی ہونا مناسب ہے (گو بالکل وصی نہ بنانا بھی جائز ہے) جب کہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے (یعنی) جب وصیت کرنے کا وقت ہو (اور) وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر (مسلمان نہ ملیں مثلاً) تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے (اور یہ سب امور مناسب ہیں ورنہ جس طرح بالکل نہ وصی بنانا جائز ہے اسی طرح اگر ایک وصی ہو یا عادل نہ ہو یا حضر میں غیر مسلم کو بناوے سب جائز ہے پھر ان اوصیاء کا یہ حکم ہے کہ) اگر (کسی وجہ سے ان پر) تم کو (اے ورثہ) شبہ ہو (جیسا قصہ مذکورہ میں ہوا کہ میت کے ترکہ میں جام نہیں ملا) تو (اے حکام) مقدمہ اس طرح فیصلہ کرو کہ اول ورثہ سے چونکہ وہ مدعی ہیں اس امر پر گواہ طلب کر لو کہ انہوں نے فلاں چیز مثلاً جام لے لیا ہے اور اگر وہ گواہ نہ لاسکیں تو ان اوصیاء سے چونکہ وہ مدعی علیہ ہیں اس طرح قسم لو کہ ان دونوں (وصیوں) کو بعد نماز (عصر مثلاً) روک لو (کیونکہ اکثر اس وقت مجمع زیادہ ہوتا ہے تو جھوٹی قسم کھانے والا ایک گونہ شرماتا ہے نیز وقت بھی معظم ہے کچھ اس کا بھی خیال ہوتا ہے اور مقصود اس سے تغلیظ یمین کی ہے زمان متبرک و مکان اجتماع خلق کے ساتھ) پھر دونوں (اس طرح) خدا کی قسم کھاویں کہ (صیغہ حلف<sup>(۳)</sup> کے ساتھ یہ کہیں کہ) ہم اس قسم کے عوض کوئی

(دنیا کا) نفع نہیں لینا چاہتے (کہ نفع دنیا کا لے لیں اور راستی سوگند کو چھوڑ دیں) اگرچہ (اس واقعہ میں ہمارا) کوئی قرابت دار بھی (کیوں نہ) ہوتا (جس کی مصلحت اپنی مصلحت کے ساتھ مجتمع خیال کر کے ہم جھوٹی قسم کھاتے اور اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جب دو مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہم جھوٹ نہ بولتے تو ایک مصلحت کیلئے تو ہم کیوں ہی جھوٹ بولیں گے) اور اللہ کی (طرف سے جس) بات (کے کہنے کا حکم ہے اس) کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے (ورنہ) ہم (اگر ایسا کریں تو) اس حالت میں سخت گناہ گار ہونگے (یہ تغلیظ قوی ہے جس سے مقصود استحضار ہے وجوب صدق و حرمت کذب و عظمت الہیہ کا جو مانع ہو، دروغ حلفی سے اب ان دونوں تغلیظ کے بعد، اور اگر حاکم کی رائے ہو بلا تغلیظ اصل مضمون کی قسم کھاویں۔ مثلاً ہم کو میت نے جام نہیں دیا اور اس پر مقدمہ فیصلہ کر دینا چاہئے چنانچہ قصہ مذکورہ میں ایسا ہی ہوا) پھر (اس کے بعد) اگر (کسی طریق سے ظاہراً) اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں (مثلاً واقعہ مذکورہ میں جب جام مکہ میں ملا اور دونوں وصیوں نے دریافت کرنے پر دعویٰ اشتراء من المیت کا کیا جس سے اخذ من المیت کا اقرار لازم آتا ہے اور وہ معارض ہے اخذ کے انکار سابق کا چونکہ اقرار بالمضر حجت ہے اس لئے ظاہراً ان کا خائن اور کاذب ہونا معلوم ہوا) تو (ایسی صورت میں مقدمہ کا رخ بدل جاوے گا۔ وصی جو کہ پہلے مدعی علیہ تھے اب مدعی اشتراء کے ہو گئے اور ورثہ جو کہ پہلے مدعی خیانت کے تھے مدعا علیہ ہو گئے۔ اس لئے اب فیصلہ کی یہ صورت ہوگی کہ اول وصیوں سے گواہ اشتراء کے طلب کئے جاویں اور جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان (وارث) لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں (ان اوصیاء کی جانب سے) گناہ (مذکور) کا ارتکاب ہوا تھا اور (جو کہ شرعاً مستحق میراث ہوں مثلاً صورت مذکورہ میں) دو شخص (تھے) جو سب (ورثہ) میں باعتبار استحقاق میراث (قریب تر ہیں جہاں) حلف کے لئے (وہ دونوں) (وصی) کھڑے ہوئے تھے (اب) یہ دونوں (حلف کیلئے) کھڑے ہوں پھر دونوں (اس طرح) خدا کی قسم کھاویں کہ (صیغہ حلف کے ساتھ یہ کہیں کہ) بالیقین ہماری یہ قسم (بوجہ اس کے کہ بالکل اشتباہ سے ظاہراً وحقیقہ منزه ہے) ان دونوں (اوصیاء) کی اس قسم سے زیادہ راست ہے (کیونکہ اس کی حقیقت کا گو ہم کو علم نہیں لیکن ظاہراً تو وہ مشتبہ ہوگئی) اور ہم نے (حق سے) ذرا تجاوز نہیں کیا (ورنہ) ہم (اگر ایسا کریں تو) اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے (کیونکہ پرایا مال جان بوجھ کر بلا اجازت لے لینا ظلم ہے یہ بھی تغلیظ ہے جو حاکم کی رائے پر ہے۔ پھر اصل مضمون پر قسم لی جاوے جس کا صیغہ بوجہ اس کے کہ فعل غیر پر ہے یہ ہوگا کہ



خدا کی قسم ہمارے علم میں میت نے ان مدعیوں کے ہاتھ جام فروخت نہیں کیا اور چونکہ علم کی واقعیت و عدم واقعیت کی اطلاع کی کوئی ظاہری سبیل نہیں ہو سکتی اس لئے اس کی واقعیت پر زیادہ مؤکد قسم لی گئی جیسا لفظ الحق وال ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا مدار چونکہ میرے ہی اوپر ہے اس لئے قسم کھاتا ہوں کہ جیسا اس میں کذب ظاہری کا ثبوت نہیں ہو سکتا اسی طرح حقیقت میں بھی کذب منفی ہے اور یہ قرینہ مفید ہے کہ یہاں حلف علی العلم ہے اور چونکہ اس کا کذب بلا اقرار کبھی ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں جو حق تلفی ہوگی وہ اشد درجہ کا ظلم ہوگا عجب نہیں کہ یہاں ظالمین اس لئے کہا گیا ہو) یہ (قانون جو مجموعہ آیتیں میں مذکور ہوا) بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ (اوصیاء) لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں (اگر سپردگی مال زائد کی نہیں ہوئی قسم کھالیں اور اگر ہوئی ہے تو گناہ سے ڈر کر انکار کر دیں یہ حکمت تو تحلیف اوصیاء میں ہے) یا اس بات سے ڈر (کر قسم کھانے سے رک) جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد (ورثاء پر) قسمیں متوجہ کی جاویں گی (پھر ہم کو خفیف ہونا پڑے گا یہ حکمت<sup>(۹)</sup> تحلیف ورثاء میں ہے اور ان سب<sup>(۱۰)</sup> شقوق میں ایصال حق الی اہل حق ہے جو کہ مشروع و مطلوب ہے کیونکہ اگر تحلیف اوصیاء مشروع نہ ہوتا اور اوصیاء عدم سپردگی مال زائد میں سچے ہوتے تو ان کی رفع تہمت کا کوئی طریقہ نہ ہوتا اور اگر وہ جھوٹے ہوتے تو ورثہ کے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہ ہوتا اور اب سچے ہونے کے وقت براءۃ ہو جاتی اور جھوٹی ہونے کے وقت شاید جھوٹی قسم سے ڈر کر کقول و انکار کر جاویں تو ورثہ کا حق ثابت ہو جاتا ہے اور اگر تحلیف ورثہ مشروع نہ ہوتا اور شرعاً انکار حق ہوتا تو اثبات حق کی کوئی صورت نہ تھی اور اگر شرعاً انکار حق نہ ہوتا تو اوصیاء کے اثبات حق کا کوئی طریقہ نہ تھا اور اب ورثہ کا حق ہونے کے وقت ان کا اثبات حق ہو سکتا ہے اور حق نہ ہونے کے وقت کقول عن الیمین سے اوصیاء کا حق ثابت ہو جاتا ہے پس دو شقیں تحلیف اوصیاء کی حکمت میں ہیں اور اَنْ يَّاتُوا بِالشَّهَادَةِ دونوں کو شامل ہے اور دو شقیں تحلیف ورثاء کی حکمت میں ہیں جن میں کی دوسری شق تو تحلیف اوصیاء کی پہلی شق میں متداخل ہے اور پہلی شق اَوْ يَّاتُوا بِالْحَقِّ کی مدلول ہے پس مجموعہ ہر دو تحلیف میں سب شقوق کی رعایت ہو گئی) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اور معاملات و حقوق میں جھوٹ مت بولو) اور (ان کے احکام کو) سنو (یعنی مانو) اور (اگر خلاف کرو گے تو فاسق ہو جاؤ گے) اور (اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو) قیامت کے روز درجات مطہین کی طرف (رہنمائی نہ کریں گے) بلکہ نجات پانے کے وقت بھی ان سے کم رہیں گے تو ایسا خسارہ کیوں گوارہ کرتے ہو)۔

**مسئلہ السلوۃ:** قولہ تعالیٰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْخ اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ انتظام کی رعایت ہر امر میں ضروری ہے گو وہ امر دنیوی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بد انتظامی سے اہل حقوق کے مصالح میں خلل پڑ جاتا ہے (جو کہ معصیت ہے) ۱۲۔  
اعلم: ان فی الآیات تنبیہات وفوائد من الخاء شتی الاول ان الشہادۃ فی شہادۃ بینکم یعنی الایضاء کما فی الروح لانه مشترک لمعان عدیدۃ والثانی ان ذو مقدر قبل الشہادۃ کما یصح حمل الاثنان علیہ الثالث ان قولہ شہادۃ بتقدیر ذو مبتدا والثان خبرہ الرابع اضافۃ شہادۃ الی بین للاتساع الخامس ان الجملة خبر صورة انشاء معنی ای لیکن ذو الایضاء ای الوسی الثین السادس ہوا العدد وكذا باقی قیودہ بل الامر بنفس الوصایۃ للاستحباب السابع ان حین بدل من اذا الثامن ان قولہ ان انتم ضربتم قید لكون الوسی من غیر کم جریا علی الواقع ح واتباعاً للاولی التاسع ان قولہ تحسبون للاستیناف العاشر ان الخطاب فیہ للحکام الحادی عشر ان الصلوۃ ہی العصر عند الاکثر بدلالة الواقعة الثانی عشر ان قولہ لا تشتري مفعول ليقولان المقدر المدلول علیہ بقولہ فیقسمان الثالث عشر انه یقدر المضاف فی به ام بصحته الرابع عشر ان زیادۃ قولہ ولو کان ذا قربی للمبالغة فی التبری عن الکذب کانہما قالاً لانا خذلا نفسنا بدلاً من ذلک ولو انضم الیہ رعایۃ جانب الاقرباء فكیف اذا لم یکن کذاک ولو قبل ان صیانة انفسهما تكون اهم من رعایۃ جانب الاقرباء قلت ممنوع بل الحال مختلفة کما یشاہد امے ولو کان المشهود له مع انفسنا ذا قربی ایضا الخامس عشر ان الضمیر فی کان للمقسم له المدلول علیہ لفحوی الکلام السادس عشر ان اربتم جوابہ محذوف ای حلفوہما دل علیہ ما قبلہ السابع عشر ان الشہادۃ فی شہادۃ اللہ معناه الخبر القاطع کما فی القاموس بمعنی المنخبر عنه ای الواقعة واضافتها الی اللہ بمعنی کون اظہارہا مأموراً بها من اللہ الثامن عشر فی القاموس العشر الاطلاع کالعشر التاسع عشر ان هذا الاطلاع باعتبار الظاهر لانه یمكن فی مثل هذه الواقعة حلف الوصیین علی التوریۃ لنلا یظلمہا احدا بان اشترياه حقیقۃ ولم یکن لہما بینۃ ان لم یقع هذا فی عین هذه الواقعة کما روی الترمذی اقراء تمیم باخذ الجام خیانة ثم تاب لما اسلم الی اللہ تعالیٰ العشرون ان فاخران مبتدا ویقومن خبرہ فالفاء جزائیۃ وہی احدی مسوغات الابتداء بالنکرة الحادی والعشرون المراد بالقیام قیامہما فی مقام الحبس والتحلیف لا القیام فی توجیہ الیمین الثانی والعشرون المراد بالذین استحق علیہم الورثۃ الثالث والعشرون ان الضمیر فی استحق مبنیاً للفاعل الی الائم واستناد الاستحقاق الیہ مع کونه مفعولاً موقعاً علیہ الفعل مجازی للمبالغة ای انہما استحقا الثما بحیث کانہ استحق الائم نفسہ کما فی عیۃ



راضية ويقال في توجيهه انه مسند الى الحدث اى وقع الاستحقاق المذكور عليهم كما نقل في الكمالين في قوله لقد تقطع بينكم اى وقع التقطع وكما في الروح وقد قدروا في قوله تعالى ثم بدالهم من بعد ما راو الآيات بدالبداء ۱۲. الرابع والعشرون استحقاق الاثم عليهم كناية عن الجنابة عليهم ذلك ان معنى استحقاق لاق به ان ينسب اليه والجنابة للائم المرتكب له يليق ان ينسب اليه الاثم ۱۲. الخامس والعشرون ان الاولين بدل من اخرين لان الاولين لما كان غير معين لكون اللام للجنس كان في حكم النكرة في قوله ع ولقد امر على اليهم ليسبى السادس والعشرون الشهادة في قوله لشهادتنا بمعنى الحلف كما في القاموس السابع والعشرون قوله احق يشير الى ان اليمين الاولى التي كانت من الوصيين تحتمل كونها فقالوا رد واحق بصيغة التفضيل كما قررت في التاسع عشر من قوله لانه يمكن الخ فيكون يمين الوصيين حقا فافهم وهذا تعليم لكمال التورع وللحفظ لدقائق الكلام. الثامن والعشرون من النكته في ايراد الائميين في موضع الظلمين في آخر وكذا التاسع والعشرون من كون الاشارة في قوله ذلك الى مجموع التحليفين وكذا الثلثون من تقرير كون التحليفين سببا للتيان بالشهادة على وجهها والخوف وكذا اتيت بهذه الثلاثة في المتن باوضح الوجوه واكفاها واشرت الى ما قبلها في اناء الترجمة فانظر واشكر الحادى والثلاثون في قراءة الاولين جمع اول بدل من الذين والاولوية باعتبار الذكر لان الورثة ذكروا في قوله يا ايها الذين آمنوا شهادة بينكم الثانى والثلاثون في قراءة استحق عليهم مبنيا للمفعول والضم للائم والمعنى ظاهر الثالث والثلاثون ان كون الوصى النين وكذا الورثة لخصوص الواقعة لا لخصوص الحكم الرابع والثلاثون ان الآية على ما فسرت غير منسوخة الخامس والثلاثون ان التغليظ في الايمان غير واجب السادس والثلاثون ان الشهادة في قوله ياتوا بالشهادة معناها ما مر في السابع عشر والله اعلم اخذت هذه الفوائد من الجلالين والكمالين والبيضاوى والروح والمدارك وغيرها وبعضها البيضاوى من الجواد الوهاب والله اعلم بالصواب.

ملحقات لترجمة ۱ قوله في ترجمة عليهم مقابلة في فعله للمقابلة ۱۲.

حاشية: (۱) ترجمه میں لفظ یعنی بڑھانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن میں حضور موت کی تفسیر جین الوصیۃ سے اس لئے کی گئی کہ اکثر وصیت عادی اسی وقت کرتے ہیں پس یہ مقصود نہیں کہ موت سے پہلے وصیت نہ کرے اور خاص موت ہی کے قریب واجب ہو ۱۲ بتیان (۲) مطلب یہ ہے کہ آیت کا امر امر ارشاد ہے امر وجوب نہیں ۱۲ بتیان (۳) ارتبتم کی ضمیر ورثہ کی طرف اور تحبسو نہما کی ضمیر

حکام کی طرف ہے اور اشتارضا نہیں کہلائے گا کیونکہ مخاطب مجموعہ مسلمان ہیں ان میں جس کے لئے جو وصف ثابت ہو۔ وہ اس کا مخاطب ہو جاوے گا اور اس آیت کے لفظ ارتبتم سے ثابت ہوتا ہے کہ جس فی الریب حکام کو جائز ہے مگر تحقیق میں دیر نہ کریں جیسا کہ بعض متاخرین فقہاء نے ارشاد فرمایا ہے نیز تحبسو نہما سے امام ابوحنیفہ کے اس قول کی تائید بالقیاس علی الحسب ہوتی ہے کہ اگر غیر حکام کسی کا ظن ہو کہ وہ غیر توڑ ڈالینگے تو ضمان لازم آوے گا کیونکہ اوروں کو یہ حقوق حاصل نہیں ۱۲ بتیان (۴) یہ بتلانا مقصود ہے کہ آیت میں صیغہ حلف کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بقسمان سے معلوم ہے بلکہ اس حلف کے ساتھ اس عبارت کے بھی انضمام کا ارشاد ہے لائنثرتی الخ ۱۲ بتیان (۵) یہاں شبہ ہوتا ہے کہ کسی کے ذی قرابت ہونے کو قسم کے کاذب نہ ہونے میں کیا دخل ہے جیسا کہ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ اپنی مصلحت تو اب بھی موجود ہے جو قسم کے کاذب ہونے کے احتمال میں کافی ہے لیکن تقریر تفسیر سے یہ شبہ جاتا رہا کیونکہ اگر کوئی ذی قرابت موجود ہوتا تو مصلحت دہری ہو جاتی تو جب دو مصلحتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم جھوٹی قسم نہ کھاتے تو اب جب کہ صرف ایک مصلحت اپنی ہی ہے ہم کس طرح قسم کھا سکتے ہیں ۱۲ بتیان۔ (۶) لفظ ظاہر بڑھا کر مولانا نے یہ بتلادیا کہ الْاٰخَرَانِ يَقُوْمُنِ الخ کا حکم اس وقت ہے جب کہ ان ہر دو وصی کے ارتکاب جرم کا پورا یقین نہ ہوا ہو بلکہ کچھ شبہ ان پر کسی وجہ سے ہو گیا ہو تو مقدمہ اسی صورت سے چلے گا اور اگر پورا یقین ہو گیا کسی ذریعہ سے تو پھر ورثاء کو حلف دینے کی ضرورت نہیں ہے اور مقدمہ اس صورت سے نہ ہوگا کہ مدعی سے بینہ اور مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے ۱۲ بتیان۔ (۷) لفظ مثلاً بڑھا کر یہ بتلادیا کہ دو کا عدد مقصود بالذات نہیں مگر چونکہ اس وقت اس واقعہ میں دو ہی شخص ایسے تھے اس لئے ثنیۃ کا ذکر فرمایا گیا ۱۲ بتیان۔ (۸) اسی موقع پر آیت میں شبہ ہوتا ہے کہ حلف کے ساتھ لَشَہَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَہَادَتِهِمَا کہنے کا حکم دیا گیا حالانکہ کسی کو کیا خبر ہے کہ دوسرے کے حلف سے میرا حلف افضل اور احق ہے لیکن تقریر مذکور سے یہ شبہ جاتا رہا خلاصہ اس کا یہ ہے کہ وصی کا خلف بوجہ اس کے کہ ایک معارض اس کا پایا جا چکا ہے معرض اشتباہ میں آ گیا ہے اور ہمارا خلف جیسے ہیئۃ مزہ ہے اسی طرح ظاہر ابھی اشتباہ سے مزہ ہے لہذا وصی کے خلف سے احق ہوا ۱۲ بتیان۔ (۹) مطلب یہ کہ ورثاء کی قسم کا جو قانون مقرر فرمایا گیا اس قانون میں یہ حکمت ہے ۱۲ بتیان۔ (۱۰) قرآن کی آیت ذٰلِكَ اَدْنٰی الخ میں حکمت مشروعیت قوانین مذکورہ میں صرف فریقین کے حلف کے صحیح و صادق ہونے کا ذکر ہے و بس اور ظاہر ہے کہ محض حلف کا صادق و صحیح ہونا نہ فی نفسہ مقصود ہے نہ مفید اس لئے یہ عبارت بڑھا کر بتلادیا کہ مقصود اصلی تو یہ ہے یعنی ایصال حق الی اہل حق اور اس کے طریق حلف کے یہ طرق خاصہ ہیں اس لئے ان طرق کا ذکر اس مقصود کے ذکر سے مفنی ہو گیا۔ لہذا قرآن میں بیان حکمت میں اس پر اکتفاء کیا گیا ۱۲ بتیان۔ اس کے بعد بتیان کا سلسلہ جلد ہفتم میں آوے گا ۱۲۔



يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرما دیں گے کہ تم کو کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما دیں گے اے عیسیٰ ابن مریم

اِذْ كُنْزِ نَفْسِي عَلَيْكَ وَ عَلَيَّ وَالِدُكَ اِذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۝ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ

میرا انعام یا کر و جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے، جبکہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی، تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گو میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب کہ میں نے تم کو کتاب میں

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِي

اور سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل تعلیم کیں اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس کا اندر پھونک مالدیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے

وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِاِذْنِي وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِاِذْنِي ۝ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ اِذْ جَعَلْتَهُمُ الْبَيْتَ

اور تم اچھا کر دیتے تھے ماوراء النہر کے کور اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے اور جب کہ تم نے دونوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے

فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ اِنْ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْخَوَارِجِ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرُسُوْلِيْ

پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور جب کہ میں نے خوارجین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ،

قَالُوا اٰمَنَّا وَاَشْهَدُ بِاَنَّكَ مُسْلِمُونَ ۝

انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد ہیں کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر احکام مختلفہ کا ذکر ہوا ہے اور درمیان درمیان میں ترغیب ان کے امتثال کی اور ترہیب ان کی مخالفت پر فرمائی گئی ہے اسی کی تاکید کے لئے آیت آئندہ میں قیامت کے ہول و ہیبت یاد دلاتے ہیں تاکہ اطاعت کا زیادہ باعث اور مخالفت سے زیادہ مانع ہو اور اکثر طرز قرآن مجید کا یہی ہے۔

**تذکیر ہول قیامت:**

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ (السی قولہ تعالیٰ) اِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (وہ دن بھی کیسا ہولناک ہوگا) جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتوں کے) جمع کریں گے پھر (ان امتوں میں جو عاصی ہوں گے بغرض تو بخ ان کے سنانے کو ان پیغمبروں سے) ارشاد فرما دیں گے کہ تم کو (ان امتوں کی طرف) سے کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ (ظاہری جواب تو ہم کو معلوم ہے اور اس کو بیان بھی کر دیں گے لیکن ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کی) ہم کو کچھ خبر نہیں (اس کو آپ ہی جانتے ہیں کیونکہ) آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں (مطلب یہ کہ ایک ایسا دن ہوگا اور اعمال و احوال کی تفتیش ہوگی اس لئے تم کو مخالفت و معصیت سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

**ف:** جن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام احوال ام پر شہادت دیں گے تفسیر مذکور کی بنا پر دونوں مضمونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور جو ام بعد زمانہ انبیاء علیہم السلام کے ہوئے ہیں گو وہ انبیاء ان کی شہادت نہ دیں لیکن

اور شہادتیں دوسرے نصوص سے ثابت ہیں ملائکہ کی اور نامہ اعمال کی اور کفار کے ہاتھ پاؤں کی بھی۔

**و ربط:** اوپر متعدد آیات میں اہل کتاب سے مکالمہ ہوا ہے اب ختم سورت پر اسی مضمون کی طرف عود کر کے خالص نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض مضامین کو ان کی مخاطبت قیامت میں ہوگی سناتے ہیں جن سے ان کی عہدیت کا اثبات اور الوہیت کی نفی ہوتی ہے اور مخاطبت یوم قیامت سے بھی یہی مقصود ہوگا تاکہ اہل کتاب کی غلطی افراط و تفریط میں ثابت ہو جاوے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے انعامات مختلفہ کا ہونا جن کا اذکر نعمتی الخ میں ذکر ہے اور تصرفات میں تصرف حق کا محتاج ہونا جن کا اذکر تخلق من الطین الخ میں بیان ہے اور حفاظت میں حق تعالیٰ کا محتاج ہونا جس کا واذ کففت الخ میں ذکر ہے اور توحید کی طرف دعوت کرنا اور رسول ہونا جس کا واذ اوحیت الخ میں ذکر ہے اور اسی طرح معجزہ ماندہ جس میں اثبات اعجاز کے ساتھ جو کہ یہود پر حجت ہے اور اس اعتبار سے یہ محلہ یہود کے ساتھ بھی ہو گیا ان کا التجا اور سوال کرنا بھی آیت قال قال عیسیٰ ابن مریم اللہم میں مثل معجزات اعیاء و ابراء وغیرہ مذکور ہے اور خود اپنی الوہیت سے تمہری کرنا جس کا واذ قال اللہ الخ میں ذکر ہے یہ سب دلائل قاطعہ ہیں اثبات عہدیت و نفی الوہیت پر۔

عود بحاجہ نصاریٰ بذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام و مخاطبت قیامت:

اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نَفْسِيْ عَلَيْكَ (السی قولہ تعالیٰ) قَالُوا اٰمَنَّا وَاَشْهَدُ



بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (اور اسی روز عیسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص گفتگو ہوگی) جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرا انعام یاد کرو (تاکہ لذتِ تازہ ہو) جو تم پر اور تمہاری والدہ پر (بأنواع و اوقات متعددہ ہوا ہے مثلاً) جبکہ میں نے تم کو روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) سے تائید دی (اور) تم آدمیوں سے (دونوں حالت میں یکساں) کلام کرتے تھے (ماں کی) گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی (دونوں کلاموں میں کچھ تفاوت نہ تھا) اور جب کہ میں نے تم کو (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت و انجیل تعلیم کیں اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس (مصنوعی ہیئت) کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے (بجگ کا جاندار) پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے، اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرِ زاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو میرے حکم سے، اور جب کہ تم مردوں کو (قبروں سے) نکال (اور چلا کر) کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے، اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل (میں سے جو آپ کے مخالف تھے ان) کو تم سے (یعنی تمہارے قتل و اہلاک سے) باز رکھا جب (انہوں نے تم کو ضرر پہنچانا چاہا جب کہ) تم ان کے پاس (اپنی نبوت کی) دلیلیں (معجزات) لے آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ (معجزات) بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں اور جبکہ میں نے حواریین کو (انجیل میں تمہاری زبانی) حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول (عیسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لاؤ انہوں نے (جواب میں تم سے) کہا کہ ہم (خدا اور رسول یعنی آپ پر) ایمان لائے اور آپ شاہد رہے کہ ہم (خدا کے اور آپ کے) پورے فرمانبردار ہیں۔ **فہا ان سب امور** کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے انعام ہونا تو ظاہر ہے لیکن حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں انعام ہونا اس طور پر ہے کہ ان سب امور سے آپ کا نبی ہونا ثابت ہے اور آپ نے ان کی نزاہت کی خبر دی اور نبی کے اخبار سب صادق ہوتے ہیں پس ان کی نزاہت ثابت ہوگئی اور یہ بڑا انعام ہے اور والدہ پر جو انعام ہوا وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس لئے یاد دلایا گیا کہ اصول پر انعام ہونا من وجہ فروغ پر بھی ہے کہ ایسے اصول کے فروغ ہیں اور تائید بروح القدس کی تفسیر سورۃ بقرہ کی معاملہ بست و سوم میں اور کف بنی اسرائیل کی تفسیر آخر سورۃ نساء آیت وَمَا قُلُّوهُ الْخِمْ مِیں اور باقی اجزاء کی تحقیق مع ایک بحث متعلق حواریین کے سورۃ آل عمران آیت وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَآيَاتِ فَلْيَأْتِكُمُ الْخِمْ کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى كَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ الْخِمْ روح میں سے کہ بعض

نے اس ذہول کی وجہ تجلی جلال کے آثار کا ظہور بتلائی ہے تو اس میں ایسی حالتوں کا اثبات ہے استغراق و سر و فناء و محو و غیبت۔ قوله تعالى اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الْخِمْ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کا اہل اللہ کی اولاد میں ہونا بھی ایک نعمت اور شرف ہے۔

**اللغات:** الوحي الامر قاله الزجاج وانشد كما في الروح الحمد لله الذي استقلت باذنه السماء واطمأنت واوحى لها القرار فاستقرت.

**النحو:** قوله منهم من بيانية وفيه وضع المظهر موضع المضمحل كذا في الروح قلت ولا بعد ان تكون تبعيضية كما اريد بنى اسرائيل الكافرون منهم لقوله تعالى فامنت طائفة من بنى اسرائيل نعم يكون في ضمير جنتهم استخدام لان المعنى الى الكل ويمكن ان يعاد الى البعض خاصة لكون الكلام فيهم لا لكون المجنى اليهم خاصة ۱۲.

**البلاغة:** في الروح واذا تخرج عطف على اذ تخلق اعيدت فيه اذ كما قيل لكون اخراج الموتى من قبورهم لا سيما بعد ما صار رميما معجزة باهرة حربة بتذكير وقتها صريحا وما في النظم الكريم ابلغ من تحيي الموتى فلذا عدل عنه اليه ذكر باذني ههنا اربع مرات وثمة مرتين قالوا لانه ههنا للامتنان وهناك للاخبار فناسب هذا التكرار ههنا اه قلت ولعل الاذن في تصوير الطير اذن كلي تشريعي اي اذا اردت اظهار هذه المعجزة فصور الطير في غيره اذن تكويني فافهم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في يوم ده دن الخ اشارة الى عامل يوم من نحو ما اذا يقع يوم الخ ۱۲. ۲. قوله في يجمع مع اكي امتوں دل عليه الآيات الاخر ودل عليه ايضا مقصود السؤال من التوبيخ لهم فانه لا يكون بدون الاسماع والاخضار ۱۲. ۳. قوله قبل يقول جو عاصي وبه يحصل مقصود الآية من التحذير على المعصية ۱۲. ۴. قوله في اذ اور اسی روز اشار الى كونه بدلا من يوم ۱۲. ۵. قوله في اذ كر لذت كذا في الروح. ۶. قوله في تكلم اور اشار الى كونه استيفافا ۱۲. ۷. قوله في المهد. ماں کی گود نقله في الروح عن الحسن ودل على كون الخطاب يوم القيامة قوله ايدتك و كفت و تكلم مع اعتبار قوله كهلا ۱۲. ۸. قوله في جنتهم وفي فقالوا آئے تھے وكها اشار الى ان المجنى ظرف لكفت لا وحده بل مع اعتبار قوله فقال لان المجموع بدل على فصلهم الاغتيال المحوج الى الكف ۱۲.

۹. قوله في اوحيت تمہاری زبانی اشارة الى كونه تنمة من مخاطبة يوم القيامة صرح به في الروح وفي الكبير ولذلك اعيد العاطف في اذ بخلاف ما بعده من قوله اذ قال الحواریون حيث ترك العاطف لكونه منقطعا عما قبله كما قاله ابو السعود ويشير اليه ايضا كما في الروح الاظهار مقام الاضمار حيث لم يقل واذا قالوا الخ ۱۲ منه.



إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ

وہ وقت قابل یاد ہے جب کہ حواریین نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَنَطْمِئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَّقَتْنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١٨﴾

تم ایمان دار ہو دو لوگ کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا الطمینان ہو جاوے اور ہمارے یقین اور بڑھ جاوے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم کو ایسی دینے والوں میں سے ہو جاویں۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا

میں نے دعا کی کہ اسے اللہ سے ملے۔ پھر دعا کر رہا تھا کہ اللہ سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ اس کے لئے یعنی باہم میں جہول ہیں اور جو خود میں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جو اسے آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جو اسے آپ ہم کو کھانا فرمائیے

وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ قَالَ اللَّهُ إِنَّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكَ قُمْصَنٌ يَكْفُرُ بَعْدُ مِنْكُمْ فَرَأَىٰ أُعْذِبُ عَذَابًا لَا أُعْذِبُ بِهِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ۝

لوہر آپ سب عطا کرنے والوں سے واقف ہیں۔ حق تعالیٰ نے لوہر باغ فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں، پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد حلقہ شہادی کرے گا تو میں اس کو ایسی ہرزادوں کا کہ وہ ہر لونیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دے سکے گا۔

**تفسیر:** ربط: آیت بالا کی تمہید میں قصہ مائدہ کا جو کہ آگے آتا ہے ارتباط مذکور ہو چکا ہے۔

قصہ نزول مائندہ:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِثُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُزِلَّ عَلَيْنَا مَدِينَةَ  
 قَوْمِ التَّمَاذِ (السی قولہ تعالیٰ) فَاِنْ اَعَدَّيْهُ عَذَابًا لَا اَعْدٰی لَهُ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِیْنَ وہ  
 وقت قابل یاد ہے جب کہ حواریین نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے)  
 عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریم (علیک السلام) کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے  
 ہیں (یعنی کوئی امر مثل خلاف حکمت ہونے وغیرہ کے اس سے مانع تو نہیں)  
 کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھاتا (پکا پکایا) نازل فرمادیں آپ نے فرمایا کہ خدا  
 سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو (مطلب یہ کہ تم تو ایماندار ہو اس لئے خدا سے ڈرو  
 اور معجزات کی فرمائش سے کہ بے ضرورت ہونے کی وجہ سے خلاف ادب ہے  
 بچو) وہ بولے کہ (کہ ہمارا مقصود بے ضرورت فرمائش کرنا نہیں ہے جو کہ  
 خلاف ادب ہے بلکہ ایک مصلحت سے اس کی درخواست کرتے ہیں وہ یہ کہ)  
 ہم (ایک تو) یہ چاہتے ہیں کہ (برکت حاصل کرنے کو) اُس میں سے کہا میں  
 اور (دوسرے یہ چاہتے ہیں کہ) ہمارے دلوں کو (ایمان پر) پورا اطمینان ہو  
 جاوے اور (مطلب اطمینان کا یہ ہے کہ) ہمارا یقین اور بڑھ جاوے کہ آپ  
 نے (دعویٰ رسالت میں) ہم سے سچ بولا ہے (کیونکہ جس قدر دلائل بڑھتے  
 جاتے ہیں دعویٰ کا یقین بڑھتا جاتا ہے) اور (تیسرے یہ چاہتے ہیں کہ) ہم  
 (اور لوگوں کے سامنے جنہوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا) کو ابی دینے والوں میں  
 سے ہو جاویں (کہ ہم نے ایسا معجزہ دیکھا ہے تاکہ ان کے سامنے اثبات  
 رسالت کر سکیں اور ان کی ہدایت کا یہ ذریعہ بن جاوے) عیسیٰ ابن مریم (علیہ  
 السلام) نے (جب دیکھا کہ اس درخواست میں ان کی غرض صحیح ہے تو حق

تعالیٰ سے) دعا کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ (مائدہ) ہمارے لئے یعنی ہم میں جواول (یعنی موجودہ زمانہ میں) ہیں اور جو بعد (کے زمانہ میں آنے والے) ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جاوے (حاضرین کی خوشی تو کھانے سے اور معروضہ قبول ہونے سے اور بعد والوں کی خوشی اپنے سلف پر انعام ہونے سے اور یہ غایت تو خاص ہے مؤمنین کے ساتھ) اور (میری پیغمبری پر) آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے (کہ مؤمنین کا یقین بڑھ جاوے اور منکرین حاضرین یا غائبین پر حجت ہو جاوے اور یہ غایت مؤمنین وغیرہ مؤمنین سب کیلئے عام ہے) اور آپ ہم کو (وہ مائدہ) عطا فرمائیے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں (کیونکہ سب کا دینا اپنے نفع کے لئے اور آپ کا دینا مرزوق کے نفع کے لئے ہے اس لئے ہم اپنے منافع کو پیش کر کے آپ سے مائدہ کی درخواست کرتے ہیں) حق تعالیٰ نے (جواب میں) ارشاد فرمایا کہ (آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) میں وہ کھانا (آسمان سے) تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں۔ پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد (اسکی) ناحق شناسی کریگا (یعنی اسکے حقوق واجبہ عقلاً و نقلاً ادا نہ کرے گا) تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا (اس وقت کے) دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

مجموعہ ان حقوق کا یہ تھا کہ اس پر شکر کیا جاوے کہ عقلاً بھی واجب ہے اور اس میں خیانت نہ کریں اور اگلے دن کے لئے اٹھا کر نہ رکھیں چنانچہ اس کا حکم ہونا ترمذی کی حدیث میں عمار بن یاسر سے منقول ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا اس میں روٹی اور گوشت تھا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے (یعنی بعض نے) خیانت کی اور اگلے دن کے لئے اٹھا کر رکھا پس بندر اور خزیر کی صورت میں مسخ ہوئے نعوذ باللہ من غضب



اللہ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں سے کھاتے بھی تھے جیسا تَاکُل میں ان کی یہ غرض بھی مذکور ہے البتہ رکھ کر کھانا ممنوع تھا اور باوجود معجزات نفخ و ابراء و احیاء کے اس کا طلب کرنا شاید زیادہ برکت و قوت ایمان کے و کمثر معجزات کیلئے ہو۔ جیسا تَاکُل، وَتَعْلَمُ کے ترجمہ میں اشارہ بھی ہو گیا ہے اور حواریین کے متعلق ایک ضروری بحث سورہ آل عمران کی آیت قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لَمَنْ اَنْصَرَّ لِلّٰهِ کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ قَالَ اَتَقُوْا اللّٰهَ الخ یعنی ایسے معجزات کی درخواستوں سے بچو اس میں اس سے بھی زجر ہے کہ اہل اللہ میں خوارق کو تلاش کیا جاوے۔ ۱۲۔

**اللفظ:** قولہ اللہم کان اصلہ یا اللہ حذف حرف النداء و عوض عنہ المیم ۱۲۔

**البلاغۃ:** فی الروح فی اللہم ربنا ناداہ سبحانہ مرتین اظہاراً لغایۃ التضرع و مبالغۃ فی الاستدعاء ۱۲۔ قولہ یعیسیٰ بن مریم لعل نداء ہم باسمہ علیہ السلام لکمال التعین ان کان کلہم سائلین اولقلۃ الادب ان کانوا بعضہم ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** فی قرأۃ هل تستطيع بالخطاب ربک بالنصب ومعناہ هل تستطيع ان تسأل ربک ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی یستطیع کر سکتے ہیں یعنی کوئی الخ اشارۃ الی ان المراد هل یفعل کما فی الروح تعبیراً عن المسبب بالسبب کعکسہ فی اذا قمتم بمعنی اردتم فان الاستطاعۃ والارادۃ سببان والفعل والقیام مسببان وانما عبر بہ اشارۃ الی السؤال عن رفع المانع کكون النزول مخالفاً للحکمۃ مثلاً ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی مائدہ کھانا کما فی الروح وتطلق المائدۃ علی نفس الطعام ایضاً ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی ان کنتم مؤمنین مطلب الخ اشارۃ الی انہم

کانوا مؤمنین ویتاید بقولہ لمن یکفر بعد و یورود الکتاب والسنة بمدح الحواریین واما توہم کفرہم بقولہ تعلم فجوابہ یعلم من تفسیرہ ۱۲۔ ۴۔ قولہ هناك بے ضرورت بخلاف من یرید الایمان فان لہ ضرورۃ الی المعجزات لیومن ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی تعلم اور مطلب الخ اشارۃ الی کون العطف تفسیریا وبتفسیر العلم حصل الجواب عما یتوہم من انہم کیف لم یکشفوا فی العلم وکونہم شاہدین علی المعجزات السابقۃ کالتنفخ والابراء والاحیاء حاصل الجواب ان المقصود الزیادۃ کما اوضحہ بقولی جس قدر دلائل الخ ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی عیدہ خٹھی کما فی الروح ویطلق علی نفس السرور العائد وحينئذ لا تحتاج الی التقدير هكذا یكون لنا يوم نزولها عیدہ الخ ولذا لم التکلم فی مسئلۃ اتخاذ يوم عیدہ لان الآیۃ علی هذا التفسیر لم یدکر فیہ کون يوم من الايام عیدہ او لو قدر فالتحقیق فی المسئلۃ ان هذا لاتخاذ لم یشرع لنا کما یدل علیہ قول عمر فی جواب الیہودی فی نزول الآیۃ اکملت لکم دینکم الخ۔ ۷۔ قولہ فی تقریر تکنون لنا کھانے سے ناظر الی قولہ ناکل و فی تقریر آیۃ منک یقین اور حجت ناظر الی قولہ تطمئن بمعنی تعلم الی قولہ وتکنون الخ ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی خیر الرازقین اسلئے اشار الی وجہ زیادۃ و ارزقنا من التعلیل لما سألہ من قبل و اشار ایضاً الی کون مفعول ارزقنا هو المائدۃ ۱۲۔ ۹۔ قولہ فی قال اللہ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اشار الی ان الخطاب فی علیکم الی السائلین لا الی السائل فلا اشکال فی قولہ یکفر واعذب ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی العلمین اس وقت فان هذه المسخ فی ذاک الوقت کان مختصاً بہم ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ فی ف یعنی بعض لان الحواریین مدحوا فی الکتاب والسنة فلا یحتمل کون کلہم کافرین خائنین ۱۲۔



وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اأَنْتَ لِلنَّاسِ امْتَحِدُ فَوَيْ وَأَتَى الْهَيْئَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو متزاہت سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیارت تھا

أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝

کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو علم ہوگا آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مِمَّا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا فَأَدُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا

كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

تو آپ ان پر مطلع رہے، اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

جہنم والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آوے گا، ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے

أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں، اور وہ ہر شے پوری قدرت رکھتے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: ابھی آیت **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اأَنْتَ لِلنَّاسِ امْتَحِدُ** کی تمہید میں آیت آئندہ کا ارتباط بھی مفصل بیان ہو چکا ہے اور جیسے آیت مذکورہ بالا میں مخاطبت قیامت کا ذکر ہے ایسے ہی آیت آئندہ میں بھی اور درمیان میں قصہ نزولِ مائدہ کا جو کہ دنیا میں واقع ہوا ہے آگیا تھا۔ اور اس کا درمیان میں لانا شاید اس لئے ہو کہ ان مخاطباتِ یومِ قیامت سے جیسا کہ آیت بالا کی تمہید میں احقر نے لکھا ہے مقصود یہ ہوگا کہ اہل کتاب کی غلطی افراط و تفریط میں ثابت ہو جاوے اور قصہ نزولِ مائدہ سے اس مقصود کے مقاصد میں سے جو یہ امر ہے کہ ان کو افراط و تفریط پر تعذیب کی اطلاع دیں اس کی تاکید اس طرح ہوتی ہے کہ دیکھو جس طرح اصحابِ مائدہ کو کفر بابت الہیہ سے دنیا میں سزا دی گئی اسی طرح ان افراط و تفریط کرنے والوں کو کفر بالآیاتِ الہیہ سے عقیبی میں سزا دی جاوے گی واللہ اعلم۔

تمتہ مخاطبتِ یومِ قیامت بعیسیٰ علیہ السلام:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (الہی) وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ (قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفارِ نصاریٰ کے سنانے کیلئے) فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم (ان لوگوں میں جو عقیدہ تثلیث کا تھا مثلاً بعضے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو شریک الوہیت مانتے تھے تو) کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) اور میری ماں

(حضرت مریم) کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ (تو بہ تو بہ) میں تو (خود اپنے عقیدہ میں) آپ کو (شریک سے) متزاہت سمجھتا ہوں (جیسا کہ آپ واقع میں بھی متزاہت ہیں تو ایسی حالت میں) مجھ کو کسی طرح زیارت تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں (نہ باعتبار اپنے عقیدے کے کہ میں موحد ہوں اور نہ باعتبار واقع کے کہ آپ واحد ہیں اور دلیلِ تمیزی اس نہ کہنے کی یہ ہے کہ) اگر میں نے (واقع میں) کہا ہوگا تو آپ کو اس کا (یقیناً) علم ہوگا (مگر جب آپ کے علم میں بھی میں نے نہیں کہا تو واقع میں بھی نہیں کہا اور کہنے کی صورت میں آپ کو اس کا علم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ) آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں (تو جو زبان سے کہتا اس کا علم تو کیوں نہ ہوتا) اور میں (تو) مثل دیگر مخلوقات کے اتنا عاجز ہوں کہ) آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو (بدوں آپ کے بتلائے ہوئے) نہیں جانتا (جیسے دیگر مخلوقات کا بھی یہی حال ہے پس) تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں (سو جب اپنا اس قدر عجز اور آپ کا کمال مجھ کو معلوم ہے تو شرکت فی اللہ کو ہیبت کا دعویٰ کیسے کرتا۔ یہاں تک تو اس بات کے کہنے کی نفی ہوئی آگے اس کی نفیض کے کہنے کا اثبات ہے کہ) میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا صرف وہی (بات) جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور (یہاں تک تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی حالت



کے متعلق عرض کیا آگے ان لوگوں کی حالت کے متعلق عرض کرتے ہیں کیونکہ  
 اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي سَوَالِ صَدُورِ قَوْلٍ سَہِ  
 لیکن اشارۃً اس تثلیث کے سبب صدور کا سوال بھی مترشح ہو سکتا ہے پس اس  
 باب میں یوں عرض کریں گے کہ (میں ان کی حالت) پر مطلع رہا جب تک  
 ان میں (موجود) رہا (سوا اس وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے اس  
 کے متعلق بیان کر سکتا ہوں) پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا (یعنی اول بار میں  
 تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر) تو (اس وقت  
 صرف) آپ ان (کے احوال) پر مطلع رہے (اس وقت کی مجھ کو کچھ خبر نہیں  
 کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیوں کر ہوا) اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے  
 ہیں (یہاں تک تو اپنا اور ان کا معاملہ عرض کیا آگے ان کے اور حق تعالیٰ کے  
 معاملات کے متعلق عرض کرتے ہیں کیونکہ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي  
 میں گو وضا تو سوال صدور قول سے ہے مگر طبعاً باعتبار انتقال ذہن سامعین  
 کے احیانا ایسا استفہام اس امر کو متضمن معلوم ہونے لگتا ہے کہ چونکہ نبی سے  
 ایسے قول کا صدور برآۃ امت کا سبب ہو سکتا تھا پس سوال عن الصدور سے  
 اشارۃً برآۃ کا سوال مترشح ہو سکتا ہے کہ کیا آپ کے نزدیک یہ لوگ رہائی  
 کے قابل ہیں پس اس باب میں یوں عرض کریں گے کہ (اگر آپ ان کو) اس  
 عقیدہ پر) سزا دیں تو (جب بھی آپ مختار ہیں کیونکہ) یہ آپ کے بندے  
 ہیں (اور آپ ان کے مالک اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر  
 سزا دے) اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو (جب بھی آپ مختار ہیں  
 کیونکہ) آپ زبردست (قدرت والے) ہیں (تو معافی پر بھی قادر ہیں  
 اور) حکمت والے (بھی) ہیں (تو آپ کی معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی  
 اس لئے اس میں کوئی قبح نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ دونوں حال میں آپ مختار  
 ہیں میں کچھ دخل نہیں دیتا۔ غرض عیسیٰ علیہ السلام نے معروض اول سُبْحَانَكَ  
 السخ میں اپنی تبریٰ ان اہل تثلیث کے عقیدہ سے اور اس کی تعلیم سے معروض  
 دوم وَكُنْتُ عَلَيْهِمُ السخ میں اپنی تبریٰ ان کے اس عقیدہ کے مفصل سبب  
 جاننے تک سے اور معروض سوم اِنْ تُعَذِّبْهُمْ السخ میں اپنی تبریٰ ان کے  
 باب میں کوئی تحریک کرنے تک سے ظاہر کر دی اور یہی مقصود تھا حق تعالیٰ کا  
 عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان مخاطبات سے پس اس میں ان کفار کو پوری توبیخ  
 اپنی نادانی پر اور حسرت اپنی ناکامی پر ہوگی) خدا صاحب فتح نے اپنی منہیات  
 میں سئل کے مقدمہ ترجمہ قرآن سے ایک فرقہ نصاریٰ عرب کا تثلیث میں  
 بجائے روح القدس کے حضرت مریمؑ کو داخل کرنا نقل کیا ہے اور مقصود اس  
 آیت میں نفس تثلیث بلکہ مطلق شرک فی الاولیاء کو باطل کرنا ہے جیسا کہ  
 لفظ مثلاً ترجمہ میں لانے سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا اور یہ تخصیص یا تو

باعتبار اس فرقہ کے اس وقت کثیر ہونے کے ہے یا اس اعتبار سے کہ اس سے  
 اس کا ابطال بدرجہ اولیٰ ہو گیا کیونکہ منشاء اس عقیدہ فاسد کا خوارق ہیں اور  
 خوارق میں ان کا حال روح القدس سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ بشر سے ایسے  
 عجائب کا ظہور مثل تولد و تولید بلا توسط مرد کے اور دوسرے معجزات و کرامات  
 کے جس قدر عجیب و بعید ہے ملائکہ سے عجائب کا صدور اتنا عجیب و بعید نہیں  
 کیونکہ خود نوع ملائکہ عادیۃ بہ نسبت نوع بشر کے زیادہ محل صدور عجائب ہے  
 جیسا کہ ظاہر ہے جب زیادہ عجیب خوارق میں احتمال الوہیت باطل ہے تو کم  
 عجیب میں بدرجہ اولیٰ۔ ہاں بعض لوگوں کو بعض اوقات میں حماقت سوچھی تھی  
 کہ کہتے تھے کہ یہاں عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم مناسب تھا لیکن  
 احقر نے ترجمہ کی جو تقریر کی ہے اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مقصود سفارش اور  
 تقریب مغفرت نہیں، کیونکہ قیامت میں کفار و مشرکین کی سفارش نہ ہوگی  
 کیونکہ اس کا مبنی اذن ہے جس کا عدم یقینی ہے بلکہ مقصود تہذیب و تفریض ہے  
 اور کفر اس سے مانع نہیں کیونکہ اس کا مبنی قدرت ہے جس کا وجود یقینی ہے اور  
 غفور رحیم میں یہ بات حاصل نہ ہوتی بلکہ مقصود کے خلاف لازم آتا، پس  
 اصل جواب اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کا مثل اِنْ تُعَذِّبْهُمْ کے فائت تملک  
 ذلک من غیر قبح ہے اور اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اس کی دلیل ہے  
 اور اس دلیل کی ضرورت یہ ہے کہ مخلوق سے جو غفوصاد ہوتا ہے گا ہے بوجہ عدم  
 قدرت کے ہوتا ہے اور گا ہے کسی مضرت کو متضمن ہونے سے خلاف حکمت  
 ہوتا ہے پس ایک جگہ تو اختیار ہی نہیں ہوا اور دوسری جگہ اختیار قبح ہوا پس  
 مغفرت الہیہ میں اس دلیل کے لانے سے شبہ عدم قدرت اور عدم حکمت کا  
 جاتا رہا اور مدلول مقدر کی تعیین ہو گئی یعنی تملک ذلک من غیر قبح  
 اس کو فن بلاغت میں احقر اس کہتے ہیں بلکہ اگر آیت مؤمنین کی شان میں بھی  
 ہوتی تب بھی گو غفور رحیم بھی صحیح ہوتا لیکن عزیز حکیم بھی صحیح نہ ہوتا  
 کیونکہ تقدیر مذکور گو شان شفاعت میں نص نہیں لیکن شفاعت کے منافی بھی  
 نہیں اور اگر اس سے دلالت علی الشفاعت مقصود ہوتی مقدر منوی بدل دیا جاتا  
 اس طرح ان تغفر لهم فلا تضرک المغفرة بان تنسب الی  
 العجز او السفه سببخک فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ربط : او پر ان دونوں رکوع میں قیامت کے دن اعمال و احوال کا تفتیش کیا جانا  
 مذکور مقصود ہے اور نزول مائدہ کا قصہ بھی اسی مقصود کی تاکید کیلئے تھا جیسا اوپر  
 آیت یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ اور آیت وَاِذْ قَالَ اللَّهُ کی تمہیدات میں مفصل اس کی  
 تقریر گزر چکی اب آگے اس تفتیش و محاسبہ کا نتیجہ مذکور ہوتا ہے۔

نتیجہ مخاطبات و محاسبات مذکورہ :

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ وَاَضَرُّهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) ذٰلِكَ الْفَوْزُ



هذا وكان اليوم يوم الاحد الثاني والعشرين. من شهر الله المحرم سنة الف وثلاث مائة واربع وعشرين من هجرة سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته وعترته الطيبين الطاهرين ابد الابدين ودهر الداهرين امين يا رب العلمين.

**اختلاف القراءة:** في قراءة يوم بالرفع خبر لهذا وفي قراءة يوم بالنصب ظرف لقال وخبر هذا محذوف اي حق او ظرف مستقر وقع خبرا لهذا اے قال الله تعالى هذا القول واقع في يوم ينفع ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في دون الله بھی علاوہ قد ان حاصل

معناه مع ای من دون الله منفرداً ويتايد بما في روح المعاني وحينئذ

يكون من دون الله مجازاً عن مع الله ۱۲. ۲. قوله في ما يكون ريباً

فمعناه لا يلبق ۱۲. ۳. قوله في ان كنت دليل حاصله الاستدلال بنفي

اللازم على نفي الملزوم ۱۲. ۴. قوله في تعلم اسلئے ضروری فهو تعليل

لقوله علمته ۱۲. ۵. قوله في نفسي ونفسك دل وعلم اشارة كما في

الروح الى كون النفس الاول بمعنى القلب والثاني بمعنى الذات لكن

مع اعتبار المشاكلة فان النفس بمعنى الذات وان صح اطلاقه على الله

تعالى لكن لا اعلم ما في ذاتك ليس بكلام مرضي فيحتاج الى ان

يكون المراد لا اعلم معلوماً تك فعبّر عنه بلا اعلم ما في نفسك

لوقوع التعبير عن تعلم معلومی بتعلم ما في نفسي ۱۲. ۶. قوله في

توضيح تعلم جوزبان سے اشارة الى وجه تخصيص ما في النفس ۱۲.

۷. قوله في لا اعلم فهو دليل معجزه المعلوم لنفسه الدال على نفي القول بلا

واسطة كما ان تعلم دال عليه ايضاً بواسطة دليل آخر لان الدليل

القريب عليه ان كنت قلته فقد علمته وهذا دليل على قوله فقد علمته

فالجملتان تعلم ولا اعلم كلاهما دليل ۱۲. ۸. قوله قبل ما قلت نقيض

فهو استدلال ثالث لان احد النقيضين ينفي نقيض الآخر ۱۲. ۹. قوله

في امرتي به مجھ سے کہنے کو اشارة الى التقدير هكذا امرتني بقوله لهم ۱۲.

۱۰. قوله في توفيتني یعنی اول بار الى قوله روسی بارو من ههنا لم يقل

رفعتني ولا امتني والتوفي عام لهما كما في قوله الله يتوفى الانفس حين

موتها والتي لم تمت في منافعها فافهم ۱۲. ۱۱. قوله في شهيد رقيب مطلق

اشارة الى التفتن في العبارة كما في الروح اليميز بين الشهيدین

والرقيبین لان كونه عليه السلام رقيباً ليس كالقريب الذي يمنع ويلزم

بل كالشاهد على المشهود عليه ومنعه لمجرد القول وانه تعالى شانه

هو الذي يمنع ان اشار ۱۲. ۱۲. قوله قبل ان تعذبهم ربائی کے الخ المراد

مطلق النجاة من غير خصوصية ترتبها على صدور هذا القول منه عليه

السلام ۱۲. ۱۳. قوله في ف ۲ مقدر منوری بدل دیا جاتا وعلیه یحمل ما في

الاحادیث من ارادته ﷺ هذه الآية الشفاعة لامته فافهم فانه من

المواهب ۱۲. ۱۴. قوله في صدقهم ان کا سچا ہونا آج فالمراد بهذا

الصدق صدقهم في الدنيا المرتب عليه صدقهم في الآخرة اذا سنلوا فلا

يلزم ان لو ارید الصدق في الدنيا لم يكن فيه تصديق عیسے علیہ السلام

ولو ارید في العقیے لزم كون دار الجزاء دار العمل فافهم ۱۲.

العظیم (ان تمام مکالمات مذکورہ کے بعد) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویں گے کہ یہ (قیامت کا دن) وہ دن ہے کہ جو لوگ (دنیا میں باعتبار عقائد اور اعمال اور اقوال کے) سچے تھے (کہ وہ سچا ہونا اب ظاہر ہو رہا ہے جن میں انبیاء جن سے خطاب ہو رہا ہے اور مؤمنین جن کے ایمان کی انبیاء و ملائکہ سب شہادت دیں گے سب داخل ہیں اور اس میں اشارہ تصدیق رسل و تصدیق عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی ان مخاطبات میں ہو گیا غرض یہ سب حضرات جو دنیا میں سچے تھے) ان کا سچا ہونا (آج) ان کے کام آوے گا (اور وہ کام آنا یہ ہے کہ) ان کو (جنت کے) باغ (رہنے کو) ملیں گے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوگی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور یہ نعمتیں ان کو کیوں نہ ملیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں (اور جو شخص راضی و مرضی ہو اس کو ایسی ہی نعمتیں ملتی ہیں) یہ (جو کچھ مذکور ہوا) بڑی بھاری کامیابی ہے (کہ دنیا کی کوئی کامیابی اس کے برابر نہیں ہو سکتی) ہنہ اور اسی سے حال اہل صدق کے اضرار کا یعنی کفار وغیرہ کا معلوم ہو گیا کہ مستحق سزا ہونگے چونکہ آگے علی کل شیء قدیر کے عموم میں یہ سزا بھی داخل ہے شاید یہاں اس لئے تصریحاً و تخصیصاً اس کا بیان نہ فرمایا ہو واللہ اعلم۔

**وہ:** اب سورت ختم ہونے کو ہے تمام سورت میں کچھ اصول کچھ فروع مذکور فرمائے گئے ہیں آگے خاتمہ میں للہ ملک السموات الخ میں ان احکام کے مشروع فرمانے کا اللہ تعالیٰ کو حق ہونا اور اسی میں ان احکام کی مخالفت کا بندوں کیلئے قبیح ہونا کہ وہ مخالفت ایسے مالک اور ملک عظیم کی ہے اور وہو علی کل شیء قدیر میں اطاعت پر جزا اور مخالفت پر سزا کا صحیح الوقوع ہونا اشارة مذکور ہے۔

**اثبات ملک و قدرت حق تعالیٰ:**

بِئِنَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان (آسمانوں اور زمین) میں موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

ہنہ پس باعتبار تقریر تمہید کے خاتمہ کو پوری سورت سے تلاصق ہے جیسا کہ فاتحہ یعنی شروع کی آیت کو بھی اسی طرح پوری سورت سے تعلق تھا جیسا اس جگہ مذکور ہوا ہے کہ اوفوا بالعقود و بوجہ عموم معنی کے بمنزلہ متن کے ہے اور پوری سورت اس کی شرح، پس سورت امر بایفاء عہود سے شروع ہوئی اور ایفاء اور اس کے ضد کے حسن و قبح و ثمرہ کے بیان پر ختم ہوئی اور درمیان میں محل ایفاء کی تفصیل ہوئی۔

فسبحان اللہ ما اللفظ کلامہ وادق مرامہ واحسن بدءہ وختامہ وقد تم تفسیر سورة المائدة بحمد اللہ تعالیٰ وعونه وتوفيقه وفضله علی يد هذا الفقير الحقير. الدليل الكسير. الغريق في بحار السيئات. الحريق بناء الخطيئات. نجاه الله من الظلمات وانقلبه من الموبقات. ووقفه لختتم تفسیر کلامہ المجید. فانه فعال لما يريد.



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۲﴾ هُوَ الَّذِیْ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔ وہ ایسا ہے جس نے

خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّیٌ عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۳﴾ وَهُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ

تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا، اور دوسرا معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی،

یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَہْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ﴿۴﴾ وَمَا تَاْتِیْہُمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّہُمْ اِلَّا کَاَنُوْا عَنْہَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۵﴾ فَقَدْ

دیکھتا ہے پوشیدہ احوال کو بھی اور ظہار احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو عمل کرتے ہو اسکو جانتے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی انکے بے نشانوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ سو انہوں نے

کَذَبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمْ فَسَوْفَ یَاْتِیْہُمْ اَنْبَآؤُا مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِہُمْ مِنْ قَرْنٍ

اس جی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا جب کہ وہ انکے پاس پہنچی، سو جلد ہی ان کو خبر مل جاوے گی اس چیز کی جس کیساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں

مَکَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ یُمْکِنْ لَّکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْہُمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْہٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہُمْ

جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں،

فَاَهْلَکْنٰہُمْ بِذُنُوْبِہُمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِہُمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۷﴾

پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔

**تفسیر:** سورة الانعام مکیة الا ست ایت او ثلث من قوله

تعالیٰ قل تعالوا وہی مائة وخمس وستون اية کذا فی

البیضاوی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورت سابقہ کے انجام اور

اس کے آغاز میں تو مناسبت یہ ہے کہ دونوں مشتمل ہیں ابطال شرک اور

اثبات توحید اور اس کے دلائل پر اور دونوں سورتوں کے مجموعہ میں یہ مناسبت

ہے کہ دونوں مشتمل ہیں شرائع پر گو سورت سابقہ میں شرائع میں سے فروع بھی

مثل اصول کے کثیر ہیں چنانچہ بیس تک ان کا شمار پہنچا ہے اور اس میں تقریباً

تمام سورت میں اصول ہی زیادہ ہیں اور فروع بہت کم ہیں کہ عدد مذکور کے

ثلث یا ربع سے متجاوز نہیں اور خود اس سورت کے باہم اجزاء میں مناسبت

وارتباط یہ ہے کہ حاصل سورت کا چند امور ہیں۔ اثبات توحید، اثبات

رسالت، توحید و رسالت کی تائید کے لئے بعض قصص انبیاء علیہم السلام کے،

اثبات قرآن، اثبات بعثت ان کے منکرین کا عناد قوی و فعلی، ان منکرین پر

وعیدیں، ان وعیدوں کی تائید کے لئے بعض اہم مکذبین کا حال ہلاکت، ان

منکرین سے مکالمات و محاجہ، خود ان کے رسوم و عادات کی تنقیح، ان کے ساتھ

معاملہ رکھنے میں اعتدال کی تعلیم کہ تبلیغ میں کمی نہ ہو تشدد میں حد شرعی سے

زیادتی نہ ہو، مخالفت میں مدہانت نہ ہو، دل جوئی یا فکر ہدایت میں مبالغہ نہ

ہو، ان کے رسوم جہالت کے مقابلہ میں بعض مکارم اخلاق اسلامیہ کا بیان

اور یہ تمام تر گفتگو مشرکین سے ہے صرف دو تین جگہ مسئلہ نبوت و قرآن

یا حلت و حرمت اشیاء کی بحث کی مناسبت سے ضمناً اہل کتاب خصوص یہودی کی

تنقیح آگئی ہے۔ یہ حاصل ہے سورت کا اور ان سب مضامین میں وجہ تعلق

و ربط مخفی نہیں پس سب سے اول توحید کی آیتیں ہیں۔

احقاق توحید و ابطال اشراک مع اشارہ بجزاء آں:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الیٰ قوله تعالیٰ) وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا (جو

کہ جواہر میں سے ہے) اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا (جو کہ اعراض میں سے

ہے) پھر بھی کافر لوگ (عبادت میں دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار

دیتے ہیں وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (بواسطہ آدم علیہ السلام

کے) مٹی سے بنایا پھر (تمہارے مرنے کا) ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین

وقت (دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کا) خاص اللہ ہی کے نزدیک (معلوم) ہے پھر

بھی تم (میں سے بعض) شک رکھتے ہو (کہ بعثت کو ممتنع سمجھتے ہو حالانکہ جس

نے حیوة اول دی دوبارہ دینا کیا مشکل ہے) اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں



میں بھی اور زمین میں بھی (یعنی اور سب معبود باطل ہیں) وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور (بالخصوص) تم جو کچھ (ظاہر یا باطناً) عمل کرتے ہو (جس پر مدار جزاء ہے) اس کو جانتے ہیں۔

ف: توحید تینوں آیتوں کا مقصود مشترک ہے یعنی عبادت کے لائق وہ ہے جس میں یہ صفات ہوں کہ وہ خالق انفس و آفاق کا ہو۔ اور عالم غیب و شہادت کا ہو اور آخر کی دو آیتوں میں بعث کی خبر اور اس کے امتناع کا دفع اور محاسبہ علی الکسب پر تنبیہ بھی ہے جس سے شرک پر وعید ثابت ہوگئی۔ اور دوسرے اجل کے علم کو اپنے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ پہلے اجل کا کو قطعی علم نہ سہی مگر ظنی طور پر علامات سے معلوم ہو جاتا ہے۔

و ب: اوپر آیات و دلائل توحید کا بیان تھا۔ آگے کفار کا مطلقاً آیات الہیہ سے اعراض کرنا مع وعید مذکور ہے۔

بیان اعراض و تکذیب کفار و وعید برآں:

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) وَأَنفُسًا مِنْهُمْ يَغْتَابُونَ ۝ اور ان (کفار) کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آئی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں سو (چونکہ یہ ان کا شیوہ ہو گیا ہے) انہوں نے اس سچی کتاب (یعنی قرآن) کو بھی جھوٹا ہٹایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی سو (ان کی یہ تکذیب خالی نہ جائے گی بلکہ) جلد ہی ان کو خبر مل جاوے گی اس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے (مراد اس سے عذاب ہے جس کی خبر قرآن میں سن کر بہتے تھے۔ جس سے قرآن کی تکذیب لازم آتی تھی اس کی خبر ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جب عذاب نازل ہوگا اس کی خبر آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور اگر عذاب کو بعید سمجھتے ہیں تو ان کی غلطی ہے) کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت (جسمانی اور مالی دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (کھیت اور باغوں کے) نیچے سے نہریں جاری کیں (جس سے زراعت اور پھل کی خوب ترقی ہوئی اور ثروت سے گزر کرتے تھے) پھر (باوجود اس قدر قوت و سامان کے) ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے (یعنی کفر و اعراض کے) سبب (انواع عذاب سے) ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا (اسی طرح اگر تم پر عذاب نازل کر دیں تو تعجب کیا ہے۔

ف: مراد ان ہلاک شدہ جماعتوں سے عاد و ثمود وغیرہ ہیں کہ انواع عذاب سے ہلاک کئے گئے ان کے آثار نمایاں تھے ان کے دیکھنے کو ہلاکت کا دیکھنا

فرمادیا اور جس عذاب سے کفار موجودین کو ڈرایا مراد اس سے یا تو دنیوی عذاب ہو، چنانچہ قتل اور قید کئے گئے اور یا عذاب آخرت ہو کہ وہ بھی قریب ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور انشائاً الخ اس لئے فرمایا کہ ان کے ہلاک کرنے سے حقیقت میں تو ہمارا کیا ضرر ہوتا ظاہراً بھی تو ہمارے ملک میں کوئی کمی نہیں آئی کہ دنیا ویسی ہی بس رہی ورنہ اگر دوسرے کے نقصان پہنچانے سے اپنا بھی کچھ نقصان محتمل ہوتا ہے تو بعض اوقات یہ مانع ہو جاتا ہے رہا فناء قیامت تو وہ خود آبادی دنیا کی میعاد ہی ہے میعاد پر ختم ہو جانا ضرر صوری بھی نہیں کہا جاسکتا اور وہ بھی ارادہ سے اور ضرر حقیقی جو اصل مقصود بالہی ہے وہ تو ہر حال میں منتفی ہے۔

مسائل السلوک: قوله تعالى اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الْخَمْسَ وَ اَوَّلَ اَسْمِ ذٰتِ الْاَسْمَاءِ كَرَنَا پھر اسکو صفات خاصہ کیساتھ موصوف کرنا اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کو حمد کا استحقاق دو وجہ سے ہے من حیث الذات بھی من حیث الصفات بھی اور من حیث الذات کے معنی نفی صفات کے نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اسوقت صفات کی طرف نظر نہیں ۱۲۔

الصفات: يعدلون من العدل بمعنی التسوية ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لمکن فی الصفات ۱۲۔

النحو: ثم الاولى للاستبعاد وكذا الثالثة واما الثانية فللترتيب الذکری واللہ فی ہو اللہ معنای المعبود ای بحق لیصح تعلق الطرف بہ واجل مسمی مبتداً صح کونہ مبتداً لتخصیصہ بالصفة ۱۲۔

فائدہ: من الروح الاخبار بنزول هذه السورة جملة ضعيفة ای الروایات التي وردت فی ان هذه السورة نزلت جملة واحدة ای مجمعة کلها ضعيفة وبؤیدہ ما قالہ ابن الصلاح فی فتاویہ الحدیث الوارد فی انها نزلت جملة رویناہ من طریق ابی بن کعب ولم نزلہ سنداً صحیحاً وقد روی ما یخالفہ اہ ومن هذا یعلم ما فی دعوی الامام اتفاق الناس علی القول بنزولها جملة فتدبر آہ۔

ملحقات الترجمة: ۱۔ قوله فی خلقکم سب کو فی تمترون بعض لان الخلق عام والامتراء غیر عام وقوله فی خلقکم بواسطہ لان ذریئہ خلقت من نطفة فالملکور ههنا مادتهم الاولیة ۱۲۔ ۲۔ قوله فی یعلّمہم فالتکلیفون جس پر مدار اشارۃ الی وجه التخصیص بعد التعمیم ۱۲۔ ۳۔ قوله فی یتستہزون تکذیب لازم الخ لیصح ترتب الاتیان علی التکذیب للقران ۱۲۔ ۴۔ قوله فی انبؤا اما کانوا مطلب الخ لما کانوا هو العذاب واتیان انبائه حضور مصداق انبائه والمصداق للخبر هو المخبر عنه ای العذاب فحضوره حضور العذاب فاتیان الانباء حضور العذاب ۱۲۔ ۵۔ قوله فی قرن جماعتوں بحذف المضاف اے اهل قرن ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ارسلنا خوب بارشیں فالسماء معناه بارشیں ومدرا معناه خوب وارسلنا معناه برسائیں لان مدرا مفعول من الدرو ای کثیر الدور ۱۲۔



وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ قَوْمٍ آخَرِينَ فَلَسَوْهُ بِأَبْدٍ نَّهْمٍ لِّقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَ الْقُضَىٰ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا جَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ۝ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں

عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبَسُونَ ۝ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَ الْقُضَىٰ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا جَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ۝ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا

کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اس کفر شیعہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو

یَلْبَسُونَ ۝ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا

اب اشکال کر رہے ہیں۔ اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے، پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝

آپ فرما دیجئے کہ دراز زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

**تفسیر: ربط:** اوپر کفار کی تکذیب اور اعراض کا بیان تھا جو کہ توحید و آیات کے بارہ میں تھا آگے ان کے اصرار علی التکذیب و عناد کا بیان ہے جو توحید و آیات کے ساتھ رسالت کے باب میں بھی تھا اور یہ تینوں مفہوم جو مرتب طور پر مذکور ہیں واقع میں بھی باہم مندرج ہیں کیونکہ تکذیب تو اعراض سے اشد ہے اور عناد تکذیب سے اشد ہے۔

بیان عناد و کفار عموماً و در رسالت خصوصاً:

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ قَوْمٍ آخَرِينَ فَلَسَوْهُ بِأَبْدٍ نَّهْمٍ لِّقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَ الْقُضَىٰ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا جَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ۝ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝

اور (ان لوگوں کے عناد کی یہ حالت ہے کہ) اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے (جیسا یہ لوگ کہا کرتے ہیں) تنزل علینا کتباً (نقروہ) پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے (جس میں احتمال نظر بندی کا بھی نہیں ہو سکتا) تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے (کیونکہ جب دل میں ارادہ ماننے کا نہیں ہوتا تو ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی بات نکال لیتا ہے) اور یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) کے پاس کوئی فرشتہ (جس کو ہم دیکھیں اور اس کی باتیں سنیں) کیوں نہیں بھیجا گیا (جیسا ان آیتوں میں منقول ہے) اوتاتسی باللہ والملئکہ قبلاً اور لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیراً اور لولا انزل علینا الملئکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) اور اگر ہم کوئی فرشتہ (اس طرح) بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر (نزول فرشتہ کے بعد) ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی (بلکہ جب اس کو نہ مانتے جس کا وقوع ان سے یقینی ہے جیسا آگے آتا ہے تو فوراً عذاب نازل ہو جاتا کیونکہ آیت قاہرہ اور پھر وہ بھی فراموشی نازل ہونے کے وقت نہ ماننا حسب عادت الہیہ موجب اہلاک فوری ہے اور اب گو عذاب ہوگا مگر چندے مہلت تو ہے جس میں اگر

تو بہ کرنا چاہیں ممکن ہے) اور اگر (کسی کو یہ احتمال ہو کہ شاید نزول فرشتہ کے وقت یہ مان ہی لیتے تو یہ احتمال محض غیر واقعی ہے کیونکہ) اگر ہم اس (بھیجے ہوئے) کو فرشتہ تجویز کرتے تو (چونکہ فرشتہ کی شکل میں بھیجنا اس لئے نہ ہوتا کہ آدمی ان حواس متعارفہ میں فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے پر قادر نہیں اس لئے) ہم اس (فرشتہ) کو (باعتبار شکل کے) آدمی ہی بناتے اور (جب آدمی کی شکل پر وہ ہوتا تو) ہمارے اس فعل سے (اس وقت) پھر ان پر وہی اشکال (واشتباہ) ہوتا جواب اشکال (واشتباہ) کر رہے ہیں (یعنی اس فرشتہ کو بشر سمجھ کر پھر یہی اعتراض کرتے غرض نزول ملک سے ان کا نفع تو کچھ نہ ہوتا کیونکہ ان کا اشتباہ بحالہ باقی رہتا اور ان کا ضرر یہ ہوتا کہ ہلاک کر دیے جاتے اس لئے ہم نے اس طرح نازل نہیں کیا خلاصہ یہ کہ غایت عناد سے ایسی باتیں نکالتے ہیں جو ہدایت و وضوح حق کا طریق نہیں اور جو اس کا طریق ہے کہ آیات و معجزات موجودہ میں غور کرنا اس سے کام نہیں لیتے)

**ربط:** اوپر کفار کے اعراض و تکذیب مع الاستہزاء و عناد کا ذکر تھا چونکہ ان واقعات سے رسول اللہ ﷺ کو صدمہ پہنچتا تھا اس لئے آگے تسلی کا مضمون فرماتے ہیں۔ تسلیہ رسول اللہ ﷺ:

وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ (الہی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝ اور (آپ ان کی بیہودگیوں سے صدمہ زدہ نہ ہوئے کیونکہ) واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی (ان کے مخالفین کی طرف سے) استہزاء کیا گیا ہے (جو مستلزم ہے تکذیب کو پس یہ کوئی نئی بات نہیں) پھر (آخر استہزاء سے پیغمبروں کا کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ ان کفار ہی کو اس کا انجام بھگتنا پڑا چنانچہ) جن لوگوں نے ان (پیغمبروں) سے (سزائے تکذیب کی وعید سنانے پر) تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر



اڑاتے تھے (اسی طرح آپ کی جو یہ تکذیب کرتے ہیں آپ کا کیا ضرر ہے آپ کیوں مغموں ہوتے ہیں یہ خود ہی مستحق عذاب دنیوی یا اخروی ہو رہے ہیں اور اگر یہ عذاب ائم سابقہ کا انکار کرنے لگیں تو) آپ (ان سے) فرمادیتے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا (آئینہ کے ہوتے ہوئے کسی شے کا انکار مشکل ہے)۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ الْخِ اس میں معاند کے حال کا بیان ہے کہ وہ کسی طریق سے مستفیع نہیں ہوتا اسی واسطے اہل طریق اس کے درپے نہیں ہوتے ۱۲۔ قوله تعالى وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ الْخِ اس صورت میں ان کے ہلاک ہونے کی وجہ یہ ہوتی کہ ایسے خوارق کے ظہور سے ان پر حجۃ البیہ تمام ہو جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طریق اسلم خوارق کا ظاہر نہ ہونا ہی ہے ۱۲۔  
**اللغات:** فی القاموس حاق بہ احاطہ بہ ۱۲۔

**النحو:** ما یلبسون ما مصلرہ وهو الاظهر لاستمرار حذف المثل فی نحو ضربت ضرب الامیر ومعلق یلبسون علی انفسهم کذا فی الروح ۱۲۔  
**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی قضی الامر آیت قاہرہ الی قوله حسب عادت البیہ اعم من الکلی او الاکثری واعتبار کون هذه الآیة قاہرہ مذکور فی الکبیر وکونها مقترحة فی سائر التفاسیر ۱۲۔  
۲۔ قوله قبل لبسنا جب آدمی قال البیضاوی جواب محذوف امی

ولو جعلنا رجلا لبسنا وفي الروح يجوز ان يكون عطفًا على جواب لو المذكور لاضير في عطف لازم الجواب عليه اه قلت لان لازم اللازم لازم ۱۲۔ ۳۔ قوله في لبسنا ہمارے اس فعل سے اشارۃ الی ان مصب الفائدة ای لحطھا لیس هو الاسناد بل المسند وانما اسند الی اللہ تعالیٰ کما فی الروح لانه بخلقه تعالیٰ او للزومة لجعله رجلا ۱۲۔ ۴۔ قوله هناك اس وقت وفي یلبسون اب کما فی الروح لبسنا علیہم حینئذ ما یلبسون علی انفسهم الساعة ۱۲ا۔

۵۔ قوله فی استہزیٰ کوئی نئی بات اشار بہ الی ان التسلية قد تم بہ کما فی الروح قلت فلا یلزم ان یكون للاخبار عن العذاب دخل فی التسلية لان المعلوم من حالہ ﷺ انه لا یرید العذاب وانما اخبر عن العذاب علیہم بل من حیث نفی الضرر عن الرسل کما اشیر الیہ فی الترجمة لا من حیث اثبات الضرر ۱۲۔ ۶۔ قوله فی منهم یتغیبرون سے فالضمیر راجع الی الرسل ومنهم متعلق بسخر وایقال سخر منه وہ۔ ۷۔ قوله فی ما کانوا اس عذاب نے اس فی الروح قیل ان المراد من الذی کانوا یتستہزون بہ هو العذاب ونحوہ والاعتراض بان السباق دلیل علی ان المستہزاء بہم الرسل علیہم السلام یدفعہ ان الاستہزاء بالرسل مستلزم لاستہزانہم بما جاءوا بہ وتواعدوا قومہم بنزولہ وان مثله بظہورہ لا یحتاج الی قرینتہ ۱۲۔



قُلْ لِّمَن تَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِلّٰهِ كُتِبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ لِيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِۚ الَّذِیْنَ

آپ کہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی ہے اور لازم فرمایا ہے تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ جن لوگوں نے

خَسِرُوْا اَنْفُسُہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الْبَیْلِ وَالتَّہٰرُ وَہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ قُلْ اَعٰیذُ اللّٰہُ اَتَّخِذُ وَلِیًّا

اپنے کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں، اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا۔ آپ کہئے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ

فَاَطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَہُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَشْرِکِیْنَ ۝

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کچھ کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی کھانے نہیں دیتا اور کسی کو معبود قرار دے۔ آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے نہ رہنا ہو۔

قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصِیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ مَن یُّصْرَفْ عَنْہٗ یَوْمَیْذٍ فَقَدْ رَحِمْنَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جاوے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا، اور یہ صریح کامیابی ہے۔

وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بَصْرِیْ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ہُوَ ۚ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرِ فَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَہُوَ الْقَاہِرُ

اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاویں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچاویں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ

فَوْقَ عِبَادَہٗ وَہُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اور جو توحید کا مضمون تھا آگے پھر عود ہے اسی کی طرف

اور اس کے ضمن میں معاد کا مضمون ہے تاکہ اعتقاد توحید کی رغبت اور اشراک سے رہبت ہو۔

**توحید و معاد:**

قُلْ لِّمَن تَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الی قولہ تعالیٰ) وَہُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ آپ (ان منکرین سے بطور الزام حجت کے) کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے اول تو وہ یہی جواب دیں گے جس سے توحید ثابت ہوگی جیسا دوسری آیت میں ہے قُلْ لِّمَن الْاَرْضُ وَمَن فِیْہَا اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سِیَقُولُوْنَ لِلّٰہِ لٰکِنْ اِگر کسی وجہ سے مثل خوف مغلوبیت کے جواب نہ دیں) تو آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے (اور ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل و وعدہ سے تائبین عن الشِّرْکِ کے ساتھ) مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمایا ہے (پس جب توحید واقع میں بھی حق ہے اور موجب رحمت بھی ہے تو اس کو اختیار کر لو۔ اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم نے توحید کو قبول نہ کیا تو پھر سزا بھی بھگتنا ہوگی کیونکہ) تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز (قبروں سے زندہ کر کے میدان حشر میں) جمع کریں گے (اور سب کا حساب لیں گے پھر جیسا جیسا عمل ہوگا ویسا برتاؤ فرماویں گے اور روز قیامت کی حالت یہ ہے کہ) اس (کے آنے) میں کوئی شک (و شبہ) نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گو آپ توحید کا اثبات اور رحمت

وعذاب کا وعدہ دو وعید کتنا ہی فرماویں مگر) جن لوگوں نے اپنے کو (یعنی اپنی عقل و نظر صحیح کو) ضائع (یعنی معطل) کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے (کیونکہ کسی مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے استعمال قوت فکریہ کا ضروری ہے اور یہ اس سے کام نہیں لینا چاہتے پھر ایمان کیونکر لائیں گے) اور (ان سے اثبات توحید کے لئے مکرر تاکہ شاید ہدایت ہو جاوے ورنہ حجت اچھی طرح قائم ہو جاوے یوں بھی کہئے کہ) اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں (اس کے اور قُلْ لِّمَن تَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے مجموعہ کا حاصل یہ نکلا کہ جتنی چیزیں کسی مکان میں ہیں یا کسی زمان میں ہیں سب اللہ کی ملک ہیں) اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا (پھر اثبات توحید کے بعد ان سے) آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں (جیسا اوپر مذکور ہوا) اور جو کہ (اور دن کو) کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی (بوجہ عدم احتیاج کے) کھانے کو نہیں دیتا (جیسا کہ اوپر ان کے مالک الکل ہونے سے ثابت ہوا کیونکہ اس کل میں طاعم اور مطعم سب داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہی رزاق ہیں اور اثبات صفات کمال سے نفی نقص کی بھی ہوئی اور مطعمیت و احتیاج نقص ہے پس صفات مذکورہ سے اس کی بھی نفی ہو گئی تو کیا ایسے اللہ کے سوا) کسی کو (اپنا) معبود قرار دوں آپ (اس استفہام انکاری قُلْ اَعٰیذُ اللّٰہُ کی شرح میں ان سے) فرمادیجئے کہ (میں غیر اللہ کو معبود کیسے قرار دیتا کہ اول تو مقتضائے اولہ



عقلیہ مذکورہ کے خلاف دوسرے دلیل نقلی کے خلاف چنانچہ) مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ (جتنے لوگوں کو قرآن کے ذریعہ سے توحید پہنچے گی ان میں) سب سے پہلے میں اسلام (باصولہ وفروءہ) کہ ان میں توحید بھی آگئی) قبول کروں اور (مجھ کو نیکہ کہا گیا ہے) تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا (جیسا کہ وقوعاً و احتمالاً) ہمیشہ اشراک منفی رہا مگر ادروں کے سنانے کو یہ کہا گیا تا کہ تنبیہ ہو کہ جب معصوم کو یہ حکم ہے تو غیر معصومین کو تو کیوں نہ ہوگا جہاں کہ وقوع و احتمال سب موجود ہے) آپ (اپنے اوپر رکھ کر ان کو شرک کا عذاب بھی جس کا اشارہ لَیَجْمَعَنَّكُمْ میں تھا سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا (امر بالاسلام اور نہی عن الاشراک) میں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں) نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب سے) جو کہ کہنا نہ ماننے والوں کو ہوگا) ڈرتا ہوں (اور اس عذاب کی یہ کیفیت ہے کہ) جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جاوے گا (اور وہ وہ شخص ہوگا جو امر بالاسلام و نہی عن الاشراک میں کہنا مانے) تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ (عذاب کا ہٹ جانا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوجہ ہو جانا) صریح کامیابی ہے (عذاب کی اس کیفیت سے اس رحمت کی تفصیل ہوگئی جو کَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ میں مطیعین کے لئے اجمالاً موعود تھا) اور (آپ اوپر کے عذاب و رحمت کے اختصاص قدرت کے لئے تا کہ وعدہ رحمت میں یا وعدہ عذاب میں احتمال کسی مزاحم و مانع کا نہ رہے یہ بھی سنا دیجئے کہ) اگر (اے انسان!) تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف (دنیا یا آخرت میں) پہنچا دیں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں (وہ چاہیں دور کریں یا نہ کریں خواہ دیر میں کریں یا جلدی کریں) اور اگر تجھ کو اسی طرح) کوئی نفع پہنچا دیں تو (اس کا بھی کوئی ہٹانے والا نہیں جیسا دوسری جگہ ہے لَا رَافِعَ لِفَضْلِهِ کیونکہ) وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (ان کے مقابلہ میں کسی کو قدرت نہیں اس لئے ان کے چاہے ہوئے کو کوئی نہیں ہٹا سکتا) اور (مضمون مذکور کی تاکید کیلئے یہ بھی فرما دیجئے کہ) وہی اللہ تعالیٰ (قدرت سے) اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہیں (اور) (علم کے اعتبار سے) وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں (پس علم سے سب کا حال جانتے ہیں اور قدرت سے سب کو جمع کر لیں گے اور حکمت سے مناسب جزا و سزا دینگے اسلئے اسلام قبول کر لینا ضروری ہے)۔

**مسائل السلوك:** قولہ تعالیٰ کَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ الخ اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت سب کو عام اور شامل ہے چنانچہ ادنیٰ تا مل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی غضب ایسا نہیں جس میں کچھ رحمت نہ ملی ہو اور رحمت بہت سی ایسی ہیں جن میں ذرا غضب نہیں اور مومنین معذبین پر رحمت ہونا تو ظاہر ہے عین تعذیب میں بھی کہ وہ تہذیب ہے اور بعد تہذیب

بھی کہ مغفرت ہو جاوے گی اور کفار معذبین پر اس طرح کہ حق تعالیٰ نے اس عذاب سے اشد جو عذاب تھا اس سے محفوظ رکھا ۱۲۔ قولہ تعالیٰ قُلْ لِيَ آيَاتُ أَنْ أَكُونَ الْخَالِصُ اس میں دلالت ہے کہ تکالیف شرعیہ کسی سے حتیٰ کہ انبیاء سے بھی ساقط نہیں ہوتیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ الْخَالِصِ اسمیں غیر اللہ سے تصرف مستقل کی نفی ہے حتیٰ کہ مقبولین سے بھی اور نیز اسمیں رد ہے اس پر جو غیر اللہ سے ازالہ ضرر کی توقع رکھے ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** فی قراءة یصرف مبنیاً للفاعل فالضمیر فی یصرف لله تعالیٰ والمفعول محذوف ای من یصرفه الله عنه ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی کتب یہ بھی کہہ دیجئے فہو داخل تحت الامر قل وکذا اکثر ما بعده کما فی الروح ۱۲۔ ۲۔ قولہ هناک تأمین کذا فی الروح ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی لا ریب حالت یہ ہے اشارۃ الی کون الجملة حالاً من یوم ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی الدین جن لوگوں اشارۃ الی ان الموصول مبتداً خبرہ فہم لا یؤمنون ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی خسرواً ضائع تفسیر بالحاصل لان الخسران لازم وانفسہم محل للخسران وحاصل الخسران فی انفسہم ان فی عقولہم تضييعها وعلى هذا التفسير فلا اشكال عليه بان الخسران هو عين عدم الايمان لان التغير قد حصل بينهما فاحدهما سبب والاخر مسبب من غير اتحاد وقوله معطل اشار به الى انه ليس بمفقود ليلزم تكليف ما لا يطاق ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی ولہ تا کہ اشارۃ الی نکتۃ التکریر للدلیل ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی ما سکن رہتے ہیں اشارۃ الی کونہ من السکنة لامن السکون لیعم الساکن والمتحرک ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی ولما مجبور کذا فی البیضاوی لان الکلام فیہ قلت وفی نسبتہ الی نفسہ تلطیف فی الدعوة حیث لم یخاطبہم بانکار الاتخاذ ۱۲۔

۹۔ قولہ فی اکون اول پہنچی فالاول علی معناه الحقیقی ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی لا تكونن مجھ کو یہ کہا گیا اشارۃ الی العطف بعد تعلقہ بالمقدر ای وقیل لی لا تكونن فالحاصل انی امرت بالاسلام ونہیت عن الاشراک ۱۲۔ ۱۱۔ قولہ فی من یصرف کیفیت اشارۃ الی ان جملة من یصرف صفة لعذاب ۱۲۔ ۱۲۔ قولہ هناک جس شخص سے فالضمیر فی یصرف الی العذاب وفی عنہ الی من ویحتمل العکس ۱۲۔

۱۳۔ قولہ بعد الفوز المبین اجمالاً فالثواب والعذاب ذکر مرتین اجمالاً فی کتب ولیجمعنکم وتفصيلاً فی عذاب یوم ومن یصرف عنہ ۱۲۔ ۱۴۔ قولہ فی ان یمسک اے انسان لانہ داخل فی خیر قل فال مخاطب غیرہ علیہ السلام ۱۲۔ ۱۵۔ قولہ فی لا کاشف چاہیں الخ قصد به التعمیم لقولہ دور کریں باعتبار المؤمنین والکافرین فی الدنیا وکذا قولہ دیر یا جلدی وما فی الآخرة فالزوال سریعاً او بطیئاً باعتبار العصاة من المومنین وعدم الزوال باعتبار الکافرین ۱۲۔ ۱۶۔ قولہ فی یمسک بخیر ہٹانے والا اشارۃ الی مقدر اظہر فی آیۃ اخری فلا راد لفضله ۱۲۔ ۱۷۔ قولہ فی القاهر فوق غالب ہیں راجع الی القاهر برتر راجع الی فوق وفیہ اشارۃ الی ان فوق خبر بعد خبر ای قاهر حال علیہم بالقدرۃ وقیل ذکر فوق تاکید لغلبہ کذا فی حواشی البیضاوی ۱۲۔



قُلْ أَمْرٌ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةٍ قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ أَتَيْنَكُمْ

آپ کہنے کے سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کیلئے کون ہے، آپ کہنے کے لیے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے، اور مجھے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ تمکو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے سب کو ڈراؤں۔ کیا تم مجھ

لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَى قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ اللَّهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ الَّذِينَ اتَّيَبَهُمْ

یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے

الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۝ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ

وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لادیں گے۔ اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر

كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَائِكُمْ أَلَّذِينَ

جھوٹ بہتان بانٹھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلائے، ایسے بے انصافوں کو رسنگاری نہ ہوگی۔ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام مخلوق کو جمع کرینگے پھر ہم شرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکا جن کے

كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فَتَنْتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ

معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے۔ پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔ ذرا دیکھو تو کس طرح

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر تو حید و رسالت کے باب میں جدا جدا کلام ہوا ہے آگے دونوں میں مجتمعاً کلام ہے چنانچہ اِتَّيَبَكُمْ لَتَشْهَدُونَ الْخ میں تو حید کی بحث ہے اور قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میں رسالت کی بحث ہے اور شان نزول بھی اس کا دو واقعہ دونوں مسئلوں کے متعلق ہیں چنانچہ کلمی نے روایت کیا ہے کہ کفار مکہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کہا کہ کیا خدا تعالیٰ کو آپ کے سوا کوئی رسول نہیں ملا ہم تو نہیں سمجھتے کہ آپ کے دعویٰ کی کوئی تصدیق کر سکتا ہے اور ہم نے تو یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا وہ تو یوں کہتے ہیں کہ انکی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں سو ہم کو کوئی بتلائے کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نحام بن زید اور قروم بن کعب اور بحری بن عمرو آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ کیا آپ کے علم میں سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں آپ نے فرمایا کہ واقع میں بھی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں میں تو یہ دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کی دعوت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کَذَابِي رُوحُ الْمَعَانِي۔

عَو و بمسئلہ تو حید و رسالت:

قُلْ أَمْرٌ شَيْءٌ أَكْبَرُ شَهَادَةٍ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ آپ (ان منکرین تو حید و رسالت سے) کہنے کے (اچھا یہ بتلاؤ کہ) سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے (جس کی گواہی پر کسی مختلف فیہ مسئلہ کا فیصلہ ہو جاوے اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہی ہوگا کہ اللہ سب سے بڑھ کر ہے پھر) آپ

کہنے کے (بس) میرے اور تمہارے درمیان (جو مسئلہ مختلف فیہ ہو رہا ہے اس میں وہی) اللہ تعالیٰ گواہ ہے (جس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے) اور (ان کی گواہی یہ ہے کہ) میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے (مخائب اللہ) بھیجا گیا ہے (جس کی صفت اعجاز جو دلیل ہے مبعوث و صدق من اللہ ہونے کی ظاہر ہے) تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو (ان وعیدوں سے) ڈراؤں (جو تو حید و رسالت کے انکار پر اس میں مذکور ہیں پس اس کے اعجاز سے اللہ کی گواہی ٹکونی اور اس کے مضمون سے اللہ کی گواہی تشریحی ثابت ہوگئی) کیا تم (اس شہادت کبریٰ کے بعد بھی جو کہ تو حید کو شامل ہے تو حید کے باب میں) سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ (استحقاق عبادت میں) کچھ اور معبود بھی (شریک) ہیں (اور اگر وہ ہٹ دھرمی سے اس پر بھی کہہ دیں کہ ہاں ہم تو یہی گواہی دیں گے تو اس وقت ان سے بحث کرنا لا حاصل ہے بلکہ صرف) آپ (اپنے عقیدہ کو ظاہر کر دیجئے اور) کہہ دیجئے کہ میں تو (اس کی) گواہی نہیں دیتا (کیونکہ یہ امر باطل ہے اور) آپ (باطل کی نفی کر کے حق کے اثبات کے لئے) کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار (اور نفور) ہوں (اور رسالت کے باب میں جو کہا جاتا ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا انہی تو اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراة و انجیل) دی ہے وہ لوگ رسول (ﷺ) کو (اول سے بلا شک و شبہ ایسا) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں (کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر



عادت کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے گویا بان سے انکار اور انشاء کریں لیکن جب شہادت کبریٰ کے ہوتے ہوئے اہل کتاب کی شہادت پر مدار ہی نہیں پھر اس کے عدم سے کیوں تمسک کیا جاوے اور ایسی شہادت کبریٰ کے ہوتے ہوئے بھی (جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے) یعنی اپنی عقل کو جوہ دلالت شہادت مذکورہ میں نظر صحیح کرنے سے معطل کر لیا ہے خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب ہوں) سو وہ ایمان نہ لاویں گے (اور رسالت کو نہ مانیں گے) اور (یہ منکرین توحید و رسالت کے مسئلہ میں عقلاً بھی نہایت بے انصافی سے کام لے رہے ہیں کیونکہ) اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے (جس کا حاصل نفی کے قابل چیزوں کا اثبات ہے مثلاً اس کے ساتھ شریک قرار دے جیسا مشرکین کرتے تھے یا رسول اللہ ﷺ کی نعت کو دوسرے اوصاف غیر واقعہ سے بدل ڈالے جیسا اہل کتاب کرتے تھے) یا اللہ تعالیٰ کی آیات (ودلائل) کو جھوٹا بتلاوے (جس کا حاصل اثبات کے قابل چیزوں کی نفی ہے اور ظاہر ہے کہ منفی کا اثبات اور مثبت کی نفی خود عقلاً بھی صریح ظلم اور بے انصافی ہے اور) ایسے بے انصافوں کا (حال یہ ہوگا کہ ان) کو (قیامت کے روز) رستگاری نہ ہوگی (بلکہ عذاب مخلد میں مبتلا رہیں گے) **ف: مَنْ يَكْفُرْ** میں عموم بعثت نبوی مذکور ہے۔ چنانچہ ترجمہ سے اسکی تقریر ظاہر ہے اور آیت **الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكَتَابَ الْخ** کے متعلق بعض ضروری تحقیقات شروع پارہ سیمقول میں جہاں ایسی ہی آیت ہے گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور **الَّذِينَ خَسِرُوا الْخ** اوپر بھی قریب آیا ہے مگر وہاں توحید کے باب میں تھا اور یہاں رسالت کے باب میں پس تکرار لازم نہیں آیا گو تاکید کے لئے تکرار بھی مستحسن ہوتا ہے۔ **و ربط:** اوپر کفار کا فلاح نہ پانا مذکور ہوا ہے آگے اس فلاح نہ پانے کی کچھ کیفیت مذکور ہے مشرکین کی تو تصریحاً کہ مکہ میں جو محل نزول سورت ہے مشرکین زیادہ تھے اور دوسرے کفار کی مقایسہ کیونکہ اصل علت عدم فلاح کی یعنی کفر سب میں مشترک ہے۔

کیفیت عدم فلاح مشرکین:

**وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا** (الی قولہ تعالیٰ) **وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يُفْتَرُونَ**۔ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلاق کو (میدان حشر میں) جمع کرینگے پھر ہم مشرکین سے (بواسطہ یا بلا واسطہ) توبخ کے طور پر) کہیں گے کہ (بتلاؤ) تمہارے وہ (قرار دیئے ہوئے) شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں (غائب ہو) گئے (کہ تمہاری سفارش نہیں کرتے جس پر تم کو بھروسہ تھا) پھر (اس سوال کے بعد) ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی (ثابت) نہ ہوگا کہ وہ (اس شرک سے خود بیزاری اور

نفرت ظاہر کرنے لگیں گے اور غایت بدحواسی سے) یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے (یعنی جس کے حق ہونے کا آج دعویٰ ہے اس کا انجام یہ ہوگا کہ خود ہی اس کو باطل سمجھنے لگیں گے بقول مشہور یا بان شورا شوری یا بایں بے نمکی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تعجب کی نظر سے) ذرا دیکھو تو کس طرح (صریح) جھوٹ بولا اپنی جانوں پر (کہ جو شرک ان سے صادر ہوا تھا اس کی صاف نفی کر دی) اور جن چیزوں (کے معبود ہونے کے دعویٰ) کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے (یعنی ان کے بت یا شرکاء) وہ سب غائب ہو گئے (یعنی ان کے کوئی کام نہ آوے گا) **ف:** یہاں چند سوال و جواب ہیں۔ سوال اول: یہاں معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرکاء وہاں نہ ہونگے اور دوسری آیات سے جیسا **الْحُشْرُ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا** **وَإِنْ جَاهِدْتُمْ عَنْهُمْ لَنْ يَأْتِيَكُمُ الْيَهُودُ** سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی موجود ہوں گے۔ جواب: یہاں مقصود ان کا بحیثیت شریک و شفیع ہونے کے غائب ہونا ہے یعنی اس وصف کا انتفاء ظاہر ہو جاوے گا اور دوسری آیات میں مقصود ان کی ذات کا حاضر ہونا ہے پس کچھ تعارض نہیں اور بعض نے جواب دیا ہے کہ حاضر ہو جانے کے بعد باہم تفریق مکانی کر دیئے جانے کے بعد یہ گفتگو ہوگی اور **فَنُكَلِّفُ الْبَیِّنَاتِ** کے بھی یہی معنی کہے ہیں۔ سوال دوم: یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے بولیں گے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ بولیں گے **لَا يَكُفِّرُهُمُ اللَّهُ** جواب: جو کلام بطور تشریف و اکرام کے ہو اس کی نفی کی گئی ہے اور یہاں اثبات ہے کلام تو ننگی کا پس کوئی تعارض نہیں یا نفی بلا واسطہ کی ہے اور اثبات بواسطہ کا سوال سوم: قیامت میں حقائق منکشف ہو جائیں گے وہاں جھوٹ کیسے بولیں گے۔ جواب: غایت حیرت و دہشت سے اور کچھ سن نہ پڑے گا اور احقر نے تقریر ترجمہ میں ان سب جوابات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ سوال چہارم: مشرکین تو معاد ہی کے قائل نہ تھے پھر وہ اصنام کو شفیع یوم قیامت کیسے سمجھتے تھے۔ جواب: مطلق شفاعت عند اللہ کے تو قائل تھے اور اس شدت سے زیادہ کون شدت ہوگی۔ یا یوں کہا جاوے کہ وہ بطور فرض کے یہ بھی کہتے تھے کہ اگر قیامت ہوئی تو ایسا ہوگا **وَلَكِنْ يُجْعَلُ إِلَى رَبِّي إِنْ لِي عِنْدَ اللَّهِ حُشْنٌ** سوال پنجم: یہاں انجام شرک کا یہ قول بطور حصر کے فرمایا حالانکہ انجام میں دوزخ بھی داخل ہے۔ جواب: حصر اضافی ہے جس سے بقاء علی الاعتقاد کی نفی مقصود ہے۔

**البلاغۃ:** قولہ او کذب۔ اور او للتغایر بین المتعاطفین مفہوما سکون احدهما اثباتا للنفی والاخر نفیا للمثبت کما قرر فی اثناء الترجمة ۱۲۔ قولہ ثم لم تکن اما للتراخی فی الرتبة لان جوابهم هذا اعظم من التسویخ واما علی ظاہرها وهو الظاهر بناء علی ان



الموقف عظیم فیمكن انهم حاروا ودهشوا فلم يستطيعوا الجواب الا بعد زمان ومما يبنى عن حيرتهم انهم كذبوا وحلفوا والا لما قالوا الذى قالوا لان الحقائق تنكشف يوم القيامة وكان التعبير عن الشركية بالفتنة لانها ما تفتن به وتعجبك وهم كانوا معجبين بكفرهم مفتخرين به كذا فى روح المعانى ۱۲.

**اللفات:** الزعم يستعمل فى الحق كما فى حديث ضمام بن ثعلبة زعم رسولك وفى الباطل كما فى هذه الآية والفتنة اصلها من الفتن وهو ادخال الذهب النار لتعلم جودته من روائته ثم استعمل فى معان كالغلاب والاختيار.. والبلية. والمصيبة والضلال. والمعذرة كذا فى الروح ۱۲.

**اختلاف القراءة:** فى البيضاوى قرأ ابن كثير وابن عامر وحفص لم تكن بالتاء ورفع فتنتهم على انها الاسم ونافع وابو بكر بالتاء والنصب على ان الاسم ان قالوا والثاني للخبر والباقيون بالياء والنصب وفى تفسير ابن جرير خفض ربنا قراءة عامة قراء المدينة وبعض الكوفيين والبصريين وقرأ جماعة من التابعين بنصب ربنا وهى قراءة عامة اهل الكوفة ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله قبل قل الله سب سے بڑھ کر اشار به الى صحة اطلاق الشئ على الله لان معناه الموجود كما عليه الجمهور ۱۲. ۲. قوله فى الله شهيد گواه ہے اشاره الى تركيبه بان

الله مبتداً وشهيد خبره ويلزم منه ان اكبر شئ شهادة شهيد له ۱۲. ۳. قوله قبل لا اشهد اس وقت بحث كرنا قيد به لان البحث عسى ان ينفع فى وقت آخر ۱۲. ۴. قوله فى الظلمون ايسى فاللام للمعهد فاخصت الآية بالكفار فلا دليل فيه للمبتدعة فى خلود عصاة المؤمنين ۱۲. ۵. قوله فى نحشهم تمام خلاص كذا فى الروح.

۶. قوله فى شركاؤكم قرار دینے ہوئے اشارہ الى ان الاضافة لادنى ملائكة ۱۲. ۷. قوله فى نزعهم جن کے معبود اشارہ الى حذف مفعوليه ۱۲. ۸. قوله فى اين سفاش بدليل قوله تعالى وما نرى معكم شفعاءكم. ۹. قوله فى فتنتهم انجام حمل الفتنة على الشرك وقدر قبله المضاف او لا يقدر المضاف ويدعى اتحادهما مبالغة كما نقل فى الروح عن الزجاج ان مثل ما فى الآية ان ترى انسانا يجب غاديا فاذا وقع فى مهلكة تبرأ منه فيقال له اكان محبتك لفلان الا ان تبرأت منه ۱۲. ۱۰. قوله فى ما كانوا يفترون معبود ہونے کے دعوئے الى اشارہ الى ان المضاف محذوف اى ما كانوا يفترون كونها آلهة او شفعاء ويمكن ان يكون ايقاع الافتراء عليها مع انه واقع فى الحقيقة على احوالها للمبالغة فى امرها كالحالها نفس المفترى اى زالت فلم تغن عنهم كما فى الروح ۱۲.



وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كَلِمَةً لَا يُؤْمِنُونَ

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہمتنا کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اسکو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈانٹ دے رکھے ہے، اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لادیں،

بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ

یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں، یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی

عَنْهُ وَإِنْ يُهْدِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَكُونُ لَنَا نَارُ اللَّهِ وَلَا تَكُذِّبُ بَيِّنَاتٍ

اس سے اور اس سے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو ہدایت کر رہے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے اور اگر آپ ہمت دیکھیں جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جا رہے ہوں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پہلوں سے بچ دیئے جاویں اور اگر یہاں ہو جوتو ہم اپنے رب کی آیات کو ہمتنا نہ ہوں

رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ قَالُوا لَوْ كُنَّا يُنْخَفُونَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ

اور ہم ایمان والوں سے ہو جاویں۔ بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دیا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آگئی ہے۔ اور اگر یہ لوگ پھر وہاں ہی پہنچ دیئے جاویں تب بھی یہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل

لَكَذِبُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِبَعْعُوثِينَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَذَا

جھوٹے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم زندہ نہ کئے جاویں گے۔ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔

يَا حَقُّ قَالَ أُولَٰئِكَ وَلِرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی۔ اللہ تعالیٰ فرماوے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔

**تفسیر: ربط:** اوپر توحید و رسالت کے انکار کی مذمت اور جزا کا بیان تھا آگے انکار قرآن کی شاعت مذکور ہے۔

**تشبیہ برانکار قرآن:**

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ (الی قولہ تعالیٰ) وَإِنْ يُهْدِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ اور ان (مشرکین!) میں بعض ایسے ہیں کہ (آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت اس کے سننے کو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور (چونکہ وہ سننا طلب حق کیلئے نہیں ہوتا اس لئے مستمع نہیں ہوتے چنانچہ) ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس (قرآن کے مقصود) کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں (اس کے بغرض ہدایت سننے سے) ڈانٹ دے رکھی ہے (یہ تو حالت ان کے قلوب اور اسماع کی ہے) اور (ابصار کی یہ حالت ہے کہ) اگر وہ لوگ (آپ کے صدق نبوت کے) تمام دلائل کو (بھی) دیکھ لیں ان (تمام دلائل) پر بھی ایمان نہ لادیں (یعنی غایت درجہ کے معاند ہیں اور اس عناد کی نوبت) یہاں تک (پہنچی ہے) کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں (اس طور پر کہ) یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے (منقول) چلی آرہی ہیں (یعنی اہل مل پہلے سے ایسی باتیں کرتے چلے آئے ہیں کہ معبود ایک ہے بشر نبی بھی ہو سکتا ہے قیامت میں پھر زندہ ہونا ہے مطلب یہ کہ عناد کی وجہ سے تکذیب سے گزر کر

جدال تک ترقی ہوئی ہے) اور (پھر جدال سے گزر کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی فکر میں لگے ہیں چنانچہ) یہ لوگ اس (قرآن) سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور (اس روکنے کی تکمیل کے واسطے) خود بھی اس سے (نفرت) ظاہر کرنے کو ظاہر میں بھی (دور دور رہتے ہیں) تاکہ دوسروں پر زیادہ اثر ہو (اور ان حرکتوں سے) یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ (و برباد) کر رہے ہیں (نہ رسول کا کوئی نقصان ہے نہ قرآن کا رسول کو رسالت کا ثواب ہر حال میں ملے گا قرآن کا نور ہدایت کامل ہو کر رہے گا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ) اور (غایت حماقت سے) کچھ خبر نہیں رکھتے (کہ ہم کس کا نقصان کر رہے ہیں) ہفتہ: یہ جو فرمایا کہ ہم نے حجاب ڈال رکھے اس پر یہ تشبیہ ہے گو متعارف حجاب وغیرہ نہ ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہونے سے نہ یہ معذور ہو سکتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام آسکتا ہے کیونکہ اس حجاب وغیرہ کا سبب ان کا اعراض اختیاری ہے اور نسبت باعتبار تخلیق کے ہے جوئی ہے حکمت پر جو دفع قبیح ہے البتہ کسب ایح بوجہ خلوعن الحکمۃ کے قبیح ہوتا ہے اس کی تحقیق شروع سورہ بقرہ آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَخَفَوْنَهُ اللَّهُ میں گذر چکی ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ وَإِنْ يَرَوْا كَلِمَةً لَا يُؤْمِنُونَ اِذَا كُنْتُمْ تُبَيِّنُ لَهَا شَيْئًا مِنْهَا لَنْ يَكُونُوا لَكَ آتِينَ إِلَّا كَلِمَةً لَا يُؤْمِنُونَ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دلیل پر ایمان نہ لادیں اور سورہ شعراء کی آیت إِنَّ لَنَا أَنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَمْتَ أَفَتَكْفُرُ لَهَا خَاضِعِينَ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات پر ضرور ایمان لانا پڑے جواب یہ ہے کہ منفی ایمان اختیاری ہے جو کہ شرع میں مطلوب ہے اور مثبت ایمان اضطراری ہے جو شرع میں



مقبول نہیں اور عدم ایمان کی خبر اس آیت میں ان ہی کے حق میں ہے جن کا خاتمہ علم الہی میں کفر پر ہونے والا تھا۔

**دب:** جیسا اوپر توحید و رسالت کے انکار کا ذکر کر کے یَوْمَ نَحْشُهُمْ میں اسکی جزا کا بیان فرمایا تھا اسی طرح انکار قرآن کا آیت وَمِنْهُمْ السَّخِیْہ میں ذکر کر کے آگے اسکی جزا کا بیان فرماتے ہیں۔

جزائے انکار قرآن:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ (السی قولہ تعالیٰ) وَلَئِنْ هُمْ لَكَاذِبُونَ اور اگر آپ (ان کو) اس وقت دیکھیں (تو بڑا ہولناک واقعہ نظر آوے) جب کہ یہ (منکرین) دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے (تاکہ ان سے کچھ پوچھ پاچھ کر کے ان کو دوزخ میں داخل کر دیا جاوے) تو (اس کی ہول و ہیبت کو دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ یہ کفر و انکار حق کی سزا ہے ہزاروں تمناؤں کیساتھ) کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیئے جاویں اور اگر ایسا ہو جاوے تو ہم (پھر) اپنے رب کی آیات (مثل قرآن وغیرہ) کو (کبھی جھوٹا نہ بتاویں) اور ہم (ضرور) ایمان والوں سے ہو جاویں (حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ تمنا اور وعدہ صدق رغبت اور قصد اطاعت سے نہیں) بلکہ (اس وقت ایک مصیبت میں پھنس رہے ہیں کہ) جس چیز کو اس کے قبل (یعنی دنیا میں) دبایا (اور مٹایا) کرتے تھے (اور اس کا اقرار نہ کرتے تھے) وہ (آج اس وقت) ان کے سامنے آگئی ہے (مراد اس چیز سے عذاب ہے جس کی وعید کفر و تکذیب پر ان کو کی جاتی تھی اور دبانے سے مراد انکار ہے۔ مطلب یہ کہ اس وقت جان کو بن رہی ہے اس لئے جان بچانے کو یہ سارے وعدے ہو رہے ہیں) اور (دل) سے ہرگز ارادہ ایفاء وعدہ کا نہیں ہے حتیٰ کہ) اگر (بالفرض) یہ لوگ (حسب ان کی تمنا کے دنیا میں) پھر واپس بھی بھیج دیئے جاویں تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا (یعنی کفر اور تکذیب) اور یقیناً یہ (ان وعدوں میں) بالکل جھوٹے ہیں (یعنی نہ اس وقت ایفاء کا قصد ہے اور نہ دنیا میں جا کر ایفاء کرتے یہ ایسے سرکش اور معاند ہیں اس کے بعد دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے)

**ف:** تقریر ترجمہ کے اعتبار سے آیت کے دو مقصود ہوئے اول ان کی سزا کا بیان دوسرے ان کے عناد کا بیان اور اس مقام پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ جب قیامت میں اپنی آنکھوں سے امور واقعہ کا معائنہ کر لیا پھر دنیا میں آنے کے بعد کفر اور تکذیب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے جواب یہ ہے کہ تکذیب تو فعل لسان کا ہے یقین قلب کے ساتھ تکذیب لسانی کا مجتمع ہونا ممکن ہے اور تکذیب لسانی بھی کفر ہے رہا دل سے یقین ہونا وہ بوجہ معائنہ کے اضطرار ہو

گا جو شرع میں معتبر نہیں اور جو شرعاً مطلوب ہے اس کا حاصل تسلیم و انقیاد اختیاری ہے۔ پس تصدیق اضطراری کیساتھ عدم تصدیق اختیاری کا جمع ہونا بھی ممکن ہے جیسے بعض ضدی لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ دل میں جانتے ہیں مگر مانتے نہیں پس بحمد اللہ تعالیٰ اشکال بالکل رفع ہو گیا و ہذا من المواہب الالہیۃ دوسرا سوال یہ ہے کہ تمنا ہوتی ہے غیر حاصل کی اور ایمان اور عدم تکذیب تمنا کے وقت ان کو حاصل ہے پھر تمنا کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ تمنا ہے ایمان و عدم تکذیب فی الدنیا کی کیونکہ نافع نجات میں یہی ہے اور یہ بالفعل حاصل نہ ہوگی اور جو حاصل ہے وہ بوجہ غیر مفید ہونے کے محل تمنا نہیں۔

**دب:** اوپر توحید و رسالت و قرآن کے انکار پر سزاؤں کا بیان تھا آگے انکار بعث اور اس کی سزا کا بیان ہے

نقل انکار بعث و وعید برآں:

وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا (السی قولہ تعالیٰ) قَالُوا فَذُقُوا الْعَذَابَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ اور یہ (منکرین) کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم (اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد پھر) زندہ نہ کئے جاویں گے (جیسا انبیاء علیہم السلام خبر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور اگر آپ (ان کو) اس وقت دیکھیں (تو بڑا عجیب واقعہ نظر آوے) جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے (حساب کیلئے) کھڑے کئے جاویں گے (اور) اللہ تعالیٰ (ان سے توبیخاً) فرماوے گا کہ (کہو) کیا یہ (قیامت کے دن زندہ ہونا) امر واقعی نہیں ہے (جیسے دنیا میں ہمیشہ اسکو غیر واقعی کہتے رہے) وہ کہیں گے بیشک (واقعی ہے) قسم اپنے رب کی اللہ تعالیٰ فرماوے گا تو اب اپنے کفر (و انکار) کے عوض عذاب (کا مزہ) چکھو (اسکے بعد دوزخ میں بھیج دیئے جاویں گے)

**ف:** پہلی آیت میں جو وقت مذکور ہوا ہے اور جو اس میں مذکور ہے دونوں متغائر نہیں یہ حساب کے لئے کھڑا کیا جانا دوزخ ہی کے قریب ہوگا اور نہ دونوں واقعوں میں تعارض ہے اس موقع پر دونوں قصے ہوں بلکہ اور بھی جتنے احوال ثابت ہیں سب کا وقوع ہوگا۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ بعض مفسرین کے نزدیک مراد ان لوگوں سے ابو طالب اور ان کے اتباع ہیں کہ ان کے ضرر کو حضور ﷺ سے روکتے تھے مگر خود آپ پر ایمان لانے سے دور رہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ حب طبعی و نفرتہ قومیہ بدوں حب عقلی کے نافع نہیں ۱۲۔

**اللفظ:** فی القاموس الوقور الشقل۔ الاساطیر فی الروح عن القاموس انه جمع اسطار واسطیر بکسر ہما واسطور وبالهاء فی الكل واصل السطر بمعنی الخط اه قلت وهو مستعمل فی مطلق المنقول وان لم یکن مکتوباً النای البعد لازم کذا فی الروح۔ وقفوا من الوقوف المعروف او من الوقوف بمعنی المعرفة ۱۲



**البلاغۃ:** فی قول یقول الذین کفروا وضع المظهر موضع المضمرة ۱۲. قوله وربنا فی الروح اكدوا اعترا فہم بالیمین اظہار الکمال تیقنہم بحقیقته وایذانا بصدور ذلک عنہم برغبة ونشاط طمعا بان ینفعمہم وھیئات ۱۲

**الروایات:** فی روح المعانی عن ابن عباس فی روایۃ ابی صالح ان ابا سفیان بن حرب والولید بن المغیرۃ والنضر بن الحرث وعتبة وشيبة ابنی ربيعة وامیة وابی بن خلف استمعوا الی رسول اللہ ﷺ وهو یقرأ القرآن فقالوا للنضر یا ابا قتیلہ ما یقول محمد فقال والذی جعلہا بیته ما ادری ما یقول الا انی اری تحرك شفطہ یتکلم بشئی فما یقول الا اساطیر الاولین مثل ما کنت احدثکم عن القرون الماضیة وكان النضر کثیر الحدیث عن القرون الاولیٰ وكان یحدث قریشاً فیستمعون حدیثہ فانزل اللہ تعالیٰ هذه الآیۃ قلت فحکم عدم الایمان فی الآیۃ فی حق النضر الذی قال هذا اوفیٰ کل من لم یومن من المذکورین وخص منہم المؤمنون من بعد کابی سفیان فافہم.

**النحو:** قوله یلیتا المنادی محلوف کیا قوم مثلاً ۱۲ قوله ولا نکذب ونکون فی الروح نصب الفعلین باضماران علی جواب التمنی والمعنی ان ردونا لم نکذب ونکن واعترض بوجهین الاول ان الواو لاتقع فی جواب الشرط. واجیب بان الواو اجريت ههنا مجری الفاء ویؤید ذلک قراءة ابن مسعود وابن اسحق فلا نکذب. والثانی ان ردهم لایکون سباً لعدم تکذیبہم کما دل علیہ قوله تعالیٰ ولو رد والعداوا. واجیب بان السببیۃ یکفی فیہا کونها فی زعمہم من الروح ۱۲

**اختلاف القراءة:** قرأ نافع وابن کثیر والکسائی برفع الفعلین بان یکون داخلاً فی حکم التمنی علی انه عطف علی نرد وقرأ ابن عامر برفع الاول علی العطف ونصب الثانی علی کونه جواباً من الروح ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی منہم مشرکین کذا فی الروح ۱۲. ۲. قوله فی یستمعون. آپ کے قرآن لدلالة المقام وتائید الروایۃ الآتیۃ ۱۲. ۳. قوله بعد یستمعون طلب حق کے لئے نہیں بل لاجل الاعتراض وهو الغرض لہم ۱۲. ۴. قوله فی جعلنا ذال کذا فی الروح قلت فالجعل یعم الالتقاء والتصیر علی طریق عموم المجاز فصح تعلقہ بالاکنة والوقر ۱۲. ۵. قوله فی یفقهوہ قرآن دل علیہ یستمعون والمراد بالمقصود الهدایۃ فلا یرد فقہ اللغات ۱۲.

۶. قوله فی لا یومنوا تمام دلائل فی الروح المراد عموم النفی قلت ویصح نفی العموم بجعل الباء سببیۃ لا صلة ویكون المومن به هو الرسالة ۱۲. ۷. قوله فی حتی یہاں تک فحتی ابتدائیۃ للترقی فان المجادلة اعظم من مطلق التکذیب ۱۲. ۸. قوله فی یجادلونک تو آپ سے اشارۃ الی انہ جواب لاذا کذا فی حاشیۃ البیضاوی ۱۲

۹. قوله فی یقول اس طور اشارۃ الی ان یقول بیان وتفسیر للمجدال ۱۲. ۱۰. قوله فی اساطیر پہلوں سے یعنی ان الاضافة الی الاولین باعتبار کونه قالہم لاکونه حالہم فافہم دل علیہ آیۃ سورۃ المؤمنین لقد وعدنا نحن وآباءنا هذا من قبل ان هذا الا اساطیر الاولین ونقل فی حاشیۃ البیضاوی عن المجمع ما سطرہ الاولون من الاکاذیب ۱۲

۱۱. قوله فی ینہون عنہ قرآن عزا هذا التفسیر فی الروح الی مجاہد بروایۃ ابن ابی شیبۃ وابن حمید وابن جریر وابن المنذر وغیرہم وما رواہ الحاکم وصححہ هو والذہبی عن ابن عباس ان الآیۃ نزلت فی ابی طالب کان ینہی المشرکین ان یوذوا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم یتباعد عما جاء بہ فهو رای عن ابن عباس لکن الا لصق ما اخترتہ واختارہ الامام ایضاً ۱۲. ۱۲. قوله فی یننون تکمیل کذا فی الروح وقوله ظاہر میں بھی فکان مفیداً للفائدۃ الجدیدۃ لان بعدہم بقلوبہم معلوم من قبل ۱۲-۱۳. ۱۳. قوله فی الا انفسہم نہ رسول کافالخصر بهذا الاعتبار لا باعتبار من ینہونہم فان اکثرہم کانوا یطیعونہم ولو قیل انہ مبنی علی تنزیل عذاب الضلال عند عذاب الاضلال منزلة العدم صح الحصر باعتبارہم ایضاً ۱۲. ۱۴. قوله بعد لو ترى بڑا ہوتا کہ الخ اشارۃ الی حذف الجواب امے لرأیت امراً عظیماً ۱۵. ۱۵. قوله فی ولا نکذب اور اگر اشارۃ الی ان الواو بمنزلۃ الفاء والجملة کالجواب للتمنی کما فصلتہ فی النحو المتعلق بالآیۃ فلذا اظہرت ترجمۃ الشرط لان المقدر کالمفوض ۱۶. ۱۶. قوله فی یخفون مراد چیز سے عذاب لدلالة قوله تعالیٰ وبدالہم من اللہ ما لہم یكونوا یحسبون وبدالہم سیئات ما کسبوا لان المراد بالسیئات بالاجماع عذابہا وقوله ہناک دبانے سے مراد انکار وہو یطلق علیہ فی محاورتنا وماخذ ذلک الروح فانہ قال المراد من الموصول النار علی ما یقتضیہ السوق ومن اخفانہا ستر امرہا وذلک بانکار تحققہا وعدم الایمان بشیئہا اصلاً فکانہ قیل بدالہم ما کانوا یکذبون بہ فی الدنیا وینکرون تحققہا اہ قلت وانما عبر بالاخفاء واشارۃ الی ان قلوبہم کانت تصدق الحق اضطراراً لکنہم کانوا یخفون هذا التصدیق بتکذیبہم الاختیاری کما هو الحال فی کثیر من الکفار الذین جہدوا بہا واستیقنہا انفسہم ظلماً وعلوا فافہم فانہ من المواہب ۱۲. ۱۷. قوله فی کاذبون ایفاء اشارۃ الی ان المراد بالکذب المتوجہ اى الوعد عدم الوفاء بہ لا عدم مطابقۃ للواقع کذا فی الروح فاندفع بہ ما یتوہم ان التمنی انشاء فکذا الوعد الناشئ منہ والکذب یختص بالخبر وجہ الاندفاع ظاہر بمنع اختصاصہ بالخبر فی المحاورات نعم هو فی العلوم الصناعیۃ مسلم ولا یقتضی الاصطلاح علی اللغۃ فافہم ۱۲. ۱۸. قوله فی قالوا کہتے ہیں اشارۃ الی کونه استینافاً لاعطفاً ۱۹. ۱۹. قوله فی ان ہی جینا عاود الضمیر الی الحیوۃ وقد نصوا کما فی الروح علی صحتہ عود الضمیر علی متاخر لفظاً ورتبۃ فی مواضع منہا ما اذا کان خبر الضمیر مفسراً لہ کما ہنا ۲۰. ۲۰. قوله فی الدنیا فی الحال کاشارۃ الی ان المراد بالدنیا الی نحن فیہا لا المقابل للآخرة لانہم لا یعترفون بالآخرة کذا فی الروح قلت ویمكن ان یراد الاخیر بناء علی زعم المدعی وکلمۃ کا الی من علامات الاضافة اتباع للمحاورۃ فانہا قد تجسی بین الصفتہ والموصوف ۲۱. ۲۱. قوله فی علی سائے فہی بمعنی عند ۲۲



قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِقَوْلِ اللَّهِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ثُهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَحْسِرُنَا عَلَى مَا فَرَطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ

بیشک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی۔ یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعۃً آپہنچا کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارہ میں ہوئی اور حالت ان کی

أَوْزَارُهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ إِلَّا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَكَذَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ

یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہو گئے۔ خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے۔ اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز لعب ولبو کے۔ اور پچھلا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ وَلَقَدْ

کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور بہت سے

كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبْرُوا عَلَيَّ مَا كَذَّبُوا وَأُودُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ

پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں انکی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبری کیا کیا کئی تکذیب کی گئی اور کواہم میں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری مدد کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کوئی بدلہ نہ لائیں اور آپ کے پاس

مِنْ نَّبَايَ الْمُرْسَلِينَ ۝

بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں۔

**تفسیر: ربط:** اوپر مکرر بین بعث کی وعید مذکور ہے آگے بھی سب کا تمہ ہے۔  
**تممہ سابق:**

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِقَوْلِ اللَّهِ (السی قولہ تعالیٰ) الْاَسَاءَ مَا يَزِرُونَ (بیشک) (سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی (یعنی قیامت میں زندہ ہو کر خدا کے روبرو پیش ہونے کی) تکذیب کی (خسارہ کا بیان اوپر بھی آچکا ہے اور آگے بھی آتا ہے اور یہ تکذیب تھوڑے ہی دنوں رہے گی) یہاں تک کہ جب وہ معین وقت (یعنی قیامت کا دن مع مقدمات) ان پر دفعۃً (بلا اطلاع) آپہنچے گا (اس وقت سارے دعوے تکذیب کے ختم ہو جائیں گے اور) کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی (اور فروگذاشت) پر جو اس (قیامت) کے بارہ میں (ہم سے) ہوئی (وہ فروگذاشت یہ ہے کہ قیامت کی تکذیب کی جو کہ اس کے حق کا ضائع کرنا ہے) اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے (گناہ و کفر کا) بار اپنی کمر پر لادے ہو گئے (یعنی ان کے وبال و عذاب میں زیر بار ہو گئے) خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو (اپنے اوپر) لادیں گے (کیونکہ اس کا انجام برا ہوگا کہ عذاب ہے)

۝ اگرچہ تکذیب ان کے مرنے ہی کے وقت ختم ہو جاوے گی لیکن قیامت کو اس لئے غایت قرار دیا کہ اس روز پورا انکشاف ہو جاوے گا اور صاحب کشفان نے کہا ہے کہ وقت موت کا بھی مقدمات قیامت میں سے ہے اس لئے وہ بھی حکماً داخل ساعت ہے۔ احقر نے اثناء ترجمہ میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔

**ربط:** اوپر کفار کا جو قول تھا اِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا اس کا جواب اس طرح دیا تھا کہ بعث یعنی حیات اخروی ثابت ہے آگے اس سے ترقی فرماتے ہیں کہ

ثابت بھی ایسی ہے کہ اس کے سامنے حیات دنیوی مثل غیر ثابت کے ہے۔  
عدم اعتداد حیات دنیویہ بمقابلہ حیات اخرویہ:

إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (السی قولہ تعالیٰ) أَفَلَا تَعْقِلُونَ اور دنیوی زندگی (جس میں کفار نے حیات کو منحصر سمجھ رکھا ہے اس کے اشغال) تو کچھ بھی نہیں بجز لعب اور لبو کے (بوجہ غیر نافع و غیر باقی ہونے کے) اور پھر پچھلا گھر (یعنی آخرت جس کا کفار انکار کر رہے ہیں باقی اور) متقیوں کے لئے بہتر (یعنی نافع تو وہی) ہے کیا (اے منکرین باوجود قیام دلائل کے) تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو (کہ اسکو مان کر اس کیلئے سامان کرو کہ وہ ایمان اور اعمال ہیں) ۝: خود حیات دنیویہ کو لبو و لعب فرمانا مقصود نہیں بلکہ اسکے ان اشغال و اعمال کو کہ آخرت کیلئے نہ موضوع ہیں نہ معین ہیں تو اس قید سے طاعات اور مباحات معین طاعات سب نکل گئے اور مباحات لا یعنی اور معاصی سب داخل رہ گئے گویا ایسے مباحات میں گناہ نہ ہو لیکن بے سود اور فانی الاثر تو ہیں اور لبو و لعب کے معنی اہل لغت نے متقارب جیسا کہ تقریر ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا ہے بلکہ متحد ہی لکھے ہیں صرف فرق اعتباری ہو سکتا ہے وہ یہ کہ غیر نافع امر میں مشغول ہونے کے دواثر ہیں ایک خود اسکی طرف متوجہ ہونا دوسرے اس توجہ کیوجہ سے نافع امور سے بے توجہی ہو جانا وہ امر اول اعتبار سے لعب کہلاتا ہے اور دوسرے اعتبار سے لبو کذا فی الروح۔

**ربط:** اوپر کی آیات میں کفار کے بعض اقوال کفریہ مذکور ہیں جیسے اِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اور اِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا اور جیسے ابو جہل کا یہ کہنا جو کہ سب نزول آیت کا ہے کہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن آپ جو دین اور کتاب



لائے ہیں اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں رواہ الترمذی پس ان اقوال سے آپ کو صدمہ اور رنج پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ آگے آپ کی تسلی فرماتے ہیں۔

تسلية رسول الله ﷺ:

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّكَ لَمِنَ الَّذِينَ يَقُولُونَ (الہی) قَوْلَهُ (تعالیٰ) وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبِيِّائِ الْمُرْسَلِينَ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان (کفار) کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو (آپ غم میں نہ پڑیے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ) یہ لوگ (براہ راست) آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا (عہد) انکار کرتے ہیں (گو اس سے آپ کی تکذیب بھی لازم آتی ہے لیکن ان کا اصل مقصود آیات اللہ کی تکذیب ہے جیسا ان میں بعض اس کے اقراری بھی ہیں پس جب اصل تکذیب ان کی آیات اللہ سے متعلق ہے تو ان کا یہ معاملہ خدا کیساتھ ہوا سو ہم خود ہی ان کو سمجھ لیں گے آپ اس غم میں کیوں پڑے) اور (وہ جو آپ کی تکذیب بواسطہ تکذیب آیات اللہ کے لازم آگئی سو یہ کوئی نئی بات آپ کیساتھ نہیں ہوئی بلکہ) بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے (بھی) اس پر صبر ہی کیا کہ انکی تکذیب کی گئی اور (علاوہ تکذیب کے اور انواع انواع طریق سے) ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی (جس سے وہ غالب اور ان کے مخالفین مغلوب یا ہلاک ہو گئے اس وقت تک صبر ہی کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کیجئے) اور (اسی طرح صبر کرنے کے بعد آپ کو امداد الہی پہنچے گی کیونکہ) اللہ تعالیٰ کی باتوں (یعنی وعدوں) کا کوئی بدلنے والا نہیں (اور امداد کا وعدہ ہو چکا ہے جیسا فرمایا ہے کَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنْأَنَا وَرُسُلِي اور آپ کے پاس پیغمبروں کے بعض قصص (قرآن میں) پہنچ چکے ہیں (جن سے اَتَهُمْ نَصْرُنَا کی تصدیق و تحقیق ہو چکی ہے پس اخبار اُ بھی وقوعاً بھی ہر طرح یہ مضمون محقق ہے) ف: حاصل مضمون تسلی وہی کا یہ ہوا کہ یہ جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں یہ واقعہ بوجہ اس کے کہ آپ مبلغ عن اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کی آیات کی تکذیب کر رہے ہیں پس ظاہراً تو آپ کی تکذیب ہے اور حقیقتہً و قصداً اللہ تعالیٰ کی تکذیب ثانی کے اعتبار سے ہے کہ اپنے معاملہ میں خدا تعالیٰ خود ہی سمجھ لے گا اور آیت ثانیہ کا مضمون تکذیب اول کے اعتبار سے ہے کہ رسل کے معاملہ میں ہماری یہ عادت چلی آئی ہے اور اب بھی اس کا وعدہ ہے اور دونوں تسلیوں میں مضمون مشترک حق کا غلبہ اور باطل کا مغلوب ہونا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور چونکہ یہی اصل مقصود تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے اصل مایہ تسلی یہی مضمون مشترک ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ خبر ہلاک سے تسلی دینا

مشعر اس امر کا ہے کہ آپ انکا ہلاک چاہتے ہو گئے اور گو اس کا بھی مضائقہ نہیں مگر پھر بھی آپ کی شفقت ہی غالب تھی۔

مسائل السلوك: قوله تعالى وَلَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمُ الخ حقیقی معنی

اس کے یہی ہیں کہ خود اعمال کو اپنی کمر پر لادینگے اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اعمال بشکل اجسام متمثل ہو جاویں پس جب حمل علی الحقیقہ ممکن ہے تو اس کو ترک نہ کریں گے اور بہت اہل سنت بحکم اعمال کے قائل ہیں پس اس تقریر پر آیت مسئلہ متمثل پر دال ہو گئی ۱۲

النحو: بفتح مفعول مطلق ۱۲

البلاغة: قوله يحسرتنا نداء مجازي و معناه تبييه انفسهم لتذكير اسباب الحسرة الساعة اللام للعهد سميت بالساعة اما لقلته بالنسبة لما بعده من الخلود واما السرعة الحساب فيه لقاء الله كناية عن البعث ۱۲ في الروح الا لعب ولهو والكلام من التشبيه البليغ اي كاللعب اه قلت واذا قدر المضاف فلا حاجة الى القول بالتشبيه لان هذه الاعمال لاشك في صدق اللهو واللعب عليها قوله للدار الآخرة خير في الروح وكان الظاهر وما الدار الآخرة الاجد وحق الا انه حق الا انه اقيم المسبب مقام السبب اه قلت ولما كان للعب واللهو يلزمه امران عدم الثبات وعدم النفع وكان الثبات والنفع في الآخرة مخصوصا بالمتقين والثبات عاما للجميع اشترت الى هذا المعنى بقوله باقى قبل ترجمة خير ۱۲ قوله ولكن الظلمين فيه وضع المظهر موضع المضمير ۱۲ العربية جحد يتعدى بنفسه وبالباء ۱۲

فائدة عجيبه من الروح: قوله ولا تبدل وظاهر الآية ان احدا غيره تعالى لا يستطيع ان يبدل كلمات الله عز وجل بمعنى ان يفعل خلاف ما دلت عليه ويحول بين الله عز اسمه وبين تحقيق ذلك واما انه تعالى لا يبدل فلا تدل عليه الآية اه قلت وقد فرغت لما ظفرت به فاني قد كنت من قبل افسر به قوله تعالى ولن تجد لسنة الله تبديلا في جواب النياجرة واعلم ان قول الروح في هذه الآية انه تعالى لا يبدل فلا تدل عليه الآية لا يستلزم القول بالخلف في الكلام بل المراد ان الآية ساكنة عن ذلك وانما يفصح عن ذلك الآيات الاخرى ۱۲

اختلاف القراءة: في قراءة لدار الآخرة بالاضافة من اضافة الموصوف الى الصفة عند من جوزها او بتقدير الموصوف اي ولدار النشأة الآخرة عند من لم يجوزها ۱۲

ملحقات الترجمة: ۱ قوله في حتى ختم ہو جائیں گے اشارۃ الى كون حتى للغاية للتكذيب لا للخسران ۱۲ ۲ قوله في يحملون حالت اشارۃ الى كون الجملة حالا عاملة قالوا ۳۱ ۳ قوله في على ظهورهم يعني ان کے اشارۃ كما في الروح الى كونها استعارة تمثيلية والمراد بيان سوء حالهم وشدة ما يجدونه من المشقة والآلام والعقوبات العظيمة وذكر الظهور لان المعتاد الا غلب الحمل عليها كما في كسبت ايديكم وفي ذلك ايضا اشارۃ الى مزيد ثقل المحمول وليس المقصود نفى الحقيقة كما يظهر من بعض الروايات فانه لا تعارض في اثبات المجاز بالقرآن والحقيقة بالرواية ۱۲ (بقية صفحہ ۵۵ پر)



وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلٰمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ

اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گذرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو۔ اور اگر

شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ

اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائے۔ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔ اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھادیں گے پھر

إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ

سب اللہ ہی کی طرف لائے جاویں گے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرماویں لیکن ان میں اکثر

لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَكَأَمِّنْ ذَاتِ الْأَرْضِ وَلَا ظَلِيمٌ يُطِيعُ بِمَنَاحِيهِ إِلَّا أَمْرًا مِمَّا لَكُمْ فَافْرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ

بے خبر ہیں۔ اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلتے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی تمہاری نہیں جو کہ تمہارے ہی طرح کے کردہ مندوں۔ ہم تم کو فتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی

إِلَى رَبِّهِمْ يُخْشَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُحُوفٌ بِكُمْ فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ يُضِلُّهُ وَمَنْ يَشَاءُ يُجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ

پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو ہمیں اور گونگے ہو رہے ہیں طرح طرح کی ظلمتوں میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بھلا کر دیں اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر

مُسْتَقِيمٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَنْتُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ

لگا دیں۔ آپ کہئے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو۔ بلکہ خاص اسی کو

تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۝

پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارا کرو وہ چاہے تو اس کو بٹھا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ۔

**تفسیر:** ربط: اوپر جناب رسول ﷺ کو کفار کے معاملات پر صبر کا امر فرمایا ہے چونکہ آپ کو کمال شفقت سے ان لوگوں کے ایمان لانے کی غایت درجہ کی حرص تھی اس لئے آپ چاہتے تھے کہ اگر معجزات واقعہ پر باوجود ان کے کافی ہونے کے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان کے فراماشی معجزات ہی واقع ہو جاویں شاید ایمان لے آویں اور اس اعتبار سے ان کا کفر دیکھ دیکھ کر صبر نہ آتا تھا اس لئے حق تعالیٰ آگے ان فرمائشوں کا عدم وقوع سنا کر صبر مذکور کی تاکید فرماتے ہیں اور رسالت کا ان فرمائشوں کے وقوع پر موقوف نہ ہونا جیسا کہ قاضین نبوت کا مقصود تھا مضمون صبر کے ذیل میں وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ الْخَبْرُ سے ظاہر فرماتے ہیں پس اس میں تحقیق مسئلہ رسالت بھی ہے۔

تاکید صبر مامور بضمین تسلیہ سابق:

وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اور اگر آپ کو ان (منکرین) کا اعراض (اور انکار جو اوپر بھی مذکور ہوا ہے) إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِ (وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ الْخَبْرُ) گراں گذرتا ہے (اور اسلئے جی چاہتا ہے کہ انکے فراماشی معجزات ہی واقع ہو جاویں) تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں (جانے کو) کوئی سرنگ یا آسمان میں

(جانے کو) کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر (ان کے ذریعہ سے زمین یا آسمان میں جا کر وہاں سے) کوئی معجزہ (فرمائی معجزوں میں سے) لے آؤ تو (بہتر ہے) کرو (یعنی ہم تو ان کی یہ فرمائشیں بوجہ عدم ضروریات اور بوجہ لزوم ضرر کے جو ابھی مذکور ہوگا پوری نہیں کرتے اگر آپ یہی چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ مسلمان ہی ہو جاویں تو آپ اس کا انتظام کیجئے) اور اگر اللہ کو (مکوتینا) منظور ہوتا تو ان سب کو راہ (راست) پر جمع کر دیتا (اور لگا دیتا لیکن چونکہ یہ خود ہی اپنا بھلا نہیں چاہتے اللہ تعالیٰ کو تکویناً یہ منظور نہیں ہوا۔ پھر آپ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے) سو آپ (اس فکر کو چھوڑیے اور) نادانوں میں سے نہ ہو جائے (امر حق و ہدایت کو تو) وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو (حق بات کو بقصد طلب حق) سنتے ہیں (سوان کو حق تعالیٰ بھی ہدایت کی توفیق دے دیتے ہیں اور انہوں نے ایسا کیا نہیں پھر ہدایت کہاں ہو) اور (اگر اس اعراض و انکار کی پوری سزا ان کو دنیا میں نہ ملی تو کیا ہوا آخر ایک دن) مردوں کو اللہ تعالیٰ (قبروں سے) زندہ کر کے اٹھاویں گے پھر وہ سب اللہ ہی کی طرف (حساب کے لئے) لائے جاویں گے (اس وقت سب حقیقت کھل جاوے گی اور پوری سزا تجویز ہو جاوے گی) اور یہ (منکر) لوگ (براہ



عناد) کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر (ہمارے فرمائی معجزات سے) کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ (ایسا) ہی معجزہ نازل فرماویں لیکن ان میں اکثر (اس کے انجام سے) بے خبر ہیں (اس لئے درخواست کر رہے ہیں وہ انجام یہ ہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لاویں گے تو سب ہلاک کر دیئے جاویں گے لقولہ تعالیٰ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ حَاصِل یہ ہے کہ ضرورت تو اس لئے نہیں کہ پہلے معجزات کافی ہیں لقولہ تعالیٰ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ الْخ اور ہم جانتے ہیں کہ جیسے ان پر ایمان نہیں لائے ان پر بھی نہ لاویں گے لقولہ تعالیٰ وَمَا يُشْعِرُكُمْ الْخ اور مزید برآں یہ ضرر ہے جو کہ مذکور ہوا اس لئے حکمت عدم نزول ان فرمائی آیات کا ہے) فَكَذَّبُوا عَنْهُمْ مِنَ الْجَهْلِ فرماتا وعظ و محبت کے طور پر ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور لفظ جہل یا جہالت سے ترجمہ کرنا بوجہ اس کے کہ ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ تحقیر و تحقیر و توخ کے لئے مستعمل ہیں موہم بے ادبی ہے اور اخیر آیت میں چونکہ دفع اعتراض ہے اس لئے اس کو بھی تسلیہ معترض علیہ میں دخل ہے و نیز اس میں تحقیق مسئلہ رسالت بھی ہے جیسا تمہید میں مذکور ہوا اور اکثر کالفاظ اسلئے کہا کہ بعض مسلمان ہونے والے تھے۔

و ربط: اوپر تاکید صبر و تسلیہ کے ضمن میں اشارہ سزائے کفر کیلئے اموات کا قیامت میں مبعوث ہونا جملہ وَالْمُوتَى يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ میں ذکر فرمایا تھا آگے اسی بعث کی تاکید و تقریر کے لئے دواب و طیور کا محشور ہونا بیان فرماتے ہیں اور افادۃ تاکید ظاہر ہے کہ تم تو مکلف اور مورد جزا و سزا ہو کیوں نہ محشور ہوتے امر حشر تو ایسا عام ہے کہ غیر مکلف بھی بمقتضا بعض حکمتوں کے اس سے مستثنیٰ نہ رہیں گے۔

تعمیم حشر کل خلایق:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَلِيْرٌ يَطِيْرُ بِمَا حَقِيْبُهُ (السی قولہ تعالیٰ) ثُمَّ رَاجِعُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ يُخْشَرُونَ۔ اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر (خواہ خشک یا تر پر) چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ (قیامت کے دن محشور ہونے کی صفت میں) تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں (اور گویہ سب اپنی کثرت کی وجہ سے عرفا بے انتہا ہوں لیکن ہمارے حساب میں سب منضبط ہیں کیونکہ) ہم نے (اپنے) دفتر (یعنی لوح محفوظ) میں کوئی چیز (کہ قیامت تک ہونے والی ہے بے لکھے) نہیں چھوڑی (سب کو لکھ لیا ہے گو اس کی بھی حاجت نہ تھی علم قدیم ہی کافی ہے لیکن لکھنے سے سب اشیاء کا منضبط ہو جانا عام افہام کے زیادہ قریب ہے جب سب منضبط ہیں پھر سب کو قیامت میں جمع کر لینا کیا مستبعد ہے۔ غرض اول سب کو حساب میں منضبط کر لیا گیا ہے) پھر (اسکے بعد اپنے

وقت معین پر) سب (مذکورین انسان و دواب و طیور) اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے۔ ف: اور حدیث شریفین میں ہے کہ اگر دنیا میں شاخدار بکری نے بے شاخ والی کو مارا ہوگا تو قیامت میں اس سے بدلہ لیا جاوے گا اور کمالین میں بروایت ابن جریر و ابن المنذر حضرت ابو ہریرہؓ سے مذکور ہے کہ اسکے بعد ان جانوروں کو حکم ہوگا کہ خاک ہو جاؤ اس وقت کا فرمتنا کرے گا يَلْيَتَنِي كُنْتُ ثَرِيًّا آہ آیت چونکہ اجمالاً يُخْشَرُونَ سے اس حدیث کے مضمون کی طرف مشیر ہے اس اشارہ کے اعتبار سے افادہ تاکید مذکور فی التہمید میں اور قوت ہوگئی کہ جب غیر مکلفین بھی ایک گونہ جزا سے مستثنیٰ نہیں تو تم مکلفین کو تو کون چھوڑ دے گا پس منکرین بعث پر پورا احتجاج ہو گیا اور جاننا چاہئے کہ اس حدیث کے مضمون سے دواب و طیور کا مکلف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ بدلہ بوجہ ناراضی اللہ تعالیٰ کے نہ ہوگا بلکہ عدل خداوندی کے لئے ان کے اعمال میں تساوی و تماثل کا محفوظ رہنا دکھلایا جاوے گا اور تمہید میں جو بعض حکمتوں کا لفظ مبہم ہے اس کی تفسیر اس اظہار تماثل سے کرنا ممکن ہے۔

و ربط: اوپر وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَاهُمْ اور اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ میں صبر و تسلیہ فرمایا گیا ہے آگے بھی اسی کی تاکید اسی غرض سے ہے چنانچہ جملہ اُولٰٓئِكَ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا میں اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ کی اور جملہ ثانیہ وَثَالَّذِينَ كَذَّبُوا مِنْ بَعْدِهِمْ اُولٰٓئِكَ اُولٰٓئِكَ اُولٰٓئِكَ میں لَوْ شَاءَ کی تاکید ہے۔

تاکید مضمون صبر و تسلیہ سابق:

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُفِّرُ الْخُفْرُ (السی قولہ تعالیٰ) عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو (حق سننے سے) بہرے (جیسے) اور (حق کہنے سے) گونگے (جیسے) ہو رہے ہیں (اور اس بہرے گونگے ہونے سے) طرح طرح کی ظلمتوں میں (گرفتار) ہیں (کیونکہ ہر کفر ایک ظلمت ہے ان کا اعراض جو کہ صمم و عدم استماع کا حاصل ہے ایک کفر ہے ان کفریات کا بلکہ جو کہ کلم سے مقصود ہے ایک کفر ہے اور یہ خود متعدد مرتبے ہوتا ہے اس لئے بہت سی ظلمتیں ہو گئیں مطلب یہ کہ استجابت کے لئے تو استماع کی حاجت ہے جیسا اوپر کہا گیا اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الْخ اور ان کا یہ حال ہے پھر ان سے استجابت کی کب توقع ہے بلکہ لامحالہ ظلمات ہی میں مبتلا ہوں گے پھر یہ کہ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں) (بوجہ اعراض عن الحق کے) بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں (اپنے فضل سے) سیدھی راہ (دین حق) پر لگا دیں (جیسا) اوپر بھی کہا گیا ہے وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَاهُمْ پس ایسی حالت میں ان کی فکر میں پڑنا بے سود ہے سپرد بخدا کرنا چاہیے)



**دب:** اوپر شروع سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا آگے پھر اسی طرف ایک خاص طور پر عود ہے کہ خود مشرکین سے بعض سوالات کئے جاتے ہیں جن کے جواب سے شرک کا ابطال ہو جاوے گا جس میں اول سوال یہی اگلی آیت ہے اور دوسرا قُلْ اَرَيْتُمْ كَيْفَ يَخْلُقُ الْخَلْقَ آگے آتا ہے اور درمیان میں مقصود سوال اول کی تاکید و تقریب کا مضمون ہے جیسا ربط آئندہ میں اس کی تقریر آوے گی۔

**ع:** و بتوحید و ابطال شرک بعنوان سوال:

قُلْ اَرَيْتُمْ كَيْفَ يَخْلُقُ الْخَلْقَ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ (الْحٰی قَوْلُهُ نَعَالِي) وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ (اچھا) اپنا (یہ) حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی (ایسا) عذاب آپڑے (جیسا پہلی امتوں پر آب یا بادیا آتش یا حسف خاک وغیرہ سے آیا تھا) یا تم پر قیامت ہی آپہنچے (جس میں انواع انواع ہو لیں ہوگی) تو کیا (اس عذاب و ہول کے ہٹانے کے واسطے) خدا کے سوا اور کو (اسوقت) پکارو گے اگر تم (دعویٰ اشراک میں) سچے ہو (تو چاہئے تو اسوقت بھی غیر اللہ ہی کو پکارنا لیکن ایسا ہرگز نہ ہو) بلکہ (اسوقت تو) خاص اسکو پکارنے لگو (جیسا کہ اس سے کم مصیبت میں روزانہ ہوتا ہے) پھر جس (آفت) کے (ہٹانے کے) لئے تم (اس کو) پکارو اگر وہ چاہے تو اسکو ہٹا بھی دے (اور نہ چاہے تو نہ بھی ہٹاوے) اور جن جن کو تم (اب) شریک (الوہیت) ٹھیراتے ہو (اس وقت) ان سب کو بھول بھال جاؤ (پس اسی سے سمجھ لو کہ خدا کے سوا جب کوئی قادر مختار نہیں تو مستحق عبادت بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا) **ف:** یہ جو فرمایا کہ اگر چاہے ہٹا دے تو دوسرے دلائل سے معلوم ہو گیا کہ عذاب دنیوی میں تو دونوں احتمال ہیں اور احوال قیامت میں سے طول موقف شفاعت کبریٰ سے موقوف ہو جاویگا اور یہ شفاعت کبریٰ اہل موقف کی درخواست پر ہوگی اور کسی سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا ایک طریق ہے پس اس طول کا موقوف ہونا اس طرح سے دعاء الناس کا اثر ہوا اب یہ شبہ نہ رہا کہ کشف قرب قیامت میں ان لوگوں کی دعا کا کیا دخل ہوا اور دوسرے عذاب آخرت کے کفار سے نہ ٹلیں گے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ احتجاج میں مقدمات کا مسلمہ ہونا چاہیے یہ مشرکین قیامت کے کب قائل تھے جواب یہ ہے کہ احتجاج وقوع قیامت سے نہیں کیا گیا بلکہ اس کے فرض وقوع سے کیا گیا اور فرض ہر ممکن کا ممکن ہے اور ان کے ابطال دعویٰ کیلئے یہ فرض بھی کافی ہے کیونکہ خفیف آفات میں ان کا مخلص ہو جانا انکو اس جواب کی گنجائش نہیں دیتا کہ ہاں ہم اسوقت اپنے الہیہ کو پکاریں جیسا کہ ظاہر ہے۔

**مسائل السلوک:** قَوْلُهُ تَعَالٰی وَاِنْ كَانَ كِبْرُ عَلَيْنَا الْخَلْقِ اس میں نص ہے کہ ارادہ عہد سے مراد کا تخلف ہو سکتا ہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے ارادہ

سے بھی پھر کسی شخص کے متعلق یہ عقیدہ اہل غلو کا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کی دعا کا قبول ہونا لازم ہے ۱۲۔

**النفقات:** النفق هو السرب له مخلص الى مكان السلم مرقاة اخذا من السلامة لانه الذي يسلمك الى المصعد الاستجابة بمعنى الاجابة كذا في الروح ۱۲۔

**البلاغه:** في الروح قوله اعراضهم لعل التعبير بالاعراض دون التكذيب مع قوله تعالى ولقد كذبت لتحويل امر التكذيب قوله تبني في الروح اثار الابتغاء على الاتخاذ ونحوه للايذان بان ما ذكر من النفق والسلم مما لا يستطيع ابتغائه فيكيف باتخاذ قوله يرجعون في ايراده مبنيا للمفعول اشعار بانهم يحضرون قترا وان لم يشاءوا ۱۲۔ قوله الى ربهم في الروح الضمير للامم وصيغة جمع العقلاء لاجرائها مجراهم والتعبير عنها بالامم قوله في الارض ويطير هذان الوصفان لزيادة التعميم اي لا يعتبر خصوصية ما فيهما انما يعتبر كونهما دابة وطاقرا ولم يقل في طائر يطير في السماء كما هو مقتضى المقابلة لانه لا يفيد العموم فان بعض الطيور لا يطير في السماء لخصه من الروح ۱۲۔

**النحو:** قوله اَرَيْتُمْ كَيْفَ يَخْلُقُ الْخَلْقَ في حاشية البيضاوي للعصام عن الفتاز اني انما وضع الاستفهام عن العلم موضع الاستخبار لانه لا يخبر عن الشئ الا العالم به فوضع السبب موضع المسبب واستعملوا ارايت في معنى اخبر ووجه كون ارايت بمعنى اخبروني مع افراد الفاعل ان الخطاب عام يشمل المخاطب والمتعددة قال البيضاوي الكاف حرف خطاب اكد به الضمير لا محل له من الاعراب والفعل معلق وفيه قرأ نافع بتسهيل الهمزة الثانية والكسائي بحذفها ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله قبل فتاتيهم وہاں سے اشار بہ الی ان تقدیر الکلام ہکذا فتاتيهم منہما کذا فی الروح ۱۲۔ ۲۔ قوله فی بایہ بہتر ہے کرو۔ اشارۃ الی حذف الجواب ای فافعل ۱۲۔ ۳۔ قوله فی لوشاء تلوینا لان الارادة التشريعية التي من لوازمها المشروعية لا الحصول الحسی قد وقعت ۱۲۔ ۴۔ قوله فی الارض خنک یا تر فشمّل الحیتان وامثالها ۱۲۔ ۵۔ قوله فی دابة وطاقر قسم اشارۃ الی ان النکرة العامة لیس عمومها فردیا بل جنسیا او نوعیا لیصح حمل الامم علیها ۱۲۔ ۶۔ قوله فی امثالکم محشور ہونے میں اور وہ فی الکبیر قولاً خامساً وهو الراجح عندی بقریۃ المقام وبتائید الحدیث ۱۲۔ ۷۔ قوله فی الکتب اپنے دفتر میں فاللام للعہد ۱۲۔ ۸۔ قوله هناك قیامت تک کما ورد فی الدر المنثور عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اول شئ خلق اللہ القلم ثم النون وہی الذوات ثم قال له اکتب قال ما اکتب قال ما کان وما ہو کائن الی یوم القیامة کذا فی المرقاة فما ورد الی الابد المراد بہ الی یوم القیامة فلا یرد ان الخلود ابدی فکیف یحصر الکتب المتناہی الاشیاء الغیر المتناہیة ولا یلزم من عدم اشتمال اللوح واقعات الآخرة عدم کونها مضبوطة بطریق آخر ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۵۰ پر)



وَلَقَدْ ارسلنا الى اممٍ من قبلك فَاخذَ نهم بالْبَاسِ وَالضَّرَاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿١٠﴾ فَلَوْلَا اِذْ جَاءَهُمْ بِاسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ ابْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ اِذَا

اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں۔ سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن

قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ ابْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ اِذَا

انکے قلوب تو سخت رہے اور شیطان انکے اعمال کو انکے خیال میں آراستہ کر کے دکھلاتا رہا۔ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے کہ جن کی انکو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیے یہاں تک کہ جب

فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً ۖ فَاذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿١٢﴾ فَقَطَّعْنَا دَائِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣﴾ قُلْ

ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی، اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ آپ کہئے کہ

ارءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ اِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِهِ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ

یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر ڈالے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے، آپ دیکھئے تو ہم کس طرح

الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذَبُونَ ﴿١٤﴾ قُلْ اَرءَيْتُمْ اِنْ اَنكَبْتُمْ اَعْدَابُ اللَّهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿١٥﴾

دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر یہ اعراض کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آپڑے خواہ مخبر میں یا خبر داری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور کوئی بھی ہلاک کیا جاوے گا۔

(پیغمبروں کی جانب سے) نصیحت کی جاتی تھی (یعنی ایمان و اطاعت) تو ہم نے ان پر (از قسم اسباب عیش و عشرت) ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیے (یعنی خوب نعمت و ثروت دی) یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو (اسباب نعمت میں سے) ملی تھیں وہ خوب اترا گئے (اور غفلت اور مستی میں ان کا کفر خوب بڑھ گیا اس وقت) ہم نے ان کو دفعہ (کہ ان کو گمان بھی نہ تھا) پکڑ لیا (اور عذاب شدید نازل کیا جیسا کہ قرآن کے اور مواقع میں ان قصوں کی تفصیل ہے) پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے (کہ کیا ہوگا) پھر (اس عذاب سے) ظالم (کافر) لوگوں کی جڑ (تک) کٹ گئی (یعنی بالکل ہلاک ہو گئے) اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے (کہ ایسے ظالموں کا پاپ کتنا جن کے ہونے سے نحوست ہی پھیلتی) ف: مطلب یہ کہ اسی طرح یہ مشرکین اپنی حالت پر مغرور ہو کر بے فکر نہ رہیں۔

وَب: اوپر جو آیت قُلْ اَرءَيْتُمْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ ہے جو ارتباط اس کا ہے وہی آیت آئندہ قُلْ اَرءَيْتُمْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ کا ہے جس کی تقریر آیت موصوفہ کی تمہید میں گزر چکی۔ ابطال شرک بعنوان سوال دیگر:

قُلْ اَرءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ اِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِهِ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذَبُونَ ﴿١٤﴾ قُلْ اَرءَيْتُمْ اِنْ اَنكَبْتُمْ اَعْدَابُ اللَّهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ اَرءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ مَنْ اِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِهِ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْذَبُونَ ﴿١٤﴾ قُلْ اَرءَيْتُمْ اِنْ اَنكَبْتُمْ اَعْدَابُ اللَّهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿١٥﴾

تفسیر: ربط: اوپر مشرکین پر وقوع عذاب فرض کر کے اس بناء پر ان کے دعویٰ شرک کو باطل کیا گیا تھا آگے اس فرض کا غیر مستبعد ہونا ثابت کرنے کے لئے بعض ائم سابقہ کا معذب و ہالک ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ مخاطبین کو اس فرض کے غلط کہنے کی گنجائش نہ ہو اور اس ہلاکت کا ذکر بھی ایک خاص طور سے فرمایا ہے جس سے کفار موجودین کے منشاء انکار کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہو جاوے کیونکہ بڑا منشاء انکار کا یہ ہوتا ہے کہ بعض مصائب آ کر ٹل جاتے ہیں تو نادان کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہ تھی ورنہ ملتی نہیں اس لئے سنا دیا کہ ان ہالکین کی دار و گیر کی ترتیب بھی یہی ہوتی تھی کہ اول نزول بلیات ہوا کہ تضرع کریں پھر استدراجاً نزول نعم فرمایا گیا جب خوب کفر بڑھ گیا پھر ہلاک کر دیئے گئے تو تم بعض بلیات کے ٹلنے سے دھوکا مت کھانا۔ ذکر ہلاکت بعض کفار سابقین بترتیب عجیب:

وَلَقَدْ ارسلنا الى اممٍ من قبلك (الی قولہ) وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے (زمانہ میں) ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے (مگر انہوں نے ان پیغمبروں کو نہ مانا) سو ہم نے ان کو (اس تکذیب پر) تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں (اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کر لیں) سو جب ان کو ہماری (طرف سے) سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے (کہ ان کو جرم معاف ہو جاتا) لیکن انکے قلوب تو (ویسے ہی) سخت (کے سخت ہی) رہے اور شیطان ان کے اعمال (کفر یہ سابقہ) کو ان کے خیال میں (بدستور) آراستہ (و مستحسن) کر کے دکھلاتا رہا پھر جب وہ لوگ (بدستور) ان چیزوں کو بھولے (اور چھوڑے) رہے جنکی ان کو



**اللغات:** فی القاموس ابلس تحیر ویش والدابر آخر کل شئی والاصل صدف اعرض کذا فی القاموس ۱۲۔

**البلاغۃ:** قوله لولا فی الروح الجمهور حملوه علی التوبیخ والتندیم وهو یفید الترك وعدم الوقوع ولذا ظهر الاستدراک والعطف فی قوله تعالیٰ ولكن قست ولما كان التضرع ناشیا من لین القلب كان نفيه فيه فکانه قيل لما لانت ولكن قست ۱۲۔ قوله فلما نسوا الخ فی الروح استشکل ذلک بانه لا یتظهر وجه سببته النسیان لفتح ابواب الخیر واجیب بان النسیان للاستدراج المتوقف علی فتح ابواب الخیر وسببیه شیء لآخر تستلزم سببیه لما یتوقف علیه وقيل انه مسبب عنه باعتبار غایته وهو اخذهم بغتة ۱۲۔ هل یهلك قال البیضاوی ای ما یهلك ولد لک صح الاستثناء۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله قبل فاخذناهم نمانا إشارة الی تقدیر فکذبوا ففی الکلام ایجاز ۱۲۔ ۲۔ قوله فی فاخذناهم اس تکذیب ففی العلة والتضرع هی الحکمة فلانفاة ۱۲۔ ۳۔ قوله فی نسوا ۴۔ إشارة الی التفسیر ۱۲۔ ۵۔ قوله فی ختم کی چیز کو اشار الی ان هذا الختم لیس بالختم المخبر عن اثباته فی الآیة الاخری فان ذلک عن الايمان وذاک عن مطلق التعقل ۱۲۔ ۶۔ قوله فی به یہ چیزیں فالضمیر بتاویل الماخوذ المختوم او المذكور ۱۲۔ ۷۔ قوله فی بغتة یتجری اخترت هذین العنوانین لیظهر المقابلة بینهما لفظاً وانما لم یقل فی النظم الکریم خفیه لان الاخفاء لا یناسب شانه تعالیٰ والمقابلة بین الشئی والقرب من مقابله کثیرة فی الفصح ومنه قوله ﷺ بشراً ولا تنفرا ۱۲۔ ۸۔ قوله فی یهلك اس عذاب وغضب اشار به الی ان مطلق الاهلاک لا ینافی الايمان بل ینافی الاهلاک بذلک العذاب الغضبی المختص بالکفار ویعلم کون العذاب کذلک بالقرائن القولیة العقلیة والسمعیة ۱۲۔

عبادت سمجھتے ہو) آپ دیکھئے تو ہم کس (کس) طرح دلائل (توحید) کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر (بھی ان کا یہ حال ہے کہ) یہ (ان دلائل میں فکر کرنے اور انکے نتیجہ کے تسلیم کرنے سے) اعراض (اور بے رخی) کرتے ہیں۔  
**وہ:** اوپر آیات وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا الخ میں جو کہ آیت سابقہ اَرْسَلْنَا اور آیت لاحقہ اَرْسَلْنَا کی تاکید و تقریب کیلئے ہیں امم سابقہ کا ہلاک ہونا بقصد انکی تنبیہ کے بیان فرمایا آگے علت ہلاک یعنی ظلم کے اشتراک سے بعنوان سوال اس تنبیہ کی مع تنبیہ اختصاص اس عذاب کے انکے ساتھ تصریح ہے۔

تنبیہ مشرکین بر عذاب واختصاص آل:

قُلْ اَرَأَيْتُمْ لَنْ اَتُكَلِّمَ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ آپ (ان سے) کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آپڑے خواہ بیخبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم (اور کافر) لوگوں کے (اس عذاب وغضب سے) اور کوئی بھی ہلاک کیا جاوے گا (یعنی وہ عذاب ہوگا بوجہ ظلم کے جیسا امم سابقہ پر بھی اسی وجہ سے ہوا ہے لقوله تعالیٰ فَقَطَّعْ دَائِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا سوا محالہ ظالموں ہی کیساتھ خاص ہوگا اور ظالم تم ہو پس خاص تم پر ہی پڑے گا اور مومنین بچے رہیں گے۔ لقوله تعالیٰ حَقَّاعًا لَّيْنَالُنْجُ الْمُؤْمِنِينَ سو تم کو متنبہ ہونا چاہئے اور مرگ انبوءہ جسٹنہ دارد کا سہارا بھی چھوڑ دینا چاہئے۔

**مسائل السلوک:** قوله فَلْيَأْشُرُوا اَذْرًا وَاِمْرًا لِّیَعْنٰی ان کو استدراجا نعمتیں عطا فرمائیں اور اسی کی نظیر اس شخص کا حال ہے جس کا باوجود معصیت کے حال اور ذوق باقی رہے یہ اس کے لئے استدراج ہوتا ہے (جس پر بعض جہال فخر کرتے ہیں کہ ہماری نسبت کیسی قوی ہے)۔

(بقیہ صفحہ ۵۴۵) ۳۔ قوله فی الحیوة اشغال إشارة الی تقدیر المضاف ای اعمال الحیوة الدنیا المخصوصة بها وذكر وجهہ فی ف ۱۲۔ ۵۔ قوله فی افلا تعقلون سوچتے سمجھتے اشار الی تقدیر المعطوف علیہ ای الا تفکرون فلا تعقلون ۱۲۔ ۶۔ قوله فی قد خوب إشارة الی ما فی الکشاف انه بمعنی ربما للتکثیر و فی الانتصاف کما فی قوله تعالیٰ قد تعلمون اه قلت ویراد بالتکثیر الکمال لاستحالة القلة والكثرة فی علمه تعالیٰ ۱۲۔ ۷۔ قوله فی فانهم پر رد کیجئے کیونکہ إشارة الی ان التعلیل بقوله فانهم لیس لتعلم ولا لیحزنک لاستحالة الاول واستبعاد الثانی عن السياق بل لما یشعر به الکلام السابق ای فکل امرهم الی اللہ لانهم الخ من الروح ۱۲۔ ۸۔ قوله فی لا یکذبونک براہ راست ای قصدا منهم فاندفع به ما اورد من انه کیف یصح وقوع احد التکذیبین وعدم الآخر مع التلازم بینہما وجوداً وعدماً ۱۲۔ ۹۔ قوله فی یجحدون عمدا فی الروح الجحود کالجحد نفی ما فی القلب ثباته او اثبات ما فی القلب نفيه ویراده للایذن بان الآیات من الوضوح بحیث یشاہد صدقها کل احد وان من ینکرها فانما ینکرها بطریق الجحود ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی توضیح حالتهم اس وقت اشار الی ان حتی غایة لصبروا ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۵۴۸) ۹۔ قوله فی ثم اس کے بعد فثم علی معناها الظاہری لان الحشر لا محالة متاخر عن الاحصاء کتابی ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی صم جیسے اشارہ الی التشبیه البلیغ فی الکلام ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی الظلمت اسی بہرے گوئے ہونے سے اشارہ بہ الی وجہ ترک العاطف فی قوله فی الظلمت حاصلہ ان کو تنہم فی الظلمت مسبب عن الصم والبکم ولا یذكر العاطف بین السبب والمسبب ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی صدقین تو چاہئے الخ إشارة الی کون الجواب محذوف ان کنتم صادقین فی دعوکم فمقتضاه ان تدعوہم لکنکم لا تدعونہم قط بل ایاء الخ ۱۲۔



وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۰﴾

اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں پھر جو شخص ایمان لے آوے اور درستی کرے سوان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَسْتَهْمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ

اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاویں ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ دائرہ سے نکلتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں

الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ لِي مَلِكٌ إِنَّ اتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۲﴾ وَأَنْذِرْ

تمام غیوب کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں، آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے

بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُخْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ يَكْفُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ

جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی انکادگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں۔ اور ان لوگوں کو نہ نکالے

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ

جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اسکی رضائی کا قصد رکھتے ہیں، ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی انکے متعلق نہیں

شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا

کہ آپ انکو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور اسی طور پر ہر ایک کو دوسروں کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۱۵﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ

کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمائی اپنے ذمہ

الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّا غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۶﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

مقرر کر لیا ہے، کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر کھو تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں اور اسی طرح ہم آیات کو تفصیل کرتے رہتے ہیں اور

لِتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۷﴾

تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جاوے۔

والوں کو ناخوشی خداوندی سے جس پر کبھی دنیا میں بھی اور آخرت میں ہمیشہ عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا ہے) ڈراویں (اور اس لئے نہیں بھیجتے ہیں کہ جو کچھ بھی ان سے واہی تباہی فرمائشیں کی جاویں وہ سب کو پورا کریں جیسا یہ منکرین محض براہ عناد درخواست کرتے ہیں) پھر (ان پیغمبروں کی تبشیر و انذار کے بعد) جو شخص ایمان لے آوے اور (اپنی حالت کی اعتقاداً و عملاً درستی کرے سوان لوگوں پر) (آخرت میں) کوئی اندیشہ (کہ بات واقع ہونے والی) نہیں (گو یہ لوگ باقتضائے ایمان خدا تعالیٰ سے خوف کیا کرتے ہیں) اور نہ وہ (وہاں) مغموم ہونگے اور جو لوگ (اس تبشیر و انذار کے بعد بھی) ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاویں ان کو (دنیا میں بھی کبھی اور آخرت میں تو ضرور ہی) عذاب لگتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ دائرہ (ایمان) سے نکلتے

تفسیر: ربط: اوپر آیت وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْنَا الْخُطُوبُ میں کفار کے فرمائی معجزات کی عدم ضرورت وقوع کے ضمن میں تحقیق مسئلہ رسالت کی تھی جیسا وہاں مذکور ہوا آگے منصب رسالت کے لوازم کے بعد مطلق ثبوت کی تبلیغ ہے اور غیر لوازم کہ تمام فرمائشوں کا پورا کرنا ہے بیان کرنے سے اسی مجموعی مضمون کی قدرے تفصیل مقصود ہے۔

لوازم و غیر لوازم رسالت:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ (الہی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّهُمْ يَكْفُونَ اور ہم پیغمبروں کو (جنکی پیغمبری دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں) صرف اس واسطے (امم کی طرف) بھیجا کرتے ہیں کہ وہ (ایمان اور اطاعت کرنے والوں کو رضائے الہی کی) بشارت دیں اور (کفر و معصیت کرنے



ہیں (یعنی اصل کام پیغمبروں کا اور اس کام کا نتیجہ یہ ہے نہ کہ تمام فرمائشوں کا پورا کرنا پس اسی قاعدہ کے موافق یہ رسول بھی ہیں) آپ (ان لوگوں سے یہ قاعدہ سنانے کے بعد) کہہ دیجئے کہ (میں جو دعویٰ رسالت کا کرتا ہوں تو اس کے ساتھ) نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس (یعنی میری قدرت میں) خدا تعالیٰ کے (تمام مقدرات کے) خزانے ہیں (کہ جب مجھ سے کسی امر کی فرمائش کی جاوے اس کو اپنی قدرت سے ظاہر کر دوں) اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیبوں کو (جو کہ معلومات الہیہ ہیں) جانتا ہوں (جیسا کہ کبھی کبھی براہ عناد اس قسم کی باتیں پوچھتے ہو کہ قیامت کب آوے گی مثلاً) اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (جیسا کہ کبھی براہ عناد یہ کہتے ہو ابعث اللہ بشرا رسولا یعنی کیا خدا تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے رسول فرشتہ ہونا چاہئے سو میں تو رسالت کے ساتھ ملکیت کا مدعی نہیں ہوں) میں تو صرف (رسول ثابت الرسالت بالدلیل ہوں میرا کام تو اتنا ہے کہ) جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے (جس میں خود عمل کرنا بھی آگیا اور دوسروں کو تبلیغ کرنا بھی) اس کا اتباع کر لیتا ہوں (جیسا اور پیغمبروں کا بھی یہی قاعدہ تھا پھر ثبوت رسالت کے بعد یہ مہملات میرے سامنے کیوں پیش کئے جاتے ہیں) آپ (یہ تقریر دہلیز پر سنا کر ان سے) کہئے کہ (یہ تو ظاہر ہے کہ) اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے (جب یہ بات ٹھہری ہوئی ہے) سو کیا تم (آنکھوں والا بننا نہیں چاہتے اور اس تقریر مذکور میں) غور (کامل بقصد طلب حق) نہیں کرتے (کہ حق واضح ہو جاوے اور آنکھوں والوں میں داخل ہو جاوے ورنہ یاد رکھو کہ اندھے ہی بنے رہو گے) اور (اگر اس پر بھی عناد سے باز نہ آویں تو ان سے مباحثہ موقوف کیجئے اور جو اصلی کام ہے رسالت کا یعنی تبلیغ اس میں مشغول ہو جئے اور) ایسے لوگوں کو (کفر و معصیت پر عذاب الہی سے خاص طور پر) ڈرائیے جو (اعتقاد یا احتمالاً) اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ (قیامت میں) اپنے رب کے پاس (قبروں سے زندہ کرنے کے بعد) ایسی حالت سے جمع کئے جاویں گے کہ جتنے غیر اللہ (کفار کے زعم میں مددگار اور مستقل شفیع سمجھے جاتے) ہیں (اس وقت) نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی (مستقل) شفیع ہوگا (اور ایسے لوگوں کو) اس امید پر (ڈرائیے) کہ وہ (عذاب سے) ڈر جاویں (اور کفر و معصیت سے باز آجاویں کیونکہ نہ ڈرنا کسی ولی و شفیع کے بھروسہ پر ہوتا ہے اور وہ معدوم ہے) ہ: حشر کے متعلق کل تین طرح کے آدمی ہیں ایک وہ جو جزاً اس کے ثبوت کے معتقد ہیں دوسرے وہ جو متردد ہیں آیت میں ان ہی دونوں جماعتوں کا ذکر ہے جنکی طرف احقر نے تقریر ترجمہ میں اس عبارت سے اشارہ کیا ہے اعتقاد یا احتمالاً الخ

تیسرے وہ جو جزاً اس کے منکر ہیں اور انذار گوان کو بھی عام ہے جیسا اور آیات میں مصرح ہے لیکن یہاں مطلق انذار مراد نہیں بلکہ وہ انذار جس میں خاص اہتمام ہو سو یہ وہاں ہی ہوگا جہاں نفع متیقن یا متوقع ہو جیسا قسم اول و قسم دوم کا حال ہے بخلاف اس قسم سوم کے کہ بوجہ عدم توقع نفع ان کو انذار محض اتمام حجت کیلئے ہوگا توجہ کی ان میں بوجہ عناد کے قابلیت ہی نہیں اس لئے یہاں قسمین اولین کی تخصیص کی گئی جیسا بعض آیات میں بنا بریقین نفع کے صرف قسم اول ہی کی تخصیص بھی ہے کقولہ تعالیٰ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ الخ اور احقر نے اثناء ترجمہ میں جو لفظ خاص طور پر کہا ہے وہ اشارہ اسی تقریر کی طرف ہے اور غیر اللہ کی ولایت و شفاعت کی نفی کا تحقق دو طور پر ہو سکتا ہے ایک یہ کہ ان کا کوئی ولی اور شفیع نہ ہو یہ تو کفار کیلئے ہوگا دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور رسول اور دیگر مقبولین انکے شفیع ہوں مگر غیر اللہ نہ ہو یہ مسلمانوں کیلئے ہوگا اور ولی میں تو غیر اللہ نہ ہونا ظاہر ہے اور شفیع میں مراد یہ ہے کہ من غیر اذن اللہ نہ ہو چنانچہ شفاعت مومنین کیلئے بالاذن ہوگی پس من دونہ دونوں کو شامل ہے من دون ذوقہ کو بھی اور من دون اذنہ کو بھی غرض غیر اللہ کی ولایت اور غیر مومنین کیلئے شفاعت مطلقاً منفی ہے اور اللہ کی ولایت اور مقبولین کی شفاعت مومنین کیلئے ثابت ہے اور آیت میں تین امر کی نفی کی گئی قدرة علی الخزان علم غیب ملکیت اسکی ایک توجیہ کہ آیات مقررہ کا جواب ہے تقریر ترجمہ میں مذکور ہے اور ایک سہل توجیہ یہ خیال میں آتی ہے کہ مقصود اس سے دفع استبعاد کفار کا ہو یعنی تم جو اقتراح آیات سے میری رسالت کی تکذیب کرتے ہو محض بے معنی ہے رسالت جس کا میں مع دلیل مدعی ہوں کوئی مستبعد امر نہیں ہے کسی امر عجیب و غریب مثل قدرة و علم و ملکیت مذکورہ کا تو میں مدعی نہیں جو اس کو مستبعد سمجھ کر انکار کرتے ہو جیسا سورہ ہود میں نوح علیہ السلام کا قول ہے وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ

و ربط: اوپر کی آیات میں لوازم منصب رسالت کے ساتھ کہ تبلیغ ہے مجملہ تین قسم کے آدمیوں کے جو اوپر ہ: ح کے تحت میں مذکور ہیں معاندین کے لئے زیادہ فکر میں نہ پڑنا بلکہ انذار عام پر اکتفا کرنا اور مترددین اور طالبین کے لئے خاص توجہ فرمانا مذکور تھا آگے صرف طالبین کے حال پر اس توجہ مذکور مشترک سے بھی زیادہ خاص توجہ فرمانے کا ارشاد ہوتا ہے پس معاندین کے لئے تو تبلیغ عام ہوئی اور مترددین کیلئے خاص اور طالبین کے لئے انحصار۔ سبحان اللہ کیا حکیمانہ عدل ہے اور سبب نزول ان آیات آئندہ کا یہ ہوا تھا کہ بعض رؤساء کفار قریش نے بعض غرباء صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیکھ کر تحقیراً کہا اَهَؤُلَاءِ مَنْ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيِّنَاتٍ جس



مناسبت خوب ظاہر ہوگئی اسی طرح آیات قُلْ إِنِّي نُهُيْتُ الْخ کی مناسبت باس معنی ہوگی کہ جب اَنْذِرُوا الَّذِينَ اور لَا تَطْرُقُوا الَّذِينَ سے معلوم ہو گیا کہ تبلیغ خاص اور اخص کے محل خائفین اور مؤمنین ہیں نہ کہ معاندین تو بس ان معاندین کو اتنی مراعات ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے تبلیغ عام کافی ہے جو کہ مدلول ہے قُلْ إِنِّي نُهُيْتُ الْخ کی یعنی ان سے صرف ایسے مضامین تو حید و رسالت کے متعلق جو إِنِّي نُهُيْتُ اور إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ الْخ کے مدلول میں زبانی کہہ دینا کہ مطلق مصداق قوی مصدر قل کا ہے کافی ہے اس تقریر پر اَنْذِرُوا سے بِالظُّلُمِينَ تک ایک ہی مضمون متلاصق الاجزاء ہو گیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا عَلَّمَ وَاَفْهَم اور جاننا چاہیے کہ اس منظوری سے آپ کی شان عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ آپ کی منظوری کی بناء ان غرباء کی تحقیر نہ تھی بلکہ صرف ان رؤساء کی تالیف قلب بامید ہدایت تھی اور خود صحابہؓ کو بھی یہ بات معلوم تھی اس لئے ان کی دل شکنی بھی نہیں ہوئی تھی۔ غرض یہ آپ کا اجتہاد تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس اجتہاد پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ حق تعالیٰ کو علم غیب ہے کہ یہ تدبیر نافع نہ ہوگی اور لا طرد سے شبہ وقوع طرد یا ارادہ طرد کا نہ کرنا چاہئے کیونکہ نبی قبل وقوع بھی ہوتی ہے رہا احتمال<sup>(۱)</sup> ارادہ کا تو تخصیص مجلس رؤساء کو مجاز اطراد سے تعبیر فرمایا ہے۔

تخصیص طالبین حق بزم ید الطاف:

وَلَا تَطْرُقُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (السی قولہ تعالیٰ) وَكَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ اور ان لوگوں کو (اپنی مجلس سے) نہ نکالے (یعنی گو آپ کی نیت نکالنے کی نہ ہو مگر ان رؤساء کی درخواست پر کسی خاص وقت پر ان کی علیحدگی تجویز فرمانا ایسا ہی ناپسند ہے جیسے نکال دینا پس ان لوگوں کو علیحدہ نہ کیجئے) جو صبح و شام (یعنی علی الدوام بدوام مناسب) اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں (اور کوئی غرض مال یا جاہ کی نہیں یعنی ان میں عبادت کے ساتھ اخلاص کی صفت بھی ہے اور یہ مجموعہ مقتضی مزید الطاف کو ہے اور گو آپ کو ہر عبادت میں ان کے اخلاص باطنی کا جو کہ مقتضی اکرام کا جزو ہے علم ہر وقت نہ ہو مگر ان کا عبادت گزار ہونا تو امر ظاہر اور معلوم ہے اور اصل عبادت میں اخلاص ہے پس جب تک عدم اخلاص کی کوئی دلیل قائم نہ ہو اخلاص ہی کا گمان رکھنا چاہئے اور) ان (کے باطن) کا حساب (اور تفتیش) ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور (یہ ان کی باطن کی تفتیش کا آپ سے متعلق نہ ہونا ایسا یقینی ہے جیسا کہ) آپ (کے باطن) کا حساب (اور تفتیش) ذرا بھی ان کے متعلق نہیں (غرض ان کے باطن کی تفتیش قطعاً آپ

کا ترجمہ آگے آوے گا اور آپ سے عرض کیا کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا گوارا نہیں کرتے اگر آپ ان کو ہٹا دیں تو ہم آپ کے پاس آیا کریں اور بعض روایات میں ہے کہ ان سب نے یہ درخواست بواسطہ آپ کے چچا ابوطالب کے بھی پیش کی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا بھی کر دکھلائے دیکھیں ان کا کیا مقصود ہے یعنی یہ راہ پر آتے ہیں یا نہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ جسوقت ہم آیا کریں اسوقت یہ لوگ اٹھ جایا کریں جب ہم چلے جاویں اسوقت یہ آجایا کریں اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر آپ ان کو ہٹا دیں تو عجب نہیں ہم آپ کا اتباع کر لیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرمایا گو عمل نہیں ہونے پایا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کی ابتداء و انتہاء ایک روایت میں وَلَا تَطْرُقُوا سے بِالْمُشْكِرِينَ تک ہے اور ایک روایت میں اَنْذِرُوا سے بِالْمُجْرِمِينَ تک ہے۔ اور ایک روایت میں اَنْذِرُوا سے بِالْمُشْكِرِينَ تک ہے اور ان میں کچھ تعارض نہیں اجتہاد رواۃ کے اختلاف سے ایسا اختلاف ہل ہے اور مفسر مقصود نہیں نیز ممکن ہے کہ بتدریج سب کا نزول ہوا ہو کسی نے بعض اجزاء کو بیان کر دیا کسی نے مجموعہ کو غرض جب آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے حاضر ہو کر اپنی رائے سے معذرت کی اس پر وَلِذَٰلِكَ اَجَاءَكَ الَّذِينَ الْخ کا نزول ہوا جس میں بشارت ہے قبول توبہ کی لقولہ تعالیٰ مَنْ عَمِلْ مِنْكُمْ سُوءًا مِّمَّهَا لَیْسَ ثَمَّ تَابَ الْخ اور حضور ﷺ نے ان غرباء کو بلایا جب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا سَلَامٌ عَلَیْكُمْ کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَیْ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یہ روایات لباب اور روح المعانی میں ابن حبان اور حاکم اور احمد اور طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن جریر اور ابوالشیخ اور بیہقی اور ابن المنذر سے بروایت رواۃ مختلفہ منقول ہیں اور لَا تَطْرُقُوا الَّذِينَ سے آخر تک کی مناسبت تو شان نزول سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے ہٹانے کی نہیں اور ان کے ساتھ ملاطفت کا امر اور ان درخواست کرنے والوں کی مذمت ان آیات کے مضامین ہیں لیکن اگر آیت اَنْذِرُوا کا بھی اسی قصہ میں نزول ہو تو اس کی مناسبت قصہ سے اس طور پر ہے کہ آپ کو یہ بات بتلانا ہے کہ آپ کو جو اس درخواست کی منظوری کا خیال ہوا تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کو خاص اہتمام سے تبلیغ ہو جاوے گی سو ایسی خاص تبلیغ معاندین کے لئے بوجہ مفید نہ ہونے کے ضرر نہیں صرف تبلیغ عام کہ اتمام حجت کے لئے لازمہ نبوت ہے کافی ہے سو وہ بدول مجلس خاص کے بھی حاصل ہے اور تبلیغ خاص کا محل صرف خائفین ہیں خواہ اعتقاد آیا ترداً اس لئے آپ اس درخواست کی طرف کچھ التفات نہ کیجئے اس تقریر سے وجہ



کے متعلق نہیں) کہ آپؐ ان کو نکال دیں (یعنی اگر ان کے باطن کی تفتیش آپ کے متعلق ہوتی تو تحقق اخلاص کے قبل یا تحقق عدم اخلاص کے بعد طرد کی گنجائش تھی یعنی مقتضی طرد صرف ایک یہ امر ہو سکتا تھا جو یقیناً منفی ہے اور فقر جو کہ درخواست کنندوں کے نزدیک موجب طرد ہے وہ واقع میں موجب ہی نہیں پھر طرد میں جواز کا احتمال ہی نہیں چونکہ آپؐ مرئی ہیں اس لئے مرئی کو اپنے ماتخوں کی تفتیش کرنا فی نفسہ محتمل تھا اور اس کا عکس یقیناً منفی ہے اس لئے محتمل کو متیقن کے ساتھ مساوی قرار دے کر اس کی نفی کی گئی کہ وہ بھی یقیناً منفی ہو جاوے) ورنہ (ایسی حالت میں ان کو علیحدہ کرنے سے) آپؐ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جاویں گے اور (ہم نے جو ان مؤمنین کو غریب اور ان کافروں کو رئیس بنادیا ہے جو کہ ظاہر مقتضائے قیاس سے بعید ہے تو) اسی (عجیب) طور پر ہم نے (ان میں سے) ایک کو (یعنی کفار کو) دوسروں کے (یعنی مؤمنین کے) ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے (یعنی حکمت اس میں امتحان ہے کفار کا) تاکہ یہ (کفار) لوگ (ان مؤمنین کی نسبت) کہا کریں (چہ خوش) کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے (ان کو منتخب کر کے) ان پر اللہ تعالیٰ نے (اپنا) فضل کیا ہے (جیسا یہ کہتے ہیں من اللہ علی المؤمنین یعنی یہ جو اسلام کو فضل الہی سمجھ کر اپنے کو اس کا مورد قرار دیتے ہیں فضل الہی بھی ایسے بے سرو سامانوں پر کہ بے سرو سامانی ظاہراً علامت غیر مقبول ہونے کی ہے ہوا کرتا ہوگا یعنی نہ اللہ نے ان پر فضل کیا اور نہ اسلام کوئی فضل ہے ورنہ ان پر کیوں ہوتا اس کے مستحق ہم تھے کہ ہماری خوشحالی علامت ہے محبوب عند اللہ ہونے کی اور کفار کا یہ غلط خیال مؤمنین کے فقر و فاقہ اور اپنی ثروت و جاہ سے پیدا ہوا پس دونوں حالتوں کا کفار کے لئے موجب امتحان ہونا ظاہر ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے ہی اس کو امتحان دوسروں کے اعتبار سے کہہ دیا گیا آگے ان کے اس طعن کا جواب ہے کہ) کیا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے (ان غرباء نے منعم حقیقی کا حق پہچانا طلب حق میں لگ گئے دین حق و قبول عند اللہ سے مشرف کئے گئے اور ان رؤساء نے کفران کیا اس نعمت سے محروم رہے مدار کار اس پر ہے اس میں مسکنت و ریاست کو کیا دخل) اور (اے محمد ﷺ) جب یہ غرباء ایسے ہیں کہ عابد بھی ہیں اور مخلص بھی ہیں تو یہ لوگ جب آپؐ کے پاس آویں جو کہ (صفات مذکورہ بالا کے ساتھ یہ صفت بھی رکھتے ہیں کہ) ہماری آیتوں پر (پورا) ایمان (بھی رکھتے ہیں تو ان سے بشارت سنانے کے لئے) یوں کہہ دیجئے کہ (ایک تو) تم پر (اللہ کی طرف سے ہر طرح کی آفات سے جو کفار پر آخرت میں پڑیں گی) سلامتی (اور امن) ہے (اور دوسرے تمہارے رب نے اپنے فضل

و وعدے سے تمہارے حال پر) مہربانی فرمانا (اور تم کو نعمتیں دینا) اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے (اور وہ مہربانی یہ ہے کہ جو شخص پہلے سے فرمانبردار ہے وہ تو مصرح ہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہاں تک فضل ہے) کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے (جو کہ) جہالت سے (ہو جاتا ہے کیونکہ خلاف حکم امر کرنا عملی جہالت ہے مگر) پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور (آئندہ کو اپنے اعمال کی) اصلاح رکھے (اس میں یہ بھی آگیا کہ اگر وہ توبہ ٹوٹ جاوے پھر توبہ کر لے) تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ (اس کے لئے بھی) بڑے مغفرت کر نیوالے ہیں (کہ آفات و عقوبات معصیت سے بھی محفوظ رکھیں گے اور) بڑی رحمت والے ہیں (کہ نعمتیں طرح طرح کی دیں گے) اور (جس طرح ہم نے اس مقام پر مؤمنین اور کفار کے حال اور مال کی تفصیل کر دی) اسی طرح ہم آیات کی (جو کہ دونوں طریق کے حال و مال پر مشتمل ہوں) تفصیل کرتے رہتے ہیں (تاکہ مؤمنین کا طریقہ بھی ظاہر ہو جاوے) اور تاکہ مجرمین (یعنی کفار) کا طریقہ (بھی) ظاہر ہو جاوے (اور حق و باطل کے واضح ہونے سے طالب حق کو معرفت پہل ہو جاوے) ہ: آیت میں چند سوال ہیں۔ ایک سوال: یہ کہ جب آپؐ نے مؤمنین کا طرد نہیں فرمایا اور نہ ارادہ فرمایا جیسا تمہید میں مذکور ہوا تو آیت میں نہیں کیوں فرمائی۔ جواب: علیحدگی بمصلحت کو مجازاً طرد فرمایا جیسا اثناء ترجمہ میں اس مجاز کی تقریر بھی کر دی بقولہ ایسا ہی ناپسند ہے الخ

دوسرا سوال: جب طرد سے یہ مراد ہے تو یہ تو ظلم نہ تھا پھر فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ کیوں فرمایا۔ جواب: ظلم کے معنی لغوی یہ ہیں وضع الشئ فی غیر محلہ پس یہ خلاف اولیٰ کو بھی شامل ہے اثناء ترجمہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے بقولہ نامناسب کام تیسرا سوال: فَتَكُنَا کی علت لِيَقُولُوا فرمائی تو کیا کفار کا ایسا کلمہ کہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقصود ہے۔ جواب: ہاں مقصود ہو سکتا ہے کیونکہ خلق قبائح میں بے شمار حکمتیں ہیں چنانچہ اس مقام پر امتحان ہی ایک حکمت ہے چوتھا سوال: آپؐ کو حکم ہوا ہے کہ جب اہل ایمان آویں تو یوں کہئے السلام علیکم الخ تو کیا آپؐ ہر حاضری پر ایسا فرماتے تھے۔ جواب: اذا عموم کے لئے نہیں اس لئے ہر بار فرمانا ضروری نہیں اور جب حاضری کے وقت آیت سنائی اس حکم کا اعتثال ہو گیا اور آیت کا سنا نا یقینی ہے۔

پانچواں سوال: کیا جو گناہ جہالت سے نہ ہو اس سے توبہ اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی۔ جواب: یہ جہالت علمی نہیں عملی ہے جو ہر گناہ کے لئے لازم ہے جیسا روح میں حسن سے نقل کیا ہے کل من عمل معصية فهو جاهل پس یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں چھٹا سوال: ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ



مغفرت کے لئے توبہ شرط ہے حالانکہ اہل حق کے نزدیک محض فضل سے بھی مغفرت محتمل ہے جواب: اس کا مدلول تائب کی مغفرت ہے نہ کہ غیر تائب کی عدم مغفرت اور بذات توبہ مغفرت دوسرے نصوص مطلقہ سے ثابت ہے خوب سمجھ لو۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ الْخ اس میں دو چیزوں کی نفی ہے ایک تو عبد سے خواص الوہیت قدرت کاملہ و علم محیط کی نفی اور دوسرے تنزه عن البشرية کی نفی اور دو چیزوں کا اثبات ہے ایک عبدیت کا جس کے لوازم میں سے اقتتال امر اور اتباع وحی ہے اور دوسری بشریت کا جس کے لوازم میں سے اکل و شرب و غضب و رضا ہے ۱۲۔ قوله تعالى وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ الْخ اس میں مریدین کے بعض حقوق کا بیان ہے کہ ان کو بلا مصلحت دینیہ اپنے سے مطرود نہ کرے اور ان کے پاس مقید ہو کر بیٹھے اور ان کو سلامت و رحمت و قبول توبہ کی بشارت دے ۱۲۔

**البلاغه:** قوله ان اتبع قال عصام لم يقل انى رسول تحاشيا عن دعوى الفضيلة صريحة كما هو داب المتواضعين المتحاشين عن التكبر اه قلت بخلاف الاخبار عن الاتباع فان الاتباع هو العبدية ۱۲۔ قوله يريدون فائدة الجملة التاكيد علة النهي ۱۲۔ قوله باعلم بالشكرين عدى بالباء لتضمنين معنى الاحاطة ۱۲۔ قوله اذا جاءك الذين يؤمنون فيه وضع المظهر موضع المضمحل للدلالة على كونهم جامعين للدعاء والارادة والايمان وانما اخر الايمان لما ان مدار الوعد لرحمة هو الايمان مطلقا وان قصر فيما سبق وتقديم خطابه ﷺ في الموضوعين للتشريف وتخصيص استبانته سبيل المجرمين بالذكر لكون دفع المضرة اهم ۱۲۔

**الروايات:** في الروح عن عبيد بن حميد ومسعود ابن جرير عن ماهان قال اتى قوم النبي ﷺ فقالوا اصبنا ذنوبا عظاما فما رد عليه الصلوة والسلام عليهم شيئا فانصرفوا فانزل الله تعالى الآية فدعاهم ﷺ فقرأها عليهم اه قلت ويمكن ان تكون القصص كلها قد وقعت والله اعلم ۱۲۔

**اللفاظ:** الوجه اريد به الذات ومعنى ارادة الذات الاخلاص لها لاستحالة ظاهر معنى ارادة الذات فانها لا تتعلق الا بالممكنات ۱۲۔

**النحو:** كذلك فتناى مثل ذلك الفتن البديع فتنا ۱۲۔ كذبتهم به راجع الى البينة بتاويل الدليل والقرآن۔

**الفقه:** استدلل بعضهم بقوله ان اتبع على انه ﷺ لم يكن يجتهد والجواب ان الاجتهاد لما كان ما ذونا فيه بالوحى فاتباعه اتباع للوحى فافهم ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قوله انه من عمل في قراءة انه بالكسر استيناف قوله فانه في قراءة بالكسر ووجهه ظاهر قوله لتستبين في قراءة بالتاء ونصب السبيل على معنى ولتستوضح يا محمد سبيلهم وفي قراءة بالياء والرفع على تذكير السبيل ۱۲۔ قرأ الكسائي وغيره يقض

الحق بالضاد للعجمة من القضاء ولم يشب الياء في الحظ اتباعاً لللفظ ۱۲۔  
**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في المرسلين جنكى يخبرى دل عليه عنوان الرسالة لانها يتوقف على الدليل واثبات الشئ اثبات ما يتوقف عليه فليس المقصود بالآية نفى لزوم الآيات على الرسالة مطلقاً بل نفى لزوم الآيات المقترحة وهو مدار الحصر فافهم كما اشرت اليه بقولى فيما بعد اس لئے نہیں بھیجا کرتے ۱۲۔ ۲۔ قوله في خزائن مقدورات اشارة الى حذف المضاف كما في الروح ۱۲۔

۳۔ قوله في لا اعلم كبرهاول اشارة الى انه عطف على محل عندى باضمار القول بين لا واعلم لا بين الواو ولا ليكون المعنى واقول لا اعلم مع انه غير مقصود ۱۲۔ ۴۔ قوله في انى ملك كبره اشارة الى ان هذه الجملة ايضا جواب من بعض اقتراحاتهم فلا مس بالمقام بمبحث الترقى او التدلى في الكلام من اللوہیة الى الملكية وانما اعيد القول في الجملة الثالثة لانها نوع آخر لعدم اختصاصها بالله تعالى بخلاف الاولين من القدرة الكاملة والعلم المحيط فانهما مختصان بالله تعالى ۱۲۔ ۵۔ قوله في افلا جب یہ بات اشارة الى ان الفاء لترتب وجوب الفكر على كون البصير اكمل فالفاء مقدم في المرام وموخر في الكلام عن الهمزة كما في قوله افكلما جاءكم رسول بما لاتهى الخ تقديره فكلما جاءكم استكبرتم كما صرحوا به ۱۲۔ ۶۔ قوله في ليس ايكى حالت اشارة الى ان قوله ليس لهم في حيز النصب على الحالية من يحشروا والعامل فيه فعله ومن دونه متعلق بمحذوف وقع حالا من اسم ليس لانه في الاصل صفة له فلما قدم عليه انتصب على الحالية والمخوف منه هو الحال الاولى لان مطلق الحشر لا يخاف منه انما المخوف منه هو فقدان الولي والشفيع بدون اذن الله واشرت اليه بقولى في آخر الترجمة كيونك نه ذرنا الخ والحال الثانية قيد واقعى كما يظهر من ترجمتى فالمقصود نفى ولايتهم وشفاعتهم لا اختصاص الولاية والشفاعة بالله تعالى بمعنى انه لا يكون لهم ولي الا الله الخ فان الانذار به غير مقصود كما هو ظاهر انما المقصود الانذار لفقدان الولي والشفيع المستعمل مطلقا فافهم وفهمته من الروح ۱۲۔ ۷۔ قوله في الغداوة والعشى بدوام مناسب لان الدوام الحقيقي لا يمكن ۱۲۔ ۸۔ قوله قبل ما عليك كواپ كواخ اشارة الى فائدة جملة ما عليك الخ من الجواب عما عسى ان يتخيل ان مقتضى الاكرام هو المجموع ولا يحكم به ما دام الاخلاص مشكوكا فيه وكونه مشكوكا غير مشكوك فيه الا نادرا في بعض الاوقات بالوحى او القرينة و اشار اليه بقوله هروقت ولا يرد انه تعالى لما اخبر عن اخلاصهم فلا معنى لكون الاخلاص غير مقطوع به لاحتاج الى نفى الحساب وجه عدم الورود ظاهر فان قوله يريدون لا يعم كل الاوقات وكل الاحوال وهو ظاهر ۱۲۔ (بقية صفحہ ۵۶۳ پر)



قُلْ إِنِّي نُهُيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُفُّوا فَمَا تَصَلُّونَ إِذَا مَا أَنَا مِنَ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور لوہ پر چلنے والوں میں

الْمُهْتَدِينَ ۝ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِ

نہ ہوں گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو، جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں، حکم کسی کا نہیں، جز اللہ تعالیٰ کے، اللہ تعالیٰ واقعی

الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُلْ تَوَّانَ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لِقَاضِي الْأَمْرِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝

بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا۔ اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ يُعَلِّمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمٍ

اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے انکو کوئی نہیں جانتا، جز اللہ تعالیٰ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ فحشی میں ہیں اور جو کچھ دریا میں ہیں۔ اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک

الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثْكُمْ فِيهِ

حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔ اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اسکو جانتا ہے پھر تم کو دن میں جگاٹھاتا ہے

لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ يُرْجِعْكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً

تاکہ مبادعمیں تمام کردی جاوے۔ پھر اسی کی طرف تم کو جاتا ہے، پھر تم کو بتلاوے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتے ہیں

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

یہاں تک جب تم میں کسی کو موت آن پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جاویں گے، خوب سن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ

### أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

بہت جلد حساب لے لے گا۔

**تفسیر:** ربط: اوپر و آنذ ذیلہ الذین میں حضور ﷺ کو خائفین کیلئے تبلیغ خاص اور لا ظرور الذین میں مومنین کے لئے تبلیغ اخص کا حکم فرمایا ہے آگے معاندین کے لئے تبلیغ عام کا تو حید و رسالت کے متعلق حکم ہوتا ہے جیسا و لا ظرور الذین کی تمہید میں بھی اس کی تقریر گزر چکی ہے۔ تبلیغ عام معاندین را متعلق تو حید و رسالت:

قُلْ إِنِّي نُهُيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (الٰہی قولہ تعالیٰ) وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝ آپ (ان معاندین سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو (حق تعالیٰ کی طرف سے) اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان (معبودوں) کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ (کی تو حید) کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو (اور ان کے طریق شرک کے ضلال و اتباع ہوئی ہونے کے ظاہر کرنے کو) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے (باطل) خیالات کا (جو در باب عقائد ہیں) اتباع نہ کروں گا کیونکہ (اگر نعوذ باللہ ایسا کروں تو) اس حالت میں تو میں بے

راہ ہو جاؤں گا اور راہ (راست) پر چلنے والوں میں (داخل) نہ رہوں گا (اس مضمون کا تو زیادہ تعلق تو حید سے تھا آگے کا مضمون زیادہ متعلق رسالت سے ہے یعنی) آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو (اس دین اسلام کے حق ہونے پر) ایک دلیل (کافی موجود) ہے (جو) میرے رب کی طرف سے (مجھ کو ملی ہے یعنی قرآن مجید جو کہ میرا معجزہ ہے جس سے میری تصدیق ہوتی ہے) اور تم (بلاوجہ) اس کی تکذیب کرتے ہو (اور تم جو اس دلیل صحیح اور معجزہ پر اکتفاء نہ کر کے اس کے حق ہونے پر دلالت کرنے کیلئے نزول عذاب فوری کی درخواست کرتے ہو جیسا دوسری جگہ مذکور ہے اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَلَا تُعَذِّبْنَا رَجَاءً مِنَ السَّمَاءِ اَوْ اُنْزِلْ عَلَيْنَا نَارَ الْابْدِیِّ ۝ سو اس کا جواب یہ ہے کہ) جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو (یعنی عذاب) وہ میرے پاس (یعنی میری قدرت میں) نہیں حکم کسی کا نہیں (چلتا) جز اللہ تعالیٰ کے (اور ان کا حکم نزول عذاب کا ہوا نہیں پھر میں کس طرح عذاب دکھا دوں بخلاف



اس دلیل قرآنی کے کہ اس کے نزول کا حکم من جانب اللہ ہو گیا میں اس کو دکھلا سکتا ہوں) اللہ تعالیٰ واقعی بات کو (بدلیل) بتلا دیتا ہے (پس اتنا تو ضرور ہے چنانچہ دلیل قرآنی سے میری رسالت اور دیگر امور حقہ کو ثابت کر دیا) اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے (کہ حکمت کے موافق فیصلہ کرتا ہے چونکہ ابھی نزول عذاب میں حکمت نہیں دیکھی اور چونکہ دلیل صحیح ایک بھی کافی ہوتی ہے اس لئے بحیثیت دلالت اس کی حاجت ورنہ کبھی دلائل کا خاتمہ ہی نہ ہو اس لئے نزول عذاب سے ابھی فیصلہ نہیں فرمایا) آپ (اس مضمون کی زیادہ تفصیل و توضیح کے لئے) یہ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس (یعنی میری قدرت میں) وہ چیز ہوتی (یعنی عذاب) جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو (اب تک) میرا اور تمہارا باہمی قصہ (کبھی) کا فیصلہ ہو چکا ہوتا (نہ اس لئے کہ ان کا ہلاک ہونا رسول اللہ ﷺ کو مقصود بالذات تھا بلکہ اس لئے کہ اثبات رسالت و دین حق مقصود بالذات تھا اور یہ اس کا طریق بزم معاندین متعین ہو چکا تھا اس لئے نزول عذاب کر دیا جاتا) اور (تم) ظالموں کو (کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ قرین حکمت ہے) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (ان کے علم میں جب مناسب ہوگا نزول عذاب ہو جاوے گا خواہ دنیا میں بھی جیسے بدروغیرہ میں ہلاک کئے گئے اور خواہ آخرت میں کہ دوزخ میں جاویں گے غرض نہ مجھ کو اس کی قدرت ہے نہ اس کے مناسب ہونیکا وقت مجھ کو معلوم ہے اور نہ اسکی حاجت ہے)

**ربط:** اوپر استعجال عذاب کے جواب میں **وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ** میں قدرت کا اور **أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ** میں علم تام کا اختصاص باری تعالیٰ کے ساتھ احوال مخاطبین کے اعتبار سے مذکور تھا آگے اس اختصاص کا تعلق تمام مقدمات و معلومات کیساتھ مذکور ہے جس میں تاکید مضمون سابق کیساتھ اثبات توحید بھی ہے جو کہ مقاصد سورت سے ہے۔

**اختصاص قدرت و علم تام و عام بہ باری تعالیٰ:**

**وَعِنْدَهُ مَقَادِرُ الْغَيْبِ** (الی قولہ تعالیٰ) **إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ** اور اللہ کے پاس (یعنی اسی کی قدرت میں) ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء (مکملہ) کے (ان میں سے جس چیز کو جس قدر چاہیں ظہور میں لے آتے ہیں **وَأِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ** ان اشیاء میں عذاب بھی آگیا مطلب یہ کہ اور کسی کو ان پر قدرت نہیں اور جس طرح قدرت تامہ ان کے ساتھ خاص ہے اسی طرح علم تام بھی چنانچہ ان (خزائن مخفیہ و مقدمات) کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور (اللہ تعالیٰ کا علم ایسا عام ہے کہ) وہ (ان) تمام چیزوں کو (بھی) جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریا میں ہیں اور کوئی پتہ (تک درخت سے) نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ (تک) زمین

کے (اندرونی) تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز (مثل پھل وغیرہ کے) گرتی ہے مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الہی کے) کتاب میں (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہیں۔ **ف:** یعنی اس میں ہر چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ بدوں علم کے لکھنا ممکن نہیں پس حاصل یہ ہوا کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی میں ہیں اور یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے تمام معلومات لوح محفوظ ہی میں منحصر ہیں بلکہ اس کی تو کہیں انتہی ہی نہیں اور مفاتیح کا جو ترجمہ خزائن سے کیا گیا اسکا مفروضہ مفتوح میم ہے اور اس کو مفتوح بکسر میم بمعنی مفتاح کے جمع کہا جاوے تو اس کا ترجمہ ہوگا کنجیاں اور حاصل یہ ہوگا کہ غیب کی کنجیاں یعنی وہ اسباب جن سے ان اشیاء مخفیہ کو جو مثل مقفل چیزوں کے ہیں کھولتے اور ظاہر کرتے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جب اور جس طرح چاہیں ان اسباب میں تصرف فرمادیں اور دونوں تفسیروں پر اس میں اختصاص قدرت مقصود ہوگا اور **مَا فِي الْبُزْ وَالْبَحْرِ** تمام عالم شہادت کو شامل ہے پس پہلا اور دوسرا جملہ مل کر عالم غیب و شہادت دونوں کیلئے یہ حکم عام ہو گیا اور عالم شہادت میں برگ و دانہ و رطب و یابس سب آگیا تھا مگر برگ و دانہ اشیاء صغیرہ حقیرہ میں سے ہیں ان کے لانے سے مبالغہ ہو گیا کہ ایسی حقیر و صغیر چیزیں تک علم الہی سے غائب نہیں پھر دیگر اشیاء حقیرہ و عظیمہ سب کے مکرر تعظیم کے لئے رطب و یابس کو بڑھا دیا اور اسی طرح ان اشیاء کے احوال میں سے صرف گرنے کی حالت کو ذکر کے ساتھ خاص کیا اس میں یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ گرنے کی حالت اس شے کی انتہائی حالت ہے مطلب یہ ہوا کہ اخیر تک کا حال جانتے ہیں۔ اور اگر کوئی شبہ کرے کہ علم کا اشتمال غیب اور شہادت کو تو مذکور ہوا لیکن قدرت کے ساتھ صرف غیب مذکور ہے۔ جواب یہ ہے کہ مفاتیح کی دلالت ظہور پر تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے پس یہ بھی دونوں کو شامل ہو گیا۔

**ربط:** اوپر **خَيْرُ الْفَاصِلِينَ** اور **أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ** میں اجمالاً کفار کو عذاب آخرت کی وعید ہے آگے آخرت اور بعث کا **إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ** میں اثبات ہے اور اس کے قبل نظیر بعث کے وقوع سے اثبات قدرت اور اعمال کے علم کا اثبات کہ بعث و جزاء آخرت کو دونوں امر سے تعلق ہے مذکور ہے و نیز اوپر مسئلہ توحید و رسالت کا ذکر تھا بعث کا مسئلہ اکثر قرآن میں اور خصوصاً اس سورت میں دونوں مسئلوں کے ساتھ منتلط طور پر بیان کیا گیا ہے۔

**امکان و وقوع بعث:**

**وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ** (الی قولہ تعالیٰ) **ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ** اور وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے کہ (اکثر) رات میں (سونے کے وقت) تمہاری



کے کہا ہے کہ یہ اعوان ملک الموت کے ہیں ملا بستہ کی وجہ سے انکی طرف اسناد کر دی گئی واللہ اعلم۔ اور دوسری آیت میں جو کفار کے لئے فرمایا لا مولیٰ لہم وہاں ناصر مراد ہے اور یہاں مالک پس کوئی اشکال نہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ الْخ روح میں ہے کہ بعض صوفیہ قائل ہوئے ہیں کہ قبض ارواح کبھی حق خود فرماتے ہیں اور کبھی ملک الموت اور کبھی دوسرے فرشتے جن کو رسل کہا گیا اور یہ متوفی کے احوال کے تفاوت پر ہے۔

**النحو:** قولہ لا يعلمها فی الروح والجملة بعد الا فی موضع الحال من الفاعل ای ورقة بزيادة من وجاءت الحال من النكرة لا اعتمادها علی النفی والتفريع فی الحال شائع سائغ ۱۲۔ علیکم اما متعلق بمرسل بتضمنین معنی یسلط او بحفظہ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قولہ فی قل لا اتبع۔ ضلال ظاہر کرنے کو اشارہ الی فائدة هذه الجملة ۱۲۔ ۲۔ قولہ فی علی بینہ میرے پاس الخ ترجمہ بالحاصل کما ترجمہ هذه الشاہ عبد القادر بالحاصل ایضا ۱۲۔

۳۔ قولہ فی بالظلمین تم اشارہ الی دخوله فی حیز قل فیکون وضع المظهر موضع المضمرة ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی الغیب ممکن لان القدرة لا تتعلق الا بالممكن بخلاف العلم ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی حبة یزال عطفها علی ورقة موصوفة بالسقوط صرح به المفسرون ۱۲۔ ۶۔ قولہ فی ف ترجمہ خزائن سے کیا گیا انما اثرہ لما فی الحدیث مفاتیح الغیب خمس وتلا ان الله الخ اور وہ فی الروح عن ابن جریر وابن المنذر وظاهر ان هذه الاشياء مفتوحات لا فاتحات وقد فسر بالنو جهین قولہ تعالیٰ مفاتیحه لتواء ۱۲۔ ۷۔ قولہ فی بالیل اکثر اشارہ الی ان التقييد باللیل والنهار فی موضعین جرى علی السنن الغالب والا فقد بعكس ۱۲۔ ۸۔ قولہ فی ثم یبعثکم اس سونے کے بعد اشارہ الی کونہا معطوفة علی يتوفاکم وتوسط العلم بینہما بتقدیمہ علی البعث مع ان ظاهر حقه التأخیر عن هذا البعث لان الجرح والعمل یكون بعد البعث لعله للتعجيل فی ذکر المقصود لان الکلام مسوق لبيان السجاء والعلم هو قطب رحاوه کما يدل علیہ التصريح بقوله ینبئکم فیما بعد واللہ اعلم۔ ۹۔ قولہ فی لا یفرطون نہیں ملتی اشارہ الی فائدة هذه الجملة ۱۲۔ ۱۰۔ قولہ فی الحق حقیقی ماخذہ ما فی الروح الحق ضد الباطل هو الثابت الباقي الموجود الحقیقی وفيه تعریض بطلان آلهتهم ۱۲۔

روح (نفسانی) کو (جس سے احساس وادراک متعلق ہے) ایک گونہ قبض (یعنی معطل) کر دیتا ہے اور (اکثر) جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو (دوانا) جانتا ہے پھر (اس سونے کے بعد) تم کو دن میں جگا اٹھاتا ہے (جس سے بعث آخرت کا استبعاد بھی دفع ہو سکتا ہے) تاکہ (اسی سونے اور جاگنے کے دوروں سے) میعاد معین (زندگی دنیا کی) تمام کر دی جاوے پھر (اس میعاد کے ختم ہونے پر) اسی (اللہ) کی طرف (مرکز) تم کو جانا ہے پھر (کچھ برزخ میں اور پورا پورا قیامت میں) تم کو بتلاوے گا جو کچھ تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (اور اس کے مناسب سزا و جزا جاری کریگا) ف: روح نفسانی منجملہ تین ارواح طیبہ کے ہے ابن عباس نے اَنَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ کی تفسیر میں اسکو نفس تمیز فرمایا ہے اور روح حیوانی کو جس کے نکلنے سے موت آجاتی ہے نفس حیوة فرمایا ہے قرآن میں لفظ دونوں کو شامل ہے مناسب ہر مقام کے تفسیر کی جاوے گی۔

**ربط:** اوپر امکان وقوع بعث مذکور تھا آگے بھی اسی کی تفصیل کیلئے اول قدرت کا پھر موت کا پھر بعث کا پھر حساب کا ذکر فرماتے ہیں۔

**تفصیل امکان وقوع بعث:**

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الی قولہ تعالیٰ) اَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ اور وہی (اللہ تعالیٰ قدرت سے) اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور (اے بندو) تم پر (تمہارے اعمال اور جان کے) نگہداشت رکھنے والے (فرشتے) بھیجتے ہیں (کہ زندگی بھر تمہارے اعمال کو لکھتے رہیں اور تمہاری جان کی نگہبانی کریں) یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آپہنچتی ہے (تو اس وقت) اس کی روح ہمارے (دوسرے) بھیجے ہوئے (فرشتے جو اس کام کے لئے مقرر ہیں) قبض کر لیتے ہیں اور وہ (ہمارے احکام کی بجا آوری میں) ذرا کوتاہی نہیں کرتے (بلکہ جس وقت اور جس طرح قبض روح کا حکم ہوتا ہے اسی طرح بجا لاتے ہیں غرض موت نہیں ٹلتی) پھر (مرنے کے بعد آخرت میں) سب (بندے) اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جاویں گے خوب سن لو (اس وقت) فیصلہ اللہ ہی کا (فیصلہ) ہوگا (اور کوئی دخل نہ دے سکے گا) اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا (اور حساب لے کر جزا و سزا واقع کر دے گا)

**ف:** ظاہر آیت سے اس مقام پر تین قسم کے فرشتوں کا ذکر ہے۔ ایک اعمال لکھنے والے جن کا ذکر اس آیت میں ہے وَإِنْ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ يَكْرُمَا كَاتِبِينَ دوسرے جان کے حفاظت کرنے والے جن مضرتوں سے حفاظت کرنے کا حکم ہو اور جب تک حکم ہو جن کا ذکر اس آیت میں ہے لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ يَّبِينُ يَدَايِهِ الْخ تیسرے جان نکالنے والے اور ظاہر اُردو ساری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ملک الموت کا ہے اسلئے علماء نے بنا بر بعض روایات مذکورہ روح المعانی



قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّيْنٍ أَنْجَمَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۰﴾

آپ کہے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں۔

قُلْ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ مُشْرِكُونَ ﴿۱۱﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔ آپ کہئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے

أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيعًا وَيُذِيقَ بَعْضُكُم بَأْسَ بَعْضٍ أَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿۱۲﴾

یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے، آپ دیکھئے تو کسی ہم کسی طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔

وَكَذَّبَ بِقَوْمِكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۱۳﴾ لِكُلِّ نَبَأٍ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ

اور آپ کی قوم کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ وہ سچائی ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں، ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا۔ اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے

يَخْضَوْنَ فِيْ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخْضَوْا فِيْ حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى

جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں، اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۵﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۶﴾ وَذَرِ الَّذِينَ

پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔ اور ایسے لوگوں

اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لِبَآئِهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْعَذَابُ أَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ الْآيَاتُ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو بولوبول بنا رکھا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو جھوک میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہا کہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ

وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ ۚ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ

اس کا نندہ گار ہو اور نہ سفارشی ہو اور نہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جاوے، یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے، ان کیلئے نہایت تیز پانی پینے کیلئے ہوگا اور دردناک

الِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۱۸﴾

سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب۔

**تفسیر: ربط:** اوپر بحث کی بحث تھی آگے موافق طرز قرآن اور خصوص اس سورت کے پھر عود ہے توحید کی طرف۔

استدلال بر توحید:

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الی قولہ تعالیٰ) وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾ آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات (یعنی شدائد) سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو (نجات دینے کیلئے) پکارتے ہو (کبھی) تذلل ظاہر کر کے اور (کبھی) چپکے چپکے (یوں کہتے ہو) کہ (اے اللہ) اگر آپ ہم کو ان (ظلمات) سے (اب کے) نجات دے دیں تو (پھر) ہم ضرور حق شناسی (قائم رہنے) والوں سے ہو جاویں (یعنی آپ کی توحید کے کہ بڑی حق شناسی ہے قائل رہیں اور اس سوال

کا جواب چونکہ متعین ہے اور وہ لوگ بھی کوئی دوسرا جواب نہ دیں گے اس لئے) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے (جب کبھی نجات ملتی ہے) اور (ان ظلمات مذکورہ کی کیا تخصیص ہے بلکہ) ہر غم سے (وہی نجات دیتا ہے مگر) تم (ایسے ہو کہ) پھر بھی (بعد نجات پانے کے بدستور) شرک کرنے لگتے ہو (جو کہ اعلیٰ درجہ کی ناحق شناسی ہے اور وعدہ کیا تھا حق شناسی کا غرض یہ کہ شدائد میں تمہارے اقرار سے توحید کا حق ہونا ثابت ہو جاتا ہے پھر انکار کب قابل التفات ہے) آپ (یہ بھی) کہئے کہ (جس طرح وہ نجات دینے پر قادر ہے اسی طرح) اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر (باقضاء تمہارے کفر و شرک کے) کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے (جیسے پتھر یا ہوا یا بارش طوفانی) یا تمہارے پاؤں تلے (جو زمین ہے



اس سے (ظاہر کر دے جیسے زلزلہ یا غرق ہو جانا اور ان عذابوں کے اسباب قریب تو غیر اختیاری ہیں اور کبھی نہ کبھی ایسا ہوگا خواہ دنیا میں یا آخرت میں) یا کہ تم کو (اغراض کے اختلاف سے مختلف) گروہ گروہ کر کے سب کو (آپس میں) بھڑا دے (یعنی لڑا دے) اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی (کا مزہ) چکھا دے (اور اس کا سبب قریب فعل اختیاری ہے اور یا سب آفتیں جمع کر دے غرض انجاء اور ابلاء دونوں اسی کی قدرت میں ہیں اے محمد ﷺ) آپ دیکھئے تو سہی ہم کس (کس) طرح دلائل (توحید) کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ (لوگ) سمجھ جاویں اور (باوجود اثبات قدرت علی العذاب اور اقتضائے کفر للعذاب) آپ کی قوم کے لوگ (قریش یا اور عرب بھی) اس (عذاب) کی تکذیب کرتے ہیں (اور اس کے واقع نہ ہونے کے معتقد ہیں) حالانکہ وہ یقینی (واقع) ہونے والا ہے (اور اس کو سن کر وہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ کب ہوگا تو) آپ (یوں) کہہ دیجئے کہ میں تم پر (عذاب واقع کرنے کے لئے) تعینات نہیں کیا گیا ہوں (کہ مجھ کو مفصل اطلاع ہو یا میرے اختیار میں ہو البتہ) ہر خبر کے (مدلول کے) وقوع کا ایک وقت (اللہ کے علم میں معین) ہے اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا (کہ یہ عذاب آیا) ف: عذاب شامل ہے اخروی اور دنیوی کو جس میں جہاد بھی داخل ہے چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ہے قَالُوا هُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَذْيَانِكُمْ مگر اس سے قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ کا نسخ آیت قتال سے لازم نہیں آتا کیونکہ گو جہاد کفار کے حق میں تعذیب من اللہ ہو لیکن مومنین کو تو حیثیت تعذیب سے اس کا امر نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ جزیہ پر اس کا انتہا ہو جاتا ہے باوجودیکہ مقتضی تعذیب باقی ہے اور اسی لئے آیت قَاتِلُوهُمْ میں تعذیب کی اسناد اللہ کی طرف کی گئی ہے پس جہاد میں توکیل و تسلیط مامور بالجہاد کی بحالہ منفی ہے اور امر بالجہاد کے بعد بھی انتفاء علم و اختیار کا بایں معنی صادق ہے کہ اولاً اس کی غایت کہ جزیہ ہے علم و اختیار سے خارج ہے ثانیاً عذاب چونکہ مطلق ہے دوسرے طرق کو بھی محتمل ہے جو معلوم و مقدور نہیں پس اس مجموعہ کو علم و اختیار سے خارج کہنا صحیح ہے خوب سمجھ لو۔ اور اسباب عذاب میں قریب کی قید اس لئے لگائی کہ سبب اول دونوں جگہ ذنوب اختیار یہ ہیں۔

و ربط: اوپر کفار کی تکذیب کا ذکر اور ان کو آیات کی تبلیغ کا امر تھا آگے بطور تفریع کے ان کی مجالس تکذیب میں بدوں ضرورت تبلیغ کے جانے اور بیٹھنے سے نہی ہے۔

نہی از مجالس طاعنین فی الدین بجز ضرورت تبلیغ:

و لَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي الْأَيْتِنَا (الہی) لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیمٍ وَعَذَابٌ أَلِیمٌ ہَذَا کَانَوَا یُکْفُرُونَ اور (اے مخاطبؑ) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری

آیات (اور احکام) میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں (کے پاس بیٹھنے) سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یا نہ رہے) تو (جب یاد آ جاوے) یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ (بلکہ فوراً اٹھ کھڑا ہو) اور (اگر کوئی واقعی دنیوی یا دینی ضرورت ایسی مجلس میں جانے کی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ) جو لوگ (منہیات شرعیہ سے جن میں بلا ضرورت ایسی مجالس میں جانا بھی ہے) احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان (طاعنین و مکذبین) کی باز پرس (اور گناہ طعن) کا کوئی اثر نہ پہنچے گا (یعنی بضرورت وہاں جانے والے گنہگار نہ ہونگے) ولیکن ان کے ذمہ (بشرط قدرت) نصیحت کر دینا ہے شاید وہ (طاعنین) بھی (ان خرافات سے) احتیاط کرنے لگیں (خواہ قبول اسلام سے خواہ انکے لحاظ سے) اور (کچھ مجلس تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ) ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے (اس) دین کو (جس کا ماننا ان کے ذمہ فرض تھا یعنی اسلام کو) لہو و لعب بنا رکھا ہے (کہ اس کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں) اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے (کہ اس کی لذات میں مشغول ہیں اور آخرت کے منکر ہیں اس لئے اس تمسخر کا انجام نظر نہیں آتا) اور (کنارہ کشی و ترک تعلقات کے ساتھ ایسے لوگوں کو) اس قرآن کے ذریعہ سے (جس سے یہ تمسخر کر رہے ہیں) نصیحت بھی کرتا رہ تا کہ کوئی شخص اپنے کردار (بد) کے سبب (عذاب میں) اس طرح نہ پھنس جاوے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو اور یہ کیفیت ہو کہ اگر (بالفرض) دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے (کہ اس کو خرچ کر کے بچ جاوے) تب بھی اس سے نہ لیا جاوے (تو نصیحت سے یہ فائدہ ہے کہ اعمال بد کے انجام پر تنبیہ ہو جاتا ہے آگے ماننا نہ ماننا دوسرا جانے چنانچہ) یہ (تمسخر کرنے والے) ایسے ہی ہیں کہ (نصیحت نہ مانی اور) اپنے کردار (بد) کے سبب (عذاب میں) پھنس گئے (جس کا آخرت میں اس طرح ظہور ہوگا کہ) ان کے لئے نہایت تیز (کھولتا ہوا) پانی پینے کے لئے ہوگا اور (اس کے علاوہ اور طرح بھی) دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب (کہ کردار بد یہی ہے جس کا ایک شعبہ تمسخر تھا) ف: یہ ضرورتیں ان مجالس میں جائیگی اس قسم کی ہیں مثلاً مسجد حرام میں نماز و طواف کے لئے گئے اور وہ کفار وہاں بھی یہی شغل کر رہے ہیں یا ان کو وعظ سنانے گئے اور وہ اس میں مشغول ہیں۔ چنانچہ معالم میں دونوں مضمون کی روایتیں بھی ہیں۔

و ربط: اوپر محتلف طور پر توحید کا حق ہونا شرک کا باطل ہونا قیامت کا قائم ہونا مذکور ہوا ہے آگے پھر یہی مضمون ابطال شرک اور اثبات توحید کا استقلالاً اور



بعث کا اسطر ادا ہضمین وعید شرک کے مذکور ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست بھی کی تھی آیت میں اس کا جواب بھی ہے اور اس روایت پر آیت کی مناسبت ماقبل سے اور قوی ہو گئی کہ اوپر ذکر کی اور ذکر میں حکم تھا کہ مشرکین کو اسلام کی طرف بلاویں یہاں ان کے ترک اسلام کی طرف بلانے کا جواب ہے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً الخ یعنی اعلانا واسرار اور اعلان واسرار یا باللسان ہے یا ایک باللسان دوسرا بالقلب کذا فی الروح پس آیت اپنے عموم سے تمام اقسام ذکر کی مشروعیت پر دال ہوئی جلی و خفی پھر خفی باللسان یا بالقلب ۱۲۔ قوله تعالى وَذُرِّ الْكَافِرِينَ أَتَمُّنُوا الخ بعض نے کہا ہے کہ دین کے معنی عادت سے مراد عید معاد اور روح میں اس قول کو ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے پس اس میں کفار کی عیاد پر جن میں لہو و لعب ہوتا تھا انکار ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں زمانہ کے اکثر اعراس بوجہ اشتہال علی المنکرات والبدعات کے داخل ہیں۔ قوله تعالى وَتَرَدُّ عَلَى أَغْقَابِكُمْ اسی طرح کی حیرت میں وہ مبتلا ہو جاتا ہے جو طریق قوم میں داخل ہو کر پھر اس سے خارج ہو جاوے چنانچہ اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ حیرت مذمومہ ہے اور اس اشتہال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آگے جو الہدی واقع ہوا ہے اس سے مراد عام ہے جیسا کہ روح میں ہے کہ توحید و اسلام یا دوسرے اسباب فوز آخرت ۱۲۔

**اللغات:** اللبس الخلط لكن لا خلط الاتفاق بل خلط الافتراق بالالتحام والقتال والاشتباك فلا حاجة الى تقدير المضاف الامر الشيع جمع الشيعة واصله من الشيع وهو التبع ومعناه الذين يتبع بعضهم بعضا ای کل فرقة منهم مشائعة لامام کذا فی مجموع الروح والکبير والخازن والمدارک ۱۲۔ الخوض فی الروح اصله عبور الماء استعير للتفاوض فی الامور واکثر ما ورد فی القرآن للدم ومن ثم ترجمة اعیب جوی ۱۲۔ والبسل الحبس وابسله رهنه کذا فی القاموس وزکوی التذکر والتذکر كما فی الموضعین ۱۲۔

**النحو:** قوله كالذى مفعول مطلق ای ردا کرۃ الذی ۱۲۔  
**البلاغة:** یدیق عطف تفسیر لیلبس ۱۲۔

**الروایات:** روى البخارى عن جابر ما نزلت قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذاباً من فوقكم قال رسول الله ﷺ اعوذ بوجهك او من تحت ارجلكم قال اعوذ بوجهك او بلبسكم شيئا ویدیق قال هذا اهون وروى مسلم عن ابی وقاص قال رسول الله ﷺ سألت ربی ثلاثا فاعطانی الثنتين ومنعنی واحدة سألت ربی ان لا یهلك امتی بالسنة فاعطانیها وسألت ربی ان لا یهلك امتی بالغرق فاعطانیها وسألت ربی ان لا یجعل باسهم بينهم فمنعنیها قلت وبالله التوفیق ان قصدی من ذکر الروایات امران الاول التنبيه على ان الآية لم تنزل فی

المسلمین كما يشهد بذلك السياق والثاني التوجيه للرواية بان الآية لما نزلت استحضر رسول الله ﷺ قدرته تعالى على نزول العذاب على غیر من ارید بالآية ایضا وحمله شفقتہ على ان یدعولهم فاعطی الثنتين ومنع واحدة هی مثل مدلول الآية لا عينها فافهم ۱۲۔ فی الروح اخراج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن السدی ان المشرکین قالوا للمؤمنین اتبعوا سبیلنا واتركوا دین محمد ﷺ فقال الله تعالى قل اندعوا من دون الله الخ۔

**محققات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ظلمت شدائد کذا فی الروح لانها تظلم العقول ۱۲۔ ۲۔ قوله فی تدعونه اس حالت الخ اشارة الى كون تدعون حالا من کم ۱۲۔ ۳۔ قوله فی تضرعا تذلل ظاهرا اشارة الى ان التضرع هو التذلل ولما كان مقابلا لخفية اعتبر فيه معنى الظهور كما فی المدارک معلنین الضراعة ۱۲۔ ۴۔ قوله فی لنن انجلنا کہتے ہو اشارة الى تقدير قائلین حالا من فاعل تدعون ۱۲۔ ۵۔ قوله فی قل الله متعین اشار الى وجه امره ﷺ بالجواب مع كونه من وظائفهم ۱۲۔ ۶۔ قوله فی ینجیکم ملتی ہے لان النجاة غیر دائمة ولا ضرورة ۱۲۔ ۷۔ قوله فی ثم انتم مگر اشار به الى كون ثم للاستبعاد ۱۲۔

۸۔ قوله فی توضیح عذاباً ایسا ہوگا اشار به الى كون التوبيخ مقصودا مع التوحید ۱۲۔ ۹۔ قوله بعد یدیق بعضکم جمع کر کے اشارة الى ان او مانعة للخلو لا للجمع ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی کذب معتقد ہیں اشارة الى دفع ایراد هو ان الآية دالة على احتمال العذاب لا على وقوعه فلما معنى التکذیب تقرير الدفع ان التکذیب هو باعتبار قطعهم بظان هذا الاحتمال فافهم ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی وکیل تعینات کیا گیا اللفظ الاول اتباع للمحاورۃ والثانی للغة فان الوکیل بمعنی الموکل ۱۲۔

۱۲۔ قوله فی لكل نبا ہر خبر اشار الى ان النبا هو الخبر والمستقر ظرف زمان واثبات زمان الاستقرار والوقوع للنبا باعتبار مدلوله والا فالخبر قد وقع فی الحال ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی رأیت مخاطب عممه لقوله تعالى اذا سمعتم بالجمع ۱۲۔ ۱۴۔ قوله فی یخوضوا لگ جاویں بدل الترجمة للاشارة الى المشاکلة لان هذا انخفض بالباطل ۱۲۔

۱۵۔ قوله فی حساب باز پرس فسرہ بکناہ طعن اشارة الى ان المراد بالحساب ما یحاسب الخائفون علیه من جرائرهم ۱۲۔ ۱۶۔ قوله فی شنی اثر تعین للمبہم ۱۲۔ ۱۷۔ قوله فی ذکرى ان کے ذمہ اشارة الى تقدير علیہم والتفید بالقدرۃ معروف شرعاً ۱۲۔ ۱۸۔ قوله فی لعلمهم یتقون لحاظ کذا فی الروح وغیرہ ۱۲۔ ۱۹۔ قوله فی ذکر کنارہ وبہ ترجم اعرض اخذا من تفسیر البیضاوی بالاعراض كما فی قوله تعالى ویذرون ورائهم يوماً ثقیلاً وحملی قوله تعالى وذر الذین علی المستہزئین ماخوذ من المعالم ۱۲۔ ۲۰۔ قوله فی غرت لذات وکثر اشارة الى ان الغرور بوجهین النفسانی والاعتقادی ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۶۲ پر)



قُلْ اَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَاَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللَّهُ ۚ كَالَّذِي اسْتَوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي

آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا کسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچاؤ نہ اور نہ ہم کو نقصان پہنچاؤ اور کیا ہم اگلے پھر جاویں بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اسکو شیطانوں نے

الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۚ لَهُ اَصْحٰبٌ يَدْعُوْنَہٗ اِلٰی الْہُدٰی اِثْنًا قُلْ اِنَّ هُدٰی اللّٰہُ هُوَ الْہُدٰی وَاَمْرًا نَّسْلِمُ لِرَبِّ

کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اسکو ٹھیک راستہ کی طرف بلارہے ہیں کہ ہمارے پاس آپ کہہ دیجئے کتنی بات ہے کہ اور است وہ خاص اللہ ہی کا راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جاویں

الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْوُ الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوۃَ وَهُوَ الَّذِیْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَیَوْمَ

پروردگار عالم کے اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو اس سے ڈرو، اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بافائدہ پیدا کیا، اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا

یَقُوْلُ کُنْ فِیْکُوْنُ ۚ قَوْلُ الْحَقِّ ۚ وَلَہٗ الْمَلٰٓئِکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ عَلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃُ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

کہہ دے گا کہ ہو جائیں وہ ہو پڑے گا اسکا کہنا یا اثر ہے اور جب کہ صور میں پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی اور وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔

### تفسیر: ابطال شرک و اثبات توحید و بعث:

قُلْ اَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَاَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ اَعْقَابِنَا (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ آپ (سب مسلمانوں کی طرف سے ان مشرکوں سے) کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا (تمہاری مرضی کے موافق) ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ (اس کی عبادت کرنے کی صورت میں) ہم کو نفع پہنچا (نے پر قادر ہو) وے اور نہ وہ اسکی عبادت نہ کرنے کی صورت میں ہم کو نقصان پہنچانے پر قادر ہو (مراد اس سے الہ باطلہ ہیں کہ بعض کو تو اصلاً قدرت نہیں اور جن کو کچھ ہے بالذات نہیں اور معبود میں کم از کم اپنے موافق اور مخالف کو نفع و ضرر پہنچانے کی تو قدرت ہونا چاہئے تو کیا ہم ایسوں کی عبادت کریں) اور کیا (معاذ اللہ) ہم (اسلام سے) اگلے پھر جاویں بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے (طریق حق کی) ہدایت کر دی ہے (یعنی اول تو شرک خود ہی نتیجہ ہے پھر خصوصاً بعد اختیار اسلام کے تو اور زیادہ شنیع ہے ورنہ ہماری تو وہ مثال ہو جاوے) جیسے کوئی شخص ہو کہ اسکو شیطانوں نے کہیں جنگل میں (بہکا کر راہ سے) بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو (اور) اس کے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک راستہ کی طرف (پکار پکار کر) بلارہے ہیں کہ (ادھر) ہمارے پاس آ (مگر وہ غایت حیرت سے نہ سمجھتا ہے نہ آتا ہے حاصل یہ کہ جیسا یہ شخص راہ پر تھا لیکن اپنے راہ دان رفقاء سے جدا ہو کر غولان بیابانی کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر بے راہ ہو گیا اور وہ رفقاء اب بھی اس کو راہ پر لاتے ہیں مگر وہ نہیں آتا ایسی ہی ہماری حالت ہو جاوے کہ راہ اسلام پر ہو کر اپنے ہادی پیغمبر سے جدا ہوں اور مصلحین کے پیچھے میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاویں اور وہ ہادی پھر بھی خیر خواہی سے دعوت اسلام کرتے رہیں اور ہم گمراہی کو نہ چھوڑیں یعنی کیا تمہاری مرضی پر عمل کر کے اپنی ایسی مثال بنالیں) آپ (ان

سے) کہہ دیجئے کہ (جب اس مثال سے معلوم ہوا کہ راہ سے بے راہ ہونا برا ہے اور یہ) یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کا (بتلایا ہوا) راہ ہے (اور وہ اسلام ہے پس یقیناً اس کا ترک کرنا بے راہ ہونا ہے پھر ہم کب چھوڑ سکتے ہیں) اور (آپ کہہ دیجئے کہ ہم شرک کیسے کر سکتے ہیں) ہم کو (تو) یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جاویں پروردگار عالم کے (جو منحصر ہے اسلام میں) اور یہ (حکم ہوا ہے) کہ نماز کی پابندی کرو (جو کہ فعلاً دلالت علی التوحید میں ظاہر تر ہے) اور (یہ حکم ہوا ہے کہ) اس سے (یعنی اللہ سے) ڈرو (یعنی مخالفت نہ کرو جس میں سب سے بڑھ کر شرک ہے) اور وہی (اللہ) ہے جس کے پاس تم سب (قیامت کے روز قبروں سے نکل کر حساب کے لئے) جمع کئے جاؤ گے (وہاں مشرکین کو اپنے شرک کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا) اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بافائدہ پیدا کیا (جس میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خالق کے وجود اور توحید پر استدلال کیا جاوے پس یہ بھی توحید کی ایک دلیل ہے) اور (اوپر جو تُحْشَرُوْنَ میں حشر کی خبر دی ہے اس کو بھی کچھ مستعد مت سمجھو کیونکہ وہ قدرت الہیہ کے سامنے اس قدر آسان ہے کہ) جسوقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ (حشر) تو ہو جاؤ (وہ حشر فوراً) ہو پڑے گا اس کا (یہ) کہنا با اثر ہے (خالی نہیں جاتا) اور (حشر کے روز) جب کہ صور میں (بحکم الہی دوسری بار فرشتہ کی) پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت حقیقہ بھی ظاہراً بھی (خاص اسی) (اللہ) کی ہوگی (اور وہ اپنی حکومت سے موحدین و مشرکین کا فیصلہ کرے گا) وہ (اللہ) جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا (پس مشرکین کے اعمال و احوال کا بھی اس کو علم ہے) اور وہی ہے بڑی حکمت والا (اسی لئے مناسب مناسب جزا ہر ایک کو دیگا اور وہی ہے) پوری خبر رکھنے والا (اسلئے کسی امر کا



اختفاء اس سے ممکن نہیں) **ف**: تمثیل میں جو شیطانوں کا راہ بھلا دینا مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین اور خبیث جن سے بعض اوقات اس قسم کے تصرفات و افعال سرزد ہو سکتے ہیں تحقیق اسکی سورۃ بقرہ کے اخیر حکم سی و ششم کے ذیل میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے پس آیت میں تاویلات کی کوئی ضرورت نہیں۔

**اللغات:** استهوته فی الروح استفعال من هوی فی الارض یهوی اذا ذهب کما هو المعروف فی اللغة کانها طلبت هویه وحرصت علیه اه **النحو:** قوله امرنا لنسلم فی الروح ذهب الکسانی والقراء الی ان اللام حرف مصدری بمعنی ان بعد اردت وامرت خاصة قوله وان اقيموا فی الروح عطف علی الجار والمجرور السابق وقد صرح سیبویه بدخول ان المصدریه علی الامر ویجوز ان یعطف ان اقيموا علی موضع لنسلم کانه قيل امرنا ان نسلم وان اقيموا قوله يوم یقول يوم ظرف لمضمون الجملة المدلول علیه بقوله تحشرون ای یقع الحشر يوم یقول للحشر کن فیکون دال علیه و قبل غیر هذا وهذا اسهل قوله الحق الخ مبتدا وخبر ۱۲۔

**البلاغة:** فی الروح عن الامام فی قوله امرنا واقیموا انه کان الظاهر ان یقال امرنا لنسلم ولان نقیم الا انه عدل الی ما ذکر للایذان بان الکافر ما دام کافرا کان کالغائب الاجنبی فخطوب بما

خطوب به الغیب واذا اسلم ودخل فی زمرة المؤمنین صار کالقرب الحاضر فخطوب بما یخاطب به الحاضرون ۱۲۵۔  
**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی اندعوا سب مسلمانوں اشار الی ان فی الآیة تغلیباً اذ لا یتصور الرد علی العقب المراد به الرجوع الی الشریک منه ﷺ ۱۲۔ ۲۔ قوله فی ینفعنا قادر لان النفع والضرر بالفعل لیس من لوازم الاله الحق ۱۲۔ ۳۔ قوله فی ونرد کیا اشاره الی کونه معطوفاً علی ندعوا ۱۲۔ ۴۔ قوله بعد اذ هدانا زیاده منع اشار الی وجه زیادة قوله بعد اذ هدانا ۱۲۔ ۵۔ قوله فی الارض کہیں جنگل اشار به الی مصداق الارض والی ارادة الجنس ۱۲۔ ۶۔ قوله فی حیران اور ہذہ کو او الحال فی العزلی ۱۲۔ ۷۔ قوله فی یدعونہ پکار پکار فی هذا العنوان المفہوم منه بعد المدعو اشاره الی ان هذا لیس ممن یعرف الطريق انما یدرک سمت الداعی ومورد النعیق ولهذا لم یقل انت الطريق ۱۲۔ ۸۔ قوله فی امرنا ہم کو یہ حکم اشاره الی کونه داخل فی حیز قل ۱۲۔ ۹۔ قوله فی اقیموا فعلا اشار الی وجه تخصیص الصلوة بالذکر ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی يوم یقول جس وقت اشاره الی استعماله المجازی الشامل للتحقیق ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی ینفخ دوری لان الحشر بعد الثانية ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی الملک ظاہر اشاره الی وجه التخصیص بذاک الیوم وله الملک کل حین ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۵۵۵) ۹۔ قوله فی الحساب تفتیش هذا کما فی قوله علیہ السلام وحسابہم علی اللہ وقوله تعالیٰ ان حسابہم الا علی ربی ۱۲۔ ۱۰۔ قوله غرض ان کے باطن الخ افاد باعادتہ ان جملة فتطرد مرتب علی جملة ما علیک الخ وان الجملة الثانية لتقریر الاولى کما قرر فی الترجمة واما کونها منصوبہ فی جواب مجموع النفی فلا یضر لان المقصود من هذا المجموع هو الجملة الاولى فافہم ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی فتطرد کہ آپ ان کو لم یترجم بتقدیر الشرط کما هو الشائع فی جواب النفی لانه خلاف المقصود بل المراد انتفاء لطرد لانتفاء حسابہم ضرورة انتفاء السبب لانتفاء السبب کانه قيل ما یکون ذلک منك فکیف یقع منك طرد وهو احد معنیین فی مثل هذا التركیب اخذتہ من الروح ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی فتكون ورنہ ای حالت الخ اشار به الی کونه جواباً للنہی ای ان تطرد فتكون الخ وکلمة ورنہ لرعاية المحاورۃ الہندیہ فی جواب النہی ۱۲۔ ۱۳۔ قوله فی توضیح اہولاء من اللہ کیوں ہوتا اشار بذاک الی ما فی الروح ان غرضہم انکار المن راساً علی حد قوہم لو کان خیراً ما سبقونا الیہ لا تحقیر الممنون علیہم مع الاعتراف بوقوعہ بطریق الاعتراض علی سبحانہ وتعالیٰ ۱۲۔ ۱۴۔ قوله قبل انه من عمل ومہربانی اشاره الی البدل وقوله هناك فرمانبردار اشاره الی کونه مدلولاً بالاولی ۱۲۔ ۱۵۔ قوله فی اصلح اس میں یہ بھی فلا یرد ان من تاب ثم عاد فینبغی ان لا یغفر له ۱۲۔ ۱۶۔ قوله فی فانه یہ شان اشاره الی انه منصوب علی کونه خبر المبتدا ای فشانہ تعالیٰ انه الخ ۱۲۔ ۱۷۔ قوله فی ولتستبین تاکہ مؤمنین اشار الی الجملة المقدرة المعطوف علیہا ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) یعنی نہیں ہوتی ہے محتمل الوقوع سے پس اس سے اقل درجہ احتمال تو ثابت ہوا جواب یہ دیا کہ یہ حقیقی معنی پر محمول نہیں کہ اس کا احتمال ہو بلکہ لا تطرد مجاز ہے تخصیص مجلس رؤساء سے فافہم ۱۲۔



وَلَاذَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِسْرَارَ اتَّخِذْ أَصْنَامًا لِلَّهِ تَتَّقِي ۖ أَرَبُّكَ وَقَوْمُكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ

لورہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھ رہا ہوں۔ اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو آسمانوں اور

الْسَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُوكِبَاتِ قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۖ

زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ سو وہ جب غروب ہو

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَيْسَ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ

گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ

بَازِعَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقِيمُ رَبِّي بِرَبِّي مُشْرِكُونَ ۖ وَإِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ

لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا یہ میرا رب ہے۔ یہ تو سب میں بڑا ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے میری قوم بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں ایک سوہو کر اپنا رخ

وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ

اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

مضمون وجود الحق کا ظاہر بطور مقدمہ دلیل کے ہے چنانچہ شاہ عبدالقادر بھی **فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** سے اسی کے قائل ہوئے ہیں اور احتمال ثانی پر اس مضمون مذکور وجود الحق کو جزو دعویٰ کہہ دیا جاوے گا اور مقدمات دلیل کے صرف آثار و افعال مشاہدہ کو کہا جاوے گا البتہ نمرود کی طرز گفتگو سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود خالق ہی کا منکر تھا لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے تمرداً و عناداً ایسی گفتگو کی ہو اور واقع میں خالق کا قائل ہو چنانچہ جملہ **حَاجُّوا رَبَّهُمْ فِي رُبَّةٍ أَنْ إِلَهُهُ الْبَلَكُ** کو اس کی طرف ایک گونہ مشیر بھی کہہ سکتے ہیں اب تفسیر لکھتا ہوں۔

تفسیر آیات بالا:

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر (نام) سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو (جو اس اعتقاد میں تیرے شریک ہیں) صریح غلطی میں دیکھ رہا ہوں (اور ستاروں کے متعلق آگے گفتگو آوے گی درمیان میں ابراہیم علیہ السلام کا صحت نظر کیساتھ موصوف ہونا کہ ماقبل اور مابعد دونوں سے اس کا تعلق ہے فرماتے ہیں) اور ہم نے ایسی ہی (کامل) طور پر ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات (پچشم معرفت) دکھائیں تاکہ وہ (خالق کی ذات و صفات کے) عارف ہو جاوے اور تاکہ (ازدیاد معرفت سے) کامل یقین کرنے والوں سے ہو جاوے (آگے ستاروں کے متعلق گفتگو کہ تمہ منظرہ کا ہے مذکور ہے کہ اوپر کی گفتگو تو بتوں کے متعلق ہو چکی) پھر (خواہ اسی دن یا کسی اور دن) جب رات کی تاریکی ان پر (اسی طرح اور سب پر) چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا (کہ چمک رہا

**تفسیر: ربط:** اوپر شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات مذکور تھا آگے اسی مضمون کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ دعوت الی التوحید کا بیان فرماتے ہیں اور بوجہ اس کے کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے مضمون مذکور کی تائید میں زیادہ قوت ہو گئی نیز اس قصہ میں مسئلہ رسالت کی بھی تائید ہے کہ نبوت کوئی امر مستغرب نہیں ہے پہلے سے بھی انبیاء ہوتے آئے ہیں۔

قصہ احتجاج ابراہیم علیہ السلام بر توحید:

وَلَاذَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِسْرَارَ اتَّخِذْ أَصْنَامًا لِلَّهِ تَتَّقِي (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ **ف:** ان آیات کی تفسیر سے پہلے چند امور ضروریہ لکھتا ہوں جن کا لحاظ رکھنا تفسیر میں معین فہم ہوگا۔ **امر اول:** ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے احوال مذکورہ فی القرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت پرستی بھی کرتے تھے اور ستاروں کو بھی عالم میں متصرف جانتے تھے پس وہ دو طور پر مشرک تھے اعتقاد الوہیت اصنام و ربوبیتہ کو اکب اس واسطے ابراہیم علیہ السلام کے مناظرات میں دونوں پر کلام ہے۔ **امر دوم:** ابراہیم علیہ السلام ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے توحید کے عارف و محقق تھے ہاں ایک عرصہ تک مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا پھر یا خود قبل نبوت یا بوجی بعد نبوت قوم سے مناظرہ فرمایا اور اس سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ جس رات کی آمد کا **فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ** میں ذکر ہے اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس کے قبل انہوں نے بوجہ غار میں پرورش پانے کے کوئی رات نہ دیکھی ہو بلکہ یہ قصہ مشہورہ غار کا خود ثابت نہیں۔ **امر سوم:** آپ کی قوم خدا کی بھی قائل تھی یا نہیں دونوں احتمال ہیں احتمال اول پر کہ آگے **لَا تُخَافُ مَا تُشْرِكُونَ** یاہ سے ظاہر یہی ہوتا ہے تفسیر آیات مناظرات کی زیادہ سہل ہے کیونکہ ان میں



(ہے) آپ نے (اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) فرمایا کہ (تمہارے زعم کے موافق) یہ میرا (اور تمہارا) رب (اور میرے احوال میں متصرف) ہے (بہت اچھا اب تھوڑی دیر میں حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ افق میں جا چھپا) سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے (جو کہ ایسی حالت کے ساتھ موصوف ہوں کہ وہ حالت بوجہ حدوث کے خود دلالت کر رہی ہے کہ یہ خود (بوجہ محل حوادث ہونے کے محدث کا محتاج ہے) محبت نہیں رکھتا) اور محبت لوازم اعتقاد ربوبیت سے ہے پس حاصل یہ ہوا کہ میں رب نہیں سمجھتا) پھر (اسی شب میں یا کسی دوسری شب میں) جب چاند کو دیکھا (کہ) چمکتا ہوا (نکلا ہے) تو (پہلے ہی کی طرح) فرمایا کہ (تمہارے زعم کے موافق) یہ میرا (اور تمہارا) رب (اور متصرف فی الاحوال) ہے (بہتر اب تھوڑی دیر میں اس کی کیفیت بھی دیکھنا چنانچہ وہ بھی غروب ہو گیا) سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب (حقیقی) ہدایت نہ کرتا رہے (جیسا اب تک ہدایت کرتا رہتا ہے) تو میں بھی (تمہاری طرح) گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں پھر (یعنی اگر چاند کا قصہ اسی قصہ کو کب کی شب کا تھا تب تو کسی اور شب کی صبح کو اور اگر چاند کا قصہ اسی قصہ کو کب کی شب کا نہ تھا تو قصہ قمر کی شب کی صبح کو یا اس کے علاوہ کسی اور شب کی صبح کو) جب آفتاب کو دیکھا (کہ بڑی آب و تاب سے) چمکتا ہوا (نکلا ہے) تو (پہلی دو بار کی طرح پھر) فرمایا کہ (تمہارے زعم کے موافق) یہ میرا (اور تمہارا) رب (اور متصرف فی الاحوال) ہے (اور) یہ تو سب (مذکورہ ستاروں) میں بڑا ہے (اس پر خاتمہ کلام کا ہو جاوے گا اگر اس کی ربوبیت باطل ہو گئی تو چھوٹوں کی بدرجہ اولیٰ باطل ہو جاوے گی غرض شام ہوئی تو وہی بھی غروب ہو گیا) سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار (اور نفور ہوں) (یعنی برأت ظاہر کرتا ہوں اعتقاد تو ہمیشہ سے بیزاری تھی) میں (سب طریقوں سے) یکسو ہو کر اپنا رخ (ظاہر کا اور دل کا) اس (ذات) کی طرف (کرنا تم سے ظاہر) کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں (تمہاری طرح) شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں (نہ اعتقاد نہ قول نہ عملاً) <sup>۱</sup>ہض: چونکہ معظم معصورہ میں جس میں باطل و حطب بھی داخل ہے جو کہ بقول مؤرخین موقع تھا اس گفتگو کا ایک شب میں بروئے رفتار معقاد کو اکب کے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ماہتاب کا طلوع اپنے افق سے کسی سیارہ کے غروب کے بعد ہوا اور پھر طلوع شمس سے پہلے غروب ہو جاوے اس لئے یہ تینوں واقعات ایک شب کے نہیں ہو سکتے یا تو دو شب کے ہیں یا تین شب کے جیسا ترجمہ میں اشارہ بھی کر دیا پس دونوں جگہ

فَلَمَّا رَأَىٰ فِيهَا جُودًا ۖ وَتَعْقِيبَ وَاقْتِرَانِ عَرَفَىٰ كَيْلَهُ ۖ هُوَ الَّذِي كَانَ حَقِيقَتُهُ لَعَنَ كَذَابِي رُوحَ الْمَعَانِي ۖ وَهُرْجُهَا أَنَّهُ لَوْ كَوَّاهُ مَذْكُورُهُ ۖ كَيْ جَسَمِيَّتِ وَتَحْمِيزِ ۖ وَهُوَ خُودُ طُلُوعِ سَبْعِي ۖ كَمَا حَالَتْ حَادِثَةٌ ۖ هِيَ أَنَّ كَيْ اِبْطَالِ رُبُوبِيَّتِ ۖ بِرَأْسِ اِسْتِدْلَالِ ۖ هُوَ سَكُنَا تَهَا ۖ لَيْكِنَ مَخَاطَبِينَ ۖ چُونَكِهٖ عَوَامِ زِيَادَةٍ ۖ تَهَيَّ اس لَعَنَ دَلِيلِ اَوْضَحِ ۖ سَهْ اِسْتِدْلَالِ ۖ فَرَمَا ۖ كَهْ غُرُوبِ ۖ كَا مُوَجِبِ نَقْصِ ۖ هَوْنَا اَظْهَرَ ۖ هُوَ اَوْرَا اِگر كَسِي كُوشِبِهٖ ۖ هُوَ كَهْ اِحْتِجَابِ ۖ سَهْ اِبْطَالِ رُبُوبِيَّتِ ۖ پَرَا اِگر اِسْتِدْلَالِ ۖ صَحْحِ ۖ هُوَ تَوَا اِحْتِجَابِ ۖ بَعْدِ جَلِّي ۖ كَهْ بَارِي تَعَالَى ۖ كَهْ لَعَنَ ۖ بَهِي ثَابِتِ ۖ هُوَ جَوَابِ ۖ يَهْ هُوَ كَهْ يِهَا ۖ اِحْتِجَابِ ۖ تَغْيِيرِ ۖ فِی الْكُوَاكِبِ ۖ كِي وَجْهِ سَهْ ۖ اَوْرُو ۖ هَا ۖ تَغْيِيرِ ۖ فِی الْبَارِي ۖ سَهْ نَهِي ۖ اَوْرَا ۖ صِلِ ۖ دَلِيلِ ۖ تَغْيِيرِ ۖ هُوَ فَقَطْ ۖ

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَذَلِكَ قَالَ لَهُ هَبْ اِخْرُجْ مِنْ هَا هُنَا الخ اس میں دلالت ہے کہ مشغولی مع الحق و مناظرہ مع اہل باطل میں توفیق نہیں جب تک کہ حدود سے تجاوز نہ ہو اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر نرمی پر خشونت کو ترجیح ہوتی ہے ۱۲۔ قوله تعالى فَلَمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ الخ روح میں ہے کہ ابطال ربوبیت کو اکب میں نرم عنوان (مجاراة) اختیار فرمایا اور ابطال ربوبیت اصنام میں سخت عنوان اختیار فرمایا وجہ یہ کہ ربوبیت کو اکب کا بطلان بہ نسبت بطلان ربوبیت اصنام خفی تھا اس میں اگر اول سے ہی خشونت اختیار کی جاتی تو ان کا مکابرہ اور عناد بڑھ جاتا آہ تو اس سے معلوم ہوا کہ نصیح وارشاد کے باب میں مخاطب کے حال کی رعایت اور اس کی مصلحت کا لحاظ مناسب ہے اور شیوخ حکماء و مصلحین کی یہی شان ہے۔

**الغاية:** البروغ الطلوع من البرغ وهو الشق كانه بنوره يشق الظلمة.  
قوله وجهت وجهي للذي في الروح عن الصحاح وجهت وجهي  
لله وتوجهت نحوك واليك والظاهر ان اللام صلة ١٢.

البلاغة: قوله في اصناما الالهة وفي الكواكب ربي لعله  
بعبادتهم الاصنام واعتقادهم التصرف المستقل في الكواكب  
والاول اعتقاد الالهية والثاني اعتقاد الربوبية ١٢. قوله في  
الشمس هذا في الروح اشارة الى الجرم المشاهد من حيث هو  
لامن حيث هو مسمى باسم من الاسامي فضلاً عن حيثية تسميته  
بالشمس ولذا ذكر اسم الاشارة اى اورد مذكرا قوله يهدي ربي  
قلت ما احسن موقعه بعد قوله في الكواكب هذا ربي قوله  
لاكونن من القوم الضالين في الروح والتعريض بضالهم  
هنا كما قال ابن المنير اصرح واقوى من قوله اولاً لا احب الآفلين  
وانما ترقى عليه السلام الى ذلك لان النصوص قد قامت عليهم  
بالاستدلال الاول حجة فالنسوا بالقدح في معتقدهم ولو قيل هذا  
في الاول فلعلهم كانوا ينفرون ولا يصفون الى الاستدلال فما  
عرض لهم عليه السلام بانهم على ضلالة الا بعد ان وثق باصفائهم الى



تمام المقصود واستماعهم له الى آخره والدليل على ذلك انه ﷺ ترقى في النوبة الثالثة الى التصريح بالبرائة منهم والتصريح بانهم على شرك حين تم قيام الحجة عليهم تبلغ الحق وبلغ من الظهور غاية. قوله انى وجهت الخ وانما جزم عليه السلام بالتوحيد بعد نفى ربوبيته عما ذكر مع عدم انحصار الارباب الباطلة فيها لان القوم كانوا مساعدين على نفى الربوبية من غير ما ذكر وانما كانوا ينازعون فيها فكفى ابطال ربوبيتها في اثبات التوحيد. من الروح ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في ملكوت مخلوقات كما في القاموس المملكة او وهو في الاصل مصدر استعمل في المفعول اى الآيات كما عن مجاهد ۱۲. ۲. قوله في نرى تكثف معرفت اشارة الى ان الروية قلبية وان وقع الابصار بالابصار لكن بحیثية الدلالة على الصانع وهذه الحیثية غير مدركة بالابصار ۱۲. ۳. قوله قبل وليكون عارف هو جاور لم يقدر للعطف ليستدل لان علوم الانبياء فى الاصول الضرورية وانما الكلام فى الاستدلال على الفروع والامام الرازى وان ذهب الى ان معارف الانبياء استدلالية لا ضرورية لكن لم يرتض به صاحب الروح كما نقله فى هذا المقام ۱۲. ۴. قوله قبل فلما جن هو كى اشارة الى كون الفاء المعطف على الواقعة السابقة وبالمجموع تم المحاجة ۱۲. ۵. قوله فى عليه اى طرح سب پر معنی ان الظرف ليس للتخصيص بل لبيان الواقع ۱۲. ۶. قوله فى ربى زعم اشارة الى ان هذا منه عليه السلام على سبيل القرض وارجاء العنان مجازاة مع ابیه وقومه الذين كانوا يعبدون الاصنام والكواكب فان المستدل على فساد قول يحكيه ثم يكر عليه بالابطال وهذا هو

الحق الحقيق بالقبول كذا فى روح المعانى وهو احسن ما قيل فيه والله تعالى اعلم وفى المعالم كما قال ذق انك انت العزيز الكريم وقال وانظر الى الهك الذى ظلت عليه عاكفا ۱۲. ۷. قوله هناك اور تمہارا فالتخصيص ايجاز لظهور المراد ۱۲. ۸. قوله فى هذا اكبر مذكوره ستاروں اما حقيقة واما فى الروية ولما اشترك علة الحدوث فى الجميع مما ذكر ومما لم يذكر لا يتوقف على كون الشمس اكبر ۱۲. ۹. قوله فى وجهت ظاہر لان التوجيه حاصل من قبل ۱۲. ۱۰. قوله فى المشركين اعتقاداً كما هو المظنون من القوم فى الكواكب حيث يعتقدون فيها المتصرف المستقل لا عملاً من العبادة واما فى الاصنام فكانوا يشركون عملاً ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) توضیح اس کی یہ ہے کہ افول کوکب کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بالائے افق سے زیر افق چلا جاوے اور ایک وقت میں بالائے افق ہوتا اور دوسرے وقت تحت افق چلا جاتا یہ ایک تغیر ہے اس لئے یہ تغیر خود کوکب میں ہے برخلاف احتجاب باری تعالیٰ کے کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ الآن کما کان رہتی ہے اور ناظرین کی قوت بینائی یا اس کے شرائط میں خلل ہوتا ہے اس لئے وہ ان کو مرئی نہیں ہوتی لیکن جب موانع مرتفع ہو جاتے ہیں تو مرئی ہو جاتی ہے پس یہ تغیر خود ناظرین کے اندر ہے نہ کہ ذات باری تعالیٰ کے اندر کہ وہ الآن کما کان ہے اس تغیر ناظر کی مثال ایسی سمجھو جیسے آنکھ بند کرے تو مبصرات اس کی نظر سے محجوب ہو جاویں اور آنکھ کھول دے تو دکھائی دینے لگیں یا آنکھ میں پانی آجانے کے سبب مبصرات اسے دکھائی نہ دیں اور آنکھ بنوانے کے بعد وہ ان کو دیکھنے لگے یا ضعف بصر کے سبب وہ حروف کو نہ دیکھ سکے اور سرمہ محلی بصر استعمال کرنے کے بعد ان کو دیکھ لے پس یہ تغیرات خود رائی کی جانب ہیں نہ کہ مرئی کی جانب ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۵۶۱) ۲۱. قوله فى به جس سے تمخرا اشار به الى كون المرجع مدلولاً بذكر الآيات ۱۲. ۲۲. قوله فى ما كسبت كدرار يطلق فى محاورتنا على الشئى ومن ثم اظهر ۱۲. ۲۳. قوله قبل تبسل اس طرح اشارة الى ان جملة ليس لها حال وبقوله فيما بعد کیفیت اشارة الى كون وان تعدل حالا ايضا بالعطف ۱۲. ۲۴. قوله فى من دون الله غير الله نظر ما سبق فى وانذر به الذين ۱۲. ۲۵. قوله بعد يوخذ فائدة اشارة الى ان معنى الغاية كون الشئى موضوعاً للشئى لا ترتبه عليه فافهم ۱۲. ۲۶. قوله فى التمهيد مسلمانوں سے كما تدل عليه الروايات ۱۲.



وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ قَالَ اتَّخَذُونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدِينُ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۝

اور ان سے ان کی قوم نے جھٹ کرنا شروع کی، آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے جھٹ کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلادیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا

شئی علیہا اقلًا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۝

پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔ اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی

فَأَمَّا الْفِرَاقِينَ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ

چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے مگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے

مُهْتَدُونَ ۝

لے اس ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔

تفسیر: ربط: اوپر کے قصہ کا آگے تہہ ہے۔

تتمہ قصہ مذکورہ:

وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ اور ان سے ان کی قوم نے (بیہودہ) جھٹ کرنا شروع کی (وہ یہ کہ یہ رسم قدیم ہے وَجَدْنَا آلِهَةً نَا لَهَا عِبَادٌ مِنْ أُولَٰئِكَ نَزَّلْنَا بِهَا عَلَى بَابِ الْمَعْلُومِ) کہ بھی تم کو یہ کسی آفت میں نہ پھنسا دیں کما یدل علیہ الجواب بقولہ وَلَا أَخَافُ الْخُفَّ) آپ نے (پہلی بات کے جواب میں تو یہ) فرمایا کیا تم اللہ (کی توحید) کے معاملہ میں مجھ سے (باطل) جھٹ کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو (استدلال صحیح کا) طریقہ بتلادیا ہے (جس کو میں تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں اور محض رسم قدیم ہونا اس استدلال کا جواب نہیں ہو سکتا پھر اس سے احتجاج تمہارے لئے بیکار اور میرے نزدیک غیر قابل التفات) اور (دوسری بات کے جواب میں یہ فرمایا کہ) میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ (استحقاق عبادت میں) شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا (کہ وہ مجھ کو کوئی صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ ان میں خود صفت قدرت ہی مفقود ہے اور اگر کسی چیز میں ہو بھی تو استقلال قدرت مفقود ہے) ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے تو (وہ دوسری بات ہے وہ ہو جاوے گی لیکن اس سے اللہ وار باب باطلہ کی قدرت کا ثبوت یا ان سے خوف کی ضرورت کب لازم آئی اور) میرا پروردگار (جس طرح قادر مطلق ہے جیسا ان اشیاء سے معلوم ہوا اسی طرح وہ) ہر چیز کو اپنے (حاطہ) علم میں (بھی) گھیرے ہوئے ہے (غرض قدرت و علم دونوں اسی کے ساتھ مختص ہیں اور تمہارے اللہ کو نہ قدرت ہے نہ علم ہے) کیا تم (سننے ہو اور) پھر (بھی) خیال نہیں کرتے اور (جس طرح میرے نہ ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے معبود علم قدرت سے محض معزا ہیں اسی طرح

یہ بات بھی تو ہے کہ میں نے کوئی کام ڈر کا کیا بھی نہیں تو پھر) میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے (اللہ تعالیٰ کے ساتھ استحقاق عبادت و اعتقاد ربوبیت میں) شریک بنایا ہے حالانکہ (تم کو ڈرنا چاہئے دو وجہ سے اول تم نے ڈر کا کام یعنی شرک کیا ہے جس پر عذاب مرتب ہوتا ہے دوسرے خدا کا عالم اور قادر ہونا معلوم ہو چکا ہے مگر) تم اس بات (کے وبال) سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن (کے معبود ہونے پر) اللہ تعالیٰ نے تم پر کوئی دلیل (لفظاً یا معنیاً) نازل نہیں فرمائی (مطلب یہ کہ ڈرنا چاہئے تم کو پھر مجھ کو الٹا ڈراتے ہو) سو (بعد اس تقریر کے انصاف سے سوچ کر بتلاؤ کہ) ان دو (مذکورہ) جماعتوں میں سے (یعنی مشرکین و موحدین میں سے) امن کا (یعنی اس کا کہ اس پر خوف واقع نہ ہو) زیادہ مستحق کون ہے (اور خوف بھی وہ جو واقع میں قابل اعتبار ہے یعنی آخرت کا) اگر تم (کچھ) خبر رکھتے ہو (تو بتلاؤ اور خیر تم کیا بتلاؤ گے میں ہی بتلاتا ہوں کہ) جو لوگ (اللہ پر) ایمان رکھتے ہیں اور اپنے (اس) ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے (قیامت میں) امن ہے اور وہی (دنیا میں) راہ راست پر چل رہے ہیں (اور وہ صرف موحدین ہیں بخلاف مشرکین کے کہ گویا بمعنی اللغوی خدا پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ خدا کے قائل ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں جس سے ایمان شرعی منفی ہو جاتا ہے جب موحدین قابل امن ہیں سو اس صورت میں خود تم ڈرو نہ کہ مجھ کو ڈراتے ہو حالانکہ نہ تمہارے اللہ ڈرنے کے قابل نہ میں نے کوئی کام ڈر کا کیا اور نہ دنیا کا خوف قابل اعتبار اور تمہاری حالت تینوں اعتبار سے محل خوف ہے)

ف: إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا اس لئے فرمادیا کہ آدمی ہے حوادث بھی آتے رہتے ہیں اس سے شاید وہ جہاں اپنی تخویف پر استدلال کرتے اس لئے پیش بندی فرما



دی کہ اس سے استدلال اس لئے فاسد ہے کہ وہ خدا کی طرف سے واقع ہوگا پس یہ استثناء منقطع ہے یعنی لکن اَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا کان کذا فی الخازن حاصل هذا التوجيه ولكن اخاف ان يشاء ربی شیئا من اصابة المكروه بی و ذکر شیئا للتصريح بالتعميم لفظاً ومعناً کی تعمير کا فائدہ نصف پارہ لکن تا کے قریب آیہ منلقى الخ کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَلَا تَكْفُرْ لَوْ كُنَّ الْخَالِصَةُ اس میں صورت دعویٰ سے احتیاط ہے جو صرف لَوْ كُنَّ پر اکتفاء کرنے میں متوہم تھا اس لئے اِلَّا اَنْ يَشَاءَ بھی بڑھا دیا ۱۲۔ قوله تعالى فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْإِيمَانِ يَأْتِيهِمْ نَذِيرٌ مِّنْ رَبِّكَ يُنذِرُ لَهُمْ يَوْمَ يَأْتِي السَّحَابَ مَوْنًا يُمْسِي وَأَسْفُلًا أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ أَنِ يَأْتِيَهُمُ الْفَتْحُ وَإِذْ بَارِئُ رَبُّكَ إِذْ يَنْزِلُ السَّحَابُ يَنزِلُ فِي سَحَابٍ مُمِيزٍ

**النحو:** ما لم ينزل به الى باسراكه في العبادة ۱۲۔

**البلاغة:** قوله فَاَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْإِيمَانِ لم يقل اينما اشارة الى ان احقية الا من لا ينحصر عليه السلام بل تشمل كل موحد ترغيباً لهم في التوحيد وانما جئى بصيغة التفضيل المشعرة باستحقاقهم له وفي الجملة لاستئصالهم عن رتبته المكابرة والاعتساف بسوق الكلام

على سنن الانصاف كذا في الروح ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** قوله اتعاجون في قراءة نافع وابن عامر بتخفيف النون ففيه حذف احدى النونين ۱۲۔

**الكلام:** ادعى المعتزلة باللبس على تفسير الظلم بالمعصية لان الشرك لا يجمع الايمان ثم استدلوا به على عدم النجاة للعصاة والجواب ان الايمان اللغوي بجامع الشرك كما في قوله تعالى وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون فانهدم بناء الاستدلال وقد ورد هذا التفسير مرفوعاً في الصحيحين وجامع الترمذی او يراد باللبس تعطية الايمان بالكفر وجعله مغلوباً مضمحلاً لا الجمع بينهما بحيث يصدق عليه انه مومن ومشرک كذا في الروح ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في حاحه يهوده فسمى حاحته مجازاً وتفسير الحجة بما فسرت به ذكر جزء منه في الآية المنقولة في المقام وجزء منه مدلول عليه بقوله وَلَا اخاف الخ. ۲۔ قوله في يتذكرون خيال دل بهذه الترجمة على ما في ايراد التذكرون دون التفكير ونحوه من الاشارة الى ان امر آلهتهم من البطلان مركز في العقول لا يتوقف الا على التذكر واستعمال العقل لا على دليل زائد عليه ۱۲۔ ۳۔ قوله في تعلمون تلاوا اشارة الى تقدير الجزاء فاخبروني ۱۲۔



وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا اِبْرَاهِيْمَ عَلَى قَوْمِهِ تَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاؤِنَا ۚ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَهَبْنَا لَهُ اِسْمٰحٰنَ وَيَعْقُوْبَ

اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھادیتے ہیں، بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحق اور یعقوب دیا،

كُلًّا مَّهْدِيْنَ ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدُ وَسُلَيْمٰنُ ۚ وَاَيُّوبَ ۚ وَيُوْسُفَ ۚ وَمُوسٰى ۚ وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو، اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا

الْحَسَنِيْنَ ۚ وَذِكْرًا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى ۚ وَاِلْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَاسْمٰعِيْلَ ۚ وَاِسْحٰقَ ۚ وَيُوْنُسَ ۚ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلٰى

دیا کرتے ہیں۔ اور نیز ذکر کیا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو سب پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔ اور نیز اسماعیل کو اور اسحاق کو اور یونس کو اور لوط کو۔ اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر

الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ ۚ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ يَهْدِي

ہم نے فضیلت دی۔ اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو اور راست کی ہدایت کی۔ اللہ کی ہدایت وہ یہی ہے

بِهٖ مِّنْ يَّشَآءُ مِّنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحِطَّ اَعْنَاهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَ وَالتَّوْبَةَ

اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت کرتا ہے، اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے ان سے سب اکارت ہو جاتے۔ یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکمت اور توبت عطا کی تھی،

فَاِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّا يَسُوْا بِهَا بِكَفِرِيْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فَيَهْدِيْهِمْ اَقْبَدُ

سو اگر یہ لوگ توبت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلے،

قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر قصہ ابراہیم علیہ السلام سے توحید کا اثبات اور رسالت کی تائید تھی جیسا تمہید آیت وَلَٰذٰلِكَ اَللّٰهُ يَهْدِيْهِمْ لَآيِبِيْنَہُمْ میں اس کی تقریر مذکور ہو چکی ہے آگے تصویب احتجاج ابراہیم کی تقویت مسئلہ توحید کیلئے اور ایک مختصر تذکرہ انبیاء علیہم السلام کا جن کو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص خاص تعلقات بھی ہیں کسی کو ابوة کا کسی کو بنوة کسی کو صرف تبعیت کا ہر دو مسئلہ رسالت کی تائید کے لئے ذکر فرماتے ہیں اول مسئلہ کی تائید تو اس طرح کہ یہ سب حضرات موحد تھے اور دوسرے مسئلہ کی تائید اس طرح کہ توحید پہلے سے چلی آرہی ہے پھر اب کیوں اس کو مستبعد سمجھا جاتا ہے اور اہل عرب کے لئے یہ تذکرہ زیادہ اس لئے مناسب ہے کہ وہ لوگ اپنے کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے پس اس تذکرہ میں ان کو تنبیہ ہے کہ ان کے منتسبین تو موحد تھے اور شرک کو برا سمجھتے تھے پھر تم کیسے منتسب ہو کہ ان کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کرتے ہو۔

تقویت حجتہ ابراہیمیہ وتذکرہ انبیاء علیہم السلام:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا اِبْرَاهِيْمَ عَلَى قَوْمِهِ تَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاؤِنَا (الی قولہ تعالیٰ) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور یہ (حجت جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر قائم

کی تھی) ہماری (دی ہوئی) حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی (جب ہماری دی ہوئی تھی تو یقیناً اعلیٰ درجہ کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے) ہم (تو) جس کو چاہتے ہیں (علمی و عملی) مرتبوں میں بڑھادیتے ہیں (چنانچہ سب انبیاء کو یہ رفعت درجات عطا فرمائی) بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے (ہر ایک کا حال اور استعداد جانتا ہے اور ہر ایک کے مناسب اس کو کمال عطا فرماتا ہے) اور ہم نے جیسا ابراہیم علیہ السلام کو فضل ذاتی علم و عمل دیا۔ اسی طرح فضل اضافی بھی دیا کہ ان کے اصول اور فروع میں سے بہتوں کو کمال دیا چنانچہ (ہم نے ان کو) ایک بیٹا (اسحق دیا اور) ایک پوتا (یعقوب دیا اور اس سے دوسری اولاد کی نفی نہیں ہوتی اور دونوں صاحبوں میں سے) ہر ایک کو (طریق حق کی) ہم نے ہدایت کی اور (ابراہیم سے) پہلے زمانہ میں ہم نے نوح (علیہ السلام) کو (جن کا ابراہیم علیہ السلام کے اجداد میں ہونا مشہور ہے اور اصل کی فضیلت فرع میں بھی مؤثر ہوتی ہے طریق حق کی) ہدایت کی اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد (لغوی یا عرفی یا شرعی) میں سے (آخر تک جتنے مذکور ہیں سب کو طریق حق کی ہدایت کی یعنی) داؤد (علیہ السلام) کو اور (ان کے



(چونکہ آپ کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ ان سے نہ آپ کو نفع نہ کوئی ضرر جس کی وجہ سے غم اور بے صبری ہو اور اس مضمون کے اظہار کے واسطے ان سے تبلیغ کے وقت) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا (جسکے ملنے سے نفع اور نہ ملنے سے ضرر ہو بے غرض نصیحت کرتا ہوں) یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے (جسکو ماننے سے تمہارا ہی نفع اور نہ ماننے سے تمہارا ہی نقصان ہے)۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَكَذَلِكَ يُعْزِي الْمُحْسِنِينَ الخ روح میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہم محسنین کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں جیسی ابراہیم علیہ السلام کو جزا دی کہ ان کے درجات بلند کئے ان کی اولاد میں ترقی دی اولاد میں نبوت عطا فرمائی آہ اس میں دلالت ہے کہ آباء کی صلاح و احسان کو بھی صلاح ابناء میں دخل ہے کہ ان کے محسن ہونے کا یہ صلہ ملتا ہے کہ ان کی اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے چنانچہ مشائخ کی اولاد میں مشاہدہ ہے کہ ان میں رشد کی ایک خاص شان ایسی ہوتی ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتی بشرطیکہ کوئی معارض پیش نہ آوے۔ قوله تعالى وَاجْتَبَيْنَاكُمْ وَهَدَيْنَاهُمُ الْخِطَابَ اول کا حاصل جذب ہے کیوں کہ جی کے معنی لغت میں جلب ہیں اور ثانی کا حاصل سلوک ہے کیونکہ ہدایت کے معنی ارشاد طریق ہیں خواہ مع الوصول یا بدون الوصول۔ قوله تعالى وَلَوْ أَشْكُرُوا الخ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا کوئی ایسا محبوب بالذات نہیں کہ اس پر کسی حال میں مواخذہ نہ ہو جیسا جبلاء کا حضور ﷺ یا بعض اولیاء امت کے حق میں (مثل حضرت غوث اعظم) خیال ہے کہ معشوق عرفی سمجھتے ہیں ۱۲۔

**فوائد شمس:** الْآيَاتُ ان آتینا ہا حال۔ الثَّانِي عَلَى قَوْمِهِ متعلق بآتینا لتضمنه معنى الغلبة. الثَّالِثُ درجت تمیز. الْخِطَابُ كَلَامٌ هَدَيْنَا الْمُرَادُ بِهِ اسحق ويعقوب لان كونا ابراهيم على هدى قد ذكر من قبل الْخِطَابِ قَوْلُهُ من قبل وان لم يدل بلفظه على كون نوح عليه السلام من اجداده لكنه كفى شهرته الْيَسَّارِيْنَ كونا من ذكر من بعد نوح من ذرية ابراهيم عليه السلام كما هو الراجح في عود الضمير اليه بالمعنى الاعم لان لوط عليه السلام ليس من ذريته بل كان ابن اخيه وكذلك يونس عليه السلام لم يكن من ذريته في ما ذكر محي السنة ومنهم من ادعى كونه من ذريته فيبقى لوطا خارجا لكنه لما كان ابن اخيه آمن به وهاجر معه صح كونه من ذريته على سبيل التغليب والعرب تجعل العم ابا هكذا رواه في الروح عن ابن عباس. الْيَسَّارِيْنَ فِي ذِكْرِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ دَلِيلٌ عَلَى ان الذرية يتناول اولاد البنات. (بقية صفحہ ۵۷۱ پر)

صاحبزادہ) سلیمان (علیہ السلام) کو اور ایوب (علیہ السلام) کو اور یوسف (علیہ السلام) کو اور موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ہارون (علیہ السلام) کو طریق حق کی ہدایت کی) اور (جب یہ ہدایت پر چلے تو ہم نے ان کو جزائے خیر بھی دی مثل ثواب و زیادہ قرب کے اور جس طرح نیک کاموں پر ان کو جزا دی) اسی طرح (ہماری عادت ہے کہ) ہم نیک کام کرنے والوں کو (مناسب) جزا دیا کرتے ہیں اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) زکریا (علیہ السلام) کو اور (ان کے صاحبزادہ) یحییٰ (علیہ السلام) کو اور عیسیٰ کو اور الیاس (علیہ السلام) کو (اور یہ) سب حضرات (پورے شائستہ لوگوں میں تھے اور نیز) ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) اسمعیل (علیہ السلام) کو اور یسع (علیہ السلام) کو اور یونس (علیہ السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو اور (ان میں سے) ہر ایک کو (ان زمانوں کے) تمام جہان والوں پر (نبوت سے) ہم نے فضیلت دی اور نیز ان (حضرات مذکورین) کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو (طریق حق کی ہم نے ہدایت کی) اور ہم نے ان (سب) کو مقبول بنایا اور (جس ہدایت کا اوپر ذکر قرآن میں مجمل آیا ہے) ہدینا اس کو سنو کہ وہ ہدایت کس چیز کی تھی وہ یہ کہ (ہم نے ان (سب) کو راہ راست (یعنی دین حق) کی ہدایت کی) (اور وہ دین جس کی ان سب کو ہدایت ہوئی تھی) اللہ کی (جانب سے جو) ہدایت (ہوتی ہے) وہ یہی (دین) ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت (بمعنی ایصال) کرتا ہے (چنانچہ اب جو لوگ موجود ہیں انکو بھی اسی کی ہدایت بمعنی ارشاد ہوئی ہے مگر انہیں سے بعض نے اسکو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا) اور (شرک اسقدر ناپسند چیز ہے کہ غیر انبیاء تو کس شمار میں ہیں) اگر فرضا (للحال) یہ حضرات (انبیاء مذکورین) بھی (نعوذ باللہ) شرک کرتے تو جو کچھ یہ (نیک) اعمال کیا کرتے تھے ان سے سب اکارت ہو جاتے (آگے مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ ہے کہ) یہ (جتنے مذکور ہوئے) ایسے تھے کہ ہم نے ان (کے مجموعہ) کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (کے علوم) اور نبوت عطا کی تھی (تو نبوت امر عجیب نہیں جو یہ کافر لوگ آپ کے منکر ہو رہے ہیں کیونکہ نظائر موجود ہیں) سوا اگر (نظیر موجود ہونے پر بھی) یہ لوگ (آپ کی) نبوت کا انکار کریں تو (آپ غم نہ کیجئے کیونکہ) ہم نے اس کے (ماننے کے لئے) ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں (یعنی مہاجرین و انصار) جو اس کے منکر نہیں ہیں (اور ہم جو غم نہ کرنے کو اور صبر کرنے کو کہتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ سب انبیاء نے ایسا ہی کیا ہے چنانچہ) یہ حضرات (مذکورین) ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے (اس صبر کی) ہدایت کی تھی سو (اس باب میں) آپ بھی ان ہی کے طریق (صبر) پر چلئے



وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَن أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاء بِهِ مُوسَىٰ

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر نہ پہچانا جب بھی وہی قدر نہ پہچانی جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، آپ یہ کہتے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے جس

نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ

کی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کیلئے وہ ہدایت ہے، جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو، اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے

ثُمَّ ذَرَهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ۝ وَهَذَا كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ مَبْرُكٌ مُّصَدِّقٌ لِّلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَن

اور تمہارے بڑے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔ اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے

حَوْلَهَا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝

پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی ہے اور تاکہ آپ کہہ والوں کو اور اس پاس والوں کو ذراویں اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر تو حید کا مضمون مقصود آندہ کو تھا گو ضمناً مسئلہ رسالت کی بھی تائید تھی آگے مسئلہ رسالت کا مقصود اذکر ہے اور سبب اس کے نزول کا یہ ہوا تھا کہ ایک یہودی جس کا نام مالک بن الصیف تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مذہبی گفتگو ہونے لگی تو جوش ملیں آ کر اس قدر مبالغہ کیا کہ کہنے لگا کہ کسی بشر پر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ یہود نے کہا کہ واللہ آسمان سے کوئی کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ فی اللباب عن ابی حاتم و ابن جریر عن سعید بن جبیر و ابن عباس۔

**بحث متعلق نبوت:**

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ اور ان (منکر) لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر نہ پہچانا واجب تھی وہی قدر نہ پہچانی جب کہ (منہ بھر کر) یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز (یعنی کتاب) بھی نازل نہیں کی (یہ کہنا ناقدر شناسی اس لئے ہے کہ اس سے مسئلہ نبوت کا انکار لازم آتا ہے اور نبوت کا منکر اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتا ہے اور تصدیق حق واجب ہے پس اس میں قدر شناسی واجب میں اخلاص ہوا یہ تو تحقیقی جواب تھا اور الزامی مسکت جواب دینے کے لئے) آپ (ان سے) یہ کہتے کہ یہ تو (بتلاؤ کہ) وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے (یعنی توریت جس کو تم بھی مانتے ہو) جس کی یہ کیفیت ہے کہ وہ (خود مثل) نور (کے واضح) ہے اور (جن کی ہدایت کیلئے وہ آئی تھی) ان لوگوں کے لئے وہ (بوجہ بیان شرائع کے ذریعہ) ہدایت ہے جس کو تم نے (اپنی اغراض نفسانیہ کیلئے) متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن (میں جتنے اوراق کو چاہا ان) کو ظاہر کر دیتے ہو (جس میں تمہارے مطلب کے

خلاف کوئی بات نہ ہوئی) اور بہت سی باتوں کو (جو اپنے مطلب کے خلاف ہیں یعنی جن اوراق میں وہ لکھی ہوئی ہیں ان کو) چھپاتے ہو اور (اس کتاب کی بدولت) تم کو بہت سے ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو (قبل کتاب ملنے کے) نہ تم (یعنی قوم بنی اسرائیل جو کہ وقت نزول آیت موجود تھی) جانتے تھے اور نہ تمہارے (قریب سلسلہ کے) بڑے (جانتے تھے مطلب یہ کہ جس توریت کی یہ حالت ہے کہ اس کو اولاً تو تم مانتے ہو دوسرے بوجہ نور و ہدی ہونے کے ماننے کے قابل بھی ہے تیسرے ہر وقت تمہارے استعمال میں ہے گو وہ استعمال شرمناک ہے لیکن اس کی وجہ سے گنجائش انکار تو نہیں رہی چوتھے تمہارے حق میں وہ بڑی نعمت اور منت کی چیز ہے اسی کی بدولت عالم بنے بیٹھے ہو اس حیثیت سے بھی اس میں گنجائش انکار نہیں یہ بتلاؤ کہ اس کو کس نے نازل کیا ہے اور چونکہ اس سوال کا جواب ایسا متعین ہے کہ وہ لوگ بھی اس کے سوا کوئی جواب نہ دیتے اسلئے خود ہی جواب دینے کیلئے حضور (ﷺ) کو حکم ہے کہ) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے (کتاب مذکور کو) نازل فرمایا ہے (اور اس سے ان کا دعویٰ عام باطل ہو گیا) پھر (یہ جواب سنا کر) ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے (یعنی آپ کا منہ صبی کام ختم ہو گیا نہ مائیں تو آپ فکر میں نہ پڑیں ہم آپ ہی سمجھ لیں گے) اور (جس طرح توریت ہماری نازل کی ہوئی کتاب تھی اسی طرح) یہ (قرآن) بھی (جن کی تکذیب یہود کے قول مذکور سے اصل مقصود ہے) ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے (آپ پر) نازل کیا ہے جو بڑی (خیر و) برکت والی ہے (چنانچہ اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا موجب فلاح و نفع دارین ہے اور) اپنے سے پہلے (نازل شدہ) کتابوں (کے منزل من اللہ ہونے) کی تصدیق کرنے والی ہے (سو ہم نے اس قرآن کو نفع خلاق



اور تصدیق کتب البیہ کیلئے نازل فرمایا) اور اس لئے نازل فرمایا کہ (تاکہ آپ (اس کے ذریعہ سے) مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو (خصوصیت کے ساتھ عذاب الہی سے جو کہ مخالفت پر ہوگا) ڈراویں (اور یوں انذار عام بھی کریں لَیْکُنْ لِلْغَافِلِیْنَ نَذِیْرًا) اور (آپ کے انذار کے بعد گوسب ایمان نہ لاویں لیکن) جو لوگ آخرت کا (پورا) یقین رکھتے ہیں (جس سے عذاب کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے بچنے کی فکر پڑ جائے اور ہمیشہ طلب طریقی نجات اور تعین حق کی دھن لگ جائے خواہ کسی دلیل نقلی سے یا تجویز عقلی سے) ایسے لوگ (تو) اس (قرآن) پر ایمان لے (ہی) آتے ہیں اور (ایمان و اعتقاد کے ساتھ اس کے اعمال کے بھی پابند ہوتے ہیں کیونکہ عذاب سے نجات کامل مجموعہ پر موعود ہے چنانچہ) وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں (اور جب اس عبادت پر جو کہ ہر روز پانچ بار مکرر اور شاق ہے مداومت کرتے ہیں تو دوسری عبادات کے جو کہ گاہ گاہ اور کھل ہیں بدرجہ اولیٰ پابند ہونگے حاصل یہ کہ کسی کے ماننے نہ ماننے کی فکر نہ کیجئے جو اپنا بھلا چاہیں گے مان لیں گے جو نہ چاہیں گے نہ مانیں گے آپ اپنا کام کیجئے) فَتَجْعَلُونَ قُرْآنَ طِیْسٍ سے ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مضمون کے اوراق جدا کر رکھے تھے اور بعض کا ایسا کر لینا تعجب نہیں اور اگر قراطیس سے مراد مانی قراطیس مجاز الیا جاوے تو معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اپنے ذہن میں مضامین تورات کے مختلف حصے تجویز کر رکھے تھے جن میں بعض مضامین کو مثل نعت محمد ﷺ اس طرح چھپاتے تھے کہ اسکی اور اور تاویلیں کر دیتے تھے چنانچہ داری میں حدیث عمرؓ کے یہ لفظ بنسخة التوراة ای ہشی نسخ ونقل توجیہ اول میں اور درمنثور میں بروایت ابن المنذر کے ابن جریج کے یہ لفظ فی یہود فیما اظہروا من التوراة واخفوا من محمد ﷺ توجیہ ثانی میں ظاہر ہے واللہ اعلم۔

**اللفات:** قوله ام القرى. مكة سمیت بها لكونها قبلة اهل القرى وحجهم وهم يجتمعون عندها كالاولاد عند الام قوله بين يديه معناه المتقدم فان كل ما كان بين الیدين كذلك كذا فی الروح قوله قد روا فی الروح اصله معرفة المقدار بالصبر لم استعمل فی معرفة الشی باتم الوجوه حتی صار حقيقة فيه.

**الخص:** نورا وهدى وتجعلونه كلها حال وتبدونها صفة لقراطیس وهی مدار الذم لا الجعل المحض المشترك بین الكتب كلها قوله مصدق الذی لما كانت الاضافة لفظية صح وصف النكرة به ۱۲.

**الروایات:** ذكرت فی المتن واستشكل بكون السورة مكية والمناظرة مع اليهود مدنية واجيب باستثناء هذه الآيات من المكية كما اخرجه ابو الشيخ عن سفيان والكلبي هكذا فی الروح واعلم

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله فی التمهید جوش ..... الی مبالغة فاندفع ما اورد من ان اليهود كيف انكروا التوراة لان كثير اما يقع مثله فی الناس وقت الاختصاص لا يقال فكيف رد عليهم مع عدم قصدهم ذلك قلنا لانهم تكلموا بكلمة الكفر ولان الخصم يواخذ بمثله ۱۲. ۲. قوله فی النور خود اشار الی الفرق بينهما ۱۲. ۳. قوله فی الناس جنگی بدایت فاللام للعهد ۱۲. ۴. قوله فی علمتم بدلت كذا فی الروح ۱۲. ۵. قوله فی آباء قریب سلسلہ لان آباءهم البعیدة انباء ۱۲. ۶. قوله بعد آباء مطلب الخ المقصود به بیان فوائد هذه الجملة ووجه دخلها فی الالتزام واثار بقوله شرمناك الی ما فی الكشف ان ادراج الابداء والاخفاء يفيد ما يفهم التوبیخ والغی علیهم سوء جهلهم لكتابهم وتحريفهم واثنی علیہ صاحب الانتصاف علی هذا. ۷. قوله قبل قل متعین كذا فی الروح مع ما فيه ان فيه ايدانا بانهم افهموا ولم يقدروا علی التكلم اصلا ۱۲. ۸. قوله فی قل الله نازل اشارة الی تقدير الفعل ۱۲. ۹. قوله هناك دعوى عام اشارة الی ان قولهم حالیه کلیة وجوابه نقيضها ای الموجبة الجزئية ۱۲. ۱۰. قوله فی ذرهم هم هم آية اشارة الی ان المقصود التهديد فلانسخ ۱۲. ۱۱. قوله قبل لتذر. سوهم نے الخ اشارة الی ما فی الكشف معطوف علی ما دل علیہ صفة الكتاب كانه قيل انزلناه للبركات والتصدیق والانذار ۱۲. ۱۲. قوله هناك خصوصیت فلا يتوهم منه التخصيص وهو كقوله وانذر عشیرتک ۱۲. ۱۳. قوله فی يؤمنون الاول پورا الی قوله تجویز عقلی قصد به المنع والجمع لاهل الكتاب وغيرهم تقریرہ ان بعض الكتاب مع ایمانهم بالآخرة لم يؤمنوا بالقرآن وغيرهم مع عدم ایمانهم بالآخرة آمنوا بالقرآن فكيف هو وحاصل الجواب ان ایمانهم كلا ایمان لعدم ترتب الرهبة علیہ واثار الیہ بكلمة پورا وعدم ایمانهم ایمان لترتب الرهبة علیہ واثارہ الیہ بقوله تجویز عقلی فان العقل لا يكفى للحكم بوقوعها ۱۲.



وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا

وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا

جہاں طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہو گئے اور اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہو گئے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی اس

كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ

سب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں کہتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔ اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اسکو

مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَصَلَّ عَنْكُمْ

اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں، واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق

فَاكُنْتُمْ تَرَعُمُونَ ۝

ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا۔

ذم منکرین نبوت:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا (السی قولہ تعالیٰ) وَصَلَّ عَنْكُمْ

فَاكُنْتُمْ تَرَعُمُونَ اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت

لگائے (اور مطلق نبوت یا خاص نبوت کا منکر ہو جیسا اوپر بعض کا قول آیا ہے

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ (یہی قول تھا اَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا) یا یوں

کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی

(جیسے میلہ وغیرہ) اور (اسی طرح اس سے بھی زیادہ ظالم کون ہوگا) جو شخص

کہے کہ یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے (حسب دعویٰ رسول اللہ ﷺ)

نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لا (کردکھا) تا ہوں (جیسا نصر یا عبد اللہ

مذکور کہتا تھا غرض یہ سب لوگ بڑے ظالم ہیں) اور (ظالموں کا حال یہ ہے

کہ) اگر آپ (ان کو) اس وقت دیکھیں (تو بڑا ہولناک منظر دکھائی دے)

جب کہ یہ ظالم لوگ (جن کا ذکر ہوا) موت کی (روحانی) سختیوں میں

(گرفتار) ہو گئے اور (موت کے) فرشتے (جو ملک الموت کے اعوان ہیں

ان کی روح نکالنے کے واسطے ان کی طرف) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہو گئے

(اور شدت کے ظاہر کرنے کو یوں کہتے جاتے ہو گئے کہ) ہاں (جلدی)

اپنی جانیں نکالو (کہاں بچائے پھرتے تھے دیکھو) آج (مرنے کے ساتھ

ہی) تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی (یعنی جس میں تکلیف جسمانی بھی ہو اور

ذلت روحانی بھی ہو) اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی (جھوٹی)

باتیں کہتے تھے (جیسے مَا أَنْزَلَ اللَّهُ اور أُوحِيَ إِلَيَّ اور سَأُنْزِلُ وغیرہا) اور

تم اللہ تعالیٰ کی آیات (کے قبول کرنے) سے جو کہ ذریعہ ہدایت تھی (تکبر

تفسیر: ربط: اوپر منکرین نبوت کے اقسام میں سے بعض پر رد تھا آگے

اور اقسام کی بھی مذمت ہے جن میں ایک وہ تھے کہ صرف آپ کی نبوت کے منکر

تھے مگر اپنے لئے بھی کوئی دعویٰ نہ کرتے تھے جن میں سے بعض کا قول اوپر بھی

آیا ہے اِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا میں تو ان کا

ذکر ہے اور دوسرے وہ تھے جو خود اپنے لئے نبوت کے مدعی تھے جیسے میلہ

کذاب وغیرہ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ سے یہ مراد ہے جیسا کہ روح میں ابن جریج

سے بروایت عبد بن حمید اور ابن المنذر سے منقول ہے اور تیسرے وہ تھے جو

قرآن کے مثل تصنیف کر سکنے یا کرنے کے مدعی تھے جیسا نصر بن حارث

جس کا یہ قول تھا لَوْ نَشَاءُ لَفُكِّنَا مِثْلَ هَذَا اوردہ فی اللباب اور جیسا

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کہ اول مسلمان ہوا ایک بار اس سے کوئی آیت

لکھوائی گئی اتفاقاً اس کے منہ سے بعض کلمات موافق وحی کے نکل گئے۔

حضور ﷺ نے وہی لکھوایا اس پر یہ گمراہ ہو گیا کہنے لگا ان کا محمد

یوحی الیہ فقد اوحی الی وان کان اللہ ینزل فقد انزلت مثل ما

انزل اللہ۔ اوردہ فی اللباب عن ابن جریر عن السدی۔

وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ میں یہ مراد ہیں اور گو نصر نے یہ لفظ انزال

نہ کہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ منزل ہے اس کے فعل مختص تکلم بالقرآن کا دعویٰ کرنا اس

کو معنی مستلزم ہے اور عبد اللہ ایک قول کی رو سے اوحی الی کا مصداق بھی ہو سکتا ہے اور

چونکہ ان میں بعض نے جیسا نصر بن حارث یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھ کو عذاب ہونے

لگا تو لات وعزی شفاعت کر دیں گے اس لئے وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا میں اس کا جواب

بھی ارشاد فرمایا اوردہ فی اللباب عن ابن جریر عن عکرمہ۔



کرتے تھے (یہ کیفیت تو موت کے وقت ہوگی) اور (جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ) تم ہمارے پاس (یار و مددگار سے) تنہا تنہا (ہو کر) آگئے (اور اس حالت سے آئے) جس طرح ہم نے اول بار (دنیا میں) تم کو پیدا کیا تھا (کہ نہ بدن پر کپڑا نہ پاؤں میں جوتا) اور جو کچھ ہم نے تم کو (دنیا میں ساز و سامان) دیا تھا (جس پر تم بھولے بیٹھے تھے) اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے (ساتھ کچھ نہ لاسکے مطلب یہ کہ مال و دولت کے بھروسہ نہ رہنا۔ یہ سب یہاں ہی رہ جاویگا) اور (تم میں جو بعض کو اپنے باطل معبودوں کی شفاعت کا بھروسہ تھا سو) ہم تو تمہارے ہمراہ (اس وقت) تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے (جس سے ثابت ہوا کہ واقع میں بھی تمہارے ساتھ نہیں ہیں) جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک ہیں (کہ تمہارا جو معاملہ عبادت ہمارے ساتھ ہوتا تھا وہی ان کے ساتھ ہوتا تھا) واقعی تمہارے (اور ان کے) آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا (کہ آج تم ان سے بیزار اور وہ تم سے بیزار شفاعت کیا کریں گے) اور وہ تمہارا دعویٰ (جو مذکور ہوا) سب تم سے گیا گزرا ہوا (کچھ کام کا نہ نکلا تو اب پوری پوری مصیبت پڑے گی)

ۛ: غمرات میں روحانی کی قید اس لئے لگائی کہ نزع کی شدت جسمانی کفار کے نہ لوازم سے ہے نہ خواص میں سے ہے اور ملائکہ کا اخراج و کہنا حقیقت طلب کیلئے نہیں بلکہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کی چیز لے کر بھاگ جائے اور اس کو چھپائے پھرتا رہے اور مالک یا اس کا کوئی آدمی اس کو پکڑ کر جبراً اس کی بغل اور جیب اور ہاتھ میں سے خود نکالتا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ ہاں یہاں سے نکال وہاں سے نکال مقصود صرف اظہار شدت ہوتا ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ پھر عبد اللہ نے نامد ہو کر اسلام کی تجدید

کر لی اس صورت میں وعید سے استثناء ہو جاویگا کیونکہ جو علت وعید کی تھی جب وہ مرتفع ہوگئی وعید بھی مرتفع ہوگئی اور اہل محشر کا برہنہ پا برہنہ بدن ہونا صحاح میں آیا ہے اور روح میں بروایت ابن ابی حاتم و حاکم حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی تفسیر کی تقریر منقول ہے اور بعض روایات میں جو مؤمنین کا کپڑا پہننا وارد ہے وہ اس کے معارض نہیں برہنگی حالت اصلی ہو اور لباس اس کے بعد ہو خواہ خروج عن القبر کے قبل یا اس کے بعد واللہ اعلم۔ اور قطع تعلق یا تو ظاہراً بھی ہو گیا ہوگا جیسا فریڈلنڈ سے معلوم ہوتا ہے یا من حیث الشفاعت قطع کیا جاوے گو حُصاً یکجائی رہے۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا الْخ  
اور اسی کے حکم میں ہے جو شخص کوئی خواب تراشے یا کسی وارد یا الہام کا ذب یا  
کسی کمال یا توحید حقیقی و فنا یا مشیخت کا دعویٰ کرے یا اپنے اوہام و خیالات کو  
فیض نبوی کہے ۱۲۔

**النحو:** ترى مفعوله محذوف ای الظالمین ۱۲ .

**البلاغة:** قوله ومن قال الخ فی الاتیان بالواو دون او ایذان بكونه اشنع  
حيث غير الاسلوب لكونه موهما لمساواة الله تعالى بخلاف ما قبله ۱۲ .

**اختلاف القراءة:** وفي قراءة بینکم بالرفع اما فاعل لكون البین  
بمعنی الوصل واسند الیه الفعل علی الاتساع ۱۲ .

**ملحقات الترجمة:** ۱ قوله باسطوا روح نکالنے کذا فی البیضاوی  
ویصح ان یراد البسط بالعذاب ۱۲ . ۲ قوله فی اخرجوا کہتے فہو  
حال بتقدیر قائلین ۱۲ . ۳ قوله فی کما خلقنکم اور اس حالت  
اشارۃ الی کونها حالاً ثانیۃ کما صححہ فی الروح ۱۲ . ۴ قوله  
فی وراء ساتھ کذا فی البیضاوی ۱۲ . ۵ قوله فی تقطع ہو گیا الخ  
اشارۃ الی تقدیر ہکذا لقد وقع التقطیع بینکم ۱۲ .

(بقية صفحہ ۵۷) الثَّامِنُ الياس منهم من قال انه من اولاد هارون عليه السلام ومنهم من قال انه ادريس فيكون البيان مختصا بمن في الآية الاولى ويكون زكريا وما بعده ح معطوفا على مجموع الكلام السابق لا على داود كذا في الروح التَّاسِعُ اعلام في اليسع زائدة العَاشِرُ من في آياتهم ومن بعدهم للتبعض والضمير الى المجموع ولا يقتضى ان يكون لكل منهم اب او ابن و اخ او كذلك القول في آياتهم الكتب فان المحكوم عليه هو المجموع فلا يلزم ان يكون لكل كتاب نعم الحكم والنبوة مشتركان بين الجميع **الحَادِثُ عَشْرِينَ** ان الهداية في نوحا هدينا مجمل وفي هدينا هم تفصيل له وفي هدى الله باعتباره مكارم الاخلاق من الصبر وغيره **الثَّانِي عَشْرِينَ** ان الضمير في بها الى النبوة بطريق الاستخدام لان الكلام مع هؤلاء انما هو في نبوة محمد ﷺ **الثَّالِثُ عَشْرِينَ** امره ﷺ بالاقتداء بهذهم لا من حيث نسبتها اليهم بل الى الله تعالى والاضافة للموافقة **الرَّابِعُ عَشْرِينَ** التشبيه في كذلك نجزي انما هو باعتبار مطلق الجزاء فلا يرد ان كل محسن لا يعطى ما اعطى النبيون ١٢ . **الخَامِسُونَ عَشْرِينَ** الضمير في عليه وهو للقرآن والتبليغ لدلالة الكلام عليه وان لم يذكر مصرحا . **الْثَّانِي عَشْرِينَ** في الروح لم يظهر لى السر في هؤلاء الانبياء العظام عليهم الصلوة والسلام على هذا الاسلوب المشتمل على تقديم فاضل على افضل ومتاخر بالزمان على مقدم وكذا السر في التقرير اولا بقوله وكذلك نجزي الخ وثانيا بقوله كل من الصالحين اه قلت وقد اشير الى اكثر هذه الفوائد في اثناء الترجمة فافهم ١٢ .



إِنَّ اللَّهَ فَلَقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ۝ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ

بیشک اللہ تعالیٰ بھانے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بیجان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ اللہ یہ ہے سو تم کہاں انہی چلے جا رہے ہو۔ صبح کا نکالنے والا ہے، اور اس نے رات کو راحت

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ذَلِكْ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا

کی چیز بنائی ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے، یہ تمہاری ہوتی بات ہے اس کی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں

بِهَافٍ ظَلُمْتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو، بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور

وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا

ایک جگہ چند رہنے کی بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نبات کو نکالا پھر

مِنْهُ خَضِرًا مُخْرِجًا مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ

ہم نے اس سے ہر شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گیسے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک

وَالزُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکے کو دیکھو۔ ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر (مطلق) ہے (کہ اس طرح حرکت پیدا کرنے پر اس کو قدرت ہے اور) بڑے علم والا ہے (کہ اس رفتار کی مصلحتیں اور حکمتیں جانتا تھا اس لئے اس خاص طرح پر ٹھہرا دیا) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ) کیلئے ستاروں کو پیدا کیا (اور وہ فائدہ یہ ہے) تاکہ تم ان کے ذریعہ سے (رات کے) اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو بیشک ہم نے (یہ) دلائل (توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں (اور گو پہنچیں گے سب کو مگر نافع ان (ہی) لوگوں کیلئے ہونگے جو) (بھلے برے کی کچھ) خبر رکھتے ہیں (کیونکہ غور ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اصل میں) ایک شخص سے (کہ آدم علیہ السلام ہیں) پیدا کیا پھر (آگے کو والد و تناسل کا اس طرح سلسلہ جاری چلا آ رہا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے لئے مرتبہ مادہ میں) ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے (یعنی ماں کا رحم) ایک جگہ چند رہنے کی (یعنی باپ کی پشت لقولہ تعالیٰ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ) بیشک ہم نے (یہ) دلائل (بھی توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں (عام طور پر مگر ان کا نفع بھی مثل سابق) ان (ہی) لوگوں کیلئے (ہوگا) جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (یہ تفصیل ہوگئی يُخْرِجُ الْحَيَّ الْمَيِّتِ السَّخِ کی) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف) سے پانی (بارش کا) برسایا پھر

**تفسیر:** ربط: اوپر مسئلہ رسالت کی تحقیق مع اسکے متعلقات کے تھی اور اس سے اوپر مسئلہ توحید مذکور تھا آگے پھر توحید کی طرف عود ہے اور اس کے ساتھ چونکہ استدلال میں اپنی نعمتوں کا ذکر ہے اپنے منعم ہونے کا بھی بیان ہے تاکہ شرک کا قبح طبعی بھی ظاہر ہو جاوے۔

عود بسوئے اثبات توحید:

إِنَّ لِلَّهِ فَلَقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى (الہی قولہ تعالیٰ) إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ بیشک اللہ تعالیٰ بھانے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو (یعنی زمین میں دبانے کے بعد جو دانہ یا گٹھلی پھوٹی ہے یہ اللہ ہی کا کام ہے) وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے (جیسے نطفہ سے آدمی پیدا ہوتا ہے) اور وہ بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے (جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) اللہ یہ ہے (جس کی ایسی قدرت ہے) سو تم (اس کی عبادت چھوڑ کر) کہاں (غیر اللہ کی عبادت کی طرف) اٹلے چلے جا رہے ہو وہ (اللہ تعالیٰ) صبح (صادق) کا (رات میں سے) نکالنے والا ہے (یعنی رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق ظاہر ہوتی ہے) اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے (کہ سب تھکے تھکے سو کر آرام پاتے ہیں) اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے (یعنی ان کی رفتار منضبط ہے جس سے اوقات کے انضباط میں سہولت ہو) یہ (حساب سے ان کی رفتار ہو) ٹھہرائی



کہ بارش ذوجہات ہے مبدأ کے اعتبار سے تو علوی اور منتہی کے اعتبار سے سفلی اور مسافت کے اعتبار سے کائن فی الجہ۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ لِيَهْتَدُوا بِهَا السَّبِيلَ اس میں اسباب کا اثبات اور ان سے مستفیع ہونے کی مشروعیت پر دلالت ہے اور یہ علی الاطلاق منافی توکل نہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ اَنْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ اس میں دلالت ہے کہ خلق کی طرف نظر کرنا جب کہ للحق ہو مذموم نہیں بلکہ اگر مقصود میں اس کی طرف احتیاج ہو تو مطلوب ہے پس خلق اس وقت حق تعالیٰ کی مرآۃ ہو جاتی ہے ۱۲

**الصفات:** الاصبح مصدر اصبح اذا دخل فی الصبح سمی الصبح السکن کل ما یسکن الیہ الرجل ویطمئن من زوج او حبیب یقال له سکن الحسبان المصدر منصوب اما بنزع الخافض او بكونه مفعولا لجعل بتقدير ذوا ویجعل بمعنی المحسوب النبات کالنبت ما یخرج من الارض من النامیات علی ما قالہ الراغب فهو بمعنی المنبوت وخص فی العرف بما لا ساق له فالاضافة للصفة الی الموصوف الطلع فی القاموس الطلع من النخل شئی یخرج کانه فعلاں مطبقان والحمل بینہما منضود والطرف محدد وما یدو من ثمرته فی اول ظهورها وقشرها یسمی الکفری وما فی داخلہ الا غریض لیباضہ القنوان جمع قنوب بمعنی العذق وهو للتمر بمنزلة العنقور للغیب ۱۲۔

**النحو:** قولہ فمستقر خبرہ مقدر اے فلکم مستقر قولہ ومن النخل یدکی منہ من طلعاها وهو خبر مقدم والمبتدأ قنوان دانیه ولم اطلع علی السرف فی تغییر عنوانہ حیث لم یقل قنوا نادریۃ ۱۲۔

**البلاغة:** قولہ یدکی الخ فی الروح اختار ابن المنیر کون مخرج معطوفا علی یخرج قال وقد وردا جمیعاً بصیغۃ المضارع کثیراً لا انه عدل عن ذلک استحضاراً له فی ذہن السامع لان العناية فیہ اقوی لکون اخراج الحی من المیت اظهر فی القدرة من عکسہ وهو ایضاً اول الحالین والنظر اول ما یدأ فیہ وسهل عطف الاسم علی الفعل لکون الاسم فی معنی الفعل اه الاقرب فی اختلاف الفواصل بقولہ یعلمون ویفقهون ویؤمنون ان یقال ہی بمعنی واحد الا انه لما ارید فصل کل آیۃ بفاصلة تنبیہاً علی استقلال کل منها بالمقصود من الحجة وکرہ الفصل بفواصل متساویۃ لفظاً لتکرار عدل الی فاصلة مخالفة تحسیناً للنظم وافتناناً فی البلاغة کذا فی الروح ۱۲۔ قولہ جنات فی الروح لعل زیادة الجنات ہنا کما قبل من غیر اکتفاء بذكر اسم الجنس کما فیما تقدم وما تاخر لما ان الانتفاع بهذا الجنس لا یتأتی غالباً الا عند اجتماع طائفة من افرادہ ۱۵۔

**اختلاف القراءة:** فی قراءة جنات بالرفع علی الابتداء اے ولکم جنات ۱۲۔

ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے (باوجود) اس کے واحد ہونے کے (ہر (مختلف) قسم کے نباتات کو (زمین سے) نکالا (اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ سبب واحد کے مسبب مختلف) پھر ہم نے اس (نبات کے اول نمودار ہونے والی چیز) سے (جو اول زمین سے نکلتی ہے جس کو بعض لغات میں سوئی یا کھوٹی کہتے ہیں اور رنگ میں زرد ہوتی ہے) سبز شاخ نکالی کہ اس (شاخ) سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں (یہ تو غلوں کی کیفیت ہے جس کا ذکر اجمالاً فائق الحب میں آچکا ہے) اور کھجور کے درختوں سے یعنی انکے گچھے میں خوشے (نکلتے) ہیں جو مارنے بوجھ کے (نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور (اسی پانی سے ہم نے) (انگوروں کے باغ پیدا کئے) اور زیتون و انار کے درخت پیدا کئے) جو کہ (بعضے انار اور بعضے زیتون پھل کی صورت شکل و مقدار و رنگ و مزہ کے اعتبار سے) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور (بعضے) ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا) ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ پھلتا ہے (کہ اس وقت بالکل کچا بد مزہ ناقابل انتفاع ہوتا ہے) اور (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو (کہ اس وقت سب اوصاف میں کیسا کامل ہو گیا یہ بھی خدا کی قدرت کا ظہور ہے) ان (امور) میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود ہیں) (اور گویا باعتبار تبلیغ کے سب کے لئے ہیں مگر انتفاع کے اعتبار سے) ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہیں) جو ایمان لانے کی فکر کرتے ہیں (یہ میوے اور پھلوں کا بیان ہوا جن کا ذکر اجمالاً والنوی میں آچکا ہے) **ف:** ان مضامین میں ایک عجیب ترتیب مرئی ہے وہ یہ کہ یہاں تین قسم کی کائنات مذکور ہیں۔ سفلیات، علویات، کائنات جو اور شروع کیا سفلیات سے کہ وہ ہم سے اقرب ہیں اور پھر اس کے دو حصے کئے ایک بیان نباتات، دوم بیان انفس۔ اول کو مقدم کیا کہ بہ نسبت دوم کے اظہر ہے اور دوم اذق ہے چنانچہ نقلیات نطفہ کا ادراک اطباء کے ساتھ مخصوص ہے بخلاف نقلیات نباتیہ کہ عام طور سے مشاہد ہے۔ پھر کائنات جو کو ذکر کیا صبح و لیل پھر علویات کو ذکر کیا شمس و قمر و نجوم۔ پھر چونکہ سفلیات کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے اس کو مکرر لا کر اس پر ختم فرمایا مگر پہلے وہ اجمالاً مذکور تھے اب تفصیل سے مذکور کئے گئے لیکن تفصیل کی ترتیب میں اجمال کی ترتیب کا عکس کر دیا گیا کہ بیان انفس کو مقدم کیا اور بیان نباتات کو موخر۔ ممکن ہے کہ اس کا مبنی یہ ہو کہ اس مفصل بیان میں اظہار نعمت کا عنوان اختیار کیا گیا ہے تو اس حیثیت سے منعم علیہ بوجہ مقصود متبوع ہونے کے قابل تقدیم کے ہوا اور بیان نباتات میں ترتیب سابق باقی ہے کہ جنوب کی کیفیت نوی پر مقدم رہی۔ اور بارش کا درمیان میں ذکر آنا ہر چند کہ تبعاً للنبات ہے لیکن اس میں ایک اور لطیفہ بھی ہو سکتا ہے وہ یہ



**ملحقات الترجمة:** ١. قوله في فائق نكائى والاشارة الى ان المنفلق في الاصل الظلمة الخارج منها نوراً يصبح لكن للمجاورة بينهما اعتبر الانفلاق في الصباح مبالغة كان الفجر كان مطويا في الليل كالثواب المطوى في الصندوق فتح الصندوق اولا ثم نشر الثوب ثانيا فكانما انشق الليل اولا فخرج منه الفجر كالشئى المشتمل المنعمر ثم انشق هذا الفجر فخرج من داخله النور المنتشر وهذا التقرير من المواهب ١٢. ٢. قوله في لتهتدوا قائده اشارة الى انه يدل من لكم ١٢. ٣. قوله في ظلمات رات اشارة الى ان اضافة الظلمات الى البر والبحر للملاسة لان الظلمات في الاصل الليل ١٢. ٤. قوله في مستقر رحم لقوله تعالى ونقر في الارحام ما نشاء وفسر المستودع بقريئة المقابلة ١٢. ٥. قوله في مستودع پشت معنى الاستيداع في الصلب ذكره البيضاوى في الطارق وتوضيح المقام ان اصل الولد هو المنى وقال البقراط ومتابعوه ان اصل مادته ينزل من الدماغ الى النخاع من طريق العرقين الواصلين اليه من خلف الاذنين وينضم اليها هناك مادة اخرى متولدة في جميع الاعضاء الرئيسة وغيرها من طريق العروق الواصلة من تلك الاعضاء وبين النخاع وتنزل تلك المادة المجتمعة من النخاع الى الكليتين وتجري منهما الى العرق الواصل بينهما وبين الانثيين وتنضج هناك الى ان تصرب الى البياض ثم منه الى الانثيين وتنضج هناك نضجاً ما فتصير منيا بالفعل وقال آخرون مادة المنى تخرج من جميع البدن من غير ان يكون لها اصل في عضو بعينه تنجذب منه اولا الى الكبد ثم تخرج منها الى الكليتين من طريق شعب الاجوف فينفصل هناك عنها مايتها ويبقى غليظها ثم منها الى الانثيين فتضج هناك نضجاً ما فتصير منيا بالفعل

فعلى ما قال البقراط مكث المنى في الصلب ليس الا زمان بقائه في النخاع والكليتين وهو اقل قليل بالنسبة الى المكث في الرحم واما على ما قال آخرون فالمكث فيه ليس الا زمان بقائه في الكليتين فقط لان الكليتين واقعتان في اسفل الصلب وهو اقل من الزمان الاول ايضا هذا اذا كان المراد بالصلب الظهر مجازاً والا فالصلب ليس محلاً للمنى على هذا القول وعلى القول الاول مكثه فيه ليس الا زمان بقائه في النخاع فقط والاقرب الى الصواب هو ما قال البقراط لان العرقين المائين من خلف الاذنين اذا قطعاً انقطع التناسل والله اعلم ١٢. ٦. قوله في الايت لقوم يفقهون بكي اشار الى ان المشار اليه بذلك هي الدلائل المذكورة قريباً لا جميع ما ذكره ١٢. ٧. قوله في من السماء طرف ٤ كما في البيضاوى ١٢. ٨. قوله في اخرجنا به واحد اشارة الى قوله تعالى يسقى بماء واحد ١٢. ٩. قوله في نخرج كما س من اشارة الى كون نخرج صفة ١٢. ١٠. قوله في دانية بارى بوجه كى كما في الروح ١٢. ١١. قوله في جنات اى پانى من اشارة الى كونه معطوفاً على نبات وهو الراجح على عطفه على حضرا او حبا لانهما يستلزمان دخوله في النبات وهو مختص في العرف بما لا ساق له كذا في الروح كالخضر فانه يختص بما لا ساق له صرح به في الخازن ١٢. ١٢. قوله في الزيتون والرمان درخت اشارة الى ان المراد بالزيتون والرمان شجرتهما ليسهل ارجاع الضمير في ثمره ١٢. ١٣. قوله في مشتبهاً بفضة اثار الخ لم يعمم للنخل والزرع لقوله تعالى في الآية الاخرى وهو الذى انشا جنات معروشات وغير معروشات والنخل والزرع مختلفا اكله والزيتون والرمان متشابهها وغير متشابه ١٢. ١٤. قوله في يومنون فكر كذا في الروح



وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ۝ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ

وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ

لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اللہ کے ولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اسکے کوئی بی بی تو ہے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی

إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَأَعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَا تَدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ وَهُوَ

عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو تم لوگ اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی، اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے، اور وہی بڑا ہر ایک بین باخبر ہے۔ اب بلاشبہ

اللطيفُ الْخَبِيرُ ۝ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝

تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بنی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں، سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا، اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا، اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔ اور ہم اس طور پر

وَكَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّمَا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا

دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندیوں کیلئے خوب ظاہر کریں۔ آپ خود اس طریق پر چلتے رہے جسکی

هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا مَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝

وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا،

وَلَا تَسْتَبِئُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْتَبِئُوا اللَّهَ عَدُوًّا لِغَيْرِهِمْ كَذَلِكَ نُبَيِّنُ لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

اور نہ آپ مختار ہیں۔ اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براؤں جمل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو انکا عمل

مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

مرغوب بنا رکھا ہے، پھر اپنے رب ہی کے پاس انکو جاتا ہے سو وہ انکو جملہ دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر دلائل تو حید کا ذکر تھا آگے تصریحاً تو حید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے۔

**ابطال شرک و اثبات تو حید:**

وَجَعَلُوا (الہی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور (مشرک) لوگوں نے (اپنے اعتقاد میں) شیاطین کو (ایسے) اللہ کا (جس کے صفات و افعال اوپر مذکور ہوئے) شریک قرار دے رکھا ہے (کہ ان کے اغواء سے شرک کرتے ہیں اور خدا کے مقابلہ میں ان کے کہنے پر چلتے ہیں) حالانکہ ان لوگوں کو (خود ان کے اقرار کے موافق بھی) خدا (ہی) نے پیدا کیا ہے (جب خالق کوئی اور نہیں تو معبود بھی کوئی اور نہ ہونا چاہئے) اور ان (مشرکین میں سے بعض) لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں (اپنے اعتقاد میں) محض بلا سند تراش رکھی ہیں (جیسے نصاریٰ حضرت مسیح اور بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے) وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ (خدا تعالیٰ کی جناب میں) بیان کرتے ہیں (یعنی یہ

کہ اس کا کوئی شریک ہو یا اس کے کوئی اولاد ہو) وہ آسمانوں اور زمین کا موجد (یعنی نیست سے ہست کرنے والا) ہے (اور دوسرا کوئی موجد نہیں پس معبود بھی اور کوئی نہ ہوگا اس سے تو شریک کی نفی ہوئی اور اولاد کی نفی کی دلیل یہ ہے کہ غیر مومنٹ کی اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے بی بی ہو اور ان دونوں کی مقارنت سے تیسری جاندار چیز پیدا ہو تو) اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اسکے کوئی بی بی تو ہے نہیں (جو موقوف علیہ ہے اولاد کی اور جب موقوف علیہ منفی ہے تو موقوف بدرجہ اولیٰ منفی ہے) اور اللہ تعالیٰ نے جیسا ان لوگوں کو پیدا کیا وخلقہم اور زمین و آسمان کو پیدا کیا بَدِيعُ السَّمَوَاتِ الخ اسی طرح اسی نے) ہر چیز کو پیدا کیا (پس معبود وہی ہو سکتا ہے) اور (جس طرح وہ خالقیت میں یکتا ہے اسی طرح اس صفت میں بھی یکتا ہے کہ) وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (ازلا بھی ابد بھی اور اس وصف میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں اور خلق بدوں علم کے ہو نہیں سکتا اس سے بھی ثابت ہوا کہ اور کوئی خالق نہیں) یہ (ذات جس کے صفات کمال بیان کئے گئے یہ) ہے اللہ تمہارا رب



اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا (جیسا اوپر بیان ہوا جب یہ صفات اللہ ہی میں ہیں) تو تم لوگ اس (ہی) کی عبادت کرو اور (پھر یہ کہ) وہ (ہی) ہر چیز کا کارساز (حقیقی) ہے (دوسرا کوئی کارساز بھی نہیں پس اس کی عبادت کرو گے تو وہ تم کو نفع حقیقی پہنچا دے گا اور دوسرا کیا دیدے گا غرض خالق بھی وہی علیم بھی وہی وکیل بھی وہی اور یہ سب امور مقتضی ہیں کہ معبود بھی وہی ہو اور اس کے علیم ہونے کی اور اس میں متفرد ہونے کی یہ کیفیت ہے کہ) اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی (دنیا میں تو اس طرح کہ کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا جیسا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور آخرت میں اس طرح کہ اہل جنت کو دیکھیں گے جیسا کہ نیز دلائل شرعیہ سے ثابت ہے لیکن احاطہ محال رہیگا اور جس محسوس بالہر کے ظاہر کا احاطہ احساس بھری سے محال ہو تو اس کی حقیقت باطنی کا کہ ظاہر کے مقابلہ میں بدرجہا خفی تر ہے احاطہ کرنا عقل سے جو کہ احساس سے بدرجہا زیادہ محتمل غلط ہے بدرجہ اولیٰ محال ہوگا) اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) سب نگاہوں کو (جو کہ اس کے احاطہ سے عاجز تھیں و جواباً) محیط ہو جاتا ہے (اسی طرح اور چیزوں کو بھی علماً محیط ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) اور (اس امر سے کہ وہ سب کو محیط ہے اور اس کو کوئی محیط نہیں لازم آگیا کہ) وہی بڑا باریک بین باخبر ہے (اور کوئی دوسرا نہیں اور یہی تھا تفرد فی کمال العلم جو ثابت ہو گیا) ف: حاصل مقام کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی مبصر و مری خواہ کیسا ہی اکبر و عظیم ہو ایسا نہیں کہ اس کا احاطہ کسی رائی کی بصر سے خواہ وہ کیسا ہی اصغر و احقر ہو محال ہو چنانچہ اس کا امکان باقتضائے عقل ظاہر ہے بخلاف حق تعالیٰ کے باوجود یکہ دنیا میں عقلاً مبصر ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے جیسا کہ ربّ آدنیٰ کی درخواست سے ظاہر ہے گو شرعاً ممتنع ہے جیسا کہ تَرْبِیُّنِی سے یقینی ہے نیز احادیث میں علی الاطلاق اسکی تصریح ہے اور آخرت میں مبصر ہونا واقع ہے لیکن احاطہ ہر حالت میں محال ہے اور یہ امر خواص باری تعالیٰ سے ہے پس یہ شبہ دفع ہو گیا کہ بعض اجسام عظیمہ پر بھی یہ امر صادق آتا ہے کہ لا یدر کہ الابصار وجہ دفع ظاہر ہے کہ وہاں ادراک بمعنی الاحاطہ محال تو نہیں پس نفی ادراک مذکور فی الآیہ مرتبہ استحالہ میں خواص واجب سے ہوا اور احاطہ عقلیہ کا محال ہونا مستقلاً بھی کتب کلامیہ میں مذکور ہے اور لا یدر کہ الابصار بھی بالاولیٰ اس پر دال ہے جس کی تقریر اثناء ترجمہ کر دی گئی اور یُذِلُّ الْاَبْصَارُ میں تخصیص البصار کی باقتضائے خصوصیت مقام ہے کہ مقام بیان البصار کا ہے خصوصیت حکم کی مقصود نہیں کیونکہ عموم دوسرے دلائل سے ثابت ہے اور اس کا مضمون خواص واجب سے اس طور پر ہے کہ ممکنات میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ دوسری چیز کا اس کو محیط ہونا محال ہو اور

اس کا احاطہ اس دوسری چیز کو واجب ہو پس لَا تُذِرُکَ الْاَبْصَارُ میں نفی مرتبہ استحالہ میں معتبر ہوگی اور یُذِلُّ الْاَبْصَارُ میں اثبات مرتبہ وجوب میں معتبر ہوگا اب دونوں حکموں کا خواص میں سے ہونا ظاہر و متیقن ہو گیا۔ اور ادراک کا جو ترجمہ کیا گیا اس سے معتزلہ کا استدلال در باب انکار رویت الہیہ کے اہل جنت کے واسطے ساقط ہو گیا اور ادراک کے یہ معنی ابن عباسؓ سے منقول ہیں چنانچہ درمنثور میں ہے اخرج ابن جریر عن ابن عباس لا تدركه الابصار لا يحيط بصراحد بالله تعالیٰ ۵۱۔ اور روح میں ہے والیہ ذهب الکثیر من ائمة اللغة و غیرہم پس مطلق رویت ثابت اور احاطہ منفی۔ اور حدیثوں میں جو حضور ﷺ سے اس سوال کے جواب میں ہل رایت ربک دو جواب آئے ہیں ایک تو رانی ارہ۔ دوسرا رایت نوراً پہلے جواب میں احاطہ مراد ہے اور دوسرے میں مطلق رویت۔ اور جاننا چاہئے کہ لیلۃ المعراج میں آپ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جیسا کہ جلالین میں تترجیح مستدرک حاکم بروایت حضرت ابن عباسؓ حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے رایت ربی عز وجل الحدیث وہ اس حکم امتناعی شرعی فی الدنیا سے مخصوص ہے اور شیخ اکبر رحمہ اللہ مساوات و ما فوقہا کو دنیا سے خارج فرماتے ہیں۔ اور آخرت میں داخل کرتے ہیں اس بناء پر کہ آخرت کا ایک زمانہ ہے جو قیامت میں آوے گا اور ایک مکان ہے جو اوپر مذکور ہوا پس یہ رویت آخرت میں ہوئی تھی فلا حاجة الی القول بالتخصیص۔

**دب:** اوپر دلائل اثبات تو حید و ابطال شرک کے مذکور ہوئے ہیں آگے مسئلہ رسالت کے متعلق اس کا بیان ہے کہ آپ کے ذمہ رسالت کی حیثیت سے صرف ان مضامین کی تبلیغ اور عبدیت کے اعتبار سے خود عمل پر استقامت ہے نہ کہ ان کے فکر و غم میں پڑ جانا۔

بیان وظیفہ رسالت و عبدیت:

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) وَمَا آتَتْ عَلَيْكُمْ يَوْكُنِل (آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بنی کے ذرائع (کہ وہ توحید و رسالت کے حق ہونے کے دلائل عقلیہ و نقلیہ ہیں) پہنچ چکے ہیں سو جو شخص ان کے ذریعے سے حق کو دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا۔ اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا (یعنی تمہارے اعمال کا) نگران نہیں ہوں (یعنی جیسا نگرانی کرنے والے کے ذمہ ہوتا ہے کہ ناشائستہ حرکت نہ کرنے دے یہ میرے ذمہ نہیں میرا کام صرف تبلیغ ہے) اور (دیکھئے) ہم اس (عمدہ) طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ



(منکرین تعصب سے) یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے (ان مضامین کو) پڑھ لیا ہے (مطلب یہ کہ تاکہ ان پر اور زیادہ الزام ہو کہ ہم تو اس طرح حق کو ثابت کرتے تھے اور تم پھر ایسا کہتے تھے اور یہ کہنا محض براہِ عناد تھا اور نہ بطلان اس کا ظاہر ہے) اور تاکہ ہم اس (قرآن کے مضامین) دانشمندوں کیلئے خوب ظاہر کر دیں (یعنی قرآن کے نازل کرنے کے تین فائدے ہیں ایک یہ کہ آپ کو اجر ملے تبلیغ ملے۔ دوسرے یہ کہ منکرین پر زیادہ مجرم قائم ہوتیسرے یہ کہ دانشمند و طالبان حق کو حق ظاہر ہو جاوے پس) آپ (یہ نہ دیکھئے کہ کون مانتا ہے کون نہیں مانتا) خود اس طریق پر چلتے رہئے جس (پر چلنے) کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے (اور اس طریق میں بڑی چیز یہ اعتقاد ہے کہ) اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں (اور اس طریق میں تبلیغ کا حکم بھی داخل ہے) اور (اس پر قائم رہ کر) مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے (کہ افسوس انہوں نے قبول کیوں نہ کیا) اور (وجہ خیال نہ کرنیکی یہ ہے کہ) اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے (لیکن ان لوگوں کی بدعنوانیوں سے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان کو سزا دیں اسلئے ویسا ہی سامان جمع کر دیا پھر ان کو آپ کب مسلمان بنا سکتے ہیں) اور (آپ اس فکر میں پڑیں ہی کیوں) ہم نے آپ کو ان (کے اعمال) کا نگران نہیں بنایا اور نہ آپ (ان اعمال پر عذاب دینے کے ہماری طرف سے) مختار ہیں (پس جب آپ کے متعلق نہ ان کے جرائم کی تفتیش ہے اور نہ ان کی سزا کا حکم شد ہے پھر آپ کو کیوں تشویش ہے)

**دلیل:** اوپر کے مضامین میں طریق مشرکین کا ابطال اور نیز مضامین مذکورہ کیساتھ اس کی تبلیغ کا امر بھی کیا گیا ہے آگے مشرکین کے معبودات باطلہ کو سب و شتم کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت فرما کر تبلیغ دین کے حدود قائم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر قوم سے مناظرہ کرنا تو جزو تبلیغ ہے لیکن دشنامی اور دلخراش الفاظ ان کے معظمین کے حق میں کہنا ممنوع وغیرہ ہے کہ وہ ہمارے معبود یا رسل و معظمین کی شان میں گستاخی کریں گے تو گویا اس کے باعث ہم ہوئے۔

نہی از مشامت با کفار:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (الٰہی قولہ تعالیٰ) فَيَكْفُرُوا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور دشنام مست دوان (معبودان باطلہ کو) جن کی یہ (مشرک) لوگ خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ (تمہارے ایسا کرنے سے) پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر (غصہ میں آکر) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے (اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کہ ایسی گستاخی کرنے والوں کو ساتھ کے ساتھ سزا کیوں نہیں مل جاتی کیونکہ) ہم نے (دنیا میں تو) اسی طرح (جیسا ہو رہا ہے) ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل (بھلا ہو یا برا ہو)

مرغوب بنا رکھا ہے (یعنی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنا طریقہ پسند ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ عالم اصل میں ابتلاء کا ہے پس اس میں سزا ضرور نہیں) پھر (البتہ اپنے وقت پر) اپنے رب ہی کے پاس ان (سب) کو جانا ہے سو (اس وقت) وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (اور مجرمین کو سزا دیدیگا) **ف:** بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جاوے ایک امر حرام یعنی گستاخی بجناب باری تعالیٰ کا وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہو جاوے گا۔ اس سے ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے اور ہر چند کہ اوپر یاد دہری آیات میں جو مضامین اثبات توحید و رسالت و ابطال شرک و کفر کے مذکور ہیں بعض اوقات ان پر بھی کفار گستاخی بجناب باری جل شانہ و تکذیب حضور پر نور ﷺ کے کلمات کہا کرتے تھے چنانچہ مقامات متعددہ میں وہ منقول ہیں لیکن ان مضامین کا بیان کرنا ممنوع نہیں ہوا وجہ فرق یہ کہ ان مضامین کا ظاہر کرنا واجب اور مطلوب عند الشرع تھا ایسے امر پر اگر کچھ مفاسد مرتب ہو جاویں تو اس امر کو ترک نہ کیا جاوے گا۔ یہ دوسرا قاعدہ ثابت ہوا اور دشنام بت امر مباح تھا واجب مطلوب عند الشرع نہ تھا ایسے امر پر جب مفاسد مرتب ہونگے اس کو ترک کرنا واجب ہوگا یہی فرق ہے دونوں امر میں۔ یہ دونوں فقہی قاعدے علم عظیم ہے بیشمار فروع کا حکم اور فیصلہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ روح المعانی میں ابو المنصور سے یہی فرق ایک سوال کے جواب میں جو ان سے پوچھا گیا تھا نقل کیا ہے اور ابن سیرین سے بھی اس کی تائید نقل کی ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو معبودان باطلہ کی تحقیر مذکور ہے وہ بقصد سب و شتم نہیں بلکہ مناظرہ میں بطور تحقیق مطلوب و استدلال و الزام خصم کے ہے جو مناظرات میں مستعمل ہے اور قرآن سے مخاطب کو فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیق مقصود ہے یا تحقیر اول جائز دوسرا ناجائز فقط۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ لَا تَذْكُرْهُ الْاَبْصَارُ الخ اگر بصر کو عام کہا جاوے بصر حسی اور بصیرۃ کو جیسا راغب نے کہا ہے تو ادراک کی تفسیر علم بکنہ کے ساتھ ہوگی اور حکم عام ہوگا دنیا اور آخرت کو۔ اور اگر بصر کو جارحہ کے ساتھ خاص کہا جاوے تو مراد نفی رویت کی ہوگی دنیا میں چنانچہ روح میں حسن سے یہی قید دنیا کی منقول ہے۔ قولہ تعالیٰ وَمَا آتَاكُم مِّنْهُ مَحْفِظًا اور اس کے بعد یہ قول وَمَا آتَاكُم مِّنْهُ يُوَكِّدُ اس میں اہل طریق کے اس معمول پر دلالت ہے کہ حق ارشاد ادا کر کے پھر کسی کے درپے نہیں ہوتے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ الْاَبْصَارُ الخ اس میں دلالت ہے کہ اگر کوئی طاعت کسی معصیت کا سبب بن جائے اور وہ طاعت واجب نہ ہو تو اس طاعت کو ترک کر دیا



ہذا ۱۲. ۹. قولہ فی زینا اصل الی ضرور اشار بہ الی دفع ما یرد من انہ کیف نزل العذاب باقوام سابقہ علینا وجہ الدفع ظاہر ان عدم الضرورة لا يستلزم ضرورة العدم وکم من عارض يقع خلاف الاصل بسبب ما ۱۲.

**حاشیہ:** (۱) فسر الزمخشري وغيره اللطيف بالذي يُلطف عن ان تدركه الابصار لكن الصحيح ما ترجمت به لان الاولى تفسير القرآن بالقرآن وقال عز وجل في موضع آخر لا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير ولا يخفى على من له ذوق صحيح ان معناه هناك هو ما ترجمته به في هذا المقام وظهر منه ما قال جل مجده في سورة لقمان اعني قوله يا بني انها ان تك مثقال حبة من خردل فتكن في صخرة او في السموات او في الارض يات بها الله ان الله لطيف خبير لان هذا المقام مقام احاطة علمه بادق شئ واخفاه ولا مناسبة لكونه غير مبصر بالمقام وهو اظهر من ان يخفى وايضا لو كان بمعنى الذي لا يدرك بالحاسة او الذي يُلطف عن ان يدركه الابصار للزم ان لا يرى في الآخرة ايضا لانه تعالى لطيف ازلا وابدا ولا يبعد ان يكون الباعث للزمخشري على تفسيره بالذي يُلطف عن ان تدركه الابصار تائيده لاعتزاله بنفي رؤية بالطف اشارة كما هو عادته علا ان المقصود من قوله تعالى لا تدركه الابصار كما يظهر بالتأمل في المقام ووضحته باتم بيان في التفسير مر ان احدهما نفى امكان احاطة البصر اياه وثانيهما اختصاص هذا الوصف به واللطيف اذا اريد به معنى غير المحسوس بحاسته البصر لا يستلزم شيئا منهما اما عدم استلزامه للاول فلان غير المبصر اعم مما لا يمكن احاطته بالبصر لصدق الاول بدون الثاني على الجواهر اللطيفة كالروح وغيره والاعم لا يستلزم الاختصاص واما عدم استلزامه للثاني فظاهر لعدم العلاقة وايضا كونه مستحيل الاحاطة بالابصار واختصاصه به المقصود بقوله لا تدركه الابصار لا تحتاج الى دليل لانه ليس مقصودا بالذكر بالذات وبالاصالة بل هو مذكور لرد استبعادنا الناشئ من قوله تعالى هو يدرك الابصار من انه كيف يدرك الابصار من لا يدرك بها هو نفسه وانما المحتاج اليه هو قوله جل مجده هو يدرك الابصار لكونه مقصودا اصليا لبيان كمال عنه كما لا يخفى على من له ذوق سليم فتفسير اللطيف بلطيف الادراك للمدركات هو الاولى ليكون ابلغ واكد في اثبات ما هو المقصود ولا يكون اشتغالا بآيات ما ليس بمقصود بشئ لا يشبه اصلا كما بسطناك باسبغ وجهه والله اعلم ۱۲ منه.

جائے اور اسی جگہ سے اہل ارشاد کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے امور سے منع کر دیتے ہیں جو ظاہر اطاعت سے معلوم ہوتے ہیں مگر ان کی نظر میں وہ مفی الی الفاسد ہوتے ہیں اور دوسرے نہیں سمجھتے۔

**اللفات:** فی الروح عن الراغب اصل الخرق قطع الشی علی سبیل الفساد من غیر تفکر ولا تدبر وهو ضد الخلق فانه فعل الشی بتقدير ورفق والخرق بغير تقدير آه.

**البلاغۃ:** الاكفاء فی الآیة علی نفی الحفیظ لاستلزامه نفی الوکیل فان الوكالة بالمعنی الذی ذکر مرتب علی الحفیظ كما هو ظاهر ۱۲.

**النحو:** عود ضمیر نبینہ الی بصائر بتاویل القرآن ۱۲. فی الروح یسبوا منصوب علی جواب النهی وقیل مجردم علی العطف كقولهم لا تمددها فتشققها ۱۲.

**اختلاف القراءة:** فی قراءة دارست علی وزن فاعلت ای درست اهل الكتاب وفي قراءة درست بتانیث الغائب ای قدمت هذه الآیات وعفت كقولهم اساطیر الاولین ۱۲.

**الروایات:** فی الباب قال عبد الرزاق انبأنا معمر عن قتادة قال كان المسلمون یسبون اصنام الكفار فیسب الكفار الله فانزل ولا تسبوا ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قولہ فی شركاء الجن شیاطین کو شریک اشارہ الی كونهما مفعولين لجعلوا وفائدة التقديم كما فی الكشف استعظام ان يتخذ لله شریک من كان ملكا او جنيا او انسيا او غير ذلك ولذلك قدم اسم الله علی الشركاء آه ۱۲. ۲. قولہ بعد یصفون اس سے تو شریک اشارہ الی ان الدلائل بعضها راجعة الی نفی الشریک وبعضها الی نفی الولد ويمكن الاستدلال باحدى الآيتين فی محل الاخری كما یسهل طریقہ بملاحظہ ما قررت فی تفسیر آیة وقالوا اتخذ الله فی آخر جزا آکم وفي تفسیر آیة ان فی خلق السموات والارض فی اول جزء سیقول ۱۲. ۳. قولہ قبل انی یكون غیر مؤنث قصد به اخراج مریم علیہا السلام ۱۲. ۴. قولہ فی خالق جیسا وپر اشارہ الی ان ذكره اعاده ولعل النکة فیها ان الاستدلال بالخلق فی هذا المطلب هو اصرح الطرق ووضحها. ۵. قولہ فی قد جانکم کہد تکی اشارہ الی تقدیر قل بقربینہ ما ذا علیکم وصرح به فی الروح ۱۲. ۶. قولہ قبل ولیقولوا سب کو ان اشارہ الی تقدیر المعطوف علیہ ای لتبلغ الی الجمیع المنقسمین الی القسمین القائلین درست وقوم یعلمون ولما كان فی كون هذا القول تعلیلا خفاء بینہ باوضح بیان بقولہ مطلب الخ ۱۲. ۷. قولہ فی اعرض خیال فاعراض ههنا عدم الالفاظ لا الکف افلا ننسخ ۱۲. ۸. قولہ بعد عدوا غصه فلا یرد ان القوم كانوا معترفین بالله فكیف يمكن



وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا

اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آ جاوے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آویں گے، آپ کہہ دیجئے کہ نشان سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر، کہ وہ نشان

إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي

جس وقت آ جاویں گے یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لاویں گے۔ اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ إِلَٰهٍ مَّا تَلَوْنَاهُ لَكُنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ وَكَلَّمَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَحْشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا

سرکشی میں حیران رہنچویں گے۔ اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے رو برو لا کر جمع کر دیتے تب بھی

كَانُوا لِلْيُؤْمِنُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ ۝

یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

ہے کیونکہ اللہ کے سوا معلوم نہیں کہ کس کا ظاہر ہونا حکمت ہے اور کس کا ظاہر نہ ہونا حکمت ہے البتہ بعثتِ رسل کے وقت مطلقاً کسی نشان کو ظاہر کر دینا اس میں حکمت یقینی ہے سو اللہ تعالیٰ بہت سے نشان صدق دعویٰ رسالت محمدیہ پر ظاہر فرما چکے ہیں جو کہ دلالت کے لئے کافی ہیں بس یہ ان کی فرمائش کا جواب ہو گیا) اور (چونکہ مسلمانوں کے دل میں خیال تھا کہ خوب ہوا اگر یہ نشان ظاہر ہو جاویں شاید ایمان لے آویں ان کو خطاب فرماتے ہیں کہ) تم کو اس کی کیا خبر (بلکہ ہم کو خبر ہے) کہ وہ (فرمائش) نشان جس وقت (ظہور میں) آ جاویں گے یہ لوگ (غایت عناد سے) جب بھی ایمان نہ لاویں گے اور (ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم بھی ان کے دلوں کو (حق طبعی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بنی کی نظر سے) پھیر دیں گے (اور ان کا یہ ایمان نہ لانا ایسا ہے) جیسا یہ لوگ اس (قرآن) پر (کہ معجزہ عظیمہ ہے) پہلی دفعہ (جب کہ وہ آیا) ایمان نہیں لائے (تو اب ایمان نہ لانے کو بعید مت سمجھو) اور (تقلیب البصار کا مطلب ظاہری تقلیب نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ) ہم ان کو ان کی سرکشی (وکفر) میں حیران (سرگردان) رہنے دیں گے (ایمان کی توفیق نہ ہوگی کہ یہ معنوی تقلیب ہے) اور (ان کے عناد کی تو یہ کیفیت ہے کہ) اگر ہم (ایک فرمائش نشان کیا کئی کئی اور بڑے بڑے فرمائش نشان بھی ظاہر کر دیتے مثلاً یہ کہ) ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے (جیسا وہ کہتے ہیں لَوْلَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْمَلَائِكَةَ) اور ان سے مردے (زندہ ہو کر) باتیں کرنے لگتے (جیسا وہ کہتے ہیں فَاتُوا بِالْأَيْنَاءِ) اور (یہ تو صرف اتنا ہی کہتے ہیں تَالِيًا لِلّٰهِ وَالْمَلَائِكَةُ قَبِيلًا) ہم (اسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ) تمام موجودات (غیبہ) کو (جس میں جنت دوزخ سب ہی کچھ) آگیا ان کے پاس ان کی آنکھوں کے رو برو لا کر جمع کر دیتے (کہ سب کو کھلم کھلا دیکھ لیتے) تب بھی یہ

**تفسیر: ربط:** اوپر آیات منزلہ سے مشرکین کا منتفع نہ ہونا مذکور تھا چنانچہ نَصْرُفُ الْآيَاتِ میں ان آیات کا اور اس کے بعد ان کا اپنے شرک پر قائم رہنے کا بیان ہے آگے مشرکین کا براہِ عناد فرمائش آیات کی درخواست کرنا مع جواب ذکر ہے جس کا قصہ ابن جریر نے محمد قرظی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ قریش سے آپ نے دعوتِ اسلام کے متعلق گفتگو کی وہ بولے آپ انبیاء سابقین کے ایسے ایسے معجزات کا بیان کرتے ہیں ایسا ہی کوئی معجزہ آپ بھی ظاہر کیجئے آپ نے تعین معجزہ کی پوچھی انہوں نے کہا کہ وہ صفا کو سونا کر دیجئے آپ نے پوچھا تم میرا اتباع کرو گے وہ قسمیں کھانے لگے کہ ہاں کریں گے آپ دعا کر نیکے واسطے کھڑے ہو گئے حضرت جبریل علیہ السلام وحی لیکر آئے کہ آپ چاہیں تو پہاڑ سونا ہو جاوے لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو میں ان پر عذاب نازل کروں گا اب چاہے اسکو اختیار کیجئے اور چاہے یوں ہی رہنے دیجئے جسکی قسمت میں ایمان ہے وہ (بقیہ معجزات کو کافی سمجھ کر) ایمان لے آویگا آپ نے فرمایا تو پھر یوں ہی رہنے دیا جاوے اس پر یہ آیت بَجْهَلُونَ تک نازل ہوئی کذافی الروح۔

**جواب اقتراح آیات:**

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ (الی قولہ) وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ اور ان (منکر) لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے (یعنی ہمارے) پاس (ان کی یعنی فرمائش نشانوں میں سے) کوئی نشان (ظہور میں آ جاوے تو وہ (یعنی ہم) ضرور ہی اس (نشان) پر ایمان لے آویں گے (یعنی نشان ظاہر کرنے والے کی نبوت کو مان لیں گے) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ نشان سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں (وہ ان میں جس طرح چاہے تصرف فرماوے دوسرے کو دخل دینا اور فرمائش کرنا بیجا



لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں مگر خدا ہی چاہے (اور ان کی تقدیر بدل دے) تو اور بات ہے (پس جب ان کے عناد و شرارت کی یہ کیفیت ہے اور خود بھی وہ اس کو جانتے ہیں کہ ہماری نیت اس وقت بھی ایمان لانے کی نہیں تو اس کا مقصد یہ تھا کہ نشانوں کی فرمائش نہ کرتے کہ محض بیکار ہے) لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں (کہ ایمان لانا تو قصہ نہیں پھر خواہ مخواہ کی فرمائشیں کہ جہالت ہونا اس کا ظاہر ہے) **ف: لَيُؤْمِنُنَّ بِهِمَا** میں کفار کے قول کی نقل ہے اور **إِنَّمَا الْأَيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ** میں ان کا جواب ہے اور **مَا يَشْعُرُونَ** سے آخر تک مسلمانوں کو فہمائش اور خطاب ہے جواب کا حاصل تقریری ترجمہ سے ظاہر ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ رسول مدعی نبوت ہے اور آیات خارجہ اس دعویٰ کی دلیل ہے اور مدعی کے ذمہ حسب قضیہ عقلیہ مطلق دلیل کا قائم کرنا ضروری ہے تعین کسی خاص دلیل کی ضروری نہیں اس لئے ان منکرین کو آیات جدیدہ کے طلب کا کوئی حق حاصل نہ تھا ہاں دلائل قائم کردہ پر جرح و قدح کریں تو اس کا جواب اصالتاً یا نیابتاً مدعی کے ذمہ ہے جس کیلئے ہر مدعی حقانیت اسلام اب بھی آمادہ ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ عدالت میں کسی نے ہزار روپیہ کا دعویٰ کسی شخص پر کیا اور معتبر گواہ دو یا چار پیش کئے مدعی علیہ کو یہ تو اجازت ہوگی کہ ان گواہوں کا مجروح ہونا ثابت کرے اور مدعی سے اس کا جواب طلب کیا جاوے گا لیکن یہ اختیار نہیں دیا جائے گا کہ باوجود ان گواہوں میں کسی خرابی کے ثابت نہ کر سکنے کے یوں کہے کہ میں تو فلاں فلاں اشخاص کی گواہی کو حجت سمجھوں گا ان موجودہ گواہوں کو میں نہیں مانتا حاکم عدالت ہرگز اس بیہودہ عذر کو سماعت نہ کرے گا اور مدعی کو ڈگری دیدیگا اور مدعی علیہ بک لگایا کرے اس کا گھریا سب قرضہ میں نیلام کر لیا جاوے گا اس تقریر سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ معجزات جدیدہ کی ضرورت نہ تھی اب یہ کہ اگر ہو جاتا تو کیا ضرر تھا سو اس ضرر کا بیان دوسری آیات میں ہے چنانچہ اسی سورہ کے شروع میں آیت **وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا مَكِّئٌ** کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور اسی ضرر کی وجہ سے حضور ﷺ نے بھی حق تعالیٰ کے پوچھنے پر اسی عدم نزول آیت مقترحہ کی شق کو اختیار فرمایا جیسا کہ تمہید میں مذکور ہوا اور **تُقَلِّبُ الْخ** سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو خراب کر دیا پھر مواخذہ والزام کیا۔ اس کا جواب چند موقع پر گزر چکا چنانچہ اجمالاً یہاں بھی قبل ترجمہ و قلب کے اشارہ کر دیا گیا ہے اس عبارت سے ”ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے“ پس اس تقلیب کا سبب ان کا اعراض ہے یہ نہیں کہ ان کے قلوب و افئدہ حق کی طرف پہلے سے متوجہ ہوں اور پھر تقلیب واقع ہو حاشا وکلا بلکہ توجہ کیساتھ تو یہ وعدہ ہے **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** لایۃ خوب سمجھ لو ولله الحمد اور لفظ

اکثر اس لئے بڑھایا کہ علم الہی میں بعض لوگ ایمان لاناوالے تھے۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ **وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ مَع قَوْلِهِ وَلَوْ أَنَّنَا إِلَى قَوْلِهِ مَتَّاعُونَ لَيُؤْمِنُنَّوْا** مجموعہ میں دلالت ہے کہ خوارق کے معائنہ سے نفع لازم نہیں پس ان کا طلب کرنا ہدایت کا طریق نہیں بلکہ اس کا طریق بینات کا اتباع ہے (پس شیخ میں بھی کرامات کا تتبع نہ کرے اس کے کمال علم و عمل کی تحقیق کے بعد اس کا اتباع کرے۔

**اللفظ:** قبل مصدر مقابلة ومعانة الجهد بالفتح والضم المشقة والطاقة فی موضع الحال ای جاہلین فی ایمانہم بان اتوا بالحلف علی ابلغ ما فی وسعہم ۱۲۔

**النحو:** ما یشرکم قال البیضاوی ما یشرکم وما یدریکم استفہام انکار الی قولہ ای لاتدرون انہم لا یؤمنون قال العصام خطاب المؤمنین یمنعہم عن تمنی معنی الآیۃ المقترحة طمعا فی ایمانہم یقتضی بظاہرہ ان یقال لہم وما یدریکم انہا اذا جاءت یؤمنون فذکر لہ توجیہین۔ احدهما ان الاستفہام للانکاری ای لایشرکم شئی بانہا اذا جاءت لایؤمنون فلذلک تمنون ونحن نعلم ذلک فلا نجنی بہا والثانی ان مفعول الاشعار محذوف ای ما یشرکم ما یکون منہم وان من نعات لعل ای لعلہم اذا جاءتہم لایؤمنون وح لعل للاشفاق یعنی ینبغی ان تجوزوا عدم ایمانہم بل یکون الغالب عندکم ذلک فلا تمنوا آہ فی الروح والحاصل ان الاستفہام للانکار ولہ معنیان لم ولا وهذا الثانی هو المراد لا الاول والا فکان الظاہر یؤمنون ای لم تظنون انہم اذا جاءت یؤمنون ولیہ اقامة العذر للمؤمنین فی رغبتہم فی ذلک اہ بتغییر قولہ اذا جاءت راجع الی الآیات او الآیۃ ولکل وجهة ۱۲۔

**البلاغۃ:** قولہ اذا جاءت استعمال اذا دون ان مع المستقبل لزیادۃ التشیع علیہم کما فی الروح ۱۲۔

**اختلاف القراءة:** فی قراءة انہا بالکسر کانہ قال وما یشرکم ما یکون منہم لم اخبر بما علم منہم۔ ولی قراءة لا تؤمنون بالناء وفتح الهمزة خطاب للمشرکین علی طريقة الالتفات والمعنی ان عدم ایمانکم یقینی لعنادکم ولا یراد بہ نفی علمہم لانہم کانوا عالمین لعنادہم بل یراد بہ علی سبیل کنایۃ کون عدم ایمانہم یقینی بان یکون عدم اشعارہم کنایۃ عن علم اللہ تعالیٰ ویكون الشئی معلوماً للہ تعالیٰ کنایۃ عن کولہ یقینی فجعل المعنی ان عدم ایمانکم یقینی فافہم ویمكن ان یکون الخطاب علی هذه القراءة فی یشرکم للمؤمنین ولی لا تؤمنون للمشرکین کما فی قولہ تعالیٰ ولو اراکم کثیر الفشلتم من تلوین الخطاب من مخاطب الی آخر ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۹۲ پر)



وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعض دوسرے بعضوں کو چھٹی چیز کی باتوں کا دوسرا ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ

شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

ایسے کام نہ کر سکتے سوائے لوگوں کو اور جو کچھ افتر پر دازی کر رہے ہیں اس کو آپ نہ بچے۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جاویں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو

وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ۝ أَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتَغَىٰ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ اتَّبَعَتْهُمْ

جاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اس کی یہ حالت ہے کہ اس کے مضامین خوب

الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا

صاف صاف بیان کئے گئے ہیں۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔ اور آپ کے

مُبَدَّلَ لِكَلِمَةٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ

رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کا کوئی بدلہ نہ لے سکتا ہے۔ اور وہ خوب سن رہے ہیں۔ اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا مانے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

سے سبھاہ کر دیں۔ وہ محض بے حاصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیات میں کفار کے عناد و عداوت کا ذکر تھا جو کہ مٹی ہے اقوال و افعال مذکورہ کا آگے رسول اللہ ﷺ کی تسلی کی جاتی ہے کہ ایسی عداوت اور انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہے اور اس پر ایسے ہی آثار مرتب ہوا کئے ہیں۔

تسلیم نبی ﷺ در باب عداوت کفار و آثار او:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا (الشیطان) مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ اور (یہ لوگ جو آپ سے عداوت کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات آپ ہی کیلئے نہیں ہوئی بلکہ جس طرح یہ آپ سے عداوت رکھتے ہیں) اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی (جن سے اصل معاملہ تھا) اور کچھ جن (ابلیس اور اس کی اولاد) جن میں سے بعض (یعنی ابلیس اور اس کا لشکر) دوسرے بعضوں کو (یعنی کافر آدمیوں کو) چکنی چڑی باتوں کا دوسرا ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں (مراد ان سے کفر و مخالفت کی باتیں ہیں کہ ظاہر میں نفس کو بھلی معلوم ہوتی تھیں اور باطن میں مہلک تھیں اور یہی دھوکہ ہے جب یہ کوئی نئی بات نہیں تو اس کا غم نہ کیجئے کہ آپ کے ساتھ یہ لوگ ایسے معاملات کیوں کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ اس میں بعض حکمتیں ہیں اس وجہ سے ان کو ایسے امور پر قدرت بھی ہو گئی ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ (یہ) چاہتا (کہ یہ لوگ ایسے امور پر قادر نہ رہیں) تو (پھر) یہ ایسے کام نہ کر سکتے (مگر بعض حکمتوں سے ان کو قدرت دیدی ہے) سو (جب اس میں حکمتیں ہیں تو) ان لوگوں کو اور جو کچھ (یہ دین کے بارہ میں) افتر پر دازی کر رہے ہیں (جن

سے انکار نبوت جس پر عداوت مرتب ہے) اس کو آپ رہنے دیجئے (اس کی فکر و غم میں نہ پڑیئے ہم خود متعین وقت پر مناسب سزا دینگے کہ ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) اور (وہ شیاطین ان کافر آدمیوں کو اس لئے دوسرے میں ڈالتے تھے) تاکہ اس (فریب آمیز بات) کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جاویں جو آخرت پر (جیسا چاہئے) یقین نہیں رکھتے (مراد کافر لوگ ہیں اگرچہ اہل کتاب ہوں کیونکہ جیسا چاہئے ان کو بھی یقین نہیں ورنہ انکار نبوت پر جس پر قیامت میں سزا ہوگی کبھی جرأت نہ کرتے) اور تاکہ (میلان نفسانی کے بعد) اس کو (اعتقاد قلبی سے بھی پسند کر لیں اور تاکہ) (اعتقاد کے بعد) مرتکب (بھی) ہو جاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے **ف:** یہاں شیطان سے مجازاً عام مراد لیا گیا بقریہ تقسیم کے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر جگہ حقیقی معنی چھوڑ دیئے جاویں بلکہ اس معنی مجازی کی تقسیم میں خود حقیقت کا اثبات ہے کہ ایک قسم شیطان کی جن کو بتلایا ہے پس اس مجاز سے انکار وجود جن کی گنجائش حاصل نہ ہوئی اور یہاں دوسرے پر چونکہ موسوس الیہ میں میلان اور پھر عزم پھر فعل مرتب ہوا ہے اس لئے اس الفعل بالوسوسہ پر مذمت کی گئی بلکہ صرف مرتبہ عزم بھی ذم کیلئے کافی ہے ورنہ نرا دوسرے مضر نہیں گو موسوس کے حق میں بوجہ عزم غرور و اضلال وہ بھی گناہ ہے اور چونکہ منہیات سے بچنے میں خوف عذاب آخرت کو زیادہ دخل ہے اس لئے اس کی تخصیص کی گئی کیونکہ اگر کوئی خدا کا قائل ہو مگر آخرت کا منکر ہو تو گناہ سے بچنا مستبعد ہے۔



دلیل: او پر ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت پر جدید دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں آگے اس دلیل کو بتلاتے ہیں جو کہ اس بارہ میں کافی وافی ہے یعنی قرآن مجید اور اس کے ماننے نہ ماننے والوں کی حالت کا بیان فرماتے ہیں۔

دلالت قرآن بر نبوت و بیان حال مصدقین و مکذبین:

أَفَعَيِّرُ اللَّهَ أَنْ يَتَّبِعِيَ حُكْمًا (الٰہی) قَوْلُهُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے تمہارے درمیان میں جو مقدمہ رسالت میں اختلاف ہے کہ میں بحکم سرکاری اس کا مدعی ہوں اور تم منکر اور یہ مقدمہ اجلاس احکم الحاکمین سے میرے حق میں اس طرح طے اور فیصل ہو چکا ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کافی ثبوت اور دلیل یعنی قرآن مجید خود قائم فرمادیا ہے اور تم پھر بھی نہیں مانتے) تو کیا (تم یہ چاہتے ہو کہ اس خدائی فیصلہ کو کافی نہ قرار دوں اور) اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کر نیوالے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا (کامل فیصلہ کر چکا ہے کہ اس نے ایک کتاب (جو اپنے اعجاز میں) کامل ہے) تمہارے پاس بھیج دی ہے (جو اپنے اعجاز کی وجہ سے دلالت علی النبوة میں کافی ہے پس اس کے دو کمال تو یہ ہیں اعجاز و تنزیل من اللہ اور اس کے علاوہ اور وجوہ سے بھی کامل اور اس سے جو اور مقاصد ہدایت و تعلیم کے متعلق ہیں ان کے لئے کافی ہے چنانچہ) اسکی (ایک یعنی تیسری) حالت (کمال کی) یہ ہے کہ اسکے مضامین (جو دین کے باب میں اہم ہیں) خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور (چوتھا وصف کمال اسکا یہ ہے کہ کتب سابقہ میں اسکی خبر دی گئی تھی جو علامت ہے اسکے مہتم بالشان ہونے کی چنانچہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی توریت و انجیل) دی ہے وہ اس بات کو یقین کیساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کیساتھ بھیجا گیا ہے (اسکو جانتے تو سب ہیں پھر جن میں حق گوئی کی صفت تھی انہوں نے ظاہر بھی کر دیا اور جو معاند تھے وہ ظاہر نہ کرتے تھے) سو آپ شبہ کر نیوالوں میں نہ ہوں اور (پانچواں وصف کمال اس کا یہ ہے کہ) آپ کے رب کا (یہ) کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے (بھی) کامل ہے (یعنی علوم و عقائد میں واقعیت اور اعمال ظاہری اور باطنی میں اعتدال لئے ہوئے ہے اور چھٹا وصف کمال اسکا یہ ہے کہ) اسکے (اس) کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں (یعنی کسی کی تحریف و تغیر سے اس کا اللہ حافظ ہے وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) اور (ایسی کامل دلیل پر بھی جو لوگ تکذیب قلبی و زبانی سے پیش آویں) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ انکے اقوال کو) خوب سن رہے ہیں (اور انکے عقائد کو) خوب جان رہے ہیں (اپنے وقت پر انکو کافی سزا دیں گے) اور باوجود وضوح دلائل کے (دنیا میں زیادہ لوگ ایسے منکر اور گمراہ ہی) ہیں کہ اگر (بالفرض) آپ انکا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپکو

اللہ کے راہ (راست) سے بے راہ کر دیں (کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں چنانچہ عقائد میں) وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور (اقوال میں) بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں (اور ان کے مقابلہ میں بعضے بندگان خدا راہ پر بھی ہیں اور) بالیقین آپ کا رب ان کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی (بتلائی ہوئی) راہ (راست) سے بے راہ ہو جاتا ہے اور وہ (ہی) ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی (بتلائی ہوئی) راہ پر چلتے ہیں (پس جیسی گمراہوں کو سزا ملے گی راہ والوں کو انعام و اکرام ہوگا) ف: لَا يَكُونَنَّ اور رَأَتْ لُطْغَةً میں جو اسناد فعل کی جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس سے سنانا اوروں کو منظور ہے آپ کی طرف اسناد کرنے سے مبالغہ ہو گیا کہ جب آپ کو باوجود عدم احتمال امتراء و اطاعت ایسا کہا گیا تو دوسروں کی کیا ہستی ہے جیسا کہ اَبْتَعْنِي میں بھی ظاہر اسناد آپ کی طرف ہے اور مقصود تبسغون ہے جس کا معنی مناظرہ میں ملاطفت ہے جو کہ نفع فی الدعوت ہوتا ہے اور قرآن مجید کے یہاں چھ کمال کا بیان ہے وجہ ضبط یہ ہے کہ کمال کی دو قسمیں ہیں ذاتی و اضافی پھر ذاتی باعتبار کمال بلاغت کے ہے جس کی طرف الکتاب میں اشارہ ہے یا باعتبار احکام و مضامین کے ہے پھر اس میں دو درجے ہیں ذات و کمیت احکام کی جس پر مفصلاً دال ہے اور کیفیت و صفت احکام کی جو کہ صدقاً وعدلاً کا مدلول ہے۔ اور اضافی یا باعتبار منزل بصیغہ اسم فاعل کے ہے جس کا هُوَ الَّذِي اَنْزَلَ میں ذکر ہے اور یا باعتبار منزل بصیغہ اسم مفعول کے ہے پھر اس میں دو اعتبار ہیں ایک تائید کا کہ دوسری کتب منزلہ اس کی مؤید ہوں جو کہ يَعْلَمُونَ سے مفہوم ہے دوسرا تفصیل کا کہ اس کو دوسری کتب منزلہ پر فضیلت ہو جو کہ لَا مُبَدِّلَ میں مذکور ہے واللہ اعلم۔

**مسائل السلوک:** اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ الخ مراد اس ظن سے وہ ظن ہے جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ باب احکام میں کشف والہام حجت نہیں خاص کر ان کا جزم کرنا تو بالکل ہی باطل ہے ۱۲۔

**اللفظ:** الوحی اصلہ الاشارة السريعة وذلك يكون بالكلام علی سبیل الرمز وقد يكون بصوت مجرد عن التركيب وباشارة بعض الجوارح وبالكتابة وبالاتقاء والوسوسة ایضا الزخرف اصلہ الزينة المزدقة وقد یخص بالباطل الصغو والصغی واویا ویانیا المیلان ۱۲۔

**النحو:** شیطین بدل من عدوا یوحی صفة لعدو وصح رجوع ضمیر الجمع نظرا الی الجس غرورا مفعول له وکنا لصغی وما بعلمه وجملہ لو شاء معترضة ولم ینصب لصغی کفرور الفقد شرط النصب اذا لغرور فعل الموحی فان المعنی لیغروهم والصغو فعل الموحی الیه ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۹۲ پر)



فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَقَدْ

جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی

فَصَلَّ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرٌ لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ

تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہیں، اور یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں

بِالْبُعْتِدِينَ ۝ وَذُرُوا ظَاهِرَ الْأَشْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْأَشْمَ سَيَجْزُونَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝

کو خوب جانتا ہے۔ اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو، بلا شبہ لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۝ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِذَ إِلَىٰ أُولِيهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بلا شبہ یہ گناہ کی بات ہے، اور یقیناً شیطان اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۝

اور تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

**تفسیر:** ربط: اوپر وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ لَمُشْرِكُونَ کے اتباع سے

مطلقاً منع فرمایا تھا آگے باقتضائے ایک واقعہ کے ایک خاص امر میں اتباع

کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ خاص مذبوح وغیر مذبوح کی حلت و حرمت

ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کو شبہ ڈالنا چاہا کہ اللہ کے مارے

ہوئے جانور کو تو کھاتے نہیں ہو اور اپنے مارے ہوئے یعنی ذبیحہ کو کھاتے ہو

اخر جہ ابو داؤد والحاکم عن ابن عباس بعض مسلمانوں نے حضور ﷺ

کی خدمت میں یہ شبہ نقل کیا اس پر یہ آیتیں لکھیں لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَزْلٌ ہوئیں رواہ

ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس کذا فی اللباب حاصل جواب یہ

ہے کہ تم مسلمان ہو اللہ کے احکام کا التزام کئے ہوئے ہو اور اللہ تعالیٰ نے

حلال و حرام کی تفصیل بتلا دی ہے پس اس پر چلتے رہو حلال پر حرام ہونے کا

اور حرام پر حلال ہونے کا شبہ مت کرو اور مشرکین کے وساوس کی طرف

التفات نہ کرو ان کو محض مجادلہ کرنا مقصود ہے فقط۔ اور تحقیق اس جواب کی یہ

ہے کہ اصول کے اثبات کے لئے تو دلائل عقلیہ درکار ہیں اور بعد ثابت ہو

جانے اصول کے اعمال اور فروع میں صرف دلائل نقلیہ کافی ہیں عقلیات کی

ضرورت نہیں بلکہ بعض اوقات مضمر ہے کہ ابواب شبہات مفتوح ہوتے ہیں

کیونکہ فروع میں دلیل قطعی کی کوئی سبیل نہیں البتہ اگر کوئی طالب حق و جو یا ئے

شفائے قلب ہو اس کے روبرو اقناعیات و خطابیات کا تبرعاً پیش کر دینا

مضاائق نہیں لیکن جب یہ بھی نہ ہو بلکہ مجادلہ ہی ہو تو اپنے کام میں لگنا چاہیے اور

معارض کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے ہاں اگر معرض کسی فرع کا عقلی قطعی دلیل

کے مخالف ہونا ثابت کرنا چاہے تو اس کا جواب بذمہ مدعی حق ہوگا مگر مشرکین

کے شبہ میں اس کا احتمال ہی نہیں اس لئے اس جواب میں صرف مسلمانوں کو

بقاعدہ مذکورہ بالا خطاب ہے کہ ایسے خرافات پر نظر مت کرو حق کے معتقد اور

عامل رہو اس بناء پر اس مقام میں مشرکین کے شبہ کا جواب صراحتہ مذکور نہ ہونا

محل شبہ نہیں ہو سکتا مگر اس پر بھی اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے جہاں کُلُوا

میں ذِکْرُ اللَّهِ اور لَا تَأْكُلُوا میں لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَزْلٌ ذکرِ اللَّهِ ذکرِ ذبح کے وقت

عادت سے اور دوسرے دلائل سے معلوم ہے کہ ذِکْرُ اللَّهِ ذکرِ ذبح کے وقت

ہوگا اور لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَزْلٌ کے تحقق کی دو صورتیں ہوں گی عدم ذبح اور عدم ذکر

عند الذبح پس حاصل جواب شبہ کا یہ ہوا کہ حلت کا مدار مجموعہ دو امر کا ہے ایک

ذبح کہ بوجہ اخراج دم نجس کے مزیل نجاست ہے جو کہ مانع حلت تھی۔

دوسرے اللہ کا نام لینا کہ مفید برکت ہے جو کہ حیوانات دمویہ میں شرط حلت

ہے اور علت کے اتمام کے مانع کا عدم اور شرط کا وجود دونوں امر ضروری ہیں

پس مجموعہ سے حلت ہوگی اور ایک جزو کے ارتقاع سے علت تامہ مرتفع ہوگی

اس لئے مفید معلول کو نہ ہوگی آگے یہ فرع فقہی ہے کہ ذکر اسم اللہ اگر حکمانہ

ہو تو بھی بمنزلہ حقیقت کے قرار دیا گیا جیسا کہ ائمہ میں متروک التسمیہ میں

کلام ہے اور جو حیوانات ماکولہ دموی نہیں ہیں یا جو اشیاء ماکولہ حیوان نہیں ہیں

چونکہ وہ دم نجس سے خالی ہیں لہذا ممکن ہے کہ اس میں اس تطہیر کے لئے اس

ادخال برکت کی ضرورت نہ ہو اور بدوں اس شرط کے وہ حلال قرار دیئے گئے

اس میں کوئی محذور نہیں لازم آتا خوب سمجھ لو۔

نہی مؤمنین از التفات شبہات مشرکین در احکام حلال و حرام:

فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ (الہی قولہ تعالیٰ) وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ



(اور جب آپ پر کفار کے اتباع کا مذموم ہونا معلوم ہو گیا) سو جس (حلال) جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام (بلا شرکت) لیا جاوے اس میں سے (بے تکلف) کھاؤ (اور اسکو مباح و حلال سمجھو) اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو (کیونکہ حلال کو حرام جاننا خلاف ایمان ہے) اور تم کو کون امر (از قبیل عقیدہ) اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام (بلا شرکت) لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے (دوسری آیت میں) ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہیں (اور اس کی تفصیل میں یہ مذہب جو علی اسم اللہ داخل نہیں۔ پھر اس کے کھانے میں اعتقاداً کیوں انقباض ہو) اور (ان لوگوں کے شبہات کی طرف اصلاً التفات نہ کرو کیونکہ) یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی (کہ انہی میں سے یہ بھی ہیں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی) اپنے غلط خیالات (کی بناء) پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے (پھرتے) ہیں (لیکن آخر کہاں تک خیر مناویں گے) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد (ایمان) سے نکل جانے والوں کو (جن میں یہ بھی ہیں) خوب جانتا ہے (پس یکبارگی سزا دیدیگا) اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو (مثلاً حلال کو حرام اعتقاد کرنا باطنی گناہ ہے جیسا کہ اس کا عکس بھی) بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو اس کے کئے کی عنقریب (قیامت میں) سزا ملے گی اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر (بطریق مذکور) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو (جیسا کہ مشرکین ایسے جانوروں کو کھاتے ہیں) بلاشبہ یہ (یعنی لَمْ يَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ) کا کھانا (گناہ کی بات ہے) (غرض نہ ترک میں انکا اتباع کرو اور نہ فعل میں) اور (ان لوگوں کے شبہات اس لئے قابل التفات نہیں کہ) یقیناً شیاطین (جن) اپنے (ان) دوستوں (اور پیروں) کو (یہ شبہات) تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے (بریکار) جدال کریں (یعنی اول تو یہ شبہات نص کے خلاف دوسرے غرض محض جدال اس لئے قابل التفات نہیں) اور اگر تم (خدا نخواستہ) ان لوگوں کی اطاعت (عقائد یا افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ (کہ خدا کی تعلیم پر دوسرے کی تعلیم کو ترجیح دو جہاں برابر سمجھنا بھی شرک ہے یعنی ان کی اطاعت ایسی بری چیز ہے اس لئے اس کے مقدمات یعنی التفات سے بھی بچنا چاہئے) **ف: مَا ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ** میں ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری یعنی تیر و باز اور کتے کا شکار جب کہ اس کے چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھی جاوے اور ذکر حقیقی و ذکر حکمی سب داخل ہے پس امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس پر بسم اللہ سہو ترک کر دی جاوے وہ حکماً ماذکر اسم اللہ علیہ میں داخل ہے البتہ عمد ترک کرنے سے امام صاحب کے نزدیک حرام ہوتا ہے۔

**مسائل السلوك:** وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا الْخَبْثَ روح میں امام ابوالمختار سے منقول ہے کہ بعض مسلمان تقشف و زہد کے سبب بعض طہیات کو نہ کھاتے تھے اس پر آیت نازل ہوئی اھ اس میں ممانعت ہے غلو فی الزہد سے جیسے بعض جاہل صوفی کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْأَشْمِ وَبَاطِنَهُ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ جس طرح جوارح سے ہوتے ہیں اسی طرح بعض گناہ قلب سے بھی ہوتے ہیں۔

**النحو:** مَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مَا اسْتَفْهَمْتُمْ مَبْتَدَأً وَلَكُمْ خَبْرُهُ وَإِنْ لَا تَأْكُلُوا نَزَعَ مِنْهُ الْخَافِضُ الِیْ اِیْ دَاعٍ لَكُمْ فِیْ اِنْ لَا تَأْكُلُوا۔ قولہ مَا اضْطُرُّرْتُمْ مَا مَوْصُولَةٌ فَلَا یَسْتَقِیمُ غَیْرُ جَعَلَ اِلِاسْتِثْنَاءَ مُنْقَطِعاً اِیْ لَکِنِ الَّذِیْ اضْطُرُّرْتُمْ اِلِیْ اَکْلِهِ مِمَّا هُوَ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ حَلَالٌ لَّکُمْ حَالُ الْضُرُورَةِ کَذَا فِی الْوُجُوحِ لَانِ جَعَلَ اِلِاسْتِثْنَاءَ مُتَصِلًا یَقْتَضِیْ اَنَّهُ لَمْ یَفْصَلْ حَکْمٌ مَا اضْطُرُّرْتُمْ اِلَیْهِ وَهُوَ فَاسِدٌ ۱۲۔

**البلاغۃ:** نقل فی الروح عن البعض وفائدة الا ما اضطررتم وقد اغنی عنه قوله سبحانه وقد فصل لكم لان تفصيل ما حرم يتضمن قوله تعالى الا ما اضطررتم اليه وكان الفائدة فيه والله تعالى اعلم المبالغة فی النهی عن الامتناع عن الاكل بان ما حرم يصير مما يوكل بخلاف ما حل فانه لا يصير مما لا يوكل فكيف يجتب عما يوكل فتأمل ۱۲۔

**الفقه:** قال بعضهم ان الشافعي فی حکمه بجواز متروک التسمية عامداً مخالف للنص القطعي اه وحاشاه عن ذلك بل هو متبع لهذا النص فانه يفسر ما لم يذكر اسم الله عليه بما ذكر اسم غير الله عليه بدليل قوله وانه لفسق وتفسير فسق بما ذكر كما قال تعالى او فسقا اهل لغیر الله به فافهم ولا تجترئ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی ابتداء الترجمة اور جب اشار به الی معنی الفاء ۱۲۔ ۲۔ قوله فی فكلوا بے تکلف الی قوله حلال اشار به الی ان المقصود فی الآية ليس ايجاب الاكل بل ايجاب اعتقاد المباح مباحاً ۱۲۔ ۳۔ قوله فی وما لكم از قبیل عقیده اشار به الی ما اشار الیه فی القول السابق فان الترك لعارض مباح ۱۲۔ ۴۔ قوله فی فصل دوسری آیت المراد بها عندی ما فی النحل فانها مکية نزلت قبل سورة الانعام كما فی الاتقان نعم يشکل علیه قوله تعالی فی النحل وعلى الذین هادوا حرماً ما قصصنا علیک من قبل المفسر بما فی الانعام وعلى الذین هادوا حرماً کل ذی ظفر الخ فانه يقتضى تقدم الانعام على النحل فی النزول فكيف يجوز هذا اللادر والجواب عنه انه يمكن ان يكون تقدم النحل على الانعام باعتبار اکثر الاجزاء لا کلها ویكون قوله تعالی وعلى الذین هادوا حرماً ما قصصنا الخ متاخراً عن سورة الانعام لاسیما عن قوله تعالی وعلى الذین هادوا حرماً کل ذی ظفر فافهم ویبعد ما قال الامام ان الحوالة فی التفصیل علی قوله قل لا آجد فیما اوحی ویستحیل ما قال غیره من الحوالة علی آية المائدة فان المائدة مدنية كما هو المشهور ۱۲۔ ۵۔ قوله فی باطنه مثلاً وهذا من المواهب ۱۲۔



أَوْ مَنْ كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا

ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور اسے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا،

كَذَلِكَ زَيْنٌ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُجْرِمِينَ لِيَمْنَكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْنَكُرُونَ

اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں، اور وہ لوگ اپنے

إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَاءَ تَهُمُ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ

ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔ اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے،

أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۝

اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے، غمخیز ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر زلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَكْرِهْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں، اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی

فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ

آسمان میں چڑھتا ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھینکا ڈالتا ہے۔ اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو

لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ لَهُمْ ذُرِّيَّتُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

صاف صاف بیان کر دیا۔ ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔

**تفسیر: ربط:** سرفی بالا کے اوپر آیات مقررہ کا غیر ضروری ہونا ثابت کر کے آیات قرآنیہ کا اثبات حق پر دلالت کرنے میں کافی ہونا اور اس کے ساتھ حق کی تصدیق اور تکذیب کرنے والوں کا حال مذکور ہوا تھا آگے اسی کی مزید توضیح ہے۔ بیان حال اہل حق و اہل باطل و کفایت قرآن در تعیین حق:

أَوْ مَنْ كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۝ ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ (یعنی گمراہ) تھا پھر ہم نے اس کو زندہ (یعنی مسلمان) بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور (یعنی ایمان) دیدیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے (یعنی ہر وقت وہ اس کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ سب مضرتوں سے مثل گمراہی وغیرہ محفوظ و مامون و بے فکر پھرتا ہے تو) کیا ایسا شخص (بد حالی میں) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ (گمراہی کی) تاریکیوں میں (گمراہ ہوا) ہے (اور) ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا (مراد وہ کہ مسلمان نہیں ہوا اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کہ کفر پر باوجود اسکے ظلمت ہونے کے وہ کیوں قائم رہا وجہ یہ کہ جس طرح مومنین کو ان کا ایمان اچھا معلوم ہوتا ہے) اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال (کفر وغیرہ) مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں (چنانچہ اسی وجہ سے یہ رؤساء مکہ جو آپ سے

مہمل فرمائشیں اور شبہات و مجادلات پیش کرتے رہتے ہیں اپنے کفر کو مستحسن ہی سمجھ کر اس پر مصر ہیں) اور (یہ کوئی نئی بات نہیں جس طرح مکہ کے رؤساء ان جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کے اثر سے دوسرے لوگ شامل ہو جاتے ہیں) اسی طرح ہم نے (پہلی امتوں میں بھی) ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو (اول) جرائم کا مرتکب بنایا (پھر ان کے اثر سے اور عوام بھی ان میں مل گئے) تاکہ وہ لوگ وہاں (انبیاء کو ضرر پہنچانے کے لئے) شرارتیں کیا کریں (جن سے ان کا مستحق سزا ہونا خوب ثابت ہو جاوے) اور وہ لوگ (گو اپنے زعم میں دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن واقع میں) اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں (کیونکہ اس کا وبال تو ان ہی کو بھگتنا پڑے گا) اور (غایت جہل سے) ان کو (اسکی) ذرا خبر نہیں اور (ان کفار مکہ کا جرم یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ) جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو (باوجود اسکے کہ وہ اپنے اعجاز کی وجہ سے دلالت علی البہوتہ میں کافی ہوتی ہے مگر یہ لوگ پھر بھی) یوں کہتے ہیں کہ ہم (ان نبی پر) ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے (یعنی وحی و خطاب) یا صحیفہ و کتاب جس میں ہم کو آپ پر ایمان لانے کا حکم ہو اور اس قول کا جرم عظیم ہونا



ہو جاتا ہے) کذابی الروح ملخصاً (پس اس میں دلالت ہوئی کہ استعداد فیضان کی شرط عادی ہے) قوله تعالى فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَهْدِهِ اللَّهُ لَهُ (اس میں اثبات ہے بسط قبض کے بعض اقسام کا اور وہ قبض وسط عقلی ہیں اور یہی دونوں باب سلوک میں اصل ہیں) (اور بسط قبض طبعی غیر معتد بہ ہیں) ۱۲۔

**النحو:** او من كان عندي ان الواو للاستيفان فلا يقتضى تقدير المعطوف عليه قدم عليهما همزة الاستفهام للتعجيل الى انكار المماثلة كما قالوا في قوله تعالى المكلما جاتكم رسول بما لا تهوى انفسكم استكبرتم الآية. قوله مثله في الظلمت الجار والمجرور خبر لمبتدا مقدر هو والجملة خبر لمثله المبتدا كما في الكشف كمن صفة هذه وهي قوله في الظلمات بمعنى هو في الظلمات آه. قوله اكبر مجرميها عندى ان اكابر مفعول اول ومجرميها مفعول ثان والمراد اكابرها مجرميها بقرينة المقام حذف المضاف اليه ايجازاً ۱۱۔

**البلاغة:** قوله او من كان ميتاً الخ ههنا سوالان الاول جعل المؤمن مشبهاً والكافر مشبهاً به ولم يعكس مع كونه اظهر في المقصود اى عدم كون الكافر مشار كافي فضل المؤمن الثانى ان الظاهر في الطرف الاخر ان يقال كمن كان ميتاً فلم نحيه وهو في الظلمات الخ والجواب عن الاول ان المقصود عدم كون المؤمن مشار كافي وبال الكافر الذى سبق الكلام السابق لاجله وليس المقصود ما ذكره السائل والجواب عن الثانى ان الاحياء والجعل لما كانا كانهما شئ واحد يفسر احدهما الآخر كان ذكر الظلمت في الطرف الآخر كانه ذكر لعدم الاحياء ايضا والايجاز من فنون البلاغة هذا ما عندى ولعل عند غيرى احسن منه ۱۲۔

قوله شديد بما كانوا يمكرون في الروح وحيث كان هذا من اعظم مواد اجرامهم صرح بسببه ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في يمشی مضرتون كذا في الروح ۱۲۔ ۲۔ قوله في كذاك زين جس طرح مؤمنين الخ كذا في البيضاوى ۱۲۔ ۳۔ قوله في اكبر ان كثر من اشار الى وجه تخصيص الاكابر بالذكر مع عموم الحكم. ۴۔ قوله في ليكروا فيها دها اخذ بمحصل ترجمة فيها ۱۲۔ ۵۔ قوله في حتى نؤتى هم كو آپ پر اشار الى دفع ايراد وهو انهم لما تمنوا النبوة فكيف علقوا ايمانهم به بمعنى التباعه له ﷺ بها فان النبى من حيث النبوة لا يلزم ان يكون تابعا لآخر وجه الدفع انهم لم يقصدوا النبوة استقلالاً بل قصدوا كونهم مامورين بالتباعه بواسطة الملك سواء سمي نبوة اولاً هو المعنى في قوله رسالته لا الرسالة الاصطلاحية المستقلة فالهم ۱۲۔ ۶۔ قوله في فمن يرد او پر جو مؤمن اشار الى وجه الترتيب بالفاء ۱۲۔ ۷۔ قوله في يشرح نور مذكور الذى ذكر في قوله نورا يمشی وفسر الشراح بالنور في الحديث ۱۲۔ ۸۔ قوله في حرجا بهت تك لان الحرج شدة الضيق كما في الروح والحرج بفتحين المصدر وصف به للمبالغة ۱۲۔ (بقية صفحہ ۵۹۸ پر)

ظاہر ہے کہ تکذیب اور عناد اور استکبار اور گستاخی سب کا جامع ہے آگے اللہ تعالیٰ اس قول کو رد فرماتے ہیں کہ (اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام (وحی کے ذریعہ سے) بھیجتا ہے) کیا ہر کس و نا کس اس شرف کے قابل ہو گیا۔ تا نہ بخشد خدائے بخشنده آگے اس جرم کی سزا کا بیان ہے کہ) عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر (یعنی آخرت میں) ذلت پہنچے گی (جیسا انہوں نے اپنے کو نبی کے مقابلہ میں عزت نبوت کا مستحق سمجھا تھا) اور سزائے سخت (ملے گی) انکی شرارتوں کے مقابلہ میں سو (اور جو مومن و کافر کا حال مذکور ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ) جس شخص کو اللہ تعالیٰ (نجات کے) راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ (یعنی قلب) کو (اسلام کو قبول کرنے) کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں (کہ اس کے قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا اور وہ نور مذکور یہی ہے اور جس کو تکویناً و تقدیراً بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ (یعنی قلب) کو اسلام (کے قبول کرنے سے) تنگ (اور) بہت تنگ کر دیتے ہیں (اور اس کو اسلام لانا ایسا مصیبت نظر آتا ہے) جیسے کوئی (فرض کرو) آسمان میں چڑ (ھٹا چا) ہٹا ہو (اور چڑھا نہیں جاتا اور جی تنگ ہوتا ہے اور مصیبت کا سامنا ہوتا ہے پس جیسا اس شخص سے چڑھا نہیں جاتا) اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانیوالوں پر (چونکہ انکے کفر اور شرارت کے سبب) پھٹکار ڈالتا ہے (اسلئے ان سے ایمان نہیں لایا جاتا) اور (اور جو اسلام کا ذکر ہے تو) یہی (اسلام) تیرے رب کا (بتلایا ہوا) ہے سیدھا راستہ ہے (جس پر چلنے سے نجات ہوتی ہے جس کا ذکر یُردِ اللہ اَنْ یَّهْدِيْکَ میں ہے اور اسی صراط مستقیم کی توضیح کے لئے) ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ہے (جس سے وہ اس کے اعجاز سے اس کی تصدیق کریں اور پھر اس کے مضامین پر عمل کر کے نجات حاصل کریں یہی تصدیق و عمل صراط مستقیم کامل ہے بخلاف ان کے جن کو نصیحت حاصل کرنے کی فکر ہی نہیں ان کے واسطے نہ یہ کافی نہ دوسرے دلائل کافی آگے ان ماننے والوں کی جزا کا ذکر ہے جیسا نہ ماننے والوں کی سزا اور کئی جملوں میں مذکور ہے پس ارشاد ہے کہ) ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) سلامتی (یعنی امن و بقاء) کا گھر (یعنی جنت) ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال (حسنہ) کی وجہ سے۔

**مسائل السلوک:** قوله تعالى اوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا الخ اس میں طریق حق کی معرفت کو نور فرمایا ہے اور یہ اطلاق قوم کی زبان پر دائر سائر ہے ۱۲۔ قوله تعالى اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ الخ یعنی منصب رسالت کا مدار کثرت مال و اولاد اور سامان دنیوی نہیں ہے بلکہ کمال استعداد ہے جس سے نفس قدسیہ پر رسالت کا فیضان



وَيَوْمَ يُخْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَمْعَشَرُ الْجَنِّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اُولِيْئِهِمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرینگے، اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا، جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا

بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا اَجَلَنَا الَّذِيْ اَجَلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خُلِدْتُمْ فِيْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے، بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُوْثِيْ بَعْضُ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَمْعَشَرُ الْجَنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

اور اسی طرح بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب۔ اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے

يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰتِيٍّ وَيُنْذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا

جو تم سے میرے احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے، وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیوی زندگی نے بھول میں ڈال رکھا ہے

عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلِكُلِّ

اور یہ لوگ مقرر ہو گئے کہ وہ کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں۔ اور ہر ایک کیلئے

دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ يَشَآءْ يَهْبِكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ مِّنْ

درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب۔ اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور آپ کا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھا لیوے

بَعْدَكُمْ مَا يَشَآءُ كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخِرِيْنَ ﴿۱۵﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَآتٍ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۶﴾ قُلْ يَقُوْمُ

اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کر دے جیسا کہ تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ یہ فرمادیجئے کہ اے میری

اَعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ فَاَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَن يَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ الدّٰرِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا، یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔

**تفسیر:** ربط: اوپر کی آیات میں محقین و مبطلین کے احوال میں ہر ایک کی جزا و سزا کا بھی بیان کیا گیا ہے آگے اس کے وقوع کا وقت اور اس کی بعض کیفیات اور اس کے بعض متعلقات اور باختلاف عنوان اس کی تکریر اور تقریر مذکور ہے اور دونوں جگہ یعنی اوپر اور آگے سزائے مبطلین کا زیادہ اور جزائے محقین کا مختصر تذکرہ ہے۔

**بیان بعض معاملات الہیہ بالمحققین و مبطلین در قیامت و در دنیا:**

وَيَوْمَ يُخْشَرُهُمْ جَمِيعًا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ اور (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے (اور ان میں سے بالخصوص کفار کو حاضر کر کے ان میں جو شیاطین الجن ہیں ان سے توبیخا کہا جاویگا کہ) اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے میں) بڑا حصہ لیا (اور ان کو خوب بہکایا اسی طرح انسانوں سے پوچھا جاویگا اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰۤاٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ غرض شیاطین الجن بھی اقرار کریں گے) اور جو انسان (ان شیاطین جن) کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ (بھی اقرار) کہیں

گے کہ اے ہمارے پروردگار (آپ صحیح فرماتے ہیں واقعی) ہم میں ایک نے دوسرے سے (اس ضلال و اضلال کے باب میں نفسانی) فائدہ حاصل کیا تھا (چنانچہ گمراہ انسانوں کو اپنے عقائد کفریہ و شرکیہ میں لذت آتی ہے اور گمراہ کنندہ شیاطین کو اس سے حظ ہوتا ہے کہ ہمارا کہنا چل گیا) اور (فی الحقیقت ہم ان کے بہکانے سے قیامت کے منکر تھے لیکن وہ انکار غلط ثابت ہوا چنانچہ) ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی (یعنی قیامت آگئی) اور اللہ تعالیٰ (سب کفار جن و انس سے) فرمادیں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے (کوئی نکلنے کی سبیل و تدبیر نہیں) ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (لیکن یہ یقینی ہے کہ خدا بھی نہیں چاہے گا اسلئے ہمیشہ رہا کرو) بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے (علم سے سب کے جرائم معلوم کرتا ہے اور حکمت سے مناسب سزا دیتا ہے) اور (جس طرح دنیا میں گمراہی میں سب میں تعلق



و قرب تھا) اسی طرح (دوزخ میں) بعض کفار کو بعض کے قریب (اور مجتمع) رکھیں گے انکے اعمال (کفریہ) کے سبب (یہ خطاب مذکور تو جن وانس کو باعتبار انکے احوال متعلقہ باہم ذکر کے تھا آگے ہر ایک کو باعتبار احوال متعلقہ بذات خاص کے خطاب ہے کہ) اے جماعت جنات اور انسانوں کی (ہاں یہ تو بتلاؤ تم جو کفر و انکار کرتے رہے تو) کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام (متعلق عقائد و اعمال کے) بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن (کے وقوع) کی خبر دیا کرتے تھے (پھر کیا وجہ کہ تم کفر و انکار سے باز نہ آئے) وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں (ہمارے پاس کوئی وجہ عذر اور برأت کی نہیں آگے اللہ تعالیٰ انکو اس مصیبت کے پیش آنے کا سبب بتلاتے ہیں) اور انکو (یہاں) دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے (کہ دنیوی لذات کو مقصود سمجھ رکھا ہے آخرت کی فکر ہی نہیں) اور (اسکا ثمرہ یہ ہوا کہ وہاں) یہ لوگ مقرر ہو گئے کہ وہ (یعنی ہم) کافر تھے (اور غلطی میں تھے مگر وہاں کے اقرار سے کیا ہوتا ہے اگر دنیا میں ذرا غفلت دور کر دیں تو اس روز بد کا کیوں سامنا ہوا آگے رسولوں کے بھیجنے میں جس کا اوپر ذکر تھا اپنی رحمت کا اظہار فرماتے ہیں کہ) یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو (انکے) کفر کے سبب (دنیا میں بھی) ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے (احکام الہیہ سے بوجہ رسولوں کے نہ آنے کے) بے خبر ہوں (پس عذاب آخرت کہ اشد ہے بدرجہ اولیٰ نہ ہوتا اس لئے رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ ان کو جرائم کی اطلاع ہو جاوے پھر جس کو عذاب ہو استحقاق کی وجہ سے ہو چنانچہ آگے فرماتے ہیں) اور (جب رسول آگئے اور اطلاع ہو گئی پھر جیسا جیسا کوئی کرے گا) ہر ایک کیلئے (جن وانس و صالح و طالح میں سے جزا و سزا کے ویسے ہی) درجہ ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور آپ کا رب (رسولوں کو) کچھ اس لئے نہیں بھیجتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ محتاج عبادت ہے وہ تو بالکل غنی ہے بلکہ اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ (رحمت والا) بھی ہے (اپنی رحمت سے رسولوں کو بھیجتا تاکہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو منافع و مضار معلوم ہو جاویں پھر منافع سے مستفیع اور مضار سے محفوظ رہیں سو اس میں بندوں ہی کا فائدہ ہے اور باقی ان کا غنا تو ایسا ہے کہ) اگر وہ چاہے تو تم سب کو (دنیا سے دفعہ) اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس (مخلوق) کو چاہے تمہاری جگہ (دنیا میں) آباد کر دے جیسا (اس کی نظیر موجود ہے کہ) تم کو جو کہ اب موجود ہو) ایک دوسرے قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے (کہ ان کا کہیں پتہ نہیں اور تم ان کی جگہ موجود ہو اور

اسی طرح سلسلہ چلا آرہا ہے لیکن یہ سلسلہ تدبیراً قائم ہے اگر ہم چاہیں دفعہ ایسا کر دیں کیونکہ کسی کے ہونے نہ ہونے سے ہمارا کوئی کام انکا نہیں پڑا پس ارسال رسل ہمارے احتیاج کی وجہ سے نہیں تمہارے احتیاج کی وجہ سے ہے تم کو چاہئے کہ انکی تصدیق اور ان کا اتباع کر کے سعادت حاصل کرو اور کفر و انکار کے ضرر سے بچو کیونکہ) جس چیز کا (رسولوں کی معرفت) تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی قیامت و عذاب) وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور (اگر احتمال ہو کہ گو قیامت آوے مگر ہم کہیں بھاگ جاویں گے ہاتھ نہ آویں گے جیسا دنیا میں حکام کو مجرم کبھی ایسا کر سکتا ہے تو خوب سمجھ لو کہ) تم (خدا تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے (کہ اسکے ہاتھ نہ آوے اور اگر باوجود اقامت دلائل تعین حق کے کسی کو اس میں کلام ہو کہ کفر ہی کا طریقہ اچھا ہے اسلام کا برا ہے پھر قیامت سے کیا اندیشہ تو ایسے لوگوں کے جواب میں) آپ (اخیر بات) یہ فرمادیتے تھے کہ اے میری قوم (تم جانو بہتر ہے) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں سواب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم (کے اعمال) کا انجام کار کس کیلئے نافع ہوگا (ہمارے لئے یا تمہارے لئے اور) یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کر نیوالوں کو کبھی (انجام میں) فلاح نہ ہوگی (اور سب سے بڑھ کر اللہ کی حق تلفی ہے اور یہ امر دلائل صحیحہ میں تھوڑا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ طریقہ اسلام حق تلفی ہے یا طریقہ کفر اور جو دلائل میں بھی غور نہ کرے اس سے اتنا کہہ دینا بس ہے فَسَوْفَ نَعْلَمُونَ النح) ف: مِنْكُمْ کی قید رسولوں کے ذکر میں فرمائی گئی اسکا فائدہ اخذ فیض کی سہولت کو بیان کرنا ہے پھر اگر جنات میں بھی رسول انہی کی جنس سے ہوئے ہوں تب تو سہولت بوجہ مجانست کے ظاہر ہے اور اگر انسانوں ہی کے رسول کا اتباع ان پر بھی واجب ہو تو اس پر تین سوال ہو گئے ایک تو یہ کہ پھر جنات کے اعتبار سے مِنْكُمْ کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مِنْكُمْ سے مراد من مجموعکم جس کا صدق صرف انسانوں کے رسول ہونے سے بھی ہو جاوے گا دوسرا سوال یہ کہ پھر جنات کو رسل انس کے ساتھ مجانست کہاں رہے گی۔ اس کا جواب سورہ آل عمران آیہ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا ہے تیسرا سوال پھر اور رسولوں کی بعثت بھی عام ہوگی۔ اس کا جواب سورہ آل عمران آیہ فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْنِي مِنْهُمُ الْكُفْرَ النح کی تفسیر میں گزر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور یہاں تو توحید کا بیان ہے جو کہ اصول دین سے ہے ایسے اصول میں ہر رسول کا اتباع تمام مکلفین پر فرض ہے اور بعثت کے عموم و خصوص کا تفاوت غیر اصول میں ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس سے بڑھ کر رحمت یہ تھی کہ احکام کا مکلف ہی نہ کرتے۔ جواب یہ ہے کہ پھر



باہم جس قدر فساد ہوتا اس کے انسداد کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ ملوک دنیا بھی قانون سے انتظام کرتے ہیں۔

**مسائل السلوک:** قولہ تعالیٰ وَرَبُّكَ الْغَفِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ الخ ذوالرحمة کا بڑھادینا ابطال ہے اس زعم کا کہ بعض غناء کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ بندوں کی مصلحت کی پروا نہیں فرماتے اور اس میں بہت سے خواص بھی مبتلا ہیں۔

**اللفات:** المكانة المقامة والحالة ويقدر علی مكانتی فی النی عامل ۱۲۔

**النحو:** من الانس من اغواء الانس ۱۲۔

**البلاغۃ:** لم يذكر ما يقال للانس مع الجن ولم يذكر ما تقول الجن كالانس ايجازا لان الجميع كانوا مجتمعين على الضلال فاغنى سوال احدهما وكذا جواب احدهما عن الآخر لا سيما وقد ذكر في السؤال احد الطرفين وفي الجواب الطرف الآخر فكان كليهما قد ذكر في كلا الموضعين واما التخصيص فلان الفعل كان اظهر في الجن والانفعال اظهر في الانس فافهم ۱۲۔ قوله يستخلف ما يشاء في الروح ايشار ما على من لاظهار كمال الكبرياء واسقاطهم عن رتبة العقلاء قوله شهدوا على انفسهم الشهادة الاولى اعتراف منهم والثانية ذم لهم وتسفيه لرائهم فلا تكرر ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ا قوله في يحشرهم تمام اشار الى ان المرجع ليس الكفار خاصة ۱۲۔ قوله في يعمرش توخجا کہا جاویگا اشار الى

امرين الاول تقدير القول والثاني فائدة القول ۱۲۔ قوله في ماشاء بان اگر (الى قوله) نہیں چاہے گا اشار الى توجيه الاستثناء تقريره على ما في الروح ان هذا الاستثناء محدود لمشيئة الله تعالى رفع العذاب اى يخلدون الى ان يشاء الله تعالى لو شاء وفائدته اظهار القدرة والاذعان بان خلودهم انما كان لان الله تعالى شانه قد شاءه وكان من الجائز العقلى في مشيئته ان لا يعذبهم ولو عذبهم لا يخلدهم وأن ذلك ليس بامر واجب عليه وانما هو مقتضى مشيئته وازادته عز وجل ففي الآية على هذا دفع في صدور المعتزلة اه ولم اختر كون ما بمعنى من لان لآية في الكفار لا في ما يعمر العصاة ليصح استثناء العصاة ۱۲۔ قوله في نولي قريبا من الولي بمعنى القرب ۱۲۔ قوله في وغرتهم آگے اللہ تعالیٰ اشارہ الى انه ليس معطوفا على شهدنا فانه يستلزم كونه مقولا لهم بل اعتراض كما في الروح ۱۲۔ قوله في يذهبكم رفع قيد به لان مطلق الاذهاب واقع و مستمر البتة ۱۲۔ قوله في من ذرية نسل سے اشارہ الى ان من بيانية اى انشاكم حال كونكم ذرية ۱۲۔ قوله في عاقبة الدار اس عالم اشارہ الى ان المراد بالدار الدنيا لا دار السلام وبالعاقبة العاقبة الحسنی ۱۲۔ قوله في من تكون كس كلیئے اشارہ الى كون من استفهامية معلقة لفعل العلم محلها الرفع على الابتداء والجملة بعدها خبرها و مجموعهما سادس مد مفعولى العلم ۱۲۔

(بقية صفحہ ۵۸۳) **ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في ما يشعركم مسلمانوں کے دل میں کما فی الدر المنثور اخرج ابو الشيخ عن ابن عباس ما يشعركم يا معشر المسلمين ۱۲۔ ۲۔ قوله في نقلب اور ان کے اشارہ الى كون نقلب معطوفا على لا يومنون ومسيبا عنه ۱۲۔ ۳۔ قوله في کما لم يومنوا اور ان کا الخ اشارہ الى ان الکاف فی موضع النعت مصدر منصوب بلا يومنون اى لا يومنون بل يكفرون كفرا کائنا ککفروهم وتوسيط التقلب لانه من متممات عدم ايمانهم ۱۲۔ ۴۔ قوله في نذرهم مراد فهو مبين لنقلب ومعطوف على ما عطف نقلب عليه ۱۲۔ ۵۔ قوله في الاهان مگر اشارہ الى ان الاستثناء منقطع اى لكن ان شاء الله آمنوا ويجوز ان يكون متصلا ۱۲۔ ۶۔ قوله في يجهلون کہ ايمان لائے کا الخ لم ار هذا التفسير يغرى وفائدة للاكثر مرت اكثر من مرة من سبق العلم الازلى باستثناء البعض ۱۲۔

**حاشیہ:** (۱) لان كلمة اذا يدل على القطع والتحقيق فالمعنى انهم لا يومنون ولو كان مجيئ الآيات مقطوعا به ۱۲۔

(بقية صفحہ ۵۸۵) **ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله في جعلنا پيدا فاعل جعل تكويني فالمجموع مراد لا مرضى ۱۲۔ ۲۔ قوله في الانس كجھ آدمی اشارہ الى ان الاضافة بمعنى من البيانية ۱۲۔ ۳۔ قوله في ما فعلوه يلوگ اشارہ الى ان الضمير للمعاصرين باعتبار انفهام ذلك مما تقدم ۱۲۔ ۴۔ قوله في اول ف مجازاً باعتبار الاصطلاح الشرعى اما باعتبار اللغة فحقيقة ۱۲۔ ۵۔ قوله قبل الترجمة كهد تبكي كذا في الروح ۱۲۔ ۶۔ قوله قبل الغير كافي في قرار اشارہ الى تقدير المعطوف عليه اى الا اكتفى بكون الله حكما فابتغى غيره ويجوز ان يقال الهمزة داخله في المعنى على ابتغى والفاء للترتيب على ما سبق من الاقتراح اى تقترحون فغير الله تبغون على ان الكلام من قبيل وما لى لا اعبد على ما بين في ه ۱۲۔ ۷۔ قوله في الكتب كالم كما قالوا في مفتح البقرة ذلك الكتاب ۸۔ قوله في كلمته كلام حملا على الجنس بقريته كلماته بعده كما يقال كما في الخازن قال الشاعر في كلمة اى قصيدته ۱۲۔ ۹۔ قوله في الظن بے اصل فالظن ههنا يقابل مطلق العلم اى الجهل كذا في الروح ۱۲۔ ۱۰۔ قوله في يخرصون بالكل اى ما يكون قياسيا محضا وخرج ما يكون قياسيا مستندا الى دليل شرعى في ما يفيد فيه الظن ۱۲۔



وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ معبودوں کا ہے پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو

يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے انہوں نے کیا بری جو بزم نکال رکھی ہے۔ اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں

قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ لِيُزِدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝

ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو مضبوط کر دیں اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے۔

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوال ان کے جن کو ہم چاہیں اور مویشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور مویشی ہیں جن پر یہ لوگ

اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِمْ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا

اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افتراء کی سزا دے دیتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے

وَمُحَرَّمٌ عَلٰى أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دے دیتا ہے۔ بلاشبہ حکمت والا ہے وہ برا علم والا ہے۔ واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہِ حقیت بلا کسی سند کے

قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دیں تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر مشرکین کی جہالت اعتقادیہ شرکیہ و کفریہ کا بیان تھا آگے ان کے بعض جہالات عملیہ کا جس کا منشا نیز شرک و کفر تھا بیان ہے جن امور کا یہاں بیان ہے وہ چند رسمیں ہیں اول: غلہ اور پھل میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام کا نکالتے اور کچھ بتوں اور جنات کے نام کا پھر اگر اتفاق سے اللہ کے حصہ میں سے کچھ بتوں کے حصے میں ملا جاتا تو اس کو ملا رہنے دیتے اور عکس میں اس کو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں ملا دیتے اور بہانہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اس کا حصہ کم ہو جانے سے اس کا کوئی ضرر نہیں اور شرکاء محتاج ہیں ان کا حصہ نہ گھٹنا چاہئے رسم دوم: بحیرہ سائبہ کو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے اس میں بھی بتوں کا حصہ یہ ہوا کہ عبادت ان کی تھی اور اللہ کا حصہ یہ ہوا کہ خوشنودی اللہ کی سمجھتے تھے۔ رسم سوم: اپنی اولاد دختر کی قتل کر ڈالتے تھے۔ رسم چہارم: کچھ کھیت بتوں کے نام وقف کر دیتے اور کہتے کہ اس کا اصل مصرف مرد ہیں اور عورتوں کو اس میں سے کچھ دینا ہماری رائے پر ہے اگر ہماری مرضی ہو کچھ حصہ انکو دے سکتے ہیں ورنہ وہ اس کا مصرف نہیں۔ رسم پنجم: اسی طرح مویشی کے باب میں بھی ان کا عمل تھا رسم ششم: جن انعام کو بتوں کے نام مخصوص کر کے چھوڑ

دیتے تھے ان پر سواری اور بار برداری کو جائز نہ سمجھتے تھے رسم ہفتم: بعض انعام مخصوص تھے جن پر کسی موقع میں اللہ کا نام نہ لیتے تھے نہ دودھ نکالتے وقت نہ سوار ہوتے وقت نہ ذبح کے وقت رسم ہشتم: بحیرہ اور سائبہ کے ذبح کے وقت جو بچہ پیٹ میں نکلتا اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کو ذبح کر لیتے اور مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کیلئے حرام سمجھتے اگر وہ مردہ ہوتا تو سب کے لئے حلال سمجھتے۔ رسم نهم: بعض انعام کے دودھ کو بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے رسم دہم: بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حامی کو تحریم کے تعبد اور تابید کے قائل تھے یہ سب روایات درمنثور اور روح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ و مجاہد و ابن زید اور سدی سے تخریج ابن المذہب و ابن ابی حاتم و ابن ابی شیبہ و ابن جمیل و ابوالشیخ و فریابی کے منقول ہیں اور سوائب و بحار و غیرہ کی تحقیق معانی و احکام کی چند جا گزر چکی ہے پس آیت آئندہ میں ان رسوم پر رد ہے۔

رد بعض رسوم جاہلیت:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ (الہی قولہ تعالیٰ) قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی (وغیرہ) اور مویشی پیدا کئے ہیں ان (مشرک) لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ (کے نام) کا



مقرر کیا (اور کچھ حصہ بتوں کے نام کا مقرر کیا حالانکہ پیدا کرنے میں کوئی شریک نہیں) اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے (جو کہ مہمانوں اور مساکین اور مسافر وغیرہ عام مصارف میں صرف ہوتا ہے) اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے (جسکے مصارف خاص ہیں) پھر جو چیز انکے معبودوں (کے نام) کی ہوتی ہے وہ تو اللہ (نام کے حصہ) کی طرف نہیں پہنچتی (بلکہ اتفاقاً مل جانے سے نکال لی جاتی ہے) اور جو چیز اللہ (کے نام) کی ہوتی ہے وہ انکے معبودوں (کے نام کے حصہ) کی طرف پہنچ جاتی ہے (جیسا رسم اول و دوم میں مذکور ہوا) انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے (کیونکہ اول تو اللہ کا پیدا کیا ہوا دوسرے کے نام کیوں جائے دوسرے پھر جتنا اللہ کا حصہ نکالا ہے اس میں سے بھی گھٹ جاوے اور اگر غنا و احتیاج اس کا معنی ہے تو محتاج مان کر معبود سمجھنا اور زیادہ حماقت ہے) اور (جس طرح یہ رسم قبیح مذکور ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہے) اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں انکے معبودوں (شیاطین) نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے (جیسا رسم سوم میں مذکور ہوا) تاکہ (اس فعل قبیح کے ارتکاب سے) وہ (شیاطین) ان (مشرکین) کو (بوجہ) استحقاق عذاب کے) برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو مضبوط کر دیں (کہ ہمیشہ غلطی میں پھنسے رہیں) اور (آپ انکی ان حرکات شنیعہ سے مغموم نہ ہو جائیں کیونکہ) اگر اللہ تعالیٰ کو (انکا بھلا) منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے (مگر انکی قسمت ہی پھوٹی ہوئی ہے) تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں (کہ ہمارا یہ فعل بہت اچھا ہے) یوں ہی رہنے دیجئے (کچھ فکر نہ کیجئے ہم آپ سمجھ لیں گے) اور وہ اپنے خیال (باطل) پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مواشی ہیں اور (مخصوص) کھیت ہیں جنکا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوا انکے جنکو ہم چاہیں (جیسا رسم چہارم و پنجم میں مذکور ہوا) اور (یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ مخصوص) مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی ہے (جیسا رسم ششم میں مذکور ہوا) اور (یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ مخصوص) مواشی ہیں جن پر (اللہ کا نام نہیں لینا چاہئے چنانچہ اسی اعتقاد کی وجہ سے ان پر) یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے (جیسا رسم ہفتم میں مذکور ہوا اور یہ سب باتیں) محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر کہتے ہیں (افتراء اس لئے کہ وہ ان امور کو موجب خوشنودی حق تعالیٰ سمجھتے تھے) ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکے افتراء کی سزا دیے دیتا ہے (ابھی اس لئے کہا کہ قیامت جو آنے والی ہے دور نہیں اور کچھ کچھ سزا تو مرتے ہی شروع ہو جاوے گی) اور وہ (یوں بھی) کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں (سے نکلتی) ہے (مثلاً دودھ یا بچہ) وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے (حلال)

ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ (پیٹ کا ٹکڑا ہوا بچہ) مردہ ہو تو اس (سے مستفیع ہونے کے جواز) میں (مرد و عورت) سب برابر ہیں (جیسا کہ رسم ہشتم و نہم میں مذکور ہوا) ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکی (اس) غلط بیانی کی سزا دیے دیتا ہے (غلط بیانی کی وہی تقریر ہے جو افتراء کی گزری اور اب تک جو سزا انہیں دی تو وجہ یہ ہے کہ) بلاشبہ وہ حکمت والا ہے (بعض حکمتوں سے مہلت دے رکھی ہے اور ابھی سزا نہ دینے سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ ان کو خبر نہیں کیونکہ) وہ بڑا علم والا ہے (اسکو سب خبر ہے آگے بطور خلاصہ اور انجام کے فرماتے ہیں کہ) واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے (ان افعال مذکورہ کو طریقہ بنا لیا کہ) اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی (معقول و مقبول) سند کے قتل کر ڈالا اور جو (حلال) چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے کو پینے کو دی تھیں ان کو (اعتقاداً یا عملاً) حرام کر لیا (جیسا اوپر کے رسوم اور رسم دہم میں کہ منشاء سب کا متحد ہے مذکور ہوا اور یہ مجموعہ) محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر (ہوا) جیسا کہ اوپر قتل اولاد میں یَفْتَرُونَ اور تحریم انعام میں افتراء جدا جدا بھی آچکا ہے) بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور (یہ گمراہی جدید نہیں بلکہ قدیم ہے کیونکہ پہلے بھی) کبھی راہ چلنے والے نہیں ہوئے (پس صَلُّوا میں خلاصہ طریق کار اور ماکائولہ میں اسکی تاکید اور خَیْرُوا میں خلاصہ انجام بد کا کہ عقوبت ہے مذکور ہے)۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ (الى آخر الركوع من قوله تعالى) قَدْ صَلُّوا وَاَكَلُوا مِمَّا ذَرَأَ ان آیتوں میں ہمارے زمانہ کے بہت سی بدعات کا رد جو بدعات مذکورہ فی الآیات کے مشابہ ہیں اگر تم غور کرو تو دونوں کو مطابق دیکھو اور یہ رسوم مدعیان مشنیت تک میں شائع ہو رہی ہیں ۱۲۔

**البلاغۃ:** قوله نصيبا واصل النظم ولشر كانهم نصيبا فطوى ذكر الشركاء لانه امر محقق عندهم واشير الى تقديره بالتصريح به في قوله هذا لله وهذا لشركائنا كذا في الروح. قلت وعندى ان مدار التشنيع هو عدم جعل كل الصدقة لله تعالى وكفى في هذا قوله لله نصيباً قوله هذا لله بزعمهم فيه تشبيه على انه ليس لله ويجوز ان يكون تمهيد المابعد على ان معنى قولهم هذا لله مجرد زعم منهم لا يعلمون بمقتضاه الذي هو اختصاصه به تعالى ۱۲ قوله ما يفترون هو في قتل الاولاد وما بعده من افتراء عليه في تحريم الانعام وما بعده من افتراء على الله في المجموع فلا تكرر. قوله ما في بطون حذف قيد الحيوۃ بقربۃ ما بعده. قوله خالصۃ ومحرم راعى في الاول معنى ما وفي الثانى لفظه. قوله ازواجنا ای جنس ازواجنا لان الاناث کلھن لسن بازواج لھم. قوله فيه شركاء ای ما في بطون وقيل الميته لكون المراد بها ما يعم الذکر والانثى. قوله سفها بغیر علم الاول اشاره الى فقدان الدلیل العقلی والثانی الى النقلی ۱۲۔ (بقیہ صفحہ ۵۹۷ پر)



وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جوٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جوٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں

مُتَشَابِهٍ كُلُّوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝۱۱ وَمِنْ الْأَنْعَامِ

اور زیتون کو اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے ان سب کا پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے

حَبُولَةٍ وَفَرِشًا كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝۱۲ ثَمَنِيَّةٌ أَزْوَاجٌ مِنَ الضَّأْنِ

کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور مویشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے

اثنین وَمِنْ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ لِلَّذِكْرَيْنِ حَزْمٌ أَمَّا الْأُنثَيَيْنِ أَمَا اشْتَمَكْتُمْ عَلَيْهِمَا أَرَحَامُ الْأُنثَيَيْنِ نَبِيُّنِي يَعْلَمُ إِنَّ كُنْتُمْ

قدم بقدم مت چلو بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں

صديقين ۝۱۳ وَمِنْ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ قُلْ لِلَّذِكْرَيْنِ حَزْمٌ أَمَّا الْأُنثَيَيْنِ أَمَا اشْتَمَكْتُمْ عَلَيْهِمَا أَرَحَامُ

مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں، تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس

الْأُنثَيَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَضَعَكُمُ اللَّهُ هَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ

کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں، کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا حکم دیا تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹا تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۴

کرے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھلاوینگے۔

**تفسیر:** ربط: اوپر مشرکین کا حرث اور انعام میں تحلیل و تحریم کے ساتھ تصرف کرنے کا اختراع کرنا مع رد کے مذکور تھا آگے بھی اسی رد کی قدرے تفصیل سے تقریر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اشیاء اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں پس جس طرح اللہ کے سوا کسی کے لئے یہ حق نہیں کہ ان اشیاء کو بعد اس کے نامزد کیا جاوے جیسا کہ مشرکین کرتے تھے اسی طرح تحلیل و تحریم کا اختیار بھی اللہ کے سوا دوسروں کو حاصل نہ ہوگا اور اللہ نے ان اشیاء سے اکلاؤ و رکوبا مستفیع ہونے کو حلال فرمایا ہے پس حرمت بدو تحریم ممکن نہیں اور تمہاری جانب سے تحریم شرعاً غیر ممکن ہے اور اللہ کی طرف سے غیر واقع ہے ورنہ دلیل لاؤ پس حرمت مستفیعی ہے۔

استدلال بر بطلان تحلیل و تحریم مخترع مذکور:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ (السی قولہ تعالیٰ) إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ اور وہی (اللہ پاک) ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جوٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور) اور وہ بھی جوٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے (یا تو اس لئے کہ بیلدار نہیں جیسے تہ دار درخت یا باوجود بیلدار ہونے کے عادت نہیں جیسے خربوزہ تر بوز وغیرہ) اور کھجور کے درخت اور کھیتی (بھی اسی نے پیدا کئے) جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی (حاصل) ہوتی ہیں اور زیتون اور انار (بھی اسی نے پیدا کئے) جو (انار انار)

باہم (اور زیتون باہم رنگ و مزہ و شکل و مقدار وغیرہ میں سے بعضی صفات میں کبھی) ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہوتے ہیں (اور کبھی) ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے (اور اللہ نے ان چیزوں کو پیدا کر کے اجازت دی ہے کہ) ان سب کا پیداوار کھاؤ (خواہ اسی وقت سے سہی) جب وہ نکل آوے (اور پکنے بھی نہ پاوے) اور (البتہ اس کے ساتھ اتنا ضرور ہے کہ) اس میں جو حق (شرع سے) واجب ہے (یعنی خیر خیرات) وہ اس کے کاٹنے (توڑنے) کے دن (مسکینوں کو) دیا کرو اور (اس دینے میں بھی) حد (اذن شرعی) سے مت گزرو یقیناً وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) حد (اذن شرعی) سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور (بسط طرح باغ اور کھیت اللہ نے پیدا کئے ہیں اسی طرح حیوانات بھی چنانچہ) مویشی میں اونچے قد کے (بھی) اور چھوٹے قد کے (بھی) اسی نے پیدا کئے اور ان کے بارہ میں بھی مثل باغ اور کھیت کے اجازت دی کہ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے) (اور شرع سے حلال کیا ہے اس کو) کھاؤ اور (اپنی طرف سے تحریم کے احکام تراش کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے (کہ تم کو باوجود وضوح دلائل حق کے گمراہ کر رہا ہے اور یہ مویشی جن میں تحلیل و تحریم کر رہے ہو) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے) یعنی بھیڑ (اور دنبہ) میں دو قسم (ایک نر ایک مادہ) اور بکری



رکھے کذا فی الدر المختار پس اس جزو کے اعتبار سے یہ منسوخ نہیں۔

**فوائد شتی: الاولى** قال فی النخل والزروع مختلفا اكله بر جوع الضمیر الی الجميع لعموم معنی الاكل وفي الزيتون والرمان متشابها وغير متشابه مع ان هذا المعنی مشترك بین الكل ولعل النکته فیہ ان الزروع يشمل الاجناس المختلفة الانواع ولا یخفی الاختلاف الفاحش لنوع مع نوع آخر واما النخل فلما كان اصنافه اکثر من با فی غیره اشار بالحکم بالاختلاف بینهما الی كثرة هذه الاصناف واما الزيتون والرمان فلا یوجد هذا المعنی فیهما الثانية الامر فی کلوا للاباحة والفائدة المبالغة فی اظهار التحلیل لان الاكل بعد النبیع معتاد واما قبله فغیر معتاد فلما ابیح غیر المعتاد فالمعتاد الاولى بالاباحة الثالث ما اخترته فی معنی الاسراف متاید بما فی الروح اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج قال نزلت فی ثابت بن قیس بن شماس جد نخلا فقال لا یاتین الیوم احد الا اطعمته فاطعم حتی امسی ولیست له ثمرة فانزل الله تعالی ذلک اه الرابعة حمولة و فرشا معطوف علی جنات والجهة الجامعة اباحة الانتفاع بهما الخامسة فی الروح الحمولة الکبار الصالحة للحمل والفرش الصغار الدنية من الارض مثل الفرش المفروش علیها السادسة کرر کلوا تاکید للاباحة وذكرها مستقلا فی الشیثین الحرث والانعام ۱۲ السابعة ثمانية بدل من حمولة و فرشا الثامنة الزوج کما یطلق علی المجموع یطلق علی کل واحد منهما التاسعة الضان والمعر تفصیل للفرش کما نقله فی الروح عن شیخ الاسلام قال ولعل تقدیمها فی التفصیل مع تاخر اصلها فی الاجمال لکون هذین النوعین عرضة للاکل الذی هو معظم ما یعلق به الحل والحرمة وهو السر فی الاقتصار علی الامر به فی قوله تعالی کلوا من غیر تعرض الانتفاع بالحمل والركوب وغیر ذلک مما حرموه فی السابعة واخواتها العاشرة لعل تخصیص الازواج الثمانية بالذكر مع کون الحل غیر مختص بها لان تصرفات المشرکین بالتحلیل والتحریم انما کان فی هذه الحادية عشر الا بل جمع لا واحد له الثانية عشر فی الروح وانما لم یورد سبحانه الامر عقیب تفصیل الانواع الاربعة بان یقال قل الذکور حرم ام الاناث ام ما اشتملت علیه ارحام الاناث لما فی التکریر من المبالغة ایضا فی الالزام والتبکیث الثالثة عشر فی الروح وانما لم یل المنکر وهو التحریم الهمزة والجاری فی الاستعمال ان ما انکر ولیها لان ما فی النظم الکرم ابلغ وبیانه علی ما قال السکاکی ان اثبات التحریم یتلزم اثبات محله لا محالة فاذا انتفی محله وهو الموارد الثلاثة لزم انتفاء التحریم علی وجه برهانی اه قلت وعلم به ان معطى الفائدة هو التحریم من الله فحاصل الآية مطالبتهم بما یشیت به ان الله حرم کالمانع ولیس المقصود بقوله الذکرین الاستدلال علی نفی التحریم کالمدعی کما قرره فی الجلالین لانه کما فی الروح بعید لان لقائل ان یقول ان العلة لیست بمحصورة بل یمکن کونها بحیرة او سائبة او غیر ذلک علة اه الرابعة عشر ذکر النخل بعد جنات تخصیص بعد تعمیم لکون النخل اکثر رغبة لهم الخامسة عشر الثمر عام للزروع والاشجار حقيقة او مجازا ومعنی معروضات ما یحمل علی العریش وهو عید ان تصنع کهيئة السقف ویوضع الکرم علیها ۱۲

میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ) آپ (ان سے) کہئے کہ (یہ تو بتلاؤ کہ) کیا اللہ تعالیٰ نے ان (دونوں جانوروں کے) دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو (حرام کہا ہے) یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں (وہ بچہ نہ ہو یا مادہ یعنی تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے) تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو (یہ تو چھوٹے قد والے کے متعلق بیان ہوا آگے بڑے قد والوں کا بیان ہے کہ بھیڑ بکری میں بھی نر مادہ پیدا کیا جیسا بیان ہوا) اور (اسی طرح) اونٹ میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ) اور گائے (اور بھینس) میں دو قسم (ایک نر اور ایک مادہ پیدا کئے) آپ (ان سے) اس باب میں بھی کہئے کہ (یہ تو بتلاؤ کہ) کیا اللہ تعالیٰ نے ان (دونوں جانوروں کے) دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو (حرام کہا ہے) یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں (وہ بچہ نہ ہو یا مادہ اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اس پر کوئی دلیل قائم کرنا چاہئے جس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ کسی رسول و فرشتہ کے واسطے سے ہو مسئلہ نبوت و وحی سے تو تم کو انکار ہی ہے اس شق کو تو اختیار کر نہیں سکتے پس دوسرا طریق دعویٰ کرنے کے لئے متعین ہو گیا کہ خود خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ تم کو یہ حکم دیئے ہوں تو) کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس (تحریم و تحلیل) کا حکم دیا (اور ظاہر ہے کہ اس کا دعویٰ بھی نہیں ہو سکتا پس ثابت ہو گیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں) تو (بعد ثبوت اس امر کے کہ اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں یعنی بات ہے کہ) اس سے زیادہ کون ظالم (اور کاذب) ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل (تحلیل و تحریم کے باب میں) جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے (یعنی یہ شخص بڑا ظالم ہوگا اور) یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو (جنت کا) راستہ (آخرت میں) نہ دکھلاویں گے (بلکہ دوزخ میں بھیجیں گے پس یہ لوگ بھی اس جرم کی سزا میں دوزخ میں جاویں گے) **فہ** اس آیت میں جو حق شرعی خیر خیرات کا ذکر ہے اس سے عشر مراد نہیں جو کہ زمین کی زکوٰۃ ہے جیسا درمنثور میں سنن بیہقی سے ابن عباس کا قول منقول ہے کہ اس کو یعنی اس کے وجوب کو عشر ونصف عشر نے منسوخ کر دیا اور اسی میں ابو داؤد کے ناخ و منسوخ سے سفیان کا سوال اور سدی کا جواب منقول ہے کہ یہ آیت مکہ ہے عشر ونصف عشر سے اس کا وجوب منسوخ ہے اور سدی نے اسی قول کو علماء کی طرف منسوب کیا ہے آھ اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی کذا فی الدر المختار۔ اور اسراف میں اذن شرعی کی قید اس لئے لگائی کہ وجوب شرعی سے تجاوز کرنا اسراف نہیں ہے اور حصاد کی قید اس اعتبار سے ہے کہ اس وقت دیا جاتا ہے ورنہ وجوب اس کے قبل ہو جاتا ہے یعنی جب آفات سے امن ہو جاوے پس اس کے بعد جو خود خرچ کرے گا وہ یاد



قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کیلئے جو اس کو کھادے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے

أَوْ فَسَقًا أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزَمْنَا كُلَّ ذِي

یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔ اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے

ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَزَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ

اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیوں میں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو، ان کی شرارت کے سبب

جَزَيْنَاهُمْ بِغَيْرِهِمْ وَلَئِنْ أَصْدَقُونَ ۝ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرْدُ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ النَّاظِرِينَ ۝

ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی، اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرمادیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے، اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ملے گا۔

چکی ہے وہاں اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے اور یہ جو قید لگائی گئی کہ جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا ہے کہ کیا بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی چیز حرام نہیں حالانکہ احادیث میں اور حیوانات کی حرمت بھی آئی ہے۔

و ربط: اوپر جو مضمون مذکور تھا آگے اس کے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہے کہ مطعومات زیر بحث میں بجز مستثنیات مذکورہ کے سب کو حلال کہا گیا ہے حالانکہ بعض اہل کتاب سے معلوم ہوا ہے کہ بعضے اور حیوانات بھی حرام ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ تحریم صرف یہود کیلئے ایک عارض کی وجہ سے ہوئی تھی جواب منسوخ ہو گئی۔ پس دعویٰ مذکورہ بحالہ صحیح اور اس کی نفیض بحالہ غلط ہے۔

دفع دخل مقدر بر مضمون سابق بتحقیق تحریم بعضے اشیاء بر یہود: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزَمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَئِنْ أَصْدَقُونَ اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری (کے اجزاء) میں سے ان دونوں کی چربیوں میں ان (یہود) پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ (چربی مستثنیٰ تھی) جو ان (دونوں) کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو (چربی) ہڈی سے ملی ہو (باقی سب چربی حرام تھی سو ان چیزوں کی تحریم فی نفسہ مقصود نہ تھی بلکہ) ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ ف: شروع پارہ لَنْ تَنَالُوا آیت كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلٰلًا اَلَخِ اور شروع پارہ لَا يَحِبُّ اللَّهُ آیت فَيُظْلَمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتِ الْخِ میں قدرے اس تحریم اور علت تحریم کا بیان گزر چکا دیکھ لیا جاوے اور یہود کا اس تحریم کو قدیم کہنا بھی آیت اولیٰ کی تہدید میں مذکور ہوا ہے یہاں لَئِنْ أَصْدَقُونَ سے ان کے اس قول کی تکذیب بھی ہو گئی اور ناخن والے سے ہر وہ جانور مراد ہے جس کا پنجہ یا کھڑ پھٹا ہوا نہ ہو جیسے گھوڑا اور اونٹ اور شتر مرغ اور مرغابی اور بٹ وغیرہ کذا فی الجمل عن ابن عباس اور جو

تفسیر: و ربط: اوپر مشرکین کی تحلیل و تحریم مختصر کا ابطال فرمایا ہے آگے بھی اسی مضمون کی تائید ہے کہ جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے ان میں حرام تو فلاں فلاں چیزیں ہیں تم اپنی طرف سے اختراع کیوں کرتے ہو نیز اس میں ان کی ایک دوسری گمراہی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ دم مسفوح و مذبوح علی اسم غیر اللہ کا کھانا ان میں معتاد تھا پس اوپر تحریم حلال کا ذکر تھا اور یہ تحلیل حرام کا ذکر ہے۔ مطعومات محرّمہ:

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً (الی قولہ تعالیٰ) فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ آپ کہہ دیجئے کہ (جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے ان کے متعلق) جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کیلئے جو اس کو کھادے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) مگر (ان چیزوں کو البتہ حرام پاتا ہوں وہ) یہ کہ وہ مردار (جانور) ہو (یعنی جو باوجود واجب الذبح ہونے کے بلاذبح شرعی مر جاوے) یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ (خنزیر) بالکل ناپاک ہے (اسی لئے اس کے سب اجزاء نجس اور حرام ہیں ایسا نجس نجس العین کہلاتا ہے) یا جو جانور وغیرہ (شرک کا ذریعہ ہو) (اس طرح) کہ بقصد تقرب (غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو) (سو یہ سب حرام ہیں) پھر (بھی اس میں اتنی آسانی رکھی ہے کہ) جو شخص (بھوک سے بہت ہی) بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو (کھانے میں) طالب لذت ہو اور نہ (قدر ضرورت و حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو تو (اس حالت میں ان حرام چیزوں کے کھانے میں بھی اس شخص کو کچھ گناہ نہیں ہوتا) واقعی آپ کا رب (اس شخص کے لئے) غفور رحیم ہے (کہ ایسے وقت میں رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں سے گناہ اٹھا دیا) ف: ایسے ہی الفاظ کے قریب قریب ایک آیت ربع پارہ سيقول کے قریب گزر



چربی ان مذکورہ کے سوا ہوں وہ حرام تھیں مثلاً گردہ کی چربی۔ درمنثور میں اس باب میں آثار مذکور ہیں اور اونٹ بنی اسرائیل پر قبل توراۃ کے حرام تھا۔

**ربط:** اوپر مضمون تحلیل و تحریم کے متعلق ایک شبہ کا جواب مذکور ہو چکا ہے آگے اس کے متعلق ایک دوسرے شبہ کا جواب ہے وہ شبہ یہ ہے کہ اگر اس بحث میں مشرکین کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے تو باوجود قدرت الہیہ کے ان کو سزا کیوں نہیں ہوتی تو اس سے تو دوسری جانب کے کذب کا نعوذ باللہ شبہ ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ قدرت تو عذاب کی رحمت اور ان کے طریقہ کا بطلان اس کا مقتضی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک خاص وقت تک اس کی مانع ہے پھر جب وہ وقت آ جاوے گا تب وہ اقتضا ظاہر ہو جاوے گا۔

**جواب شبہ ناشی از تاخیر عذاب:**

فَإِنْ كَذَّبْتُمْ فَلَكُمْ دُؤُورٌ فَاصْبِرُوا لَا يُؤْذِيكُمْ دُؤُورُهُمْ وَالْعُقُوبَةُ أَلَمٌ لِّمَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ (مشرکین) اگر یہ (مشرکین) آپ کو (نعوذ باللہ اس مضمون میں صرف اس وجہ سے) کاذب کہیں (کہ ان پر عذاب نہیں آتا) تو آپ (جواب میں) فرمادیتے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے (بعض حکمتوں سے جلدی مواخذہ نہیں فرماتا) اور (اس سے یوں نہ سمجھو کہ ہمیشہ یوں ہی بچے رہیں گے جب وہ وقت معین آ جاوے گا پھر اس وقت) اس کا عذاب مجرم لوگوں سے (کسی طرح) نہ ملے گا۔ **ف:** یہ جواب تحقیقی ہے اور اس کا الزامی جواب بھی ظاہر ہے کہ اگر عذاب عاجل نہ ہونا دلیل ہے حق ہونے کی تو اس بناء پر مسلمانوں کا طریق بھی جو کہ اس کی نقیض ہے حق ہوگا اور یہ مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو کہ ایک شے کا حق ہونا بھی حق ہو اور باطل ہونا بھی حق ہو پس معلوم ہوا کہ یہ شبہ محض سفسطہ ہے۔

**مسائل السئولہ:** قوله تعالى وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزَمًا (الی قوله تعالى) ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِغَيْرِهِمْ اس میں دلالت ہے کہ دنیوی نعمتوں سے محروم رہنے میں معاصی کا بھی دخل ہوتا ہے ۱۲۔

**اللفاظ:** فی الروح سمی الحافر ظفراً مجازاً وهذا وان استبعده بعضهم لكن ذكر حرمة فی التوراة كما نقله الحقانی مؤید لذلك ۱۲۔

**النحو:** الا ان يكون معنى الاستثناء انی لا اجد فی حال من الاحوال الا فی حال كون الطعام احد هذه ۱۲۔ قوله ذلك مبتداً خبره ما بعده والعائد محذوف ای جزینا هم ایاه ۱۲۔

**البلاغة:** قوله فانه رجس جملة معترضة لتحقيق العلة ۱۲۔ قوله شحومهم مالم يقل الشحوم مع كفاية لان الاضافة افادت زيادة الربط والتاكيد كما يقال اخذت من زيد ما له وهو متعارف فی كلامهم۔

**اختلاف القراءة:** فی قراءة ميتة بالرفع فكان تامة ويكون قوله دماً مسفوحاً معطوفاً علی ان يكون ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی اوحى بذریعہ وحی لم یخصص بالقرآن لیشمل المتلو وغير المتلو ۱۲۔ ۲۔ قوله فی محرماً غذا اشارة الى تقدير الموصوف ۱۲۔ ۳۔ قوله فی طاعم مرد یا عورت اشارة الى كونه ردّاً علیهم فی قولهم خالصة لذكورنا الخ ۱۲۔

۴۔ قوله فی ما اهل وغيره لان الحرمة بالاهلال لا یختص بالحيوان ۱۲۔ ۵۔ قوله فی فسقا ذریعہ اشارة الى ان تسمية سبب الفسق فسقا مجازاً مبالغة ۱۲۔ ۶۔ قوله فی کذبوک مشرکین هو احد القولین فی المرجع وهو الراجح عندی كما هو مقتضى المقام لان السياق والسباق کلام معهم ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۵۸۹) ۹۔ قوله هناك مصیبت نظر الخ اشارة الى وجه التشبيه من الامتناع کمزادلة ما لا یقدر علیہ فلا یلزم ان يكون هذا الضال قد اراد الاسلام ثم لم یقدر ۱۲۔ ۱۰۔ قوله فی كذلك یجعل جرحاً نہیں جاتا اشارة الى وجه الشبه هو عدم الصدور وان كان السبب له هو الرجس فی غیر المؤمن ولیس وجه الشبه هو جعل الرجس لكونه غیر لازم فی من یصعد ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی الرجس پٹکار كما فی الروح عن الزجاج ۱۲۔

(بقیہ صفحہ ۵۹۳) **اختلاف القراءة:** فی قراءة زین مجهولاً قتل مرفوعاً اولادهم منصوباً شرکائهم مجروراً باضافة القتل الى شرکائهم مفصولاً بینهما بمفعوله وقد بسط وجه صحته فی الروح ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی الحرث وغيره لیشمل الشمار ۱۲۔ ۲۔ قوله فی لیردوهم استحقاق ولا یشكل علیک عدم كون الکافر مکلفاً بالفروع لانه من حیث الافتراء کفر ۱۲۔ ۳۔ قوله قبل لو شاء مغنوم نہ ہوئی اشارة الى كون الکلام للتسلية ۱۲۔ ۴۔ قوله فی شاء ان کا پہلا خبر المفعول بالحاصل لان المفعول ان لا یفعلوه ۱۲۔ ۵۔ قوله فی بزعمهم اپنے خیال باطل پر اشارة الى ان الظرف متعلق لقالوا ۱۲۔ ۶۔ قوله فی انعام حرمت وما عطف علیہ یوں بھی اشارة الى كونه معطوفاً علی انعام وحرث ومقول القول ۱۲۔ ۷۔ قوله فی لا یذكرون نہیں لینا چاہے قدرہ اشارة الى ان المذكور صفة مسوقة من قبله تعالی لا انه وقع فی کلامهم المحکی کنظائرہ ۱۲۔ ۸۔ قوله فی افتراء طور پر اشارة الى كونه مفعولاً مطلقاً لقالوا ۱۲۔ ۹۔ قوله فی وصفهم غلط بیان ہو عندی اطلاق المطلق علی المقید ۱۲۔



سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ مِمَّا كَذَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ

یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں

ذَاقُوا بِأَسْنَانِهِمْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَكْبُرُونَ إِلَّا الظَّنُّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ

نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، آپ کہنے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تاکہ اس کو ہمارے دروہ ظاہر کرو تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل بالکل سے باتیں بناتے ہو۔ آپ کہنے کہ بس پوری حجت اللہ ہی

الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَكُمْ أجمعين ۝ قُلْ هَلَمْ شَهِدْ أَمْ كُمْ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ

کی رہی، پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا۔ آپ کہنے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی سماعت نہ

مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَيْبِهِمْ يَعْبُدُونَ ۝

فرمائیے، اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

وقوع بعد میں ہوا جیسا کہ سورہ نحل کے رکوع پنجم کے شروع میں ہے وقال الذین اشركوا الخ اور آپ کا یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

جواب شبہ متعلق شرک و تحریم:

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا (السی قولہ تعالیٰ) وَهُمْ بِرَيْبِهِمْ

يَعْبُدُونَ ۝ یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو (بطور رضا کے یہ امر)

منظور ہوتا (کہ ہم شرک اور تحریم نہ کریں یعنی اللہ تعالیٰ عدم شرک و عدم تحریم کو

پسند کرتے اور شرک و تحریم کو ناپسند کرتے) تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے

باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ (اور ہمارے بزرگ) کسی چیز کو (جن کا اوپر

ذکر ہوا ہے) حرام کہہ سکتے (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس شرک اور تحریم

سے ناراض نہیں اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ یہ استدلال اس لئے باطل ہے

کہ مستلزم تکذیب رسل کو ہے پس یہ لوگ رسول کی تکذیب کر رہے ہیں اور

جس طرح یہ کر رہے ہیں) اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو چکے

ہیں انہوں نے بھی (رسولوں کی) تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے

ہمارے عذاب کا مزہ چکھا (خواہ دنیا میں جیسا اکثر کفار سابقین پر نزول

عذاب ہوا ہے یا مرنے کے بعد تو ظاہر ہی ہے اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ

ان لوگوں کے ان کفریات کے مقابلہ میں صرف قوی جواب اور مناظرہ پر اکتفا

نہ کیا جاویگا بلکہ مثل کفار سابقین عملی سزا بھی دی جاوے گی خواہ دنیا میں بھی یا

صرف آخرت میں آگے دوسرا جواب دینے کے لئے ارشاد ہے کہ) آپ

(ان سے) کہنے کہ کیا تمہارے پاس (اس مقدمہ پر کہ صدور کی قدرت دینا

مستلزم رضا ہے) کوئی دلیل ہے تاکہ اس کو ہمارے دروہ ظاہر کرو (اصل یہ ہے

کہ دلیل وغیرہ کچھ بھی نہیں) تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل

انگل سے باتیں بناتے ہو (اور دونوں جواب دے کر) آپ (ان سے)

تفسیر: ربط: اوپر مشرکین کے رسوم شرکیہ از قبیل تحریم و تحلیل کے متعلق دو

شبہوں کا جواب گزر چکا آگے اس تحریم اور اس کے منشاء یعنی شرک کے متعلق

ایک تیسرے عقلی شبہ کا جواب ہے وہ شبہ عقلی یہ ہے کہ وہ ان امور کے جواز اور

استحسان پر یوں استدلال کرتے تھے کہ ہم جو کچھ شرک اور تحریم کر رہے ہیں اگر

یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتا تو ہم کو اپنی مرضی کے خلاف یہ کام کیوں کرنے دیتا اس

سے معلوم ہوا کہ اس کو یہ امور ناپسند نہیں اس کا جواب اس آیت میں دو طور پر دیا

گیا ایک کا حاصل مطالبہ دلیل ہے جس کو اصطلاح مناظرہ میں منع کہتے ہیں وہ

یہ کہ یہ مقدمہ ایک دعویٰ ہے کہ صدور پر قدرت دینا مستلزم رضا کو ہے خود اس پر

اقامت دلیل کی احتیاج ہے هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ میں یہی جواب ہے

دوسرے جواب کا حاصل خود اقامت دلیل ہے اس دلیل کے بطلان پر جس کو

اصطلاح میں نقض کہتے ہیں وہ یہ کہ اس سے رسل کی تکذیب لازم آتی ہے

کیونکہ رسل شرک اور تحریم مخترع کو باطل کہتے رہے اور اس دلیل سے اس کا

حق ہونا لازم آتا ہے اور رسل کا صدق دلائل قطعیہ عقلیہ سے ثابت ہے پس

ان کا کذب محال ہے اور جو مستلزم محال کو ہو وہ محال ہے پس یہ دلیل مشرکین کی

منقوض ہوئی كَذِبَ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جواب

اول کی تنویر ایک الزام سے اظہر ہے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جمیع امور جو

کچھ واقع ہو رہے ہیں سب حق ہوں اور یہ صریح اجتماع متناقضین ہے جیسا

جواب شبہ دوم میں مذکور ہوا چونکہ یہ جواب الزامی بہت ظاہر تھا اس لئے مذکور

نہیں ہوا پھر ان دونوں جوابوں پر بطور تفریع کے فرمایا ہے کہ دلیل عقلی کا حال

تو معلوم ہوا۔ دوسرا طریق اثبات مدعا کا نقل صحیح ہے اگر دلیل عقلی سے عاجز

ہو تو دلیل نقلی ہی لاؤ قل هلم میں اس طرف اشارہ ہے اور سيقول میں جیسا

مفسرین نے تصریح کی ہے مشرکین کے یہ شبہ پیش کر نیکی پیشینگوئی ہے جس کا



کہتے کہ پس (دونوں جوابوں سے معلوم ہوا کہ) پوری حجت اللہ ہی کی رہی (اور تمہاری حجت باطل ہو گئی) پھر (اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ تم سب راہ پر آجاتے مگر اسکی توفیق خدا ہی کی طرف سے ہے) اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ (راست) پر لے آتا (مگر حق تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں کسی کو توفیق دی کسی کو نہیں دی البتہ اظہار حق اور اعطاء اختیار و ارادہ سب کے لئے عام ہے آگے دلیل نقلی کے مطالبہ کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ) آپ (ان سے) کہتے کہ (اپنی دلیل عقلی کا حال تو تم کو معلوم ہوا اچھا اب کوئی صحیح دلیل نقلی پیش کرو مثلاً) اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر (باقاعدہ) شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان (مذکورہ) چیزوں کو حرام کر دیا ہے (باقاعدہ شہادت وہ ہے جو مبنی ہو مشاہدہ پر یا ایسی دلیل قطعی پر جو افادہ یقین میں برابر ہو مشاہدہ کے جیسا **أَمْ لَمْ تَكُنْ تُشْهَدُ آدَاءَ إِذْ وَضَعْنَا اس طرف مشیر ہے) پھر اگر (اتفاق سے کسی کو فرضی جھوٹے گواہ بنا کر لے آویں اور) وہ (گواہ اس کی) گواہی (بھی) دیدیں تو (چونکہ وہ شہادت یقیناً بے قاعدہ اور محض خن سازی ہوگی کیونکہ مشاہدہ بھی مفقود اور مشاہدہ کا مماثل بھی مفقود اس لئے) آپ اس شہادت کی سماعت نہ فرمائیے اور (جب انکا کذب ہونا جیسا کہ **وَلَا حَزْمٌ لَنَا الخ اور كَذَلِكَ كَذِبًا الخ دال ہے اور منکر آخرت ہونا جیسا بہت آیات دال ہیں اور مشرک ہونا جیسا **أَشْرَكْنَا الخ دال ہے ثابت ہو گیا تو اے مخاطب) ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا (جن کا بطلان (ابھی ثابت ہو چکا) اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (اور اسی سبب سے نڈر ہو کر حق کی تلاش نہیں کرتے) اور وہ (استحقاقِ معبودیت میں) اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں (یعنی شرک کرتے ہیں)******

**مسائل السلوک:** قوله تعالى سيقول الذين اشرکوا الخ اس میں جبر مذموم کا ابطال ہے ۱۲۔

**المفاتی:** البالغة ای التي بلغت غاية المتانة والقوة قوله هلم اسم فعل متعد ولازم بمعنى احضره وا قبل ۱۲۔

**البلاغۃ:** قوله ان الله حرم هذا ولم يزد وان الله قد امر

بالشرک كما هو مقتضى ذکرهما معاً فی السابق ولعل وجهه ان التحريم اھون فی الالبات من الشرک فان الحل محتمل للنسخ لا التوحید فلما عجزوا عن اقامة الحجة علی الایسر اثباتا فكيف بالاعسر اثباتا فالھم۔ قوله ذاقوا فی الروح فیہ ایماء الی ان لھم عذابا مدخرا عند الله تعالى لان الذوق اول ادراک الشئ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی آخر التمهید حل الخ فان قلت ان الحل قد نزل قبل سورة الانعام كما مر فی حواشی قوله تعالى وقد فصل لكم قلت قد مر جوابہ ایضا ان التقدم باعتبار اکثر الاجزاء فیمكن ان قوله تعالى وقال الذین اشرکوا یکون متاخرا عن قوله سيقول الخ ۱۲۔ ۲۔ قوله فی لو شاء بطور رضاء فارفع الاشکال بان هذه الآية تدل علی ان المشیة لم تتعلق بقبائحهم وقوله تعالى فلو شاء الخ يدل علی انها تعلقت بقبائحهم من عدم الاهتداء وجه الارتفاع ظاہر فان الاولی بمعنى الرضاء والثانیة بمعنى الارادة وشتان ما بینھما ۱۲۔ ۳۔ قوله فی ولا اباؤنا شرک کرتے قدرہ لنلا يلزم عطف المظهر علی المضمیر المرفوع بلا فصل حاصلہ ان الفعل مقدر ہناک ای ولا اشرک آباؤنا فھو من عطف الجملة علی الجملة وبعضھم اعتبر کلمة لا فاصلة ۱۲۔ ۴۔ قوله فی حرما اور ہمارے اشارۃ الی ان الضمیر فی حرما لھم ولا بانھم جمیعاً ۱۲۔ ۵۔ قوله فی فتخرجوہ تاکہ لکون الفاء عاطفة مع السببیۃ ولس هذا من قبیل المضارع المجزوم لانه یاتی بدون الفاء اعلم ان کل ما یجاب بالفاء فینتصب المضارع بعدھا یصح ان یجاب بمضارع مجزوم الا النفی ۱۲۔ ۶۔ قوله فی فله پس دونوں اشارہ الی معنی الفاء ۱۲۔ ۷۔ قوله فی حرم باقاعدہ شہادت وہ ہے الخ اشارۃ بقولہ برابر الی امرین الاول ان الشہادة بالتسامع فی بعض الاحکام جائز والثانی ان الشہادة بلا مشاہدۃ واقع من هذه الامة علی الامم ۱۲۔ ۸۔ قوله فی فلا تشھد ساءت فی الروح فلا تصدقھم وارادة هذا المعنی من لا تشھد لان الشہادة من لوازم التسلیم او هو من باب المشاکلة ۱۲۔ ۹۔ قوله فی لا یؤمنون نذر اشارہ الی وجه تخصیص عدم ایمانھم بالآخرة ہنا ۱۲۔



قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْهِ تَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ

آپ کہنے کو آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل

مَنْ نَزَرَكُمْ وَإِيَاهُمْ وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

مت کیا کرو، ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر

ذَلِكُمْ وَضَعَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ

اس کا تم کو تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے، اور ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو

وَالْيُزَانَ بِالْقِسْطِ لَا تَكِلُفٌ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَضَعَكُمْ بِهِ

انصاف کیساتھ، ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو، ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید کی حکم دیا ہے

الْعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

تاکہ تم یاد رکھو، اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔

میں یا رجم میں پس قتل ناحق حرام ہوا) اس (سب) کا تم کو (اللہ تعالیٰ نے) تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم (ان کو) سمجھو (اور سمجھ کر عمل کرو) اور (چھٹے یہ کہ) یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ (یعنی اس میں تصرف مت کرو) مگر ایسے طریقے سے (تصرف کی اجازت ہے) جو کہ (شرعاً) مستحسن ہے (مثلاً اس کے کام میں لگانا اس کی حفاظت کرنا اور بعض اولیاء اور اوصیاء کو اس میں یتیم کے لئے تجارت کرنے کی بھی اجازت ہے) یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے (اس وقت تک ان تصرفات مذکورہ کی بھی اجازت ہے اور پھر اس کا مال اس کو دیدیا جاوے گا بشرط سفیہ نہ ہونے کے پس تصرف غیر مشروع مال یتیم میں حرام ہوا) اور (ساتویں یہ کہ) ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ (کہ کسی کا حق اپنے پاس نہ رہے اور نہ آوے پس اس میں دغا کرنا حرام ہوا اور یہ احکام کچھ دشوار نہیں کیونکہ) ہم (تو) کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ (احکام کی) تکلیف (بھی) نہیں دیتے (پھر ان احکام میں کوتاہی کیوں کی جاوے) اور (آٹھویں یہ کہ) جب تم (فیصلہ یا شہادت وغیرہ کے متعلق کوئی) بات کیا کرو تو (اس میں) انصاف (کا خیال رکھا کرو گو وہ شخص (جس کے مقابلہ میں وہ بات کہہ رہے ہو تمہارا) قرابت دار ہی ہو (پس خلاف عدل حرام ہوا) اور (نویں یہ کہ) اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو (جیسے قسم یا نذر بشرط اس کے مشروع ہونے کے) اس کو پورا کیا کرو (پس اس کا عدم ایفاء حرام ہوا) ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو) اور یہ (بھی کہہ دیجئے) کہ کچھ ان ہی احکام کی تخصیص نہیں بلکہ) یہ دین اسلام اور اس کے تمام احکام (میرا راستہ ہے) جس کی

**تفسیر: ربط:** اوپر مشرکین کی تحریم مختار پر انکار تھا آگے محرمات واقعیہ کو جن میں اہل جاہلیت مبتلا تھے ارشاد فرماتے ہیں بعض کو تو تفصیلاً نواہی میں صراحتہ اور اوامر میں دلالت اور بقیہ اجمالاً **هَذَا صِرَاطِي** میں پس اس انکار اور اس ارشاد کے مجموعہ سے ان کے حال پر تعریض ہو گئی کہ عجبات ہے جو امور واقع میں حرام ہیں ان میں تو مبتلا ہیں اور جو اشیاء واقع میں حلال تھیں ان میں تحریم کا اختراع کر رکھا ہے اس طرز سے گفتگو کرنا خطاب علی اسلوب الحکیم کہلاتا ہے۔

**بیان بعض محرمات واقعیہ:**

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ (السی قولہ تعالیٰ) ذَلِكُمْ وَضَعَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ آپ (ان سے) کہنے کو آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ (چیزیں یہ ہیں ایک) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ (پس شریک ٹھہرانا حرام ہوا) اور (دوسرے یہ کہ) ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو (پس ان سے بری طرح رہنا حرام ہوا) اور (تیسرے یہ کہ) اپنی اولاد کو افلاس کے سبب (جیسا کہ جاہلیت میں غالب عادت تھی) قتل مت کیا کرو (کیونکہ ہم ان کو اور تم کو (دونوں کو) رزق (مقدر) دیں گے (وہ تمہارے رزق مقدر میں شریک نہیں ہیں پھر قتل کیوں کرتے ہو پس قتل کرنا حرام ہوا) اور (چوتھے یہ کہ) بے حیائی (یعنی بدکاری) کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ (پس زنا کرنا حرام ہوا) خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں (وہ طریقے یہی ہیں) اور (پانچویں یہ کہ) جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق (شرعی) پر (قتل جائز ہے مثلاً قصاص



طرف میں باذن الہی دعوت کرتا ہوں) جو کہ (بالکل) مستقیم (اور راست) ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے (جس کی طرف میں دعوت کرتا ہوں) جدا (اور دور) کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو۔  
**۱۲۔** **۱۔** مال یتیم کے احکام سورہ نساء کے شروع میں گزر چکے ہیں ملاحظہ کر لیا جاوے اور انشاء ترجمہ میں جو بعض اولیاء و بعض اوصیاء کہا گیا مراد اس سے قاضی اور جد یتیم اور باپ اور جد کا وصی ہے ان کے سوا کسی کو تصرف تجارت مال یتیم میں جائز نہیں اور احکام قسم کے پارہ ۱۲ **وَإِذَا سَمِعُوا** کے شروع میں گزر چکے ہیں۔

**اللفظ:** تعالوا فی الروح ہو امر من تعالیٰ والاصل فیہ ان یقولہ من ہو فی مکان عال لمن ہو اسفل منہ ثم اتسع فیہ بالتعمیم واستعمل استعمال المقید فی المطلق مجازا الاشد قبل جمع لا واحد له وقیل ہو مفرد وقیل ہو جمع شدة کنعمة وانعم ۱۲۔

**البلاغۃ:** قولہ احسانا قال البیضاوی وضعہ موضع النهی عن الاساءۃ الیہما للمبالغۃ والدلالۃ علی ان ترک الاساءۃ فی شانہما غیر کاف لہما اہ قولہ تعالیٰ من املاق فی الروح قبل المخاطب بقولہ من املاق من ابتلی بالفقر وبقولہ تعالیٰ خشية املاق من یخشاه فی المستقبل ولهذا قدم رزقہم ہنا وقدم رزق اولادہم فی مقام الخشیۃ قولہ تعالیٰ لا تقربوا تعلیق النهی بقر بانہا للمبالغۃ قولہ بالقسط تاکید قولہ وصکم مکررا للتاکید قولہ تعقلون فی موضع وتذكرون فی آخر وتقون فی ثالث ہو عندی تفنن وقیل التقوی عام وكان المضمون الاخیر عاما فناسبہ والخمسة المتقدمة كانوا یغلطون فیہما باعتقادہا امورا مستحسنة الا لاساءۃ بالوالدین فناسبہ تعقلون باعتبار الاکثر والاربعة المتاخرة لا یغلطون فیہا انما كانوا یترون العمل بہا وینسونہا فناسبہ تذكرون ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ **قولہ فی التمهید** دلالتہ فاندفع بہ اشکال ان المنہیات لا شک فی تحریمہا لکن المامورات کیف تكون محرمة وجه الاندفاع ان اضدادہا المفہومۃ منہا المدلولۃ بہا محرمة واشرت الی هذا المعنی بقولی حرام ہو فی خاتمة کل حکم ۱۲۔ ۲۔ **قولہ فی ان لا تشرکوا** وہ چیزیں اشار الی ان ان مفسرۃ کما اختارہ الزمخشری والبیضاوی وفی البیضاوی ولا یمنعہ تعلیق فعل المفسر بما حرم فان التحريم باعتبار الا وامر یرجع الی اضدادہا ۱۲۔ ۳۔ **قولہ فی املاق غالب لان بعض القتل کان بسبب العار** ۱۲۔ ۴۔ **قولہ فی لانکلف دشوار نہیں** اشارۃ الی المقصود من الجملة کما فی الروح من تہوین امر ما تقدم من التکلیفات لیقبلوا علیہا ۱۲۔ ۵۔ **قولہ فی بعہد اللہ قسم کذا فی الروح** یتاید بقولہ تعالیٰ فی النحل واولوا بعہد اللہ اذا عاہدتم ولا تنقضوا الايمان ۱۲۔ ۶۔ **قولہ فی وان هذا یرکب اشارۃ الی کونہ معطوفا معنی علی تعالوا وداخلا فی حیز قل ولم ار من اختار هذا العطف ویؤیدہ قراءۃ ان یکسر الهمزة وتشدید النون وما وجہ صحتان بالفتح والتشدید مع اقتضاء قل للکسر فیمکن ان یکون بتقدیر اخبر الی قل تعالوا واخبر واخبر ہم ان هذا صراطی فافہم وفی قراءۃ ان بالفتح والخفة علی کونہا مخففة من المثقلة ۱۲۔**

۷۔ **قولہ** **ہناک** تخصیص نہیں اشار بہ الی وجہ الزیادۃ هذه الجملة من التنبیہ علی ان جمیع شرائعی واجب اتباعہا کھذہ الاحکام التسعة واما تخصیص هذه بالذكر لکونہا محکمة لم تنسخ فی شریعة ۱۲۔

۸۔ **قولہ فی صراطی** جس کی طرف اشار الی وجہ اضافۃ الیہ **۱۲۔ ۹۔** **قولہ ہناک** باذن الہی اشار بہ الی ان هذا الصراط فی الحقیقۃ وصراط اللہ ومن ثم اضیف الیہ تعالیٰ فی سبیلہ ۱۲۔



ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جاوے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہوتا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لادیں۔

يُؤْمِنُونَ ۚ وَهَذَا كِتَابُنَا أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكًا مُّزَكَّوۢنَ ۚ وَاتَّقُوا الْعَذَابَ الَّذِي تُرْجَمُونَ ۚ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ

اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سواں کتاب کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے ان پر نازل ہوئی تھی

قَبْلِنَا ۚ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِلِينَ ۚ أَوْ تَقُولُوا لَوْلَا أَنزَلَ عَلَيْنَا الْكِتَابَ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ

اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے سواں تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح

مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَاجِدِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا

اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے سواں شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاوے اور اس سے روکے۔ ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں

سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُصَدِفُونَ ۚ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ

انکے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔ یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا انکے پاس آپ کا رب آوے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے۔ جس روز

يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُهُمْ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمْنًا مِّنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۚ قُلْ

آپ کے رب کی بڑی نشانی آپہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسکے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے

اَنْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۝

کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

جاوے اور (اس کے ذریعہ سے سب کو) رہنمائی ہو اور (ماننے والوں کے لئے) رحمت ہو (ہم نے اس صفت کی کتاب اس لئے دی) تاکہ وہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل) اپنے رب کے ملنے پر یقین لادیں (اور اعتقاد لقا سے سب احکام کو بجالا دیں) اور (جب اس کا اور اس کے تتمہ انجیل کا دورہ ختم ہو چکا اس کے بعد) یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے (آپ کے پاس بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو) اب اس کا اتباع کرو اور (اس سے خلاف کرنے کے باب میں خدا سے) ڈرو تاکہ تم پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ہو (اور ہم نے یہ قرآن اس لئے بھی نازل کیا کہ) کبھی تم لوگ (قیامت میں در صورت اس کے نازل نہ ہونے کے کفر و شرک پر عذاب ہونے کے وقت) یوں کہنے لگتے کہ کتاب (آسمانی) تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے (یہودی عیسائی) تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم انکے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے (اسلئے ہم کو تو حید کی تحقیق نہ ہوئی) یا (اور مومنین سابقین کو ثواب ملنے کے وقت) یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان (مومنین سابقین) سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے (اور عقائد و اعمال میں ان سے زیادہ کمال حاصل کر کے ثواب کے مستحق ہوتے) سو (یاد رکھو کہ) اب تمہارے

**تفسیر:** ربط: اوپر شرک فی العقائد و التحلیل و التحریم کا رد مع اس کے مضامین متعلقہ کے بہت سے بطن سے فرمایا گیا آگے مسئلہ نبوت پر جو کہ تَعَالَوْا اَنْتُمْ مَّا حَكَمَ رَبُّكُمْ الْخ سے اور هَذَا صِدْقُ الْخ سے بھی مفہوم ہے بحث ہے کہ نبوت کوئی امر غریب نہیں ہے اول اور انبیاء ہوئے جن میں موسیٰ علیہ السلام مشہور و معروف ہیں اخیر میں آپ صاحب وحی ہو گئے۔ اس کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔

نزول کتاب بر موسیٰ علیہ السلام و بر رسول اللہ ﷺ:

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا (الی قولہ تعالیٰ) سَاجِدِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُصَدِفُونَ پھر (مضمون ابطال شرک کے بعد ہم مسئلہ نبوت میں کلام کرتے ہیں کہ ہم نے صرف آپ کو اکیلا نبی نہیں بنایا جس پر یہ لوگ اس قدر شور و غل مچا رہے ہیں بلکہ آپ کے قبل) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) کتاب (توراة) دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر (ہماری نعمت پوری ہو) کہ عمل کر کے ثواب کامل حاصل کریں) اور سب (ضروری) احکام کی (اس کے ذریعہ سے) تفصیل ہو



پاس (کوئی عذر نہیں ابھی کیونکہ تمہارے پاس) تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب (جسکے احکام) واضح (ہیں) اور (جو) رہنمائی کا ذریعہ (ہے) اور (خدا کی) رحمت (ہے) آچکی ہے سو (ایسے کافی شافی کتاب آنے کے بعد) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلا دے (اور دوسروں کو بھی) اس سے روکنے کے ہم ابھی (آخرت میں) ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے (یہ سختی اس روکنے سے بڑھی ورنہ صرف تکذیب بھی موجب سزا ہے)

**ف:** وجہ غفلت یہ نہیں کہ توراۃ و انجیل لغت عرب میں نہ تھی کیونکہ ترجمہ کے ذریعہ سے مضامین کی اطلاع ممکن ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اہل عرب کو تعلیم و توحید کا کبھی اہتمام نہیں کیا اور اتفاقاً کان میں کوئی مضمون پڑ جانا عادتہً متنبہ میں کم موثر ہے گو اس قدر متنبہ پر بھی طلب اور تامل واجب ہو جاتا ہے اور اسی بناء پر ترک توحید پر عذاب ممکن تھا اور اس سے عموم بعثت موسویہ عیسویہ کا اشکال لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اختصاص اس عموم کا ہمارے حضور ﷺ کے ساتھ باعتبار مجموعہ اصول و فروع کے ہے ورنہ اصول میں سب انبیاء کا اتباع سب خلایق پر واجب ہے۔ پس اس بناء پر عذاب صحیح ہوتا لیکن یہ عذر بادی النظر میں پیش کیا جاسکتا تھا اب اس کی بھی گنجائش نہ رہی اور حجۃ اللہ تام ہوگئی اور دوسرا قول لَوْلَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَكَانَ اَهْدٰى مِنْهُمْ کے متعلق ایک سوال و جواب باعتبار نا جہن اہل فترت کے سورہ مائدہ کے رکوع سوم کے اخیر میں گذر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جاوے۔

**و ب:** اوپر مکذبین کا ظالم اور مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا ہے آگے بھی ان مکذبین کو ایمان نہ لانے پر توبیخ و تہدید ہے۔

توبیخ بر عدم ایمان:

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ يَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الٰہی قولہ تعالیٰ) قُلْ اَنْظُرُوْا اِنْ اَنْتُمْ مُّنتَظِرُوْنَ یہ لوگ (جو کہ بعد نزول کتاب و بینات و وضوح حق کے بھی ایمان نہیں لاتے اپنے ایمان لانے کیلئے) صرف اس امر کے منتظر (معلوم ہوتے) ہیں (یعنی ایسا توقف کر رہے ہیں جیسے کوئی انتظار کر رہا ہو) کہ انکے پاس فرشتے آویں یا انکے پاس آپکار پہنچے (جیسا قیامت میں حساب کے وقت واقع ہوگا) یا آپکے رب کی کوئی بڑی نشانی (مجملہ قیامت کی نشانیوں کے) آوے (مراد اس بڑی نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے مطلب یہ ہوا کہ کیا ایمان لانے میں قیامت کے وقوع یا قرب کا انتظار ہے سوائے متعلق سن رکھیں کہ) جس روز آپکے رب کی (یہ) بڑی نشانی (مذکور) آپہنچے گی (اس روز) کسی ایسے شخص کا ایمان اسکے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں

رکھتا ہو (بلکہ اسی روز ایمان لایا ہو) یا (ایمان تو پہلے سے بھی رکھتا ہو لیکن) اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو (بلکہ اعمال بد اور گناہوں میں مبتلا ہو اور اس روز ان سے توبہ کر کے اعمال نیک شروع کرے تو اسکی توبہ قبول نہ ہوگی اور اسکے قبل اگر معاصی سے توبہ کرتا تو مومن ہونیکلی برکت سے توبہ قبول ہو جاتی تو قبول توبہ مجملہ منافع ایمان کے ہے اسوقت ایمان نے یہ خاص نفع نہ دیا اور جب علامت قیامت مانع ہوگئی قبول ایمان و توبہ سے تو خاص وقوع قیامت توبہ درجہ اولی مانع ہوگا پھر انتظار کا ہے کا اور اگر اس توبیخ پر بھی ایمان نہ لاویں تو) آپ (تہدید مزید کے طور پر) فرما دیجئے کہ (خیر بہتر) تم (ان امور کے) منتظر رہو (اور مسلمان نہیں ہوتے مت ہو) ہم بھی (ان امور کے) منتظر ہیں (اس وقت تم پر مصیبت پڑے گی اور ہم مومن انشاء اللہ ناجی ہونگے) **ف:** حساب کیلئے حق تعالیٰ کا اور فرشتوں کا آنا پارہ سیتقول کے نصف پر آہِ هَلْ يَنْظُرُونَ الخ کی تفسیر میں نقل ہو چکا ہے دیکھ لیا جاوے اور لفظ بعض آیات جو آیت ہذا میں واقع ہے اس کی تفسیر طلوع شمس من المغرب احادیث کثیرہ صحیحہ میں وارد ہے ترمذی و مسلم وغیرہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کیفیت اس کی ایک روایت میں اس طرح آئی ہے کہ اس روز بعد غروب کے آفتاب کو حکم خداوندی رجعت قہقری ہوگی اس لئے مغرب سے طلوع ہوگا اور درمنثور وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے اور روح المعانی میں بروایت تاریخ بخاری و ابوالشیخ و ابن عساکر حضرت کعب سے اس کی کیفیت منقول ہے کہ قطب کی طرف گھوم کر نقطہ مغرب پر آ جاوے گا اور رجعت قہقری کو بھی اس سے مآول کر سکتے ہیں اور اہل بیت اس کو جن قواعد و اصول پر محال کہتے ہیں ان قواعد کے لزوم پر اب تک خود کوئی دلیل قائم نہیں اور درمنثور میں ایک روایت تخریج عبد بن حمید و ابن مردویہ عبد اللہ بن ابی اوفی سے مرفوعاً منقول ہے کہ مغرب سے طلوع ہو کر جب وسط سماء تک پہنچے گا پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ کر اودھر غروب ہو کر پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا۔ اور بعض احادیث میں اس وقت ایمان کا مقبول نہ ہونا اور بعض میں توبہ کا مقبول نہ ہونا مصرح ہے۔ باقی دو امر قابل تحقیق رہے ایک یہ کہ اس وقت ایمان و توبہ کے غیر مقبول ہونے کی کیا وجہ دوسرے یہ کہ آیا اس کے بعد پھر بھی یہ عدم قبول مستمر رہے گا یا نہیں۔ صاحب روح نے اول امر میں کہا ہے کہ جب عالم علوی کا تغیر مشاہد ہوگا تو مثل وقت نزاع و انکشاف عالم غیب کے ایمان بالغیب نہ رہا دوسرے امر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ پھر قبول ہونے لگے گا جو کہ بعد میں مخاطب بالشرع ہوا ہو یا مدت گذرنے پر وہ ہول خیال سے اتر جاوے زواجر اور بلقیسی سے یہ مضمون لکھا ہے اور نسیان کی تائید میں ایک حدیث فتح الباری سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ اس کے بعد ایک سو بیس آدمی باقی رہیں گے۔



**النحو:** قوله تماماً وكذا ما بعده في موقع المفعول له وجاز حذف اللام لكونه بمعنى تماماً وراز ان يكون حالاً كذا في الروح ۱۲. قوله لم تكن آمنت صفة لنفساً قوله كسبت معطوف على آنت فالتقدير هكذا لا ينفع الايمان نفساً لم تكن آمنت او لم تكن كسبت ۱۲.

**البلاغة:** قوله تماماً على الذي الخ كونه تفصيلاً وصف له في ذاته وكونه هدى ورحمة وصف له باعتبار المكلفين الاول بالنظر الى جميعهم والثاني بالنظر الى المؤمنين خاصة واما كونه تماماً فهو داخل في كونه رحمته باعتبار ان بعض المؤمنين لا يتيان بالتطوعات والاخلاص اكمل وقدم لكونه اسرف واما قوله بينة فمصادق للتفصيل وهدى ورحمة عين ما صرح به فيما قبل ولما لم يكن وصف التمام غير خارج عن الرحمة لم يعد ذكره ههنا وشمل الجميع المبارك ۱۲. قوله على طائفتين في الروح وتخصيص الانزال بكتابيهما لانهما اللذان اشتهرا فيما بين الكتب السماوية بالاشتمال على الاحكام آه قلت خصوصاً عند العرب لكثرة هذين عندهم وفقدان غيرهم عنهم ومن ثم خصص موسى عليه السلام بالذكر في قوله ثم آتينا موسى الخ. قوله ربك الاضافة للتشريف قوله نفساً تنكير نفساً للتعميم ۱۲.

**اختلاف القراءة:** في قراءة احسن بالرفع اے على الوجه الذي هو احسن وهو المشهور وعلى العامل الذي هو احسن عملاً كما في قوله تعالى ولمن احسن ديناً ۱۲.

**الكلام:** استدلت المعتزلة بظاهر الآية على ان الايمان لا ينفع بدون العمل والجواب ظاهر بترجمتي حاصله ان المنفى هو النفع الخاص اي قبول التوبة الذي هو من منافع الايمان ايضاً وبهذا الاعتبار صح ان يقال ان هذا الرجل لم ينفعه ايمانه اي نفعاً خاصاً ولا يلزم من نفى الخاص نفى العام فلم يحصل مدعاهم من نفى النجاة بدون العمل وهذا مما كان الله تعالى من ما به على تم رأيه

منقولاً في روح المعاني عن بعض المحققين وهو ان معنى الآية انه لا ينفع الايمان باعتبار ذاته اذا لم يحصل قبل ولا باعتبار العمل (كالتوبة وغيرها) اذا لم يعمل قبل ونفع الايمان باعتبار العمل ان يصير سبباً بقبول العمل اه هذا وان لم يرض به صاحب الروح لكن وللناس فيما يعشقون مذاهب. وفي الروح اورد على المعتزلة ان الخير نكرة في سياق النفي فيعم ويلزم ان يكون نفع الايمان بمجرد الخير ولو واحد او ليس ذلك مذهبهم فان جميع الاعمال الصالحة داخله في الخير عندهم اه فافهم ۱۲.

**ملحقات الترجمة:** ۱. قوله في ثم بعد اے كرتي بين اشارة الى ان ثم للترتيب الكلامي وقيل كما في الروح ثم بمعنى الواو وقد جاء كثيراً في الكتاب ۱۲. ۲. قوله في الذي احسن كرنوالون اشار الى ان الذي للجنس ۱۲. ۳. قوله في تفصيلاً ضروري لان شيئاً من الكتاب الشرعي لا يشمل كل شئ ۱۲. ۴. قوله في لعلمهم بنى اسرائيل المدلول عليهم بذكر موسى كذا في الروح ۱۲. ۵. قوله قبل هذا كتب تمة اشارة الى ان عدم ذكر الانجيل ههنا مع كونه مذكوراً فيما بعد من قوله طائفتين للاكتفاء بذكر التوراة في اكثر الشرائع واما الاختلاف في اقل قليل كما يدل عليه قوله تعالى ولا حل لكم بعض الذي حرم عليكم ۱۲.

۶. قوله قبل ان تقولوا. اس لئے بھی اڑا دہی لان فائدة النزول لا ينحصر فيه ۱۲. ۷. قوله في صدف دوسروں کو اشار ان تعديته اكثر استعمالاً وقد يجنى لازماً كذا في الروح ۱۲. ۸. قوله في ينظرون یعنی ایاکما في الروح الانتظار محمول في الآية على التمثيل المبني على تشبيه حال هؤلاء الكفار في الاصرار على الكفر والتمادي على العناد الى ان تاتيهم تلك الامور الهائلة التي لا بد لهم من الايمان عند مشاهدتها البتة بحال المنتظرين لها ۱۲. ۹. قوله في بعض بڑی لما في الروح التعبير بالبعض للتهويل والتفخيم ۱۲.



إِنَّ الَّذِينَ فَزَعُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا يَشِيعَانِ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنْهَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ پس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

يَفْعَلُونَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برا کام کرے گا سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔

قُلْ إِنِّي هَدَىٰ رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ دِينًا قِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے۔ کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنایہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ أَغَيْرُ اللَّهِ أَبْغَىٰ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

آپ فرمادیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا۔ اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر ہوتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا

وَنَزِيرًا أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ

پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۚ إِنَّ سَرَبَكُمْ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۚ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

**تفسیر:** یہاں تک زیادہ حصہ بیان کا مشرکین کے باب میں ہے آگے ایک عام عنوان سے دوسرے گمراہوں کا حق سے بعید اور مورد وعید ہونا بیان فرماتے ہیں جس میں سب کفار مشرکین و اہل کتاب اور اہل اہواء و بدعات و تفاوت مراتب و عید سب داخل ہو گئے۔

**وخامت جمیع اہل ضلالت:**

إِنَّ الَّذِينَ فَزَعُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا يَشِيعَانِ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنْهَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو (جس کے وہ مکلف تھے) جدا کر دیا (یعنی دین حق کو ہٹا کر قبول نہ کیا خواہ سب کو چھوڑ دیا یا بعض کو اور طریقے شرک و کفر و بدعت کے اختیار کر لئے) اور (مختلف) گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں (یعنی آپ ان سے بڑی ہیں آپ پر کوئی الزام نہیں) پس (وہ خود اپنے نیک و بد کے ذمہ دار ہیں اور) ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے (وہ دیکھ بھال رہے ہیں) پھر (قیامت میں) ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے (اور حجت قائم کر کے استحقاق عذاب ظاہر کر دیں گے) **ف:** درمنثور میں ابن عباسؓ سے ان گروہوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہونا اور ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً اہل بدعات مراد ہونا اور خازن میں حسنؓ سے جمیع مشرکین اس اعتبار سے کہ بعضے بت پرست ہیں بعض ستارہ پرست ہیں وغیرہ

وغیرہ مراد ہونا منقول ہے چونکہ لفظ فرقوا سب کو شامل ہو سکتا ہے اسلئے عام مراد لینا انبہ ہے البتہ مراتب و عید کے متفاوت ہونگے یعنی کفار کو عذاب مختلف ہوگا اور مبتدعین کو بوجہ وجود ایمان کے بعد سزائے عقائد فاسدہ کے نجات ہوگی اور حدیث میں جو آیا ہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجی ہے باقی سب ناری مراد اس سے خلود و عدم خلود نہیں کیونکہ کسی مومن کو خلود نہ ہوگا اور نہ مطلق دخول و عدم دخول مراد ہے کیونکہ بعض اہل سنت کو بھی معاصی سے دخول ہوگا بلکہ مراد دخول لفساد العقائد بلا خلود ہے اور یہ خاص ہے اہل بدعت کے ساتھ بخلاف اہل حق کے کہ ان کو دخول فساد اعمال سے ہوگا فساد عقائد سے نہ ہوگا اور بخلاف کفار کے کہ ان کو خلود ہوگا خوب سمجھ لو۔ اور مراد میری دخول سے استحقاق دخول ہے کیونکہ ممکن ہے کہ مثل دیگر معاصی کے فساد عقیدہ بھی جو کفر تک نہ پہنچا ہو بلا تعذیب معاف ہو جاوے جیسا بعد تعذیب معاف ہوگا لزوم عذاب پر کوئی دلیل نہیں اسی لئے میں نے ترجمہ میں استحقاق کا لفظ بڑھایا ہے اور فَزَعُوا کی تفسیر کے متعلق جاننا چاہئے کہ جب بعض امور حقہ کا ترک جائز نہیں تو جمیع کا تو بدرجہ اولیٰ مذموم ہوگا پس یہ شبہ نہ رہا کہ فَزَعُوا سے تو ان پر ہی وعید ہے جنہوں نے بعض حق کو ترک کر دیا اور تارک کل پر فَزَعُوا صادق نہیں آتا۔



**رابطہ:** اوپر یُنَبِّئُهُمْ میں جزاء قیامت کا بیان تھا آگے اس جزاء کا قانون عام مذکور ہے جس سے جزائے خاص مذکور بالا کا حال بھی معلوم ہو جاوے گا شاید دوسرا جزو یعنی جزاء محسن بڑھا دینے سے ترغیب مقصود ہو کہ اگر کفر چھوڑ کر ایمان لے آؤ تو کس قدر نفع ہو کہ کرو تھوڑا اور ملے بہت۔

### قانون جزاء اعمال:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ (الی قولہ تعالیٰ) فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ جو شخص نیک کام کرے گا اس کو (اقل درجہ) اس کے دس حصے ملیں گے (یعنی ایسا سمجھا جاوے گا کہ گویا وہ نیکی دس بار کی اور نیز ایک نیکی پر جس قدر ثواب ملتا اب دس حصے ویسے ثواب کے ملیں گے) اور جو شخص برا کام کرے گا سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی زیادہ نہ ملے گی) اور ان لوگوں پر (ظاہراً بھی) ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ ہو یا کوئی بدی زیادہ کر کے لکھ لی جاوے)

**ف:** حسنہ میں اقل درجہ کی قید اس لئے لگائی کہ بعض اوقات اس سے زیادہ ملنا دوسری نصوص میں مصرح اور معروف ہے اور درمنثور میں مرفوع حدیثوں میں مصرح ہے کہ لا الہ الا اللہ بھی حسنہ ہے اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصدیق اور اس کا اقرار دونوں حسنہ ہیں پس ایمان بھی حسنہ ہوا اس کے دس حصے ہونے کا مطلب احقر کی توضیح سے حل ہو گیا یعنی ایمان لانے پر جو فضل و کرم موعود ہے ویسا فضل و کرم دس حصے ہوگا اور اگر شبہ ہو کہ جب ایمان حسنہ ہے تو کفر سیدہ ہوگا اور سیدہ پر برابر سزا ہے تو کفر پر عذاب مخلد ہونا ظاہراً برابر سے زیادہ ہے جواب یہ ہے کہ زیادہ جب کہتے کہ جس قدر سزا کا استحقاق نفس کفر پر ہے اس سے زیادہ سزا ہو جاتی اور یہ منفی ہے بلکہ ممکن ہے کہ نفس کفر گودہ مضاعف نہ کیا جاوے اتنی ہی سزا کو مقتضی ہو کیونکہ اس کا فح و شدت غایت درجہ تک منتہی ہے۔

**رابطہ:** اوپر اختلاف فی الدین کی مذمت تھی آگے دین حق کی تعیین ہے جس کا سب کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

### تعیین وارثادین حق:

قُلْ إِنَّمَا حُذِرْتُ رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الی قولہ تعالیٰ) وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ (وحی کے ذریعہ سے) بتلادیا ہے کہ وہ ایک دین ہے (جو بوجہ ثبوت بدلائل کے) مستحکم ہے (جو طریقہ ہے ابراہیم علیہ السلام) کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ (ابراہیم) شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے (اور) آپ (اس دین مذکور کی قدرے تفصیل کے لئے) فرمادیجئے کہ (اس دین کا حاصل یہ ہے کہ) بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنے کا سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا (استحقاق عبادت یا تصرفات ربوبیت میں) کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی (دین مذکور پر رہنے) کا حکم ہوا ہے اور (حکم کے موافق) میں (اس دین

والوں میں) سب ماننے والوں سے پہلا (ماننے والا) ہوں۔ **ف:** یہاں دین کے جو اوصاف فرمائے گئے ہیں اس کے اعتبار سے وہ خاص ہو گیا اسلام اور اسلام میں سے طریق سنت کے ساتھ چنانچہ ملت ابراہیمی کا اسلام ہونا آخر پارہ الم میں گزر چکا اور مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کا رد ہو گیا جیسا کہ اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہوا ہے اور حنیف سے تمام طرق بدعت کا رد ہو گیا کہ سب میں زیغ ہے اور تفصیل میں صلوة و نسک تو امور تشریعیہ سے ہیں اور محیا و ممات امور تکوینیہ سے ہیں اللہ کے لئے ہوتا اول کا باعتبار قصد عبادت کے ہے اور ثانی کا باعتبار اعتقاد ربوبیت کے ہے مجموعہ کا حاصل یہ ہوا کہ استحقاق عبادت میں بھی خدا کا کوئی شریک نہیں اور تصرف میں بھی خدا کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجموعہ توحید ہے جو بڑی تعلیم ہے اسلام کی اور یہ شبہ کہ حضور ﷺ کو ملت ابراہیمی پر رہنے کا کیسے حکم ہوا حالانکہ آپ خود نبی مستقل ہیں آخر پارہ الم میں حل ہو چکا ہے دیکھ لیا جاوے اور یہ جو فرمایا بِذَلِكَ أُمِرْتُ اس میں دوسروں کو لطف کے ساتھ دعوت ہے کہ جب نبی تک مکلف بالا ایمان ہے تو دوسرے کیوں نہ ہونگے۔

**رابطہ:** اوپر دین حق کی تعیین کر کے اس کی طرف عام دعوت کی گئی تھی چونکہ بعض اہل باطل یعنی مشرکین خود آپ کو اور مسلمانوں کو اپنے طریق باطل کی طرف بلاتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ جو اس میں تم کو گناہ ہوگا وہ ہمارے سر پر جیسا آیت وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ سے اور آیت قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَتَمَرَّضُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ سے معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی قصہ سبب ہے نزول سورہ قل یا کا جیسا باب میں منقول ہے اس لئے آگے اس دعوے کا رد ہے۔

### رد تلبیس مشرکین بر مسلمین:

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا (الی قولہ تعالیٰ) فَيَتَّبِعَكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ آپ (ان باطل کی طرف بلانے والوں سے) فرمادیجئے کہ کیا (بعد وضوح حقیقت توحید و اسلام کے تمہارے کہنے سے) میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں (یعنی نعوذ باللہ شرک اختیار کر لوں) حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا (اور سب چیزیں اس کی مملوک ہیں اور مملوک شریک مالک نہیں ہو سکتا) اور (تم جو کہتے ہو کہ تمہارا گناہ ہمارے سر سویہ محض لغوبات ہے کہ کرنے والا پاک صاف رہے اور صرف دوسرا گنہگار ہو جاوے بلکہ بات یہ ہے کہ) جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجہ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا (بلکہ سب اپنی اپنی بھگتیں گے) پھر (سب کے عمل کر چکنے کے بعد) تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے (کہ کوئی کسی دین کو حق بتلاتا تھا اور کوئی کسی کو وہاں عملی اطلاع سے فیصلہ کر دیا جاوے گا کہ اہل حق کو نجات اور اہل باطل کو سزا ہوگی) **ف:** اگر کسی کو شبہ ہو کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کسی کو گمراہ کرے تو اس گمراہ کا گناہ اس گمراہ کنندہ کو بھی ہوتا ہے اور اس



دنویہ اور آیات و روایات میں نظر کرنے سے منافع اخرویہ مفہوم و معلوم ہوتے ہیں۔ ہذا وقد تم تفسیر سورة الانعام بفضل الله ذي الانعام والاكرام. الذي تم به الربع من تفسیر كلام الله الملك العلام. على يد هذا الفقير ادون الانام. وقت الصحرة من يوم الخميس اربع و عشرين من صفر سنة الف و ثلث مائة و اربع و عشرين من هجرة سيد المرسلين الكرام عليه و عليهم صلوات الله والسلام ما دامت الليالي والايام ف قط۔

**مسائل السلوك:** قوله تعالى قُلْ اِنْ صَلَّيْتُ وَشُكِّرْتُ السَّخِ يَتُوحَّدُ کامل کی تعلیم پر دال ہے یعنی جمیع احوال تشریعیہ و تکوینیہ میں استسلام اور تفویض کرنا عمل اور اطاعت سے بھی اور رضاء بالقضاء سے بھی ۱۲۔

**النحو:** فی الروح دینا بدل من محل الی صراط ای فہدانی صراطا قیما۔ مصدر نعت بہ۔ ملة بتقلید اعنی او عطف بیان لدینا ۱۲۔

**اللفظ:** شیعا جمع شیعة بمعنی المتبعین لان کلامہم یتبع اماما ۱۲۔

**البلاغة:** قوله انما امرهم هو علی ما اخترت من معنی لست منهم لیس للتعلیل بل للوعید ۱۲۔ قوله لا تنزل الخ تاکید لقوله ولا تکسب الخ ۱۲۔

**ملحقات الترجمة:** ۱۔ قوله فی دینہم مکلف تھے اخرجه

النحاسن عن ابن عباس کما فی الدر المنثور ویؤیدہ قراءة فارقوا من المفاعلة ۱۲۔ ۲۔ قوله فی لست بری ورد هذا التفسیر مرفوعا فی الدر المنثور قال فی الکبیر تاویلہ انک بعید عن اقوالہم ومذاهبہم والعقاب اللازم علی تلک الاباطیل مقصور علیہم لا یتعداہم وفی الخازن تقول العرب ان فعلت کذا فلست منک ولست منی کل واحد منہما بری عن صاحبه ۱۲۔ ۳۔ قوله فی لا یظلمون ظاہر الان حقيقة الظلم محال ۱۲۔ ۴۔ قوله هناک درج نہ یولم یقل لا یضاعف لان عدم المضاعفة التی ہی فضل محض لیس بظلم ولو صورة ۱۲۔

۵۔ قوله فی قیما مستحکم لما فی الروح ثابتا ۱۲۔ ۶۔ قوله فی حنیفا جس میں اشارۃ الی کونہ حالا من المضاف وهو رائی ذوقا ۱۲۔ ۷۔ قوله فی نسک ساری عبادت کما فی الروح عن الزجاج فهو تعمیم بعد تخصیص ۱۲۔ ۸۔ قوله فی لله خالص کذا فی البیضاوی ۱۲۔ ۹۔ قوله فی لا شریک استحقاق کذا فی الخازن عاما فی التشریع والتکوین ۱۲۔

۱۰۔ قوله فی خلف صاحب اختیار کما فی الکبیر انہم خلفاء الله فی ارضہ یملکونہا یتصرفون فیہا ۱۲۔ ۱۱۔ قوله فی یلوکم ظاہرا ۱۱۔ لیساملکم معاملة المختبر لان حقيقة الابتلاء والامتحان محال علی الله تعالیٰ ۱۲۔ ۱۲۔ قوله فی اول ف عام طور پر وقوله غیر اختیاری افاد بالقیید الاول الاحتراز عن مثل النبوة لان الخطاب لغير الانبیاء وباللانی ان التفاوت فی الامور اختیاریۃ کالمعصیۃ والطاعة لیس بحکمة ولانعمة باعتبار المفضل بل هو قبیح وموجب للنقمة ۱۲۔

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ گمراہ کرنے سے جو گناہ ہوا وہ تو اپنے ہی فعل سے ہوا کہ جب وہ گمراہ وہ فعل کرے گا اس وقت اس مصل کا تسبب ہو کہ اسکے فعل اضلال سے ناشی ہے ظاہر ہوگا۔ پس حقیقت میں اپنے فعل سے گناہ ہوا اور اس آیت کا یہ مقصود ہے کہ دوسرے کے فعل سے گناہ نہیں ہوتا پس دونوں میں کچھ تعارض نہیں۔ دوسرے یہ کہ کفار یوں کہتے تھے کہ تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا سو یہ امر بالکل منفی اور باطل ہے بلکہ دونوں پر اپنے اپنے فعل کا گناہ ہوگا۔ پس شبہ رفع ہو گیا۔

**ربط:** سورت ختم پر آئی مجموعہ سورت میں دین حق کی تحقیق مبسوط ہے اب اپنے ایک عام انعام میں تماشل اور ایک خاص انعام میں تفاضل بقصد ترغیب اطاعت وموافقت وترہیب معصیت ومخالفت در باب قبول واعراض دین حق کے ذکر فرما کر اپنی دو صفت کے اثبات پر جو کہ ترغیب وترہیب کے مناسب ہے ختم فرماتے ہیں پس اس مضمون کے اعتبار سے خاتمہ کو مجموعہ سورت سے ارتباط ہو گیا اور ایسا ہی خاتمہ حسن ختام کہلاتا ہے۔

ذکر انعام وترغیب وترہیب:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (الی قوله تعالیٰ وَارِثَ الْغَفُورِ رَحِيمٌ) اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا (اس نعمت میں تو تماشل ہے) اور ایک کا دوسرے پر (مختلف چیزوں میں) رتبہ بڑھایا (اس نعمت میں تفاضل ہے) تاکہ (ان نعمتوں سے) تم کو (ظاہراً) آزماوے ان چیزوں میں جو کہ (نعم مذکورہ سے) تم کو دی ہیں (آزمائے یہ کہ کون ان نعمتوں کی قدر کر کے منعم کی اطاعت کرتا ہے اور کون بے قدری کر کے اطاعت نہیں کرتا پس بعضے مطیع ہوئے بعضے نافرمان ہوئے اور دونوں کے ساتھ مناسب معاملہ کیا جاوے گا کیونکہ) بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا (بھی) ہے (پس نافرمانوں کے لئے عقاب ہے اور فرمانبرداروں کے لئے رحمت ہے اور نافرمانی سے فرمانبرداری کی طرف آنے والوں کے لئے مغفرت ہے پس مکلفین پر ضرور ہوا کہ دین حق کے موافق اطاعت اختیار کریں اور باطل اور مخالفت سے باز آویں) ف: جن چیزوں میں عام طور پر کمی بیشی رکھی وہ یہ غیر اختیاری امور ہیں۔ عقل و جاہ و رزق حسن و جمال صحت و قوت و امثال ذلک اس تفاوت کا قرین حکمت ہونا تو ظاہر ہے باقی موجب نعمت ہونا سوان اوصاف میں جو فاضل اور فائق ہے اس کے لئے یہ بھی ظاہر ہے رہا مفضل کے لئے نعمت ہونا وہ بنظر ان حکمتوں کے ہے جو اس تفاوت سے قرین اور اس میں مودع ہے کیونکہ ہر نقص اور ہر بلیہ میں کوئی نہ کوئی نفع ہوتا ہے خواہ دنیوی جیسے کسی بڑے وبال سے بچا لینا خواہ اخروی مثل ثواب و رفع درجات و کفارة سینات جیسا کہ واقعات میں غور کرنے سے منافع



## وجوه المثنائي

### سورة المائدة

قوله تعالى 'شنان قوم' في الموضعين فيه قرأتان الاولى بسكون النون بعد الشين لابن عامر وشعبة والثانية بفتحها للباقيين. قوله تعالى 'ان صدوكم فيه قرأتان الاولى بكسر الهمزة لابن كثير وابي عمرو والثانية بالفتح للباقيين قوله تعالى 'والمحصنت فيه ما ذكر في النساء قوله تعالى 'وارجلكم فيه قرأتان الاولى بنصب اللام لنافع وابن عامر وحفص والكسائي والثانية بالخفض للباقيين قوله تعالى 'او لمستم فيه ما مر في النساء قوله تعالى قسية. فيه قرأتان الاولى بغير الف بعد القاف وتشديد الياء على وزن فعيلة لحمزة والكسائي والثانية بالف بعد القاف وتخفيف الياء على وزن فاعلة للباقيين قوله تعالى 'رسلنا فيه قرأتان الاولى بسكون السين لابي عمرو والثانية بالضم للباقيين قوله تعالى 'ولا يحزنك. فيه قرأتان الاولى بضم الياء وكسر الزاي لنافع من الاحزان والثانية بفتح الياء وضم الزاي للباقيين. قوله تعالى 'للسحت فيه قرأتان الاولى بضم الحاء لابن كثير وابي عمرو والكسائي والثانية بالسكون للباقيين وهما لغتان قوله تعالى 'والعين الى الجروح. فيها ثلث قراءات الاولى برفع الخمسة للكسائي والثانية برفع الجروح فقط لابن كثير وابي عمرو وابن عامر والثالثة بالنصب في الجميع للباقيين والرفع على الابتداء والنصب على العطف على المنصوب وفي ذال الاذن قرأتان الاولى سكونها لنافع والثانية ضمها للباقيين وهما لغتان قوله تعالى 'وليحكم. فيه قرأتان الاولى بكسر اللام ونصب الميم لحمزة والثانية بسكون اللام وجزم الميم واللام على الاولى لام كي وهو معطوف على هدى وموعظة اي للهدى والموعظة والحكم وعلى الثانية لام الامر وهو ظاهر قوله تعالى 'يغون. فيه قرأتان الاولى بتاء الخطاب لابن كثير والثانية بياء الغيبة للباقيين قوله تعالى 'ويقول. فيه ثلث قراءات الاولى بغير واو قبل يقول لنافع وابن كثير وابن عامر والثانية بواو ونصب اللام لابي عمرو وعطفا على فيصبحو والثانية بواو ورفع الام للباقيين قوله تعالى 'وعبد الطاغوت. فيه قرأتان الاولى بضم باء عبد وخفض تاء الطاغوت لحمزة والثانية بفتح الباء ونصب التاء للباقيين والاول اسم بمعنى عابد منصوب بالعطف على القردة والخنازير والثاني فعل ماض قوله تعالى 'رسالته. فيه قرأتان الاولى بالالف بعد اللام وكسر التاء لنافع وابن عامر وشعبة جمع رسالة والثانية بغير الف ونصب التاء للباقيين قوله تعالى 'ان لا تكون. فيه قرأتان الاولى برفع النون لابي عمرو وحمزة والكسائي والثانية بالنصب للباقيين وان على الاولى مخففة من الثقيلة واصله انه لا تكون فخفف ان وحذف ضمير الشأن وعلى الثانية مصدرية. قوله تعالى 'عقدتم. فيه ثلث قراءات الاولى بالف بعد العين وتخفيف القاف لابن ذكوان من المعاقدة والثانية بغير الف مع تخفيف القاف لشعبة وحمزة والكسائي من العقد والثالثة بغير الف مع تشديد القاف للباقيين من التعقيد قوله تعالى 'فجزاء مثل. فيه قرأتان الاولى بالتنوين في فجزاء ورفع لام مثل لعاصم وحمزة والكسائي على ان مثل بدل من فجزاء والثانية بغير تنوين وخفض اللام



للباقين على كون الجزاء مضافاً اضافة بيانية قوله تعالى او كفارة طعام. فيه قرأتان الاولى كفارة بغير تنوين وخفض ميم طعام لنافع وابن عامر على الاضافة البيانية والثانية بالتنوين ورفع الميم للباقين على البدلية قوله تعالى قيما. فيه قرأتان الاولى بغير الف بعد الياء لابن عامر مصدر كشيع والثانية بالف للباقين قوله تعالى حين ينزل. فيه قرأتان الاولى من الانزال لابن كثير وابى عمرو والثانية من التنزيل للباقين قوله تعالى استحق. فيه قرأتان الاولى بفتح التاء والهاء لحفص مبنيا للفاعل والثانية بضم التاء وكسر الحاء للباقين مبنيا للمفعول قوله تعالى الاولين. فيه قرأتان الاولى بتشديد الواو وكسر اللام وسكون الياء وفتح النون على الجمع لحمزة وشعبة والثانية بسكون الواو وفتح اللام والياء والف بعد الياء وكسر النون على التثنية للباقين قوله تعالى علام الغيوب. فيه قراءة ثان الاولى بكسر الغين لشعبة وحمة والثانية باضم للباقين قوله تعالى الاسم. فيه قراءة ثان الاولى بفتح السين والف بعدها وكسر الحاء اسم فاعل لحمزة والكسائي والثانية بكسر السين وسكون الحاء ولا الف بعدها للباقين قوله تعالى هل يستطيع ربك. فيه قرأتان الاولى بالتاء على الخطاب وفتح باء ربك للكسائي والتقدير هل تستطيع ان تسأل ربك والثانية بالياء وضم الباء قوله تعالى ينزل فيه قرأتان الاولى من التنزيل لنافع وابن عامر وعاصم والثانية من الانزال للباقين قوله تعالى يوم ينفع. فيه قرأتان الاولى فتح الميم لنافع والتقدير هذا الذي مر واقع يوم ينفع والثانية رفع الميم للباقين على انه خبر ليوم. تمت سورة المائدة للثاني من جمادى الاخرى ۱۳۲۶هـ يوم الخميس.

### سورة الانعام

قوله تعالى من يصرف. فيه قرأتان الاولى بفتح الياء وكسر الراء مبنيا للفاعل لابي بكر وحمة والكسائي والثانية بضم الياء وفتح الراء مبنيا للمفعول للباقين قوله تعالى ثم لم تكن فيه قرأتان الاولى بالياء على التذكير لحمزة والكسائي والثانية بالتاء على التانيث للباقين قوله تعالى فتتهم. فيه قرأتان الاولى برفع التاء لابن كثير وابن عامر وحفص والثانية بالنصب للباقين. قوله تعالى والله ربنا. فيه قرأتان الاولى بنصب الباء على النداء لحمزة والكسائي والثانية بجرها على الصفة للباقين قوله تعالى ولا نكذب. فيه قرأتان الاولى بنصب الياء لحمزة والثانية بالرفع للباقين. والنصب باضمار ان على جواب التمني والمعنى ان رددنا لم نكذب والرفع بالابتداء او العطف على نرد قوله تعالى ونكون. فيه قرأتان الاولى بنصب النون لابن عامر وحفص وحمة والثانية برفعها للباقين والتوجيه التوجيه قوله تعالى ولدار الآخرة. فيه قرأتان الاولى بتخفيف الدال وجر التاء من الآخرة على الاضافة لابن عامر والثانية بتشديد الدال ورفع التاء على الصفة للباقين قوله تعالى افلا تعقلون. فيه قرأتان الاولى بالتاء على الخطاب لنافع وابن عامر وحفص والثانية بالياء على الغيبة للباقين قوله تعالى ليحزنك. فيه قرأتان الاولى بضم الياء وكسر الزاي لنافع والثانية بفتح الياء وضم الزاي للباقين قوله تعالى لا يكذبونك. فيه قرأتان الاولى بسكون الكاف وتخفيف الدال من الكذب لنافع والكسائي والثانية بفتح الكاف وتشديد الدال من التكذيب للباقين. قوله تعالى على ان ينزل آية. فيه قرأتان الاولى من الافعال لابن كثير والثانية من التفعيل للباقين قوله تعالى فتحنأ. فيه قرأتان الاولى بتشديد التاء لابن عامر والثانية بالتخفيف للباقين قوله تعالى بالغدوة. فيه قرأتان الاولى بضم الغين وسكون الدال وبواو مفتوحة لابن عامر والثانية بفتح الغين والدال والف بعد الدال للباقين قوله تعالى انه من عمل فيه قرأتان الاولى بفتح الهمزة لنافع وابن عامر وعاصم والثانية بالكسر للباقين والفتح على انه بدل من الرحمة والكسر على الاستيناف قوله تعالى فانه غفور رحيم. فيه قرأتان الاولى بفتح الهمزة لابن عامر وعاصم والثانية بالكسر للباقين والنصب على معنى فشانه انه الخ قوله تعالى ولتستبين فيه قرأتان الاولى بالياء بعد اللام على التذكير لابي بكر وشعبة وحمة والكسائي والثانية بالتاء على التانيث للباقين قوله تعالى سبيل المجرمين فيه قرأتان الاولى بنصب اللام لنافع والثانية بالرفع للباقين والنصب على انه مفعول للفعل المتعدي والرفع على انه فاعل للفعل اللازم قوله



تعالى بقص الحق. فيه قرأتان الاولى بضم القاف وصاد مهملة مشددة مع الرفع لنافع وابن كثير وعاصم من قص الخبر والثانية بسكون القاف وصاد معجمة مخففة مع الكسر للباقيين من القضاء وحذفت الياء في الخط تبعاً لحذفها في اللفظ لالتقاء الساكنين قوله تعالى وخفية القاف وصاد معجمة مخففة مع الكسر للباقيين وهما لغتان كالا سوة والاسوة قوله تعالى لنن انجيئنا. فيه قرأتان الاولى بحذف قيه قرأتان الاولى بكسر الخاء لشعبة والثانية بالضم للباقيين وهما لغتان كالا سوة والاسوة قوله تعالى لنن انجيئنا. فيه قرأتان الاولى بحذف التاء والفاء بعد الجيم بدل الجيم على الغيبة لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالتاء بعد الياء على الخطاب للباقيين قوله تعالى قل الله ينجيكم فيه قرأتان الاولى بفتح النون وتشديد الجيم لهشام وعاصم وحمزة والكسائي والثانية بسكون النون وتخفيف الجيم للباقيين والاول من التفعيل والثاني من الافعال قوله تعالى ينسينك فيه قرأتان الاولى بفتح النون وتشديد السين لابن عامر والثانية بسكون النون وتخفيف السين للباقيين والثاني من التفعيل والثاني من الافعال قوله تعالى استهوته. فيه قرأتان الاولى بالفاء بعد الواو على التذكير لحمزة والثانية بالتاء على التانيث للباقيين قوله تعالى وجهي للذي. فيه قرأتان الاولى بفتح الياء لنافع وابن عامر وحفص والثانية بالسكون للباقيين قوله تعالى اتحاجوني. فيه قرأتان الاولى بتخفيف النون لنافع وابن عامر بخلاف عن هشام والثانية بالتشديد للباقيين وفي الاول حذف احدى النونين وفي الثاني ادغامها في الاخرى قوله تعالى ما لم ينزل به عليكم سلطانا. في قرأتان الاولى بسكون النون وتخفيف الزاي لابن كثير وابي عمرو والثانية بفتح النون وتشديد الزاي قوله تعالى درجات من نشاء. فيه قرأتان الاولى بتثوين التاء لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بغير تثوين للباقيين قوله تعالى وزكريا. فيه قرأتان الاولى بغير همزة لحفص وحمزة والكسائي والثانية بالهمزة للباقيين قوله تعالى واليسع. فيه قرأتان الاولى بتشديد اللام وسكون الياء لحمزة والكسائي والثانية بسكون اللام وفتح الياء وهو على الاول اعجمي دخل عليه اللام وعلى الثاني ايضا اعجمي. قوله تعالى يجعلونه قراطيس بيدونها ويخفون كثيرا. فيها قرأتان الاولى بالياء في الثلاثة على الغيبة لابن كثير وابي عمرو والثانية بالتاء على الخطاب للباقيين قوله تعالى ولينذر. فيه قرأتان الاولى بالياء على الغيبة لشعبة والضمير للكتاب والثانية بالتاء على الخطاب للباقيين قوله تعالى بينكم. فيه قرأتان الاولى بفتح النون لنافع احفص والكسائي والثانية بالرفع للباقيين وهو على الاول ظرف والفاعل الامر او الوصل وعلى الثاني مصدر بمعنى الوصل والجمع مجازاً او ظرف اسند اليه الفعل على سبيل الاتساع قوله تعالى من الميت ومخرج الميت. فيه قرأتان الاولى بتشديد الياء لنافع حفص والكسائي والثانية بالتخفيف للباقيين قوله تعالى وجاعل. فيه قرأتان الاولى بفتح العين واللام ولا الف قبل العين على صيغة الماضي لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بكسر العين ورفع اللام والفاء قبل العين على صيغة اسم الفاعل للباقيين قوله تعالى الليل. فيه قرأتان من قرأ ما قبله بالميم نصب الليل ومن قرأه باسم الفاعل جره قوله تعالى فمستقر. فيه قرأتان الاولى بكسر القاف لابن كثير وابي عمرو على انه اسم فاعل والثانية بالفتح للباقيين على انه مصدر او اسم مكان قوله تعالى الى ثمرة. فيه قرأتان الاولى بضم التاء والميم لحمزة والكسائي على انه جمع ثمرة والثانية بالفتح فيهما قوله تعالى وخرقوا فيه قرأتان الاولى بتشديد الراء لنافع والثانية بالتخفيف للباقيين قوله تعالى درست فيه ثلث قراءات الاولى بالفاء بين الدال والراء لابن كثير وابي عمرو والثانية بغير الف لنافع وعاصم وحمزة والكسائي وانكل بسكون السين وفتح التاء والثالثة بغير الف وفتح السين وسكون التاء على الغيبة لابن عامر والضمير للآيات والمعنى محيت هذه الآيات وعفت وهو كقولهم اساطير الاولين. قوله تعالى انها اذا جاء ت. فيه قرأتان الاولى بكسر الهمزة من انها لابن كثير وابي عمرو وشعبة بخلاف عنه والثانية بالفتح للباقيين قوله تعالى لا يؤمنون. فيه قرأتان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر وحمزة والثانية بالياء على الغيبة للباقيين قوله تعالى قبلا. فيه قرأتان الاولى بكسر القاف وفتح الباء لنافع وابن عامر والثانية بضم القاف والباء للباقيين وهما مصدران بمعنى مقابلة ومواجهة قوله تعالى منزل من ربك. فيه قرأتان الاولى بفتح النون وتشديد الزاي لابن عامر وحفص والثانية



بسكون النون وتخفيف الزاي قوله تعالى كلمت ربك. فيه قرأتان الاولى بغير الف بين الميم والتاء لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالالف للباقيين قوله تعالى فصل فيه قرأتان الاولى بضم الفاء وكسر الصاد لابن كثير وابي عمرو وابن عامر والثانية بفتحهما للباقيين قوله تعالى حرم عليكم. فيه قرأتان الاولى بفتح الحاء والراء لنافع وحفص والثانية بضم الحاء وكسر الراء للباقيين قوله تعالى ليضلون فيه قرأتان الاولى بضم الياء لعاصم وحمزة والكسائي والثانية بالفتح للباقيين قوله تعالى ليضلون لنافع والثانية بالتخفيف للباقيين قوله تعالى رسالته. فيه قرأتان الاولى بنصب التاء وضم الهاء ولا الف قبل التاء على التوحيد لابن كثير وحفص والثانية بكسر التاء والهاء والف قبل التاء على الجمع للباقيين قوله تعالى ضيقا. فيه قرأتان الاولى بسكون الياء لابن كثير والثانية بالتشديد مع الكسر للباقيين قوله تعالى حرجا. فيه قرأتان الاولى بكسر الراء على انه صفة لنافع وابي بكر والثانية بالفتح على انه مصدر وصف به مبالغة للباقيين قوله تعالى يصعد. فيه ثلث قراءات الاولى بسكون الصاد وتخفيف العين من غير الف بعد الصاد لابن كثير والثانية بتشديد الصاد وتخفيف العين من غير الف بعد الصاد والعين ولا الف بعد الصاد للباقيين قوله تعالى ويوم يحشرهم. فيه قرأتان الاولى بالياء لحفص والثانية بالنون للباقيين قوله تعالى عما تعملون. فيه قرأتان الاولى بالتاء على الخطاب لابن عامر والثانية بالياء على الغيبة للباقيين قوله تعالى مكانتكم. فيه قرأتان الاولى بالف بعد النون لشعبة والثانية بغير الف للباقيين قوله تعالى من تكون له. فيه قرأتان الاولى بالياء على التذكير لحمزة والكسائي والثانية بالتاء على التانيث للباقيين قوله تعالى يزعمهم في الموضعين. فيه قرأتان الاولى بضم الزاي للكسائي والثانية بالفتح للباقيين قوله تعالى زين الى قتل اولادهم شركاء هم. فيه قرأتان الاولى بضم الزاي وكسر الياء ورفع لام قتل ونصب دال اولادهم وشركائهم بالياء مجرورة الهمزة لابن عامر والثانية بفتح الزاي والياء ونصب لام قتل وكسر دال اولادهم وشركائهم بالواو مرفوعة الهمزة وتوجيه الاول ان الشركاء اضيف اليه القتل مفصولا بينهما بمفعوله ووجه الثاني ظاهر قوله تعالى وان يكن. فيه قرأتان الاولى بالتانيث لابن عامر وشعبة والثانية بالتذكير الباقيين قوله تعالى ميتة. فيه قرأتان الاولى بالرفع لابن كثير وابن عامر والثانية بالنصب للباقيين قوله تعالى قتلوا اولادهم فيه قرأتان الاولى بتشديد التاء لابن كثير وابن عامر والثانية بالتخفيف للباقيين قوله تعالى اكله فيه قرأتان الاولى بسكون الكاف لنافع وابن كثير والثانية بالضم للباقيين قوله تعالى منثمرة فيه قرأتان الاولى بضم التاء والميم لحمزة والكسائي والثانية بفتحهما للباقيين قوله تعالى حصاده. فيه قرأتان الاولى بفتح الحاء لابي عمرو وابن عامر وعاصم والثانية بالكسر للباقيين قوله تعالى خطوات. فيه قرأتان الاولى بضم الطاء لقبيل وابن عامر وحفص والكسائي والثانية بالسكون للباقيين. قوله تعالى ومن المعز فيه قرأتان الاولى بفتح العين لابن كثير وابي عمرو وابن عامر والثانية بالسكون للباقيين وهو بالفتح جمع ما عزر كصاحب وصاحب قوله تعالى الا ان يكون ميتة في اللفظين قرأتان تكون بالتانيث لابن كثير وابن عامر وحمزة وبالتذكير للباقيين وميتة بالرفع لابن عامر وبالنصب للباقيين قوله تعالى تذكرون فيه قرأتان الاولى بتخفيف الدال لحفص وحمزة والكسائي والثانية بالتشديد للباقيين قوله تعالى وان هذا فيه ثلث قراءات الاولى بفتح الهمزة وتخفيف النون لابن عامر والثانية بالكسر والتشديد لحمزة والكسائي والثالثة بالفتح والتشديد للباقيين قوله تعالى ان تاتيهم الملكة فيه قرأتان الاولى بالياء على التذكير لحمزة والكسائي والثانية بالتاء على التانيث للباقيين قوله تعالى فرقوا. فيه قرأتان الاولى بتخفيف الراء والف قبلها لحمزة والكسائي والثانية بتشديدها ولا الف قبلها للباقيين قوله تعالى قيما. فيه قرأتان الاولى بفتح القاف وكسر الياء مشددة لنافع وابن كثير وابي عمرو والثانية بكسر القاف وفتح الياء مخففة للباقيين.